

کوچک باختر

دست دوم

داستان امیر حمزہ صاحبقران

تمام زمانہ پر واضح ہو کہ داستان امیر حمزہ صاحبقران وہادی ناپید الکنار چرچکی بالادوسی میں پیک خیال بھی متعرف بخود
قصور جو جن حضرات شائقین نے ان داستانوں کو سنایا ملاحظہ فرمایا ہو وہ کما حقہ واقف و آگاہ ہیں کہ یہ داستانیں
برسوں میں بھی تمام نہیں ہوئیں تھیں کہ اگلی اصول فارسی کے مصنف ہمہ دان شیخ ابوالفیض فیضی نے جو ان داستانوں کو
واسطے تفریح طبع جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے اسقدر وسیع البیانی اور نازک خیالی کے ساتھ تصنیف فرمایا اسقدر
جانکاہی کی ہوگی اس داستان کے آٹھ دقتر ہیں اور بعض دقتر کئی جلدوں پر مشتمل ہیں حسبِ تفصیل ذیل

تعداد دقتر	نام داستان	تعداد جلد	تعداد دقتر	نام داستان	تعداد جلد
۱	اول	۲	۱	نو شیردان نامہ	۱
۱	دوم	۱	۱	کوچک باختر	۱
۲	سوم	۱	۱	بالا باختر	۱
۱	چہارم	۲	۱	ایرج نامہ	۱

ان داستانوں کی سب جلدیں طیار ہو کر ملاحظہ ناظرین میں گذر چکی ہیں بلکہ سبب خواہش خریداران اُنکے مکرر سے کر رہے
طبع ہونیکے نوبت آئی ہے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہیں چنانچہ اب بالفعل کوچک باختر جو داستان سہم
بیان امیر حمزہ صاحبقران کا دقتر دوم ہے
اور جسکو

مطبوعہ ہزار داستان شاخسار بلاغت گل سربہ چستان فصاحت ہر خوش بیان کامل شیرین زبان شیخ تصدق حسین صاحب
داستان گو نے جسکے یک شیخ حامد حسین صاحب نے جانب مطبع اودہ اخبار بڑی محنت و شوق سے زبان اردو نہایت فصیح و بلیغ ترجمہ فرمایا
بار دوم

مطبوعہ منشی نوکشتور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

۱۹۰۱ء

اطلاہ - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چاہیہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اعلیٰ حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہو اس کتاب کے تیل و ج کے تین صفحہ جو سادہ سے ہیں انہیں بعض کتب قصہ جات اردو وغیرہ و سب کر سکتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر و انوکھا لگا ہی کا ذریعہ مل جائے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
۱۷۔ طلسم ہوش ربا جلد ہفتم۔	۱۷۔	کتب قصہ جات نثر اردو	
۱۸۔ بقیہ طلسم ہوش ربا جلد اول مصنفہ نقشی احمد حسین صاحب متخلص بہ قمر۔	۱۸۔	۱۔ داستان امیر حمزہ صاحب قرآن جسکی ترتیب و ترتیب آٹھ دفتروں میں ہے جسکو ابو الفیض نقشی فیاضی وزیر اکبر بادشاہ نے شامشاہ اکبر کی لوح طبع کے لیے یہ بسوط داستان تصنیف کی اور امرا و سلاطین کے درباروں میں داستان گوئی کے حسن بیان سے تائین زبان یادگار زمانہ رہی۔ چونکہ شے نایاب تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ اسکا ترجمہ اردو میں ہو جائے لہذا مطبع نقشی نو لکھنؤ میں دفتر اول سے دفتر ہفتم تک ترجمہ ہو کر طبع ہوا جسکی قیمت درج ذیل ہے۔	
۱۹۔ سند لی نامہ دفتر ششم۔	۱۹۔	۲۔ نوشیروان نامہ جلد اول۔	۱۹۔
۲۰۔ توریج نامہ جلد اول دفتر ہفتم داستان میر حمزہ۔	۲۰۔	۳۔ جلد دوم۔	۲۰۔
۲۱۔ توریج نامہ جلد دوم۔	۲۱۔	۴۔ ہرمز نامہ متعلقہ نوشیروان نامہ جلد دوم جدید طبع۔	۲۱۔
۲۲۔ اصل نامہ جلد اول دفتر ہفتم۔	۲۲۔	۵۔ ہومان نامہ متعلقہ نوشیروان نامہ جلد دوم۔	۲۲۔
۲۳۔ ایضاً۔ جلد دوم۔	۲۳۔	۶۔ کوچک باختر۔	۲۳۔
۲۴۔ طلسم نقشہ نور افشان جلد اول جسکی خوبی و عمدگی ملاحظہ پر موقوف ہو۔	۲۴۔	۷۔ بالا باختر۔	۲۴۔
۲۵۔ جلد دوم۔	۲۵۔	۸۔ ایرج نامہ جلد اول۔	۲۵۔
۲۶۔ جلد سوم۔	۲۶۔	۹۔ جلد دوم۔	۲۶۔
۲۷۔ ایضاً۔ کامل جلد کبشت ہر سہ جلد کے لیے۔	۲۷۔	۱۰۔ طلسم ہوش ربا جلد اول۔	۲۷۔
۲۸۔ طلسم ہفت پیکر مصنفہ نقشی احمد حسین صاحب قمر جلد اول۔	۲۸۔	۱۱۔ جلد دوم۔	۲۷۔
۲۹۔ جلد دوم۔	۲۹۔	۱۲۔ طلسم ہوش ربا جلد اول۔	۲۹۔
۳۰۔ جلد سوم۔	۳۰۔	۱۳۔ جلد دوم۔	۲۹۔
۳۱۔ طلسم خیال سکندر می۔ جلد اول از نقشی احمد حسین قمر۔	۳۱۔	۱۴۔ جلد سوم۔	۳۱۔
۳۲۔ ایضاً۔ جلد دوم۔	۳۲۔	۱۵۔ جلد چہارم۔	۳۱۔
۳۳۔ ایضاً۔ جلد سوم۔	۳۳۔	۱۶۔ جلد پنجم کا حصہ اول۔	۳۱۔
۳۴۔ قصہ شہک۔ در سہ حصہ مطبوعہ غیر۔	۳۴۔	۱۷۔ حصہ دوم۔	۳۱۔
۳۵۔ ایضاً۔ حصہ چہارم۔	۳۵۔	۱۸۔ جلد ششم۔	۳۱۔
۳۶۔ میرزا بالغ۔ در دو حصہ۔	۳۶۔		
۳۷۔ سنو بخ عمری عمر و حیار۔	۳۷۔		
۳۸۔ سیرت محمدیہ۔	۳۸۔		

افہرست داستانہ کے کوچک باختہر جلد دوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱	داستان بدیع الزمان کی کہ سب طعنہ زنی فقیروں کے گشکول گردانی لیکر نامنا بدیع الزمان کا اور وہ پیر خیر فیان لاکر دینا عروج قلندر اپنے سر شد کو اور پھر مانگے جانا راہ میں ملاقات ہوا حکیم فاروس سے اور سواری دیکھنا ملک گوہر ملک کی اور علاج ملک گوہر ملک کا اور بدیع الزمان گنجاب کے جانا ہوا حکیم فاروس کے داستان زین خٹک و ملاذو شیروان و شہپال بابن شہرخ یعنی میر با تو قیر حمزہ صاحب قرآن کو ثابت ہونا کہ بدیع الزمان کو ایک نقابدار صبح پوش ملکا کر لیلیا اور قاسم بھی اپنے چپا کی جستجو میں چلے گئے اور رات وحالی سو سردار چوری گئے پھر میر با تو قیر کا پھر تا پھر مظفر خاریابی کا امیر کو بیوش کر کے گرفتار کرنا بندہ شہید میں پھر عروہ کا تلاش امیر میں نکلتا اور عجائب حیار یان و طرہ کا سدوم ہونا اور جنگ و جدل لشکر اسلام اور خیر خان بن گنجاب اور شلیط خان بن گنجاب سے بھارت لشکر کا و لنگی گا و لنگی کے کو مدد کو آئے تھے اور مسلمان ہونا اسکند کو فی اور سی خیر کا کہ نام اسکا قاتل ہوا صد ہائی سب سرداروں کی پھر کر کا پکے لیکر ہوا ملاحت ہون لشکر اسلام کرنا۔	۲۴	داستان گاو لنگی گا و سوار کا فوج لیکر لشکر امیر شہنشاہ کا جنگ و جدل بلکہ جنگ مغلوب ہونا رات سے اور صبح تک و صبح کرب خازی کا مع سرداران نامی جنگ میں شریک ہونا پھر خان ایک نقابدار مرد پوش کا اس لڑائی کو فتح کرنا پھر حیار یان خواجہ عروہ وغیرہ کی اور ہائی امیر با تو قیر کی۔
۲۵	داستان آنا رستم خان بن گا و لنگی گا و سوار کا ملک بافر سے مع لشکر حارہ میں ہزار کے پیدا ہونا گا و لنگی گا و سوار کی خدمت میں بربر پر اور کنا پور نا ہونا سے کہ آپ لشکر اسلام سے کیوں نہیں مقابلہ کرتے کہنا گا و لنگی گا و سوار کا بیٹے سے کہ سرداران لشکر اسلام سے سر بر نہ ہم ہو کیلئے یہ شکے طبل جنگ بکھڑا اور مجاہد و مقابلہ ہونا لشکر اسلام سے اور زیر ہو کر مسلمان ہونا رستم خان بن گا و لنگی گا و سوار کا پھر بعد اسکے رستم خان کا گا و لنگی گا و سوار	۱۲	داستان حیرت بیان جانا ملک قاسم کا لشکر بدیع الزمان سے اور دریافت کرنا بدیع الزمان کو امیر بن عروسے اور رشتہ ہونا بہ تلاش بدیع الزمان و کیفیت دیگر۔
۱۹	داستان حیرت بیان شانزادہ بدیع الزمان و ملک گوہر ملک کو درمیان دریا کے گھیرنا سلیمان زنگی کا پھر ہوشیار کے صندوق سے نکالنا بدیع الزمان کا اور مقابلہ کرنا سلیمان سے اور زیر کرنا سلیمان کو اور لنگا ہر مسلمان ہونا سلیمان کا جان کے خوف سے اور جزیرہ ارغوان میں اپنے مکان پر پھر قریبانہ دعوت کے جیل سے گرفتار کرنا سلیمان کا آمان ہونا قتل بدیع الزمان پر اور ملک کا سفارش کر کے بدیع الزمان کو بچانا اور پھر بدیع الزمان کو صندوق میں بند کر کے دریا پر دیکر ناؤ گوہر ملک کا بھاگ کر جانا کشتی پر اور پھر سلیمان کا گھبرا کر دریا میں گھوڑا ڈالنا اور نقابدار پٹیلین پوش کا اور قتل ہونا سلیمان کا دست نقابدار سے اور مسلمان کرنا ساکنان ارغوان و رسک جاری کرنا بنام بدیع الزمان پھر ملک گوہر ملک کا جانا قتل نہیں کے بیان کیے جاتے ہیں۔	۱۷	داستان حیرت فرا سے پر و جوان ٹوٹ جانا کشتی کا ملک قاسم کی اور یہ جانا قاسم کا ایک تفتہ پر اور پونچھا قاسم کا اس جگہ جس کنارے پر دعویٰ کرے دھور ہے ہیں اور پٹیا ایک صندوق کا جال میں قاسم کا اسی گیر کے شریک ہو کے اسکا لنگا صندوق کھول کے پچا تا بدیع الزمان کو پھر مقابلہ ہونا قاتل بدیع الزمان کا براسے و قتل فیصلہ کرنا نقابدار نہ پوش کا و لنگی میں پھر عروہ انور و ہونا قاسم و بدیع الزمان کا جدا جدا ہوا سے فتح ملک سنجان اور طاقی ہونا عروج قلندر سے اور مرید ہونا شانزادہ بدیع الزمان کا۔
	داستان شجاعت بیان شانزادہ قاسم و شیان کا تعلق ماہ کی لٹا ہا یون بن شدا و کا صحرا میں اور اسکے ساتھ جانا دربار میں گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیو کش کے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۹	امیر حمزہ صاحبقران سے بیان کیے جاتے ہیں۔	۴۹	کے پاس آنا مسلمان کرنے کو پھر جنگ و جدل باپ سے ہونا اور گرفتار ہو جانا رستم خان کا۔
۲۰۶	دو کلمے داستان فطرت بیان خواجہ عمرو بن امیہ ضمری کے بیان کیے جاتے ہیں۔		ذکر بیع الزمان کی دستور بن فستل سے کشتی ہونا اور بڑے
۲۱۳	حال شاہزادہ بدیع الزمان بیان ہوتا ہے۔		سلمان سے اکھاڑے کی تیاری زیر دیوار بلخ ملکہ گوہر ملک ختر
۲۳۲	حال عمرو بیان ہوتا ہے۔	۵۴	گنجا ب بن گنور ملک حران دیو کش کیا جاتا ہے۔
۲۴۳	دو کلمے داستان قیلول خداوندی نقا کے بیان کیے جاتے ہیں۔	۶۹	داستان شاہزادہ بدیع الزمان کی بیان کی جاتی ہے۔
۲۴۸	ذکر بدیع الزمان و حالات ملکہ گوہر ملک و زخرفات گنجا	۷۵	داستان شاہزادہ بلند اقبال ثانی بدیع الزمان والا شان
۲۵۰	اب شمرہ حال گنجا علیہ اللعن سے بیان کیا جاتا ہے۔	۸۶	داستان شاہزادہ بدیع الزمان والا شان کی بیان کی جاتی ہے۔
۲۵۴	داستان گنجا علیہ اللعن و اللہ اب بیان کی جاتی ہے۔	۹۵	اب دو کلمے داستان شاہزادہ بدیع الزمان بیان ہوتے ہیں۔
۲۶۱	حال شاہزادہ باقبال بدیع الزمان کا بیان کیا جاتا ہے۔	۱۰۰	شاہزادہ رستم دل سہراب تو ان بدیع الزمان کا بیان ہے۔
	اب دو کلمے داستان شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ ضمری	۱۱۳	حال ملکہ فخر خاتون بیان کیا جاتا ہے۔
۲۶۴	تا مدار سے گزارش کیے جاتے ہیں۔	۱۱۷	حال ترک جوشن پوش کا بیان ہوتا ہے۔
۲۸۲	حال ملک قاسم مل خفتان خوزیر خاوری کا بیان کیا جاتا ہے۔	۱۱۸	شاہزادہ ملک قاسم مل خفتان خوزیر خاوری کا بیان ہے۔
۲۸۶	اب شمرہ داستان حیرت بیان امیر بن عمرو کی بیان کی جاتی ہے۔	۱۲۵	داستان شاہزادہ بدیع الزمان والا شان۔
	ذکر امیر جادو و ملک قاسم مل خفتان خوزیر خاوری کا	۱۲۷	داستان اضطراب جناب عصمت آب ملکہ گوہر ملک۔
۲۸۷	بیان ہوتا ہے۔	۱۳۱	داستان مصوبت بیان ترک جوشن پوش۔
	اب شمرہ حال خزان مال مردود ملعون توسن جادو کا	۱۳۹	داستان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم۔
۲۹۰	بیان کیا جاتا ہے۔	۱۴۶	داستان شاہزادہ بدیع الزمان گرو شکر شکن۔
۲۹۱	داستان امیر بن عمرو کی گزارش کی جاتی ہے۔	۱۴۷	ذکر شبوتیرہ بخت کا۔
۲۹۳	داستان توسن جادو اور عقاب نقلی کی بیان کی جاتی ہے۔	۱۵۱	چند مفرد و نگرامون کا حال گزارش کیا جاتا ہے۔
	حال امیر بن عمرو کے بعد فتح ہونے طلسم سلیمانی کے نہت	۱۵۳	حال مرغان تیز رفتاریار کا بیان کیا جاتا ہے۔
۲۹۷	شاہزادہ بدیع الزمان کے چار ہے۔	۱۶۰	شمرہ داستان ملکہ گوہر ملک کی بیان کی جاتی ہے۔
۲۹۸	دو کلمے داستان امیر حمزہ صاحبقران کے بیان کیے جاتے ہیں۔	۱۶۱	ذکر ہر اس بیان فضل بن گیا ہو ر خون آشام بیان ہوتا ہے۔
۲۹۹	آنا نقا جادو زمرہ رنگ کا صحرائی طرت سے اور دریافت حال	۲۹۹	حال ان پانچ ہزار سواروں کا جو بھاگ کر شہر سجان گئے
	نقا بدار کرنا عمرو سے اور بیان کرنا عمرو کا پھر جانا حرم سرا	۷۵	داستان شاہزادہ بدیع الزمان گزارش کی جاتی ہے۔
	حمزہ بن اور قصہ بن برائے قتل نقا بدار جانا امیر کا اور بعد	۱۷۳	اب شمرہ حال حیرت بیان ملکہ گوہر ملک بیان کیا جاتا ہے۔
	در یافت حال پھر آنا اور پوچھنا عمرو کا کیفیت نقا بدار	۷۷	داستان شاہزادہ ملک قاسم مل خفتان خوزیر خاوری
۳۰۹	امیر سے اور بیان کرنا امیر کا۔	۱۸۸	اب شمرہ داستان گنجا علیہ اللعن و اللہ اب بیان کی جاتی ہے۔
	آنا چار نقا جادو کا خدمت حمزہ بن اور عرضی دنیا دہ	۱۹۳	حال شاہزادہ بدیع الزمان باقبال کا گزارش کیا جاتا ہے۔
۳۱۷	شادی کرنے اپنی رومیوں کے و دیگر حالات۔		دو کلمے داستان لشکر فیروزی اثر زلزلہ فانی سلیمان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۳۶	شہد داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان اور	۳۳۶	خاور سپاہ ملک قاسم بیان کی جاتی ہے
۳۳۷	دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان	۳۳۷	اب دو کلمے داستان قطرت بیان مرجان تیز رفتار سے
۳۳۸	عالمی شان سے بیان کیے جاتے ہیں۔	۳۳۸	گزارش کیے جاتے ہیں۔
۳۳۹	شہد داستان شاہزادہ بدیع الزمان سے بیان کیا جاتا ہے	۳۳۹	دو کلمے داستان ازرق شب گرو حرامی کوتوال شہر عجم
۳۴۰	دو کلمے داستان شہنشاہ پر وہ قات ملک آسمان پر ہی	۳۴۰	کے بیان کیے جاتے ہیں۔
۳۴۱	سے گزارش کیے جاتے ہیں۔	۳۴۱	اب شہد حال شاہزادہ شیردین بن حمزہ سے بیان کیا جاتا ہے
۳۴۲	دو کلمے داستان لشکر فیروزی اثر سلطان صاحبقران	۳۴۲	اب دو کلمے داستان فضل بن گیا ہو خون آشام سے
۳۴۳	سے گزارش کیے جاتے ہیں۔	۳۴۳	بیان کیے جاتے ہیں۔
۳۴۴	دو کلمے داستان شوکت بیان شہنشاہ اسلام سے	۳۴۴	دو کلمے داستان خندان خوزیر خاوری گزارش کیا جاتا ہے
۳۴۵	بیان کیے جاتے ہیں۔	۳۴۵	داستان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم بیان کی جاتی ہے
۳۴۶	دو کلمے داستان آن طوفانی اور تباہی شدہ کشتیوں	۳۴۶	مال لندھور بن سعدان و مالک اثر در بیان ہوتا ہے
۳۴۷	سے بیان کیے جاتے ہیں۔	۳۴۷	اب دو کلمے داستان لندھور بن سعدان سے بیان
۳۴۸	شہد حال خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان	۳۴۸	کیے جاتے ہیں۔
۳۴۹	اور مالک اثر در سے گزارش کیا جاتا ہے۔	۳۴۹	حال بدیع الزمان بیان ہوتا ہے۔
۳۵۰	دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان	۳۵۰	دو کلمے داستان شوکت بیان سلطان والا شان امیر
۳۵۱	سے بیان کیے جاتے ہیں۔	۳۵۱	صاحبقران سے بیان کیے جاتے ہیں۔
۳۵۲	دو کلمے داستان سیلاے اثر در چشم زنجیر خاے دور کا	۳۵۲	دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ خاور سپاہ ملک
۳۵۳	زنجیر خاے کے باپ کے بیان کیے جاتے ہیں۔	۳۵۳	قاسم محل خندان خوزیر خاوری کے بیان کیے جاتے ہیں
۳۵۴	دو کلمے داستان تباہی زدہ طوفانی کشتیوں سے	۳۵۴	دو کلمے داستان صاحبقران بیان ہوتا ہے۔
۳۵۵	بیان کیے جاتے ہیں۔	۳۵۵	اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان
۳۵۶	شہد داستان انھیں طوفانی کشتیوں کی بیان کی جاتی ہے	۳۵۶	سے گزارش کیے جاتے ہیں۔
۳۵۷	دو کلمے داستان کرب غازی کے بیان کیے جاتے ہیں	۳۵۷	شہد داستان لشکر فیروزی اثر کینیت کشتیوں کی طوفانی
۳۵۸	دو کلمے داستان انھیں طوفانی تباہی زدہ کشتیوں سے	۳۵۸	اور تباہ ہونے کی بیان کی جاتی ہے۔
۳۵۹	گزارش کیے جاتے ہیں۔	۳۵۹	دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ خاور سپاہ ملک
۳۶۰	دو کلمے داستان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم سے	۳۶۰	قاسم سے بیان کیے جاتے ہیں۔
۳۶۱	گزارش کیے جاتے ہیں۔	۳۶۱	دو کلمے داستان نگبت بیان گناب بن گنور ملک حرا
۳۶۲	دو کلمے داستان فرامر زاد مغربی سے بیان ہوتے ہیں	۳۶۲	دیو کش سے بیان کیے جاتے ہیں۔
۳۶۳	شہد داستان شاہزادہ عمرو بن رستم سے گزارش کیا جاتا ہے	۳۶۳	دو کلمے داستان شاہزادہ قاسم کے بیان کیے جاتے ہیں
۳۶۴	شہد داستان شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن سے	۳۶۴	دو کلمے داستان لشکر فیروزی اثر حرا و دریا من سلطان
۳۶۵	بیان کیا جاتا ہے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۹۷	دو کلمے داستان نقاسے بے بقایان کیے جاتے ہیں	۴۷۲	شہد داستان بہرام گردن خاقان چین سے گزارش کیا جاتی
۶۰۱	دو کلمے داستان مہر سپہ عیاری کے بیان ہوتے ہیں		دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان گرد
۶۰۳	دو کلمے داستان امیر کے بیان کیے جاتے ہیں		لشکر شکن سے بیان کیے جاتے ہیں۔
۶۰۴	داستان شاہزادہ بدیع الزمان سے بیان ہوتا ہے		دو کلمے داستان گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیوکش سے
۶۱۰	حال امیر باوقیر بیان ہوتا ہے۔	۴۸۰	بیان کیے جاتے ہیں۔
	دو کلمے داستان گنجاب علیہ اللعن والذاب سے	۴۸۱	ذکر امیر حمزہ صاحب قرآن بیان ہوتا ہے۔
۶۲۶	بیان کیے جاتے ہیں۔		دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان
	دو کلمے داستان گنجاب بن گنجور بن ملک حرمان دیوکش	۴۸۳	گزارش کیے جاتے ہیں۔
۶۴۱	سے گزارش کیے جاتے ہیں۔	۴۸۴	داستان ملک قاسم کی بیان کی جاتی ہے۔
۶۴۴	حال لشکر امیر مذکر شاہزادہ بدیع الزمان بیان ہوتا ہے		شہد داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان
	روائی قاسم و بدیع الزمان جانب صحرایہ کے شکار	۴۸۵	سے بیان کیے جاتے ہیں۔
۶۵۵	اور عاشق ہوتا ملکہ ماہ تاجدار کا۔	۴۸۸	داستان بارگاہ نقاشی کی بیان کی جاتی ہے۔
	دو کلمے داستان روائی بدیع الزمان کی تلاش ملک قاسم		دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان
۶۶۹	میں ملاحظہ فرمائیے۔	۴۹۱	عالیشان گرد لشکر شکن سے بیان کیے جاتے ہیں۔
	پونچھا فریدون کا شہر محرابیہ میں اور بعد قتل دیو سپہ	۴۹۴	داستان شوکت بیان حمزہ صاحب قرآن گزارش کی جاتی ہے۔
۶۷۲	محراب شاہ کو شمشیر پرست کرنا۔	۴۹۵	دو کلمے داستان ملک قاسم سے بیان کیے جاتے ہیں۔
۶۷۴	دو کلمے داستان شہر مغربیہ کے ملاحظہ فرمائیے۔		جانا شاہزادہ جمہور کا طلسم ہزار اسب میں اور ملک
	داستان قیاس خان کا پونچھا صحرایہ مغربیہ میں	۴۹۷	کو کہہ روشن تن کا ہمراہ شہیم عیار۔
"	عاشق ہونا خواہر مقام برتر میں پر۔	۵۰۲	دو کلمے داستان کو کہہ کے بیان کیے جاتے ہیں۔
	قاسم کا شہر شمالیہ کو جاننا و مغرب شاہ کو جنگ قیاس خان	۵۱۷	اب دو کلمے داستان مظہر تیرہ نخت کے بیان ہوتے ہیں۔
۶۷۵	میں سلمان کرنا۔	۵۲۱	دو کلمے داستان رضیہ سلطان کے گزارش کیے جاتے ہیں۔
۶۷۸	دو کلمے داستان اعظم صف شکن کے ملاحظہ فرمائیے۔	۵۲۴	دو کلمے داستان حال مظہر اور تیرہ نخت کے سینے۔
۶۸۴	داستان شاہزادہ بدیع الزمان بیان ہوتی ہے۔		حال طلسم کشا مظہر سے تیرہ نخت کا بیان کرنا و قید ہونا
۶۸۷	داستان شہزادہ قاسم ملاحظہ ہو۔	۵۳۳	ظفران کا کیفیت ملکہ رضیہ کی۔
۶۹۱	جانا قیاس خان خاوری کا مع سیارہ بن عمرو کی خدمت میں	۵۳۷	دو کلمے داستان اخرس اور تیرہ نخت کے بیان ہوتے ہیں۔
"	حال قاسم و بدیع الزمان لکھا جاتا ہے۔	۵۳۸	حال ظفران زہا و در عمرو کا۔
"	حال عمرو بن امیر ضرری لکھا جاتا ہے۔	۵۴۰	دو کلمے داستان عمرو کے بیان کیے جاتے ہیں۔
۶۹۴	حال امیر باوقیر لکھا جاتا ہے۔	۵۴۲	حال طلسم کشا کا بیان کیا جاتا ہے۔
۶۹۶	داستان عمرو ملاحظہ ہو۔	۵۴۱	دریافت کرنا ظفران زہا و در ظفران جینی کا در نوش متاز سے
	خاتمہ الطبع۔	۵۴۴	دو کلمے داستان جاننا امیر کا گنبد ریاضت گاہ میں بیان کیے جاتے ہیں۔

کوچک باختر

دفتردوم

داستان امیر حمزہ صاحبقران

تمام نامہ پر واضح ہو کہ داستان امیر حمزہ صاحبقران دوادی ناپیدا کنار ہو جسکی بالادوی میں پیک خیال بھی معترف ہو مجر و
قصور ہو جن حضرات شائقین نے ان داستانوں کو سنایا ملاحظہ فرمایا ہو وہ کما حقہ واقف و آگاہ ہیں کہ یہ داستان
برسون میں بھی تمام نہیں ہو تین اہل کمالی اصول فارسی کے مصنف ہمدان شیخ ابوالفیض فیضی نے جو ان داستانوں
واسطے تفریح طبع جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے استعد و وسیع البیان اور نازک خیالی کے ساتھ تصنیف فرمایا کہ تصنیف کا
کی ہوگی۔ اس داستان کے آٹھ دفتر ہیں اور بعض دفتر کئی جلدوں پر مشتمل ہیں حسب تفصیل ذیل

تعداد دفتر	نام داستان	تعداد جلد	تعداد دفتر	نام داستان	تعداد جلد
اول	نوشیروان نامہ	۲ جلد	پنجم	طلسم ہوشربا	۷ جلد
دوم	کوچک باختر	۱ جلد	ششم	صند کی نامہ	۱ جلد
سوم	بالا باختر	۱ جلد	ہفتم	تورج نامہ	۲ جلد
چہارم	ایرج نامہ	۴ جلد	ہشتم	لال نامہ	۱ جلد

ان داستانوں کی سب جلدیں تیار ہو کر ملاحظہ ناظرین میں گذر چکی ہیں بلکہ بسبب خواہش خریداران انکے مکرر مدد کر
طبع ہونے کی نوبت آئی ہے اور انھوں نے ہاتھ فروخت ہو رہی ہیں چنانچہ اب بالفعل کوچک باختر داستان سوم
بیان امیر حمزہ صاحبقران کا دفتردوم ہو

اور جسکو

بیل ہزار داستان شاخسار بلاغت گل سرسب چمنستان فصاحت ہر خوش بیان کامل شیرین زبان شیخ تصدق حسین صاحب
داستان گو نے منتخب یک شیخ صاحب نے باب طبع اور اخبار بڑی محنت و مشقت سے زبان اردو نہایت فصیح و بلیغ ترجمہ فرمایا
باردوم

مطبع نامی منشی نوکسور واقع کھنویں طبع ہوا

۱۹۰۱ء



(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

سیاس بقیاس اس خالق کیتا و صانع بے ہمتا کو زیبا ہر جسے دو حرفت کات و لون سے طلسم ہستی کو نبایا اور اپنی عجب عریب
صنعتوں کے خزانوں کو آسمین تفویض فرمایا ہر چند عیار و ہم و خیال ہزار ہزار شکل سے اپنی طاری و کھائے ٹر ٹر
نہیں کہ اس نقشہ عالم و قادر مطلق کی قدرت کاملہ کا بھید سمجھ میں آئے کیا بجا ل طائر تیز پر واز عقل بشری کی کر اس کے میدان
حکمت میں تیز پر وازی کر سکے ممکن نہیں کہ اس راہ میں کوئی قدم دھر سکے کیسے کیسے صاحبان فہم و ادراک نے اپنے
لپے پیک خیال کو اسکی معرفت کے میدان وسیع میں دوڑایا مگر سوائے نا چاری و غبوری کے کچھ نہ ہاتھ آیا جتنے کو ہمارے
سینیر برحق نبی مطلق شفیع روز جزا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان فہر بیان سے اقرار عدم معرفت تہا
فرمایا اور ماعرفناک حق معرفتک ارشاد فرما کے سیاہان بیدارے معرفت کو تگ بوسے گمراہی سے بچایا شعر

اگر در میدان استدراک گزشتا | رستم و ہم و خردیخ و سپر انداختا

نعت سرور کائنات اشرف مخلوقات خاتم المرسلین محبوب رب العالمین جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التسلیم

طبع مرصع کار و جواہر نگار در و نامحمد و شاہکار گاد عرش پناہ سردار فقیران مرسلین محبوب رب العالمین بارگاہ نشین رسالت سر
آریا سے بزم نبوت صاحب قرآن و معراج بخشندہ تخت و تاج شفیع الامم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنھوں
نے کفر و ظلام کے درہندون کو شکست فرمایا بڑے بڑے کفار غابکار و ساحران غدار کو بزور شمشیر مطیع اسلام کیا

تعبت امام ہمام مظہر العجاہب مظہر الغرائب مطلوب کل طالب قالب کل غالب علی ابن بیطاب علیہ السلام

تحت تحیات و مناقب اس امام عالم مقام نبوت و وحی رسول زودج بول کو زیبا ہر جسے مرحب سے پہلوان کو زکریا
خیر کو مثل صفیر کا نذر کے انگلیوں پر اٹھایا دوش صاحب معراج پر معراج پائی ذوالفقار سی تلوار ہاتھ آئی شعا

سابق الاسلام شیر کبریا | بان شاد و جانشین مصطفیٰ | چرخ چارم پر ہر تصویر گل | جس سے ہر شان الہی تجلی

اسبب لیف کتاب خمس خدمت ناظرین اولوالکبر

ناظرین مہر نگین کچھ دست فیض موبہت میں یہ ذرا حقیر سراپا تعمیر کیا ہے صاحبان علم و کمال خادم ارباب جاد و جلال
بے لباظ و بے بغاغت سرگشتہ وادی حیرت مرکب بہ جہل نادانی نا آشنا سے ہر روز نیندانی ضعیف لہنیان کچھ مچ زبان
اذل کو نین تصدق حسین عتس ہو کہ داستان امیر حمزہ صاحبقران کے کل و فزون فہم کا ترجمہ جسکا ہر دفتر ایک
رخسار ہر میرے نزدیک بہت دشوار تھا اور کبھی میں اپنے کو اس امر کی انجام دہی کے قابل نہیں سمجھتا مگر جناب فیض مہتاب علی
آفتاب آفتاب سپہر مولت و حشمت قریرت مولت و شوکت تکی اریکہ جاد و جلال زیب وہ سند حشمت و اقبال عالی ہم
والا حشم غمزن علم و شعور جناب نشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ اسی مرحوم و مغفور کے ارشاد فیض نبیاد
اور اطر فیض احباب مثل دوست یک رنگ حب خوش آہنگ صورت بند مرغ انجاد و نقاش نگار خانہ و واد نشی شیخ
حامد حسین صاحب سے مجبور ہو گیا اور چار ناچار اس خدمت کی انجام دہی کو اپنے ذمہ لیا مجھے مثل بعض حضرات مستودہ
صفحات کے اپنی رطب اللسانی اور خوش بیانی کا دعویٰ نہیں بلکہ اپنی ہرزہ گوئی کا میں خود ہی مقرب ہوں نہ میں فصاحت
سے واقف نہ بلاغت سے آگاہ کو چہ نظم و نثر سے بالکل نادانستہ راہ گریوں و قوۃ القدر و انون کی قدر افزائی پر بھروسہ
کر کے اس دفتر کو چک باختر کا ترجمہ جو دوسرا دفتر داستان امیر حمزہ صاحبقران کا ہر ترجمہ شروع کرتا ہوں اور
ہر وقت درگاہ قاضی الحاجات حلال مہات میں دست بہ دعا ہوں کہ مثل نوشیروان نامہ و غیرہ کے یہ ترجمہ بھی بخیر و خوبی
انجام کو پہنچے واضح ہو کہ اس داستان عظیم الشان یعنی داستان امیر حمزہ صاحبقران کے آٹھ دفتر ہیں اور ان
دفتروں میں سے بعض دفتر کئی جلدوں میں منقسم ہر مثل میں چنانچہ حضرات ناظرین کو تفصیل اسکی ٹیبل پچ اس کتاب سے
مخبر ہوگی واضح ہوگی مگر حیات مستعار اس ردائے مظلوم کی وفا کر گئی اور مالک مطبع ذی وقار کی توجہ ہوئی تو انشاء اللہ کل
دفتر و دن کا ترجمہ پیش ناظرین والا مقام ہو گا ناظرین حقائق میں وادو الابصار سے دست بستہ امیدوار ہوں کہ
بیچوان کی ہرزہ گوئی کا کچھ خیال دلیں نہ میں بلکہ جان کہیں کوئی غلطی ملاحظہ کریں دامن عنایت و مرحمت سے
اسکی عیب پوشی فرمائیں و ما سے غیر سے اس کترین کو یاد کریں

اب دو کلمے داستان شوکت بیان آنا شاہزادہ بدیع الزمان کا فتح کر کے ظہور و یونہد کو لشکر میں
امیر کے در بند بربر پر اور حیرانانہ عقا سے بربریکا اور کشنی لڑنا قاسم کا بدیع الزمان سے پھر قاسم کا آفتاب
نوح کر بھاننا چا کو اور بظاہر ہر بیج و ملال و بیاطن فکر قتل کرنا بیان ہوئے ہیں۔

کہ صر ہو تو اسانی لالہ نام | پایا پلا بھگو گلاک جام | ابالب پلا جام ہو نم کی خیر | کروں نشہ میں باغ مضمونی

مخبر سرایان شاہکار گلشن محمدی از زمزمہ سجان بیل گز از خوش بیانی گلشن فہم داوراک میں پر واز کر کے یون زمرہ
پر واز ہو کہ جب در بند بربر پر لشکر امیر حمزہ صاحبقران صف آرا ہوا چادش صد اسکادیری اور جوانمردی دینے لگے اور
جوانان دلیو تارای پہلوانان خوش کردار یہ دن نام کا ہو عقا سے بربر ہی سے سامنا ہو جانیں اپنی لڑائی میں لڑاؤ
اس ناہنجار بکر دار کو معقول مزاد وہ شکر کار آزماے میدان جنگ بعد و نور و امنک لینے یلان تیغزن و گردان لشکر
شکن پر پے سے نکل نکلر عقا سے بربری کا مقابلہ کرنے لگے اور شاہزادہ ملک قاسم نوجوان لہجہ و شان
قبضہ تیغ پر ہاتھ رکھے تا شاخک و جبال کا دیکھ رہے ہیں کبھی گھوڑا بڑھا کر آگے بڑھتے ہیں کبھی بائیں طرف
سے دہنی جانب کو آجاتے ہیں ناگاہ دیکھ کر ایک طرف سے گرد و غبار برنگ کا ہی نمودار ہوئی کہ رنگ بیا بان
سبز و نار نظر آنے لگی ہر ذرہ خاک ریزہ زمرہ و تھارنگ رو سے آفتاب نیلگون ہوا و صوب کا رنگ آسمانی صورت ہو گیا

ہر گھل بیابانی ہو گیا جب دامن غبار غلو فری باد تند سے قریب آکر چاک ہوا دیکھا کہ ایک سوار نقادار سبز پوش لبہ
جوش و خروش مع لشکر ظفر بیکر باگ اٹھائے رو میں ٹھوڑا ڈاٹے چلا آتا ہے سب جوانان لشکر امیر و پهلوانان
بے نظیر مع قاسم شیر دل تم کر دیکھنے لگے اور جنگ موقوف کر کے ٹھہر گئے میان لشکر کو اپنے نقادار سبز پوش نے ایک قلم
ٹھہرا کر اس پر لکھی پیکر کو جو لکھا اور نعرہ شیرانہ کر کے غنچاے بربری پر جھینا دیکھا کہ سرداران قاسم شیر دل
مقابلے پر ہن بس آتے ہی نیزہ غنچاے بربری پر ہاتھ ڈال دیا نیزہ اُس کے دست زبردست سے کس پھرنی اور حال کی
سے نکال لیا کہ وہ پهلوان قوی تن بہ صورت پلتن دنگ ہو گیا اور از سر تا پا دریائے خجالت میں ڈوبا پسنا جھپٹی کا
ہاتھ سے پکٹے لگا پا کر تلوار میان سے کھینچے نقادار سبز پوش نے بڑھاکر زخمیر میں دست زبردست ڈال کر جھکا دیا
کہ وہ پهلوان منہ کے بھل گھوڑے سے زمین پر آیا بس نقادار سبز پوش بھی مثل شیر گر نہ سمند باد یہ ہمارے کو دپڑا
اور اس رو بہ خصال کو مثل پارچہ کنہ کے چیر کر پھینک دیا تمام پهلوان دیکھ کر متحیر ہو گئے یہ ماجرا دیکھ کر قاسم و نشان نور
صاحبقران کو غصہ آگیا نعرہ کیا لغز آفتاب مشرق دین پروری و شہسوار سے لال پوش خاوری + او نقادار
سبز پوش تو نہیں جانتا کہ یہ شکار رو بہ شمار میرا تھا اسکو تو نے اپنا صید بنایا سبز پوش باش طائر حواس کو روک مجھ جیسے
شیر دلو تو بھلا لو کہ یہ کہا اور ایک ہاتھ تیغہ چارک افرا سیانی کا مارا اگر وہ ہاتھ ضرب گران سنگ سخت پر پڑتا تو پارا
ہو کر سو بند زمین ہو جاتا نقادار سبز پوش نے خالی دسے کر بند دست کیا کر جھکا دیا قاسم بھی لپٹ گئے زور پهلوانی
کے ہونے لگے تمام سرداران لشکر و پهلوان قوی پیکر و سر کے قریب آ گئے اور تاشا کشتی کا دیکھنے لگے کبھی قاسم
اور سنی طرف سے چچ گانٹھک بائیں طرف کو لاتے ہیں نقادار سبز پوش توڑ کر کے تیر کے مانند نکل جاتے ہیں یہ صورت ہر
کہ قاسم چاہتے ہیں کہ مراد کر دے ماروں نقادار کا ارادہ کہ میں زور قوی زیر کروں اگر ایک دوسرے پر
کسی طرح غالب نہیں آتا ہر ایک دہرا ایک ایک جرات دکھانا ہر شہسوار

دو بیل گھٹے ہیں بے کار زار | اور شاہین میں بادل ہوشیار | اور طائر زبردست باج و تاب | دکھاتے ہیں ہونٹ کا انقلاب
دونوں لشکر دیکھ کر موشی پر عالم فراموشی | صورت تصور تصور رائیہ و اجرت میں ہر فرد بشیر سوار زین پوش بچھائے مجھے
میں پیدل اپنے اپنے مقام سے بھرتک رہے ہیں گرد و نون میں نہ کوئی غالب نہ مغلوب ایک شرمندہ دوسرا عجوب ہیا تک
چاروں مقابلہ بصورت مجاہدہ رہا چونکہ روز شاہزادہ قاسم و نشان نور دیدہ امیر حمزہ صاحبقران نے دست دلا دیا
کی کہ ہاتھ نقادار سبز پوش پر ڈالا اور غیظ و غضب پردہ حجاب کو چہرہ نورانی سے نوچ کر پھینک دیا جلوہ رخ نے تانبہ کی
کی چھوٹ چہرہ نور کی جا بجا پٹنے لگی رخ آفتاب زرد ہو گیا آنکھوں میں زردی کی چکا چونکہ ہونٹ سے مثل اختر تابان
ہر ذرہ چمکنے لگا قاسم نے نگاہ بھر کر دیکھا کہ قرۃ العین صاحبقران زینت بارگاہ سلطانی شاہزادہ بیچ الزمان ہیں
قاسم نے کہا واہ واہ موجان سبحان اللہ ماشاء اللہ کیا خوب پردہ سبز پوشی میں اپنے دھوکا دیا تھا اگر بڑی خیر ہوئی ہنس کر
سینے سے لپٹ گئے امیر نے بڑھ کر سینے سے لگایا نہایت دل سرور و شاد ہوا سب سردار بقواعد شانہ تسلیم بجا آئے باغزار
واکرام بر بیع الزمان کو لشکر میں آئے بعد صبحت جشن بیع الزمان اپنے لشکر و زری اثر میں تشریف لائے کچھ
کا صلی سے جیسے استاد ہوئے بارگاہ شاہزادہ عالیجاہ زینت وہ صحرا سے پر فضا ہوئی اور سب شکر یان لشکر ظفر بیکر گرد
بارگاہ شاہزادہ فروکش ہوئے اور محمن خیمہ زندگار گون شاہزادہ بلند مرتبت آراستہ ہوا وہ رفعت و بلند سی
اس بارگاہ ظک قدر کی جسکے آگے گنبد مینا سے لا جو رویت پردہ چسپخ اطلس سامنے قات ہائے خیمہ
بلند نشان کے دل شکست طنائون کی ڈوریان ریشمی اس حسن کی کہ خطوط شاعری خجالت سے تار تار کیسو سے

سے جو یہ اور بانی رنگ رخسار پر صفائی بڑی بڑی آنکھیں جی بھون ابرو کمان پلکین ناوک ولد و زچول سے کال
 لب پان کی سرخی سے لال لال و بغیر جامہ زیب آرا جو ترا باندھے ہوئے پانجامر اطلسی پانوں میں آب روانکا دو پہ
 شبنم کی کرتی جسم میں غضب کی پھرتی مزاج میں مستوق بن دل میں عشق کی گھاتوں کے چلن خیمہ سے نکل کر باہر آئی
 شاہزادہ بدیع الزمان کو بقواعد شاہانہ سلام کیا بدیع الزمان نے یہ نگاہ غضب دیکھ کر کہا کہ ایک نقابہ ارگھوڑے پر
 سوار چلو اپنے ساتھ برائے مقابلہ لایا تھا اور آپ گزیر کر کے اس خیمہ میں چلا گیا یہ خلافت مردی و بہادری جو اس ٹھکرے
 میا کا نہ دست بستہ عرض کی کہ غصہ کو کام نہ فرمائیے آپ بھی خیمہ میں تشریف لیجائیے یہ شکر شاہزادہ بدیع الزمان
 گھوڑے سے اترے درانہ خیمہ میں چلے آئے کیا دیکھا کہ ایک نازنین مہجمن جو رنزاور شک وہ حسن پر یزاد پشانی
 گورائی بہتر از ماہ تابان تانبہ گی رخسار مثل خورشید درخشان ابرو سے خمدار ماہ نو بلکہ آبی ہوئی تلوار مرثگان تیرون کی سیران
 چہرہ مثل نقاب گیسو کے شکنجے میں نقاب من نایاب سند جو اہر نگار پر جلوہ آراہی شاہزادہ بدیع الزمان دیکھتے ہی
 دنگ ہو گیا یہ اشعار عاشقانہ پڑھتے لگا اشعار

یہ نور ہو روئے مہجمن کا کہ ہو خجسل چاند چو دھوین کا	جو حلقہ ہو زلف عنبرین کا وہ ایک ناقہ ہو شک چمن کا
یہ اسکے ہو ساعدون کا عالم کہ جسے دیکھا ہوا وہ بسدم	نیام تیغ قضاے مہر م لقب ہو قاتل کی آستین کا
گورون رقم کیا میں حسن کا کل کہ زلف بچان ہو شک تنبل	غدار میں ہو شاہت گل بدن میں عالم ہو یا سین کا
پیرا ہو بد بخت عاشقی کا نہ دین ہو بر باد یون کسکا	بنا ہو عشق تیان کا ٹیکا نشان سجدہ مر ای جبین کا
اگر ہو چھا ہا پر سمندر یقین ہو ہو خاک دم میں جگر	سنا جو ہو آفتاب محشر کھرندہ ہو داغ آتشین کا

شاہزادہ بدیع الزمان یہ اشعار آجدار پڑھ کر سہم ہوئے اور دلین خیال کیا کہ شاید اسی نقابدار عالی وقار کا یہ ناموس ہو
 بوجیب شعر عجیب حسن خدا داد مر نقاد کھانا خدا کی شان نظر آئی اسکو کیا دیکھا یہ شعر پڑھ کر منہ اپنا اسکی جانب سے
 پھیر لیا اور ہاتھ کی تیغ پر آڑ کر کے فرمایا کہ یہ نقابدار بے غیرت ہو کہ چلو اپنے ناموس کے سامنے بلا لیا اور پردہ داری
 کا کچھ لگا دیا پس ہوا وہ مہجمن مہر نیکین بہت فقہ باز کرسی پٹ کر جو شاہزادہ بدیع الزمان نے دیکھا کہ گویا باغ
 حسن میں غل جوانی کے پھول بکھرے ہیں غنچہ لب سے ظاہر ہو کر گل مراد سلفہ و شاداب ہونے والا ہو شعر
 میا انداز مگر دے ہنسی کا اب نکالا ہو نہ کہ منہ سے پھول بھرتے ہیں چن خوبی نرالا ہو اس غنچہ دہن نے بہا سے
 نازنین کو کھولا کہ امی زینت وہ مندر شہر باران شاہزادہ بدیع الزمان آپ نے جکونہ بھانا کہ میں دختر گنجاب بن
 گنجور ملک حرمان دیو کش ہوں جبکہ آپ نے بعد جرات و ہمت و صولت و شوکت طلسم طہورت دیو بند
 سے رہا کیا تھا آپ تشریف لائیے رونق بخش مندر جہان آرا زینت افزا سے محفل نما ہو جیے جسوقت سے جہان بیکمال
 جہان آرا پر نظر پڑی ہو عجب دل کا حال ہو کہ جب کا بیان حال ہو شعرا الفت نے تیرے ہوش ہارے اراٹے ہیں
 ان محنتوں سے اپنے گلستان میں لائے ہیں شاہزادہ بدیع الزمان رونق افزہ بزم عشرت ہوئے ملک کو ہر ملک
 دختر گنجاب نے تمام واقعہ گذشتہ من و عن شاہزادہ بدیع الزمان سے بیان کیا بعد اسکے آراشکی بزم عشرت
 کا حکم دیا خواصان خاص و مطیعان فیض اختصاص مشغول سامان بزم عشرت ہوئے تمام اشیاء سے نادرہ میٹ
 کر کے زیب و زینت سے آراستہ و پرست کرنے لگے اشعار

وہ چھٹکیران زینت انجمن	وہ فرش نرمی کی ہر گچا چمن	نکلف کے وہ جھاڑ اور وہ کھول	بلورین وہ پروکیان بے پل
وہ دیو اور گیری براں خوشنا	جھلا جھل کے چڑوہ ہر یک جا	بچے تھے جو نالین ہر جانام	تصدیق ملک ہوتا تھا شام

ملی عین جو تصویریں چاروں طرف
خون میں بھری بادہ شکننا
چنگیوں میں جلا چنبلی کے پار
طوائف کے مجمع میں تھا اگلے
عجب جلسہ عیش برپا ہوا

نظر آتا تھا آئینہ پر کلفت
کلفت کے بکون میں شامی کباب
دکھاتے تھے عاشق کو تازہ جام
جوانی کی ایک ایک کوئی آئینہ
فلک کو بھی اک رشک بد ہوا

کسین کستون میں شکست کے باک
کسین پاندان اور لیس قاصد
خواصین طر حصار حاضر تمام
یہ دوہرہ سب تھے شل نجوم
سحررات کو تو یہ سامان ہوا

کسین شے سوسے شے لاف
گلابی دھوسے تھے کسین غطر دان
عجب حسن سے کرتی تھیں نظام
ستاروں کا محفل میں تھا انجم
ارم صبح مجمع پریشان ہوا

و حقیقت عجب کلفت سے جلسہ عیش و عشرت ملکہ گوہر ملک دختر گنجاب نے بعد شادمانی آراستہ و پیراستہ کیا کہ دیکھ کر ملک
کجر قمار کو رشک و حسد کمال پیدا ہوا شعر دیکھا کہ ایک جابج عاشق و معشوق کو ڈانٹا کیا تفرقہ یہ تفرقہ پرداز ہے غرض کہ دو چرا
بادہ گل رنگ متواتر چلتے ہیں حاسد شعلہ خود صورت شمع محفل جلتے ہیں راگ رنگ کی صحبت شراب و کباب کی لذت عاشق و
معشوق ایک سبب طرح کا عیش میا ملکہ گوہر ملک کو اسی عشرت میں کچھ انجام کا خیال شاہزادہ بدیع الزمان کو سکوت
تیم کمال بیت محفل میں آپ تو ہیں پہ دل انتشار میں کھٹکا لگا ہوا ہی خزان کا بار میں فقرہ جیب تین ہرات سے زیادہ
آنی صبح مومی و کافوری جل جلک بھلائے لگی صبح کا وقت قریب ہوا ماہ کامل بام فلک سے کاشانہ منوب میں اترنے لگا
سیارگان افلاک بہ گردش و چالاک روانہ ہونے لگے نجوم فلکی آب قزم سے سجدہ و حوٹنے لگے طائران صحرانہ ہر پر پر
شروع کرنے لگے حمد اتنی میں مشغول ہوئے گوہر ملک نے بھی جلسہ برخاست کیا شاہزادہ بدیع الزمان سے اس طرح کہا ای
شہر یار آپ میرے ساتھ سبجان کو تشریف لیجئے کہ میں آپ کی عاشق و شیدا سے کامل تیرنگہ کی گھاگل طالب شربت وصال تبتلا
برخ و طال ہوں بدیع الزمان نے انکار سرسری کچھ بہتری جان کے فرمایا کہ جلودہان نہ لیجاؤ میری آرزو سے دل سے
ہاتھ اٹھاؤ گوہر ملک نے کلام بلاغت نظام بدیع الزمان کو سکوت کیا مگر خضر عشق نے راہ بتائی دل سے یہ تدبیر تھ
آئی خیال میں آیا کہ جس عمر جان پر مایا بیوشی کی میرے پاس چھوڑ کر شکار کھیلنے گیا ہو اسی بیوشی کی پڑیاسے کام بدیع الزمان
کو بیوش کر کے چل نکلویہ سوچ کر ایک جام شراب بیوشی پیا رنگ و گرگون نظر آیا شاہزادہ بدیع الزمان بیوش ہوئے
ملکہ نے ایک صندوق تو عمدہ پر کلفت تیار کیا آسمین بدیع الزمان کو لٹایا اور تیغہ بمیشال آنکا آستے پہلو میں رکھ دیا اور
صندوق کو حفاظت تمام مقفل کر کے جانب سبجان رخ خواصان یک اختصا ص ملکہ گوہر ملک روانہ ہوئی ناظرین عین
پرواضح و لائح ہو کہ بیان پر یہ داستان شوکت بیان چھوڑی جاتی ہر انشاؤاند بعد روانہ ہوئے ملک قاسم کے آگے
بڑھ کر مال شاہزادہ بدیع الزمان کا عرض کیا جاگیا

دو کلمہ داستان حیرت بیان جانا ملک قاسم کا لشکر بدیع الزمان میں اور دریافت کرنا بدیع الزمان کو
امیہ بن عمرو سے اور روانہ ہونا یہ تلاش بدیع الزمان و کیفیت دیگر نظم

تو کے شہباز نگہ کو جوادہ چھوڑ دیا | اپنے بھی طائر دل باندہ کے پر چھوڑ دیا | اس شکر کو میان تک تو میرے ساتھ ہو
نیسے گلہ ڈھونڈھ لگا لا تو وہ کھر چھوڑ دیا | ادھر کس سے شکوہ کیجئے ظالم تری بیداو کا | کچھ اثر باقی نہیں آہ دل نا شاد کا

امیہ بن عمرو سے اور روانہ ہونا یہ تلاش بدیع الزمان و کیفیت دیگر نظم

نور دیدہ دل اسلامیان و جان شکر صاحبقران یعنی شاہزادہ ملک قاسم فائشان اپنے لشکر سے لشکر بدیع الزمان میں
آئے اور امیہ بن عمرو سے کہا کہ جاؤ جو میرے نامدار شاہزادہ بدیع الزمان عالیو کا رہے ہمارے آستے کی اطلاع رکھ
اور کموکہ بارگاہ عالی جاہ سے باہر تشریف لائے دیر نہ کیجئے امیہ بن عمرو نے دست بستہ عرش کی اور شاہزادہ عالیو کا

آفا سے نامدار کو ایک نقاد اور چلماؤہ کارزار اپنے ساتھ لیلیا وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں نہیں معلوم کیا مگر گدرا بجو بھی تشریف
 کمال ہو دل مضطر کا بقراری کے سبب سے عجب حال ہو قاسم نے کہا کیوں دہی تباہی بکٹا ہو دھوکا دھڑکی کی باتیں
 کرتا ہو جائیگا تاکہ آفا کو بلا اُمیتہ نے کہا میں خلاف نہیں عرض کرتا ہوں کوچہ دروغ گوئی میں قدم نہیں ہرتا ہوں قاسم نے بچس ہو کر
 قصہ کرنے لگے کہ پوشیدہ ہونے سے کیا حاصل ہوگا اس بات کا زیادہ رنج و ملال ہو امیہ نے عرض کی آپ ایسا نہ فرمائیے شک
 دل سے دور کیجئے خود ملاحظہ کر لیجئے پھر تو شاہزادہ ملک قاسم نکار نے غلط و غضب بشمار شل شیر غنیا کہ دیا کہ ہو کر
 تیزی سے قبضے حربے پر ہاتھ ڈالا دیر اندہ تر جمی نگاہ سے امیہ بن عمر کو کو دیکھا اور فرمایا کہ جا میری طرف سے پیام کہنا کہ تیری
 و بہادری سے بید ہو گیا خیمہ میں پھپکے بیٹھے ہو مردوں کا سانکا رو میں کچھ غنہ کسی کا نہ مانو نگاہ میں خود دین چلاؤ نگاہ
 اُمیتہ بن عمر نے آبدیدہ ہو کر کہا قسم آپ کے سر قدس کی میرے آفا سے نامدار کو ایک نقاد اور چلماؤہ کارزار
 اپنے ساتھ لیلیا سلطان بنا اور نشان بھلو نہیں معلوم کہ وہ آفا میرا کہاں ہو کس برج میں سرور خستہ صاحبقران نہان
 یہ شک قاسم نے کہا تو سچ کہتا ہو آئے عرض کی آپ مجھے جیسی چاہے قسم لیجئے میں کبھی آپ کی خدمت میں خلاف نہ عرض
 کرونگا جو بات سنا کر قاسم نے نشان و مضطر و حیران وہاں سے پھر سے اور کچھ دل میں سوچ کر ایک طرف اس پتیزرہ کی باگ
 اٹھائی تلاش بدیع الزمان روانہ ہوئے ماہ کی صوبتیں مغرب کی بھینٹیں پٹاروں کی سختیاں و حوب کی حدت تھروں کا
 پٹنا زمین کا جٹار گیتان کے ذریعے شل شطہ اسے آتشیں خاک کا رنگ آفتاب کی گرمی سے کندلی زمین پر جگہ کی صورت
 آہن صوماسے بن ودفن شل گھن لون کا چٹا برگہ اسے درختان سبز و شاداب کا صورت خس و خاشاک جٹا ہر محل باغ
 شل چٹا ہر غنچہ سرستہ شکل خار گل خود مرد مر جھاسے ہوئے پتے پھول تازت آفتاب سے کھلائے ہوئے سبزے کا رنگ
 و فغانی مٹا لون کے قتالون کا خشک پانی سایہ راہ میں نایاب و لگو گرمی سے اضطراب طویر پر و بال لٹکائے ہو گوشتان
 میں نہان درندہ دوزخ میں مینا چھپے ہوئے گشتان کو سون نقش پاسے انسان کا پتائین سواسے آسمان زمین فی موج
 کوئی پیدا نہیں نظر آتش کے شعلوں کا تھا اثر اس فبار میں ہر گرمی سے شیر ہو نک رہے تھے کھار میں ہر گوشہ ہر گوشہ شاداب
 ہو آیا ہوئے بن و دان کرہ مار ہو گیا اس گرمی میں بخت دل امیر حمزہ عالمجاہ نور دیدہ علم شاہ یعنی ملک قاسم نے نشان بھین
 سرست و زبان بھوکے پیاسے سرگردان حیران و پریشان بھیل پٹے جاتے ہیں لیکن بدحواس عالم پاس آگ کے شعلے آسمان سے
 برستے ہیں غنچہ ہی غنچہ ہی ہو کو ترستے پانی کا کہیں نام نہیں زبان کو تراوت سے کام نہیں اسی عالم میں دیکھا کہ صوماس
 ایک جانب کچھ خیمہ بن کے بنوؤں کے سراچوں کے نشان میں جگہ بحد و نہایت سامان ہیں گر بالکل شتا پڑا ہو وہ مقام
 ہو مارتا ہو ایک شخص کھڑا ہوا زار زار شل ابرو نو بار رو رہا ہو جان انی کھو رہا ہو قاسم یہ دیکھ کر قریب اس شخص کے پہنچے
 اور پوچھا کہ تو کون ہو اور کیوں گریہ و زاری ہے بعد بقراری کرتا ہو کسے خیال جدائی میں رخساروں کا شکم سے بقراری
 کون آیا محبوب مجھے چھوٹ گیا کہ رشتہ قوت دل حیرانوٹ کیا آئے جواب دیا کہ شاہزادہ و الامجد و اس سرگردہ ظکوار میرا
 نام ہستہ مرجان ہو میں کو کا ہوں ملک گو ہر ملک و حکمتیاب بن گھور کا میں بیوشی کی پڑیا شاہزادی کے پاس ہو گیا
 لکھنے کو چلا گیا اس عرصہ میں ملک نقاد اور گوروش بنکر شاہزادہ بدیع الزمان نور دیدہ صاحبقران کو دھوکے سے لگاؤں
 اور آگے بیوش کر کے طرف سبحان لیلی قاسم نے کہا کہ مرجان ہم زردار حمزہ علم شاہ عالمجاہ سیرہ امیر حمزہ صاحبقران
 ملک قاسم نو جوان میں بھی غم سے ناپا رہا شاہزادہ بدیع الزمان عالمجاہ کی تلاش میں نکلا ہوں آؤ بھائی ہم تم دونوں ساتھ
 چسپن بھوکے خوب گزری جو مل بیٹھنے دیوانے دودہ مرجان نے کہا وہ جو دریا سے بے کنارہ کھائی دیا ہو ہی راستہ نہان
 کا آچلیے کوئی کشتی ہاتھ آئے تو سوار ہو میں مہر لہے تری کو پاسے دل خشکیدہ حیران سے طوکرین سے شکر قاسم نو جوان حیران

پر نشان مرجان کے ہمراہ روانہ ہوئے جب کنارے پر اس دریا کے پہونچے دیکھا سو چون کوچ و تابہ ساحل کو مخاطب ہو کر
 گویا شل شیر غضبناک بھڑکتے ہیں جناب دیدہ ہنیاک واکر کے دکھاتے ہیں نازنین پرتی میں لہریں آپس میں لڑتی ہیں گھڑیاں
 گھڑی گھڑی شور کرتے ہیں مگر سانس لیکر دم بھرتے ہیں کنگر تھر تھر کر کے پست میں آجاتے ہیں وہ نوش جان کر کے سب
 کھا جاتے ہیں ماسیان دریا دینا بانہ کنارے پرتی میں ماسیت کما ہی اس طرح بے کنار کی دکھاتی ہیں پانی شفات مثل آئینہ صاف نظر آتا ہے
 آفتاب غائب آفتاب دکھاتا ہے مرجان تہ میں تھلا تا ہے ہر مار بے بہا صدف خوش آب کی آبر و بڑھاتا ہے قاسم ساحل پر اس ریاست کے بہت
 سسرور ہو رہے ہیں وصال محبوب سفر صحرائے حق و دوق کے لئے دور ہوئے تھوڑی بھڑکی ہو جاتی بند قبا کھول دیکے دل فسرہ کو دھت ہوئی
 کنارے پر بھلا تا ہے تھوڑا تھوڑا آب خوشگوار میاں لپ ہو کر شکر خدا ہی لائے کلام حمد و ثناء خالق سبب اسباب زبان پر جاری کیے ناگام
 دیکھا کہ ایک طاع کشتی کھیٹا ہوا چلا آتا ہے مقینہ مرادانی لہریں دکھاتا ہے مہر مرجان نے طاع کو آواز دی کہ بھاؤ سے ناوا ہر دو ہون
 کو سوار کرو منزل مقصود پہنچو یہ سنئے ہی وہ طاع کشتی کو لایا دونوں کو سوار کیا جاؤ پر ناؤ کو ڈال دیا جلد روانہ ہوا قاسم نے جو طاع دیکھا
 بے پایاں مشاہدہ کیا میاں ختہ یہ شعر اول سالانہ درو زبان کیا شعر درین دریا سے بے پایاں درین طوفان موج افزا دل فکیریم ہم
 بحر ہوا و مریا باغاب ناظرین پر واضح ہو کہ ملک قاسم و مہر مرجان کو دریا میں چھوڑ دیکے اور احوال شاہزادہ بدیع الزمان و ملکہ
 گوہر ملک کہ طرف سخاں کے روانہ ہو چکے ہیں تشریف کرنا ہوں ملاحظہ فرمائیے

دو کلمہ داستان حیرت بیان شاہزادہ بدیع الزمان و ملکہ گوہر ملک کو در میان دریا کے گھیرنا سلیمان زلی کا پھر ہوا
 کر کے صندوق سے نکالنا بدیع الزمان کا اور مقابلہ کرنا سلیمان سے اور زیر کرنا سلیمان کو اور نظامہ سلیمان ہونا
 سلیمان کا جان کے خوف سے اور پھر جزیرہ ارغوان میں اپنے مکان پر بلا کر فرساتہ دعوت کے حیلہ سے گرفتار
 کرنا سلیمان کا آئادہ ہونا قتل بدیع الزمان پر اور ملکہ کا سفارش کر کے بدیع الزمان کو بچانا اور پھر بدیع الزمان کو
 صندوق میں بند کر کے دریا برد کرنا اور گوہر ملک کا بھاگ کر جانا کشتی پر اور پھر سلیمان کا گھر کر دریا میں گھوڑا ڈالنا
 اور نقابدار پلنگینہ پوش کا آنا اور قتل ہونا سلیمان کا دست نقابدار سے اور مسلمان کرنا مسلمانان ارغوان کو
 اور سکے جاری کرنا بنام بدیع الزمان پھر ملکہ گوہر ملک کا جاننا طرف سخاں کے اشعار

ساقیا دے جام بھگو بادہ گلگام کا بکر میں سامان نظر آتے ہیں بھگو بھگو	آغلہ ہو در زمینخاںوں میں تیرے نام کا سرخ ہو دریا کا پانی بدہی ہو یا شراب	آج تو دریا بھاؤ سے بادہ گلگام کے منقلب سا غور نظر آئے سارے جا
دور در میں دور گردون کا دکھاتا ہے جان دور ہو باد سے کایاتہ کی نظر آئی ہو فحو	سر سبز جو میں ہیں دریا کی کہ توں سالان ماہی بے آب کی صورت ہو اب زندہ جان	تا ندین دریا میں نہیں گویا کہ نہیں ہے لوشتے ہیں جا بجا ہیں فرق دی ہو بھلا
سبز ہو دریا سے ہوا بھرا ہوا ہوا کرتی ہو کاروم خور سے دل پر شراب	صاف ساغر میں فلز آہو فلک آفتاب دور میں ہفت آسمان کے یہ ملاساں	خون روتا ہوں شب وقت میں لیلی شہزاد ہر طرف یار ساقی فصل گل ساغر شراب
یا چشم مست بھگو خون رلائی ہو سد ام بگ جہرے کامرے کو دیتی ہو خضر شراب	فرقت ساقی میں فہم کھانا ہوں میں بکارت چشم ملکوں کے تصور میں بچے کا نیا رنگ	ہر ساقی میں جو کھانا ہوں ہو جاتی ہر بچ ہو یہ میٹھو کر کو کرتی ہو لاغر شراب
ساقیا کیا پوچھتا ہو ہم وہن کے مست ہیں ویسے جو کھی سبھے یار ساقی کو شر شراب	جس بھگ جاتے ہی سر کہ شای اکثر شراب بہت منتقش کن نقش منی بسان	اپنے مولا سے کہو لگا خضر میں دیاس میں رقم کر دانا چنیں داستان پخواں

دریا سے حسرت و حیران و ہاش آستاناں طرح عیبت درخ و ہر اس گوہر سخن بعد در و سخن صدف طبیعت خوش طوبی سے نکال کر
 یوں آباد کرتے ہیں کہ جب ملکہ گوہر ملک نے شاہزادہ بدیع الزمان کو بیوش کیا اور صندوق میں لٹایا قفل کر کے کشتی پر چلا گیا

اور روانہ ہوئی دیکھا عجیب در پاس بے پایاں ہو چکی تھا۔ اس بار کے کنارے کا نشان ہو جوین شیادہ دونوں و پھر کی صفائی کا
شور بے انتہا ملا۔ آب جابجا سواے پانی اور آسمان کے کوئی شے نظر نہیں آتی جانوران دریائی کی آواز سے روح جسم میں جھڑپا ہوا
خدا کی ذات نہ دوست نہ ہم تنہائی کا عالم جسم میں تھر تھری چشم میں اشکوں کی تری اور خوبصورت چہرہ بھی ہیں وشت سے خود
پڑی ہیں اسی عالم میں ناؤ بہاؤ پر چلتے جاتے قریب جزیرہ وارخوان کے پہنچی وہاں کا یہ سلطان زنگی حاکم ہو چکا کہ منہ میں جھوٹا
خبر ہوئی کہ ملکہ کو ہر ملک و خیر نیا بے بن کجور کشتی پر سوار اس دریا سے ناپید انکار میں اسطون سے جاتی ہو یہ مرد بھی عرصہ دراز سے
فریقہ حسن و جمال بخیال با امید وصال ہو سنتے ہی سلع و کمل ہو کر چھوڑے چھوڑے اور جست سے ملکہ کو ہر ملک میں چلا جب دریا پر
پہونچا کشتی کو روکا کنارے دریا کے اتر اور پام وصال اور شوق پناہ درجہ کمال ظاہر کیا اور کہا کہ ای ملکہ ایک مدت مدید سے مشاق بہت
تعالیٰ آفاقہ خورشید امید جلوہ گر ہوا کہ تجھ ایسا آہ تا بان رونق افزا سے کلہ ازان عاشق مضطرب ہو ملکہ نے کہا ای سلطان میں شانزادہ
بدیع الزمان کو ہمراہ اپنے لیے ہوئے ملت سنجان کے جاتی ہوں تو مجھے ہرگز نراعت نہ کر دے وہ شیر بیشہ صا جعفرانی کا جو سر سے
معقول و بیکار تیغ آبدار گاہ سلطان نے کہا بدیع الزمان کہاں ہو ملکہ نے کہا اس صندوق میں پناہ ہو سلطان نے کہا جلد آؤ
تھاویں اسکا مقابلہ کرو گنا ملکہ نے کہا ای سلطان کیوں ٹھکرا رہی ہو میرے وصل کا دم بھرتا ہو تو کچھ دیر سے باپ کا جو قلعہ تیرے حال
پریم آتا ہو نفیت تیری جان جانی عروس مل جھکو نہ دکھائی کس واسطے کہ میں ہو ہوں زمرہ شاہ کی جسکا القام نام ہو اسکی قدرت کا بڑا
انتظام ہو اور نیکتر ہوں یا قوت شاہ کی جسکا جبرئیل قدرت لقب ہو اور بے ادب وہ بڑا صاحب جرات عالی منصب ہو سلطان زنگی
کسی طرح نہ مانا کہ ملکہ کو کیا دکھائی ہو بیکار باتیں بناتی ہو یہ سب کچھ جانتا ہوں بغیر وصل ہوئے میں کہتا ہوں اب بدیع الزمان
کو نکال بیٹھا دیکھو قیل و قال میں بھی دیکھوں وہ کیسا بہادر و جبار ہو اور کیسا شجاع و اولوالعزم و داماد ہو چھوڑا چار گوہر ملک و شہر
نے کہا کہ افسوس تو نے ملکہ کو نہ مانا اچھا جاؤ مجھ کو بھڑکنا سلطان یہ شکر پہنچا کہ اسکو ہر ملک نے فضل و نفع دیا اور بدیع الزمان کو نکال
سلطان حال کہا پھر ہاتھ باندھ کر رکھ کر کھڑی سے بڑی خطائے ناشائستہ ہوئی کہ آپ کو بیوش کر کے چند وقت میں بند کیا اور یہاں لائی
مات فرمائیے رحم فرمائیے جو کچھ چاہیے جھکو نہ دیکھیے لیکن یہاں ایک معرکہ عظیم درپیش ہوا اور سلطان زنگی میرے باپ کا ملازم آیا ہو کہ وہ
بھی عرصہ سے مجھ پر فریقہ تھا مگر میں نے کبھی اس پر کچھ اعتنائے کی تھے اگر کھیرا ہونے کھاری سے پھر اسے نہیں معلوم اسکو میرے طرف آنے
کی کیونکر خبر ہوئی کہ طبیعت اسکی بادل شرم ہوئی تیغ آبدار ہاتھ میں لیے اور اسکو نہر سے معقول دیکھیے یہ ذکر تھا کہ وہ بایاں طاب وصل
جانا نہیں سلطان بھی آگیا اور شیر بیشہ صا جعفرانی یعنی بدیع الزمان لاثانی کو لوکا بدیع الزمان بعد غیظ و جلال تیغ بخیال
کو نیک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور نعرہ رستا نہ کیا کہ دل اس امر کا سینہ میں پھرانے لگا نعرہ نمران سلوان رستم شکوہ + بدیع الزمان
شاہ انجم گروہ سلطان زنگی نے بھیٹ کر لہتہ تلوار کا مارا بدیع الزمان نے خالی دے کر خچہ دست زبردست نہ پھر میں ڈالا اور جھکا دیا
کہ نہر کے جھل وہ سلوان سلطان زنگی زمین پر درج بدیع الزمان تل شہ باز تیز پرواز اس شکار کو چھاپ بیٹھے اور چاہا کہ اس پر مارے
کاشٹ لون ملکہ نے بھی اشارہ کیا کہ بان اس صاحب تیغ جرات و ہمت ای ہشمان رستم و تھن خصلت اس بکار کو چھوڑنا سبب نہیں کہ میں
بدلتن آری سلطان نے دیکھا کہ اب جان بچا محال ہو خچہ شیر غضبناک میں غزاں ہو فریاد نہ کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں جھکو نہ تو جھکو نہ
جھکو نہ چھوڑ دیکھیے بدیع الزمان نے چاہا کہ سلطان کو چھوڑ دوں ورنہ اس مردار کی کانٹا ٹون ملکہ نے ہولی اور آواز دی کہ ای شہزادہ میں
کو چھوڑ دینا عقل سے بعید ہے یہ دعا باز پید ہو بدیع الزمان نے کہا کہ اسے کھڑے کر دو یہ زبان پر جاری کیا ہو تو بہ کہ کے مسلمان ہو اور میں باہن
ہوں اسکو امان دے گا ہرگز جان سے نہ مارو گا ملکہ نے کہا یہ دعا کر گنا مطلق عہد پر نہ دے گا بدیع الزمان نے کہا جو کچھ ہوا تو شیخ
نسرین پر عمل کرنا ہوں قدم براہ رضا ہے الہی و معتر ہوں یہ کہنے کے آگے سینہ پرے آئے اور اسے چھوڑ دیا شیخ پر عمل کیا سلطان کی
نظارہ شیخ مفرور ہوا جان دل سے شمار ہوا بعد کئی روز کے بدیع الزمان اور ملکہ کو ہر ملک عالی شان کو پیام دعوت کا دیا اور

ایسے زمان پر لکھا اور یہ صلاح بخیران ہرزہ کا شراب بیوشی بیع الزمان نامہ کو پلائی اور تلوار کھنکھراہو ارادہ قتل شانزادہ بیع الزمان کا کیا شعر کہتے پر تمہیں کے آمادہ ہوا غلامیہ دعوت میں عداوت کی نمر داسے کہتے ہیں چاہتا تھا کہ جلاوے بناد باہر تیر شکست کا مارے کہ مالک بان بان گئے آگے بڑھی اور کہا کہ اسٹاک ناپاک بد کردار تم شارب عدو و غلام باز نامہ دوسو لٹا کر کیا کرنا ہو کیونکہ گنہگار سے ہاتھ بھرتا ہو یہ نوزگاہ صاحبقران بیع الزمان عالیشان رونق بخش دین اسلام خوش آئین و خوش انجام ہے سلیمان نے کہا کہ میں ہرگز نہ مانو گناہ و در اسکو قتل کرو گناہ مستقیم جناب فلک متساب ہو گا وصال ملکہ گوہر ملک حور مثال سے کامیاب ہو گا ملکہ نے آخر کار بصد ہمت اب سلیمان سے کہا کہ اگر بیع الزمان کا قتل کرنا ہی مد نظر ہے اور توہم طرح سے اب بخون و خطر تو میرے سامنے اسکا خون مباح حق خاک پر نہ بہا بلکہ اسکا داغ نہ دکھا اسکو صندوق میں بند کر کے دریا برو کر دے کہ اسکو جانوران آبی کھا جائیگے زندہ ہرگز نہ چھوڑے گا یہ کہنا ناز زار مثل ابرو بہار روئے کی صدف الم سے جان پانی مٹانے کی سلیمان نے کچھ سوچ کر کہا اچھا بترے صندوق میں بند کر کے اسکو دریا برو کر دے کہ اسکو بھی اس کے قتل ہو کر نیکار و غم نہ ہو یہ کہنا بیع الزمان کو صندوق میں کل مردے کے لٹا اور یا شک چشمہ چشم سے مینا بانہ بھیاست ابدار و زندہ شمال و نایاب و خورش مثل کماست متقاب مہر خیز گردان و کتر و غر و سب سلو میں انکے رکھ دیا اور دروکر مادل مضطر کلمات

حسرت و یاس گہرِ رخصت کیا نظم	لکھون کیا میں مالک کا حال بون	پتے تھے رخسارِ اشک خون	ترپ دل کی سلو میں وہ مہر
پریشان و مخزون اور بقیار	زبان پر عجب کلام پاس تھے	بہا ہوتے ہو تم ابھی پاس تھے	نگہبان تھا خدا سے کریم
ہو مجبور و ناچار یہ دل دویم	فلک در سے ظلم ہو کیا کروں	نہ کس طرح فریاد و نالہ کروں	کروں ہاے کیا کوئی چارہ بین
ہوں بیور کچھ پس ہمارا نہیں	مقبر میں ہو تو تمہیں پائے گئے	جو زندہ رہے تم تو مل جائیگے	ہوئے تم اگر غرق بحر فنا
کرو کی میں جان اپنی تم پر ہوا	نفاضا سے الفت یہ ہو آئیں	جو تم ڈوبے تو ہم ملی ہونے لیں	جیو گی نہ فرقت میں میں پر الم
آئیگا اب مجھے یہ کوہ غم	یہ حال آنکھ سے دکھا جائے	میں اب کچھ سے دل کو بھائیں	پریشان نہ کیونکر کروں نہ حال
کھلے بال میں زندگی ہو وبال	سحر کیا ہو مینائی اسکی بیان	ہو گفت میں اسے ظلم کی زبان	ملکہ گوہر ملک نالان و بقیار

ور نشان نے رو کر وہ صندوق بند کیا بسم اللہ لکھ کر قتل دیا صندوق اٹھا کر سلیمان نے اس دریا سے ناپید انکار میں ڈالا ملکہ سے کا غر و کر کے بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں سے دل کو سنبھالا یکایک آواز آئی شعر درین دریا سے بے پایاں درین طوفان موج افزا دل اظہریم بسم اللہ مجرما و مہربان کرتے ہی وہ صندوق دریا میں ڈوب گیا اگر رحمت الہی شامل حال ہوئی پانی کو دریا سے بے پایاں اس ناخبا سے دو جہان نے حافظ کیا کہ کسی جانور بھری کا اسکی طرف رخ بھی نہوا پانی نے اندر صندوق کے مطلق سرایت نہ کیا وہ شاد دریا سے چراگدہ است اسی صورت سے زندہ لیٹا رہا صندوق بہر حکم مالک بخور ہوا اور اٹھا چلا ناظرین پر وضع ہو کہ جب صندوق سلیمان نے دریا میں ڈالا ملکہ تیار ہو بقیار ہو کر رونے لگی سلیمان نے کہا کہ اب پیسے اور شراب و صل سے مجھو سیراب کیجے کوئی کھٹکا اور دغذغہ باقی نہیں رہا وہ وفا کیجے جو وعدہ کیا غار نے کہا اونا نصف میرے باپ کے ساتھ یہ کھامی کی حسب استیسا بہت اجماعی کی بہت اقیامت خاک سے آن قائم ہو گیا سے چشم سائیم و مہم نہ شانزادہ بیع الزمان کا یہ احسان فراموش کیا کہ تو مجھ میں اسی شہزادے کا چکا تھا اسے جان بخشی کی بجائے چور دیا اس کے ملوک کا یہ بدلہ کیا کہ تو اسکو بیوش کر کے اس کے قتل پر آمادہ ہوا آخر کار سپردور یا کیا بلکہ دماغ جدالی مجھوٹ یا آچھوڑا اسی فعل کا ترکیب ہوتا ہو مجھ سے گویا کہ بہا کی آبرو کھوئی ہے سلیمان نے نہ نادائیں ہوئی کوٹھا ناچا ہاتھ ڈالے بھر حسرت دل کہا ملکہ نے اپنے کو سنبھالا رخ و طل بیع الزمان کو غم نہ کر کے یہ کلینت سے نکالا کہ سلیمان نے کی خیر از تو یہ جبر کرنا ہو مجھو عاشق ہو اور مہربان ہو کر کیا مضائقہ اتو میں ترے میں میں ہوں قنصا سے ہم کے آنے کی ہوس میں ہوں ابھی مجھو نہ پریشان گراستہ نہ ستا جا آٹھ رنگی ہاتھ دے سلیمان برفنا منی چپ ہو گیا پھر کچھ جوشیدیا اور چٹا گیا ملکہ کو اس کے حال زار پر چھوڑ دیا لیکن ملکہ گوہر ملک مخزون بعد اشک خون آنکھ پر رونے کی وجہ و شام اشک گرہ سے روئے دل کھوئی ہو اور ہر وقت متروک و غلغلو ہو کر کیا کروں کیا کروں

کون ہر کس سے حال دل کہوں پھروں چکی فرسٹ غم پر پڑی رہتی در مدد بخران بدیع الزمان دل پرستی ہو کبھی جو برسے سحر جا
 صواسے وحشت اور آتی ہے یہ یار جانی زلیخہ گجراتی کی کبھی جو طرف دریا کے چانکتی ہو وہ بے بزدل کو دیکھ کر جھری دل غمزہ پر چلتی ہو کبھی
 خواصوں سے باتیں جھٹال ہوتی ہیں زکریا بدیع الزمان کا کہ کے ملک سے ہوش کوئی ہو شب بھر اختر شکاری بھید بھاری دن بھر آد و زاری
 محبوب کی انتظار کی کھانیکلڑ انہیں پانی سے آشنائیں و خشیوں کی صورت دلیں در وقت بال پریشان مضطرب حزن یونہی است بر روز
 گزریے آٹھویں دن سب خواصوں کو پاس بلا کر بٹھایا حال دل زار اپنا سب بنایا اور کہا کہ میں اب یہ سوچی ہوں کہ آج پوشیدہ سلطان کی
 کشتی پر سوار ہو کر میان سے نکل جائیں اگر خضر قسمت بھی راہ دے اس ہر اہم سے پروردگار عالم پناہ دے تم تو کون کی کیا رہے ہر غیب صوفیوں
 یا اوتفاق کہ بہت مناسب ہی ہے سب ان شاعر حاضر ہیں آپ کیوں پریشان خاطر ہیں جو کچھ حکم ہو گا لائیں آپ کسی طرح نہ گھبرائیں سلیم شاہ
 غم نہ اے غمزہ جل کر کے قدم پڑھائیے ناخدا سے سفید دین و دنیا پڑا پار گائیگا یہ سکر ملک گو ہر ملک انہی اور کنارے پر دریا کے آبی اور
 کشتی منگو اگر مع خواصوں کے سوار ہوئی طح سے اشارہ کیا جلیے کشتی و حمارے پر فال اس خورشید نصیب نزا دے سے مجھے نکال طح نے
 جلدی جلدی ناؤ کو بہاؤ بڑا ڈالا ملک نے یہ معنوں منہ سے لگا لاف نہیں ذرا لک میری اس خالق صحران کوئی عدد ہوا راہ میں گورو

کچھ آگے ساتھ ہی آؤ کہ تو بھی گزرا	چلا ہوں شطرت او فیضیل گزرا	کہ گھر سے وہ بھی ذرا بھر تو نکلے دیگر	جو بزدل ویدہ تر میرا جوش کھائیگا
برس کے ابرجھاٹ میت ناٹھائیگا	شرک اسکت خوقان سا ایک لگائیگا	ہنسو نہ روئے یہ تم شہر ڈو جائیگا	برس پڑو لگا کسینی جو ابر بڑھائیگا

ملکہ نورہ اشعار جاننا میر تلمذ اہم صفتی کشتی پر جھڑت میں خواصوں کے بھی چلی جاتی دریا سے چہرہ زما سے محبوب یادانی ہو اور حسد
 سلیمان زنگی سیاہ رو بدخو کو خیمہ ہولی کہ ملک گو ہر ملک کشتی پر بیٹھا رخ خواصوں خاص کے روانہ ہولی آہ کا لہر مارا آتش حشوق دل میں
 بھڑکی کا غضب ہوا دل سے بھڑکے گھر مینا ہاتھ میں مگر نکل گیا سوز محبت سے سینہ میں کلیجہ جل گیا محبت پٹ کھوڑے پر سوار ہوا چام
 دریا چلا کنارے پہنچے دیکھا کہ وہ سانسے در دریا سے حسن جمال بافتاب قاتل اب ہتھیال کشتی پر سوار منظر و بقرار طاعتا ہر عکس سے زیر
 تابان ملک ہیشاں دریا میں جلوہ دکھاتا ہر آواز دی گھرا زور سے چین مار کے پکارا تو طح کہاں جاتا ہو کشتی کو روک کچھ یہ میر نیر خوجکان
 کی نوک میں آن چو پی یہ کھڑکھڑا دریا میں ڈال دیا اور ملک کا عجیب حال ہوا کچھ نہ بن پڑا بال سر کے کھول دے جانب ان دونوں ہاتھ
 اٹھا سے اور دعا کرنے لگی اس مالک زمین و زمان وای ناخدا سے کشتی کون و مکان ہی خالق بے نیاز وای معبود کار ساز میری ابر و اس میں
 بچانے یا بگوانے میں پناہ دار سے اٹھا لے رشتہ تیرے میرا نہ ٹوٹے متاع عصمت میرا نہ ٹوٹے توی حافظ و نامہ میرے تیرے ہاتھ عزت باطن ظاہر
 ہو کبھی یہ مصرع زبان پر جاری کرتی دھسار دین کو اشک گرم سے بھرتی ہو مصرع ائیم پر گناہ تو وہ بے رمی و بھی یہ شعر شیخ سعدی شیرازی
 کا پڑھتی ہوا اپنے مالک و مختار ہے حال زار بیان کو کے روتی ہو شعور و ستان را کجانی محروم تو کہ باد شمنان نظرداری کبھی یہ اشعار
 آبدار بعد انتظار و کمان ہو کر روز زبان میں آنکھیں جانب جلا دیا تھ سوئے آسمان میں اشعار

مجھے ہر اجماعی یارب	ہو قبول اب دعا میری یارب	کوئی میرا بیان نہیں حامی	کہ نہ عزت میں میری تو حامی
راز دل چھپے میرا کھسار	غریبی جانفزا میرے غفار	اس تلام سے تو نکال بیٹھے	زندگی ہو گئی دباں بیٹھے
کیسا طوفان اٹھا ہوا عمو	پانی دینی اطم سے دل بھرا	کشتی نوح کی طرح توبی	پار کر نا حسد امر ابسدا

ملکہ نورگاہ خدا سے پرتی میں دعا کرتی ہو کہ میرے بچے جو وجود خاں و صحری اور حروہ تمام کیا و برسے پیدا ہو پناہ طح کو تہ تیج کیا کشتی
 کو روک ملک گھیر لی دلیں غور یہ سالی حرمت خدیجے خوب پر جان قرار بھیجے یہ کھڑکھڑا دریا میں کود پڑی غوطہ کھا کے ابھری سلیمان
 نے بڑھکر ہاتھ تھپاتا اور کھوڑے سے بچھا لیا خواصوں نے غل بچا سب نے برا حال بنایا ملک زار زار روتی ہو جان اپنی کھوتی
 ہو کوئی منہ یاد کو نہیں پہونچا مالک زمین و زمان گاہ سانسے سے اس صحرے ہولناک میں گرداڑی دیکھا کہ ایک نقابدار کھوڑے پر
 سوار تیغ و خوجکان ڈاب میں نیزہ لٹول ہاتھ میں کنارے دریا کے آباد کیا آسنے کی ایک ویو سیاہ مو تنہ خوجب غلیظ و غضب بے سبب

ایک بری جو رزاد کو بصد ہفت و میدا و جنگل میں وبائے ہر سر پر چار یون خواصوں کے دریا میں ملوان انھیں کھانے کا تقاضا کرے
 فوج کے گھوڑا اور یا میں ڈال دیا اور ہٹا کر میں آچوٹا کر دیا آسان خوبی دایہ ملک خورشید محبوبی گھبراہٹ میں جب تقابدار قریب
 آئے سلیمان زنگی چلا یا کو تو کون ہو کیا نام ہو کہاں تیرا مقام ہو اس سواری نے فرمایا کہ منہ تقابدار ملنگینہ لوش لیل سی من خیر کو
 کل تار حسن حال غنچہ نویدہ بمثال کو چھوڑ دے نہیں بھی جگہ اس بے ادبی کی سزا دو لگا تیرے بیچ آبدار کردہ گاہ کھڑکے گوہر ملک بارہ
 مقام کے جھٹکا دیکھ کر سے آٹھ لیا اس صیاد تم ایما کے پنجہ سے اس بیل رزمہ بردار کٹن خوبی کو چھڑا لیا اور تیرے آبدار بخت
 کو آریاں سے کھینچ کر ایک ہاتھ ملا دو کر کے کہے غرق در یے فنا کیا ملک کو کشتی پر بھاگنا سے لاکے آتا رہ رہا پر قدم مار لگا تقابدار
 ملنگینہ لوش حسن و جمال جان آئے ملکہ کو ہر ملک پر ایل ہوا تیرا چشم قمان ابرو کان کا گھل ہوا کہا اے جان جان ہرخت
 تو اے جان تیرا کیا نام ہو اور تو کون ہو اور یہاں کیوں کر آئی کیا بدی تقدیر سے نکس پیرا زینے برنگی دکھائی ملک نے کہا میرا نام ہو ہر ملک
 گوہر ملک بن مٹی ہوں بادشاہ گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیو کشت کی اور فریفتہ و شیفہ ہوں حال جان آئے شاہنشاہ
 بدیع الزمان نور دیدہ صاحبزاد کی اس تقابدار ملنگینہ لوش میرا حال زار ملاحظہ فرما اور کیفیت برشتگی بخت جو کوار ساعت میں لاؤند
 پر شاہزادہ بدیع الزمان اپنے لشکر فیوزی اثر میں تھے تین بجوش الفت و محبت لشکر تقابدار گوہر لوش بنا گئی بجلا و متاثرہ لنگوٹ کے
 لگا کر اپنے خیمہ میں لائی اعلیٰ طاقت و فرمان رفاہی کر کے خلاصہ کرائی رات بھر طبعی عشرت و راجع کو ہوش کر کے صندوق میں بند
 کیا کشتی پر سوار ہوئی راہ دریا سے تلاطم افزا طوطی بیان گرام سلیمان زنگی کہ لازم میرے باپ کا تھا مجھے طالب وصال ہو میں
 نے شاہزادہ بدیع الزمان کو ہوشیار کیا انھوں نے بہ قوت دست زبردست آسکوزیر کیا اور سینہ پر بڑھ کے چاہا سرخس اس ملوک
 کاٹ لین مجھ کینت نے بھی صبت کہا گروہ بہ و غازی سلطان ہوا بظاہر اسلام قبول کیا شاہزادے نے آسکو چھوڑ دیا وہ دعوت کے
 حیلے سے اپنے گھر میں لایا اور شاہزادے کو شراب بیوشی پا کر قتل پر آمادہ ہوا میں گریہ و زاری سامی اور حاج ہوئی قتل کے خوف میں
 ایک صندوق میں بند کر کے دریا بردار اب نہیں معلوم وہ نورنگہ امیر حمزہ صاحبزادہ کو ہر ملک کا آرام جان شاہزادہ بدیع الزمان
 زہرہ ہر یا نہیں بچا تھ روز کے بہ پاس حفاظت عصمت سلیمان زنگی سے پوشیدہ کشتی پر سوار مع خواصوں کے روانہ ہوئی یہ سلیمان
 زنگی کو جو خبر ہوئی بغیض و غضب آید یا میں کشتی کو روکا اور طالب صل ہوا اور چاکر شیشہ عصمت و الفت کو شکست کرے تھے آگرا کو تیرے
 آبدار کیا اگر ایک ذرا عرصہ ہوتا تو ظالم ابرو کے لپٹائے جان ابرو بکائی صورت شر و فساد صفہ ہستی سے شائی اب میں سچان کو جانی پلا
 جب خیریت سے پہنچ گئی تمام شکر گوہر میں دوتی تقابدار ملنگینہ لوش نے یہ سب کیفیت شکر شکر دایا اور کہا کہ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ
 تم تھوڑے شاہزادہ بدیع الزمان نے تیرا صاحبزادہ کی ہوئے شکر آؤ خدا کو یاد کرو وہ سبب اسباب قادر و توانا ہو کوئی اسباب جس بے حسرت
 میں ایسا پیدا کر گیا کہ تم پھر اپنے محبوب جانی یا را و الی شاہزادہ بدیع الزمان سے ملتی ہوگی مگر بلا بھی سلام کنا اور تیرے بری ہائی
 طرف سے کتاب چلو میں لگو حفاظت تمہارے سچان کے سوانہ کر دن یہ شکر ملک مع خواصوں کے ہمراہ تقابدار ملنگینہ لوش کے جزیرہ
 اور خوان میں آئی کیفیت عجیب غریب تیرے تقابدار ملنگینہ لوش نے بغیر شمشیر آبدار و زور و قوت بازو صفت چھکائی دکھائی خلقت
 راہ راست پر آئی ساکنان جزیرہ افواں کو زیر کیا سب کو کٹر پایا اہل قوسلہ ان خواہی پرانے مسلمان کامل ہو چکے تھے توڑے ہوئے
 بنا کین بکیرن کی صدا میں بلند سکند و سیم بند شاہزادہ بدیع الزمان خسرو ان پارہ جگر صاحبزادہ جاری ہوا شاہزادہ بدیع الزمان
 کا بچہ نکار با خوش و خرم نہ کوئی غم نہ الم ہر ایک آباد شاہزادہ نے لگا ملک گوہر ملک و خیر گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیو کشت کو
 جو من شاہزادہ بدیع الزمان خسرو و ملوک راحت جان و نورنگہ صاحبزادہ سب غزیرن گذران میں بد چندے کے تقابدار
 ملنگینہ لوش نے ملکہ گوہر ملک کو بجا کتہم بعد نظام جہان جاری و ملوانان نمودار ہمارہ کر کے طرف سچان سے روایا
 اندرین باغ رخسہ کر ملک گوہر ملک خیریت تمام و حفاظت و تلاطم طرف سچان کے رعاہ ہو گئیں یقین ہوئے بغیر اتالی ہوئی شاہزادہ

یہ صلیح الزمان قمر العین صاحبقران صندوق میں بند کر کے دریائے کارخوان میں بہا دیے گئے تھے جنہیں معلوم نہیں کیا گزری شاہ القیاس
اندرون کے حالات و کیفیت حالات آگے بڑھ کر خدمت ناظرین نکتہ بین الناس کیے جائیں گے بخوبی فہم و ادراک و ذہن چالاک میں کشتی
اب ہمان سے احوال ملک قاسم نوجوان تخت جاوید امیر حمزہ صاحبقران فرزند ارجمند علم شاہ عالمیستان کو خجہ ہوا ہر مہر و ہر
کے کہ وہ کو کاہل کو ہر ملک خیر گنجاب بن نوجوان ملک حرمان یو کش کا دریا سے ناسد ان میں چھوڑا تھا تو کر کیا جاتا ہے قابل ملاحظہ رہے تھے
وہ کو کلاستان حیرت افزا سے پیر و جوان لوٹ جانا تھی کا ملک قاسم کی اور یہ جانا قاسم کا ایک تختہ پراور ہو گیا
قاسم کا اس جگہ جس کنارے پر دعویٰ کی گئی دھور ہے ہیں اور پختہ ایک صندوق کا جال میں قاسم کا مانی
کے شریک ہو گئے اسکو نکالنا صندوق کھول کے بھیجا تا صلیح الزمان کو پھر مقابلہ ہونا قاسم و صلیح الزمان کا ہر
وہ نکل فیصلہ کرنا تھا جبار نہ پوش کا دونوں میں پھر فتح و زور ہونا قاسم و صلیح الزمان کا لہجہ جبار سے فتح ملک
سرخان اور ملائی ہونا عجب ظہر رہے اور مرید ہونا صلیح الزمان کا

پلا سا قیا جگہ تازہ شراب	کہ ہو حیرہ دل کو غارہ شراب	شراب کہیں سے ہر نفرت مجھے	ترو تازگی سے ہر رغبت مجھے
پلا سا قیا آج چو کمی وہ	گردن تشہ میں راہ دریا کی	سوے آگے لاسا قیا غم کے غم	بیون اس قدر ہوں سر ہوش کم
بہلا ایک دو جام میں ہو گا کیا	ہو کے سو سانسے میرے لا	در اسی نہیں چاہیے ہر شراب	نہ نہ عا دے تو شکون میں ہر شراب
روان کر تو دریا سے کر نہ در	کہ تھکے دن ہو جاؤں لی کی	ہوا کہ رند و خیر آشوب میں	وہ در آب حواج سر دوش میں
اسی کی ہر آب جستجو بھی کیا	پلا دے غم کو لگن کا زلال	نہیں جو چہ نہانہ سے ہر تک	نظر آئے کشتی کی صورت فلک
جہا لون کی ہو بیان دان کشتی	سفینہ مرا آپس ہو استوار	جو ہو زور میں آب کو کا ہوا	پہنچ جائے کیا ن میں ہر کشتی
سحر یہ دعا صبح اور شام ہو	کہ آواز سے بہتر انجام ہو	در چشم خود ز فکر سخن شل شل	این خوب شد کہ غم بولنا نشان
لحسنت تمام کرو مراد شہا جہ	چون رہو غم و غم بیاغز ان	در غم و غم و غم و غم و غم	ما ترو حجاز قن عالی وال غم
دار و معجب ببارتن و انداز	در الفت گل رخ تو دستان غم	کا سیدہ کرد الفت بروی نار غم	تیر شہرہ قناد بسینہ کمان غم
عشق میان یار مرا کرد تاوان	از کا ہش الم چہ شد این چہ غم	یک عمر رخ فرقت جانا کشتہ غم	چون نام وصل روغن دستان غم
بول را خیال سبب ذوق واد تو	ہر گہ کہ میں صغیف شدم تاوان غم	در باغ و ہر آدہ ام شل بوی گل	آخر چہ ناخاطر ہر کس گراں غم
تا کہ زول شہر لی یاران رنگان	آخر درین سراجہ کس روان غم	شاید گوی ہر اید پر ساغر شراب	بر این امید بندہ پیر خان غم
آنا دلی عشق غبارم بنا کرد	ور کوی یار خاک رہن غم	دل و انداز یا غم و شک لگن	در خانہ باغ الفت اوسمان غم

تسخر نوشتہ شدہ خامہ ہونمندی کہ زیبا نش داستان دل پسندہ خواہان بحر سولج بنہ با مان و ماہیت شہان طوفان دریا
فہر دگان ساحل ملو پر گو ہوش بیابے مضمون آبار کر کے ہیں کہ جب ہر مہر حمان کو کاہل کو ہر ملک و خیر گنجاب بن نوجوان ملک
حرمان یو کش کے ہمراہ شاہزادہ ملک قاسم نوجوان فرزند ارجمند علم شاہ کشتی پر ہوا ہر کراہت بجانب بجان روانہ ہوا اور طبع
کشتی و عمارے پر ڈالی وہ دریا سے تیار کا شوق گردا ہر لوفانی کا نہ ہو چون کا اضطراب کا علم اب میں جناب ماہیان کلان کا اچھلا
پانی کا اٹھنا گھڑیاں کا گھڑی گھڑی خوش دریا سے تیار کا جوش سوس کام کشتی کرنا کہ کا دوب کے انہر یا اور قیامت تھا طوفان
نظر آتا تھا دل و دل جاتا تھا کشتی کا یہ علم تھا کہ گنا سے تک پانی مومین ایسی طوفانی کہ جب تھیں پانی نے مارا معلوم ہوا کہ اب
دوب گئے غرق دریا سے فنا ہوئے جان پر نبی ہوئی قضا دل میں کشتی ہوئی اس قلم میں کشتی بیچ و عمارے میں چلی جاتی ہو
ہر دم چون کی صورت نظر آتی ہو سوائے ذات پروردگار کے کوئی مددگار راست و جب پیش و کس نہیں معلوم ہوتا ہو وہی ناخدا سے
سفیدہ کون و مکان حلقہ و نامر کو وہی سین و در و گار باطن و ظاہر ہو ناگاہ آثار قیامت نظر آئے طوفان کے سامان دکھائی دیئے

پانی کو تالیم ہوا سو جب آب پائسوں دریا سے بلند کیا ایک ماہی کلان جانب راست سے موج مارتی ہوئی پانی کا تلی آبی تین من
 یو آئے اس کشتی کو پانی ایک کا تھا اگر کشتی پاش پاش ہو گئی نہ طاح کا تھا لگانہ کشتی کا نشان رہا ایک تختہ پر شہزادہ ملک نامہ ایک
 شہ پر مہتر مر جان فیمل و نیم جان ڈوبے ابھرتے وہ کہیں یہ کہیں یہ گئے قاسم کو مر جان کا نشان نہ ملا اور مر جان کو قاسم
 کا پناہ لگا لگا ناظرین پر واضح ہو کر قتل سے کار بافاق روزگار شہزادہ ملک قاسم تختہ شکستہ پر بہتے بہتے لہر کی روز کے مضطرب ملا
 بحر ان و پریشان رہے سو اس عجیب ہر اس جینے سے یاس کوئی آتش پاش ایک مقام پر گرا اور ریاست تختہ ٹھہر گیا قاسم ایک گور سے
 جنگی من آئے کچھ کچھ حواس درست ہوئے اگر بھوک کے مارے آنکھوں میں دم چشم رنگ نفاہت آشکارا ضعف بیمار در حقیقت کی
 روز گذرے کہ یہ آب و دانہ اس شکستہ کشتی پر شل ہا ہی مردہ کے دم خود تختہ سے پھٹے ہوئے آئے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سانس بیٹ
 میں سما انسان اناج کا لیزہ اسی سے نرمی کا وسیلہ ہو دوسرے طاقت جان کر ابے ہوا تھانہ من کو کنارے کنارے دریا کے
 آہستہ آہستہ چلے دیکھ کر سامنے دھوبی کپڑے دھوتے میں چھو اچھو کر کے شاد ہوتے ہیں دوپہر کا وقت آگے دھوبی بیٹھے ہوئے دھوبی
 کھاتے ہیں دیتے ہی قاسم بیاب ہو گئے جلد قدم بڑھا کے ان دھویوں کی طرف چلے گئے کیونکہ سے جو دانہ آگے سے نہ دیکھا تھا
 پانی بھی نہ پیا تھا جاتے ہی بسم اللہ کہے ان دھویوں کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھ گئے کھانا کھانے کے بڑے بڑے نواتے مار
 جلدی جلدی منہ چلانے لگے دھوبی یہ دیکھ کر ہر اتنے کچھ دھوبی آسین شہزادے کے کام زبان پر آئے اس شخص تو کون ہے
 کہاں سے آیا ہے یہ کیا ہے دل میں سہا ہوا ایسا بیاک چالاک کہ بے صلاح کیے کھانے کو بیٹھ گیا قاسم نے ان دھویوں کی باتوں پر
 کچھ اعتنائ کی اپنے کام سے کام رکھا جب تو وہ دھوبی دور درویشان ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے قاسم بھی آئے آئے تھیں
 کھانے کے جس دھوبی نے کچھ بھی میں چڑکی اسکی کر میں ہاتھ دیکر زمین پر مارا اور روٹی اسکی چھین کر کھانے میں بھری منہ چلا
 شل ہوا مارا گل لگا کر کھانے پھر تو یہ رنگ ہوا کہ کیکو کھانا کیکو کھانا پھر دیا کیکو زمین پر دے چکا کیکو ہاتھ بھینسا ساری
 روٹیاں چھین چھپٹ کر ان میں سے کھائے وہ دھوبی بچارے آفت کے مارے بھوکے اپنے رہ گئے کوئی کہیں بھاگا کوئی کہیں
 بھاگا دھوبی میں دریا کے کنارے ایک چھوٹی غوغا بلند ہو اگر کوئی انکے پاس نہیں آتا دور ہی سے گیدڑ چھکیاں بتانا ہو چھوٹا
 کے مانند قاسم ایک ایک کی طرف جھپٹتے ہیں دھوبی آگے نہیں بڑھتے ہیں مجھے ہٹتے ہیں آتش و ہشت سے بھی میں کہروں کی
 اگر کہ جاتے ہیں ایسی سوندن میں پڑے ہیں دل دل رہے ہیں گئے جاتے ہیں پیٹ کی آغی تختہ میں روٹی کھانا لیا
 کھاتے ہیں غرض دھوبی ایسے پیٹے گئے اور تختیاں کھا کھا کر پٹا ہوا کہ سانب کے گئے کیرج پانی میں بے گتہ سے جاری ہو
 گئے کیرج ہونے کے ڈر ڈر کے کانپنے لگے جب سب دھوبی استری کے مانند گرا گئے ہاتھ جوڑے سر قد مون پر چھکائے
 قاسم سکرانے تن تازہ کر کے پانی ساگن ہوئے شکر خدا کیا اور خدا پر شلنے لگے اور یہ شہزادہ اربعہ سرت و شادانی ٹھہرنے لگے نظر

پشون طیارے میں چھین	یاد دل بھی کبھی جنگ کا خیال	امول جنگ میں سے دو گن
مردم میں نہ چھپا ہے جو کون ہے	جز خار غم ہوا نہ محبت میں کچھ حسد	کیا خاک ل لگائیں کسی کو
بٹ بٹ کھینچتے ہیں چاہتے ہیں	بیل نہ سمجھتا خار کہ تلے میں ہے	برخاستہ دل اب میں میں میں
راہیں گزرا ہوں اندر میں	بکھوئی ان توئی خدائی سے کد	رو چھینکے اب جانے کشتی میں
رکھتے ہیں عشق و مین کی کد	یاس نئی شاعری یہ ہیں کد	آگاہ کب میں کو شہر و کد

شہزادہ عالیشان قاسم کو جوان شل سرو سخن میں تھے کہ ایک طرف کنارے پروریا کے نگاہ پڑی دیکھا کہ ہا ہی فروش شکار کھینچتے
 ہیں جال خیال پھینکے بیٹھے ہیں کوئی شست پھینکا ہو جو ہر یادورے کو شست کے بائے لیے جاتا ہے پھلی کوئی مین
 چھپتی ہو حالت آپس و انون میں ہوتی ہو کوئی جال پھینکا ہو چھپان کمال کیا کر لو کہے میں رکھ لیا ہو قاسم کھٹکے ہو

دور سے تاشادیکر رہے ہیں مگر ایک ہی فروش نے جو حال کو اپنے کھینچا تو وہ اس سے کھینچ نہ سکا کبھی تمھیں یاد آیا کبھی خوب نہ کیا
 وہ حال یاشت بھر نہ کھینچا ہی فروش عاجز ہوا سب ہی فروشوں کو آواز دی کہ بھائیو آؤ اگر کرو حال نکالو بلا کا بار سے ناوے
 ہی گئے آئے مگر حال کھینچنے لگے دریا سے عرق میں غرق ہوئے گئے دریا میں نہ فرق ہوئے یہاں تک زور لگائے کہ کنارے تک کھینچے
 اب جو دیکھا تو ایک صندوق نظر پڑا بہت شاد و سرور ہوئے عورت کے رخ سب کے دلوں سے دور ہوئے کہنے لگے کہ بھائیو آج تو
 تقدیر نے یاوری کی بڑی دولت ہاتھ لی بھانک بھانک کے اندر صندوق کے دروازے کھلے گئے خیالی پلاؤ اس میں کھینچنے لگے حصے بانٹ
 کر ہونے لگا کوئی پسینہ پونچھ کے دریا سے ہاتھ نہر دھوئے لگا کوئی دبا سر کھڑکے بیٹھ گیا کوئی موٹا اپنے بازو لکڑھٹنے لگا کسی نے
 ہینکلر زور لگایا کسی نے ریلوایک ہٹا یا گروہ صندوق اپنی جگہ سے مطلق نہ سرکائی بہت بھون نے زور کیا شہزادہ والا قاسم قاسم
 دی چشمہ دیکھ کر بیٹھے اور ہی فروشوں کے پاس آکر لکھیا کہ بھائیو یہ صندوق نہیں نکل سکتا اپنی جگہ نہیں چھوڑتا اگر ہم اس
 صندوق کو باہر نکالیں گے تو آدھا مال جو کچھ اس میں ہے اسے لین گے سب ہی فروشوں نے اقرار کیا ایک ایک اس بات پر
 راضی ہوا قاسم نے زور کر کے اجماع اور چاہتے ہیں کہ آگے بڑھانے کے ہاں ایک صندوق کے اندر سے ہینکلر قاسم کے ہاتھ
 چھوٹ کے گر گیا کئی بار ایسا اتفاق ہوا قاسم جب ہونے لگے شہر کے چھوٹے ناظرین پر واضح ہو کر بدیع الزمان کو جو سیماں نے قتل
 کرنا چاہا تو پہلے شراب پیوٹی پاکر بیوٹ کر دیا قاضی ملکہ گوہر ملک مانع ہوئی تو سیماں نے اسی عالم بیوٹی میں بدیع الزمان
 کو صندوق میں بند کر کے دریا برد کر دیا تھا اب اتنا زمانہ انکو بیوٹ ہوئے ہو چکا ہوا اور صندوق میں پانی ہر وقت رہا تراوت کی
 سردی کھا کر بدیع الزمان ہوشیار ہو گئے ہیں اور قاسم کی آواز سن رہے ہیں حیب قاسم صندوق کو زور کر کے اوٹھا کرتے ہیں
 بدیع الزمان اندر سے صندوق کے ہینکلر زور توڑ دیتے ہیں وہ صندوق ہاتھ سے چھٹ جاتا ہر قابو میں کیسیل نہیں آتا ہر قاسم
 نے کیا بار و غور کر کے اس مال میں جان کر اس میں کوئی شہزی روح ہیکو معلوم ہوتی ہے یہ کیسا مال ہے یہ صندوق عجیب جان کھال
 ہوا ہی فروشوں نے کہا اب جو کچھ ہو اس میں مثل مشورہ مثل یا فست یا نصیب اب صندوق نکالیں تو سہی جو کچھ مال ہینکلر
 ہو گا وہ ہینکلر قاسم نے ہینکلر ہنگون کا نام لیکے ایک زور خلی جو کیا تو ابی مرتبہ وہ صندوق آٹھ کے گھٹنوں تک آیا دوسرے زور
 میں قریب کمر کے لائے قیس نے زور میں ادھار کر کے دم سے کنارے پر دیا کے کھلی میں لگا کر ہینکلر دیا واہ واہ کا غل ہوا ایک
 قریب کمر کے قاسم نے فوراً فعل کھو لے جو صندوق کا پڑا تھا یا فلک نے عجیب رنگ دکھایا قاسم نے جو جھک کر دیکھا تو چپا
 شہزادہ بدیع الزمان میں قاسم نے کہا واہ ملو جان آپ کہاں آپ تو خوب ادھر ادھر دھوکا دیتے پھرتے ہیں اب فرمائیے
 کھل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں بدیع الزمان نے کہا کھل تو میں ہرگز نہ دوں گا اگر دے دوں گے تو وہ لڑے گا قاسم نے کہا یہ
 صندوق سے نکلنے نہ دوں گا جیت کھلے تو کھل سے نکلے گا بدیع الزمان نے تینہ برق بیکال پر قبضہ کیا اور تپ کے صندوق
 سے نکلے اور مقابلے میں قاسم کے کھڑے ہو گئے ہی فروشوں نے اور دھویوں نے جو یہ سحر کر دیکھا ہی گئے ڈوے اور جال
 پھیلیاں جو کھسکار کر کے ٹوکروں میں بھری تھیں پھینک پھینک کر بھاگے و حویلی سب اسباب اپنا اور گھری کھڑوں کی اور
 بیل گدے سے چھوڑ کر رہے ہوئے سب کہتے تھے کہ بھائیو بھاگو جان بھاگ کر کہیں چھپ رہو ایک تو وہ شخص بلا فوش آیا دوسرے صندوق
 میں سے آسیب نکلا یہ دونوں ملکر سیکو مار ڈالنے لگے کھا جائیگے جان نہ چھوڑیں گے مگر وہ کہاں ڈھونڈتے تھے پھر نیچے ناظرین ملاحظہ
 فرمائیے بیان قاسم اور بدیع الزمان دونوں مقابل ہوئے سحر کر آملی پرائل ہوتے تو ان میں کھینچ گھینچ کھینچ کھینچ جسنے
 گے کھینچنے والوں کے دھننے لگے دو چار ہاتھ ملو اردن کے دونوں نے لگے لگے پھر پیرز کے کچھ نکل گئے کہ ناگاہ سامنے سے
 گواڑی زمین تھرائی گھوڑے کی ٹاپوں کی صدائی بھونکے ہوا کے چلنے لگے اشتباہ دشت کے ہونے کے جب واسن گروچاک
 ہوا ایک نقابدار نہ پوش نظر پڑا وحشیان دشت نے یکایک پھوڑ پھوڑا اشتباہ رنزا ہوا بادہ خوار کی کا جو گلشن میں بہا رہا تھا

نکلے بیخانہ کا در سانی رنگین عذر آئے
 یہاں تک بجکود حوڑا لگے ہم خاکین
 ترے کوچے میں ہم دورے ہوئے غبار آئے
 وصال یار میں سونا نظر بازی کو مانع ہو
 وہ آئے وصل کی شب بھی تو کیسے شرمسار آئے
 جنوں کا شور ہو سحر اس کے دامن پر رہا ہو
 محبت جس سے ہو بے اسکے دیکھ کر قرار آئے

یہ ذکر تھا کہ وہ نقادار بند پوش بعد جوش و خروش اس صبار قمار کو دور آنا ہو چکا
 رشت کو آگے سے ہٹا تا ہوا قریب آن دونوں محرک آئے ایسا اور آئے ہی دہنا ہاتھ قبضہ شمشیر بے نظیر شہزادہ برقع الزمان پر ہوا
 اور بائیں ہاتھ سے تلوار دشمن شکار شہزادہ قاسم نوجوان کو تھا بنا جھکا دیکر دونوں غازیوں کی تلواریں نکال کے لئے اور شمشیر
 آرائی دونوں بہادر دن کے قطع کر دیے اور کہا اے بھائی تم دونوں کیوں لڑتے ہو قبضہ شمشیر بے نظیر کیوں کرتے ہو دونوں شہزادوں
 نے کیفیت جنگ کی بیان کی جب تو نقادار بند پوش دست اصلاح رکھ کر دوش بدوش دونوں کو سمجھانے لگا اور کہنے لگا اگر تم دونوں
 بدل منظر کرو اور پھر آپس میں سرگرم پر خاش سہ تو میں ایک بات کہوں تم دونوں کو راہ تباہ دون شہزادہ برقع الزمان اور قاسم
 عالیشان نے قبول کیا اور گوہر بے باک کے کلام بطور اصلاح اس دیر سے صلاحیت اور شجاعت سے حصول کیا نقادار بند پوش
 بعد جوش و خروش فرمایا اے جوانو دای بہادر جو تم دونوں میں بغیر شمشیر آوار و بشوکت و شجاعت بسیار ملک سنجان کو زیر و
 کر کے فتح ہو اور بہ جرات و ہمت و نام آوری حق پسند و بہرہ مند ہو جنگ اسکا ہو یہ سب پر خاش اور محرک آرائی اور شمشیر کشی بجا ہو یہ

لکھتے دست شفقت پشتر پھر کر کاغذ
 وہاں سے ہر کوئی عقبہ وہ جوتے تھک
 فتنے ہوتے ہیں میرے اس کا فربہ پر کے
 ایک میرے قتل سے دو لطف اے قاتل چو
 داغ چند اس عشق میں تھے اپنے بھی تھک
 شہرہ ہو کیسویہ سچان کا تمہارے ہر طرف
 صبر کے تو سے لگا دینگے یہ دستے تیرے

ایک انداز ہی ہو دم ملک عاشق دگر کے
 سچی کوئی کرتے ناخن گھس گئے تیرے
 آشنا معنی سے بھی ہو جائیگے صورت پرست
 رنگ دل تیرا شاہو ہر کھلے شمشیر کے
 گفتگو اس بت غور حسن سے تو نے نہ کی
 غلطے ہیں چار سو اس بے صدارت پیر کے
 جھجھکرتے ہیں نسل ایک نالوں کے حوض

اس نشاے کو آرا کر پر کشیں گے تیرے
 بیکر قامت سے ہوا آثار قیامت آشکار
 دیکھ لینگے بجکوبھی عاشق تری تصویر کے
 کھاتے ہیں دو چار گل خوبان گل خیاں
 رہ گئے مشتاق گوش اپنے تری تقریر کے
 جنبش شکرگان سے وہ خونخوار کھیلے لہار
 عاشق شیدا تمھاری چاند سی تصویر کے

نقادار بند پوش یہاں شکار پاز جوش پڑ کر کے شہزادہ برقع الزمان و قاسم عالیشان سے کہنے لگا کہ میرے کہنے کو مانو اور تم دونوں
 عظیمہ عظیمہ طرف سنجان کے راہ لو بدیع الزمان کا ہاتھ پکڑ کے ایک طرف بھاڑ کر گاتھا اور حرا و اب یہاں نہ ٹھہرو ہم جلد بھاڑ
 شہزادہ برقع الزمان کو تھوڑی دور پہونچا کے پھوٹے اور بعد تھوڑی دیر کے کہ جب دیکھا کہ برقع الزمان نظر سے غائب ہوا قاسم
 عالیشان سے کہا کہ تو تم بھی اب دوسری جانب سدھار دوسری آہی میں دم نہ مارو جب قاسم بھی نکل گئے اور نگاہ سے پوشیدہ
 آپ بھی رہا نہ ہوئے اب ناظرین پر واضح ہو کہ اول حال شہزادہ برقع الزمان نور ویدہ لہا جبران کا تحریر کیا جاتا ہے اے شکار

اس گلستانِ جان میں کیا گل عشق نہیں
 وہ ظالموں پر تو اپنی قابل محبت نہیں
 خاک ہو کر بھی خاک کے ہاتھ سے بھکواؤ
 رزق کر لے چیل قدمی مگر فرصت نہیں

سیر کے قابل ہو یہ ہر سیر کی فرصت نہیں
 خواہ پھر تا ہو خاک اور خواہ پھر تی ہو زمین
 ایک ساعت شل دیکھ شیشہ ساعت نہیں
 میری وحشت پالوں بھولے تو پھر دونوں

علم کجا عشق اور کجا عمل وحشت نہیں
 پر ہمارے وسطے یاں منزل راحت نہیں
 خانہ ہستی کا اپنے صحن پر وحشت عدم
 ہوں اگر اک عرصہ میدان تو کج دست نہیں

غرض کہ شہزادہ بدیع الزمان وہ دشت پر آفت حواسے دشت طو کرتے چلے جاتے ہیں کہیں وادی شہرہ زار کہیں جہان پر خار
 کسی مقام پر گرد و لوح شرک کے دیات کی آبادی کہیں منزوں حسان پر آشوب وادی کسی جا کھیت لکھتے ہوئے طائر زمرہ پر
 کرتے کسی مقام پر شہر خیار شہر آتشین سے دہکتے ہوئے کہیں گل خوردگی ہمار صبا کا جھونکے آنا بار بار اُڑوں کا جھکا رانا فاختہ کا
 پکارنا بدیع الزمان کا عبا کی طرف خطاب کر کے شہر پر چڑھنا کبھی دم بھر چڑھ جاتا کبھی آگے بڑھنا شہر صبا بلکشن جانا اگر تو میگزری
 ادا اقبیت جیسی قفل زخیری اور کبھی پتے پتے جو کچھ خیال رہا ہے محبوب گلزار و مشوق گل رخسار کا آگیا تو راہ میں یہ اشکار گرا
 پڑتے چلے جاتے ہیں فخر سرائی طائر ان خوش حال کان و زمرہ پر زاری طائر و دیوانہ کانٹے میں لپٹ

کی خوب سیر کی و باغبان چلے
 آتے ہی سیر زم سے تم اٹھ کھڑے ہو
 رکھو ونگا مین کاٹ کر مال پالو
 بسل بنا چکے مجھے تیرنگاہ سے
 صحرانوردیوں کی یہ شوقی تکل
 روز آپ چلے پھر کے دیتے ہیں
 ہن کیا سگان گوچہ و لادخہ و
 لکھنا چاہئے صنف کا میں حال کو ظم
 آبادہ وقت سرگ عبادت کیو

سب دستوں کا خوب لیا تھان چلے
 جائیں کہیں وہ کہ نہیں بکتا کمان چلے
 رکھا ہو گل کی پانچوں میں بیڑیاں
 وارب ایس عمن میں نہ باخزان
 گوچہ سے یار کے مجھے لیکر کمان چلے
 سج ہو گیا کا باقمہ کیسی زبان چلے
 اردن پہ کون اٹھا کے یہ بارگراں چلے
 جیسے عبا کر کے کوئی ناتوان چلے
 مار یک شب میں ٹھوکرین لگا کر چلے

دار فامین ایک کھی اپنا نہیں
 جگہ وہ انکی بد مزگی کا خیال ہی
 ہے چمن ہمار میں چھٹا ہو بلبلو
 جو بن پہ اندرون ہو گلستان حیات
 کو دو تو ہمیں پیر کاٹے کو سوپ دو
 مل توڑنے پہ دتے ہیں شام چرب
 فائل میں خوش بو شوق کر کے
 یوں کہ رہا ہو گلہری آہ کا
 بھٹکے گئے پاس کو پڑا زلف سیا میں

سایہ میں مجھے پھول خوشامان چلے
 کیا کچھ جتنا ہو سے سری جائیں
 نہ نظر ہو جسکو را استخوان چلے
 اب فیصلہ ہی چھوڑ کے کیونہی چلے
 شکستہ جاکر شاخہ اگر آسمان چلے
 ایسا نوک میری بھی کیون زبان چلے
 تربت پر چکھنا ستر استخوان چلے
 مسلح چل کر جیسے کوئی ناتوان چلے
 خد کر اس جہان ہم شادمان چلے

میں چار طرف میلان کا جو دم جس دھوم کی دھوم ناخون کا مل پانا درندوں کا صیب آوازین لگانا آفتاب کی تیزی و صوب کی
 خدمت دوہر کا دھندلا زمین کا پتار گستان کا جلاوہ ہوا سے گرم وہ لون وہ متن گرد و غبار وہ گلوں کا اٹھنا جھیلین خشک پانی یا یہ
 حسیق و کوئے کو نہیں قطر آب جگر گرمی سے کیا بدل جیاب کو رشک سبیل بچ و تاب اس جھٹل میں نہ آدمی نہ آدم
 آزا دیہات حسد کی ذات نہ کہیں سایہ درخت پہاڑوں کی منز میں سخت دو و چار چاروں واسے کا نام نہیں پانی سے کام نہیں
 آفتاب سے چہرے کا رنگ سوتا یا بھلا دل مینہ میں گرمی سے گھرا یا ہو اگر دو غبار راہ سے پھول سا جسم سب اٹا ہوا دامن قبا کا
 کائناتوں سے کوئی ٹکا ہو کوئی پھٹا ہو اپنا لون میں چھلے جان کے واسے جیٹوں کی صورت شاہانہ خصلت کلیف بے انتہا راحت
 غنچا کبھی سکرے کبھی آنکھوں میں آنسو پھر ہٹے کبھی روئے کبھی بنے کبھی فلک کی طرف دیکھ کے غمراے کبھی یہ اشعار زبان پر لائے

چمن تازہ کھلا ہوا لائق گلشت جانا ہو
 کوئی خندان ہو باغ دہر میں در کوئی گیان ہو
 بلا میں کیوں نہ بھائیں عاشق زلف پریر ہو
 صدا دیتا ہو خامہ آج چہرے ہاتھ میدان ہو

وہی دامن کے چرخ میں دھنڈکے گریبان ہو
 کہیں گل سکرے ہیں کہیں آچشم پر شبنم ہو
 ہمارا دل ہمارے پاس کچھ دن اور کمان ہو
 رقم کرنا ہوں جب اوصاف تیج ناتواں ہو

اشعار بہار آتی جنوں خیز کی پھر دشت کا سلا
 جو دم داغ سے مینہ ہار شک گلستان ہو
 بہت گھبرا رہا ہے یہ کیسے پاس جائے گا
 وہ جھون ہوں کر سایہ دیکھ کر جسکو گزراں ہو

القصہ وہ نور چکیہ و روح جان امیر حمزہ صاحب قرآن یعنی شہزادہ بدیع الزمان عا لستان بعد طبع منازل و طو مراحل محو سے
 ہوناک گریبان دریدہ دامن چاک چھوے پر بالوں پر بیابان و دشت کی خاک پاؤں میں تاجے تھکے اندھے نہایت ہلک جس جگہ
 پیٹھ جائیں اٹھنا حال جان خود کسلندہ سے بجال ہو دل سست جی ڈھال ہو ایک قدم کی راہ ایک سال ہو بے غذا صنف سے
 غش آتا ہوں پانی منہ خشک جہرہ اثر اجاتا ہوا اسی حال میں جاتے جاتے دیکھا کر سائے کچھ درخت سرسبز لگے ہیں کچھ جانور بھی بول
 رہے ہیں کچھ آدمیوں کے بھی پوٹے کی آواز آتی ہو بوسے آب و طعام بھی ہوا تھی ہو گوند دل کو تازگی ہوتی قدم آہلہ دار کو

چلنے کی ہوس بڑھی قریب ہو چکے دیکھا کہ زبرد رخت گنجان خدا پرست و حق شناسان کچھ آدمی کچھ حیوان بعد کھنڈہ نشان مٹنے میں
 بجا بجا گر چھائے نچھے ہیں کہیں پورا سے تو پھر اٹھتے عبادت کے ذکر ہوتے ہیں اب رستہ الہی سے منحہ دعوتے ہیں کہیں دراز رشتہ
 سر فراز ہر ایک پاکباز یاد ہے نیاز میں ہر چہ میں ایک سجادہ نورانی بعد جاہ و شہم جہانبانی بچھا ہوا اس پر ایک فقیر بعد تو قیر سن دراز بول قدم
 لیکن بجا بڑھی ہوئی ریش سفید بہ یاد لگتے خاندان بیٹھا جو ستار اور چار طرف پھرے جاتو ران رنگارنگ کے درختوں میں لگے ہوئے ہیں
 وہ سب طائر نفس رنگت میں اپنے اپنے مقام پر چھوڑن شعروہ طائر تھے اس طرح سے غم سنجہ کہ سب کو تختی تھی سر سے سنجہ ناظرین
 پر واضح ہو کہ اس فقیر کو عروج طہر رکھتے ہیں بدیع الزمان اس رنگ ملک رنگارنگ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے یہ قواعد آداب سلام بجالا کر
 رہنے بیٹھے گئے اس مرد فقیر نے سر اٹھا کر دیکھا بعد شفقت پوچھا کہ ای بچہ تو کون ہے اس طرف آتیا کیونکر اتفاق ہوا بدیع الزمان نے کہا
 شاہ صاحب میں بھی ایک فقر لے کر چلا ہوں مگر دل غریب ہوں بطور سنا خانہ صحرای اکلا آپکا حسن جمال رنگ محبت بمثال دیکھ کر نہایت
 دل سر ہوا دلورہ قدسوی ضرور ہوا امیدوار ہوں کہ جگہ کبھی مرید کیے اور کھسکول گدائی اپنے طریقہ کا دیکھ کر خدمت باسعادت ولی بالک
 اعلیٰ سے سر فراز ہوں یا صنعت صانع عالم و مالمیان سے ممتاز ہوں فقیر نے کہا ای بچہ تو کیا کر گنا فقیر کی اختیار کر کے تیرے تو پھر سے شہر
 کی شان رفعت عسولت و شوکت ہو یا رخ سے فرہی رعب و اب شاہ شاہی پیدا ہو حسن جمال جہان آرا سے آفتاب و قمر شاہ سارا
 شاید تو کوئی شہزادہ ناما ہے بدیع الزمان نے کہا شاہ صاحب خدا ایسا ہی کرے ورنہ میں ایک محتاج صاحب احتیاج گراہے ہوا ہوں
 سیاحی ملک در ملک کرتا پھرتا ہوں اب ادھر آٹھک ہوں ہمارے چند چھپان کی سیر کر دیکھا اگر آپا کر رہو گرا دل میں آپ کی خدمتگزاری کی
 محکومت ہوس ہو بس اب کچھ آپ محبت و مکرار نہ کیجئے جام اپنے دست حق پرست سے دیکھتے نشہ و گرسنہ دنیا سے دون کو سیر و سیر
 کیجئے اپنی خدمت گیسان منزلت سے فیضیاب کیجئے وہ فقیر کلام فصاحت و بلاغت التیام شہزادہ بدیع الزمان سے بہت سرور
 ہوا عالم و جبر و محکومی کا محور ہوا آخر کار برضا و رغبت دل شاہزادہ بدیع الزمان کو مرید کیا یہ وہاں زمرہ خراساں مریدان
 شاہ صاحب میں نے لگے ناظرین پر لیکن بدیع الزمان ہو کہ شہزادہ بدیع الزمان کو تو عروج قاسم در کامرید کر کے اسی جگہ چھوڑا
 دو گراہ اسان شجاعت بیان شہزادہ قاسم و شیان کا حکیمت راہ کی ملنا ہمالیوں میں شہزاد کا صحرا میں اور
 اسکے ساتھ جانا دربار میں گنجاہ بن گنجر ملک سرمان دیو کش کے

پلا سا قیام کدوہ آج کو	کردن منزل دشت و دشت کو	دوسری جو کہ حرج چوکی شرب	اسی کے پلا جام تو عجیب
زال تو لکی ہے جستجو	شراب کہن کی نہیں آرزو	جو بادہ ہو تو ہو گز کہ بھر کے قات	اسٹانی منو محکوس ہو کباب
پلا پھول کھل جائے دل کی کلی	کہ جو باغ عالم میں اب بکلی	اسی کو ہوں سا قیام تاک میں	ملایا ہے جسے مجھے خاک میں
سحر یہ تماشا اب صبح و شام	ہوں آٹھون پھر سانے مکر کا	اشعار اٹھتے ہیں کاسے بادل و دراکثر ہونے والے ہیں	
جہاں مست شراب روح پرور ہوئے ہونے ہیں	سزایاب ایک دن سرور ہوئے ہونے ہیں	کہ پامال خوام ناز پرور ہونے والے ہیں	
بہت جو رحم کرتے ہیں شکر ہوئے ہونے ہیں	جو دل شیشے سے از گم ہیں وہ پھر ہوئے ہونے ہیں	چمک کر دل سودا شل اختر ہوئے ہونے ہیں	
یہ کالے کالے دجے بھی منور ہوئے ہونے ہیں	گناے جائیلے کو چہ میں اسکے حضرت دل ہی	جو خود گم گشتے ہیں وہ میرے رہبر ہوئے ہونے ہیں	
مجھی کو دیکھ کر تم اس قدر گھبرائے جاتے ہو	ابھی کیا ہے بہت اس در پست ہوئے ہونے ہیں	فلک کتا تھا باہم دیکھ کر یاران صحبت کو	
یہ مجمع المیڈن و نیایں اتبر ہوئے ہونے ہیں	یہ رفتہ رفتہ مارے جسم کو بڑھ کر تھکے	مرے طغ جنون بھولوں کی چادر ہوئے ہونے ہیں	

کوئی کفاح جگر نے دل تاشا دایا	قتل کر نکو کوئی غیرت ششادایا	کیا کہوں میں ن تباب صبح سدا	کوئی پامال ہوا خون کس طاق سدا
نہ میں تھکا لے کلچرین پیر دایا	کیا بھکے میں سو گاشن کا دایا	از گم بیل بھی ہوئی کبھی تھکے	وہ نہرا مان جو ہوا باغ میں سنے کیر

آستان بھی نہ تباہ تھا کہ صدا آیا	دکھو طاؤس جس کے پر زوایا
رخ بین ہونے کا ہیکو تو کی	اور سبھی تو وہ بیرونی لگا
کیا حبیب رہا نگاہ دکھائیں	اور اہل ہیر خہ اور پھر بادام
ہیکان آلی بن شایہ میں اسے یاد آیا	مژدہ بادا کی سر شوریدہ کر جلا دیا

شعر نگار نے بھی دفتر کش و رقم کر دین داستان دل فزا: چہرہ صحو النور دان کوہ دشت پر ہول و وحشت انگیز باد یہ بیان
 خارستان و ریگستان آفت و بخت مسافر خانہ و زبان کو ہزار صوبت گران بعد شوکت و شان مسافت گاہ قرطاس منزل
 لرزے صوفی جرات اس پر یوں پہنچا کہ ہن شعرا زمینین نہیں یہ خارزار دیتے ہن: گلون کی طرح سے بوسے بہا دیتے ہن
 انظرین پر واضح ہو کہ حبیب قاسم نو جوان شہزادہ عالی شان کنارہ دریائے بے پایان سے کلم نقابار بند پوش عالم میں
 چلے جانے نوریدہ صاحبقران اپنی بدیع الزمان کے محاسن پر آشوب کی طرف چلے چار سمت حیران و پریشان کیے گئے وہ
 پھیل میدان منان نہ انسان نہ حیوان کہیں ریگستان کہیں خارستان نظر آتا ہوا اشعار نہ جمیل اور نہ چہرہ نہ سایہ آفتاب کہیں ہن کہیں
 اور کہیں نہ تھے ہوئے خار: وہ لون وہ دھوپ کڑی اور وہ ہیرہ بیگانہ: ہوا سے تیز گولون کا چرخ تک جاتا: تنور دشت تھا ساری
 زمین دکتی تھی: نگاہ پر دون سے باہر نکل نہ سکتی تھی: نشین اپنا نہ دم بھر بھی پھوڑتے تھے پرندہ: درندے فارین پوشیدہ
 تھے مگر تھی گزند: بنا ہوا کرہ زہر بر تھا صوا: ہر ایک ترختی گرمی سے آگ کا دریا: گرے زمین پہ جو دانہ تو صاف بھن جاتا
 جب ایسی گرمی ہو انسان کو کیا قرار آئے: مگر اس دھوپ میں اور اس گرمی میں شہزادہ قاسم نو جوان مسافر محاسن
 پر آفت ہو عجب مقام مصیبت ہو بھوک سے چلا نہیں جاتا: پیاس سے کھینچا نہ کو آتا: اگر کوئی جھیل کسی مقام پر ملی بھی پانی کو
 پیا نہیں جاتا: کیا اس آب آشکار کی طرف رخ کیا نہیں جاتا: آسمان سے آگ کے انگارے برہتے ہن: دانے پانی کو وہاں کے مٹا
 دیتے ہن چلنا دشوار ہو قدم اٹھانا ناگوار ہو غرض کہ اس طرح قاسم گرتے پڑتے مرنے لگتے چلے جانے تھے ہو کئی روز کے وہ مادی مصیبت
 صوا سے بلا خیر طر ہو اور سے ایک ہیرہ زار صوا نظر آتا: روح نے کیسے قدر آرام پایا اور جلدی جلدی قدم بڑھا: کبھی بھی ٹھٹھکے اسطر
 سے ہوائی ہر دل پر مردہ کوتاہی دیتی ہو قریب شمس وادی فرحت انجام میں ہوئے زیر شجر بار بار بیٹھے گئے: پسینے میں ترتیر تھیند
 کھول دیا اور یہ اشعار آبار پڑھنے لگے: اشعار فصل گل اب آگئی ہو اس بیابان کی طرف: رخ کردن کسوسے خار غیلان کی طرف
 جھکول لعل: جنون اب کوئے جانان کی طرف: رخ کردن کا شوق سے صحن گستان کی طرف: جھوم کر اٹھی کھا کوہ و بیابان کی طرف
 مست آتے جاتے ہن ساقی کی دوکان کی طرف: اپنے سودے کا تاشا بھی دکھا دون کا تجھے: کل: جوش جنون تو اس بیابان کی
 طرف: صفت چہرہ مصیبت میں تو یوسف کی طرح: دوتے جاتا ہر دل چاہہ: زندان کی طرف: آئے: گرفتار جنون تو بے بھی کھانے
 لکین: پر نجا: دنگا کبھی خار غیلان کی طرف: ای: کھو کیا کام جھکوا دی: پرتار سے: فعل گل آئی ہو جاتا ہوں گلستان کی طرف: اسی نذرین
 قاسم نے وہ رات اسی درخت کے نیچے بسری خدا خدا کر کے سحر کی صبح کا ہونا گل خود رو کا شہنم سے نچد دھونا ہیرہ کا جاکا لکنا
 طاؤس کا چمکنا قضاے بہار کہیں ہیرہ زار کہیں لالہ زار قاسم: نشان نے ناز سحری اٹھ کے پڑھی: درگاہ پر ددگار میں عالی: کمر بستہ
 پر باندھی ہر طرف روشنی آفتاب تاب کی پھیلنے لگی قاسم ایک سمت کو چلے دوپترک منزل بارام دل ٹوکی تھی کہ دیکھا ایک مقام پر کچھ
 آدمی جمع ہیں قریب آگے پہنچے تو دیکھا کہ ان سب میں ایک سردار ہر نہایت نمودار: حسین: شکل: جلیل: طر: حار: چہرے سے میلان
 در: ہیرہ: کیا عجب ہو کہ شہزادہ ہر تیرا فانی کر رہا ہو: ہر تیرا نشانے کے خلاف گزر رہا ہو: آگے بڑھ کے قاسم نے اس جوان سے کہا کہ
 تیرا کمان لاؤ تو میں تیرا کمان آئے اور تیرا کمان منگائے یہ بھی تیرا فانی کرنے لگے جو تیرا نشانے کے بار ہوا: بہت شرمسار ہوا: تو
 بوجہ شرط قاسم نے اس تیرا کمان پر مارے جڑکشی میں: سب مارے وہ جوان بہت خوش ہوا اور کہا: ای جوان رہا تیرا کمان: قاسم نے

میر نام فضل تغیز بن ہمدان میر ہی چلن ہو تھا را کیا نام ہوا اور کہاں مقام ہوا نے کہا میر نام ہالیون بن شداد ہوا اور زندہ ہو رہا
 آزاد ہوا ملک شدادی بن مقام ہوا میرزا انتظام ہوا فضل تغیز بن آپکا قصد کوہک ہوا فضل تغیز بن نے کہا ملک سخاں
 کی طرف دنگل لینے ہالیون نے کہا میں اور آپ ساتھ چلوں گا رفاقت سے اپنی آپکو جان کر ونگا ایسا شخص ہوا کہ کہاں تھا ہوا تقدیر
 آپکی ملاقات حاصل ہوئی خوشی و قہری کامل ہوئی یہ کیکے قاسم کو ہوا یہ اپنے مقام پر باہری خاطر و دارا کی نہایت لطف و کرم تھا
 آپکی بہادری اور شجاعت پر فریقہ ہوا آپکی بہت و جرات پر شقیہ ہوا پھر بعد کئی دن کے کہا کہ اگر فضل تغیز بن آپ تل میر سے ساتھ سخاں میں
 کہ بجو سیر کر اؤں نئی نئی بیار دکھاؤں پھر لوں گا کہ فضل تغیز بن جی چاہتا رہے شکار چلے کھیلے اور دل بہلائے فضل تغیز بن نے کہا کہ سیر اللہ
 چلیے دیر نہ کیجیے راہ دشت و بیابان بھی ابھی لیجیے یہ سن کے ہالیون بن شداد و نور دیا بان ہوا ہمارے فضل تغیز بن بھی ہوا اور
 ہوا تھا بان ہالیون بھی ہمارے کاب سعادت انتساب ہو جسوقت ہالیون بن شداد بادل شاد و ارد دشت ہوا ساتھ غول کے غول
 غزالان صحرائی کے معلوم ہوئے جا گیا گروہ گروہ ہرن کے ہجوم ہوئے ہالیون نے پھر کے سب کا کہ یہ سکاران بے پایاں غزالان بان نے
 تہ پائین سب کے چاروں بھیل جانیں انکو علیحدہ علیحدہ شکار کرانیں یککے ایکٹ ہالیون نے اسب شہنشاہ کو لڑا یا ایکٹ فضل تغیز بن نے
 نے سمند مبارقار صبا آہستہ فتح آتا کہ جو لان کیا اور دھڑل اور ہوا خواہان ہالیون نے کھڑے آٹھا کر وٹسے آہواں شت متفرق
 ہوا گر نر ان ہوا کوئی کسی طرف کوئی کسی طرف گیا جا بجا اور دو گون کی ہرن زخمی کیے اکثر فضل تغیز بن کے بھی اتھ سے شکار ہو گیا ہالیون
 بن شداد کوئی آہوون کے پیچھے ٹھوڑا ڈانے چلا گیا کسی پر اسکے کسی آہو سکا مہ کیا نہایت عاجز و شرمندہ ہوا ہرن چہ کر بان بھرنے ہوئے
 جنگل کی طرف نکل گئے ہالیون ٹھوڑا روک کر ٹھہر گیا گاگا اسی جنگل سے فوراً ایک شیر بر بھڑکھڑکا رہا ہوا پتے زمین پر راتا ہوا نکلا ہالیون
 نے ٹھوڑے کی بال پھیری اور شیر چٹا ہالیون وڑ کر سم گیا گرتیر کان میں جوڑ کر مارا نوک تیز پر بھی چلے رہ گیا ہالیون خلا سے نماں آٹھا
 اور فوراً تیر نشانی پر نہ لگا شیر ہر کھا اور زیادہ غصہ آیا جھپٹ کر پڑا شیر چاہتا ہوا کہ ہالیون کو آجک کر لانا پڑے آگاہان فضل تغیز بن نے
 آٹھلا اسکی جو گاہ پر ہی آٹھ شیر سے اس ضمنہ شکار کی ٹری دین سے نہوہ کے لٹکارا کہ باشا شیر صحرائی میں آن ہونا ہالیون پر حلا کرنا
 شیر لٹا اور فضل تغیز بن پڑا پڑا ٹھوڑے سے کوڈر اور شیر سے پٹ کر دے ملا شیر سوزن زمین ہوا پھر اس ضمنہ شکار فضل تغیز بن ہوا دار سے
 شیر کے کھلون میں ہاتھ ڈالے اور ٹکڑے تیر دست سے کھٹکے جوڑ کر کیا دونوں شیر کے چیر کر ادغا کیا زمین پر زور سے دے پٹکا شیر
 دم نہ مارا اور تیر کر گیا ہالیون یہ دیکھتے بہت خوش ہوا اور دھڑکے سے لگا اور کہا کہ بھائی جان تجھے بچا یا نہیں تو شیر مار چکا تھا کچھ باقی نہ
 تھا تمہارے سبب جان بری ہوئی واہ کیا کارنایان کیا بھپڑ سکا ہاتھ آنے سے لگا اسکو جنم حاصل کیا آوا اب پٹو شکار سب ٹھوڑا و پٹو کر دے کیکے
 ہالیون گھر کی طرف آیا اور بکری روز کے مازم ملک سخاں ہوا فضل تغیز بن اور کچھ ہوا خواہوں کو ساتھ لیے ہالیون جب فائدہ سخاں
 ہو چکا تو فضل تغیز بن سے کہنے لگا بھائی صاحب چلیے آپکو ذرا گناب بن بنجور ملک حرمان دیو کوش کو دکھاؤں اور آپکی ملاقات ہوا
 سے کہ اؤں فضل تغیز بن نے بعد جرات وصف شکنی جواب دیا اے بھائی ہالیون بن شداد چل بجو نمری دلاؤں گا ملک سخاں کا بادشاہ بجو کوڈ
 گناب کو تیر تیج کر کے خون میں بھر دوں گا تم سے بھی نہ ڈروں گا ہالیون بن شداد نے کہا ایسا نہ کرنا چاہیے یککے یہ تو دونوں ہالیون بن
 شداد اور فضل تغیز بن مع رفاقتا و مردوانہ ہوئے انکو تو یہاں محبوبا اب حال بیان کیا جاتا ہوا بدیع الزمان کا
 اب دو کلہ داستان شہزادہ بدیع الزمان کے کہ یہ سبب طعنہ زنی فقروں کے کشکول گداہی لیکر مانگتا شہزادہ
 بدیع الزمان کا اور دو سپاہ شرفیان لاکر دنیا عوج قلندر اپنے مرشد کو اور پھر مانگنے جانا راہ میں ملاقات ہونا
 حکیم فاروس سے اور سواری دیکھنا ملکہ گوہر ملک کی اور علاج کرنا ملکہ گوہر ملک کا اور دربار میں گناب
 کے جانا امراہ حکیم فاروس کے بھائی نامہ

ساقیا دہ گداہی دے	جوسان اب نیاد کھائی دے	بان تباب وہ ساغر کشکول	دین نہ زندان دہر سا مول
-------------------	------------------------	------------------------	-------------------------

بھیس کر ساقیا قہر نہ	ناگین گے اب شراب رندانہ	ساقیا میکر رہے آباد	وہ عطا کر شراب دل ہوشاد
دیر نہ کرنے سے ساقی	جلد پلو اسے بوجھ کر باقی	ابھی دربار دیکھنا ہے مجھے	اورج دلار دیکھنا ہے مجھے
کسی حکمت سے جلد سے ساقی	کہ ہوں بیمار یادہ خود سر	نہیں اس عارضہ کا کوئی علاج	شربت دید کا تو جام دے آج
تو کیوں اسے اور نہ جھوٹا	مجلوس چاہیے ہر جام شراب	ای سرور و شب یہ ہر امید	وہی دیکھوں میں جلوہ خورشید

استعاروں کا چھدا دشت خون	سنبھل سکنا نہیں بدوش سے بوجھ پانی گدن	غضب ہو جان کو پہلو میں ہونا دل سے کن
قل خوف ہو ہمایہ قصاب و برہن کا	جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھ کر	ہمارے آسکے پردہ رہ گیا دیوار آہن کا
تو ناہر کے اسی شیخ تو ارجمتم سے	سندرموج مارے گر نچوڑوں پاٹ دھن کا	نہیں ہمایہ گنگارای فلک کوئی زمانے میں
ہمارے عروے کو درکار ہو غسل آب آہن کا	ستایا نہایت انقلاب دہرنے ہمو	رہا کرتا ہر چشم تر کے اوپر گوشہ دھن کا

تسلی نویندہ دفتر دلکش : نمودار تمام این جزا و جہرہ حکمت طرازان عوارض ہوشان دلکش و محال پر دازان طبیعت ہوشان ستم کش مطلب عشق میں قلم محبت رقم سے یوں نسخہ نویسی کرتے ہیں کہ حجب شہزادہ بدیع الزمان بصورت گدا مریہ نیکر عروج قلندر کے رہنے لگے اور مریہ دین نے چرچا کرنا شروع کیا اور طعنہ زنی سے یہ کہانیے اشارے کرنے لگے کہ یہ مریہ بیٹھے بیٹھے کھاتا ہے نہ کھاتا ہے نہ کچھ کھانا آئے کہیں جاتا ہے نہ کچھ بدیع الزمان کو بہت ناگوار خاطر فیض ہاشم ہوا اگرچہ پورے ایک دن شاہ صاحب کے کنگول گدا لایا اور رخ شہر کا کیا مہج سے گئے گئے شام کو آئے وہ کنگول گدا لایا شریفیوں سے بھولائے اور آگے قلعہ کے وہ کنگول رکھ دیا عروج قلندر بہت خوش و سرور ہوا خیال طعنہ زنی کا مریہ دین کے دل سے دور ہوا سب مریہ دیکھ کر دنگ ہو گئے زرد چہرہ کی رنگ ہو گئے اپنے سینے کے کہہ تے زمانے سے گدا لائی کرتے ہیں اور مریہ دین کو باتے ہیں ہکو اشرفیائی کسی مریہ بھی نہ دیکھ کر یہ مریہ دولت بے اندازہ پہلے پہل گیا ہی نہیں بلکہ کر کے آیا یہ بڑا چالاک مریہ کیسے ورون سے غنی اور تو مریہ دین کا مقابلہ اور کسی طرح مباحثہ نہیں کر سکتے یہ کوئی پردہ فقرا میں بڑا متول ہے اسکا فنی دل ہو بدیع الزمان یہ باتیں بھی اپنے چپکے چپکے سنتے ہیں مگر کچھ خبر نہیں ہوتے ہیں ناظرین پر تکیں مریہ دین کا بدیع الزمان تو عروج قلندر کے مریہ ہو کر بیان رہا کرتے ہیں اور وہاں ملک خورشید و ملک جمشید پسر شاہ گنجاب بن گنجور ملک حران مریہ تو کش نے یہ خواب دیکھا کہ غبت خوابیدہ بیدار ہوئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اشرف لائے ہیں اور مندرجاتے ہیں کہ جاتو تجھے پر عروج قلندر کے کہ وہاں میری ولد میں سے شہزادہ بدیع الزمان نور دیدہ معاجق قرآن ہو تجھے ملاقات کر لگا اور وہ شہر ہو تیری شیر ملک گوہر ملک اور اس نشان سے تو انگوشت کرنا کر زلفین خلیل اور خال ابراہیم شل سوا شب وادہ تابان منور اور روشن ہو گا بس خواب دیکھا خورشید و جمشید و نون بیدار ہوئے خورشید نے بیش بہا خواب اپنا بیان کیا اور کہنا کہ میں یان لانا ہوں ورا سلام قبول کرنا ہوں اور بت پرستی سے دست بردار ہونا ہوں جمشید نے کہا کہ میں بھی یہی خواب میں دیکھا ہوں جو تم بیان کرتے ہو میں بھی شرف دین اسلام حاصل کرنا ہوں اور بت پرستی سے کنارہ کش ہونا ہوں آدھو ہم تم چلے آہم شہزادہ عالی وقار بدیع الزمان نامدار کو تیار پر چلے دیکھ لیں کہ وہ جوان کس شکل و شمائل کا اور کس صورت و سیرت اور کس راز و نصرت کا ہو یہ لکھو و نون باہم خورشید ملک و جمشید ملک تیار پر عروج قلندر کے پاس ہوئے آئے اور بوجہ نشان تہانے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بدیع الزمان کو پہچانا اور پوشیدہ طور پر ملاقات کی اور یہ لطف میں آئے مریہ راز نہ تو بدیع الزمان پر ظاہر کیا اور نہ اور کسی کو اس سلسلے سے ماہر کیا اور ایشہ خازن ان پر لائے شہار جاکر قفس میں عاشق صبا کے کسل کا حال قابل فریاد ہو گیا نور و شتی عالم ایسا دھوکا دو پرانہ تیرے جلوے کے باد ہو گیا زلف و مکر کے شائے پونا ہو گیا دو پر لگا کے بار پر زیاد ہو گیا جو فرہ تیرے راہ میں بر باد ہو گیا جس انقص ہی میں یاد ہو گیا خورشید سے زیادہ ہوئی آئین خورشید کا رخ کوہی دل شاد ہو گیا خورشید کے لڑ شہزاد ہو گیا

ایک کوچہ میں گذر ہوا دیکھا کہ ایک کمرہ میں ایک حکیم کھیم کہ ہم آسکا فاروس پر بیٹھا ہوا مطلب تھا اور مریضوں کا مجمع ہر بیع الزمان
 بھی جا کر بادب سانسے خاموش بیٹھ گئے جب حکیم صاحب نے ان مریضوں سے صحت پائی بدیع الزمان کیلئے آنگر اٹھا کر بوجھا کر
 کیا مطلب تھا اور مزاج کیسا ہر بیع الزمان نے نبض دکھانے کو ہاتھ برسایا اور طال میان کیا کہ میں عین یون بخارنا ہوں
 تکلیف اٹھاتا حکیم فاروس نے پوچھا کہاں مکان تھا رہا ہو کیونکر گذارہ ہر بیع الزمان نے کہا کہ بیان تو میرے مکان میں ہر صافیت
 مضطرب حیران ہر من رہنے والا ایران کا ہوں خانہ بدوش رخ و مل کا طلعہ گوش ہوں حکیم فاروس نے کہا کوئی ٹکڑے ہوئے
 بدیع الزمان نے کہا کیا مضائقہ جو کچھ تقدیر کا لکھا حکیم صاحب نے کہا کہ تم میرے بیان رہو کھاؤ پیو عیش کرو یہ کھلے مطلب خواست کیا بدیع الزمان
 کو ہاتھ لیا مکان میں بدیع الزمان کو گمراہ لائے زود سے کہا کنوش ہو شادی کرو کہ ہمارے اولاد بھی خدا سے پالو یا بیٹا دیا پھر اس نے
 پوچھا تھا کیا نام ہو بدیع الزمان نے کہا حکیم بدیع میرا نام ہو بیان رہنے سے دل بہت شاد کام ہو حکیم فاروس بدیع الزمان کو بھر
 نلوایا پر شاگ و لباس سے آراستہ کیا یہ رہنے لگے ہر روز حکیم فاروس کے مطلب میں بیٹھنے لگے نسخہ نویسی کرنے میں علاج سنا جو میں شریک
 حکیم فاروس کے ہوتے ہیں ایک روز بدیع الزمان مطلب میں حکیم فاروس کے بیٹھتے کہ یکایک شور و غل ہوا ہوجو کی آواز آئی سنو
 نگاہ اٹھائی دیکھا کہ جلوس شاہی ساز و سنان جہان پائی پیل سوار گرد و پیش نقیب و جو ہار تکرار خاص برہادچ میں محاذ شہزادی ملگروں
 ملک کی کہان بیان مرقع جو اہر لباس ناز و بچہ ہوئے زیور آراستہ کیے ہوئے گرد و ساری کاغذ کے روڑی آتی ہیں نقیب نگاہ روبرو کی صورت
 جیس کے مہادی میں آیا حسین بدیع الزمان بیٹھتے تھے ہوا سے پردہ اڑا دیکھا کہ ملک گوہر ملک بعد روز و فراس محاذ میں بدیع الزمان
 کی اور ملک گوہر ملک کی آنکھ چارہ کی ایک برہمی جگر کے پار ہوئی ملک آن کر کے بیوش ہوئی بدیع الزمان کے دل پر چھری مشق کی گئی ملک
 نے کھینچا پکڑ لیا بدیع الزمان نے سر خم کیا سواری ٹپے ترک و خشم سے نکل گئی آدمیوں سے پوچھا یہ کسکی سواری ہو لوگوں نے کہا
 گنجیاب بادشاہ کی جیٹی بیاری ہو شکر کھینچنے کوئی تھی مدد کے بعد آئی ہو بادشاہ کو بڑی شادی ہو روز جشن آج قرار پایا جو تمام شہر آرا
 ہو دربار شہادی پر اسٹہ ہر نذرین وغیرہ ہوئی تصدق انار سے جائیگے غرق سواری شاہزادی کی دربار گاہ پر پونجی ملک کاغذ سے آنکھ کے داخل
 ہوئی مان باپ اور نامہ اراکین کو خوشی حاصل ہوئی مدد آنے لگے برچے شادمانی کے گزرنے لگے نذرین وغیرہ ہوئے میں ملک گوہر ملک
 ملک چوہ خاتون بہت شاد خانہ دل آباد مجھوں میں مہمانی ہو آرایش ملک گوہر ملک ایک ایک کو دکھائی ہو غامت و انعام محل میں بکون
 زر و جواہر تصدق کیا بادشاہ نے دربار آراستہ کیا ناز رنگ اندر سے باہر تک ہونے لگا خلعت فاخرہ سے اراکین دولت کو خلعت کیا
 لشکر کو انعام دیا سب دعا و ثنا میں خرد و کلان معروف ایک ایک کی زبان پر یہی جلدی تھا ترقی جاہ و جلال دست شاد و شمن یا مال
 یا اور اقبال خزون اجلال مگر ملک گوہر ملک نے اپنے کو بیاری میں ڈاھا عارضہ دل سے نکالا چہرہ کھٹ پر بڑی رہی اٹھکے نہ بیٹھی باج تھا کہا
 ایو بیٹی میں تیرا مزاج کیسا ہر دل کا حال کیا ہو طبیعت کی تسازی بیان کرو حکیم فاروس کو بلاؤ طلح ہو ملک نے کہا کہ حضور کیا عرض
 کروں کچھ طبیعت سست ہو حرارت مہم ہوتی ہو سر میں درد ہر دل پر گرد چہرہ زرد و غمکہ وہ رات جشن اور عیش و عشرت ناز رنگ
 میں گذری سچ کوچہ بار بھیجا حکیم فاروس کو طلب کیا حکیم صاحب حکیم بدیع ہمارا چہ دار کے آئے شہزادی نے اپنی نبض دکھائی
 کیفیت طبیعت سنائی مگر شہزادی نے کہا ای حکیم آپ اب ضعیف ہو گئے تشخیص بھی ضعیف ہو عاجز راہ جو یہ آپ کے ہمراہ اس
 نبض دکھائیے کہ یہ جوان ہو تشخیص بھی جوان ہوئی حکیم فاروس نے حکیم بدیع کو اشارہ کیا حکیم بدیع آئے بڑھے پردے کے پاس کان لگا کر
 بیٹھنے لگے ہاتھ بڑھایا پردے کے اندر حکیم بدیع ہاتھ ڈال کر نبض دیکھنے لگے کہ ملک نے ہاتھ سے بدیع کے ہاتھ میں چنگی لی بدیع الزمان
 سچہ گئے چپکے سے ملک نے کہا کہ ہم اور یہی اوپر رتھ بھیجیں گی پڑھ لیتا اور ملک اور بدیع الزمان کھڑے ہی کھڑے ہی سانسین بھڑکیے
 نبض خوب دیکھا کیے بڑی دیر کے بعد حکیم بدیع نے ہاتھ پردے سے نکالا یہ نسخہ لکھا نسخہ نکلنے دیا رجب و سنبل الطیب زلف پیمان
 عرق زسارہ عاشق۔ عناب لب معشوق۔ طباشر کیو و خاطر محبوب۔ نبات سفید لباس سے قند مکر رہا شربت و دیار حبیب

کہا وہ ارادہ ہالیوں پر سب مردار دیکھنے کے بن ہمارے بن ہوئے میں اگر تو کہہ تو گئی ہے تیج و تخت چھین کے ابھی جگو جھاوون اور طرہ پٹیری لادون ہالیوں نے کہا اور فضل تغیرن کیا کہتے ہو خاموش رہو ایسی بات منہ سے نہ نکالو دربار میں غیب جانیگا تو کوئی سن پائیگا اور جو سردار قریب بادشاہ کے بیٹھے تھے انھوں نے جھک کے بادشاہ سے کہا کہ حضور نہیں معلوم کہ ہالیوں بن شہزاد کے ساتھ کون جوان رہنا آیا ہو یا کہ یہ بڑا بہادر اور دلور معلوم ہوتا ہو کہ ہر بن سے جسے اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور تاکہ لی اسے سلجھ آنکھ لڑائی جیسے شیر بقبناک لنگاہ ڈالتا ہو اور ہر ہی آنکھ جھکی اسنے کہا وہ ارادہ ہالیوں جو بادشاہ سے کسی نے کہو یا تو گنجاب نے سر اٹھا یا اور ہالیوں بن شہزاد کی طرف دیکھ کر خطاب کیا اسی ہالیوں یہ جوان آج تمہارے ساتھ کون آیا ہو اور کہاں کا رہنے والا ہو ہالیوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضور بادشاہ سلامت یہ میرا چھوٹا بھائی ہے نام اسکا فضل تغیرن بڑا صفت سنگن ہو دو سو ہے یہ کہ محبت اسنے ہماروں اور جہارون سپاہیوں کی انکھالی ہو نہایت اجب ہو اور جاہل دربار شاہانہ سے جو حضور جگو بدل عزیز ہو بڑا صاحب بڑا حضور بن ایک مھو اس پر شکار جو گیا وہاں ایک شیر پر نہ جگوا کر گھیرا کہ نہ بن پڑا اسوقت عیب یاس وہاں ہو کوئی اس پاس نہیں آئے نکل ہوئے اوسان جہنے رہے فضل تغیرن نے جو دور سے یہ معرکہ دیکھا گھوڑا اٹا کر بھینٹا آئے ہی اسکے کون میں ہاتھ ڈالے چیر ڈالا اور زمین پر اس زور سے پٹکا کہ وہ شیر شل رویا ہو نہ زمین ہو اجری ہے بدل ہمارے نظیر پٹیل فن تیر کہ کبھی نشانیہ خطا نہ کی جرات ایسی بہت ایسی ہی طاقت ایسی ہی بادشاہ فضل تغیرن کے اوصاف حمیدہ مع پسند یہ سنکر بہت مسرور و شاد ہوا اور خلعت فاحشہ سے نکل گیا کہ ایک فضل تغیرن سردار نامدار و جہارون مبارک سے لگا ملاستے ملاستے جو طبعی لوگ کی طرف رخ کیا بدیع الزمان کو بچا نا اشار کیا کہ وہ عمو جان آپ یہاں بھی موجود ہیں بدیع الزمان نے اشار سے کہا کہ اناتھ کہہ کہ دستوبین ورنہ بڑا ہوگا کہ فضل تغیرن نے دست بستہ ہو کر بادشاہ سے پوچھا حضور حکیم صاحب کا کیا نام ہو اور حکیم صاحب کبھی کا کیا نام ہو بادشاہ نے کہا اسی فضل تغیرن اسکا باپ کا نام حکیم فاروس ہو انکا نام حکیم بدیع ہو آپ فضل تغیرن اور پھر اور کہا حکیم صاحب میں شہادت عرض کرتا ہوں ذرا میری بھی نہیں ملاحظہ فرمایا کہ کوچک جگوارات لے کر تارکھا ہو دو چار دن کے طبیعت بد مزاج کوئی نسخہ عمدہ تحریر کیجئے کہ جس سے اصلاح طبیعت ہو دور وحشت ہو حکیم بدیع ظاہر تو بہت اچھا لکھا ہے چونکہ اشار سے کہا کہ اسے کیا غضب کرتے ہو میں زیادہ نہ چل نکلو چکے بیٹھے ہو غرض کہ جب وہ بار بار فرماست ہو اسب سرداران نامور در ارکان دولت بادشاہ کشورستان اپنے اپنے مقام سے انکار رخصت ہو کر گئے اور حکیم فاروس مع حکیم بدیع کے اپنے گھر آئے اور ہالیوں بن شہزاد بھی سوار ہو کر روانہ ہوا داخل محلات ملی ہو ملکہ گوہر ملک نے باپ کی اجازت سے ایک بان عالمیہ تیار کر آ پاتا تھا اور میں ایک کوٹھی پچسپ بنوائے بانگواں آراستہ و بارستہ کیا تھا کہ گلشن شہزاد کو بھی اسپر رنگ دیا نمونہ بہشت عین شہزاد گویا وہ باغ خاہرستان کی گلی تھی کہ ہر پر پر پر یوں کے دل کا داغ تھا جو کوئی اسکو دیکھتا تھا وہ دین اسکے سے اشار پڑھتا تھا آئندہ یہ کس رنگ سیا کا مکان ہو

زمین سبکی چارم آسمان ہو	دل روشن ہو و شکر کی منزل	یہ آئینہ سکندر کا مکان ہو	ہمن کی سیر پر ہوتا ہو جھگڑا
کمر مری زود دست باغبان ہو	یقین ہوتا ہو یہ خوشبو سبک	کسی گرو کا غنیمہ عطردان ہو	سحر ہو گل نکلے بنو کرے کوچ

گل و ابل کے دریا دریاں تھیں اس کو بھی گوشل ہوس شب اول بنا کے ہر چیز سے مزین و مرتب کیا پھت پر سے فرش فروش ہر دے عمدہ بھارت کنول گلاس پوریت مرویانا دیوار کیران شیشہ کے جاب ہر رنگ شیشہ آلات چہار طون آئینہ ہندی تصویریں لگی ہوئیں چھین چھپر کھت لگا ہوا گے اسے مندر مع کا زنجی ہوئی اور سب اشیاء ضروریات مہیا باغ نہایت کفایت شہزادہ دراز نیم سو سے مجوم و سب ہنرین رخ خوش نوا غنچوں کا منہ چوم رہے ہنرین جابجا رنگ رنگ کے پھول سرسبز و شاداب کھلے ہنرین قدرت صنم ازل اس چمن لالہ زار کو کیا رنگ ملے ہنرین بیلا خیل مویا موگرا سہن ویا سمن ہنرین و ہنرین گنبد اگل دو پہر یا شبو عباسی سو سن وریکان وغیرہ کھلکا کر سب ہنرین رہے ہنرین گس کے ابدوم اشار سے

بلبلین چاکری میں گلیاں پھونکی کبکری میں لیو زمر ساز میں مرغ غزلواز میں قمریان کو کوکری میں شوق کا دم جرتی پانچ
 کا شور کو کہیں کبکری کا زور ہو ایسا باغ دلکش جو کوئی آئینہ عمر جوان سے نکلنے کو نہ جی پاس ہے اس باغ میں مالک و ہر
 ملک خیر کئی اب نے رہنا اختیار کیا انیسین جلسین خواہیں کہ ایران مولا نیان پیش خیمین اور فلکبارین وغیرہ اور عہدیار فوت
 حاضر میں باغ لالہ زار ہر غنچہ خاطر راز بہار ہے لیکن یار جانی و محبوب باودانی کا انتظار ہو مگر گوہر ملک ایک نامہ محبت شامہ بدیع الزمان
 کو لکھا اسکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ایک گل باغ حسن خوبی اور غنچہ نہال گلشن مجبلی اور حسینان جہان اور خسرو خسروان شہزادہ بدیع الزمان
 نور حکیدہ صاحب قرآن ہم اس باغ میں روز ربا کرتے ہیں جلد تم بھی شریف ہو و خوش ہو سے زلفین غیبی سے کہ بہ از شک و خیر ہو باغ غایت
 بیا و شکل و کھا و دیدار کو خرا و اشعار
 کان بلبل کے لئے رہتے ہیں بس در کین
 تاب کے دوری ہری جان آکجا بہ اشتیاق
 تم جو آ جاؤ تو میرے باغ میں آئے ہمار
 کیا لکھوں میں وہ ادا سی باغ لالہ زار کی

پاس بیجا شہزادہ بدیع الزمان پڑھ کر بہت مسرور ہوئے رنج و الم دل سے دور ہوئے شب کو پشت باغ سے کنہ پھینک کر چوٹے ملک
 دیکھتے ہی بدیع الزمان کو باغ باغ ہوئی خار الم جگر سے دور ہوا دل مسرور ہو گیا بہار تازہ گلشن میں آئی نا اہلے چمن جھونے لگے
 بلبلین نغمہ بنیان کرنے لگے جلد خواہوں کو حکم دیا کہ جلسہ عیش تیار ہوا یقوت طبع تیار ہوا پہلے تو دو دو جام شراب دور میں آیا پانچ
 ہونے لگا سچ تک پہلو سے گلزار میں بھیج کر نواح دیکھا سو ہوتے ہی اپنے گھر میں چلے آئے کسی کو قانون کان خبر نہ تھی اسی طرح ہر شب
 شاہزادہ ملک گوہر ملک کے یہاں جاتا تھا ایک شب کا ذکر ہو کہ شاہزادہ بدیع الزمان تو ملک کے یہاں گیا اور قاسم جب دربار گنجاب
 سے آیا شب کو دل میں سوچا کہ چا جان تو بڑے مزے میں ہیں ذرا چلے آئی خبر لینا چاہیے اور اگر میں پڑے ونگل رستم ان سے سے
 یہ خیال کر کے ایک دو شاہ سیاہ اور کڑھاٹا بانڈھا اور سید صاحب حکیم فاروس کے مکان پر آیا گرد مکان پھر احب کہیں راست
 نہ پایا کوٹھے پر کنہ پھینک کر گھر میں داخل ہوا دیکھا حکیم فاروس ایک حجرہ میں سو رہا ہوا وہاں سے خواب گاہ شاہزادہ بدیع الزمان
 میں آیا دیکھا کہ پلنگ پر سو رہے ہیں اسنے تلوار نکالی اور زرا سا ملا مرت اس خیال سے کہ چا جان جاگ اٹھیں جسم میں کو نچا و پنا
 خیرے باشند کا مضمون ہوا جب تو اسکو غصہ آیا اور چادر اٹھ کر ڈانٹا کہ چا جان میرے ڈر کے مارے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا میں خشک
 جان سے نہ مار ڈالو گایا کہ خیال کر کے دیکھا تو بچاے بدیع الزمان کے تکیہ پلنگ پر رکھا ہوا پھر قاسم کا غصہ کے ارے عجیب حال
 ہوا تلوار سے تکیہ کے چر پر پڑے کر ڈھے اور وہاں سے حکیم فاروس کی خواب گاہ میں آیا آنکلی ٹانگ پر کڑے جھٹکا دیا حکیم صاحب
 کی آنکھ کھل گئی ایک سیاہ پوش کو کھڑے دیکھا حبت تک حکیم فاروس غل چاہے شاہزادہ قاسم سے کہ پوچھے شاہزادہ سے
 نے کہا کہ حکیم صاحب تسلیم عرض ہے یہ فرمائیے کہ آپ کے صاحبزادے کہاں تشریف لے گئے میں انکے مارنے کو آیا تھا وہ میرے ڈر
 سے پہلے بھاگ گئے اب جو وہ آئیں تو آئے کہ بتا کر چا آج تم میرے ہاتھ سے بچ گئے ورنہ تمھارے پڑے کر ڈالتا حکیم فاروس
 کا یہ حال ہو کہ مارے ڈر کے کچھ بات منہ سے نہیں نکلتی ہو آخر کار ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ جناب آپ کا اسم شریف کیا ہو اگر بدیع الزمان
 آگیا تو میں آپ کا کیا نام بتاؤں گا قاسم نے کہا نام کی کچھ ضرورت نہیں ہے جب بدیع الزمان آئیں تو آئے صاف صاف کہہ دینا
 کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو ونگل رستم مجھے دید و در نہ کیوں اپنی زلیست پر حرف لایا جاتے ہو یہ کئے حبت کر کے کوٹھے پر ہو چکا
 اور کس کے محارے سے بیچے اتر کے روانہ ہوا اور شاہزادہ بدیع الزمان گردن لٹکائے رات بھر خوب چلے دیکھے
 قریب صبح وہاں سے اپنے گھر میں آئے حکیم صاحب کو نہایت شہر یا کیفیت مزاج پوچھی حکیم صاحب نے ساری نقل

گزشتہ بیان کی اور کہا اگر بلیغ الزمان مناسب یہ ہو کہ میں تم کو ایک اور مکان میں پونچھا دوں جو شخص تمہارے مارنے کو آیا تھا نہ معلوم تم سے اس کو کمان کا غنا دے اگر آج پانچ پانچ برس ہوئے تو بیشک وہ مار ڈالا دیکھو تیرے پرزے پرزے کو کے چلا گیا میری تو اس کے ڈر کے مارے عجیب حالت تھی جب وہ یہاں سے چلا گیا تو میں یہی غیبت سمجھا ورنہ مجھے اپنی زندگی سے ناامیدی ہو چکی تھی یہ بات شاہزادہ عالی مرتبت نے کہنے لگا اور کہنا کہ حکیم صاحب اپنے بیٹا بھی یہ وہ شہزادہ ایک قاسم یعنی فضل تغیرن تھا مجھے ملنے کو آیا ہو گیا جب پانچ پر نہ پایا تو غصے سے تیرے کو تلواری سے کاٹ ڈالا یہ قاسم بڑا شور و ہشت دیوانہ مزاج ہو کل دربار میں ہوا ایک ہلو ان کے آگے لانا تھا جسکی آگے چھپک جاتی تھی کہتا تھا وہ مرا بھلا اس سو سے کا کچھ علاج ہو وہ مجھ میرے اور کسی سے ڈرنا نہیں میں ہوتا تو اگر گوشالی دیدیا وہ چکا بیان ہے چلا جاتا پھر کچھ حرفش نہ کرنا حکیم صاحب نے کہا کہ وہ دلکش رستم مانگتا تھا اسکا مطلب میری سمجھ میں بالکل نہ آیا بلیغ الزمان اس بات پر خوب ہنسنا اور کہنا بیشک بی لوانہ ہوگا حکیم صاحب طلب نشانہ لگا دیکھتے ہیں کہ کون سا

وہ کہ داستان جرات و شوکت بیان مردم ربا سے زین جنگ شیر بیشہ جنگ دریا سے شجاعت مالک ملک جرات و ہمت خدیو صولت و شوکت خسرو قوت و طاقت حلقہ فلک گوش گردن کشتان و زیر کنندہ ہوا و انان نامہ آوران سلطان شاہان شاہان و اما و نو شیروان و شہپال ابن شہنشاہی امیر باتو قیر حمزہ صاحب قرا کو ثابت ہونا کہ شاہزادہ بلیغ الزمان کو ایک نقابدار مرصع پوش لگا کر لیلیا اور قاسم بھی اپنے چاچی جتوین چلے گئے اور اڑھائی سو سوار چوری گئے پھر امیر باتو قیر کا تلامیہ پھر نا پھر مظفر قاریابی کا امیر کوہ پوش ترکے ترکہ قرار کرنا کنندہ جیشدین پھر عرد کا تلاش امیر من نکلتا اور عجائب عیاران اور سرداروں کا معلوم ہونا اور جنگ جوں لشکر اسلام اور خیر خان بن گنجاب سے اور شلیخ خان بن گنجاب سے بشراکت لشکر کا دنگلی گاؤ سوار کے کہ مدد کو آئے تھے اور مسلمان ہونا اسکندر کوئی اور اسکی دختر کا کہ نام اسکا فغانہ ہو اور رہائی سب سرداروں کی پھر کرب کا سبکو عہدہ لیکر مراجعت طرف لشکر اسلام کرنا۔ ساقی نامہ

پلا سا قبا بادہ لال رنگ	کہ زندون سے بچانے میں ہو	اسے بھر کے لالاب سے انہیں	کہ در دورہ دور چرخ برین
گروہ نہ دے ادوہ مشق قاک	کہ بیوشی کا حسین ہو انتظام	نہ عیار بان نو دکھا ساقیا	ترال مصفا پلا ساقیا
اسے کچھ دیکھ کر دکان کی خبر	کہ بین فانی نہ آج تیرے کو	ہوا چاہتی ہو وہ جنگ جوال	کہ بچانے ہو خون سے لال لال
نہ آئین نظر جام اور نہ ہوا	نہ محمد نہ قرا ہے نہ کس نے تو	سحر بس نفی سے کیا کام ہو	بہت اپنے مطلب کا اک نام ہو

اشعار مرے آنکھوں کے آگے آگیا بچو نہ دینا	بہشت موت ساحل دیان خوش میں دینا	لنگار چاہے ای غوامس تو جلدی نکال سکو
خدا جانے کہ کیا بچو گئے شہد کے گوش میں دینا	خوشی اور گویائی مری اُن کے سے تیرے	سکونت میں یہ قطرہ ہو گھر تو جوش میں دینا
سرک جاوے جو میری چشم سے گشتہ دینا	نہ دیکھا ہو کسی نے ایسا اپنے ہوش میں دینا	کیا جو ضبط گریہ تو کیا کوزے کو دینا

کبھی دل کھو گزریا تو آیا جوش میں دریا معر نویندہ و فر و جواب نہ نمودند از قدام و فر شتاب کشور کشایان اہم عیاری و سٹے کنندگان مزل طراری و کم شدہ گان بہت و شجاعت و برنہندگان مولت و شوکت نشان قلم لشکر ظفر چشم میدان و دشت و سفر قوطاس ملک اساس پر قلم کر کے کا زار رفعت میں روان کرتے ہیں کہ جس وقت مردم ربا سے زین جنگ شیر بیشہ جنگ نہنگ دریا سے شجاعت مالک ملک جرات و ہمت خدیو صولت و شوکت خسرو صولت قوت و طاقت حلقہ فلک گوش گردن کشتان و کشت دست دہندہ ہوا و ان نامہ آوران سلطان شاہان شاہان و اما و نو شیروان و شہپال ابن شہنشاہی امیر باتو قیر حمزہ صاحب قرا کو ثابت ہونا کہ شاہزادہ بلیغ الزمان کو ایک نقابدار مرصع پوش لگا کر لیلیا اور قاسم بھی اپنے چاچی جتوین چلے گئے اور اڑھائی سو سوار چوری گئے پھر امیر باتو قیر کا تلامیہ پھر نا پھر مظفر قاریابی کا امیر کوہ پوش ترکے ترکہ قرار کرنا کنندہ جیشدین پھر عرد کا تلاش امیر من نکلتا اور عجائب عیاران اور سرداروں کا معلوم ہونا اور جنگ جوں لشکر اسلام اور خیر خان بن گنجاب سے اور شلیخ خان بن گنجاب سے بشراکت لشکر کا دنگلی گاؤ سوار کے کہ مدد کو آئے تھے اور مسلمان ہونا اسکندر کوئی اور اسکی دختر کا کہ نام اسکا فغانہ ہو اور رہائی سب سرداروں کی پھر کرب کا سبکو عہدہ لیکر مراجعت طرف لشکر اسلام کرنا۔ ساقی نامہ

پرع الزمان عالی وقار امید سے حال شکر کسی جانب کو گئے انکا بھی نشان نہ ملا اور علاوہ اسکے اڑھائی سو اران سواران
 لشکر بارہ صدقہ تیزن صف شکن یعنی لندھوورین سواران گرد و مالک ژور و بہرام گرد و خاقان مالک ختن و طروش
 تیزن و مرزبان خراسانی و شہسپاں ہندی وغیرہ ایسے ایسے سردار لشکر تیز کر سے چوری تھے یہ شکر امیر باتوقیر کو نہایت
 عظیم ذکر و ترود و غینہ و غنیمت تھا سکوت میں بیٹھے تھے کہ پلوان غادی نے آکر عرض کیا آج تلاء کا دن حضور کا ہر ستنے ہی کے
 باتوقیر نے بعد جرات و بہت فرمایا بہتر اچھا آج میں تلاء کو ہڈوں کا وقت شام بند انتظام امیر شیر گز مقبل و قادار و عمرو بن امیہ نامدار کو
 ہمراہ لیکر لشکر فروری ان کے تلاء کو گئے بعد چند ساعت کے گرد و پیش چکر ایک مقام پہنچے اور نہایت شربت کباب برپائی جب سب کی
 شراب کم ہوئی عمر و کو وہاں سے شراب لینے کے بھیجا تاہین پر واضح ہو کہ جب عمر و بوسے شربت لشکر کیون گئے انکا مظہر قاریابی لشکر امیر
 مقام تانیر پر آیا اور ہاتھ میں اسکے ایک شیر برج کا کاسہ نہایت لطیف و عمدہ آبدار خوش ذائقہ لرا لرا تھا جس امیر باتوقیر کے اسکے
 لاکر رکھ دیا اور کہا امیر اب میں نے پروردگار عالم کی نذر مانی یعنی خیال کرا تھا کہ یہ کاسہ شیر برج کسکو کھلاؤں کوئی تبرک بخش ہو تو
 اسکے سامنے پیشکش کروں اے اب اس وقت تیرا حال معلوم ہوا کہ آب و غورش بارہ خوشگوار میں مشغول ہو بس تجھے زیادہ تبرک کون ہوگا
 یہ شیر برج ہم اللہ کے نوش کرا امیر شیر گز وہ کاسہ شیر برج دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ رزاق مطلق نے میرا میں وقت شب ایسی نعمت
 عنایت کی شکر نعمت عظمیٰ کا نام ہے اور کھانا چاہیے یہ لگا امیر باتوقیر اور مقبل و قادار و جزائرا ناما نے وہ شیر برج نوش کی پس کھاتے ہی
 بیوش ہو گئے مظہر قاریابی نے دونوں کا پتارہ باندھ کر نیچے پر لٹا اور نیچے بھاگتا بیان عمر و عیار بن امیہ نامدار جو شراب لیکر
 آئے دیکھا امیر بن مقبل و قادار بن عمرو کھریا چار طرف دوڑا دیکھا تلاش کیا مگر کین نہ پایا پست کر لشکر میں آیا فوراً بادشاہ
 مجاہد الواعزم و نامدار سعد بن قبا و شہر یار سے عرض کیا کہ ای خداوند حضور گیان طور امیر باتوقیر حمزہ صاحبقران اور مقبل و قادار
 کو تلاء چوسے کوئی لے گیا اور بیان مظہر قاریابی نے امیر اور مقبل کو گرفتار کر کے بیچ کر گنبد جمشید میں قید کیا یہ سکر بادشاہ مجاہد
 نے عمرو بن امیہ نامدار اور عیاران عالی وقار سے کہا کہ جلد جاؤ اور چار طرف تلاش کرو اور پتا لگاؤ جگہ عنایت خیر آ کے سناؤ
 حکم حکم شکر عمرو عیاران طرار چار طرف فرود آؤ روانہ ہو سے اور حال ناظرین باتمین ملاحظہ فرمائیں کہ شلیت خان
 بن گنجاب و خنجر خان بن گنجاب یہ دونوں بد ذات سورا سرفیل قدرت یعنی گاؤں کی گاؤں سوار کی لگک کو آئے ہوئے تھے
 انھوں نے سنا کہ امیر حمزہ صاحبقران نامی نام آوران و سلطان شکوہ مع اڑھائی سو اہل لشکر و سرداران سرگروہ کے گرفتار ہو کر
 گنبد جمشید میں قید ہوئے ہیں اس سے بہتر کوئی اور وقت ہاتھ نہ آئیگا ابھی لشکر اسلام خوش انجام کو مارا ہوا ایک ایک سردار زار
 کاسرین سے اوتار لو یہ سوچ کے شکوہ انھوں نے بلبل غلی جوادی اور فوج کفار نابکار کو نکر پوچھا کہ کل لشکر اسلام سے مقابلہ ہو چکا ہے
 فوج میں کمر بند ہی ہونے لگی ایک ایک سپاہی ایک ایک سردار اسلحہ تن پر درست کرنے لگا کر پست کرنے لگا بیچ ہونے ہی ہو چم
 بندی ہوئی سپاہیوں کے غول چلنے لگے سردار خیون سے نکلنے لگے میدان میں فوج کفار نامور و نابکار صف آرا ہوئی کاسے
 کاسے پھرے نشانوں کے کھل گئے پلوانان نامی سب رٹلے پر تل گئے ہزار ہائے فہم ہوئے نوسے جوارون کے اہم ہدم
 ہوئے برق کے مانند سانپن چکے گئیں نامردوں کی چھاتیان دھڑکنے لگیں چلوں سے تیرے کائین کو کھینچیدل بڑھے سواروں
 نے ٹھوڑوں کی باگین میں چاؤش نوے مارنے لگے بڑھے بڑھے کے پکارنے لگے اے پلوانان جوار و اے نام آوران نمودار اؤ
 سرداران نومی وقار و گردن کشان جرات شہار ہوشیار باش یہ روز نام و ننگ ہر لشکر اسلام میا سے جنگ ہو قدم آگے بڑھاؤ
 لڑائی میں جانیں لڑاؤ اپنے جہ و آہا کا نام کرو کارزار میں وہ کام کرو کھواری دیکھنے کا وقت ہو جرات دیکھنے کا وقت ہو
 نقاب نبردلی چہرے سے ہٹاؤ تلوار پکڑ کے موکہ میں آؤ بڑھے بڑھے کے براچھے جانا چاہیے ہر جنگ مخالف کو دیکھنا چاہیے جب لڑائی
 موکہ کی فتح کر دے انھام میں نرد و جواہر سے سپرین بھروسے کر لکیتوں نے جو یہ دفتر دیرری و جو انردی امنگاندہ و بادشاہ

لکھو لکھ بیان کرنا شروع کیا فوج کا دل بالٹھون بڑھا سپاہی سپاہی سوار پر سوار نے ریل کیا ادھر لشکر ظفر کی کو بادشاہ اسلام محمد بن قباد
نہ زندہ فرجام نے حکم صفت آرائی دیا کہ بوجوان نے لشکر اسلام کو درست کیا ایک ایک گرد لشکر شکن جو اندر ملین رستم صورت و تہن سیرت
مفرق بہ سلاح جنگ لیں و دور شجاعت و نام و ننگ بے درنگ لڑنے کو تیار داب میں تیغہ آبار ہاتھ میں نیزہ و خو خوار دوش پر کمان کیانی
ترکش تیرون سے جہاز و الم سے خیر و نیکان لٹکا ہوا برابر جھاتے تانے کھڑے ہوئے باوہ شجاعت و بہت سے سرشار آنکھوں میں لڑکا
بہادری کا قہار جھوم جھوم کر نوسے کرنے لگے شیرازہ پلنگانہ ہاتھ قبضہ شمشیر پر رکھ رکھ کے لشکر و باہ کو دہم دھمکنے لگے جوش و دور شجاعت
یہ کہ لشکر حسد بیت پر جا پڑیں پروں کو سہار صفوں کو تہہ بالا کریں اگر سلیمان رعب و جلالت بادشاہ مجاہد محمد بن قباد و فرخ نہا حکم ہے
تو فوج حریف کو چونٹوں کیلٹ سے مسل کر پھینک دیں ایک ایک کو نوک نیزہ سے ترسیر پڑھا اٹھا کر زمین کا پیوند کریں اسلحہ سار

ہوا ایک ایک رن میں قرنا کا جوش	لگے کرنے باجے ہزاروں خروش	ظلم کا ناکو سون زمین ہل گئی
پرے سے پرا صفت سے صفت مل گئی	مقابل ہوئے دونوں لشکر ہدم	مبارز طلب سب ہوئے دمدم
بھڑکنے لگے جابجا بید رنگ	سواروں کے گھوڑے کیت و ننگ	جوان ہاتھ قبضوں پہ ڈالے ہوئے
دیسری سے بھانے سینھانے ہوئے	بڑھے جب نمودار جسنگی جوان	وہ داب داب کے پیچھے بے پہلوان

جب دونوں طرف لشکر مقابلہ میں صفت آرا ہوئے ادھر کرب فازی شیرمیشہ جان بازی اور بادشاہ سکندر پناہ محمد بن قباد شہر پار
نمود و نامدار اور سرداران و ہوتار و عیاران طرار مستعد جنگ بید رنگ ادھر لشکر کفار جفا کار و نابکار بدلی سوار بارادہ عدال
و قتال تیار ہیں خیر خان بن گنجاب و شلیط خان بن گنجاب سرگردہ فوج و دیاسوج میں ہیں خیر خان بن گنجاب نے گھوڑے
کو گولڑا کیا صفت سے نکل کے ہزار ہا ہوا نعرہ کیا کہ ہاں کوئی بھی ایسا ہو کہ میرا مقابلہ میدان کارزار میں کرے قبضہ شمشیر آبار
پر ہاتھ دھرے ہر ایک بہادر و دلور نے ایادہ کیا کہ گھوڑا چھیر کر پے سے نکالوں برہمے پڑے اٹھالوں کرب فازی شیرجازی نے
اشارے سے سکو منع کیا اور پاؤں کے تیز رفتار گولڑاؤں غول سے آگے بڑھاؤں کہ یکا یک ایک سمت سے ابر زمر دی تگاد
پچھے آس ابر کے گھٹکھو رکھنا سرخ اٹھی اور گولڑا زمر دی اڑی کہ آسمان نیلی پوش آس گولڑا زمر دی سے چھپ گیا نہا لہا سے خشک کے
پتے زرد زرد و چوپ سے تو لے ہوئے کھڑے ہوئے وہ گیارہ خزانہ صحت خورشید سے مرجھائی ہوئی آس گولڑا زمر دی سے
سر سبز نظر آنے لگے جب دامن گرو چاک ہوا دیکھا دوسو اسب مبارقار پر ایک نقاب زمر دی پوش دوسرا نقاب زمر دی پوش
سائے آئے مگر نقاب زمر دی پوش نے وہین سے نعرہ شیرازہ کیا کہ باش او مرد و داری میں آن ہونا شعر نم شیر زن رستم کارزار
کہ مرکوب کفر و فطالت شکار ہے جب وہ نقاب زمر دی مقابل آس نابکار کے آیا خیر خان بن گنجاب نے نیزہ اٹھایا چاہتا ہو
کہ بند باندھ کے نیزے کو سینہ بے کینہ کی جانب ٹکان دے کہ نقاب زمر دی نے پیچھے ہٹ کر پھرتی سے نیمہ سر شکاف کہ جسکی دھوم تاف سے
تاف تاف کرے کھینچا جھپٹ کر ایک ہاتھ جو مار نیزہ اندھنیکر خشک کے قلم ہوا و گھڑے ہو کر چار ہاتھ اوٹھا ہو کر بچے پر ہمارے
گر انسان نیزہ فلی پٹھے میں اسکے گھوڑے کے ورائی گھوڑا اسکا زخمی ہو کر چراغ پا ہوا اچھلا کودا آخالف ہو گیا کہ خیر خان بن گنجاب
گرتے گرتے بجا گردن سے رہوار کی پٹ گیا سرورائے لشکر کے جو گھڑے ہوئے تاشاد کچر رہے تھے مقہر مار کر ہنس پڑے نقاب زمر دی
کہا و نعر و سنبھل سنبھل ایک ہی ہاتھ میں گھبرا گیا گھوڑے کو چھکار کر سائے لایہ سکر خیر خان بن گنجاب کو غصہ آیا تاوانج
کھا کر گھوڑے کو دھیر کیا برابر نقاب زمر دی کے اگر تیز سیاہ نام میان سے کھینچا ہاتھ مارا نقاب زمر دی نے خالی دیکر کالی پر ہاتھ ڈالے تیغہ ہٹا
پھین لیا اور بند دست آس ملوں کا دست زبردست سے تمام کر سر سے اوٹھا کیا اور دبا و بار پنی دیکر عمر و عیار بن ایسہ دم
نامار کے آگے پھینک دیا عمر و نے فوراً حلقے کند مار کر اسکو گرفتار کیا اور اپنے عیاروں سے کھا کر اسکو بجا کر لشکر میں خوب
جگڑ کے تیکر دیکر نقاب زمر دی کا قہار نہ پھر کر آواز دی امیر عمر و عیار بن ایسہ نامدار امیر با تو قیر حمزہ شیرگیر صاحبقران عالی شان

کہان میں عمر و نے کہا کہ امیر اور قتل و قمار کو نہیں علوم کون پکڑے گیا ابھی کہیں تپانین لگا تھا بار نے کہا کہ خبردار جلد کو شش و ستون
 کے امیر کا تیار کیا و ڈھونڈا کر لاؤ نہیں تو سب بڑی طرح پیش آؤ گئے بلکہ تیغ و زین کا پھر بچہ انہماکی تو لگا آواز دی اس لشکر کفار
 و اس سرداران خلافت شہار اور کسیکو حوصلہ و لولہ جنگ ہو کر مقابلہ کو میرے آئے سرداروں نے اس کے قبل امان بجا دیا لشکر بھی
 ہلے گیا و پشت سے کسی سامنا نہ کیا ایک ایک کا منہ دیکھنے لگا تھا

تیسے صف میں چھ لڑیاں ہو	سلا یا بڑو میں نالان ہو	ہوئی جملہ سردار کو یہ شکست	ہو جاو حوصلہ ہر سپاہی کا گشت
خلجی کارا مان کے سپاہی ہو	پڑاؤ کی جانب وہ راہی ہو	ہو انشہ سب و لوے کا ہرن	اسٹین گھنٹین ہو گئے شل

مرد پوش و نقابدار سرخ پوش عمرو سے تاکید جستجو سے امیر شیرگیر کر کے روانہ ہوئے لشکر اسلام بیتی و فریزی و بیکنام اسطون چلا عمرو
 عیار بن امیہ نامدار بلا سے جستجو و تلاش امیر با تو قیر ایک سمت کو روانہ ہوا ایک صحرا میں پہنچے کہ انکو پیاس کی شدت ہوئی و محبوب
 کی صفت ادنی پانی کی خواہش حتی کہ دلکھا راہ میں سامنے ایک چرواہا بھیرین چارواہ عمر و اس کے پاس آئے اور کہا کہ کہیں پانی ہو
 بلا اس چرواہے نے کہا کہ پانی تو نہیں ہر میں بھیرون کا رودہ و دودھ و ن تر پی لویہ لکر چرواہا اٹھا اور بھیر کا رودہ و دودھ کر
 امین بیوشی ملا کر ایک پیالہ بھر کر عمرو کے سامنے لایا عمرو نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور دودھ کو دیکھ کر دل انکا کھٹکا کہا امیر عمرو اس
 دودھ میں کچھ ملا کر ہرگز نہ پی تو یہ سوچا وہ دودھ زمین پر پھینکا یا درانٹھ کے چلے گئے ناظرین پر واضح ہو کر وہ چرواہا ارشاد لقب ان
 تھا عیار اسکندر کوئی کا جو ہزار در سے کا مالک و حاکم ہوا ارشاد لقب زن نے جو عمرو کو پہچان لیا تھا جب تو بیوشی دودھ میں ملا کر
 خواجہ عمر و کو دیا تھا عمر و نے ارشاد لقب زن عیار کو نہ پہچاننا تھا فقط قیاس سے اس دودھ میں شک پایا گیا جو خواجہ عمر و نے
 پھینکا یا اور محو کی طرف روانہ ہوئے جستجو سے امیر با تو قیر میں چلے بیان چار عیار ایک ملک بلطانی و دوسرا ابوالفتح اصفہانی
 تیسرے بزرگ خطائی چوتھا ابوالخیر لاسکانی یہ چاروں طرف بیخانہ کے آئے کہ قریب لشکر کے قناتہ دختر اسکندر کوئی شاگرد ارشاد
 لقب زن نے دکان شراب کی رکھی ہو اور فروش بکر چینی ہو اور سازندہ قمر و زہر بنائے ہیں وہ دونوں بیٹھے ہوئے چلے
 بجا رہے ہیں اور گارہے ہیں اور یہ فروش سست بادہ و نخت و غباری سے سرشار ہر گھڑیوں میں قریب و فتنہ کا شمار ہو کر یہ چاروں
 عیار اوسے پھرتے ہوئے اس بیخانہ کی طرف آئے انکو بھی جام بادہ سرخ کی چاہ ہوئی تقدیر گراہ ہوئی فروش نے ایک جام بادہ
 بیوشی کا چارون کو دیا ان چاروں نے پی لیا تو را کے زمین پر گرے چاروں بیوش ہو گئے سازندہ دن نے گانا بجانا موقوف کیا
 سازانٹھ سے رکھ دیا چاروں کا پستارہ باندھ کر دکان سے لے نکلے طرف ہزار در سے کے چلے بیان اسی صحرا میں سر راہ خواجہ عمرو
 ایک برہمن کی صورت بنے ہوئے کنوین پر بیٹھے گئے مسافروں اور راہ گروں کو پانی پلاتے تھے کہ دونوں عیار قمر و زہر پستارہ ہوش
 دہانتے کانپتے پستارے پشت پر دے آئے ہن ماہ میں سن رنیم سے عرف عرف ہوئے طلق سوکھے پیاس معلوم ہوئی پانی کی تپاہ کی
 اس برہمن کے پاس آئے کہا پانی پلا پیاس بجھا آئے کہا میں تلو پانی نہیں پلاتا کہ کون ہو کہاں سے آئے ہو یہ پستارہ لاپہ کا باندھ
 لائے ہو دونوں قمر و زہر خیاردن سے کہا کہ ہم ضرور پانی سپین گے جب تو خواجہ عمر و نے پانی کا طرف ہاتھ سے رکھ دیا اور بچہ پھینکا بیان
 دونوں نے پہچان کر یہ خواجہ عمرو بن امیہ ہو دونوں بھاگے اور خواجہ تقاب میں آئے دوسرے اور لٹکا را کہ کہاں بھاگے جاتے ہیں
 آپو بچا یہ شک کر خواجہ قریب دونوں کے پہنچے وہ دونوں قریب دہلے لقب کے آگئے تھے پس دونوں نے پستارے دونوں سے
 لقب میں پھینکا یہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی کو دین کر خواجہ نے کندہ مار کر دونوں کو گرفتار کیا اور پستاروں کو کھو لکر عیاروں کو اپنے نکالے
 بنیاد کیا پھر خواجہ قمر و زہر دونوں کو گرفتار کر کے لشکر میں لائے اور قید کیا پھر سوچے کہ وہ چرواہا کہ جس نے پیالہ دودھ کا دیا تھا یقیناً
 وہ بھی عیار ہے چلے اسکو بھی گرفتار کرنا چاہیے یہ سوچ کر خواجہ فوراً چلے اور چرواہے کو لوکا کر تو کون ہو نام تیرا کیا ہو یہ سنتے ہی وہ چرواہا
 اٹھ کھڑا ہوا اور کئی سے ہاتھ نکال کر بچہ پھینکا اور جھپٹ کر خواجہ کو مارا خواجہ نے خالی دیا خواجہ نے ہاتھ مارا آئے بھی خالی دیا

پھر ان کے غور کیا کہ منہ ارشاد نقب زن عیار اسکندر کوئی اور پھر باتیں کیے کہ مارا خواجہ عمر و نے بڑھکے تلوار پر کاٹھا اور بیان ہاتھ
 قبضہ شمشیر پر ڈال دیا چاہا کہ اسکو پکڑ لیں ارشاد نقب زن بھی یہی سمجھا کہ اب خواجہ بھگوان لنگا فوراً تلوار ہاتھ سے چھوڑ دی اور بھاگا خواجہ بھی
 پیچھے دوڑے اور لنگا اسے کہ اوناہ دکان فرار لی کہاں بھاگا جاتا ہوں کیا ارشاد نقب زن کو کچھ نہ بن پڑا اور ذکر وہ نہ نقب میں کوہ پڑا
 خواجہ بھی اس کے برابر چلے اور چاہا کہ نقب میں پھانسی کر لیتے سے آواز آئی کہ بان بان کیا کرتے ہو نقب میں نہ پھانسی کر کے بھگوان
 تو مہتر قرآن میں خواجہ نے کہا کرتے تھے کیوں منع کیا مہتر قرآن نے کہا کہ آپ کا نقب میں جانا صلاح نہ تھا شاید کہ وہ ان خطے کو بے
 جھلس ہوں اور عیار پیچھے بیٹھے ہوں تو مفت میں آپ گرفتار ہوتے یہ خلاف عقل تھا خواجہ نے کہا تم کہاں سے آتے ہو مہتر قرآن
 نے کہا کہ تہاںش امیر ہاتھ تیر گیا تھا ایک سوار میں بھگوان ایک عیار نے پانی میں بیوٹی دی میں پکیر بھاگا آتے آتے قریب ایک دیو کے بیوٹ
 ہو کر گر آئے بھگوان حوٹا جانے پایا میں وہیں پڑا رہا اسوقت بھگوان بیوٹ آیا تو میں وہاں سے لپکا ہوا خواجہ نے کہا کہ اچھا تم بیان
 کر ہو من لشکر میں جاتا ہوں اور عیاروں کو ساتھ لے کر اس کو فروش کوارتا ہوں میں نے سنا کہ جب سے یہ مہتر ہوش بیان آیا وہ دکان شکر کی
 رکھی سردار پوری جاتے تھے میں یہ کہ خواجہ عمر و بن امیہ فہری لشکر میں آئے اور لشکر سے پھپھو عیار اپنے ہمراہ لیے دکان کو فروش کی
 طرف چلے بیان ارشاد نقب زن نے پہلے ہی فائدہ کو جو مہتر ہوش بنی ہوئی تھی خبر ہو چادی تھی کہ عمر و آگیا ہر تم نکل جاؤ ورنہ گرفتار
 ہو جاؤ گی وہ قبل چوٹے خواجہ اور دیگر عیاران لشکر کے فروش دکان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اب جو خواجہ ہوئے تو وہ دکان خالی پانی سا
 دکان لوٹ لی خواجہ مع عیاران ایوس لشکر کو پکڑے اور قہر و زہر دونوں عیاروں کو فروش کے باندھ کر انرا شروع کیا اور کہا جاتا
 کہ یہ فروش کون تھا اور تم چہاڑے لیے کہاں بھاگے جاتے تھے ان قہر و زہر نے کوزے کھا کر کہا کہ وہ فروش فائدہ تھی بیوی
 اسکندر کوئی کی اور ہم یہ پتھر سے وہیں لیے جاتے تھے اب فائدہ بھاگ کر نقب کی راہ سے اپنے عیاروں کے قلعہ اسکندر یہ میں تھی
 کسی پھر خواجہ کرب غازی شیر مجازی اور مہتر قرآن کو ہمراہ لیکر قلعہ اسکندر یہ پر چوٹے دروازے پر قلعہ کے ایک دکان نان پرکی تھی یہ
 دکان نان پر پر مہتر گئے اور روٹی کھانے کو مانگی عمر و نے اشارہ کیا کہ یہ روٹی نہ کھانا قرآن خاموش بیٹھے رہے مگر نان پڑا ارشاد نقب زن
 تھا وہی جو چرواہا بنا ہوا جٹس میں بکریاں چرا رہا تھا اور خواجہ کے ڈر سے بھاگا تھا اب بیان نان پر بن کے بیٹھا ہوا تھا خواجہ کو بھانا
 خواجہ نے اس نان پر سے کہا کہ اس قلعہ کا راستہ کدھر سے ہو آئے کہا میں آدمی تمہارے ساتھ کرتا ہوں وہ تم کو راستہ قلعہ کا بتا دیتا
 اس نان پر سے ایک آدمی کو بلایا اور اسکو بخوبی کچھ چیکے سے سمجھا یا گھر سے کدھر کے اس آدمی کو خواجہ کے ہمراہ کر دیا وہ آدمی خواجہ کو کدھر
 پھر کیڑن لیتا مہتر قرآن دکان پر بیٹھے رہے جب خواجہ ایک سوار میں اس آدمی کے ساتھ چوٹے اس آدمی نے آواز دی کہ ارشاد
 نقب زن نے خواجہ عمر و بن امیہ فہری کو میرے ساتھ بھیج دو مار لو بس یہ سنتے ہی چار طرف سے کھانا ان جٹ تیار ہوا بکریاں پر وہاں ہر
 خواجہ پر اپنے تلواروں کی برق چمکنے لگی ابر تیر و تار ان کفاروں کا چھایا خواجہ دیکھ کر گھبرائے تو اسکی پیٹھی یہ دیکھ وہ سیزون تو اسکی
 تیر ہستی کھار برق شمشیر خواجہ سے چلنے لگی غر محکمت سے لغزنا بکار ہاتھ سے خواجہ کے واسطے چھوڑا خواجہ کا ہاتھ تھک گیا
 بڑھ کے تلوار مارنے میں پیچھے ہٹتے ہیں جب دیکھا خواجہ نے کہ اسقدر میں نے کھار کشتہ کیے مگر مہتر میں بس کھائے حقہ ہوشی وہ چارہ تھے
 جو کدھر جٹیل میں دعوان و حار ہو گیا تیری بھاگتی کسی کو کچھ نظر نہ آیا خواجہ پاس کے چلے آئے اور اسی نان پر دکان پر اس کے مہتر
 قرآن تیار دیتے ہیں اس نان پر کوہ و ہر ارشاد نقب زن ظالم پر بن ہو مہتر قرآن پھر ایک آئے اور ارشاد نقب زن دکان سے
 کوہ و ہر بھاگ کر قلعہ میں چلا گیا بیان مہتر قرآن سے اور ارشاد نقب زن سے شکر و دونوں سے دکان کے لئے بھاگ چل رہا ہوا
 یہ اکیلے میں اور انکی جمعیت ہو اور خواجہ نے جو دکان خالی پائی یہ چرلو کے دکان پر اسباب روٹیاں بونٹنے کے مہتر قرآن آواز پڑا
 کہ کہ آساؤ و میں اکیلا یہ کچھ کثیر خواجہ کہتے ہیں مارے جاؤ و تم ساتوں کو میں یہ روٹیاں اور سالن کا پیلہ تو انھوں نے دفتہ یہ
 کھانا ضائع ہو گا یہ کہتے جاتے ہیں اور روٹیاں داخل زمیل کرتے جاتے ہیں سالن کا پیلہ بھی اٹھا کر نہ زمیل میں داحسنل کیا

رویان انھائیں سب سمیت سبٹ زبیل میں رکھ لیمن سیناں بھی کٹورے بھی پیاسے بھی سب زبیل میں صندوقہ کا کرسمین بھی پیسے کچھ روپے تھے وہ قبضہ میں کیا سب سبب زبیل میں داخل کر کے اب دکان سے اترے اور تلوار کھینچ کر خواجہ بھی لڑنے لگے کہ گاہے کرب غازی نامور و نامدار نظر کر دے شیر پروردگار نے جو دور سے دیکھا کہ خواجہ اور مترقران سے تلواریں سی ہوئیں سے شمشیر آوار ہنسنا قبر و نقب کھینچی اور لاکار کے آٹھ سے سیکڑوں کو داخل جنہو کیا غرضکہ ارشاد نقب زن کے شارد خیال کر قلوب میں چلے گئے اور سکندر کوئی سے کیفیت معربان کی اور کہا کہ خواجہ عمرو بن امیہ خمری اور شاگردانکے مترقران اور کرب نامدار زیر قلعہ جنگ و جدل کر رہے ہیں یہ سنتے ہی اسکندر کوئی دس ہزار سرداران نامور و ہونامان دی ہنسٹیکر مع کید زنی ساور لشکر کے بعد پیش و خنب قلعہ سے نکلا اور آتے ہی جبل جنگی جو ایما ہلونون نے نعرہ کیا بڑے بڑے کے لاکار سیکڑوں تلواریں کھ کین ابر سیاہ لشکر کفار میں برقیں چمکنے لگیں تلوار چمکنے لگی جنگ مغلوب ہو گئی اور خواجہ عمرو بن امیہ خمری و مترقران و کرب نامدار جوان بعد غزو شان بین انھون نے ساتھ ہی خسام اشقام کھینچی اور شل شیر غضبناک فول میں جس کے قتل کرنا شروع کیا جسے ہاتھ مارا دے کر سے اندر سے زور و قوت و طاقت کرب غازی صاحب شجاعت و صاحب ہمت و شوکت جسکو انھار زمین پر ٹپکا ترپ کر گیا کشون کے لپٹے ہوئے لاشوں کے انبار

گاہ کے خون کا دریا جاری ہو گیا	ہولی جنگ مغلوب وہ آشکار	کہ خواہوا خون سے لالہ زار	ہزاروں اور کافر و بد شعار
اور مترقن نامی جوان نامدار	مگر جنہا جنگ غازی دین	فلک کا پناہ تر گئی سب زمین	ہوا دشت میں خون کا دریا رواں
نظر آ یا شل جناب آسمان	وہ تیج سرفشان کی انکی چک	بھپکتی تھی ہر بار چشم خاک	جسے ہاتھ مارا وہ دھ ہو گیا
غور و فکر و فکر ہو گیا	کیسکا جد اتن سے سر ہو گیا	دو پارہ کوئی پر جبکہ ہو گیا	کیسکا کالی سے پنجہ کست
کسی سیم کا سب شکنجہ کست	کیسکا جو شلتے سے ہاتھ اڑ گیا	لڑائی سے منہ پیچے کو مڑ گیا	لڑائی ہوئی ایسی ہمسان کی
پڑی ڈر سے ایک ایک کو جاگی	مگر کرب غازی جو خیال کرتے ہیں	کہ اسقدر کا قتل ہوئے ہیں	اور مجمع کفار میں ہونا ایک فول

میں خواجہ عمرو و زربہ بین ایک سمت مترقران فول میں خویر نری کر رہے ہیں کرب نامدار بعد فرود فرما تھے شمشیر اڑاتے ہوئے قریب سکندر کوئی آہو پنے سکندر کوئی نے جھپٹے کے تیغ فولادی کا وار کیا کرب غازی نے خالی دیکر ایک ہاتھ قبضہ شمشیر پر لٹکے جبکہ دیکر ہاتھ سے سکندر کوئی کے تلوار کھل آئی و مترقن کرب نامور نے بند کر میں ڈالنے حور سے اٹھ کر اور ادھار کے چاہ کر زمین پر مارین کر کید زنی لاکار کر قریب آہو پنا اور آتے ہی ہاتھ مارا کرب غازی شیر جاری نے اسکندر کوئی کو پیاسے پر کیا و اڑا شکا خالی دیا ہاتھ کید زنی کا جو خالی پڑا تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی ہاتھ چھوٹا ہو گیا کرب نامور نے بایان ہاتھ بڑھا کر کر زرخیز میں ڈاکر اور ٹھوڑے سے اٹھالیا اور دونو کو بیخ دیا اور کہا انہو کو کافر و بد شعار و نوکھرا لاکار کا سہر جہا کر دون بل یان لاواہم قبول کر دو و نون نے اسی ہندی پر دست بستہ پاواڑ بند پکار کر کہا کہ بھو بھدق ول اسلام قبول ہو اور مترقن شکست خوردہ نے چادر لٹائی اور امان امان پکارے اور سے خواجہ نے کوازدی امان بشرا ایمان جسکو اسلام قبول ہو وہ اور دست بستہ چلا آئے امان پاسے کہ لشکر ایان لے اور جوڑنگ کفر سے سیاہ قلب تھے انھون نے تنہا پیر اور ہمراہ ارشاد نقب زن عون کے میدان جنگ سے شکست خوردہ بھاگے ارشاد نقب زن ان سب مجبورون کو ساتھ لیکر اپنے قلوب میں گیا بیان کرب غازی نے ان سب ایمان قبول کر نیوالون کو امان دی سکندر کوئی اور کید زنی کی بھی جان بچائی رہا کیا سکندر کوئی نے ح کید زنی کو فریاد قدم مبارک پر بوسہ دیا اور ملیح اسلام بھدق ول ہوئے خواجہ اور مترقران وغیرہ قلعہ اسکندر میں گئے اسباب وغیرہ خوب خواجہ نے لوٹا اور داخل زبیل کیا پھر خیمے قلعہ سے لے اور غلہ اسوا کے کرب غازی و خواجہ عمرو و مترقران وغیرہ اپنے اپنے مقام پر فروکش آئے سکندر کوئی کو کرب غازی نے قریب اپنے خیمہ کے رکھا جب شب ہوئی خواجہ عمرو و ہرے شکار کیسٹون گئے مترقران ہو اٹھانیکو اپنی غور کی شکار خند قدم شلنے لگے کہ ناگاہ ایک جوگن حسین خوبصورت نہر پر حیوت سے ہوئے جیسے چلے گئے ابرغید پر چاند سر پہانڈا و سنہرے بال کاٹے کاٹے لٹ کجی طول اٹھاکان سپوش تاکر چھٹے بال بالین گرفتار دل عاشق خستہ جگر سلیمان کالی ہاتھون میں مندر سے سولے کے جواہر گانوں میں خیر

یا قوت و زبرد کچھ راج و تلم کی گئی مین جو راز چھانڈتا ہوا جو بن تھا ہوا سینہ سنا ہوا چہرہ مجھو کا بنا ہوا دوش پر چین ہاتھ کی انگلی تھپرتی
ہوئی حال مستانہ ناز و انداز عیش و نشاط غم و آفت ہر قیامت کی آگ کی
باتھ سے تمام بے دل کیلئے گراشتن ملا آنکھیں و لون و نشی کی خدا نیر کر
لال آنکھوں نے دورے کرکے کون کو گنگا دل تھجھکے کہا تو کون ہر سچ بتایہ گنگے باتھ اسکا پکڑ دیا اس جو کون نے ناز و ادا سے کرب کی گردن مین باہن ڈال دین اور کہا مین قمانہ
دختر اسکندر کو فی ہون تیر جان و دل سے عاشق و فریفتہ ہون کوئی صورت تھاری خدمت مین آنکی سنوئی تھی اب تک جو کون آئی لای
وصل مبتلا سے جدائی ہون قرار دل بیاب کو دیکھے شربت وصال عطا کیجیہ یہ لکھے سب لباس جو تھی اتارا صورت اصلی دکھائی کرب غازی کو
بہت بھائی دیکھتے ہی جمال جہان آرا سے قمانہ مفتون و مقرر ہوئے وہ حسن جمال اسکا چہرہ مثل آفتاب و رخشان رخسار سے شکستہ تابان ہو
گرہ گیر شک سبیل عاشقوں کے دل پھسانے کی زنجیر بدوے خوار بلال عید یا ادبی ہوئی تھوڑے گان ناوک دل دوزخ مین عاشق چھینے آکر تھو
حل لب و لون یا قوت کے ٹکڑے گوہر دندان موتیوں کی لڑی چاہ زرخندان وہ مین عاشق غوطہ کھاسے کبھی نہ ابھیرے سینہ چاند سا گر کینہ سے
بھرا ہوا جو بن ابھرا ہوا بیت جوانی کا عالم وہ جو بن غضب نہ عاشق جو دیکھے ہو دلیر تیب ہ کرب غازی کا دل بے چین ہو گیا بیتاخت
آغوش مین بیافانہ نے کہا مین اسلام قبول کر کے صدق دل سے مسلمان ہوتی ہوں کرب سکارہ کے فریب و کرکونہ کبھی غرضکہ خدایت
منزل لب و لب مین کرب غازی کو ٹالابہ تھوڑی دیو کے وہ قمانہ کسی حیل سے اٹھی اور اس طرف گئی جہان اسکا باب تھا اسکو اٹھا کرے بھائی
ابن خواجہ اور مترقران جو اسے خیمے مین کرب غازی کے کرب غازی نے کہا اب خواجہ ابھی مالک جو کون آئی تھی مین معلوم کر چکی گئی
خواجہ نے کہا اسکندر کو فی کو تو نہیں اٹھا لیکنی خواجہ نے جو جاکر دیکھا تو اسکندر کو فی مین بن خواجہ نے کہا اب کرب غازی وہ قمانہ
جیسی اسکندر کو فی کی تھی اپنے باب کو اٹھا لیکنی یہ سنتے ہی کرب غازی اٹھ کھڑے ہوئے اور کوچ کی تیاری کی تھوڑا سا نقب زن پر
چڑھائی کی اور کینڈہ ملی کو تھوڑا اسکندر یہ پر چھوڑ دیا اور جو سردار نامدار و پہلوانان جہاد اسلام قبول کر کے ایمان لائے تھے انکو کرب غازی
نے ہرا دیا وہ تھوڑا شکر آراستہ کر کے طرف تھوڑا نقب زن کے چلے و رفتہ پر جو ہوئے ارشاد نقب زن کو خبر ہوئی اسنے بھی اپنی فوج
کو درستی کا حکم یا جبل بجا یا جاؤش نے صدای کرکج سب سرداران نامور و پہلوانان پر طرہ شیار بارے کارزار چست و چالاک و میاک ہو جائین
گر کل لشکر اسلام و خازیان خوش انجام سے مقابلہ خواجہ عمرو بن امیہ غازی سا عیار خواجہ مترقران سا عیار کرب غازی شیر غازی
سلو واد و غیرہ کا سامنا ہر جانین عزیز نہ کرنا دل لڑا وینا اندر قلعہ کے تیاری جنگ لشکر ہوگی قبل و دف و دہل کی آواز آیا کی باہر قلعہ کے
دور ہٹ کے میدان مین خیمے لشکر اسلام کے برپا ہوئے سرداران اٹھا لزم و خازیان طیشان بیان آئے جیون مین ہشیار آمدہ قبل
کفار مین شبا و قت کرب غازی اپنے خیمہ مین مین خواجہ عمرو و مترقران طایہ لشکر مین معروف ہیں ان دختر اسکندر کو فی شکل اپنی
بتیل کر کے پوشاک فاخرہ پنکڑیور مرصع کار سے مزین ہو کر ایک پری کی صورت بن کر قلعہ سے نکلی اور نقب باہر سے دیکھتے کرب غازی مین آئی
اور نقب کا دہنہ خیمہ کرب غازی مین چھوڑا اسوقت کرب غازی جاڑے تھے کہ آواز کان مین زمین کے رتھنے کی آئی انھوں نے خیال کیا کہ زمین
بھٹ گئی ایک شکل نمایان ہوئی عقل سے سمجھے کہ کوئی عیار لشکر کفار کا نقب دیکر آیا ہو کہ آہٹ پانوں کی معلوم ہوتی ہو کرب غازی آنکھیں
نیم واکر مین چنے کو سونے والوں مین شمار کر کے خاموش پڑے قمانہ دختر اسکندر کو فی مکاد نے دہنہ نقب سے سر نکا کر دیکھا معلوم ہوا کہ
کرب نامدار بیدار نہیں ہوئے یہ سکارہ دہنہ نقب سے نکلی اور زمین بیوشی بھر کر کرب غازی کے آئی اور چاکر تھک کے لڑچوٹوں اور
کرب غازی کو بیوش کروں کہ فوراً کرب غازی نے ہاتھ کھالی پر زور سے بقوت شیلہ ڈالا اور ہاتھ پکڑ کے اٹھ بیٹھے کہ قمانہ نے خوسہ خوش
کرنا شروع کیے ادبی ادبی اسے ہاتھ ٹوٹا جاتا ہر خچہ گئے کے پاس سے اٹھا جاتا ہر مین صدمے لگی چھوڑ دے کوئی عورت سے لیا ورت کرنا
پر چوٹ سے دھڑا دھم نکلا جاتا ہر جان پر نبی ہر چہ پر مرنی مرنی تھاری شفیقہ ہوں ل سے فریفتہ ہوں کرب غازی نے کہا اسکا نہ تو کبھی

قریب دینے آئی ہو اگر تیرے توکر سے اسلام قبول کر کے دھاری اب پھر وہی فریاد بائیں کرتی سرقد مون پر و حرقی ہو اب میں کب فقرے میں ہوں
 اور جہاسازی میں پختہ ہوں میں چرخہ تو نے برائی میں ڈالکر گردان کیا پورہ تو جا میں تجھوتہ تیج کرتا ہوں شمشیر آبدار تیرے گے پڑھتا ہوں
 قمانہ فتنہ انگیز آفت و بلا خیز گھبرائی نازہ فخرہ گردھا اور کہا ای کرپ نامدار شمسوار عرصہ کارزار میں نے ایک خواب دیکھا ہر کس خیال سے
 جھکومت پریشان کیا جناب ابراہیم خلیل اللہ نے شردہ زحمت افزا دیاتھارے عشق میں نیم سہل تو میں چلے ہی سے محنتی اب زیادہ بتیوار ہوں
 خلیل اللہ فرماتے ہیں او قمانہ کرپ نامدار کے پاس جا اسلام قبول کر بصدق دل ایمان لا امیر کو اور سردار و گور ہر تیری بات اسی میں ہے
 لہذا ابراہیم عفو تقصیر و مجبوری و دلت اسلام مافر ہوئی ہوں سوا سے اسکے کشش الفت و شوق مواصلت آپکا اس شفقت سے لایا ہوا اب
 دست بستہ عرض کرتی ہوں نقش قدم حضور پرستہ تھار و حرقی ہوں خطا کو معاف کیجیے جان کو بچا دیجیے درحقیقت میں آپ سے اب
 شغل ہوتی ہوں اور توبہ کرتی ہوں بصدق دل ایمان لاتی ہوں سر نیاز پانوں پر چھکتی ہوں آپ میرے ساتھ چلین سردار و گور ہوں
 کرا میں تمنا سے ولی نو نڈی کی بھی برو میں تمام عرض دست حضور میں رہو گی اطاعت سے آپ کی سرکاری نہ کرو گی اس قمانہ فتنہ انگیز قیامت
 نے ایسے فرمانہ کلام و راہی ایسی بائیں بنا کے جو ٹھٹھے جو ٹھٹھے دم دیے کہ کرپ حق شناس فیض ماس بجھے کہ میرے کستی ہوا صاحب سلام بصدق
 دل قبول کر گئی وہاں نہ کر گئی یہ سوچ سمجھ کے ہاتھ اسکا پھوڑا یا اور شفقت پاس اپنے نبھا لیا اس خیمہ میں اس وقت کوئی نہ تھا نہ تھے تھیلی سببت
 شروع کی ورجہم جہان نہ گردش میں آیا شراب ارفوانی کے ہر چنے لگے نشہ چرا رنگ بدنے لگے قمانہ نے گلابی اٹھا کے ایک جام و دربر
 کیا بیوشی ملا کے ہاتھ میں لیا اور ناز سے باہن گردن میں ڈال دین اور کہا شعرا و یار گھوڑا ہمارا سو ہے بگری سے مشوق یہ سانوشاب کا
 کرپ نامدار نے بسر و رشاد وانی جام لبالب بادہ گلنگ قمانہ کے ہاتھ سے لیا اور بیشر و دربان کیا شعور گریار ہو پستے تو پھر کوئی نہ بچکا
 زاد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں پھر وہ جام ہو ٹھون سے لگا کے ٹھاٹھ پی گئے انجام کا خیال مطلق ذہن میں نہ آیا پتے ہی تھان سے
 اگر سے بیوش ہو گئے قمانہ اکئی جلد چاندنی فرش کی اٹھا کے پشاورا باندھلا اور اسی نقب کی راہ لیا روانہ ہوئی جلدی جلدی نقب سے نکل
 پور حرا لڑ کر ملی نزع طرف قمانہ ارشاد نقب زن کے کیا مگر سید حارثہ پھوڑ کے پھیر کا رستہ لیا ناگاہ اس جنگل میں چلو کی جانب سے کسی
 شیر کے ڈکارنے کی صدا آئی قمانہ بہت گھبرائی دلیں ڈری چل نہ سکی پانوں بھاری ہو گئے گویا لنگڑ لگے آخر ختم گئی چھپے چھو کے جو دیکھا
 قرآن چلا آتا ہو وہی شیر کھیل ڈکارنا ہو قمانہ کا دم نکل گیا کھجا ہل گیا منہ مشت گیا خون خشک ہو چہرہ اتر گیا قوت دل کا اثر گیا بلی کر
 دیکھے اب کیا ہو گا قتل کر گیا یا گرفتار کر گیا مہتر قرآن نے اسکو دیکھا جھپٹے کے قریب آ گیا قمانہ کی کلائی تھانی یہ پشاورہ دوش سے رکھے
 بیٹھ گئی مہتر قرآن نے پچانا کہا ویر ہی فتنہ انگیز کو پکا جلد بٹلا سیں کیا ہو کہاں سے لائی ہو کسر قیامت ڈھائی ہو قمانہ نے کہا اے میری جان
 مہتر قرآن تیرا سنا خواجہ عمر و میرا عاشق ہو کر چلو اسکی طرف مطلق رغبت نہیں میری تعمیر جان جاتی ہو تجھے بوسے و خا آئی ہو تو میرا صل
 قبول کر دل عاشق نہ نول کر مہتر قرآن نے بغداد ان کر کہا او سکارہ تو کیا بیوہ بکتی ہو میرے ساتھ بھی عیاری کی بائیں فابازی کی گھان کرئی ہو
 میں کب تیرے زیب میں آتا ہوں میں خود ایسے شعد سے عہد بانا ہوں وہ کرپ نامدار مجھ جوار تھا تیرے کر میں آ گیا دیدہ و دانستہ دھوکھا کھا گیا
 یہ کہے مہتر قرآن نے کہ نہ کے حلقہ میں باندھ کے گرفتار کیا اور پشاورا کھو دیکھا کہ کرپ نامدار نشہ شراب میں سرشار بیوش ہو جی میں تو آیا کر
 ایک ہڈا اٹھا کر مارے کہ دو ٹکڑے ہو کر کچھ سوچکچپ ہوا احب بھو تھوڑی دیر کے کرپ خازی کو ہوش آیا مہتر قرآن نے اٹھا کے ٹھکانا
 کرپ خازی نے کہا یہ کیا میں بیان کہاں مہتر قرآن نے عرض کی اے شمسوار میدان یک تازی و ام کرپ خازی آپکو قمانہ پشاورا باندھ
 اٹھا لائی میں اس جنگل میں سیر کر رہا تھا میں نے اسکو دیکھا گرفتار کیا پشاورہ میں کے آپکو ہوشیار کیا بسکے کرپ خازی مہتر قرآن
 و قمانہ اپنے خیمے میں کہنے خواجہ عمر و کو خبر ہوئی وہ بھی تشریف لے گئے قمانہ کو سب لغت ملامت کی اور کہا او سکارہ جی جہاسازی پھر تو نے دخل
 اور فریاد ایسی بائیں بنائیں کہ جھکومتیں آئیں ہر شہر جھکومت کروں قمانہ نے کہا اب سب کیجیے طالبین اور متفقہ ایمان ہوں اب میں قسم کھاتی ہوں
 طریقہ اسلام بجا لاتی ہوں جھکومتیں دین اسلام تقیر کیجیے ماس چارہ اسم میں چھپا لیجیے کرپ خازی نے کہا تو ہر رتبہ ہی کستی و تیری بات

کیونکہ یقین آئے کہ شک ل سے نکلا ہے اسے کہا کہ میں ابھی آپ کے دل کا شک نکال دیتی وہ خدمت بجا لاؤ گی ایک رقم لکھا اور
 ایک آدمی کو دیا کہ جاقلو ارشاد نقب زن میں اور میرے باپ اسکندر کو فی کو دینا مضمون اس رقم کا یہ تھا کہ اگر دیدہ عالی تھوڑا
 ہر گز وہ لشکر کفار میں سے کوئی عیاری اٹھائیں رکھی مگر کسی عیاری کا اثر عیاران لشکر اسلام پر نہ ہو حقیقت میں یہ لوگ بڑے بہادر و جہاد
 ہیں کشدہ لشکر کفار ہیں یعنی میں تو اسلام قبول کیا بعد ق دل مسلمان ہوئی لات منات پر صفت کرنی ہوں اب سو آخرا سے ناویدہ کے
 کسی سے نہیں رتی ہوں آفتاب دین اسلام نے جلوہ گری کی دیدہ قلب روشن و منور ہو گیا اب تم سب سرداران لشکر اسلام کو رہا کر کے ساتھ اپنی
 لے آؤ دیر نہ لگاؤ و اسلام یہ رقم ایک آدمی لیکر ظہار شاد نقب زن میں گیا اور اسکندر کو فی کو دیا اسکندر کو فی پڑھتے ہی اس رقم کے اٹھ کھڑا
 ہوا اور سب سرداروں کو رہا کر کے ہمراہ لیکر خدمت فیض رحمت کرب ذی مرتبت میں حاضر ہوا بعد بجا آوری آداب سلام و قریب موسیقی فیض الہیہ میں
 کی اس حق شناس ظالم ساس رہا سے دین اسلام کرب بیک نامہ تمام کام امیدوار غوغا پر ترقی فیض عطا ہو گئے کھل گئے تقصیر بخش دی گئے
 اب غلام خدمت میں حاضر ہو گیا اطاعت سے سربازی نہ کر گیا انصاف کرب شیر گزینے بعد غوغا تو قریب غوغا تقصیر کی قواعد دین اسلام تعلیم دیا
 اور مع سرداران نامدار و دیران ذی وقار کو ح کر کے ترخ طرف لشکر امیر باتو قری کے کیا۔

اب دو کلمہ استان شوکت بیان گاؤ لنگی گاؤ سوار کا فوج لیکر لشکر امیر باتو قریب شجون مارنا اور جنگ و جدل بلکہ جنگ
 غلو بہ ہونامرات سے اور صبح تک اور صبح کو کرب فازی مع سرداران نامی کا جنگ میں شریک ہونا پھر آخر کار
 ایک نقابدار زمرہ دلوش کا اس لڑائی کو فتح کرنا پھر عیاران خواجہ عمر و وغیرہ کی اور رہائی امیر باتو قری کے سے

کہ ہر ہر تو اسانی جنگ جو ہو شجون کا سامان بخانہ میں سیوہین نہ خم بین شیشے میں یا ہر اک موجہ می ہر تیغ قصف تلاطم میں ہر کشتیے عوفوش مگر شرط یہ ہر نہ کیمو دریغ نہ کر ساقی بے عیاران طبیعت نہ کراؤ سحرانی مست وصف چشم یار میں یار انہیں تفر کا کس خوشی سودو ڈر کاشن کا آہن جو کہ لکھا خوب لکھا دست رن آہر عاشقوں کی خون ریزی دوش ہر کہ قند سے خوشی عشق کی طہر جانی غش کر نیل کو گلان خستہ بیکار کشتہ تیر تر چہ تیغ ابرو ملی چلے سحر کہ میں ہاتھ قاتل کی گزین دا	پلا تا نہیں کس لیے آج تو ہر سے دور گردن ہی مینہ میں نہ ساغر نہ جام سے ارفوان نہ حادی ہو گویا خون بہا شجاعت کا زندون کو آج جو نہیں آج چلے گی پانی بھی تین اگر ہیں فتح کی آج تیاریاں جو اعلیٰ ہو مضمون بندش چو پست جائے خاموشی ہر عالم ہر کی یوز نقش جیہ ترک جو ہر تو تہی شرکا چو تہا میں ہاتھ اپنے کا تب تیرا ویرہ مرغ جو ہر ہر تری شمشیر کا ترخم کی ایذا سے جو ہر کھلیا شمشیر کا خلق بسل ہر ہر اک طلق مری زنجیر کا ہو تم کا رانداز ہو چونک اس خیر کا بچے دامن سرداران گزبان گزبان	بچے ہر سے لاد گون کی تلاش وہ ڈسلاؤ گی چھائی ہوئی ہر کٹھا ہجوم تیغ زندون کا ہر راہ سے بیلے ہو سے جام ہیں باجباب نظر تجھے کیا خبر وہ می بلا زمرہ کا جام اور سے لاد رنگ رہائی کی تدبیر ساقی بہتر نظر تری کا کل میں پھنسا ہوا چو پست عالم منطق معصوم ہو تری تصویر کا جانب چرخ قوس ہوتی ہو واد گوش گل رخسار و چشم ز کس وقد زندہ جاوید میں قربانان شمع نوش بے صدف کے خون گنہگار ان تہ دو شمع شمع یون پوش سے کیجے کھلا دک منہ پر جاز کا کل کا سپر طرے شور زازندہ و حلاوان غسل	یہ باتیں میں تیری بہت دھواں چلتی ہیں تلوار میں بھی برق زرا یہ جنگ و جدل ہر تری ذات سے ہر اک کاٹہ خم ہر گرداب ہر کر لون ساقی قدر دان سے صلا خضیا بار ہو جلوہ شوخ و شنگ لگا محسب کا کہیں تویت سیکڑوں آزاد ہو پابند اک زنجیر کا منہ کتابی قلم یہ خط حاشیہ عریا یہ گمان اکون نشانہ ہر ہاتھ تیر کا باغ کا تختہ بھی صفحہ ہر کوئی تصویر کا مر کا کٹنا جانتے ہیں چو نا کسیر کا پھول سے رنگین ہر پیلہ ایتھ شمع کا جیسے سلت کی سپر پر خم ہر شمشیر کا ہر د کے چہرے کا زیور خم شمشیر کا نوشندہ ان اجڑا سے اہم
--	--	---	--

مورگ آریان میں ان کا زار خور زہر دازانیاں دشت قتال جنگ و جدال غلطہ خیز زمرہ قرطاس ظلم میں برق شمشیر ظلم شجاعت کو
 بزدل طبیعت آبدار بدو شیر و دھاریوں چمکاتے ہیں کہ جب تختیار ک تابکار و خاشیہ و مکار کو معلوم ہوا کہ لشکر اسلام فی الحجاز طبیعت

سرداران نامور و نام آوران پر جبرج امیر با تو فر سے خالی ہو کر یہ بہادران نامی چوری گئے ہیں گاؤں کی گاؤں سوار کے چھٹارک لگا کر ایسا
 وقت پھر ہاتھ نہ آئیگا جو تو لشکر اسلام سے پیش پائیگا بخون مار کر قتل قمع کرویر نہ کہ بوجب تر فیب داشتا لک شعلہ سوختہ آتش کفر و نفاق
 اپنی بختیارک کے گاؤں کی گاؤں سوار نے سنان بخون مارنیکا آسین کیا اور تمام لشکر کفار کو حکم دیا کہ جلد کر بندی ہو اور چست و چالاک
 اور دست تسلح جنگ ہوں کہ لشکر اسلام پر بخون مارنیکا بخون مارنے کو چیتے ہیں یہ کیکے گاؤں کی گاؤں سوار اٹھ کھڑا ہوا اور میں ہزار پاد و سوار
 ہزار دیکر لشکر اسلام پر اپڑا اور بخون مارا لشکر اسلام میں جو انان شیر دل و سرداران صف شکن اپنے خیموں میں بنے خبر تھے پار شاہ بارگاہ
 خاک جاہ میں مشغول بہ آرام خاص تھے یکایک ہڑسوا سب دلاور کھوارین پر لپکے خیموں سے نکل پڑے جدال و قتال ہونے لگی بھلیاں اڑنا
 کی جھکین تھار چلنے لگی تار یک شب میں یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ انہوں کو ارتے ہیں یا حریف کا دل فگار کرتے ہیں جسکو ہاتھ مارا دو ٹوٹے کیا
 سر کٹا کسی کے ہاتھ کے نظر

سکنا تھا کوئی پڑا پر دل	کوئی نیم نسل کوئی دل دویم	ہو تار یک شب ہر دور و جنگ غیم
نہ اپنے کو نہ جانتا تھا کوئی	دوان سر پہ تھی تیغ و گرز و کشتہ	برنگ بریزن کی صد بھتی بند
پتاق کا تھا اور نہ سر کا کین	کین سیل دھوکا تھا لاکین	دوان خون کی سیل تھی پرف
صفین دم دم و برہم اتر قطام	ادھر کے ادھر ہوئے تھے سٹو	ہراک کی زبان پر تھا بس فز
برابر صفوں کی صفائی ہوئی	سحر شب کو ایسی لڑائی ہوئی	کچ سلوانوں کی مانند رہد
	جھک تیغ کی ایک کے ایک ہوا	

ایسی جنگ معلوم بخون کے کرے سے ہوئی اور ہنگام اور صدائے گرو دار بلند ہوئی کہ بادشاہ جہان
 بارگاہ ملک جاہ میں بیدار ہوئے اور گھبرا کے اٹھ بیٹھے تو ہار لکے باہر بارگاہ کے نکل آئے مگر تار کی شب میں کچھ رکھانی نہیں دیا کہ یہ کون
 ہوگ ہیں کہ جیسے کارزار ہو بلند صدائے گرو دار ہو حیران ہوئے کیا کیا جاسے آخر کار حکم دیا کہ متابین لاؤ جلد و شن کرو چار طرف روشنی ہوئی
 اب جو متابین روشن کی گئیں تو دیکھا کہ جو انان برہر سی سے جنگ عظیم ہر فازیان دین اسلام صد بادل و نیم میں جا بجا خون کے پڑے
 ہوا نہ خون کو جان کے لے سروں کے ڈھیر خون کے پتارے پڑے ہیں لشکر اسلام کے سپاہی کپٹ رہے ہیں کفار اڑے ہیں گردن آسمان
 کے جو خیال کیا معلوم ہوا کہ صبح بھی قریب ہی بادشاہ کو اک ہراس ہوا کہ کھانہ مفت میں لشکر برہر سی گاؤں کی گاؤں سوار لپک اپڑا ہوا بخون مارا خدا خیر
 اے اور تیغ پالی ہاتھ آئے اسی تردد و ہنگام میں صبح ہو گئی روشنی مہتابان کسیتدر پیدا ہوئی اب ایک ایک کو ایک ایک دیکھا بخوبی تھا
 کہ گاؤں کی گاؤں سوار جماعت کیشر برہر سی بے ہوش ہر ربا ہر کشت و خون ہو رہا ہوا ہر تلوار پر تلوار چل رہی ہر ندی خون کی جا بجا
 ابل رہی ہر فازیان دین و جو انان خوش آئین کے رخ چہرے ہوئے ہیں کفار غلبہ کرتے پڑے آتے ہیں بادشاہ نیک سادہ صمد بن قباد شہر بایں
 انتشار غلط و بیکار ہوئے اور درگاہ انہی میں طرف آسمان ہاتھ بلند کر کے دعا کی اے اے باکندہ عالم و عالمیان و امی غشندہ معیت گنگار ان کی
 ناخدا سے کشتی نوح فرمایاں اے لکڑ جازو رہے ستغیان اس موج بلا گرفت سے نکال اس کو غلبہ کفار ان کو جلدی نال نقص

ہوں مٹھ میں رمت رب جلیل کا	بڑا گناہ ہے پار غریق ذلیل کا	راہ عدم کو جانے ہیں چٹوٹ کا
عاجہ نوازہ مرا تجھسا کوئی نہیں	رہنچر کا انیس کو ہدم جلیل کا	بلاغ و بہار آتش نرود کو کیا
کوئی کو تیرے حکم سے نہ مانے گا	فرعون کو فریق کیا رد ذلیل کا	طوفان میں ناخدا کی کشتی زجیل کا
سائل ہوں تجھ کو قید کم و بیش کی	قتار ہو کر ہم کثیر و قلیل کا	کو تاہ یاں کندہ ہر عاجز ہر زجیل کا
آواز تیرہ دل کا ہو سیکھو تو	ہمشہ سے زور چل نہیں سیکھو تو	دیکھا تو خار و گل کا مقام کیشاں کا
یار رب تجھ ہی کا زور ہے جگہ و گناہ	جزیرے اب کفیل ہر کون کی لیل کا	بادشاہ مجاہد صمد بن قباد شہر بایں

اجابت پر پہنچا نگاہ جانب بیابانی سے گرداڑی اور زمین کو لرزہ ہوا آسمان تھرایا جب دامن گرد چاک ہوا زور گور خاک ہو لکھا کہ سواران ہر گرد
 جہان لاؤ نہ دیکھو اور میں کول لغزہ کر بڑی شیر مجازی ہو لغزہ کر بھ فازی ملک ششواریل نامدار و نظر کر کہ شیر مرد گداور تھری کر لکھا

نورہ آور ہوا جب کفاروں کے دل کے شہزادے مراد نے ناری جل جل گئے نورہ کو جو جزیرہ ہا سے دربار اتر کر تہ ہندوستان
اگر تمام میدان میں نہ بن سکا ہوتا تو اسے نورہ تیسرا بھی نورہ ہوا نورہ خواجہ عمر و عمر دم کہ کاہ از سر قیصر برہم و خال رشت جنگ
بد اختر برہم و در نخل خسروان چو گردم ساقی و جام و قح و سب و ساغر برہم و ساتھ ہی نورہ خواجہ عمر و بن امیہ شمری عیار عیاران و نام
خبر گزاران کے نورہ متر متران بھی ہوا نورہ متر متران سرک اسیر چون باد بہاری و جان سرنگ در خبرگزاری و میدان آردش
ششام و متر متران شیریں یا نورہ کے اور جتنے پہلوان تھیں و سرداران شیر افغان و جوانان لشکر شکن تھے جیسے برابر متواتر نورہ
پر نورہ ہوئے تلوارین کے سرو ہیان تھے سر آشوب سے لیکے آپرے اور لشکر کفار میں غٹ پٹ ہوئے تلوار چنے لگی سترل برک
شکر کے نکل قد سے اڑنے لگے ہوا سے جاندار چلی شعلہ شمشیر غازیان وین سے بستی کفر کی چلی کشتوں کے پٹنے سردن کے ہار کھان لگا
کفار تنوں کے زحیر حاسدون کی قسمت کا پھر غازی خون میں نہانے ہوئے زخم از سر تا پا جسم پر کھائے ہوئے کھائے زخم کی بھیمان
پٹنے ہوئے اسپر یہ طرہ کہ تلوارین تو لے ہوئے غول میں دھنسنے جلتے ہیں ریلوں کو ہٹاتے ہیں بدن تیر و نیزہ و شمشیر سے چھنے ہوئے
شجاعت کی انگ میں تھے جس غول پر آپرے دس میں کے سر اڑا دیے ایک ایک نے پرے کے پرے لٹا دیے اس طرح سے دلاور باد و بار
نمودار صفت سن تیغ زن نامی دلیز رنگا کے شیر شجاعت و بہت و صولات و شوکت سے لڑتے ہیں مگر غالب نہیں آتے کفار شکست نہیں کھاتے دل کے
ہر سان چو جاتے ہیں دیکھ دیکھ کر رنگ جنگ گھبراتے ہیں ناگاہ ایک سمت سے ابر زمر دی آغا اور چشم زدن میں پھیلیا دامن تنو گر و چاک
فلک نیلی قام کے مانند رنگ خاک ہوا دیکھا کہ ایک سار نقابدار زمر دلوش بصر جوش اس ثبیت سے نورہ کرتا ہوا گھوڑا لٹائے ہوئے چلا آتا
ہو قمر لگام خوشخام کا زبردان نیزہ ایک ہاتھ میں تانے ہوئے نیمہ تقسیم بعد جاہ و چشم دست میں تو لے ہوئے سپر پشت کمان بردوش
ترکش ہکر یہ نورہ جاگڑا کرتا ہوا بہت مدد پایا با شمشیر کا قران بربری شعربسوز دامن ہستی چنان برق تپان آمد و وایں کار و باہ را
شیریان آمد بیت آن نہ من باشم کر روز جنگ مبنی پشت من آن نم کا ندر میان خاک و خون بنی سری و یہ نورہ کرتے ہی وہ
نقابدار زمر دلوش و شمسوار دی ہوش نیمہ کھینکے آئے اور قتل و قمع کرنے لگا شعر لگایا اٹھ لکھا اسکو ڈانٹا اسکو دسے مارا اور مڑا
اور مڑا یا اسے مارا اسے مارا اشار

جیسے ہاتھ مارا وہ وہ ہو گیا	خارجہ سب فرو ہو گیا	جھپٹ کر لگا یا جسے بھیجا
جودہنی طرف کو کوئی آپڑا	سردی کا ہاتھ آپس پورا پڑا	کوئی پیچھے گرا گیا نابکار
ڈپٹ کر جدھر گھوڑے کو آگیا	سحاب اجل بس جین چھا گیا	نقابدار زمر دلوش کی تلوار

کیا تھی گویا ملک الموت کا پنجہ تھا چسپ پڑی اسے پالی بھی نہ مانگا ایسا نورہ نے اپنے کھات آمارا وہ بچا رہ ماسا ہی سدھارا بیان
تلوار سے کٹ کٹے ناری کرنے لگا وہاں جنم سیٹ بھرنے لگا ملک خوشی خوشی اٹھ بڑھتا ہر دس دس میں میں کو پکڑا تا ہوا اللہ ری
نقابدار زمر دلوش کی جنگ بیکر سے نامی باد و میلوان زبردست جان سے تنگ اور مڑو کر کیتوں کا نورہ کر کے رو با ہوں کا دل
بڑھانا و لولہ و لالا کے لڑانا اور نقابدار زمر دلوش کا تلوار کرنا پناہ بذات خدا شکران بربری کے رانت کھٹے ہو گئے جان پر
پن گئی لڑنا کیسا بھاگنا دشوار ہو گیا وہ جنگ عظیم ہوئی روح جسم تین در نیم ہوئی وہ تلواروں کی جھنکار میں نیزوں کی دانڈوں کے
لڑاتے تیروں کے سناٹے ایسا کشت و خون ہوا دامن ترک فلک پر خون کی چھینٹیں پوئیں قباے زمین دشت لارگون ہوئی
بھاؤ فلک کانوں پر ہاتھ رکھنے کا اپنے لگا عقربا نیش زنی اپنی بھول کیا طریقہ و رشت آنکھوں کے نیچے پھر نے لگا زحل بیج حمل میں
چھپ گیا غطارو نے ظم روک لیا تلواروں سے غازیوں کی وہ گھمسان پڑا کہ دشت تیرہ لڑان و ترسان ہوا شعر چھا چاق شہر
مردوں رسیدہ زہندوستان خون پیچون رسیدہ گاؤں لگی گاؤں سوار نے جو تلامذہ دیا سے کارزار کا دیکھا بس حواس باختہ ہو
گھبرا گیا جان پرنگی بھاگام دیکھے شل رو باہ کئی ہزار کا خون ہوا باقی لشکر اپنے سردار بھاگڑے کے ساتھ بھاگ کے مع مردار
قلعہ میں گھس گیا جو اور مڑا مڑا پتھر گئے آنکھ غازیوں نے تہ تیغ کیا اسن و امان ہوئی کفاروں سے نجات ملی تسلط

ہوا لشکر اسلام ادرہ کچھ نقادار زمرہ پوش گھوڑے کی باگ پھر کر خواجہ عمر کے قریب آیا اور نیزہ اٹھا کر سینہ خواجہ کی طرف
 اشارہ کیا اور کہا اے عمر وہ ہمارے کہنے پر تو نے عمل نہ کیا میرا تو قیر کا پتہ نہ لگا جسکو سے غافل رہا تیرے کیا ہوش و حواس میں
 فروغ آیا اس روز تباہ کن قبضے کسے دیا تھا اور تاجک امیر کا پتہ نہ لگا بس اسی میں خبر ہو تجکو تین دن کی صلتہ بجاتی ہو کہ اس میں
 میں جیسو سے ہو سکے امیر با تو قیر کا جلد پتا لگا اور کوشش و جستجو کر کے رہا کرانہ میں تو قسم اسی پیدا کنندہ معبود ازلی و ابدی کی یہ
 نیزے کی انی تیرے سینہ کے پار ہو گئی برجی موت کی کٹیجے کے دو مار ہو گئی یہ کھٹے وہ نقادار زمرہ پوش ایک سمت کو گھوڑا اڑا سے
 چلا گیا خواجہ عمر و تھر تھر مل سید کے کاپنے لگے کتے کتے یا خدایہ نقادار تجکو بیشک مار ڈالیں گا اگر امیر کا پتہ نہ لگا اور نہ رہا ہو کر آئے تو قیاد
 زمرہ پوش مجھے چھوڑے گا نہیں تلوار سے ٹھٹھے اڑا ڈالیں گا جو کہ گیا ہو وہی کر گیا یہ نیزے کا پھل سینہ کے پار ہو گا الغرض بادشاہ کا
 اپنی بارگاہ میں آئے اور سردار امداد و غازیان جبار اپنے اپنے خیموں میں داخل ہو سنہ خیموں کی مریم ٹپی ہونے لگی کشتے اپنی راز
 کے دفن کیے گئے خواجہ عمر و ہزار کرب غازی کے بارگاہ خلک اشتباہ میں سامنے بادشاہ جمہ کے روتے ہوئے آئے اور عرض کرنے
 لگے کہ اس نقادار زمرہ پوش سے کیونکہ میں گے یہ بیشک پھوڑ لیا مار ڈالیں گا امیر با تو قیر کا کیونکہ تپا لگاؤں کمان ڈھونڈنے جاؤں
 وہ نقادار کہ گیا ہو کہ اے خواجہ اگر تین دن میں قبضہ نہ امیر کا پتہ لگا تو قسم یو پیدا کر نیو اسے کی تجکو مار ڈالوں گا اور نیزہ سینہ کے پار کر دوں گا
 کیا میری جان غدا ب بین پڑی کہ نہیں بن پڑی کوئی تدبیر دین میں نہیں گزرتی پھر بعد گریہ و زاری آہ و بیقراری ادا تہ بلند
 کر کے کہنے لگا نظم
 کریم میرے گنہ کا شمار کیا ہوگا
 گھون کے گد جو رہتے ہیں خاک کیا ہوگا
 یہ دہرا میرے پروردگار کیا ہوگا
 بریں پڑ لیا جو ابر بہار کیا ہوگا
 قرار ہی بہن زیر مزار کیا ہوگا
 گناہگار ہوں روز شمار کیا ہوگا
 منوسکے کا مقابل وہ چشم زہر کیا ہوگا
 وہاں بھی ساتھ دل بقرار کیا ہوگا

رکے کہنے کا نظم

کنا ہمارے ہونے روز شمار کیا ہو

یہ دیکھ کر اس نے پروردگار کا نام

تری نور حمت بیدار که حساب حسین

الحکم میرے گفتہ کا ستار کیا ہوگا

انوسے کا مقابل وہ چشمہ ہے کہ

برس پڑیگا جو ابر بہار کیا ہوگا

بدون کے قریب نیوٹون کو بے بسپا

ظنون کے گرجا جو رہتے ہیں جا کر

ادب ان بھی ساتھ دل بقرار لکے چلے

قزاقی، بہمن زیر مزار کیا ہوگا

بیمباری اور اہم وزارتیں

آنکھاری اس مہر پر عیاری خواجہ عمرو بن امیہ ضرری کی جو دختر کاؤ ننگی کا و سوار نے سنی کہ وہ ایک عرصہ سے شکر امیر با تو قیر
 ہو خواجہ عمرو نامدار کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اے بیٹا تو کیوں اس قدر زار و ناراض ہو گیا ہے تجھ کو شک ہے بڑا عرصہ ہوا کہ ایسا مرد شوار ہو
 جس سے تو اس طرح بے قرار ہو خواجہ نے کہا کیا بتاؤں نقابدار زمرہ پوش میری جان کا خریدار ہو امیر با تو قیر کا پتا لگنا دشوار ہے وہ کیا ہو
 اگر امیر کا پتا نہ لگا تو میں تجھ کو قتل کر دیتا کیا کروں کہ صر جادوں کہاں ڈھونڈا ہوں کیونکہ امیر کا پتا لگاؤں دختر کاؤ ننگی کا و سوار نے کہا تو
 کیوں مدعا ہو کہ کوٹھن دیکھ میں میرا پتا بتائے دیتی ہوں امیر گنبد جمشید میں قید ہیں وہاں کا راستہ میں تجھ کو بتاتی ہوں تو طمان صراحت میں
 وہاں ایک محل شمشاد پر مثل قد مشوق آزاد ہو اسکے نیچے ایک سنگ طلائی نہایت گراں رکھا ہوا اسکو تو اٹھا نا خوف نہ کھانا تجھ کو وہ نہ نقب
 علیا کا کدو سرادہ اس نقب کا میرے باپ کے تخت کے نیچے ہے تو اسی نقب میں چو جانا کہ وہی راستہ گنبد جمشید کا ہے خواجہ اس سے پتا شکر
 سمیت خوش ہوئے اور دعائیں اسکو دیں چونکہ عیار ہیں چلیں اس سے کہنے لگے کہ امیر با تو قیر سے تمھاری مع و شایان کرونگا اور گونگا کہ
 موجب رہائی آئی گی مگر دختر کاؤ ننگی کا و سوار ہوںی تمھارا اب سب سے زیادہ چاہہاں ہوگا اور حصول مطالب دلی کا شمار ہوگا وہ بولی کہ جس
 جگہ وہ اپنا کام کر بھی فسوسے بہا اٹھتا میں نے مسرت و خوشی کی راہ تبا دی جانبری کی نہیں تو نقابدار زمرہ پوش کے ہاتھ سے مارا جاتا ہوگا
 تو مجھ کو طعن کرنا کہ میں ہر مائیں شاد ہوں غم سے آزاد ہوں جو حبس از ظلم
 میرے گھر آئے اگر وہ گل حندان
 دیکھ اے گل دل پرداغ کے چو لگی
 آج کل میرے قابل ہر گلستان
 الفت ابرو خمار میں بے زخ
 میں بھی اک صورت زیبا کا شامی ہوں
 بزم شادی ہوا بھی کلبہ خزان
 آج کل میرے قابل ہر گلستان
 غم کرنے لگا خود چھو گریبان ہوا
 آئندہ دیکھتا ہوں کیا رخ حیران ہوا
 الفت ابرو خمار میں بے زخ
 آج کل میرے قابل ہر گلستان
 غم کرنے لگا خود چھو گریبان ہوا
 آئندہ دیکھتا ہوں کیا رخ حیران ہوا
 جو شہ پائے اگر دیدہ گریبان ہوا
 آج کل دست جنون میں ہر گریبان
 ہر گلا کھولے آئی شب بھران ہوا
 بھونکے تیا بہر اتن دل سوزان ہوا
 جس دم بھر نہیں تیا دل لان ہوا
 آفتاب ہو جائے ابھی کلبہ خزان
 الفت ابرو خمار میں بے زخ
 الفت زلف سے دم بند کیا پہلے تو
 آف جو کرتا ہوں حوا شہ سے نکل گیا
 یاد محبوب میں فریاد کیا کرتا ہی

سیرت النبیؐ کے اربعہ مکمل حتمان

بزم شادی ہوا بھی کبابہ خزان مسرا

الفقہ ابو وقیل ہر گز کوخبر

از چهل دست خبونی من بگویند

یہ ایک نئی اور دلچسپ اور نازک کہانی ہے۔

از جبل سیر کے قابل ہر گلستان

لغت زلف سے دم بند کیا جائے تو

چراغِ گلشنِ آبی شبِ بزمِ بزمِ

نعت ابرو و تھار من سطر خنجر

خبر کرنے لگا خود چھوڑاں سرا

اے جو کہتا ہے، مولا میرے نکلے گا

بھونکے تیاہراتن لہزار

من بھی ایک عورت پر ماکہ لٹائی ہوئی

آؤئنه دكئنه، هر كئنه حيران مئنه

ایاد محبوب میں فریاد کیا کرتا ہی

حسن مہاجرین کیادولت لان میرا

یہ اشعار گہرا اسکی زبان سے شکر خواجہ نے سر لکے کہ : گہرا و لب پر دعا ہے خیریت امیر بالوقیر لا و النساء اللہ وہ دن کی ایسا

خدا خوشی دیکھا یگانگے خواجہ اسنے اور بادشاہ حجاز و کرب وغیرہ سے رخصت ہو کے جانب صحرا چلے غیب محرابے دلکش پرفضا بیت و خوں کے پھولوں کی ہر جا بہار کہیں سبزہ زار اور کہیں خارزارہ چائجا اشکار گھنے گھنے لگے ہوئے آنر طائر خوش الحان جکتے ہوئے خدا ہی لکھتا ہی ہوا کا جھوم جھوم کے آنا شاہسے گل کا جوشن کے پھول ناظم

کہیں سرد آسودہ صرف سکوت	نہ تھا دشت تھا جادہ لایوت	وہ چنوں کی بوہنی بھینی تمام	کہ صواب تھا سب گلشن مشک نام
بہرے جیسے جنگل نہ دیکھے بسھی	جواہر کے تھے سب گل اشرفی	وہ کا ہی تھے کوسون جوہر گلیہ	وہان فرش گل کا تھا اشتیاء

اس صحرا سے دل آویز بہار گل خیز کو خواجہ طرکے کو دئے پھانڈے سپر فریان ہزار ہا کو حق ستر کا شور کر رہی ہن برل سبز و شلاب شاخیں نایاب شعر و سرور و باغ یک پاسے سادست نگرہ برکات و در آریور ش پاسے دگرہ خواجہ زیر شہر نورستہ بجاہر تنگتہ پونچے دیکھا کہ ایک شک سخت شل گبران بخش و کجست زیر درخت رکھا ہوا بڑی شکل سے بقوت تمام زور کر کے پیروں میں اسکو سر کا یا گر از ستر ناخن ہرق عرق ہوئے پسینا بنے لگا دل و سر کئے لگا اپنے لگے کاہنے لگے دم پھول گیا سارا دلوں طاقت بھول گیا پھلے گئے سستہ سے یہ اشعار ٹر کے دلوں سے لکھ

ایدل کہان دھونڈھونڈہ گل نہیں لیا	کس کہوں آنت سے کئے گل ہیا	اونیا میں کوئی ایسا میر نہیں بتا	سودا نی ہوا خاک کہان کی ستر چالی
پر کو پھ گیسو سے مغز نہیں ملتا	یہ اشعار نہ رہتے تھے کہ کچھ خیال اور آگیا پھر یہ اشعار پڑھنے لگے لکھ	کرتی ہر روح کو چین ازیت دلی	آپ کہتے ہیں کہ وہ حقیقت دلی

عجز میں جان پر جانی بوقت اکی	کرتی ہر روح کو چین ازیت دلی	دیکھنا ایک دن آجانی شامت دلی	آکے بیٹھو سر پہلو میں کوئی ہم کو
جا کے ان گیسو کا لون بچھا پڑ	دیکھنا ایک دن آجانی شامت دلی	فرقت یار میں باہین جازت دلی	آکے نہ پہلو سے کہ ہر ساق بست اور

ایک تو عجز تیرا و ستر وقت دلی	دو نون عالم کو دبودین کی کھین	فرقت یار میں باہین جازت دلی	یہ اشعار پڑھ کر خواجہ عزم و بن اس
-------------------------------	-------------------------------	-----------------------------	-----------------------------------

ضمیمہ لہم اللہ کہ اس دہن نقب میں آترے اور آہستہ آہستہ خاموش چلے بیان تک کہ زیر تخت گاؤ لنگی گاؤ سوار بخت پونچے وہان محبت تخلیہ معج ہر فرخ و فرامرز و گاؤ لنگی گاؤ سوار بختیار ک نیچے ہوئے شراب خوری کر رہے ہیں اور دلی گنی چو گنی ہزار ہے ہن ذکر شون کا پھلا

ہر چاوانوں اور سرداروں کی لطافتی کا ذکر ہو جاوری مددوری کا چرچا ہو تقابلا نذر مرد پوش باور سرداران لشکر امیر کا حال بعد جوش و خروش بیان ہو رہا ہو کہ اب امیر باتو قیر کی ربائی شکل ہو وہ ایسی جگہ قید میں کہ جہان طائر و ہمہ خیال بھی نہیں جاسکتا عمر و کی کیا سبب ہو کہ اس تخت آرا سے اسلام تک پہنچے اور پھر اٹھانے کہ بختیار ک نے کہا چپ رہو ایسی بات ہے کی نہ منہ سے لگاوا لیا ہو کہ خواجہ عزم و بن اس

وہ سنے اور فوراً پونچے کی تدبیر کرے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ بیان عمر و کہان اس کے فرشتے بھی بیان نہیں آسکتے پہلو چو کی بت ہو شیار و دربان نہایت خبردار ہیں بختیار ک نے کہا وہ میں موجود ہوں اسکو پہرہ چو کی کیا کرتی ہو جہان چاہتا ہو وہ چلا جاتا ہو اسے کون روک لو کہ سکتا ہو بختیار ک نے کہا وہ تخت کے نیچے نہ بیٹھا ہو اور کیفیت سنا ہو کہ نکل کے ساری حقیقت اور لاف زنی بھلاوے

نرا شمشیر انتقام کے پھل کا چھلاوے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ نہیں اس تخت کے نیچے نہیں ہو بختیار ک نے تبتو کہان کہ نہیں تخت کے نیچے بیٹھا ہو سب ماجرا سنایا ہو کہ خواجہ عزم و اپنے دل میں کہتے تھے کہ بختیار ک بخت نے شاید جگہ دیکھ لیا نہیں تو کیونکر اسکو معلوم ہوا کہ خواجہ تخت کے نیچے بیٹھا ہو کہ اتنے میں کسی جابج دربان نے اگر دست بستہ عرض کی کہ در قلم پر بڑی دیر سے ایک پیادہ سپاہی

کہیں کا چرخ رہا ہو یا بیابی حضور چاہتا ہو اسکو کیا حکم ہوتا ہو ناخون پر واضح ہو کہ جب سے گاؤ لنگی گاؤ سوار شجون میں ٹھکت لگے بھاگ آیا ہو سب لشکر بھی اندر قلم کے ہو اور قلم کا چھانک بند کروا دیا ہو اور حکم دیا ہو کہ کوئی آئے پکارے خبردار ہر گز بھاگ نہ کھونا

غیر ہمارے اطلاع کیے ہوئے اسی سبب سے اس دربان نے عرض کی ہو کہ ایک پیادہ سپاہی آیا ہو کیا حکم ہو گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ وہ تنہا ہو کہ کچھ لوگ اس کے ساتھ ہیں اس نے کہا کہ اکیلا ہو حکم دیا کہ بلالو وہ دربان گیا اور بھاگ کھو کے اس پیادے کو بلالیا پیادہ سانسے گاؤ لنگی کے آیا اور بعد قواعد آداب عرض کیا کہ قلم نے امیر باتو قیر عزہ صا خیر ان سرگردہ لشکر سلا

بلالیا پیادہ سانسے گاؤ لنگی کے آیا اور بعد قواعد آداب عرض کیا کہ قلم نے امیر باتو قیر عزہ صا خیر ان سرگردہ لشکر سلا

بلالیا پیادہ سانسے گاؤ لنگی کے آیا اور بعد قواعد آداب عرض کیا کہ قلم نے امیر باتو قیر عزہ صا خیر ان سرگردہ لشکر سلا

و سرکوب کا وزن کو گرفتار کر کے گنبد جمشید یہ میں قید کیا ہو تا ہر قید میں رکھوں یا تہ تیغ آبدار کر دن سرکا کاٹ کے
 بیان جیون گاؤ لنگی گاؤ سوار نے سچا نا کر یہ پیادہ مظفر قاریابی ہو کما کر مظفر قاریابی امیر کا سرکاٹ کے بے آویہ سنتے ہی خواجہ عمرو بن
 امیہ صبری ہر سپہ سالار ہی نہنگ رہے نرم و ملا کا شیر بیشہ بجز کباری ہر طرف کا پٹنے لگائیں تھا کہ کھلے تخت کیچے سے ایک ہی ہاتھ شمشیر آبدار
 مقام کا ارے کہ مظفر قاریابی کے دو ٹکڑے ہوں مگر قتل کے خلاف تھا فیصلہ کر کے اپنی بویان پانت سے بگوش شجاعت کاٹنے لگا غصے
 بارے تھہر ہیا خشک ہو گیا کہ زبان سے ہونچاٹے لگا اختیار کرنے لگا کہ اگر گاؤ لنگی گاؤ سوار کیا کرتا ہو یہ کیا حکم تو دیتا ہو عمرو بن جیون موجود ہو جیون
 کھلے قیامت برپا کر دیا خون کے جل تحمل ہو دیا بڑا شست و خون ہو گا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ تو کچھ دیوانہ ہو ہو خواب ہو کما کر اگر شمشیر
 خواب غفلت سے بیدار ہو عمرو کے فرشتے بھی بیان نہیں اور اگر ان فرض عمرو بیان آئے بھی تو نہ کی کھائے ایسا پٹے کر دتا ہو اچانک جاسے عمرو کوئی
 ایسا بیوقوف آدمی ہو کہ جو اس قدم میں آراہی جان چھٹا لگا مار کھایا کما بھی تو میں عمرو کو شہر میں چھوڑ آیا ہوں وہ انتظام زخیان عمرو بن
 میں ہو گا انکی مرہم ٹی کا سامان کرے گا یا شوش میرکل کھڑا ہو گا خلاف عقل ہو اختیار کرنے کہا بھی تخت اٹھوا کے دیکھ لو معلوم ہو جائیگا
 خواب شاک آئینہ دل سے دھو جائیگا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے حکم دیا کہ تخت بیان سے اٹھاؤ عمرو کو دیکھو جب تخت اٹھے کا بند و بست ہوا
 خواجہ نے دسے کہا از خواجہ عمر و اب پوشیدہ رہتا ہیکر پھر بیان رو بکا شمشیر آبدار ہو نکل کھڑے ہو تو اور بیان سے لو خدا کے نام پر کارزار
 کرو گا فزون کو مارو مگر پہلے مظفر قاریابی سے اس سخت کلامی کا بدلہ لولو ایک تہ تیغ آبدار کر دے سوچو کہ غلبہ تو اور بیان کی ماور قوت کے نیچے
 ایک کریدان میں آیا دل مظفر قاریابی پر چاہا جیسے ہی چاہتا ہو کہ ہاتھ شمشیر خنجر کاٹ کا ارے مظفر قاریابی دو ہو کر گئے مظفر قاریابی
 ایک کریدان میں آیا اور وہاں سے چھٹک کر لکھا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ اگر اسے یار و من بانی جان بکا کر بھانٹا ہوں دودھ و عمر میں غصہ ہوا تو ار چلنے لگی زمین
 نے لگی گاؤ لنگی گاؤ سوار بھی گھبرا کر اٹھا ہر مزد و خاں زمیں سلنے سے ہٹ گئے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے شکر کو حکم دیا کہ قلم سب بڑا ہر شکر گاؤ لنگی
 گاؤ سوار بھٹا ہو ہر وہ قلم بھی مثل شہر کے ہر نقارہ رزی بجا سر جان نامی و پلو انان رزی تو ارین بکا کر کے دوزے قلم میں ملاطمت ہو گیا بانا
 بند ہو گئی تو ار چلنے لگی شمشیر خواجہ عمر و رنگ بدلنے لگی اور حراچک کے اما اور جھپٹ کے حکم کیا ایک خواجہ نے قیامت برپا کر دی مگر کچھ
 کسی کہیں ایک ہزار دن سے لشکر میں رہ سکتا ہو اختیار کا یہ حال ہو کیسہ ڈانٹا ہو کیسہ لکارتا ہو دل جو دھڑکتا ہو پیٹ کھٹے اور حراچک
 ہو جب خواجہ کے پاس آئے ہو نچا خواجہ نے چا کر ہاتھ تو ار کا سامان کئے لگا حضور عجوبہ کا خیال ہر وقت رہتا ہو یہ روپے اشرفیان ظہیران شہن
 حاضرین اسکو لہجے اورین آپ کی فکر سے غافل نہیں ہوں جو کچھ مضمر ہو حاضر کے جاؤنگا خواجہ نے اسی قلم و سرکوب روپے اشرفیان مع طہر
 اختیار کرنے سے ایک داخل زمیں کیے اور پھر جا کر رٹنے میں معروف ہو گئے اختیار کرنے اپنی جان اسلحہ بکائی جب خواجہ نے دیکھا کہ یہاں حضور
 مشکل جان بنجا حال ہو دو چار حصہ آتش بازی جو اور حراچک مار دیے تمام قلم میں دھواں دھار ہو گیا بس خواجہ گلیم اور حصہ کے روپوش ہوئے
 اور ایک جہت جو کی توفیر کے برآمدے کے اوپر آئے وہاں جہت جو کی محل پر گاؤ لنگی گاؤ سوار کے اگر دیوار قلم پر بھانڈے پشت قلم پر باہر کے
 گودے اور ایک طرف جنگل میں بھاگے ناظرین پر واضح ہو کہ مظفر قاریابی ہر چند کہ پہلے بھاگا ہو اور خواجہ پیچھے چلے ہیں مگر یہاں ورت سے ہی
 سمت کو بھاگا جاتا ہو خواجہ اور طرف سے دوزے آتے ہیں اسی طرف اب خواجہ آگے نکل آئے مظفر قاریابی پیچھے رہ گیا مگر بھاگا آتا ہو اور
 پیچھے پھر پھر کے دیکھا ہو کہ کہیں عمرو تو میرے عقب نہیں آتا اب سینے خواجہ دوڑتے دوڑتے تھک گئے ایک درخت کے نیچے ٹھہرے خیال کر کے دیکھا
 کہ سامنے کچھ درخت ہیں اور کچھ آدمیوں کی آواز بھی اور حراچک درختوں کے آتی ہو کہ جیسے اہل زراعت کام کر رہے ہیں عقل سے معلوم کیا کہ
 بیان جو کی ساف کے ٹھہرنے کی ہر چند اس طرف دوزے چوکی پر ہو چکا ہو لکھا کہ ایک دکان کھول کر کی ہو وہ اور اسکی چور و دہان شہر بختی ہو تو زمین
 بادہ رنگارنگ کی بھری ہوئی برابر جی ہیں مٹی کی کوزیاں کونے میں دھیر ہیں انہر دکان کے قرا بے شیشے سبوخم شراب کے تالاب صحر
 ہیں کھوار بیجا حنا ریل پی رہا ہو جو رو اسکی مثل کرتی ہو ابھی چو کا دیا ہو کھانا پکانے کے سامان میں ہو یہ اسکی دکان کی لشت پر کا ایک
 درخت کے نیچے بیٹھ گئے ناگاہ جو رو کھار کی بولائی ہوئی دکان سے اتر کے درختوں کی تھنڈیوں کی آڑ میں پیشاب کرنے کو بیٹھی خواجہ

جنگل سے اٹھ کے آئے اور اسی درخت کی جھنڈیوں کی آڑ میں اس عورت کو بیوش کیا اور اسکی صورت بنگلہ کے کپڑے اور زیور سب
 ہمارے بنا اور منہ پر ہاتھ رکھے سکاڑے دکان کے اندر چلے گئے جس کام میں وہ مصروف تھی وہی کام آپ کر سکتے تھے چونکہ تلوار جوان تھا
 اور اسکی جود بھی نہایت کم سن سبزہ رنگ جوانی کی انگلی بڑی بڑی آنکھیں جی بھون گویا آئی ہوئی تلوار میں شرکان ناوک و لہر زما
 ہوتا تھا ستوان ناک بڑی چالاک و میاں بخشا رہے پھول و لب گلشن حسن کے چنے دانت موتی سے بیان کھائے لکھا جائے سی کی اداسٹ غضب
 و عار ہی ہوسن کی کلی شرابی ہی ہو آنکھوں میں گرا گرا کا جل جس سے عاشق کے دل کو جل چل بلنگ سینہ دور سے بھری ہوئی ہاتھ پانوں میں ہندی کی
 ہوئی ناک میں منحنی کا نوٹھنیں شہر ہاتھ نوٹھنیں کچھ کی چوڑیاں پانوں میں پھول کے پھوسے بانوں کا جوڑا بندھا ہوا آگے کے بال نہ پر پر ہوئے سرو نکلا ہوا
 لنگھام کا لنگھانیوں کی گلابی کوئی جسم میں غضب کی پھرتی چٹنری کی پھر باقیات ہمارے ہر حال ہر قدم و کھوڑا ہمارے ہر دکان کے اندر کام
 ہٹا کر لی جاتی ہو خاوند کو یہ باتیں بانا کر سناتی ہو کہ مست خاوند میں نے کہیں نہیں کھیا کہ کچھ کبھی اپنا حال نہیں کہتے دکان کا مال نہیں کھائے
 کہ کیا آتا ہو کیا جاتا ہو غلہ میں کتنے پیسے ہیں کتنے روپے ہیں ہم غیروں کی طرح سے رہتے ہیں یہی ہوتے ہیں کھارنے کھا کر اڑنا والے تو لڑکی مالک سے
 یہ سب ل واسباب تیرا ہو جو کیا ہوں تیرے واسطے جوڑ جوڑ کے رکھتا ہوں میں کیا کر دنگا جو کچھ غلہ میں ہو تو وہ ابھی دیکھ لے جان کھیرا اگر تیرا ہوں
 مال کیا چیز ہو کوئی چیز کب مجھے عزیز ہو تلوار جو رو سے یہ باتیں کر رہا ہو کہ مظفر فارابی باجوہ اس گھبراہٹ ہوا دکان پر کھوار کی آیا اور کھوایا
 پوچھا کہ ابھی کوئی شخص ادھر سے دوڑا ہوا تو نہیں گیا کھوار نے کہا میاں اس جنگل میں کون آتا ہے کہ یہ راستہ بھاتا ہے یہ ہون مٹانے میں چکا بیٹھا ہوتا
 ہوں آج صبح سے اسوقت تک سوتا تھا رہے کوئی نہیں آیا کیونکہ میں نے مالدو کا ایک کوزہ بھی نہیں پلایا دیکھ لیجئے ہاتھ خالی ہو تو بس بھری ہوئی
 ہیں بیٹھے دیکھئے تبا کو پیچھے کوئی بوتل چڑھائے نشہ جائے خوراد حواسی ماہ کی اور ہو دلوگوں سے سرد ہوئے باتیں جو کھوار کی جوروں نے سنیں اور
 سے دکان کے جھانک کر دیکھا کہ مظفر فارابی ہو کر کس صورت سے بدھو اس غلام یا اس گریبان چاک سر پر چوہے پر سیاہان کی خاک گھلایا ہوا
 چوٹا خوں کھایا ہوا خواہ نے کہا اب تیرا کیا ہو کہاں جاتا ہو پھندے میں پھنسا کوئی دم میں میں نے حلقہ کندہ میں کسا خواہ دیکھے یہ باتیں
 کر رہا تھا کہ کھارنے کھا رہے کیا کرت ہو دیکھ بھلا ان نے میان صاحب کو کھیا ہوا نام جی نے بھو جن کا سہارا کیا ہو میاں صاحب راہ کے ٹھکے اندر سے
 ہیں ذرا چھایا کھاٹ باہر نکالے فالہ سے اندر چل پرتھا کو ہمارے حقیر دے بوتل سے لے کے اوجھڑ کو زبان پلا دے نشہ جھاد سے میان صاحب نہیں
 معلوم کہاں کے رہیوے کہاں سے آئے ہیں کہاں جاتے ہیں بھلا یاد کر لیجئے کہ کسی کھوار کے میاں گئے تھے خوب پی خوب نشہ جھاسے
 جھوٹے بکر کو چلے آئے یہ سنتے ہی کھوار کی نقلی جورو اتھی جھوٹی جھاتی چھوٹ کر تھی اندر غر سے قدم زمین پر دھرتی دکان کے باہر آئی چارپائی
 اٹھا لائی میدا نہیں پھاری مظفر فارابی کو بیٹھنے کی جگہ دی حقیر اچھلی طرح سے تازہ کر کر خوب بلایا مظفر فارابی کے آگے رکھا کھوار نے
 بوتل دی کہ اے دارو بھی آئے کہا بوتل دینے سے میں اندر سے شیشہ جو بت میرا وہ اٹھائے لاتی ہوں دیکھ تو کھیا گھنگرہ ج نشہ جاتی
 ہوں کہ میان بھی کچھ دنوں کو میکا یاد کریں بھگوبھی سرحد شاہ کریں یہ کیکے سکرائی مظفر فارابی کی طرٹ نکھیوں سے دیکھ کر گاہ تر چھی ال
 مظفر فارابی دھج سے ہو گیا اوسان جو کچھ باقی تھا وہ بھی کھو گیا کہا جان جان جلدی ہا اک جام ہاؤ نشہ کا وہ فور ہول کو سر ہونہ و کھوار
 کی نقبلی جورو اندر گئی شیشہ شلاب کا اٹھا لائی خوب بیوشی اس میں ملائی کاوار سیٹ آٹھ اٹھائی یہ کہتی ہوئی وہیں سے آئی ار سے
 تو تو بھی اک جام میرے ہاتھ سے پی لے پھر میان کو دون ایک جام میں بھی پیوں جی سی چاہتا ہو کہ تم تنوں کے نشے میں کچھ تائیں بھی
 آئیں آج میان صاحب کو اپنا گانا بھی سناؤں دل بلاؤں یہ کیکر پہلے ایک جام مظفر فارابی کو دیا پھر ایک جام کھوار نے پی شیشہ
 خالی کر کے رکھ دیا ہاتھ سے بایان اٹھا یا شہ پھانے کی پھیر دین اڑانے کی یہ غزل کہنے کی تان فلک تک جائے غزل

مبارائی ہو سانی ہاتھ میں نے شیشہ مل کو	لب مناسے سن میں مست تیرے شور و فطرت کو	چھپسے گا بل میں کیا کسی غم پرہ بلبل کو
لگتا ہو جو تلوار باغبان گلشن میں سنبھل کو	نہ تو نے کی خبر مرا ہو عاشق رخ فرقت سے	کبھی تو آ کے دیکھ اس کشتہ تیج تامل کو
گنڈا راج قاتل بجا رفت سے آتے جا میں	اگر اس گھاٹ پر تو کھینچوے تلوار کے گل کو	مبار آ جسے یارب باغ سے جلدی خزان کو

دل مشتاق بیل دیکھے روئے شاہ گل کو
 یقین آتا نہیں عشق کو جو انسی الفت کا
 نظر آیا کبھی ٹپکین کبھی میاں بیل کو
 نظر آنے لگے مار یہ فشن میں لہراتے
 خدا انہوں کرے اور بت تہے جاہ و بیل کو
 تھا جو ٹکڑو دیا تو اسی پر شکر کرتا ہوں
 یہ دیوانہ ہوا شکر سے زنجیر کے غسل کو
 شرابین بی کے کیوں گھستے نہیں بچا کر کیا
 غضب بھڑکار ہی ہو آہ بیل آتش گل کو

بہار آئی ہوا الفت سے ہر اب سرشار ہو جا
 گواہی میں دھریٹے دیکھنا ہم شاہ گل کو
 چین میں آج بیل اتمان پر تیرے دیکھ کا
 جو بیل دیکھے کے چھوڑا رخ پاس گارو کا گل
 چین پر خار ہیں ایسا خزان سے انقلاب یا
 جہان میں اپنا توشہ جاتا ہوں میں تو گل کو
 چین کی سیر کو یہ کونسا بخوار آیا ہوا
 مکرر روز سنتے آتے ہیں شیشے کی قفل کو

صبا منتظر بیل سے لگا دے ساغر گل کو
 نیا کھنکار باہر در سے فصل بہاری میں
 جیجی جانیں کر انکوں سے بچاؤ آتش گل کو
 ترقی حسن کی ہو وہ موسم عاشق زیادہ ہوں
 کر شکوہ نہیں دیکھتی ہیں سمع کے گل کو
 جہان میں استغیر جو قیس کی وحشت کا شہر ہو
 کر توڑا جسے غنچے کے سہو کو ساغر گل کو
 ہوا ثابت یہ اک دن آگ گلشن میں لگا ملی

یہ غزل حسب حال جو بعد نماز واداکلوار کی نقلی جو رستے طلبا بجا کر پھیروں میں گائی
 سان بندہ گیا عالم وجہ ہوا مظفر قاریابی کو غفلت سی آئی کھوار تو بیٹے ازخوڑم گیا کیونکہ اسے شراب اسے سادی دی تھی مگر مظفر
 قاریابی کے آگ لگ گئی دل سینے میں مثل بنیم خشک کے جتنے لگا کھوار کی جو رو کو محبت کی نگاہ سے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کہا اے جان جہان
 یہ شراب کیسی تھی کہ جتنے آگ لگا دی شعلہ جنم کی خالصیت دکھا دی پھر دونوں ہاتھ بڑھائے کھانسی جیسی تھی ویسی تھی آواز لگے سے گلباؤتھ سے
 متھ طاووس کے کھوار کی نقلی جو رفاٹھ کھڑی ہوئی کہا یہ اسی طرح کی شراب تھی جس طرح کہ شیر مرغ تو نے امیر باتو قیر شاہ شاہان سلطان
 سلطان صاحبقران زان کو کھلائی تھی مظفر قاریابی کے بچاؤ خواجہ عمر و بروہاٹھ کھڑا ہوا اور خواجہ عمر و نے نعرہ کیا کہ
 مرد و کا قزاقی نعرہ عمر و عمر و کلاہ از سر قیصر برم و خال رخ جنگ بد اختر برم و در قفل خسروان جو گرم سانی جام و قلع و سونو
 برم و ہنم ہر سپہر عیاری و ماہ ظف خنجر گزاری خواجہ عمر و نے ایسے ضرر سے کہ کھارواریاں کی اور مظفر قاریابی آٹھ کے بھاگتا تھا
 کہ حلقہ ہائے کندار سے وارد سے بیوشی تو اسکو اپنا شکر ملے تھی گرتے ہی بیوش ہو گیا کھوار آچک کے دکان پر سے بھاگتا گھر کر کہا کہ امین یہ
 جو رو کسی ہو کہ جبکہ عمر و نکلیا کھوار تو آدھ کھال کے دکان کے پیچھے جنگل بھاڑی میں چپ رہا بیان خواجہ نے میدان خالی پا کر رست پائی
 دکان لوٹنے لگے محالی بلوہی تو ادست پناہ ڈول کڑا اتا اسباب دل غلب اٹھا اٹھا کے داخل زنبیل کیا اور مظفر قاریابی کا پتارہ
 بانڈہ کے لے نکلے دوسرے ہوئے آئے اپنے لشکر میں داخل ہوئے وہ پتارہ مظفر قاریابی کا لاکر آگے بادشاہ حمزہ سعید بن قباد
 شہر یار کے رکھ دیا اور ساری کیفیت اپنی مصیبت و عیاری کی بیان کی اور کہا کہ حضور مظفر قاریابی کو قید کریں اب بھگوتا اور نشان اور
 راستہ گنبد جمشید یہ کا سلام ہو گیا ہو جاتا ہوں امیر باتو قیر کو رہا کر کے لانا ہوں مگر جبکہ میں نہ آؤں مظفر قاریابی کو چھوڑے گا
 نہیں ہرگز ہرگز رہا نہ کیجیے گا ترجمہ کو راہ نہ دیکھیے گایہ کیکے مظفر قاریابی کو تو قید خانے میں قید کیا آپ پھر مثل باد صرصر ہو سکے
 گھوڑے پر سوار بعد نظر آئے تو رہا امیر باتو قیر جو اس کی طرف چلے جاتے جاتے جب تھوڑی دور گنبد جمشید یہ رہا ایک رخت کی آڑ میں بیٹھ
 ایک روغن عیاری نکال مظفر قاریابی کی شکل بنے اور جلد برف دروازہ قلعہ جمشید یہ کے چلے بیان سینے کہ مظفر قاریابی یکا یک بیٹھ
 راز زار مثل ابر باران چنچیں بھر کر روئے لگا لوگوں نے پوچھا اے مظفر قاریابی کیوں مدوتے ہو جان کھوتے ہو مظفر قاریابی نے کہا کہ ابھی
 میں نے ایک خواب دیکھا ہے جسے نہیں بیان کر دے گا بادشاہ پاس بچلو تو بیان کروں اور تعمیر لون بادشاہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور مظفر
 قاریابی نے کچھ خواب دیکھا ہے تو راز راز ہے اختیار رو رہا کہ کتا اور قمر اپنے بادشاہ کے پاس بچلو تو بیان کروں پس بادشاہ نے کہا لاؤ جب وہ
 نہ آئے بادشاہ کے آیا پوچھا بادشاہ نے اے مظفر تو کیوں روتا ہو جان کھوتا ہو آئے کہ حضور میں مسلمان ہوتا ہوں دین اسلام قبول
 کرتا ہوں میں نے خواب میں ابھی جناب براہیم خلیل اللہ کو دیکھا ہے فرماتے ہیں اے مظفر قاریابی تو مسلمان ہوا دین اسلام قبول کر اور
 امیر باتو قیر کو رہا کر کے جلد میں سے عرض کی حضور بادشاہ کو خواب دکھائیں اور میرا حال بادشاہ سے فرمائیں ورنہ وہ میرے خواب کو چھوٹے

جائیکے اعتبار میرے کہنے کا نہ لائیکے یقین ہو کر حضور نے بھی یہی خواب دیکھا ہو تو عجیب نہیں چلنے والے یہ بھی فرمایا تھا کہ تو خواب بار بار
 سے بیان کر وہ اعتبار کر سیکے اور جگہ دین اسلام میں لائیکے بادشاہ نے کہا اس مظفر قاریابی حکوتیرے کہنے کا اعتبار ہے تو نے فروغ خواب
 دیکھا ہو گا کہ میں تجھ کو آئین دین اسلام ظہیر کرتا ہوں نہ ظہیر مظفر قاریابی کو مسلمان کیا اور ہاگردی مظفر قاریابی نے کہا کہ اب حضور میں
 لیا کرتے اسے باتو قیر صاحبقران زمان کو جاتا ہوں کیا حکم ہوتا ہو فرمایا بادشاہ نے کہ جا امیر باتو قیر صاحبقران زمان اور قبل کو رہا کر کے مظفر
 قاریابی رہا ہو کے طرف قاضی شہید یہ کہ چلا اور بے تاشا دوڑا وہ بداساس لیا جو اس ہو کے دوڑا جاتا کہ میں کہیں گر کر یا کبھی بھڑکاتا اور کبھی
 ہو کبھی گستاخ کہ خواجہ عمر و بڑا عیار طرار ہے ایسا سو کہ قلعہ میں کسی ترکیب سے پہنچ جائے تو غضب ہو جائے امیر ربانی پانچا بیان خواجہ عمر و اندر
 عیار طرار ہے شکل مظفر قاریابی بعد مفسد و بیانی تندیز شل شبدیز ہواسے دشت خیز چلتے چلتے قلعہ شہید یہ کہ چھانک پر پہنچے اور دروازہ کو
 آواز دی کہ کھولو دیکھا کہ مظفر قاریابی آیا عمر و نے عجیب فریب زبند دکھایا کہ جلدی چھانک کھولو دیکھا کہ عمر و بھی آجائے شکستہ اپنے
 چل چکا ہو دربان جبکہ چھانک کھولیں نہ پشت سے مظفر قاریابی نے آواز دی کہ یار دیکھا کہ نہ کھولنا یہ مظفر قاریابی نہیں ہے خواجہ عمر و
 ہو عمر و نے ان لوگوں سے کہا کیوں میں گستاخی تھا کہ عمر و ضرورتاً ہوا گا لشکر سے چل چکا ہو اب لوگ آپس میں کہہ رہے ہیں کہ ایک مظفر قاریابی
 کھڑا ہوا چھانک کھلوار ہا ہو دس مظفر قاریابی بھیجے آتا ہو کچھ عقل نہیں کام کرتی امین کو نہ مظفر قاریابی ہے کہ کسکو قلعہ میں آنے دین لہذا
 اسکو روکین یہ گستاخ وہ عمر و ہو وہ گستاخ یہ عمر و ہے امین کون اصلی مظفر ہے یہ باتیں یقین کہ مظفر قاریابی بھی قریب ہو چکا وہ گستاخ ہا ہو
 یہ مظفر قاریابی ہوں خواجہ کہتے ہیں کہ یہ عمر و ہرگز اسکو قلعہ میں نہ جانے دینا میں مظفر قاریابی ہوں آخر کار خواجہ نے تلوار کھینچی اور
 مظفر قاریابی نے اپنی تلوار کھینچی دونوں میں لڑائی ہونے لگی چل نچوں کے چکنے لگے چہرے دکنے لگے خواجہ عمر و نے شمشیر خوجکان کے
 وہ ہاتھ لگانے کہ مظفر قاریابی پسپا ہوا اور بھاگا اور عمر و اسکے پیچھے لپکا مظفر قاریابی بھاگ کر در کے مارے دور کھڑا ہوا اور پکار کر اہل قلعہ
 کو ہا کہ بھائیو ہم ایک بات کہتے ہیں تم اگر انویہ جو مظفر قاریابی ہے اور ملک و حاکم اس قلعہ کا ہو اور باشندہ اس مقام کا ہو تو اسکو سب
 حال قلعہ کا معلوم ہو گا اس سے پوچھو کہ جو مظفر قاریابی کے رہنے کا ہو اسکے کہنے درہن اور کس رخ پر ہو اور کس قطع کا ہو جو کہ عمر و قلعہ
 سے بالکل نا بلند تھا گھبرا کے کہنے لگا کہ باغ درہن اور علاق رخ پر ہو اور ایسی قطع ہو مظفر نے کہا کیوں بھائیو یہ عمر و ہے کہ میں اب اسکو بیکر
 مار لو جانے نہ دو خبردار میں بھی آجیاب دیکھا خواجہ عمر و نے کہ یہ عیاری نہ چلی اور خالی گئی اب تم ہمیں جاؤ گے بس تڑپ کر لوہ کیا نعرہ
 عمر و عمر دم کہ کلاہ از سر قیصر بہ برم نہ خال رخ بچک بد اختر یہ ہم ہا از محفل خسروان جو گر دم ساقی و جام و قبح و سب و ساغر بہ ہم ہم ہم
 سپہ عیاری و ماتہ مابذہ فلک خبر گزاری خواجہ عمر و میں ہائیہ خمری یہ کہے کواری لہور چپٹ چپٹ کہ حلا کرنے لگے دس بیس کو جان
 سے مارا سو پاس کو زخمی کیا کہ دیکھا قلعہ کے پھانک کے دونوں کو اٹھ کھل گئے اور قلعہ سے جوانان پلٹن و سہلوانان دریدہ وہیں بکھلے
 گئے اور ہاتھ تیغ ہاے قلاوی کے چلنے لگے بیڑ کی بیڑ قطار کی قطار غول کے غول دیے کے ریٹے خٹ کے خٹ قلاو سے کواری ننگی
 چمکاتے غل چاتے چلے آتے ہیں شوہر کہ عمر و کو مار لو جانے نہ دو بہادر و شہا باش کیسا ہشیار و خبردار نہ ہا عمر و کسی طرف سے بھگانے نہ پا
 فوراً سر کاٹ لو جان پر ہاتھ آئے خواجہ نے دیکھا کہ بیان باب کا وین تم میکے ہو یہ لشکر سارا تھا اسے بے استار پایا ہوا بیکل چلو بہادری
 کو کام نہو یہ سوچکے دو چار حصے آتباری کے مارے کہ میدان و حار ہو گیا عمر و طہر اوڑھ کے فائب ہو گئے اور چل کھڑے ہو لو
 وہاں سے نکل کے جلدی جلدی دوڑے اپنے لشکر میں داخل ہوئے مظفر قاریابی مع لشکر این و سراران مجروحان و لاشہاے سہلوانان
 قلعہ میں آیا اور حکم کیا کہ امیر کو زنجیر ہاے آہنی سے جکڑ کے قلابے میں لٹکا دو حسب قدر کوشش دہلی کی مسلمان عماران سلام کر سیکے اسبقدر امیر کو
 اور زیادہ ایاد و نگافر حکم مظفر قاریابی امیر باتو قیر کو زنجیر آہنی میں باندھ کر گنبد شہید کے قلابے میں لٹکا دیا امیر باتو قیر بھی شکر پروردگار
 کہتے ہیں کہ بھی نالرا بول بقیر کہتے ہیں بیان خواجہ عمر و میں امیر شمیری بادشاہ مجاہد سے کہنے لگے اپنے غضب کیا مظفر قاریابی کو چھوڑ دیا
 یہ آفت وصال ساری کیفیت بادشاہ سے خواجہ نے بیان کی بادشاہ نے کہا مظفر قاریابی نے مجھے مسلمان ہونیکا کر کیا وہ خواب ہی آنے

دروغ بیان کیا میں بڑا دھوکھا کھا گیا خواجہ نے کہا ایک تیر میری بجو چالیس سردار تھیں ملتی تھیں شکر شکن تھیں شکر شکن تھیں شیخ و مرید باہر تھے
لیجے تو میں پھر قلعہ جمشید پر جاؤں اور امیر باتو قزاق کو رہا کروں بادشاہ نے چالیس سردار خواجہ کو دیے خواجہ نے چالیس دنوں میں
اور ان صندوق میں سردار ان نامی و گرامی کو بند کیا اور مقفل کر کے کشتی پر وہ صندوق لے دے اور آپ تاجر کے چلا خواجہ کو ماہیت
براء قلعہ جمشید یہ تو معلوم تھی مثل مولج ہر ایسے بے ایمان و گروہا ہر ایسے آب بجز خاران ناخدا کے کشتی عالم عالمیان کا نام لیتا ہوا قلعہ جمشید
پہنچا سفید فارت کو لگا گیا سارے مل بھر مراد آپ تر اہل قلعہ سے پکارا کہ اگر اس زمانہ مظفر فاریابی علیہ جاو خبر کرو کہ ایک تاجر کچھ مال ہر قسم کا لایا ہے
مرد قلعہ میں آئیں گے لادوں نے جا کر عرض کیا کہ ایک تاجر چالیس صندوق میں مال لایا ہے اسکو وہیں قلعہ کے باہر رکھا ہے اسکو کیا حکم ہے
مظفر فاریابی نے کہا کہ اسکو قلعہ کے اندر لے جاؤ صندوق مال کے کشتی پر سے اتار دالو جو وقت خواجہ تاجر ہے ہر مع صندوق کے قلعہ میں کے مظفر
فاریابی خود آیا صندوق دیکھتے ہی خواجہ عمر کو پچا ناہننے لگا کہ اسکو صندوق کھولو دیکھا مال یہ خواجہ نے کہا کہ ایک مقام چلو آتے کیوں اسے
تیار کیجئے کہ وہاں صندوق یہ آٹھواں کچھ مال کچھ دکان یہ سکے مظفر فاریابی نے صندوق اٹھو کر محاصرہ فوج میں کھوے اسکو اسکو پکار
شکاریان دلا دے کہ اگر یارو یہ تاجر نہیں رہو ہی خواجہ عمر و بن امیہ ضمری یہ جو کہ مظفر فاریابی کی شکل نیلے آیا تھا کیا دیکھتے ہو مار لو گز قزاق کو
تیر وار جانے نہ دو خود امریکاٹ لیا یہ سکے چاروں سے فوج نے خواجہ پر زور کیا ظہار بن کھن کھن ابرسیاہ فوج میں برقیں تیشروں کی چمکے لگے
خواجہ نے بھی تیغ خود کھان میں سے لی توار چلنے لگا خواجہ نے پھر خنک سابق کی طرح سے کیا کہ مارے کہ خواجہ شکل گئے وہ چارے سردار جو کہ
صندوق میں بند تھے پھنس گئے مظفر فاریابی نے جب دیکھا کہ عمر بھال گیا صندوق کھلو اسے دیکھا کہ سردار شکر امیر ان صندوق میں ہیں
ان بیکو گرفتار کر کے جان امیر باتو قزاق پر خیر انہی میں جگہ لگے تھے وہیں ان سب سرداروں کو بھی قید کیا وہ سردار جب اس زندان گنبد
جمشید میں پہنچے امیر باتو قزاق کا حال دیکھ کر صدمہ و اندوہ سے رہنے لگے کیونکہ جس باد معیبت میں امیر باتو قزاق تھے وہ حال قابل دیکھنے کے
نہ تھا نہ حال تھی کہ حال امیر کا دیکھ کر شربت اس کے امیر نے اس کرب اور بے چینی میں اپنے لشکر کے سرداروں کو دیکھ کر سنا اور مستفسر ہوئے کہ اگر
بھائیو ہم اس حال خراب میں تھے تم کیونکر آئے عمر من کی سرداروں نے امیر خواجہ عمر و کو صندوق میں بند کر کے شکل خراب جمشید
میں آپ کی رہائی کے واسطے آئے تھے مظفر فاریابی نے پہچان لیا خواجہ تو بڑے بھڑکے شکل گئے ہم صندوق میں بند تھے پھنس گئے امیر
کہا شکر خدا بکالا اس سبب اسباب کو یاد کرو پروردگار ظلم رانی کا ہماری تمھاری کوئی نہ کوئی سامان کر گیا نافرین پر واضح ہو کہ جب
خواجہ عمر و بن امیہ ضمری لڑا بھڑک کر ملا زبان مظفر فاریابی سے پوشیدہ ہو کر بھاگے ہر گئی و کوچہ میں حیران و پریشان پھرتے پھرتے ایک ظلم لانا زبان
کی طرف سے خواجہ اندر پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص نہارا ہوا اسنے خواجہ کو دیکھا کہ اگر تو ہی ہو خواجہ نے کہا کہ تجھ کو کیوں کتابت ہو اگر میں عمر و ہوں
اسنے کہا میں نے راکھ خواب میں دیکھا تھا کہ تو کل حمام میں نہانے کو جانا خواجہ عمر و سے حمام میں ملاقات ہوگی میرا نام گلشن تابدار ہے آپ
میرے گھر چلیے میں آپکو مہمان کرونگا خواجہ نے کہا چلو گلشن تابدار بعد فرما تھا ہر صدمہ کے پوشاک پسین کے حمام سے چلا خواجہ نے کہا
کہ تو اکیلا نہاں ہے کوئی آتا تھا جو میں تیرے ساتھ چلوں گا تو حامی بولے گا کہ یہ دوسرا شخص حمام میں کو صر سے آیا اور کون ہی تو جل میں گلیا اور صر
کے آتا ہوں گلشن تابدار چلا خواجہ گلہ اور صر کر کے ساتھ ساتھ گھیر پکے گلشن تابدار نے خواجہ کو مہمان کیا کھانا عمدہ عمدہ ہر گز
کا پکوا یا اور مشر خوان پر چنوا یا جام شراب ارغوان آب خنک صاف شفا خواجہ کو کھلایا پلایا بڑی خاطر داری اور مہمان نوازی
کی تواضع اور عمارت سے پیش آیا خواجہ نے پوچھا کہ گلشن تابدار تجھ کو کچھ امیر باتو قزاق حضرت صاحبقران زمان کا حال معلوم ہو گلشن تابدار
نے کہا اتنا جانتا ہوں کہ گنبد جمشید میں بڑی قید شدیدی میں ہیں خواجہ نے پوچھا کہ گنبد جمشید میں کہاں ہو اور اسکا راستہ کہ صر سے ہو کہ
میں رہا لی امیر باتو قزاق کے واسطے اسقدر خراب و خستہ ہو رہا ہوں گلشن تابدار نے کہا یہ مجھ کو نہیں معلوم ہو کہ گنبد جمشید میں کہاں ہو اور اسکا
کون سا راستہ ہو کس لیے کراچی میں اس شہر میں نووارد ہوں میں ساکن رہ رہتا جب بخیارک کو یہ معلوم ہو کہ گلشن تابدار خراب
ہو گیا گھر آئے لٹایا اور مجھ کو قتل کر دیا قصہ کیا میں وہاں سے اہل و عیال کے نکل آیا اب چند روز سے یہاں مقیم ہوں تجارت کرتا ہوں

چھپا ہوا کنارہاں سے غلوہ ڈپڑا ہوا ہوں خواہنے لگا خیرم خود تلاش کیسے خواہ مخواہ تبار کے گھر سے چلے جب بازار آواہی
 سے نکلے ایک جگہ جا کر روغن عیاری کا نکالا اور اپنے اوپر لٹکایا ایک نازنین ربیبین کی شکل بنے پوشاک فاخرہ کی نکال کر سنی اعلیٰ سبز کا رنگ
 آئین چٹائی کی گوشہ چوڑی چوڑی نیت کرن کی ہوئی چھڑیاں جنگی کی مقبضی ازار بند شات کے دلپسند جامہ لائی کی کرتی کا دانی کی اگلیا پنی
 پھنسی مل کا دھانی دوپٹے لگے نیچے سے آراستہ سر سے پاتون تک زیور جواہر نگار مرصع کا بننا لگئی حوی کر کے مانگ نکالی شان جواہر مانگ پنی
 بھرا شعر میندور سے جو مانگ کو اس گل کی بھڑا شیکورین پہ خون کا چھڑکا کر دیا آنکھوں میں کھل دیا جی بھون بڑا کچھ بڑا کینا سی لگائی
 دھڑکی جانی مسدوس

سرخ اعلیٰ کا وہ پانجامہ سجا بوسہ وار	جسکی کاہن کا ہوا خچہ رہن سے نہ شمار	ایمان میں پایے دونوں جو اٹھائے اکبار
کستور جامہ سے باہر ہوا دور شک بہار	کلبہ میں پھر جو مقابل کوئی پایا اسے	پشیمون میں دم رفتار اڑایا اسے
اک دوپٹہ دیا شبنم کا پھر اس گل کو اور جا	شاد خوں جہان ہونے لگے آپنی	خیش چشم سے آہل کو جو چپا چکا
چادر ابر میں بلی کو تر پتے دیکھا	بھڑت اسنے جی روشنی پر ہون ردا	تھمہ برق کے سورج کی کرن پر مارا

پنی کس حسن اس شمع لایا بھار	زینت حسن ہون ہوئی ہزار	پیشانی سے لعل ہون لکھ لکھ
بند بھی محرم نہ تار کے کس کر بار	بالین سوزی چرایا جو پنی	ادھن جواہر عروہن ازیہ نمری بھل مستوق

جامہ زیب بڑا ہند میں حال ہون جو گل کا لیکر خیرم کس نازدار سے جو متے صورت شانہ نشہ بادہ حسن میں غور پہلے راہیت ایک کس
 ملا کر نام اسکا ترید پہلوان پر وہ دربان گنبد جمشید یہ لکھتا جان میر باتو قریعہ تھے پھر یہ پہلوان بن گیا میل طرح دار جوان خدا دریا سرخ
 میں غرق پار سے جو اس حسین نہر میں کے نکاح میں پانی بھرا آیا اٹھ پڑا لیا اور کما اوجان جہان آرام دل مشاقان کمان طین یہ عروس
 مسکراتر چھی نگاہ کر کے کس خوب سے کس غریب سے بولی تباہ کیا میں کہیں جاتی ہوں تو لون تو کیون تو کتا راہ میں رو کتا راہ لیا نہو
 کوئی آجائے میں ماہو کار کی مٹی ایک جوگی پر عاشق ہون اسکے واسطے یہ سون ہوگ یے جاتی ہوں ترید پہلوان نے کما را غریبوں پر ہی ہرنائی
 کی نظر کرنا چاہیے اسوقت تھکو دیکھتے ہی جان پر لگی غمان صبر و شکیبست استقلال سے چھوٹی رحم کر دیکھتے اقبال سے شیشہ دل نہ توراو
 جام بادہ وصل پلاؤ عاشق زار کو نہ تر پاؤ میں بھی منتک ہوں مثل آئینہ نگ ہوں ابھی شادی بھی نہیں ہوئی ہر دو لگو عشق کی چوٹ لگی ہر دو لگو لگا
 تھارے آگے دھرونگا شب و روز خدمت سے غفلت نہ کرونگا مظفر فارابی کا ملازم ہوں گلاب تھارا جان و مال سے خادم ہوں اسوقت
 گنبد جمشید یہ پر جاتا ہوں پھر نے کا وقت بیت فریب ہر پر بھر کے بعد پت کے آتا ہوں یہ کچھ چند اشعار عبرت آمیز بڑے نظم

لوکھایا آئینہ فار نے جب صفائی آب و رخ کا	دہن کو جو ہر حجاز زبان کا زبان کو جو ہر خطہ کا	ہر ایک کلبہ ہر محل نام ہر ایک جو ہر پر اب دیدہ
جو زخم گل میرے باغ کا ہو تو داغ تیار ہے میں کا	نظر جو آجائے سہر قہنہ تو روؤں مجھ کی زرخین	جو دیکھوں قیشہ تو سر کو چھوڑوں خیال نہ رہے جگمگ
پر نہ آیا تھا یاں ہم سے بر نہ یاں سے چاہم کو	تو کو تو جین سو گئی نہ داغ جگمگ کفن کا	چھو ا جو گیسو عجز میں کو تو سانپ کیہ سوک گیا
ہر جو چشم سپہ کا بوسہ شکار میں نے کیا ہلن کا	لگاہ اول میں چشم میگوں یہ رنگ محفل ہوگ لگا	وہ حال ہے جو وقت آخر شراب خواہی انجمن کا
خواب مٹی ہو کیسی کوئی نہ مرد و دستان ہو	جدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہو اپن کا	جو حال پر وہ عشق میں ہو ہی محبت میں ٹالوں
وہ شمع فانوس کا ہو کشتہ یہ سوختہ نور ہر	جو پختہ سوا میں قبر دیکھی تو میں نے کیا یہ	جو غیر غریب حبیب کا ہو غبار خاطر نہ ہو وطن کا

یہ اشعار سنکر وہی مثال جو رہاں کو سے خیرم کہے مخزون خاطر ہوئی اور یہ اشعار پڑھنے کی اشعار	بادہ آئینہ خیرم خیرم خیرم خیرم	جھوافت ہوئی اس ظلم کبائی کس
جان لیتا ہو جو عاشق کی دانی کے	دیکھ کر وہی دہن تھے تصویر کی	ون کتا سا خیال رخ میں جیانی
شب بسر کی یاد گیسو میں پشانی کے	تھک جاتا ہو وہ عشاق میں ہوا ہن	نزع میں تھک جاتا ہو وہ عشاق میں ہوا ہن
دوم نکھائے تھے عاشق کا مانی کے	کاروان رہتا ہو اک میں شیعانی کے	دھرم میں جب شمع سجا یا تر رخ کا خیال

صبح تک رو کیا شمع شبنم کی کے تھے خود بھی لسل ہو گیا جلا دھڑانی کے تھے ہر دم آراے محفل عشاق وای آرام وہ روح روان ششاق اب زندگی تھا اسے ہاتھ درجو کہ ہوسو ہو شل سایہ یہ عاشق تھا اسے ساتھ ہی جو شل	ترقت جانان میں میں ہوں چلا جا یہ اشعار شکر تر بد پہلو ان دربان گنبد جمشید یہ ساتھی ہی اس نماز میں ہر کہیں کے رونے لگا اور کہا اگر	آگ بھی ہمارہ رستی ہو بیان فی کے تھے میں جو طر یا میرا سکال بھی ہوں	
دخست دل ترا چرچا نہوا تھا سو ہم میں کیوں یار سے عشق اپنا جانیامو میرے مالون نے کیا شور قیامت پر ہم پریشانوں کو جو ج میں تولی کر	جلو اس زمانہ کا سو دنوا تھا سو راز دل کا کبھی نہا نہوا تھا سو ایک حادثہ وہاں ہوا تھا سو یہ تو اوزان سپاہی نہوا تھا سو	منسل گل میں بے سودا نہوا تھا سو ہر جانان میں تو کبھی نہوا تھا سو اسی باتوں پر یہ سب نہیں نہوا تھا سو دہ کیا دیکھ وہ نورانی شہزادی اس	ایک وہ مجھ کا شانو تھا سو ہوا جاری ان چشموں کے دریا نہوا تھا سو گل و بلبل میں یہ جھگڑا نہوا تھا سو شش دہی بٹھے سکتا نہوا تھا سو
یہ اشعار و فارہ کے تر بد پہلو ان کا پیر کے چوہیدہ کیا اس حال جہاں کشہ کن مکاران سے تھے سے لگا لیا اور کہا اے عاشق رو سے زیادہ اے گرفتار زلزلت چلیا اس وقت ترے رونے پر میری دلی نہیں گیا اس موسمے سوئی کاٹے جوگی کے نہ کو آگ لگاؤ گی تجھ کو ٹھنڈا کر دگی نے بڑی دیر ہوئی رہے جان کھوتے خلق خشک ہو گیا ہو گیا ہو بن ہو گئی تری ہی تقدیر کا ہر کھانے پانی پیلے طور ہی نہ میں ہو جاہر سے پر جب ہر ادراک اس وہ کہ سے جھگڑا میں سے گھر حلقہ کی ہر جہر ساتھ نہ چھوڑ دگی تیرا دل اکٹھ پر خوش کیا کر دگی تجھ کو مار کر دگی تر بد پہلو ان خوشی میں گرے کی طرح بھول گیا ہر سب بھول گیا پھین کھل گئیں مومن ہو گئے کھلایا کر غمتیں مل گئیں خوشی خوشی کئے کی طرح نکال میں کھانے لگا زندگی میں ہر موت کا اٹھانے لگا جب کھا چکا اسے گھوڑی نہ میں دی اور یہ تقریر کی جاؤ جاؤ قدم اٹھاؤ یہ شکر تر بد پہلو ان تھا ہوا جلا و جار قدم بڑھاتا کرتا ہے گرا تھا کے بالین پلے کی ہوئے کہا او کو کام کیوں مومن ہو گئے کھلایا خوب کئے کی طرح چہرہ لکھا دیکھ میں نے کیا رنگ جمایا تجھ کو لٹھری بنایا جاتو بھی سگون میں مل نہم ہر عیاری قہر ملک خمر گزاری خواجہ مہر وں امیر غری یہ کئے سب کڑے وردی صاف ہتیار و غیرہ سے لے لہار کھینچ کے ایک ہاتھ ہا کر دے لکھے اس تر بد پہلو ان کے ہو گئے خواجہ رنہ روغن عیاری کا لگا کر کسی شکل سے اور کڑے وردی سب کے پنے اور صاف ہر سے باز ہا کر ہتیار لگائے لاش اسی اٹھا کر ایک گز سے میں پھینکی اور طرٹ گنبد جمشید یہ کے پلے نصف راہ طرکی ملی کر ایک مقام دورا با با اب حیران ہو کر گسٹن ہاؤن گنبد کی راہ کیوں کیاؤن سر پر کے اسی کچھ میٹھے گئے اور سے تر بد پہلو ان کے ساتھ کا جوان ہرے والا آقا آئے دیکھا کر تر بد پہلو ان بٹھا ہر سر پر آقا و حلا و پوچھا آئے کیوں تر بد کیا حال ہو بیان کر وہ وقت تیرے پر بد لانے کا قصہ وہ گویا تو نہیں چہر پر پونہ دار و فہمیں فہم ہوا کہ ہرے والا بھی کتا اور تر بد نقلی نے کہا اے بھائی میں وہین چلا تھا پر بد لانے کا خیال لگا تھا مگر جسے در راہ میں اٹھا بڑی دیر سے اس مقام پر میں ہوں تم اتنا احسان کرو کہ ہاتھ میرا تمام کے پھلو اور ہرے پر بھلا و پیر میں وہان بٹھا ہوا کچھ کھالی تو گایا شکر تر بد پہلو ان کے ساتھ وہ نے تر بد نقلی کا ہاتھ پکڑ لیا اور جلدی لجا کر ہرے پر بھلا دیا اور دار و غز زندان خانہ کو دیکھا خواجہ نے کہ سامنے کسی پر بیٹھا آگے اس کے کسی دھڑکے لگا ہوا خاندان گوریوں کا اور لالہ ان بھی دھڑکا اس پاس گلی سے رنگارنگ پھولوں کے کھلے ہوئے رکھے ہیں خد شکار سامنے کھڑا اس کے ہاتھ میں جام و حرامی رکھ دیرم شراب بنا ہر نشہ بادہ نخرت سے چھو مت اس اور یہ غزل پڑھتا ہے غنزل تو فلک سے بھرون وہ شراب کیے میں وہ میرا کہیں نکلے شاید اساتی خزان میں گئے چہرہ کیے ساکن ہیں وہ پیر ہیں میں سے رنگ سرخ کو دے ہر ایک مست کی ہونے ہر ناز بل سفید ہو ہو کر قح قح کسی کیے وہ ترک و مد میں نے تو بھی فام	یقین ہو زون کو آفتاب شیشے میں شراب چہرہ رہے آفتاب شیشے میں بہار کھتی ہو گلگون شراب شیشے میں بھرانہ و کھا ہو جسے شہاب شیشے میں شراب شیشے میں ہو بالاب شیشے میں موض شراب کیے خفا شیشے میں کیا بے رخ پر آتش شراب شیشے میں	ہو زون کو آفتاب شیشے میں ہمارے گھر میں رہی شگوروشی میں زالل نوش ہو نہیں مست و در میں کھلی ہو چاندنی جو پچھے تو موضع بتاے رکھتے ہیں ساتی اگر دیا جا یہ بے نشہ میں ہوئی بے محل کر	ہو زون کو آفتاب شیشے میں کرم سے ساتی کے ہو آفتاب شیشے میں بہکی ہو کی نہی شراب شیشے میں طلوع ماہ ہو اور آفتاب شیشے میں سوال کا کر ہمارے جواب شیشے میں شراب لی کے بھر کیے کیا شیشے میں

دیکھا اور کہا تیرے پہلو ان آج کیا سبب ہوا جو لوٹے پہاڑوں سے من عرصہ کیا تر بد پہلو ان کا ساتھی پہرے والا جو ہاتھ پکڑ کر تر بد پہلو ان
 نقلی کو لایا تھا اسے کہا کہ حضور تر بد پہلو ان کے ماہ میں وردا تھا تھا ایک مقام پر بیٹھا ہوا تھا میں آتا تھا میں نے جب یہ حال دیکھا تو
 ہاتھ پکڑ کر میان تک لایا ہوں داروغہ نے کہا اسے تر بد پہلو ان پر آشوب شہر اور گھر کے آئینا ہٹا کر گھر سے سویرے آیا کرو پہرے پرست ہو سیکر رہا
 کرو اگر کوئی سطر حلی بے عنوانی ہوگی تو عتاب مظہر قاریانی آئینا ہر ایک پہرے والا سزا پایا گیا خواجہ نے کہا سبب خوب کیا مجال جو حکم کے خلاف ہو
 کہے خواجہ پر بیٹھے بیٹھے یہ خبر یہ نکال کے کھانے گئے داروغہ نے کہا اسے تر بد پہلو ان کا کھانے ہو کہا حضورہ والی کھانا ہوں درو کو ہلا تا ہوں ساتھ داروغہ
 نے کہا اسے بھائی یہ کیسی دوائی جو درو کے لیے بنائی ہو خواجہ نے کہا ایک ورد یہ کیا ہو اس میں بڑی بڑی تاثیر ہیں میں کھاؤ تو مزہ اٹھاؤ گھر کا راستہ
 بھول جاؤ نہ ہی ڈھونڈتے پھر و نخواستہ ساری اس میں بیچ دو جو داروغہ میں روئے پیٹے غل چھائے فائے کر کے مر جائے داروغہ بھی بھاری گیا
 عیاش بد معاش تھا کہا میان تر بد پہلو ان کا تھے کسی دوا پر ہم بھی دیکھیں خواجہ نے کہا حضور اس دوائی پر کیا ہو میرے پاس درو دانیان
 ایسی ایسی عمدہ دوا یا اب ہیں کہ کبھی چشم فلک نے نہ کی ہوگی اور خصوصاً درو کی واسطے تو اس کے علم میں لات نہات کی دیا سے اب میری چار چوڑیاں
 ہیں در ان میں دوا یوں کیو جو سے سب میری عاشق ہیں دوسری طرف ان کا رخ کرنگو جی نہیں چاہتا ہر وقت نگاہ پر ایک ایک اپنی جان تیار کر لیں
 اور گھڑی بھر کی جدائی شاق ہو وصل پر مرنی ہو یہ کنگو چار پڑیاں اپنی غلی سے نکالیں اور کھولے دکان میں داروغہ کے منہ میں پانی بھرا یا
 کو زرقہ کھولے دیکھا یا کہا اگر اس صفت کی دوائی ہو تو ہکو دو آج کھا کر دیکھیں گے قدر سے بزرگ تو آگے کو نہیں بہت خوش کرے خواجہ
 نے کہا یہ دوائی مصرع بات فاشقان بر شاخ آہو وہ نہیں ہو اس حضور بھی کھا لیجئے امتحان کیجئے یہ وہ چیز ہو کہ کھاتے ہی بیٹھا تو آپ کو مشکل
 ہو گا داروغہ نے کہا تر بد میرے سر کی قسم لاؤ جلدی دو ویز بکرو میں تو ایسا نہیں جانتا تھا اتنے عرصے سے تم ہمارے ساتھ ہو تمہارا کمال فہرہ
 کیوں نہوا ستار چھپے رستم ہو بڑے صاحب فن ہم ہو خواجہ نے اس کے ایک پڑیا داروغہ کو دی اور ساتھ والوں سے چپکے سے کہا تم بھی کھاؤ
 تم لوگ بڑے واسے ہو تم سے ہم کچھ نیٹے نہیں دوا میں جن اتنے زرقہ تمام یہ داروغہ نے وہ پیرا شراب میں ڈال کر پی اور جام خد خد کر دیا
 خد خد گارے اس جام میں جو کچھ درو تھا پی لیا بلکہ جام کو خوب چاٹ لیا اور ایک پڑیا خواجہ نے شراب میں ملا کر ایک ایک جام تہہ کے ساتھ
 والوں کو دیا ان سب پیائیں شراب پیتے ہی سب کے سب مع داروغہ خد خد گار حلق حلق زمین پر گرے اور بیہوش ہو گئے خواجہ عمر و ٹٹ
 آوار کھینکے پہلے تو جتنے پہرے چوکے واسے در بان زمان خانہ تھے ان سب کے سر کاٹ کے پھینک دیے پہر داروغہ کی طرف بڑھا سانسے سے
 مظہر قاریانی کو آئے دیکھا جھٹ پٹ دروازہ کھولا اندر گھس گیا وہاں دیکھا کہ دوڑتی پڑے سورج ہیں ایک ایک ہاتھ تلوار کا آن دونوں
 ہرے کرار کرانگا سر کٹ کے بدن سے جدا ہو گیا دیکھا کہ ایک دروازہ مقفل اور دوسرا کھولا تو ایک دہنہ نقب کا نظر پڑا اس میں نہ نہ ہوا تھا اس نے
 سے اتر کر خواجہ عمر و گئے تو دیکھا ایک میدان وسیع ہو اس میں ایک گنبد مستحکم بنا ہوا ہو کہ جس کا نام گنبد جمشید یہ ہے اس گنبد کا بھی دروازہ
 مقفل پایا جب اس دروازے کو خواجہ نے کھولا سنا کہ اندر سے کھانا تازہ کی آتی ہوا اور ساتھ ہی اس کے آواز بھی آتی ہے افسوس کہ میرے
 بھائی خواجہ عمر و کو میرے حال کی خبر نہیں کیا جانے کہ کیا سبب ہوا جو خواجہ میری ربانی میں کوشش نہیں کرتے نہیں معلوم کہ خواجہ کس کیفیت میں ہیں
 کہیں بلان میں وہ بھی پچھے تو نہیں خدا انکو مجھ تک پہنچائے کہ رانی کی صورت کچھ نظر آئے یہ صدمہ و دنا کے ہل چین ہو گیا خواجہ نے
 رو دیا مگر رقت کو نبھانے کے ایک روغن لگا کر اپنے کو شکل صیب بنایا اور بسم اللہ کہنے اس گنبد کے اندر داخل ہوا سب سردار اور قبل اور
 امیر با تو قیر صورت دیکھ کر خائف ہوئے اور کہا تو کون ہو اسے کہا میں لات سلا ہوں اگر تم سب ملجو سجدہ کرو تو اچھی سکور ہا کرو ورنہ میر
 با تو قیر نے فرمایا الاحول ولا قوۃ الا بالہدای العلیم ہم لات و منات پر رخت کرتے ہیں عراب درگاہ الہی میں برائے سجدہ سر دھرتے ہیں اگر تم
 بھائی خواجہ عمر و بن امیہ ضمری آجائے گا تو اچھی شہزادہ شمشیر برق تاب سے جلا دیگا دور ہو گیا بکتا ہو اگر ہزار برس قید سخت میں ہیں
 تو بھی جکو سجدہ نہ کریں پروردگار عالم کا جس وقت حکم ہو گا فوراً رہا ہو جائیں گے و ت نقلی نے کہا اگر کچھ روپیہ مال دفیہہ دو تو کچھ اچھی
 رہا کرو ورنہ جس وقت امیر با تو قیر نے روپیہ کا نام اس کی زبان سے سنا پچان گئے کہ یہ عمر و بن امیہ ضمری ہیں انھیں کو روپیہ مال دوسرا

کالا پتھر زیادہ ہو جانتے ہیں امیر کہ خواجہ لالچی زیادہ زر کے مرد ہیں اس حال میں بھی جسے مذاق کرسٹے میں میر با تو قیر پکارا تھے اور بھائی خواجہ عمر و تم آئے جان میں جان آئی روح کو تازگی ہوئی دکھ درد سارا ہم بخیر گئے تو بھائی جابر با کو خواجہ عمر نے پہلے سب سرداروں کو ر ہا کیا مقبل و فادار کا بند قید کا نا پھر امیر با تو قیر کو سب سرداروں سمیت دکر زنجیر آہنی سے کھولا بند قید خواجہ عمر نے توڑا امیر با تو قیر کو مع ڈار ان نامی و لاجی مقبل و فادار کے رہا کیا اور زنجیر سے نکال کر ایک ایک تلوار دیتی امیر با تو قیر کو اور سب کو خواجہ نے دی اور اسی نقب سے امیر کو اور سرداروں کو لیکر چلے جاتے جاتے دیکھا کہ دوسرے نقب کا اسی نقب سے راستہ لگا ہوا ہے اسی طرف کو پہلے یہ شاخ اس نقب کی نخل گلشن بارگاہ ات مت مت کی جانب نکلی تھی ات مت مت نہ تھمنون بادشاہ کناروں کے تھے صاحب حکومت صاحب فوج بعد اوج موج تھے ناظرین و ناظر ہو کر حب خواجہ عمر و داروغہ زندان خانہ بیوش کر کے اور پرے والوں کو مار کر گنبد میں داخل ہوا اس وقت منظر فارابی کے آفریقہ ان ہوا آیا دیکھا کہ داروغہ بیوش پڑا ہوا اور سب پرے سے واپس گشتہ ہیں خون کا تار جھرا ہوا منظر فارابی دیکھ کر حیران ہوا اور داروغہ کو پتہ چلا گیا اور پوچھا کہ یہ کیا اجازت داروغہ نے کہا کہ تیرے چلو ان کے الیحد پڑا ہوا بیوش ایسا منظر فارابی نے کیا معلوم ہوتا ہے کہ عمر و بیان پوچھا یا سوا سے آسکے یہ کیسے کا حوصلہ نہیں جلد تلاش کر کوئے و گمان ہر منظر فارابی خواجہ عمر و لو تلاش کرتا پھر ہوا وہ منظر دیکھتے دیکھتے بارگاہ ات مت مت میں آیا ہوا اور کیفیت عیاری خواجہ عمر و احوال در بیان کر رہا ہوا بیان خواجہ عمر و بھی میر با تو قیر اور سرداران مامدار مقبل و فادار کو ساتھ لیے ہوئے وہ نہ نقب پر پہنچے سب کو تو رہ نہ نقب پر نظر آیا آپ وہ نہ نقب سے باہر آئے اور فرود کیا نفرہ

بن گاؤنلی کا دوسوار نے نیٹ بی کر کوئی ایسا کہ مقابلہ کر کے صف لشکر سے نکلے یہ سیکھوان عادی نے گھوڑا بڑھا کر صراوی
 غرہ شیلہ کے مقابلہ رستم خان بن گاؤنلی کا دوسوار میں نے نیزہ بڑی ہونے لگی عقدہ ہنر جنگ کھٹنے لگے میزان جرات میں تلے لگے جب
 ہنام رستم نیزہ بازی میں حاضر آیا تلوار میان سے لی پہلوان عادی نے بھی تلوار چینی رستم خان نے جھپٹ کر تلوار کا تہہ عادی نے پھینک
 اٹھا دوا دیا رستم خان نے جھکا دیکر چینی تلوار سپر کاٹی ہوئی نکل آئی سیکھوان عادی نے سر پر تلوار بڑی رستم خان نے چہرے پر سپر تلوار
 سپر کو کٹ کے نکل گئی موت رستم خان کی آئی ہوئی نکل گئی رستم خان ضرب گران اٹھا کر چھے ہٹا اور پیشتر ادا ہٹا رستم خان دیکھا یا
 جھکا تیان تلوار کی دینے لگا کبھی تلوار سپر لیا کبھی جھپٹے کا رخ اٹھا یا کبھی شانے پر اشار کیا کبھی ہٹکٹی پر جھکا کبھی بالے پر جھکا ہاتھ لیا کبھی
 سر پر تلوار کو دیکھا یا پہلوان عادی بھی کس کس پھرتی سے سپر کو پھرتے ہیں جو میں جانتے ہیں رستم خان پالت کا ہاتھ نکال کر سیدھا ہوا
 تلے سر پر جھکا لی دی فوراً پہلوان عادی سپر پھرتی سے سپر لایا بیان ہنام رستم نے جھک کے جو ہاتھ مارا پھنڈا داخل گیا آنتین ٹھن ٹھن
 پہلوان عادی نے اونوں اٹھون سے پیٹ پکڑ لیا سرداران لشکر جادو پڑے بنے سنبھال لیا گھوڑے سے گرتے گرتے بچے ہاتھوں ہاتھ مزار
 لشکر میں لکھے آنتین اٹھا کر پٹ میں رکھیں جب کے پٹی اندھی بیان رستم خان بن گاؤنلی کا دوسوار نے پھر مبارک کیا کرب فازی کو غصہ کیا چاہتے
 ہیں کہ گھوڑا چھیر کر ٹھہریں کہ فرامز نے بڑھ کر کہا کہ آپ ابھی ٹھہریں تکلیف نہ کریں گھوڑا آگے نہ بڑھائیں مقابلے کو بخائیں یہ میرا شکار ہے
 ابھی تیرے تیغ آ جا رہا ہے کھلے سمند مبارق قمار نفل کن نسیم مبارک جو لان کیا مر مر ترور کے مانند گھوڑا اڑا کے مقابلہ میں ہنام رستم رستم خان بن
 گاؤنلی کا دوسوار کے آئے اور فرامز نے فرامز منم شیردل صف شکن نامدار فرامز کشتہ کن مالکار رستم خان بن گاؤنلی کا دوسوار نے نیزہ
 انا پتیرا بے لگے برچھا ہلانے لگا فرامز شیردل نے بھی نیزہ خارا شگان مشورازقات تافات ہاتھ میں اٹھا رستم خان نے ایک بند ہاتھ
 جو برچھا ہلانے فرامز نے نیزہ سے پردہ کے ہر بند ناخن فتح سے کھول دیا پھر اپنے نیزے کی ڈاڈہ لبرچھے کی ڈاڈہ لبرچھے کے برچھے کو اٹھا یا یہ معلوم ہوا
 کہ دوسوار سیلہ زرنگاہ ہلا سے ہوا گھٹ گئے ہیں کبھی فرامز نے ہاتھ بڑھا دیا کبھی رستم خان بن گاؤنلی کا دوسوار نے دست دراز کیا کبھی اٹھا
 تے ڈاڈہ لڑی کبھی سنان پر سنان پڑی چنگاریاں اڑیں شعلہ آتش ریتھ بھڑکے کہ بیان مژن فرامز نے ایک مقام پر جھک کر ڈاڈہ لڑا
 سے مل کر جو جھکا دیا برچھا ہاتھ سے رستم خان کے نکل گیا فرامز نے بڑھ کر بائیں ہاتھ سے روک لیا شکرون میں واہ واہ بھان اٹھنا
 بھان اٹھنا شکرون بھل بھل کرب فازی نے بڑھ کر صراوی بھان اٹھنا اٹھنا کیا نیزہ کا توڑ کیا کیا خطا کار کے ہاتھ سے نکال لیا کیا خوبنا
 سپر گری یاد میں بیشک ہنر جنگ میں آپ استاد ہیں اب یہ ٹھون ہنام رستم تھا نا شکار ہو تلوار بھی تھاری متاع باب ہو کہ کارزار میں طعن
 و تشیع شکر رستم خان بن گاؤنلی کا دوسوار غصے سے تاج کھار بار بار پشت دست کہ انٹوں سے چبانے لگا فرامز ہو کر غم کیا گھوڑے پر
 غصہ کھانے لگا اور وہیں کوڑے زناٹے سے مارے کہ گھوڑا چراغ پا ہو کر الف ہو گیا رستم خان گرتے گرتے بچا پھر گھوڑے کو چکار کے چلا
 کیا تیغ آ جا رہا ہے چھینج لیا فرامز شیردل منہ پر ہاتھ رکھنے سے رستم خان سے کہنے لگے اور ہا بدل بنیریاں پر غصہ نکالتا ہے اب نہ دست
 میں خون ہو کر اچھانا ہو مہوون کی فتح و شکست ہوجات ہمت کیوں پست ہوے اب تلوار کا ہنر کھادل نہ امر قدم بھیجے نہ ہٹا یہ کھلے فرامز
 نے بھی تلوار چینی نیزہ دونوں نے میدان میں گاڑ دیے دونوں شکرون کے جوان ہاتھ کے قریب کھڑے ہوئے رستم خان بن گاؤنلی کا دوسوار
 سوار نے جھپٹ کر ہاتھ تلوار کا مارا فرامز نے خالی دیکر نیزہ خارا شگان کا وار کیا رستم خان نے سپر بڑھ کر پھر رستم خان نے تلوار ماری
 فرامز نے اپنی تلوار پر روکی جھکار کی آواز آئی روح پیچھے میں آس نامہ کے تھرائی سمجھا کہ تلوار ٹوٹ گئی ہاتھ سے چھوٹ گئی دیکھا تو منہ تلوار
 ٹر گیا طائر حاس ٹر گیا تلوار میں دھانے پڑ گئے فشر غم دین گئے رستم خان جھپٹا بدل ہی دلیں غصہ کھایا جھپٹ کھڑے ہوا تلوار
 کا مارا فرامز سپر پگناٹھ کے پکارا تلوار سے ہشیار قبضہ سے خبردار یہ کھلے سپر کی اوچھوڑی قبضہ سے تلوار صاف نکال لی رستم خان نے
 ہاتھ بڑھایا تھا کہ فرامز نے تلوار اٹھا لی رستم خان نے ڈر کے بال گھوڑے کی پیچھے ہٹائی لشکر میں حسین و آفرین کا شور ہوا حریف اور فرامز
 ہو انجم سے گھوڑے سے کوڑا ٹھانم ٹھوٹک کر کھڑا ہو گیا فرامز بھی گھوڑے سے اترے تلوار میں رکھیں کشتی شروع ہوئی جو بیج رستم خان نے کھڑا

وہ فرامرز نے توڑ کر کے رو کر دیا کبھی رستم خان ریل کرادھر آیا اگر لنگر فرامرز کا رستم خان کا کھانا
 رستم خان کا لنگر فرامرز سے اٹھرا سی طرح چار روز تک کشتی رہی سب لشکری دونوں طرف تماشا دیکھا کیے دونوں سپاہیان دونوں
 لڑا کیے ایک ایک سے کتنا تھا دونوں برابر کے جوان ہیں دونوں میں ایک سی طاقت کے نشان ہیں ایک سی جرات ایک سی
 ہمت ایک سی قوت ایک سی شجاعت ہر دیکھے کون زیر ہو کے گرے دیکھے کسی فتح ہو سکے ہاتھ میدان جنگ رہے غرض کہ جو حق
 رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار تھا کسانوں بھولی زور لگھا فرامرز نے ایک سج زبردست یا نہ خاک اسکا تیر کر کے زور دیکھا بہت مشکل
 تھا لنگر اس سنگ گراں کا زمین سے اٹھا زبرد قوت و شجاعت و طاقت سے رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار کو بھٹا لنگر
 کھڑکرا میرا تو قریب شور ہوا وہ مارا مارا کیا کتنا فرامرز شیر دل ہر جہاں جا پڑے پہلوان نامی کو زیر کیا مردود کو زندگی سے سیر کیا فرامرز شیر دل ہنرمند
 مرد و تاجر جارا و نامدار گرا تے ہی رستم خان کو چھانی پر چڑھ گئے اور خنجر نکالے گلے پر رکھ دیا اور کہا اگر کہ وحدانیت پروردگار میں کیا کہتا تو
 رستم خان نے کہا برحق تمہارا دین پا اور پختہ دین دین اسلام اب قبول کرنا ہوں دولت بختی حصول کرنا ہوں بتوں پر غفلت کرنا ہوں
 وحدانیت کرنا ہوں اب کبھی طاعت سے باہر نہ لوں گا ہمیشہ مطیع اہل دین اسلام رہوں گا تا ظہر پر واضح ہو کہ جو وقت فرامرز شیر دل نے
 اس روئے کو زیر کیا لنگر اٹھا کر زمین پر گرایا فوج کھارے لکڑی لگائی رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار تلوار بن بھیج بھیج کے آپٹے اور
 شمشیر تلوار بن چلے گئے اس سے بھی غازیان فکر اسلام تلوار بن تول تول کے غٹ پٹ ہوئے فرامرز نے رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ
 سوار سے کہا کہ منہ کرانی فوج کو نہیں تو پانی اس خنجر آبدار کا قیرے حق میں ہو گا تیری جان اب ہمت میں جا بلی کچھ نہ بن پڑ گیا رستم خان
 فریاد خنجر سے پکارا نا چھوٹا ایک ایک کو لگا کر تار کو کوئی نہیں سنا اور رستم خان نے عرض کیا کہ حضور اب بلکہ چھوڑ دین میں ابھی بندوبست
 کرنا ہوں میرا لطف ہے آپ مطمئن رہے اب تو ابدا ر و ظلم و گناہ میرا تو قیر کا ہوں یہ سکے فرامرز نے رستم خان کو چھوڑ دیا رستم خان غصا
 ہر ایک کو پکارنا ہو منہ کرنا ہو کوئی اس کے کھنے پر عمل نہیں کرنا تلوار چل رہی تندی خون کی دشت کا انداز میں اہل رہی ہو گیا بیباکی
 نہ کرکٹ کھلے کر رہے ہیں مثل حباب تیر رہے ہیں کرنا گاہ بیابان سے گرداڑی دن کی شب ہو گئی ذرے زمین سے اٹھ اٹھ کر خل سیارگان
 چلنے لگے جب جاسن گرد چاک ہوا تو غبار خاک ہو لو لکھا شکرا تا ہر ایک چشم زدن میں لشکر آسمان ہوا وہ تو تھا جعفران زمان سے
 غریب غنی غم روزگار بود صفت شکن خسرو نامدار و زخم میدان جنگ آوران ہر جا شود آواز آواز + ساتھ ہی اس نوہ شیراز کے
 دوسرا نوہ ہوا نوہ لندھو حور جزیرہ ہاے دریا را گر فتم تا بہ ہندوستان اگر تا ہم نیدانی ہم لندھو حورین سحران + بعد اس نرسے کے
 وہ نوہ ہوا کہ کفار ان نابکارا کا زہیت ناک سے دلی گئے نوہ خواجہ عمر و عمر دم کر گاہ از قیرہ برم + حال ہی جنگ بد اختر ہم
 گر محفل خسروان چو گردم ساتی + جہم و قبح و سود و ساغر بر ہم + ہم سر سپر ہاری و ماہ فلک خنجر گزاری نمودار و نامدار خواجہ عمر و
 بن امیر غمیری اسید صحرے پر اور پلٹوے ہوئے تلوار بن کڑکڑ کے لشکر کفار پر آپٹے قیامت کی تلوار علی آسمان تھرایا زمین کا پٹنے
 کی خون جنگ میں ایسا بیا کر نمونہ دریا تلوار آسمان شکل حباب و کھائی و یا سیلاب خون نے صد فقر تن ڈلو دے ایسی بڑھائی

کی طعانی ہوئی کشتی حیات طوفانی ہوئی اشعار	طوفان دزد گاہ میں شکار کا تال	بسل گئے جسم ہی ہے آب کی مثال
سرخ لہجے خوشنصیب اجا پڑا	میدان رنگہ میں تلوار تھا آشکار	طوفان میں بھیجے ہوتا جو لہجہ

امیر بالو قیر کا یہ حال تھا ہاتھ میں چھینے ہوئے شمشیر آبدار جیسے چارہ سے ایک حار میں اسکو ٹھنڈا تھا کیا وہ میوہ عافیت میں مالک کی
 جہنم میں گیا کیسکو قاش زین سے اٹھا کر زمین پر مارا ہونہ خاک ہوا جیسے لندھو حور تیر کو ٹسکاف کیے ہوئے گڈرے مثل رو باہ میرا
 خواجہ عمر و نے قیامت برپائی اسکو اچک کے مارا اسکو جھپٹ کے دو کیا کیسکو حقہ آتشازی سے جلا یا کیسکو آب دم شمشیر بران
 پلا یا ہر سردار اسی طرح ہر جگہ لڑ رہا تھا سیکڑوں ہزاروں کا کھیت پڑ رہا تھا سروں کے انبار میان کارزار تنوں کے ڈھیر دام اس کا
 امیر پھر غازیان لشکر اسلام بھی بہت سے جان بحق ہوئے فلک کج رفتار کو ان کے قلع ہوئے سیکڑوں عمر و صرح اکثر غازی گھما

ترخم کی بدھیاں بچنے جھوم رہے ہیں چل شمشیر آبدار کا جوم رہے ہیں خند لب شجاعت یہ نغمہ سراہی باغبان اور کچھو کچھو کا زرار کھلا ہوا
 اہل خانہ روت باغبان شکار کر رہا ہو نقش جسم کی تہیان شکست جن نمل مراد لشکر اسلام بارور ہو شجاعت کفار خشک زیادہ تر ہو
 معرکہ کارزار میں عجیب ترزل ہو جنگ مغلوب ہو رہی ہو چار طرف نمل برف کفار بے سرو پا بھاگی جاتی ہو نمل ہو کچھو کچھو موت پیچھے لگی
 چلی آئی ہو جدھر جتنے منہ اٹھایا بھاگا پھر بھی پھر کے نہ دیکھا کر کیا ہو بھاگا زمین آنکھوں کے تہ اندھیرا ہو نیٹے کو پاپ نہیں بھالی دیتا باکپوش
 نہیں دکھائی دیتا بھالی کو بھالی نہیں ہی نہا دوست کو دوست نہیں جاتا یہ کون ہو وہ کون ہو لشکر اسلام ایسا غالب آیا ہو ہر ایک زمین
 خوف کا یا ہو سب بدحواس ہیں ان پر اس میں دل تباہو میں نہیں زور بازو میں نہیں ترکش میں تلوار ڈھونڈتے ہیں میان سے تیر
 نکالتے ہیں کئی ہولی وچی کے لہو کو پال بچھ کے کھینچتے ہیں ننگ گھوڑوں کے ڈھیلے ہو گئے ہیں بکاسے کباب بدحواسی میں ان پر ان
 رکھ کر گھوڑے پر چڑھتے ہیں الغرض اس طرح فوج کفار قطار در قطار ہیر در ہیر آگے پیچھے سب بھاگی گھوڑے چھوٹ چھوٹ گئے دل پرستے
 بڑے پہلوانوں کے ٹوٹ ٹوٹ گئے ہتھیار سپاہیوں کے رہ گئے ہتھوں نے تلواریں پھینک دیں سپرین والین ایک چشم زدن میں
 میدان کا زرار بیان سے وہاں تک صاف ہو گیا کفار بھاگ بھاگ کر قلعہ بربر میں پوشیدہ ہوئے قلعہ بند ہو گیا گاؤ لنگی گاؤ سوار کے گھوڑے
 سرداروں نے کہا کہ فوج نے شکست فاش کھائی سردار رستم خان سے معرکہ پڑا وہ زیر ہو شاید کہ کفار کر لیا گیا گاؤ لنگی گاؤ سوار کو با
 تا صفت اور رنج و مال ہو ایساں سینے جب فوج کفار سب فرار کر گئی غاریاں لشکر اسلام نے ہاتھ روک لیا امیر باتوقیر صاحبقران ان
 داخل بارگاہ ملک سپاہ ہمراہ بادشاہ مجاہد ہوئے سرداران نامدار سب اپنی بارگاہوں میں مقیم ہوئے زمینوں کی سرحدیں ہولی کشتے دفن
 کیے گئے امیر باتوقیر بادشاہ سے ملے مسجد شکر بجاوئے عہد پروردگار بشار کی فرامرز اپنے ساتھ لیکر رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار کو بارگاہ
 میں آئے کیفیت معرکہ دانی امیر باتوقیر سے بیان کی امیر باتوقیر صاحبقران زمان نے دست شفقت پشت پر رستم خان کی پھر تحسین
 و آفرین کی خواجہ نے ایک خیمہ اسکے واسطے استاد کر لیا امین رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار مقیم ہوا اب دس پانچ روز کے رستم خان
 دربار دربار امیر باتوقیر صاحبقران زمان میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ اگر حکم نصائح حضور ہو تو میں اپنے باپ کو جا کر سلطان کروں با
 حضور میں لاؤں کہ بختارک نے اسکو بیکار کھا ہوا ورنہ کفر آئینہ دل سے نہیں نکلے دیتا امیر باتوقیر نے فرمایا کہ ای بھائی تو وہاں
 تنہا نہ جائے عرض کیا کہ انشا اللہ میں اسکو مسلمان کر کے حاضر خدمت کروں گا امیر باتوقیر نے بہت بہت منع کیا اور کھجایا کہ رستم خان نے
 ناما اور اجازت چاہی جب رستم خان بہت معر ہوا اور امیر باتوقیر نے دیکھا کہ رستم خان کیسلج نہیں مانا خدا کا حکم کہ اسکو خدمت کی ترمیم جان
 بن گاؤ لنگی گاؤ سوار چلا کر پیچھے اسکے برائے خبر صورت بدل کے خواجہ عمرو بن یاسر ضمری بھی روانہ ہوئے کہ کیفیت دریافت کروں
 کہ باپ بیٹے میں کیا حال درپیش ہوتا ہے جب رستم خان قلعہ بربر پہنچا ہر کاروں نے گاؤ لنگی گاؤ سوار کو خبر دی کہ رستم خان لشکر
 مسلمان سے آیا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے بلوایا جب باپ کے پاس آیا کہا ای جزیرہ رگوار آپ دین اسلام کیوں نہیں قبول کرتے دولت
 گوین کیوں نہیں حصول کرتے تقاریر گفت کیے امیر باتوقیر کی ماعت کیے بت پرستی کو چھوڑیے زند کو توڑیے خدا پرستی اختیار کیے تو یہ بار بار کچھ
 خدا سے ناایہ سپاہی دین حق بیت اچھا ہو خدا کی و عدانیت کے قائل دین اسلام پر مائل ہو جائے یہ لشکر گاؤ لنگی گاؤ سوار کو غصہ آیا اور
 یہ کلمہ زبان پر لایا رستم خان تو خدا پرست ہو گیا کچھ بھی آپ خدا پرست کرنے آیا ہو یہ کیا تیرے ولین سیایا ہے کھلے گاؤ لنگی گاؤ سوار تلوار
 بکڑے اٹھا رستم خان نے بھی تلوار کھینچی گاؤ لنگی گاؤ سوار نے سردار ونگو آواز دی پہلوان لشکر کے تلواریں کھینچنے آ پڑے چار طرف سے
 کھیر لیا رستم خان سے تلوار چلنے لگی بہت سے کفار رستم خان نے مارے اور بہت پہلوان سردار زخمی ہو کر یہ تہا وہ کفار ہزاروں رستم خان
 سر ہنوا پیچھے ہٹا طاب بارگاہ میں رستم خان کا پانوں اچھا کھنڈ کے بھل زمین پر گرا فوج نزع کر کے اسپر آ رہی حلقہ ہا سے کھنڈار سے آفر کا
 اگر کفار کر لیا رستم خان کی شکستیں بارہو کے سامنے گاؤ لنگی گاؤ سوار کے لئے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے حکم دیا کہ رستم خان کو طرک
 قتل کر دو کہ پشت پر سے آواز کی قسم کھجوا کسی پرمندگار عالم کی کہ جسے اپنی قدرت کا دے زمین و آسمان کو پیدا کیا امیر باتوقیر صاحبقران

زمان شیریشہ پروردگار صیغہ روزگار سرکوب کا زمان برباد کن ملک کفرستان آگر بربر کو ایسا تباہ و تاراج کر نیکی کو نیست و نابود ہو جائیگا اور اس قلعہ اور بارگاہ کا پناہ نشان بھی نہ رہیگا تاہن پر واضح ہو کہ یہ صدائہ سپہ عیاری ماہ فلک خنجر گذاری خواجہ عمر بن امیر غری کی تھی بس یہ صدائے ہی کاوشکی گاؤ سوار کا بند بندہ تھا گیا جسم بیدک مانند کا پنے لگا حکم کیا کہ رستم خان کو قید کر شاہک آئندہ کوئی آواز نہ کرے و و کفر داستان قوت بیان شہزادہ برلیع الزمان دستور تنستار سے کشتی ہونا اور نرے سامان و تزکی سے اکھاڑے کی تیاری زیر دیوار باغ ملکہ گوہر ملک دختر گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیو کش اور تمام خلق کا جمع ہونا تاشاد کیجئے کہ ساقی نامہ ساقی کہ صریر بادہ کلکون کا جام کم ہو گیا تار بجھے لالہ قاسم دے جلدی ملا دے بلو کوئی جام آرا بہت کا جوش ورجوالی کی ہر تیر کر کے دے تو مجھے جام بخول ہو تا ہر کج تیری بھی قوت کا آستان سے زند بادہ خوار کو موثر مال سے زند بادہ خوار کو موثر مال ہینا نے کے اکھاڑے میں کشتی کمال ہو لگوئی ہوئی ہر اڑھنے کی چوٹ نکلتا ہو کیا اکھاڑے کو بے بازہ چوٹ ہے ہین ہاٹے کو خفت کا ہر چوٹ طاقت کا تیری شہرہ کشتی کی ہر چوٹ ان کیون کیساوٹ کے تو باہر کرنا وہ پہلوان مقابلہ کا شور کرتا ہر دو کھلا دے ساقیا تو نیچے آگے شہرت ترے مقابلہ کی ہر تیری مطلب یہ داستان کے اطلالہ ہر تری آنکھوں کی یاری جو آگے تھی سواب بھی ہر دہی شود ناے سبزہ زور غریبان پر دہی شود ناے سبزہ زور غریبان پر تعلق ہو وہی تاحال ان زلفوں کے سوزے سلاسل کی گرفتاری جو آگے تھی سواب بھی لہر و لعل خشق کے آئین وی ہن کشور ملین وہ اسکی گرم بازاری جو آگے تھی سواب بھی ہر وہی جی کا جلا نا ہو لگا نا ہو وہی دل کا خزان یارین جہلوتے رہتا تھا مرا ہون یہ شہب یار پر بھاری جو آگے تھی سواب بھی ہر ہر سو کا کل کا ہر عالم جو کہ سابق ہر بیت نگار زندہ داستان کہن و کوشند

باتا کی سخن زور آوران احاطہ اقصیٰ سخن و قوت نمایان دائرہ ملک طبع کہن عثمان خامدہ زبان دشیرین بیان بہت معرکہ نظم و نثر ہر پھیرتے ہن کہ جب دربار گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیو کش من شہزادہ برلیع الزمان نور دیدہ شاہان شاہان سلطان سلطان امیر اتویر صاحبقران زمان یعنی حکیم بدیع بنی حکیم فاروس نے کمان قمار بن قہرمان بھی کی ضرور و قوت بمقابلہ قاسم نوجوان توڑ دالی آسرو سے بادشاہ گنجاب بن گنجور حکیم بدیع کو بت دوست و عزیز رکھتا تھا اور آنکھوں میں اسکی انکی شگاہ ہو بہاوری و طاقت و زور آوری کھپ گئی اور مدد یار میں انکی بر دی قدر و منزلت بادشاہ گنجاب کیا کرتا تھا اور بڑی خاطر داری پیش آیا کرتا تھا اور حکیم بدیع کا یہ معمول تھا دن کو دربار گنجاب بن گنجور میں آتے ہن بات کو باغ میں ملکہ گوہر ملک کے مثل بادہ باری کو نیم صبح جاتے ہن ہر شب ماہ پہلو سے گل نخل نو میدہ و غنچہ خندیدہ و پسندیدہ ہن بحر موتی ہر حلیت مستعار بدیع الزمان نامدار بخشش عیش میں یون بسر ہوئی ہر ایک روز قاسم نوجوان تلاش بدیع الزمان لکڑ بدیع الزمان سے ملاقات نہیں ایک پرچہ کاغذ بھرنی لکھ کر رستم تحریر کر کے بالمش جنبہ یعنی تکیے پھاڑ کر رکھ دیا اور چلے گئے جب بدیع الزمان اسے تو انھوں نے دیکھا کہ تکیے چھٹے ہوئے ہن اور ایک پرچہ کاغذ تحریری بدست قاسم نوجوان رکھا ہر پرچہ کاغذ پر حکم مضمون بھج کر بہت نفع و کبید خاطر ہوئے اتفاقاً اکیدان دربار گنجاب بن گنجور جمع ہو اور قاسم سرداران نامدار و پہلوانان قوت آمار کی نشین و دنگل نشین ہن اور حکیم فاروس کے پاس حکیم بدیع یاد بجلوہ افزہ ہن اور قاسم نوجوان بعد عروشان پہلو سے ہالیون بن شہداد میں ضیاء اندوز ہن کرنا گنا دستور بن نثار کشتی گیر دربار میں گنجاب کے آیا آلوب کلام سیالایا اور ایک کاغذ تحریری مضمون کشتی خور آوری کہ اسپر صدر ہن ہو و تختہ سلاطین ملکہ و فرما کی تحقن حضور میں بادشاہ گنجاب کی پیش کیا اور عرض رسا ہوا کہ یا تو حضور بھی اس کا خذیر مرانی شہت کو دین یا کوئی اگر پہلوان جوان فدا کردہ جوی و بھدر طاقت دار نمودار و نامدار آپ کے دربار عالی و قارین ہوتو میں اس سے

زور و مقابلہ کروں بادشاہ شکے کلام نستور بن فستار کا خاموش ہوئے اور دربار میں تمام حضور کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا جو کہ اس
 دربار میں بڑے بڑے ہلو ان و طاقت دار زوردار جوان تین توش کے شکنجے بدگل و کرسی تھے مگر سب اس جن ان کو دیکھ کر حیرت
 کو اپنے کو کسی نے موافق اس ہلو ان نامی کے نہ دیکھا لیکن قاسم نوجوان زبان کھلے اور ہمالیوں بن شداو سے چپکے سے کہا کہ میرا
 مقابلہ اس کشتی گیر کا کرادو پھر تاشاد دیکھو ہمالیوں نے چپکے سے کہا کہ خاموش بیٹھے رہو کیا دربار میں گنجا کے مجوز دہل کر دے اور آپ بھی عمل ہو سکے
 اپنے قوی اور ہاتھ پائوں دیکھو اور اسکے تین دتوش پر نگاہ کرو تم اسکے ہم ہر وہم قوت ہو سکو گے قاسم نے کہا کہ انشاء اللہ پٹون گا کر زمین
 پر نہ سکے اس وقت بھی تھیں روک روک کر رکھا کمان قمار بن قہر ان غمی پر ہاتھ ڈالنے دیا جو میں کتا تھا وہی ہوا حکیم مدح نے کمان تین
 والی اب بھی تم منع کرتے ہو ایسا نہ ہو کہ حکیم مدح بول آئے اور اس سے کشتی کی شرط قرار پائے اور وہ کشتی نکال لیا سے تو بڑا غضب ہوا
 اور حکیم اس سے سبکی اور خفت ہو گئی ہمالیوں میں تو کھڑا ہوتا ہوں اور کتا ہوں کہ میں اس سے مقابلہ کرونگا ہمالیوں ہاتھ سے چپکے
 چپکے زانو دار ہوا اور قاسم بولا چاہتے ہیں کہ حکیم مدح نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے بادشاہ گنجا کے حکم ہو تو میں اس ہلو ان نامی سے مقابلہ
 کروں اور کشتی لڑوں گنجا نے کہا اے حکیم مدح بھلا تم اس سے مقابلہ کیونکر کر سکو گے اپنے قوی دیکھو اور اسکے تین دتوش پر نظر کرو مصرع
 چہ نسبت مور را پیش سلطان کہاں تم کہاں تیکم ایک ناز میں حسین طفل کس یہ ایک ہلو ان جوان صاحب تین دتوش جہاں دیدہ نشیب
 قراں کشیدہ ہیں کبھی حکم تم کو اس ہلو ان کے مقابلے کے لیے نہ دے گا حکیم مدح نے کہا کہ حضور اس ہلو ان نوجوان کی کیا حقیقت ہو آپ
 اقبال سے زیر کرونگا انشاء اللہ آپ ملاحظہ فرمائیے مگر اکھاڑے میں مثل برگ خزان دیدہ آشکار بھینک و نگاہیہ شجر قد و تین دتوش قناریج
 محل حیات دیکھنے کا جواب یہ صیاد ہمت و قوت و شجاعت کا میری صید ہو جو کہ عرض کرنا ہوں بفضل تعالیٰ ہی امید ہے قاسم نوجوان نے ہاتھ لڑا
 بن شداو سے کہا یہ شکار بھی تھے ہاتھ سے کھویا کیا کون تم ارج ہوے نہیں میں بہت تھا جو با آخر کار قاسم متاسف ہوئے ہاتھ مگر
 رہ گئے کہا اے ہمالیوں تھے غضب کیا میرا شکار حکیم مدح صید کر گیا جگو بڑا رخ ملال ہوا وہاں نستور بن فستار کشتی گیر نے بادشاہ سے عرض
 کیا کہ حضور میں چاہتا ہوں کہ پہلے زور آزمائی اکھاڑے میں ہو جائے ایک مال لشکر دار بوزن سو من کا بنو اگر اکھاڑے میں رکھ دیا جائے تو میں
 اٹھاؤں اور یہ بھی اٹھائے اگر میں اس لشکر کو ہاتھوں سے اٹھا کر لے کر لے تو میں اسے کشتی لڑاؤنگا اور جو دلا کر اسے نہ لے سکے گا تو میں اسے ہم
 مقابلہ ہونگا حکیم مدح نے سب شرطیں اس ہلو ان کی قبول کیں اور کشتی وارپائی پھر گیا ہوز خون آشام نے بھی منع کیا اے حکیم تم کیا
 غضب کرتے ہو تم اس کشتی گیر سے مقابلہ کر سکتے ہو کیا نادانی کرتے ہو تم اس کی طرح سر نہیں ہو سکتے آخر کو سبکی ہو گئی شرمناک ہاتھ آٹا کھانے
 اگر چاہتا مصرع چا کر سے کندھا قلی باز آید پتانی حکیم مدح نے کہا اے گویا ہوز خون آشام تم منع نہ کرو تاشاد دیکھا اکھاڑے میں کیا ہوا
 یہ بھی کشتی یا دگاری جو دیکھنا دیکھ کر گنجا نے حکیم مدح کی بار بار جی جاسے نہ دے ڈھنڈھو ریا ڈھنڈھو ریا پیسے کہ ظن روز زریار
 ملکہ تو ہر ملک لکھاڑا تیار ہو گا وہاں کشتی حکیم مدح سے اور ہلو ان نستور بن فستار کشتی گیر سے ہوگی اور نہ وہ وقت کا امتحان بمقابلہ نستور
 فستار کشتی گیر ہو گا چاہیے کہ قادی خضر فرود کلاں عالی وادی شائقین و ناظرین تاشاد دیکھنے کو آئیں درجہ بدرجہ استقامت کریں اور ملاحظہ
 فرمائیں کہ کشتی بھی یادگار زمانہ ہے جسے شک نیلوفری نے بھی نہ دیکھی ہوگی گوش کر بیان نے بہاقت دل نہ سنی ہوگی اعلیٰ حکیم
 میں متحرر جان کو نام ملکہ گوہر ملک آیا بقوا عد شادانہ آداب تسلیمات بجالایا اور ایک پرچہ کا فابوہر عرضی پیش کیا جب گنجا نے وہ کاغذ
 پر احاطہ ہوا یہ عرضی ملکہ گوہر ملک کا کی جو تحریر تھا کہ نجدت فیض رجت عالی منزلت والا شان عالی مکان بادشاہ مکرم سلطان اعظم
 یہاں خدیو ملک شکوہ بادشاہ حجاج گنجا بن بخور ملک حران دیوکش خدا اللہ حک و شتمہ فدویہ گوہر ملک حضور حاشیہ یوان
 بساط فیض مناد عرض پر وازہ شادانہ آداب تسلیمات بجالایا اور ایک پرچہ کا فابوہر عرضی پیش کیا جب گنجا نے وہ کاغذ
 پر احاطہ ہوا یہ عرضی ملکہ گوہر ملک کا کی جو تحریر تھا کہ نجدت فیض رجت عالی منزلت والا شان عالی مکان بادشاہ مکرم سلطان اعظم
 یہاں خدیو ملک شکوہ بادشاہ حجاج گنجا بن بخور ملک حران دیوکش خدا اللہ حک و شتمہ فدویہ گوہر ملک حضور حاشیہ یوان
 بساط فیض مناد عرض پر وازہ شادانہ آداب تسلیمات بجالایا اور ایک پرچہ کا فابوہر عرضی پیش کیا جب گنجا نے وہ کاغذ

تو یہ جاہل مطلق کچھ اندیشہ اور پس و پیش نیک و بد کا نہ کرے اور تقاضے بھی اڑنے مرنے مارنے مرجانے کا ارادہ کوئے بعد از ان جو گفتگو سخت و سخت
شاہزادہ قاسم نے سر زبدا و دستور بن تستار سے کی تھی وہ سب بیان کر کے کہا کہ بس تم اب یہی دعا جناب باری سے مانگو کہ ہماری آبرو
رہی ہے اور قاسم کے مزاج میں ہر وقت کشتی دستور ہماری طرف سے کچھ جہالت نہ آجائے ملک گوہر ملک سے حال شاہزادہ قاسم کی طبیعت
اور جہالت کا شک کا پٹا اٹھی اور کھنکھی کر صاحب بڑے خداداد وہ دنگل رستم شاہزادہ قاسم کو دے والا تو یہ متاقت اور دغہ رخ ہو جائے
اور پھر تو وہ تمھاری اطاعت اور فرمانبرداری کر گیا شاہزادہ ہر مع الزمان نے فرمایا کہ ای ملک میں خاور سپاہ کی گوشمالی اور چشم نمائی کے لیے
ہر وقت اور ہر جا پر موجود ہوں انکی جہالت بڑا کیا کر سکتی ہو ملک گوہر ملک بولی کہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ وہاں تمھو نے بھی کچھ زیادہ تر جاہل
معلوم ہوتے ہو ایک کرسی چوبی کے لیے اپنے ایسے بیٹے کو کہ بجائے اپنے فرزند بکر بند کے جو مار ضامنہ زبایہ کون سی عقل کی بات ہر القصر
ما لقصت شب بھی گفتگو رہی بعد از ان شاہزادہ عالی مقام کا جی چاہا اب استراحت اور آرام فرمائیے جانب ملک غلط ہو کر فرمانے لگے کہ اتنا
شہنشاہ کثرت پڑنے لگی اٹھ کر اندر چلے پٹنگ پر بیٹھو رات بھی تھوڑی رہ گئی ہو کہ ملک کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہاں سے درخواست کر کے اندر
چلے اسی ضمن میں ہر ایک کوئی کسی کام کے حیلے کوئی کسی بہانے سے اور اور ہو گئیں شاہزادہ عالم ح ملک ملک پر تشریف لے گئے
اور گرد و پیش جو کشتیاں گلابی شراب کی رکھیں ہوتی ہیں شاہزادہ والا مرتبہ نے ایک کشتی کا تورہ پوش اٹھا ایک گلابی کو ہاتھ میں اٹھا لیا
اور اسکی شراب کو ملاحظہ کرنے کے لیے ملک گوہر ملک نے ساغر مردین اٹھا کر شاہزادہ عالم کے ہاتھ سے اس گلابی کو لے لیا اور وہ ایک
جام شراب کے باقی طبع نوش فرمائے اور سرور و نون صاحبوں کی طبیعت کو ہلال لال ڈھلے نشہ سہاے عیش کے آنکھوں میں جلو
ہونے لگے نہوت بوس و کنار کی پو پوئی گرا زبک رسم اور طریقہ خاندان صاحبقرانی کا یہ ہو کہ تا دقت سر رشتہ عقد و مناکحت سکھ اور ستوار
تو یہ لوگ مرکب فعل حرام کے نہیں ہو سکتے چنانچہ سابق ازمین بھی ملک گوہر ملک سے یہ گفتگو ہو چکی تھی بس باقی اور سب باز و نیاز
عاشقی اور عشوتی کسوساے و صلت اور پیوند کے فیما بین ہو رہے تھے امین دیکھا کہ کوئی چار گھڑی بات پھلجی باقی ہو کہ شاہزادہ ہر مع الزمان
تادار پٹنگ پر سے اترے اور ملک سے بھینھون اس مصرع کے کہ ای ملک مصرع اگر زندگی ہو تو پھر آئیے گنگہ گنگہ او سنین انشاء اللہ تعالیٰ باقیہاں لڑاں
ایزہی پھوٹے ملاقات کرینگے اور یہ فکر رجعت ہوے بوقت وداع ملک نے اپنا گریبان کرتی کا اور دیر پیش خط شعل کے تار مار کر ڈالا اور شل
اب تو بہار زار زار اٹھ کر ہو کر کھنکھی لگی ای شہزادہ شہر گز رست سے نہ بلکہ خفا تو خفا سن سرتن سے میوے کر تو جو اپر جدا ہوئے اور دامن کر کے کھنکھی
لگی کہ خدا اللہ آپ دستور کشتی گریے کشتی زانے کا ارادہ نہ کریں میرے دل کو نیکین و مہربانی جسے نہیں آتا اور لاکھوں طرح کے دوس اس جی کو آتے
ہیں یہ تقریر ملک کی شکے شاہزادہ والا تو قرین نہیں ہوا اور چاہتا تھا کہ کچھ جواب سخت دیکر دامن چھوڑے مگر وہ موجود دیکھا کہ ملک کا حال غیر ہو
اور روتے روتے ہچکی بندھی ہوئی ہو بات نہیں کی جاتی جو آپ بھی با چشم پر آب دم بھر عالم سکوت میں رہے بعد اسکے ملک کو اپنے گلے سے
دٹایا فرمایا کہ ای ملک تم ہمارے مزاج سے خوب آگاہ ہو اور یہ بھی ہم سے بار بار کھانچے ہیں کہ ہمارے خاندان عالی میں کا ذب و درو و مٹنیں
ہوتے ہیں کمال تعجب ہو کہ تم ہکو اس وقت روکتی ہو مجھے جو زبان سے کہا وہ جسطرح سے کرک و رست برحق ہو ہم کرینگے اب بھلا ہم کلم
کرینگے لغت ہو اس بھائی کی زبست پراے ملک بس اس وقت تم فکر کریم کریم کار ساز پر رک کے عوض اس گریہ و زاری کے جناب باری سے دعا
طلب ہو کہ اس مجمع کثیر اور انبوہ غیر اور اردہم نام و عام میں ہماری آبرو نہ بجائے یہ کہ شاہزادہ عالم نے اپنے دامن سے گوہر ملک کے آنسو
پونچھ اور خوب سی و لمبی اور نیکین دیکر تشریف لے گئے آسٹور پر بل کی دیوار سے اتر کر اپنے مکان پر رون افروز ہو وہاں تمام خواہشیں
خلیسیں ملک کو بھاتی ہیں اور ایک زبان ہو کے سب کستی ہیں کہ واری ہم کو نڈیاں جھٹے آپ کچھ سرا سیم اور کدہ نمون بلور کسی ہر کھا اندیشہ
و دغہ و دوسواں کرین خدانے چاہا تو جس طرح شاہزادہ والا شان سے اس مکان کو توڑ کر پھینک دیا یا تمام بھر میں سن لینا کیا مفراتی ٹکون
سے دیکھ لیجئے کہ اس نطفہ شیطان پلوں کو خالی مارا ہے آقا سے دو جان شاہزادہ عالم وہاں لیاں نے دھڑ سے سر کھینچ کے پیوند زمین
کر دیا اور جہم واصل کیا غرض اسی طرح تسلی و تسفی کی باتیں کر کے ملک کو بھاتے اور بھاتے ہوئے صبح جو ہو گئی تو سمجھوں سن

اور فضل تغیرین پہلوان نامی و گردن کشان سوزین میدان کشتی میں آچکے نظر آمد شاہزادہ بدیع الزمان نامو کے تھے جسوقت کر گیا ہو
اور میل نے ازراہ عیب جولی یہ گفتگو غیبت میں شاہزادہ والا مرتبہ کے کی تا سمجھنی فضل تغیرین نے در جواب اس کے نہایت سچ و تاب لکھا کہ
کلمات سخت و درشت فرما سے اور کہا کہ اس شوک دہشتی دستور پرورد کی اہل حقیقت کیا ہو کہ کوئی شخص اس پیارے بے حقیقت کے خوف کے
بارے سر کر میں نہ آئیگا اور ایسے بزدل کے مقابلے سے ڈر جائیگا مجھے فقط اس بات کا خیال آیا کہ وہ حکیم زادہ کشتی ٹرنیکا اور اسکوزیر ٹرنیکا
اترا اور وہ دھڑکتی کرچکا اور وہ اس چوب آہنی کو جو اس نے بڑے زور و طاقت سے زمین میں گاڑ دی ہو ایک شارے میں لکھا کر میں بھینک تیا اہلی سبات
کا کوئی جواب دینے نہیں پایا کہ شاہزادہ بدیع الزمان اس اٹھائے کے قریب آن پہنچا اور گنجاب کو سلام کر کے لمس ہوا کہ کیا حکم ہو گنجاب نے کہا
اے خورشاہ تیک خیریت ہو تم اس پہلوان قدرت سے ٹرنیکا ارادہ نہ کرو شاہزادہ عالم نے جواب دیا کہ یا پیغمبر مسلّموا اس امر کے جو کچھ ارشاد ہو قیصل کروں
الا تو میری اور اس کی کشتی کا ذرا آپ تماشاً لا حظ فرمائیں یہ لکڑی شاہزادہ عالمی مقام سے پوشاک اپنی اتاری اور جائیگہ میں کر ٹنگوٹ کھینچا تو جسوقت
کہ اس رشک صدر خورشید شاہزادہ بدیع الزمان عالیجاہ کے جہلم لہر رنگاہ سب کی پڑی اور تمام حاضری عام نے تن ناز میں اس والا مقام
کا دیکھا سب تعجب اور تعجب ہو کر کہتے تھے کہ قتی الحقیقت رسم کا دل اور کھیا اس حکیم زادے کا عرواہ کیا ارادہ اور کیا حوصلہ کر بیٹھا ہو بلاشبہ رشک
بہ بڑا طیر و بار و کس بیٹے کہ اس سے اور اس سے نسبت ارض و سما یا مقابلہ کوہ و گاہ کا کہا جاسے تو کیا ہو خداوند تعالیٰ اس حکیم زادے کی آبرورکھ
نستورین نثار نے شاہزادہ عالیجاہ کی طرف نگاہ غیظہ دیکھ کر آواز بلند کہا کہ اے حکیم زادے رحم کر اپنی اس نوجوانی اور جان شیریں پر ضرور دیا میں
نداء دیکھ ہوشاک تاشا پھر خاکیں کیا دیکھ گاتو خاک تاشا نہ کہاں تیرا جسم ناز میں اور خوبصورت خوبصورت ہاتھ پاؤں اور کہاں تیرا تن دتوش
اور قد و قامت اور زور و طاقت مجھ میں مجھ میں کسی طرح کی مناسبت نہیں اگر تو آمدن ازراہ نادانی میا خستہ ایک بات زبان سے نکال بیٹھا
اور مجھے وہ کشتی ٹرنیکا کیا تو کچھ قباحت نہیں سمجھو خطا سب ہو جاتی ہو بلکہ ایک مذہب نادیہ خدا سے آسانی کے پرستاروں کا وہ اس کو
آپادین ایمان انسان مرکب میں انظار و انسیان جانتے ہیں میں نے بخشی حاکم کیا کیلئے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے خاص حسن جمال میں
حکیم امثال خلق کیا ہو تیری شکل دیکھ کر میری کوحتا ہوا اور اس درجہ تعجب ہوا کہ تجھے اپنے گلے لگاؤں اور صاحبزادے تھے سنا میں شعر ہر کا ہوا
بار و بچہ ہوا سادہ سین خود را رنجہ کروہ مجھے کشتی ٹرنیکا کیلئے نکال اور امر حال پر شاہزادہ بااقبال نے بکمال شہی اعد نرمی جواب دیا کہ تم پہلوان
قدرت ہو البتہ تھے مگر اب شکلی ہو الا جو اثرات نجیبہ لطیف ہیں وہ جو کچھ کہانی زبان سے توار کرتے ہیں وہ پورا کرتے ہیں اب ہمارے تھارے تو
کشتی ہوا مقدم اور مقرر ہو گیا پھر اب توقف اور تامل کیا دستور ہنسا اور اپنے شاردون کی طرف دیکھ کر کہا کہ صاحبہر چند میں نے ترس اور حرم کی
جان پر کیا لیکن قضا و قدر میں ٹھیک کیا داخل ہو میں مواخذہ سے اس کے خون کبھی ہی ہو چکا محض یہ تصور اور عبور ہوں یہ لکڑی کا لکڑی شخص تو
کشتی تو مجھے کیا لڑیگا پہلے یہ چوب آہنی جو میں نے میدان میں پھینک دی ہو تو بھلا اسے تو کھاڑا اور اس کے کچھ کو فیضول زبان سے کہا کہ شاہزادہ
والا مرتبہ کو بگٹھکو کر وخت کی نہایت ناگوار طبیعت اقدس ہوئی اور ہر چند کہ شاہزادہ عالمی مقام بہت حکیم اور سلیم ہو مگر اس کی بیودہ گوئی سے ایک
حالت غیظ کی مزاج بھاری ہوئی اور اپنے دل میں یہ سوچ کر قطعاً نہایت قدر صبر و تحمل نہ کرنا نہ زمین پا مال باشی بتوئی از خاک و باد و آب و آتش
میں شاید کہ ہر یک حال باشی برابر اس چوب آہنی کے پہنچا اور اس میں اتھڑا لکڑیہ کیا کر زمین سے کوہ دل گئی اور زور و اولین میں مکان اس
چوب آہنی کو اٹھا کر سر سے بلند کیا اور دو سر لٹوہ کر کے جو مارا تو وہ چوب تمام زمین میں غرق ہو گئی فقط ایک دستہ اسکا کھلا رہ گیا تھا ہر ایک کی زبان سے
ہر جا صدر و جہا بلند ہوا اور از زمین تلاء آسمان ہوا آفرین حسین گوش زد تھی میا خستہ فضل تغیرین کی بھی زبان سے واہ واہ کل گئی اور گنجاب
پر کھڑا ہو گیا اور پکارا اے خورشاہ چشم بدور مر جہا صبر جہا گیا ہو و غیرہ جو کہ سمجھنا و حاسد تھے انکو عجب طرح کا غصہ و رشک دیکھ کر کھپا اپنا دونوں ہاتھوں
سے تمام کر رہ گیا اور کچھ دیر میں اس کے آئین شاہزادہ اٹھارے پکار کر کہا کہ اے نستورین نثار اب یہ چوب دست آہنی مجھے اگر لکڑی کے
تو اٹھا کر اور جواب نہ لکھو گے گی تو اس مجمع خاص و عام میں تیری نوبتوں پر خاکیں پھینکی نستورین نثار کشتی گرا پنے دل میں نہایت حیران
پریشان عیس و حرکت خاموش کھڑا ہوا شاہزادہ عالی کا منہ دیکھ رہا تھا کہ دوبارہ شاہزادے نے اس چوب دست آہنی کے دست پر ہاتھ دھرا

زور کیا اور اسکو اکھاڑ کر طلحہ پھینک دیا دستور کا یہ حال ہوا کہ مار سے دولت کے زمین میں گرا جاتا تھا اور زمانہ فلو نہیں تارکیت معلوم ہوتا تھا ایک بار کچا را کہ حکیم مدیج شاید مجھے اس طرح کی مشق اور کثرت بہت ہو کہ تو نے ایسی چوب آہنی کو اکھاڑ کر گڑوا دیا اور پھر اکھاڑ لیا لیکن اس لیا ہوتا ہو خدائی اور خدائی میں بڑا فرق ہوتا ہو مصرع شیر قالمین دیگر شیر نسیان دیگر است یہ باتیں متعلق کثرت اور مشق کے ہیں اکثر کڑوا بھی ایسا کام کہتے ہیں اور کشتی لڑنیکا زور و طاقت سے علاقہ ہو یہ کھڑا سے خم ٹھونکا اور باؤ از بندہ کہا کہ پھر اب تیرے ہوا میرے مقابل میں آنا کلام اس دستور بد انجام کے منہ سے پورا نہیں نکلنے پایا تھا کہ وہ شیر میں شجاعت ضیہ فرما رہا ہے روزگار اشعار جو تیرے زکف جبر سے نشان بچوش غضب بچو مل دیاں چو باز گر نہ بعید کلنگ چو شیر زبان سوے آہوے لنگ بہ قرب اس اجل نصیب دستور مقور غلام پادوان قدرت نقاسے ہو چکا وہ جیسا ایک بار ہاتھ اپنا اس شاہزادہ عالی وقار کی گردن میں ڈال کر زور کشش کا کرنے لگا اور تاشاؤن کا یہ عالم ہوا کہ آدمی پر آدمی گزرتا تھا سیلڑوں لنگڑوں میں سر ڈالے ہوئے سیلڑوں نے نبھیں دین گھسے سیلڑوں کا مذہون پر سر رکھے دیکھ کر جھجکے ہوئے دیان دیا کرتے تھے دو دو ہزار اور تین تین ہزار آدمی تھامے ہو جاتے تھے سیلڑوں بانوں کے تھے یہ جاتے تھے اور یہاں لکھا کہ میں شاہزادہ رستم دل بہار پادوان اس دستور بن ہلو ان سے کڑی بکشت بکشت پٹے کشتی ہوئی تھی ایک تھی دودستی تھی اور لکان روم اور ٹانگ ہری کو لگ رہا تھی وغیرہ میں سوساٹھ بند کشتی کے جو کہ مایہ بساط اس دستور لائق کے تھے سب کر کے ٹھک گیا کہ کوئی جج اسکا شاہزادہ والا تیار پر نہ پڑا سو وقت یہ سوچ کے کہ پہلے تو میں یہ جانتا تھا کہ یہ حکیم زادہ اسل کیا رکھتا ہو زور اول میں اکوڑیر کر ڈنگا اور آسمان جھکا دوں گا مگر معلوم ہوا کہ یہ سوکھی سوکھی ہڈیاں اسکی فولاد کی ہیں پھر مجھے لازم ہو گیا کہ ہوشیار ہو کر حریفانہ ادا ستاؤں اور کس کے اسکو نشیت بزمین کروں حالت غیظ و طیش میں زور کرنے لگا گنجاب نے جو یہ تاشاؤن کیا کہ حکیم مدیج کسی مقام پر دستور بن ہلو کشتی گیرے کہ میں برابر کے نظر میں سے ہو رہا ہوں بہت خوش ہو کر طعنه اضطر لابی اپنے وزیر اعظم سے پوچھنے لگا کہ کیوں صاحب بخاری برسے میں کیا آتا ہوں دونوں میں فقیاب کون ہو گا طعنه اضطر لابی نے عرض کیا کہ ظلم غیب تو فندی کو نہیں لیکن عقل اسبات کی معنی ہو کہ حکیم مدیج اقبال لائیزال سے سرکار کے غالب ہو اور کشتی میں یہ ہلو ان غلوب ہو جائے گنجاب نے کہا کہ فقیاب ہونا اس میں ہرگز نہیں دیونزاں دستور پر معلوم اس خیال سے کہ یہ ہلو ان قدرت ہو اور خداوند بچہ ہزار ملک باختر نے اپنی زبان سے اسکو فرمایا کہ کسی کے روئے زمین پر نہ ہو گا تو فرما خداوند کا بمنزل تقدیر کے ہو اگر یہ کشتی گر حکیم مدیج سے برابر بھی رہ جائے تو گویا غلبہ فتح حکیم مدیج کے نام پر ہو اور یہ خط مشور جیسے ہوا میرے ہلو ان ہر صلا مکان سے تیار کر دیا ہوا سب مہربان بچا کے دغا سے سینہ اس نابکار کی نظر و بین ہو جائیں اور ہم اس خط مشور پر ہر کرنے کے نہات پائیں ہرگز مہر کرین اور سرداران گنجاب گیا جو خون آشام اور فضل بن گیا ہو اور میل و دراز کریم وغیرہ جو کہ سنا دین اور حامدین شاہزادہ خوش تمکین ہیں وہ یہ تاشاؤن کشتی کا دیکھ کر شل مار سردم پر یہ سچ و تاب کھا رہے ہیں اور مل جل کر کہا ہوئے جاتے ہیں اور آپس میں سرگوشیاں لہر کے کہتے ہیں کہ حکیم زادہ بے ہوش نکلا ہرگز ہرگز یہ حکیم فاروش کا بیٹا نہیں ثابت ہوتا ایک عرصہ دراز سے ہلو اسکے مقدمے میں تامل و تخریب میل و ساز ترکیب نے جو ابدیہ کر یہ لگان غلط اور خیال غام ہر کبھی زمانہ اچھے بندوں کی خالی نہیں رہتا حکیم فاروش کے بیٹے ہونے سے اسکی شجاعت اور ہمتی میں کیا نقص اور غیب فکسا ہو تم سب صاحب مائل و فہیدہ ہو دیکھو تو کیسے کیسے گوہریش باطلین صدف سے پیدا ہوتے ہیں اور اصل برائی و بد خسانی سینہ سنگ سے نکلتے ہیں نہ زیر نگیاں اسی قدرت کا لہ خداوند تھا خداوند ہزار ملک باختر کی ہیں اس میں عقل کو کیا داخلہ زور و طاقت جرات و شجاعت یہ امور خداوند ہیں اس میں حسب نسبت و صفات سے کیا طاقت و غرض بیان تو سرداران میں یہ چہ چاؤں ذکر مذکور ہو رہا ہو کہ کوئی کتا ہو صاحب دستور بن ہلو کشتی گر ہلو ان قدرت خداوند تھا کا یہ کبھی پشت بزمین کشتی میں سنا ہی نہیں کہ کہیں ہوا ہوا بھی وہ رعایت مروت اپنی آدمیت کر رہا ہو جو وقت کو وہ زور کرے پھر حکیم مدیج ایک قدم تو کھٹک نہیں سکتا چاروں شانے چت پڑا ہو گا دو چار کہتے ہیں کہ تم جھک مارے ہو ہلو ان قدرت کی حالت تو اس وقت پھر ہو رہی ہو روح پر صدر معلوم ہو رہا ہو اور حکیم مدیج کے تہذیب و بشرف پر چہ پر چہ بدحواسی کوئی علامت پریشانی کی نہیں پائی جاتی

گو اس دریا کی آفت سے نجات دیکر باریان قنصل کریم سے اپنے ساحل مراد پر پونچا یا اور از سر نو حیات و دوبارہ عطا فرما کر دونوں کو بچھڑا دیا
پس ملکہ عالم میں مبدوحا سی اور غمناک کرنے سے کچھ فائدہ نہیں نظر بافضل کریم کار سز کو اپنے دل کو سمجھا دیا اور جی کو تسکین دیکر تاشا
دیکھتا ہوا کہ اس کی قدیم الایام سے نئے آنے میں اور یہ تو اولاد صاحب قرانی کل گلدستہ بن ابراہیمی کس باپ کا دنیا مشہور و مشہور
ہو کر جو شکستہ مکان رستم و ستان صاحب گز سام بن نرمان نذر لڑکان ثانی سلیمان سلطان والا شان امیر حمزہ صاحب قران موصوفت
کا جو جسے کہ اپنے زور پنجہ دست سے سمند و ن ہزار دست کو پست اور پوند خاک کیا اور میدان مصافحہ میں دیوان پر دہانہ کاف کو شکست
آتش دی اس نالائق ذلیل و مغرور خداستور پلوان قدرت لقا کی کیا اصل و حقیقت ہو ابھی کچھ اور ہوا دنیا کی اسے کھانا ہی سو اپنی
دیوانی سے یہ زندہ ہاتھ پائوں مار رہا ہے جو اسکے حضور ملاحظہ کیجئے گا تھوڑی دیر میں ہاتھوں سے شاہزادہ رستم صولت کے پامال ہو جائیں گے
و اصل ہوا چاہتا ہو ملک گو ہر ملک نے چشم پر آب جوابد یا کر سیویر میں بھی جاتی ہوں کہ یہ لوگ اقبال میں اور ہمیشہ یہ نعمت اور تائید
یعنی اور اما واپردی آفات و بلیات سے محفوظ رہے اور کامیاب ہوئے ہیں گریسے کو کیونکہ پاک کر کے نصیب کھلون اور اپنے دل کی تیش
نیابی کو کیا کروں شعر کس سے کہیں اور کون بھلا کر کون ہماری لئے ہے ہر دم جو کچھ جان پہرہ وہ دل ہی ہمارا جانے ہوئے گل اندام غرض
کی قربان گئی آپ فرما کر جو بھلے سے اٹھا کر بیان تشریف دین اور ملاحظہ تو فرمائیں کہ شاہزادہ رستم صولت کس شان و شوکت سے شہر
لڑ رہے ہیں آپ کے اقدام حالی پر نوڈی ہاتھ رکھ کر قسم کھاتی ہو اور غلط کئے والی قربان گئی سر جو میں غرق نہیں سمجھ عرض کرتی ہو کہ
ابھی شاہزادہ عالم نے دستور کو چھ سات قدم پس کیا کر دیا تھا کہ یہ کھڑے اندکے خوش ہوئی اور پھر اس بیچ میں آکر تاشا کشتی کا کھینچنے لگے تھوڑے
یہ کہ چار ہزار شاہزادہ عالمیقدار اور دستور میں فساد سے برابر زور کشتی کار ہاگر دونوں میں غالب اور غلوب کی تیز کسی کو نہوئی آخر حکم وہ
دن تھم گذر گیا اور وقت شام کا ہوا گنجا تے حکم دیا کہ ان روشنی کی تیاری جلد ہو جائے حسب حکم گنجا کے طریقہ ایمن میں سیکڑوں قربان
ہزاروں چٹائے گنگا جنی دھوپلی سنہری گھوڑے ستیان شیطین بدوشن کو کے سب چٹائے والے دستی بردار چار طرف مقرر ہوئے تاشا کو
کا یہ حال تھا کہ کھانا پینا وغیرہ حاج ضروری اپنے سب بھوسے ہوئے تاشا کے کشتی تھے جانتک نگاہ کام کرتی تھی آدمی پر آدمی کرتا
نظر آتا تھا سیکڑوں ہزاروں آدمیوں کے گاندھوں پر آدمی سوار کھڑے دیکر رہے تھے اور گنجا کا یہ حال ہو کہ اگر ذرا بھی حکم مریع کو غالب
اور دستور کو غلوب دیکھتا ہو تو بہت خوش ہو کر تعریف و توصیف دیتی اور تہنی شاہزادہ عالم کی اپنی زبان پر لانا ہوا اور نگاہ غور چاروں دیکھ کر
ہسات کا منظر اور گوش برآواز رہتا ہو کہ اور لوگ بھی تعریف حکم مریع کی کرتے ہیں یا نہیں پس یہ بات تو مشہور ہوئے شعر اگر شہر زور را گوید
شب است این بیاید گفت اینک ما و پر دین ہاکم اور مالک کے مجموعہ کو بھی سمجھنا لازم ہو نہ کہ ایک بات حقیقت میں راست ہے کہ وہ
کا ست اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کیونکہ نہ تعریف کرتے لیکن تو جو مزاج دان این وہ پہلے ہی سے ماہ واہ کر دیتے ہیں اکثر وہ لوگ جو
انصاف پسند ہیں وہ اپنے دل سے احسنت احسنت اور مر حبا مر حبا کر رہے ہیں مائیدین اور حامدین نابکار خیال اسکے کہ اناس علی بن
لو کہم بظاہر یہ مع اور بلوں میں جلتے تہتہ آفتاب کر کے رشک و عداوت اور اپنی باذاتی سے سرکوشی میں یہ اشعار چکے چکے پڑتے ہیں
دھم گردنے چیخ نیزگ سارا کہ کج شک دارد سر صید بانرا در غیب ز نیرنگی دہر سپہا کند رو ہی مثل پخیر شیر
جب حال اس دستور کوک حصال کا سینے کہ حب ایکدن ایکرات زور کشش کا کرے کرے دوسرے دن وقت دوپہر کا ہوا تب آنے لال
تھینا اور طیش یہ کہ کر کہ اس حکم نادرے پس اب خبر دار رہنا یہ نہ کہنا کہ میں نے کچھ ہوشیار نہ کر دیا دیکھ پلوان اس طرح رلے ہیں اور زور طرح
کرتے ہیں شاہزادہ والا مصافحہ کے لگوت میں ہاتھ ڈال اور سر اپنا سینے کیلئے پر رکھ کر ایک نرہ کیا کہ باخداوند باختر اور زور و قوت
تمام ریل کر لیا اور سب شاگرد اس بد ذات کے پکارے شعر ہر کس کہ ز حد تند بر دین گام انیست منزے آن بد انجام ہا ای حکم نادرے
اب استاد کے ہاتھ سے نجات پانچ خطہ اشکال اور بہت محال ہو اور فی الحقیقت وہ نامی شیطان پلوان دستور علیہ الامن اللہ اب اس
زور شور سے شاہزادہ رستم تو ان کا پنجاب کو چاہتا تھا کہ ریل کو روٹھا لیا ہے اور پسپا کر کے اور کوئی اپنا بیچ گاٹھ کرانی استاد کی جانے

لیکن شاہزادہ عالم نے زور اسکا سنبھالا بجز اسکے کہ جو دہن قائم آگے تھا وہ ہٹا کر بائیں قدم پر لگا مارا وہ بائیں ہتھکڑی کا دیوارا دوسرے
 قدم کو بھی حرکت دیکر بائیں قدم چھپے ہٹائے گیا چھپے قدم پر شاہزادہ عالم نے لنگر اپنا قائم کیا تو یہ عالم تھا کہ تباہ نو دونوں پانوں زمین میں جھنڈ
 لئے تھے اور اب دستور حتی المقدور کوئی اپنے زور و طاقت میں تصور نہیں کرتا اور گز زمین نے فطرتی سے پانوں اس عرش تکین کے لیے
 چھوڑے نہیں اور شاہزادہ عالم کو کسی قدرت سے بہرہ یوں قدرت جس اور حرکت وہاں سے نہیں دے سکتا تھا اس میں دستور کے شاگردوں نے
 غل کیا کر لیا اساتو نے اور کیا ہو اور ہمیل وغیرہ جو کہ حاسد اور کینہ جوتے نہایت خوش ہو کر دستور کی تعریف کرنے لگے گیا ہو وہ بڑے حکم
 انجباب سے عرض کی کہ ہر چند فدوی نے جناب میں بکر سکر اتنا اس کی کہ دستور پلوان قدرت ہو ایک حکم زادے کا اسکا مقابلہ کرنا نہیں
 مصلحت اور صلاح دولت نہیں اب بجز مضحکہ کے اور کوئی بات پیش نظر نہیں فضل بن گیا ہو بولی اٹھا کہ خداوند تعالیٰ دستور کو اپنی
 زبان سے پلوان قدرت مامور کر کے تقدیر کی ہو کہ یہ پلوان دستور کہیں روز میں پر کشتی سے مغلوب ہوگا کل پلوانان عرصہ امکان
 پر میں نے اسے غالب کیا اور میں معلوم نہیں کہ پیغمبر پرسل نے کیا بھکرا اس بچارے ضعیف الجثہ عاجز اور ناتوان حکیم فاروس کے بیٹے کو اس
 پلوان جہان سے لڑا یا آپ کے واسطے تو کچھ موجب ضرورت و حاجت کا نہیں تمام عالم میں پلوانوں کی ذلت اسہ شک حرمت ہوگی گنجاب کچھ
 جواب نہ دیا لیکن فرماں دہم سے نہایت بیباک اور کمال اضطراب با چشم پر نیم لقا کے شرک خدا سے دست بردار تھا کہ یا خداوندیہ عزت و
 حرمت طرہ پیغمبری کے خطا کر نکلی رہ کر لینا اور اس حکیم فاروس کے بیٹے کو موافق استدعا اور حسب مشااس دستور کشتی گیر کے سر کے میں ہر زور
 کرنا اس میں فضل تغیرن بجوش خون غریبی نہایت غیظ و میش میں بائی کرسی پر سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور بیکار کر کہتے لگا کہ اے حکیم میں مع تجھے
 ہمیشہ نہیں اور فارورہ شناسی اور فخر و نوبی کو چھوڑ کر پلوانوں سے کشتی لڑنا اور مباحثہ اور مقابلہ کرنا کیا فرض تھا یہ کام مجھے متعلق ہو اب
 بھی جدا ہوں ابھی اس اطلاق کو اس تہمتی اور کشتی کا تاشاد کھلا سے دیتے ہیں اور کس طرح سے پیوند خاک کرتے ہیں کہ اسکا حال پر ہا ہیا
 دیا اور عرفان ہو اگر یہ ضروری کریں اور اپنے دل میں فضل تغیرن بھی یہ سوچ رہا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے ہر گز شاہزادہ بدیع الزمان کو
 اس تیرہ روز کا دستور بنا بکار کے ہاتھ سے زیر ہوئے تو یہ صاحب میت میں بد شک و شبہ اپنے آپ کو ہلک کر دینے کا سوقت بچے کیا لطف نہ دیا
 باقی رہ گیا میرے اسکا بظاہر و لکل رستم کے مقصد میں مزاج غلطی واقع ہو سو یہ بھی بطریق امتحان شجاعت کہ جہالت لازمہ قوت ہو گئی
 تنا اور تلخ در میان میں آجاتی ہو ورنہ ہزار جان گرامی نہ او شارا یک سر و پاس عم ہر گز اس کے ہر تو گویا آج ہم دونوں فریب دہن
 کا خاتمہ اس شہرستان میں نہ حاصل تغیرن ابھی اس مسوح میں تھا کہ وہاں شاہزادہ عالمی شان کے اتنا لکڑ زبان سے فضل تغیرن
 کی مساتو حالت غیظ کی مزاج اقدس پر فاری ہوئی اور رگ تاشمی جوش میں آگئی تمام جہان لہزد میں ہا ہا آسمان نظرون میں تیرہ روز کا
 جہان قدم ششمی پر لنگر اپنا قائم کیا تھا وہاں سے جنبش کر کے تباہ زار لہذا را کہ دستور تیرا کہ زور و زور و طاقت تو میں دیکھ چکا اب ذرا تو
 بھی خوب سا ہوشیار اور خبردار ہو کر ایک زور میرا تو روک اور میری طاقت کا تحمل ہو کر کچھ قیمت اور قیمت اور جوی تہمتی اور پلوانی کا دیکھا ہو
 تو آگے بڑھا کر اب زور قدم اپنا چھپے نہ ہٹا تا اور یہ لکڑا سکی زنجیر کر من ڈال دیا زور اولین میں لیکر زور اسکا تو لہذا را اور چھپے کو روڑا لہذا
 ہر چند دستور ہر مقام پر چاہتا تھا کہ لنگر اپنا قائم کرے مگر شاہزادہ عالم نے کہیں گھٹنے نہ دیا اور ایک قدم دو قدم تین قدم چار قدم بائیں
 قدم چھ قدم ساتویں قدم پر پسا کر کے جھٹکا مارا کہ منہ کی لکڑا کے آگے آ رہا اسوقت اس رستم صولت سراب تو ان کی یہ صورت تھی
 کہ جسطرح جسے کہ شیر زبان ایک صید فخر کو روچ چھتا ہو پشت پر اسکی ٹیٹھ پلے تو خوب سا اس کے سر کو زمین سے رگڑا اور اس کے لگوٹ میں ہاتھ
 ڈال کر نہرو کوہ شگاف جگہ سے کھینچ کر سے بلند کیا اور چرخ دیکر مارا کہ چادون شانے چت تھا اسی حالت میں پھر شاہزادہ عالم تہمتی
 کر کے اس کے سینے پر جا بیٹھا اور آہستہ آہستہ اس کے کان میں فرمایا کہ اے دستور بن دستور کشتی گیر وہ جو تو اندر سے طاقت لاف و کرافت کرتا اور
 نیب و تباہ چلا آتا تھا کہ کمان بیلان سببان اور کمان پلوانان لشکر صاحبقرانی بدیع الزمان شاہزادہ قاسم عالیشان انکھن کو لگا
 چشمہ عزت دیکھ کہ کترین بندگان خدا سے حوصلہ بدیع الزمان تو میں ہوں اور شاہزادہ قاسم سپاہ کو خدا لگا اور جی کر کے دیکھ

دیکھ کہ وہ شہباز اوج شجاعت سامنے تیرے کھڑا ہوا یہ کہ کہ در شاخن پروردگار عالم چہ ارادہ داری نستور حضور علیہ السلام نے جواب دیا
 یہ جانا کہ یہ حکیم مدح نہیں ہر شخص مدح الزمان فرزند صاحبقران ہو چاہتا تھا کہ غل کر کے کئے کا کہ گنجاب یہ تو وہ غا ہو گئی تو کس
 گنجاب خرگوش میں بیٹھا ہو حکیم زادہ نہیں ہر شخص نادیدہ خدا کا ہر ستار مدح الزمان بیابان میرزا صاحبقران کا ہو کر شاہزادہ عالمگیر
 تیرا اسکے کھیر کچھ گیا کہ یہ نالایق ہمارے کیل ہو کبھی مسلمان ہو گا میں اتمام حجت کر چکا اگر اب ذرا توقف کرتا ہوں تو میرا زرافشا کر گیا اور یہاں
 تمام کھار شہنہ خون میرے ہیں ان سب کے معرکہ دم و پیکار ہو گا اور جو بہت تھکا رہے گا ہم دونوں چاہتے ہیں درجہ شہادت فائز ہونے پس قتل ہو گا
 قتل لا یدر اتوقف کرنا کیا ضرور میا خستہ دونوں کے جیروں میں نستور کے دونوں بچے اپنے ڈاکر جو زور کیا تو تمام کلمہ تا بہ گلو شوق ہو گیا
 دوسرے زور میں تا جگر تیرے زور میں دو پر کائے کر کے پھینک دیا لاش اس جہنی بد معاش کی پھر کئے کی اولیٰ اعلیٰ شاہ و گدا صغیر و کبیر پادشہ
 نلن اور مرد کہ وہ وضع و شریف کی زبان سے واہ واہ کا شور مچا ہوا اور صدائے تحسین و آفرین اور مر جہا میدان میں چار طرف سے
 از زمین تا آسمان بلند مٹی گنجاب میا خستہ شاوان اور فرخان اپنے تخت پر سے اٹھ کر پکارا ایسا انسان کچھ میرے پاس اور کھاؤ سے نہ کہو
 بلکہ حق جو واجب اور چشم عدالت سے دیکھو وہ لوگو اگر یہ خرچ دوار ہزار برس گردش کرے اور خرچ مارے تب بھی ایسے شمسوار عرصہ کار نہ
 جو لا نگاہ ہستی میں نہیں دیکھنے کا احاطہ ہے دونوں ہاتھ پھیلا کے شاہزادہ والا شان کو اپنے گھٹے سے لگا کر خوب سپار کیا شاگردان
 نستور بن فستار کشتی گیر و پکائے لاشہ کو نکال اپنے استاد کے دیکھ کر خراجہ تلواریں اور چوب و حجاب ہاتھوں میں لے لے کر چار طرف سے
 شاہزادہ والا مدح الزمان نامور کے اوپر دوڑے اور شور مچا کر کے کہتے تھے او حکیم زادے تو نے بڑا غضب کیا کہ ہمارے استاد کو مار ڈالا اب
 ہم تجھے کبھی جتنا نہ جھڑپیں گے گیا ہو خون آشام وغیرہ کہ یہ سب لعین اعدائے دین اور حامد اور عدو شاہزادہ باتکیں گے
 ہیں ازراہ بغض و کین بطریق تائید شاگردان نستور جنہم ماوا کے ساعی و حامی ہوئے گنجاب ان لوگوں کیلن قہر و غضب کر کے کہا کہ
 یہ میدان کارزار نہیں میدان کشتی تھا چہر غایت اور احانت خداوند کی ہوئی وہ مظہر نور حضور ہوا پھر اب یہ حرب و ضرب کا حوصلہ ہم جو
 کوئے ہو بہت بھاگتے ہو جو ہونے والا تھا وہ ہوا اب آپس میں لڑائی جھگڑاے اور فساد برپا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گیا ہو
 خوبی تمام نے مع ہم اپنے بیٹوں اور باطنان ہلیل دراز تر کیب شاگردان نستور تیرا انجام کے بہت سی سچی اور سحاش کر کے عرض کیا کہ
 یا پیغمبر مسل شورش اور داد پیدا شاگردان نستور کی برحق ہو حکیم مدح نے فطانت زمین کر کے چھو لیا ہوتا جو طریقہ کشتی کرنے کا ہو گا
 یہ زیادتی اور تیز وستی نہیں لازم مٹی کہ پہلو ان قدرت کا کچھ مطلق پاس و گمان نہ کیا اور نہ اصلاً آداب پیغمبری کا خیال کیا حکیم مدح کو خون
 خداوند لقاے بے بقا کا واجب تھا اور قہر خداوندی اور غیا پیغمبری سے ہر ایک کو خائف اور اندیشہ ناک ہونا چاہیے اسکی کیا وجہ تھی کہ اسنے
 اسکی چھاتی پر چڑھ کر مار ڈالا یا پیغمبر مسل آپکو عدالت اور انصاف کرنا چاہیے اور ریاست بے سیاست نہیں ہوتی گیا ہو اور وغیرہ ہزار
 تو ایسی یہ گفتگو کر رہے ہیں مگر شاہزادہ خاد و سپاہ ملک کا حکم یعنی فضل تغیر نے جو شاگردان نستور کو بلوہ کر کے دست بقبضہ سمت ہزار
 مدح الزمان آئے دیکھا میا خستہ مانند شیر ریان نہایت غیظ و غضب میں ڈال قبضہ پلارک افرا سیانی پر ہاتھ ان سب پر چڑھا اور
 بیخوف و خطر دوڑ کر جسکے تیغہ مارا وہ پر کائے کر کے گرا دیا ستمہ باقی نہ رکھا ان واحد میں پانچ سات آن فتنہ کشان بد ذات شاگردان نستور
 اٹیس صفات جہنی کو جنہم حاصل کر دیا دس پانچ زخمی اہل محمد صفا کچھ لوٹے پھرتے تھے باقی ماندہ بھاگ کھڑے ہوئے گیا ہو خون آشام
 یہ تاشاد دیکھ کر غیبت گنجاب پھر عرض کیا کہ یا پیغمبر مسل یہ کیا خداوندی اور نامنصفی اور ظلم سرکار میں ہو کہ وہ حکیم صاحب تو کشتی آئے تھے کہ
 انکے ہاتھوں سے نستور بن فستار کشتی گیر ایک قتل ہوا یا ملا گیا تو غیر یہ ایک اور بزرگوار کون ہیں جنہوں نے یہ سبب پانچ سات اسکے
 شاگردوں کو جان سے مار ڈالا اور ہم و خطا ان غریب الیادوں کے برسر قتل ہوا آمدہ خونریزی میں اور کوئی ان مقتولوں اور زندہوں
 کا وادہس اور باز پرس کرنا نہیں گنجاب نے ہالیوں بن شداد کو حکم دیا کہ یہ شخص تمہارا رفیق ہی یا کوئی عزیز گناہوں میں ہوا ہے کیا
 ممانعت کیا عداوت ہو جو شاگردان نستور کو قتل کر دیا ہو جہاں سے جسکے رو کو اودھخ کر دے شاہزادہ مدح الزمان برابر گنجاب کے کھڑا تھا کہ وہ

شہزادہ قاسم شکار اپنے جی میں نہایت شوش ہوا اور سوچا کہ اب قیامت کا سامنا ہو جاویں بن شداد شاہزادہ قاسم کو جا کے شکار
 روکے گا وہ اس وقت نہایت غیظ و غضب میں ازراہ جہالت عجیب نہیں کہ کلمات سخت اور درشت کہہ بیٹھے اور گنجاب کو بھی بخش گیا لیکن
 دوسرے پس بڑا اندیشہ افشاے راز کا اپنے ہنگو پیوا ہوا اور پھر انجام آسکا سوائے لڑنے مرنے کے اور کچھ نہیں ہم شکل چاہیے دو شخص ہیں
 غریب الدین غریب الوطن اور گھوکھا کفار تیرہ روز گار صغار و بکار نا بکار بیان کے ساکنان اور ملازمان گنجاب سے تلواریں چھپائی
 دونوں کیونکر اس قدر کفار سے جانبر ہو گئے پس یہ سوچ کے شاہزادہ والا مرتبت نے گنجاب سے عرض کیا کہ حکم میرے نام پر ہو میں
 فضل تغیزن کو سمجھاؤں گا اور روک لوں گا گنجاب نے کہا اچھا شاہزادہ اجازت لیکر قریب قاسم کے پہنچا اور بہ آواز بلند کہا کہ اے بہادر
 زمان بگیا ہوں کے قتل سے کیا حاصل انکی بیوہ گولی اور سرکشی کی سزا سے معقول دے چکا اب معاف کر اور اشارہ بھی کیا کہ اسی
 قاسم اب اس وقت طبع دیکھنا صلاح وقت ہو تو اسی بات کا طول دینا اچھا نہیں قاسم تو جاہل مطلق ہوا اول تو کمان کے توڑ ڈھانے کا
 اور دستور کو کشتی دے کر کے زور چیر کر پھینک دینے کا شاہزادہ برقع الزمان کی طرف سے طلال و فصد لین بھرا تھا اور اپنے جی میں
 ایسی ہیج و تاب بکھاتا تھا کہ ان دونوں مقدسوں میں اسنے ایسی نمود کی فرض کروم اگر کمان توڑ چکا تھا تو اسنے وقت گفتگو کشتی دستور
 یہ کیوں نہ کہا کہ فضل تغیزن تم اس سے کشتی رو لو اس فضول گولی اور خیرہ سری کی تعزیر و وار کشتی دے اس کے دھڑلے سے کھینچو ایک
 نہایت درہم اور برہم ہو کر جانب شاہزادہ برقع الزمان والا مناقب کے متوجہ ہوا اور کہا کہ او حکیم زاد سے وہ ایک بوسیدہ اور کھنڈ کمان
 تو نے توڑ کر اور اس گوشت کے ٹوٹے مردے کو چت پٹ کر کے یعنی دستور کی کشتی مار کر یہ فرود ہم پہنچا یا کہ تو سر میدان بہادر کو کھینچ
 ہو پس یہ لکھ کر شاہزادہ برقع الزمان آیا اور مجوز اور محاسن لہر کا ہوا کہ اب مجھے کشتی لڑنا پڑی ورنہ میں تجھے کسی صورت
 سے ہزار توہینے اور مذرت کر گیا زندہ اور سالم نہیں چھوڑے گا اور ہر چند کہ تیری سی اور سات بہت بڑی ہو لیکن جو کہ شجاع اور مرد
 ہن انکی آنکھ کسی سے نہیں جھپکتی غرض ایسی کچھ الٹی سیدھی ٹیڑھی باتوں سے تقریر کی کہ شاہزادہ برقع الزمان سلیم الطبع کا مزاج بغیر
 میں نہ رہا اور غریب تھا کہ فیما بین ان دونوں کے تلواریں گئے گنجاب یہ رنگ دیکھ کر نہایت برہم ہوا اور ہالیوں بن شداد سے
 چہنچہن ہو کر کہا کہ صاحب اس اپنے دیوانے کو تم سمجھاؤ اسکو کیا عادت اور خصوصیت حکیم مدیج سے ہو کہ ہر ایک بات میں مباحثہ کر کے
 گفتگو تند و تیز کرتا ہے اور ہوا کے گنجاب نے اپنے سرداروں اور تمام اہلکاروں اور مشرور اور مقربوں بارگاہ فشنیوں کو حکم دیا کہ اپنے
 حکیم مدیج کو خطاب بلند اقبال کا عطا کیا ہو کہ سے جو کوئی سوائے اس خطاب کے حکیم مدیج کہیگا اسکی زبان قلع کردیا جائیگی
 سبھوں نے عرض کیا الامروق الادب کیا ہماری مجال اور طاقت ہو جو خط حکم سرکار عمل میں لائیں اس عرصہ میں ہالیوں بن شداد
 اور علمدار اضطراری وزیر اعظم نے فضل تغیزن کو بہت ماکھا کے کہا کہ گفتگو تمہاری خلاف مزاج حاکم وقت کے ہو قاسم نے جواب
 میں حاکم کون ہو اور مجھے حاکم کا کیا ڈر ہے شاہزادہ برقع الزمان نے دیکھا کہ قاسم پر اس وقت فصیح طاری ہو رہا تھا گنجاب کا حق میں
 کوئی کلام سخت اور درشت کہہ بیٹھے اور ناحق کا فساد اٹھ کھڑا ہو ہالیوں بن شداد سے بلائمت یہ بات کہی کہ تم سب صاحب اس
 بہادر کی گفتگو میں مداخلت نہ کرو قاسم نے یہ سن کر کہا کہ ایسی جیلہ ساریاں اور دہ بے یاربان میں بہت جانتا ہوں بد دن مجھے کشتی تیرہ
 لکھ نجات غیر ممکن اور اس میدان کشتی سے زندہ و سالم بھی بچ نہیں جائے دوں گا شاہزادہ برقع الزمان نے فرمایا کہ کیا سفارۃ
 فضل تغیزن اگر تم اسی بات پر مصر ہو تو میں حاضر ہوں قاسم نے کہا یوں میں کب جانتا ہوں گنجاب کے روبرو کہ وہ تمہارے
 بڑے حمایتی اور ولی نعمت ہیں چل کر کو اور وہ اپنی زبان سے اقرار کریں اور کوئی دن مقرر کر دیں تو میں تعین بیان چہنیش کرنے دوں گا
 اور یہاں تک قاسم نے جہالت پر کرباندمی کر کر میں شاہزادہ برقع الزمان کی پناہ پتہ ڈالنے پر آمادہ تھا ناگاہ گنجاب نے تمام سرداروں
 قریب آنکار بھی کہہ کئے نہیں پایا کہ شاہزادہ برقع الزمان بخیال اس کے کہ قاسم نہایت خشکین اور طاقتور گنجاب سے گفتگو چاہی
 کر بیٹھے گا اور سب سردار اور اہل بیان دربار دشمن جانی ہن طول کھینچا افشاے راز ہو گا اور قضا ہم دونوں کی آن پہنچی ہو

مارے جائیگے یہ سوچ کر بدلیع الزمان نے گنجاب کے سامنے وہ کشتی رٹنے کا قاسم سے کیا گنجاب نے جانب ہمالیوں بن شہادہ خلیفہ کرکھا
صاحب تجھے یہ سبب کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ فضل تغیرن کو بدلیع الزمان سے کیا عداوت ہے شہزادہ بدلیع الزمان نے عرض کیا کہ یہ غیر
مہرسل یہ لوگ بھارادر دلاور تھوڑے شاعر شجاعت آثار ہیں ہنگام غنیمت و کس لکھون میں کروڑوں میں مائی آنکھ نہیں جھپکتی آپ اسکو خصوصیت
نہیں دیتے یہ ان لوگوں کی خصلت اور عادت ہے قاسم نے یہ کلمہ سر زبانی کیا اور کہا کہ شہزادہ بلند اقبال صاحب میں اس نرم نرم ہاتھوں پر
تھکاری ہرگز مضامند نہیں ہونے کا آؤ تیکر سر میدان انھیں لپٹت بر زمین کر کے آسان نہ بھٹا دون اور تھکاری شکین نہ بانہ دون
بدلیع الزمان نے متبسم ہو کر فرمایا کہ صبت بہتر یا تم میری شکین بانہ حایا میں تھکاری گیا ہو ر خون آشام نے ازراہ عداوت گنجاب سے عرض کیا کہ
یہ دون صاحب اسد ماکشتی رٹنے کی رکھتے ہیں اور اسی بات کا مباحثہ و مجادلہ کر رہے ہیں پھر آپ حکم کیوں نہیں دیتے انکی کشتی کا بھی
تھا شاید کہ لین گنجاب نے کہا کہ اگر کیا ہو تیری عقل و شعور سے یہ بات کہنا بہت دور ہے مگر آؤ دون اور ایک رات کامل گزرو سے شہزادہ
بلند اقبال نے دستور کشتی گرا لیے پہلوان قدرت لقا سے زور کشکس کا کر کے اسے مارا اور اسوقت تک کوئی شو کھانے کی قسم سے کھانی
نہ پانی پیانہ دم بھر ٹھیک آرام کیا جائے بشریت ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ میں ابھی باہر ت دن فضل تغیرن نے کہا آپ کا زمانہ ہے میں مجھے
بھی تو یہ امر منظور نہیں سبب یہ کہ اگر میں نے چپٹ پٹ زیر دزبر کر کے انکی شکین بانہ میں تو یہی حذر باقی رہ جائیگا کہ ان سبب مجھے تاہم
تھے لہذا کل کے روز اسی میدان میں بقول مجھے کہ یہی گوہری جوگان میری اور انکی کشتی کا سب صاحب تھا شاید کہ میں چنانچہ رہا
طریق گنجاب نے بھی ناچار ہو کر سنجانی کو ملکہ یا کہ تمام شہر میں منادی کر دے کہ کل بسکو شہزادہ بلند اقبال اور فضل تغیرن سے نور کشتی
قرار پایا ہے شاید کہ کچھ بھی چاہے اسے اور پھر اس حکم نے کے شہزادہ بدلیع الزمان کا ہاتھ پیر کے فرمایا کہ اگر فرزند اپنے مکر پر
ہو اور چلو چنانچہ شہزادہ بلند اقبال کو اپنے ہمراہ سو کر کے بھلت و صولت نام دشوکت ما کھم شایانے پورا ناچار دستور کشتی گرا
لاش کے واسطے سنجانی حیار کو یہ حکم دیا کہ یہ شخص پہلوان قدرت مشہور تھا بہت اور مناسب ہو کہ اسکی لاش کھانے کے شاگرد کھالیا کر دے
تجارت خداوندی میں بہادری اور اسکے مرنے کا کچھ اندیشہ نہ کریں ابکی نود دز کو خداوندانی قدرت کا دے پھر زندہ کر لیں گے اور جیت
تازہ خشین گے بارے گنجاب اپنی ہر گاہ کو ہوانہ ہوا بیان اسی وقت حسب حکم اپنے مالک کے سنجانی عیار نے دونوں ہمالیوں کو لیا
تو بمقدور بلند اقبال کے خبردار جو کوئی مضار و کھار حکیم بدلیع نام لیا اسکا گھر بار ناخت و تاراج ہو جائیگا اور زبان اسکی قطع کروا دیا
جائیگی دوم در باب کشتی شہزادہ بلند اقبال بدلیع الزمان گرد شکر شکن اور فضل تغیرن بوجہ یوم معبودہ فرزا اور کجبت احضار الایمان
اور باراد رسو لان والا مقدار اور وضع اور شریف اولی اعلی تمام رعایاے شہر کے منادی کروادی اور اسوقت سے ہر گلی کوچے میں ایک
کی زبان پر یہی چرچا ہو رہا تھا کہ شہزادہ بلند اقبال ایسے دلاور اور درہفت سر سے کہ جسے قہرمان علم کی کمان کو تنکے کی طرح سے توڑ کر پھینکا
تسور ایسے کشتی گر پہلوان قدرت کو خداوند کے خوف و ہراس ماننا ایک چھوکرے کے زیر دز برت پٹ کر ڈالا اور شل کر پاس چیر کر دوخت
کر کے لال یا فضل تغیرن دلیانہ ہے یہ اسکے ساتھ کشتی رٹنے کا ارادہ جو ملکہ کر چھا ہے مجھے لوگ جو سن رسیدہ اور جوانہ ہیں وہ یہ بات
کہتے ہیں کہ صاحبو تم اپنے جی میں یہ غور کرو اور ذرا فکر سوچ کہو کہ یہ توقع کسے غبی کہ حکیم بدلیع یعنی اب جسکو شہزادہ بلند اقبال ثانی
بدلیع الزمان گرد شکر شکن گنجاب نے خطاب ملا کیا ہے دستورین نسا کشتی گرا کر اس طرح سے جھٹ پٹ کشتی مار کر جڑ ٹالیں گے یہ قدرت خداوند تعالیٰ
چاہے زبردست سے زبردست کو پست کر دے چاہے چیونٹی سے فیل ست کو شکست دے کیا عجب ہے کہ فضل تغیرن کو غرور شہزادہ
بلند اقبال کا شہادے اور نہر کرے اب حال فضل تغیرن یعنی شہزادہ بادرسپاہ کا سینے کہ گنجاب بلند اقبال والا خطاب ثانی بدلیع الزمان
گرد شکر شکن کو اپنے ساتھ سوار کر دے کہ گنجاب ہمالیوں بن شہادہ بھی فضل تغیرن کو منت سماجت کر کے اپنے ہمراہ لیے خیمہ گاہ میں کے
داخل ہوا اور اپنے دلین کمال مترد اور مشوش تھا بخیال شہزادہ بلند اقبال کے زور و طاقت کے کہ فضل تغیرن کو مقابلے کی کیا
شمال اور مجال فی الحقیقت یہ شخص مخبون ہوا اور دونوں باپ بیٹے از لبکہ قاسم کے مزاج سے بھی بخوبی ناگاہ ہیں اور جاتے ہیں اصل

مرد و مرغ ہو ہر طرف سے اگر ہم اس مقدمہ میں سمجھائیں گے تو بجز بخش کے اور کچھ حاصل نہیں ہے ہرگز مانے گائیں نا چار حیران خاموش بیٹھے تھے خوش
 جوش محبت سے رہا نہ گیا کناشہ اور اشارتا بھی نے لگے فضل تغیرن سے جوابات تلخ و سخت اس طرح سے دیے کہ پیرایہ کلام سے یہ بات ثابت
 ہوئی تھی ماریا حکیم زاد سے کاچند ان مشکل نہیں ہے کہ اس میں فکر اور تردد کرنا بھی ہر القصد یہ کہ وقت خالص کا آیا اور بعد ان فراغ تناول طعام شدادشاہ زوجہ کا
 لباس کے سورہا ہمالیوں بن شداد کو یہ عاشق زار اور ہزار جان و دل سے شمار فضل تغیرن کے نام پر ہر بیجا تھا وقت تکلیف کا دیکھ کر پوچھنے لگا کہ اے
 فضل تغیرن شعور دل بدل پر ہیست مدین گنبد سپر از سوئے کینہ داز سوئے ہر ہر جس درجہ جوئے عزیز داری اور محبت کا مجھے آپ کے کچھ
 عرض ہمار کی حاجت نہیں یقین ہو کر آپ کے دل پر بھی روشن ہو گا لہذا سوقت میں کچھ اتنا س کر دن اگر تلواری طبع اقدس بنواور جواب با صواب مجھے
 ہو تو اتنا س ہوں قاسم نے کہا مجھے تم سے بخشش نہوگی جانتا ہوں کہ تمہارے مزاج میں حقیقت اور صاف جہلوگی ہو کہو کیا کہتے ہو ہمالیوں بن
 شداد نے عرض کیا کہ مجھے اس بات کا کمال تردد اور شک ہو کہ حکیم مدین سے وہ خصوصیت کی کیا ہو میں نے چند بار پرچشم اپنے دیکھا ہو کہ وہ توجواب بلا منت
 اور آشی دینا ہر اور ہر مقام پر آدمیت کرتا ہو اگر شکوہ غلط و جھٹلین پاتا ہو تو چشم پوشی کر لیتا ہو اور آپ وہ زیادتی کر بیٹھے ہیں کہ گستاخی محاف بجز
 اس کے کوئی اور تحمل نہو کیگا قاسم نے جواب دیا کہ اے ہمالیوں بن شداد مجھے بھی قسم ہے اپنے دین اور ایمان کی مجھے ایک مرتبہ قشق کا حاصل ہو
 اور جو کہ تو کہتا ہو مجھے زیادہ تر اس سے تیری محبت ہو کہ وہ مصرع دل میں داند وین دائم و ماند دل میں ہے اور قطع نظر تیری شجاعت اور قوت کے میں مجھے
 بہت قائل اور دشمن بھی جانتا ہوں پس اول میں تجھے ایک سوال کرنا ہوں کہ فات پاک کر یاے کو میں اور فضل مدین کی کیا اور ہے ہوتا
 وہ بلا شریک ہو نہ وہ کسی کا باپ نہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اسکا مددیل و نظیر اور جسے ہدات بشری سے شل اکل و شرب اور نوم و بیداری عارفہ و دیار
 منتز اور بیل شعریہ از فاش از چونی و چندی ہ منزہ تر زمینی و مندی کسی مخلوق کی کیا تاب و طاقت کہ اس خالق جسم و جان رازق و جوش
 و لیور و انسان کی ذات اور صفات میں زبان اپنی کھول سکے پس اے ہمالیوں بن شداد اس مرد و وارلی اور ابلی خوک پیکر فرس و
 خلافت گمراہ کنندہ عالم شیطان مجسم زمر و شاہ نقا کو کہ دعویٰ خدائی کا کرتا ہو اور آپ کو خدا جانتا ہو تم سب لوگ اپنا خدا سمجھتے ہو اور سمجھ کرتے
 ہو اور وہ کے انصاف تمہیں کہو کہ نوم اور بیداری عارفہ اور بیداری اکل و شرب بول و دباز طمع اور حرص کہ لازمہ بشریت ہے وہ کیا کہیں نہیں
 پھر وہ دلیل اسکی کیا ہے اور وہ حاشیت کی کیا ہو اور جسکو تم خدا اپنا کہتے ہو وہ کافر کاذب الیہا کہستور کشی کر کہ پہلوی قدرت لقب دیا اور
 اپنے منہ سے مجمع عام میں کہا تھا مجھے کوئی زیر نہ کر سکیا شستہ نمونہ از غرور سے ہی دیکھ لو کہ حکیم مدین نے اسکو چیر کر دو ٹکڑے کر کے ہٹا کر اور پوند
 خاک کر دیا ہو مجھے تعجب کا مقام ہو کہ اللہ اور جمہور تھا ہو قطع نظر اس کے کیا تمہیں نہا ہو گا کہ اسی طریق پر زبان سالق میں اکثر ملو نون مثل قوم
 و شاد اور نمونہ کے دعویٰ الوہیت کا کیا تھا گرنال آن مشرکون کا کیا ہو کہ میں کوئی ریتہ استخوان بھی آ نکا یا آنکے جسم کا پاپا جاتا ہو اگر انکی
 قبریں بھی کھدوا کر دیکھیں جائیں تو چند تار کفن کے بھی شاید کو باقی نہ رہے ہونگے لہذا میں چاہتا ہوں کہ بت بیاور ہو اور سبب و تلخ ہرنا خیم حرام
 ہو جس طرح سے تجھے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے بلے ثبات و ازلے قانی میں حکم فرمایا اور حاجت روائے عالم کیا ہو اسی طرح تو ہر گ بھی ہو کہ عزت عقی سے
 محروم نہ رہے اور ہمالیوں بن شداد مجھے لازم ہو کہ نکل اس چاہ کفر و ضلالت سے لبر حشر ہدایت فائز ہو یعنی مہود حقیقی کو پہچان اور تو بہ کر اس
 کافری سے یہ زندگی مستقار اور دنیا سے ناپا لدار ہو اشعار وہ رسم دنیا تیر کی جا ہو نہ بقا میں فنا ہو فنا ہی بقا ہو نہ یہ جاہ و چشم عارضی ہو
 جہان میں نہندی آنکھ تب پھر خدا ہی خا کو غرض شانہ اوہ خاور سپاہ نے کچھ باتیں اور تقریر و تمہیں سے اسکو سمجھایا اور تمہیں
 کیا کہ رنگ کفر آئینہ صیر سے اس کے شگ ہو گیا اور کیا بار چشم اشبار عرض کرنے لگا کہ اے فضل تغیرن میں خود مدت دیدہ اور سالہا سے
 دراز سے ہی مقدمہ دین اور آئین میں ششدر اور حیران تھا اور کبھی کبھ میرے ذہن اور فہم میں نہیں آیا کہ زمر و شاہ خالق ارض و سما
 اور خدا ہمارا کیونکر ہوا ہماری صورت اور شرت میں اور اس میں کیا فرق ہو جو کہ دین آ بانی تھا اور خندان علم مجھے نصیب نہیں ہوا اس
 سبب سے چار و ناچار سپر و اسی طریق کار ہا لیکن اے فضل تغیرن یہ تو ارشاد کیجئے کہ حال دیکھ جواب دیکر سبب تلخ اور خصوصیت حکیم مدین کا
 سے سوال کیا تھا آپ نے نہ گفتگو سے مذہب میں مجھے ڈال کر جواب با صواب نہر مت فرمایا قاسم نے کہا اے برادر تا قبح اپنا اور بدین

کا حال مفصل اور مشروحاً تیرے روبرو نہ بیان کرونگا تیرے ذہن اور فہم میں کچھ نہ آئیگا اور ہمارا اس بات کا یہ سبب نہ سمجھو حق اختیار کرنا
 ہو اگر تو اس دین باطل کو ترک کر کے ملت بمعنا دین اسلام کو قبول کرے تو کیا مصداقہ ہمالیوں بن شہزادے عرض کیا کہ میں آج سے
 تقاسمے شرک خدا پر حق اور نافرین کی اور امیدوار ہوں کہ جو طریق عبادت اور خدا پرستی اور نیکوئی شناسی کا ہو وہ مجھے ہدایت کیجے کہ میں
 بصدق دل اسکو قبول کروں شاہزادہ خاور سپاہ نے کل طیبہ لڑنا دیکھا اور ہمالیوں باز صدق کلمہ شہادت پر خط مسلمان ہوا اسوقت
 شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نے اٹھ کر ہمالیوں کو اپنے گھسے سے لگایا اور از ابتدا تا انتہا انیا اور شاہزادہ بدیع الزمان کا حال انہی قریب
 اور عقیدہ و لنگل رستم فیما بین نزاع غلی کا آنا اور سبب وار دھونیکا ملک سبجان میں بذریعہ قشق ملک گوہر ملک دھور ہمالیوں کے بیان فرماتے ارشاد
 کیا کہ اسی ہمالیوں بن شہزادہ اسوقت کی یہ بات ہماری تم یا در کھنا کہ چند عرصہ میں یہ تمام ملک اسلام آباد ہو جائیگا اور شل غنٹہ کے اس سرزمین میں
 کفر اور کافری کی بیخ و بنیا و نظر نہ آئیگی اور یہ تقاسمے شرک خدا اس دلت و خواری سے مارا جائیگا کہ اسکے حال پر ہمایوں دریا اور مرغان
 گریہ و زاری کریں گے متواتر اور دوسے پرچہ اخبار ہر مہم کو معلوم ہمایہ کہ شہنشاہ اسلام سعد بن قباد مع نوح و دیوج اور لشکر نصرت اثر لبہ سپاہ سلطانی
 ظفر اقسام میر حمزہ عالی مقام کا ونگلی کا و سوار سرفیل اسکاہ لقا کو زبرد بر کر کے ملک بربر کو مسخر کر چکے ہیں اور غریمت اس دیار سبجان کی تہیہ
 ہما اور کفار کشی کے زمانہ کے ہیں بس اسی ہمالیوں بن شہزادہ جو تو طیب خاطر ایمان لایا اور مشرت باسلام ہوا اور انشراح اللہ تعالیٰ بالعرض
 اسکے اپنے ریتان مرتبہ اور انداز و عزت اور آبرو کو بارگاہ سلطانی میں کہ جان پا پختہ رکھیں سرور ان نامی پلو ان گرامی جو انان صفت شکن اور
 شیرا ظن دلاوران تہمتن اور مہر ان شجاعت شہر شہادت کردار حاضر رہتے ہیں پھر دیکھنا خلاصہ یہ کہ شہزادہ شاہ پدر ہمالیوں کو بھی مسلمان کیا
 اور وہ بھی بصدق دل کل طیبہ پر مسلمان ہوا اور یہ دونوں باپ بیٹے حلقہ بوش ہو کر کو سالین سے دھوے محبت اور جان بخشی رکھتے
 تھے اب تو گویا اپنا پیر و مرشد تقاسمے کو بن فضل تغیز بن یعنی شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کو سمجھتے ہیں لاکھ جان دل سے اطاعت و فرمانبرداری
 شاہزادہ قاسم کی اپنا اقتدار کو بن و سعادت دار بن جانتے ہیں خیف خیف ایک کھڑے سا شہزادہ کو ہدایت کر کے اپنے طریق پر لائے اور کل شہزادہ
 پر ہوا کے انکو بھی مسلمان کیا ابدان ان شہزادہ شاہ نے عرض کیا کہ ایتو ظامون کو آئی اور شاہزادہ بدیع الزمان کی قرابت اور گنگائی کا حال
 اخلاص معلوم ہو گیا فقط ایک تردد لاحق ہو کر کل مصکوک آپ کے اور شاہزادہ بدیع الزمان کے کشی قرار پائی کہ اور میان لاکھوں کفار نابکا
 آپ دونوں صاحبوں کے حامد اور مدد ہیں اور آپ دونوں چاہتے غریب الدیار غریب الوطن شکوئی یار نہ مددگار خدا نخواستہ اگر دونوں
 صاحبوں میں کسی کو چشم زخم ہو گیا یا خدا نخواستہ کوئی ضائع ہو گیا تو پھر دوسرے صاحب کو انی زلیست کیونکر گوارا ہوگی وہ بھی قصداً ہی
 ہلاکت کا کر نہیں گئے یا لغت بکا شیطان خدا نخواستہ آپ دونوں صاحبوں کا اس مناشے مجاوتے میں کسی صورت پر مارا نخواستہ ہو گیا تب بھی
 پچھانیں غلاموں کو بڑا تردد ہو کہ انجام اسکا کیا ہو گا شاہزادہ قاسم نے کہا شعر کار ساز با فکر کار راستہ فکرادر کار ما آزار راستہ ہے اسی شہزادہ
 شاہ جو کہ حق محبت اور دوستی اور مددخواہی اور خیر اندیشی کا ہوتا ہو تو ادر کھنا اور یہ سب گفتگو تیری بجا ہو جائیں گے اس مقدمے میں غلامت
 کرنی چاہیے ہلوگ حرب و جنگ کو محفل نشا اور نرم انبساط جلتے ہیں اور ہولین کی حاصل ہو کر تادیکار رشتہ محبت منقطع نہوگا اس طرف
 ملک موت کبھی توجہ نہ پائیں گے اور علی پھقیاس دربارہ افشاے مازنیہ مشیت پروردگار کیسے بغض اور عداوت و عداوت و عداوت ہما کھ
 نصرت و خطر نہیں ہو ضرر دشمن اگر قوی ست لگیاں قوی تر است شہزادہ شاہ اور ہمالیوں بن شہزادہ نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ ارشاد فرما
 ہو کو خوشی آنا اور صدقہ اور برحق اور بجا کلمہ تسلیم کرنا واجب ہے ہماری کیا تاب و طاقت جو جواب دیکھیں کس لیے کہ طلق غلامی کا اپنے
 قانون میں لاکھ آپ کو اپنا آقا کے کو بن جانتے ہیں مگر یہ بات غلط عقل اور میوہ و قیاس ہے جو منظور نظر اقدس ہو بہتر اور مبارک
 عرض بیان قاسم اور شہزادہ شاہ اور ہمالیوں بن شہزادہ سے یہی تذکرہ اور مباحثہ فیما بین ہو رہا ہے انکو یہ سن رہے دیکھ

اب و ہماستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جب گنجاب نے شاہزادہ عالی جناب علی القاب کو شاہزادہ بلند اقبال ثانی بدیع الزمان گرد لشکر شکن خطاب دیکر شہادی پھر وادی کو خبردار

ہوا سے اس خطاب کے اگر کوئی کر ظرافت کے لہجہ تو زبان اسکی قطع کر ڈالی جائیگی اور وہ شخص مستقوب بارگاہِ خمیری ہوگا تو اب کوئی اہل
 اور سردار اور مقربین حاصل ارکان دولت اعیان مملکت سے اور متوسلین اور ملازمین کجایاب میں شاہزادہ عالی جناب کا ہر سرور ہم مرتبہ نہ رہا
 اور گنجائش کے حکم یا کہ باغ نلازل یک چشمی سر راہ سیر گاہ اور نہایت دلچسپ اور پر فضا آراستہ و پرستہ جہان سے ایک فرشتہ کے فرستے پر
 اور شاہزادے بلند اقبال کی استقامت اور سکونت کے واسطے بنے غرر کر دیا اور کچھ سوار اور مردان عمدہ شاگرد شیا اور جلوس سواری کے ہمراہ
 سرکار سے متینہ رہے اور ساعت سعید اس باغ میں شاہزادہ بلند اقبال کے رونق افزا ہونے اور سکونت فرمانے کی بعد انفسال مکرر میدان
 کشتی فضل تغیر کے قرار پائی ہر غرض بیان تو اب یونین رہنے دیجئے جبکہ حال عالم کو ہر ملک پہنچے کہ لکھنے اس برج میں بیٹھے بیٹھے کشتی شاہزادہ
 رستم صولت والا تو قراور دستور کشتی کے کمر کا سرکار اور تکیا ہو کر شاہزادہ بلیغ الزمان عالیجناب نے جس طرح سے اس پہلوان علیہ العن والذباب کو
 شل کر پاس بوسیدہ دو پر کانے ایک راہ یادہ سب تماشا ازاں ہوتا تھا جس طرح خود دیکھا اور نہایت شادان و خندان روح اپنی تمام خواہص و
 مصاحبوں کے تودہ پاس اور جماعت شکر اس کو ہر کار ساز کے کرتی ہوئی تھی اپنے قصر میں داخل ہوئی انیسویں طیسون مقرر یون مصاحبوں
 خواہص و ملازمین اور غازی اور دوسرے عبودیت اور ہوشیاری کسی نے وہ نہ شل کشا کا اور کسی نے کوڑے پیر و دار کے اور کسی نے تیرت بھرت کی پڑیا
 کسی نے رت جگہ مانے چلے باز سے بین لکھو ہر ملک ہزاروں روپیہ شرفیاب سکینوں محتاجوں کو راہ خدا میں تقسیم کر رہی تھی
 کہ دیتے اسکی قدرت اور بے نیازی کے کہ دستور ایسا سند انگریز اسے کا بلا نوش علیہ العن پہلوان کرشک و اس شرک خدا گراہ کندہ عالم تقاسم
 اپنے منہ سے لکھو کھادیسون میں کھاتا کہ تو کبھی کشتی میں پشت بزمین ہوگا آپر شاہزادہ عالم تکیا ہو بھلا یہ کب بعد تھی خدائے یہ ابر و اور شرم
 عزت اور جان رکھ لی اور اس جتنی علیہ العن کو نہر سے اعمال ہو چکی اور اس خطباز و باز لقا کو جو کھاتا اور کذاب سب کے سامنے کر دیا لیکن اس وقت
 البتہ یہ دوسری نگر اور شولش پیدا ہوئی تھی کہ کل شاہزادہ خاور سپاوی کی اور انکی کشتی تھری اور قرار پائی ہر ذرا میری اسون کی سی دعا تکیا کرے
 کہ شاہزادہ بلیغ الزمان آج شب کو میری ملاقات کو آئین امجد میں بہت سا آگاہی کے بلکہ اپنے ہاتھ بازہ کے پانوں پر کے کھون کے
 صاحب خواہ کے واسطے قاسم تو بھلا جائے مطلق ہر متوجہات کو زمین مال جاو طرح دوس سے کشتی نہ رن و انجام کو دیکھو آئین بخاری کیا کشان
 ہو جائیگی القصد اسی تشولش اور ترد میں وہ دن بسر ہو گیا اور شب کو جبکہ اسی رات کا عمل ہو آؤ ملک انکی خطونگاہ میں جا کر لنگ پڑی اور
 انیسویں طیسون محزون ہمدون مقرر یون مصاحبوں سے باتیں کر رہی تھی کہ دیکھو اسی تک شاہزادہ عالم تشریف یمن لائے اور صحبت و ایلا
 سب کر رہی ہیں کہ حضور ہمارے تودہ کو یمن ہر کہ شاہزادہ عالم تشریف لائے ہی ہونگے اگر تہ ملک و ولہ شوق و محبت و دیدار سے شاہزادہ
 نامدار کے نہایت نیاب ہو کر چشم پر آب یہ شہزبان پر لائی شعر جدائی تیری سے جان میری لبوں پہ پونچھی ہر جان پہونچو اگر ہر نفلور زلیست
 میری تو اب شالی سے آن پہونچو ابھی تمام و کمال یہ شعر لکھ نہیں پڑھنے پائی تھی کہ ملنے سے دو نوڈیاں ہستی و درتی ہو میں ملک کے پاس
 آئین اور کہنے یمن کہ کو ملک عالم شاہزادہ عالم تشریف لائے ملک کو ہر ملک کی باخیں کھل کر باغوش آئین اور فطر سرور سے حالت و بزمین
 شعر پڑھ کر شعر پہونچی ہی نہ تھی اب تک سینے سے کہ وہ آئے ہیں آہ کے یہ معنی تیر سے کہتے ہیں : میا خستہ اچھل پڑی اور وہ آج انکھرج چند
 خواہص و ملازمین کے اور دو چار لائین و ایلاں کہ وہ آگے آگے روشنی و کمالی جاتی یمن بطریق استقبال کے پانچ سات قدم آگے بڑھی تھی کہ ملنے سے
 شاہزادہ نامور قریب آن پہونچا اور ملک کو ہنس کر اپنے گلے سے لگایا اور ہاتھ پر لے ہوئے پلنگ پر آکر دونوں عاشق معشوق جلوہ فرما ہوئے آئین
 جتنی ملک کی مصاحبوں نمیشینوں نے یمن مانی یمن انھوں نے دست ادب بازہ کے عرض کی کہ قربانت شویم شاہزادہ عالم ذرا تکلیف فرما کے
 نذر دے دیجیے ملک بھی مجوز ہوئی کہ شہر یاران کینروں کی بھی خاطر اچھا لازم ہر ان سبھوں نے آپکی سلامتی اور فحالی کے واسطے خدین مانی ہیں
 بارے شاہزادہ والا ستبار و دان سے انکھرج علیہ ایک مقام پر گئے پہلے تو چند خواہص و مصاحبوں نے نئی خوان آئین ماش اور پتے
 روپیے اشرفیان مملوین پیالے تل کے انبر کے لاکر تصدیق آما دے بعد انان بعضوں نے شاید بڑی دیکھو میں کو ہڈول شئی سے پوت رکھا ہے
 ہر ان سبھیں چھوٹی چھوٹی موی اور کاغذی روشن میں لوبان لہر طرح طرح کا بخورات جلتا ہے طیسون کے کوڑے اور شیرینی قابون میں ریور لیا

الایمی وانیہ شتر اویں میں پھر سے چار طرف رکھے ہیں کہیں گھاسے خوشبودار چھان پھولوں کی دونوں میں چلیروں میں رکھی ہیں اور وہ
 سب نیک نیتیں غسل کر کے گھنے گھنے بال سروں کے کھوٹے سفید جوڑے پہنے سفید چادرین سر پہ ڈالے سمت قبلہ زمین پر سجداں ٹکڑے کر کے
 محمد بن اس خالق ارض و سما جناب کبریا کی ہزاروں دجان مالان اور گریبان رطب لسان میں شانہزادہ عالم نے ہسم ڈاکر کہا کہ بیان ہے
 تو ہزار ایسے محاطات اور محرکے درمیش ہوتے ہیں چلو خوب ہوا شیرینی تو اس ذریعہ نذر و نیاز سے خوب کھانے میں ہائی لکڑی گوہر ملک کے کما صاحب
 خدا کی واسطے اس وقت کچھ کو سنو نہیں یہ سنوئی ہوئی ہر نذرین دو شانہزادہ عالی مقام نے حسب عرض اور استدعا اور تمنا ملک کے فاتحہ پڑھوا کر
 دی اور وہاں سے ہنستے ہوئے پھر مع ملک اسی غلو نگاہ میں تشریف فرما ہوئے اور ملک گوہر ملک نے پریل ذکر گفتگو شانہزادہ قاسم کے کشی رشتہ کی
 آغاز کر کے کہا کہ صاحب یہ کیا غضب ہو بیٹے اور بیٹے میں کیا فرق ہوتا ہو وہ تو بھلا جاہل مشورہ و متوسلیم الطبع نہایت دانشمند ہو تھیں رگز کرو
 ایک لکڑی کی کرسی پر یہ فساد نہا میں کرنا کیا ضرور حائل کرو شانہزادہ بدیع الزمان نے جواب دیا کہ ملا تم ان خیالوں میں نہ پڑو یہ مقدمہ بخشی کا بت
 نازک ہوتا ہوتا سخن دروہان بود کہ ایک آواز ضبط سے کوئی بندی پرے کو ڈرتا ہو گوش زد ہوئی یہ آہٹ پانوں کی غیر شخص کے اندرون باغ کے
 سب اس جانب کو دیکھنے لگے کہ سانچے سے دو چار کنیزیں دوڑتی ہوئی آئیں ملک گوہر ملک اور شانہزادہ عالم دونوں کچھ حیرت چاک ہو کر کہنے لگے پوچھئے
 کہ خیر تو ہر تم اس قدر بدحواس اور تلی کیوں آئی ہو انھوں نے عرض کیا کہ قربان جان ایک جوان رعنا یا چہرہ زیبا شیر بہ کف اس سانچے واسطے بچ
 پرے کہ جدھر سے آپ تشریف لاتے ہیں اندرون باغ کو پڑا جب نوڈیاں آئے دیکھا بدحواس ہو کر بھاگتا تھا کہ اسے کہا کہ تم کیوں گھبراتے ہو
 کوئی ایچہ جی میں سو اس اور ہر اس نہ کو کسی غیر کی یہ مجال نہیں کہ بیان آسکے ذرا تم جا کے چپ سے کہہ دو کہ قاسم آیا ہے یہ شکر شانہزادہ والا مرتب
 بدیع الزمان نامور مع ملک گوہر ملک انظر قاسم کے لینے کو چلے اور گرد و پیش خواصوں کو مجرم تھا جب اس میں ہونے ہوئے تو دیکھا کہ شانہزادہ
 خاور سپاہ نے سانچے سے اگر بت بھگدرد دوستی سلام ملک کو کیا اور کیا چھی جان میں بجا قبول ہو گئے وہاں کہ کما صاحب را سے جیتے رہو اور شاہ شہزادہ
 بدیع الزمان شکر اگر ہاتھ قاسم کا پاؤں اور پوچھا کہ خیر باشد آپ کیونکر تشریف لائے قاسم نے کہا کہ آپ کی خدمت گزار سی سکے یہ حاضر ہوا ہوں اہل
 دو تھانہ پر حاضر ہوا تھا وہاں معلوم ہوا کہ آپ تشریف لینے میں مجھے یقین ملی ہوا کہ سو اسیان کے اور آپ کا ٹھکانا آئے جائیگا کہاں بڑا چار بھال سکے
 کہ اس وقت وہیں تھی جان کے سانچے چکر آپ ملے تمام محبت گراؤں اور انکی بھی قد مبوس سے مشرک ہوں یہ باتیں کرتے ہوئے پھر دونوں نے
 مسند پر آنکر بیٹھے اور ایک طرف ملک بھی بیٹھ گئی اب مقدمہ و نکل قاسم نے گفتگو شروع کی اور بیان تک نوبت ہوئی کہ شانہزادہ بدیع الزمان فرمایا کہ
 قاسم تو ہر بتا و محبت میں اس قدر بیودہ گوی اور درشتی مجھے کہ مجھ سے میں فقط پاس آو اب بڑے بھائی صاحب شانہزادہ عالم شاہ روی
 کہ وہ میرے بزرگ میں درگزر کرتا ہوں قاسم نے کہا کہ یہ آپ بعض غلط کتے ہیں باوجودان علم شاہ روی بھی رفیع گزار کے کہتے ہوتے تو قول کیا
 بجا تھا یہ جواب از یہاں شانہزادہ بدیع الزمان نے بت مکرر ہو کر ادب و تاب کھا کے کہا کہ اے قاسم ناحق میرے ہاتھ سے مارا جائیگا تو وہ باتیں
 کرتا ہو کہ میرا مزاج قابو میں نہیں رہتا ہو قاسم نہیں پڑا اور کہنے لگا کہ فی الحقیقت الحق سے بات نہایت کج معلوم ہوتی ہو گفتگو تو میرے آپ کے ہمتی
 میرے باپ کا بیان کیا ذکر تھا کہ آپ کو خواہ مخواہ مشیت پناہ بنانے اور بزرگی جانے کا یہی جواب ہو کہ اگر حضرت صاحب قرآن والا شانہزادہ میر گیتی ستان
 والا جان کا بھگدور و پاس نہ ہوتا تو اس وقت آپ کو مارے تلواروں کے پڑے پڑے کر کے دنگل رستم جا کے لیتا اس گفتگو سے منہ و گنج سے ملک
 گوہر ملک بھگدور لگنے لگی کہ ہر کیا تم ہو کوئی اندوہوں صاحبوں کا کہ ایک ایک جاہل ازلی میں سمجھانے والا نہیں باہن غریب الوطنی و غریب لویا
 کہ ملک بیگانہ جہان نہ کوئی یار نہ یاد و دوست نہ غلہ رستم زمانہ و تن جان و رشتہ خون نصیب دشمنان ہو رہا ہو ایک دنگل چولی کے لیے آسمان
 رستے سرے میں اور قاسم کی طرف دیکھا کہ اواری تم میرا کھانا تو کا ہے کو مانو گے عندا ذرا میری خوشی اور آبرو کا خیال رکھو یہ مقدمہ و فساد کی
 باتیں تو اس وقت موقوف کرواؤ مجھ کو میرے سر لکھوں پراور اور باتیں کرو قاسم نے کہا چھی جان میرا یہ جی چاہتا ہو کہ اپنے جسم کے چمڑے کو آتار کے
 آپ کو جوتیاں بنا کر سپاؤں گراس چا کو ایک ہی غرب میں قتل کروں اور آپ کی غلامی اور خدمت گزار سی اور اطاعت و فرمانبرداری میں کان نہ لے جا
 کہ ہر ڈاکا آپ کا بخوبی کا شہدوں ملک گوہر ملک نے کہا اواری میں درگزر ہی نہ کرتا اور اطاعت سے واہ واہ تم کیا کہتے ہو شکر ایسے کہ

زبان پر نہ لانا چاہیے ماسے خدا کے تم ان دھڑلکوں اور ہولوں میں چاہتے ہو کہ ابھی میری جان جاتی رہے میرے حال پر رحم کرو اور چپ ہو کر کسی
 خوشی آئے ہو مٹھو قاسم کے کہ گریست خوب آپ کے حکم کی تعمیل تو مجھے کرنا از جملہ واجبات ہر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا پھر ہر چند ملکہ کو ہر ملک سے سمجھا
 اور بیت سی خانہ کے چاکر قاسم کو روکے مگر قاسم وہ جاہل مطلق ہو کر ہرگز نہ سمجھا اور جھٹ پٹ برج پر چڑھ گیا اور باریک کداس ایوان عالیہ
 سے اتر کر گھیاں کو چپے طرک رہا ہوا جب تان شہر میں پہنچا تب چوکیداروں نے روکا کہ ایک شخص تو کون ہو کہ اس وقت آدھی رات کو یہاں پر
 شمع اور شعل کے نکلنا ہر اور کہاں جاتا ہو قاسم کو یہ دماغ کہاں کر انکو جواب دے چوکیداروں نے زیادہ تنگ کیا اور چار طرف سے یہ کہتے ہوئے
 کہ کھڑے آگے نہ بڑھنا اس شخص تو کون ہو کہ جواب نہیں دیتا اگر گھیر لیا اور ہر چند قاسم چاہتا تھا کہ لنگل جاؤں مگر وہ اجتماع عکسے جانے میں تھکتے
 ہمیں تہری اور نہ سٹکے کی آواز آتی اور کچھ روشنی شعلوں کی معلوم ہوئی دیکھا کہ کو تو ال شہر سخاں کو دسے پر سوار ہزار بارہ سو سوار اور سار
 ہمراہ فہر دار باش ہوشیار باش پکارتے اور سکان شہر گھر قانون کو بیدار کرتا ہوا چلا آتا ہوا بیان چوکیداروں نے جو کو تو ال کی مدد کی تھی
 پا کر آمادہ کیا کہ چار طرف سے دوڑ کر لپٹ پڑیں اور پکڑ لیں شاہزادہ خاور سپاہ تو خشکین اور غیظ اور غضب میں بھرا ہوا ایلا ہی آتا تھا سو چاکر
 یہ بہاوش کو تو ال چوتھے کے پاس وہ ہیں کسی طرح سے نہیں مانگے کتوں کی طرح بھونکتے ہوئے سچے آٹھنگے بھانہ چوڑے ٹنگے طرفہ ایمن میں
 آس گر وہ سے دو چار چوکیداروں کو ایک ایک قریب تیرہ جانتاں سے مار کر ٹھٹ پٹ جھاگ کھڑے ہوئے کہ ایک سمت کو بلڑا ہوا اور چار طرف سے
 حمل آٹھ لٹا لٹا لٹا جانے دیا اور کو تو ال بھی قریب آجوں پنا شاہزادہ خاور سپاہ نے جیستی تمام مدعا شہر پر جا کر دیکھا کہ دروازہ بند ہو کر باہر چوکیدار
 بیان وہاں کے کہ تو سوئے ہیں چار پائیوں پر کچھ مٹھے جگتے اور باتیں کہتے ہیں قاسم نے ان سب کو سے کہا کہ جلد دروازہ کھول دو ایک دروازہ
 نے کہا جل آئی ہے پھر پکڑی مٹی اندک ٹکڑا کر کے کہا کہ بدون حکم حاکم ہر کس و نا کس کے واسطے یہ دروازہ نہیں کھلتا ہو قاسم نے حالت غیظ و طیش میں
 اسی تیغ خون آلود سے اسکو بھی چھوٹنگ کیا دوسرے دربان سے دیکھ کر فرمایا کہ او گھرم ابل رسیدہ جلد کھول دروازہ آئے ہیں جان عرض کی کہ
 ابھی ظلم ہو رہا ہے آئے جیسا جھک مارا لسی ہی اپنی ہر کو پونچا اور دوڑ کر آئے دروازہ کھول دیا ہر چند کو تو ال نے پکار پکار کے کہا کہ چوکیدار
 دروازہ نہ کھولنا یہ چور ہو خون کئی چوکیداروں کا کر کے جاتا ہو جانے نہ پاوے وہ دربان تو ڈرا ہوا تھا سامنے آئے ساتھی کی رشتہ پری پھر
 یہی مٹی آئے کو تو ال کا کہنا نا اور حمل بھانا مطلق نہ سنا کہا صاحب شریف لیجائیں قاسم تو دروازے لنگڑا ایک سمت کو روانہ ہوا اب سے کون
 پاتا ہو دم بھرتی شہزاد شاہ کی بارگاہ میں اگر داخل ہوا بیان کو تو ال کے کل پیادے اور لوگ قیام میں قاسم کے دوڑے جیسا کہین سٹخ نہ پایا
 تب نہ پا رہا ہو کر ان لاشوں کو آٹھ انر کو تو ال چوتھے میں لاسکے اور لایا اور کو تو ال نے کہا کہ چھکوان لاشوں کو چھوڑو غیر مسل ایسے کے عرض کو دیکھا کہ
 غیر آزادی کے محل کے بیچ آدھی رات کے عمل میں یہ ہنگامہ ہر پا ہوا بعد اسکے جیسا کہ غیر مسل دیکھتے حقیقات اور تلاش اس خولی کی کجائی
 غرض وہ شب بسر ہو کر جب وقت صبح کا ہوا تو تمام ادنیٰ اعلیٰ وضع و شریف اہل حرفہ و تاجاری دکاندار و خاں کبار سخاں شہر سخاں شاہزادے بلند
 اقبال مائی بیع الزمان گرو انکھن سکھن اور فضل تغیر من کے سر کو کشتی دیکھنے کو دوڑ پڑے اور اسی اٹھارے پرانہ طام خاص قاسم کا ہوا ہنوز آفتاب
 بخولی طلوع نہیں ہوا تھا کہ گنجا ب بھی اپنے تخت روان پر سوار ہو کر سچ پانچ پوچھیں سرداروں اور تمام اپنے اہلکاروں اور مقربوں اور صاحبوں کے
 اس بیان معرکہ میں چوچا اور گنجا ب نے غور کر کے دیکھا تو کس سے بھی سو حذر زیادہ تر تاشیلوں کا ہجوم اور دھوم ہو کر فرنگوں جو بانک پیک نگر
 دوڑتا ہوا سو ہی سرخسای کے نظر آتے ہیں اور کثرت کشمکش سے پیک صبا کو آنا جانا محال ہوا بیت نکال معلوم ہوتا ہے اس عرصہ میں وہاں باغ زلالہ
 یک چشمی میں شاہزادہ بلند اقبال بعد انصرغ وضو در کعت نماز صبح پڑھ کے پوشاک پہن کے تیاری طے کی کر رہے ہیں اور کوئی دم میں تشریف لایا
 چاہتے ہیں کہ بیان اولان اول شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم بن شہزاد شاہ اور ہالیوں بن شہزاد اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار ملازم اور جان شہزاد
 شہزاد شاہ کے ہمراہ یہی ہیں ان کشتی میں اگر داخل ہوا اور چار طرف غور شاہزادے بیع الزمان کو دیکھ کر گنجا ب دیکھنے لگا اور ہر تہ تیغ پادار فرمایا
 کو تو لکڑ اور خوب تن تیرا پ ہی کہتا ہے کہ اب وہ شاہزادہ بلند اقبال کہاں چھپ کر ملے رہے ہیں ایک چاکر مفلوک مردہ دل دستور کو مار کے پسند بارگاہ گنجا ب
 میں خطاب فرمایا کہ اور بڑا تہ زور اور غور کا ہم ہو چکا ہے پھر اس وقت یہ تسلی اور غرض کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہونے لگا اس کے بعد بن نہر سے چھوڑ دیا

گنجاب یہ گفتگو قاسم کی سن سکیں وہ اب کھارہا اور اپنے مقربوں سے کہہ رہا کہ یہ جوان بلا شک مجھوں اور مجھوں کے قتل سے بڑا
شہداء و شہداء کی ہر نظر پروردہ یہ شخص واجب التعزیر ہے ناگاہ شہزادہ بلند اقبال ثانی برقع الزمان گرد نظر شکن بھی اس مقام پر تشریف لائے
گنجاب کو کدرا اور درہم برہم و لیکر پوچھا کہ حضور نصیب خدا باعث درہم ہی ہزاج کا کیا ہے مقربین نے دست بستہ عرض کیا کہ شہزادہ بلند
اقبال فضل تغیزن کچھ یاد رکھنی کر رہے تھے اور از بسکہ غیر سسل آپ کو بیاں دل عزیز رکھتے ہیں وہ تحمل نہو سکے فرماتے تھے کہ مجھے فقہا سے
شہداء و شہاء کی ہر درہم اس جوان کو تعزیر مقول دلو تا شہزادہ بلند اقبال نے عرض کی کہ یہ غیر سسل آپ غصہ فرماتے ہیں حضور سکودہ
بھی اس جوان کو سمجھائے دیتا ہوں گنجاب نے کہا اسے فرزند یہ شخص دیوانہ ہر تم سکھاتا کہ کرو گے شہزادہ برقع الزمان نے جواب دیا کہ آپ
سکودہ دیوانہ اور مجنون نہ قرار دیں یہ جوان بہت بہادر اور دیر اور جہالت کا ذریعہ شجاعت ہو سکی یاد رکھنی کا خیال نہ فرمائیں اس غصہ میں کھا
کر قہر سمجھا گیا اور لکڑیٹ بانڈھ کر کھا ڈھے میں کو کدرا اور شہزادہ برقع الزمان سے یاد نہ لیا کہ آپ باتیں اور صاحبیت دو مکانہ میں
تشریف لیا کے کچھ لکڑیٹ کھینچے اور سر سے مقابلے میں آئے شہزادہ خانی جناب نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں اور یہ کھا گیا اور لکڑیٹ بانڈھ
باجازت گنجاب اس الکھاڑے میں بتا بہ فضل تغیزن آرا اور دونوں بہادر و دل شہنوں پر ہاتھ مارا تو یہ علوم ہو کر بادل گرج اٹھا اور کدرا
میں ہاتھ ڈال کر معروف و زور کشتی ہوئے گنجاب اور اکثر احباب یہ سمجھے ہوئے تھے کہ فضل تغیزن یہاں شہزادہ بلند اقبال ثانی برقع الزمان گرد
نظر شکن ہو گئے جسے دستور ایسے پہلوان قدرت لٹا کو چیر کر پھینک دیا اور ستر تاک کی کمان قربان ہو کر کی تو زوالی کیا مقابلہ اور زور کشتی کا کر گیا
لیکن جسوقت کہ یہ دونوں آج روزگار ہزیران عرصہ کا نڈار کھلے اور سینہ سینہ میں زور کشتی کا کرنے لگے اور اطمینان ہو کر دستور کے ساتھ
شہزادہ برقع الزمان کو حاصل تھا اب فضل تغیزن کی کشتی میں مطلق نہیں پایا جاتا تو سب خدو کلان شہید و تیر تھے اور انھیں چار چار کر کدرا
تھے کہ فضل تغیزن اس شوکت و دہر سے کشتی دور رہا کہ وہاں لوگ اپنے بیگانے فریق شہزادہ بلند اقبال ثانی برقع الزمان گرد نظر شکن کی
کرتے ہیں بان تو ہم نہا شہ بین اولیٰ علی شہادہ و گواہی سناختہ فضل تغیزن جتنی قاسم کی بھی روح و شہادہ وادہ کر رہے ہیں عرض معلول تو کھینچ کر
لیکن اور کیا ہیج اقدس خدا ومان نعمت ادا کر سامعین طیل البرکت کی اختصار پسند لہذا مختصر کے التماس کرنا ہوں کہ صبح سے تا غروب آفتاب
روز کشمش خرفین سے رہا اور وقت شام اور تو حسب حکم گنجاب روشنی لٹا ہوں اور دینوں اور شہنوں اور غلاموں و غنچا خون کی ہولی کا
اسلاف شہداء و شہاء اور بہا یوں بن شہداء و تیار سی روشنی کی کرا دی تو کثرت و دوشی سے اسوقت سمانہ و نورانی و رات تھی شب قدر
معلوم ہوتی تھی اور تاشہینوں کا یہ عالم تھا کہ کچھ کہ پاس فید آرم لہل ہا ز سب جھلے ہوئے ہر تن معروف تاشہ کشتی ہو رہے تھے اور سی
لو جسے تن شہانہ و زہما میں دونوں صاحبوں کے کس فوڑو سے امتحان نہ کشتی رہا کہ کسی ذہنی فہم عقل ادا واداکہ اور دہم اور گمان میں
بھی نہ تھا اور جب بخوردون صاحبوں کو دیکھا تو انہم ہا یا اور دونوں بہادر و دل کے چہروں پر غلگی کے سوا مطلق کسل اور سادگی معلوم نہیں
ہوتی تھی اور کسی کو غالب اند مطلب میں تمیز نہیں ہوتی تھی اور یہ دونوں صاحب باہم کشتی لڑتے چاہتے تھے اور کبھی ہو کر گفتگو سخت و درشت بھی ہوتی
میں آجالی تھی چنانچہ اگر بہ فضل تغیزن نے خود ستالی کر کے شہن کو بیاتک پوچھا یا کہ آواز بلند کرا کر کشتی گر گشتہ تقدیر غلام کشتہ خطا
بلند اقبال ابومیرے ہاتھ سے کہاں جاتا ہو کوئی دم میں تیری شکن بانڈھے لیتا ہوں شہزادہ بلند اقبال برقع الزمان ثانی نے فرمایا کہ فضل تغیزن
اس یاد رکھنی سے کہا حاصل جو لطف لاف و گزان کا دستور نے آغا یا دی کوئی دم میں تو مجھم خود دیکھا کہ کیا حال تیرا میں کر دیا اور تو
عالم جانتا ہو کہ تو قضا گوئی لکڑیٹ جتھے غلط اور مجنون اور دیوانہ سمجھتے ہیں قول نکالنا نہیں صادق ہو قاسم کہ یہ باب کہاں تھی کہ ایسا جواب
سخت سکے حتی المقدور اپنے قصور کرتا المیرہ غلط اور طیش میں آکر ڈال لکڑیٹ میں ہاتھ اور لڑنا سینہ سے شہزادہ بلند اقبال کے ہا کر زور و قوت
بریل کر لیا اور شہزادہ برقع الزمان ثانی نے ہر چند اپنا لکڑیٹ قائم کیا کہ قاسم نے کہیں قائم ہونے نہ دیا غلام یہ کہ جہ قدم پر پاؤں کے لے گیا تاشہینوں کا
یہ حال تھا کہ خواہ مخواہ وہ داخل کر کے باہم کتے تھے کہ فضل تغیزن نے اب کچھ تامل نہیں شہزادہ بلند اقبال کو زیر کر لیا اسوقت گنجاب چشم پر آب
سخت قیلول خداوند کا کھمکے دھاگہ باہر کر یا خداوند شہزادہ بلند اقبال کی ابرو اس میدان میں رکھ لیا اور اپنے سر اور کمر کے ہا کر دیا

تو بلا سے بیدار آفت رخ گار شکلا اس وقت عجب طرح کا وسواس میرے دل کو سراہا ہوا اور وہ بان لگو لگو ہر ملک میں بیچ میں مع اپنی بیویوں چلیں
 کے خوش میچی ہوئی تاشا کشتی کا دیکھ رہی تھی سپاہ ہونا شاہزادہ بلبل الزمان کا چٹک چٹکے پیچھے ہوئی اور ایک حالت غش کی طاری ہوئی حالت
 بقیاری میں بعد گریہ وزاری کشتی تھی کامر خباب رہی تو صبح بھر ہوا شکر پر قادر و مقدر برین اس وقت عجب طرح کے نفع و فدا اب ہم میں مقبول
 کسی فتح کی دعا مانگوں کہ کسی شکست کی دھمکے استہکاروں نہ کون بڑے کون بڑا خدا نخواستہ اگر ایک کا اندون میں بیل بٹا ہو گیا تو مجھے خدشہ کیا تھا
 مگر یہ کہ دوسری اپنے آپ کو زندہ نہ رکھیں گے لہذا ان کا ساز و باقی ہو گیا ہوا تیری قدرت نالی اور کار سازی سے کہ ایسا کوئی سبب کر ان دونوں
 کی آبرو و جان بچے اور صبح و سارا اس سرور کشتی سے نجات پائیں ابھی یہی دعا مانگ رہی تھی کہ خدا کا فضل و شہزادہ بلبل الزمان گوش زد ہوئی گھر کر
 آئے بھی اور اسی بیچ سے جو خیال کیا تو دیکھا کہ شاہزادہ بلبل الزمان گرد لشکر شکن نے جاکر قدم بٹ گیا تو فریاد اور غرت سے اڑا
 زمین و زمان تابہ آسمان نکلے زمین تاریک ہو رہا تھا ایک مقام پر اپنا گڑا کر تازہ نوز میں میں محض گیا تھا اور ہر چند قاسم نے زور کیا کیا محال تھی کہ
 ایک وجہ ہٹا سکتا اور اس وجہ سے زور کشش کے ہوئے کہ دونوں کے پاؤں تازہ نوز میں میں برق اور برق برق ہو گئے اس وقت وہ فریاد
 شاہزادہ بلبل الزمان کے کہ نہ میں قاسم کے ہاتھ والا اور سر نہا سید میں قاسم کے ہاتھ کے اور لا دے پاس کر چلا تو شدت غصہ کے دنگے تھم جیسے پر کھڑے
 ہو گئے اور نہ میں کٹ گیا تھا دونوں کے کھینچنے میں آلودہ تھیں کچھ پس پیش اور مطلق یہ خیال تھا کہ میں بلبل الزمان ہوں اور قاسم کا اور میں
 چاہا ہوں اور یہ بھی چاہا کہ ہی ارادہ تھا کہ اب سے نقش زمین اور زمین زمین کروں اور قاسم کا یہ حال کہ یہ کس کس زور سے چاہتا تھا کہ لڑنا یا قہم کو تار
 قہم پناہیچے نہ تھے دے مگر استغفار کر کیا تھا کہ کس قسم اس کا تھم سکتا طرفہ ایمن میں سات قدم بٹا کر کے چاہتا تھا شاہزادہ بلبل الزمان کہ لشکر قاسم کا
 زمین سے اٹھا کر لے کر ناگاہ ایک گجوا خاک کا اٹھا اور سلطان اور چکان بڑے زور شور سے اندر اس کاٹھارے کے سمور ہو گیا اور عجب غریب حد میں
 وحشت اٹھا و ازین تھیل فرما میں سے چپا ہو میں کہ تمام تاشہ میں اور سر را ان گنجاب از ادنی تا اعلیٰ شاہ و گناہین و کیر و زار پر رشتیں ہو گئے اور
 کھٹے تھے یا خداوند یہ کیا بلا نازل ہو گئی اتنا یہ کہ یہ دونوں دلاور یعنی شاہزادہ بلبل الزمان اور قاسم اس گجوا سے میں تھنی اور نہاں ہو گئے سمجھوں
 دیکھا کہ وہ گجوا بلند ہونے لگا اور فضل تغیزن اس گجوا کے ساتھ اور پڑا تھا چلا جاتا تھا یہ ثابت ہوتا تھا کہ جس طرح کوئی زبردست شخص فضل
 تغیزن کی بکریں ہاتھ ڈالے اٹھائے لیے جاتا ہے شاہزادہ بلبل الزمان اور باطن میں بہ کمال رنج و دھام چشم حیرت قاسم کو دیکھ کر بکا را
 کہ او دیوانے کسی اپنے دوست کو کھلا رکھا ہو گا کہ وہ اس وقت میرے پنجہ زور سے کچھ بغریب نجات دلا کے لیے جاتا ہے اور قاسم کو جو صفت اس کے
 کہ اس باطن جہاں پاؤں زمین سے اٹھ گئے ہیں محض بہت دہاں لیکن اس حالت میں بھی ویسی ہی گفتگو سے جہالت کے جواب دیا کہ کشتی گیر
 پرند و نین یہ کوئی تیرا جانی اور دست ہو جو کہ کچھ میرے ہاتھ سے جانبر ہونے نہ دیکھتا اس وقت تیرا شریک حال ہوا اور مجھے بڑو بھر لیے جاتا ہے
 غرض یہ کہتے کہتے قاسم نکلے سے ناپید ہو گیا اور تاشا یوں میں ایک ہنگامہ لیم انشور رہا تھا ہر ایک موافق اپنے اپنے قہر و قیاس کے بقدر
 شاہزادہ بلبل الزمان اور فضل تغیزن اپنی اپنی رائے کو دخل دیا کوئی تو کہتا تھا کہ اس دیوانے کو کوئی دیوار اٹھائے لیا اور کوئی کہتا تھا کہ آج کو
 ثابت ہوا کہ یہ حکیم زادہ ساحر زبردست ہو ورنہ دستور ایسے چلو ان قدرت کو سٹوے ہوئے کپڑے کی طرح پر بھاڑ چیر کر پھینک دیکھتا تھا اور اسی طرح
 اپنے دیکھا کہ میں فضل تغیزن کے ہاتھ سے زندہ نہیں بچتا تباہ سے سو گیا اور کوئی جاو کا میر گجوا کے فضل تغیزن کو اٹھا لیا یہ غرض اپنے
 اپنے طور پر ہر ایک شخص گفتگو کر رہا ہو مگر گنجاب سے جو یہ تاشا دیکھا تو نہایت خوش ہو کر قہقہے مارا سیٹی بجاتا اپنے سرداروں کی جانب رخ ملت کر
 کہنے لگا کہ تم سب لوگ کچھ سمجھتے ہو کہ یہ کیا امر از قدرت ہو اور فضل تغیزن کو کون کہاں لیا اٹھا روں اور سرداروں نے عرض کیا کہ ہم غلاموں
 اس درجہ قہم و ماراک کہاں کہ مقدرات خداوندی میں مداخلت کریں اور کہ حقیقت کو گھبین یہ رتبہ اور مرتبہ خداوند نے آپ ہی کو عطا کیا کہ کوئی
 راز و رتبتہ اور امر از قدرت خداوند کا آپ سے مخفی اور چھان نہیں دے شمع تو ہم مجرم تھا کہ راز و مقدرات کا اسکی نہ بیان میں تیرے دل کے سارے راز
 نہائی یہ گنجاب ہنس کر کہا کہ فی الحقیقت اس میں سر و جھوٹ نہیں اب میں کہتے یہ حال مفصل کہتا ہوں اور اس سماعہ لعل کو کس صورت سے
 حل کر کے تھامے انہیں کشن کر لیں کہ تم میری پیروی کے متر فضل تغیزن از لیکر جاہل مطلق اور دیوانہ نجاست گستاخ تھا تو اسکی حرکات و

اور شاہزادہ عالم مرقد پرستور و معمول دربار میں گنجائیکے آتا و بوقت ہر فاست دربار پھر کسی باغ میں جا کر سرگرم غیش و نشاط رہتا اور
مقر میں اور صاحبین اہلکار اور سرکار اور بڑے شہسوار اور روسائے اہل تہذیب و درمطالعین اہل ملازمین اور خاندانی گنجاب میں با
کولی ہم ملہ اور ہم ہر شاہزادہ والا جناب کا نہیں ہو نگل شاہزادہ عالی مرتبت کا متعلیٰ تخت پیبری پھیلا ہوا جہانک کہ بارگاہ نشین میں سب با
آداب اور حفظ مراتب شاہزادہ بلند اقبال کا بھی بیکان دل کرتے ہیں مگر گیارہو خون آشام ویرہ چند سردار تیرہ انعامزادہ تیوولی اور خشت بانی
کے روز اول سے عدو جان بنے ہیں یہ البتہ اقتدار اور اختیار اور صلاح اور مراتب عالی شاہزادہ عالی شان کے دیکھ کر آتش حسد میں بات و جل
کرتے ہیں غصہ برسم و نیا سازی و مصلحت ہوا پریش تہذیب و ہوت کینگاہ میں رہتے ہیں مگر قابو اور اختیار کا کبھی کچھ نہیں چلتا اور اگر وہ کی نقل پر
بقا و سترہ مجکو تہذیب و مجرائی دربار میں معج ہیں اور سرداران خاص علم جو کہ انہی اپنی کریوں پر بیٹھے ہیں شاہزادہ والا خطاب و ملیع الزمان ہی
صارت تخت گنجاب کے اپنے و نگل پھیلا ہوا اور گنجاب تو صیف شاہزادہ عالم کی کر رہا اور چند سردار راستی کش اور حق گو ملازمان خیر اندیش
سرکار کے تو بخوش نیت اور بدل اندام و صفات اور سردار و امی کے اور چند اشخاص حسب سترہ خاصہ و مرغی اور خوشنودی خاطر اپنے ولی نعمت یعنی گنجاب
کے ان میں ان فکر حق اور بیکار رہے ہیں کہ میان تخت گنجاب کے تخت سے نکلا شاہزادہ بلند اقبال کی شجاعت اور قوت اور ہمتی اور ستم و علی اور
جرات اور زور و طاقت میں تو کچھ کلام کرنے کی جائیں لیکن طریقہ عوب و فریب اور قواعد اور قوانین سپہ گری سے شاید کراہی آگاہ اور مطلع نہیں کہ
بہت منظور خاطر اس ہمارے یہ بات ہو گا اگر کوئی شخص جہانگیر اور جنگ آزمودہ اس فن میں صاف نہ تھا ہو تو شاہزادہ بلند اقبال کی نظر پر
مقرر کرین علقہ اصولی و زیر علم نہ عرض کیا کہ ملازمان سرکار پیبری ایسے ایسے جادو و جادو صاحب جوہر اور بالکمال آفتاب روزگار ہیں کہ اقبال عالی
شاہزادہ عالم کچھ روز میں آداب سپہ گری بخوبی سکھلا سکتے ہیں گنجاب نے کہا کہ تمہیں کتے ہو مگر ہم ایسے شخص کی تلاش میں ہیں کہ وہ بہت
صفت و صوف ہو اور دل تو یہ کہانیاں مان معج انہیں خوب الطوفان قوم اشراف و سرداران معصات ہو و ہم یہ کہ سن رسیدہ جہانگیر جنگ
آزمودہ عقیل اور فہیم ہو و ہم یہ کہ قانون مصاحبت اور فنون سپہ گری سے بخوبی آگاہ ہو تاکہ حسب خواہ باطاعت و فرمانبرداری شاہزادہ
بلند اقبال کے مزاج میں داخلیت اور آہنی طبیعت سے وقیفیت حاصل کر کے اس خوبصورتی اور سہولت سے قاعدے فنون سپہ گری کے تہذیب
و شاہزادہ کو خود رون اور غیبت اسطرح ہوا مدد بل غائب ہو کر کیے اور محبت میں ہم دیکھو وقت و حسب اتفاق ترک جوشن پوش نہ ایک سطر
جلیل الاقدار گھوڑا قدیم گنجاب کی فی الجور و توفیق بھی تکی دربار میں بہت ہو اور نہایت مرد و زور و فنون سپہ گری سے آگاہ تھان و دیدہ سن سیدہ زلال
علم آموز ستم و جید و صرا و فرید عالم شہزادہ مودت و محبت و صوف ہو ایک کت اپنی کری پر بیٹھا تھا وہ کنگو گنجاب و علقہ اصولی کی شکستہ آٹھا اور پھر
گنجاب اگر دست بستہ تمسک ہو کر اگر شہزادہ دولت دستگاہ پیبری سے یہ بندہ مودلی بلاے عظیم قوا و سپہ گری بہت شاہزادہ بلند اقبال سرفراز ہو تو اقبال
بلایاں پیبری سل جو مدحتی کرتا رہا کہ وہ طیل میں تقبل علوم اور فنون سپہ گری سے شاہزادہ عالم کو کس ہم سوچا اسے اور کوئی دقیقہ آستاد کی اس فن میں
نہر و گداشت ہو کہ گنجاب بھی ترک جوشن پوش کی آستاد اور فن سپہ گری اور غرض و توفیق سے مطلع تھا اتنا اس کی بہت مطیع اور پسند خاطر ہوئی اور فرمایا کہ
و ترک جیسا شخص سرفراز کمال ہم و حوڈ خستے تھے خداوند تعالیٰ سے دعا کہ تھے جیسے پھر اسے یاد رہے آج کی تاریخ سے تجھے شاہزادہ بلند اقبال کی وقت میں
میں اور مہر کی لازم ہو کہ شاہزادہ روز باطاعت و ہمت شاہزادہ کے حاضر نہاد و تعلیم فنون سپہ گری میں کوشش بیخ کے جتنا جلد آگاہ ہو گا کہ گنجاب خوشنودی
تعالی ہاری اور بافت از و اعزت و ابر و کا ہو گا ترک جوشن پوش نہاد یا لا کسوف کیا کہ یہ سوار کرنا کہ اقبال عالی سے ایک سال بعد کے و صفت شاہزادہ
بلند اقبال قوا و علوم اور فنون سپہ گری اور سر کر ہاں و قفل سے بخوبی آگاہ ہو و ہر ہر کہ و مدد اور فریاد ہو جائیگا اور بڑے بڑے استاد و قابل ہیں
شاہزادہ عالم کے شہر کیجئے بقدر خب و وقت ہر فاست دربار کا ہوا اور شاہزادہ ملیع الزمان امار گنجاب کو جو کہ کہ نہت ہو ترک جوشن پوش بھی ہوا
کتاب میں شاہزادہ بلند اقبال کے باتن کر رہا ہوا داخل بیخ و نال یک چشمی ہوا اور اسکی دفعہ اور ترکیب اور تقریر و لہجہ سے شاہزادہ والا توفیق بہت منظور ہوا
اور اسی باغ میں ایک مقام طہرہ ترک جوشن پوش کی سکونت کیا اسطرح عنایت فرمایا اور شاہزادہ کیا کہ جو کچھ حکومت اور ضرورت درپیش ہو وہ
یہ تامل ہے کہ نہ ترک جوشن پوش سفوف کیا کہ اس غلام پر کی سی اسند و اور انہماج کہ تاقید حیا و امن و دولت آچکا اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا کہ کسی

تصدق فرق مبارک ہو کر خردلی دارین حاصل کرے اقصیٰ بعد اس گفتگو کے ترک جوشن پوش سحر کی کر شانہ زادہ عالم اولان ولی سہری
 میں ورزش لینی ڈنڈ اور گدراوریزم کی بھی کسرت لازم اور مقدم ہو حضور ڈنڈ میں میں میں پہلے شروع کریں اور ہنگی کی جوڑیوں کو گدراوریزم
 استعمال کریں اوریزم کے اس میں ہاتھ بائیں تاکر دم بجھے اپنے فرمایا کہ ان میں سے ایک کسرت اور ورزش تو کی ہو لیکن میں جانتا ہوں کسرت
 دو دو ایک ایک ہاتھ بائیں ہاتھ کی اور نیز اندازی وغیرہ سپاہی کو چاہیے وہ جم بجھے بتاؤ ترک جوشن پوش سپرین بانس کی تیلیوں کی ریشم سے بنی
 ہوتی بہت خوبصورت چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی سوسوگلی مدور بنی اور گد کے جٹے چھین گولہ کی گڑبڑ اور بانس کے گرد کے تھغہ تھغہ بین
 لٹو جوش قطع اور بہت خوشامدائین بانس اور بیکی نخلی اور سحر لاتی اور نہ نفعی خول پر ٹپے گردان پر چون کی نخلی نرم نرم بڑے ٹکٹک سے بنی ہوتی
 اور چند گد کے اسطے کے انکی ٹانہ میں اکثر تو بھاری بھاری گداز بانسوں کی انھیں بھون میں شمشاد لادی ہوتی ہوتی پر چون پر گردان نقطہ خیرے کی لٹو
 تدار و خول تدار و اسقدر بھاری تھیں کہ دفعہ ہر کس نا کس انھانہ کے کسرت کرنے کا ذکر و گد کیا ہوا ہے مکان سے ملگا کر ایک سمن باغ میں جا
 تسلیم تفرکی اور وہ ان ایک طاق بہت خوبصورت بنوا کے پندرہ گول می سے ہوا یا اور ان میں شیر بنی اور ہار گداسے خوشبو کے لٹکائے اور ایک چار
 روغن زرد سے مملو اس طاق میں رکھو یا اور کچھ چند ٹوکراں شیر بنی کی آگے لٹکے رکھیں بعد انان شانہ زادہ جرج الزمان سے ٹپس ہو کر حضور کسرت
 و ایک استاد اس فن کی اپنی اپنی وضع پر کرتے ہیں چنانچہ فردی کے نزدیک ایک ٹھاٹھ علی مدو اور ایک ٹھاٹھ دکھنی نہایت پسند کر شانہ زادہ والا بہت
 نے پوچھا کہ ترک جوشن پوش علی مدو کی کیا طرح ہو اور دکھنی ٹھاٹھ کس طریق پر ہو اور دونوں کے فرق اور تفاوت اور فائدے بیان کر ترک
 جوشن پوش نے بیان کیا کہ علی مدو کی کسرت کی اول تو سپر بنی چھری چھوٹی ہوتی ہر گد کا بہت ہلکا ہوتے ہیں اور اسٹا پانون آگے بڑھا رہا ہوتا ہے اور
 سپر کا ہاتھ چلتا پھرتا اور ٹھانڈا کر ٹھکوت بھنڈا اور اونڈا ہلکا کر پالت سڑا ہوا آتی وغیرہ یہ جوشن اسکی ہر درستی لکھایاں بتادی شاگرد کو کھلاستے ہیں
 اور چار ہاتھ سیام ٹھاٹھ اول لڑواتے ہیں یہ لکھایاں لکھانے میں جیب میں دیکھا کہ شارد شاق ہو گیا تو چھوٹ لڑواتے ہیں وہ جوشن استادوں کی جوش
 بسینہ علی آتی ہیں تہاتے ہیں یہ کسرت حقیقت میں بہت خوب ہو لیکن آج کل کو دھلت پھرت چستی جاو کی ناگ بھانگ میں بہت چاہیے جہاں سپر
 نہیں ہونچ سکتی اور چوٹ حریف کی آپونچی وہاں گد کے سے بھی دھک تپتے ہیں اور دھکی کسرت کا جسے راوٹی کہتے ہیں اور راوت لوگ کرتے ہیں اس میں
 آدمی چوٹ حریف کا بار بھینا اور پوری چوٹ اپنی بھانے اور جسم کے محفوظ رکھنے کا یہی ٹھاٹھ اور اسے انکی اس طریق اور انما پر ہو کر وہاں
 پانون برابر کسب میں فرق رہے مثل کمان قیہہ قامت ہو کر بہت بڑی سپر بنے نمد کے مقابل جید ہاتھ کے سپکوٹانے اور داسے ہاتھ سے لگا
 سر سے ملے ہوئے جہاں کھڑا ہوتا تو قیک حریف چوٹ نہ ڈالے اور پیش طرف لٹائی کے ہاتھ کو نہو آپ چوٹ دفعہ اپنی سپر کر کے اور چوٹ لڑنے میں
 کبھی خائف اور ترسان ہو کر بجھے کو قدم نہ ہٹائے انکی چوٹ کے ساتھ اپنا ہار کرتا ہوا فقط داسٹا قدم بڑھائے جس ٹھاٹھ سے کھڑا ہو دونوں پانون
 سے برابر بڑھتا ہوا ٹھاٹھ نہ کھٹنے پائے اور حریف کو ماتے فقط ایک اپنے سر کی چوٹ اور کراور بھڑکے کا خیال رکھے باقی کوک پالت ملانے بہر چوٹ
 ہو کسی چوٹ کا حریف کی کسی طرح سے اپنے دل میں دغہ اور اندیشا و خون کو بے حریف کر بانس لیکر کھڑا ہو گا اور اسے کا ارادہ کر گیا تو بسا اختہ راوٹی
 کسرت کرنا ہے پر چوٹ نہ مار سکیگا آپ ہی بے موت مارا جائیگا چنانچہ ایک نہ ہر ہندی کا و شانہ زادہ عالم میں کو یاد کروا دین ہر مل کھئے اور کسی ہی
 چھلکت اور شاق نہ ہر دست ہو کبھی انکی چوٹ اپنے جسم پر نہ پائے دی ہر مقام پر چوٹ کھا جائیگا اور بجھے ہٹا جائیگا آپ نے ٹھاٹھ میں سکور ہائے سپا
 کرتے لڑتے چلے جائیگے شانہ زادہ جرج الزمان روٹ کر لٹکے ہو چھا کر ان ترک جوشن پوش وہ او تو ہر حوین تو سنوں کہ اسکا کیا مضمون ہو کر لکھا حضور
 نہیں یہ دو ہا ہو دو ہا گھر ٹپے لک بڑک ہو لو ہے کمان سین : گول سپر رکھو ہر دھکے چوٹ کا دھیان : ساٹھ بھانگ کو سچے اپنے اور خطرت آ
 جب تک حد میں پانون نہ ڈالے چوٹ کو کھٹانے : تر ت پھرت اور چرت سے ٹپے راوت ہو چکا : ہاتھ سے پر چوٹ پڑے تب لڑنے والا جاتے
 شانہ زادہ والا بہت نے سپر پوچھا کہ بھال میں تپے پوچھا ہوں کہ سپر بڑی گد کا بہت جاری ہاتھ میں ٹھاٹھ وہ کہ پانون کوئی آگے بڑھائیں کہ چوٹ
 پہلے کوئی چلے اور حریف کو کس چوٹ پر لڑے ترک جوشن پوش نے عرض کیا کہ شانہ زادہ عالم میں کے مارنے میں کام بڑی سپر ہو اس سبب نہایت
 جسم کی ہوتی ہو کچھ قیامت کی بات نہیں بھاری گد کا اس لیے کہ انھ میں طاقت ہے اگر کوئی استاد بھی پاشن تب بھی اس گد کے کو ہاتھ میں نہ ٹھاٹھ میں

آسان قائم ہو کر ایک چوٹ کوڑک کی ایک پالت کی فصاحت پٹ کسی در پر بطور مشق کے ہاتھ سے کھلے اور سورو سوچو لون پر لوہے پونچاے تو اسکی
تلوار کا کوئی روکنے والا لکھون میں کم نکلے ایسا اسکا ہاتھ تیار ہو جا اور تلوار اس کے ہاتھ میں چول کی چھری معلوم ہو تو کھلے چنانچہ شاہزادہ عالی مقداد نے پھل
کو کا پکڑ کے پہلے تو دو چار مرتبہ پھٹک پھٹک کر گویا کچھ جانتا نہیں ہر کسرت کرنا شروع کی جب ترک جوشن پوش سنے دو ایک مقام پر ٹوک کو بتلایا کہ شاہزادہ
عالم اس چوٹ کو بیان سے روکا اور اس چوٹ کو سر پر یوں گا نڈ کر کھچے جو اسے چوٹ ساتھ ہی اس کے ارنٹ پر پڑا ہوا تھا کہ برس پڑا اور ترک جوشن پوش
کو چوٹ پکانا مشکل ہو گیا سیکر لون لچھے چوٹوں کے پڑ گئے پھر کیا تاب طاقت مٹی کو دکھاتا تھا کہ ترک نے پھری لگا ہاتھ سے رکھ یا اور تصدیق ہوا
عرض کرنے لگا کہ یہ در شدہ کو کچھ کھانے اور پونے کی احتیاج نہیں ہے خود استاد زماں بیدیل اور بے نیوز میں واہ واہ واہ اس شانہ راہ پیرا سال کی کیا
حال در کیا قدرت کہ یہ خیال حال حضور کی تعلیم کا کہ شاہزادہ درج الزمان نے فرمایا کہ اس ترک میں تو محض یہی ہاں اس سپہ گری اور قواعد نبوت
ہو رنگ اور ایک لگ کے کوچے سے محض نابلد ہوں وہ جیلور پختے مجھے بتلایا اور کھلا یا خیر میں کرتا ہوں آپ سیر دل پر محض کیا اسے استادانہ ہو چاہیں جو
سیر محض میں فرما میں یہ سب کی برکت اور آپ کی بدولت ہم غرض اس طور پر ہے کہ ہاتھ میں لیکر پہلے چوٹھی کے ہاتھ بل الزمان دروڑا بیان در جو جو کر کسرت
خوبصورت اسکی مٹی ترک نے شاہزادہ عالم کے سامنے کی شاہزادہ والا شان نے پوچھا کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ پٹے سے سر نہ لکھون میں لگا دیتے ہیں اور
چولی جاعے سے جدا کرتے ہیں اور سر سون کے دانوں کو پٹے کی بازو سے دو ٹوکے کر دیتے ہیں یہ سب کچھ بتلایا کہ اس میں تو بڑی استادی معلوم ہوئی ہے
ترک جوشن پوش سنے عرض کیا کہ شاہزادہ عالم یہ فقط تاشو کھانے کو اسلوگ کرتے ہیں الگ کی باتیں میں مثلاً جاعے کا واسطہ اور چولی کا کھدہ ہر جاکے
سے پس چولی اور دامن کی پیوستہ کرنے میں غیہ نہیں کرتے فقط ایک شہ سوت کا خوب مضبوط بنا ہوا پٹے بڑے مشکون سے گرا اس رشتے کی ذرا نکلی
نکلی ہوئی اسے پن کر پٹا پٹے میں اور ہلاتے ہلاتے چستی تکم با میں ہاتھ سے اس گروہ کو پکڑ کے دشتے کو کھینچ لیتے ہیں اور تہ کو بسوت چرخ و کر اپنے جسم
سے الگ جب کرتے ہیں تو وہ دامن تو اول سے کھدہ ہی تھا ورنہ جب نکل گیا تو خود بخود ذرا بوجھ کا جھونکا کھانے جا ہو کر گر پڑتا اور سر سون کے دانوں کو
برایان کے تختہ میں پر پھیلا دیتے ہیں تب شاہزادہ سپہ راہ وہ دو ٹوکے ہو کے رہ جاتے ہیں اور باقی سر نہ لکھون لگانا یہ محض جھوٹا شاہزادہ عالم
مقل کو دخل کیا اتنا فرما میں کہ پٹے سے سر نہ لکھون تو لگائے کا تصور کر لگا کر کہ کون ایسا خود کا کھیا رہا کہ ہوا کر ذرا لکھو جو آٹھ کے برابر آتا ہو تو آٹھ
ہو ہو جاتی ہو اور اتنا بڑا پٹا ہے اتنا کھنڈا ہو نظر آئے گا وہ کیونکر مستقل مزاج ہو کر آٹھ اپنی کھوے رہیگا جس میں ہر سر نہ لگا دے یہ عرض فلما اور فضول گویا
استاد عالم کی شاہزادہ درج الزمان نے کہا کہ البتہ یہ بات قرین قیاس ہے البتہ کہ کو کر طریقہ ملک کی کثرت کا کیا ہو ترک جوشن پوش سنے اتنا اس کی کہ
پیوستہ شد یہ کسرت بہت خوب اور شاہزادوں و وزیر زادوں کو مزین ہو کر اسے سیکھیں اور موچا ہی پیشہ ملی اسکا چھانچتے ہیں بالک کی کسرت ایک
آٹھ ایک کی بھی کسرت ہو کچھ رتبہ زیادہ رکھتی ہے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ اچھا بالک کی بھی کسرت ہو کو بتلایا ہے ترک جوشن پوش
نے جھٹ پٹ دو فرو لیان کا ٹھ کی چس نبض ناسیدھی انکی نو کو نہر جہاں بنی ہو میں بالک ہے ہاتھ میں لی اور ایک ہر قوی شاہزادہ والا صفات کے ہاتھ
میں دیکر عالم میں اٹھیا اور عرض کیا کہ یہ در شدہ درانو میں نہیں نشست ہمارے گھر اسنے کی نہیں ہاں ورنہ استادوں کے بیان اس طرح سے دوزخا تو ٹھیک
کسرت کرتے ہیں ہاں میان کی نشست یہ ہو کہ حضور با میں پانوں کے زانو کو جھکا کر اور اسے پانوں کے زانو کو آٹھ سے ہمارے سا پٹ اپنا زانو کی آٹھ
میں چھپاے اور سواے اس کے اس بالک کی کسرت میں اپنے پانوں کی ٹٹائی اور حلیت پھرت کی مشق بھی دینا اور حریف کی چوٹ روک لینے اور کچھ اپنی
بھی کر جانے کے لیے متحرک ہوں اس شکل سے یک زانو ہو کر کھینچا ہر قوی کی گرفت یہ ہو کہ پشت قوی کی ٹٹے رہے اور بازو اسکی اوپر رکھے کیلئے اگر طریقہ
پے می یا قوی کی کھڑ لینے کا ارادہ کرے تو اسکا ہاتھ ناقص ہو جا ہر قوی کی بازو عا د پر پٹو میں سج کر سنا ہر چوٹ ٹٹے میں بہت سے ہاتھ پیش نظر میں
آئے عرض کیا ہے اور کھٹا ایک آری نامہ اچھکا چھلا وہ زانو اگلندرا سلطانی درنا و لچھلا نمہ کو زانو بندہ و فوجی تھیں سج اور بالک کی کسرت کے سات سات
توڑا اور ایک توڑ کے سات سات جو استادوں نے رکھے ہیں پہلا سج اسکا ہاتھ اسکو پہلے قوی حریف کی اس طرح کھینچے اور جب وہ بھی اپنی قوی سے
ہاتھ کو بندہ کر اپنے قابو میں کرے تو اس وقت اسکا پانوں اپنا حریف کے ہاتھ پر جستی اور چالائی کر کے کلائی کو اس طور پر دبا دے کہ وافر دیکھے اور پھر
بھیجے تو حریف کے ہاتھ سے خود بخود ہار اٹھ چھوٹ جائیگا اور جب ہاتھ کھل گیا اور حریف کا دھانسا ہاتھ اور قوی انکی اپنے با میں ہاتھ

میں دلچسپی کا یوں اور حریف جب محض بیکرا اور بے اختیار ہو تو جہاں چاہے نچوٹ دھڑا سکو ہمارے کہیں اس قدر پھرتی چوٹ نہیں کر سکتا اور اگر وہ بھی اس
 لئے آگاہ ہو اور اسے ہار کھینے کا توڑ کر کے ہاتھ اپنا چھڑا لیا اور ہاتھ بائیں چھوڑتا تو اس وقت یہ چوڑا تھپڑ کیا جائے یا بسلی اور آسانی ایک بچہ کھڑے ہو کر
 تو بڑے سلوان پر چل جائے اور پھر چھٹری حریف بدون زخم اور ضرب تروٹی اور شمشیر وغیرہ سلاح کے بیوش اور خود دھوش پڑا رہے چنانچہ شاہزادہ
 بدیع الزمان گرو لشکر شکن جسطور برترک جوشن پوش تعلیم کرتا تھا محض نادان درانجان بچے دو چار مرتبہ جنگ جنگ کر بھول بھول کر رہا ہوگا
 کر مینٹا بود اسکے اسی بچ کو اس خوبصورتی اور چستی سے کر کے دکھاتا کہ ترک جوشن پوش سے فرشتوں کو نہ سمجھتا اور ترک کی عقل و ملک
 ہو جاتی چشم بدو چشم بدو دروداد داد داد کے کتا تھا کہ اسے شاہزادہ بننا اقبال غلام نے اس میں سال میں کر پیر ضعیف ہو چکا کبھی کسی شہزادہ
 کو خیمہ سالہا سال کسرت کی یاد آنا جلد سیکھ لیتے اور بچ کو اس خوبصورتی سے کرتے نہیں دیکھا ایک عجیب بن عالی ہوا ایسا زہن و سا غلام نے کسی
 نہیں سنا فرض غصہ یہ کہ اسی طرحے شاہزادہ نامور ہر خد کہ ہر ایک علم و فن اور کمال و درہر میں کمال بلکہ اس جید فعل اور انتخاب اور کار ہو لیکن محض
 فراست محض ایمان اور متبہوں کی صورت ترک جوشن پوش سے تعلیم فنون سپاری اور قواعد کسرت نیز شمشیر و خنجر اور تحصیل علم نادر انگریزی و
 کشی اور کمانداری کی کرنا تھا اور بدستور قدیم اکیون در میان و کرب کو بائے قاتات گرو گرو ہلکا ہر روز واسطے مجھے کے بارگاہ کجباب بن شریف
 لکھا تا اور بعد بنیاست دیار پھر اپنے اسی باغ میں رونق افروز ہو کر مصاحبت و صحبت سے ترک جوشن پوش کی نہایت فرسند اور رخسانہ رہتا تھا کہ
 کا ذکر ہو کہ شاہزادہ عالم گلشت باغ اور میرمن کرتا ہوا بخیاں اسکے کہ وقت غروب کا قریب ہو چکا ہو اب مکان پر طہون کسی گوشہ میں عالم خالی تازے
 فراغت حاصل کر لون جان سے راحت فرمے کہ قریب مکان سکونت ترک جوشن پوش کے پونچھا اور نظر اسات کا ہو کہ ترک جوشن پوش سے آگے
 خبر کے مقولہ اپنے مکان سے نکل آگیا جب وقت اسکے آنے میں دیکھا کہ شاہزادہ عالم سنا اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ ترک تو بڑا وضع دار اور بہت
 آدمیت رکھتا ہو اور آداب شناس فاضل و دان اور اس وقت میں میان آفلن اصدہ نہ ہے یہ خلاف قیاس بات ہو اور خطی از علت نہیں دوا کیست کا
 ترک جوشن پوش کے بچہ دیکھنے شاہزادہ ناماد کے اٹھ کھڑے ہوئے اور دست بستہ بکھڑے ہوئے تھے اپنے اپنے پونچھا کہ ترک جوشن پوش
 مکان کے کیا کرنا ہو سنا ہو اکیلی کار فروری ایسا ہی در پیش ہو کر اس باعث سے ہمارے پاس تک نہیں آیا خود تھکا روں نے اپنے دونوں ہاتھ بند
 عرض کیا کہ شہزادہ یہ خطمون کو مفصل معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کس شکل میں ہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے شجب ہو کر فرمایا کہ یہ کہنے کیا کہاتم
 عمدہ خود تھکاری کار کھتے ہو شاہزادہ ترک جوشن پوش کے پاس رہتے ہو تو کو کو نہ نہیں معلوم ہو گا ایک خدمتگار نے عرض کیا کہ خانہ زائوس میں سے
 یہاں نوکر ہی لیکن غلام کو بھی نہیں معلوم کہ جہاں غروب آفتاب ہو سکا وقت ہو آگاہا یعنی ترک جوشن پوش ایک حجرے میں تھا چھوڑا دیا نہ
 کر لیا ہو اور چار ٹھری کال ایک ہیں مجھے میں رہتا ہوں جو کو نہیں سے سب کو ممانعت ہو کیا مجال جو اس وقت کوئی وہاں جا سکے شاہزادہ بدیع الزمان نے
 حال شکر ازادہ شرمندہ اور متحیر ہو کر یہ کیا بھرا تو از بیک ترک جوشن پوش سے ایک بے تکلفی حاصل ہو یہاں تک کہ جس مکان میں ترک جوشن پوش
 ایسی طرف کو تشریف لے چلا اسی خدمتگار نے دست بستہ پھر عرض کی کہ شاہزادہ عالم آپ تو ہر ایک میں ہماری کیا قدرت اور کیا مجال جو حضور کو شکر
 لیکن اندیشنا غلاموں کو کہ وہ خطمون پر اعتراض اور قیاس آجائے شاہزادہ والا قدرے فرمایا کہ تم سب ملحق رہو ہاں کچھ تردد میری جانب سے نہ کہ ترک تھے
 آج نہ ہو گئے فرما کے شاہزادہ بدیع الزمان ندون مکان جو تشریف لے گیا تو دیکھا کہ ایک بجا وہ چھا ہوا اور ترک جوشن پوش رو بہا بڑی قلعہ
 اس قدر ناز و نہار کیفیت دیکھا کہ شاہزادہ واقعت کو عجیب طرحی دخت اور محبت پیدا ہوئی بعد ممانعت بھر کے جبکہ ترک جوشن پوش نے سلام پیش
 جونی نگاہ شاہزادہ پایا ہوا پڑی تو دم بخور دونوں اپنے ہاتھ باندھے دوڑ کر قدموں پر اس مور کے گریا شاہزادہ مابیناب نے اسکو اٹھ کر اپنے
 پیچھے سے لگایا اور فہم ہوا کے ارشاد فرمایا کہ اس بلور تھارے ملت اور مذہب کا حال آج ہر شے شکست ہوا ہے تو مجھے کہہ کر تھے تقابرتی میں کیا نقص
 اور عیب جانا جو تھے نادرہ خالص آسانی کی پریش اور عبادت قبول کی خراب کل بختاب کجباب پیہر رسل یہ ذکر کیا جائیگا ترک جوشن پوش
 کے نام جسم میں ریشہ پڑ گیا آنگھوں میں ٹنگ بھر کے عرض کرنے لگا کہ شہزادہ بہت اور مذہب کا دارا عطا رہے بقول استاد کے شعر یہی فاضلی اور
 میرے ملک کا مجھے دل کی مرضی سے کام ہو جو یہ چاہے وہ تو حال ہو جو نہ چاہے یہ وہ حرام ہو کہ فروری ناچار ہو کہ مجھے اس دین میں

اسلام سے کریم بنے نظم میں راہ راست یہی ہو غرض طغویت سے بدل محبت اور افتادہ لیکن بسبب یہاں کے روزگار اور سکونت اس ملک اور دیار کے کہ
 لدنی اعلیٰ شاہ و گورابا شہزادے سب تقاربت میں ہونو اسلام کو پوشیدہ کیے چلا تاہوں آج حضور پر میلہ ملاز فاش ہو گیا ہر چند فردی کو اپنی ذات اقدس
 اور اعلیٰ سے یہ توقع نہیں کہ اپنے بندہ جان شہزادے کے قتل کو گوارا فرمائیں لیکن جو شیت پروردگار ہو پرہیزش و اور بدتر از گناہ شہر مقرر خطا کا انطا میں جہا
 گواہ نہیں جو چاہا ہو ہر کس و بہت بے گناہ نہیں مبنی الحقیقت غلام مسلمان ہو اور تازہ بچکانہ غلام کی حتی المقدور کبھی قضا نہیں ہونے پائی یہ گفتگو ترک
 جوشن پوش کی شکستہ چلتے تو اسے اپنے گلے سے لگا کے خوب ساریا کیا بعد ازاں فرمایا کہ چلتے ہم بھی تازہ سے ان فراغ حاصل کوں تو بد کبھی تمام سب حال
 اپنا بیان کر نیکی ہمارا بھی طریق اور ملت اور مذہب یہی ہو تم کو کہ اپنے دل میں حالت و ترسان نہاوریہ مکمل شہزادہ و الامرتت نے وضو کیا اور بوجہ فراغ نا
 پنا حسب نسب اور باعث اس ملک میں وارد ہو نیکیا اور از بتا تا امتا ظل شہزادہ خاور سپاہ کا مصلحتاً اور مشروراً و ترک جوشن پوش کے
 بیان کیا ترک جوشن پوش یہ حال شکے باغ ہو گیا اور ہر بار تصدیق اور شہار اس شہزادہ عالی مقدار کے ہو کر کتا تھا کہ زہر افکار اس بندہ جان شہزاد
 کا کہ ایسے شہر یار کی عظامی میں مشرف ہوا غرض پہررت گئے تک محبت رہی بعد اسکے ترک جوشن پوش کے پاس سے انظر شہزادہ و الامرتت نے اپنی
 آرمگاہ میں اگر آرام فرمایا صبح کے وقت بدستور معمول قدیم پارگاہ گنجاب میں جا کر عجز کیا اور نکل پر میٹھا آئین کوئی ساعت بھر بعد و کایع نویں پر چڑھنے
 ملک بربر کا گنجاب کی نظر سے گذرانا سفھون آسکایہ تھا بادشاہ فوج اسلام ادا میر حمزہ عالم تمام اور تمام لشکر اور سپاہ نادیدہ خدا کے پرستاروں
 کا اسفیل درگاہ گاؤں نکی گاؤں صوار پر بھٹا ہوا اور اسدرجہ زور پر کھڑا ہوا اور اسفیل درگاہ لقا کو عاجزا و رنگ کر رکھا کہ کوئی صورت خطا آبرور
 بیان گاؤں نکی کی نہیں معلوم ہوتی اور تمام سکان شہر تقاربتوں کی نہیں نظر آتی رہا اور یقین ملی کہ کہ غریب ملک بربر میں اسفیل قدرت و قضا پرستوں
 کے ہاتھوں سے شکست فاش کھا کے یا مارا جاوے یا فرادی ہو کے کسی طرف کو نکل جاوے اور تمام ملک اسلام آباد ہو جائے اور بوجہ نکر کے اس ملک
 شہنشاہ لشکر اسلام امیر حمزہ صاحبقران اور ہا پختہ دار پانچ سو کھن سران نامی پلو نمان گرامی جوانان صف شکن شیر اظہن شجاعت شہر شہامت آثار
 لدنی کہ غازیان دیندار اور مجاہدان عرفہ کارزار اور فوج دیبا مع لشکر خیر سیکرے تمام نادیدہ خدا کے پرستار میں کیا عجیب و کر تصدیریت کا ست ملک منجان کہیں
 اور پیغمبر سل گنجاب بن گور ملک حرمان و دلکش تہیہ فاسد آکر آدہ زرم و پیکار ہوں گنجاب یہ پرچہ اخبار کا پڑھ کر کہا معلوم ہوتا ہو کہ خدا پرست بڑے
 و بر دست ہیں اکثر سرداروں نے عرض کیا یا پیغمبر سل حمزہ کا حال غلاموں نے زبانی بڑے بڑے تحقیق اور معززین کے سنار کر اسنے پردہ فاف میں ملان
 ہزار دست اور غفرت وغیرہ دیوان کو میدان مصافحہ میں زور بازو اور بغیر شمشیر پاک اور پونہ زمین کیا ہوا اور اٹھارہ برس لکھو کھادویان پر شہن
 فاف سے آمادہ زرم و پیکار ہوا اور وہ تو دھوا پیغمبر سل بیٹے پوتے اسکے بدعوے شجاعت اہمیتنی رستم اور سہراب کی حقیقت اور حاصل نہیں کچھ
 میں اتنا کلمہ شکے گیا ہو خون آشام اور کھن بن گیا ہو اور جلیل دراز ترکیب وغیرہ خیر سردار بارگاہ نشین گنجاب نہایت بیج و تاب کھا کے بلبل
 آٹھے کہ یا پیغمبر سل حمزہ کا کیا منہ اور دل اوگتہ کہ جو اسلٹ کو رخ کر کے اقبال پیغمبر سے اس بارگاہ من خانہ ناد جان شہزاد و افلی لدنی
 غلام اور گھوڑا سر کا کے لیے ایسے پڑے ہیں کہ امیر حمزہ صاحبقران کو ح اسکے جتنے بیٹے عمرو بن حمزہ یونانی اور علم شاہ رومی اور بیلیع الزمان
 اور ہاشم زہری اور فرخ شمسوار قلندر اور شیر وین بن حمزہ اور شیر اظہن اور چوگان بن حمزہ وغیرہ اور سعد بن عمرو اور کا سم و عمرو بن رستم
 وغیرہ جتنے پوتے اور بھانجے تو اسے اور سرداران لشکر اور بھٹیہ پر سالار شاہ شہر یار نامی اور ناموران ہنگام زرم و کھن میدان جدال و قتال
 دم لینے اور بات کرنے کی جہلت ندین دے کھاروں کے از مغرب تا مشرق و از جنوب تا شمال بھگادین ان نادیدہ خدا کے پرستاروں کے فقط
 دور کے دھڑکے ہیں باقی ایسے جی کے بودے اور نامرد ہیں کہ ہم شیر وین کے مقابلہ میں شل مدباہ ہزار ہزار حیلہ پیدا کر کے بجز بھاگ جانے کے کیر
 قدرت اور مقدر نہیں رکھتے کہ ٹھہر سکیں غرض کہ اسطرح کے ترخرفات اور بیوہ کلمات گیا ہو وغیرہ بد ذات اور سرداران بارگاہ گنجاب نشین کی
 زبان سے نکلے کہ شہزادہ ملیح الزمان نامدار نے جوئے تھاقش غضب کانون سینہ میں مشتعل اور دودید و مافی دار جان سے اٹھا اند شیر
 فتنہ و گرسنہ حالت قیظ اور طیش میں خاموش اور خود فراموش آکھیں دونوں سرخ گھڑا خون کیوتر ہو گئیں یقین عرق پشیاں الہ پر
 آگیا تھا چہرہ پر تہاہر مشورت غضب سے تمام جسم میں رعشہ پڑا ہوا تھا اور ہر رتبہ یہ چاہتا تھا کہ اسی وقت ایک ایک لہجہ گویوں جڑا خور دن

کے دھڑان پر سے سرور کو کھینچ لیں ایک ہی ایک غریب بیچ میں ان فرقہ ناری علیہ السلام کو داخل جہنم کر دیں لیکن بعض خاصے ذات خوب ما آپ غبطہ کا
جانب گیا ہو خون آشام محافل ہو کر اتنا کما کر اس گیارہ خون آشام یاو شاہان سپہر آتشام اور فرما زوایان ذوالا حترام کی شان میں پس
خیمت ایسے کلمے زبان پر لانا محض شایان نہیں شرف اور بجا جو کہ خیب لطف میں وہ کبھی کسی کو ٹھیکے پر نہیں کہتے قطعہ خواہی کر پسند ہو یا
شوکت قبول قبول خاص و عام شوی ہرگز پس مومن و مودود ترساؤ بدگوئے مباحش تا کو نام شوی ذآداب پر خاک ڈالنے سے خاک نہیں پڑتی
وہ لوگ آداب و آداب میں دلاور و بیادہن کو اگر گفتگو کرنا منظور ہوئی تو زبان تیر و خجراور دم شمشیر سے گفتگو کرتے ہیں لیکن کبھی اپنی زبان سے
کوئی کلمہ کسی کے حق میں نہیں کہتے مختصر یہ کہ شاہزادہ عالی مقام یہ باتیں کر کے بوقت برخواست و رہا گنجاب سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا
اور پوشاک اور تارکہ سند پر بیٹھا اور ترک جوشن پوش سے ادھر ادھر کا ذکر و کر کے فرمانے لگا کہ ترک جوشن پوش اہل میں حکم ہو چکا
کہ ایک گھوڑا ہماری سواری کا زمین کچھو کے ہر روز مہر رات گئے سے صبح تک ٹیوڑھی پر حاضر ہا کرے اگر جی چاہتا ہو کہیں ادھر ادھر کی سیوٹھے اپنے
شہر میں تو ہمیشہ سیر و شکار کو نکلتے تھے یہاں تو پردہ نشینوں کی طرح سے کہیں شکار کو جانا ہوتا ہوا کہیں سیر و تاشے کو سوار ہونیکا اتفاق ہوتا
اکثر رات کو جودل گھبرا رہا ہو تو اس وقت سواری کہاں لہذا ایک گھوڑا بھی کٹا کٹا چوکی میں بلاناغہ ہر روز لگا کر اسے ترک جوشن پوش نے
موضع کی کہ بہت بہتر اور اسی وقت بموجب ارشاد کے طویل میں حکم ہو چکا اور ایک مرکب برق آہنگ مبارقا و مطابق اس شوکے شعور بعد طوفان
تھیلو و شمش عرفیہ بدیا موع بر روے ہوا برق بازین و باہم مریح کار پہر کے عمل میں ایک شاطر بھی لیکر لے گیا میں حاضر ہوا اور حسب حکم
شاہزادہ بالکرم ایک بار پر وہ شاطر مرکب کو لیے چوکی میں مستعد و حاضر تھا یہاں شاہزادہ والا مرتب نے پلنگ پر جا کے دوپٹہ منہ پر لیا اور آرام
فرمایا ترک جوشن پوش رخصت ہو کر اپنے مکان میں گیا ادھر شاہزادہ نے جبکہ دیکھا کہ شاہزادہ عالم خواب راحت میں فاعل ہو گیا اور غریب
بلند ہی آہستہ آہستہ دے پانوں اٹھ اٹھ کر اپنی جگہ پر سو رہے چار ٹھری جو شاہزادہ والا قدر و بلع الزمان نامور سے کر دیا لی باہر آگے کھو کر
دیکھا کہ ہمیں فقار و شش میں بانی شاہزادہ رویش کوئی غبار کو کر چاکر مٹوم نہیں ہوتا پلنگ پر سے اٹھ کر محن چپو ترے پر تشریف لائے اور
سیارگان خاک کو دیکھ کر جا کر نصف شب کے قریب شب آچو غی اس وقت اس رستم صولت مہراب دل شاہزادہ بلع الزمان والا مرتب
عالی منزلت نے لباس شب روی ذات اقدس پر آراستہ و پیراستہ کر کے زور و زور کی کر دیوں کی گئے میں ان زوادی خود سر پر دستاںے نوادی
و عقون میں سوئے پانوں پر چڑھا کے سپر نوادی پشت پر تیرہ طور و دیو بند آداب میں کہاں کا نہ سے ہر چوڑی خبر کی مکر میں غرض مسلح
اور لیل ہو کر اس مرکب پر سوار ہوا وہ اس شاطر سے حکم دیا کہ تو میں پر سورہ ہم تفریقا بطور ہو اٹھانے کے اس جنگل میں سیر کر کے ابھی چلے آئے
میں اور اگر تجھے جگہ نیلے شاطر نے عرض کی کہ خانہ زار اسی خدمت پر محبوب ہو جیاں حضور تشریف لے چلے ہیں ہمراہ کتاب حاضر ہے آئے
فرمایا کہ تجھے اس سے کیا مطلب ہم بنیادہ تجھے جنگل میں کہاں دوڑاتے پھر میں اور تیری فید بھی جاسے ہمتو بسبب خفقت کے کہ دل نہا
گھبرا رہا ہو مختصر یہاں دھر آدھر اس جنگل میں پھر کے چلے آئے ہیں یہ کھڑا لگ لی مرکب کی اور ست شہر سنجان چلا اور سابق ازمین گذارش کیا گیا
ہو کہ سیر و شکار کوں کے فاعل پر اٹھا لاکھ سوار و پیادہ کی چھاؤنی پڑی ہوا وہی خون سپہ سالار یعنی گیا ہو خون آشام دست راست
اور ہلیل درواز ترکیب دست چپ جو برخواست و رہا گنجاب و بارشکو چھاؤنی میں آکر رہتے ہیں خلاصہ یہ کہ شاہزادہ والا قدر و بلع الزمان بابر چھاؤنی
کے آکر ہو پنا اور ایک ٹیکے پر جا کر چار طرف بغور ملاحظہ فرمایا کہ سوارے کہیں ایک ایک جوان سپرے والوں کے اور کوئی بیدار
اور ہوشیار نہیں ایک عجیب طرح کا سنا ہوا اور سب سوار و پیادہ کے خواب غفلت میں پڑے دنیا و مافی سے محض خبر میں اور کسی خیمہ پر سے
پانی ملاؤ لیچو ہے میں سو دو سو سوار یا کہیں پیادے عجب تھکے جا گئے نظر آتے ہیں تو وہ کوئی رسالدار ناجی دیکر باہر آئے اسکے ساتھ دن میں
ٹھیکے ہیں لیکن کسی جگہ پستان کیوں کچھ سے میں فعال نقل کر رہے ہیں اس تھکے میں مشغول ہیں کہیں سوچا اس تھکے جا گئے نظر آتے ہیں کہیں گنوار
میں تھکے ہیں ایک شخص کے گلے میں ڈھولک در چھو لون کے ہار پڑے ہیں اٹھا کر رہے ہیں وہ سب تھکے ہیں کہیں کھلی پال میں دایک چھان
کہیں چہنے والیاں گاری میں کہیں کوئی بانہ و کی چار پانی پر کسی درخت کے نیچے پڑا ہوا ہے پڑا ہوا ہے پڑا ہوا ہے پڑا ہوا ہے پڑا ہوا ہے پڑا ہوا ہے

پھر وہ اسے جان تھان بیٹھے اور گھٹے میں کچھ میٹھے میٹھے سو گئے ہیں کچھ نیند میں جبرے ہوئے کبھی کبھی میساختہ پکارا سنتے ہیں ہوشیار باش بیدار
تنگے جو دس میں ہوا اور ہرے پر کھڑے ہیں وہ نقطہ سنگین خالی کر کے لگائے نہ پھر کا بندوبست پاس ہو نہ کوئی کچ پاس ہے ہر خطہ سید کی یا
بائیس کی گاڑی کسی کسی کے ہاتھ میں ہر ان درویشان البتہ پہنچل قوی کرتے ہوئے پکارتے ہیں حکم پیغمبر سل کا حکم پیغمبر سل کا کہیں کچھ
سوارانی اپنی چھاؤنیوں اور نیوٹن خیمے ڈیرون میں کہیں کے ساتھ شراب سے کہیں تلوار کہیں ہوشہ میں شراب سے اقلاد میں بسکہ
رہے ہیں مگر ایک سردار کو ان قیل زور سے ہزار سوار کی جمعیت سے ملا یہ گشت کا دیتا پھر باقی سب لشکر غافل ہو کر سیکو اپنے تن بدن کی خبر
نہیں سوتا نظر آتا ہر خیموں ڈیرون کے اندر کہیں شمع کہیں چراغ کی روشنی اور بعض بعض خیموں کے آگے ایک ایک دو دو غنشلے خیلے ہیں ہزار
رستم صولت بروج الزمان والا رستم نے یہ تاشا تخت کا وہاں دیکھا کہ اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر اس لشکر پر بخون مارے اور نرو کر کے ایک ہنگامہ
قیامت برپا کر دیکھے اور صاف آپ نظر اپنے ہاں میں جا کر سو رہے تو بڑی کیفیت ہوا لا بجز فریب اور عیاری یہ موقع اور ایسی کھات اور بات
ہر نین پر سکتی کیلئے کہ بخون بیرون جمعیت اور عات یا رومہ دکانا اور بہادران جان نثار کے اس فوج ہیشہ فوج کفار میں خلاف قیامت
اگر یہ منصوبہ وہی جو پیش خود تجویز کیا ہو تا بیدار دی و فضل ربانی بن پڑے تو سبحان اللہ یہ سرکہ دام چار لاجی تاروز جزا جبریدہ روزگار میں
یادگار رہ جائے اور رباب فنون سپہ گری جو بھری جڑت اور قوت اور دلیری اور جوان مردی کا خیال کرینگے تو اب الہ آباد تک نہیں آفرین کیا
کرینگے اور کہیں گے شعرا فرین باد آخیاں چرے نہ کر از و ماند انہیں پسے ہاتھارہ لاکھ سوار چارے میں ایک تنفس بجان واحد بخون
مارے اور زندہ و سالم بمان پکر نکل جائے اور خدا نخواستہ لگتے بیرونی خلاف تقدیر ہوئی تو بھی کوئی مقام خطر نہیں فرض یہ دلیں
سو چڑ آس ٹیکے پرے نیچے آکر جانب شکر آہستہ آہستہ اپنے مرکب کو سیکڑ کر اندر چھاؤنی کے داخل ہوا اور جو کسی نے دیکھا بھی تو اسنے یہ
سمجھا کہ ہاتھارہ لاکھ سواروں میں کے لشکر میں کوئی غنیم کی فوج کا قیام آدمی تو کاہن کا آئینا ہارے ہی ساتھ والوں سواروں میں کوئی کہیں
سیر و تاشا لگیا ہو گا اب وہاں سے پھر ہوا آتا ہوا اور اپنے ڈیرے کو جاتا ہر کچھ فرض نہ کیا اور تاشا بھی نہ پوچھا کہ اس شخص تو لیگانہ ہو یا لیگانہ ہو کہان
سے اسوقت آتا ہو کہان جائیگا القصد یہاں شاہزادہ رستم دل سہراب تو ان نے تھوڑی دور آگے جلسے دیکھا کہ ایک لین گھوڑے کی کر قریب
بارہ ہزار اس سے کم نہوگی نظر آتی ہو گاڑیاں پچاڑیاں گھوڑوں کی بندھی ہوئی ہیں اور اپنے اپنے تھان پر کھڑے ہیں اور انکی گاڑیوں میں
سائیسوں کے بستر لگے ہوئے ہیں سائیس بھی فاقہ پڑے سوتے ہیں گھاس کے چاروں طرف ڈھیر اور توڑے دانوں کے کھوٹیوں پر پڑتے ہیں قریب
تصل قریب قریب اس لین کے خیمہ ڈیرے پر بے رسالہ اردن افروں کے استاد ہیں اور چوکر آدمی رات کا عمل پختہ ہی پختہ ہی ہوا
ہر ہی ہو اور شب تیرہ و تہم تو اس سرے سے اس سرے تک کوئی تنفس سار و پیادہ بیمار و ہوشیار نہیں معلوم ہوتا سب کے سب خواب غفلت پر پڑے
خوٹے رہے ہیں شاہزادہ بلند اقبال نے پہلے تو بمقتضائے فاست اور آل اندیشی تیرہ آبدار نیام سے کھینچ کر سوچا اس گھوڑوں کی گاڑیاں
پچاڑیاں کاٹ ڈالیں اور قیس چالیس خیموں ڈیرون بلکہ کون بے چوبوں جو ترکیوں پالون نیکرون راوٹیوں وغیرہ کی طنائیں بھٹ پڑے قلم کے
اپنے مرکب کو چمکا کر دور جا کھڑا ہوا اور وہاں باطنیان تمام لشوکت الاکلام طغنے الدار بکرتے کھینچ کر نرو کیا اشعار نہ ہر خوبی شہر انہیں
تھمن تو ان گرد لشکر شکن : من آن دشمن و ہر رستم شکوہ : فلک رتبت شاد انجم گر وہ : بروج الزمانم کہ در روز کہیں :
توانم زدن آسمان بر زمین : ز تیغم بے ملک اسلام شد : کہ سر قند پا خستہ نام شد : اگر لشکر کفار نہ بکارا دہاں اوج ایستاد
خستہ بخت تیرہ روزگار خبر دادا ہوشیار ہوا کہ سلطان طغراق شہام امیر حمزہ عالیقام نے تمام فوج اسلام ملک پرے بوجہ استیصال اور استخراج
کاؤنکی گاؤں سوارانہ فیض نگاہ تفرک خدایتہ جہاں اور کفار کشی اور اسلام آباد کر نیواس کہ سچان کی جو وردہ یا بے وفار کے تھوڑے سے حاصل
ہو جان سے نزل اور وردہ اقبال فرمایا بخون پہلے ہی اسے اطلاع اور چشم نالی اس شرک خدا گنجاہ علیہ اللعین انخاب کے بس نہو کر کے شاہزادہ عالیقام
تو اکیف کو چلا اور وہاں کا حال دیکھے کہ ساتھ نرو کی نواز کے سوچا اس لین گھوڑوں نے کہ جنگی گاڑیاں پچاڑیاں کٹیں جسین جست و خیز کا شروع کئے
اور کچھ گھوڑے نکل کر سر پٹ بھاگے دو چار کہیں کھڑے پٹکیں اور رہے ہیں کچھ الف ہر رہے ہیں جان تھان دس میں ہنسا کر اور گھوڑوں پر

جاڑے باہم خوب لڑے جن سپاہیوں کی جوتا کھل گئی تو سونے لے لیکر اپنے اپنے گھوڑوں کے پکڑ لیا اٹھکھوڑے اور خیمے ڈیروں کی
جو ایک قلم سب ملائین شاہزادہ والا حشم نے کاٹ دین یقین وہ سب کچھ ہونے کے بعد کون میں کچھ گھوڑوں کی ٹکان سے چار طرٹ اور
اگر کرنے لگے سیکڑوں سوار سادے نوکر چار کے چوبوں کی ضرب سے مغز پھٹ چھٹ کے کل پڑے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے کتے دبے
پڑے تھے کچھ لوگ بھرا بھرا کھڑے سوتے سوتے جوتا کھڑا ہر نکل آئے تو دیکھا چار طرٹ گھوڑوں کا شور وغل ہوا اور سامنے سون کا رو لا اور ہنگامہ
چار طرٹ بائیں باور سونٹے لے دوڑے اور گھوڑوں کو مارے پھرتے ہیں ابن سب مردوں نے ایک مرتبہ چار طرٹ لپکارنا شروع کیا کیا کیا رو کیا فائل
چڑے سوتے ہو کسی فہم کی فوج کا شیخون آیا اور چارچا بہ سے سوار سادے اپنی اپنی چھاؤنیوں لینوں خیموں ڈیروں میں سے سوتے سوتے
جو چونک چونک کر اٹھے اور ہنگامہ قیامت شور و غم اٹھکھوڑوں کے لڑنے اور سامنے سون کے مار مار کر نیکا اور سیکڑوں خیموں کے گرنے ہلکانا
اور میوں کے خراب اور ملک ہو جائیگا غل و راکیٹ سے کسی نوحہ کو نہ گناہ اس فرزند زلزلہ قات ثانی سلیمان شاہزادہ باب الزمان کے جوئے تو
اپنے ولین یہ خوب یقین کر کے کہ قضا کا سامنا ہو بڑا غضب ہو گیا بیشک شبہ جو ہم نہا کرتے تھے کہ فرد خا پرست ٹوے زبردست ہیں خداوند ہجود ہلکا
ملک سے سخت ہو کر نادیدہ خدا سے آسانی کی پرش کرتے ہیں اور ملک بربرین اسرافیل قدرت پر کا حرویکے ہوئے پڑے ہیں وہ ہی سب خا پر
کا شکر شایدا اس ملک پر پوش کرنے آیا ہو اور انھیں لوگوں نے شیخون مارا اور غرض نہایت مرہم اور مضطرب کال جو جس حالت میں تھا اس طرح
گھبراتے ہوئے وہیں سے تلواریں کھینچے ہوئے سپرین دار و سودو سو فقط سپرین لے گواروں کی خبر نہیں چالیں پچاس خالی نیام تلواروں کے
لے سودو سو قراہین شیر پکے تھے روٹا لیاں یک لیاں لے کر اس بدحواسی سے کہ بعضوں نے دو تالیوں میں ایک تالیوں میں گولی بارہو
تو نہیں بھری فقط بھرتی تمام رنگ پالوں میں دیکر دونوں پاؤں پر چڑھائی اکثر نے فقط بار و دھرمی ہو گولی پھیرے ڈالنا بھول گئے ہیں
دس میں قراہین شیر پکے بھوسے ہوئے لیکن پھر نہیں چڑھائے ہاتھوں میں لے اندری سے چھاتی پر رکھے ہوئے کچھ بھیموں کی چار خالی تالیوں
بائیں کی لے کوئی تیروں کو کاندھے پر رکھے کوئی تلوار کو ترکش میں یہ مار لینا مار لینا کہتے آئیں ملتے شے ٹوے میں سے نکلے کوئی باکالے کی جا
پر تین ان کے کی پالوں میں ڈال کر کھینک کر مٹا کر کیا نالین وندی چور تھا میرے پاجامے کے پانچے کیسے نکل کر دیے ہیں کہ پالوں میں نہیں چڑھے کوئی
اگر کچھ کچھ پاجامے کے پانچے ہاتھوں میں پہنے کر باہر کا حوالہ ولاقوہ کیا نالین موقوف وندی تھا جسے یہ بڑی بڑی استین میرے اگر کچھ کی
سینکڑا ب کو لیا ہو اور بڑا تک نالین نے نہیں لکائے اب میں خاک پیکر لکھوں دو چار مرہم اور مضطرب آئیں ملتے جو آئے تو جھٹ پٹ پٹے پٹے
پھر تلوار اٹھالی اور باہر آکر سائیں تو لے نہیں جلدی میں اپنے ہاتھوں سے گھوڑوں پر زین رکھ رکھ کر کھینک کھینکا تو بھول گئے یونین قاس زین
مٹھکر ذرا جو اٹھ کر گئے ہیں اور گھوڑا سر پٹ اکیٹ کو چلا یہ چاروں شہنے چت زمین پر زین چار چار لگی چھاتی پر یہ سب زین کے تلے دبے ہاتھ پاؤں
مار رہے ہیں دس میں گھوڑوں پر اپنے زین بھول کھینکا گاڑیاں تو جلدی میں کھولیں مڑے جو اسی میں چھائی کھولنے کے حواس نہ رہے اور
پٹ سوار ہو کر ہر چند گھوڑے کو ایڑ مارتے ہیں گھوڑوں کے پھلے پاؤں تو بھوسے ہیں وہ کیسے جھپٹا نہیں یہ سب بھٹا کر آپس میں کہتے ہیں کہ یارو
دیکھا کیا غضب کا مقام ہو کہ کیا ہی ہاتھ کھولی کا گھوڑا ہو فیضی وقت پڑ جاتا ہو تو یہ جی چاہتا ہو کہ یارو سونٹے گھوڑا کو لے کر کھولے
کسی نے کہا صاحبو کوڑا لگاؤ یہ وقت طرح دینے کا نہیں گھوڑا بڑا تھوڑا ہے شہنشاہ تراق کوڑے بھون گھوڑوں کے اسے حسب اتفاق پھٹنگ کوڑے کی اکثر
گھوڑوں کے فلوں پر پڑی اور گھوڑوں نے جو تپ کر زور کیا اور لپک کر دوڑے تو وہیں بھاڑیوں کی اور اور کر جان سحر کی اپنی کسی کے تھے
میں تین تو بے کو کے یہ کہتے ہوئے کہ یارو دیکھا کو کلام تم ہو گیا غم کے شکر کی طرف سے گویاں برس رہی ہیں ہاری زندگی اس قدر تھی یہ کمرکش تھا کہ
سکھار مار کر جو گئے تو اگر کسی دانت بیٹھ گئے آئیں بند جیوش بانہ مردے کے پڑے تھے جیسے یہ واسطہ بدون ہوا و ہلا کر ہونگا کوئی ذرا سا چھوٹا
بھوکھلاو کہتے تھے دو چار کے چھائیوں پر سے گھوڑا دوڑتے ہوئے نکلے از غی ہر سے جنم واصل ہوئے اور کچھ پڑے سستے تھے وہ چار تھے بانٹے نا
لوگ اپنے پاؤں میں ڈیروں میں کسبوں کو لیے شراہین پکڑا فائل پڑے سوتے تھے ایک بار یہ شور وغل کے جوئے کو کرے تک نہیں پہنچے ٹوٹ باڑے
وہیں سامنے نکلا پکار پکار کر کہتے ہوئے کہ لے ای چاکر و جہیز اور دیکھا گھوڑے جلد کسو اور آپ کوڑے دھوڑے تھے چوندھتے اپنے ملک پار دھرا دھرا

بارگرز دیا یہ ہزار ہا ہنگامہ شہر سجان سے گیا ہور وغیرہ اگرچہ بڑے سردار اپنے اپنے مخلون سے مکانون سے گھبراہٹ کے نکلے اور جمعیت کثرت سے ہزار ہا یہ اس وقت میان پہنچے کہ جب بخوبی صبح ہو گئی تھی بیان اگر عجیب حال دیکھا کہ چار طرف لاشے مقتولوں کے پڑے پڑھکتے ہیں لگے لگے چاروں طرف بطبع گوشت میدان میں چھائے ہوئے ہزاروں گیدڑ اور کتے مردوں کا گوشت کھا کھا کے شور و غوغا مچا رہے ہیں ہزاروں زخمی پڑے تڑپ رہے ہیں ہزار ہا جان سے گئے ہیں گیا ہور خون آشام یہ رنگ نے لشکر کا دیکھا نہایت دگلا موش اور خود فراموش کھڑی ہر کامل کھڑا ہر لاش کے حکم یا کہ لاشوں کو مقتولوں کے گڑھے کھدو کے گرد وادار میں میدان خاکروب کو اور خون کو اپنے تہم خون میدان کا کھڑا کھڑا کے دھوا کے پاؤں صاف کروا دیا اور ہر کس کسی لاش کا کوئی آجائے تو وہ لاش اس کے حوالہ کر دیا کہ وہ اسے بچا کر دفن کفن کی فکر کرے اس میں دیکھا کہ ان قیل زور کی لاش کو وڑا اور عزیز لگانے آ رہا اس کے چار پائی پر ڈالے جاتے ہیں کہ بچا کے کہیں فن کریں گیا ہور خون آشام نے ان سب کو ممانعت کر کے کہا کہ صاف جو اس سردار کی لاش کو ابھی بچا کے دفن نہ کر دیتے اسے بخیر و گنجاب بچا مصلحت وقت پر اور یہ کہ ان کو ان قیل زور کے لاشے کو اور جو بہت سے افسر اسے لے کر اور زخمی تھے ان سب کو ہمراہ لے گیا ہور سمت بارگاہ گنجاب روانہ ہوا

اب دو کاہستان شاہزادہ برقع ازمان الاستان کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جب وقت باغ میں پہنچے تو کوئی چار گھڑی رات پہلی باغ میں دیکھا کہ چار گھڑی کا حامل چاروں طرف سے لپٹے پڑا ہوا ہے اپنے اسے ہوشیار کر کے کھڑا اس کے سپرد کیا اور اسی مکان میں تشریف لے گیا بعد ان فراغ منسل جہان جہان کو پوشاک پر تھیں اور دہسے لہو کے گل گئے تھے ان کو خوب محو کیا کنارے واسطے خشک ہونے کے پھیل دیا اور آپ ٹپک پر جا کر دو گھڑی آرام فرمایا بعد اسکے بوقت صبح صادق بہادر اسے ناز و حضور رہے تھے کہ کہیں ترک جوشن پوش نہ آکر بچا گیا اور دونوں صاحبوں نے اتفاق باہم فریضہ عہد کو گنجاب باری ادا کیا بعد از ان شاہزادہ عالی شان پوشاک دربار کی ذات اقدس پر آراستہ و سیراستہ کر کے مرکب پر سوار ہوا اور ترک جوشن پوش کو ہمراہ لے آئندہ راہ میں باتیں کرتا جاتا تھا کہ کیا ترک جوشن پوش نے عرض کی کہ شہر پر یہ غلام کی قدیم عادت ہے کہ ہر رات پہلی باغ میں رہے سے اٹھ کر صبح کچھ اور دو مخالف میں مشغول رہتا ہے آج شب کو جس وقت سے غلام نے آنکھ کھل گئی چھائی کی طرف سے اس قدر شور و غل تھا کہ جس طرح کہیں معرکہ بال و قتال میں ہنگامہ مچا ہوا ہے معلوم نہیں کر کیا باجراہ جو کہ حضور بھی باغ چار گھڑی رات سے بیدار تھے یقین ہو کہ یہ غلام آپ کے بھی سمع اقدس میں پہنچا ہو شاہزادہ عالم نے فرمایا البتہ کچھ شور و غل تھا لیکن از بسکہ میں اس ملک میں نووارد ہوں میں یہ سمجھا کہ بیان کوئی میرا کیسے بیان تقریب ہوئی شادی بات کی والدہ اعظم کہ کیا معاملہ ہو کچھ زیادہ تر میں خود بخود خیال نہیں کیا مگر یہ باتیں کہ اب قریب بارگاہ گنجاب کے پہنچے ترک جوشن پوش نے اگر آئندہ دونوں سے بھی دریافت کیا تو یوں عالم ہچکچا کر ان کی عجیب اتفاق سے ہوا کہ شب کو گنجاب کے لشکر میں ہزاروں سوار اور پیادے اسے گئے ترک نے پوچھا کہ فساد کس سے ہوا اور ایسے لشکر جبار اور ایسی فوج ہشیار میں کہ جہان کیسے کیسے سپہ سالار اور سردار مغرور ہوشیار اور سرگرم کار رہتے ہیں وہ ان دفعہ حواری کا چلنا اور ہزاروں بہادروں کا بار جانا یہ معاملہ کیا تھا لوگوں نے کہا کہ صاحب کوئی برقع الزمان نامے میا عمرہ صاحب قرآن کا اور کتنے کہیں سے اگر انقبض لہد مفسدہ پر داری کی قدرتی خون مارا ہزاروں آدمیوں کی خونریزی کر کے صاف تھکا گیا ترک جوشن پوش یہ حال سنے محو جرت کے کی صورت چپ اپنے دل میں کمال متعجب اور متحیر ہو کر یہ کیا معاملہ ہو شاہزادہ عالم باغ زلال کی کبھی میں موجود چار گھڑی رات باقی رہے میں نے مجسم اپنے جاکے دیکھا کہ فساد کو رہا تھا اور سوار دو چار خاص خود شکاروں کے فوج و سپاہ کا تو کیا ذکر وہ کہ دوس میں سوار و پیادہ سلاطین ہند ہمراہ تھے اور یہ بات مطلق وہم و خیال میں نہیں آتی کہ شاہزادہ عالم کیسے تھکا لاکھ سوار و پیادے کے لشکر میں جا کر شمشیر زنی کرے اور ہزاروں آدمیوں کو مار کر زندہ و سالم بے لاگ اچھٹ بچا کر نکل آئے سوران چاہا بھارت میں پھوڑا ترک جوشن پوش تو اس فکر میں تھا کہ شاہزادہ نامور نے اخبار سنے ترک جوشن پوش سے فرمایا کہ اس میں شوش اور فکر کرنا حاصل ہر اب دربار میں چلے میں متصل حال معلوم ہو جائیگا آخر یہی گفتگو کرے اب اسی جھگڑائی میں سے گزراستہ ہو کر نکلے تو دیکھا کہ چار طرف و جملہ خون روان ہیں لاش ہر لاش مقتولوں کی پڑی ہے جو عین شہر اناروں کے سب سے گڑے پڑے ہیں لگو کھا آدمی ادنی اعلیٰ رہا یا برباد و مرد کا ہجوم تماشا بینوں کی و محوم ہر خلقت تمام ملک سجان کی ٹھٹھکے دیکھ رہی ہے جو سنے کا راستہ نہیں ترک جوشن پوش

نے وہاں بھی دریافت کیا تو یہی سنا کہ سپر حمزہ نے آدھی رات کو اگر بخون مارا اور پھر نہ ثابت ہوا اور کسی نے نہ دیکھا کہ مع انہی فوج و سپاہ کے کہ صبح سے آیا کہ کس طرف کو نکلا گیا غرض خلاصہ یہ کہ شاہزادہ عالی مقام نے صبح تک جوشن پوش ہوا بارگاہ گنجاب میں جا کے گنجاب کو بخیر کیا اور اپنی کرسی پر ٹھکان ہوا وہاں بھی دیکھا کہ عجیب طرح کا ہنگامہ ہوا اور یہی چرچا ہر ایک کی زبان پر کہ یہ صبح الزمان سپر حمزہ صاحب قرآن نے بخون فوج پیغمبر سل پران کو مارا شاہزادہ والا مرتبت نے گنجاب سے عرض کیا کہ یا پیغمبر سل ایسا کوئی نہ دیکھا کہ جس نے وہ پہرات کے عطرہ وقفے میں ایسے لشکر کو ویران و پریشان کر دیا اور ہزاروں سوار و پیادوں کو اس کے صاف تھل گیا اور کوئی ہزار اور سپہ سالار اور ہلوں بخوار اور جان بھڑکا کر اس سے مقابلہ نہ کر سکا اور حریف کی فوج کو صاف بکھر تھل جانے دیا ابھی گنجاب کوچہ جو اب نے نہیں پایا کہ گیا ہو بخون آشام نے اگر کوئی کیا اور اپنے نکل پر بیٹھ کے چوہا فلوں و سواران مجروح کو کرانے جسموں پر کچھ لٹکے زخم پر سے تھے اپنی سرخروئی کیواسطے مدد و گنجاب غلب کیا اور بعد اسکے اعلان قتل زور کی لاش کو وارث اور عزیز و اقربائے اسکے چار پائی پر گرائے ہوئے دروازہ بارگاہ پر پہنچے گیا ہوئے گنجاب سے اجازت لیکر اس چار پائی کو بہ لاش اندر بارگاہ کے منگاکے رکھوا دیا دیکھا کہ کیا اور خون آلودہ اس لاش پر پڑی ہوئی اور خون غلوں سے ابھی تک بندھن ہوا یہ رہا ہر بجائے ناموں چھاپتے عزیز و اقربائے اسکے سر پر بندھا ہوا ہوں نہ ہوا کیا اور لاش پر سے چادر کو کھینچ لیا تو گنجاب نے اور تمام سرداروں اور بارگاہ و لشکر ہاں حاضرین نے دیکھا کہ برابر وہ لاش کے ہیں گنجاب نے کہا کہ صاحبو اس طرح سے تلو کو کاٹنے اور یہ فریبہ دست کسی کی کھینک دیکھی نہی ہر لاش کو کو ان کی دیکھ کر ایک سیت آتی ہے فضل بن گیا ہو بخون آشام نے کیا پیغمبر سل فی الحقیقت یہ بخوار کا کاش نہیں بت ہوتا ہے کہ اس شخص پر بجلی گری اور برابر بخون کر کے نکل گئی ہو اس میں دار و فاضل ہر چہ وہ قلعہ کا گنجاب کو دیا ہے پھر گنجاب کو دریافت ہوا کہ تیس ہزار سوار اور ہزار جان سے مارے گئے اور باقیوں آدمی زخمی اور مجروح پڑا تو گنجاب نے گیا ہو بخون آشام سے پوچھا کہ سپر حمزہ کی ہر اہی فوج میں سے کس قدر سوار و پیادے تھے اسکو تو مفصل بیان کر دے ہوئے نہ عرض کی کہ یا پیغمبر سل خدوی امجد میں نہایت مقبول و مقرب ہے کہ لشکر و سپاہ غنیمت سے کوئی متفلس کی فردہ بھر سدا اور پیادے کسی کی لاش کو کہیں کیا نہ کسی کو زخمی پڑا ہوا یا شاہزادہ با اقبال شہر میں کسی کرنی الحقیقت یہ حرب پیکار میدان کارزار عجیب طرح کا سنا کہ قریب پچاس ہزار آدمی ملازمان ہر کار تو مارا جا کے کھیت سے ہوا و فوج غنیمت میں سے کوئی نہ مارا جا کے نہ زخمی نہ کرانے پس معلوم ہوتا ہے کہ سپر حمزہ کوئی پر نیل و یاکوئی قوم اجتہاد سے نہ ہوا نہ کشتہ فوج و پیادہ جنوں کی آئی ہو جو اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے اور کیسے کیسے سپہ سالاروں اور رماں لاروں اور افسروں اور سواروں و پیادوں و شیون ٹکڑوں و جان نگرہن میں ہر کار کے بخون مار کر بکھوڑا دیا اسنے سوار و پیادہ و اکران قتل زور کی طرح سے ہزاروں زبردست کو کشتہ کو کے اور میں باقیوں نے اڑا دیوں زخمی کو کے اچھت اور کھانکھل گیا گنجاب نے عالم سکوت میں نہایت شہسوار و حیران ہو کر اتنا تو کہا کہ خیر کو ان قتل زور کی لاش کو اسنے وارثوں سے کھڑا کر لیا کہ دریا سے قدرت میں بہا وین اور بلکہ جتنے مقتول و کشتوں کی لاشوں کے وارث اور عزیز بگاتے بجا نہیں ان سلو بھی حکم ہو چکا وہاں اپنی لاش کو پہچان کر دیا قدرت میں بجا کفرین کو دین نور و نور کو حسب عرض سے خیر خدا و پیچہ ہزار ملک بھر سلو پھر از سر نو زندہ کر دیا یہ کہ کو دیار بخواست کو دیا گیا ہو بخون آشام میل میل راز تر کیب ملک یا کہ بستم ذرا ہوشیاد و خبر و درنا غفلت نہ کرنا اور بخانی عیاد سے فرمایا کہ تم اپنے عیاروں کو اطاعت اور جو اسب میں انکر و لو خوب اسکا سلو ہم پہنچا کہ لشکر سپر حمزہ کہاں تھا اور کس قدر جمعیت فوج و سپاہ کی اسکے ہمراہ ہو یہ کہ گنجاب تو محل میں اٹل ہوا و اسب جو اگر کے اپنے اپنے مکانوں کو رخصت ہو گیا ہو بخون آشام شاہزادہ بلند اقبال کی طرف بگمان ہو کر اپنے صاحبین و خشیون نقاد و نداسے کہتا ہوا کہ صاحبو یہ بات بیدار تھیں اس پر کہ اسقدر سوار و پیادے ہزاران ہزار پیغمبر کی فوج کا کوئی نہ مارا جا کے مجھے شک گذرتا ہے اور یقین کلی ہے کہ اسکو اس حکم زاد کے یہ شورش انگیزی اور فتنہ پرداز کی اور کسی کی نہیں لیکن غضب نہ ہو یہ کہ میرے کہنے کا کسی کو اعتبار اور یقین نہ ہو گا اور گنجاب کے اگر عرض کر دے گا تو وہ سمجھنے لگے کہ یہ از روئے شک حسد کتا ہے پس یہ مقام ہم ماننے کا نہیں گویم شکل و گزرتا گویم شکل خدا و پیچہ ہزار ملک باختر گزرتا ہے ان باتوں کا مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے اتھہر گیا ہو اپنے مکان کو گیا اور میدان شاہزادہ عالی شان اور ترک جوشن پوش گنجاب سے رخصت ہو کر بارگاہ سے باہر نکلے اور اپنے سر کھن پر سوار ہو کر شاہزادہ والا جا سے ترک جوشن پوش نے مکر و سرکد عرض کیا کہ غلام کے ذہن میں یہ مطلق نہیں ہوا تو یہ کہ آپ اگر اس تہیہ پر شریف یہاں سے تو اس جان نثار کو زور و اطلاع فرماتے با عرض حضور اس غلام کو بچکارہ نہ بھجوا کہ نہ یہاں سے تو یہی بیدار فعل ہو

از قیاس ہر کہ حضور ہے استقامت اور داد و فوج اور سپاہ کے کبھی بمقتضای فرست ایسے لشکر کھان پر بکان ماحدیکہ و تنہا جاکہ بخون رنے کی ہوا
 نہ کر بیٹھے اور اس قدر سوار و پیادے تنہا حضور کے ہاتھ سے کیوں کر مارے جاتے شاہزاد عالم نے فرمایا تم بھی سچ کہتے ہو یہ بات خلاف قیاس ہر ممکن
 کوئی شخص شجاعت شہر مرد لا اور اس شجیع و غرور گارہ کہ تہیہ جاد آکر میرا نام لیکر بخون مار گیا ہو مگر واقعی کارستانہ اس ہمارے ظہور میں آیا کہ
 عرض یہ باتیں کرتے ہیں اسی باغ میں آکر داخل ہوا اور شاہزادہ والا مقام نے خاصہ طلب کیا اور بعد انفرار تناول طعام بلے استراحت و آرام
 پٹنگ پر جا کے لیٹ ہا ترک جوشن پوش اپنے مکان پر گیا اور اسی فکر و تردید میں تھا کہ یہ ساجرا کیا ہو کہ کتنے بخون مارا کہ مطلق ترک جوشن پوش
 کے خیال میں یہ بات نہیں آتی تھی اور کسی طرح سے کمان بخون مارنے کا شاہزادہ عالم نشان بریل الزمان پر نہ تھا یہ تو بات ذہن میں آتی ہر کہ شاہزادہ
 عالم شکوہ سیر سوار ہو کر تشریف لے گئے ہر ملک کو ہر ملک کے پاس تشریف لے گئے ہونگے اور باقی ہرگز یقین نہیں آتا تھا کہ شاہزادہ عالم نے یہ کیا
 جاکر بخون مارا ہوگا لہذا اسی فکر و تردید میں وہ دن بھی آخر ہو گیا اور اب وقت شام کا ہوا شاہزادہ عالم مقام نے بعد انفرار نماز مغرب میں
 خاصہ تناول فرمایا اور ترک جوشن پوش اپنے مکان میں جا کے سو رہا بیان حال شاہزادہ باقبال کا سینے کا شاہزادہ عالم الزمان عالم نشان
 نے جبکہ دیکھا کہ آدمی رات کا مل ہوا پٹنگ پوسے اٹھے لباس شہر و دی ذات اقدس پر آراستہ و پیرستہ کیا اور سر ہوارانی لیکر حسب معمول تہیہ قیام
 ملک کو ہر ملک روانہ ہوا اور عرصہ راہ کو طر کر کے بدستور قریب الجوان ملک میں بندوبست کند داخل ہوا خواصوں نے ملک کو اطلاع کی کہ ملک عالم حضور تشریف
 لاتے ہیں ملک کو ہر ملک نے تہ شاہزادہ عالم کی سکر جلدی سے پٹنگ پر جا کے دوپٹہ منہ سے پیٹ لیا اور دانیسون جلیوں خواصوں سے کہیں
 کہ شاہزادہ عالم اگر میرے سونے کا سبب ہو چھین تو کنا کر کل سے کچھ طبیعت ناساز ہو ملک ابھی یہی کہہ رہی تھی کہ شاہزادہ والا قدر قریب آہو چکا
 اور ملک کی سب مقبول معاجون نو نڈیون باندیون نے اٹھ کر آکر شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ آج ملک خلاف معمول ابھی سے آرام کیوں
 کرتی ہیں خواصوں اور مصاحبوں نے عرض کی کہ قرانت شویم کج نصیب دشمنان کچھ طبیعت ناساز ہر شام سے آرام فرماتی ہیں شاہزادہ
 عالم نے دوپٹے کو منہ سے ہٹایا اور چہرہ پر پوسہ لیکر فرمایا کہ ای ملک کہو لو ہوشیار ہو کیوں مزاج کیسا ہو ملک تو چلی بیٹھی تھی ایک چہرہ نیم واد شاہزادہ
 عالم کو دیکھ کر دلی شہر میں کرتے دوپٹہ بہ دم نہ کہا + تم گئے پوچھنے کیوں حال مرا نکو کیا + شاہزادہ والا تباہ نے فرمایا ملک معلوم ہوا کہ تم
 کچھ عجیبے تم آندہ معاہدہ کشیدہ خاطر ہو گزرا آٹھ کے تم مجھے بیان کرو شعر واسطہ باعث سبب موجب جہت کچھ بات بھی + کیا گنہ کہا
 جہم کیا تقصیر میں نے کیا کیا + تو میں اپنے دل میں تنہا اور معقول ہوں یا اسکا کچھ عذر معذرت کر کے جواب دوں یا رے ملک کھٹو
 شاہزادہ والا مرتب کی گئے آٹھ بیٹھی اور کہنے لگی کہ ای شہر دار اصل حقیقت تو یہ ہر کہ خود کردہ راچارہ نیت جیسا میں نے کیا و لیا پایا
 ہر کہ اور فریب اگر میں آپ کو نہ لاتی تو یہ صدر کا ہے کہ اٹھاتی بدلی کی ملاقات بقول غفیکہ مصرع چاہت میں اکلاف کی ہرگز نہ انہیں
 ہر کہ مقام بخون اور جے انصاف ہو اٹھارہ ملک سار و پیادے کے لشکر میں ایک شخص بکان واحد اگر دعویٰ خشنی اور شمشیر زلی کا کرے
 تو آل اسکا کیا خیال میں آئے تھے جو یہ حالت اور میرے دل سے کون کھانے اور جی جلائے لالے تھانے پر کہ باذحیٰ ہر اس سے کہیں
 کیا حاصل ہو سومان چاہا کہ نہیں پھوڑ سکتا قطعہ پشہو پر شہزادہ نزل ما با باہر مستی و عطایت کہ اوست ہر مورچگان را
 جو جو اتفاق + پیل دان را بدرا تہذیب است + کیوں میرے درپے پائنت ہوے ہو خدا کھڑا ستہ کسی آفت میں دشمن نہلا
 ہو جائینگے تو میں اسی وقت اپنے سین لاک کر دنگی پھر آگے جو چاہتا سو پھر کرتا بیات

چور جادون کی میں تو کیا کیجیے گا	نہ بھولوں کی میں بدل تمہارے	مجھے یاد ہر دم کیا کیجیے گا	میرے جیتے ہی جو جفا کیجیے گا
سدا تھل کے کہا کیجیے گا	خدا نے جہان منفرت اسکی کر دیا	یہی رو کے ہر دم کیا کیجیے گا	عجب دوست عشوق عاشق کیا

شاہزادہ عالم عالی مقام نے ملک کو
 اپنی بھائی سے لگا کے جواب دیا کہ ای ملک عالم شعر اگر تیج عالم مجنبد زجا + بنزدیکے تاخواہر خدا + ہم نظر کر م کہ ہم کار ساز
 پر رکھتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ فتنی تقدیر کاتب ازل نے ناہیہ ہر ہمارے ہر زندیوان قضا کلک قدرت
 سے اپنے ترقیم کر دیا ہو وہ ہر مہ ظہور آیا اور آئیگا اور ایسین کبھی سرسوزی اور تفاوت فضل خدا سے نہوگا

تا وقتیکہ قضائین آتی کوئی ہمارے ایک روٹھے کو ایذا نہیں پہنچا سکتا پھر پس و پیش اور حق میں کیا عین انانی بیکہ ہر حیا و کرامت ہمارے
ملت و مذہب میں جائز بلکہ ثواب فیض پر محض

جو بات مقرر کی حق نے وہ نہیں جیتی	قسمت کے سوا ہرگز کوشش نہیں جیتی	سلطان عالم تھا استاد و ادیب تھا	سر تا قدم نور جی جسم اسکا مرکب تھا
ہر عقل بشر میزان با حق کو کسین جیتی	بن حکم ازل اسکے ملک و نہیں جیتی	خست حق تعالیٰ بیون میں حمت کا عمل تھا	مراد ہوا آخر ہر خیر مقرب تھا
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں جیتی			

ہر چیز کو آدم نے کچھ کھائے نہ تھے اندیشہ	استاد ہوا اسکا اعلیٰ جو تھا بزم	فرعون کو رکھتا تھا دعوٰی بتائی	اسکا سستی ہوئے لے کر مرتد رکائی
ہوئی حق خطا سرزد عقل انکی ہوئی سبک	خست سے بیان سے جب یہ جیتا	جب وقت ہلاک آیا اسے خبر دائی	قائل ہوا ایمان کا تب فکر میں آئی
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں جیتی			

سلطان سکندر تھا خراسان و اردو و روم	اشفاق ہو جیو اسکا کفر کے میں	ہو گیا تھا کھانے کس فلاسفی	قسمت میں تھا پانی فرہم پھر مصلیٰ
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں جیتی			

ملک نے جواب دیا کہ شاہزادہ عالم یہ آپ برحق و بجا فرماتے ہیں لیکن کوئی دیدہ و دانستہ کام نہنگ میں قدم نہیں رکھتا آگ میں جب ہاتھ ڈالے گا
جلجلیا گیا یا لجا یا خلق اگر نہ وہیں اور فہم اور عقل اور تیز اسی واسطے انسان کو عطا کی ہوا تاکہ واسطے دیکھنے اور کان واسطے سننے کے مجھے میں
ظن و خیال کو ہاتھ سے نہ دیکھے از روئے انصاف فرمائیے فقط پابند تقدیر کے نہ رہیے شاہزادہ عالم نے فرمایا اگر اسی ملک میں زیادہ اس مقدور میں
کچھ گفتگو نہ کرو جواب حق دینے میں تم بہت سناست اور ملکہ ہو گئی ہو تقدیر کھلائی ہو کہ صریحاً کہنے نہ سکتا کیسا کیسا بچھا یا اور منع کیا تھا کہ
ہم لوگ آفتاب اور مہتاب ہیں کسی سرزمین اور کسی اقلیم و دیار میں چھپنے کے نہیں اور خواص ہمارا شیروں کا ہا بدون تغیر فی اور صیر فی کے
بہتے رہا نہیں جاتا پھر کیا سبب ہے کہ تم بھوکو میں خود بہتہ بھوکا خلاف ہماری برائے کہ بے ہوش کر کے نے آئین خضر اس باد مہتاب میں ہر آورہ
قسمت اس سے ہی بہتر ہوا ہے جی میں بھوکو اور سھول ہو کر چپ رہو اب کچھ کو سنو نہیں ملک ناچار اور مجبور ہو کر بنے اختیار زار زار روئے
گئی اور کس کہ جو معنی مبارک ہو میرے پاس بجز نقد جان کے اور کیا ہو سو وہ میں نے آپ پر پیشینہ کی مگر اتنا مہم ہوا کہ قاسم سے
آپ جہالت میں کم نہیں جو آپ کے بی میں سا گئی ہو وہ اگر حضرت جبریل بھی آئے کچھ نہیں تو وہ آپ کے دہلے قیامت تک نکلنے کی نہیں
غرض اسی گفتگو میں شاہزادہ والا مرتب حسب معمول ملک کے پاس سے آٹھ بار دیدہ کے آیا اور کند پڑ کے زیر الوان اتر اور اپنے باغ میں کہ
سور اگر کج اول شام سے سچ تک ترک جوش پوش اسی نکلے میں کہ شاید شاہزادہ عالم پھر بہر بخون قشر لیں لیجان تو میں بھی ضرور بہر
سرفروشی اور جان نثاری ہمراہ رکاب ظفر انتساب اس عالیجناب کے حاضر رہوں تمام شب نہیں سو یا جب صبح ہو نواد ہوئی تو ترک جوش
پوش بعد فراغ دور کھت ناز صبح دہلے مجھے کے آیا و کیا کر شاہزادہ عالم خواب سے بیدار ہو کے بعد فراغ و خواہد دور کھت ناز کے اپنے کچھ
بیٹھا تھا کچھ درود و خائف پڑھ رہا ہو کہ مجھ کے بیٹھے گیا آپ نے وظیفہ پڑھنے کے پوشاک سنی اور عبادت معمودہ اور بقاعدہ ستمہ دریا
میں جا کر گنجاب کو مجھ کیا اور اپنی کرسی پر تادقت برخاست دربار بیٹھا رہا بعد ازاں رخصت ہو کر مع ترک جوش پوش اسی اپنے باغ میں کہ
داخل ہوا اور بطور بخون روز اولین اول شام سے ترک جوش پوش کو رخصت کر کے آرام فرمایا اور جب کہ نصف شب کا عمل ہوا اول باب
شب روی آتا کہ او تمام صلاح اپنی ذات پر آراستہ و راستہ کر کے شمعوں کو گل کر دیا اور کد آگاہ سے باہر نکلے مرکب پر سوار ہوا اور شہر طر تھا
چلا شعرا و عشق قدم بتو تری راہ میں ڈالنا آون تو کھلت علی اللہ تعالیٰ و بطور روز اولین آہستہ آہستہ لشکر گنجاب کی چھانوئی میں باگ آگیا
پچھاڑیاں کھوڑوں کی اور ملنا میں بخون بیرون کی قطع کیں اور ملک لشکر میں جاکے لفظ اللہ اچھوٹے کچھاڑ
نعم مرا جلال رستم شکوہ

ظاہر مرتب شاہ انجم گروہ	دل صفت ممکن اشبح روز گام	نعمن تو ان رشک اسفندیار	شہ نامور خیمہ تاب یلان
بدیع الزمان ابن صاحبقر	اگر بر کشم لغوہ بر فوج کین	فتد لزہ بر آسمان وزین	ز تیغم بمیدان جنگ آوران

بہر سو شود الا ان الا ان
 ساتھ تیرہ کے تمام سوار و پیادے لشکر گنجاہ کے بیاب ہو کر اپنے اپنے جیسے ڈیروں سے سوئے سوئے
 چونکہ چونکہ کرچہ آئے تو وہی روز اولین کا ساتھ گامہ گھوڑوں کا تعانوں پر سے چھوٹ چھوٹ کر آپس میں لڑنے کا اور ویسا ہی بلوہ
 سپاہیوں اور چاکروں کا لٹھ سوئے جاؤڑیاں یہ گھوڑوں پر مارنے پھرنے کا اور اسی طرح سے نیسے اور ڈیروں کے گرنے کا چار طرف
 شور اور وہی غل شجون پڑنے لگا اور صد گنوا شاہزادہ برقع الزمان گرد لشکر شکن کے نہایت سراسر سپاہ اور غنیمت بالکمال اپنے اپنے ہتھیار
 سپہین تلوار میں گرز خنجر تیر کمان سے لے کر دوڑ پڑے اور بھونک اُسکے اشارے سے سوئے سوئے جو شجواک
 پڑا دل میں تھا بسک لڑنے کا ہوا
 انگر کھسکے جا پر کوئی مسخ
 گولی پنے ہاں بہنوں کی جوتیاں
 کہیں کوئی رنڈی بغل میں بیٹھی
 کمان ہو مری ڈھال تلوار اور
 گولی تیر ترکش میں رکھ کر چلا
 لیے ہاتھ میں کوئی خالی رفل
 بہت سے قزاقین خالی لیے
 وہیں سے چڑھائے ہوئے پھر
 ہزاروں جو تھے سچے ہوشیار
 یہ تھی بدحواسی جو چھالی ہوئی
 نہ یہ تھی تیز انگوا اس غول میں
 چلے بے لنگان چار سو فٹ کے فٹ
 ہوا وعرہ محشر میدان جنگ
 شمالی دھن والوں کے غول پر
 تھی جو چھالی سست مغرب پڑی
 گھیسے ہوئے تیغ سب بیان
 تیر تیغ ماموں کے تھے بھانجے
 کیے واوانے اپنے پوتوں کے سر
 کہیں اپنی تلوار سے شاد ہو
 کہیں تیغ و خنجر بے چرم چھاتی
 ہزاروں کے تھے سر چپے ڈھرتے
 کوئی تھکانی سے قلم ہاتھ تھا
 تھا جسکے لگا ہاتھ بالٹ کا تھا
 اسیر کسند بلا تھا کوئی
 ہزاروں ہی گھوڑے کھیرے تھے

تو تھا بدحواسی سے سیکھ ڈول
 ازار اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے
 چلے لڑنے کرتے ہوئے شجیان
 تھا سوتا پڑا شاہ سے مریے
 میں جاتا ہوں تیر کو اب دیکھو
 کوئی بچا تیر برود شش تھا
 کسی نے چڑھایا نہ برجے چل
 پنجون پر کستون کے تھرنے تھے
 نکل آئے خیمہ سے تھے بے خطر
 وہ خیموں سے اپنے نکل ایک بار
 تو تھی ایسی عقل انکی کم ہو گئی
 کہ دشمن ہر کون اور کس سے لڑیں
 گئے غول سے غول باہم لپٹ
 لڑائی کی جی میں تھی سبکدوش
 اپنے اپنی تلواروں کو تول کر
 وہاں کی سپہ شرفیوں کی لڑی
 لے کر تے خنزیری آپس میں
 رہے قتل کر بھائی بھائی کو تھے
 قلم کر کے اور بچے نیز و نیز
 کیا قتل سسر سے نہ واوا کو
 لیے کاٹ یاروں نے یاروں کے
 ہزاروں کے ڈھر پر سے سر آڑ گئے
 کسی کا تھا بھنڈا رہ سب کھل گیا
 وہیں وہ تڑپتا تھا لشکر لڑا
 پڑا خاک پر لوٹا تھا کوئی
 پڑے دوڑتے پھرتے تھے ہر طرف
 شاہزادہ عالی مقام نے جب یہ رنگ اس شجون کے میدان

کوئی پایہ پاسے کے برے کہیں
 کوئی اوڑھنی اپنی جو روکی سے
 وہیں سے یہ کتا کوئی اونفر
 یکا یک جو اس شور غل سے اٹھا
 کوئی انگین ملتا قطعے پر
 کوئی خالی ہڑتہ لیکے تلوار کے
 کوئی ہاتھ میں لیکے خالی تھوک
 تھی ان میں گولی نہ چیرے تھے
 لیے ڈانڈ کھتے فقط بانس کی
 پنے رزم و پیکار آواہ ہو
 را چنانہ بیگانہ تھے جانتے
 نہ یہ دیکھتے تھے کہ فوج غنیم
 پیادوں کے ہر سمت چلے ہوئے
 جنوبی چلے سمت فوج شمال
 گرے شرق کے لوگ مغرب چلے
 گی چلنے آپس میں تیغ دوم
 پڑے کیا قتل مہیوں کو تھا
 تو اسون کے نانا با کر لہو
 بھیتوں کو تھے قتل کرتے چھا
 کہیں سارے مہیوں کی باہم لڑے
 ہزاروں کے نیزے تھے سینوں کے
 لگا تھا کسی کے لمبا پنے کا ہاتھ
 کسی کے تھے پانوں کی کو نہیں کہیں
 ہزاروں پڑے تھے کیجے نکل
 تھے دواک پڑے نوٹے رہتے
 شاہزادہ عالی مقام نے جب یہ رنگ اس شجون کے میدان

چڑھانے لگا پانوں میں ستین
 تھا جلدی سے نکلا کر بازوہ کے
 سے آجلہ گھوڑے کو تیار کر
 تو تھا بیٹھا بیٹھا وہیں کہہ رہا
 کوئی رکے جاے کمان دوش
 چلے کتے ہاں مارے مارے
 چلا بدحواسی میں تھا سب جنگ
 فقط شست ہار دھوڑا شست
 شان اور تباہ اسہ مطلق تھی
 ہتھالے ہوئے ڈھال تلوار کو
 نہ کوئی دوست دشمن تھے بچا تھے
 کہ ہر ہر کمان ہر وہ لشکر مقیم
 سوار آگے لگے بگے ہوئے
 کچھ فوج دشمن کی ہر جہاں
 سپاہ غنیمت انکو سمجھے ہوئے
 ہزاروں لگے قتل ہونے بہم
 لیا بیٹوں نے کاٹ سر باپ کا
 تھے کفار افواج کین سرخرو
 چھاؤ لگا مارا بھیتوں نے تھا
 ترپتے ہوئے خاک پر تھے پڑے
 لگے تیر لگا کر ہزاروں سوار
 تھا اک شانہ بھی اس کے گلے کا
 کسی کی کٹی ہڈیاں دونوں تھیں
 کیجے سر تھے اور تے کیجے نکل
 ترپتے تھے اکثر پڑے کھیت میں

جنگ کا دیکھا کہ جتنے پیادے اور سوار فوج کفار کے تھے سب باہم لڑتے سر پہلے جاتے ہیں کیسکو کچھ حیاں اپنے بگائے کا نہیں ہوا اپنے
 دھنیں یہ سوچ کر کہ اب میان کھڑا محض بیکار ہو کفار آپس میں دزم کیا کریں اپنے مرکب کو تیز گام کر کے صاف نکل گیا اور جو کوئی اجل رسید
 سا بنے آگیا ایک ہی ضرب میں اسے فی النار دال ستر کر کے اپنے باغ میں آکر داخل ہوا تو اس وقت کوئی پہرچھ گھڑی رات باقی ہوئی بلور
 کو دیکھا کہ جہاں بیٹھا تھا وہیں لڑا ہلک کے فاضل پڑا سو تار شاہزادہ عالم نے گھوڑے پر سے اتر کے اسکو جگایا اور وہ گھوڑے کو
 باندھتے اور زین کھینچتے میں مشغول ہوا آپ نے اپنے مکان میں تشریف لیا کے پوشاک تبدیل کی اور جہاں جہاں جسم اطہر پر
 ہو کے چھینٹے پڑ گئے تھے انکو دھو کر پاک کر کے کوئی دو گھڑی ٹپک پر دراز ہو کر استراحت کی بعد ازاں ٹپک پر سے اٹھ کر بوضو کیا اور وضو
 دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر کچھ اوراد و وظائف میں مشغول تھا کہ سامنے سے ترک جوشن پوش نے آ کے مجرا کیا اور حسب الاما
 ایک بار با اوب بیٹھ گیا جب شاہزادہ والا قدر وظیفہ پڑے چکا تب ترک جوشن پوش نے پھر عرض کیا کہ شہر بار فدوی کے ذہن
 میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ کیا شہید ماوراء النہر آج شب کو پھر وہی غلط اور ہنگام تھا اور سنا کہ پھر بخون پڑا یہ کون صاحب
 ہیں کہ آپ کے نام سے آ کے بخون مارتے ہیں کیا جرات اور کیا بہادری مزاج میں ہو کر ایسے لشکر جبار اور فوج ہشمار میں تلامذہ
 لکھو کھا پٹھون کو باہم لڑا دیتے ہیں اور آپ کس دلاوری اور کیسے حواس سے صاف نکل جاتے ہیں اگر ظلم حضور کی جانب
 خیال کرتا ہو تو آپ کی وفور عطیات خداوندانہ سے دل کو یہ یقین نہیں آتا کہ ظلم کو ہمراہ رکاب سادت انتساب نہ لیا جائے شاہزادہ
 بدیع الزمان والا شان سے تبسم ہو کر فرمایا کہ اس ترک جوشن پوش یہ جرات اور قوت اور صولت و شجاعت جناب اہریت نے واسطے
 اولاد صاحبقرانی کے مطلق فرمائی ہو یہ دونوں بخون میں نے مارے اور بخیال اس مال اندیشی کے کہ تلو ہنگام اطلاع میری نہایت
 بہر حال واجب ہو جائیگی اور اس خیال سے کہ اس ظلم پر انہ سال میں عہد قابل حرب و پیکار کے نہیں ہوتی دانستہ تمکو اطلاع نہیں
 دی گئی ترک جوشن پوش نے آنکھوں میں آنسو بھر کے عرض کیا کہ ظلم کو یہ توقع حضور کے نہ ملتی کہ آپ ایسے وقت میں فدوی
 کو فراموش فرمائیں گے نیز جو کچھ ہوا وہ ہوا الا آئندہ فدوی بہر صورت ہمراہ رکاب سادت انتساب پر اسے سرفروشی و جان نشاری حاضر
 رہے گا عرض ہر چند ترک جوشن پوش نے مکر و مکر رمار مار کر کے عرض کیا شاہزادہ عالم نے قبول نہ فرمایا اور تباہ و مستمر پوشاک
 اور بار کی ذات اقدس پر آراستہ کر کے مع ترک جوشن پوش سمیت بارگاہ گنجا بدوان ہوا وہاں حال لشکر گنجا کا سننے کر تا وقتیکہ
 روز روشن نہیں ہوا سب سوار اور پیادے باہم شمشیر زنی اور ناوک گنی میں مشغول زدم و پیکار رہے جبکہ نکل آیا ایک ایک کو چکان کر
 ہاں ہاں کر کے کہنے لگا کہ واہ واہ صاحب ماہ واہ ایسے بد حواس ہو کر اپنے بگائے کو نہیں پہچانتے تو سنئے بھائی صاحب بھیکو قتل کیا تھا
 کہیں باپ نے دیکھا کہ میں نے اپنے بیٹے کو تلوار ماری اور چہرہ زخمی ہو کر گھوڑے پر سے گر پڑا دم بھر میں پھڑک پھڑک کر آخر ہو گیا
 باپ بھی گھوڑے پر سے گر کر لاش سے چٹا ہوا سردے سے مارتا ہوا کہتا ہو کہ اسے شل رستم سہراب کو مار کے آج بے اولاد ہو گیا
 واسے میں نے کیا کیا کوئی بھائی بھائی کو قتل کر کے دو ہتھ اپنے سر پر مارتا ہوا اور چنچن مار مار کر روتا ہوا کہیں سسرے نے ہا ہا کو
 شیرہ مار کے نیزے کو توڑ کر پھینک دیا ہوا اور اپنی داڑھی نوح نوچ کر سردار سینہ خوب ساپیٹ پیٹ کر کہتا ہو کہ ہاے بیٹی کو میں نے
 اپنے ہاتھوں رانڈ کیا یہ کیاستم ہو گیا چچا بھتیجوں کے قتل سے متعلق بھتیجے چچاؤں کو مار کر خجل ہاے ہاے کر رہے ہیں قصہ مختصر
 ایک عجیب طرح کا شور باہم فوج و سپاہ میں بپا تھا اور چار طرف لاش پر لاش دھڑ دھڑ مڑ مڑے پر مردہ سر پر سر پڑے لوٹ
 رہے تھے چاروں چار سب پیادے و سوار وہاں سے پھر کہ ہزاروں زخمی اور گھائلوں کو ان کے عزیز و اقربا دور تا دور لیون میں
 چار پایوں پر ڈال کے لپکے ہزاروں اپنے عزیزوں یگانوں بھتیجے بھانجوں باپ چچا ہون کے لاشے کو لاشوں میں مقتولین کے
 ہاتھوں میں پھرتے ہزاروں مقتول تشنہ لب پیاس پیاس پانی پانی پکار رہے ہیں ہزاروں جان طب پر سے سسکتے ہیں ہزاروں
 ناند مرغ لہلہ کے جراثیم سے کاری سے خاک و خون میں تر پتے اور ٹوٹے پھرتے تھے گانوں گراؤں قریہ و بیات واسے

دس کوئی چٹکوسی رہا یا چار غنٹ سے دور پڑی خلائی ہو کہ تاشاد کچھ رہی ہو اور سبکو تعجب اور تعجب ہو کہ یہ کیا ماجرا ہو کہ پیغمبر برسل کی
فوج و سپاہ میں تو ہزاروں ہارے گئے اور ہزاروں زخمی پڑے ہیں لشکر فہیم کا کوئی فرد بشر سپاہ یا سوار کہیں نہ زخمی ہوا نظر
آتا تو کسی کا لاشہ معلوم ہوتا جو غنٹ میں ان کو یہ حال ہوا ان سبکو تو میں چھوڑے یہ حال شاہزادہ نامور کا سینہ کہ یہ مع
ترک جوشن پوش کے بارگاہ گنجاب میں جا کے داخل ہوا اور بدستور و معمول ہر اک کے اپنی کرسی پر بہار تخت گنجاب کے حاکم بیٹھا تمام
سرداران بارگاہ عالم تہرین اب بسکوت خاموش اور از خود فراموش بیٹھے تھے اس میں واردہ اخبار نے پرچہ وقائع کا گنجاب کو دیا
مضمون پرچہ سے معلوم ہوا کہ آج شکوہ پر بدیع الزمان پسر حمزہ نے آکر شیخون مارا اور قریب تیس چالیس ہزار جوانان شجاعت شکار ملازمت
اور گنواران سرکار سے جنگ رستا کہ ایک جان نثار ہوئے اور زخمی ہیں گنجاب نے پوچھا کہ ہر ایسا بدیع الزمان سے بھی کچھ لوگ ہارے
گئے یا وہ اخبار نے عرض کی کہ کوئی شخص اس طرف کا شہر نہ زخمی نظر آیا اور نہ یہ تاب و طاقت ہر کاروں کی کبھی نہ تھی کہ جو ایسی
کو مخفی کرتے اور نہ لکھواتے گنجاب نے کہا پھر یہ کیا اسرار قدرت خداوند تعالیٰ کہ تیس چالیس ہزار آدمی ہمارے لشکر کا مارا جائے اور زخمی ہوئے
فوج فہیم میں سوار اور سپاہی کی کبیر تک نہ چھوٹے نہ کسی کی لاش کہیں پڑی ہوئی نظر آئے نہ کوئی زخمی مجروح پکڑا جائے عجیب طرح کی
غفلت اور پیغمبری ہمارے بیان سرداروں اور سپہ سالاروں اور فوج و سپاہ کے ہرے والوں کی ثابت ہوتی ہو فوج فہیم
اور پسر حمزہ کوئی پری نواز اور دیو زاد یا اقوام اجنبی سے ہو کر آسمان سے اتر کے شیخون ہمارے لشکر پر لیکر آتے ہیں اور ہزاروں کو مار کر
حیات زندہ و سلم سب لٹکے پٹ جاتے ہیں گیا ہو خون آشام اور مہلعل دراز ترکیب وغیرہ سرداران گنجاب اپنے اپنے دلوں میں
سچ و تاب کھا کھا کر سرنگوں خاموش بیٹھے تھے اور بجز اپنی خطائے فاش کے مقرر ہونے اور مذمت کھینچنے کے کچھ اور عرض معروض نہیں
کر سکتے تھے مگر گیا ہو و غیرہ اکثر کفار مقبوران خدا کو گمان داشتن اور یقین صادق شیخون مارنے کا شاہزادہ بدیع الزمان پر فقط
بیاس آداب اور خوف نامانی گنجاب کچھ کہ نہیں سکتے قصہ مختصر گنجاب تو دربار برخواست کر کے داخل محل ہوا اور شاہزادہ عالم گنجاب مع
ترک جوشن پوش رخصت ہو کر اپنے مکان پر آکر سو رہا جبکہ نصف شب کا محل ہوا اسوقت شاہزادہ جم اقتدار بدیع الزمان نامدار نے
خواب راحت سے بیدار ہو کر لباس شب زیبوی ذات اقدس پر کراستہ کیا اور سر تلوار لگا کے کند کو باغ میں لپیٹ لیا اور ملاقات ملکہ گوہر ملک
کے لیے باغ سے نکلا روانہ ہوا اور اپنے بائیں دست دشمن کو دیکھتا بجا تازیانہ ان ملک پوچھا اور کند مار کر دیوار پر چڑھ گیا وہاں
ملکہ گوہر ملک کا یہ حال ہو کر جبوقت سے شاہزادہ با اقبال کو خوب ساجھا کے عاجز ہوئی اور شاہزادہ بدیع الزمان مراحتت فرما کے
ملکہ کے پاس سے اٹھ کر اپنے باغ کو تشریف لے گئے ابھی تک مطلق ہوش و حواس بکامین اور بجز بیابانی ادگریہ وزاری کے کھانا
بھی بخوبی نہیں کھایا اور ہر مرتبہ آہ سرودل پر دروے کچھ پکڑے شہر پستی مٹی اور روتی مٹی شعور اور دسے است اندر دل اگر گویم بان
سوز و دگر دم و کرم و کرم ترسم کہ مغز استخوان سوزد ہر چند امیں جلیسین ہمدین مقربین معاصین خواصین صحبت دالیان سب بلائیں
نے کر صدقے ہو ہو کر سمجھاتی یقین اور عرض کرتی یقین کہ ملکہ عالم آپ کو لازم ہو کہ ذرا اپنے آپ کو سنبھالتی رہے اور نظر بافتال
اندر دی رکھے بجز مہر کے چارہ نہیں شاہزادہ عالم کے مزاج مبارک میں جو بات سا گئی اور وہ ہزار کچھ حضور صمد مہر اپنے دشمنوں کے
واسطے رخ اٹھا بیٹلی وہ اپنی ہی کر نیلے دلیر اور شیر کا کوئی روکنے والا نہیں ہوتا مال خیر چاہیے اس گریہ وزاری اور بقراری کے خون
حضور ہر وقت جناب باری سے التماس کریں اور شاہزادہ عالم کی حفظ آمد اور جان کی دعا مانگیں تو بہت بہتر ہو باقی ان باتوں سے
فقط اپنی جان کا نقصان ہو نظر ہو تو کچھ فائدہ نہیں نظر آتا ابھی ملک کچھ جواب نہیں دینے پائی کہ سامنے سے ایک خواص نے آکر عرض
کیا کہ زیانت شوم شاہزادہ عالم تشریف دتے ہیں ملک گہرا کے چاہتی مٹی کر آئے اس عرصہ میں شاہزادہ عالمی مقدار قریب ہو چکا
اور ملک گوہر ملک کو بائیں حال پر اختلال بعد حین دلال دیکھے پوچھا خیر باشد امی ملک گوہر ملک کیسا مزاج ہو ملک نے کہا
فضل خدا سے خیر بہر حال ہر مصرع کیا پوچھتے ہو مجھے دل افکار کا مزاج اب اپنے مزاج کا حال منور ہے کہ اب آپ

گو اس خونریزی اور نکتہ انگیزی سے بھولی نمود اور خوشی دلی ہو چکی ابھی کچھ اور کسراقی ہر شاہزادہ عالمی مقام نے ملکہ کو اپنے گلے سے لگایا اور ہر
ہوئے اسی غلو خانہ میں جہان کر ہمیشہ فحبت رہتی تھی تشریف فرما ہوئے اور تادیر گھمایا کیے کہ ای ملکہ ٹکوہاری جان عزیز کی قسم ہر آن شاہ
میں تم سطاق دخل کبھی نہ دینا اور نظر ہر کم کریم کار ساز رکھنے کبھی کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا اشعار اس جہان چوہر آن قادر مطلق نظر سے ہست
ہیفا کردہ درج و خیال سے اترے ہست مایوس و پریشان مشوا از گردش دوران ہر شلم کر منی بہ پئے آن سحرے ہست اور ایک بات ہری
پھر تم بگوش دل میں رہو کہ تادیر رشتہ ہماری حیات کا باقی ہو ملک موت کبھی اس طرف رخ کرتے کا حوصلہ نہیں کر سکتے اور جنگ موت نہیں آتی
کیا خیال اور کیا قدرت کسی کی کہ ایک سوئے جسم کو ہارے کیلئے حضرت پونچا کے پس بی اپنے دل میں تم بھگہ طمن رہو اور کچھ رنج و غم نہ کرو شوکار
سماز ما بھکر کار راست نظر یاد کار آزار راست غمزن ایسے کلمات نصیحت آئینہ محبت آیات کر کے ملکہ کا جی بیدار اور ہنسی ہنسی کرنا تھا اور چار شعر
حسب حال زبان پر لے اشعار آدمی کے تین کچھ گری صحبت بھی ہو شروادہ بھی انسان ہو دنیا میں جو بہا نا خاک ہو گرتی وضع زمانے سے ہی
دل انسرودہ پیر ہم آئے ہیں تیرے مگر میں اور وہ کیونکے ایک ہی ملک شیخ و برہن میں طب میں معروف و دیر میں بختی ہر مردنگ حرم میں شوک و ہجر
تو اب بادہ ٹکون سے رہیں کیوں محروم پاس سے بیٹھ ہمیں سلو جھکا آپ بھی جھک ہگل ادا م وغیرہ خواصوں نے بھی دست ادب
ہستہ ملکہ گو ہر ملک کی خدمت میں عرض کیا کہ اس ملکہ عالم قربانت شویم دیکھیے تو شاہزادہ عالم و عالیان سے فرماتے ہیں شرفینت جان اس مل
ہیٹھنے کو جدائی کی گھڑی سر بگھڑی ہو بارے ملکہ نے جام و ملا می اپنے ہاتھ میں آٹھا کر دو ایک ساغراب نوش فرماتے اور شاہزادہ نامور کو
پلائے آنکھوں میں ایک سرور آیا ہے میں شاہزادہ عالم کے اپنا ہاتھ ڈال کر اور انڈائی لیکے فرمایا کہ اس وقت مجھے نشہ شدت ہو گیا ہوں دل چاہتا
کہ سور ہوں جی الکسا تا ہی بیٹھا نہیں جاتا ہر شاہزادہ والا مرتبت نے فرمایا کہ میرے ساتھ آنا فرماتے کے خواصین اور مصاحبین کچھ تو اول ہی
اور حرا و صرست گئیں تھیں جو چار بائی حاضر تھیں وہ بھی آئے بچا کے آٹھ گئیں میان پردے پھر کھٹے کھول بیٹھے بے دنون ناشن اور شوش
سینہ بسینہ لب لباب ہم آغوش اور ہروش پلنگ پر پڑے ہوئے لطف میث جوانی و زندگی کا آٹھا رہے تھے کہ ناگوار شب وصل ہلزدہ میں
آخر ہو گئی اور کوئی چار گھڑی رات بھلی باقی نہ گئی یہ در ہی صحبت سیارگان ملک پر دیکھ کر شاہزادہ والا قدر گھبرا کر آٹھ بیٹھا ملکہ گو ہر ملک
اشک آنکھوں میں بھرے چاہتی تھی کچھ کہے اور ہتیرہ روکنے کا کرے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ ملکہ ہر روز اور ہر مرتبہ ٹکوہا تے ہیں کہ
پیری جان اس وقت کار و کنا قضا سے فرستے اور محبت نہیں بلکہ اس میں بہت سی مفرقین اور قبا حین ہیں ہماری جان کی قسم ہر مصر
و شکر اور کچھ کلمہ زبان سے نہ لگاوا در ہیں جانے دوے فرماتے اسی کند کی راہ سے دیوار کے نیچے آتا اور اپنے باغ میں کر داخل ہوتا ہے
تہا ز کا ہے بعد انفرغ وضو و رکعت نماز پڑھی ابھی کچھ اور ادو و فاعل میں مشغول تھا کہ ترک جوش پوش نہ ہوتا ہوا ہجوم آکر ٹپکا
اور شاہزادہ نامور نے اور ادو و فاعل سے فانی ہو کر پوشاک و بار کی پشی اور ترک جوش پوش کو ہرا دیے بائیں کونے دربار گلاب میں تشریف
لے گئے اور موافق قاعدہ سترہ اور ضابطہ قدیم کے مجرا کے اپنی کسی پر جا کر ٹکلن ہو اور بوقت برخواست دربار گلاب سے رخصت ہو اپنے
باغ میں پھر تشریف فرما ہو کر بھادت محمودہ کا حہ تناول فرماتے سورہ اور دو چار گھڑی بعد بیدار ہو کر ظہر کی نماز پڑھی شام کی وقت
ترک جوش پوش سے کہہ کر آج ہماری طبیعت کچھ بے لطف ہو چکی چاہتا ہوں کہ دم بھر سو رہیں ترک نے ومن کیا کہ پیر و شہد بہت مناسب ہی
حضور آرام فرمائیں شاہزادہ عالمی مقام پلنگ پر جا کے لیٹا ہر ترک جوش پوش بھی رخصت ہو کر اپنے مکان کو گیا بیان شاہزادہ والا مرتبت
دو پہر رات کے عمل میں خواب راحت سے بیدار ہوا اور سر باغی پڑھتا ہوا کہ باغی آنرا کے یار بود کے خسد چھپے کہ روخار بود کے خسد پڑا
چسان تپست چوخی پی آکس کہ روز آزار بود کے خسد پڑا پلنگ پر سے اٹھ کر لباس شہدوی ذات اقدس پر کا رستہ کیا اور سلج اور کل ہو کر جینہ
جسا اور کفار کشی سمت لشکر گیا ہو ر خون شام کھوڑے کو سب خرام کیا اور جبکہ عودہ کو طر کر کے قریب گیا ہو ر خون شام کے
سوار و پیادوں کی چھاؤنی میں پہونچا تو وہاں سے ایک چکر اکین نظر پڑ گیا اسپرٹھ کر چار طرف جو بھور دیکھا تو خفتہ بھون و تیر و زار کا
کھیل و مایوں و فاروں کو پہلے سے بھی زیادہ تر غافل اور خواب فرگوش میں بیوش پڑا دیکھا ہی کہیں کہیں بچہ اپنے خیمے کے سامنے روٹیں

خیمے اور ڈیروں میں شمع اور چراغ کی روشنی معلوم ہوتی، شکرے شراب کے چاروں طرف خیمے ڈیروں میں لٹکتے پڑے ہیں تیشے صراحیان گلابیان
 پیاسے جہان بخان خالی رکھے نظر آتے ہیں سیکڑوں سوار پیادہ سالزدیون کبھیون خانیون چونے والیون کا دانت بچون سردیون ڈیون
 کشمیری بچون و غیرہ اپنی آتشاؤن کو لیے اکثر لوندیون کو شہر میں پیسے بہت نشہ میں پڑے سوتے ہیں کسی کو اپنی ازار تک کی خبر نہیں سہرتواری کا
 کیا ذکر ہو چکی ہے اسے بیٹھے بیٹھے سو گئے ہیں کہیں دس میں اوٹھ رہے ہیں دو چار کہیں کہیں سوتے سوتے چونک چونک بڑھتے ہیں
 اور پکارا سنتے ہیں کون آج کمان جاتا ہو شاہزادہ رستم شوت نے ٹیکے پر سے اتر کے بطور سابق آہستہ آہستہ اندرون چھاؤنی جا کر قلعہ
 طاق میں خیمے ڈیروں کی اور کالیان پھاڑیان گھوڑوں کی قطع کر دیں اور آپ مطابق آئین دستور سابق ہر روزہ کے الگ دور جا کے کھڑا
 ہوا اور بطون میں ہاتھ دیکر مٹھانہ اندر کر کے کھینچا اور یہ نوہ کیا لغو مروج اقبال انجگر گروہ شاہان رخس رستم شکوہ + کشت جہان
 تیرہ عیان تھیں تو ان ابن صاحبقران + بیج الزمان + دیشکشن + زنام بلزد دل اہرین + سرفقہ کشور باختر + شجاع جہانم بل لہور
 تباہید شیر خدا بو تراب + رستم قاتل لشکر حبیب + انوس کے ساتھ تمام چھاؤنی میں افواج گیا ہو ر خون آشام کے عجیب طرح کا تلو اور ظلم
 پڑ گیا اور چاروں طرف اس کے ایک شور و دم انشور بیا تھا ایک تو دوشخون اولین کامر کا اور کشت و خون چھاؤنیوں میں لشکر گنجاب کی
 سب کے گوش زو بلکہ کچھ دیر تھا دم صدا سے ہوناک خیمے ڈیروں کے گرنے کی اور ہنگامہ گھوڑوں کے چھوٹ کر باہر پڑنے کا اور
 سیکڑوں آدمیوں کو لشکر مارا کر زخمی کرنے کا اور شور و غل سائیسون کا کٹھ سوٹے بالٹ لکے گھوڑوں کو مارنے اور پکڑنے کے لیے
 دوڑتے پھرتے تھے سوم نوہ کو دھکات اس فرزند زلفات کاسکے طاہران رصح کفار میں پرواز کیے جلتے تھے چاروں چار سر اسیر بقیار
 لیون چھاؤنیوں میں سے پکڑ کر سپرین تواریں لیون کے ساتھ چلے تو دیکھا کہ اس طرف سے خیل خیل زیل زیل نیچے نیچے قشون قشون دسے
 دسے گروہ گروہ انہو انہو سوار اور پیادوں کے تیغ و تبر نرہ و خنجر گروہ کمان و غیرہ مسلح اپنے اپنے لیے مارے مارے کرتے چلے آئے ہیں
 یہ سب کئی الحقیقت یہی لشکر جبار و فوج ہشیار سپر مزہ کی بہ خوب گھس گھس کر لپٹ لپٹ کے تواریں آپس میں ایک دوسرے کو مارنے لگے تو کشت
 شخون کی آنداد ہزاروں سوار و پیادوں کے شہر غل سے وہ شب تیرہ کالی اندھیاری برسات کی رات کا سان دکھاکے فوج کفار کی نظر
 میں قیامت سی آگئی اور کالی کالی سپرین ان سب بختوں تیرہ روزگار لیون کے سروں پر بطور کالی گھاٹے چھائی ہوئی لکھ لکھا
 تواریں میان سے کھینچی ہوئیں بکلیوں کی طرح چک چک کے کرتی تھیں اور گو لیون کی علی الاغوال بطور آدوں کے بو چھاریں
 پڑتی تھیں صدا انہو کی اور غرش تنگ کی میدان جنگ میں صدا سے رعد پر خندہ زن اور چک چک کی شہر برق جالستان
 چشک اظن تو لہے شیر و دیون کے مانند گھنوں کے چاروں طرف اڑتے اور خنجر مثل زبان افنی خونخوار لپکتے تھے بارش تیرہ باران
 قیامت غل تھا اور طغیانی دریا سے خون سے تیز اور محیط منقل سر اسے مقتولین مثل حباب موج خرواب سے تلاطم میں اس کے گرد آ
 فنا اور نار جہنم میں غرق ہوتے جلتے تھے اور بال اس کے بطور سوار کے نظر آتے تھے ہاتھ نیچے نیچے دست و بازو چھوٹی بڑی پھلیوں کی طرح
 رپٹے تھے اور لاشے بطور کشتیوں کے دریا سے نایبدا کنار خون میں ہر طرف تیرتے ہزاروں دل جلے اوچھے کفار، بکار اس دریا
 حرب و حرب میں شناری کرتے باہر رٹے جاتے تھے اور ہچے جھاکے بطور ملاحون کے بالسون کے نظر آتے تھے علم اور نشان
 علمداروں کے ہاتھوں میں بھورت اربانوں کے کھلے ہوئے ہوا سے لہرتے تھے ڈھالیں جو زخمیوں کے ہاتھوں سے چھوٹ کر
 آگین تو اس دریا سے خون میں مانند کھوان کے اچھلتی اور کوئی ماری ماری پھرتی تھیں اور زرہین کشت کشت جہانوں کے
 جسم سے جو جہان تھان گر پڑی تھیں وہ بطور جالوں کے پھیل تھیں و توان بندہ خون کے چھوٹنے کا کام مہیا نہیں لیا تھا ہوا تھا
 کہ شدت تلک کی سے زمین آسمان کچھ نہیں سو جھٹا تھا شاہزادہ والا قہر جہاں دار + انوس کے نرہ لشکر کفار کے دلوں
 سے مانند تیر اور نیزے کے پار گزر جاتی تھی اور شدت پر شدت شہم اور ہوا کے زور شور اور کثرت ہول اور ہوا سے
 ہچے بڑھے شیر دل کفار عاجز و ناچار لوگ دک و دندان دیم نہ بیان + چون شخص دو تک دو تک زبان د جاڑے کی سی پٹ

چراغی بولی تھر تھر کانٹے سمور منجاب اور دو شانوں کمان بین سر سے پانوں تک آپ کو چھپاے بھاگ بھاگ کر دریا جا کر پتے درختوں کے
 جمع کر کے لاد لگا کے آپ رہے بین بکون بکرون پر جہان تنان جو تیر جا کر البو فارغ ہو گیا اور کچھ تھوڑے باہری رہنے میں تو یہ فوج
 کہ زمین بھی رعب اور خوف سے اس شمع و ہر ضمیمہ ہی سے روزگار شاہزادہ بدیع الزمان نامہ دار کے چارے کی تپ چڑھی وہ تیر زمین میں
 زمین کے کھڑے ہو گئے ہن غرض طول تا چند مختصر بیان کرتا ہوں کہ شاہزادہ عالم بہ رنگ و بھنگ جاتا تھا کہ ایک سمت کو نکلے دھنہ دست
 چپ سے نرو خاور سپاہ گوش نہ ہوا اور سبک بخوبی سنا کہ کسی شخص نے یہ نعرہ کیا نعرہ ملک قاسم شاہ خاور سپاہ و زخم تیغ برابر وزیر کا
 بڑا بدم تیغ ستم زمین ہمد باختر شد بزمیر نگین اگر تیغ بر کوہ غار زخم زین شاخ گاؤں میں بر کتم نامی کا فرائی عباد و اعیان کا کالان
 پر و خاہر کہ فاندہ داند و ہر کونداندہ عالم را بداند و بشناسد کہ ستم فور حد لقا و سلطنت و شہامت صاحب عزم مبارز رزم شاہزادہ خاور سپاہ
 ملک قاسم محل خفان خوشتریز خاوری نعرہ آفتاب مشرق دین پروری ششوار محل پوش خاوری شاہزادہ عالم بقدر بدیع الزمان
 نامہ دار یہ آواز قاسم کے نعرے کی شکست نہایت تعجب و تیر ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ قاسم نے اس پنجہ سے کیوں کر اپنی پانی اور کس طرح
 یہاں جھٹ پٹ آن ہو چکا کہ چونکہ مقابلہ اور محارہ ہزاروں ٹونوں سے درپیش تھا اور سوائے اسکے اس میدان جہال و قتال اور
 اس شب تیرہ و تار میں قاسم ملک ہو چکا بھی خیلہ اشکال اور مبت کمال تھا سوچے اپنی حرب ضربیں کیا اور غرور و ربا اور زیادہ سی اور
 کاش میں شاہزادہ خاور سپاہ کی نرا لیکن تاصبح یہ حال تھا کہ جب شاہزادہ بدیع الزمان نعرہ کرتا تھا ساتھ ہی اسکے آواز نعرہ قاسم
 کی بھی گوش زد ہوتی تھی غرض خلاصہ یہ کہ اس شب بھی ہزاروں کھڑے تیغ بیدار ہوئے کوئی چار گھنٹہ رات پھلی باقی رہ گئی
 یعنی کہ شاہزادہ والا شان بدیع الزمان اس عرصہ رزمگاہ سے بھگت و مان صاف نکلے سمت چار باغ روانہ ہوا اور وہاں بدستور
 آپس میں تلوار چلتی رہی اور لاش پر لاش گرا کی اور پھر صبح کو جب بخوبی روشنی ہوئی تو اسی طرح سے ایک نے دوسرے کو پھان
 کے ہان ہان کر کے شمشیر زنی اور خونریزی فیما بین سے اپنے اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا اور چار طرف فوج فیم کو ڈھونڈ کر سرد سینہ
 کو بان اور دست تاسف بان آپس میں یہ کہتے ہوئے کہ خیر کج پھر سپر حمزہ نکل گیا اگر کمان جا تا ہر بھینے کہتے تھے کہ یہ داس بات کا
 تو علم خداوندیجہ ہزار ملک باختر کو ہر کہنے کیا جانفشانی کی اور کس کس طرح سے گھس گھس کر لپٹ لپٹ کر تلوار میں مارین ہیں
 کہ خدا پرستوں کے بھی رنگ چہرہ دن سے پرواز کر گئے ہونگے اور وہ سب بھی اپنے دلوں میں ہماری شمشیر زنی اور دلاوری کے
 قائل ہوئے ہونگے غرض انکو تو بین مہر ٹپکے

اب دو کھردارستان شاہزادہ بدیع الزمان بیان کمالی ہو

کہ یہ بدیع تمام وعدہ گاہ مصاف سے صاف نظر اپنے باغ میں جاتے داخل ہوا اور لباس شب روی آثار کے اور پوشاک ہذا
 اقدس پر آراستہ کر کے وضو کر کے نماز میں سوجھ دھا کر سامنے سے ترک جوشن پوش اگر کھڑا ہوا جب آپ نے سجدے سے سر اٹھا
 تب ترک نے جوا کیا اور حسب یا ایک مقام پر بیٹھ گیا بعد انفران نماز شاہزادہ والا مناقب بدستور و معمول قدیم اپنے مرکب پر سوار
 ہوا اور مع ترک جوشن پوش سمت بارگاہ گنجاب روانہ ہوا اثنائے راہ میں شاہزادہ عالم بقدر قاسم نے فرمایا کہ اگر ترک جوشن پوش
 شکوہ جیب اتفاق درپیش ہوا کہ میرے کان میں ہر مرتبہ آواز نعرہ قاسم کی آتی تھی معلوم نہیں کہ شاہزادہ خاور سپاہ نے اس
 بلا سے آسانی اور آفت ناگہانی سے کیوں نہات پائی اور بیان اگر کمان مقیم ہو ترک جوشن پوش نے عرض کیا کہ شہر یار خانہ
 حقیقی نے شاہزادہ قاسم کو اس پنجہ سے نجات بخشی ہوگی اور لشکر ہالیوں میں شہدات تو بین قریب پڑا ہوا کیا عجب ہو کہ شاہزادہ
 خاور سپاہ اپنے شہر سے اگر بکھورافانت اور معاونت شریک شیخون ہوئے ہوں غرض یہ باتیں کہتے ہوئے یہ بارگاہ میں پوسٹے
 اور شاہزادہ والا مرتب گنجاب کو مہر کر کے اپنی کرسی پر بیٹھا تو دیکھا کہ بارگاہ گنجاب میں عجب طرح کا قاطم اور ہنگامہ بپا ہوا
 ہوا اور گنجاب نہایت غضبناک اور خشکین چین بچین اسے سرداروں سے کہہ رہا ہو کہ قدیم ایام سے ہزاروں صفت

ازرائیان اور ازرائیان بنین اور چشم لکھن باہر تاشا کبھی خوب میں بھی نہیں دیکھا کہ ہماری فوج کے ہزاروں سوار و پیادے قتل ہوں اور
 غنیمت کی فوج میں ایک چاکر کی بھی موت نہ کہیں پڑی کسی نے دیکھی کہ ہو خون آشام نے عرض کیا کہ ایسی غیر مسلہ ہم سب جزو مجبور ہیں
 اور کچھ جسم اور قصور ہماری فوج و پیادہ کا نہیں ہے اگر آپ ہماری عرض میں نہ پذیرائیں تو ہم سب کیا کریں جسے جو اندازہ دولت
 خدای اور خیر سگالی اور نیکوئی کے کوئی بات اتنا س کر نیچے حضور فرمائیے اور تجھنے کہ یہ رشک و حسد سے کہتے ہیں گنجاب نے کہا کہ میں
 اسی روز کس تھا اور اب پھر کہتا ہوں اور تھے پوچھتا ہوں کہ وہ دن دو تھا ہی اور نیکوئی کا کب ہو گا اور وہ کون سی ساعت میں
 ہو گی جب تم وہ بات کہو گے قبل از مرگ داویڈ کو اسی بات تھے مجھے کسی حکو میں نے ہوں مجھے بوجھے کمان رشک اور حسد کا تیر کو کہنے لگی
 گیا ہو خون آشام اپنے دنگل پر سے اٹھ کر تخت کے پیچھے گیا اور سرگوشی میں عرض کیا کہ ایسی غیر مسلہ میری عقل اور ذہن میں تو یہ بات
 آتی ہو کہ یہ ساری فتنہ انگیزی اور فساد پر داری اس حکیم زادے کی ہو جس کو آپ نے فرزند نامور فرما کے شاہزادہ بلند اقبال خطاب عطا کیا
 جو گنجاب نے یہ کلام گیا ہو خون آشام کا شک جو اب دیکھا گیا ہو شروع میں را کھے گو کہ تراشادہ میں کچھ خوب جانتا ہوں کہ شاہزادہ
 بلند اقبال کا تو دشمن جانی ہے یہ بات رشک و حسد کی نہیں تو اور کیا کہوں تو ہی مجھے معقول کہ اور ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچ لو
 جواب دے کہ وہ بیجا و بیک و تناسو ہے چارہ دشمن گاروں کے اور اس کے پاس کون سی فوج اور سپاہ ہو خوا خواہ اسپر افرا اور اتنا
 بغض اللہ جو تو کرتا ہو مجھے کیونکر یقین آئے گیا ہو نے عرض کیا کہ فدوی نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ جو بات حق اور خیر سگالی
 کی عرض کرونگا سرکار کو اس کا بھی یقین اور اعتبار ہو گا آپ مالک و مختار ہیں غلام کو اس سے کچھ سرور کار نہیں اکیڈن آخر یہ راز
 چھپائیں گے کمال ہی جائیگا گنجاب نے کہا اس زیادہ ہریان تک اور سب سردار دن کی جانب فاطم ہو کر حکم دیا کہ میرا تمام لشکر و
 پیادہ ہو گیا اور ہزاروں سوار و پیادے میری فوج کے قتل ہو گئے اور تم سب صاحب اپنے اپنے گھروں میں پائون پھیلا سے بڑے سوچو
 ضرورت آج سے تم جتنے سردار اور افسران فوج ہو سب کے سب جا کے چھاؤنی میں سکونت اختیار کرو اور جو کوئی کہ تمہیں میرے حکم کی کر گیا
 اور چھاؤنی میں نہ رہیگا اس وقت اگر بر طرف کر کے ہند اب ہم جہاں کر دینگا انصاف بہت درہم اور ہر ہم در ہار بر فاست کر کے داخل محل ہوا
 اور ان دونوں سپہ سالاروں نے یعنی گیا ہو خون آشام اور مہیش دراز ترکیب کو اپنے پاس بلا کے کر کے رہنا کی تمام سمجھایا
 کہ غافل رہنا نہیں چاہیے اور اس کا سرخ لگانا چاہیے بعد ازاں سبانی عیار کو طلب کر کے فرمایا کہ ایک ہفتہ عشرہ کا عرصہ گزار کر میں نے
 کچھ کس تا کیہ بلع سے حکم دیا تھا اور تو نے آج تک کس کچھ سرخ اور پتھر قرمز کے لشکر کا نہ ہم ہو چکا یا اہ نہ کچھ آسکی سسی اور تلاش
 کوئے مجھے عرض کیا اب کچھ تین دن کی ہمت دے کر بعد غن بیخ اور سہولت و آسشتی بھیج کے حکم دیتا ہوں کہ جہاں لشکر سہرہ کا پڑا ہو
 پناہ لگا کر مجھے اطلاع کرورنہ میں تجھے بہت بڑی طرح پیش آؤنگا یہ ککر محل میں داخل ہوا بیان تمام سردار اور افسران فوج میں ایک
 تسلط پڑ گیا ہا و سب باہم کہتے ہیں کہ فی الحقیقت گنجاب کا بھی فرمانا بجا ہے اس طرح کی رزم و پیکار تو کبھی سلت میں بھی نہیں سنی تھی
 نے رستم اور سراب اور گیو اور افراسیاب کی بھی کوئی داستان اس طرح کے شجوں مارنے کی نہیں لکھی کہ ایک طرف تو لکھو کھارے
 جائیں اور طرف ثانی کی فوج میں نہ تیر تک کسی کی نہ پھوٹے آیا یہ خواہرست جا دو گرہیں یا کچھ اعجاز اور کرامات ان میں ہر کر یہ
 اگر اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کی فوج میں ہزاروں کو مار کر چلے جاتے ہیں اور نہ کوئی ایمن سے مارا جاسے نہ زخمی ہو نہ کوئی
 رفتار ہو اور نہ کسی کی لاش کہیں پڑنی نظر آئے نہ کوئی انکی فوج کو اپنے جاتے کہیں سے دیکھے یہ بات تو مطلق کچھ ذہن میں اور
 ضم میں نہیں آتی آسمان سے اتر کر یہ لشکر آتا ہی با زمین سے پیدا ہوتے ہیں یا یہ کہ ہمارے لشکر پر ہماری فوج و سپاہ سوار و
 پیادوں پر گنجاب لازم ہوں گواروں جان نشا روں پر خرداوند لقا کا نازل ہوا ہر عرض سب کے سب شہسوار و جوان
 اپنے اپنے مکانون کو چلے گیا ہو خون آشام اور مہیش دراز ترکیب دونوں سپہ سالاروں نے افسران فوج رسالہ
 کیدان کستان اچھینوں کو اپنے پاس بلا کے بتدیکر دیا کہ یہ حق نہیں چاہتا کہ ہر دل کی اپنے مالک کی کوئی کسٹم

ابھی سے جا کے اپنی اپنی چھاؤنی میں قیام پزیر ہوا اور خوب ہوشیار اور خبردار رہا اور جہاں تک ہو سکے سرخ لٹکا دیا اور دریافت کر دیکھ کر یہ
 فوج کو معرے سے آتی ہو کس قدر جمعیت ہوتی ہو جمعہ اور سالار سپاہ و کپتان کیدان جیشین وغیرہ تمام ہندوؤں نے لگا کر تپاؤپ کے نام سے چھاؤنی
 میں رہنے کا حکم ہوا ہوس اب جو کچھ ہماری غفلت اور تساہلی اور کٹائی یا سرفروشی اور جان نثاری و ہوشیاری ہو گی بشیر آپ ملاحظہ فرمائیے کیا ہوا
 تک ملائی اور کھڑائی کا حال اب دونوں صاحبوں پر تکلف ہو جائیگا یہ کہتے ہوئے سب اپنے اپنے مکانوں کی طرف گئے شاہزادہ بدیع الزمان
 بھی دربار سے اٹھ کر ترک جوشن پوش اپنے باغ میں داخل ہوا اور نہ چلی ترک جوشن پوش نے بہت سا احرار کیا کہ حضور فدوی کو بھی
 ہمراہ رکاب بظرافتساب بیکر شریف لایا اگر آپ کا کہنا جانا غلام کو کسی صورت سے گوارا نہیں ہوتا شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ ترک جوشن اور
 محبت میں تیری سرفروغ نہیں لیکن ادنیٰ انصاف سے سمجھو اب دوسے کہ یہ سب فانت اور تالیف غیب میرے واسطے ہو ورنہ مجھے ایک سو
 ضعیف کی کیا مجال اور کیا قدرت و طاقت ملتی جو تنہا اس لشکر کھار و رانوں میں رہا اور مبارک بشون مارنے کا کرتا اور تکلف یہ کہ جنگ
 میرے جسم کے روئے ظہور سے اور نہ تھکے نہیں پونجی صحیح و سالم نکل آیا اور لکھو لکھو کفار تاجدار سپہن رزم و پیکار کے جنم و اصل ہو میرا
 پرسان حال کوئی نہیں ہوا پس یہ جو تو نے سنا ہو مصرع دشمن اگ قوی بہت گہبان قوی ترستہ ات ترک تداپے راسین کچھ سبات کا ترود اور
 اندیشہ نہ فرم کر دم کر میں سمجھے اپنے ساتھ لکھو لکھو در قوتیہ سرفروشی و جان نثاری میری طاقت اور امانت کو میرے ہمراہ ہو تو کچھ تکلف و خشک
 کیا قادیہ ہوگا پس نظر بفضال لایزال قادم و اقبال کے رکھنا چاہیے اور اندیشہ این و آن کچھ نہیں لائے ترک جوشن پوش نے پھر عرض
 کیا کہ حضور جوار شاد فرماتے ہیں سب برحق و بجا اور ایک فدوی نے شرکت اور رفاقت نہ کی تو کیا اصل حقیقت ہو اگر دس پس ہزار دلیان و ضرر
 کارزار اور شجاعان تہو شکار بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تب بھی تو اس شمارہ لاکھ سوار و پیادے کی فوج کا کچھ نہ کر سکتے فدوی بھی خوب جانتا ہو کہ یہ
 سب نقص آپ کے اقبال یا در و افضال را در کا سبب ہو پیر و ہند فدوی کی حسرت اور آرزو فقط یہی ہو کہ اقدام پاک سے لحظہ بھر جدا نہ ہوا اور
 سرفروغ پر شمار ہو جائے اگر مرضی بہارک نہیں ہو تو مجبوری ہو کہ کس لیے کہ الامروق الادب تھمہ مختصر ترک جوشن پوش یہ باتیں کر کے رخصت
 ہوا اور شاہزادہ عالی شان بواغ فراغ امور ضروری کوئی ڈیڑھ پہر پرات کھٹک گویا ملک کی ملاقات کو گیا نصف شبہ اپنی غیش و طلب بسر کر کے چاٹھ کر
 ملاقات رہے پھر اپنے باغ میں آیا دوسرے دن بدستور و معمول آدمی رات کو بھان صاحب باغ سے برآمد ہو کویہ بشون سمت لشکر گنجاب دعا نہ ہوا اور
 پس چھاؤنی سے کوئی کوس بھرا ایک ٹیکرے پر جا کے چاروں طرف بگور دیکھا کہ آج اور روزوں کی طرح سے فوج اور سپاہ میں غفلت نہیں بدتری
 ہوشیاری اور چل پھل ہو اور ہزار ہزار بارہ سو سوار مسلح اور کل کوس کوس بھر کے فاصلہ پر جہاں تھان گھوڑوں کو بار بار بلائے پر اٹھائے
 خاموش کھڑے ہیں اور کہیں سو سو رو دو سو پیادے ہاون میں زمین کے نشیب میں خندقوں میں درختوں کی ٹانگوں میں کھیتوں میں چھاؤنی میں
 میں بند و قین پکڑے توڑے سلگائے چپ ٹھٹھے ہیں چھاؤنیوں میں چوکی پہرے والے بھیار لگائے نشیب سے پھرتے ہیں ہوشیار باش بیدار باش
 پکار رہے ہیں شاہزادہ عالم ایک درخت کی آڑ میں اپنے مہک کورو کے کھڑا اور سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ حسب اتفاق ایک طرف سے ایک ٹول
 سوار دن کا گھوڑے سر پہ ڈالے تیرے کا نہ خون پر ہمیشہ رہنے اسی درخت کے برابر ہو کر چھاؤنی کی طرف جانا تھا شاہزادہ با اقبال نے یہ خیال رکھ
 کہ بسبب تیرگی شب کے کسی کو مطلق تمیز اپنے بیگانے کی نہیں اپنے گھوڑے کو اسی کے پیچھے گرم ناز کیا پھر وہ سوار پیادے اپنی اپنی راہ کسی طرف نکل
 گئے شاہزادہ نامور بھی اپنے الگ ہو کر ایک مقام بلند جو نیز کے کھڑ گیا اور جب خوب دیکھ لیا کہ اب آدھ آدھ کوس سوار و پیادہ نہیں نظر آتا اور
 چھاؤنی بہت قریب کوئی دو تین تیر تھاب پر چلنے لپٹے ہیں یہ سوچ کر گراہی بدیع الزمان بخش

بہار کا درخت کے اندیشہ از خوف خطا	اگر ہمہ فاق را غرہ کند زیر دربار	گر رسد از جور گردون شیشہ و شمشک	تا شود در صدق کف از قربت و وفادار
باشند از مردان بروز جنگ ہزار کی	مرویدن شجاعت دانا شد عزم	تا شود در روح من پر داز تلک	بزرگ دامن ز دشمن روی میدان خیل
بہار کا درخت کے مردان میدان شود	میکم جنگ او جو گرد و در تھم و ستان شود		
ایک مرتبہ طغیانا شد اگر جگر سے کھینچ کر نعرہ کیا بفسرہ	ہن آن صغیر عرصہ کارزار	بل نامور اسج روزگار	

شاہزادہ برقع الزمان یہ رنگ میدان جنگ کا دیکھ کر جو ایک دو سواریا کوئی پیادہ تمیشتہ برہنہ یا ہر چھٹا آٹھاسے ساٹھے آگیا اسے ہلکے
 سرستہ تیغ و اصل جہنم کر کے اپنے باغ کی سمت روانہ ہوا اور اسی طرح سے جو کوئی بیج میں سدا راہ ہوا کسی نے تو من کر کے مقابل کیا اور لوگوں
 کو دیا اور خوبی نام کوئی چار پنج گھڑی رات باقی ہو گئی کہ اپنے باغ میں رونق افروز ہو کر قبائس شب روی کو اتار ڈالا اور پوشاک تبدیل کر کے
 دو گھڑی پلنگ پر جا کر آرام فرمایا بعد ازاں عبادت محمودہ وقت نماز و صلوٰۃ کے درگت نماز صبح سے فارغ ہوا اور خفیہ میں مشغول تھا اس میں جوئی نہ
 روشن ہو گیا اور ساتھ سے ترک جوشن پوش نے آکر مجرا کیا اور حسبِ کار با ادب ایک غلام پر بیٹھ گیا جبکہ شاہزادہ عالم نے خفیہ پردہ کے پوشاک
 طاسب کی ترک جوشن پوش نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے آج شب کو پھر حضور تہیہ میا اٹھنی سوار ہو گئے تھے اور انسوس ممدانسوس غلام کو پھر پوش
 خاطر سے نرا پوش کر کے ہمراہ رکاب سعادت انساب نہ ملے شاہزادہ عالی مقام نے تبسم ہو کر فرمایا ترک جوشن پوش شعرا میں سلوت نبور بار دست
 تازہ تختہ خدائے بخشندہ ہا اسکو محض تائیدات ایزدی اور فتوحات فیسی کھنچا ہے ورنہ میری کیا اصل حقیقت ہے جو میں ایسی جرات اور بیعت
 اور ان القصد ایک عرصہ بعد تک یہی دستور اور معمول شاہزادہ برقع الزمان عالی شان کا رہا کہ ایک شب تو ملکہ گوہر ملک کے پاس جا کے معروف میں
 طرب رہتا اور ایک شب معرکہ حرب و ضرب میں بسر کرتا تھا تو بت کے رسید کہ ستائیں شب خون لشکر کا رہا اور اسی تدبیر سے لکھو کھا فوج گنجاب کی بزرگوں
 اسفل الساطین پچانی غلریں میں ہمیشہ تعجب و تعجز کا لہرہ قائم ہر روز گوش زد ہوتا تھا اور کہیں تپا اور نشان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قائم کا نہ پایا
 کہ کہ مرے کے شریک حال ہوتا ہوا پھر حسد کہ جہاں و قتال سے لشکر گمان چلا جاتا ہے آخر کار جبکہ لشکر گنجاب بہت قتل ہوا اور بچاؤ نیاں یلین ہونے
 لگیں ایک روز کی نقل ہو کر گنجاب کے سرداروں کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ صاحبو وہ جیسے کام صمد گذرا کہ یہ معرکہ شجون اور شکستہ جہاں قتال برابر رہا ہے
 اور لکھو کھا سوار و پیادے میرے لشکر کے مارے گئے اور ہر روز میں نے کس کس تا کیا اور کیسے کیسے قتل و قتل سے بہ آسانی تیری تم سے بچا دیا اور حکم دیا کہ
 صاحبو لشکر کا انتظام کرو اور انجام اسکا دیکھو جس طرح ہو سکے بس یہی تلاش تمام سپر حمزہ کی فوج سپاہ جہاں قیام پذیر ہو وہاں کا سلیح ہم پہنچاؤ
 و جنگ تھے کسی سے کچھ تدبیر نہ کی گیا ہو خون آشام اور مہلیل دراز ترکیب دونوں سپہ سالاروں نے نہایت رنجیدہ اور کشیدہ خاطر ہو کر عرض
 کی کہ یا غیر مسل شعرا اگر شہ روز را گو یہ شب است این نہ باید گفت تا یک ماہ و پروین ہو کچھ آپ فرماتے ہیں ہم کو خواروں کو بجز برحق و بجا کہنے کے
 کیا تاب ہے جو خلاف مرضی مبارک کچھ جواب دین یہ بات تو مشہور ہے شعر خلاف رائے سلطان راہ جستن و بخون خویش باشد دست سستن و جہنم
 جہاں شمار متقدیم میں کیا عرض مودع کرین تا ہی چشم عدالت اور فراست ملاحظہ فرمائیں کہ ہم خانہ زادوں کا اس میں جرم اور قصور کیا ہے کہ میں نے
 کسی نے یہ تا شاد دیکھا ہے سلف سے کتابوں میں کسی بادشاہ کی طرف سے یہ حال شاہرہ کی معرفت تو لکھو کھا آدمی اسکا میں طرف ثانی کا کوئی متنفس کشتہ و زنجیر
 نہ آئے گنجاب کے کہا کہ یہ تقریر پر تیز ویر تھاری قابلِ ماعت نہیں ہو سکے واسطے کوئی دلیل بھی لازم ہے یوں کسی شرافت پرانہ اور شکستہ حصار اور پیمان کرنا
 نہ چاہیے فقط ہم صاحب اس جیلے بہانے سے پہلو ہتی کرتے ہو تو کیا مضائقہ خود میں ملد و تدبیر اپنے لشکر کی آپ کو دنگا مہلیس باز تر تیشہ کہا کہ حضور آپ
 کچھ قدر تیغ نہ فرمائیں بعد برخواستہ ہر ماہم دونوں خانہ زادوں دولت پر حاضر ہو کر بقدر بندوبست اور انتظام جو کچھ کہ عرض کر سکیے اگر نیکو راجہ اس ہوتا
 غیر ورنہ جیسا ارشاد ہو گا بجا لائینگے گنجاب نے کہا یہ بھی سہی کچھ قیاحت نہیں پھر کوئی دو گھڑی بعد دوبار برخواست کر کے داخل محل ہوا اور گیا ہو خون آشام
 و مہلیل دراز ترکیب بھی بعد برخواستہ جو کہ سردار اور فرزند زانوہر تھے ان سکو مجمع کر کے باہم مشورہ کرنے لگے اس عرصہ میں گنجاب نے
 دونوں سپہ سالاروں کو اپنے پاس طلب کر کے پوچھا کہ مطلب اصلی تھا اس خلوت سے کیا تھا اور کیا تدبیر نظام لشکر کی پیش خود تم دونوں نے جویر
 بیان کرو گیا ہو خون آشام نے عرض کی کہ غلام کو یقین واثق ہو کہ سارا مقصدہ اور فتنہ انگریزی شاہزادہ بلند اقبال کی ذات پاک سے ہر یوں
 بجا ہیں حضور باعث شکستہ حسد کا کھیں اور نہ مائن لیکن اس میں سر موخانہ زاد کو قریب اتنا قوت نہیں معلوم ہوتا گنجاب نے کہا کہ اچھا کن دلائل اور
 براہین سے تم سب کہتے ہو پہلے مجھے سمجھاؤ کس لیے کہ میرے ذہن میں یہ بات کسی طرح سے نہیں آتی اس کے ساتھ میں نے کون بڑائی کی ہے
 محض وہ یہ مقصدہ برپا کرتا ہوا اور سولے اسکے ایک جان واحد سے وہ کوئی ساحر ہی یا کوئی دیوتا ہے جو ان کے نام فوج و سپاہ میں تلامذہ اقبال جانا ہے اور
 کس طرف سے آتا ہے لاکھوں سوار اور پیادوں میں سے پھر شکل کے زعمہ و سلم کیونکر چلا جاتا ہے ہمارے لاکھوں آدمی کیا اسے ہو جاتے ہیں کیونکر

موجہ نہیں پڑتا اور اس تک کسی نے اسے جانتے نہ دیکھا وہ کوئی ہوا یا کوئی باہر کر آیا اور چھپا ہوا ہو کر قاب ہو گیا ماحوذ را حواس ہے اپنے
 دست کر کے بات کہتا کہ میری کجہ من آدمے بھلا میں تجھے پوچھتا ہوں کہ اگر شاہزادہ بلند اقبال بھی اس طرح سے میرے سامنے نہیں کر یا نہیں برسل یہ
 بخون گیا ہو خون آشام یا مہلک یا زور کیست تاہر تو میں بدن تحقیقات اور اثبات جرم و قصور نہ کر کے اوقل کر کیا حکم کرے کہ وہ اسے روکے
 یا پھینکے یا بکولان اسے اور دیکھ نہ سکتے رہا اگر سے تفر کر کے زندان خانہ میں کیونکر بھی دن گیا ہو خون آشام نے عرض کی کہ آپ پیر میں کس خدا دیو
 ہزار ملک خضر کا طوطی پیری سر رکھتے ہیں کوئی راز مرتبہ قدرت خداوند کا آپ پر مخفی نہیں ہے سب بخوبی آشکار و عیان ہے جو کہ حضور ارشاد فرمایا
 برحق و بجا مگر ہاری راسے ناقص میں ہی تاہر کہ یہ جہات و شجاعت سو شاہزادہ بلند اقبال کے کیا طاقت و کیا قدرت کیسی جو کہ گئے گئی ہے کہا اس
 بیودہ کوئی اور گفتگو لاطائل سے کیا حاصل ہوا کوئی تربیر ایسی نکالو کہ سپر جزرہ فرما رہو بعد از ان بہت سی تاکید اور تشریہ کر کے گنجاب محل میں
 گیا بیان گیا ہو خون آشام اور مہلک ہزار ترکیب نہایت مشوش اور مہموم بصورتی دالام وہاں پہنچا تا شام انتظام لشکر میں مصروف رہے
 اور اسپین کے ملک و اقسام کہا کراچ تھے پانچ سو چھ سو سوار اور سرکار کے لشکروں میں پیادے و سوار میں سب پر خواب و خور حرام مطلق ہو ہوشیاری تمام
 اول شلم سے سلع اہل کل اپنی اپنی مجاہدین تھیں خیموں میں رہتے رہیں اور شمع اور چراغ و چشتیاں کی روشنی کہیں رکھیں بہات کی لہری تھی
 اور تاکید ہوا اسباب سامان روشنی کا ہر ایک دسلے میں ایس وقت سے لیا ہوا موجود رہے حیوت کے لئے پیر عزت و کوشش زدہ ہو جو وہ بشارت دیا کہ تا آفتاب
 شعلے ایک کتاب بھی روشن کرے اور مقابلہ فوج فیہ کا اپنا بیگ دوست دشمن پہنکر اسے غرض حسب حکم دونوں سپہ سالاروں کے افسران اپنے اپنے
 رسالوں میں ٹپھوں پر ایک کے زبانی کہلا بھیجا اور آپ سب سرسبز اور کل ہوشیاری و خبر داری شب بیداری اور آخر شمار میں مصروف مستعد اور
 منتظر گوش برآورد شاہزادہ برج الزمان عالی شان کے تھے اور ہزاروں سوار اور پیادوں کے آتشباروں کو طلب کر کے بڑی بڑی چور قوسوں میں تین تین
 چار چار آدم کی تیار کر کے اپنی اپنی لینیوں چھاؤنیوں خیموں ڈیروں میں با احتیاط تمام جمع کیں اور چشتیاں اور شعلے اور دستی والوں کو بلا کے بڑی تعداد
 سے کھجور کے کھدیاں بڑی بڑی چھلکوں پر چھٹائے اور قیلے تیل میں ڈوبے ہوئے اپنے پاس رکھوا اور چھٹے ٹیکے اور تخت چھوٹے ٹیکے اس میدان میں تھے ایک
 اور دو چھوٹے ٹیکے ٹھیک کے ٹھیک یا کہ بہت دور تھے اور دیکھنا آسوقت ان سب خفاخون کو روشن کر دینا اور گرد و پیش کے میدان میں کچھ فاصلہ پر اس میں سوار
 لکھڑوں پر گراؤ دی کرین اور خیر اسی زمین تمام درختوں پر چڑھ کر ہزاروں کوشاخوں پر بندھ کر ایک ایک دودھ و آدھو کو چھٹکے بنا کر کہا کہ چھٹے
 تم درختوں میں خچوں کا مستنا آسوقت ان مسابوں کو چھٹکے نومس بیان تو یہ بندوبست قرار داتی کہ سب باوجود چھٹے چھٹے تھے انکو وہاں سے

اب تمام داستان عدولت بیان شاہزادہ رسد دل سہراب لوان بدیع الزمان سے بیان کیا جاتا ہے

کہ شاہزادہ عالی مقام حسب معمول اپنے آدمی رات کے عمل میں لباس شب روئی اور صلاح ذات اقدس پر ادا تہ و پرتہ کر کے کمر پہن سوار ہوا اور چھٹے
 بخون باغ سے بڑھ کر جنت چھٹے ٹھکانا دیکھا کہ سامنے سے ترک جوشن پوش کے کہاں مجرا اور انکسار چشم انکسار عرض کی کہ حضور اچھا مگر کوشی اور
 گفتگو دونوں سپہ سالاروں در تمام سرداروں کی بخوبی تمام بشیرہ خطہ فرمائی اور گوش نی ہوس یہ کچھ مقدمہ ایسا ہم شیع حضور پر مخفی ہوا آپ سب عیان
 کہ اچھی شب سوار اور افسران فوج اور دونوں سپہ سالار اور اٹھارہ لاکھ پیادہ و سوار کا ہر گ مساقض بہت مستعد کرتے ہو شیار اور خبردار تھے میں کراچی شہر کے
 طرح وہی میں خانہ زاوی کے راسے ناقص میں نہایت نصاحت ہو شاہزادہ والا مرتبہ نے فرمایا کہ ترک کچھ سبیل علوم ہوا اول شلم سے تمام فوج کچھ سبیلانی اعلیٰ
 پوپیاہ زمین جان ہوا تھن خون سیر کینا زمین نظر کی فائز کے بچے بن گئے کہم کریم کارمازا سپر رکھتا ہوں و خوب چھٹا ہوں طرہ ارتع عالم جبر و جادو کا
 انکو ابد خدا اور ہندی دالے کتے ہیں ہا جو کور کھے سائیمان و رتہ سا کے کوسے بال نہ بیکار کے ادجک میری ہوئے پس جو کچھ کوشی تقدیر سے منور
 پیشانی پر میرے زور دیوان قضا کلاک تہ سے اپنے تیم کو دیا کہ وہ پوجہ پورا یا اور آئینہ کا اس میں نظر اور تردد و کٹاؤں طالی اور عین حماقت بہ ترک جوشن
 کوشن کے عرض کی کہ حضور کیا و صوفی کا زور ہے جسکے اسبات میں کچھ شک ہوئی الحقیقت ہونا وہی ہے جو مشیت پروردگار کی خیر الہیہ سے بہرہ کو فائز
 شہر کے واسطے طالع کیا کہ اپنے ٹیکے کو کچھ بھگوانہ ہو کہ سوار اسے ہم فراتے ہیں شکر کو رکھنا ضرور کرنا تا جتنی جون حسین اتدہ بلا شاہزادہ رسد دل
 اور جنت آباد کیا کہ ترک جوشن پوش ایسے بہت سے سامع ٹیکے ہوا کہ ہر مہل حمیت اور ارباب عزت و کرامت کو بہرہ اور خوش حالانے میں مصروف کر دیا

اگر آج میں خیال ہال ایٹمی کے مشین بنی کر جاؤں تو کل تمام سویراں فوج اور مال لیاں و بار بار کھاؤ گناہ میں ہے کھینکھینکھینکھینک
کرینگے اور بزم و کناہ پر طاعت کیلئے اگر آج یہ جزو بخون لانا تو زعمہ و سالم و صاف پیکر کل جاتا تو ہم سمجھتے کہ ان بڑا بہادر اور دل اور ہر وہ تو یہ
کہ پڑ گیا اور ہا صے یہ تم تیرا و خیر خیر سے اپنی جان بچ گیا میں اس کے حق میں کچھ خوب ہو گیا پس یہ یاقین سننا مجھے گوارا نہیں جس

دم نہ مردی میں نہ تاورین من جان بود
جان چه نثار آید اگر در مردیم حصان بود
ترک سر کردن بیدان شیوہ مردان بود
شکل است انکار لیکن پیش مرد آسان بود
دورین فہم کا چہ دار و خان + غرض یہ کہ اگر اور خوب سمجھا کر ترک جوشن پوئل کو رخصت کیا اور گھوڑے کو سمت میدان گرم عنان
کر کے روانہ ہوا بعد غریبت شاہزادہ رستم صدارت کے ترک جوشن پوئل بھی بجا دست معہودہ اپنے کام میں مشغول ہوا اور اب حال شاہزادہ
باتھال کا نیسے کہ حسرت شاہزادہ حلیت تمام قریب لشکر کفر و اظہار کے ہو چکا تھا اس نے ملاحظہ کیا کہ کج تمام لشکر میں عجیب طرح کا سناٹا ہو گیا ہے کہ کہیں
کسی غیبی ڈیرے میں روشنی شمع و چراغ کی نظر آتی ہو نہ کسی خیمہ ڈیرے کے آگے کوئی پتیا خہ روشن ہو نہ کسی جانب سے آواز چوکیداروں
کی گوش زد ہوتی ہو یہ حال دیکھ کر شاہزادہ باقبال نے اند کے مال کیا بعد ازاں دل میں یہ خیال کو کے کہ لشکر کفر نے فقط میرے دھوکے
دینے اور غریب میں لانے کو یہ بھی ایک جال بددی و منکاری کا بچھایا ہو کہ اس گھات سے اسکو گرفتار کیجے اور جب حیل تو جمع اور ہتھیار
تیار و تہیہ میں خوب جانتا ہوں شہر ہزار دشمن اگر سیکند قصد ہاک + گرم و دودستی اند دشمنان چہ دارم ہاک + ہر حال خوب سے آپ کو بچال
کے یہ دو ہاک کثیروں کا اور دزدان کر کے دو ہارن دیکھے جو مر چلے اور کھیت دیکھ کتر لے + ایسے پوت پوت کہ کاکھاس نہ کھائے

<p> ایک مقام پر مرکب کردہ کیا سہ قندہ کشور باختر ستون تو آن گردن شکر شکن کنم دیور اذیر اذیر دست تزلزل فگندیم شیخون زیم بزم اندرین لشکر گنجاب </p>	<p> سناک افغانی از درخت سر قوی پنج سہراب و برز و بزی بیک ضرب ششم قیہ میں مست پے قدم و کین غرا مییم نمایم رخ از گیو و افراسیاب </p>	<p> شہر آسمان رشک و سرم شکوہ شہ نامور پنج تاب یلان بھو اسے کین شاہ ضیغم شکوہ سن آن یکہ تازم دین کا زار ازین تیغ ظیمورت و یو بند ای لشکر گنجاب اور ای فوج کفار علیہ العن و اللہ اس پر کہ اند </p>	<p> صد اوج اقبال جسم کرد دل و جان سلطان صاحبقران بدمع الزنا غم یل نامہ ار کہ ہر روز بر چویدہ کلمہ سوار بدترم دلی شیر چرخ بلند ای لشکر گنجاب اور ای فوج کفار علیہ العن و اللہ اس پر کہ اند </p>
--	--	---	---

داند و هر گنده حال امر را ندانند و بشناسند که منم انجم کرده رستم شکوه سقزنده ملک با خضر صاحبقران پهلوان تهنه بیع الزمان لشکر شکن شاه
پس نعره شاهزاده بیع الزمان عالیجاه کے دست چپ سے دوسرے نعره شاهزاده خوا و سپاه کاہوا الملك قاسم بن شاه نادر

زخم تیغ برابر نیزہ بہاہ | زاب دم تیغ شستہ زین | اہمہ یا خستہ میرزا بین | اگر تیغ بر کوہ خستہ آرام
 دین شاخ کا وزین برکتہ | پس چہ تو یہ عالم تھا کہ ساتھ غریبی آہ از کہ | چلے تو جدھر سے نعرہ کوہ شکاف شاہزادہ بلیغ الزما
 فرزند لڑ لڑ لڑ پید ہوا تھا لاکھ سوار مسلح اور کل لٹ اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کے چودہ کوس کے فاصلہ پر چاروں طرف سے غلام
 خاصو کر لیا بعد از ان اسی طرح ستیہن چالیس ہزار سواروں نے تاخت کر کے ترک جوشن پوش کو کوہ بنام شاہزادہ خاورد سپاہ
 ملک قائم نعرہ کر کے کئی سوز سے شریک بخون ہوتا تھا گھیر لیا اور جو سوار اور پیادہ اپنے خیمہ ڈیرے سے باہر نکلا آہمین
 چھوٹی سی ایک کتاب روشن کیے نور اہنے | تھمیں نیزہ یا تلوار یا کوئی اور ہتھیار لیے دوڑ آتا ہوا ہر طرف اہمین ہر خیال خیل نہ مل نہ
 پیے پیے قشون قشون دتے دتے گروہ گروہ انہوہ انہوہ جوق جوق پیل کے پیل سوار و پیادے سلاح بند آدہ زرم و جنگ چار نظر
 سے شل مور و تلخ اٹھنے چلے آتے تھے اور سبب کثرت روشنی کتاب اور شعلوں اور پشیا خون کے اگر کوئی سوخن بھی کسی کے
 ہاتھ سے اُس میدان میں گر پڑتی تو معلوم ہو جاتا تمام لشکر گنجاب نے اُس شہنشاہ عالیجناب اور ترک جوشن پوش کو بخوبی
 پہچان لیا اور بخور و غل کر کے ایک ایک کشتا تھا کہ داہا داہ کیا قدرت خداوند قادر شہر یار دغا زہا گرد جهان سیکردم

دامان بھر کو پھر دھم نظر نہیں آتا تھا گوشت عافیت بھر گونہ گمان کہیں نہیں مگر قادر ہیں جہنم پر کشیدنی ترک جوشن پوش کی دیکھ ہی
 دین اور چار آئینہ کو عالم حیرت دے تھائی پر اس شیخ آفاق کی جو ہون سے پیا سپریش ہے جسے عیا نہیں کہوت افسوس اتنی تھیں شعر
 ہر جب کہ شمشیر اوکار کرد یہ یکے را دو کرد و دو سا چار کرد شاہزادہ رستم صولت بی بیع الزمان و الامرت یہ حال تھا
 اور ہنگ جوشن پوش کا اور چار طوط سے جھوم اور جھوم فوج کھار کی اور شور غل امار کا دیکھا اور شکر سجا کہ ترک جوشن پوش کا
 اب خدا کا ظہور کوئی صورت اس کے بیکر اور جانبہ کی بیان سے کتنے کی نظر نہیں آتی جو دیار الطیفہ اللہ اکبر جگر سے کیجھا چار طوط بنور دیکھا
 کہ کثرت روشنی سے اہ شمشیر مثل ریزہ روشن اور تمام میدان محرابہ از وادی میں متابون کی روشنی جلوہ افروزے متباب میدہ میسر
 سوار و پیادگان گناب کو سون تک اٹھا جھوڑائی مثل سرد چرخان اور روشنی یثرون اور شکر و ن کی جیسے کہ اکثر پہلیان پہاڑوں کی
 شب کو جلوہ ناہوتی دین میان تو اسوقت از بسکہ مقام میدان حرب و پیکار نظرون میں شاہزادہ بی بیع الزمان امار کی دیکھا صفت
 کھار تھا اور جھوم فوج کھار سے و جھوم آمد باری کی معلوم ہوتی تھی کہ علم اسے سبز علمداروں کے ہاتھوں میں ماند سواروں کے
 نظر آتے تھے اور جھوم لشا فون کے مثل لڑ شمشاد ہر تہہ ہونے تھا سواروں کی کیلین کی سی بلادہ برابر برابر بائیں شامہ جی ہوئی اور
 پلٹیں پیادوں کی گھڑی اور مندی کی کیلون کی طرح سے صفت بسکہ کھڑی ہوئیں چند شامان تھیں نیزہ و شمشیر کی شکل قلم اسے تاڑ
 کھڑے جھوم رہے ہیں اور اکثر زونان شمشیرن رنگ میدان کا مذاق شامے فصل پہلے کھڑے مثل فوسالان گشن کے جوش و خروش
 میں جب سے آگے بڑھے معلوم ہوتے ہیں ایک طرف ہزاروں نامو دے کھڑے پڑی کتوں کی صورت میں لنگ لنگ شکر میدان
 سے کوسوں پر ڈر کے جانے کی ٹکڑوں اور اور حیران پھرتے ہیں اور ایک طرف سیکڑوں ہزاروں نیزہ غوغا جگمگ و خندنگ تھا
 اور نالوں کیلا سے مثل شامہ یمن و مصریہ تین لڑان غالب بیان وہ خون کی آتش سے جیسے کھڑے ہیں ہلکی سا لاد و پلا اور سوار کیلا
 کچھان صوبہ دار و فیو و اسون شکر صوفیہ سے غریب و اسرود اور تھانہ گل مدبرگ بارگ خزان میدہ کے زرخیز شجر خفا کا جمال خستہ
 و انپا گل کھڑے ہیں اور شاہزادہ رستم صولت شیخ رز گار سردار جہاد اور کھارشی سے دل باغ و ہلالہ و چروا اور گلشن گلشن مثل گل کے
 اور کے اکھن میں لختہ شامت سے گلزار چنے نظر تین نیم صیت کے جھوم کے چار و اور جھوم حلا گین غوت کی اکثر وادھن میں جھوم
 و شاہزادہ عالی و باغ بروش گلشن باغ بہت تمام تہہ طہور و دیوبند کو نیام سے کیجھا اپنے باد پائے گلگون خدا کو کہ طائر و خیل
 بے نشان لے مثل اس مرکب گلگون خدا کے بوسے گل کو گلزار عالم میں آتے جاتے کہی نہیں دیکھا اور نیم ہزار تو کھن عاجز و بیکار تھی یکے ہر
 نے اس کے تعاقب میں دوڑ کر خاک اپنے سر پر ڈالی مگر گرم کو آگے پہونچ سکی اس میدان کا مدار میں گرم تاد کیا تو ان واحد میں اسرار
 ہو چا وہ تنجا جلد کہ خیل کہا اہل بیت ہانہ یہی کہ مصریہ لکھ اکائے سے سب تیز کیلا لیا کھ اور شمشیر ہر صرہ ہوا تھا تک
 پھر تو یہ جل تھا کہ شکر اشکائے ابکار یک آدمی اہل کی چلی نام ہر اک کا فر کی لقا ہوں میں تار کی ہی چھائی تھی قوت حیران و خیر
 خوریز سے اس شاہباز امیر صابقرانی کے ہزاروں سوار و پیادے مانند طائران غمی کے پرواز کرتے جاتے جھگڑتے تھے اور
 جھوٹ و دھوکہ کرتا تھا سوار و طر کا فون کا ایک ہی لڑ بختہ آواز میں مثل شامہ گل ظلم کے گراتا جاتا تھا جس کے سر پر چک کر توارا ہی
 برق شمشیر سے ہر کوشل کدابر کے دھڑکے کہ یا خود کو دوپے کاٹ کر کھے اور جھڑے کویتی ہوئی صندہ تہہ شکم کے دھڑکے کئے ناوت سے
 نیچے ہاتھی قاش میں اور غدیہ میں کہ کاٹ کر زیر تنگ اس کہی کد رنگ کے گل گئی جیسے دھڑکے کا لہر مارا کام جان میں اس
 جمنی علیہ امن کے ذائقہ شیرینی حیات ہمدل بھٹی سکات ہوا و طوطی صحران کا زبان پر گلیا جلی دوال کہیں شری مثل غبار کے
 دھوکے دے کر یا دہو چاروں طرف پر سے باغیوں کے مانند چار دیواری با فون کے نظر آتے تھے اب جو دیکھا تو دوان لائے کشتوں کے
 بطور شتون کے لگ گئے میں اور سب جھم کھار پر طاعتوں کے بطور نیزہ گیا اور نہ ہوا دین اور پیش جبروت ان لمونون
 کی بطور چھٹی بڑی جھالی جھڑپوں کے دریاں شکست و ظفر و دور داز سے اس حد بل رزم کے پیش نظر ایک سمت گلزار

اور ہیلیل دراز ترکیب تک پہنچی کہ شاہزادہ بلند اقبال بنام بیچ الزمان پیر حمزہ اور ترک جوشن پوش بنام شاہزادہ
 خاور سیاہ ملک قاسم نعرہ کر کے مئی فتنہ انگیزی اور شہاد انگیزی اور موجود خونی و ہنگامہ پر داری بخون کے تھے سو آج دونوں کو
 افواج قاہرہ پیغمبری نے محاصرہ کر کے چوان لیا اور ایک کسی طرف سے ٹکڑا کر دیا و سلم جانے نہیں دیا اسوقت دونوں دونوں نے
 ہر خندہ کیا اور اپنے زینتوں سے لگا لگا سا جو شہر تھرا جاتے ہیں وہ زعفران کی بوست وشت و شہر دہم کہ عشق ازیدہ عصمت ہوں آرزو بخار باد
 جسدن کہ حکیم فاروس نے تہذیب عالمہ لکھ کر ہر ملک کی ملاوت پیغمبر صل سے کوئی تھی اور دیکھ کہ کمان قرمان کی کشتی نسبتیوں سے
 ایسے پہلوان کا دیکھا ہم سمجھے ہوئے تھے بعد اسکے وہ بخون لاپہن سے بدایہ پیغمبر صل اجل کو ہر تہذیب کثافتہ بھلیا احتیامیکہ ناچار ہر کلاس سے
 بر ملا صاف کہ دیا کہ ای گنجاب یہ تمام فہرہ پر داری اور خوش بخون بسبب جوش شباب جناب والا خطاب شاہزادہ بلند اقبال کہہ کر
 اس خانہ خراب نادان و رامق نے طلق ہوا کہنا سنا اور ہوا کی بجھا ہلو تو اس بات میں نہایت تھیر اور تھیرا کہ جو کہ خداوند اقدس نے
 اسکو طرف پیغمبری کس حساب سے اور کیا اپنی شہیت میں بہر سکھ عطا کیا مگر ایسا انسان آج ہم سب دیکھنا کہ جیسا کہ اس سردار زادے
 حکیم زادے کے مثل فائدہ سرکشی کی وہم کیسا اسکی ہمتیاد کہ رخت کو بھی دیکھ کر طرفہ العین میں خاک میں ملا دیتے ہیں اور اسکو طوق بگون
 مثل قمری کر کے نعرہ کو کو شینگ اور حضور گنجاب جاکے ہمت جھاک کہ سلام کرینگے یہ کہہ کر اپنی پلٹوں اور سب سرداروں اور فہرہ فرج
 کو ہمراہ لے گیا ہو خون آشام اور ہیلیل دراز ترکیب دونوں سوار ہوئے اور شاہزادہ ہزار ہا پیادے کی جمعیت سے اس
 میدان کارزار میں جہان کہ شاہزادہ جلیل الاقدار اور کہ آقا پور پنے تو اب وہ وقت ہو کہ باغبان خاک انرا انجم خوشہ پروں
 گل چاندنی کو در سے شب میں چھپائے سمت مغرب روانہ ہوا اور گلشن جہان میں شہرہ شگفتگی گل خورشید کا مشرق سے تا مغرب ہوا ایسے وقت
 آخر ہو گئی اور بخوبی روز روشن ہو چکا ہو تو ان دونوں سپہ سالاروں نے دیکھا کہ وہ شمع و شعلہ قلاب فرج گنجاب پر چھلپا ہوا ہو
 اور صیغہ پھل کشا ہوا ہو سیکر دونوں کفار کو طمانچہ شہر محمورٹ دیو بند سے اندر صید لا کر کے بھل کر کے خاک و خون میں لٹا دیا اور
 ایک طرف ترک جوشن پوش کا یہ حال ہو کہ سر سے پاؤں تک زخموں سے چھبہ کمال سرد و صروت جنگ و جدل ہو آخر الامر
 جھک کر دھڑکال خوب شمشیر زنی کر چکا ہو تو روز غما سے کاری اور شدت سوزش خون کے فتنہ پریش طاری ہو چلا اٹھیا سے بے پیر
 فوج اعدائے شہر نے کنہین ڈال کر ترک جوشن پوش کو اسیر بنے تقدیر گرفتار دام لاکر شاہزادہ والا تبار نے جو چال گرفتاری
 ترک جوشن پوش کا چشم اپنے دیکھا تو رفاقت اور محبت اور جان شاری اور وفاداری پر اس دلاور کی حسنت و حسنیت
 مر حامہ جاکر نہایت متاسف ہوا اور بصد در و غم ہم با چشم پریم یہ مصرع پڑھ کر ع مدین صدیقہ بہار و خزان ہم آغوش بہت
 پہنچے جی میں سوچا کہ فی الحقیقت سر سبزی گلشن فتح و ظفر در بہار رزم و پیکار کی موقوف اور مختصر نقطہ آب بخشی جناب رحمت باغبان
 قدرت و تاکیدات بلند کائنات پر کسی دلاور اور دلاور و شہرہ کورنگ و بوسے گلزار شجاعت اور اپنی بلند نامی اور سرخروئی پر ماننے والے
 کے پابند رہتا مقتضائے فراست نہیں اور ہوا داری عمر دور و زورہ کو شل گل بھنا عین حماقت اور جہالت ہو جنگ و سردار
 اور بیچ الزمان سوچا چاہا کہ کسی نہیں چوڑ سیکھا شہر مورچگان را چو بود اتفاق پیل دامن را در اندر پوست و یک
 جان واحد اور تیرہ دل لکھو کھا کھا سوار و پیادے دہر قتل اور گزار چار طرف سے هجوم اور دھوم کیسے ہیں پس بقول
 کسی استاد کے شہر ٹری ہو غفلت یہاں ثریا طلسم باغ جہان ہو خالی بد خیام سوچ میں ہر صبح چول ہستہ میں طعنے لگلا کے صلیت
 وقت اور مقتضائے فراست ہی ہو کہ بروز وقت دست و پا جنگ دستانہ اور صید انگنی کرنا اب یہاں سے کل حل غرض یہ سوچ
 ایک نعرہ کوہ شکاف جگہ سے کھینچا کہ لکھو کھا کھا کے سینوں سے انڈا کوک بچھا کے پلکڑ لگا اور دھو دھو و غول و ش بارہ ہزار
 سواروں کا کھوارا بن کھینچے بڑھے ترچھے کیے پرانہ سے سر کر آقا اسی جانب کو مخاطب ہوا اور جو دس بیس اہل ویدہ سامنے
 اور مقابلہ میں آگئے انکو تو ایک ہی طمانچہ ضرب تیغ میں شل ہا ہی و مرغ میل خاک پر لٹا دیا اور ماتی سوار و پیادے بدحواس

ہو کر کچھ دین بائیں کچھ گھبراہٹ میں تلے اوپر بیان کرے وہ ان گرسے کچھ جھاک کھڑے ہوئے اور جو ہوا تو شاہزادہ عالم نے اپنے گھوڑے کو گرم کر کے تار یا نہار اور وہ مرکب برق تھنگ سہا قدر پہلے ہی سے سبب کثرت شور و غل کے خوشنکاح ہو رہا تھا طرہ اس پر ہوا کہ راجہ کے بھتیجے کو طار مارا جیسا ختمہ فیض و طیش میں تھلا کے اور پھر ہلکے سست محو کے ٹکٹ معانہ ہوا نوج کھانے کے چل جاتا اس رسم صولت کا منتقام سے بھکر جوش باغ ساتھ والوں نے سردارہ ہونے یا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا تو ان بھون کو ان ان کر کے روکا اور کہا اٹھو تمہیں کچھ جنون یا سودا یا عقل بلع ہو گیا اپنی جانیں وہ بھڑپ جو بوا سطرے بے مطلب اپنا پاکین دکھانے اور جان کھونے کو اس غازی تہہ چھٹ کے پیچھے اب جلتے ہو آدھی رات سے یہ وقت ہو کہ اس غریب نعل کا سامنا تھا خداوند بیکہ و ہر اس ملک نے ان کو ہتھیار لگا دیے وہ اپنے اپنے تھ پائوں کی اپنی جان کی خیر بگلو اپنے اہل و عیال کی جا کر خیر لو اور ابھی تو لکھو کھا سوار و پیادے بڑے بڑے تھو لیے موجود ہیں جسکا ہی چاہے تعاقب کرے مگر پھر سے غرض یہ کہ کسی نے حوصلہ سرد راہ ہونے اور اس شجہ دھڑکے تعاقب میں جانے کا نہ کیا اب حال شاہزادہ با اقبال سے کہ نہ خون میں جاس شہسوار عرصہ کا نہام کے ہو لگی تو مثل گل شگفتہ اور خندان ہو گئے اور اب ایک جلن سی آئین پیدا ہو گئی اور شدت سوزش ایزاد و رست سے حالت غشی میں سر اقدس ہر نے پر جھک گیا تھا اور راتھ دو فون گھوڑے کی گرون میں محال تھے مرکب با وفانے جو اپنے کب کو بیل حال کڈائی دیکھا تو دونوں کنوئیاں کھڑی کر کے اور دم کو علم کر کے مثل شیر تیرتہ و گرسہ جو سوار و پیادہ چپ و راست آگے پیچھے قریب آسکے آگیا تھ سے پکارا پاون سے مار کر ہاک اور پونہ زمین کو پایا اور سر پٹ صاف نکلا ہوا سست محو جگہ لکھ کر فارسی ترک جوشن پوش کو گرفتار کر لیا اور شاہزادہ رسم صولت کا رخی ہو کر جل جہنم غنیمت جانا اور سرعت تمام گیا اور خون آشام اور طویل و راز تر کیب وغیرہ سرداران تیرہ انجام قید ترک جوشن پوش کی ہراہ لیے بغایت شادمان اور فرحان بھنڈ کھاب آئے اور ہر ایک اپنی اپی جرات اور قوت اور مردانگی اور شیشی زنی پرنا زان ہر مشکبہ اور مترصد اس امر کا تھا کہ ہوا خلعت اور منصب اور جاگیر کے صلے میں گنجاب نے ترک جوشن پوش کو بظرف غضب دیکھ کر کھانا کراؤ کھام اپنے آگے ملی نعمت سے ایسی کو رلی کرنا چاہتیا اور غوط عطیات اور حسامات کا میرے کہ جو میں نے تمہا لیے ادنے ایک ذیل اوقات کو حسیض خاک سے اوج نکلا کہ پر پہونچا دیا جو تجھے غلہ اور قلعہ یا خیر دیکھ تو سی کو میں اب تجھے اسکے قصاص میں کس غذا البیہ سے اراتا ہوں کہ تیرے حال پر ہریان دریا اور عرفان ہو اگر وہ مزاری کریں یہ لکھ کر پھر سخانی حیار کو حکم دیا کہ سخانی تو ذرا اس حکیم فاروس کے گھر کو تاخت و تہا راج کر کے اٹلی مشکین بند ہوا کہ سردار کشان کشان میرے سامنے جلد طلب کرتا اس سے سبب اس ضدی و تکاری کا پوچھا جائے کہ ای بد ذات اہلس صفات ہمارے شمنین کو جو کہ خداوند بیکہ و ہر با اختر سے منحرف نہاد و خداستہ مانی کے پرستار ہیں گونے اپنے گھوڑوں جادی اور اپنا بیٹا مازو کر کے رکھنے سے کیا مطلب تھا اور اس کو کہ جسے انکار نے کا کیا مطلب تھا کہ کچھ خوت قہر خداوندی اور خطاب بخیری کا دل میں نہ کیا اور افشا سے ساز کے ہو جانے میں کج کے دن کا تجھے خیال نہ تھا اور جتنے توفیق خیال اسی کے حکم زیادہ سہولت قدیم نکھار چاری ہر کار و دولتہ ار کا جو اس و شش خد کہ گرگ مثال مار سیم نکلا اپنا مقرب خاص کہ کے اس رہتے اور مرتبے کو ہو بخیا کہ خاک سے پاک کر دیا اور اپنے سردار دن اور دولتواہ نکھار دن کی عرض محوض کو باعث رشک و حسد کا جان کے کچھ خیال نہ کیا چنانچہ سب ان کو گنجاب علیہ امن و انزاب کے سخانی حیار ناوکا نے اس وقت چوتراہ کو توالی سے طرہ باز خان نامے افسر کو بلا کے حکم دیا کہ تم دونوں ہرا پیادے اپنے ہمراہ لیکر جھٹ پٹ جا کہ حکیم فاروس کو پکڑ لاؤ اور اس کے مال و اسباب کا قلیقہ بلا قبلی کر کے جو کچھ نقد و جس و بھینہ لے آؤ خیر دار غلبہ تصرف کیا ہے کہ انہو نے پائے اور رعایت مرد سخی و سفارش کسی کی نہ ہو طرہ باز خان اندرون بارگاہ سے نکلا نہایت شادمان اور فرحان ایک ایک اپنے ساتھ والوں یا دون سے یہ کہتے ہوئے کہ کاشی کو جلد و ڈاؤ اور دو ہزار نو جوان کو کہ بندھو کہ بلا بھیج میرے ہمراہ چلیں اور حکیم فاروس کی گرفتاری اور اس کے گھر کی قبلی کے واسطے مجھے پیہر برسل لے حکم دیا اور میرے

اور کسی کو گنجاب مجتہد اور متدین اور مبارک و متفہم نہیں سمجھتا۔ ایسے وقت پر ایسے کام میں میری یاد ہوتی ہے جلدی سے شکلی بالون میں کی اور ایک آدمی سے کہا کہ ڈرائنگ مار میں بھر کے جسد لاؤ جب تک لوگ آئیں بن ایک دم حقے کا لڑی لون بھی ہی باتیں کر رہے تھے کہ سامنے سے دو ہزار پیادے کالی کالی گڑیاں کالے کالے انگر کے زرد وشنی میں رنگے پا جائے پئے تو یہ اربند تین کا نہ خون سا سینکڑے کمرے لگائے تو اربین چھیاں انھوں میں پڑے ٹرکی اور سرسنگا پھونکتے ٹوہل اور تاشے پاتے پونچا کچھ پائین کینے تیر وکلان لیے کچھ عیا بھی صلحہ کندہ ان کے انھوں میں شیچے حامل کے پشت پر تو بڑے تھرون کے لگا لکے تیرے بدلتے تاج سر پر رکھے قنطورے زربقی پاتا ہے سقر لائی ہاندھے کچھ بیلدار پھردے دالے کچھ بڑھی درود گر غرض ایک مجمع کثیر انہو وغیرہ سے وہ لوگ پونچے اور طرہ باز خان ایک سرسہ کی پی سر پہ باندھے بڑی بڑی کالین چھوڑے خوشبودار تیل آئین پڑا ہوا کھڑی کھڑی موچیں اور آدمی کا انگر کھا آستینوں میں کھربا کی ہوئی پئے دوپٹے کمر سے ہاندھے کو تہ خالی کشاری کمر بن لگائے تو اربانہ میں پانچا بڑے پانچوں کا بنائی نقش نبی نوک کی پائون میں پئے گجرے پھولوں کے گلے میں بیٹھے ہوئے وہ کورہ مدارے خوشبودار تھاکو بھر ہوا پئے خون کے جھل تفتے اکڑتے موچوں پر بل دیتے ہوئے ایک ٹوہر کڑے گلے میں کوئی شو بلورز لنگلے کے برنجی پڑی ہوئی چار جاہر بہت تکلف کا کھنیا ہوا سوار ہوئے اور بڑی تھکت اور کمر و تخت سے بطور دھڑکے روانہ ہوئے وہاں ازبک حکیم فاروس ایک شخص جہاں دیدہ سردار زمانہ چشیدہ آئے جس وقت سے یہ حال سنا کہ یہ غلغلا ہر دو خون کے سر کے کا ہر عجزہ کی فوج سے نہ تھا یہ تمام غصہ اور فتنہ انگیزی اور غزنی لنگر گنجاب پر نہات پاک جناب شاہزادہ بلند اقبال کے تھی جیسے میں نے اپنا فرزند گردانا ہر سو وہ آج زخمی ہو کر شاید کل گئے ہیں اسی وقت سے اس زمانے روزگار نے یہ خیال مال اندیشی اپنی نجات اور حفظ آبرو واد جان کے دھڑا ایک عرضی غفلت کی عرضی شعور غفلت کا ہون میں حاجت گراؤ نہیں ہو چاہیں ظلم کریں آپ کچھ گناہ نہیں خانہ زاد ہر دلی نکو اور قدیم نے سبب لاطلی کے غلط محبت دل سے فی الحقیقت شاہزادہ بلع الزمان کو اپنا فرزند نامو کیا تھا اور گویا فلک دون پرور غلہ نواز کو یہی حیلہ باعث میری خانہ بدوی اور عیسیٰ اور ہلاکت کا ماتہ اگیا جسے آج ہیچ محبت اور سر رشتہ پوری اور سپری مجھ خانہ زاد پر غرض عتاب پیغمبر صل گنجاب کا نزل ہوا چاہتا ہوا کیا جانیے کس خدایا ہم سے غلام گردن مارا ہے چونکہ غلام اب بکراپ کی داتا والاصفات کے اور کوئی اس ہالان کیسی اور یاس میں مانند ذائع جہاز کے کوئی ذریعہ اور وسیلہ اپنا کہیں نہیں دیکھتا غریب دریا کے خار و الہم پر ازان راہ قفضلات خاوندانہ اس وقت میں میری دستگیری اور اعانت کر کے اس گرداب بلا سے نکال کے ساحل مزہ پونچا دے اور حفظ آبرو واد بھی پیاسے تو بعد از غلام نازی اور خانہ زاد پروری نہیں لکھو بحضور فیض گنجر ملک کو ہر ملک کے بے عیبی تھی وہاں حال ملک کو ہر ملک کا نیٹے کہ آئے جس وقت سے معرکہ میدان جدال و قتال میں حصاری ہو کر افراط مزہما سے کاری سے غش انا اور انشا ہے حال ہو جائے شاہزادہ بلند اقبال کا اور بے تکلفانہ گھوڑے کا بہت صحرانہا اور بعد ازان گرفتار ہونا ترک جوشن پوش کا سنا تھا یہ کمال حزن و ملل خاموش اور خود فراموشی روری تھی اور خیال مال اندیشی حتم کیم اپنے ہی بی بی کشی تھی شعور عجیب و دریت در دل اگر کویم ربان سوزد و دردم در شتم ترسم کہ مغرا تھوان سوزد و اور بھی یہ وہ ہندی کا پڑھ کر دو ہاپیت کرے سکے میں کو تو سب سکے گھوہرے ہو گئے کا سپنا بھیو بکھ بکھ پھٹا سے سکے ہلاکی تھی اتنے میں وہ عرضی حکیم فاروس کی جوانی اور ملک کے لکھو لکھو پڑھی تو مضمون و شت شتون حکم تخت و تاراجی اور گرفتاری حکیم فاروس کا بچہ محبت شاہزادہ والا تربیت پڑھ کے بنو رصہ نہ جانکا اور تصور مصائب شاہزادہ عالیجاہ اسی خیال سے چلے

دو ذکریہ طبیعت وہ تازک مزاج	انکی سر کوٹھارے وہ لا علاج	ہوئی جوش و خروش میں جیسے سیر	ایک نوج کر سر کے بالون کا گھر
نہ تھا انہوں کا غم کسی کا آئے	پڑے لائے عاشق کچھ جیسے کچھ	خوب رویت کے اور ہوس اپنے ہی کی نکال کے ملک عوہ مضائق	
کے پاس گئی ملک عوہ خاتون نے اپنی تخت جان و جگر قرۃ العین نور بھری بیٹی ملک کو ہر ملک کو جو بایں فتنہ حالی شہ تماشا ہوا			

انھیں لال ہوئے سوچے ہوئے بال سر کے پریشان نہایت غموں کا اس اندیشہ سے ہوئے دیکھا جوش قون جگری اور فرط محبت اور
 آنکھ لڑائی کو اپنی چھاتی سے نکالیا اور بہت سہا پیا کر کے پوچھا کہ واری مان صد تخییر باشد نصیب شہنشاہ طبعیت کسی ہو تھا رانہ کو کون
 آترا ہو اسو چلے آتے ہیں باعث تکرار و افسردگی خاطر کیا جو کسی نے کچھ خلاف آداب کوئی کلمہ منہ سے نکالا ہو تو میں اسکی زبان گدی
 کی طرف سے نکلواؤں کسی بات کی نگو تکلیف ہوئی ہو تو مجھے کہو اسد رجبہ غم اور اس کہیں ہو آخر کچھ معلوم ہو ملک گو ہر ملک کو تو
 پشت گریہ چکی سی ملی ہوئی بات گرہ در نکلو تھی ابھی مان کو کچھ جواب دینے میں پائی تھی کہ دلدار ام اور شعرو وغیرہ خاصوں نے ملک کی
 دست بستہ ملک غنچہ خاتون سے عرض کی کہ حضور حکیم فاروس نے بسبب لاعلمی اور غفلت بخت اور گردش اپنے دلون کے جسکو اپنا
 بیٹا کیا تھا اور گنجا ب نے شاہزادہ بلند اقبال خطاب دیا تھا وہ شہر میں کہ شاید شاہزادہ بیع الزمان ہر جزہ صاحبقران امیر
 گیتی ستان تھے اصل ملک کہتے ہیں کہ وہی بخون بھی آکے فوج منبر پر مل پر مارے تھے اور آج رات کو وہ گھیرے گئے اور لکھو کھا سوار اور
 پیادوں میں سیکڑوں کو قتل کر کے سیکڑوں کو زخمی کر کے آپ بھی زخمی ہوئے مگر کڑے نہیں گئے میدان جنگ بجال سے ملنے نکلے کسی
 کو چلے گئے ہیں اس حصہ میں جنھوں نے تصور کیا انھیں تو پکڑ سکے اب اپنے دل کے پھوپھوٹے ہوئے کو ان تالاف سرداروں اور فوج
 و سپاہ کے افسروں نے کچھ بغیر پرسل کو بھڑکایا اور سکھا دیا کہ تیر غیری حکیم فاروس پر نازل ہوا اور حکیم صاحب کے پکڑ لانے اور گردن
 مارنے کو حکم ہوا اور پیادے تلو تالی ہوتے کے انکا گھبراہٹ ہوئی کہ گئے ہیں غنچہ خاتون نے کہا وہ تو میں نے ہی سنا پھر اس
 نے کیا مطلب ہے جو جیسا کر لگا ویسا پسینا کھنکھاتے سب خاک میں ملو یہ تو کہو کہ ملک اس طرح سے رو آہستی اپنے دیر دن کو خاک میں
 ملائی سرپردہ ہتر ماسی بیان کیوں آئیں اُسے تو کسی نے کچھ نہیں کہا کسی نے کچھ سچ اور صدا کو تو نہیں پوچھا یا ملک گو ہر ملک نے
 پھر اپنا دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹ کر کہا کہ واہ دادا مان تم تو خوب انصاف کرتی ہو اگر قصیر وار تھا تو اسکا بیٹا تھا اسکو کیوں نہ
 سب نے پکڑ لکھا لاکھوں سوار و پیادے و دہشتہ کیا اندیشہ ہو گئے تھے کیوں کل جانے دیا جب وہ پکڑا آتا تو باوا جان ہوتا
 وہ تیر پر اسکو دیتے تھے تو کچھ زور و جلا میر حکیم صاحب نے کونسا قصور اور جرم و گناہ ایسا کیا ہے جسکے قصاص میں اُنکے
 پکڑنے کو گردن مارنے ٹوٹ لینے کو باوا جان نے فوج بھی بوجھے حکیم صاحب نے گود میں کھلایا بیٹی بیٹی کہتے زبان خشک ہلتی
 میرے نام پر وہ لاکھ جان و دل سے ہمیشہ شاعر رہتے ہیں اُنکے اگر دے گئے کو ایذا پہونچائی اور میں سنوگی تو اسی وقت اپنی حسان
 باوا جان پر دیدگی یہ باوا جان کی سرکار میں انصاف نہیں ہو عجیب شخص ہے عدالت نہیں ہو کر جاسے مچھون والا پکڑا جائے
 ٹاٹھی والا غنچہ خاتون نے اپنی اظہیر ملک گو ہر ملک باتو قیر کا دریافت کر کے پہلے تو گو ہر ملک کی آنکھوں سے آنسو اپنے ہاتھ
 سے پونچھے بہت سی دلموئی اور خاطر واری اور سلی کر کے کہا کہ بیٹی تو تو جانتی ہو کہ سب بیٹوں میں جو محبت تھی وہ کسی سے
 نہیں تیرے دشمنوں کی سر موئیا سے مجھے اپنی زندگی بخون ہو جاتی ہو اور یہ بات تو واری سچ چکی آئیں کوئی مجھے بھروسہ کیا ہو کہ
 کر سیکا شعر کو دے کر بھل پر بود + نزو اہل خرد کبیر بود + واقعہ کوئی کسی کے دل کا حال کیا جانے حکیم فاروس نے اُسے اگر
 غم و بخت بیٹا کیا تو اس جرم پر واجب تھا کسی طرح سے نہیں ہو سکتا اگر بخون مارے خونریزی کی جو کچھ جرم و خطا اور مفسدہ
 کیا بیع الزمان ہر جزہ نے کیا تھا اسی اپنے باوا کو کیوں نہ پکڑے تیر پر دی وہ تو لکھو کھا سوار اور پیادوں میں نامردان
 کے سر جو تیان مار کے چلا گیا اسکا تو کچھ نہ کر سکے بیگناہ اور بے قصور چارے سیری بیٹی کے حکیم فاروس کو غریب و عاجز
 و ناچار بیوا رٹا بھکر مک دیا کہ کچھ لاؤ اور اسکا گھبراہٹ لو اس بد ذات کی وہی شل ہو کہ عراقی سے زور نہ چلا گدھیا کے کان
 مڑا رہے اسے ان کو اسکوئی چھو کر دیوڑھی پر جا کے حکم ہو پونجا دے کہ ایک چوہدار جا کے قاتل زنگی اور قاتل زنگی
 میرے دونوں خاندانوں کو بھلا لائے چنانچہ ایک کوٹھی نے سارے دے کے برابر جا کے محلدار سے کہا محلدار
 دیوڑھی پر سے ایک چوہدار کو بھکر ان دونوں چنبی چون کو بلوایا از بسکہ چنبی سے وہ دونوں محل میں پرورش پائے ہوئے

ہیں اور ملک گوہر ملک کی بات کا دو چار ہر ملک کے دو دھڑک بھائی بھی ہیں تو ان سے کوئی محل میں پردہ نہیں کرتا وہ میا ختم اندر محل کے
بھونکے غنچہ خاتون جگہ کے بھرا کر کے عرض کرنے لگے کہ حضور کج خانہ زادوں کی کیسی لڑائی ہوئی ہر ملک غنچہ خاتون نے اسے کہا لاہر ہو
پہلے تم مجھے یہ مفصل بیان کرو کہ تم خانہ زاد ہمارے ہو یا گنجاب کے اور گنجاب سے اور مجھے اگر بخش ہو جائے تو تم دونوں کے
شریک حال ہو قاتل زنگی اور قاتل زنگی دونوں نے اتفاق بہر دست ملو بلکہ عرض کیا کہ ملک آفاق عسائی موجب رفاہ ست
اگر ہے حضور پختی میں اور سچ کھلاتی ہیں تو حق یہ ہے کہ ہم دونوں خانہ زاد زرخیز اور غلام ملک پروردہ کی ہیں آپ کے جھگڑے سے پیغمبر مرسل کو بھی
جانتے ہیں انکا پاس اور ادب کرتے ہیں ورنہ قطعہ گرجہ آفاق پر گرد زلف میں دم + درمہر عالم بود کاؤں دار او قباوہ جز تو نشاۃ
راہ و در چشم نور + جز تو نشاۃ کے راتا تو انم لب کشود + ہر کو حضور کے حکم کی تعمیل از جملہ اجابت ہوا بھی حضور ارشاد فرمایا میں تم سے
اسکا سر کاٹ لین غنچہ خاتون نے فرمایا شاہ اش یہی چاہیے خیر اب ہم کو حکم دیتے ہیں کہ گنجاب سے بیحد و قصور میری بی بی ملک
گوہر ملک کے حکیم فاروس مردیر اور بیگناہ کو بھرت کر کے پکڑ لانے اور گردن مارنے کو اور اس کے گھر بار مال سباب کے
غصبی کرنے کو تو اہل چوتڑے کے پیادوں کو بھیجا تو ہم جلد اپنے ساتھ کے سوار لیکے جاؤ کہ حکیم صاحب کو کسی طرح کا صدرہ اور خنجر
حرام راوے پیادوں کے ہاتھ سے نہ پہنچنے پائے اور عزائی موت اور آبرو اور جان میں ضرر و خلل نہ پڑنے پائے اگر ایک کو ٹری اور ایک
پیسے کی چیز نہ انکی کسی نے دست اندازی کی ہو تو اسکا ہاتھ قلم کر ڈالنا اور پاس سی ہر سفارش کا اور آداب اور لحاظ اور مروت اور
خاطر کسی کی نہ کرنا جھٹ پٹ بھڑوا مان لیکر میرے پاس مجھ و پھر آگے جیسا کہ ہو گا میں بھونکے قاتل زنگی اور قاتل زنگی دونوں
جیسی بھونکے عرض کی کہ خانہ زاد ابھی جگہ کے حکیم صاحب کو بھانٹت اور بخوشی دھرمی تمام یہ کہتے ہیں اور حضور کے اقبال سے
کیا بھال کسی کی جو حکیم صاحب کی طرف ہر نگاہ بد دیکھو کے ایذا پہونچا تو درکنار اور مل اور اسباب کا اگر ایک ایک بجائے تو غلام
نومہ داہین یہ کہہ دو دونوں جیسی بھونکے غنچہ خاتون سے رخصت ہو کر باہر نکلے اور اپنے اپنے گھڑوں پر سوار ہو کر ہستی ہزار
سواروں سے روانہ ہوئے اور آٹھ راہ میں دو دل ہو کر قاتل زنگی تو چالیس ہزار سوار زنگیان خوشخوار اپنے ہمراہ لیکر
واسطے عاصیہ کر لینے یا دگان چوتڑے کو تو اہل کے اور قاتل زنگی چالیس ہزار سوار سے واسطے خلافت مال و اسباب اور
ناموس اور گھر بار و حکیم برصوف کے بعد اجدا ہو کر چلے تو اہل قاتل زنگی اس وقت قریب چوتڑے کو تو اہل کے پہونچا کہ پیادے
چوتڑے کو تو اہل کے حکیم فاروس کو مطلقہ اسلسل کر کے عین چوتڑے کے تلے پہونچ چکے تھے اور سامنے سنجائی عیار
برآمدے میں چوتڑے کے بیٹھا ہوا حکم دے رہا تھا کہ اس کو ام پیر فرقت تیرہ انجام حکیم فاروس کو اعرا ب پیر بھلا کر جلا ہوا
شہر میں پہونچا اور ابھی گردن مار کے اسکی لاش کو ہاتھی کے پاؤں میں بندھوا کے ساتھ شہر میں تشہیر کر دو اور ہر سیک
افغان دروازے میں ہر جگہ جہاں گدہ گاہ خاص و عام و چھینکے میں رکھ کر لٹکا دو کہ اوسوں کو جھرت ہوا نہ کوئی مڑکب ایسے طریق
مکاری کا نہ ہونا گاہ چالیس ہزار سوار سے قاتل زنگی کو جو اسے کیا سنجائی عیار تو جھٹ پٹ چھپ کر چوتڑے کو تو اہل کے اس پار
بیکل گیا اور سیدھا براسے اطلاع گنجاب بھائی قاتل زنگی نے اپنے ساتھ والے سردار جن سے کہا کہ ان پیادوں
پاچیوں کو تلوار سے تو خبردار کوئی نہ مارنا کوڑے مارنا شروع کر دو اور حکیم صاحب کو چھین لو ہر چند ہر کار سے چسپا سی اور
افسر و پیادے وغیرہ نے چوتڑے کی وادہ فریاد کر کے کہا کہ ان میان کیا کرتے ہو بندھوا پیغمبر مرسل کا ہوا انجام اسکا پچھن
جستجوئے نے کچھ خیال نہ کیا اور ہمارے کوڑوں کے کسی کو تو اہل کھینچنے تک کی فرصت نہ لینے دی ہزار بارہ سو پیادوں کے بدن
کو پاش پاش کر کے زمین میں پھڑکا دیا اور صاف حکیم فاروس کو چھین کر ہتھکڑیاں اتھون کی پٹریاں پاؤں کی تھپ تھپ میں
حلے سے کٹھکے اپنے ہاتھ لکھوڑے پر سجا کر لیا اور بھونکے غنچہ خاتون روانہ ہوئے اور وہ ان قاتل زنگی کا حال سننے
کہ جس وقت چالیس ہزار سواروں سے حکیم فاروس کے مکان پر پہونچا تو اسنے دیکھا کہ وہی طرح پاڑ خان مجھدار کوئی

ہزار بارہ سو زیادہ ساتھ لیے تمام مال و اسباب نقد و جنس حکیم صاحب کے گھر کا نکلو اگے باہر دیوانہ خانہ میں جمع کر کے تیار لگائے ایک شہر
کا فخر لکھواتا جاتا ہوا اور اپنے ساتھ والے پیادوں سے کتا بڑا شکاریاں و خبردار زہاد ہے چھپا کے کوئی شہر و دیوبالا بلا کر جانا
یا تو تم سب جانتے ہو کہ میں پانچ روپیہ کا نوکر تم سب کا افسر ہوں اور جو پتھر جڑل سے کہو لگا وہی ہو گا دیکھو نشان کے تلے سب کو
قصر کھانا پڑیگی ایک پیسے کا تاج لہرے نمونے پہنے پھر آگے میں ایسا طرح اور طالع بھی نہیں جو کہ تم سمجھوں کا حصہ رہے جو پتھر
ہو گا تمہیں بھی حوالہ کر دوں گا ابھی وہ جھوٹا رہی اپنے ساتھ والوں پیادوں سے کہہ رہا تھا کہ سامنے مقابل زندگی کو مع چالیس ہزار
سوارانہ لگیان مردم خوار کے ہوا کے دیکھا تو پیش خود یہ تجویز کر کے کہ یہ بھی میری مدد اور تائید کے واسطے آئیں وہیں سے گھبرا
ایک بانگین تین گنت سے صاحب سلامت کر کے کہنے لگا کہ کچھ اب آپ کے آنے کی احتیاج نہ تھی میں زیادہ شہر بچ گیا ہوں کہ
اس جھوٹے کی نوکری کی بدولت تمام شہر سنجان کے بڑے بڑے سپاہیوں و زبردن کے گھوڑے اچھوٹے اچھوٹے کو میں نے ایک پٹل
سے قدم کے نہیں بڑھانے دیا اور بڑے بڑے منصوبہ باز شاطرون کا میرے سامنے رخ نہیں پڑا اس پچاس حکیم کی تو کیا
اصل و حقیقت تھی میں کب کا تمام مال و اسباب نقد و جنس دستبرد کر چکا ہوں بیان خاتمہ بالآخر بازی مات پر پھر تم صاحبوں کو نصیحت
اوقات کرتا کیا ضرور مقابل زندگی نے یہ گھٹکے ہماری و طاری اس جھوٹا کی شکل اپنے ساتھ والے سواروں سے اخلاہ کیا
کہ ان ذرا اس طرحے جیلے حرام زادے کی مع ان کے ساتھ کے پیادوں کے ایک ایک پانوں کی جوتیان تو او تو و الو خبردار اور کسی
جوتی پلار نہ کرنا کو طے ملنا وہ جھوٹا کجادی سواروں کی دیکھ کر اپنے جی میں نہایت خشم و اوجھان ہو کر کہنے لگا کہ صاحب
ہمارے ایک ایک پانوں کی جوتیان اتروانے سے تمہارا کیا مطلب ہو قاتل نے کہا کہ جھوٹا صاحب کو قتل غلبت کر کے
یہ بھلیا اپنے اچھوٹے جھوٹے جھوٹے گھوڑوں پر سے اتر کر تمام پیادوں کو می صرہ کر لیا اور تلوار میں کھنکھچ کر کہا بس جوت
اسی میں ہر کہ اپنے پانوں کی ایک ایک جوتی اتر دو پیادوں نے اسے ڈر کے جھل جھل ایک ایک جوتی پانوں سے اٹار کر ایک دھیر
لگا دیا تب مقابل نے اسی قرب جوار کے چار کلو انجوائے اور اسے دو ہر جوتوں کے ہوا کے ایک تو ان جوار کے گلے میں ٹھوڑا
اور دو سراٹھ کے گلے میں ڈال کے جھینوں سے کہا کہ ان اسے کوئی دیکھو حکیم صاحب کے مال و اسباب خاتمہ میں کہیں کوئی
کتاب آتی باور چھانڈ کا ہاتھ آجائے تو دھوڑ کر جلد اور جھینوں سے بچتی طرف جودان سب لوط میں آئے دیکھے تھے انہیں سے
ٹھوڑا جھل کے قے محال لیے مقابل نے کہا کہ ان تو دھکی سپاہی سے جھوٹا صاحب کا منہ خوب مسایا کر کے کہہ دے کہ آپ اپنے
تلوار پر سوار ہو کر مجھ پر غیر مسل تشریف لیا میں جیٹوں نے جھوٹا کو پکڑ کے تمام سپاہی ان تو دن کی آنکھ پرانے کی ہر جھوٹا
صاحب وادیدار کر کے چھاپنے کے کہا کہی کہ او مقابل زندگی میں مرد قہار پرست بڑا زینت پانچ روپیہ کا نوکر ایسا تھے کسی بات
میں زبردست نہیں یہ کیا جھوٹ اور نہ مدتی تم کرتے ہو میں نے تو کام سرخروئی کا کیا ہو میرا کلام نہ نہ کرو مقابل نے کہا کہ
چپ رہو اب بذات ہم شجوا ہونا ہم رنگ ہونا کے چھوڑ دیتے ہیں یک رنگ ہو رہنا اچھا ہوتا ہے خیریت اسی میں ہو کہ اپنی جان بچا کر
جلد یہاں سے چلا جا اور جس وقت تو اس صورت سے گنجاب کے پاس جا بیگا تو یہی باعث تیری سرخروئی کا ہو گا تو نہ پٹل
نہیں جیٹو مثل کا لائے کر جب تک کھلا ہے تب والوں میں اہل پاؤ سے اور تو امتحان کر دیکھ کہ ابھی تیرا منہ ہی رو پیہ درانا
سکار سے جواب جو غیر مسل تیرا منہ دیکھنے کے تو بہت سا اضافہ تیرا ہو جا بیگا اور جو بیان زیادہ کہ سبک کر دیا تو اب بذات
ابھی تجھے فوج کر ڈالو گا جھوٹا نے کہا بہت خوب بہت جھوٹا ہے فرماتے ہیں دیکھو تجھے کہ ہم بھی سپاہی زادے کو تو الی جوت رہ
کے پیادے ایسے دھندلے اور اپنی بات کے پورے میں کہ اگر اسی طرح سے غیر مسل کی بارگاہ میں نہ جائیں تو پھر ہکو صحت
پرست نہ جائیو اور جھوٹا صاحب نہ کتا اقصیٰ یہ طول دینا تا چند مختصر یہ کہ وہ جھوٹا تو مع ہزار بارہ سو پیادے اپنے ساتھ
والوں کے تلوار و اہم ہو کر اسی صورت سے سمت باگاہ گنجاب روانہ ہوا اور مقابل زندگی نے تمام اسباب نقد و جنس

حکم فاروس کا پھر اٹھانے کی سی مکاں میں بخت و ملت تمام بکھو دیا اور سو سوار اپنے ہمراہ کے وہاں مقیمہ کو کے حکم دیا کہ اگر کل آفاق تمام
 لشکر گنجاہ کا تہہ کریش کو پہلے تم ایک سوار کو دھڑا کے پکڑو خبر کرادینا بعد ازاں تا وقتیکہ تھوڑے سے دھڑ پر سر رہے خبردار خبر
 کسی کو بیان تک آگے قدم نہ بڑھانے دینا اور ایک آدمی دھڑ کی چیریم صاحب کی ضائع جانے نہ پائے یہ کہہ کر قاتل زنگی بھی ارجح
 کہ کے حضور ملکہ غنچہ خاتون جاتا ہوا یہاں جب تک شہ حال ان جمدار صاحب کا بیان کیا جاتا ہوا کہ جمدار صاحب جب بطور
 سوار ہو کر چلے گئے تو تھوڑی دور پر جہ کے ساتھ واسے پیادوں نے ہر چند کہا کہ جمدار صاحب نہ اتنے اور یہاں تالاب ڈیو یا
 کسی قبیل پر تھم دتہ دھوڈا لیے اور مار کو گلے سے نکال کر پھینک دیجیے تو چلے جمدار نے جواب دیا کہ تم سب محض نادان اور حق مانجی پھر کا
 یقین میں مدہ یہ کہ پیادے تو کھو جاتے ہیں اور خاندنوں کے مخرج کا کیا معلوم ہو اور تم وضع داری اور سپہ گری کیا جانو
 میں یا یہاں دیوانہ اور احمق نہیں جواب یہ جوتوں کا ہار اپنے گلے سے اتار دین اور کالائٹھ کر کے پھر آپ دھوڈن تم ہی ضد اوند لقا کی
 اسی صورت سے سامنے پیغمبر سل کے جانوں تو سہی کوئی چاہے کہ یہی باتوں میں ہری وضع میں یہی سپہ گری میں وغلان کے
 ہٹا کے فرق لائے سو بھی نہیں ہوگا ہوا سے نہ سے جواست کلی وہ کلی مصرع ہر مرد کہ گویا کندن بہ از دست ہر غرض کسی طرح سے
 جمدار نے پیادوں کا کٹنا نہ لایا ورنہ وقتیکہ بیرون شہر چلا گیا کسی نے کچھ نہ کہا جبکہ آمد دن شہر سجان ہو چکا تو یہ صورت جمدار کی
 دیکھ کر ایک شخص ستم کالا کے جوتوں کا ہار اپنے گلے میں پٹا ہوا ٹو پر سوار اور گرد و پیش ہر مرد ہوا سے ایک ایک جوتی پاؤں
 میں ہر کالی کالی دریاں گلیں سب ہتھیار لگائے خاموش اور خود فراموش چلا آتے ہیں ایک ساگم ہولی کا بھکر تاشا کی جگہ
 ہزاروں نہ پھلے کے بارہ بار تیر و تیر و برس کے سیکڑوں اور جوان گھوڑا گندے شہر کے غریب و غرا دونی اعلیٰ کے بیٹے ہونے
 وہ ٹپڑے ہاتھوں میں خیریاں مرچیاں دھو لکین پھرے لیے ڈٹے جہاں تے تالیان بیتے چار طرف سے ہتھتے تھتے ماتے دھتے
 چلا تے تھجک پیادے کسی کو منع کرتے یا بڑے تلوارین پر طے کے مابنے کو دھرتے تھے اسوقت جمدار صاحب نہایت درجہ ہر دم ہر دم
 کہتے تھے کہ تم کون ہو جو سب کو منع کرتے ہو میں تمہارا جمدار فسر ہو کے تو کسی کو منع نہیں کرتا اور چاہتا ہوں کہ یونہی میرے ساتھ
 چلے لیکن تم خلاف مرضی اور بدرون میرے حکم کے روکنے اور منع کرنے والے کون ہو وہ پیادے سب چپ ہو جاتے ہیں غرض
 اوست بھر سے سید کہ قریب پانچ ہزار نوڈوں کے ساتھ ہو گئے اور کھال خیریاں وغیرہ بجاتے قریب بارگاہ پنیمیری ہو چکے
 جمدار صاحب اپنا ٹو بڑھا کر چلتے تھے کہ ہزارہ بارگاہ میں قدم رکھیں کہ چار طرف سے خاص بردار و رہبان مرد ہے چوہدار
 ہصارہ اسان دان کر کے کون کون ہو ابے او سخرے سانگیے بدرون حکم پیغمبر سل کے یونہی بے ادبانہ کمان چلا جاتا تھا
 کہ روکین جمدار نے قویہ کے حافر من فلان جمدار کو تو الی چوتھے کا لازم پیغمبر سل ہوں مجھے کیوں روکتے ہو جسکا جو روپ
 زور اور قابو ہو گا اسکا یہی حال ہوگا اور یہ میرا تھم کالائٹھ ہوا یہ تو پیغمبر سل کا تھم کالابو ہوا ہر مرد ہے چوہدار و رہبانوں
 نے آخر کہ جبکہ بچانا اور جاننا کہ فی الحقیقت یہ طرہ باز خان جمدار قدیم جوتہ کو تو الی کا بڑا کی ممانعت کبھی نہیں تھی اسوقت
 اتنا کہ کالابو جمدار صاحب تم ذرا غصہ جاؤ ہم پیغمبر سل سے تمہاری اطلاع کر کے اجازت لے آئیں تو تم اندر جاؤ آئیں
 جمدار تو چاہتا تھا کہ ذرا غصہ بھی جائے مگر چلرون طرے سے نوڈوں کا اور تاشا یون کا اسد رجہ روڈا اور بلوہ ہوا کہ ہر چند
 چوہدار و رہبانوں ہصارہ دارون نے سوئے اور حصے ان سبھوں کے مارے مگر توبہ و استغفار و شیطان میں نوڈوں
 کا ہزار و لا اور بلوہ تاشا یون کا کوئی روک سکتا تھا سب بیباختہ اندر بارگاہ کے گھس گھس جمدار بھی اسی روئے کے
 ساتھ مع تمام اپنے پیادوں کے اندر بارگاہ پہونچا اور شور غل جو بکثرت شدت ہوا تو گھبرا کے گنجاہ چاہتا تھا کہ پوچھے
 یہ کیا ہنگامہ ہے کہ ناگاہ وہ جمدار سامنے گنجاہ کے جلے ٹو پرست کو دھڑا اور تمام بارگاہ نشین ان ان کر کے کہتے رہے
 کہ اے کو تو الی کے لوگینا اس عزت گستاخ سیاہ و شوخ چشم کو یہ کون ہے جبے ادبانہ دیوانہ دار بائین بہت و صیبت بارگاہ پنیمیری

میں چلا آیا احمد نے جلدی سے وہ جوتون کا باز پنے گلے سے آکر لٹکیا اب کدو بر وچیکارو باد اور بند کما کیس طرح بازخان مجد کو تالی
چو تر کا سکوا کا قدیم ملازم اور نگوار ہون مگر جو میں بی بی بی پر قایض سوگا اسکے نوکر کا تو کیا اسکا خودی حال ہوتا ہو قاتل مقاتل جیسی خون
خانا ملک آفاق ملک غنچہ خاتون محل خاص نے یگانہ حکیم فاروس کے مال اسباب نقد و ضیں کی قبضی کرنے اور حکیم فاروس کے
اقتصادی کر کے لانے کے عوض جن منہ کالا کر کے جوتون کا رخصت و داد کیا حکیم غیری پر سب صاحب چشم عدالت اور منظر انصاف
دیکھ کر فرماں میں کہ یہ لاشہ سر ہونا غیر مرسل کے دشمنوں کی دیباہی ہو گنجاب سے مدد جوتون کا اپنی سند کے قریب گرتے دیکھ کر دوسرے جوتون
کو یہ حکم کرتے جو سنا تو اپنے دل میں نہایت میل اور خفیت ہوا وہی جن خیال اسکے کہ ملک غنچہ خاتون اور میری بی ملک گوہر ملک بھین پر
کہ مجھے بہت انداؤں اور کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں بہت سا خائف و ترسان حیران و پریشان نہایت و ہم در ہم ہو کر کہنے لگا کہ اسکوئی حاضر
ہو بلا اس پاجی بذات کو یہاں سے نکالو اور پاجی لان کر کے زندہ خانہ میں ہونچا دو میں دیکھا غضب کیا میں نے کیا حکم دیا کہ حکیم فاروس
کو قید کر دو اور اسکا گھر برباخت و تاراج کر دجیسی اس ملعون حرافر دے پاجی نا بکھلنے دلت اور رسوائی کی درکت کی قاتل مقاتل کے بہت
خوب کیا جو اسکو سزا دی بلکہ ہی میری مرضی کے موافق تفریر قرار دتی تاکہ میں دی اور نوکری سے تو اسے موتوں اور خوار سب اسکی سوخت
کر کے داخل خزانہ عامہ کر دو اور بقدر شدت اسکو لیا کے زندہ خانہ میں رکھو کیا غضب کی بات اور کیا ظلم صریح اس غصہ نے کیا ہے کہ وہ بیچارہ
حکیم فاروس پڑھا دی تھی مگر اور میری بی ملک گوہر ملک کا سولہ بیٹا و بھتیجہ تھیں اسکو اسنے گرفتار کر کے جو تڑ کو تو والی
میں لٹھا اور اسکا لٹکھا۔ وہ یہ کمال و اسباب خبیثی کرنا چاہا تھا گیا ہو خون آشام بھلا میں تجسیر و چتا ہوں کہ سوخت یہ خبر
ملکہ غنچہ خاتون اور میری بیٹی کو پہونچ گئی تو بتلاؤ کہ میری طرف سے انکو کیا مال گذر دیا غرض یہ کہ نہایت اپنی جان سے جنگ
اور دل میں غم آتا اور کانپتا ہی وقت دربار برخواست کر کے طرف محل کے روانہ ہوا

ششم داستان ملک غنچہ خاتون بیان کیا جاتا ہے

جس وقت قاتل زندگی حکیم فاروس کو بحفاظت رو سے تمام اُن پیادوں کے ساتھ سے نجات دے کے ڈیوڑھی پر لایا اور قاتل نے
اس جبار کو خوب سا ذلیل کر کے اسباب مال حکیم فاروس کا اس سے لے کر کے۔ دہلی اور بنوئی پھر کے مکان میں رکھوا کے اس
مکان کو مقفل کر دیا اور چکی پہلا اپنے سواروں کا بٹھلا کے حضور ملک غنچہ خاتون آ کے سب حال مفصلاً اور مشروحاً عرض کیا
تب ملک غنچہ خاتون نے حکیم فاروس کو تو معلومہ ایک مکان میں رہنے کو حکم دیا اور کہا تم گہرا راست حکیم صاحب کیا طاقت کی
کی جو کوئی تیسے کسی طرح کا قرض اس کے بعد ان تمام اپنی خواہوں اور ملازموں سے یہ کہہ کر خبر و راج جب وقت غیر مرسل محل میں آئے
تو تم سب لپٹ کر ایک ایک بال اسکی ڈاڑھی کا نوچ ڈالتا آج میں میں بغیرت کی ساری پیغمبری اوشیحی کر کر کے دیتی ہوں وہ
تا معقول اپنی پیغمبری بھی کہ کھلانے چلا ہے ازان آپ جا کے لیٹ ہی بیان تمام بوڑیاں باندیاں جہیں مصاحبین مقربین
ہا میں مغلانیان تیغہ نشین انامین و دایمیں جو چھوڑا نوکرین چاکرین ملک غنچہ خاتون اور ملک گوہر ملک کی تدبیر و ایام سے گنجاب
کے ہاتھوں تنگ کر بھلائی ہوئی تھیں آج جو ملک غنچہ خاتون نے نہایت فیفا و غضب سے اس طرح حکم دیا تو سارے محل میں دھوم مچی
اور بوڑیاں باندیاں غلبہ میں جاتی تقصارتی کتنی پھرتی تھیں کہ غیر مرسل نے خوب ہلکوڑے اور جوتیاں ماری ہیں ہمیشہ میر پڑیٹ
کیا کہتے تھے آج ہم بھی ذرا کیفیت خوب دیکھیں اور اپنے دل کی مجلس کو نکالیں اور تکلف یہ کہ نہ اسکی باز پرس ہوگی نہ اسکا
مواخذہ ہم سے ہوگا ہم تو اسی ملک آفاق کے مصاحب ہیں جو انکا حکم ہو کیونکہ اسکی تعمیل نہ کریں گے ملک گوہر ملک اپنے مکان میں خاموش
پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی کہ اپنی مہربان ہمدون کنیزوں سے وہی تذکرہ شاہزادہ برقع الزمان کے روز اولین اپنے لچکے کا شہنشاہ
میں اور پھر ہوشی دیکر اپنے لانے کا کر کے کہہ رہی تھی کہ ہے مجھے کیا معلوم تھا کہ ایسی افتادین ہوگی دلار اُم وغیرہ سب
خواہ میں سمجھتی تھیں کہ اسی ملک عالم آپ ہر حال میں ہوں دیکھے فضل الہی شامل حال ہوا چاہتا ہو شاہزادہ برقع الزمان بہت

صاحب اقبال ہر عہد کے بخت کی کھانا ہو آسمان سونگہ، حضور نے بہشت اپنے ملاحظہ فرمایا ہو کہ کن کن ہلیات سے جناب حدیث نے
 اسکو ملاحظہ کھایا انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب پھر دو چار دن میں کہیں نہ کہیں سیراغ گھوڑے کے لیے لگانے کا سمع اقدس میں پہنچا جاتا
 ہو اور شرف و صحت و تندرستی شاہزادہ و الاصفیات سے پھر وہی عیش و نشاط ملاحظہ فرمائیے گا ابھی یہی باتیں کر رہی تھیں کہ وہاں
 گنجاب نے ڈیوٹی پر محل کی محلہ سے پوچھا کہ محلہ دار ملک غنچہ خاتون کیا کرتی ہیں اور اس شغل میں میں محلہ دار و ڈیوٹی اور ہاتھ سے
 اشارہ مانگت کا کیا اور قریب آ کے کہنے لگی کہ یہ پیغمبر مسل و اسطے خداوند سجدہ ہزار ملک کے آپ ایسے وقت یہاں سے شرف
 لیا ہیں یہاں اسوقت ٹھہرنا آپ کا مناسب نہیں آج ملکہ آفاق نہایت درمہ اور برہم میں اور لوٹتی کیا عرض کرے جو کچھ انھوں نے
 حکم اپنی فراموشی کو دیا ہو گنجاب کا یہ حال ہوا کہ عنقریب تھا کہ پیشاب خطا ہو جائے بہت گڑا گڑا کے اور بہت حاجت کر کے کہنے لگا
 کہ محلہ میں تجھے بہت بڑا بھاری خلعت اور تیرے دونوں میٹوں کو دو دو پیروں کی اسامی سواروں میں اسب اور پیچھے مٹا کر دو
 تو وہ اچانک میری بی بی ملکہ کو ہر ملک کو میرے پاس تک بلا لا محلہ دار نے کہلایا پیغمبر مسل میں آپسک لوندی تابعدار ہوں مگر اسوقت
 میں نہیں جانتی ملکہ غنچہ خاتون کی نہایت نہایت اور عافیت ہو کہ خبر داکسی کا پیغام سلام تو نہ لانا قربان کنی تاکہ چوٹی اپنی کون کٹوانے اپنی
 آبرو بڑی چیز ہو گنجاب نے کہا محلہ دار تو بڑی جنت ہی تیرے واسطے کوئی بات آبرو بڑی کی نہ ہونے پائی تو وہاں تک ذرا جا تو سنی نقاری
 بی بی کو میرے آگے اٹھ کر کے چلی آنا کہ گئے گنجاب نے پانچ اشرفیان محلہ دار کو دین اور کہا کہ میں یہاں سے مراجعت کر کے جیوقت بارگاہ
 میں گیا اسوقت تجھے خلعت عجب کا اور تیرے دونوں ملاکوں کی اسامیان دستار و دکھانے ملکہ ملکہ از بہت سے جینے حوالہ لیڈر و مروت
 کر کے ہزار دشواری یہ کہہ کر کہ آج تک حضور نے کبھی دو روپیہ کا سونک لٹری کے ساتھ نہیں کیا اب جو قیامت کا سامنا ہو تو مجھے آگ
 میں جھونکنے کے لیے آپ یہ دم دوسرے کی باتیں مجھے کرتے ہیں خیر میں جاتی ہوں اگر موقع پاؤنگی تو پیغمبر زادی سے کہہ آؤنگی پردہ
 اٹھا کر اندرون محل کے ابھی محلہ دار نے قدم رکھا ہو کہ غلاموں لوندیوں باندیوں نے محلہ دار کو آتے دیکھ کر کان کھڑے کیسا ہتھوڑاں
 بدلیں ہیں محلہ دار کے لگے گوہر ملک کے مکان تکسہ پہنچی کہ میں میں غلامین بھی پیچھے پیچھے محلہ دار کے دوڑیں دو چار نے پوچھا
 شروع کیا کہ محلہ دار کیا پیغمبر مسل تشریف لائے ہیں محلہ دار نے کہا نہیں بی بی پیغمبر مسل سے بھگے کیا واسطہ تھا مجھے سوائے ملکہ آفاق
 کے حکم کے اور کوئی واسطہ عرض کسی سے نہیں اپنے کچھ کام کے لیے پیغمبر زادی کے پاس جاتی ہوں یسٹا ویرس چالیس خدیں لڑاں
 باندیاں اور دین کہ کیا کیا محلہ دار کیا کہا پیغمبر زادی سے اسوقت میرا کام کیا پیش ہوا اگر تعین ملی ہو کہ پیغمبر مسل نے کچھ پیام بھیجا ہو
 یا خلعت کا وقت ہو اب تشریف لائے ہونگے تو نے ڈیوٹی پر روکا ہو اور کچھ سکھا پڑھا کے اندر نہیں آنے دیا محلہ دار ہر چند ہاں ہاں
 نہیں نہیں کرتی تھی پھر تو یہ عالم تھا کہ چار طرف سے چھ سات سو لڑیاں باندیاں لٹھیاں چلی ہوئی لیکر دوڑیں اور اسطرح کار و لا
 اور بلوہ ہوا کہ محلہ دار کو اپنی عزت اور جان بچانا ان سبھوں کے ہاتھ سے مشکل ہوا یہ خبر ملکہ گوہر ملک تک پہنچی ہر چند ملکہ کی بی
 خواہیں سب گنجاب کی دشمنی تھیں مگر بھلا طو پاس ملکہ کے کچھ بظاہر بول نہیں سکتی تھیں گوہر ملک نے کہا کہ یہ چھ کروں
 نے کیا محلہ دار کے پیچھے شور مچا کر رکھا ہو ذرا دریافت تو کرو کہ براجا کیا ہو ولا را رام نے کہا ملکہ عالم جا رہی ہو کہ محلہ دار جو اتنی بڑی حضور کی لڑاں
 نے پوچھا کہ محلہ دار کیا پیغمبر مسل آئے ہیں محلہ دار نے کہا نہیں میں پیغمبر زادی کے پاس کچھ اپنے کام کو جاتی ہوں آپ سبھوں نے بلوہ
 اور کہتی ہیں پیغمبر زادی سے مجھے کیا کام ہو معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر مسل آئے ہونگے تو نے انکو کچھ بطع دنیا سکھا پڑھا کے اندر کے نہیں
 دیا اور تھیں کا شاید کچھ پیغام لیکے ملکہ عالم کے پاس جاتی ہو گوہر ملک نے کہا تو جا اور ان سب ملاکوں کو روک کر کہ
 محلہ دار میرے پاس آتی تو تم نے کیوں نہیں دیتی ہو ولا را رام نے انھیں سب کو روکا اور کہا پیغمبر زادی نہایت غما ہوئی ہیں اور لڑائی
 میں کہ محلہ دار کو میرے پاس کیوں نہیں آئے ہو عرض یہ کہہ کر جن لوں محلہ دار کو طارام اپنے ہمراہ ملکہ گوہر ملک کے پاس لائی
 لیکن اس پانچ چھ کر یاں لوندیاں باندیاں ملکہ غنچہ خاتون کی بھی آہستہ آہستہ محلہ دار کے پیچھے چھ چلی آئیں جبکہ محلہ دار ملکہ گوہر ملک

کے پاس پہنچی اور اسے جھک کر بولا کیا بلائیں میں تو ملنے پہنچا کہ محلہ دار خیر تو یہ کہیں کیا کہتی ہے یہاں سے کہا کہ لوٹو یہی عرض کر گئی ابھی
لوٹو یہی کہے پیٹ میں وہ نہیں مہلا خواصوں نے مجھے بوکھلا دیا اور دیوانہ بنالیا یہ ملک گوہر ملک اپنے بی بی میں سوچی کہ بیشک باہر اچان
کے میں ہوا کیا چھانڈا نظر آیا اور اپنی خواصوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مذاقمب یہاں سے ہٹ جاؤ مجھے خود کچھ محلہ دار سے کہنا پڑا وہ لوٹنے
تو میں مصاحبین سب حسب حکم ملے کے انھیں گرد بھی اپنے بی بی میں ہی سہتی ہوئی کہ پیغمبر مسل کا پیغام ملے کے محلہ آئی ہو اس واسطے
پیغمبر زادہ سے حکم ملا دیا یہ ملک غنچہ خاتون کی خواصوں سے اشاروں میں کہا کہ یہی وقت ہو ہوشیار رہو پیغمبر مسل اسے نہیں سمجھتا
جو پیغمبر زادہ کے ابھی کچھ نہیں بولنے کے پھر ہم بھی سب تمہارے شریک ہو جائینگے بارے ادھر سب لڑائیوں بانڈیوں خواصوں
ماناؤں دو انوں ماناؤں اور مغلانیوں پیغمبر متون باری داروں وغیرہ کا بلواسے عام ہو اور ملک غنچہ خاتون سلسلے بارہ دری کی
صحیحی میں ٹہری ٹہری دیکھ رہی ہو بلکہ اکثر کہتی تھی کہ ہاں اگر وہ مہدی آیا ہو تو جتنا تمہارے ہو سکے خوب اسکو رکھنی کرنا اور ڈاڑھی میں اس
سہادی کائے کی ایک ہال چھوڑنا گریبان کا حال شیعہ کے محلہ اچلا طرف دیکھتی جاتی اور بارے ڈر کے جہنم کی ہوتی بات کہتی
کچھ ہوش سے لگتی کچھ ہوش غرابی اسے کہہ کہ حضور سوقت پیغمبر مسل تشریف لائے ہیں اور لاٹھی سے ہر چہ منہ کیا مگر وہ نہیں
مانتے ہیں فرماتے ہیں کہ تو جی طرح سے بنے خدا میری بی بی کو میرے پاس تک بلا دے اب لاٹھی کی حرمت اور جان حذر ان
خواصوں کے ہاتھوں سے اور بڑی حضور کے قتال اور خطاب سے بچالیں تو جی پروردہ آج تو لاٹھی کی جان آبرو دونوں جاتی ہیں
وہ ملک گوہر ملک آپ اٹھی اور محلہ دار کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ڈاڑھی کی جانب چلے اور وہاں چھو کر یوں کا ہوا اور پان
سی چاروں سے چلین اور لکھنیاں اور دسینے اور کٹے لے کر دوڑیں گوہر ملک نے دلا رام سے کہا ذرا کڑا تو
لاؤ اور دلا رام حسب حکم ملے کے ٹوٹا لائی ملک گوہر ملک نے کڑا لیکر کے کھاٹھلا والا دیو کیوں تھامی کہتیاں آئی ہیں
اسے یہ کیا بد ذاتی ہو میں کیا جانے کس کام کو ذرا محلہ دار کو ساتھ لیے ڈاڑھی تک جاتی ہوں تیسے یافت کیوں ہر پاکی خیر و برکت
تم میں سے آگے قدم بڑھا کے رکھے یا ذرا سا بھی شور مچا کر لگتا تو مارے کڑوں کے پڑے اتنا دنگی اب وہ خواصین لڑائیوں میں
وغیرہ ٹھہر گئیں اکثر نے جلد کے ملک غنچہ خاتون سے کہا کہ حضور پیغمبر زادہ کی ہر وقت میں اور رضا ہوتی ہیں اور ہر کو خوب یقین ہو گیا
ہو کہ پیغمبر مسل ڈاڑھی پر آنے میں ملک غنچہ خاتون نے کہا کہ مردار و دیو میں لڑائی سے کہے دیتی اور سمجھائے دیتی ہوں یہ لکھ
باہر از بند کہا کہ شیا گوہر ملک تلویری تھان کی قسم اگر وہ ایسا تباہ آیا ہو تو تم خیر و برکت کیوں کو منع نہ کرنا گوہر ملک نے کہا
امان جان پہلے نہ آپ میں تو میں کون آیا اور کہے واسطی میں نے ان الا دیوں کو منع کیا ہے سب مست ہو گئی ہیں خواہ خواہ بلوہ
رو لایے ہنگامہ شور مچا رہا ہے یہاں پر یہی میں غرض یہ کہ ملک گوہر ملک ڈاڑھی پر گئی اور محلہ دار سے پردہ اٹھا کر گنجاب سے کہا کہ حضور
اسوقت کوئی صورت لاٹھی کی جہنم و آبرو پہننے کی نہ تھی پیغمبر زادہ کے مدد میں میں ذمہ اور سلاست خواصوں کے بلوہ سے بیکر آئی ہو
تو آپ کو کتنا شہادہ جلدی سے چپکے چپکے کہ پیغمبر زادہ تشریف لائی ہیں گنجاب نے گوہر ملک کو دیکھا کہ بیٹا میں نے کتنا تھائی
ان آج مجھے کچھ یہ ادا کردہ میں کیا سبب میں نے تو کوئی بات غلامان کے مزاج کے ایسی نہیں کی جسکے باعث انکو سچ ہو چکا ہو
گوہر ملک نے بے حد عجز و تواضع سے اس کے قصاص و رنج اور صدمہ قبول میں اب شدت تھا لیکن باپ کا نہ دیکھ کر سر
نچکا لیا اور کچھ کہا و جان آپ کو یہ بات لازم نہ تھی بھلا میرے حکیم صاحب نے حضور کا کیا قصور کیا تھا خون کوئی بارے
و جب افضل حکیم صاحب بنون حکیم صاحب نے پھر سے نیکی کی تھی کچھ جی تو کی تھی اور لاکھ اطلاع میں مرکی ہوئی تو وہ اپنے گھر میں اسکو
کیوں رکھتے تھے مگر ان سے انھوں نے اپنا قرعہ مانو کیا گھر میں رکھا تھا میں حضور کا جرم اور گناہ حکیم صاحب نے کیا کیا آچے کیوں کہ
شاہزادہ بلند اقبال خطاب دیا تھا انصاف اور عدالت کو ہاتھ سے نہ دیکھا ان جان اسی بات پر خفا میں اور میں نے تو
امان جان کو ہر چہ سمجھا یا مگر کیا کون وہ نہایت ہی درہم بہم تھی میں نہ میرا نہ آپ پر چلتا ہو نہ میں امان جان سے

پھر کہہ سکتی ہوں گنجیاب نے کہا بیٹا میں تم سے کیا کہا اسکا کیا گناہ اور کیا قصور وہ قدیم میرے گھر کا کھڑا ٹکڑا ہے گو میں کھلایا غریب سلیم
 مرد پرورد تھا وہ میرا محض جرم خطا اسکو بھلا میں کیوں گرفتار کرنے اور اسکا گھبراہٹ کو حکم دیتا ہوا ہے کہ گیا ہو خون آشام نے شاید
 بدین سیری اطلاع کے یہ حکم دیا تھا کہ کوئی جگہ کے حکیم فاروس کو بھی بلاؤ تا ان سے دریافت کریں کہ تینے سپر حزرہ کو کیوں نہ پناہ دیا تھا اور کیا
 سطرغ استقامت کو تو کو معلوم ہو تو جان دوڑیں جہیں جبکہ میں نے یہ جمل سنا تو میں بہت غصا ہوا اور گیا ہو خون آشام کو اسی وقت سے میں نے
 خطر نہ کیا یہ تو بات کوئی ایسی نہیں جس میں تمہاری امان جان مجھے ناراض ہوں یاد آستہ ایک بات اگر کسی اور سے ہو گئی اور مجھے اطلاع
 مطلق تھی سپر میں نے اسکی تفسیر قبل تمہارے کہنے کے ہی پھر وہ بد بخش کیا یہ خیر تم جاؤ اور اپنی مان کو میری طرف سے فدر کر کے بھاؤ
 کہ میں قسم خداوندی مجھ ہزار ملک باختر کی کھا کے کتا ہوں میرا سین سر ہو گا وہ تھا اور امی ملک گوہر ملک بٹاشنو مجھے تمہاری مان کے
 بگاڑنے کا کچھ نہیں خواہ تھا مجھے سلامت رکھے میں تمہے اپنا ہمید و وسیلہ ایسا رکھتا ہوں کہ ہزار وہ بگڑا گئی تو میرا کچھ نہ کر سکتی قبل صدی
 شیرازی کے چپاک ادسج بجز کھا شد فوج کشیدان وقتہ مختصر ملک گوہر ملک یہ کہ کہ خیر باد اچان آپ ذرا نہیں تشریف لے جہیں
 میں پھر جا کے امان جان کو کھاتی ہوں اور آپ کو آکے دے لے جاتی ہوں گنجیاب کے پاس سے ملکہ غنچہ خاتون کے پاس
 گئی اور غنچہ خاتون کے گلے سے لپٹ کے مجھ سے ملکہ کے کہنے لگی کہ امان جان ایک بات میں کہوں جو آپ امین ملکہ غنچہ خاتون
 نے بیٹی کی بل میں لیکر بہت سپاہی کر کے کہا کہ واری سیری تو جان اور سچ ہو تو کہے اپنے بدن کی بوٹی بوٹی کاٹ کے تجھے بھرتی کر دوں
 لیکن غم و افسوس دے گئی تو اس مرد و گنجیاب کے باب میں مجھے سچی و سفاکش نہ کرنا میں ہرگز نہ مانو گی گوہر ملک نے اپنی انگلیوں
 میں آنسو بھرا کے کہا امان جان میرے سر کی قسم یہ کا جان کی قسم یہ حلو ا کھائیے سیری بھتی پکائیے مجھے بیٹے مجھے ہی مجھے جو سیر
 گناہ مانے غم و سیری قسمت کا لکھا تھا وہ پورا ہوا اب آپ کچھ غصہ نہ فرمائیں اور باد اچان سے مل جائیں جو نہ تھا ہوجا و اچان تو
 ہزاروں قسین کھلے کہتے ہیں کہ مجھے مطلق خبر نہیں میں نے پیر حکیم فاروس کے گرفتار کرنے اور تاخت تاراجی کو ہرگز
 حکم نہیں دیا تھا شاید گیا ہو رنے واسطے تحقیق کا حکم صاحب کو بلایا تھا سو جس وقت کہ مجھے خبر ہوئی میں نے اسی جرم پر گیا ہو کو
 مدد سے سے معزول کر کے نظر بند کر دیا یہ ملکہ غنچہ خاتون نے کہا بیٹی میں دھڑا دھڑا سیر پیٹ کے ابھی خوار کے اپنے آپ کو
 ہلاک کر دوں گی بھلا لگے اس کے منہ کو میں تھا نے میں جا کے سو رہی ہوں وہ اپنے با و اچان کو بلا کے کھانا نہ ہر لہ کر اؤ اب بیٹی مجھے بلانے کو
 اور اس سے ملنے کو پھر نہ کہنا ان جو مجھے میرا چانا گوارا ہو تو مجھے صاف صاف کہیں اپنی جان آپ کو دون گرا ب جیتے ہی مجھے اسکا مجھے
 خانہ دکھلائے غرض غنچہ خاتون نے پاس خاطر ملک گوہر ملک واسطے آنے اور کھانا کھلانے گنجیاب کے پر و اگی دیکھا آپ تھکانے
 میں جا کے سو رہی اور یہاں ملکہ گوہر ملک نے دلدارم سے کہا کہ توجہ کے محلہ ار سے کہہ دے کہ با و اچان کو اپنے ساتھ لیکر لے آئے
 اور غلاموں لادھوں باندیوں سے چہیں چہیں ہو کر فرما کہ او مردار و شغل و خبر فار جو کسی نے کوئی حرکت خلاف ادب با و اچان کے سامنے
 کی تو ناک اور چوٹی کٹوا کے اس قدر کوڑے تکرار ونگی کہ پڑے پڑے بدن کے کٹا جائینگے خیر امان جان کا سقد مسا ورتھا وہ دولہا
 میان بی بی چاہیں آپس میں شریں کریں چاہیں میں مجھے کیا دخل ملازاد تو تم جیسے انکی لہذا میں ویسے با و اچان کی تمہاری یہ مجال ہے
 کہ با و اچان کی طرف آنکھ اٹھا کر تو ذرا دیکھو سب خواہیں لہذا میں باندیان بخوف ملک گوہر ملک چپ ہو کر جہاں تہاں بیٹھیں
 اس میں دیکھا کہ آگے آگے گنجیاب اور مجھے پیچھے محلہ اراد دلدارم اندرون محل نمودار ہو میں اور با و اچان کے ملک گوہر ملک
 نے خوب ڈانٹ دیا تھا لہذا میں باندیوں ملازموں میں سے کوئی بے ادبی نہیں کر سکتی تھی مگر اسپر ہی سلام اور مجھ کو کسی نے
 گنجیاب کو نہیں کیا گنجیاب خود بخود ایک ایک کی جانب مخاطب ہو کر پوچھتا ہے کہ کیوں بیٹو تمہارا جی کیسا ہے صاحب تم
 تو ہماری قدیم نگوار اور بڑی دولتواہ ہو تم سے نہایت شرمندہ ہیں مگر تمہارے فلان غنچہ کے لیے پیاس رو یہ مینا
 فلان کام پر نہیں کر دینگے ادس نہ وہ چپکے چپکے کہتی ہیں کہ لوہرانی منیر مرسل کی آج مجھے ہونی میرے غنچہ کا بہینا کرتے تھے

کہیں کسی خواص سے کہتا ہوں آج مکہ کیونٹی ہوشیار کچھ تکلیف خرچ کی ہوئی خدا میرے پاس آؤ پانچ اشرفیان میں دیتا ہوں وہ جواب
 دینا ان شکن دیتی ہو کہ حضور خداوند سجدہ ہزار ملک باختر ہمارے ملک آفاق کو سلامت رکھے ہلو تکلیف کیون ہونے لگی آپ یہ
 اشرفیان کسی اور کو عنایت فرمائیں کہی اگر کوئی خودی خود کردہ ان اشرفیوں کی ہوتی تو آج بھی اپنی ماوراء طرقت چھو کر ان میں سے ایک کو
 ملک گوہر ملک کے ڈر سے کچھ آفت برائیں کرتیں مگر پھر بھی چکے چکے باہم کستی تھیں کہ دیکھو یہ ایسا قیسا آج کسی مکاری جلیبازی کی تہن
 پکٹی قیڑی ہے کہتا ہو غرض یہ کہ ملک گوہر ملک نے ہاپ کو بھلا کر خاصہ طلب کیا اور کہا ہوا جاننا خوش فکر تشریف لیا میں گنجاب
 نے کہا بیٹا اپنی ماں کو توبہ دینے کے بھی غیر ان کے تنہا کھانا نہیں کھایا ہو ملک گوہر ملک نے کہا ہوا جان و اسطے خداوند لقا کے سبب
 زیادہ کچھ نہ فرمائیے کیا چاہیے کہ اس وقت یہ رفع شر کرایا ہو گنجاب نے کہا اچھا بیٹا تمہاری خوشی میں کھانا کھا لیتا ہوں مگر تم
 میری طرف سے اپنی ماں سے جا کر اتنا تو کہہ دو کہ مجھے تمہاری بخشش کا اور تمہارے ظلم کا کچھ گلہ نہیں الا تم تو اسطے خداوند سجدہ ہزار
 ملک باختر کے میری طرف سے اب مکہ ترنہ وصاف ہو جاؤ قطو گز دست خلع شکینت خلع سے رفت رفت بد مذہب دی جان
 من خلع رفت رفت بد مذہب نظر دلدل لڑا سے بد مذہب میان جان و جان اجا سے رفت رفت بد مذہب ملک نعلیت بد مذہب ہو کر
 کہنے لگی کہ ہوا جان میں آپ سے ہر چند عرض کرتا ہوں کہ آپ کھانا خوش فرمائیں ہوا آپ کچھ اور ہی فرماتے ہیں لہذا مجھے اس پیام سلام سے
 مطلب آپ کو ایسی باتیں سہلے فرمنا خیال ان نہیں آپ جانیں وہ جانیں مجھے جو کچھ ہو سکامیں تے جان جان سے بہت خوشام
 کہے سوست یہ کھڑا پا کہ یا اور آپ کو اندہ کو کیا اب جو حضور میرا کہنا نہیں تے تو میں اٹھی جاتی ہوں کہ آپ کو اختیار ہو جسکی نہالی جو چاہیے
 سو ان جان سے آپ کہلا بھیجے جب یہ کہہ کر ملک گوہر ملک اپنے لگی تب گنجاب نے اپنے جی میں خاک و رمان ہو کر چار کھانا کھا پاد لقا ہو گیا

دو کلمہ داستان ترک جوشن پوش کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ ترک جوشن پوش یعنی اور مجروح بھکا نصف شب سے سحر کہ رزم و پیکار میں رہا بعد اسکے حالت عشق میں اسیر کند با ہو کر جو بارگاہ
 گنجاب میں آتا تو اب کوئی چھ گھڑی دن باقی ہو گا کہ اسی حالت عشق میں خود رفتہ بہ دن اجازت گنجاب کے جہان کھڑا تھا
 وہیں کھڑا ہو کر سلع اور کل گرد و پیش کھڑے ہوئے حکم گنجاب نے شغور میں اس عرصہ میں اب جو گنجاب بارگاہ میں آکر بیٹھا تو دکان
 نے عرض کیا کہ ترک جوشن پوش کے حق میں کیلہ شاد ہوتا ہو گنجاب نے کہا کہ باغفل تو اسے حقوق اور سلسل اسی طرح بھی کھنڈنا خانہ
 میں پہونچاؤ اسکو تو ال کے نام حکم پہونچاؤ کہ تا شہر شجیان میں اسوقت منادی کر دے کہ آج کے تیسرے روز ترک
 جوشن پوش بیہرم گھڑی وفات و فسادت پس عمر عمرہ بیرون سر ہار پہنچا جائیگا تاکہ اور دن کو بھی عبوت ہو اور ظائق اس گھرام کے
 قتل ہونے اور دار پر چڑھنے کا تماشا دیکھیں بعد ازاں سردار دن کو حکم دیا کہ مذمگاہ میں جلسہ کے چاروب کشی کر آؤ اور سقون سے بیانی
 کر کے تمام میدان کو صاف کر آؤ اور جو لوگ کہ غشی میں آئے تھے ہم انہیں بغیر کی تہ بیزین شمول ہوا و جو لوگ کہ مارے گئے اور کھیت ہے
 ان سب کی ملاشون کو لیا کر دیوے قدرت میں ہوا و آج شب کو جسوقت کہ جبر کل درگاہ لقا و می خداوند کی لیکر سے
 پاس تشریف لائینگے تو میں اپنی غوغا و سپاہ کے طور ان مقتول کی دعا سے شفا مت کرونگا اور خداوند میری دعا مستجاب کرے
 کیا عجیب ہو کہ ہر کسی کے دن سب عہدوں کو پھر زندہ کر دے ترک جوشن پوش یہ تقریر گنجاب علیہ السلام و العذاب کی سنکر ہر غلہ
 خوب کیا اور اپنا منہ پھیر کے کہنے لگا کہ لے اللہ علی الکاذبین اس قاف سے ہر شکر خدا ہوا و اور مکار نے دعوی الوہیت کیا
 ہوا و اس میں عیا جھوٹے کاذب نے دعویٰ پیغمبری اور مخالفا اللہ جتنے نا شخص بارگاہ نشین اور مقربین اور ملازمین اس کے
 ہیں ان مایہن نے واسطے حصول دنیا دین فرغ فرات قبول کیا ہو غرض یہ باتیں کہ ہر او پیادگان ترک جوشن پوش
 نہایت تھارین ہوا و یہاں گنجاب نہایت بد مذہب اور کدہ رہا بارخواست کر کے پھر اندہ نکل جاتا ہوا اب انکو
 یہیں رہنے دیجیے اور جہنک ذرا

و کل داستان قدرت بیان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم محل تختان خوزیر خاوری بیان کیے جاتے ہیں
 سابق ازمین گزارش کیا تھا کہ مصوقت وہ پنجہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کو صین کشتی میں شاہزادہ ہر بع الزمان سے جبر کے
 سو سے آسمان لیگیا ہر چند اسی حالت مجبوری میں شاہزادہ خاور سپاہ نے گامیان بخش دیکر کہا کہ بذات تعلقہ بوقت تو کون ہو جو
 اسوقت مجھے اس میدان کشتی سے اٹھا لے جاتا ہوں اس کشتی گیر بیع الزمان کو زیر کر چکا تھا چھوڑ دے مجھے لیکن کسی طرح سے
 نجات درانی نہ پائی بعد و گھڑی کے اس پنجہ نے لہجہ کر ایک پہاڑ پر اتار دیا از بسکہ شدت بہت تھیں شاہزادہ خاور سپاہ کی ہتھین
 جبکہ پاؤں کے زمین سے اٹھا ہوئے تو میسافت انھیں کھول دین اور دیکھا کہ میں ایک پہاڑ پر کھڑا ہوں اور سامنے
 ایک پریزاد چٹن خدا داد شہر ہے کہ زمین ان شکل و خسار بہ بند و زام صد سالہ زار و بر سر چودہ یا پندرہ کا سن سال سراپا حسن و
 جمال کبیت و امین چپ جات دیکھ جاگو سگات چاند سورج میں بھلا کہاں یہ سفینا ہے ہر پان میں نہ کھول میں نہ کھل میں وہ تو
 سر جہا سے دیکھت یہ کھل نام ہے جو دیکھو اور کیتی سیوتی گلاب کھسوا کی سنگند تو مٹھ ہو پیاسے ہر دلو ہو سے نہ روکن کی بھی ہر
 جولائی تو پابین میں دانگے جیسے مندی ہی لگا ہے ہر استبرق پردہ قاف کی دھوم و حامی پوشاک پھٹا ہوتا فرق و ریاسے جو
 میں غرق ہر نگاہ حسرت میری طرف کھڑی دیکھ رہی ہے شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نے دل میں نہایت خوشحال و مستویم ہو کر
 چار طرف دیکھنے لگا اور سوچتا تھا کہ کیا میں مر گیا ہوں اور یہ سطرہ بشت ہو اور وہ خوشا کرتے تھے کہ واسطے مؤمنین کی خدمت کے
 حرمین حاضر ہوتی ہیں سو وہ یہی حور آ کے میرے سامنے کھڑی ہوئی ہر نگاہ اس پر پوش سے کہا کہ اس شہر دیکھو خیال ہو اور
 آپ کس فکر میں چشمہ خیر چار طرف ملاحظہ فرما رہے ہیں شاہزادہ قاسم نے فرمایا کہ اے عظمت تو کون ہوا رہ یہ کیا مقام ہوا اور کون
 ملک ہوا و یہ بیان مجھے کون لیکر آیا ہے اس پر زادہ نے عرض کی کہ شہر یار اس پہاڑ سے پچاس کوس کے فاصلہ پر ایک شہر ہے کہ اسکو
 در بند رضوانیہ کہتے ہیں اور وہاں کا حاکم میرا پاپ رضوان شاہ ہوا ہے ملک متعلق قاف چارم سے ہوا اور حاکم اور فرزند
 اس ملک کی شہشاہ پردہ قاف ملکہ آسمان پر ہی اور ملکہ قریشیہ سلطان میں لوندی تقصیر و ارگنہ کا حضور کو اس کشتی
 کے اکھاڑے میں سے اٹھا کے لے آئی ہر ودا شہری لوندی کا نام ہوا آپ کو جو لوندی گستاخانہ خزانہ بزرگت کر کے اٹھا لائی
 ہو تو اسکا سبب یہ ہے کہ متصل اس پہاڑ کے دماغ کوہ میں ایک حوض طہر ہے کہ نام اسکا چشمہ درخیز ہوا اور حضرت سلیمان
 بن داؤد علیہ السلام کے وقت سے ایک دیوار کوہ نام اسکا غراب نراغ چشمہ کا فضا اس چشمہ کا ہوا اور سال میں ایک بار اس چشمہ پر
 میلہ یزاد اور یزاد وغیرہ کا ہوتا ہے اس میں وضع اور شریف بخت قرقان کے سب ہی مجمع ہوتے ہیں اور اس چشمہ درخیز کا پانی تہر کا
 و تینا اپنی اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں اور جیسے میں چنانچہ تین میٹھے کا عرصہ گزرا کہ وہ میلہ پہنچا ہوا حسب اتفاق ابلی سال یہ کثیر
 بھی بطریق زیارت اس چشمہ پر گئی تھی وہ غراب نراغ چشمہ لوندی پر عاشق ہوا لوندی اس بذات کی آنکھ دزدی اور کاری
 کی پوچان کروان سے مع اپنی خواہوں کے اپنے مکان کو چلی آئی اس دیوار دے بہ سبب و اجتنابی طبیعت کے میرے
 ہرچہ رسم و راہ کے لیے تحفہ مخالف بھیجنے شروع کیے اور از بسکہ سبب دار و غلی اس چشمہ سلیمانی کے سبب وضع و ظرف
 ساکنان قاف کے اس بذات کو مغرور و ممتاز سمجھ کر عزت اور توقیر پیش آتے تھے میرا پاپ بھی پاس ولی نام اسکا بہت
 کرتا تھا بعد چند روز کے اس غراب نراغ چشمہ نے میرے ساتھ شادی کی استہ مالک اور اس بات سے پر ہرنگو اور اس سے
 نہایت خشگیں ہوا اور اپنے ملازمین سے حکم دیا کہ یہ دیوار کوہ سے شہر میں نہ آنے پائے میں بہ پاس دس چشمہ درخیز کی
 محافظت کے مجھ پر ہوں وہ اس دیوار کوہ پر قتل ہو چکیا جب غراب نراغ چشمہ نے دیکھا کہ رضوان شاہ میرے دام تہذیر و
 وقیر میں نہ آیا ششہ شہ شہمی نامے ایک سردار سرکشان قاف سے نہایت جو انفر و بد ذات کافر ازل اور دشمن جان و ایمان
 اہل اسلام یہ ملائق غراب نراغ چشمہ پیش فرمادے کہ رضوان شاہ فرما اہل اسلام سے ہر ششہ شہ شہمی کو کہ ابلیس پرست ہے

افوا کر کے اپنا طرف دار بنائون اور اس درجہ رضوان شاہ برد بادشاہوں کی اپنی بیٹی ورنہ پری کا میر سے ساتھ کھاج کر دے
 پسند واسے گوہر شاہوار کے چشمہ و چشمہ کلاک شعشہ سہ چشمی کے پاس گیا اور وہ واسے بطونہ چٹیکش کیے اور میر سے
 مقدمین میر سے باپ کا استغاثہ کیا شعشہ سہ چشمی نے کہا اگر غریب زراغ چشم تو بھی سلطان اور وہ پرزاد اور اسکا باپ رضوان شاہ
 بھی نیردان پرست ہو جیسے تم دونوں مدعی اور مدعا علیہ غیر ملت ہو میں اس میں مداخلت کیا کروں اگر تو ابلیس پرستی اختیار کرے
 تو میں تیرے شریک حال ہوں اور صی طرح سے ہو سکے رضوان شاہ کی بیٹی تجھے دواؤں یہ سنکے غراب زراغ چشم علیہ السلام
 والعذاب کہتا ہوا شعر عشق ازین بسیار کرد است و کند، سحر رازندر کرد است و کند، ابلیس پرست ہو گیا شعشہ سہ چشمی نے
 نہایت خوش ہو کر ایک نامہ بدین مضمون کہ تم اپنی بیٹی کی غراب زراغ چشم کے ساتھ شادی کرو و اگر اس میں سہرہ کچھ تنے عذر اور انکار
 کیا تو میں تو جہ قاہرہ تمہارے ملک پر لا کر سب تاج و تخت تمہارا چھین لوں گا لکھ کر ایک دیو زاد کے ہاتھ میر سے باپ رضوان شاہ
 کے پاس بھیجا اور ہر چند کلاس بات میں طول بہت سا ہو کر غرقہ مطلب یہ ہو کہ میر سے باپ نے نہایت رنج و برہم ہو کر وہ نامہ
 بھلا ڈالا اور جواب جنگ دیا اس پر شعشہ سہ چشمی بارہ ہزار زرد شاہین دیو اپنے ہر او لیکر میر سے باپ کے ملک پر آیا اور حضور
 کی لڑائی ان اس سے ہو میں کہ کیسے کت جلیل القدر ادا نامہ میر سے عزیز و اقارب واسے گئے آخر ناچار ہو کر باپ میر قادی بندہ ہوا اور
 جینک رسد اور غلام ہو گیا شعشہ سہ چشمی سے لاکھا جب فلہ نرہ اور نوبت بہلاکت پہونچی تب ناچار جلا وطن ہو کر اس ممالک
 کے قہر میں پناہ لے کر شاہزادہ خاورد سپاہ نے یہ سگدشت دروازہ پری کی شکے فرمایا کہ ای پری مدیہان تو فقط تنہا ہو اور تیری قوم
 کے دیو زاد اور پرزاد اور تیرا باپ اور تیرے عزیز و لگا نے کہاں ہیں روانہ پری نے عرض کی کہ شہریار و دسب حاضر ہیں اور
 اسد عاسے نہایت اقام عالی میں اسی پہلا کے اسطرح منتظر بیٹھے ہیں شاہزادہ خاورد سپاہ نے فرمایا کہ اچھا تم انکو
 ہمارے پاس بلا اور روانہ پری نے آداب بجالا کے ایک آواز دی طرۃ العین میں چار طرف سے پرزادوں کے غول کے
 غول آئے وہاں پہونچے اور ایک شخص بایش خید تاج شاہی بر سر تخت مدان پر سوار قریب ہزار پرزاد کے گرد و پیش آگے آگے
 ان سب کے آیا اور روانہ پری نے عرض کی کہ اوشہ یار رضوان شاہ باپ اس کینز کا یہی جو شاہزادہ خاورد سپاہ نے
 اسطرح منہ پھیر کر جو نگاہ کی تو رضوان شاہ نے تخت پر سے آکر کے بادب تمام ہاتھ سر پہ کھا اور آواز بلند آبدیدہ ہو کر
 کہا ای نیرہ زار لہ قاف مالی سلیمان اقد قافلے لے آپ کو خوب بروقت پہونچایا اور بعد اسکے سب حال پنا اور اقداسے
 نقشہ انگیزی غراب زراغ چشم اور فوج کشی و معرکہ رزم و پیکار شعشہ سہ چشمی بیان کر کے مدنے لگا قاسم نے کمال اسکیں اور
 خاطر داری رضوان شاہ کی کر کے فرمایا کہ ای رضوان شاہ شان ہفت کشو اور سلاطین زمانہ کو اکثر ایسے مرے دیش پہونچے
 ہیں مگر تم اپنے دل میں کچھ اور تردد نہ کرو وہ سبب الاسباب ہو شعر خدا سے کہ بالادست آفریدہ زبردست برزیر دست
 آفریدہ خدا نے جہاں تو وہ غراب زراغ چشم اور شعشہ سہ چشمی دونوں اپنی سزا سے اعمال کو پہونچینگا لیکن مجھے نہایت فکر
 ان دو باتوں کی ہوا دل تو یہ کہ تمہارے اہل اسلام ہو پھر تم نے خدمت شہنشاہ پرودہ قاف ملکہ آسمان پری اور ملکہ
 قریشیہ سلطان کیوں نہ التما کی اور جو تمکو نعمت اور فرصت نہ تھی تو تم نے ہر یوہو عارض اپنے مال دار کی اطلاع کی ہوئی
 اور وہ سہرے فکر اور تردد مجھے اس بات میں ہو کہ تم نے اس ہم کی تجبانی میر سے اوپر کیا بھیج کر موقوف اور تحسیر کھی آئی و
 کیا ہو بعد ازاں مجھے تم نے کیونکر جانا رضوان شاہ نے عرض کی کہ شہریار میں نے اہل مدائن کی عرض خدمت شہنشاہ ہفت
 قاف ارسال کیے اور جواب ایک کا بھی وہاں سے صادر ہوا آخر کار معلوم ہوا کہ شہنشاہ پرودہ قاف اور ملکہ قریشیہ سلطان
 دونوں صاحب مالک اور خداوند نعمت ہمارے جو میں انکو بھی قہقارے دیو زاد سے معرکہ جنگ و جہال و پریش ہوا اور
 قہقارے دیو زاد نے ملکہ آسمان پری کو نہایت تنگ کر رکھا ہے اس سبب سے انکو ہماری تائید و اعانت کی ہوتی

نہ تھی اور آپ کے طلب کرنے اور تکلیف دینے کا سبب یہ ہو کہ ایک کاہن نے ہر دست قہریم الا یام سے ہمارے ہمراہ ہوا اس کے احکامات میں کبھی فرق نہیں پڑا جبکہ میں شمشہہ شمشہہ سے نہایت عاجز ہو کر اس دان کوہ میں آ کے چھپا اس وقت اُس کاہن نے اندر سے اپنے علم کے مجھے کہا کہ تو رضوان شاہ تو اس شمشہہ شمشہہ پر فخر کیا ہے کہ تو اس کو دے دے کہ جو اولاد صاحبزادی ہو جس میں لے سنا تو میں اپنے دل میں نہایت تحیر ہوا اور جی میں کہتا تھا کہ کسے لشکر فروری میں اس حیرتہ صاحبقران کے بیون اس بندہ زادی و درویش پرستی نے ہر عیب اپنی زبان کے مجھے اجازت طلب کی کہ میں جا کر وہ دانی تمام کسی بیوان جان اولاد حیرتہ عالمقام کو ابھی لیے آتی ہوں اور فدوی نے اجازت دی اور یہ کہتے جا کے آپ کو لائی ہو شاہزادہ خاور سپاہ نے فرمایا کہ کیا مضائقہ پہلے واسطے تمام محبت کے ایک نامہ شمشہہ شمشہہ کے نام پر لکھوا کہ یہ میرا بیٹا ہے کہ وہ بیوان و قوت لے لی ہے لکھنے پر پہلے تو رضوان شاہ نے حال سرکشی اور تکبر شمشہہ شمشہہ کا بہت بیان کر کے کہا کہ وہ بڑا ہی مغرور اور بے ذات ہے حیرتہ کے نامہ کو کسی نہ مانگا مگر جبکہ شاہزادہ خاور سپاہ نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا غرض ہو لوگ نے تمام محبت کوئی کام نہیں کرتے تب چار ہو کر ایک نامہ اس شمشہہ شمشہہ کو بعد حمد و نعت بدین مضمون ترقیم کیا کہ اے شمشہہ شمشہہ بدین و اکاہ باش کہ منم سیرہ لرزلہ قاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحبقران شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم محل حقان خوزیر خاوری حال سرکشی اور تمہاری کابری کی بجائے اس کے کہ تمام محبت اہل اسلام کو واجب ہو تجھے لکھا جاتا ہو کہ تو بجز دعا نہ اس فرمان قضا جبران کے اپنے دونوں ہاتھ بندھے حضور میں آ کے حاضر ہوا اور نعت کراہیں پڑھی اور اس کفر کا فری پر کلر طیبہ زبان پر جاری کہ کسکے بیضاویں اسلام قبول کرے لکھ حال سب سے محبت ہو گیا اور جو سر ہمارے حکم میں کہ مثل تیر قضا میر تائیدین ہذا و تبادر کیا تو اس طریق پر تو مارا جائیگا کہ تیر سے حال پرماہیان دریا اور مرغان ہوا گزہ دزاری کو نیلے اشعار اگر صلح خواہی نہ خواہیم جنگ و کر جنگ جوئی ندارم درنگ ہم دم از صلح ندن یا کین و پیام ہم حکایت برین ہم شدہ اسلام ہم اور وہ نامہ ایک پرزاد کے نامہ شمشہہ شمشہہ کو بچا دیا جبکہ اس پرزاد نے لرزان و ترسان جل کے وہ نامہ شمشہہ شمشہہ کو دیا شمشہہ شمشہہ اسے پڑھ کر خوب توقیر مار کر منسا اور اپنے سرداروں سے کہنے لگا کہ رضوان شاہ کس درجہ نامم اور بوقوت ہو کہ اس سے زیادہ کوئی پشیر غار بھی نادان و بیوقوت نہ ہو گا صریحا آدم زاد جاری فدا ہو اور یہ حق رضوان شاہ تائید ایک آدم داد کے نازان جواب اس آدم نادانے اس گفتاخی سے مجھے نامہ لکھا ہو دیوں نے جو جو مقربین اور خدشہ اس کے تھے کہا کہ اے خدشہ شاہ دیوان ہر کہ دست از جهان بشوید ہرچہ در دل آر دیگویہ شمشہہ شمشہہ نے کہا خیر دیکھو ابھی یہ حال تم سب پر منکشف ہوا جہاں یہ کہکشاے کو تو چاک کر ڈالا اور اس پرزاد سے یہ کہکشاے کی اپنی کوزہ ال نہیں لہذا ہم تیری جان بخشی کرتے ہیں اور رضوان شاہ سے زبانی ہماری اتنا کہدینا کہ وہ دانہ پرستی کو غراب کے نوالہ کر دے ورنہ تو بہت خراب ہو گا غرض طول تا چند خلاصہ یہ کہ وہ پرزاد وہاں سے مراجعت کر کے رضوان شاہ کے پاس آیا اور سار حال من و عن بیان کر دیا قاسم نے فرمایا کہ اے رضوان شاہ یہ قباح کا مقام نہیں خوب ہوا لہذا ہم محبت کر چکے ہاں اس وقت شام کا ہوا اور شاہزادہ عالمقام نے آرام فرمایا صبح کو مع کلم پانچ ہزار پرزاد کہ ہمراہیان رضوان شاہ سے باقی رہ گئے تھے رضوان شاہ کو اپنے ہمراہ سوار کر کے نفیر اور قمرنا بجاتے اُس پہاڑ سے نیچے اترے اور اُس طرف آواز قرنا کی سنکے شمشہہ شک پیشانی مع بارہ ہزار دیوزاد میفر کر کے چلا اور قابلہ رضوان شاہ آیا بیاض متوجہ ہندم و پیکار ہوا چار گھڑی کے عرصہ میں ہزار بارہ سو دیوزاد اور ہزار طرفین سے کھیت سے لوہے گئے اور قاسم کے آٹھ سے بھی اکثر دیوزاد اصل جنم ہوئے اس میں دیکھا کہ غراب نابکار مع ہزار بارہ سو دیوان نہ خواہیں قاف اشعار

جفا پیشہ دیوان گردون کلاہ	جہان و جہان بچو گردون باد	بے غل بر کند و برد ہشتہ	بے پارہ کو ہی بسر و شستہ
بے گزرا ہیز بیکر بے سفا	کر و کوہ راہی توان سر شکست	دید لب تشنہ و خون خاے	بغت کردہ از تیغ خوزیر جاکے

جھٹ پٹ برو سے ہوا نمودار ہوا اور میدان حرب و بیکار میں آتر کے یہ نیب دیتا ہوا کہ آدم زادو باش باش کو گذر ام ترا زہ
وسلاست معلوم ہوا کہ تو قیب میرا ہوا دیر یہ کمر و اشر شاہ کچا کر حلا آور ہوا تو اس وقت رضوان شاہ کے ہزارہ کے پیر زادوں کا بہت
قافیہ تنگ تھا اور اس درجہ شکستہ دل تھے کہ غم قیب تھا پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوں ناگاہ آسمان پر ایک ابر سیاہ پیدا ہوا اور اس پر
میں سے صدائے قرا اور نعرہ اے کوہ شکاف مثل سعد کے گوش زد ہونے لگے سب کے سب طرفین سے بے نگاہ سرت اور ہر کو
دیکھنے لگے شمشیر شمشیری نے اپنے سرواروں سے پوچھا کہ ذرا دریافت کرنا کہ یہ عجیب و غریب آج دیکھنے میں آیا ہے کہ جس میں ایسی
صدائے نیب پیدا ہو رہی جو دیو زاد جہان دیدہ اور بہت سن رسیدہ تھے ان بچوں نے عرض کی کہ اس شہر پر یہ وہ ابر ہے کہ اگر اس پر
توسوا سے بارش خون اور آبِ تیغ تیز قطرہ پانی کا برسے میں بھی نظر نہ آئے اور بجائے بقی اس کتاب میں غلطہ برق شمشیر کے کہ زمین جان
دیوان قاف کو آن واحد میں جلا کر خاک کر دے کسی کا لشکر عظیم نشان دیوان قاف سے آتا و مگر نہیں معلوم کہ یہ فوج کسی آج
دوست کی ہو یا کسی دشمن کی ہو ابھی یہ گفتگو تھی کہ سامنے سے ساٹھ ہزار پیر زاد اور دیوان نرہ شاہین قاف دار شمشاد
آسیا تنگ ارہ پشت ننگ چادر چاق ترسول زلف نول زنجیر اکھاڑا اٹھوں میں لیے اور نعرہ اللہ اکبر جگر سے پھینک
آگے آگے ایک نقابدار سرخ پوش مرکب فلک میر پر سار یہ نیب دیتا ہوا کہ ستم نقابدار سرخ پوش ہوا خواہ شاہزادہ خاور سیاہ
ملک قاسم لعل خفان خور خور خاوری اس میدان کا زار میں اتر پڑے اور چار طرف سے ہارہ ہزار دیو زادوں کو
شمشیر شمشیری کے کامروہ کر کے قتل عام کرنا شروع کیا اس عرصہ میں غراب جو بیہ جنگ بقابلہ شاہزادہ خاور سیاہ آیا تو ازل سے
طویل القاست تھا اس بد ذات نے از رو سے کھر و خوت یہ کمر کہ آدم زاد تھی بچا سے صید لاغریا اگر میں کوئی حرب
کر دھکا تو ابھی پویندہ میں ہو کر محض بیکار ہو جائے اور تیرا گوشت خاک و خون میں آغشته ہو کر کر رہا ہو جائیگا قابل میر سے
کھانے کے نہ رہیگا لہذا میں تجھے اپنے کتلے میں رکھ کر کھلا کے کھل جاؤنگا تجھے تکلیف بھی نہوے ہائیگی یہ کمر جو ہمیں چاہتا
تھا کہ منہ کھول کر شاہزادہ نامور کو اپنے کتلے میں رکھے اس ستم دل نے برابر سے اسکا ایک سینک پکڑا کر جو کھینچا اور جھکا
بلاتا تو وہ سینک علیحدہ کھینچی سے اسکی ٹوٹ کر چاڑا اور ایک نالا خونخس کا اُسکے کاٹھ سر سے روان ہوا دیو بد ذات
چاہتا تھا کہ تیرا پسر سار سے بھاگ جائے شاہزادہ والا قربت نے بستی تمام دوڑ کر تیغہ طارک افراسیابی جو دو ال کھر پر
اس دیو بد ذات غراب علیہ السلام والو ذاب کے مارا تو برابر سے دو پکڑے ہو کر خاک اور خون میں لوٹنے لگے اس طرف نقابدار
سرخ پوش سے مقابلہ شمشیر شمشیری کا ہوا نقابدار نے ایک ضرب تیغ سے شمشیر شمشیری کا کام تمام کیا باقیانہ دیو زاد
ہزار ہا شمشیر شمشیری کے جل اپنے الگون کا دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے رضوان شاہ نے شاد دلی سے فتح کے جواہر
پیر زاد جو کہ سردار اور افسران فوج تھے وہ سب فرین لیکر رضوان شاہ کے گرد و پیش جوم اور دھوم کے ہوئے تھے
اس عرصہ میں نقابدار سرخ پوش قریب شاہزادہ خاور سیاہ آ کے دست بستر ہوا اور غیور عالیت مزاج مبارک کی دریا
کر لے لگا قاسم نے نقابدار کی طرف خوب بغور دیکھ کر فرمایا کہ الحمد للہ والنت مزاج میرا اچھا والا مجھے بعض بعض اشد
عجب طرح کا خلجان اور تر و پیدا ہوتا رہتا ہوا اکثر میں نے امتحان کیا جہاں کسی مخلوک تنگ طرفت نے ایک برقع بیانی
ذرا سے کپڑے کا یا پارچہ پھری اپنے منہ پر ڈال لیا اور بس نقابدار مشہور ہو کر وہ شخص آپ کو اس درجہ متکبر اور مغرور
بنالیا جو اور اپنی تفتی اور دھاری کے جود ستم اور سلب کو بھی موجود نہیں جانتا کہ یا کبھی کوچہ راست میں اسکا گذر بھی نہیں ہوا
اور مطلقاً ادیت سے بہرہ نہیں رکھتا ہوا نقابدار یہ کلام شاہزادہ ذوالا حستہ ام خاور سیاہ کا سننے کا لال متعجب ہوا
اور قاسم سے کہنے لگا کہ ای خاور سیاہ یہ تو آپ کا فرما جیسے کسی استاد کا مصرع میرے حسب حال ہوا مصرع اگر
ایسی ہنگام ہو تو انعام ایسا ہو شاہزادہ خاور سیاہ نے کہا ایسی کوئی سستی کی اور کیا کام دلاوری اور مردانگی

کا کیا نقاب دار نے کہا خیر یہ فرمایے کہ مجھے کون تصور سرزد ہوا قاسم نے کہا اؤ نقاب دار تو خود اپنے دل میں انصاف کر کے محل
 اور شغل ہو کہ رضوان شاہ نے برائے اہل شمشیر شوک پیشانی مجھے طلب کیا اور تو نے بدون میری اجازت کے
 اس کو اک صید لا کر بھجوا دیا وہ تو شکار میرا تھا مجھے پیش دینی کرنا اس میں کیا ضرورت تھی نقاب دار سرخ پوش تو اُنکے مزاج کی
 جہالت سے خوب آگاہ تھا اپنے جی میں یہ سوچ کر کہ خواہ مخواہ اپنے دوست کو دشمن بنانا مقتضائے خراست نہیں لاعلم ہو کر
 کہنے لگا کئی الحقیقت یہ تصور مجھے ہو گیا آپ معاف فرمائیں یہ گفتگو مجھ کو اکسار نقاب دار سرخ پوش کی اور کلمات سخت
 شاہزادہ خاور سپاہ کے شکے رضوان شاہ اور تمام پرزاد اُسکے ہمراہ کے اور ڈروانہ پرسی اپنے دل میں نہایت
 متعجب ہوئے اور کہتے تھے کہ نقاب دار کی خدمت گزاری دیکھو اور شاہزادہ قاسم کے عتاب و خطاب کا خیال کرو خلاصہ یہ
 کہ نقاب دار تو بعد از خواہی بسوا رتھی اس امر کا ہوا کہ اب آپ میرے کفش خانہ پر تشریف لیجیں اور چند روز دعوت قبول
 فرمائیں قاسم نے ہرگز قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اتحاد اور محبت تمہاری اور اس رضوان شاہ کی تقاضی اس بات کی ہو کہ ہلو
 یہاں سے بہت جلد جہان سے ہلو طلب کیا ہو وہیں ہو بخداد وہیں معلوم کہ اس عرصہ میں کشتی گیر نے اُس شہر و دیار میں
 کیا کیا اپنے رتبے اور مرتبے ہم پونچھائے ہوئے نقاب دار نے عرض کی کہ اس قدر تو مجھے بھی معلوم ہو کہ شاہزادہ بدیع الزمان گرد
 لشکر شکن نے بلا شرکت غیر سے بجان و احد ستائیس شہنشاہ گلاب چار سے اور اٹھارہ لاکھ سوار و پیادوں کی چھاؤنوں
 میں تلامذہ الکر ویران برباد کر دیا یہ کلہ نہانی نقاب دار کے شکے بر شاک ہم چشتی شاہزادہ قاسم کی اکھون میں ایک تابی
 سی آگئی اور بعد از ان سمت رضوان شاہ دیکھ کر فرمایا کہ اؤ غریب تھے قسم ع خدا سے عرض دل کی کہ اس وقت ہجو نصت کر کے
 جس سزہ میں سے اٹھا لایا ہو وہیں ہو بخداد سے ہر چند رضوان شاہ نے اور نقاب دار سرخ پوش نے بہت سا اصرار
 کر کے کہا کہ دو تین روز ابھی آپ ہمارے یہاں دعوت کھائیں اور سرین گر شاہزادہ قاسم نے ہرگز ہرگز نہ ملتا تب چار ہو کہ
 رضوان شاہ نے چار پرزادوں کو حکم دیا کہ شاہزادہ خاور سپاہ کو ایک تخت پر سوار کر کے جہان ارشاد فرمائیں وہاں
 جا کو بھٹا طت تمام ہو بخداد اور رسید مہری شاہزادہ عالم کی لاکے ہلو دو چنانچہ حسب الحکم رضوان شاہ ابن چاروں پرزادوں
 نے شاہزادہ قاسم کو تخت پر سوار کر کے پر داز کتان شہر سنجان کے نواح میں لائے اور بموجب ایماٹے شاہزادہ خاور سپاہ
 تخت کو متصل دریائے قدس لقا کے کہ سنجان سے آٹھ سات کوس کا فاصلہ کتنا دے دیا اتار کر پرچہ رسید کا بہ مہر
 شاہزادہ ناسور لکھوا لیا اور رخصت ہو کر چلے گئے یہاں قاسم نے دیکھا کہ وقت صبح چوہاں دریا و خور کے نماز پڑھی اور کنارے
 کنارے اسی دریا کے آہستہ آہستہ ایک سمت کو جان بوجہ تھوڑی دور پر جا کر کھینچا کہ لب دریا کا رخانیہ چکیوں کا ہوا اور ایک طرف
 ایک بنگلہ خس کا بہت پر تکلف پٹا ہوا اس میں کرسیاں منڈھنے پھم میں اور ایک سو کا تخت کا لگا ہوا شطرنجی چاندنی نہایت
 نفیس بھی ہوئی ایک شخص با محاسن سفید پوشاگ پاکیزہ پہنے بیٹھا ہوا دو چار گائے اور کارندے اور دو تین متصدی سامنے
 اُسکے بیٹھے ہیں اُٹا تیار ہو رہا وہ سیکڑوں پے باندہ ماندہ ٹھکر بار بار اوپر پے ہارے لے کر سمت شہر سنجان چلے جاتے ہیں
 شاہزادہ قاسم نے اس مکان کو خیمت جان کر اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر اچکی شب یہاں رہ جائے تو کیا خوب بات ہو چکر
 جو مشیت پروردگار عالم ہوگی وہ ظہور میں آئیگی۔ پیش خود تجریر کر کے اس طرف دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ ناگاہ اس پر سفید پوش
 کی جو بنگلے کے اندر تخت پر بیٹھا تھا شاہزادہ خاور سپاہ کی جانب پُرسی تو بغور شن و شباب اس شاہزادہ عالیجناب کا دیکھ کر
 سوچا کہ یہ شخص ضرور کوئی شاہزادہ یا وزیر زادہ یا رئیس زادہ اور بہت بڑا جلیل القربت عالیشانان ہوا شعور
 جو دی و نصبت و فراست از روئے مبارکش ہو بیست گنا شجاعت از جنبشش چون چہرہ فقر پیدا ست
 میا خستہ اٹھ کر وہی سلام کیا اور زبان کھول کر تمسک کا کاپ تشریف لایا قاسم نے جاسکوا بدست پیش آئے دیکھا تو

نہایت راضی اور محفوظ ہو کر نیکو نگاہ میں جا کر ایک کمرسی پر بیٹھ گئے وہ مالک اس جنگل کا بسبب رعب اور دیدہ اور شوکت شان
شاہزادہ والا مرتبت خاور سپاہ کے ڈرتے ڈرتے دست ادب باندھ کر مستحسن حال ہوا کہ آپ کا تشریف لانا اس سرزمین پر کیونکر
ہوا اور حضور کا اہم مبارک کیا جو قاسم نے اسکا عجز اور فروتنی دیکھ کر فرمایا کہ میں غریب الوطن و غریب الدیار ہوں بطریق سیر و شکار اس
دیار میں بھی طارد ہوا اگر تم پہلے اپنا حال بیان کرو کہ تم کون شخص ہو اور یہ پیشکش آجانی تھی یا جانتے اپنی ذات سے برائے اپنے صفت اور
کے کیا ہوئے کہما کہ حضور اصل حقیقت یہ ہو کہ میں ملازم گنجاب بن گنہور ملک حرمان دیوکش کا ہوں اور یہ کارخانہ آسیابانی کا
سیری تفویض کر لو آپ کی عنایت سے فردی کو کچھ دولت دنیا کی محتاج کسی صورت سے نہیں خداوند مجید ہزار ملک بختی
اتھی گھوڑے پالکی روپیہ اشرفی جو اہلرات سب کچھ مجھے عطا کیا ہو کسی قسم کی بچہ مگر نہیں فیروز آسیابان اس فردی کا نام جو قاسم
نے دیکھا کہ فی الواقع علی قدم مرتب یہ شخص متول معلوم ہوا جو ساریں بھی متعدد ہیں ایک طرف کو مختصر سولہ ہیں میں گھوڑے بندھے
روپا اتھی بھی نظر آتے ہیں ایک طرف گاؤ خانہ شیرخانہ بھی جو میں چپس گناشتے کاند سے پنج سات خدمتگذار جنگاہ بہت
مستقل ہوا ہوا ہوا اپنے دل میں سوچا کہ یہ شخص ملازم اور مقرب گنجاب ہو اس سے حال کشتی گیر کا فوہ دریافت ہو جائیگا یہ
سوچ کر پوچھنے لگا کہ اپنے شہر کا حال کچھ بیان کرو کہ یہ شہر کیسا ہو اور بیان کہ عالم شہر کی عدالت اور شجاعت اور سخاوت
اور رغبت پروری اور شرف نوازی کا کیا طریق ہو فیروز آسیابان نے پہلے تو بہت سی تعریف شہر کی کر کے کہا کہ حضور خیر و
سے اب یہ شہر سنجان پر آشوب ہو گیا اور تعجب طرح کے حادثے اور واردات اس شہر پر گذر گئے ہیں کہ اب قابل کسی
رہنے اور دم بھر شہر نے کے نہیں رہا قاسم نے کہا کہ بڑے تعجب کا مقام ہو کہ گنجاب پیغمبر مرسل بندہ خاص الخاص مقرب و گلو
خداوند لقا مشہور و معروف ہو چاہیے کہ یہ شہر و ملک ہر اک آفات اشی و سماوی سے محفوظ ہے اور تحاریر بیان خلافت
پایا جاتا ہو اسکی کیا وجہ ہو فیروز آسیابان نے عرض کی کہ اے والاہ مرتبت فی الحقیقت یہ شہر نمونہ عکس از جنت تھا اور روسا شہر
یہیں بھی سائیں عارام سے ہمیشہ ہر اوقات کرتے رہے مگر چند روز سے دو شخص ایک تو بلیع الزمان اسپر خروہ و اللہ علم
بالصواب کہ کس جیلے اور ذریعہ اور تدبیر سے اس شہر میں آ کے وارد ہوئے اور ایسی ہنگامہ پرداز بیان ہو رہا ہے اور حضور خیر و
کین کا لکھ لاکھ سار دیادون کی بھاو نیان ویران و بباد کوہن اور قریب لاکھ دو لاکھ درقاہرست بلے بلے بہت
مواد و پیادے مارے گئے اور خداوندہ تقدیر عجیب و غریب ہوش بباد و تھیرا افراد دیکھا کہ سپر خروہ نے بجان و احد عالم
تھائی اور بے مافی اور بے لاری میں ایسے لشکر کشا واد فوج اور سپاہ پیغمبری پرستائیں شیون مارے اور طغیانی آستین
تیز میں آئے کیسے کیسے تم صولت ننگان بحر شہادت غریب گرداب فنا ہو گئے اور کسی کو گھاٹ کا اسکی تلوار کے کچھ پتا نہ لگا
اسکی صولت اور قوت کا یہ رعب اور دیدہ بیان پڑا جو کہ ساکنان شہر ادنیٰ اصلی کے رہبر و اگر نام بلیع الزمان عالم مقام کا
کوئی لے تو سامعین کو تپ و لرزہ اور اسہال کا حال ہم پہنچ جاتا ہو چنانچہ انجام کار یہ ہوا کہ آج تیسرے دن کا ذکر ہو کہ
سواران اور سپہ سالاران دلیر و شیر اور جوانان قہارست زبردست نکو اران اور جان نثاران پیغمبر مرسل نے حسب لواء
اپنے اپنے وطنان تمام بھری انتظام اپنی فوج کا کر کے شاہزادہ بدیع الزمان کو محاصرہ کر لیا جب صبح کا وقت ہوا تو دیکھا کہ
وہ مرد شیر کیہ دہنا بسطرت حملہ آور ہوتا اور اپنی شمشیر کو علم کر کے جا بٹھاتا تمام فوج خل گلا گو سفند و ہم و برہم ہو کر بھاگتی
پھرتی تھی اور وہ خوف اور ہراس تمام لشکر گنجاب پر چھا گیا کہ بلیع الزمان اوصاف اسے کہ دو پہر رات کے معرکہ
میں غمی ہو گیا تھا اور تمام جہم اسکا دھما سے کاری سے مانند تختہ ارغوان کے شکستہ لہراتا تھا کہ یہ بھی چنگ رستخانہ کرتا
یہ دست مہر نکلا چلا گیا اور کسی کو یہ حوصلہ اور یہ جرأت نہ تھی کہ قاتل کا گزرا اور ایک شخص سن ترک جوشن پوش نامے کہ
اسے سبیل علم آموزہ تم کہا چاہیے ملازم قدیم گنجاب کا تھا اور حسب حکم سرکار کے واسطے تعلیم فنون سپہ گری دہ ہمارا

بدیع الزمان کہ پیغمبر مسل نے شہزادہ بلند اقبال خطاب دیا تھا متعینہ تھا اس پر نابالغ حکام نے وہ کورنگی کی کہ دین اولیت
 قدیم اور طریقہ بابائی کو اپنے چھوڑ کر باغوا سے بدیع الزمان "ادید خداے آسمانی کی ہرستاری اختیار کی اور رفاقت میں
 بدیع الزمان خلافت نہ سب کے ہر روز بنام قاسم کہ اسے پوتا حمزہ صاحبقران کا ادبیتجا اس بدیع الزمان کا لوگ
 مشہور کرتے ہیں بعدہ کے شریک حال بدیع الزمان ہوتا تھا اور ہر روز مکرملے میدان شخون رہتا تھا مدوہ بھٹ پٹ زخمی ہو
 اور حالت فحش میں ہنسرت دلاوران فوج گنجیاب نے کشندون میں مانند شیر کے اسے اسیر اور دستگیر کرنا اب حسب حکم
 پیغمبر مسل زندانخانہ میں بھیجا گیا پھر چنانچہ کل صبح کو بیرون شہر حکم گنجیاب وہ منراے اعمال کو اپنی ہونچے گا اور گردن مارا جائیگا
 آج اجمعی منادی ہو گئی جو کہ سب لوگ ساکنان شہر گنجیاب اسکی تعزیر دینے اور قتل کا تماشا جانے دیکھیں دس کو سی پنجویسی
 یہاں سے جو دیہات اور قریے بسوق گاؤں گراؤں کی رعایا گنوار زمیندار وغیرہ ہیں وہ بھی سب بیرون شہر تاشا دیکھنے کے لئے
 جمع ہوتے جاتے ہیں علی الصباح اس بندہ پیر کا بھی قصد ہے کہ اس مجمع میں پہنچ کر خونریزی اس حکام کی دیکھ کر داخل ثواب ہو
 یہ گفتگو فیروزآسیابان کے شاہزادہ تھا اور سپاہ نہایت کمزور و زخمی ہوا اور اپنے دل میں بخلوص نیت کتا تھا کہ ان کو خالی
 توسیع اور بعضی شہر پر قادر و قدیر ہو قوا اقف حال اور شاہد سیری مقال کا ہو کہ میں بندہ عاصی بعد از نماز پنجگانہ ہمیشہ ہی
 تیری جناب سے ملتی اور مستندی رہتا ہوں کہ تاقید حیات اپنی روز بدشاہزادہ بدیع الزمان اپنے عزم بند گوار کا انکھون
 سے نہ دیکھوں اور نہ یہ خبر نامعلوم میرے کان تک پہنچے اب تو ہی میرے عم نذر گوار کا نگہبان اور حافظ ہو اور مجھے علم ہو
 کہ وہ زخمی ہو کر جو عرصہ کارزار سے نکلا ہو تو گھوڑے سے کس محل میں کس مقام پر اپنی پشت پر سے گرا دیا ہوا ہے کیا اس پر
 گدڑی ہو وہاں جناح کمان مرہم کجا اسوقت کثرت آلام و غم اور جوش خونریزی سے غمگین تھا کہ جین مارنے لگے اور
 دریا سے اشک آنکھوں سے روانہ کر دے مگر مقضائے فراست اور صلاح وقت نمٹا گیا کیا اور خوب سنا اپنے دل کو
 سنبھالے دیر تک لب لبب سکوت اور محو حیرت ہٹھا رہا فیروزآسیابان نے حال شاہزادہ باقبال فاور سپاہ کا دیکھ کر بوجھا کہ کھڑا
 آپ اسوقت تیرا اور مقوم کیوں ہیں اور باعث فکر خاطر اقدس کیا ہے قاسم نے فرمایا کہ مجھے اسوقت تمہاری قربانی حل شکہ مال
 رنج ہوا ہر چند میں نے کبھی ان لوگوں کا نام نہیں بدیع الزمان اور ترک جوشن پوش کا نہیں سنا تھا اور نہ کبھی صورت الکی مٹی
 مگر مجھے ترک جوشن پوش کی ثابت قدمی اور رفاقت اور وفاداری نہایت پسند آئی وہاں ایسے ہی دیر اور شہد و دنیا میں
 پیدا ہوتے ہیں آسیابان نے کہا کہ حضور یہ تو آپ اٹی تقریر خلافت عدالت فرماتے ہیں وہ حکام تو دشمن خداوند لقا ہلاکون
 لقا ہرتون کا خون اس کے گردن پر میسر تو یہ نہ سب ہوا ورجی چاہتا ہے کہ اگر پیغمبر مسل جس قدر کہ اس حکام ظلم پر تشدد اور عذاب
 کرے ایک ایک اعضاء جسم کو اس کے کاٹ کاٹ کر یا سنگسار کر کے مارے تو گویا عین عدالت گشتری اور عدل پروری اور
 ثواب عظیم ہو قاسم تو جاہل چل جاتی تو تقریر اس آسیابان کی سلسلہ خلافت اپنے مزاج کے نشی غریب تھا کہ طیش اور غیظ میں ہاتھ
 ایک طمانیہ اس کے کہ دشمن سے اسکا سر اڑ جائے لیکن کچھ فضل الہی شامل حال تھا کہ یہ ضعیف سمجھا کہ ایسی حرکت تو نہ کی نہایت درہم و ہج
 ہو کر اتنا ہی فرمایا کہ او مردک سخرے تو کیا جانے اونٹھے اس میں کیا دخل ہے اگر نذر ابیرس یہ فلک دما چرخ مارے تب بھی ترک
 جوشن پوش اب اس سوار عرصہ کارزار جلا لگا دہستی میں کہیں نہ دیکھے گا تو اپنے آٹے وال کے بھاؤ کی خبر لے اور باتیں کر
 پیر آسیابان کی نیکت نہ وہ تھا تو ان سرور ہو گئے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ عالم یاس و ہراس میں تھا کہ مجھ کو ہکا کر لئے گا
 اور اپنے دونوں ہاتھ باندھ کے کھنے لگا کہ حضور میں نے ناداسترہ گفتگو کی فی الحقیقت ہم لوگ ان باتوں کو کیا جانیں اور
 کل صبح کو اگر حضور ہی وہاں تشریف لے چلیں تو سواریان متحد و حاضر ہیں اور خلاصہ اس خوشامد کا اور الحاح سے یہ تھا کہ
 آسیابان نے اپنے جی میں خیال کیا کہ یہ نوجوان نودار و لاشک و لایب دیوا بیرون مجھوں مجھوں اور طرہ اس پر یہ کہ سپاہی

وضع سلاح بند مباد کسی وقت کوئی بات ایسی نہ سے محل جیسے اور یہ شخص دیوانہ پن سے مجھے ایک کڑا لے تو یہ بات کہ مصری اور ان
سرمین کن ٹیکوں شدہ شدہ باشد میری تو جان جاتی رہے اسکا پھر کوئی کیا کر لگا ہی تیرے خوب ہو کہ اب یہ ذات شریف کسی جیلہ بہانہ
سے تشریف لیجائیں غرض قاسم اسکی منت اور حاجت سے خاموش ہوا اور کچھ غصہ فرو ہوا بعد ازاں آسیابان نے ایک لنگ
منگاکے اسی جنگ میں بھجوا دیا اور عرض کیا کہ حضور دم بھرا رام فرمیں قاسم نے کہا کہ ابھی تو میں مٹنے کا نہیں شب کو آرام کرو لگا کر
تم ایک کام کرنا کہ ایک گھوڑا ہماری سواری کے لیے کسوا کے یہاں چوٹی بن لگا کر لکنا کہ ہم بھی بعد نصف شب اس مجمع میں بطور سر
و قحاش سوار ہو کر آئیے آسیابان نے عرض کی کہ بہت خوب غلام بہت بخود گھوڑا بائین و بجام وضع کار اول شام سے تیار کر کے
یہاں حاضر کر لگا آگے جسوقت حضور کے مزاج مبارک میں آئے سوار ہو کر جہان جی چاہے سیر و تماشا کو تشریف لیجائیں بقعہ مختصہ
جب کہ وقت شام کا ہوا اسوقت شاہزادہ خاور سپاہ لے کر جا کے لنگ پر آرام فرمایا یہاں پیر آسیابان نے اپنے گلاشوچ سے
صلوہ دیکھ کر سارا حال شاہزادہ باقبال کی بد مزاجی اور غصے اور جہالت کا بیان کیا اسکے سب نوکروں نے کہا اگر آپ صفا منہ
ہیں تو فرما دیں ہم ابھی اس جوان کو یہاں سے نکال دیں پیر آسیابان کی روح محل گئی مارے ڈکے ایک ایک سے نہیں
کر کے کہنے لگا کہ اے سوا سے خداوندیجہ ہر اس ملک باختر کے کہیں ایسا غصہ نہ کرنا یہ ایک باب بہرہ جو کی جیادہ دیر
اس آفت ناگمانی کو میں اپنے سر سے ڈالا چاہتا ہوں سو تم ایک گھوڑا بائین و بجام تھما سکی سواری کے لیے تیار کر رکھو اور رات
کے بعد یہ سوار ہو کر چلا جائیگا تو کون نے کہا کہ آپ کا یہاں گھوڑے بہت بیش قیمت ہیں تو ایک سپاہی بھی مستد اور معتبر اور ہوشیار اس
جوان کی سواری کے ہمراہ کر دینا چاہیے کیلئے کہ جو یہ شخص گمراہی سے کسی طرف کو چلا جائے اور پھر آئے تو اسے کوئی کمان ڈھونڈتا
پٹا پھر بے گاہ پیر آسیابان نے کہا کہ تم سب بڑے نادان ہو مثل مشہور ہو کہ عزت کا صدقہ جان اور جان کا صدقہ مال اس دیوانے
کا جی چاہے تو دو گھوڑے لیجائے مگر کسی نہ رات سے خداوند لقا اس بلا کو میرے سر سے دفع کرے اور یہ لکھنا ایک راہوا کہ
تیرے رفتار و بیش قیمت تھا آئے علم دیا کہ اسی گھوڑے کو جلد تیار کر کے آؤ چنانچہ اسکے نوکروں نے اس مرکب کو بائین و بجام تھما
تیار کر کے لگا رکھا سو وقت شاہزادہ خاور سپاہ نے کوئی ڈیڑھ پہر رات پچھلی باقی تھی کہ خواب راحت سے بیدار ہو کر
پیر آسیابان کو آواز دی اور فرمایا کہ دو گھوڑا ہماری سواری کے واسطے تیار کروا کے کمان کھڑا کیا و آسیابان کے دل
میں وہ خوف نمایا ہوا تھا کہ تمام بات میں اسے نہیں ٹہری آواز کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ حضور گھوڑا شام سے کسا
ہوا کھڑا قاسم نے کہا کہ تمہارا بھی تو ارادہ چلنے کا تھا اسے کہا کہ غلام خبیث و نادان حضور کے ہر کاب نہیں پوچھ سکیگا آپ
تشریف پلین میں بھی حاضر ہوتا ہوں یہ شاہزادہ خاور سپاہ مسلح و مکمل ہو کر مرکب پر سوار ہوا اور اپنے دل میں یہ سوچتا اور
توڑ کرتا ہوا کہ اتنا قاسم اگر تائید اندی شامل حال ہو تو فیسیبیاوری کرے تو اگر اس مجمع کثیر و انوہ عظیم میں اس مؤسلان و فا
یعنی ترک جوشن پوش کو چلے جھین لائے اور قتل سے بچا لے تو ایک مرتبہ حناست عظیم ہوگا کہ ایک مردوس کو پتہ کفار
سے چھل لیا وہم یہ کہ رفیق جان شاکر شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے گوارے بچے سے بچایا اور کس قید شدید سے نجات دی
گوا ہمیشہ یہ با عظیم میرا عزیز گوا اسکی گردن پر بیگا خلاصہ یہ کہ جی میں نہایت خوشی خوشی اس میدان قتل گاہ کی طرف روانہ ہوا

اب تمہاراستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان والا نشان گذارش کیا جائیگا

کہ جیادہ گروہ رستم شکوہ صاحبقران بن صاحبقران پہلوان تھیں شاہزادہ بدیع الزمان گرو لشکر شکن نے حالت
انہم داری اور غشی میں اپنے دونوں ہاتھ گھولے کے گلے میں ڈال دیے اور وہ مرکب و فاجحک ستانہ کرتا ہوا ہست صوا
محل گیا از بسکہ گھوڑا بھی نہایت زخمی تھا اس بارہ کو جس تک لوگ ٹٹ چلا گیا زمین کوئی پہر یا سوا پہر وں چڑھا ہوگا کہ
ایک مغرور سر نیز اور سیرب نہایت حرب نا اور تھرا سے لطیف نام فیض لا کو سوان تک بندہ فیروزہ گوں اعلیٰ تھا جہاں تھما دھرتی پانی

کے بھرے ہوئے اس گھوڑے نے دیکھ کر انہیں کہہ دوں سے اپنے آپ دانہ سرکہ نرم دیکھ کر ان کی گرت گرت کی اس چراگاہ کی
 جانب مخاطب ہو کر گھاس پر منحصر والا ہوا جو اس کے جسم کو لگی تو پسینا خشک ہوا اور اس نے چاکر زمین پر لوٹوں یہ ارادہ کر کے جیسے ہی
 چاہتا تھا کہ ٹیٹھے شاہزادہ بدیع الزمان پر تو حالت غش کی طاری تھی بسا ختم دونوں پاؤں رکاب سے کل گئے اور قاش
 زین سے جدا ہو کر فرش خاک پر گرے اور ایک سمت وہ گھوڑا لوٹنے لگا اس عرصہ میں شاہزادہ والا گوبر کے جسم اطہر میں ٹھنڈی لٹی
 ہوا جو وہ ان کی گلی خیم تو آئے تھے ان میں وہ پیدا ہوا اور اسی صدر نہ جاننا کے سبب سے آئے کھل گئی تو دیکھا کہ شعور نہ دھتے سے سرختم
 نہ آستنائے بہت عجیب واقعہ و طرفہ جرات کے بہت دین بیان بجان واحدیکہ و نہا خاک پر چڑھوں اور گھوڑا ایک طرف
 چراگاہ میں مشغول ہو اسوقت شاہزادہ والا محبت نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید میدان جنگ سے یہ گھوڑا مجھے لے
 لے گا اور یہاں ہزاروں بچکین پشت زین سے جدا ہو گیا ہوں یہ سوچ کر اٹھ بیٹھا اور جسم اطہر کو جو دیکھا تو اس سے تپا پازمخوں سے
 جو ہر جگہ شکر ادا کر کے بھڑو قلب اور خلوص نیت رو رو کر کہنے لگا کہ اے رب جلیل عہد طفولیت سے اب تک سوا سے
 تائید اور تیرے فضل و کرم کے کبھی کسی کی امداد اور اعانت کا طالب اور خواہاں نہیں ہوا رضی برضا ہوں کچھ انی بکسی
 اور بے مونس اور زخمی اور تنہائی کا اس قدر غم اور سچ مجھے نہیں تھا کہ وہ غم و ملگرفتاری یا رونق داری لینے ترک
 جوش و شوش سرخوش و در جان تار کا ٹوٹ پڑا اس صدر عظیم سے میں تیری جناب میں مستعدی اور بطی ہوں کہ صبر و
 اپنی وحدانیت کا اس دوست با وفا کو ایک بار پھر مجھے ملادے اگرچہ اسباب ظاہر عقل مقتضی اس بات کی نہیں ہوتی کہ ترک
 جوش و شوش بقید کفارت بکار مبتلا سے صد گنا آفات ہو چکا ہو وہ سب مشرکین و دشمنان دین کشمکش اس مرد مومن کے
 جہنم زندہ و سالم چھوڑیں اور طرہ اشہر یہ کہ تین دن سے آب و دانہ اسے ہم نہیں پہونچا ہوا اور نوبت مریم ٹی کی بھی نہ ہون نہیں
 پہونچی کیا ایک سنبھل جانا غیر ممکن اگر آج اس کی کوئی مریم ٹی کرے تو دو تین مہینے کے عرصہ میں شفا حاصل ہو لیکن اے کیسے
 تیری ذات قادر مطلق پر تیری قدرت کاملہ سے کچھ یہ امر محال نہیں کہچراں آنکھوں سے میں ترک جوش و شوش کو
 زندہ اور سالم دیکھوں یہ کہ حال شناخت و جان شناری اور حین خدمت اور وفاداری ترک جوش و شوش پر نہایت
 بیتاب ہو کر بعد در دو آہ چشمہ چشم سے اشک کے قلم اور محیطا موج زن کرنے لگا ناگاہ دیکھا کہ دو طاہرے لڑتے لڑتے ایک
 درخت سے نیچے گئے اور زمین پر بھی ٹپوں اور مقارون سے خوب زخمی ہو کر سل و شل ہو گئے اور خون ان کے زخموں سے
 بہہ جہ نہایت جاری ہوا تب وہ دونوں پرندہ وار کنان اسی محراب سے طرف زامین کہ قسم قسم اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں بھلے
 کی لگی ہوئی تھیں ایک جھاڑی پر جا کے لوٹنے لگے اور دو دو چار چار پتھان اس جھاڑی کی فوج مقار سے اپنے اپنے زخموں
 پر رکھ لیں فوراً خون بند ہو گیا اور بفرقہ العین وہ دونوں جانور صبح و سالم ہو کر ایک سمت کو آتے چلے گئے شاہزادہ بدیع الزمان
 والا شان یہ تماشاں چڑیوں کے زخموں کے اندمل اور محبت کا دیکھ کر اپنے جی میں سمجھا کہ اے بدیع الزمان یہ معاملہ طائروں کا
 تیرے واسطے بطور برایت اور الہام غیب کے ہو شاید اسوقت باب اجابت واد کیا عجب کہ ترک جوش و شوش سے
 بھی پھر مجھے بقید حیات ملاقات حاصل ہو جائے اور یہ سوچ کر وہ ان سے اٹھا اور اسی جھاڑی کے قریب جا کر قہوڑی سی
 پٹیاں توڑ لیں اور انکو خوب ساتھ سے مل کر اپنے زخموں میں بھر دیں دم بھر بعد جو خیال کیا تو اپنے تمام جسم اقدس میں کہیں
 نشان تک زخموں کا نہ پایا اسوقت شان بے نیازی و قدرت کا سازی اس اندر کائنات مالک حیات و موات کی کھوکھلی
 حالت و جہنم مضمون اس شعر کے کہ الحق مبرج شعر از دست و زبان کہ برآید ہر جگہ شکر شش برآید ہر تادہ مصروف
 حمد و سپاس رہا بعد اس کے ایک سمت ایک چمنیاب نہایت لطیف اور پاکیزہ تھا وہاں جا کر تمام اپنی پوشاک خون آلودہ کو
 دھویا اور پاک اور صاف کر کے پھر اپنے جسم اطہر کو آراستہ کیا اور گھوڑے کا زین اتار کر اس کے بھی زخموں پر اسی جھاڑی کی پٹیاں

توڑ کر طین اور اسی طرح سے بعد وہ بچہ کے جو ملاحظہ کیا تو تمام زخم اس گھوڑے کے اندال کر کے وہی لائے تھے اور شان باقی نہ تھا
 شاہزادہ عالی شان نے گھوڑے کے تمام بدن کو دھو کر خوب نم لایا اور چراگاہ میں چھوڑ دیا اور اسی محل میں جا بجا سے کچھ سودہ جحرانی زمین
 میں سے توڑ کر پوش فرمایا اور بعد ازاں پھر زمین مرکب پختہ کیا سمت شہر سنجان سوار ہو کر جلا رہی کھلی کوس پر بھی نہ پہنچا ہو گا کہ سامنے
 سے چن و سا فراموش میں یہ بائیں کرتے ہوئے کہ کل کے دن کیا کیسے ہمارا رہنا اور شہر سنجان میں نہ ہو اور ہم بھی ترک جوشن پوش
 کی گردن مارے جانے کا تاثر دیکھ لیتے ایک ان میں سے کہنے لگا کہ بھائی بھو ایسا تا شاخدا وند لقا نہ دیکھائے تو یہ یہ مقام تاسف
 اور جانے بہت ہر کہ جہوقت یہ سانچہ پوشش با اور واقعہ جانگزا گردن مارے جانے کا اسکے پس حمرہ کے گوش زد ہو گا تو فرمائیے
 انجیال اسکی رفاقت اور جان نشانی اور محنت اور وفاداری کے اس کے دل پر کیسا صدمہ عظیم ہو گا اور اسکی مولیت اور شجاعت اور
 جہیت اور مروت سے مجب نہیں کہ وہ مثل شیر تشنہ و گرسنہ تہیہ رہائی اور نجات اس رفیق اور جان نثار یار وفادار کے آسے
 اور میں لینا کہ اگر کل اتفاق اور محض فوج و سپاہ گنجاب بالاتفاق جمع ہو کر اسوقت اسکا مقابلہ کرے تو وہ کسی میں ہند نہیں
 ہونے کا وہ تا شا اللہ قابل دیکھنے کے ہو کہ کیسے سوار و پیادہ سلاش گنجاب کے مثل حمید لاغر اس شیر بیشہ نوزیری سے خاک
 و خون میں پڑے لوٹتے اور پھرتے ہیں اور کتنے مانعہ بند و دش کے چار طرف بھاگتے پھرتے ہیں اور کیا رنگ اس مہربان
 قتل گاہ کا نظر آتا ہو مگر افسوس ہزار افسوس وہ کہتے ہیں مصرع کوئی انسان نہ آجائے کسی انسان کے قابو میں اب وہ
 ترک جوشن پوش مہربان زنی اور مجروح سیر و خون اسکے جسم سے نکل گیا دو تین دن کا بھوکا یا سا امیر و دستگیر و غل و غیر
 افواج بے پیر میں محض بے دست و پا ہو ایک پیر زال حیرت بھی ہو چاہے سو اس سے سلوک کرے بھائی ہم تو اس بات کو
 جو امر دی اور بہادری نہیں سمجھتے ہیں یہ تو عین نامردی اور بے ہمتی ادا نہ منصفی گنجاب کی ہو اسکو تو بلا کے خلع بخلت کرنا تھا
 اور ایسے بہادر کو اپنا رفیق بنانا اور ملک میں رکھنا غیبت سمجھنا تھا خوب ہوا جو ہم آج وہاں سے چلے آئے شاہزادہ بدیع الزمان
 نے یہ خبر و حشت اثر سنے ان لوگوں سے بیگانہ وار ہو چکا کہ صاحب اس شخص کی کیا تصویر کس جرم پر اسے قتل کرتے ہیں ماہ گیر و ن
 نے کہا کہ صاحب وہ ملازم پیغمبر مرسل تھا ایک فیر شخص فیر کف غیر ملت ماویدہ خدا کے پرستار و ن میں کوئی بدیع الزمان پس حمرہ
 صاحب قرآن ملک سنجان میں تازہ وارد ہوا تھا ہر چہ کہ داستان بت طولانی و مختصر مطلب بیان کیا جاتا ہو کہ بدیع الزمان
 بواسطہ اور بے جہت ہر شب بخون فوج گنجاب تہا کرتا تھا اور شخص جو سبھی بہ ترک جوشن پوش ہو خواہی اور رفاقت
 بدیع الزمان میں کوئی شخص قاسم و اسکا نام لیکر شریک معرکہ بخون ہوتا تھا اور ہزار اسوار و پیادوں اور اکثر سردار و ن اور
 سپہ سالار و ن کو ان دونوں نے میدان مذم و پیکار میں تہ تیغ آبدار کیا اور تمام لشکر گنجاب میں تلامذہ لڑا لڑکھا و نیون کو وہاں
 ویر باد کر دیا تھا آخرش سچ تو یہ ہو کہ بڑے کام کا انجام ہر جو ایک رخصت و لون گھر سے بدیع الزمان کو زخمی ہو کر کسی طرف نکل گیا
 وستیاب نہیں ہو لگے ترک جوشن پوش پکڑا گیا اسل جرم پر آج پیغمبر مرسل نے حکم دار پر کھینچے اور اسکے قتل کرے کا دیا
 اصل سے اس بات کی منادی تمام شہر میں ہو گئی ہو کہ ادھار علی شاد و گدا و ضعیف و شریف زن و مردانہ خود ماکلان از پیر تا جوان
 بلکہ دس کوئی جنگوسی سہا یا بیا قریم و دیہات کے زمیندار گنوار سب آکے تاخا اسکے قتل کا کچھین شاہزادہ بدیع الزمان باورک
 اس حال کے زیادہ تر مضطر اور پریشان ہوا اور وہاں سے اپنے مرکب کو تیز کام کر کے سمت شہر سنجان روانہ ہوتا ہوا اور
 سابق میں گذشت کیا ہو کہ شاہزادہ قاسم بھی نیر فدا سیابان کے پاس سے بلوچ شہ کے تہیہ الی ترک جوشن پوش و تہیہ
 اب دو کلمے داستان اضطراب اور بھاری جانب عصمت تاب ملک گوہر ملک سبکیان کیے جاتے ہیں
 کہ جہوقت سے اسے حال بھاری ہو کر بحالت زخماری نکل جائے شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کا سنا ہوا اور بعد اسکے
 یہ سانچہ حیرت زا اور حادثہ جان گزاترک جوشن پوش کی گرفتاری کا اور حکم گردن مارنے کا علی اللہ اتز زبانی ہر ایک کے گوش زد

ہوا ہر ملک نہایت اندوگین اور پریشان حال قالب بجان بادل ہریان اور سیدہ سوزان خاموش دوزخ و فرشتوں کے
 دلکش میں ایک شہ نشین پر اپنی پلنگری پر پڑی ہوئی رومی ہر یثابت ہوتا کہ دونوں نگاہیں نہیں ہیں دو سحاب حسرت ہیں کہ
 نرغہ دیر متصل درہم برس رہے ہیں ہر چند خواہیں مقربین مصاحبین نہیں جلیسین مجربین ملک کو سمجھاتی اور تسکین دیتی ہیں کہ ملک بجز
 آہ و زاری اور شغل شکباری اور کسی طرف مطلق توجہ نہیں کرتی اس روز کی نقل ہو کہ سب محبت والیاں گرد و پیش میں بجز اور الحاح
 کہ ہر یثابت قرانت شوم آج تیسرا دن ہوا کہ حضور نے کچھ خاصہ نکتہ تاول نہیں فرمایا نہ غلطہ بآرام فرمایا نہ آپ بچہ اپنے دل کا حال
 کہتی ہیں کسی سے کچھ بات کرتی ہیں سارے محل میں ایک ماتم پایا ہوا ہے عند اللہ کچھ تو فرمایا ہے اس صدر اٹھانے اور غم کھانے سے
 بجز نصیب دشمنان ہلاکت کے اور کیا تصور کیا جائے بس ہم سب لوندیان بھی کوئی دم کی مہمان ہیں یہ حضو کے سچ و غم دیکھ دیکھ شہر
 مندہ کی آنکھیں ہنسی پر کھڑے بدن میں ہیں مہربان جانتے ہیں ہر کوئی مروت کفن میں ہیں ہر فقریب تصدق ہو جائیگی یہ گفتگو دلاسا
 وغیرہ اپنے ہمارے یوں دسازون کی شکے ملک گو ہر ملک نے مثل امتیاز غمیدہ اور سگواران ستم رسیدہ کے ایک آواز جاکھاد
 دل سے کہیں بچ کر فرمایا شعر مراد و سیت اندر دل اگر گویم زبان سوزد مدد و گردم در کشم ترسم کہ معنی استخوان سوزد و داری کھنڈ
 شعر اگر گویم کہ باین در و جان سوزد ہر طبعیم قصد جان ناتوان کردہ کیا اپنا حال دل کون اور کس سے کون میں تو مہرے پر راضی
 ہوں پر سوت کو موت ہی آگئی زندگی ہی گئے پڑی اسکی میں کیا دوا کروں پس مجھے چپ پڑا رہنے دو و طفت کہ اس خاموشی میں
 مجھے حاصل ہو وہ مجھے قسم ہے اپنے دین اور ایمان کی کہ اور کسی بات میں مجھے وہ آسائش اور کیفیت نہیں ہے اسے ہوس وہ
 مثل ہو کہ خود کردہ رادمان نیست ہر چند شاہزادہ عالم مقام نے مجھے سمجھایا کہ تقدیر کے کارخانہ میں کسی کو کیا مہلت ہو کھت
 نصیب آخری نے اٹھا کھانا مانا اور اس شہریدہ کو اسکے شہر و دیار اور خوش و تیار اور والدین بزرگوار سے ہر وہ فریب جدا کر کے اس
 ملک کفار میں لیکر آئی اب خدا جانے کہ اس تن اطہر و جسم نازنین پر اسکے کثرت جراحت اسے کاری سے کسی کسی ایذا میں اور
 کیا کیا صعوبات ہوئی کیا بچہ کجا مریم کمان کوئی بارہ دگر رفیق اور دوسوز غم اسکا افسوس ایک میں ہوں سو اس سے دور
 سیکرہاؤں کوں معلوم نہیں کہ گھوڑے نے لیجا کے کمان اسے اپنی پشت پر سے علیحدہ کر کے گرا دیا کس جگل میں کس حال زبانی
 اسے افسوس صد افسوس کیونکہ ہوگا کمان پٹا ہوگا شعر افسوس پڑا ہو وہ کہہ کر کہ ہر کوں بھیجوں کسے اسکی میں خبر کو ہستم تازہ یہ ہر جہت
 سے یہ صد میرے کان میں پڑی ہو کہ وہ عاشق نار رفیق جان شد اسکا میں ترک جو شش و شش نامہ گردن مارا جائیگا اسکی جیسے
 جانفشانیان اور سر فرودشیان مجھے یاد آتی ہیں اور اسکے صلا انعام اور عوض میں اسکی گردن اسے جانے کا اور قتل
 ہونے کا یا میں حال شکستگی اور بیونی جہت کہ تصور میرے دل پر گرتا ہو جان شیریں مجھے کچھ معلوم ہوتی ہو اور ذات اللہ دیاست
 بدتر از لہجی سکر است میرے کام ہر دامن میں ہر اب کسی کھانے اور پینے کا مروت نہیں رہا بس اسوقت اتنی اتقا اور دعا
 سیری اس خالق ارض و سما ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان کو دیر گاہ زندہ سلامت بجاہ و شہت رکھے دوسری
 آبرو اور میرا پردہ اس وارث کی سلامتی میں کہ لے کہ مجھے جلد دنیا سے اٹھانے اور یوں خاک کردے اس شہار
 وہ خوش ہے سینہ چاک زبون جیتا رہے وہ ہلاک ہوں میں مطلوب ہو اسکی زندگانی گو میں نمون در جہان فانی
 اور توفیق ہو تم سب عہد طفولیت سے میرے ساتھ رہیں اور انیس خاصہ طبعی با اخلاص مکتوب اور جہان شاربہ رہتی ہو اور
 ایک ایک حاکم اور آل اندیش نشیب و فراز دنیا کے سب کچھ جانتی ہو کچھ کسی کو سکھانا اور سمجھانے کی احتیاج نہیں اس
 دنیا سے ناپائدار اور زندگانی مستعار کا ہرگز اعتبار نہیں اور مرنا دینے کا کیا بھروسہ اور میں بیان کیا جائے کیا ہو کیا
 نہیں ہو لہذا میں تم سبھوں سے اتنی امید رکھتی ہوں کہ شاید بعد میرے کوئی سبب ایسا ہو کہ شاہزادہ والا مرتبت کے مقام
 عالی کی زیارت بھی تمہیں نصیب ہوا اور کہیں ملازمت حاصل ہو جائے تو حق مکتوباری اور وفاداری یہ ہو کہ اتنا پیام بھی سونے

قسمت مسافر ملک عدم کی طرف سے گزارش کر دینا تھا	اور روح روان سر سے ہلکے	میں تجھے جدا ہونے کی طرف سے
سوسترین اور ہزاروں زبان	دل میں یہ ہے دیتی ہوں جان	افسوس یہ میری نوجوانی
تاشاد و ناہرادا و داسے	دنیا سے میں اس طرح چلی دے	دوسری کا تری تجھے الم تھا
یونز عین بھی تجھے تری یاد	بٹی مری کیا ہوئی ہر یاد	حسرت یہی تیرے دیکھنے کی
ازبک کہ کوی ہر پہلی منزل	یتاب ہوا اس سے یہ مرا دل	گر تو تھے مر گئی وہ بیمار
تو تجھ کو قسم آہی حسد اکی	خوبی تجھے جس نے عطا کی	رشتہ تری عمر کا نہ کم ہو
ما تم میں مرے یہ کچھ بقید	جز صبر و ضبط نالا و آد	نہ نامری جان شاد و خرم
ان دل سے تجھے نہ بھول جا	قربت پہ بھی مناسبت کو آنا	یہ کلمات عبرت آیات اور گفتگو یاس و مسرت ملکہ گوہر ملک کی

تھے سب محبت والیاں مثل قالب یہ جان موحیت سکے کی صورت گئیں اور خبی ہرین اور محرمین انیسین خاص اور جلیسین
 باخلاص تھیں وہ آٹھ آٹھ کے ہر ایک کام کے ہمانے سے علوہ جا جا کے ٹھٹھا حانپ ڈھانپ کر دیتی تھیں وہ دوسرے اپنے اپنے
 سروں پر مارنے لگیں تمام مجلس میں ایک ناظم اور شورا تم با ہو گیا تھا اور سب باہم کئی تھیں کہ صاحب ملکہ حد مہر کا وہ دوسری
 شاہزادہ عالیجاہ میں جا خبر ہوئی نہیں معلوم ہوتی اور ملکہ گوہر ملک یہ باتیں کر کے عجب طرح سے یتاب اور حالت
 اضطراب میں بھی تو دیا اشکوں کے اکھوں سے بہاتی تھی کہ تکیے چادر تو شک پٹنگ کے سب تر ہو جاتے تھے اور کبھی گھبرا
 بعد نالہ و آد یہ شعر زبان پر لاتی تھی شعر قلی ہر دل پر فغان بول پر جگر آہ اور خروہ و طوفان اہل خبر کے کہ جان واحد
 یہ سوطر کے غلاب میں ہو اور کبھی عالم دشت میں دیوانہ وار با چشم اشکبار پٹنگ پر سے اٹھ کر چستان میں بطریق تفریح طبع
 جاتی تھی اور ادھر ادھر گلشت کرتی پھرتی اور کبھی تھی کہ اوگل اندام افسوس حد ہزار افسوس اب ہم کہاں اور جلوہ
 دیدار شاہزادہ بدیع الزمان کہاں دل کو مدحیت یاس ملی حاصل ہو گئی ہو گل اندام وغیرہ سب خواصون نے عرض کیا
 کہ اگر ملکہ عالم فی الحقیقت بدگالی لازمہ محبت ہو لیکن حضور اند کے اپنے دل کو تسکین دے کو چشم خود ملاحظہ فرمائیں کہ اس
 جامع التفوقین نے کس طرح سے سامان وصال ہم پہنچایا تھا اور کن کن بلیات اور آفات سے کہ اس وقت بھی ملاقات
 سے شاہزادہ والا صفات کی یاس ہم سمجھوں کہ جی کو ہو گئی تھی مگر کس خوبصورتی سے بے سعی و تلاش ملاقات ہوئی رسی
 صورت سے کیا عجب ہو کہ پھر زیارت اقدام اعلیٰ اس عالی منزلت کی ٹھکو نصیب ہے اور یہ ساری کلفت اور مصیبت بمثل
 ہمیشہ و عشرت ہو جائے قرابت شوم مصرع چان نانہ خنیں روز ہم خواہر اندہ ملکہ گوہر ملک نے آہیدہ ہو کر فرمایا کہ
 دن تم سچ کہتی ہو الا یہ جہان فانی عالم اسباب ہو خواصون نے عرض کی کہ حق تو ہے حضور کو صدوی سال سلامت رکھے
 جس وقت کہ دریا سے رحمت الہی جوش زن ہوتا ہو کوئی سبب درکار نہیں ابھی ملکہ سے اور خواصون سے یہ گفتگو ہو رہی تھی
 کہ جس دیوار کی طرف سے شاہزادہ عالی مقام قدیم الایام سے تشریف فرما ہوئے تھے اور ایک کھٹکا معلوم ہوا اور ملکہ نے
 گھبرا کر اس طرف کو جو دیکھا تو بالائے دیوار سے ایک سیاہ پوش باغچہ میں اترتا ہو ملکہ گوہر ملک اس درجہ مضطرب اور سر اسیر
 ہوئی اور ادھر کو جاتی کہ دوپٹہ کا ندھ سے پر سے زمین پر گر پڑا اور آسکا کچھ خیال نہ کیا اور یہ کہتی ہوئی کہ اوگل اندام خدا بھوٹ
 نہ کرے میرے دل کو یقین ہو رہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان رونق افزا ہوئے ابھی تھوڑی دور نہیں ہو پئی تھی کہ ادھر سے
 شاہزادہ والا تیار شہم فرماتے قریب آ پہنچے اور اچھ ملکہ کا کپڑے کے پوچھا کہ ملکہ عالم فرمائیے اندرون حال خراج مبارک کا
 کیا ہو ملکہ گوہر ملک نے بے چشم حیرت شاہزادہ والا حیرت کو دیکھا کہ کیا شعر حال گفتنی نہیں میرا دتے پوچھا تو مہربانی کی بنا پر
 چمک پر سے طوطک ڈھلک ڈھلک کر افسوس دامن بہ کرنے لگے اور یہ حال ہم پہنچا کہ چمکی سی لگی ہوئی بات نہیں بجاتی تھی گل اندام

نے عرض کیا کہ اے شہزادہ خدا نخواستہ اگر حضور اسطوریہ رونق افزا ہوا کرتے تو یہی طریقہ ملازمت کار ہو گیا تو تصور درود و دوسی اور جوگی
 سے حضور کے ہم لونڈیوں کو ملک عالم کی زمینگانی کی طرف سے قطع امید اور پاس کلی ہو چکی شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ شعور محبت لگائی ہو
 پائی ہیں لگ بہ محبت سے جو تیج گردن میں لاگ ہو اسے جا لگا بی غل محبت میں اور ٹکریا جو کچھ کہ ملک کے دشمنوں پر بدلت
 امدل اور اپنی محبت کے نمود و تعجب جو یہ کرا اپنے رومال سے ملک کی آنکھوں سے آنسو پونچھ کر فرمایا کہ اب یہ رونا دھونا تمہارا شخص
 ہو گیا جو خود کردہ اور مان نیست ملک گوہر ملک نے کہا کہ شہزادہ امدت تھائے نے بھی اپنے کلام مبارک میں فرمایا جو والہا طبعین انبیاء
 والہا فیض علی الناس والہا تحب المحسنین گناہ بندے کے معاف کرنا جو فی الحقیقت مجھے ایسا ہی جرم سرزد ہوا جو کہ تھا لکھا زما
 مگر شعر سے گناہ رحم سزاوار آپ کے ہر بخشہ بخشہ جو ہمیں لگا آپ کے شاہزادہ نامور نے یہ سن کر فرمایا کہ اے ملک گوہر ملک
 تمہاری جان غم کی قسم اتو مجھے مطلق اختیار باقی نہیں جو ان تا وقتیکہ ہمارا از افتائین ہو ا تھا بہر کیف پوشیدہ پوشیدہ
 تمہارے ساتھ اوقات بسر کرتے تھے اور اب تو اس ملک اور دیار کے درود یو ا بھی ہمارے سایہ سے محروم اور گریبان میں اور
 ایک ایک فرد بشر ان کے نامہ زن و مرد تشنہ خون اور دشمن جان ہمارا ہو رہا جو بجز افضال لایزال قادر و الجلال کے اور کوئی
 صورت اب ملاقات کی نظر نہیں آتی جو ان لہر بفتح الفرج صبر کرو اور رات دن جناب احدیت سے دعا مانگو عرض باتین
 کرتے ہوئے اسی غلو تھانہ میں جہاں کہ قدیم سے صحبت اور شست رہتی تھی آکر بیٹھے اور بعد ذکر ادکار سلسلہ سخن یہاں تک پہنچی
 کہ کل صبح کو بیرون دروازہ شہر ترک جوشن پوش گردن مارا جائے گا اور تمام مکان شہر ادنیٰ علی تماشا اسکا دیکھنے کو جائینگے
 شاہزادہ بدیع الزمان عالیقدر ارباب و ناداری اور جان شاری میں آئی بے اختیار ہو کر زار زار مانند ابر بہار کے رونے لگا
 اور فرمایا کہ اے ملک اب تمہیں از رو سے انصاف کہو کہ ایسے اپنے رفیق ماضی زار سر فروش اور حمان ثار کی ہم خبر قتل سنگدخوت
 جان پیشم پوئی کرین اور حق القہور اپنے اسکی ائی اور سخات کی تدبیر سے غافل چین استغفار مصرع صدخندہ مرک بر جنین
 است ہ کوئی نامہ دانلی اور عزیز بھی سنگ گوارا نہ کر گیا اگر لاکہ جانیں میری اس راہ میں کام آئیں تو سرب کعبہ ایسی موت کو
 بہتر اور زندگانی چاہو یہ بھون ملک گوہر ملک نے عرض کی کہ آپ بجا فرماتے ہیں اس میں سر و فرق نہیں ایسے دوست اور
 باصروت لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں جس طرف سے ترک جوشن پوش نے تمہارے واسطانی آہوا اور جان تکس غز نہیں کی مگر
 ایک بات مجھے آپ یہ تو فرمائیے کہ مجھے طرز تقریر سے آپ کی یہ نہایت ہوتا ہو کہ شاید آپ کا بھی تہیہ اور قصہ ہو کہ اسکے شکوہ حال
 ہوں شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ فی الحقیقت ایک جانب کو لاشہ جو چکان ترک جوشن پوش بر سردار اولیان ہوگا اور دوسری
 جانب قتل اسکے سر بدیع الزمان بھی نیز ہے چو ا نظر آئے گا گوہر ملک نے کہا کہ یہ آپ جو فرماتے ہیں سب برحق و بجا الا ایک
 بات میں بھی کمی ہوں کہ ایک کی دار و دیوار کی چار جہاں کہ لکھو کھا دشمن پر سر قتل تشنہ خون ہوں وہاں ایک تنہا کیا کر سکیگا
 سوائے اسکے کہ بے موت مارا جائے شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ تا وقتیکہ رشتہ حیات باقی ہو کیا تاب کسی کی جو کوئی
 ایک بن ہو کو صفت پہنچا سکے اور جو قصای باب ان پیو پی جو تو ہزار کوئی جان چھپانے والا اسکے قلعہ میں اگر جا کے پیچھے گا تو وہاں
 بھی مارا جائیگا عرض اسی طرح کی باتیں کر کے اور بہت سی تسکین اور دلاسا دے کے جب کہ کوئی چاد گھڑی رات پہنچ چکی تھی
 اسوقت شاہزادہ عالی مقداریا چشم اشکبار لکے پاس سے اٹھ کر رخصت ہونے لگا گوہر ملک نے ان شاہزادہ عالم
 کا کہہ کر کہا اے شہزادہ! اے دین و آئین کے شہر کر زیست نہ بھگے تھا تو تھا دو بہ سترن سے کر تو سہرا خدا پر قہر انہو
 تمہیں میسر سے سر کی قسم ایسی جہالت نہ کرنا نظر الینا ترک جوشن پوش کا لکھو کھا دشمنوں سے سہل و آسان نہیں دو تین
 مرتبہ تو شاہزادہ والا قدس نے محبت آہستی بکھایا اور فرمایا کہ ملک اسوقت تم نہ رو کو میں ایسے مقدمات میں بھدا تھا مارا
 کہ انہیں انوکھا ایسی بیودہ گفتگو کرنا تم کو لازم نہیں بلکہ جیالی کی زیست کسی طرح سے گوارا نہیں جو کچھ کہنشی گفت میر

و کاتب اہل نے معفوہ با صیہ پر میرے ملک قدرت سے اپنے بزور دیوان قضا ترقیم کر دیا جو وہ بحر صمد کو کیا اور آگیا اس میں ملک
و ترو و کرنے سے کیا حاصل جب ملک گوہر ملک نے دامن نہ پھوڑا اور کسی طرح کہنا نہ لگا اس وقت شاہزادہ والا تربت نے
نہایت ناراض ہو کر فرمایا کہ ملکہ سنو اگر تم کو میں اپنا سر کا ملکہ تھا سہ سائے رکھ دوں الا رب کعبہ مصرع گر سر و دودین ہ
پر و اسے سر نہ دارم بہ شریک حال ترک جوشن پوش کا ہو لگا اس میں خواہ مارا ہاؤن خواہ بفضل از دی و تائید رسانی لے
چھڑا لائون کچھ ٹکٹ باقی رہ گیا جو میں دامن نہ پھڑا کر چلا جاؤ گا اس سے بہتر یہ جو کہ میری جان اپنے دل پر ایک بھاری پتھر غم
کا رکھ لیا اور ماضی برضا صابر اور فدا کر بیکرا اسکے حوض میں جناب باری سے دعا مانگو اور مجھے پس جانے دوست نہ رو کو اگر زندگی
مستشار اور حیات نا پائدار باقی ہو تو خاطر جمع رکھو پھر تم سے غریب ملاقات ہو گی ملکہ کھنکھانے لگی کہ میں چھوڑ دیا اور شاہزادہ اعظم
ملکہ کی پھر بہت سی تسکین اور دل دہی کر کے اسی دیوار کی راہ سے کھنکھانے کے زیر قضا و راب بزودی تمام میدان
قتل گاہ کی طرف روانہ ہوتا ہوا

دو کلمہ داستان صعوبت بیان ترک جوشن پوش گودیش کیے جاتے ہیں

از بسکہ دور و ز پیشتر سے حسب الحکم گنجاب تمام شہر سخان میں منادی ہو چلا تھا کہ پیرسون کے روز ترک جوشن پوش کر دن مارا جائیگا
جبکہ تاشا دیکھنا ہو و بیرون شہر فلان مقام پر آ کے ٹھہرے تو اس دن پہر ات پچھل باقی رہنے سے ہزار دن میں نہ اسے
اور امیر ارادے نئے طے وضع و تخریب کم و بیش دن و دراز خرد تا کلان از پیر تا جوان ساکنان شہر سخان اور وکانہ اہل حرۃ بازاری
وس کو سی چٹکوسی رعایا برپا کیا تھا کہ راہے زمیندار گنوار بقدم ہتھوچہ دھری قانون گو وغیرہ گاؤں گاؤں قصبوں پر وون سے
و مان اگر جمع ہوتے جاتے ہیں اور چار طرف سے غول کے غول چلے آتے ہیں ہزار و ن ٹیلوں ٹیلوں پر کھڑے ہیں سیکڑوں
درختوں پر بیٹھے ہیں لکھو کھا سر سید ان مجمع کیے فطر میں ناگاہ دیکھا کہ ہزار بارہ سو ہزار سے چھوٹے بچے تلواریں کھینچے بر چھیاں
پکڑے گرد و پیش ایک ارابے پر ترک جوشن پوش کو ملحق اور سلسل کیے بٹھلائے ہوئے بڑی ہوشیاری سے انتظام اور تہام
کرتے ہوئے آگے آگے سنجابی عیار کوڑا ہتھوڑیں لیکر سو سو سو عیار ہمراہ لیے آس میدان میں آکر پہنچے اور جلاد دن کو
طلب کیا اس عرصہ میں سواری گنجاب کی بھی آہو بچی اور جھٹے مقررین اور مصاحبین اور سردار اور سپہ سالار ہزاروں کا
تھے وہ بھی سب آکر پہنچے و دست اپنے اپنے مرکبوں کو روک روک کر ٹھہر گئے گنجاب نے جلادوں کو حکم دیا کہ اب دیر نہ کر
جلد اس حکم کو گردن مارو اور جلادوں نے بوریافا کت کا بچھا یا چوڑا رنگ کا بنایا تھکا ابدار کو سنگ چٹا شروع کیا اور
چار طرف سے ہلا ہلا تاشا یون کا یہ عالم تھا کہ بھلون میں گھسے ہوئے بنگاریوں میں سر ہٹا سے ہوئے کاندھوں پر سہرے
دیکھنے کو جھکے پڑتے تھے گنجاب نے حکم دیا کہ ان لیوا ترک جوشن پوش کو جلادوں نے سنجابی کے ہمراہ جا کے ارابے
سے ترک جوشن پوش کو انار کے کشان کشان اس بوسہ پر بٹھلادیا تمام خلق اللہ دیکھتی تھی کہ ایک پیر باریش سفید ذرائی
صورت شیر صورت باد صفت اسکے کہ تین دن سے زخمی اور مجروح ہے مرمم اور بخیر اور چکی کے ہر لب زخم پر خون جم گیا ہے اور
و بان زخم کھلے ہوئے کھانا پینا کچھ میسر نہیں آیا حالت ضعف و ناتوانی میں وہ رعب و دہشت اور شوکت و شان چہرے پر اسکے
اشکارا ہو کر دفعہ کسی کو یہ حوصلہ اور جرأت نہیں پڑ سکتی کہ قریب آ سکے جا کے ہکلام ہو ترک جوشن پوش نے چار طرف سے نگاہ
حسرت و یاس و کھا شہر منہ مرنے پر پہنچی امید نہ آئیدی اسکی دیکھا یا ہے نہ اور ایک مرتبہ بہ کمال استغفال اور
درستی حواس غصہ کچھ سرداران گنجاب سے کہا چاہتا تھا ناگاہ گیا ہو خون آشام نے اسکی جانب مخاطب ہو کر کہا
کہ اے حکم شرفا اور بخیا اپنے خد اوندان نصرت سے ایسی ہی حرکت کرتے ہیں جو تجھے وقوع میں آئی نا لائق تو نے تو سب
سٹہ خانہ اودن کی عزت و آبرو ہاؤ کی بقول شہنشاہ شہر چاند تو سے کیے بید افش کر دے نہ کہہ راندرت ماندہ مرا

ہر چند کہ تو نے وہ جرم کیا ہو کہ اسکا قصاص اور تردید ہی ہو کہ جو تو پنہم اپنے دیکھ رہا ہو مگر ذات پیغمبر مسل منیع دریائے علم و معرفت
اور مجمع خلق اور عنایت رحیم اور کریم عطا پاش خطا پوش جرم بخش عذر بخش ہو اگر تو اسوقت بھی اپنے اعمال اور افعال سے
متنبہ اور منتقل ہو کر سنا اقامت عالی پر پیغمبر مسل کے رکھ دے اور یہ کہے کہ اے اوقاتے ولی نعمت میرے شعر و جرم من بخش کہ تو وہ
شفیع ۲ اشک نہامت و عرق افعال ۲۴ اور ہم لوگ سب تیرے ساعی اور معدود معاون ہو کر عرض معروض کرینگے تو کیا عجب ہے
کہ پیغمبر مسل ازباده بندہ تو از ہی اور رفیق پروری و جبرائیم تیری کر کے جان بخشی کر دے ہلوگو کو فقط پاس و لحاظ اور عدل میں بتا
کہا ہو کہ تمام عمر تو نے ہماری صحبت میں صرف اوقات کی اور خشک مذم و بزم و ملاوہ اس ملک میں تو غریب الیطن بکس و بے توس
محض عاجز مجبور ہی رہا ہے حتی المقدار سے سامنے تو گرون مارا جائے یہیں دل گوارا کرتا ہو ترک جوشن پوش نے پیکر شل
شیر نشہ و گشتہ خشکین ہو کر جواب دیا کہ او کا فرمانی یہ کیا گفتگو سے ملاحظہ اور پوچھ کر تا ہو شکر صد شکر اس خالق اکبر خدا سے
عز وجل کا کہ میں بزم و قازیان و ہوا خواہ شاہزادہ بیع الزمان فرخندہ امیر حمزہ صاحب قرآن و الا نشان نامور ہو کر کس ثابت و کی
سے مسافر ملک عدم ہوتا ہوں تا وقتیکہ میرے دست و بازو میں یار سے ہلو تھا ہوا و کاب شاہزادہ عالی جناب معرکہ آرا سے
بزم و پیکار و آفرکار کفار کے اتھون سے بدرجہ شہادت فائز ہو کر سرخرو سے کوئین ہوا و داندہ گلزار جنت و اہی اور جنت
خدا جام شراب کوثر و اتھون میں گئے دکھلا رہی ہیں اور گھنٹا ب تو کیا مسخرو ہو وہ مشرک ضالقا سے خاک پیکر غرس ہادیہ لکھا
جسکو تم اپنا معبود جہنم بودہ نالائق کاذب و جھوٹا و اسکے روبرو گرون ترک جوشن پوشش کی نہیں جھکتی یہ
کہہ کر ترک جوشن پوشش نے خلق اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آواز بلند کیا کہ ایسا الناس اگر تم میں سے کوئی مرد مسلمان
خدا ترس ہو تو میرے شہادت کے گواہ بننا اللہ تعالیٰ سے سلاست رکھے میرے آقا کے نام و شاہزادہ بیع الزمان اقبال
کو کہ زندگی سادیش است جو شخص کہ بیجے گا وہ دیکھ لیا کہ غریب اس ملک میں وہ اشج و در کا شاہزادہ قیسیم شکار پھر
خروج کر کے آئے احمد میں تمام اس ملک کو سلام آ کر لیا اگر تم میں سے کسی شخص کو زیارت اقدام عالی کی اس شاہزادہ
بیع الزمان والا مقربت کی نصیب ہو تو اس خانہ زاد جان نثار سا فرعدم کی طرف سے اپنا پیغام کہدینا کہ اس غلام کو
دم واپسین سوا سے زیارت اقدام پاک کوئی حسرت اور استعجال دل میں نہ تھی اور باقی تو الحمد للہ شعر این سرکہ براہ دین
فما حدیچہ بجا شد بداین بارگران بودا داشتہ چہ بجا شد بدیہ کہہ دو لون اتھا اپنے زمین پر مار کے تیم کیا اور ڈالوسی پر ہاتھ پھیرا
اور بعد از ان سو سے فلک دیکھ کر کہا کہ اے رب جلیل تو حاضر و ناظر سب و بصیر ہر شئی پر قادر و قہر ہو کس زبان سے حمد و شکر
تیری کا رہائی و بے نیازی کا کروں تمام عمر اس بندہ عاصی اور گنہگار کی جس طرح سے کبریت و ابرو بسر ہوئی وہی ہی
وہم کفری بھی یہ عاصی بندہ پر معصیت اس سراسرے فانی سے سمت عالم جاد و الی سرخرو ہاے اور جلا کی طرف متوجہ ہو کر
کہا کہ اونا بکار اب تو انتظار کس کا کرتا ہو تو یوں دتا خیر کرا اور مجھے قتل کر جلا دے خطا کو لئے کا ترک جوشن پوشش کی گرون پر
کھینچ کر تنہا اٹھایا اور آواز بلند کیا کہ خلق خدا کی ملک پیغمبر مسل کا سلم پیغمبر مسل کا وہ شخص جلا دے اسطے آوہ سیکرٹا اور
اس دوزخ میں اپنے پیٹ کے بھرنے اور اہل و عیال کی پرورش کے لیے یہ پیشہ خویشی اور جلا کی کارنای لیکن شعر سلطنت
سلطان کہد فریاد بر جلا و صیت ہر مرغ دادا بلا شد طعن بر صیاد صیت ہادی ترک جوشن پوشش دینا غایت کشر عدم تعبیر است
طہر اجل است گرجان و سیرت | اہم زینہ میں پرستادہم روئے میں | این صفہ خاک ہر دور و نصرت | جو کچھ تجھے کھانا پینا دیکھنا کسی
سے کہہ کنا ہو کوئی حسرت اپنے دل میں نہ رکھ کہدے پھر یہ خدا کا پانی اور خدا ہی ہوا تجھے کسان نصیب ہوگی
ترک جوشن پوشش نے کہا کہ اہل خون خدا میرا گواہ ہو کہ سوا سے زیارت شاہزادہ بیع الزمان گروٹ کر خشک کے نہ کھانے
کی حاجت ہونے پانی کی پیاس ہو اور کچھ مجھے کسی سے کنا ہو نہ منہم و نہ کوئی حسرت و تنہا میرے دل میں ہو بسم اللہ

راضی برضا سے آگے سر جھکا کر بیٹھا ہوں تو یہ سر سیر اگر اب وہاں دوش پر جلد قلم کر جلاؤ کو دو حکم پے در پے پہنچ چکے ہیں غلط تیسرے حکم
متنظر تھا کہ نگاہ چار طرف ایک زلزلہ اور عالم سا ہوا ہو گیا اور غلطی اشد اکبر کی حد بلند ہو گئی یہ نعرہ گوش زد ہوا تو انقباض شہر
دین پروری ہشت سو ارب لال پوش خادری بد تمام فوج و سپاہ گنجا ب اور ساکنان شہر سخیان تو اس آواز سے شل میدان اور میدان
تھے سب پر ایک وہم اور اضطراب طاری ہوا اور اپنے اپنے دلوں میں یہ سوچ کر کہ جسے اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کی چھاؤنی تباہ کر دی
اور ہزاروں بڑے بڑے نامی اور نامور سرداروں و سپہ سالاروں کو تباہ کر دیا اب جو دن دو ہزارس طرح بکشاہ پیشانی آگاہی لکھا تھا
لاکھ سوار و لاکھ سوار کس قدر فوج و سپاہ ساتھ ہوگی لکھ کھ تماش بین بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ہزاروں کی جو تپان
پاؤں سے ٹھکر میدان میں پڑی رنگین سیکڑوں کی گلیاں اتر گئیں فوج و سپاہ والوں کا یہ حال ہوا کہ تپکے کناریاں قرولیاں
کمر دن سے نکل پڑیں اور انکو خبر مطلق نہیں ہوئی ایسے سر اسیر و مضطرب ہو کر بھاگے کہ اپنے تن بدن کا کسی کو ہوش نہ رہا آدمی
تیلے اوپر ہو گئے اپنی اپنی جان بچانا سب کو دو بھر تھی جلاؤ نے یہ ٹکڑا جو دیکھا وہ پیش خود یہ تجویز کر کے کہ جان ہو تو جان ہو پہلے وہ
شخص اگر بھی کو جلاؤ اور قاتل اس ترک کا بھکر قتل کرے گا مضطرب اور بدحواس ہو کر ایک طرف کو بھاگا اور دوسرے
دفعہ اور بھاگتا دیکھتا ایک مرتبہ جلاؤ نے جترک جوشن پوش کی طرف خیال کیا تو اُسے دیکھا کہ ایک نوجوان نے کچھ کھینچ کر
ترک جوشن پوش کے منہ پر مارا اور ترک جوشن پوش چلا مار کر حالت غش میں گر پڑا اور اُس نوجوان نے جھٹ پٹ
ترک جوشن پوش کو بطور گھڑی کے باندھ کر پشت پر اپنی ڈال لیا اور اُسی غول میں بھاگنے والوں کے چلا جلاؤ نے ہر چند
پکار پکار کر شور مچا کر گھول گیا اور کہا کہ صاحبو لینا لینا جانے دو دیتا ان ہاں دیکھنا کون ہو ترک جوشن پوش کو لیے بھاگا جاتا ہی
یہاں اُسوقت سب کو اپنی اپنی جان کی چڑی تھی صدائے نعرہ قاسم مانند صدائے عزرائیل کے لوگوں کے کانوں میں سمائی ہوئی
تھی ایسے خود رفتہ اور بیہوش و حواس باختہ تھے کہ جلاؤ سترے کی بات کون سنتا تھا اتنا بھی خیال کسی نے نہ کیا کہ یہ کون
بکتر ہو کر کیا بھکتا رہتا ہو اور ترک جوشن پوش ایسا سیر و تماشا گمان کا اُسوقت تو بدحواسی اور گھبراہٹ میں یہ عالم
سب کا تھا کہ اگر کوئی گنجا ب کو پکڑ کے تلواریں یا جوتیاں مارتا تو کوئی پُرساں اور خبر گراں اسکا نہوتا سوار اور افسران فوج اور
پیادے اور سوار جو وہاں موجود تھے وہ کچھ تو بقیہ شاہزادہ خاور سپاہ اپنی اپنی سپرین تلواریں نہ حال نہ حال کر بیٹھے چلے گئے
جہاں تھان واسطے سدا رہا ہونے کے کھڑے ہوئے تھے اس عرصہ میں وہ شیریشہ شجاعت اُس مجمع رو بہ صفت میں غلغلہ
کرتا شعر آیا جو سامنے اُس دشمن دین کو مارا جھڑپ رخ کیا دو چلایین کو مارا قریب اُس قتل گاہ کے پہنچا تو اسے دیکھا
کہ ایک طرف تو ایک خالی ارا چسپر ترک جوشن پوش کو بٹھلائے لائے تھے کھڑا ایک جانب کو نکبت کا جوتروہ اور سپر
بورہ پٹا ہوا اور تھوڑی دور پر وہ جلاؤ دھڑ دھڑ کانپتا خاموش اور ازخیر خاموش اُس ہلاؤ اور ہٹکائے کو دیکھ رہا تھا کہ یہ بھکر
کہ شاید میری آمد کا شور مچل سکے میرے ڈر سے ان کا زون نے ترک جوشن پوش کو کہیں بیان سے الگ لیجا کر بٹھلا دیا ہو
جلاؤ کے برابر پہنچ کر ایک تیز جوا کی دھال کر پر مارا تو قسمہ باقی خندا اور شل خیار تر و پر کھٹے ہو کر لاش میں چنی بد ساش کی
دین پر گئے پلٹ گئے لگی گنجا ب نے شاہزادہ قاسم عالیجناب کو یکہ و تنہا شمشیر زنی کرتے اور یہ کاٹ تیز ہارک فراسیائی کا
اور قوت دیکھ کر اپنے سرداروں اور سوا و پیادہ دن سے آواز بلند کیا کہ اے بہادر وں شیر و حمزہ جہاں واحد ہزاروں تم ایسے
دلیز اور شیر وں میں اپنا ناپکین دکھلا رہا ہو ایسا نہ کہ اب یہ زندہ و سالم چکر بیان سے نکلیا سے اور یہ کیا نامردی اور بے ہمتی ہو
کہ تم سب دور دور الگ تھلک نیز سے اور تلواریں اُسے دکھلا کے دار باز وں کا کھیل تماش کر رہے ہو یہی وقت
ہو چار طرف سے بٹکے کے جھٹ پٹ پٹ پٹ اور اگر زندہ ہاتھ آئے تو پکڑ لو در نہ اسکا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ یہ کلام اور احکام
اُس تیرہ انہام اپنے ولی شمت کا شکے گیا ہو خون آشام و علیل دراز ترکیب اور علیل بند کابل در عید و گشت و نیش و فضل بن

گیا ہو خون آشام لیس بن گیا ہو قیس بن گیا ہو بخون آشام وغیرہ سردار اور افسران فوج سب دست بقبضہ ہو کر اکادہ مگرے میاے قضا ہوئے اور چاہتے تھے کہ سپہن تلواریں پکڑ کر کے بر سر شاہزادہ قاسم پورش کریں ناگاہ

دست راست سے یہ فوج کوہ شکات مطلع الزمان ہر ایک کے گوش در پہنچ	میرا وجہ اسلام انجام گرنہ	شہر آسمان خیش رستم شکوہ
یہ میراں کہیں بچتا بیلان	دل جان سلطان صاحبقران	ہم بزدل ہاں شکر گنجیاب
بدانند اعدائے دین کین	یکدم شکستہ کمان عجم	دریدم چو کپاس نستور
گئے رزم شراب و بزدل	تنتن تو ان گرد شکر شکن	یہ بیع الزمانم کہ در روز جنگ
اگر کیشم نذر روز مصاف	فتد لرزہ و جسم دیوان قات	رتیم بے ملک اسلام شد
کہ رفتہ رفتہ باختر نام شد		

اور بعد ازاں دیکھا کہ وہ رستم صولت سرب توان بآفتاب شاہزادہ عرش جناب بدیع الزمان گرد شکر شکن
تیکہ لہو رشت دیل بند خون چکان علم کیسے ہوئے ملائی ہاتھ کی کتنی تک خون بن غشتہ ایک مرکب فلک ہا دیہ پیا پر سوار آس
ہجوم لشکر کفارین کہ ہزار دن سوارا پیادے ماندہ غرغہ ابر کے چار طرف سے بچکے اکادہ کا کنار قمعے نمودار ہوا آسوقت
فوج گنجیاب کا یہ حال تھا کہ جس طرح سے ہنگام طلوع خورشید جہاں بظلمت شب اور تیرگی آسمان کی دور ہو جاتی ہو سوار
پیادے فوج کفار ناچار کے اضلاع میں گنجیاب تیر روز گز کے متفرق اور پر اگندہ ہو کر دہشتناکین ہٹ گئے اور دور دور
نظر آنے لگے مطلع میدان کا صاف تھا اور تمام سرداران اور جہل سپہ سالاران اور جتنے افسران فوج تھے اس کے چہرہ دن پر
ہوئی ان اور مردنیان سی چھا گئیں تھیں اور ساری فوج و سپاہ کی رنگتیں زرد اور دلوں میں حلقہ تھیں اور قابو میں رہیں
تھیں کس شان و شوکت اور عظمت و جودت سے شمشیر زنی اور کفار کشی کرنے لگا اور سلاش پر سلاش و طر پر دطر سر پر سر پر
بر مژدہ کرتا جاتا تھا شہر ہر جا کہ شمشیر اوکا کر دیکے راہ کو کرد و دسا چار کوہ چار طرف کو آثار قیامت تھے پانار ملک الموت کم
اتحاد لال اجل و سکار رخ جان اندان کوئی کوچہ حفاظت دامن بردے کھلی بجز کوچہ زخم و انہیں معلوم ہوتا تھا اور کوئی گوشہ
نہایت سوائے گوشہ کمان کے کہ وہاں بھی زلع کمان مارے ہول کے قالب بجان تھا اعدائے بیدین کو نہیں نظر آتا تھا
اور جن ہمہ تن چشم ہو کر سو کہ شمشیر زنی آس شج و ہر شاہزادہ و ناسور کا دیکھ رہیں جن اور چار آئے جلوہ شہادت اور تھنی آس
رستم صولت شاہزادہ و دلا مہریت کا دیکھ کر ملکہ چہرہ پر شہر ترک خنجر مار گردون اور سر چہرہ برین ہ جنگ او سپید و میگھرت

آفرین صد آفرین نعلتم	شہیدم ہی را اندان نا خدا	بر ریاسے خون کشتی باد پا	لوک ستائش ملک سے چاہ
داوم تم از خنجر پردہ خاک	دشمنش خدنگ آ پنجان سے خدا	کہ سیرخ عتقا پر دست قات	چو خط شامی پنجم کشتہ
کشیدہ سیر آفتاب بلند	ہم اسایہ گرنا و چرخ پر	سر اٹلندہ اور دگر شہر بزر	عنان را دلیران رہا ساختہ
سیک بارہ برد شمنان تا خند	ز نعل ستوران آتش نژاد	بر ریاسے تپ لرزہ ماہی قلو	زمین ویدیا پر ہوا چائے خوش
فلک اندانست از بائے خوش	یکدم شد آئینہ روزگار	نگر و سپہ صورت زنگبار	ز گرد سپہ لوک رخشان شان
نایان چو شب زخم از آسمان	ز بس برق تیغ آتش اور خستہ	ہوا زمین کشتان سوختہ	آخر کار فوج گنجیاب علیہ صحن

والغذاب نے جھڑپ کیا قریب تھا کہ بکے پاؤں تھیں آسوقت گنجیاب ست گیا ہو خون آشام مخاطب ہوا اور کہا او
گیا ہو کیا کھڑا دیکھتے ہو جسوقت تمام فوج کام آئیگی تو شاہ تمہاری باسی آئیگی تم لوگوں کو شرم و حیا مطلق نہیں ہوتا ابھی نہیں
ہوتا ہے کہ ان دونوں مفلوکوں کو سزا سے اعمال دو گیا ہو خون آشام نے دست بستہ عرض کیا کہ یا پیغمبر مسل مجھ صرت
اس بات کا خیال ہے کہ جب ان مفلوکوں کو سزا پہنچاؤ گا لوگ خیال کریں گے کہ ادنیٰ ایک یا دو شخص کو ذیروزہ کیا یہ میری
شان کے خلاف ہو گا یہ بات سن کر گنجیاب کو نہایت غصہ آیا قریب تھا کہ غصہ سے قالب تو کرے لیکن غصہ نہ

میں شاہزادہ قاسم نوجوان لکھے خیال کیا کہ کج موقع خوب ہو اگر بن چکے تو اس گنجاب علیہم السلام کو گرفتار یا قتل کریں یہ سوچا کہ کون سے کوڑا کیا اور حضرت شاہزادہ بدیع الزمان گردشگر شکر نے جو غیبت قاسم کو بارادہ قاسم گنجاب کی جانب جاتے دیکھا فوجوں و لاوری سے سب سبک خیز کو جولان کیا اور شل تیر شہاب قریب گنجاب کے پونچھا گنجاب پہنچا تو ان میں تھا کہ داینے طرف سے آواز بدیع الزمان بلند ہوئی نعرہ مہرج غوی شبہ انجمن بدیع الزمان گردشگر شکر بہ ہم بزمین لشکر گنجاب نہ نہایت وہ گیوہ و فرا سیاب ہمساتھ اس نعرے کے بائیں طرف سے دوسرے نعرہ کی آواز بلند ہوئی نعرہ آفتاب شرق دین پروری ہمسوا ریل پوش خاوشی گنجاب ان دونوں کی آواز سن کر گھبرا گیا گیا ہو رہا اور مہلیل کی طرف مخاطب ہوا اور گھبرا کر کہنے لگا کہ کبھو کیا مجھے تم قتل کرو گے تمہاری شان بہادری جہنم میں جاے اپنی شان و شوکت کو یہ کھڑے رہنا و کھودہ دونوں شیر پونچھے تھوڑی دیر میں ہیکو بھی شل سگ کر قتل کرینگے یہ سن کر گیا ہو رہا تو جانب شاہزادہ بدیع الزمان اور مہلیل دراز ترکیب شاہزادہ قاسم عالی شان کی طرف بارادہ قاسم یہ کہتے ہوئے کہ پیغمبر مسل نے حکوانے خیال خام میں بالکل بزدل تصور کیا ہو دیکھنا آج ہم ان دونوں کے سر کاٹنے لائیں یہ خیال کر کے گیا ہو رہا نے شاہزادہ بدیع الزمان کو ڈانٹا کہ اچھکھک دادے کیا یہ چار ستین روپیہ کے پادوں کو قتل کرنا ہو آدمردان عالم سے مقابلہ کر شاہزادہ عالم تو خدا سے ہی چاہتا تھا فرمایا اور مرد داندلی و ابدی میں بھی تیری تلاش میں تھا کہ آج کہاں جاتا ہو میرے ہاتھ سے پس گیا ہو رہا تو ارطو کر کے کہا اور بدیع الزمان خبردار میں نے ہوشیار کر دیا ج مردان عالم کی ضرب سے یہ کھکھار تینہ اتبار کا کیا شاہزادہ عالی شان نے اسکی ضرب کو سر پر گانٹھا اور خبردار خبردار کھکھو تینہ و دوسرے سکندر ری خون چکان جو انہیں تھا سنبھل گیا ہو خون آشام رہا کہ نادانہ و اتر گیا گیا ہو رہا نے دستانہ مانہیں تو فاقہ ہو چکا تھا تینہ تو جھٹاکر بھل گیا ایک چادر خون کی منہ پہنکے آئی گیا ہو رہا تو حالت غش میں تھا کہ اور ہزاروں سوار و پیادے اسکے ہمراہی میں آگئے اُسے تلوار چلنے لگی ملے ہما انقیاس اس طور پر شاہزادہ و خاور سپاہ سے اور مہلیل دراز ترکیب سے مقابلہ ہوا اور مہلیل نے شاہزادہ قاسم کے ہاتھ سے زخم کھایا ایک سیست کو نکلا فوج و سپاہ سے ہتھیار چل رہا تھا جبکہ لشکر گنجاب نے اپنے دونوں سپہ سالاروں کو زخمی ہوتے اور گنجاب تین طرفہ اضطرابی وعدہ گاہ مصاف سے مصاف بھل جاتے دیکھا سب کو وہ نے گھیرا اور ہر ایک کو یقین کامل ہو گیا کہ گنجاب ہیکو کھڑا ہو اپہر تویہ حال ہوا کہ ہزاروں سوار و پیادے اتنا نامردی اور بزدلی سراپا اور بدو اس ہو کر اس میں یہ کہتے ہوئے کہ یاد و اب ہیکو ٹھہرنے اور لڑنے مرنے سے کیا حاصل مالک ہمارا تو ہریت فاش کھلے کے چل گیا چلے کیا نصفت کی جان میں جو خواہ مخواہ کھو دین خداوند لقائے یقینت خوب ہمارے سر سے ٹالی اور اکثر جوانین سپاہی وضع نوکری پیشہ مرد و لیر تھے ہر چند ان سب کو روکا کیے سمجھایا کیے مگر کون کسکا کہنا تھا تھا وہ لوگ نصفت نامرد و بزدلے ہی کہتے ہوئے کہ پیغمبر مسل نہ پادہ کرینگے ہیکو بر طرف کر دینگے تو اب ہیکو گھاس کھو کر کھانا خائے کر کے جانا گوارا ہو لیکن اس طرح سے شہر م تھا سے مجسم شیران اور دم ملک قاسم اور اس رستم و شان بدیع الزمان سے مقابلہ اور محاذ ہرگز ہرگز نہ کرینگے جس طرف جب کا رخ پڑا وہاں ہوا اور اب وقت شام کا ہو گیا خلعت شب دیکھ کر وہ دونوں مرد شیر چاہتے تھے یعنی شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم نے ہر چند کہ زخمی تھے مگر فضل اتھی سے ایسا کوئی زخم کاری نہ تھا کہ جس سے کچھ ہرج واقع ہوا ہے اوچھے اکثر زخم سمجھ اطریم دونوں ہماروں کے پڑ گئے تھے لڑتے بھڑتے اس میدان رزم و پیکار سے اپنے مرکبوں کو کوڑا مار کر ایک سمت کوروا تھے ہوئے جسوقت شاہزادہ و اتبار بدیع الزمان نامدار میدان پیکار سے بھل کے کوئی سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر دامن کوہ کے قریب پہنچا تھا ناگاہ ایک طرف سے دو شخص نہایت سلیم الطبع کریم و عظیم مگر شکل گدایان خرقد پوش نمایان ہوئے اور سلام علیک

کر کے کہنے لگے کہ اس شہر میں جلیل الاقدار اگر تم مقام آسا گاہ کا چاہتے ہو تو ہم فقیروں کے تکیہ میں قدم نہج فرماؤ شعر ز قدر و شکست
سلطان نگشت چیز ہے کم ہونا لغات بہ جان سراپے و حقانی ہا شاہزادہ عالی مقدار نے جو یہ کلام مان و تھنوں کا ثنا اور اپنے
جی میں یہ سوچ کر کہ میں انہیں کچھ بچاتا ہوں اور میں نے ضرور انکو دیکھا ہو اور کسی جا پر ضرور ان سے ملاقات ہوئی ہو اسی خیال سے
ان سے فرمایا کہ اے صاحبو اشعار کرتے ہو جو گفتگو سے انفت + کچھ آتی تو تم سے بڑے انفت + نام اپنا بتاؤ یا یقین ہو +
دل شک سے جہاں اکہیں ہو + ان دونوں صاحبوں نے کہا کہ اے شہر یار ہم وہی دونوں تیرے ترقی خواہ جاننا ہیں
کہ یہ دونوں شہر سنجان قلند کے تکیہ میں کہہ برکست ظہری رونق افزا ہوئے تھے اور ہے آپ سے ملاقات ہوئی تھی اس آنا ایا
تینکے شاہزادہ عالم نے پہچان کر یہ دونوں حبشیہ اور خورشید پسر گنجاب ہیں نہایت شاداں اور فرحان ہو کر گھوڑے پر سے اتر پڑا
اور حبشید بن گنجاب سے بکمال محبت نفل گیر ہو کر اس کے ہمراہ اسی تکیہ میں قشرین فرما ہوا حبشیہ اور خورشید بن گنجاب نے
بے تکلفی سے جو کچھ کہنا تیرا تھا واسطے شاہزادہ عالی مقام کے دسترخوان بچاکے رکھ دیا اور دیکھیں گلابیان شہر اب
کی کہیں سے لاکر حاضر کیں شاہزادہ عالی مقام نے بعد تناول طعام دو ایک جام شراب کے نوش فرمائے اس وقت یاد ملکہ رشک
صبر پزیرانہ ہر ملک کی آئی نہایت بیاب اور با چشم پر آپ ہو کر ایک آدمی سر دل پر صدمے کھینچی اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر
ہوا شعر گریہ نہ سواتی پہنچا ہوا لکھا + سحر شرابوں کے میخانہ ہو اٹو کیا ہر حبشید اور خورشید نے فرہاد شاہزادہ عالی مقام کا
تینکے ہر چند پوچھا کہ اے شہر یار وہ دوست دلخواہ حضور کا کین ہو مگر شاہزادہ بربیع الزمان نے کچھ جواب انکو نہ دیا اور جب
کہ نصف شب کا محل ہوا اور حبشید بن گنجاب اور خورشید بن گنجاب دونوں خوب غافل ہو کر سو گئے شاہزادہ عالی مقام نے
اسباب شب روی ذات اقدس پر آستہ آستہ پیراستہ کر کے کند کو اٹھایا اور سپر تلوار پکڑ کے سمت سنجان روانہ ہوا اور
بدستور و معمول قریب زبردوار ایوان ملکہ کو ہر ملک کے آگے کند کو پھینکا اور جب وقت کندیا لاسے دیوار فتح ہوئی اسکو
پکڑ کر بالاسے دروازہ پوچھا اور تہستہ دیوار سے اتر کر اندرون بلغ قدم زن ہوا تو ایک آدمی روئے کی گوش زد ہوئی اور
معلوم ہوا کہ ملکہ کو ہر ملک نے نہایت گریہ و زاری اور بیکراہی کر کے یہ کہہ رہی ہو کہ اے شہر یار افسوس صد افسوس میں تجھے
تیرے ماں باپ سے جدا کر کے اپنے ملک میں لائی اور ہر چند تو نے مجھے بھایا اور بچہ ہو کر کتا تھا کہ میرا قتل ملک کھار میں نے چلنا
اچھا نہیں اور میں نے ہستیا کھانا اوسبچہ بیوش کر کے بیان لکھ کھا دشمنوں میں لڑنے کے ڈال دیا اس نہ امت اور
اپنی خلا سے خاش کی تکانی اور قصاص میں بچا اسکے کہ اپنی جان عزیز تیرے نام گرامی نہ تیار کر دوں اور کوئی تدبیر

نہیں سوچتی اشعار	موی باغ بھار زندگانی	کس سے کون یہ غم نہائی	کس سمت کروں تلاش تیری
کس جا پہر ہو وہ بات تیری	افسوس پڑا ہی تو کہ مرگو	بیچون میں کسے تیری خبر کو	جی ہی پر مرے تو یوں بنی ہو
کی جان سے تجھ پہ کیا بنی ہو	غم جو ترے دشمنوں پہ دانہ	وہ حادثہ میرے جی کو بیان ہو	وہ خون کیے عشق کے تم نے
لہا لکھے اسے تیرے غم نے	آرام سے کر جان کی سیر	پر چاہیے تیری جان کی خیر	دل تیری طرف ہی لگ رہا ہو
ہر وقت مری ہی ہو عسا ہو	اک دم میں ترے ہر دم ہو	رشتہ تری عمر کا نہ کم ہو	تو خوش ہے سینہ چاک ہو
جیتا رہے تو ہلاک ہوں میں	مطلوبہ ہی تیری زندگانی	گوین نہوں در جان فانی	شاہزادہ بربیع الزمان نے

یہ نالہ و فغان اور بیان ملکہ کو ہر ملک کا جو ثنا تو نہایت محکمین اور اندوہ کین ہو کر انکھوں میں آنسو بھر لایا اور غم قریب
تھا کہ جامہ بھر کو چاک کر کے دیوانہ وار چشم ہشکا آپ بھی نالہ اسے زار کر کے لیکن خیال مال اندیشی خوب ماضی کیا
اور سنگ ریزہ اٹھانے کے سمت ملکہ پھینکا ملکہ کو ہر ملک کھٹکڑا چیلے کے گرنے کا پانے کے بے ساختہ اپنے خلوت خانہ سے
اٹھ کھڑی ہوئی اور محسن بیوتہ پر آگے جو چار طرف بنور خیال کیا تو دیکھا کہ ایک سیاہ پوش دیوار سے اتر رہا ہوا میری

طرف کو آہو ملک کے دل کو یقین ملی ہو گیا کہ سوا سے شاہزادہ والا شان اور کیا اسکان جو کوئی اور میر سے اس دیوان خانہ کی
سمت آسکے پس یہ سوچ کے ملک نے کہا کہ اسو شہر کے کس اتظار میں آپ وہاں ٹھہر گئے ہیں آئیے شاہزادہ عالی وقار نے نزدیک
آئے ہاتھ ملکہ کا پکڑ لیا اور لیکھا ایک اپنے گلے لگا کر فرمایا کہ او ملک تمہارے حافظ شیرازی کا وہ شعر نہیں سنا شعر الایا ایسا الساقی اور کاسا
وہ لہا کہ عشق آسان نمود اول دے آقا و شکلا خیر و کچھ کہ نوشتہ تقدیر تعاودہ بعرضہ طور آیا اب جلد بھٹو دو چار گھڑی
فرم غلط کرو شراب پر ہنسو بولور دے دھونے سے کچھ فائدہ نہیں شعر غنیمت جان سے من بیٹھے کو مد جہائی کی گھڑی سر پر گھڑی
جو ہنسنے تو تم سے روز اولین بہت سا بھگایا تھا کہ بھگوان اپنے ساتھ نہ چلو ہم لوگ مثل آقاب اور مناب کے کسی ملک میں پوشیدہ
وہناں نہیں رہ سکتے تھکو اسوقت ہمارے کہنے کا یقین نہ آیا اور تم کیا کرد شدنی قویوں تھی اب اور کچھ ہیں کسی بات کی فکر اور
تشویش نہیں نقطہ یہ رنج جو کہ سردست بدو نہ کسی مکان سکونت اور استقامت کے کہ وہاں ٹھیکروم ہمارا ام کرین پاسو شہادت
ہمارا ٹھہر نہیں سکتا ملک گوہر ملک نے کہا کہ اسو شہر اب آپ مکان کے واسطے کچھ اندیشہ نہ فرمائیں چار بجی ملک حوان دیوان
میر سے پرداد اکی الماک سے میر سے ورثے اور تر کے میں آیا ہو اور میر سے قبضہ تصرف میں ہو اور وہ باغ بہتر از قلعہ و حضور باغ
فرمانیگے تو میر سے حق و باطل کو بھینکے اور نکالت یہ کہ اس میر سے بلخ میں بادا جان کو کچھ دخلت نہیں مجھے اختیار ملی ہو
اگر مزاج مبارک میں آسے اور مقتضائے مصلحت ہوئے تو ابھی آپ وہاں تشریف لیجا کے قیام پذیر ہوں بلکہ اگر کوئی موقع
اور گھاسنتی ہو تو میں بھی وہیں چل کے حضور کے پاس رہوں گی شاہزادہ عالی مرتبت نے یہ سنکے فرمایا کہ کیا مضافہ بہتر خوب
بات ہو میں وہیں جا کے رہوں گا اگر مجھے اسوقت ایک اور صدمہ جانکاہ پیدا ہوا ہو اور بڑا رنج دل کو جو کہ گنجاب نے ترک
جوشن پوش میر سے سرفروش جان شار رفیق کو واسطے گردن مارنے اور قتل کرنے کے بھیجا تھا اور وہاں ایک کچھ شیر
اور بانوہ خیر خلاق کا ہزار دن سوار و پیادے اور سردار و مہتممین گنجاب بھی بلواسے عام اور ازو عام کے واسطے
تھا شادیکنے کے آئے تھے جسوقت کہ وہاں ایک طرف سے قرۃ العین فو بصر پارہ جان بخت جگر بھتیجا میرا شاہزادہ
خا ورسپاہ ملک قاسم نامو تہیہ نجات و رہائی اس اپنے رفیق باصفیات کے قریب اس قتل گاہ کے پہونچا تو میں نے سنا
کہ کوئی شخص ترک جوشن پوش کو وہاں سے اٹھائے بھاگا پس یہ تو کہو کہ تعین کچھ حال ترک جوشن پوش کا معلوم ہو کہ اسے
گنجاب نے کس سے پکڑو اگر کمان قید کیا اور اسپر کیا گندہی قتل ہوا یا کہیں مقید ہو یا کوئی اسے اور شخص لپیٹا ہو کیا ساتھ
دیش ہو ملک گوہر ملک نے کہا کہ اسو شہر یا کچھ فکر اور تردد کا مقام نہیں ترک جوشن پوش حاضر ہیں نے اپنے مرجان
عیار کو بھیجا ترک جوشن پوش کو وہاں سے خیرا شکایا اور قریب اسی اپنے چارباغ کے فلان پہاڑ کے درے میں بھلاقت
تام رکھا ہو اور حکیم فاروس بھی میر سے پاس آرام سے ایک مقام پر جواب آپ ایک کام کرین کہ صبح کو یہاں سے جا کے شہر
براہ میں وہ جو فلان مقام پر ایک درخت چنار کا بہت بڑا فلک فرسا دیوان دو چار گھڑی ٹھہرن میں صبح ہوتے ہوئے فلان جان
سے اجازت لیکے سوار ہو گئی اور آپ کو وہاں سے ہمراہ یکے چارباغ جاو گئی پھر وہاں جو کچھ صلاح دولت اور مقرون مصلحت
ہوگا اسپر عمل کرونگی غرض یہ باتیں کر کے اور ذکر مذکور میں مشغول ہوئی شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے ملک کی
بات کل کے ساتھ آج شب تو ہمیشہ و طرب بسر کر لین یہ کہ کے ہاتھ ملکہ کا پکڑے ہوئے پانگ پر تشریف فرما ہوا اشعار

آئیں شعلہ دلون میں کہ روکے	ہوئے اشتاق لب جام شہو کے	لگے دل کی لگی دل سے بچھائے	لپٹ کر شوق سے وہ سینہ ہائے
لب نیا ہوئے قفل کے شغلان	کیا شیشون نے غم نصرت ملان	لگی مستی ٹپکنے دھولے سے	لگے ہنسنے سوسا غر گلے سے
بہنی حاصل جو تنہائی جان	لیا آغوش میں آرام جان کو	القصہ رات بھر عجیب کیفیت	راز و نیاز ربی اس صحبت پاک باہن
محب بھٹ تھا طرفین کے وصلے	دلون میں انگون کے جوش	وہ رہی ثابت قدمی بھلا	محب بھٹ تھا طرفین کے

لوہین کا رجمان بھی نہیں ہوتا تھا مگر صبح و شام شوقِ دل کی نظر میں ایسی نہ تھیں کہ تھوڑے عرصہ میں کل جا تیں رات بھر کی بوسہ بڑی کبھی دست و پا نہ
 کبھی ملکہ گوہر ملک کا لگنا اور کسی شاہزادہ کے گدگدی کرنا ہنساتے ہنساتے ٹاڈنا اشعار
 زبان اس رخسار کی کی ہوتی تھی
 نکالے جو منہ دست بوس کے
 لپٹے بوسے نصیب دست بوس کے
 سو کو جب غلام آدوہ خواب
 اٹھا بستر سے خورشید جیسا تاب
 کیا کچھ رخصت شب نے اشارہ
 ہوئی برخاستہ نیرم ستارہ
 اس وقت شاہزادہ عالی مقام
 گرو شکر شکر ملکہ گوہر ملک کے پاس سے رخصت ہوا اور بندہ رعبہ کندہ دیوار پر سے اتر کے مرکب پر سوار ہوا تو اس وقت کوئی دو گھڑی
 رات پہنچلی باقی تھی شاہزادہ دلا مرتب مرکب کو بکھڑام کر کے بیرون شہر سنجان کوئی دو کوس کے فاصلہ پر اس درخت چنار کے زیر
 جہان کا پتلا لاقات کا اور اشارہ ٹھہرنے کا اور اپنے آنے کا انتظار شاہزادہ والا تبار سے کیا تھا جا کر گھوڑے سے کد رک لیا اور
 برہنہ کوزمین پر گاڑ کے منتظر ملکہ گوہر ملک کی سواری کی آمد کا تھا یہاں حال ملکہ کا ٹیپے کے بیچ کے وقت آتے اپنی ماں ملکہ
 غنیہ خاتون پاس جا کے بجا گیا غنیہ خاتون نے بیٹی کو گلے سے لگا کے بہت پیار کیا اور پوچھا واری کیوں مزاج کیسا ہر ملک
 گوہر ملک نے عرض کیا کہ امان جان کیا عرض کروں حال میرا قابل گناہش نہیں ایک تو چند عرصہ سے طبیعت میں غلیظت بگڑی
 ہوئی ہو اور ہشتاد تک مطلق بھی خیرہ جو کچھ تھا سو تھا اب یہ جب سے شور بنگامہ کشت و خون کا اور لڑائیوں کا کہ آج فلاں
 شخص ہار گیا فلاں شخص کھا گیا اس کو رون مرنے اوتھل کھنکھنے کوئی جائیداد فلاں شخص کے گھر بار کے لوٹنے کا حکم ہوا امان جان مارے ہو لوں
 کے اور دھڑکوں کے دونی خفایت اور دشت مجھے ہو گئی جو اور ہر وقت یہی جی چاہتا ہے کہ یا تو گھنڈہ ڈھانپے خاموش اور
 خود فراموش اپنے پلنگ پر پڑی رہوں نہ ہوں نہ کسی سے بات کروں نہ اپنی کچھ کسی سے کہوں نہ کسی کی سنوں اور بدل میں یہ آہی
 کہ ہر طرف اٹھ اپنا ٹھہ پٹھون اور چین مارا کر دوں یا کپڑے بھار کر کسی طرف کو نکل جاؤں اس وقت ذرا میری طبیعت ٹھہری ہوئی تھی
 مزاج بحال ہو سو بیجاں کے شعر
 کہنے میں جہل کے انہ ہوتے
 جون لال مقیم بلع ہوئے
 کیسے تو میں چار باغ تک جاؤں
 ملکہ غنیہ خاتون نے کہا کھانسی
 پھر روز و ان کی سیر کر آؤں
 شاید کہ ہوا دہان کی راس ہے
 گلگشت جن سے ہی ہل جائے
 میں تیرے صدقے اور لاکھ جان میری تجھ پر تاجی ویرہ کر دہی سوار ہوا اور جب تک تھا اجی جا ہے وہاں رہو اپنا جی بھلاؤ گلاک
 کام کرنا کہ مجھے بھول نہ جانا شعر بھی کو اگر جلوہ افزا نہ دیکھا برابر جو دنیا کو دیکھا نہ دیکھا ہر گھڑی گھڑی کی خبرانی صحت اور سلامتی
 کی منجھ بھجھتا کہ میرے دل کو ایک صورت تسکین کی دے ورنہ میں تیرے بغیر دم بھر میں بھڑک کر مر جاؤنگی گوہر ملک نے
 کہا کہ امان جان یہ کیا تم فرماتی ہو میں وہاں سے آؤں کی ڈاک بٹھاؤنگی جو حال میرے مزاج کا ہو گا آپ کو اطلاع دوں گی
 ملکہ غنیہ خاتون نے کہا تو کیا سناؤ اور یہ کہ کے اسی وقت بہ جلدی نقاب ناظرین سے تمام جلوس سواری کا طلب کیا اور
 بڑی دھوم دھام سے ملکہ گوہر ملک کو بالائی میں سوار کر دے کے رخصت کیا انیسین طیسین محرمین ہمدین مقررین مصاحبین
 ہمرائین دسائین لونڈیاں بانڈیاں خواہین وغیرہ سب ہلازمین اور متوسلین ملکہ گوہر ملک کی فنیوں میانوں رتھوں میں سوار ہو کر
 ہزار چلین شاہزادہ عالی تبار جو اس درخت چنار کے نیچے انتظار میں سواری کے چشمہ براہ کھڑا تھا ایک مرتبہ دور سے
 دیکھا کہ سانسے سے ایک تن گرہ اٹھا اور جس وقت کہ وہاں گرد کا خاکانہ ہوا تو آگے آگے سات آٹھ سو فیلاں کوہ شکوہ
 کہ بھسوتے آگے رنگ بھونے چوڑے مظل بجاہر داتون پر چہرے پر گلکین بڑی ہوئیں چاند اور سورج الماس کے مستکون
 لگے ملہاے رنگاری پشت پر اور بھونکے کوئی چار ساٹھ چار سو ساٹھ نیاں بطور یوزنیوں کے آراستہ سقر لاتی اور غلی
 بھولین کار چوبی الماس تراش لویاں داؤدی باقوت احرار کی مرج کی بل جہاں بن قیش کی ٹکی ہوئی زری زرہ بنت طاش
 بادے کا کام بھونکے کوئی ہزار بارہ سو خاص بردار کی بگڑیاں سرخ سرخ سرخ ہر سے بکرتے لگائے
 عسا سے نقری اور طلائی داتھون میں لیے بھونکے غلامان زرین پوش بند و قین رومی اور ولایتی اور فرہادی اور چاقین

کے نامہاں اور دنیایان کا نہ جوں پر رکھے بعد ان کے سو سو صاحب دربان و لشکرشی پوربائی سیاہول مردے چو بار بقول میر حسن
 نقیب اور جلاو اراد چو بدار یہ کہتے تھے آپس میں ہر دم لپکار یا تو جو اون بڑے سے جائیو دو جانب سے باکین لیے جائیو
 اسی اپنے معمول و دستور سے ادب سے تفاوت ستار و دروگر بڑے سے عمر و دولت قدم با قدم

بھانڈاں یکھا کر ہزار بلوے ہوتے ہارے کی انگلیاں تھامی کے شکوت باندھے کوئی اور لکڑی سو ہے کیچ سرورن پر مندے سے اصرار کے کاٹوں
 میں جوتے مشوری سلسلے ستارے کے در و دنی کام کے پانوں میں اپنے مشکیزے خوشنودار چرتے کے پشت پر فوارے ہزارے کے
 و بانوں پر چڑھائے گلاب اور کیڑا عرق بہا برید مشک انین بھرے ہوئے عطویری اور گوبر افشانی کرتے پھر کاؤ لگاتے چلے آتے ہیں بعد
 ان کے غول روشن چو کی دوازدہ کا ملت بھیرن بیاس شنائیوں میں چو نکے سناتے سرورن کے بھلے معلوم ہوتے تھے شعہ سرورہ
 شمشہ دوازدہ کی پیاری دھنیں دھنیں کان رکھ کر ملاکے سنیں بعد ان کے کوئی چار سو ساڑھے چار سو شل بردار و دو سو اگر سو زعفران
 ہاتھوں میں لیے بخوات طرح طرح کا جلنا صد ہا فرنگ تک نفیم غبریم اسکی دماغ جان مغیر اور مسطر کرتی تھی اور بیچ میں
 ملکہ عالم سکھپال میں سوار دو ڈھائی سو کاربان و دمان زرق برق پہنے آگے آگے نواب ناظر اور چند خواجہ سرگودھا
 سوار اور گرد پیش بارہ ہزار سوار اور پیادے سلع اور کل نو ہزار ہوئے شاہزادہ ذوی الاحرام جس مقام پر کھڑا تھا اسی طریق پر اپنے
 مرکب کو روکے تا شاہ ساری کا دیکھا کیا جب کہ سکھپال ملکہ کا اس چار کے دھت کے قریب جہاں شاہزادہ والا مرتبت کھڑا تھا
 پہونچا اور ملکہ نے چلن میں سے دیکھا اسی وقت چو بارون کو حکم دیا کہ رکھنا یہ شخص جو گھوڑے پر سوار کوئی غریب الدیار کھڑا ہو
 شاید تلاشی زندگیاں ملے ملک میں نو ہزار ہو اسکو ہماری سواری کے ہمراہ لینے اور حسب حکم ملکہ کے چو بارون اور مردہوں
 نے شاہزادہ علی مقداد بیع الزمان نامار سے عرض کی کہ اس سوار تجھے ہماری پیغمبر زادی فرمایا ہو جلد حاضر ہو چپ پنجہ
 شاہزادہ عالی مقام کو مردہوں اور چو بارون نے اپنے ہمراہ لیا جو وقت سواری ملکہ کو ہر ملک کی اندرون باغ جا کے
 داخل ہوئی اور مردہ ہے وغیرہ بھی لڑو بھی پر پہونچے اور زبانی محل دار کے عرض کی کہ وہ جو ان حاضر ملکہ نے فرمایا کہ اسے اندر
 بھیج دو چنانچہ شاہزادہ بدیع الزمان گرد و لشکر شکن ایشان تمام جا باغ ملک حران دیوکش میں جا کے ایک مسند پر ہم مسند
 ملکہ کو ہر ملک بیٹھا اسملکہ نے ترک جوشن پوش کو بھی بلو اسکے بھنور شاہزادہ والا مرتبت حاضر کیا ترک جوشن پوش
 قدموں سے شاہزادہ والا شان کے لپٹ کے خوب رویا اور شاہزادہ عالم نے دست شفقت اسکی پشت پر رکھنے لگے
 سے لگایا اور ایک مکان واسطے بود و باش ترک جوشن پوش کے معین فرمایا اور آپ مع ملکہ جوشن نشاط اور طفل انبساط
 میں مصروف عیش ہوتے ہیں آگے دیکھیے فلک تفرقہ پر داز کیا کرتا ہو

اشتمہ داستان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم بیان کیا جاتا ہے

کہ شاہزادہ ملک قاسم عرصہ زندگاہ سے محل کے کون و دین گزریا تھے فیروز آسیابان کے مکان پر پہونچا اور آسیابان
 نے شاہزادہ قاسم کو پھر آتے دیکھا اپنے جی میں کہا کہ خداوند تعالیٰ فرما کرے شخص بیان آیا میں نے تو یہ جانا تھا کہ خداوند تعالیٰ
 سہولت اور آسانی سے فقط ایک گھوڑے کے جانے پر آفت ناگمانی میرے سر سے ٹالی ہو سو وہ حضرت پیر شریف فرما
 ہوئے ابکی مرتبہ دیکھیے کہ اس شخص کے ہاتھ سے میری عزت اور جان کیونکر بچتی ہو اور یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہو میں
 شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نے فیروز آسیابان سے کہا کہ جلد ہمارے واسطے کچھ گلابیاں شہر آب کی تحفہ تحفہ
 طلب کرانا کہ ہم دو چار پیالے اسکے پی کے جو وقت کہ اند کے طبیعت کو سرور حاصل ہو گا دو چار گھڑی آرام کریں گے بعد اسکے
 ایک معرکہ عظیم و پیش ہر آج ہمارا قصد معرکہ ہے کہ وہاں سوار ہو کے جائیں فیروز آسیابان نے جو یہ کلام شاہزادہ عالی مقام
 کا سنا تو اپنے دل میں نہایت متعجب اور تعجب ہو کے سوچنے لگا کہ یہ نوجوان غریب الدیار غریب الوطن ہر بیان اس کے کس شخص

گوئی کہ آری منظر ہو اور سب اسکے دو پہر ات گئے سوار ہو جانے کا کیا ہو مگر میرے دل کو یقین مٹی ہوتا ہو کر شاید بڑا کندہ پیمان اور
 موج بخون اور برہم فلک فوج و سپاہ خراب کن لشکر گنجاب ہی نوجوان ہو ایک تو وہ حکیم فاروس کا بیٹا ہے جو پہلے معروف
 حکیم بدیع اور بعد ازاں بختاب شاہزادہ بنذا قبال معروف ہوا تھا وہ حکیم فاروس کی توسی ملک گوہر ملک کے خیر زبانی
 مل کی ہوا اس جرم کے قصاص اور تعزیر سے مرست اور جان بچی اور غدا ب گنجاب سے محفوظ رہا خداوند لقانہ کرے اگر یہ راز
 اس جوان کے بیان میرے مکان پر وارد اور قیام پذیر ہونے کا منکشف ہو جائے اور میں شخص قاسم ہو بلکہ اس میں منکشف
 نہ تھے ناحق جو حقیقت میں قاسم ہی شخص معلوم ہوتا ہو اور کیا مجب کہ ہزاروں عیار اور خبردار ہر کار سے نجاسوں کی تلاش
 اور سراغ برد و باش میں چاروں طرف پھرتے ہوں بیان بھی کوئی پتا لگاتے لگاتے پہنچا ہوا ہو اور یہ خبر شدہ شدہ اور رفتہ رفتہ
 پیغمبرِ مسل کے کان تک پہنچے تو اس وقت کیا جانے گنجاب مجھے کس غدا ب الیمین بتلا کر لایا اور میرے گھر بار اہل و عیال کیا
 قبر غیرین نازل ہو بس یہ نفقان اور وہم جو اس آسیا بان کے دل کو پیدا ہوا تو اس نے بکمال حیرت زبانی شاہزادہ خاوند سپاہ سے
 یہ کہ کے کہ بہت خوب حضور اندکے توقعت فرامین میں آپ کے واسطے شراب بھی جا کے لیے آتا ہوں وہاں سے اٹھا اور پیش خود
 یہ جو نوکر کے کہ اگر میں قبل باز انکشاف میں حال کے خود جا کے اظہار اس جوان کے اپنے مکان پر وارد ہونے اور اپنی لاعلمی سے
 اسکو اپنے پاس رکھنے کا گنجاب سے کروں تو باعث میری حفظ آبرو اور جان کا ہو گا ورنہ ہزاروں ہنگامان لقا کا خون بھی
 گردن پر ہو پھینکے کا نہیں اسکے ساتھ میری جان نعت میں جانے گی یہ سوچ کر گنجاب کی بالگاہ میں گیا اور بکمال مجر و انکار
 باختم اشکار گنجاب کے پاؤں پر سرانبار کہ کے کہنے لگا کہ یا پیغمبرِ مسل یہ خانہ اور موروثی قدیم الاہام سے ملک پروردہ
 سرکار دولتدار کا جو حتی المقدور غلام سے کبھی کوئی کام نہک حرامی اور خیانت کا اسدم تک وقوع میں نہیں آتا اور اقبال عالی
 سے امید ہے کہ تا قید حیات غلام سے ایسی حرکت نہ ہو لیکن پروردہ پیش و اور بدتر از گناہ وہ جو کہتے ہیں انسان مرکب میں اظہار
 و انسیان مقرر خطا کا ہوں تو حالت گواہ نہیں جو چاہتے ہو کہ وہ منکر یگانہ ہو حسب اتفاق اندون بسبب لاعلمی اور نادانستگی
 کے ایک قصور نہ ہو کہ تا فی اور مکافات میں آئی جو سزا اور تعزیر سرکار سے میرے حق میں ہو وہ مجب نہیں گنجاب
 نے پوچھا کہ آخر تقریر طول اور گفتگو سے فضول سے حاصل مطلب مختصر بیان کر آسیا بان نے کہا کہ یا پیغمبرِ مسل ماجرایہ ہو
 کہ ایک شخص غلام کے مکان پر آ کے داد ہوا اور خانہ زاد نے ظاہر اسکا شریف اور نجیب نہایت با وضع مرد مردانہ جوان
 و جیغیب الدیار دیکھا اسکی بہت سی خاطر داری کر کے اپنے مکان میں اسکو مقیم کیا تھا اور جو کہ طریقہ آدمیت اور طرز معرفت
 کا غلام سرکار کا ہو اس شخص کی خدمت میں فرو گذاشت نہیں کیا آج حسب اتفاق برسبیل گفتگو اسکے خواہے غلام
 سے غلام کو یہ ثابت ہوا کہ جس نے لشکر فیروزی اثر پر سرکار کے بخون بنام قاسم مارے ہیں وہ قاسم ہی شخص جو لہذا خانہ زاد
 نے بخون اپنی جان اور آبرو کے اور بخیاں قہر و عتاب پیغمبری اپنے دل میں خائف و ترسان ہو کے حقیقت حال کو مفصلاً اور
 مشروحاً مع اقدس و ہایون تک گزارش کر دیا ہو آگے جیسا ارشاد ہو غلام مطابق اسکے بچا لائے گنجاب یہ حال سنکے
 نہایت خوش ہوا اور آسیا بان کو بہت بھاری خلعت دیکر گیا ہو و خون آشام کو اشارہ کیا کہ تم اسی وقت اپنی فوج و سپاہ
 لیکر فیروز آسیا بان کے مکان پر جاؤ وہاں قاسم قیام پذیر ہو اگر زندہ آتے تو تمہارا دور نہ جلد اسکا سر لیکر حاضر کرو
 گیا ہو و خون آشام حسب حکم گنجاب کے اسی دم مع چالیس ہزار سوار اور کئی سرداروں کے ہتھیار گزاری قاسم بیٹھ
 پشت مرکب پر آسیا بان کو ہمراہ لیے آئے مکان کی طرف روانہ ہوا بعد روانہ ہو جانے گیا ہو و خون آشام کے گنجاب نے
 حلیل دراز ترکیب کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ تم بھی اپنی فوج کو لیکر گیا ہو و خون آشام کی مدد کے واسطے جاؤ اور
 اگر قاسم زندہ دستیاب ہو سکے تو زندہ لاؤ و اگر جو وصلہ مقابلے اور مجاہدے کا کرے تو اسکا سر کاٹ لاؤ و حلیل

دراز ترکیب بھی بائیس ہزار سوار اپنے ساتھ لیکر بارادہ جنگ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم قنابین گیا ہور خون آشام
 کے چلا چنانچہ پہلے گیا ہور خون آشام یہ عظمت وجودت تمام مع فوج کے قریب مکان آسیابان پہونچا اور وہاں جو شاہزادہ تھا
 اس عیاری اور مکاری سے اس آسیابان کے مکان پر محض بے خبر و غافل بیٹھا تھا ایک مرتبہ آواز گھوڑوں کے ٹاپوں کی بلند
 شور و غل آمد فوج کا ننگے مکان سے باہر نکلا تو اسے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان باتیخ و ستان گھوڑے بولالان کیے سامنے سے
 ٹاپان ہوا اور کثرت گرد و غبار سے اندر میں تا آسمان زمانہ تیرہ دہائی نظر آتا ہوا اور آگے آگے فوج کے آسیابان آگے اپنے دروازہ
 مکان پر ٹھہرا اور کھڑا ہوا شاہزادہ قاسم کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ آتش اندازی اور فتنہ پردازی اس جرات الہیہ صفات
 آسیابان کی بجا وہ یہ سب فوج کفار تیرہ روز کا رفقہ میرے قتل پر بارادہ کا رزاسہ ہو کر آئی ہو بس یہ پیش خود تجویز کر کے
 جھٹ پٹ اپنے ہاتھ سے اپنے گھوڑے پر زین رکھا اور بہرعت تمام اسے کھینچ کر قاش زین پر جا بیٹھا اور نظرہ کرم کریم کارسان
 کر کے کہ وہ تنہا پلارک افرا آسیابی چھ اکل میان سے کھینچے بقاء گیا ہور خون آشام چاروں طرف سے گھومتے گوروکھنے
 اور منتظر پیشدستی کا طرف فوج غنیم سے تھا دیران فوج گنجاب نے جو اس عالیجناب شاہزادہ خاور سپاہ کو
 بھان داہد سلج اور کل بائین شان و شوکت بر سر راہ آواہ رزم دیکھا تمام سردار اور سوار اور پیادے اپنے دلوں میں نہایت
 تعجب اور تعجب ہر کجرات اور شجاعت پر اس شاہزادہ والا مرتبت کی تحسین اور آفرین کرتے تھے لیکن مقدمہ اطاعت اور
 فرمانبرداری بہت نازک ہوتا ہوا اسے اسکے وہ سب فرقہ کفار نابکار بڑے شریر اور بے پیر عین اور بے دین
 حسب الایمانے گیا ہور متحور ضد الیک مرتبہ چار طرف سے رولا اور بلوہ کر کے یہ کہتے ہوئے کہ ہاں لینا لینا نہ جانے دینا
 جلد ایسے شخص منضوب بارگاہ پیغمبری کو گرفتار کر لو برچھے ترچھے کر کے اور تلوار میں میان سے کھینچ کھینچ کے بر سر شاہزادہ
 رستم مولت آپڑے اور ہنگامہ جدال و قتال گرم ہوا وہ اشجع و ہر نفس ہجاسے زمانہ یعنی شاہزادہ خاور سپاہ مردانہ و دلیر
 جنگ رشتہ کرتا مصروف کفالتی تھا اور جیسر طرف حلا و رہوتا دس دس میں میں کافر دن کو طاعت تیغ آہار کر کے
 واصل جہنم کرتا تھا اور چار طرف سے دشمن تیر کی اس دھالا تو قیر پر ہو رہی تھی اور ہزاروں برچھے اور تلواروں کے دار
 ہوتے تھے مگر افضال لایزال قادر ذوالجلال شامل حال تھا کہ ہر ایک حربے سے وہ آسمان صولت بچتا اور آپ کو
 بچاتا کس خوبصورتی سے شمشیر زنی کر رہا تھا کہ دشمنوں کی بھی زبان سے بے ساختہ صدائے مرجا کل خالی تھی اور
 وہ شمسوار عرصہ کارزار خاور سپاہ لڑتے بھڑتے اب قریب گیا ہور خون آشام کے آپہونچا لیکن کئی ہزار سوار
 گرد و پیش گیا ہور کے حائل اور سرد راہ ہو کر مصروف جنگ تھے اس باعث سے قاسم اند کے نظر اٹھا برابر زمین پہونچ سکا
 کہ گیا ہور خون آشام نے شاہزادہ عالیقام قاسم کو اپنی جانب مخاطب دیکھا نہایت خالفت اور ترسان ہوا اور پیش خود
 تجویز کر کے کہ میں قاسم کو چھب زبانی اور لسانی لپ اپنا رام کروں بعد ازاں جیسا کہ کچھ موقع اور محل ہو گا سمجھ لوں گا
 یہ کمال ملائت اور کرم جو کئی گفتگو آشتی اور مصالحہ کی کوسنے لگا اور قاسم بھی اسکی باتوں کا جواب ہمواب دیتا کہ
 و پیش ہر ایک کافر یہ غاکی حرب ضرب سے فافل نہ تھا گا کہ پیچھے سے مسلسل دراز ترکیب جو مع اپنی فوج سپاہ
 کے وہاں پہونچا تو اسے گیا ہور خون آشام کو شاہزادہ خاور احتشام قاسم سے ہکلام دیکھا کہ اپنے دل میں خیال کیا کہ
 گیا ہور خون آشام چاہتا ہو کہ کسی عیاری اور مکاری سے قاسم کو ہلاک کرے اور اپنی شجاعت اور دلوری کی
 دھوم ڈائے پس گیا ہور میں کیا خلعت ہو مصرع ہر کہ شمشیر زندہ سکے بناش خواندہ ہی وقت گھات کا ہوت قاسم کا
 ایک ہی ضرب تیغ میں کام تمام کروں اور اسے سوچکر پشت پر سے شاہزادہ خاور کے سراقہ میں پرتلوار ماری قاسم نے جو
 چک تلوار کی دیکھی بچتی تمام اپنے گھوڑے کو چپکالے اسکی ضرب خالی دی اور تلوار مسلسل کی قاسم کے گھوڑے پر

طری قاسم جت کر کے گھوڑے سے جدا ہو گیا اور پھر چل کر تین پلارک افرا سیابی کینچا پاہنٹا مہل لیل کو جو تہ وصل کر کے ایک
مترہ گیا ہو خون آشام نے یہ پیشہ دستی اور چالاک مہلیل و راز ترکیب کی دیکھ کر کمال غیظ و طیش ہوا ز بلند کہا کہ اگر مہلیل
یہ کیا حرکت نالائق کرنے کی تو جانتا تھا کہ یہ صید میرا ہو پھر تو نے جوش دتی کر کے پشت پر سے اس کے سر پر تلوار ماری تو گویا میرے
سامنے یہ اپنی شجاعت اور باکپن کو نہ دکھلایا ہو کیا میں اس سے کسی بات میں عاجز تھا مہلیل و راز ترکیب نے جواب دیا کہ
اگر گیا ہو حسب حکم سرکاری کے تو بھی آیا اور میں بھی تعمیل حکم سرکار کے لیے کیا ہوں پھر اس میں پیشہ دستی اور پس دستی کیسی جسطرح
تو اپنی نود چاہتا ہو اسی طرح سے میں بھی چاہتا ہوں کہ اپنا کام کر دینا گیا ہو رنے کہا اس سے نام نہیں ہوتا بلکہ ایسی بات میں انسان
ذلت آٹھا ہو مہلیل و راز ترکیب نے کہا کہ اگر گیا ہو میں کسی کی اپنے آگے اصل حقیقت نہیں سمجھتا جو تجھے ذلت دے غرض
اس گفتگو کا طول یہاں تک ہوا کہ لوہے پتھر تلوار پونچی اور گیا ہو خون آشام نے حالت غیظ و غضب میں بضر شمشیر
مہلیل و راز ترکیب کو زخمی کیا اور مہلیل نے اسی حالت زخمی میں دوڑ کر تیغ اگیا ہو خون آشام بھی زخمی ہو گیا فوج
دو سپاہ نے طرفین کی جو اپنے اپنے سرداروں کو زخمی دیکھا تو سپہین تلوار میں کھڑکڑا پس میں آمادہ جدال و قتال ہوئے عیار
اور جاسوسوں اور ہر کارہن نے یہ حال جان کے گنجاب سے بیان کیا گنجاب نے یہ خبر و حشت اثر کے نہایت غیظ و
لہجہ میں مثل مار سردوم برید پیچ و تاب کھانا اور اسی وقت قریب ساٹھ ستر ہزار سوار ہمارے کے اپنے ہمراہ لیکر سوار ہو کر اس
میدان کارزار میں پہونچا اور ہوا ز بلند کہا کہ اے نالائق تو کھو واسطے گرفتاری قاسم بھیجا تھا یا آپس میں کشت و خون کرنے کو
اور اپنا اپنا باکپن دکھلانے کو ایک ایک تازیانہ ہر کے دونوں کو جدا کیا بعد ازاں دونوں طرف سے فوج دو سپاہ کو جنگ
و جدال سے روک کر بخیال اس نال اندیشی کے کہ مہاد ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں سردار بڑے جلیل القدر میرے لشکر
کے سپہ سالار و سرے گھر کے مختارین تھے نہ صرف ہو جائیں بہت سی باتیں دلہی اور دلاست کی کر کے حکم دیا کہ معاہدہ
یہی صورت و باعث زبان دولت اور میرے اوبار کی جو جو تم سب آپس میں رزم و ہیکار کرتے ہو وہ وہاں اگر تمہیں ایسی
باتیں کر دے تو میں پھر کیا کروں لگا اب توقف اور تساہل نہ کرو جسطرح سے ہو سکے تیرہ حمزہ سامنے موجود ہو جھٹ پٹ
اسے گرفتار کر لے پھر ہزار دہائی اور خاطر داری گیا ہو اور مہلیل کو سمت شاہزادہ خاور سیاہ متوجہ کیا اس عرصہ
میں قاسم نے جو فرصت پائی تو ایک سوار کو بغرب خج فی السار و السقر کر کے پیچھے گرا دیا اور آپ بختی تمام
اس کے گھوڑے پر سوار ہو کے مقابلے اور محاربت میں مصروف ہوا حسب اتفاق جو وقت ہو جب اٹھارہ سپہا سیاہان
گنجاب نے گیا ہو خون آشام اور مہلیل و راز ترکیب کو حکم دیا تھا کہ تم دونوں جا کے قاسم کو گرفتار کر لاؤ مگر جان عیار
کہ لاکھ گوہر ملک کو کاخانہ اوجان شاہ کو کہیں کھڑا یہ سب حال سنتا تھا اسے یہ ساری سرگذشت اور روایتی گیا ہو
خون آشام اور مہلیل و راز ترکیب کی حسب حکم گنجاب کے تہیہ فاسد اسیری شاہزادہ قاسم کے من و عن چار باغ
ملک حران دیکش میں جا کے بھڑو شاہزادہ و لاٹشان بدیع الزمان بیان کی وہ اٹھج و ہر ضیف ہیچا سے کارزار شاہزادہ نامدار
بجروا مستمع اس خبر ناموس و کے جوش خون غریزی سے نہایت بیتاب ہو کے اس وقت پتھر تلوار اپنی کھڑکے آٹھ کھڑوا
اور پیٹھ اپنے ملک پر سر پٹ گھوڑے کو ڈالے ان واحد میں قریب اس میدان مصاف کے پہونچ کر طغٹنہ اندھا کیسے
جگر سے کھینچ کر آمادہ مذم اور کفار کشی کا ہوا شاہزادہ قاسم نے جو آواز غرہ بدیع الزمان و لاٹشان کی شنئی تو اپنے
دل میں یہ کہہ کر اس کشی گیر کے لوہے گنجاب تک پہونچنے کی غائے اپنے کہ میں خود یک و تنہا چل کے اس گنجاب کو
پکڑ لوں یا وہاں ہنر کر دوں تاکہ یہ کشی گیر بھی میری شجاعت اور رستی دیکھ کر اپنے جی میں متنبہ اور منفعصل ہو مثل شیر زبان
اپنا پل دمان تیغ پلارک افرا سیابی کو علم کے صفوں کو درہم برہم کرنا سمت گنجاب چلا اس طرف شاہزادہ

یہ اذیان نے بھی قاسم کو بحال فیض غضب جانب گنجاب مخاطب دیکھا اپنے جی میں کہا کہ قاسم جاہل مطلق ہو ایسا نہ ہو کہ
سرگت برگر گنجاب کو ہاتھ اسے یا کڑے اس سے ہتھیر ہو کہ میں بہت کر کے گنجاب کو کچل دوں یا جہنم واصل کر دوں یہ
کہہ کر جنگ رتنا کرنا اور کشتوں کے پستے لگا کر متصل گنجاب کے پہنچ گیا یہ تراشا شمشیر زنی اور دلیری کا دونوں چاہیے تھو کی دیکھ کر
گنجاب اپنے دل میں نہایت ازان اور ترسان ہوا اور باوازا بلند اپنی فوج سے کہنے لگا کہ اے بہادر و اب تم سب انتظار
کے بنا کرتے ہو جہاں دونوں کو گرفتار کر لیا جاوے گا طرف سے بلوہ کر کے مار لو یہ حکم اپنے مالک کا اپنے ہزاروں سوار سپاہ سے
نیز شمشیر بن کر پکڑ کے شاہزادگان والا تبار عالی قدر قاسم اور بدیع الزمان نامدار پر گرسے اور یہ دونوں بہادر بھی
کس شکوت اور شان سے محروم کر دے میدان کا زار دیکھ کہ انکوش پہرے کسی ایسی شمشیر زنی رستم اور شراب کی مٹی اور
نہ چشمہ راہ نے بھی ایسی جنگ و جدال کیو اور افراسیاب کی دیکھی ہو گی ناگاہ بسبب بارش تیرا سے جگر دوز اور کثرت جراحت
نیزہ و شمشیر گھوڑا شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کا مارا گیا اور قاسم پیادہ پا ہو کر برسرِ رزم تھا شاہزادہ بدیع الزمان
اور لشکر شکن نے جو قاسم کو پیادہ ہزاروں سواروں میں حرب و پیکار کرتے دیکھا بادل حنین اور جان ریش نہایت
خشگیں اور غیظ و طیش میں تیغہ طموش دیو بند کر کے پیچھے سر پر سر اور دھڑ دھڑلاش پر لاش گرا آئیں میدان رزم و
کین کو کھڑکے شاہزادہ خاور سپاہ کے متصل پہنچا اور بچتی تمام اپنے مرکب پر سے کود کر شاہزادہ خاور سپاہ سے کہا کہ
بسم اللہ خاور سپاہ تم تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر آدھ کا زار ہو ابھی قاسم کچھ جواب نہیں دینے پلانہ اس
گھوڑے پر سوار ہو کر آئی دیر میں لشکر کھانا بکارتے کسی نیزہ دار نے ایک نیزہ شاہزادہ بدیع الزمان کے بھی
مرکب کے پیٹ میں مارا کہ وہ گھوڑا بھی چیخ مار کر زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا اور فوج بے پروا دعا سے شریعتے جو ان
دونوں شاہزادگان آسمان تو قہر کو بردے زمین پیادہ پا دیکھا ہر چار طرف سے بلوہ کر کے محاصرہ کر لیا اور نیزہ و تیر کی
بوچھا کر دی تھی اور سیکڑوں تلواریں کھینچے حملہ کرتے اور اکثر زخم دے کاری بھی تیروں اور نیزوں کے جسم اطہر پر ان
دونوں شجاعان امور کے پرے سے تھے مگر ان دونوں دلاوروں کو یقین کلی ہو گیا تھا کہ آج ہم دونوں خلعت شہادت
پہننے کے مسافر ملک عدم ہو گئے اب کوئی صورت زیست کی نظر نہیں آتی مگر اپنے ہی یہ حال تھا کہ جب طرف تلواریں پکڑ کر
متوجہ ہوتے تھے ہنگامہ قیامت اور شور و غم انتشار پاتا تھا اور لاش پر لاش مروے پر مژدہ گرتا نظر آتا تھا
اسی طرح سے تین شہادہ روز گذرے اشعار

ادھر مثل شیران بل از بند	ادھر فوج کھار اور سارے کھار
وہ سپرین کالی کشائیں سی	بھکے ہر طرف مثل غمزدہ ابر
جھڑی سی لگی ان پتی تیر کی	کوہک برق کی تھی کمان کی کور
ہزاروں ہی سپرین کیں کشت	ہوا چار سو خون کا دریا روان
ہوئی موج خون صورت موج آب	مٹی تھی تعین جون پھلیاں چلاوا
اس وقت شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کا یہ حال ہوا	منگولوں کی صورت ہر اک ناہکا

کہ جب روتے روتے شدت شنگی اور گر سنگی اور کثرت زخم دے کاری سے طاقت شمشیر زنی اور کفاکشی کی مطلق باقی نہ رہی
تب حالت اضطرار میں باقیم الحک از حضور قلب اور خلوص نیت سے بجناب باری دست دعا و راز کر کے التجا کرنا
شروع کی کہ اے خداوند و ارحم الراحمین اگر وقت مرگ برابر آ پھونچا اور رشتہ حیات ہمارا قطع ہو چکا ہو تو ہمیں
سر نہیں چھو شمشیر تیر بسبب ہر چہ آئید ہمیں یا خسیب ہر مرتے اور مارے جانے کا کچھ غم اور رنج نہیں کہتے
بلکہ یہی استدعا کرتا ہوں کہ ہر چہ شہادت فائز ہوں ورنہ صدمہ فانی و حدائیت کا اسباب اس

کشکش سے نجات دے کہ یکبار دریا سے رحمت اُکسی جوش میں آیا اور تیر دعائے دونوں بہادر دن کا بدرجہ اجابت پہونچا یعنی
از پروردہ بیابان گروے برخاست تیر تیر و خیر و سرگرد با سان رسید و پاسے گر و بزمین دوزیدہ غلطان و پیمان چون سبز زلف
عروسان ہونے مارا گرد کو گروئے نہارا ہو اکود من گرد و شکافتہ ہوا دیکھا کہ ایک نقابدار ند پوش بکمال جوش و خروشش پہ نعرہ
کرتا ہوا شہر کچا سام نریان پیکر مردانہ میکوشم بدست جنگ چون شہر نیستانی ند پوشم ہدا و کفار ان عیار و اویا بکار ان
پردغا ہر کہ فائدہ اند دہر کہ نداء خدا لاہرا بد اندیشا سد کہ تم نقابدار ند پوش ہوا خواہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم
نعل تختان خون ریز خاوری ہی کہ کلمت چالیس ہزار سواران ند پوش جب حلقہ آور ہوتا چالیس ہزار تلوار کا جھٹکا سوار
و پیادگان فوج کفار پر بار پڑتا ہوا اور چالیس ہزار سر جہاد چالیس ہزار و طر جہاد ایک قلم قلم ہو کر خاک و خون میں
تیرتے پھرتے ہیں بڑی عظمت و جرات اور شوکت و شان سے قل عام کرتا متصل شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک قاسم
کے پہونچا اور دونوں بہادر دن کو بکمال گرم جوشی و کلا اتحاد آمیز دو گھوڑے برق آہنگ سہا زتار با ساز و دیراق
مکمل بزم مغرب بجا ہر طلب کر کے سوار کر دیا اور تا غروب آفتاب لشکر گنجاب سے مقابلہ اور محاذ پر اہدا ان شاہزادہ
بدیع الزمان اور قاسم کو بخوبی تمام اور باطمینان لاکلام اس فوج کفار کے بلو اسے عام سے بحال کے اپنے ہمراہ
لیے سمت ایک اس کوہ کے روانہ ہوا اور دمان پہونچ کر اپنے لشکر کا قیام کیا اور اپنے خیمہ بن ملا کے تیاری دعوت
میں مشغول ہوا جب کہ دونوں شاہزادے متادل طعام سے فارغ ہوئے اور دو چار پیالے شراب کے پی کے دونوں
بہادر دن کو ایک سرور حاصل ہوا اسوقت نقابدار ند پوش نے ہوا خواہی قاسم بے ساختہ یہ کلام کہا کہ فی الحقیقت
خیاط اذل نے جائے شجاعت ذات پر شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کی قلع کیا اور قاسم جو کچھ دعویٰ رستی اور تہنی
کرے سب بربق اور بیجا ہوا بدیع الزمان تو اس ملک باختر میں کس لیے آیا تھا بدیع الزمان نے جواب دیا کہ مجھے بی گنج
کی بیان لے آئی تھی اور انشا اللہ تھائے دوسے یہ رکھتا ہوں کہ جب تک لشکر فیروز سی اشر فوج دریا موج سلطان مغر
احتشام امیر حمزہ عالی مقام ہیں سرزمین میں نزول اجلال اور درود اقبال فرما سے میں بھول بوقت پیر و کار عالم تمام
باختر کو مسخر کر لوں گا اور یہی حمد و پیمان دل سے رکھتا ہوں کہ جو کوئی اس ملک میں کار نمایان مجھے زیادہ کر جائے وہی
نامور اور دلاور اور شجاع روزگار ہو جس اتنا کھلے از بسکہ شاہزادہ بدیع الزمان کو گفتگو سے ہوا خواہی قاسم سے
جو نقابدار نے کی تھی دل میں ایک طال پیدا ہوا تھا اسی وقت نقابدار سے رخصت ہو کر بیٹھا اپنے مرکب پر سمت
چاباغ ملک حرمان دیوکش روانہ ہوا اور تھوڑی دیر میں عرصہ راہ کو طوکر کے چاباغ ملک حرمان دیوکش میں پہونچا
اور ملک گوہر ملک کے ساتھ عیش و طرب میں مشغول ہوا بعد رخصت ہونے اور اٹھ آنے شاہزادہ بدیع الزمان
کے نقابدار ند پوش نے شاہزادہ قاسم سے کہا کہ میں ہوا خواہ حیرا ہوں لیکن میں تجھے پوچھتا ہوں کہ بدیع الزمان
نے تو اگر کوئی افتادہ کی بری کی پڑ جائے اپنی ہمسائش و آرام کے واسطے ایک مقام چاباغ ملک حرمان دیوکش کا کہ
و ان فی الحقیقت بڑی جگہ حفظ و امان کی ہو تجیز کر لیا اور قرار دیا ہو تو بتا کہ اگر خدا نخواستہ کوئی ایسی افتادہ پڑ جائے
تو کمان جا کے رہ گیا قاسم نے کہا میں بے مکان ہوں نقابدار نے کہا تجھے لازم ہو کہ پہلے اپنے رہنے کے لیے کوئی مکان
میں آگے بے بعد و شکے کفار کشی اور جہاد کا ارادہ کرنا اور نہیں تو بہت خراب جائیگا شاہزادہ خاور سپاہ یہ کلمہ خلافت مزاج
اپنے نقابدار سے منکے نہایت کشیدہ خاطر اور مکدر ہو کے اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا کہ اب میں اسوقت مکان
اپنے آرام کے واسطے تجیز کیے لیتا ہوں پٹ پٹ مرکب پر سوار ہو کے ایک سمت کو روانہ ہوا پھر مرچند نقابدار
نے کہا کہ اے خاور سپاہ تمہارا توقف کرا چھا جائیو قاسم وہ جاہل مطلق ہوئے کتنا مانا اور اپنے راہوار کو

گرم رفتار کیے دو شاہزادہ برابر چلا گیا اور سوم دور سے ایک چار بہت بڑا لڑا اور اس پہاڑ پر ایک غلو ملک فرسانو دار ہوا
 قاسم اس پہاڑ اور اس قلعہ کو دیکھا ایک اونچے ٹیکے پر چڑھ گیا اور وہاں سے اس پہاڑ اور اس قلعہ کی طرف جو نور خیال کیا تو
 دیکھا کہ زیر کوہ ایک غول آدمیوں کا رہنہ اور اکثر خون میں چھر چھرے ہیں بہت سے بیٹھے رو رہے ہیں اور اوپر قلعہ کے ایک
 غول مسلح اور کھل ہنستے اور قہقہے مارتے کچھ مال اور اسباب آپس میں تقسیم اور حصہ کر رہے ہیں قاسم نے جانا کہ بے شبہ و شک
 یہ لوگ زخمی اور بھروسہ باہم غریبان زار و پریشان کوئی سوداگر یا اسکے ساتھ کے مہلوم ہوئے ہیں اور یہ عجیب سہ ہنگون اور
 سرکشوں کا ہی جو مال و اسباب یہ ہنستے اور قہقہے مارتے ہیں باہم کچھ لین دین کر رہے ہیں شاید قلعہ الطریق اور قراق ابن القصبہ
 شاہزادہ یہ بھکھک اس ٹیکے پر سے نیچے اترتا اور آہستہ آہستہ زیر کوہ ان لوگوں کے قریب جوتھے اور زخمی بیٹھے تھے ہونچکر پہنچے گا
 کہ صابو تم کون ہو اور تم سب کو اس طرح لوٹ کر کسے غریبان کر دیا اور زخمی کر دیا یا ان بیٹھوں نے قاسم کو دیکھا کہا کہ ایسی
 جوان واسطے اپنے دین و ایمان کے اپنی نوجوانی پر رحم کر اور جلد یہاں سے کہیں بھاگ جاؤ انا کرے اگر یہ قراق بچھے
 دیکھ لینگے تو یہ گھوڑا اور سب اسباب تیرا چھین کر لے جائے گا اور بچھے جگہ پر لوگوں کو کہ کئی ہزار کا قافلہ ہے جو انفری سے لوٹ آیا
 اور زخمی کیا تو تیری کیا حقیقت ہے قاسم نے ان لوگوں سے کہا کہ تم سب خاطر جمع ہو میرا گھوڑا اور اسباب وہ قراق ملوں آنکھ بھی
 اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تم میں سب بیٹھے رہو دیکھو کہ میں تمہارا سب کمال اسباب ان قلعہ الطریقوں سے ہی پھر دے دیتا ہوں
 اس عرصہ میں اس قلعہ الطریق نے کہ نام اسکا خسرو قراق تھا قلعہ سے شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کو دیکھا اور
 دو جوان اپنے ساتھ والوں میں سے اشارہ کیا کہ ان جلد جاؤ اور جو نوجوان گھوڑے پر سوار کھڑا ہو اسکا گھوڑا اور سلاخ وغیرہ
 اسباب لیکر جلد سے پاس چلے آؤ دونوں جوں پہرین تلواریں لیکر قلعہ سے نیچے اترے اور شاہزادہ قاسم
 سے آواز بلند یہ کہنے لگے کہ ایسی نوجوان تو اپنی سب پوشاک اور ہتھیاروں کو اور گھوڑے کو ہلو حوالے کر دے اور
 جان تیرا جی چاہے بددکوش و یک بنی چلا جاؤ ورنہ اپنے دل میں خوب سمجھ لے کہ مفت نقد جان بھی تیرے ہاتھ سے
 جالیگا یہ کہتے ہوئے شاہزادہ تلوار پر پہنچے اور چاہتے تھے کہ لٹ کر بکریاں قاسم نے اپنے مرکب کو چھوڑ کر تیغہ ہلارک
 افراسیابی کے قبضہ ہاتھ ڈالا اور کہا کہ اونا لاٹھو کیا کہتے اور گروہ کھاتے اور بھکھک مارتے ہو بس ساتھ اٹنا کہنے
 کے دونوں نے ایک دہانی طرف سے لہر لیک نے بائیں طرف سے چمک کر تلواریں برسر شاہزادہ والا قدر ماریں
 اور قاسم نے بچتی تمام بغین سپہ گری داہنے ہاتھ سے داہنے سوار کے اور بائیں ہاتھ سے بائیں سوار کے تلوار کی بارش
 پہلے کے بند و ست کو پکڑ کے ذرا جوشار دیا تو دونوں کی تلواریں ہاتھ سے چھوٹ کر علحدہ جا گرین اسوقت اس شجیع
 شاہزادہ قاسم نامور نے دونوں کے کمر بندوں میں ہاتھ ڈال کے پہلے زور میں قاشش زمین سے اٹھا لیا اور
 دونوں ملے ہوئے فون کو سر پر چھین دیکر دوسرے زمین مارا کہ دونوں نقش زمین و پیوند زمین ہو گئے خسرو قراق قلعہ پر
 سے یہ جرات اور دروہ طاقت شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کی دیکھ کر اپنے دل میں بہت خاک اور ترمان ہوا اور جی میں
 یہ خوب بھکھک کہ وہ جو زلزلہ قاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحب قرآن کا نام میں سنا کرتا تھا شاید یہی شخص ہے اپنے
 مرکب پر سوار ہوا اور نیزہ پکڑ کر مقابلہ شاہزادہ قاسم آیا اور یہ کہہ کر کہ باش ای اجل رسید غضب کیا تو نے میرے
 دو جوانوں کو ہلاک اور پیوند خاک کیا اب میں تجھے کب زندہ اور سلامت یہاں سے جانے دو گا بر چھاسینہ لے کینہ
 شاہزادہ قاسم پر مارا قاسم نے بچتی تمام اسکے نیزے کو گلو گاہ سے پکڑ کے ایک جھٹکا مارا کہ نیزہ اسکے ہاتھ سے
 چھوٹ گیا اور پھر قاسم نے ڈانڈا اسی نیزے کی اس زور سے خسرو قراق کے سر پر ماری کہ خسرو قراق اسکی
 ضرب سے چرخ مار کر گھوڑے پر سے چاروں شانے چت زمین پر گر پڑا اور قاسم مرکب پر سے جست کر کے اسکی چھاتی

پر جا بیٹھا کہ اسے دیکھ کر ڈالے ایک مرتبہ خسرو و قزاق نے کہا کہ اب ہمارے علوم ہوا ہے کہ یہ زور طاقت تیرا نہیں یہ سب کبریت
اور تائید تیرے دین و ملت کی ہے پس جو تیرے دین کو قبول کرے وہ کیا کہے شاہزادہ شاہ و سپاہ سے کہ عیدہ ملحقین کیا وہ
از سر صدق کلمہ پڑھ کے اس چاہ لفظ و ضلالت سے نکلا اور ہر شے ہدایت پہنچا قاسم اسکی چھاتی پرستہ آتر کر غلطی ہو
اور اسنے زمین پرستہ انکار کیا ان غمزہ و اسرار عرض کیا کہ شہزادہ میں نے تو ہمدردی دل حلقہ غلامی پہنے کان میں ڈالا
بہان و دل اطاعت تیری قبول کی لیکن اب اسے وادہ ہوں کہ از راہ بندہ تو ذری امتا تو نے مجھے شاہ سے شہر چھانی کہ سو کہ
قاسم تو ام و درم نا خریدہ غلام تو ام بد قاسم نے نام اور حسب و نسب سب اپنا بیان کر کے فرمایا کہ میں ہیرہ ز لولہ
قاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحبقران کا ہوں خسرو و قزاق نہایت شادان و خندان ثناء ہوتا اور گردن شاہزادہ قاسم
اپنے ہمراہ بالاسے کوہ اس قلندرین لیگیا اور بارہ ہزار اپنے ہمراہی سواروں سے کیا کہ یار دن میں نے تو اطاعت اور
فرمانبرداری اس بھادری قبول کر کے ملت بیضا دین اسلام قبول کیا جسکو میری رفاقت کرنا منظور ہو کر شہادت
پڑھ کے مسلمان ہو میرے ساتھ ہے اور جسکو نہ منظور ہو وہاں چاہے ابھی چلا جائے مجھے کچھ واسطہ اور سرور کار
نہیں سمجھوں نے کہا کہ ان خسرو و قزاق ہم سب تیرے رفیق اور تیرے تابعدار ہیں جو تو نے قبول کیا ہو بھی وہی منظور ہے
خسرو و قزاق نے باور بندہ کلام شہادت پڑھا ان سمجھوں نے بھائی نیت کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کیا جب تمام اپنے
ساتھ والوں کو مسلمان کر چکا تب خسرو و قزاق نے تیاری دعوت اور محفل رقص و سرود آراستہ کی قاسم نے
تمام مال اور اسباب ان سودا گردن کا جو بہنہ اور اکثر زخون بن چور زیر کوہ میٹھے تھے خسرو و قزاق سے واپس کرا کے
دلوادیا اور وہ سب قاسم کو دعائیں دیتے پنے اپنے ملک اور دیار کی طرف روانہ ہوئے اور بیان قاسم نے یہ قلعہ
گھوڑا اپنی آسائش اور آرام کی حاجت پزیر کر کے دل میں کہا کہ اب فوج کشی بر سر گنجاب کیا چاہیے اور خیال کر کے نگہداشت
لازم سوار و پیادوں کی جاری کر دی اسکو تو اب بیان فوج و سپاہ میں رہنے دیجیے

اب تیرہ داستان شوکت بیان شاہزادہ برقع الزمان گرد لشکر شکن بیان کیا جاتا ہے

کہ جسوقت شاہزادہ برقع الزمان حکم کو ہر ملک چارباغ ملک عمران دیو کش میں سعادت عیش و طرب ہو کر رہنے لگا تو
ایک روز کی نقل ہو کہ ملک گوہر ملک نے بیچ سے ذات بن میں لب نہر تھن کافر شل امیر شطرنجیان و چاند نیان بہت کلفت
بچھو اسے سلطان ستاراگر دلوادیا اور ایک نگیرہ جو اہر روز باسلک اسے مزاریدہاں استہکرا کے
ذیر نگیرہ ایک پنگ جو اہر نگار بہت پر کلفت بیچ بندون سے کسا ہوا بکھے پہا کے نرم نرم دھرے ہوئے آگے آگے
ایک سندھ تار کی گاؤنیک بہت بھاری لگا ہوا عطر دان پاندان چنگیرین جو گھرے قرینے قرینے سے چنے ہوئے ہزار
بارہ سو ڈالیاں سوڈون کی ہزار بارہ سو چنگیرین پھولوں کی رکھی ہوئی گشتیان شراب اور گلابیان کی پیالے
الاس تراش رکھے ہوئے توڑے پڑے ہوئے ملک مسند پر مع شاہزادہ عالی مقام اجلاس فرما سے اسیسین جلسین
ہمدین ہمرانین مصاحبین خوامین ملازمین سب گر پیشیاد بے بیٹی ہوئی سانسے کچھ طائفے کلاوت پھون کے دو ایک
بہر و پیکچہ طائفے کشمیری بچوں نقال بچوں کے کچھ گائنین حاضر محبت ناچ و رنگ کی تھیں دوسرے شراب کا چل رہا تھا
نسب اتفاق ایک لوندی شہوند کے پڑھار بان دراز اور بد ذات قدیمی ملک کی تھی وہ بھی شریک محبت تھی کار بار کر رہی
تھی اور ملک گوہر ملک کو کشتہ صہبائے محبت میں شاہزادہ والا محبت کے اسد رجبہ ہوش اور ہم آغوش
بیٹھے دیکھ کر جل جل کر بار بار ایک سے کتھی تھی کہ ہر کچھ کیا غضب ہو دیکھو تو پیغمبر زادی نے کیسی حیا و شرم آڑا دی
ہو اور کیسی بیباک اور بے خوف اور نہ ہونے کھل کیلی ہو کہ جو شخص دشمن خداوند تھا اور ہر با و کشتہ

دین اور غریب سرکار اور عدم پیغمبر سل کا بے اسے جا کے کہاں سے اپنے ساتھ لائے اور کیسے کیسے تریا چلتے کر کے
 کیسے کیسے کرو فریب سے چھپا چھپائے۔ اتوں کہ گھوڑوں بکلا کے رکھا جب حال کھل گیا تب آپ گھر سے نکل کر بیان
 باغ میں اسے لگا کے لے آئی اور عیش کر رہی ہو کچھ اسے نہ تو قہر خداوندی کا و بیان ہر نہ اسے اپنے سنگیتر جبریل
 و گاہ یا قوت شاہ کا کھٹکا اور خطر کی کہ وہ نہ پانچا تو آفت ڈھائی گنا نہ اسے کچھ مان باپ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر چہند کہ
 اور سب لونڈیاں ساتھ وایان منع کرنی اور سمجھاتی تھیں کہ نیک بخت کیوں اپنی تاک چوٹی کے پیچھے پڑی ہر اسی
 کوئی جا کے ملک سے کمرے لگی تو وہ کیا جانے تیرے ساتھ کیا سادک کر بیٹی مگر وہ علامہ عمر و زکریا کی کا کہنا اور سمجھنا
 نہیں مانتی تھی بلکہ کتی تھی کہ صاحبو میں کشتی نہیں ہوں یہ کٹا ہے کی باتیں تھیں سب کو مبارک رہیں ابھی یہی باتیں
 یہاں ہو رہی تھیں کہ وہاں ملک کو ہر ملک نے پکار کے کہا کہ شہنشاہ تو میرے پاس آؤں شامت زدہ اجل رسید
 نے مارے ہر ذاتی کے جواب نہ دیا وہاں ملک نے کہا کہ شہنشاہ میں تجھے بتاتی ہوں تو نے مٹنا نہیں بیان جو اور اسکی
 ساتھ وایان تھیں انھوں نے یہ کہنے کہ شہنشاہ تو آج دیوانی کیوں ہوگی ہو ملک عالم بھارتی ہیں جواب نہیں دیتی نہ دیا
 جا کے حاضر ہوئی ہر غرض ہزار خرابی اور دشواری اسے ملک کے پاس بھیجا ملک کو ہر ملک تو نشہ عشرت میں مہوش
 اور خود را موشش تھی کچھ اسکے درمیں آنے اور جواب دینے نہ دینے کا خیال نہ کیا شاہزادہ باقباں کے مین ہاتھ
 ڈال کے اسکی جانب مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ شہنشاہ شاہزادہ عالم نے تجھے یاد کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اسوقت وہیں
 کھینکی کی شراب بہت تھو تیار ہوئی ہو اسیں سے دو چار گلابیان لاکے پلاہر تجھے خلعت دینگے اس قحبہ کے منہ
 سے بے ساختہ نکل گیا کہ صاحب زاوی اتنا بھی کھل کھلنا چھٹین یہ کیسا ظلم ہے کہ سنگیتر تیرا پرزاد یا قوت شاہ جبریل و گاہ
 بڑا بیٹا خداوندی چودہ ہزار ملک باختر کا سسر اتیرا خداوند تھا ایسا باپ پیغمبر مرسل ایک زمانہ تجھے پیغمبر زادی
 اور ولی نعمت اپنا بھکر عتبہ دولت پر چہہ سائی کرتا ہو اور تو نے اس خانہ پر اندازہ نہ کیا نہ مفسدہ پر داند دشمن
 خداوند اور اپنے باپ کے عہد کو اپنے گھر میں لا کے بٹھایا کو کیا کہتے تھے اپنے باپ کی حرمت اور مبارک کا پاس اور
 لحاظ اور قہر خداوندی کا کھٹکا اور اندیشہ نہیں ہو یہ بے حیائی اور بے شرمی تو تجھے نہ چاہیے اور یہ تیری سب صحبت
 وایان مشاطہ کشیاں ہیں یہ تجھے بہت سا خراب کر بیٹی بس اتنا کلام اس شہنشاہ و انعام کی زبان سے نکلتا تھا کہ ملک
 گو ہر ملک کا سارا لشہ ہرن ہو گیا اور ایک آتش غضب کا نور ہر میں جوشقل ہوئی تو وہ دبدبا غی و دماغ جان سے اٹھا اور
 مانند زلزلت و کمال اپنی کے پریشان ہو کے وہ جو گلابی مٹو شراب تاب سے اس کے اتر میں تھی پہلے تو اسکو کھینچی شہنشاہ کے منہ پر
 اس نور سے ادا کہ وہ گلابی ٹوٹ کر تمام کر چیں اس کے دماغ میں پوست ہو گئیں اور خون جاری ہوا بعد اس کے فو اصوص سے
 کہا کہ اسے ہاں لینا لینا اس قحبہ کو پکڑ کر اسکی زبان تو قطع کر ڈالو اسنے مجھے کیا کہا اور لاؤ کشان کشان میرے پاس
 کہ میں اسے بازہ کر کوٹھ سے مارتے مارتے اسکا پوست تمام جہم کا کھنچ لوں اور ستر اسے اعمال کو پونچا دوں خواصوں نے
 دوڑ کر اسکو جوتیاں گھونٹے لاتیں اتنا شروع کیں شاہزادہ ہر بع الزمان نے ہاں ہاں کر کے سب کو روکا اور ملک گو ہر ملک
 کو اپنے گلے سے لگا کے خوب سا بھایا کہ ملک کیا کرتی ہو کیا کرتی ہو انعام کو دیکھو غصہ حرام ہوتا ہو دور کرو جانے دو
 پھر کہ لینا جاوے سر کی قسم اسوقت طرح دیجا و غرض خدا خدا کر کے اسکو وہاں سے ہٹا دیا اور ملک کی بہت سی
 دلجوئی اور تسلی کی کہ وہ غصہ رخ کرادیا اور اسی طرح سے سرست جام نشاط اور صروت نخل انبساط ہو گئے

قصہ حال اس شہنشاہ بخت بد افعال سے گذارش کیا جاتا ہے

اس نکاتہ نے دروازہ چار دیوہ پر آگے اور بالکی خانے کے صرا کو بگاڑ کے کہا کہ مجھے ملک عالم نے ایک کام کے لیے اپنی

پر سوار ہوئے اور از بسکہ بچپن سے بطور فرزندوں کے پرورش پائے ہوئے ہیں تو نہ انکا پردہ نہ ملکہ غنچہ خاتون کرنی بین
 ملکہ گوہر ملک یہ دونوں ڈلوڑھی پر آن کے میا ختہ اندرون محل پہنچے اور ملکہ غنچہ خاتون کو مجرایا اور دونوں نے
 عرض کی کہ خانہ زادوں کو کیوں یاد فرمایا اور ملکہ غنچہ خاتون نے ان دونوں کو علیحدہ لیجا کے کہا کہ پہلے تم دونوں مجھے کہو
 کہ تم خانہ زاد اور فرمانبردار کسکے ہو اگر مجھے اور پیغمبر مرسل سے کوئی رنجش درمیان میں آجائے تو تم قیل کیسی کردگے اندرون
 نے عرض کیا کہ خانہ زاد آپ کے ہیں بگو پیغمبر مرسل سے کیا واسطہ آپ کی حبت سے ہم انکو بھی اپنا دلی نعمت اور مالک جانتے
 ہیں ابھی آپ جسکو حکم دین ہم اسکا سرکاٹ لائیں غنچہ خاتون نے کہا کہ خیر معلوم ہوا اب تم سنو ماجرایہ ہو کہ ملکہ گوہر ملک ابھی
 محض بچہ نادان کچھ نشیب و فراز زمانے کا جانتی نہیں وہ کیا جانے کر نیک کیا ہو اور یہ کیسا ہو یہ میسوا میں صحبت و لسان
 صاحبزادی کو جس راہ پر چاہیں لگائیں اور جو چاہیں سویہ کریں یہ تو ایک داستان طوفانی ہے مختصر مطلب میں سے کتنی ہوں کہ
 وہ جو تھے سنا ہو کہ حکیم فاروس نے ایک شخص کو اپنا بیٹا کیا تھا اور حکیم بدیع اسکا نام تھا اور اسکو شدہ شدہ بزرگہ معالجہ ملکہ
 یہ ربتہ اور مرتبہ اس سرکار سے ہم پہنچا کہ مقرب خاص گنجاہ ہوا اور اسے جا برین قہرمان عجم کی کمان کو توڑا اور
 دستورین نشتار سلوان قدرت کو مارا اور گنجاہ نے بلند اقبال کا خطاب اسکو دیا پھر اسے وہ کساد بپا کیا کہ شیخون
 مارے اور کیسی کیسی خونریزیان کین غرض کہ کون شاید ان بذات محبت والیوں نے اس کی قریب کر کے ملکہ گوہر
 ملک کو کیا جانے کیونکہ در فلانا اور اسے نوکر رکھا اسکے چار باغ ملک حریان میں شاید اب گوہر ملک کا ہم صحبت کیا
 ہو تو یہ بات غیرت کی ہو میں جانتی ہوں کہ تم دونوں جاکے وہ زندہ اگر اٹھ آئے تو پکڑ لاؤ اور نہیں تو اسکا سرکاٹ
 کے میری لڑکی کو مجھ تک پہنچا دو قاتل زنگی مقابل زنگی دونوں نے ہاتھ باندھ کے عرض کی کہ ملکہ عالم آپ ہماری
 مالک ہیں اور ہم آپ کے زرخیز غلام آپ کو تو ہم کچھ جواب نہیں دے سکتے ہاں اگر پیغمبر مرسل ایسا کہ زبان پر
 لاتے تو ہم آئے البتہ کچھ کہتے بھلا آپ انصاف تو کریں کہ کاتو وہ ایک مصیبت زدہ مرد مغلوں غریب الیاء غریب علیہ
 حاجت و ناتوان بدیع الزمان اور کجا ہم دونوں خانہ زاد آپ کے ہمکو یہ امید تھی اور یہ دعویٰ تھا کہ اگر ایک بار حکم
 ہوتا تو ہم ملک بربرین امیر حمزہ صاحبقران کے لشکر کا جا کے مقابلہ کر کے اور وہاں سرفردشی اور جان شاری
 کر کے کچھ نام پیدا کرتے مگر حیف صد حیف کہ قدر دانی اور جوہر شناسی دنیا سے اٹھ گئی اور سوا اسکے آپ سے
 بھی کچھ اسکا گلہ شکوہ نہیں آپ پر وہ عصمت میں بیٹھنے والی عورت ذات آپ کو ہماری شمشیر زنی اور شجاعت اور
 حرب کا حال کیا معلوم ہو یہ تو جو کوئی مرد مردانہ دلاور بادشاہ یا کوئی رئیس ہوتا تو وہ ان ہماری باتوں کو
 اور ہماری حرمت اور عزتوں کو سمجھ کر حکم دیتا تو یہ خاک چاٹ کر ہم گستاخانہ آپ کے سامنے عرض کرتے ہیں کہ اول
 تو جو وقت ہم بیان سے کوچ کرینگے اسی وقت بدیع الزمان کو خبر پہنچے گی اور وہ ایسا نادان نہیں وہ بڑا مال
 مال اندیش ہے جو وقت کہ وہ ہمارا دونوں کا نام سنیگا اسی وقت وہ چار باغ سے سوار ہو کے ہزار کوس پر لگ جائیگا
 دوم یہ کہ فرمن کیا جئے وہاں جاکے پکڑ لیا یا اسکا سرکاٹ لیا تو کیا نمود اور عزت ہماری ہوگی بھلا بدیع الزمان
 بیچارے کی یہ حقیقت ہے کہ جبکہ اوپر ہم اسی ہزار دلاورا ورنہ انداز رنگیان مردم خوار کو لیجا میں غرض آپ مالک ہماری
 ہیں جو چاہیں وہ فرمائیں ملکہ غنچہ خاتون نے دونوں کی بہت سی خاطر اور توفیق کر کے کہا کہ بیٹا میں جانتی ہوں کہ
 تم لیجے ہی بہادر ہو لیکن یہ مقدمہ میری عزت اور آبرو کا ہے بھلا تم اپنے ہی میں سمجھ کر مجھے جواب دو کہ بیٹی کی
 آبروریزی اور میری جدا ہو جیسی رسوائی ملکہ گوہر ملک کی دیسی میری ہوئی پھر بھلا سوا کے تمہارے میں
 اور کسکو کہوں کہ راز فاش اور پردہ دری نمونے پائے اور مطلب ہو جائے اور جھٹھ سے بنے ملکہ گوہر ملک

میرے پاس آئے جب ملکہ غنیمہ خاتون نے اس طرح سے کر شکر کہا اور خوب سا بھجنا تب قاتل اور قاتل دونوں جیشی بچے ملکہ سے یہ کہنے کہ بہت خوب اگر یوں آپ فرماتی ہیں تو کیا مصافقہ خانہ زاد ابھی جاسکے زندہ بدیع الزمان کی مشکینہ باندہ کے گلاؤں پر پیرادی کو سوار کر کے حضور میں یہ حاضر ہوتے ہیں جھٹ پٹ رخصت ہوئے اور باہر نکل کے مع اتنی ہزار اپنے ہمارے ہمارے جیشیوں کے سوار ہوئے اور ہر نہیں بچے یا اگر سمت چار باغ روانہ ہوئے اور صبح ہوتے ہوتے دروازہ چار باغ پر پہنچے بعد ازاں فوج کو دروازہ چار باغ پر چھوڑ کر قاتل زنگی اور قاتل زنگی دونوں اندرون باغ تہلاش ملکہ کو ہر ملک اور شاہزادہ بدیع الزمان کے تختے ناگاہ قریب اس گھر کے جہاں لب نہر ملکہ نے صحبت گاہے بجانے کی ترتیب دی تھی جا کے ان دونوں نے دیکھا کہ ملکہ کو ہر ملک اور شاہزادہ بدیع الزمان دونوں عاشق اور معشوق زانو بزا نو ہمدوش ہم آغوش بیٹھے بھیر دین سن رہے ہیں اور سامنے کچھ طائفے آریاب نشاط کے اور چپ و راست انیسین طیسین مقررین مصاحبین ہادب بیٹھی ہوئی ہیں اور نوڈیایان اور باندیان باری واریان فراشتیان وغیرہ گرد و پیش دست بستہ کھڑی ہیں پس یہ رنگ صحبت کا دیکھ کر قاتل زنگی اور قاتل زنگی نے دہن سے تلواریں کھینچیں اور تہنہ فاسد سمت شاہزادہ والا قدر چلے اس میں نوڈیایان کی نگاہ جوان دونوں کی طرف پڑی تو ایک بار سب کی سب چٹخیں مار مار کر بھاگیں اور ملکہ کو ہر ملک قاتل قاتل کو ہاٹھ شیر عریان دیکھ کر چاہتی تھی کہ گود میں سے شاہزادہ بدیع الزمان کی اٹھکے بھاسکے شاہزادہ عالم نے ہاتھ ملکہ کا پکڑ کے پھر اپنی آغوش میں بیٹھا لیا اور ان دونوں جیشیوں کو دکھلا کے ملکہ کو یکایک اپنے گھر سے لگا کے اس طرح سے بوسے بوسے کر آواز بوسوں کی ان دونوں جیشیوں کے کان تک پہنچی اتنی ہی میں قاتل زنگی قاتل زنگی دونوں یہ کہتے ہوئے کہ بائیں اور غیرہ سر تیرہ روز گاریہ کیا حرکت ہے ادبی کی تو نے کی کہ خاص بیو خداوند نقاسے خدائے باختر اور ملک بھر چل رہا تھا یا قوت شاہ کی یہ پیغمبر زادی ہماری مرشد زادی ہی اسکے تو بوسے رہا ہر ایک نے دست راست سے دوسرے سے دست چپ سے وار تلوار کے سر اقدس پر شاہزادہ نامہ دار کے کیے شاہزادہ عالم قدار جس طرح سے جہاں بیٹھا تھا اسی طرح سے بیٹھا رہا اور جب وقت دونوں تلواریں چپ و دست سے جھکین وہیں سے دونوں زانو اٹھ کے داہنے ہاتھ سے قاتل زنگی کے اور بائیں ہاتھ سے قاتل زنگی کے ہنڈ دست پر ہاتھ ڈاکر ذرا چو فتاد دیا تو دونوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر الگ جا پڑی بعد ازاں دونوں کے کمر بند دن میں ہاتھ ڈاکر غلطہ اللہ اکبر جگہ سے کھینچا اور دونوں کے گلہ تو لو کر زمین سے اٹھا لیا اور سر پر چرخ دیکر جس نہر کے کنارے پر صحبت رقص و سرود کی اور جلسہ عیش و نشاط کا تھا اسی نہر میں دسے مارا اور پھر باطمینان تمام مع ملکہ کو ہر ملک اسی اس پر بیٹھ گیا قاتل زنگی قاتل زنگی دونوں نے کئی خوشے اس نہر میں کھائے اور بڑی صحبت اور سعی اور جد سے باہر اس نہر کے نکلے اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ ہاتھ ملکہ شاہزادہ عالم قدار کے قدموں پر گرے اور بعد مجروحانکسار عرض کرنے لگے کہ اے شہر یار معلوم ہوا کہ دین تیرا برحق ہو جو اس دین کو اختیار کرے وہ کیا سکے شاہزادہ والا مرتبت نے کلمہ شہادت ارشاد فرمایا پس وہ دونوں کلمہ پڑھ بعد حق دل مسلمان ہو گئے اور بعد ازاں دونوں نے عرض کی کہ اے شہر یار اگر اجازت ہو تو اب ہم باہر جائیں اور اپنے سب ساتھ والوں کو بھی تلقین کوں شاہزادہ والا تبار نے فرمایا کہ اچھا کیا مصافقہ ہو قاتل زنگی قاتل زنگی نے حسب الایمان سے والا اس شاہزادہ عالم قدار کے چار باغ سے باہر نکلے اپنے ہمراہیوں سواروں سے باواز بلند کہا کہ یارو تہنے برہمنونی نخت اور رہبری اس سالک سالک طریقت و حقیقت شاہزادہ والا مرتبت کے کلمہ طیبہ پڑھ کے اطاعت اور فرمانبرداری اسکی اختیار کی اب تم سب کو اگر ہماری رفاقت منظور ہو تو کلمہ پڑھ کے تم بھی مسلمان ہو جاؤ اور افتخار دارین حاصل

کر کے سرفرازی اور شان و شوکت میں ہمارے شریک حال رہا اور جو تکو منظور نہ ہو تو جہان جسکا جی پاس ہے چلے باؤ
 سمجھوں نے جواب دیا کہ اے قاتل زنگی و قاتل زنگی تم ہمارے افسر اور الگ ہو اور ہم تمہارے عہد طفولیت سے
 مطلع اور فرمانبردار ہیں جس بات کو تمہیں قبول اور منظور کیا ہو اُس میں کیا عذر ہو وہ کو لسا لکھ ہو ارشاد کر دو کہ ہم بھی
 کے بجان و دل تمہارے حکم کی تعمیل کریں اور دین اسلام قبول کر کے اس لشکر پرستی کو چھوڑ دین قاتل اور قاتل
 نے بکرم طیب پڑھا اور وہ تمام اسی ہزار سوار کمر پڑھ کے مسلمان ہو گئے فقط ان طہرین چند رو سیاہ گراہ تیرہ بخت سیاہ
 دل باریک و درون ایسے تھے کہ انہوں نے اپنے جی میں یہ کہہ کر بتو اپنے دین آبادی اور اجدادی کو کبھی چھوڑے تھے
 بظاہر نجوت جان لودھ کی طرح سے کمر پڑھ کے مسلمان ہوئے آخر کار قاتل اور قاتل زنگیوں نے سب کو مسلمان کر کے
 کچھ شور شاہراہ ذہریع الزمان جا کے عرض کیا کہ اے شہر یا قبال عالی اور افضل کسی سے غلاموں کے ہمراہی جو اس
 سوار تھے سمجھوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوئے اب اگر ارشاد ہو تو خانہ نادان سمجھوں کو جا بجا چو کی پرے
 کے واسطے متعین اور معین کر دین شہزادہ عالم نے فرمایا کہ بہتر مصرعہ درکار خیر حاجت ہیج استعارہ نیست چہ چنانچہ
 حسب الحکم شہزادہ عالم کے قاتل و قاتل زنگیوں نے دروازہ اسے باغ اور بروجوں پر اور جہان جہان کہ محل اور
 موضع تھا پرے اور چوکیاں اپنے سواروں کی مقرر کر کے انتظام چار باغ ملک حرمان دیوکش کی محافظت کا بجوبی
 تہم کیا اور آپ باطنیان تمام و طہانیت مالا کلام اطاعت اور فرمان برداری میں سرگرم کار ہوئے وقت شب وہ
 جو چند برگشتہ بخت تیرہ روزگار سوار نابکار از راہ فریب اور کمر مسلمان ہوئے تھے اپنے اپنے بسترون پر
 آٹھ کے خاک مذمت اور خواری اپنے سردن پر ڈالتے سمت سنان براسے اطلاع و اظہار حال قاتل اور قاتل
 کے مع اسی ہزار سوار مسلمان ہو جانے اور شہزادہ جہریع الزمان کی ملت اور طاقت قبول کرنے کے روانہ
 ہوئے قاتل زنگی اور قاتل زنگی نے جو سنا کہ کچھ سوار میرے ساتھ کے برخاستہ خاطر ہو کر سمت سنان چلے گئے
 ان دونوں نے یہ تمام حال جا کے شہزادہ عالم بقیہ بیان کیا ابھی شہزادہ عالم کچھ جواب نہیں دینے
 پایا تھا کہ ملکہ گوہر ملک یہ ساری سرگذشت سنے نہایت سلاسمہ اور بے قرار ہوئی اور اسی حالت اضطراب میں ہاشم
 اشکبار مرجان تیز رفتار عیار اپنے کو کا کو طلب کر کے کہا کہ تو بہت جلد جا اور یہ کھو ام آتش انداز فتنہ انگیز جو بیان سے
 بھاگ کر گئے ہیں امان جان کے پاس یا باہا جان کے پاس جہان جا کے کچھ اور مقصدہ پردازی کو بن تو سب حال خوب
 دریافت کر کے مجھے آکر بیان کر مرجان عیار حسب الحکم ملکہ کے اسی وقت آلات عیاری اپنی ذات پر راستہ
 کر کے واسطے ادراک حال کے روانہ ہوا

اب اولان اول آن چند مغرور کھو امون کا حال گزارشیں کیا جاتا ہے۔

کہ وہ ہمہ عمر شیطان سیاہ رو تیرہ ایمان جو بیان سے بھاگے تو سیدھے ملکہ غنیہ خاتون کی دیوڑھی پر پوٹے اور
 خادیا دفریاد کر کے منظر اس حال کے ہوئے کہ ملکہ گوہر ملک اس مغرور درگاہ خادندہی اور مغضوب بارگاہ پیغمبر
 یعنی بدیع الزمان کو اٹھاے راہ سے ہمراہ اپنے لیکر چار باغ ملک حرمان دیوکش میں تشریف لے گئیں اور
 وہاں صحبت حشیش نشانی تھی آپ نے جو قاتل زنگی اور قاتل زنگی ہمارے افسردن کو واسطے گرفتار کر لاسنے
 بدیع الزمان کے بھیجا تھا سو یہ دونوں افسر ہمارے مع ہم سب اسی ہزار غلاموں کے جس وقت کہ دروازہ چار
 باغ پر پوٹے تو ہم سب کو باہر چھوڑ کر اندر گئے پھر نین معلوم کر کیا بدیع الزمان نے ان دونوں پر افسوں یا سحر
 کر دیا یا کچھ طمع دنیا اس طہر کی ان دونوں کو دسی کہ ملکہ عالم دونوں افسردن نے ہمارے بلا عذر و حیلہ

اور بلا کراہ واجبہ رکھ بطور نادیدہ خدا کے پرستاروں کے پڑھ کے بدیع الزمان کی غلامی اور اطاعت اختیار کر لی اور پھر بخوشی خاطر چار باغ سے باہر نکل کے ہم بستھوں سے کہا کہ تم سب بھی کلمہ پڑھو تو ہمارے پاس رہو خداوند نعمت ہم کیا عرض کریں ایک گندی بھلی سارے تلاب کو خراب کر دیتی ہر وہاں تو اسی ہزار سوار ہم صورت اور ہم حسن ہمارے تھے بستھوں نے بطح دنیا کلمہ پڑھ لیا اور شریک اُنکے ہو گئے ہم غلاموں نے پاس نکل خوار سی اور اس خیال سے بھی کہ خداوند تعالیٰ جسکے بچپن گز کا قد اکیس گز کی ڈاڑھی بال بال ڈاڑھی میں موتی پر دئے اور جوا ہر بیش بہا پردیا ہوا ہی سجده ہزار ملک باختر جسکو بنیاد دے دی اور الوہیت بکھر سجده کرتے ہیں اور دین آبائی اور اجدادی ہمارا ہر ملکہ عالم ہم غلاموں نے نادیدہ خدا کی پرستش نہیں قبول کی مگر خوف جان کہ یہ اسی ہزار اور ہم اکیلے ہیں ظاہر میں طوطے کی طرح سے اُنکا کلمہ پڑھ کے رات کو بھاگے اور حضور میں واسطے اطلاع کے حاضر ہوئے آئندہ اب جیسا ارشاد ہو بجا لائیں ملکہ غنیمہ خاتون بنے جو یہ خبر وحشت اثر سنی تو پہلے تو خوب دھڑا دھڑا سر پیٹ پیٹ کر روئی بعد اسکے اپنے دل میں یہ سوچ کر اب چھپانا ایسے راز کا گنجاب سے سلطنت نہیں کیلے کہ مصرعہ نہان کی مانند این رازی کو سازند محفلہ! آخر کسی حال سے گنجاب کو خبر پہنچ جائیگی اسوقت پھر کوئی تدبیر تھیں نہ بن پڑی جس وقت کہ ششکو گنجاب داخل محل ہوا غنیمہ خاتون نے گنجاب کو تھلیہ میں بٹھلے کے کہا کراہ گنجاب کیا کمون اور کیا کروں میں تو عجب ایک غضب میں گرفتار ہوں بقول اس مصرعہ کے مصرعہ زمین سخت ہو آسمان دور ہو دیکھو اگر اپنے آپ کو مار ڈالوں نہ ہر ملکہ لون کہیں جا کے ڈوب مروں اب تو اسوقت مجھے کوئی بات نہیں ہوتی ناچار ہو کے مجھے کہتی ہوں کہ ہر چند گوہر ملک ابھی صیغہ میں محض نادان کچھ دنیا کے نشیب واز سے آگاہ نہیں لیکن یہ چالاکین صحبت والیاں جو چاہیں سو کریں جس راہ پر چاہے شاہ دشمن را زادیوں کو لگائیں میں نہیں جانتی کہ ان غلاموں نے کیا جادو اور سحر لڑکی پر کر کے اسکی محفل کو کھو دیا ہو اور کون سا افسون اُسکے کان میں پھونک دیا کہ آئندہ حیا و شرم و خوث اور سبکا اڑا دیا ہو اور اس کمینت حکیم فاروس کے بیٹے دشمن خداوند تعالیٰ بدیع الزمان کو چار باغ میں پہنچائے، محبت ہی میں نے پڑتے اڑتے یہ خرنشکے خیال اسکے کہ اسکی رسوائی اور میری رسوائی ایک ہو کہیں یہ راز کسی اور پر رشتہ نہ ہو جائے قاتل مقاتل کو یہ خوب سا بھجا کے کہ تم جا کے جس طرح سے ہو سکے سیر سی لڑکی کو مجھ تک پہنچا دو اور اس دشمن خداوند کو جیتا اڑا تھ آئے تو ہتیا کچھ لادو ورنہ اُسکا سر کاٹ کر جسد بلاؤ چار باغ پر بھیجا تھا سو ابھی وہاں سے چند سوار ان دونوں کے ساتھ آئے اُنکی زبانی میں نے سنا کہ بدیع الزمان نے کچھ ایسا سحر کیا کہ قاتل مقاتل دونوں پر اسی ہزار سواروں کے سلطان ہو گئے اور مطیع و فرمانبردار بدیع الزمان کے ہو گئے اب تو جان میں نے مجھے اطلاع کر دی جیسی صلاح معطیت ہو وہ پیش خود تجویز کر کے ملکہ گوہر ملک کو باغ سے مجھ تک بھجوا دے گنجاب نے یہ حال سنے ایک آدمی سر دہل سے کھینچ کر کہا شعر از ان حسن بہا را فرا کہ یوسف داشت و انتم بدیکہ عشق از پردہ غمت برون آرد زینار باد اسی ملکہ غنیمہ خاتون میں تمہارے کھانڈ سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا ورنہ میں تو ایک دم سے اس لڑکی کے رنگ و رنگ دیکھ کر حیران تھا اور جو میں خیال کر کے دیکھتا تھا تو وہ چتون وہ تیوری اسکی نہیں پاتا تھا خبر جو کچھ ہو اب تم خاطر جمع رکھو دیکھو میں اسکی تدبیر قرار واقعی کرتا ہوں یہ کہنے محل سے برآمد ہو کر اپنی بارگاہ میں داخل ہوا اور تخت پیغمبری پر اجلاس کر کے گیا ہور خون شام سے یہ سارا حال از ابتدا انتہا بیان کیا اور کہا کہ تو اپنا لشکر لہجاسکے بدیع الزمان کو چار باغ سے کھلا گیا ہور نے سرنگوں ہو کے عرض کیا کہ یا پیغمبر مرسل میں تو ایک مرد مظلوم آوارہ خان بدیع الزمان

پرفروغ کشی کر کے کیا جاؤں اس میں سنا نے تنگ حرمت اور زلت کے میرے واسطے کوئی صورت نیک نامی اور نمود کی نہیں
 فصل بن گیا ہو خون آشام بندہ زادہ رستم عہد سہراب زمانہ ہوا سے بھیجے دیتا ہوں وہ جا کے بسمل و آسانی تمام الارشاد
 ہو تو سرکاٹ لائیگا ورنہ زندہ و سالم مطلق اور مسلسل کر کے حضور میں حاضر کر گیا گنجاہ نے کہا کیا مصالحت چاہتا ہے گیا ہو
 خون آشام نے فصل بن گیا ہو خون آشام کو بلا کے کہا کہ پیغمبر مرسل فرماتے ہیں کہ تم جا کے بدیع الزمان کا سرکاٹ
 کے پیغمبر زادہ کو چار باغ ملک حرمان دیو کش سے سوار کر لاؤ فصل بن گیا ہو رستم نے دست ادب ہاندہ کے عرض
 کیا کہ یا پیغمبر مرسل فی الحقیقت خانہ زاد تنگ پروردہ موروثی اسی سرکار دولت مدار کا ہو لیکن غلام کو اس وقت اپنی
 رتبہ دانی اور جوہر شناسی سے نہایت استعجاب ہو کہ حضور مجھے ایک عاجز و ناچار غریب الوطن غریب الدیار سرگردان
 و خوار بدیع الزمان خستہ جان کے مقابلے اور مجاہدے کے واسطے بھیجتے ہیں غلام کو تو ذات اقدس اور اعلیٰ سے یہ
 چشمداشت تھی کہ آپ بشر و شناس اور قدر دان بصیر جو ہر تیغ شجاعان عرصہ کار زار پیغمبر مرسل خداوند یحیدہ ہزار ملک
 باختر کے ہیں اپنے خانہ زاد کو کسی بڑی مدد پہنچے سرفروشی اور جان نثاری غلام کی ملاحظہ فرماتے یا سمت پر رشک
 فیروزی اثر امیر حمزہ صاحبقران نامور کے استعمال کے واسطے اجازت دیتے تو حال میری دلیری اور شجاعت کا
 حضور پر شکست ہوتا کہ جان پانچ ہزار پانچ سو پچھن پہلوان نامی اور سردار گرامی جوانان صف شکن اور شیر افکن
 بہادران تہمتن شجاعت شہر شہامت کردار ہیں وہاں غلام جا کے کار نمایان کر کے حق ملک کا ادا کرتا اور کتنے خدا
 پرستوں اور سرکشوں کے حلقہ غلامی کا کان میں ڈال کے باغیوں کے سرکاٹ کے حضور میں لاتا اور یوں اگر غلام
 جا کے بدیع الزمان کا سرکاٹ لائیگا یا زندہ کر لائیگا تو کیا غلام کی نمود ہوگی شعر شامین بشکار پیشہ کشا بد چنگ و
 بازاز ہے صومہ کے تاید آہنگ گنجاہ نے بہت سی تعریف فصل بن گیا ہو رستم کے کہا کہ اس فصل میں مجھے
 خوب جانتا ہوں کہ تو ایسا ہی بہادر اور شجاع روزگار ہو اگر مقدمہ عزت کا آن پڑا اس باعث سے میں ناچار ہوں
 اور کسی غیر کو بھیجا مصالحت نہیں جانتا ہوں اب تو میری خاطر سے وہاں جا کر یہ کام کر آ پھر جیسی تیری خوشی ہوگی
 ویسا ہی کیا جائیگا خاطر جمع رکھ فصل بن گیا ہو خون آشام نے سرنگون ہو کر عرض کیا کہ بہت بہتر جو ارشاد آپ کا
 ہو غلام کو اس میں کچھ عذر نہیں غلام جاتا ہو گنجاہ نے غصت و خفت کا دیا اور فصل غصت پنکر باہر نکلا اور
 اپنے ساتھ ہزار سوار اور دلاوران جبار و شیران و بہادران کے وہاں سے کوچ کر کے دس کو س اس طرف
 چار باغ ملک حرمان سے اتر پڑا۔

اب حال مرجان تیز رفتار عیار کا بیان کیا جاتا ہے۔

پہلے محل میں جا کے سب اہلار ان عکرمون حبشیوں قاتل مقاتل کے ہمراہیوں کا جنہوں نے بکردار کلمہ پڑھ کے
 اسلام قبول کیا تھا اور شکوہ بان سے بھاگ کر لکھنچہ خاتون کے پاس آ کے یہ تمام فتنہ پروازی کی مٹی اور بعد
 اس کے گفتگو لکھنچہ خاتون اور گنجاہ کی اور محل سے باہر نکل کر گنجاہ کا حکم برائے گرفتاری شاہزادہ بدیع الزمان
 تسلیم کیا ہو رستم کے دیتا اور گیا ہو رستم کی استدعا سے رفا کی فضل اور فضل کے خدات اور گنجاہ کے جوابات التفات
 آئیز اور آخر کار روانہ ہونا فصل بن گیا ہو خون آشام کا مع ساتھ ہزار سوار سمت چار باغ ملک حرمان
 دیو کش تہیہ فاسد بر سر شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن کے خوب تحقیق کر کے جس طرح سے ہوائی گنج سے
 یا شرارہ سنگ سے نکل جاتا ہو وہاں سے سنگین بھرتا مثل برق و باد اٹھا ہوا سرعت و تعجیل تمام چار باغ میں
 حضور شاہزادہ عالمی مقام پہنچا اور سارا حال از ابتدا تا انتہا بیان کر کے عرض کیا کہ اس شاہزادہ عالم فصل بن

گیا ہو خون آشام آپ بیان سے کوئی دس کوس کے فاصلے پر مع ساٹھ ہزار سوار کے فروکش ہوا جو یقین ہو کہ کوئی دوچار
 گھڑی دن چڑھے تک بیان ہو چکا ہنگامہ پر واز ہو گا ابھی شاہزادہ عالمگیر کا مقام کلام نہیں کرنے پایا تھا کہ ملکہ گوہر ملک فضل من گیا ہوا
 کا نام سننے سے سرسبز ہو کر جو حیرت سکتے کی صورت رہ گئی اور بعد وہ بھر کے جبکہ اندیکے ہوش بات کرنے کا ہوا تو آنکھوں
 میں آنسو بھر کے کہنے لگی آنسو میں صد ہزار آنسو شعر ہر دم زمانہ دلخ غم ہر جگہ بند ایک داغ تیک ناشدہ داغ و گزندہ
 شہر یار فضل بن گیا ہو بڑا بہادر اور نہایت مرد دلیر ہو اب میرے نزدیک تو یہ صلاح ہو کہ آپ دو گھڑی کے واسطے تہ خانہ
 چار باغ میں جا کے بیٹھ رہیے یہ فضل بھی میل و دم شریک بھائی ہو جو وقت کہ وہ بیان آیتنا میں اسے ہزار طرح سے
 سمجھا تو فی شاہزادہ بدیع الزمان گرد شکر شکن نے فرمایا کہ اے ملکہ تم کسکو کسکو سمجھاتی پھر دگی اور کس کس سے کہاں کہاں
 کب تک میں تہ خانوں اور مجرّدوں میں چھپتا پھر دنگا میں نے آگے بھی اکثر مرتبہ شکوہ بہت سا سمجھایا اور منع کر دیا تھا اور
 اب بھی شکوہ سمجھائے دیتا ہوں اور از روئے قسم کہتا ہوں کہ تم ایسے مقدمات میں کبھی نہ جے نہ نہ کرنا یہ مقدمہ سپاہ گری
 اور آبرو کا جو من تھا را کتنا کبھی نہ مانو گھایہ باتیں ملکہ سے کر کے مر جان عیار کو حکم دیا کہ تو میرا گھوڑا جلد تیار کر کے لا اور
 ہرجان اصل کی طرف چلا بیان ملکہ گوہر ملک چنچن مارا کہ روئے لگی اور تمام معاجین اور خواصین ملکہ کی آہ و نالہ
 گمان دست بدعا یقین ناگاہ سامنے سے ترک جوش پوش اور قاتل اور مقاتل دونوں رنگی بچے سلح اور کل
 سپرین کھار بن لیے بخضر شاہزادہ عالمگیر آگے متمس ہوئے کہ خانہ زادوں کو اجازت ہو ہم جا کے فضل سے مقابلہ اور
 مجاہد کر لیں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ صاحبو ابھی تم ہمارے وہاں ہو مجھ کو لازم نہیں جو میں تمکو بھیجوں تم خدمت
 ملکہ گوہر ملک حاضر ہو اور چار باغ سے باہر نہ نکلو ترک جوش پوش نے عرض کیا کہ اے شہر یار پھر یہ پیر جان نثار
 کس دن کے کام کا ہے لہذا امید دار ہو کہ فقط غلام جا کے تصفیہ فضل بن گیا ہو خون آشام سے کہ اسے بعد تصدق
 ہو جانے غلام کے حضور ملک و مختار ہیں شاہزادہ والا تبار نے فرمایا کہ اے ترک جوش پوش ابھی تو تیرے زخم تک
 بخوبی اچھے نہیں ہوئے اور تو نے وہ وہ کام سرزدوشی اور جان نثاری کے سرے ساتھ کیے ہیں کہ کچھ میں اسکی تعریف
 نہیں کر سکتا اگر مجھے تیرا دھان جانا منظور نہیں اور تیرے بیان رہنے سے مجھے بڑی تعویذ اور طمانیت پہلی الامر فون
 الادب جو ہم مجھے کہتے ہیں اسپر عمل کر ترک جوش پوش تو خاموش ہو رہا قاتل رنگی مقاتل رنگی یہ دونوں زیادہ تر
 مصراور مجوز ہو کر کہنے لگے کہ ہم دونوں خانہ زاد کے فضل بن گیا ہو سے مقابلہ اور مجاہد کرتے ہیں حضور سر راہ واسے
 تہج میں بیٹھ کر تا شاہزادہ کی جان نشانی کا ملاحظہ فرمائیں کہ ہم دونوں خانہ زاد سوسے فضل بن گیا ہو جاتے ہیں اور
 کس خوبصورتی سے بہ تسہیل و آسانی تمام یا تو فضل بن گیا ہو خون آشام کو زندہ و سالم گرفتار کر کے یا اسکا
 سر کاٹ کے حضور میں لائے حاضر کرتے ہیں شاہزادہ والا مرتبت نے فرمایا کہ تم جو کہتے ہو سب صحیح ہر اس میں سرزدون
 نہیں بلکہ میں تم دونوں کو اس سے زیادہ تر ولاور اور بہادر سمجھتا ہوں مگر تمہارا جانا مقفاسے فراست اور مصلحت
 وقت نہیں اسیلے میں تمکو ملامت کرتا ہوں تم دونوں اسی مقام پر ملکہ گوہر ملک کی خدمت اور اطاعت میں ہونا
 تمام حاضر ہو اور چار باغ کی حفاظت کے واسطے اپنے ساتھ کے سواروں کو معین کر دے کہ میرے ہمراہ
 چلنے سے یقین زیادہ تر چاہیے کہ میری حرمت اور آبرو کا مقدمہ ناموس کا ہو خیال اور پاس رکھو ہاں بعد میرے
 جو کوئی اس طرف کو قصد آلے کا کرے تو تمکو اختیار ہو سرزدوشی اور جان نثاری میں قصور نہ کرنا اس عرصہ میں
 ہرجان عیار گھوڑا تیار کر کے لا اور شاہزادہ والا تبار پوشاک اور سلاح ذات اقدس پر آراستہ اور پیراستہ
 کر کے چاہتا تھا کہ آٹھے ملکہ گوہر ملک نے بنگاہ پاس عالم ہر اس میں شاہزادہ عالم کی طرف دیکھ کے دریا

اشکون کے اشکون سے بہا دیے اور یہ رباعی پڑھ کے رباعی آتی تو کہے تو زمین تو انہم دانی تو کہے تو زمین تو انہم
چون از تو دے جدا شوم سے میرم + جاتی تو کہے تو زمین تو انہم دانی تو کہے تو زمین تو انہم
بن گیا ہو خون آشام تشریف سے جاتے ہوئے بھی اپنی جان تپہ شہار کی اور معلوم ہوا رباعی آنروز کہ تو سن ملک
زین کردہ آرایش مہر و ماہ و ہر دین کردہ دین بود نصیب ماند دیوان قضا در روز ازل قسمت ما این کردہ یہ کہ
ایک آہ جانکادہ جگر سے کھینچ کر حالت غشی میں گر پڑی شاہزادہ عالم ہر چند کہ حال زار ملک کا دیکھ کر بادل بیابان اور جان
سپا اضطراب نہایت مغموم اور گدرا نکھون میں آنسو بھرے ہوئے طاقت ضبط کی نہ رکھتا تھا مگر خوب سا آپ کو بہت حال کے
ملکہ کو پلنگ پر سے اٹھالیا اور گلے لگا کے فرمایا کہ ای ملک تا وقتیکہ رشتہ حیات منقطع نہیں ہوتا کل آفاق بالاتفاق ہو کر
اگر چاہے کہ میرے موئے جسم کو ایذا پہنچا سکے تو کیا حال ہو اور جو مشیت پروردگار یہی ہو اور وعدہ میرا برابر آپ کو پہنچا ہو تو
بقول کسی استاد کے مصرعہ قضاے نوشتہ بناید ستروا اگر میں فولاد کے قلعہ میں یا نہ زمین میں جا چھوون گا تو بھی نہ بچوگا
اور مارا جاؤنگا لہذا میں تم سے چند دین کرنا ہوں کہ انکو تم بگوش ہوش سکے فراموش نہ کرنا کہ یہ دنیا محض جبریت
کہہ اور سراسرے فانی ہو اور اس زلیست تا پائدار اور حیات مستعار کا کچھ اعتبار اور بھروسہ نہیں لکھیں +

نامہ کنندہ کیا گردش افلاک سے ط	نہ سکندر ہونہ دارا ہونہ بہشت ید نہ کر	محبت ایک دم کی طبیعت ہو یہی جو دم ہو
ہم میں بھریم ہن نہ محفل ہونہ ساغر ہن	محبت ہم نفسان طرب آباد کجا	بعد ازان ہرم کجا شیشہ کجا باد کجا

خدا خواستہ اگرچہ کوئی ایسی خبر نامعلوم تھی کہ وہ وعدہ کیا مسافت میں فرزند زلزلات ثانی سلیمان یعنی بدیع الزمان
جنگ رستمہ کر کے اور خلعت ملکون شہادت پہنکے زہر و ملک عدم ہوا تو میری جان نوہ و فریاد کو کبھی لب پہ نہ لانا اور
ماضی برضاے ایزدی رہ کر سوا سے صبر و شکر کے شیون اور شین غم و ماتم گریہ و زاری کرنا یہ محض بے سود ہو اور
اگر کوئی تبیر بن پڑے اور کوئی راہ ایسی نکے تو مرجان نیز رفتار کو براہ لیکر ملک بر سر جہان لشکر فیروزی اثر امیر عزہ
صاحبقران نامور کا ہوا اپنے آپ کو پہنچا اور زیر ظل طاقت اس سلطان ظفر احشام امیر عالم قاسم کے اپنی زندگانی کا
مگر فاتی سے پہلو فراموش نہ کرنا اور جو دیکھا کہ ملک بر بیک ہو نچا دشوار ہو تو جس طرح سے ہو سکے آپ کو شاہزادہ
تھا و سپاہ ملک قاسم محل خفتان خون ریز غاوری تک پہنچا کہ وہ گفت جگر پارہ دل قرۃ العین نور العبر بختیا میرا
قوت بازو اور عاشق نار ہو وہ نہیں بگاڑے مادر سمجھا کہ راہ سعادتمندی مختاری طاقت اور فرمانبرداری اور عیوض
اور خدمتگزاری میں تا قید حیات اپنی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریگا اور مختار رندا پانچویں تمام کٹ جائیگا اور
روٹا اور پٹیا اور نار ہا کرنا کچھ ضرور نہیں بیفائدہ ہو جو جب اس شعر کے شعر عرفی اگر بگر یہ میسر شد سے وصال
بعد سال میتوان بہ تنہا گریستن + القصہ کہ تو شمس و حیران مثل قالب بجان نہر حسرت دیکھا کی اور شاہزادہ
بدیع الزمان ملک کے پاس سے آشکر باہر برآمد ہوا اور اپنے مرکب پر سوار ہو کر مرجان کو ہر اہلے چار باغ
ملک حرمان سے کوئی باغ کوس آگے جا کے ایک میدان وسیع دیکھ کر ٹھہر گیا اور برچھے کو زمین پر گاڑ کر اور بایان
پانوں انبار کا ب سے نکال کر زمین پر برابر دوسرے پانوں کے رکھ لیا اور منتظر آمد لشکر فضل بن گیا ہو رہا
خون آشام کا انتخاب وہ وقت ہو کہ دو گھڑی دن چڑھا ہو گا مرجان عیار تبہ شیت عیاری جتہ سرخ رسانی
آر فضل بن گیا ہو کر کے بڑھا بھان حال ملک کو ہر ملک کا بنے کہ جس وقت شاہزادہ والا مرتبہ ملک کے پاس سے
آئے تھے بیرون باغ نکلا اور مرکب پر سوار ہو کر مرجان عیار تبہ مقابلہ اور مجاہد فضل بن گیا ہو رہا
خون آشام روانہ ہوا تو ملک سر اسیمہ دیوانہ وار دوان سے آئے ایک برج میں باغ کے کہ سر راہ واقع تھا

اور کوسوں تک وہاں سے تمام کیفیت اور حال اس میدان کا معلوم ہوتا تھا صح تمام اپنی انیسویں چالیسویں مقررہ
مصاحبوں کے جا کے بیٹھی اور دور بین ہاتھ میں لیے شاہزادہ کا یہ تمام کو تجور دیکھ رہی تھی اور لکھنے پہ لکھنا اور دیکھنے
وہاں سے اٹھ کر بیرون برج بروئے زمین اپنا وہ پٹہ سرے آتا کر بکھپاتی اور سمت قبلہ رو کر بکھپور قلب اور خلوص
نیت جناب باری سے دست دعا دراز کر کے کہتی تھی رباعی اللہ بفرما دین بکس رس اللطف و کرمت یا رب من بکس
دیس ہر کس کہے تازہ و حسالت یاس ہر جزو گر تو تدار دین بکس کس ہر کس جلیل میں ایک اور کس
کسی نے عامی ہون اور سوا سے تیری جناب کے اس حال نا امید سی ویاس میں کئی ذریعہ اور وسیلہ نہیں رکھتی تھی
ہون کہ صدقہ اپنی و حسانت کا شاہزادہ بدیع الزمان کو اس معرکہ جہاد و قتال سے محفوظ رکھے اور میرا راجہ سہاگ
قائم رکھنا اور اسی طرف سے تمام مصاحبین اور خواصین صحبت و ایوان ملک کی بلبلہ بلبلہ کے واسطے فتحیابی شاہزادہ عالم
کے دعائیں مانگتی تھیں غرض بیان کا تو یہ حال تھا اب حال نیچے کہ وہاں فضل بن گیا ہو خون آشام ہر رات
بانی رہے سے مع ساتھ ہزار سوار تہیہ رزم و پیکار شاہزادہ بدیع الزمان نامدار رفعت ہوا اور جب وقت شاہزادہ
چار باغ سے لشکر اس میدان میں پہنچا اور اپنے مرکب کو رو کے سیر میدان کی دیکھ رہا تھا اور انتظار آمد لشکر
فضل بن چشم براہ تھا فضل کوئی کوس بھر اس طرف آ پہنچا از بسکہ فوجوں اور لشکروں کا یہ معمول ہو کر جو بادشاہ
وزیر کہیں کسی طرف کو سوار ہوتے ہیں تو اگر سو سو دو سو سوار اپنی اپنی ٹکڑیاں جمائے کچھ آگے کچھ دست راست
کچھ دست چپ کو کوس کوس بھر لکل جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سے فضل کے ساتھ کے بھی سوار
ہزار ہزار بارہ بارہ سو کی ٹکڑیاں جمائے باہم پیچھے چرچا اور تذکرہ کرتے ہیں کہ شاہزادہ بدیع الزمان ایسا نادان
نہیں جو اب تک غافل بیچارہ ہو گا آسے تو جب وقت کہ ہم لوگ سب خان سے اس طرف کو چلے ہو گئے اسی وقت خبر
پہنچی ہو گی اور وہ اسی دم ہزار کوس پر نکل گیا ہو گا باقی رہی ملک گوہر ملک اسکو اگر فضل بن گیا ہو خون آشام
چار باغ میں گھسکے پکڑ لے اور پیغمبر مرسل کے پاس لیجا کے پہنچا دیئے تو یہ کیا نمود ہوئی افسوس ہمارا آنا تانا
ہوا خزا اور لطف جب تھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان کا چار باغ میں فضل بن گیا ہو خون آشام سے مقابلہ ہوتا
اس وقت حال شجاعت اور ہمتی کا طرفین کی کھٹاکہ کون اچھا تھا اور کون بڑا تھا خلاصہ یہ کہ وہ کچھ سوار جو آگے
آگے بڑھے ہوئے آتے تھے ان میں سے کسی کی نگاہ جو شاہزادہ کا لیجا پر پڑی تو اس نے دوسرے سے اور دوسرے
نے تیسرے سے کہا کہ یار و دلکشا یہ سوار جو سامنے ٹھوڑے پر بر چھاز میں میں گاڑے تیغہ پکڑے مثل شیر نستانی
انتظار میں کسی اپنے شکار کے کھڑا ہو کتنا ہم شبیہ شاہزادہ بدیع الزمان معلوم ہوتا ہے کہ سر مو فرق نہیں پایا
جس نادہی نقشاوی چہرہ وہی رعیب وہی جلال دو چار نے دیکھ کر کہا کہ تو یہ یار و کھارا کہ مر خیال ہی
کیا ایک صورت کا کوئی اور نہیں ہوتا بدیع الزمان ایسا تو احمق اور بے وقوف نہیں جو دیدہ و دانستہ خود آگے
اور ہفت سر کے تنہ میں گر پڑ گیا اور کیا آسے خبر نوگی کہ میرے قتل کے واسطے حسب الحکم گنہگار کے
فضل بن گیا ہو خون آشام شہج و ہر بہادر دوران آتا ہے بھلا وہ دو کوس آگے بڑھ کے تو بیکار کیا جب وقت
آئے تمام فضل کا سنا ہو گا چار باغ ملک حرمان و لو کش میں دم بھرنے ٹھہرا ہو گا اور پانچ سو کوس پر جا کے
آئے دم لیا ہو گا خدا جانے یہ کون شخص ہو اور کس لیے اور کس کا روئیوی میں بیان اس کے اس میدان میں
مرکب کو رو کے کھڑا ہو اور کس کے انتظار میں ہو دس قبیل نے دیکھ کر کہا نا صاحب واہ واہ واہ یہ کیسا نا جڑا ہے
اس یارو یہ تو وہی بدیع الزمان ہے جسے پہلے حکم فاروس نے بیٹا بنایا تھا اور اس نے قاہر بن قہرمان غمی کی

گمان توڑی تھی اور دستور بن فستار کشتی گیر سے زور کشتی کار کے پچھاڑا اور مثل گریاس بوسیدہ کے چیر کے پھینک دیا اور شاہین
 شجون لشکر گنجاب پر مارے اور شاہزادہ بلند قبال مشور تھا مینوں ہم اور وہ ہم صحبت رہے سات دن گفتگو ہمارے
 اسکے رہی ہو کیا ہم اسے پہچانتے نہیں ہیں مگر کچھ عقل نہیں کام کرتی کہ یہ شخص کوئی بشر ہو یا کوئی فرشتہ قدرت خداوند
 اور دل و جگر اسکا فوہ و کا خداوند جگہ ہزار ملک باختر نے بنایا ہر رستم و سہراب اور سام و نریکان سے بھی یہ جرات اور
 بہادرت منو سکتی کہ یکہ و تنہا یوں بے خوف و خطر بشادہ پیشانی دیکھ کر اسکی تیوری پر مطلق مل تک نہیں پڑتا پیشوائی
 کر کے بمقابلہ فضل بن گیا ہو ر خون آشام بیان آیا اور اپنے گھوڑے کو روکے کن تیورون سے اس طرف کو گھٹایا
 اور منظر آمد لشکر کھڑا ہو عرض یہ چرچا جو پھیلا تو سوارون نے جا کے اپنے رسالہ دارون اور افسرون سے کہا سب رسالہ دار
 اور افسران کے یہ تقریر سوارون کی سنکے نہایت تعجب ہوئے اور یہ کہنے کو یار و بغیر انکوں کے دیکھے ہو کو یقین نہیں آتا
 سوارون کے ہمراہ وہاں آئے اور ان سب رسالہ دار اور افسرون نے بھی خوب دیکھا اور پچا کر تھیرا اور شہسدر ہو گئے اور آپس
 یہ کہتے ہوئے کہ واقعی شعر آفرین باد آفتابان پر سے نکاز و ماذاہن چنین پسے شاہزادہ بدیع الزمان کا رستم کا دل و
 گروہ ہوا ایسے بہادر اور ایسے دلدار لڑا کہ برس آسمان جھج مار لگا تو رو سے زمین پر نہ دھنکا دیں سے پھرے اور کوئی
 آدمہ کو س مراحت کر کے قریب سوار ہی فضل بن گیا ہو ر خون آشام کے پونچے اور غول کے غول سوارون
 اور پیادون کے طر کے سامنے جا کے فضل کو سلام کیا فضل بن گیا ہو ر نے اپنے ہمراہی سوارون کو چار باغ کی طرف
 سے پھرے آئے دیکھ کر کہا کہ تم کیا مجھے کوئے جو تمہارے دل میں ہو اور جو تم مجھے کہنے کو آئے ہو وہ مجھے اول سے
 حال معلوم ہو کہ بدیع الزمان میرا نام سنتے ہی چار باغ ملک حرمان سے بخون جان نکلے دو چار کوس پر پہنچا
 میرا اب وہاں جانا بیکار ہو ان رسالہ دار اور افسرون نے عرض کیا کہ اے فضل بن گیا ہو ر خون آشام یہ آپ کیا
 فرماتے ہیں بیان تو آپ کے خلاف تھیں اور بالکل معارضہ ہوا کہ شاہزادہ بدیع الزمان مسلح اور مکمل مرکب پر سوار ہو کر
 چار باغ سے دو کوس اور عرض شاہ راہ پر آپ کی آمد کے انتظار میں آمادہ رزم و پیکار کھڑا ہو فضل نے کہا کہ اے
 صاحبو تم نے کیا کہا رسالہ دارون افسرون نے کہا کہ ہم شاہزادہ بدیع الزمان کو آمادہ مرگ اور مہیاے نصا وہ سامنے
 والے اگلے میدان میں مسلح اور مکمل کھڑا ہجڑا اپنے دیکھ آئے ہیں فضل بن گیا ہو ر خون آشام نے اسی مقام پر اپنے
 گھوڑے کو روک لیا اور پھر پوچھا کہ صاحبو تم کیا کہتے ہو بدیع الزمان کو تم خوب پہچانتے ہو یا اسکے ہم شکل کسی اور
 کو دیکھ آئے ہو اور اسکے شبہ میں تم مجھے کہتے ہو رسالہ دارون نے اور افسرون نے عرض کیا کہ کیا مجال ہمارے جو ہم
 کلمہ خواہ غلط آپ کے سامنے کہتے ہوں ہم نے خوب غور دیکھا اور پچا کر عرض کیا ہوا گے اگر آپ کو ہمارے کہنے کا اعتبار
 اور یقین نہیں آتا تو کچھ دور نہیں دس بیس قدم آگے چل کے دیکھیے ہمارا مجتہد سج مکمل جاے فضل بن گیا ہو ر
 خون آشام یہ حکم آگے نہایت تعجب اور تھیرا ہوا اور اپنے مجزون عیار کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ تو جاسکے خوب
 دیکھا اور پچا کر کہ یہ گھوڑے پر سوار مشکل بدیع الزمان کون شخص کھڑا ہو دراصل وہی حکیم نادر ہے جسے گنجاب نے
 بلند اتالیکی کا خطاب دیا تھا یا کوئی اور ہو جلد مجھے خبر دے مجزون عیار نے بھی قریب شاہزادہ عالیقدر کے جا کر تجوی
 پچا کر اور اگر فضل سے کہا کہ حضور بیشک و شبہ وہ شخص بدیع الزمان ہے جسے بلند اتالیکی کا خطاب پنیر مرسل نے
 دیا تھا فضل بن گیا ہو ر نے کہا کہ اب مجھے ثابت ہوا کہ اے مجزون تو بھی ان کی طرح سے دیوانہ ہو گیا ہو پھلا
 یہ بات قیاس میں آتی ہو اور کوئی سچ جاسکے گا کہ بدیع الزمان ایسا بیوقوف اور عقل سے خارج ہو کہ وہ تنہا سا
 ہزار سوارون سے بارادہ جنگ و جدال آیتکا مجزون عیار نے کہا کہ پروم شد بر حق فرماتے ہیں یا غلام دیوانہ

ہو گیا ہو یا شاہزادہ بدلیع الزمان کو سوار ہو گیا ہو کہ یوں بے خوف و خطر حضور سے اور حضور کی فوج سے مقابلہ اور مجاہد کر کے
یہ سہراہ ٹھوڑے لوروں کے کھڑا ہو فتعل انھار رسالہ ارادہ افسردن کا اور پھر اصرار اور تکرار مجزوں عیار کی سنگے ایک
عالم تحیرین جہان کھڑا تھا کھڑی بھر کا مل سکتے کی صورت فاسوش اور خود فاسوش کھڑا اور بعد ازاں اپنے ولین یہ سوچ کر
کہ کیا مجھ بدلیع الزمان ہوا ہے ہمراہ کے سب سواروں کو دین روک کر حکم دیا کہ خیر اگر بدلیع الزمان نے یہ جرات کی کہ
کو تھم جب خبر دلا اور زنا راب میرے ہمراہ اور میرے قاقب میں آنے کا قصد نہ کرنا میں کھڑے رہنا ابھی میں یکہ و متناہان جاتا ہوں
اور کھٹم خود اسے دیکھ کر پھر جیسا محل اور موقع ہو گا سمجھ لوں گا اور بعد اس کے جب تھو بلاؤں تب تم میرے پاس آنا اور سنو
اگر کسی نے ارادہ میرے نیچے آنے کا کیا تو میرے ہاتھ سے ہلا کر مارا جائے گا میں یہ لکھ کر فضل بن گیا ہو اپنے مرکب کو
چمکا کے جب قریب پہنچا تو دیکھا شاہزادہ عالم مقام نصبت تمامہ بشوکت مالا کلام مرکب پر سوار آمادہ رزم و سنا کھڑا
اسی طرف کو دیکھ رہا ہو فضل بن گیا ہو یہ جرات اور دیر کی و شجاعت شاہزادہ رستم صولت کی دیکھ کر وجد کر گیا اور اس کے
بول میں محبت شاہزادہ عالم ثابت کی پیدا ہوئی لیکن بظاہر برچھا پکڑ کے باواز بلند کہا کہ اسی شخص تو کون اور یہاں کس
نظر اور کس کی تلاش اور کس کام کے واسطے یہ و تشا آمادہ مرگ اور مہیا سے قضا کھڑا ہو شاہزادہ والا تبار نے جواب دیا
کہ تو اپنا مطلب اور مافی الضمیر بیان کر اور تجھے اس تحقیقات اور میرے ارادہ کے کیا غرض ہے جس کام کو آیا ہو
یا کہیں جاتا ہو وہ کرفضل نے کہا کہ میرا نام جو تو نے سنا ہو فضل بن گیا ہو خون آشام وہ میں ہوں اور
حسب انکس گنجاب برائے گرفتاری اور غزیری بدلیع الزمان کے کہ وہ ایک مرد سپاہی وضع بڑا سرکش غریب وطن
غریب الدیار اتفاقات روزگار سے اس ملک و دیار میں وارد ہوا اور اسے بڑے بڑے مفکے بیان کیے اور انھار
لاکھ سوار و پیادے کی چھاؤنی پر شہنشاہ مارے میں اپنے ساتھ ہزار سوار ہمراہ لیکر سمت چار باغ ملک حران کیش
جاتا ہوں اکثر میرے ہمراہ کے سواروں کو تجھ شہر اور دھوکھا ہوا اور ان سبھوں نے مجھے کہا سو میں واسطے رفع
اس مظنہ و تشکیک کے کہ خون ناحق کسی کا نہ ہو تجھے پوچھتا ہوں کہ بدلیع الزمان بڑا عاقل اور دور اندیش ہو ہی
نادانی و جہالت وہ کہی نہ کرنا کہ میرا نام سنگے چار باغ سے سو دوسو سو کوس دور نہ نکل جاتا اور یہاں دیدہ و دانستہ
آپ آکے کام نہنگ میں کیوں گرنے کا ارادہ کرتا اب جو تو بیان کر اور کہ تو مجھے اطمینان ہو اور یہ دوسوہ اور خود
میرے دل سے لکھے شاہزادہ بدلیع الزمان نے فرمایا اے فضل شعر راستی موجب رضا سے خداست کس نذیرم کہ گم شد
از رہ راست و وہ جس ارادے پر اور جسکی تلاش میں تو مع ساتھ ہزار سواروں کے میاننگ آیا اور چار باغ کی
طرف جاتا ہو وہ کترین ہند گان خدا سے عزوجل بدلیع الزمان گرد شکر شکن میں ہوں جبوقت سے سنا کہ تو میری
تلاش میں آتا ہو میں بخیال اسکے کہ اب اور اتنی دور تجھے آنے کی تکلیف نہونے پائے میں ہی جا کے میرے
ولکا ارمان اور جی کا جو صلہ پورا کیوں نہ کروں صبح سے تیرے انتظار میں بیان کھڑا تھا شکر خدا کا کہ میرے اور تیرے
ملاقات ہو گئی پھر اب توقف کرنا کیا ضرور شعربیتا چہ داری زردی نشان + کمان کیانی و گرز گران + فضل بن گیا ہو
خوان شام نے جواب دیا کہ اے بہادر فرزند کیا میں نے کہ تو مرد و مردانہ سہرا ب عطر اور رستم زمانہ ہو لیکن بجان واحد تو شکر گویا
سے مقابلہ و مجاہد کر کے کیوں نہ عہدہ براہو سکے گا اور کیا کرے گا لہذا ازراہ محبت اور یاری مجھے کہتا ہوں کہ تو ملک
گوہر ملک کو اپنے ہمراہ لے کے سمت ملک بربر اپنے والد بزرگوار امیر حمزہ صا جقران نامدار کے لشکر میں چلا جا بلکہ
میں تیرا کفیل اور معاون ہو کر اس دریا سے پار آئے وادوں گا شاہزادہ عالم تقاریر کھٹو فضل کی سنگے خوب
ہنسنا اور فرمایا کہ اے فضل بھنے رونما ولین لکہ گوہر ملک سے کہا تھا اور بہت سا سمجھایا تھا کہ تم ہکو اپنے ہمراہ نہ لیا جاؤ

ہم لوگ مثل آفتاب اور صتاب کسی سرزمین اور کسی شہر اور دیار میں مچنی اور پہاں نہیں رہ سکتے مگر اسے ہمارا گناہ نامہ ہو گیا
 ملائی اور اب جو سب سے اس سرزمین میں قدم رکھا ہو تو بھون و فوٹ پروردگار اس تمام ملک کو اسلام آباد اور کل باختر کو منور
 کیے بغیر کہیں نہیں جاتے شہر کو بے نیل نامی مارا گزرتا دندہ دگر تو سنے پسندی تفسیر کے قصارتانہ یہ کلام مردانہ دار زبان میں
 ترجمان شاہزادہ عالمقدار سے سنے فضل کے دل میں عجب خج کی ایک محبت پیدا ہوئی اور اس وقت فرما سر در اور حالت
 کو جان میں کھرا مجموعہ رہا تھا اور ہر جہہ گستاخا کر اور شہر یار کٹ جائیں وہ ہاتھ جو بجز دعا سے آفاق گیری اور کفار کشی تیری جان
 خلاف آداب انجمن اور بچوٹ جائیں وہ آنکھیں جو خواب میں بھی نگاہ بستے دیکھیں بعد اسکے اپنے مرکب سے کوہ کر
 چاہتا تھا کہ رکاب سعادت سے لپٹ کر اقدام اطہر شاہزادہ عالمیقام کے اپنی آنکھوں سے لگائے اور بوسے سے شاہزادہ عالم
 مرتبت یہ حال فضل کا دیکھ کر ان ان کر کے جھٹ پٹ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور ہاتھ فضل کا پکڑ کے سر اسکا اپنی چھاتی
 سے لگایا فضل بن گیا ہوئے عرض کیا کہ او شہر یار اب غلام اسید واسر کر وہ کہ جس سے انسان ظاہر ہو جاتا ہے مجھے
 یقین کیجئے مگر میں اس چاہ کفر و ضلالت سے نکلون اور لبہر چشمہ جہاں پوچھون شاہزادہ والا نرا دے گا بیلیہ رشاد کیا
 اور فضل بصدق دل کمر پڑھ کے سلمان ہو گیا اور پھر متمس ہوا کہ اگر حکم جہاں مطاع صادر ہو تو غلام اپنے ہمراہ
 کے ساتھ ہزار سوار اور رسالہ دار اور افسردن کو بھی جائے بھائے اور دائرہ اسلام میں لائے شاہزادہ عالمیقام نے
 فرمایا کہ اس میں تمہیں اختیار ہو جیسا مناسب جانو کرو چنانچہ فضل شاہزادہ والا تبار سے اجازت لیکر اپنے لشکر میں گیا
 اور جتنے رسالہ دار اور افسران فوج اور ساتھ ہزار سوار تھے ان سب سے با واز بلند کہا کہ یارو میں نے تو
 بطیب خاطر تقاضا پرستی پر نعت کر کے ملت بیضا دین اسلام قبول کیا اور حلقہ غلامی شاہزادہ بدیع الزمان دہلی خلیفہ
 میں نے بلا کراہ و اجبار اپنے کان میں ڈالا اب تم میں سے جسکو میری محبت اور رفاقت منظور ہو وہ کلمہ شہادت
 پڑھ کے اسلام قبول کرے اور جسکو تقاضا پرستی کا خیال ہو وہ جہاں چاہے چلا جائے مجھے اس سے کچھ سروکار نہ واسطہ
 نہیں ہر ایمان فضل سب بالاتفاق مکنے لگے کہ او فضل بن گیا ہو ر خون آشام ہم سب عہد طفولیت سے
 حیرے خادم اور فرمانبردار ہیں اور قدیم الایم سے تیرے ساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی رکھتے ہیں اور سوائے اسکے
 یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ تو شعر عقل میں عقل عجم ہوش میں ہونگ دہرہ فہم میں عین فراست دین میں عین کام
 دانے دہراور شجاع عہد کارزار دجید عصر اور انتخاب روزگار ہو ہر ایک بات میں ہم سے بہتر اور افضل تر خود کیش آل
 اندیش ہو مجھے سوا ہم عقلمند نہیں جو تیرے فرمانے میں پس پیش کہ میں جو کچھ کہنے لگا کچھ چھاپی سمجھ کر کہا ہو گا
 پس ہم سب راضی ہیں کہ جو طریقہ حق پرستی اور نیردان شناسی کا ہو ہکو بتلا دے کہ ہم بدل دجان اسکو اختیار
 کر کے تیری اطاعت اور فرمانبرداری میں بکار سر فردشی وجان شاری بدستور قدیم حاضر اور مستعد رہیں اور
 باقید حیات تیری خدمت سے جدا نہ ہوں فضل نے کلمہ شہادت ان سبکو تلقین کیا اور قریب دو لاکھ آدمیوں کے
 کہ اس میں ساتھ ہزار سوار اور اسی قدر بلکہ کچھ زیادہ چاکر اور جلوہ دار اور ملا شاکر دیشہ کے لوگ تھے سبھوں نے
 کلمہ پڑھ کے دین اسلام قبول کیا مگر چند تیرہ دل تارک درون ان میں ایسے بیٹھے تھے کہ انھوں نے جو یہ تماشاکہا
 کہ فضل بن گیا ہو ر خون آشام نے مع اپنے سب ساتھ والوں کے اسلام قبول کر لیا ازراہ سبہ بختی اور تارک درون
 پس میں یہ گفتگو کر کے کہ لو یار و فضل کیا کیا ٹھنڈا اور کیا غرہ اور دعوے اپنی شجاعت اور ہمتی کا کرنا تھا اور کیا کرد
 نخواست اور بائیں اسکے مزاج میں تھا مگر بیان آ کے وہ ساری شیخی کمان جاتی رہی کہ مقابلہ اور مجاہدہ تو درکنار
 کچھ ایسی گفتگو بھی تیز و تند نہ ہوئے پائی کہ وہ خود بدیع الزمان کی غلامی اختیار کر کے سلمان ہو گیا

اور اپنے ساتھ تمام فوج و سپاہ کے دین کو خاک میں ملا دیا ہوتا ہے دین قدیم کو کبھی ترک نہ کریں پھر باہم یہ مشورہ کرنے لگے کہ
جو ذرا کلمہ پڑھنے میں ہٹکار کرتے ہیں تو یہ سب جو ہمارے ساتھ واسے میدان ہو گئے اور خداوند تعالیٰ پرستش چھوڑ کے ناوڑ
خدا کے پرستار ہو گئے ہیں یہ ہکو جیسا کہ ہے کو چھوڑینگے مار ڈالینگے اس سے صلاح وقت یہ ہو کہ آئندہ بچا کے بیان کے علاوہ
اور جس طرح سے بنے بحضور غیر برسل ہو جو غرض وہ برگشتہ نجات یہ مصلحت کر کے اور مرد و بیکر گھوڑے سرپٹ دوڑا
سیدھے سمت شہر سنیان روانہ ہوئے فضل نے ان لوگوں کو جاتے دیکھ کر جاہا کر کچھ سواروں کو ہارسے گرفتاری اور ان کے
تغیر دینے کے لیے تاقب میں بھیجے شاہزادہ والا قدر نے فرمایا کہ اگر فضل ان برگشتہ نجاتوں کے قرض اور قتل کرنے
سے کچھ فائدہ نہیں جنم حاصل ہونے دو جہاں چاہیں جائیں خلاصہ یہ کہ وہ سب تو اس طرف کو جاتے ہیں بیان شاہزادہ
عالم مع فضل بن گیا ہو خون آشام اور ساتھ ہزار سواروں کے وہاں سے مراجعت فرما کے سمت چار باغ ملک مان
دلوکش روانہ ہوا اور مرغان تیز رفتار کو حکم دیا کہ توبیلے جا کے ملکہ گوہر ملک کی تسکین اور طافیت بستی کرنا اور
کہنا لو صاحب تمہاری دولت سے بیان کسی کی کسیر تک نہیں پھوٹی افغاناں اسی سے فضل بن گیا ہو خون آشام نے
ہماری اطاعت اختیار کی اور ہم مع فضل باطنیان تمام آئے ہیں چنانچہ مرغان عیار قبل از داخل ہونے شاہزادہ
عالیقدر کے چار باغ ملک حرمان دلوکش میں آیا اور

جب تک سمہ و استان ملکہ گوہر ملک کی بیان کی جاتی اور

کہ ملکہ جو اس سوچ میں بھی ہوئی شاہزادہ برج الزمان کی مراجعت کے انتظار میں یہ نگاہ حسرت اس میدان کی طرف دیکھتی
تھی اور جناب اقدس سے دھسے نخ و نصرت اس شاہزادہ والا مرتبت کی مانگ رہی تھی ناگاہ مرغان عیار نے آگے
جرا کیا اور کہ ملکہ عالم مبارک ہو شاہزادہ والا تبار مغرور منصور فضل بن گیا ہو خون آشام کو مع ساتھ ہزار سواروں
کے اپنا حلقہ بگوش کیے تشریف لانا ہو ملکہ یہ سروش راحت فروش اور شروہ جان بخش سنگے قرطاشی سے شل
گل پیر بن میں پھولی نہیں سائی تھی جیانا نہ پیر اسی برج میں گئی اور سامنے جو خیال کیا تو فی الحقیقت آدھ شاہزادہ
نامور کی معلوم ہوتی ہو کہ آگے آگے تو شاہزادہ عالی مقام عظمت و صولت تمام و بشوکت والا کلام مرکب پر سوار نہایت مدبر
اور شاد کام اور برابر آگے فضل بن گیا ہو خون آشام مع اپنے ساتھ ہزار سوار و غیرہ فوج و سپاہ بہر و نگاہ اسی
طرف کو روانہ افزا ہو ملکہ مارے خوشی کے مغرب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے شادان و فرحان اس برج سے باہر
لنگی اور پھر بے عجز و انکسار سجدات شکر جناب باری کرتی تھی ایسے منشیین ملازمین معاصین اور خواصین ملکہ
کی تیاری نذر اور نیازوں کی کرنے لگیں اس عرصہ میں شاہزادہ عالی مقام مع فضل بن گیا ہو خون آشام
داخل چار باغ ہوا ترک جو بش پویش قاتل رنگی مقابل رنگی و غیرہ رہا ہے جان تیار اور دلیران عرصہ کا زور
نے بعد زیارت اقدام الطہر اور حصول دولت لازمست تدرین دین چار باغ میں شادیاں بچنے لگے ملکہ گوہر ملک نے
آدھ شاہزادہ عالم کی سنگے جلدی سے حاسم میں جا کے غسل کیا اور ایک جولا سفید پہنے جس جا پر کہ خواصون نے
زمین کو نیل و ل سنی سے پوت کر سامان نذر و نیاز کا رکھا تھا وہاں آگے بالوں سے سر کے زمین کو بھاڑتی تھی
اور سجدات شکر کر کے شکر شاہزادہ والا قدر تھی یکا یک شاہزادہ والا تیار جو اندرون بارہری ہو پنا تو چند
تھا صیین جو وہاں حاضر تھیں ان سبھوں نے اٹھ اٹھ کر مجرا کیا اور بلائیں سے لیکر مبارکبادیاں دین شاہزادہ عالم
نے پوچھا کہ ملکہ کمان تشریف فرما وہاں سبھوں نے عرض کیا کہ قربات شوم حضور کی آمد کے ابھی اس
طرف کے درجہ میں تشریف لیگیں ہیں اور کچھ نذر و نیاز کر رہی ہیں شاہزادہ والا مرتبت یہ سنگے

و ان رولق افرا ہوتا تو دیکھا کہ گرد و پیش تو جو ہم خواصوں کا ہو اور بیچ میں ملکہ پھر شمعین موتی اور کانوری سبز اور سرخ رنگ
 کر کے وہاں رکھی ہوئی ہیں اور اگر کی تیان اور کچھ عجرات سلک رہا جو کوریاں مٹھائیوں کی اور دو سنہ لالہ پٹی والوں کے
 کوڑے سے ملوون کے بھرے ہوئے توت چرت کی پڑیا کھڑے پیر کا دونا اور جو کچھ سامان خورو نیاز کا ہوتا ہوا ان سب رکھا
 اور ملکہ کی آنکھوں سے اشک شادی علی الاقبال روان ہوا اور حمد و سپاس میں اس غایت حسود وہاں خلاق کوٹ مکلا
 کی بھینور قلب رطب لسان ہوا اور آپس میں امین عیسین مقربین مصاحبین ہمد میں محرمین ہر انہیں دسارین محبت
 والیاں ملکہ کی سب کی سب غسل کیے ہوئے گئے تھے بال سروں کے پریشان سفید سفید جوڑے نفیس اور پاکیزہ بچے سمت قبلہ
 سندھ کے زمین پر سجدہ شکر کر رہی ہیں اور جناب احمدیت سے دعائیں اتروا دیو جاہ و اقبال کی مانگ رہی ہیں شاہزادہ عالم نے
 ہنسنے کے کہا کہ اے ملکہ آج یہ تم کیا کر رہی ہو ملکہ گو ہر ملکہ نے شاہزادہ والا شان کو دیکھا کہ اے شہریار لند اس وقت آپ
 کوئی اکلہ نہ فرمائیں کہ بد شکنی ہوتی ہر جہ میاں آکر اس شیرنی پر نذر دیکھے کہ آج کریم کار سارنے میرا ج سماں فخر رکھا
 اور مجھ کینر عاصی اور غامی کو یہ دن خوشی کا دکھایا شاہزادہ عالم نے خوب ہنسنے کے تدری اور فرمایا کہ اب تم اس شیرنی کو تقسیم کر کے
 جلد آؤ کیلئے کہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ فضل میرا دودھ شریک بھائی ہو سوتا تا یہ بات فبی اور فرمایا ایزدی سے شرف اسام
 ہو کر میرے ہمراہ آیا ہوا اور امیدوار تمہاری ملازمت کا ہو ملکہ نے کہانی الالحاق فضل میرے بھائیوں سے بھی سوا ہوا اسے میری
 انا کا دودھ پیا ہوا بھائی ہو چکا اس سے تو پردہ بغول میر حسن۔ صرح چپی ہو کہین بھائی سے بھی بن دین نے بھی
 نہ کیا ہوا اور نہ کروئی آپ جا کے اُسکو بھلا میں بن پوشاک بدلے آئی ہوں اسے شاہزادہ عالم قرار ملکہ کے پاس سے
 بارہ درسی میں تشریف فرما ہوا اور فضل بن گیا ہو خون آشام سے شہد ہو کر کہا کہ یہ صاحب ملکہ نے تمہاری بہت سی
 سفارش کر کے کہا کہ میرے بھائی فضل کو باغرازا واکرام بھٹاکے اُسکی بہت سی دلجوئی اور خاطر داری کرنا میں بھی
 آتی ہوں فضل نے عرض کیا کہ شہریار یہ قطعاً بندہ سپوری اور قلام نوازی ملکہ عالم فرماتی ہیں لاشک و لاریب کہ قلام
 نے انکی انا کا دودھ پیا ہوا الایہ منہ میل نہیں ہو کہ دعویٰ عزیز داری کر سکوں کھوار مور دلی اس سرکار کا ہوں غرض میان
 تو ابھی نہیں ذکر و نہ کو نہ ہوتا تھا کہ ناگاہ سامنے سے دیکھا کہ ملکہ گو ہر ملکہ ایک جوڑا بہت رحوم و حامی بچے اور ان پانچوں
 دریا سے جواہر میں غرق مثل طاؤس طنائہ ہزاروں کرشمہ و ناز سے خرامان خرامان چلی آتی ہیں اور گرد و پیش قریب و دُور
 سوا امین عیسین مقربین و مصاحبین خواصین و درگوش مرصع پوش جوڑے زرق بڑق پیسے ہوئے ہمراہ میں نظم

بچاؤ و رطافت اور خزان	چو گرد و جار و اختران	بے سیم ساکان بے چین	بے دریا یان ساعدین
بے بچو خورشید رفت پوش	بے آفت عقل و آشوب ہوش	بے دل و آفت بان ہوا	برقار ز سیا چو غسان ہوا

القصد ملکہ گو ہر ملکہ بایں خوبی و رعنائی بصد شان دلربائی آئے ہر شاہزادہ عالم مقام کے مستور بھی اور بصد عیش و فرح
 بسیاری حش کاکیم دیا

اب شمع داستان آن تیرہ بختوں ہمراہ میان فضل بن گیا ہو خون آشام کا کہ جو میان سے بھاگ کر سمت
 سنجان برائے اظہار حال گنجاب کے پاس گئے تھے بیان کیا جاتا ہے

کہ جب وقت وہ تیرہ دل تارک درون سنان میں پہنچے اور دروازہ بارگاہ گنجاب پر جا کے داد بیداد فریاد کرنے لگے اُٹھتے
 گنجاب نے پوچھا کہ یہ شور و غل کیسا ہے سنانی عیار نے عرض کیا کہ وہ جو سوار فضل بن گیا ہو خون آشام کے ہمراہ
 برسر قتل بدیع الزمان گئے تھے ان میں سے چند سوار بچ کر آئے ہیں اور کچھ سرکار سے عرض کیا چاہتے ہیں گنجاب
 سے کہ اچھا بلاؤ چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے وہ سب بد ذات اندرون بارگاہ طلب ہوئے اور سب نے گنجاب سے

جزا کے عرض کیا کہ یا پیغمبر مرسل ہم سب خانہ زاد گنوار موروثی مرید دولت دار کے قدیم الایام سے ملیع فضل بن گیا ہوں
 خون آشام کے رہے اور حسب وقت کہ بموجب ارشاد سرکار کے ہم سب ہمراہ فضل کے قریب چار باغ ملک حران دیوش نے
 پہنچے تو دو چار افسروں نے اس کے فضل بن گیا ہوں خون آشام سے اطلاع کی کہ جسکی تلاش میں آپ آئے ہیں وہ باغ ازان
 کیا و تنبا چار باغ سے نکلے بیان سے کوئی دو کوس پر مسلح اور مکمل اپنے مرکب کو روکے مستوجب کھڑا ہو یہ سب فضل سے
 ہم سب ساتھ ہزار سواروں جان نثاروں کو طاقت کی کہ خبردار تم کوئی میرے ہمراہ نہ آنا اپنے میں جا کے آسے دیکھو لون کا
 باغ ازان ایسا کوئی اور شخص ماہ گیر ہو بعد اسکے جب میں تھوڑا بیچوں تو تم سب میرے پاس آنا اور جو یوں کوئی خلاف میرے علم
 کے میرے تقاب میں آئیگا تو میرے ہاتھ سے مارا جائیگا ہم سب خانہ زاد بموجب حکم فضل کے جہاں تک پہنچے تھے وہیں اپنے
 اپنے گھوڑوں کی باگیں روک کر کھڑے رہے فقط فضل بن گیا ہوں خون آشام وہاں گیا اور کچھ گفتاویسی مین ہوئے
 پائی کہ جس میں نوبت ہر گوار کی پہنچی باتو نہیں کہ ایک کسیرنگ کسی کی نہ پھولی تھی فضل اپنے گھوڑے پر سے کود کے
 ملیع الزمان کی رکاب سے پٹ کے مسلمان ہو گیا اور وہاں سے خوشی خوشی آسکے ہم غلاموں سے کہنے لگا کہ جنکو
 میری رفاقت منظور ہو وہ مسلمان ہو جائے ساتھ ہزار سواروں نے کچھ جواب نہ دیا اور سب کے سب کلمہ اُسکا پڑھ کے
 مسلمان ہو گئے اور غلاموں کو یقین کی ہو گیا کہ بد ملیع الزمان ساحر زبردست ہو آخر کار ہم غلاموں نے یہ تاثیر اُسکی
 زبان سحر بیان میں دیکھ کر پاس اپنے دین آبائی اور اجدادی کے کہادے سب بزرگوار تو لقا پرستی کرنے رہے ہر کوئی
 اپنے دین قدیمی کو چھوڑ کر نادیدہ خدا کی پرستش اختیار کرین اور بیدین ہو جائیں اور ٹکرام کھلائیں اُسکے سامنے سے
 بھاگے اور براہِ غیر خواہی برائے اطلاع سرکار میں حاضر ہوئے ہیں اب حضور کو اختیار ہو کتاب یہ اظہار ان سب کفار
 سرداران تیرہ روز گار ہر ایسا فضل بن گیا ہوں کا سنگے شل شرط جو الہیہ رک آٹھا اور حالت غیظ و عیش میں جانب
 گیا ہوں خون آشام کے مخالف ہو کے یہ کلام کیا کہ اگر تک ورام باحث و بال دولت کا تو اور تیرا بیٹا ہو فضل جل کے
 مسلمان نہ تو اور مع ساتھ ہزار فوج کے اُسکا شریک نہ تو تو یہ جیت اور طمانیت بد ملیع الزمان کی کبھی نہ تو کیا ہو
 خون آشام نے سرنگون ہو کر کہا کہ یا پیغمبر مرسل اگر اس مخالفت تنگ خاندان سے ایسی حرکت نکالوں اور خلافت
 فاش وقوع میں آئی تو میں نے اسے قاتل کیا اب بیٹے ہی ستم نہ دیکھو لگا ابھی گیا ہوں اور زیادہ کچھ نہیں کہنے پایا تھا
 معلوم ہو کہ نبیے گیا ہوں کے اوپر چاند آن میں چار تو ایک ان سے حقیقی بھائی فضل کے اور پانچ بیٹے گیا ہوں کے
 اور ہیں کہ قیس بن گیا ہوں اور نیس بن گیا ہوں اور الماس بن گیا ہوں اور عیاس بن گیا ہوں اور ورم
 بن گیا ہوں درتوں بن گیا ہوں اور گود زر بن گیا ہوں اور آذر بن گیا ہوں اور رحمن بن گیا ہوں اور شور اور عرو
 بن گیا ہوں خون آشام فضل کو سب سے زیادہ تر پارز آٹھا اور سب سے سوا عزت آبر و قدر منہ زلت شوکت
 و شان فضل کی تھی اس باعث سے یہ نبیے گیا ہوں کے ہمیشہ اپنے دونوں میں رشک و حسد کھایا کرتے تھے آج جو ان
 سبھوں نے یہ حال فضل کا سنا تو موقع پاسکے وہ سب میا خستہ کہنے لگے کہ او پر بزرگوار اس وقت یہ نسبت مانا
 اور ان میں کناہرا محض بیکار ہر قدیم الایام سے تو نے فضل کو ربتہ اور مرتبہ دیا وہ ہمیشہ اُسکی ترقی چاہتا رہا
 اور ہماری کچھ تو قیاد و حرمت تیری نگہوں میں نہ تھی اور کبھی ہکو ازرا و محبت پند ہی پیار سے کوئی کلمہ کہا
 وہی آج دیکھ لے کہ بد دولت فضل کے یہ رسوائی اور بدنامی کچھ حاصل ہوئی اور ابھی ہکو کدے اور اشارہ
 کو کو جاسکے بد ملیع الزمان کو مع فضل مشکین باندہ کر لے آئیں گیا ہوں نے جو یہ گفتگو بیٹوں کی مستغنی تو مر جا
 مر جا کے گنہگار سے بہت سی سسی اور تعریف اپنے بیٹوں کی کی اور فی اہم ایک ایک بیٹے کو پانچ پانچ ہزار

سوار کار سالار سے لے کر بیرون کو معینا بیس ہزار سواروں کے برسرِ رزم شاہزادہ بدیع الزمان روانہ کیا اور وہ سب بیٹے گیا ہوئے لڑوئے کوچ کر کے کوئی دس کوس پر جا کے اتر پڑے اور باہم مشورہ کر کے چار گھڑی رات میں میان سے ہم سوار ہوئے صبح ہوتے ہوئے چار باغ کو محاصرہ کر کے بدیع الزمان اور فضل کو اگر زندہ ہاتھ آگئے تو شکنجہ باندھ کر اور جو انکے حرات سپہ گری کی مزاج میں آگئی تو دونوں کا سر کاٹ کے ملکہ کو ہر ملک کو محاذ میں سوار کر کے اور چار باغ آخت و تاراج کر کے قاتل مقاتل ترک جوشن پوش وغیرہ گھوڑوں کو گرفتار کیے بحضور مقبضہ سرسل کے جائینگے غرض یہ کہ اپنے لشکر کے گرد پیش خوب سا انتظام کر کے اور چوکی پرے بٹھلے کے سو رہے اب بیان آں شاہزادہ بلند ارادہ و باجمہ زدہ رستم شکوہ بہمن توان ابن صاحبقران عایشان بدیع الزمان گرد لشکر شکن کا سینے کے شاہزادہ کا لقمہ دار اور ملکہ کو ہر ملک تو جام شراب عیش و طرب سے مدہوش اور خود فراموش ہمدوش وہم آغوش ہو کر دو پہر رات کے بعد فاضل پڑے سوتے تھے مگر مرجان عیار کو ایسی نیند کہاں چارست بلغم میں بڑی ہو شکاری اور خیال سے قاتل مقاتل کے ساتھ واسے جیش و ن کے چوکی پرے دیکھا کہ براسے بلا دوستی باغ سے باہر نکلا اور نہایت عیاری سے چپ و راست دیکھتا ہوا جب قریب آئے تو کوس کے پونچا تو آئے دور سے دیکھا کہ کچھ جو بھٹا آدیوں کی اور کچھ خیمہ درخت کے امثالہ نظر آتے ہیں اور آواز ہو شیار باش میدار باش کی بلند ہو مرجان عیار بھی تاشاد لکھ کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ اسوقت میان یہ لشکر کس کا بیوجہ کیوں کر اتر آیا اور کہاں سے آیا ہوا اور سردار اس لشکر کا کون ہو ذرا چل کر اس لشکر میں دریافت تو کروں یہ سوچا ایک خواجہ واسے نو جوان کی صورت بنا اور لال گھڑی سر پر باندھ کے غزالی گلے میں دعوتی باندھے زنجیر چاندی کی کریمین پیٹھے پشادری جو تا پاتوں میں خواجہ بن کچھ شیرینی کچھ ریوڑیان وال موٹہ سموسے وغیرہ چنے ہوئے چراغ روشن آسپاہ یک ٹیکری ہوا کے پکاؤ کے واسطے رکھی ہوئی آواز دیتا ہوا قریب لشکر کے پونچا تو اسے دیکھا کہ ایک لشکر فقیر اشان پڑا ہوا جا بجا بچھٹانے اور چور مٹا ہین۔ روشن ہین جوان چوکی پرے کے جہان تمان آواز دے رہے ہین اور پکارتے ہین کہ کون آتا ہوا اور کہاں جا نیکا خلا یہ کے سوار چار طرف پھرنے ہین حق اور سپاہ میں جاگ پڑی اور بڑی چل چل مٹی ایک پال میں سے کسی نے پکاؤ کے لگا کر اپنے واسے اور شیرینی بکودیتا ہوا مرجان تیز رفتار نے وہاں جا کے شیرینی اور جوٹو کہ اسے مانگی خواجہ رکھ کر لول دی اور باتوں ہی باتوں میں اوقات شکر پوچھنے لگا کہ میان صاحب یہ لشکر کسکا ہوا اور تم سب صاحب آج کس ہم پر جلتے ہو ان میں سے ایک شخص بول اٹھا اے جو تو نے سنا ہو کہ ایک شخص دشمن خداوند لقا مایہ و خداست آسمان کے پرستار دن میں بدیع الزمان ملک سنجان میں وارد ہوا اور آئے قاهرین قہرمان غمی کی کہاں کو توڑا اور دستور بن فستار سپاوان قدرت کو مارا اور ستائیس شیون لشکر گنجاب پر لایا ہزاروں چادروں سواروں کو ہلاک کر ڈالا سو وہ شاید چالیس ملک حران دیوکش میں جا کے چھپا ہوا اور ایک بیٹا ہمارے سپہ سالار گیا ہو خون آشام کا فضل بن گیا ہو رنامے اسکی گرفتاری کے واسطے آیا تھا سو بدیع الزمان نے ایسا کچھ سحر آسیر کر دیا کہ وہ پیغمبر مرسل اور لقا پرستی سے نفرت ہو کر شریک بدیع الزمان کا ہو گیا اس واسطے پیغمبر مرسل نے گیا ہو خون آشام کو تباہ کید تمام حکم دیا کہ تم اسے گرفتار کر لے یا اسکا سر کٹو اس کے منگو و توحبہ الحکم پیغمبر مرسل کے گیا ہو خون آشام نے اپنے نو مٹوان کو پتائیس ہزار سوار سپہ برسر قتل بدیع الزمان و ہر اسکے گرفتاری فضل بھیجا ہوا ہم سب آئے ہمراہ ہین صبح کو چار باغ میں جا کے قبیل حکم نواب کر کے اور بدیع الزمان کو ن فضل اگر زندہ ہاتھ آگئے تو زندہ امیر اور دستگیر کر کے اور جو وہ کوئی سرکشی کرے تو ان دونوں کے سر کاٹ کے بحضور پیغمبر مرسل لیجا ئینگے مرجان عیار نیز دربار

زبانی اُنکی سننے اور خوب ملاحظہ کر کے وہاں سے پورا اور سب ملج سے ہوائی گنج سے یا شہزادہ ملک سے نکل جاتا ہے
کوئی دو گھنٹی رات بچھی باقی ہوئی اسی وقت چار باغ میں جو چکر ساری سرگزشت رو برو شاہزادہ بی بیع الزمان
کے گذارش کی شاہزادہ عالم مقام نے فرمایا کہ تو پوشاک ہماری لاہر سوار ہو کے بقایہ برادران فضل بن گیا ہو
خون آشام جائیکے فضل بن گیا ہو ر خون آشام اپنے دونوں ہتھ باندھ کر عرض کرنے لگا کہ اسی شہر یار آپ کہ
سوار ہونا اور ان چھوکر دن کے مقابلے اور مجاہدے میں جانا ظلت آپ کی شان کے جو غلام کبھی نہ جاسنے دیگا وہ
سب میرے بھائی ہیں اور ان سبھوں کو دعوے دیم و پیکار غلام سے ہر غلام جانا ہی حضور کے اقبال سے دیکھے
کس سہولت و آسانی سے ان سبھوں کو لہذا اسے اعمال میں بنانا جو یہ مقدمہ پیشی کا ہے اس میں حضور کچھ نہ فرمائیں
اور غلام کو اجازت دیں اور اگر آپ غلام کی عرض کو نہ یز نہ فرمائیں تو غلام اقدام عالی پر ابھی اپنا گلہ تمواڑے
کاٹ کر تصدیق ہو جائیگا عرض شاہزادہ والا تبار عالی مقدار نے چار و ناچار فضل بن گیا ہو ر خون آشام کو اجازت
رضت دے کر کہا اس فضل کیا سفالہ ہو کہ مختار سی خوشی بہر حال منظور ہو لیکن ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم دوہری سے
کھڑے ہو کر تمہارے بھائیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھیں فضل نے عرض کی کہ حضور زہے افتخار اور زہے سعادت
بیت بہتر حضور تشریف لے چلین لا غلطہ تاوقتیکہ حستانہ زاد سراقہ میں ہر تصدیق اور شاعر نہ ہو جائے حضور قیہ
میدان داری کا نہ فرمائیں شاہزادہ بی بیع الزمان نے فرمایا کہ عا شائیں نے تم سے کہہ دیا کہ میں فقط مشتاق تمہارے
خیال میں بھائیوں کی لڑائی کا ہوں باقی میں بدون تمہاری خوشی کے ہرگز شریک نہ ہوں گا فضل نے عرض کی اس پر
توقع کیا ہے حضور غلام کے پشت پناہ رہیں افضل انہی اور اقبال عالی سے غلام ان سب کی شجاعت اور شہنشی سے
خوب آگاہ ہے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان واحد میں کس خوبصورتی سے سر میدان ایک ایک کی مشکیں باندھ کر آتا ہوں
یہ کہہ کے فضل بن گیا ہو ر مسلح اور مکمل ہو کے ہمراہ شاہزادہ عالی جاہ کے سوار ہوا اور شاہزادہ والا مرتبت نے ترک جوڑ
پوش اور فضل زکی اور مقابل زکی کو خوب سمجھا کے کہ اسی سوار وین ذرا فضل کی اور فضل کے بھائیوں کی رزم
و پیکار کی سیر اور کیفیت دیکھ کر ابھی آتا ہوں تم سب بندہ مست ملکہ گوہر ملک با طاعت و فرمانبرداری اسی صورت
سے بیان مستعد اور حاضر رہنا اور چار باغ کے گرد و نواح کی خبر داری اور ہوشیاری رکھنا فاضل بنو جانو اور ایک
ملکہ گوہر ملک کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ ملکہ تعین ہماری جان کی قسم کچھ اپنے جی میں و سو اس نہ لانا بلکہ تم جیسے
اسی بیج میں بیٹھ کر تماشا دیکھو کہ میں فقط دور سے سیر دیکھتا رہی چلا آتا ہوں یہ کہہ کے مع فضل بن گیا ہو ر خون آشام
چار باغ سے برآمد ہوا فضل نے عرض کی کہ شہر یار اب سرکار تو مع مرجان تیز رفتار آگے تشریف لے جا کے وہ جو بیان سے
گوں بھر کے فاصلہ ہر ایک میدان وسیع پر فضا نظر آتا ہے وہاں کسی ٹکڑے پر جلسے اپنے مرکب کی بانگ روک لیں اور سیر
غلام کی سر فرشی اور جان تشاری کی ملاحظہ فرمائیں چنانچہ شاہزادہ عالم تو وہاں جا کے کھڑا اور بیان فضل بن گیا ہو ر
خون آشام نے مع اپنے ساتھ ہزار سواروں اور رسالہ دار اور افسروں کے چار باغ سے کوئی دو گھنٹے پر جلسے میدان
جنگ قرار دیا اتنی دیر میں اُس طرف سے قیس بن گیا ہو ر اور لیس بن گیا ہو ر وغیرہ نو بیٹے گیا ہو ر کے
مع پتیا لیس ہزار سوار کے نمودار ہوئے اور آمد فضل بن گیا ہو ر کے اسی جا پر ٹھہر گئے اور تباری میدان جنگ
طرفین سے ہونے لگی تیر و داروں نے جمادی جھنڈی جنگل کی کاٹ کر میدان کو صاف اور شفاف کر دیا اور ملچہ کاری
کر کے نکل گئے سقے آب پاشی پر چھپے نرد و غبار بھلا رہے تھے آدھ شدہ لشکر نے قیاس سے کہہ ہوا کہ خاک ہو گیا اور اندام میں
دھندہ و اعلیٰ ہوا تھا اشعار دو لشکر پر ابر شد آراستہ ہزار ہر طرف بانگ برخواستہ بیان فرق آہن ہزار تار پانچ شیر غرزدہ بخت و

کشاہ وین از دہا سے علم	کہ پیر فلک را در آرد بدم	زمین آمد از نعل تازی جنگ	سنان شد بر گرو آسمان دورنگ
دلیران و گردان زر و غضب	بدندان فیرت گریزد لب	ز بیم سنان نافت و زدیہ چرخ	سراز جاذہ مر سجدہ سپر رخ
ز فریدن کوس عبرت فرا	زمین گشت بیکار و گرد و غبار	صد اہایرون آمد از بلبل جنگ	وزنگا دنگ و درنگا دنگ

چاوش اور میدان میں لٹکے مینہ اور میسر و قلب اور جراح سافقہ کی نگاہ آگے کا ہرادل پیچھے کا چنڈا اول چود جون صفین بآئین بہین آراستہ و پراستہ گردین اور کڑکیتون نے طرین سے باواز بلند سب دی امر مردان بکوشید تا جاہ زمان پوشید شعرو ز جنگ است جنگ بایا بیکردہ کوشش تمام جنگ بایا کردہ کمان من رستم و سہراب کمان

بازن و برز و شمر	باحوال جم جاسے عبرت نکوست	انسانی نہ از کاسہ مغز اوست	سکندر کہ یک نیمہ کم اینہ ساخت
ز آئینہ مرگ چون رنگ بخت	نظر کن درین طاق باز و بخت	کہ شکست چون فرق کستر جنگ	کجا رفت خسرو چہ شد کیقباد
نداری ز کاوش و دارایام	زیدون خداوند اکیل و تخت	زویا بنا چار بر بست رخت	بگر خون شد از دہلزار سیاب
کہ گشتی از وزہر شیر آب	بناک سپہ فرق رستم نگر	کہ ز دیدی از گزاد کوہ سر	چو بہرین بجاہ بلا شد ہزار
نماند آن بل بر زوے نادر	جان باکسے پاداری نہ کرد	بکس این جفا پیشہ یاری نکرد	گر آنکہ نام شجاعان عصر
نماند نکو تا بفر داسے شمر	شجاعت خدا در سل را پسند	شجاعان دنیا بخت رستند	کہ ام است پس آن دل چند
کہ آید بیدان تیر و کشت	وہ جلوة تام جہ و پدر	بہ پیش شجاعان شود جلوة گر	پس کونسا ایسا بہادر ہو کہ

آج اس صفحہ کند روزگار و اوراق لیل و نهار میں نام اسچے باپ دادے کا روشن کر کے ان بہادر و ن کا نام مثل حرف غلط نہادے دو بالو بالو با سب کہیں لو ہا بری بلا سے بچے آگے پت اترے اور بک پاچھے پت جاسے باواز کڑکیتون کی شکے جو انون کی آنکھوں میں نشہ شجاعت کے دل لال ڈورے پڑ گئے تھے اور ہر ایک مرد دلیر قبضہ شمشیر پر ہاتھ ڈالے برچھے برچھے کیے منتہی تھے کہ دیکھئے ہراول لشکر کا کون ہوتا ہو اور پیش دستی کون کرتا ہو ایک بار فضل بن گیا ہو کے بہائیون میں قیس بن گیا ہو رانی فوج کے پرے سے لٹکایا نافت میدان میں آگے قائم ہوا اور بہ آواز بلند پکارا کہ اے فضل بن گیا ہو کس خواب فطرت میں سوتا ہو ذرا آنکہ تو کھول دیکھ کہ وہ دن گزر گئے جو تو با با جان کی بدولت لاؤ لانا ہمیشہ اپنی شخصیت اور تکنت کو دکھلا کے جو چاہتا تھا سو بہر زیادتیاں کوشیتا تھا اور ہم پاس آداب والد بزرگوار کے کچھ عوض اسکا کچھے نہیں کر سکتے تھے سو اب بقول تجھے کہ مصرع آن قدح شکست و ان ساتی نہ تو نے خداوند بچہ ہزار ملک باختری پرستش چھوڑ کر اور حق ملک پیغمبر سل کا فراموش کر کے اپنی فوج سے غرور ہو کے نادیدہ خدا سے آسمان کو بہ الوہیت اور وحدانیت قرار دے کر اور اسکی پرستش اور ایک شخص غیر حق کی رفاقت اور شرکت اختیار کی باوجود ان کی سب حرمت اور آبر و خاک میں ملا کے ہم کو کچھ پیغمبر سل ذلیل و خوار نہ کر دیا اور بارگاہ مشینوں کے سامنے غل و منتقل کیا اور قابل آنکہ چار کرنے کے نہ رکھا اب کیا ضرور کہ اور ہزار دو ہزار آدمی بے واسطہ طرین سے مارے جائیں اور بے فائدہ آپس میں لڑیں مڑیں بہتر یہ ہو کہ اب توقف اور تامل نہ کریم اور تو سر میدان نکل کے امتحان زور بازو کریں اور ہزبان نیزہ اور دم شمشیر گنگو کریں بدون اعانت اور شرکت غیر کے تعقیبہ فیا بن کریں فضل بن گیا ہو ر خون آشام نے اپنے لشکر سے مرکب کو گرم تاز کر کے جواب دیا کہ اے قیس اس گنگو سے فضول اور تقریر بھول سے کیا حصول اگر تجھے عقل و فہم ہو تو بجشم القاف دیکھ اور بکوش ہوش بغور سن کہ نقاسے مشرک خدا ایک کثیر غیر خوک پاکیزہ جس باد یہ ضلالت گمراہ کنندہ عالم ہی اسکو خدا گناہین کفر و کافری ہر ملے ہذا القیاس گنجاہ علیہ اللعن و العذاب لائق پیغمبری نہ تھا یہ بجا بقول تنخیکہ مصرع وزیر سے چنین شہر یار سے چنان کی مثال کے موافق ہو گئے ہیں لازم ہے

کہ آن دونوں ہونو پر نعمت اور نفع کر کے مشرف بہ اسلام ہو ورنہ میں اتمام حجت کر چکا ہوں۔ بادشاہ داری زردی نشان
 امان کیا ہے وگرنہ گرانہ قیس بن گیا ہو۔ نے غلط و طیش میں آ کے بر چھا سینہ بے کینہ فضل پر مارا اور فضل بن گیا
 خون آشام نے ہسکے نیزے کو اپنی شان نیزہ پر گناٹہ لیا اور نیزہ داری باہم ہونے لگی جس میں طعن برار نکل کے
 چوبیسویں میں فضل نے نیزہ قیس کا ہوالی کر دیا قیس کی تلوار میں تو زمانہ تیرہ و تار ہو گیا اور قبضہ شمشیر پر
 ادا کر لپکا رکھا اور فضل نیزہ بازی خلال بازی عمود بازی حمال بازی شمشیر بازی راست بازی دیکھ کر چارہاس کے نہ کنا
 کر میں نے تجھے خبردار نہیں کر دیا یہ کیکے قاش زمین پر قائم ہو کے بقوت تمام ایک وار تلوار کا فضل بن گیا ہو۔ خون
 آشام کے سر پر کیا فضل نے اسکی تلوار کو آتے جو دیکھا تو باڑھ کو پچا کے بھن سپہری بندست کو پکڑ لیا اس تلوار کے ہاتھ
 سے چھوٹ کر غلغلا جا پڑی اسوقت قیس نے فضل کے کمر بند میں ہاتھ ڈال دیا اور طرفین سے زور کشش کے ہو گئے
 لوگوں نے کہا کہ صاحب اگر امتحان زور منظور ہو تو ان چارے گھوڑوں کو کہ بے زبان ہیں کیوں ہلاک کرتے ہو دونوں
 صاحب میدان میں کود پڑا اور کشتی زد یہ شے دونوں شخص گھوڑوں سے اتر کے کالہ لکھ کر بہ کر سینہ بہ سینہ دوش
 بدوش پہ کمالی جوش و خروش زور کشتی کا کرنے لگے ناگاہ شاہزادہ بدیع الزمان عرش جاہ سے دیکھا کہ چار گھڑی
 کے عرصہ میں فضل بن گیا ہو۔ خون آشام نے ڈال کر زخمیر میں ہاتھ منظر العہد اگر مگر سے کھینچا اور قیس کا لنگہ توڑ کر
 زمین سے اٹھا لیا اور سر پر چرخ دیکر مارا کہ چاروں شلے چت گرا تھا اسوقت فضل نے جھٹ پٹ مشکین قیس کی باجھ
 اپنے جلو دار کے حوالہ کیا ساتھ ہی قیس کے گرفتار ہو جانے کے لیس بن گیا ہو۔ بھائی اسکا مرکب چمک کے میدان میں
 آیا اور لپکا رکھا باش اس فضل کے گوارم تراکز دست من زندہ و سلامت روئے فضل بھی اپنے مرکب پر ہوا ہو کر
 مقابل میں آئے لیس نے دو چکر تلوار بازی فضل بن گیا ہو۔ نے اسکی ضرب کو سپر پر رک کر بوقت پر کشش تیغہ
 مارا کہ اسکی سپر کو کاٹ کر زخم کاری اسکے سر پر لگا اور لیس چکر کھا کے چاہتا تھا کہ گھوڑے پر سے گرے فضل نے اپنے
 مرکب کو دبا کے جھٹ پٹ اسکے بھی کمر بند میں ہاتھ ڈال دیا اور قاش زمین سے جدا کر کے اپنے ملازموں کو حوالہ کر دیا
 اس میں قریب دو پہر کے دن آچکا تھا کہ یہ حال زخم داری اور گرفتاری قیس اور لیس دونوں اپنے بھائیوں کا دست
 فضل بن گیا ہو۔ خون آشام دیکر الماس بن گیا ہو۔ اور قیاس بن گیا ہو۔ نے بل آسانش بجوا دیا اور صدر کے
 بل باز گشت شے نو جین طرفین کی پھرین اور تودہ ساتون بھائی باقی ماندہ بیٹے گیا ہو۔ کے مع اپنے لشکر کے
 خیمے ڈیرہ بن گئے اس میں فضل بن گیا ہو۔ خون آشام مع ساتھ ہزار سوار میدان سے مراجعت کر کے محصور
 شاہزادہ عالمقام آیا اور قیس بن گیا ہو۔ اور لیس بن گیا ہو۔ خون آشام دونوں بھائیوں کو مطلق اور مسلسل کیے
 ہمراہ اپنے محصور شاہزادہ عالمقام داخل چار باغ ملک حرمان دیو کش ہوا شاہزادہ عالمقام نے تعریف فضل کی
 شجاعت اور ہمت کی فرما کے حکم دیا کہ اس فضل سنو تم اب اپنی فوج و سپاہ سے بدجولی اور خاطر داری خوب سادہ سے
 ہوشیاری اور خبر داری کے بجائے آرام کرو ہم بھی اب لڑنے کے پاس جاتے ہیں کل جیسا کہ ہو گا دیکھ لیا جائیگا یہ کیکے
 شاہزادہ بدیع الزمان تو بارہ داری میں جا کے مع لشکر میں معروف ہوتا ہو اور فضل اپنی فوج و سپاہ کے ساتھ
 میں مشغول ہو ناگاہ کوئی دو گھڑی دن بچھلا باقی ہو گا کہ مرجان تیز رفتاری محصور شاہزادہ عالمقام کے بعد واپس آئے

خاندانی دست ادب سب سے عرض کی قطعہ

جہان تہا ہست اقبال جوان	سہارہ دولت امین از خزان باد ہر جانب کہ حرمت رکھ آرد	ظفر ہمدوش دولت ہمدان
شہر یار کی عمر و از لشکر الماس	بن گیا ہو۔ اور قیاس بن گیا ہو۔ میں بل جگ بجا صبح کو وہ ساتون بیٹے	

گیا سور کے پھر سر کر آرا ہوئے شاہزادہ والا مرتبت نے فرمایا کہ فضل بن گیا ہو خون آشام سے جانے کدو کر تم بھی حکم و بفضل ایزدی اور تائید ربانی بیکے جیل جنگ چنانچہ حسب حکم نظام شاہزادہ فایمقام کے فضل بن گیا ہو خون آشام نے اپنی فوج میں جیل جنگ بید رنگ بجا دیا عداسے کو س حربی اور فوج نامے زری سے زمین بھر کر آسمان میں نزل نظر آتا تھا فاریان و نیدار اور مجاہدان تو ر شکار آادہ مرگ اور مہاسے قضا ہو کر باہم گفتگو کر رہے تھے دیکھے شب حائل است فردا چہ زاید شکار و راندہ فیشہ گردن کشان یک یک کو فردا بکام کہ باشد فلک بزم اند کر کار سازی کنند ستارہ بجان کہ یاری کند کہ داند کہ فردا چہ خواہد رسید زودیدہ کہ خواہد شدن نا پدید ہدات پھر دونوں لشکر دن میں بڑی چیل چیل اور جاگ رہی ملا یہ طرفین سے پھر کیا آواز ہو شیار باش بیدار باش کی بلند ہوئی تھی اسی لیت و لعل میں رات بسر ہو گئی اور گریبان سحر پاک ہوا فوجین جہنم سے نکل نکل کر میدان میں آگے قائم ہوئے فضل بن گیا ہو خون آشام مسلح اور کھل ہو کر حضور شاہزادہ فایمقام پر اسے اجازت رخصت آیا اور اجازت طلب ہوا شاہزادہ والا مرتبت نے فرمایا کہ بھائی ہم بھی تو سوار ہوتے ہیں لطف اور کیفیت میدان جنگ کی تو توجہ دیکھنے کے قابل ہو یہ فرما کے شاہزادہ عالم نے پوشاک ذات اقدس پر آراستہ کی اور سوار سب رنگا کے ملکہ گوہر ملک کو سب سا بھجائے اور طمانیت کر کے کہ تم پردے میں بیٹھی ہوئی تا شاد کیو فضل آئی شامل حال ہو گھبرا نا است بعد ازاں مع فضل بن گیا ہو خون آشام گھوڑوں پر سوار ہو کے سمت میدان رزم روانہ ہوئے چنانچہ فضل تو بدستور روز اولین رخصت ہو کر اپنے لشکر میں جا کے ملحق ہوتا ہوا اور شاہزادہ والا تبار مع مرجان عیار ایک ٹیکرے پر جا کے نیرہ گاڑ دیا اور رنگ و جھان میدان جنگ کا ملاحظہ کیا کہ بلیداروں نے دونوں طرف سے نکل کے نشیب و فراز میدان کا ہموار کر دیا اور میدانوں نے مینہ میرہ قلب و جناح آگے کا ہرا دل پچھے کا چنڈا دل آراستہ اور پراستہ کر کے جو سوار کیچھے ہٹا تھا اسکو آگے اور جو فوج کے پرے سے آگے بڑھا تھا اسکو قضا دار کے پیچھے ہٹا دیا مگر گرد و پیش فبار کا یہ عالم تھا کہ آگے تمام گند لانا نظر آتا تھا اور زمانہ خاک بسر تھا سبے جانبین سے آبپاشی پر بجھکے ہوئے گرد و فبار کو بٹھا رہے تھے اب جو دیکھا تو کوئی دو گھڑی دن چڑھ چکا ہوا اور مطلع میدان کا صاف ایک ایک کو بخوبی دیکھتا ہو لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں کہ قدم آگے بڑھائے دور یا سے لشکر موج زن ہیں یاد و اثر و ہفت سر نہ کھوئے نظر آتے ہیں نقیب اور کڑکیتوں نے میدان میں ٹھکر نقابت اور کڑکیتی کرنا شروع کی اسو بہادران کو شہید تا جائے زمانہ نہو شہید شہر روز جنگ است جنگ باید کروا کو شش نام و رنگ باید کرنا مادی کڑکیتوں کے نیب دینے کے طرفین سے جو انان شمشیر زن اور دیوانہ تھن آادہ رزم و پیکار ہو کر انتظار میں کھڑے تھے کہ دیکھے ہرا دل لشاکون ہوتا ہوا ناگاہ الماس بن گیا ہو راتیا گھوڑا چمکا کے بمقابلہ فضل بن گیا ہو راتیا ہوا بعد جنگ نیزہ و شمشیر نو سب کشتی پر پونجی اور فضل عالی مرتبت نے چار گھڑی کے روز میں الماس بن گیا ہو ر کو زیر کر کے بازو لیا اور اسی طرح سے قیاس و غیرہ پانچ بیٹوں کو گیا ہو ر کے زیر کیا اور شکیں بازو حوالہ اپنے ملازموں کے کر دیا فقط محسن بن گیا ہو ر نوان بھائی فضل بن گیا ہو ر خون آشام کا باقی رہ گیا تھا اسنے جبکہ دیکھا کہ آٹھ بھائی میوے میدان حرب و ضرب میں فضل بن گیا ہو ر سے ہر ایک بات میں مغلوب ہوئے کہ گرفتار ہوئے ہیں کسی صورت سے اسپر غالب نہیں ہو سکتا ازراہ غاری لور مکاری بے ساختہ اپنے دونوں ہاتھ رومال سے بازو گھوڑے کے کدو پڑا اور دوڑ کر یہ کہتا ہوا کہ آٹھ بھائی قتل و ناکرہ گناہ و جہان گیسٹ بگونا گس کہ گنہ نگار چون نہ لیت بگونا گس بد کنم تو بد مکافات دی ہی پس فرق میان ما تو حصیت بگونا گس بقول تجھے از خردان خطاست

و از بزرگان امید غفور و عطا مست تو نے جو پہلے ہم سکو ہدایت کی ہماری شامت ایام اور پر گشتگی طالع سے کچھ ذہن اور ہم
 میں نہ آئی اب ہمارے اگلی یقین کامل ہو گیا کہ جو تو فرماتا ہے سب برحق و بجا ہے ہم غلطی پر تھے اور تو راہ راست پر ہے
 فتح اور نظر فقط تیرے دین اور مذہب کی تائید سے تجھے نصیب ہوئی ورنہ کیا باعث کرتا تھا یگانہ واحد اور ہم نو بھائی
 جس باپ کا تو بیٹا اسی باپ کے ہم بیٹے جو اتم پانوں تیرے وہ اتم پانوں ہمارے ہم سب زرد و طاقت شمشیر زنی سپاہ گری
 کی گھات میں تجھے کتریں تو معلوم تھا کہ تیرا دین برحق ہے لہذا امیدوار ہو کر غفور جہانم ہماری فرما کے وہ کلمہ ارشاد کر رہے
 انسان ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہم بھی شرف باسلام ہو کے تیری غلامی اور فرمانبرداری میں سعادت دارین و افتخار کو نہیں
 حاصل کریں فضل کے پانوں سے جا کے بسے گیا فضل بن گیا ہو خون آشام نے حسب حکم شاہزادہ عالمیقام کہ
 مومن کے دل میں کینہ نہ چاہیے اور حکم شریع ظاہر ہے جو شخص اقرار باللسان اسلام قبول کرنے کا کرے قتل اسکا
 واجب نہیں آگے بھون کا اسکے حال عالم الغیب کو معلوم ہو گا بقول کسی استاد کے شعر تو چہ دانی کہ در سرایش چیست
 عجب رادرون خانہ چہ کارہ بمقتضای فرستاد اور ارمیت فضل بھی اپنے مرکب پر سے ہان ہان کرتا کود پڑا اور
 محسن کو گلے لگا کر گیا کہ نہیں بھائی میں تجھے خوب جانتا ہوں اگر تو بصدق دل اسلام قبول کرتا ہو تو جو رتبہ اور مرتبہ میرا ہے
 میں بدل دجان تجھے راضی ہوا بسم اللہ کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو اور جو کچھ فریب منظور ہو تو ویسا کہ خدا سے
 ما بزرگ است محسن بن گیا ہو کہ مال عجز و کمکار زار زار رو کر کہنے لگا اے بھائی فی الحقیقت میں ایسا ہی غامی اور
 غلطی رو سیاہ ہوں لیکن اب تیرے اقدام عالی پر اپنا سر رکھتا ہوں کہ مجھے کبھی کوئی تقصیر اور خطا نہ ہوگی اور کوئی بات
 تیرے خلاف نہ کروں گا قطع کر گئے کہ دم در عصیان نمودم غفور کن و در گز ما ز کردہ ام کا فر خط ہم خانہ زادہ و در بنا شتم قابل
 غفور تو ایک پشت و تیغ با کس سے دامن کر خواہد خواست از دست تو داد و فضل نے یہ گفتگو محسن بن گیا ہو کہ
 شکے کا طیبہ ارشاد کیا اور وہ بد ذات از راہ کرو زور کر پڑھ کے مسلمان ہو گیا آسوقت فضل نے اپنے سب بھائیوں
 کی فوج و سپاہ سے پکار کر کہا اگر اے بہادر دیہ سب میرے بھائی تھے انکا تو حال تھے بچشم خود دیکھا اب تمکو کیا منظور
 ہے اگر تم حق و باطل میں تمیز کر کے کلمہ شہادت پڑھو تو یار و سب میرے بھائے بھائیوں کے ہو جو وہاں سے
 تمکو ملتا ہو اس سے انصاف میان حاضر اور میرے ہمراہ پیش کرو اور جیسے نہ منظور ہو وہ جہان میں چاہے
 چلا جائے ان پتالیس ہزار سواروں میں سے چالیس ہزار دلیران عرصہ کارزار نے تو یہ گلے کہ اے فضل بن
 گیا ہو خون آشام ہم لوگ قدیم الایام سے غلام موروثی اسی سرکار و ممدار کے ہیں اور آگے بھی رتبہ
 اور مرتبہ اور عزت اور آبرو اور عقل اور فہم اور لیاقت اور شجاعت اور دلیری تیری کل امیر اور امرا اور
 ادنی اسلئے رؤسے ملک سبجان سے افز و نتر جانتے تھے اور اپنا مالک ولی نعمت تجھے سمجھے تھے اور اب تو ہسکو
 یقین کامل اور اعتقاد بدل ہو گیا کہ تو بڑا صاحب اقبال اشجع روزگار میدان کارزار ہو جو تو نے کوئی کام کیا
 ہو گا کچھ اسے اپنے نزدیک مبتدع سمجھ کر کیا ہو گا وہی باعث تیری ترقی جاہ دولت اور فتح و مغرت کا ہے اور لاشک
 و لاریب دین تیرا برحق ہے پس ہو گیا اس میں غرور و تامل ہو جو طریق خدا پرستی کا ہو ہو کہ ہدایت کر کہ ہم
 اختیار کریں اور تجھے اپنا پیشوا سمجھ کر پیروا کے ہوں فضل بن گیا ہو نے کلمہ شہادت ان سب کو با واز
 بلند پڑھ کے سنایا اور وہ سب چالیس ہزار سوار بصدق دل کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے اور باقی ماند وہ
 پانچ ہزار سوار تیرے روز گازیہ کہتے ہوئے کہ ہم تو اپنے دین قدیم کو کہیں نہ چھوڑیں گے اپنے اپنے گھوڑوں کی
 باگیں موڑ کے سیدت سمت شہر سبجان فراری ہوئے فضل نے چاہا کہ تعاقب انکا کرے شاہزادہ

والا مرتبت نے دور سے بان بان کر کے مخالفت کی اور فرمایا کہ اے بہادر جانے دے بجائے کچھ نہیں کرے بعد ازاں شاہ
فتح کے بجوا کے بغضت و جرات تمام شوکت والا کلام شاہزادہ عالی مقام مع فضل بن گیا ہو خون آشام بڑی دھوم مچا
سے مزاحبت فرما کے داخل چار باغ ملک حرمان دیو کش ہوا ترک جوشن پوش قاتل زنگی مقاتل زنگی وغیرہ
سب سرداروں نے شاہزادہ عالم کو نذرین دین فضل سے ملاقات کی چاروں طرف شکامہ شادی اور غلغلہ مہار کباری بلند
کھا نڈروں بارہ درسی ملکہ گوہر ملک نے تیاری نڈروں اور نیازوں کی اور سامان ریشہ کا کیا قعدہ مختصر و در دوم
شاہزادہ عالم مع تمام اپنے سرداروں کے دیوان عام میں صدر جاہ و شہمت پر اجلاس فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ فضل
بن گیا ہو خون آشام نے اپنے آٹھوں بھائیوں کو بحضور شاہزادہ عالی مقام طلب کیا اور حسب الحکم سوار ہوا یہاں
فضل قیس بن گیا ہو واپس بن گیا ہو و غیرہ آٹھوں بیٹوں کو گیا ہو کے پاجولان کیے سامنے آئے اسوقت
شاہزادہ والا مرتبت نے اُسے پوچھا کہ اے بہادر وہ تم کو کچھ نہیں فضل بن گیا ہو خون آشام نے ہر دانگی زیر کیا ہے
یا غریب اور اپنے کو اب تم سب کس حال میں دیکھتے ہو حسب اتفاق جسوقت کہ آٹھوں بھائی فضل کے رہو شاہزادہ
والا قدر کے آئے اور آٹھوں نے شوکت و شان شاہزادہ عرش آستان کی دلچسپی خود بخود بکے دلوں میں ایک نیت پیدا
ہوئی تھی اور زنگ کفر آئینہ خمیر سے اُن کے یک قلم شک ہو گیا تھا اس عرصہ میں یہ کلام شاہزادہ عالی مقام نے اُسے جو کہا
تو وہ سب بے ساختہ دست ادب بازہ کے ہنسی ہوئے کہ اے شہر یار لاشک و لاریب نیرا دین برحق اور تو بڑا اقبال مند
اور نجت ارجمند ہو شعرا میں شجاعت بزور بازو نیست و جز بفضل و بفضل اوست معلوم ہوا کہ یہ ساری برکت تیرے
دین متین کی ہو پس جو اور کوئی دین تیرا قبول کرے وہ کیا کہے شاہزادہ والا نزا نے کا طیبہ ارشاد کیا آٹھوں بیٹے
گیا ہو کے بصدق دل اور کس بیعت کمر بڑھ کر مشرف باسلام ہوئے اور شاہزادہ والا مرتبت نے زو شادی و سرور
سے سپران گیا ہو کو اپنے سینے سے لٹاکے مٹھنے جلعت کیا اور ہر ایک کو دنگل بیٹھنے کے واسطے مرحمت فرمایا اور سب
بالمینان خاطر شاہزادہ والا گھر معروٹ جشن و نشاط اور شریک محفل انسا طہ ہوتا ہے

جب تک دو کلمہ داستان اُن پانچ ہزار سواروں کے جو کہ برشتہ نجت یہاں سے بھاگ کر سمت شہر سجان
گئے تھے گزارش کیا جاتا ہے

کہ وہ پانچ ہزار سوار نابکار تیرہ دور گار جو بیان سے مغرور ہو کے گنجاب کے پاس گئے تو اُن سے بختوں نے از ابتدا
تا انتہا سنا حال سپران گیا ہو کا بیان کر کے کہا کہ ہم خانہ زاد فقط پاس دین داری اور گنوار ہی اپنی جان بچا کے
واسطے اطلاع سرکار کے بیان تک آئے ہیں باقی وہاں تو سب بیٹے گیا ہو خون آشام کے اور تمام سوار اور غلام
شاگرد مشہ نے بدیع الزمان کا قلم پڑھ کے اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو گئے گنجاب نے یہ انہماک آن سواروں کی
زبانی سنے، نندہ سرور و بید کے بیچ و تاب کھایا اور ابھی ڈاڑھی کو توجہ اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیٹ کے گیا ہو
خون آشام سے کہنے لگا کہ اے بدو ات یہ ہر باری اور خرابی میرے گھر کی اور باعث افزائی مال و دولت اور فوج و شہمت
بدیع الزمان کی تیرے بیٹوں کی بدولت ہوئی اگر تیرے سب بیٹے ایسی شک حرامی کر کے مسلمان ہو جائے اور بدیع الزمان
سے نہ ساز کرے تو اس درجہ فوج اسکے پاس کہاں سے ہوتی گیا ہو خون آشام نے عتاب و خطاب گنجاب سے
منایت ترسان و نرزان ہو کر کمال عجز و انکسار عرض کی کہ یا غریب مرسل فی الحقیقت جو کچھ عرض اس تمامے ناش
کے غزیر غلام کے حق میں سرکار تجویز فرمائیں غلام نزا دار اسکے ہو لیکن اتنا امیدوار ہے کہ خیر بیٹوں نے تو جو کیا ہے
اسکی سزا اور تیرے غریب سرکار سن لیتے کہ غلام نے اسکے واسطے کیا کیا اب غلام کو اجازت ہو کہ ایک

مرتبہ غلام بھی ذرا جا کے رستی اور تھکنی اُس طرح الزمان کی دیکھے اقبال عالی سے دعوئے تو غلام کو یہ ہو کر سب بیٹوں کے سرکاش کر اور سر میدان بدیع الزمان کی سنگین باندھ کر غلام آکے سرکار کو منجھ دکھائیگا اور اپنی مرتبہ بدوں تصفیہ کے بقول شخصیکہ مصرع جمع ہوں خدین کب یا وہ نہیں یا ہم نہیں غلام اگر میدان سے پھرے تو نثار پرست کوئی غلام کو شکے سب خدا پرست ہی اور سلمان غلام کو گھبین یہ کہہ کے اپنی سپرتلواری پر دے کے اُٹھ کھڑا ہوا اور گنجاب سے رخصت ہو کر باہر نکلا اور لاکھ سوار اور پیادے کی جمیعت سے بیٹھ پشت کر گدن پر سمت چار باغ ملک حرمان دیوکش روانہ ہوا علقمہ اضطرلابی وزیر اعظم دستورالنعیم گنجاب کا کہ بظاہر مصلحتاً تقاریرست مودت اور باغن مرد سلمان خدا پرست مودتوں علم رمل میں دھیر و زنگار ہوئے اُسے ایک روز قاعدہ علم رمل سے دیکھا تھا کہ بدیع الزمان فرزند زرقاقت ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحبقران کا تہام ملک باختر کو اسلام آیا اور گنجاب جوقت اس وزیر نے مال روائی گیا ہو خون آشام کا یہ نتیجہ خباکست چار باغ ملک حرمان دیوکش کے سنا بعد برخواست دربار گنجاب کے اُس وزیر نے اپنے گھر میں آکے وفور بن علقمہ سے اپنے بیٹے سے کہا کہ امیر فرزند تو اپنے ہمراہ فوج و سپاہ لیکے شاہزادہ بدیع الزمان عالی جاہ کی خدمت میں جا کے انتخا کو میں اور سعادت ارین حاصل کر اور جہان تک پہنچے ہو گئے اُس شہریار عالمقدار کے کا جان نثاری اور سر فروشی میں تا صبر نہ رہنا وفور بن علقمہ نے کہا کہ امیر قبیلہ و کعبہ فدوی کا بھی دل یہی چاہتا تھا کہ کسی ذریعہ سے زیر اقدام عالی اُس شاہزادہ ذوی الاحترام کے چونکے سرخرو سے جاوید ہوں یہ کہنے کے چالیس ہزار سوار باپ سے رخصت ہوا اور سمت چار باغ ملک حرمان دیوکش روانہ ہوا اُٹھا سے ماہ میں اپنے جی میں سوچا کہ یوں غالی ہاتھ بحضور شاہزادہ والا صفات جانا نہ چاہیے یہ گیا ہو خون آشام جو کچھ کہ خزانہ اپنی فوج کے مرث کے لیے ہمراہ لیے جاتا ہوا ملکہ اگر کوئی گھات بن پڑے تو اپنے قبضہ میں لاسکے بطور نذرانہ و رشکیش کے بحضور شاہزادہ بدیع الزمان لیاؤن بس یہ پیش خود تجویز کر کے بمشورہ دیران فوج آدمی رات کے عمل میں چالیس ہزار سوار سے لشکر گیا ہو پر شیخون مارا اور تمام خزانہ اپنے قبضہ تصرف میں لاسکے شادان و فرمان بند مت شاہزادہ والا شان روانہ ہو گیا اور لشکر گیا ہو میں اُٹھا دوع آفتاب آپس میں کشت و خون ہوتا رہا اور خوب تلوار چلی جبکہ روشنی صبح کی بخوبی ہو گئی ایک ایک نے ہاتھ کیسٹیا اور بوجہ غیبتات یہ ثابت ہوا کہ وفور بن علقمہ اضطرلابی نے شیخون مارا اور خزانہ لے گیا گیا ہو خون آشام نے یہ حال شیخون مارنے اور خزانہ بچانے وفور بن علقمہ اضطرلابی گنجاب کو لکھ بھیجا گنجاب وہ عرضی گیا ہو خون آشام کی پڑوس کے علقمہ اضطرلابی سے بہت آزر دہ ہوا اور کہا کہ جب تیرے بیٹے سے ایسی حرکت ناشائستہ اور نکو نامی ہو تو اور کسی سے مجھے کیا توقع ہو علقمہ اضطرلابی نے جواب دیا کہ اس گنجاب تو چلیبہر برسل بوجہ ہزار ملک باختر کا ہو جس حالت میں کہ بغیر تادیب یعنی تیری بیٹی اور خداوند لقا کی ہو ملکہ گوہر ملک جبریل درگاہ یا قوت شاہ خداوند زادے کی سنگیر سپر حمزہ کے ساتھ رابطہ دوستی اور اتحاد ہم چو نچا کے سلمان ہو جا تو میرا بیٹا اگر مجھے منحرف ہو گیا اور بدیع الزمان کا شریک ہو کر مشرت باسلام ہو تو اس میں میرا کیا قصور میں کیا کروں میں بھی تیری طرح سے مجبور ہوں گنجاب نے یہ گنگو علقمہ اضطرلابی کی سنے بہت سچ و تاب کھایا اور جواب ہو کر رہ گیا وہان وفور بن علقمہ خزانہ گیا ہو خون آشام کا اپنے ہمراہ لیے جوقت قریب دروازہ چار باغ پہونچا ایک عرضی بدین مضمون کہ خانہ زاد باستدھائے جیہ سائی عقبہ ملک تکریم لایک مقیم بمشورہ واجازت والد بزرگوار امیدوار یاریابی بارگاہ اور زیارت اقدام عالی کا ہو آئندہ جیسا ارشاد ہو بچا لائے لکھ ایک اپنے مقرب خاص کے ہاتھ مرجان تیز زمار کے پاس بجوادسی اور مہالان نے دھرمی بچا کے نظر قدس شاہزادہ

نامور گذرانی شاہزادہ عالم جہاٹ اور فوت اور حسن عقیدت اور خلوص نیت پر وفور بن علقمہ کی غور فرما کے اپنے دل میں
 نہایت محظوظ ہوا اور فرمایا کہ لبہ القہر و نور بن علقمہ کو باعزاز و اکرام تمام عباد لاؤ چنانچہ حسب الحکم و نور بن علقمہ کی شانہ
 والا مرتبت سے ملازمت ہوئی اور شاہزادہ عالم نے کمال عظمت خداوند اندکری بیٹے کو مرحمت فرمائی و نور نے وہ چکر سے
 خزانے کے پیشکش کیے شاہزادہ عالم نے ان کے فوج اور سپاہ کو تقسیم کر دیے بعد ازاں وہ شاہزادہ عالم قدر بہ تہیہ رزم و پیکار
 گیا ہو ر خون آشام کے جنگی پوشاک پہن اور تمام سلاح اپنی ذات پر آراستہ و پیراستہ کر کے ملکہ گوہر ملک سے پاس
 لشکر لٹ لایا اور ملکہ کو بہت بھیجا کے اور دجولی کیسے قاتل اور مقاتل زعمی کو طلب کیا اور حکم دیا کہ امروہا دروہم اپنے
 اسی ہزار سواروں سے اسی باغ میں بخدمت ملکہ گوہر ملک حاضر ہو اور ہوا و ان کو واسطے حفاظت اور خبرداری اور
 ہوشیاری کے گرد پیش باغ کے میں رکھو اور تہ کیا کیا کہہ دو کہ کوئی قاتل نہ رہے القہر یہ گفتگو کر کے شاہزادہ عالم
 مع فضل بن گیا ہو ر خون آشام اور قیس بن گیا ہو ر و قیس بن گیا ہو ر وغیرہ اور ساتھ ہزار سوار ہوا و فضل
 اور چالیس ہزار ہوا و اسی کے نو جوانوں کے ہرادیے سمت لشکر گیا ہو ر خون آشام روانہ ہوا اور باغ کو جس جگہ کے
 جہان پیش خیمہ استادہ تھا وہاں اپنی بارگاہ میں داخل ہوا اور گرد و پیش تمام میدان میں لشکر فروری اثر شاہزادہ
 نامور کا اثر ہر ہر اے لشکر کفر و ظلام نے یہ خبر نہروں اچھل و دروہ اقبال فرما نے فوج دریا مع شاہزادہ
 عرش آسمان کی جا کے گیا ہو ر خون آشام کو ہونچائی گیا ہو ر نے نہایت درہم و برہم ہو کر حکم دیا کہ ہاں اب
 توقف اور مال کرنا لیا ضرور اسی وقت بلبل جنگ بیدار ہو کر دوپہر ایک مرتبہ لشکر کفار میں صدائے بلبل جنگ
 بلند ہوئی وہاں شاہزادہ عالم مرتبہ بدیع الزمان جو اپنی بارگاہ میں بیٹھا ناچ و گدھا تھا سامنے سے رحبان تیز رفتاری
 لے آئے زمین ادب کو بوسہ دیا اور بعد دعا و ثنا سے شاہی لپکارا شاہزادہ عالم کی تہذرات ہو لشکر گیا ہو ر خون
 آشام میں بلبل جنگ بجا اور بجلوہ کا فر سے میدان کا رزار ہو شاہزادہ عالم نے مجبور و استماع اس کلام سے
 فرمایا کہ شعر سر نے نیم ز شمشیر حبیب ہر چہ آید بر سر من یا نصیب و جزو شہادت تقدیر ہو وہ بوضہ طور آیا اور آنگاہ اس میں نظر
 اور تردد محض بجا ہو کہ وہ و فضل ایزدی اور تائید ربانی ہمارے لشکر میں بھی بے بلبل جنگ حسب الحکم اس و الاشیم کے
 فوج اسلام میں بھی صدائے کوس حرلی اور نور ناماے رزمی بلند ہوئی غازیان دین ناما اور مجاہدان متور شہانہ آواز
 مرگ میاں سے قضا ہو کر وزیر اقبال گانے بنگانے باہم مبعنا ہو اور مافقہ کر کے ہم دوش و ہم آغوش ہو کے کہتے

تھے کریار و شب عالم است فردا چہ زاید اشعار	ار اندیشہ زدن کشان بیک	کر ذوالکبا - نہ کر گرد ظلم
زمانہ کرا سازگار کے کند	ستارہ بچائے کریاری کند	کرا ناماچ اقبال بر سر زند
کہ دانکہ فردا چہ خواہد رسید	آرودہ کہ خواہد شدن نامید	سبا دران عرصہ کار زمانہ دوران ناما را اپنے آلات حرب
کو دیکھنے بھانے لگے تلواروں پھونکوں میون کو سان پہ چہ چاہایا بہون نہ رہون چارائینون خود و ستانوں کو درست کیا	ناقص ناقص تیرون کو نکال ڈالا اچھے اچھے تیرون کو تر کشون میں بجا اگر انبازاری سحر کی بد چہ اتم ہو گئی تھی در فین	سے لشکر و ن میں طلایہ پھرنے تھے آواز ہوشیار باش بیدار باش کی بلند تھی تمام رات جاگ اور چل پل رہی اب وہ وقت تھا
لگے ہونے نظر دینے نارسے ہاتھ	چھپانور میں جاوہ کشان	موذن اذان سے ہو بہر ہند
ترخ شمع اعلیٰ نیر روی ہوا	لباس ظلم لا جور دی ہوا	سیکا نفس مٹی نیم زمان
یعنی نیم سحر زمان ہوئی اور در حمان چہ ترا و ممالان میوہ دار پر طائر ان خوش الحان ذکر خالق حق شہر کی ہوا	ہوے شعر ایران جنگی بامیں جنگ کشیدند ہر کبان تنگ تنگ ہر دونوں لشکر و ن میں کریم ہوئے	

مرجان تیز رفتار نے پائے سوات والا مرتب شاہزادہ کو بوسہ دیا شاہزادہ عالم نے آنکھ کو لکڑی چھڑا کر رات گسٹی باقی ہو گئی
موصی کی شاہزادہ عالم نماز کا وقت ہوا اور نوحین طرفین سے کرنبدی کر چکی ہیں اب نظر چاہتی ہیں فرمایا اگر اچھا پانی ہنوکو
لو و فراش آفتابہ سیلاچی ایسے حاضر تھا آپ نے آنکھ کے وٹنوکیا منہ ہاتھ دھویا اور رکعت نماز صبح سے فارغ ہو کر پوٹا لکڑی
مطاح ذات اقدس پر آرام کیا اور باہر برآمد ہو کر اپنے مرکب پر سوار ہوئے چپ و راست سے فضل بن گیا ہو ر خون
آشام اور سب بھائیوں نے اس کے آگے حجاز کیا اور شاہزادہ عالمیقدار نے اپنے تمام رفقاء سے جان نثار اور مریدان نامدار دست میلان
کارزار و فوج افزا ہوا تیر واروں نے اس کے آگے بڑھ کر حجازی جھنڈی سیالان کی کٹ کر ہموار کر دیا پہلے کار پہلے کاری
کر سنے لے بسا درون نے اس کے کھیت کو دیا شہر

کر سنه لے بسا درون نے کہے کھیت کپڑیاں شہر	بمیران رسید نامہ روان کا	از اہم شدند آن بل ہر دیار
چونہ سکندر صفت آراستہ	از تریات الیوان فصاحت	از بیان پر طاووس باغ جنان
ظہار سے سر پر کشیدہ چو سدا	اگر ہوا شد خوش آئینہ بان	سرور دل محو شہستان از بود
ز نقارہ آواز آمد بیرون	کہ گردون استعدون ادب	از زمین در منزل زلی ناکت راہیں
سعدی فیض میں جن ناکت روح بود	سہ پہر سے فوج بر فوج بود	آسمان تہام گند لاگند لا سورج کے منہ پر زرد می چھائی ہوئی

[illegible]

ہوا تو انہوں نے کھل گئی گرا ایک چادر خون کی بکری فضل کے منہ پر لی قریب تک فضل کو غش جاری ہو تا ہوا وہ ترمصوبت بدل زمان لا ترخ
جو فضل کو زخم کاری کھائے حالت غش میں کیا ایک بار اپنے رہوار کو نیزہ قمار کر کے برابر گیا ہو کر پونچھ اور فضل سے کہا کہ اگر تم بہادریاں
باغ میں جا کے عاجز زخم میں مصروف ہو میں جواب تیرے حریف کا بخوبی دے دیتا ہوں یہ کہہ کر گیا ہو کر سے باور بلند فرمایا کہ باش اگر نہ ہو گیا
ایک حریف تو رسیدیم لا ضرب مردان عالم گیا ہو خون آشام شاہزادہ عالم مقام کو اپنے مقابلے اور مجاہدے میں آنے دیکھ کر نیزہ بڑا کر لیا
اور دیکھا کہ مصرع صید را چون اجل آید سوسے صیاد روداد اس پر حمزہ تیرہ روز کا تو سنے یہ کیا حرکت خلاف ادب کی کہ نیزہ باری اور فرہ آہ
یہ کہ شکر خدا و نژاد سے جبرئیل درگاہ یا قوت شاہ کی ملکہ تو ہر ملک کو اغوا کر کے بغیر بیاہر و سر چارہ میں لا کے اپنا ہم صحبت کیا ہو اور
کچھ قہر خداوندی اور عتاب پیغمبری سے اپنے دل میں بچے خوف نہ آیا حال کو گذارم کہ از دست من زخم و سلامت روی شاہزادہ عالم مقام
سنے یہ گفتگو گیا ہو کر کی شکے جواب دیا کہ امی علیہ السلام اللہ اب گیا ہو تو یہ کیا بکتا ہو اور تیرا لقا خاک پیکر خوس باد یہ خلافت کیا اصل کھتا ہو
بہتر تیرے حق میں یہ ہو کہ اگر تو اپنی نسبت چاہتا ہو تو اس شرک خدا پر لعنت کر کے ملت بیفادین اسلام کو قبول کر دے اس طرح اوس
زلت و خواری سے تو مارا جائیگا کہ تیرے حال پر ابیان دریا اور مرغان ہو گریہ و زاری کر غلے اشعار میں اپنا اپنے زرم و جنگ آیم
نہ از ہر زرم و زنگ آیم ہم ہر گران ہر کرا بار سر بر تن است حکیم علاجش بدست من است ملکیا ہو رہے تقریر شاہزادہ والا تو قریب سے
مثل شعلہ جوالہ بھڑک اٹھا نہایت درہم اور برہم ہو کر وہی نیوہ جو اٹھ میں تھا سینہ بے کینہ پر شاہزادہ مامور کے مارا شاہزادہ عالی
شان نے شان نیزہ کو شان نیزہ پر کاغذ بیاشارا ہے آتشیں اندگھاسے آتش بازی کے وہ نون نیزوں کی ستانوں سے پیدا
ہوئے اوداب طرفین سے نیزہ درمی شروع ہو گئی اشعار

چنان نیزہ بانیزہ آمیختند	انسان یک بر گیر و آویختند	کہ بر ہم نہ چنید زبان گو نہ مار	لو دخل اجل ہر دو مار گبار	شان چوں زبان و سنہ نیزہ	شان با چنید زبان گو نہ مار
--------------------------	---------------------------	---------------------------------	---------------------------	-------------------------	----------------------------

ساتھ ساتھ طعین نیزے کی باہر دوہل ہو میں تھیں کڑا ایک مقام پر شاہزادہ والا خرام نے نیزہ گیا ہو کر کا کاغذ کر لکھا دی کہ
صاف وہ نیزہ ہاتھ سے گیا ہو کر کے مانند ہوائی آتشازی کے ہوائی ہوا گیا ہو خون آشام نے اپنا نیزہ نکل جاتے دیکھا دونوں
ہاتھ فاس زین پردے سے اور یہ کہنے کہ اویج الزمان غضب کیا تو نے میرے ہاتھ سے نیزہ ہوائی کر دیا مگر دیکھ کیا نیوہ آبدار شیر قہر
اختیار میں ہو کر اگر ہر سر کوہ مار میوں تو تیرے زمین جاتے بوسہ دے خبردار ہو جاہ نہ کہنا کہ خبردار نہیں کر دیا جا کہو ستیے کا ایکٹ رہبر
اقدس شاہزادہ والا تبار گیا ہر چند گرفتار شاہزادہ عالیجاہ کی اسی طرف لڑی ہوئی تھی مگر شدنی شردیگر اور قضاور خدا سے کسی کا چارہ
نہیں شاہزادہ عالم تو اس خیال میں تھا حسب اتفاق تو اور گیا ہو کر کی شاہزادہ عالی وقار کے رہوار کی آنکھ پر پڑی اور ایک بار وہ گھوڑا
سڑپ کر چاہتا تھا کہ سکندری کھا کے کرے شاہزادہ والا قدر رکب کو سنبھالنے لگا اس عرصہ میں گیا ہو کر کے دوسری ضربت تیرا آبدار
کی بر سر شاہزادہ عالی وقار لگی گرا ایک زخم دامن دار سڑپ پر اس عرش اقتدار شاہزادہ نادر کے لگا اور خون جاری ہوا اس
آنحضرت دوران شاہزادہ عالی شان نے غلین الاور برعت تمام روال سے اپنے مقدس کو خوب مستحکم بانہ مگر نہ سیدورث دیوبند کو پیام
سے کھینچا اور اسی حالت زخم داری میں مرکب کو ہلکے تیز گیا ہو کر کے سر پر مارا گیا ہو کر نے سراسیمہ ہو کر سپر کو پناہ کیا لیکن نیوہ لپوٹ
دیوبند نے سپر کو شل قرہ چنے دو گھر سے کر دیا گیا ہو کر نے جلدی سے اپنے دونوں پاؤں رکاب سے نکالے زمین خالی کر دی اور کھسک
پر آ رہا تیرا آبدار نے گیا ہو کر کے گھوڑے کے دو گھر سے کر کے زمین پر جا کے بوسہ دیا ایک طرف تو گھوڑا خاک پر گر کے تپنے لگا اور
ایک طرف گیا ہو کر زمین پر تھکے بھل گرا اور پھر سنبھل کے اپنی فوج و سپاہ سے باور بلند کئے لگا کہ ہاں جنگ فلوہ کر دوس ساتھ
اٹکے کئے کے خیل خیل زیل زیل تہیہ تہیہ قشون قشون دتے دتے گروہ گروہ انوہ انوہ فوج کفار زمین اور اعدا سے دین تہزہا
گیا ہو کر سپرین تلوار بن بلند کر کے چلے اس طرف سے بھی قریب لاکھ سوار ہر میان فضل اور ہر اور ان فضل کے لشکر کفار کو آمادہ
ازرار کئے دیکھ کر جھٹ پٹ جا کے فٹ پٹ ہو گئے اشعار چلے فول کے فول اور فٹ کے فٹ ہٹے موسن و گبر یا ہم لپٹ

ہمارے ہر سمت ملے ہوئے
 دے دے کے ہائے اپنے گون گون
 تختائرت کے عالم میں چاکرین
 نہ جیز سائے تیج جاسے بناد
 لکھنوار گوشوں میں تھے چلے کس
 پرے ہائے کرتے ہوئے ماز
 زرد پوش اور چارائینہ بند
 کہ تھا دہریں غرضہ زیتنگ
 کہیں حلق نسل تھے خیر سے
 نئی سنی کسی کے کیچے پانگ
 کسی پیادے نے ڈالا فرکوا
 ہوائی لٹی اڑ گیا فیلبان
 غلے میں پڑیں حیان خیمین
 کسیکا جدا تیج سے بند
 ہر سے ہوئے کشتوں کمز چاک
 گئے کتے ہائے کے پائے ر
 پڑ کتا تھا کوئی کسی گیت میں
 ہزاروں ترہتے تھے مردیر
 چھپے کتے لاشوں میں نہ جھپ
 کوئی غم میں بیٹے کی جی کھول
 بھیتے کے لاشے پہ کوئی ڈھال
 گھڑاوتا ہنولی کی لاش پر
 لیے جاتا ہمایان کھول کھول
 ہمارے ہر سمت ملے ہوئے
 دے دے کے ہائے اپنے گون گون
 تختائرت کے عالم میں چاکرین
 نہ جیز سائے تیج جاسے بناد
 لکھنوار گوشوں میں تھے چلے کس
 پرے ہائے کرتے ہوئے ماز
 زرد پوش اور چارائینہ بند
 کہ تھا دہریں غرضہ زیتنگ
 کہیں حلق نسل تھے خیر سے
 نئی سنی کسی کے کیچے پانگ
 کسی پیادے نے ڈالا فرکوا
 ہوائی لٹی اڑ گیا فیلبان
 غلے میں پڑیں حیان خیمین
 کسیکا جدا تیج سے بند
 ہر سے ہوئے کشتوں کمز چاک
 گئے کتے ہائے کے پائے ر
 پڑ کتا تھا کوئی کسی گیت میں
 ہزاروں ترہتے تھے مردیر
 چھپے کتے لاشوں میں نہ جھپ
 کوئی غم میں بیٹے کی جی کھول
 بھیتے کے لاشے پہ کوئی ڈھال
 گھڑاوتا ہنولی کی لاش پر
 لیے جاتا ہمایان کھول کھول

زبردست قوی باز و کرجلی تلواروں پر جا انگلی رکھنے کی نہ تھی خدا کی پشت پناہ سے دس دس میں میں گھاروں کو کوئی کھولنے کیلئے چار
 طرف مچ تھے مانند انگلیوں کے ناخونوں کے سرکات سرکات کے خاک میں ہویے تھے لاش پر لاش دھڑ دھڑ پر دھڑ پر دھڑ گونے جاتے
 تھے کشتوں کے پتے لگ گئے تھے بازار ملک موت گرم تھا کوئی کو چہ حفظہ امان نہیں نظر آتا تھوڑے کو چہ زخم کے وہاں بھی بجز مرغ
 روں بشر کا لڑ نہ تھا اور کوئی گوشہ فایت سوائے گوشہ لکان کے نہیں ملتا تھا اسوقت از بسکہ مراد شاہزادہ بدیع الزمان تار سے
 بسبب زخم کاری کے خون شدت نکل چکا تھا اور ثرت سخی دکوشش اور خمیر زنی سے ضعف بدرجہ اتم ہو گیا تھا بسبب عیش کی طرکی
 ہونے لگی اس حالت میں اس والا مرتبت نے تلوار کو میان میں کر کے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کے گلے میں ڈال ڈال رہے ہوں
 اور خود فراموش ہو گیا اس مرکب ہونے جو اپنے راکب کو باہن حال گزالی دیکھا جنگ ساز نہ لگا جو کوئی برابر آگیا اسکو لشکر مار
 کے ہاپون سے اڑا دیا جس کسی نے آگے سے سوارا ہونے کا ارادہ کیا اسکو پیر کے چپا ڈالا غرض اسی طور سے یوں زمرگان

سے صاف لنگھتا ہوا سمت صحرا چلا گیا بیان فضل بن گیا ہور خون آشام کی فوج نے جبرمٹ کیا اور نشست فاش ہو گئی شوقست
 زخم داری میں فضل پس پا ہو کے چار باغ ملک حرمان دیو کش میں آیا اور دروازے کو قفل اور سد و در کے چارست فضیل پر
 تو میں چڑھا دین اور فلیٹہ دروازے پر تیل کے کڑھاؤ کر دک کے پوئے ہندیان بارود کی بیسے ہوئے کچھ گولہ انداز سرخ سرخ سنہری ہونکی
 پشیمان سرور پر اور سرخ سرخ بجنی کاسنی پٹکے کروں سے باز سے مٹے ان تو یوں کے بیٹھکے ہوئے متابین روشن کیے ہاتھوں میں بیسے
 اور ادرستے چہرے سے اور انتظام باغ باطنیان تمام کے فضل بن گیا ہور خون آشام اب ساجو زخم میں مشغول ہوا اور
 اب شہدہ داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان والا نشان سے گذارش کیسا جاتا ہے

گردہ را ہوا شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کو بیسے ہوئے قریب دس بار کوس کے فاصلہ پر نکل گیا اور ایک میدان وسیع العطا اور
 حوصلے فرحت افزا میں بکے داد ہوا جان کو سون تک سبزہ دوپ کا نیروزہ کن عشرت نازک طراوت اسکی آنکھوں میں جھپکی جاتی تھی دیکھ
 از لبکہ دو شبانہ روز کا جو کھا اور چاسا تھا چراگاہ میں گھاس کھانے لگا جب خوب پیٹے جبر کے گھاس کھا چکا تو پانی کی تلاش میں
 چلنے لگا ایک نہر آب کی پانی اسکا مثل مردارید صاف اور شفاف تھا مٹھڑے ہجج مان با تھا اس نہر کے قریب گیا کنارے پر پانی پینے لگا
 جب پانی پی چکا تو یہ بھی ایک معمول کی گھوڑا پانی پینے کے بعد پھر پری تھا اس گھوڑے نے جو پھر پری لی تو شاہزادہ عالمقدار
 اس را ہوار کی پشت پر سے جدا ہوئے نہر میں گر اور تختے خوں کے جو اس کے سر میں جھکے تھے وہ بچہ و نگر سے پانی میں غلو دھو کر
 بیسے حسب اتفاق اس صواب میں خواجہ آشوب سوداگر فرد کس تھا اس وقت لب نہر وہ اپنے نیچے میں بیٹھا سیڑس نہر کی کمر ہاتھ لگا کر
 پانی میں اس نہر کے ایک لکیر خون کی نمودار ہوئی دم جو ہمزادہ خون اور پانی غلو نظر آیا خواجہ آشوب نے آمد خون کی اس
 نہر کے پانی میں دیکھا اپنے خواص اور خدمتکاروں سے کہا کہ بارہا میں نے تم سمجھوں سے بتا کید تہم مخالفت کر دی ہو کہ نہر کا و لوڑوں
 اور حائل اور غزالان صحرانی جو اس چراگاہ میں نہر کے کنارے پھرا کرتے ہیں پانی پینے کو آتے ہیں خبردار کوئی انکو میدان کرنے پاسے آتے
 کسی کو نہیں منع کرتے و راجا کے کچھو تو یکے کس ہانور کو شکار کر کے اس نہر کے کنارے ذبح کیا ہو کہ خون اسکا بہنا چلا آتا ہے تب تک
 اپنے مالک کے دو ایک خدمتکاروں نے جو وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک جوان لوطا ستہ وجیہ وکیل پہر صولت آفتاب طلعت شعر
 نہ تو میں چہرہ ماہ کمال : وہ ماتھے پہ کبکے ہوئے سوکے بال : سر پلو زخمون سے چوراگاد مٹھڑا و سر تو پانی میں اوڑھ کر بیٹھے
 کا منہ لا اور دونوں پاتوں نہر سے باہر خون میں آغشته زخمائے کاری سے مثل توشہ لارہ خوان شکستہ بیوش اور خاموش آفر
 تو خاموش چہرہ ان خواصوں نے خواجہ آشوب سے بتا کی کیا کہ خواجہ سلامت کوئی جانور تو نہیں کہ اگر ایک نہر جوان سبت خوبصورت
 نہیں معلوم کہ کسی ملک کا بادشاہ یا کوئی شاہزادہ آسمان جاہ یا کوئی سوداگر کچھ کسی سے زخمی ہو کر لب نہر آکر گرا ہی مافوق طالع طریق
 نے اسے بطع زرموار سے ار کر بیان ڈال دیا ہوا اور آپال فاسیاب سا لکیر چلے گئے بن اسی کے جسم سے یہ خون جاری ہو اور وہی
 خون نہر کے پانی میں ملہوا چلا آتا ہو خواجہ آشوب یہ نقل شکر اسی وقت متا بانہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جا کے شاہزادہ عالم کو باہر
 ہیئت کنائی دیکھا اپنے جی میں سوچنے لگا کہ شخص تو کوئی بڑا جلیل القدر عالی خاندان کچھ صورت آشنا معلوم ہوتا ہو شاید اسے عین
 کہیں دیکھا ہو ناگاہ نگاہ خواجہ آشوب کی جو نہر میں آگستری شاہزادہ و لاگو ہر پہ جا پڑے تو اس میں نام شاہزادہ عالم مقام کا
 پڑے کے چہرہ شاہزادہ انہم گرد و لشکر نکل صاحبقران بیضا جقران شاہزادہ بدیع الزمان بوجہ کے خواصوں خدمتکار
 سے حکم دیا کہ اسے جلد میرا لپٹ کر لے آؤ وہ سب خدمتکار اور خواص بحث پٹ جھے میں جا کے ایک ٹپک لے کر خواجہ آشوب سے چہر
 خدمتکاروں کے نہر میں گھس کے بڑی انصاف سے شاہزادہ عالم کو پانی سے نکالا اور تمام زخموں کو جسم الہر کے اپنے ہاتھ سے دھو کر اور خوب پاک
 صاف کر کے بسولت تمام چاک پرٹھایا اور اپنے خیمہ میں دیا سمین سے ایک بران شہر نجاب کا رہنے والہ رت سے خواجہ آشوب کے پاس شہر
 رکھتا تھا اور ہزار دین سلوک ادر صدام احسانات اسکے کے آپر تھے خواجہ آشوب نے اسکو اپنے پاس ہزار روپیہ دیے اور شاہزادہ

اولاً شان کے زخموں میں مانگے دلو کے سرہم کی پٹیاں چڑھا دیں اور اس جراح سے اقرار کیا کہ اگر تو اس بلا مرتب کو جلد چھڑا کر دے تو میں کیا
 دشمنوں پر ہونگا اور بہت سا سلوک کرونگا چنانچہ جو وقت زخموں پر سرہم کی پٹی رکھی گئی اور دھوئے اور پاک کر کے باعث سے ملا دیا اور
 ہولہ رخ میں پہنچی تو آٹھ شاہزادہ عالم کی کھل گئی اور اسے دیکھا کہ ایک بٹک پر پڑا ہوں اور گرد و پیش میرے کچھ لوگ جمع ہیں اور سچا
 میرے ایک مرد بزرگ تاجرو وضع اشک درخیزان نہایت مغموم اور پریشان چہان پر حسرت و محبت مجھے دیکھ رہا ہے شاہزادہ عالم کو پہلے تو ایک
 تھیرھا کر ہیں یہ کیا معاملہ؟ میں بیان کہان بعد از ان خیال آگیا کہ شاید میں میوان رزم میں گیا ہو ر خون آشام کے ہاتھ سے زخمی ہو گیا
 تھا تو حالت غش میں گھوڑا میرا بیان سے کے آیا ہو یہ سمجھ کر آٹھ بیٹھا خواجہ اس وقت نہایت شادان ہو کر بولا کہ کیوں صاحبزادے زلج
 سہارک کیسا ہر شکل خدا کا کر آپ کو میں نے ہوشیار ہونے دیکھا شاہزادہ بدیع الزمان نے پوچھا کہ آپ کون بزرگوار ہیں اور مجھے بیان
 کون دیا خواجہ آشوب نے سو سے پانوں تک تصدیق ہو کر کہا کہ مرشدزادہ عالم میرا نام خواجہ آشوب مشہور ہے اور میں ہوا سلطان جعفر
 کے چہرہ ذات سے آیا تھا اور امیر باتویر نے ازراہ ہندہ نوازی مجھے اپنی زبان مبارک سے بھائی اپنا فرمایا اور دستار بدل کی ہر میں نے
 کنارہ جدول آب کے حضور کو دیکھا اور آپ کی ہر گین سے میں نے آپ کو پہچان کر آپ شاہزادہ بدیع الزمان فرزند ازراہ قاف
 ثانی سلطان امیر حمزہ صاحبقران کے ہیں تب وہ فوراً دعوے جودیت اور جوش محبت سے میں بیان اپنے خیمہ میں حضور کو اٹھایا
 اور جراح کو طلب کر کے ٹمٹکے لگو اسے سرہم کی پٹیاں چسپہن دوا میں شاہزادہ باقبال یہ حال شے نہایت خوش ہوا اور بہت سی
 قولین خواجہ آشوب کی کی یہ تو وہاں مدوق نازا ہیں باحال اس گیا ہو ر خون آشام کا بیان کیا جاتا ہے کہ گیا ہو ر نے ایک وحشی
 پر غصہ من کر ای پیر برسل میدان جنگ میں بوقت مقابلہ بدیع الزمان میرے ہاتھ سے زخمی ہو کر کسی سمت کو نکل گیا ہوا اور وہ
 نالایق قفصل بیابا بھی میرے ہاتھ سے زخمی ہوا اور بھاگ کر چارہ رخ میں چھپا کر میں اس تیرہ میں ہوں کہ قفصل کو چارہ رخ
 میں گھس کر گرفتار کر لیں اور ملکہ گوہر ملک کو مع اسکی خااصون اور تمام ملازموں کے اسیر اور دستگیر کر کے بیان سے
 سوار کر دیا قتل اح محل میں پونچھا دھن لہذا امیدوار ہوں کہ تو حاکم وقت اویچہ ہزار ملک باختر کا مالک اور پیر مرسل خداوند پاک
 اپنی فوج کو خواہ کچھ اور ہر کار سے چہر اسی وغیرہ ایسے لوگوں کو چاروں طرف بھیج کر بدیع الزمان کو پکڑ دانتا کہ وہ اس وقت
 بے دست و پا نہایت زخمی اور مجروح ہو کچھ نہیں کر سکتا آخر کہیں اسی گردنواح میں گھوڑے سے گر پڑا ہو گا غرض اور
 اپنا حال جو کچھ تھا لکھ کر گنجاب کے پاس بھیجی اور گنجاب نے وہ عرصہ پڑھ کر سنجانی عیار کو حکم دیا کہ تو پہلے تو تمام
 شہر سنجان میں بعد اسکے تیس تیس چالیس چالیس کوں تک منادی کر دے کہ جہاں کہیں جیلہ گھر میں بدیع الزمان زخمی
 ہو کر آئے یا جو کوئی اسے گرفتار کرے یا کسی کو وہ کہیں لپکے یا جہاں اسکا گھوڑا پکڑا جائے اور وہ شخص آکر سرکار پیر
 مرسل میں اسکا سرخ لٹاکے خبر کرے تو اسے اس قدر گنیمت سرکار سے عنایت ہو گا کہ پھر اسے دولت دنیا کی حاجت کبھی عمر
 بھر نہ رہے چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے سنجانی عیار دس بیس عیار اور پیادے چوبترے کے اپنے ہمراہیے ایک ڈھنڈھوٹے
 سے منادی کر دیا شہر سے باہر سمت دیہات کے چلا جاتا تھا کہیں باہر سے وہ سید جراح خواجہ آشوب کے پاس سے شاہزادہ
 بدیع الزمان کے زخموں پر سرہم پٹی چڑھا کے اپنے گھر کو پھر آجاتا تھا اسے جو یہ منادی سنی اور سنجانی عیار کو دیکھا اس
 جراح ولد الزنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنجانی سے کہا کہ اگر تم مجھے گنجاب کے پاس پہنچو تو میں بدیع الزمان کا
 تمام دون سنجانی عیار اسے اپنے ساتھ لے کر گنجاب کے پاس گیا اور یہ وقایع گنجاب کے سامنے بیان کر کے ملازمت اسکی
 گنجاب سے کہہ دالی گنجاب نے اس سے پوچھا کہ سچ بتاؤ نے بدیع الزمان کا سرخ کسے مکان میں رکھا ہے وہاں سے ہم پہنچا یا
 آئے عرض کی فلم رعایا سے شہر سرکار سے ہر چہ جراحی کا کرنا ہو جہاں کوئی زخمی ہو گا وہاں ہم ملا موں کی رسائی خواجہ ہر
 چنانچہ ماجرایہ ہوا کہ ایک سوداگر اسی گردنواح میں بیان سے کوئی دس کوں کے محلے پر ظان نگر کے کنارے آٹھواں کے

خیمے میں برقع الزمان و غلام نے اس کے سر کے زخم میں ٹانگے لگائے مریح کی چٹان چڑھائی میں در خواجہ آشوب کے نام پر قربان ہو
 گئے اب نے یہ حال سنے نہایت ہیچ و تاب کھا کے ارباب باختری ایک فخریہ متوجہ ہو کر حکم کیا کہ تو اسی وقت جا کے مریح الزمان کا
 سر کاٹ کر خواجہ آشوب کو ہزار دست و خواری رفتار کر لا حسب حکم گنجائش ارباب باختری مع اپنے تئیں ہزار سوار کے اس وقت بارگاہ سے
 نکل کر روانہ ہوا اور کوئی پر جبر کے زور میں قریب تین کوس کے پہنچا حسب اتفاق ایک غلام خواجہ آشوب کا کچھ سودا خرید کر نکلو سبجان کی طرف
 تھا آئے جو فوج کو دیکھا تو پوچھا یہ سب کہاں جاتے ہیں چاکر دن نے کہا کہ اید باب باختری ہمارے دربار میں تئیں ہزار سوار کے خواجہ آشوب
 سودا کر کے آئے ہیں پھر اس کو اپنے گھر میں چھپا رکھا اور رفتار کرنے اور گھر بار لوٹنے کو چلتے ہیں یہ خبر حشت اثر شے کے وہ غلام ہیں جو
 اور خواجہ سے جا کے سارا حال کہا کہ خواجہ سلامت آپ غافل کیا بیٹھے ہیں ارباب باختری تئیں ہزار سوار سے حسب حکم گنجائش سے رفتار کرنے اور
 ماتحت قبا یل اسباب کے آئے خواجہ آشوب نے جو یہ ماجرا سنا تو جلدی سے ایک پیالہ شربت کا تیار کر کے آئیں قدر سے بیوشی غلو طردی
 شاہزادہ بلیع الزمان کے پاس بیجا کے کہا شاہزادہ عالم اس شربت کو نوش فرمائیں بہت مفید ہو شاہزادہ عالم نے بے تاوان اس شربت کو پی لیا
 اور دم بھر بعد بیوش ہو گیا اس وقت خواجہ نے شاہزادہ عالم کو ایک صندوق میں لٹا کے نہ خانہ میں جہاں در ہزاروں صندوق ملل اسباب کے تھے
 وہاں رکھوا دیے افضل بن آشوب جو خواجہ آشوب کا بیٹا تھا اسے عرض کی کہ با دادا جان شاہزادہ عالم تمام کو لوٹاپ نے ہمارے چھپا لیا لیکن ارباب
 باختری پوچھ گیا کہ وہ زخمی کیا ہوا اور وہ جراح گواہی گواہان اور شہادت شہود گفتگو کر گیا تو کیا جواب دیا کہ خواجہ آشوب نے کہا بیوشی اسی
 اسکا توجہ کوئی جواب یاد نہیں فعل سے کہہ کر با دادا جان میں اپنے ہاتھ سے ایک تیر پہ سر پر تار ہون اور آپ اسی مریح کی پی تیر سے سر پر
 رکھ کے اسی پلنگ پر بکائے شاہزادے کے لٹا دیے جس وقت ارباب باختری آئے تو بلا غصہ و خفا سے ان پر ملے آئے دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا
 یہ کہنے افضل نے تیر اپنے سر پر مار کر ایک زخم افضل کے کاسہ سر میں لگا خواجہ آشوب ہر چند بیوش خون شفقت پوری متیاب ہو گیا تھا مگر
 آپ کو ہمت حال کے یکے تار ہوا اگر ہزار بیٹے مرقہ دس پر شاہزادہ بلیع الزمان کے تار ہو جائیں تو بھی فقیر زرا از زخم کو بستی تمام پاک کیا اور دم
 کی پی اسی پر چڑھا کے اسے اسی پلنگ پر لٹا دیا اور منہ پر اس کے چادر ڈال کے برابر بیٹے کے بیٹھ رہا اتنی دیر میں ارباب باختری میر جراح کو ساتھ
 لیے تئیں ہزار سوار سے آپو نجا اور چار طن سے محاصرہ کر کے آپ ہا شمشیر ہنسا زخمی کے چھ نوکر جا کر مارے خواجہ آشوب کے کچھ بول سکھارے
 باختری نے مع سید جراح اندر خیمے کے جا کے دیکھا کہ خواجہ آشوب غوم اور کدہ بیٹھا اور برابر اس کے ایک پلنگ پر کوئی شخص شکل بیارہ
 مجرد کے سر سے پائون تک پڑا ہوا ہے بیوش پڑا ہوا بھی ارباب باختری تو یہ اس پلنگ کے کہیں پہنچا تھا کہ خواجہ آشوب نے ارباب باختری
 کو دیکھ کے کہا ان ان صاحب یہ کیا ظلم کر مسافروں اور مساکین کے مکان میں لیون میا خنہ آپ تھسے چلے آتے ہیں وہن ٹھہرے وہن
 ٹھہریے اور یہ کہنے لگے اٹھ کر دیکھو وہ ڈاؤن ارباب باختری نے اسے فیض و غضب کے یہ کہنے کو اور بذات تو عتاب گنجائش کچھ نڈرا جو تو نے
 لیون نخت و خطر اس دشمن خداوند تھا اور مغوب درگاہ مغیر سل یعنی مریح الزمان کو اپنے گھر میں چھپا کے رکھا دو کوڑے خواجہ آشوب کے ہاتھ سے
 خواجہ آشوب تھلا کے رو گیا اور چہرہ سب کے ہاں ان کے کہنے لگے کہ اگر صاحب ٹھہریے ذرا میری عرض میں لیجے یہ تو میرا بیٹا ہے مریح الزمان اسکا نام
 نہیں ہو وہ جراح جو ساتھ تھا اسے ارباب باختری سٹھا شاہزادے کے کہہ کر سرکار یہ سودا ربرای مکار ہو اسکا بیٹا نہیں ہو یہ سودا گریاں بنانا
 ہوا اور مجھ کو بولنا بھی تو میں مریح کے چھاپہ بد لکریان سے گیا ہوں یہ مریح الزمان ہی ہے جسے مغیر سل نے خطاب لند اقبالی کا دیا تھا آپ
 اکی چادر اٹھا کر منہ تو رکھیے میرا مجھ کو کھل جائے گا ارباب باختری نے برابر پلنگ کے بلکے چادر جو کھینچی تو افضل بن آشوب ایک ہالکا کھینکا
 کہہ کر اے با دادا جان آپ یہ کیا غضب کیا مجھے چادر کھینچنے سے بڑی ایذا ہوئی ارباب باختری صورت افضل بن آشوب کی دیکھ کر ایک سکتے
 یکھا ت میں رہ گیا اور نہایت اپنے جی میں چل ہوا کہ ایک تھوڑا سا جراح نابکار کے ماری کہ سرتن سے جدا ہو گیا بعد ازاں ارباب باختری نے
 بہت سا غم خواجہ آشوب کے کیا اور پوچھا کہ یہ معاملہ کیا تھا اس جراح کو تھسے کیا عادت پیدا ہوئی جو اس کو ام نے یہ فتنہ انگیزی کی تھی خواجہ
 نے کہا کہ ارباب باختری اجا رہا ہو اگر کل یہ بیٹا بقریح طبع عال کو ہستان میں جا نکلا تھا وہاں چند قلعہ الطریق مجتمع تھے اور طبع دینا

انھوں نے عامہ کے چاہا تھا کہ ٹھوڑا مع زین نگام میرے بیٹے کا چچن این فصل نے بمقتضای عمر شباب تلواری کڑی زخمی ہو گیا اور وہ ایک آدمی کے
 اسکے ہاتھ سے مارے گئے اس میں کچھ اور لوگ میرے نوکر دن میں سے جو اسکے ساتھ گئے تھے ہونے لگے وہ نفع طریق بھاگ گئے میرے ملازم اسکو
 پالکی میں ڈالے جس پر اس نے اسے اس جراح کو بٹا کے پاس توڑے دیکر زخم کو بخیر کرایا اور کہا کہ میں تجھے جس وقت کہ میرا بیٹا غسل محنت کرے گا
 تو نگا اس بذات جراح کو طمع دانیکر ہوئی اسنے کہا کہ وہ زخم اور مجھے پیچیدگی میں غسل محنت کرنا اور نگا میں اس میں ہزار کیا اسنے کہا اگر تم مجھے
 ٹھکر روپیہ نہ دے گے تو میں تمھارا مال سب سٹواؤں گا اور رفت میں تمھاری جان اور عزت جائیگی میں نے کہا کہ میں کیسی چوری نہیں کی
 خون نہیں کیا میں تجارت پیشہ سوداگر رہا یا ہے پیڑ پر مل سے ہوں بچرم خطا سیرا گھر اور سب کون ٹھیکہ اور کون بقیہ سودا میری گردن پر لگا
 پس اتنی بات پر اس بذات نے یہ منفسہ پروازی کی اور بابا بختری غور محنت کر کے مع اپنے بیس ہزار سودا روں کے دہان سے بھاڑا گنجاب
 ساری حقیقت اور شہادت اس جراح کی بیان کی اور کہا میں نے اسے ذلت اور ذامت کے اس جراح کو جہنم داخل کیا گنجاب کے کہا کہ یہی آگ
 سزا جہنمی تھنوب کیا غرض یہ کہ گنجاب غموش ہو رہا اور بابا بختری اپنے نگل پر جانے بیٹھا وہاں کا حال دیکھ کر حبیب ریاب باختری بھی
 آشوب کے پاس سے گنجاب کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوا تبخواجہ آشوب نے شاہزادہ بدیع الزمان کو مندرجہ میں سے لگا لے کر لٹک پر لٹایا اور نیک
 رنج بیوشی کا دیا شاہزادہ کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ بائیں طرف برابر میرے ایک پتنگ پر فضل بن آشوب بھی زخمی پڑا ہے شاہزادہ عالی مقام
 پوچھا کہ خواجہ سلامت خیر باشد یہ فضل کیونکر زخمی ہو گیا خواجہ آشوب نے سب سرگشت اس بیجراح کی منفسہ پروازی اور بابا بختری
 حسب حکم گنجاب کے آنے کی اور ملحق فضل کا اپنے ہاتھ سے تیرس ہزار کے زخمی ہونے کی شاہزادہ عالم سے بیان کی شاہزادہ والا رشتہ سے
 خواجہ آشوب کا یہ حال دیکھ کر اپنے ذرا غضب کیا مجھے ہوشیار کر دیا ہوتا ہے جو باوجہ ان بی سلطان صاحبہ ان آپ کی تعریف و توصیف
 ہمیشہ دیا کرتے تھے فی الواقع کہ میں نے آپ کو دلیسا ہی دیکھا اور میں نے آج سے فضل کو اپنا بھائی کہا القصاب بوجہ چند روز کے شاہزادہ
 بدیع الزمان اور فضل بن آشوب کے زخم مجھے ہونے لگے اور فضل محنت کی تیاری ہوئی خواجہ آشوب نے بڑی دھوم دھام سے تیاری جشن کی
 کر کے خانے اور بابا نشاؤ کے بلوائے ہنگامہ رقص و سرور گرم ہوا شاہزادہ عالم اور فضل بن آشوب دونوں پاس بیٹھے نوح دیکھ رہے تھے
 قضاے کار تھا کہ سرگرد و اور ارم زاد بخشی اپنے دونوں حیاروں کو بدیع الزمان اور قاسم کے ملک سنان میں خروج کرنے
 اور شخون مار کر ظلم دانے کا دفاع پرہ کے واسطے تحقیقات اس محل کے گنجاب کے پاس بھیجا تھا وہ دونوں حیار جو سبیل سے حسب حکم لقا ہوا
 باختر کے چلے تو کوئی پہرہ نہ گئی ہوئی جہاں یہ محبت نوح و ملک کی خواجہ آشوب نے قرار دی تھی وہیں آگے نکلے اور ان دونوں حیاروں کو جو
 دیکھا تو نسبت عیاری محض میں جا کے تاشاد کہنے لگے ناگاہ ان دونوں کی شاہزادہ عالیجاہ بدیع الزمان کی جانب آہری دونوں نے
 بدیع الزمان کو غور دیکھ کر پکارا اور باہم کہنے لگے کہ خداوند لقائے ہم کو اسی بدیع الزمان کی خبر کے واسطے گنجاب کے پاس بھیجا ہے چلو اب یہ حال دیکھو
 گنجاب کے کہیں کہ بدیع الزمان خواجہ آشوب کے خیمہ میں رہتا ہے ہم چشم اپنے اسے نوح کہنے کی محبت میں بیٹھا دیکھ آئے ہیں قصہ فقریہ کہے دونوں
 سنان گین بھرتے سمت سنان روانہ ہوئے اور جبکہ بارگاہ گنجاب کے دروازے پہنچے تو انہیں لے کر یہ دونوں مغرب درگاہ لقا اور طاؤس میں اس
 مشرک خدا کے مشہور تھے گنجاب کے آنے آنکی خبر کے بڑی عزت اور توقیر سے ان دونوں حیاروں کو بلایا اور کرسیاں بیٹھے کو دین ہتر گرد و سرور گرم
 زاد بخشی گنجاب کو سلام کے نیچے اور عقبہ محنت میں مشرک خدا کی طرف سے جو کہہ کر کھانا تھا وہ پیام چو پٹیا اور لہجہ اسکے ان دونوں حیاروں کے برسر
 مذکور کہا یا پیڑ پر مل بھی ہم چلے آتے تھے اشارہ میں بدیع الزمان کو خواجہ آشوب کے خیمہ میں ظان بھیل کے کنارے دیکھا کہ فضل رقص و سرور میں
 بیٹھا ہوا فضل بن آشوب شراب پی رہا تھا گنجاب جو یہ حال شاہزادہ بدیع الزمان کا سنا شل سرور ہم سبچ و کھانے کے سمت اور بابا بختری
 ہوا اور کلنا نہ لکھ کر بابا بختری پر نہایت قناٹا لگا دیا وہ اٹھج و ہر بلور و دان یعنی بابا بختری نہایت غیظ و طیش میں اپنی سیر تلواری
 پکڑ کے دفن چھڑا کر ہوا اور سرور ہر عالم یہ کلام کر کے کہ بلوگ سپاہی پیشہ محل گفتگو کے ماحول کے نہیں ہوتے فقط اس خیال سے کہ تیرا خیر و
 اپنے ٹھک کھایا ہوا سوقت کچھ تجھے نہیں کہہ سکتے ہر چند کہ بدیع الزمان کو نہیں دیکھا تھا فضل بن آشوب زخمی پتنگ پر پڑا تھا اور اگر

فرس کر دم کر دیاری خواجہ آشوب کے بدیع الزمان کو کہیں مخفی کر رکھا ہو گا تو ماری بلا جانتے تو سننے خلاف شان ہمارے گھر کی اب ہم بھی
رفاعت اور شرافت بدیع الزمان کی جانے کرتے ہیں آخر تو بدنام ہو چکے ہم باؤز ملیند کہے دیتے ہیں جسے جو حملہ ہو کر وہ ہمارا مقابر بن گیا اور
ہمیں جانے دے ہم شاہزادہ بدیع الزمان کی اطاعت اور فرمانبرداری کر نیکیاں جلتے ہیں فرض یہ لکھا ہے ساتھ والوں کے بار بار جھگڑی
رفاعت اور میری محبت منظور ہو وہ میرے ہمراہ چلے میں شاہزادہ بدیع الزمان کچھ تھیں جاکے ملت بیضا دین اسلام قبول کرونگا اور انکی غلامی
کو افتخار داریں پناہ کھو نکلا اور شبہ غبار ستی منظور ہوا سکا جہان جی چاہے جدا جائے سب تھم والوں نے جواب دیا کہ اسرار باب باختری ہم
تیرے مطیع اور فرمانبردار ہیں تو فرما ینگادہ بجان دل قبول کر نیکیاں بگو میان رہنے سے کیا سرکار قصہ مختصر باب باختری بخون و خطر بارگاہ
گنجائے باہر نکلا اپنے کرب پر بیٹھ کر مس میں ہزار سواروں کے سمت چار باغ ملک مانٹ لو کش روانہ ہوا بارگاہ گنجاب میں کسی کا اتنا حوصلہ نہ
کر روک لیتا مقابلہ اور مجاہد کرنا تو بڑی بات تھی کوئی جواب نہ دے گا گنجائے گفتگو باب باختری کی نیکیاں اچھا بڑا کچھ نہ کہا دل ہی دلیں بیچ
و تاب کھانے رہ گیا جد وقت کہ اسرار باب باختری سوار ہو کر بارگاہ سے بہت دور نکل گیا اس وقت مہلیل دراز ترکیب کے گنجاب کی جانب ہی غلب ہو کر
حکدیا کہ تو جاکے بدیع الزمان کو اگر زمرہ دستیاب ہو تو شکین باز ہو کر اور جو اسے تو سرکٹ کر حیدر لہیل دراز ترکیب نے پیش خود یہ سوچ کر کہ اس مہلیل دراز
شجاعت اور دلادری کا شہرہ سچہ ہزار ملک شد باختری میں مشورہ ہو گئے ایک ادنی ذلیل وقفات سپاہی بدیع الزمان کے مقابلے اور محاربت کو چاہا
موجب کسر شان کا جو وقت بدیع الزمان بزم میکا سوکوس پر جاگ کر دم لیگا پس کیا ضرور ہوا اپنے چھوٹے بھائی اہلیل دراز ترکیب کے کہ اگر جہاں
تو جاکے بدیع الزمان کو کچھ دلا ہو جب اس کے کھنڈے کے اہلیل دراز ترکیب نے لشکر کو لیکر سمت چار باغ روانہ ہوا حسب اتفاق ایک غلام خواجہ آشوب
کا شہر سنجان میں دکان بڑائی کی کرتا تھا اسے جو یہ ماجرا اسرار باب باختری کے برخاستہ خاطر ہو کے گفتگو سے مرادہ دار گنجائے کرنے اور منتیں
ہزار سوار سمت شاہزادہ بدیع الزمان جانے اور بہرے کے اہلیل دراز ترکیب کو یہ مشورہ مہلیل دراز ترکیب حسب جازت گنجاب ہر شاہزادہ
عالیجاہ روانہ ہو نیکا سنا اور دیکھا جھٹ پٹ اپنی دکان کو بند کر کے خواجہ آشوب کے پاس گیا اور سارا حال باز ابتدا تا انتہا مفصلاً اور مشروحاً
بیان کیا خواجہ آشوب یہ حال سنے چاہتا تھا کہ ہر شاہزادہ بدیع الزمان کو کسی حیدر سے کہیں مخفی و نہان کر کے شاہزادہ عالم کو سلا حال
معلوم ہو گیا اسے ہرگز قبول نہ کیا جب خواجہ آشوب نے دیکھا کہ اب اس مقدمہ کو طویل کھنچا اور شاہزادہ بدیع الزمان کسی ترکیب سے
سیر لکھا نہیں مانگا مجبوراً اور ناچار آل کار کو سوچ کر جھٹ پٹ منع ال و اسباب تجارت کشیتین پر سوار ہو سمت ملک برہنہ ہوا لیکن
مفضل بن آشوب خدمت شاہزادہ والا مرتب رہا اور شاہزادہ رستم دل آمادہ زرم و بیکار ہو کر آٹھ کھڑا ہوا اپنی سپہ سالار پرکے ملک پر
سوار ہوا الویش سے باہر نکلا اس عرصہ میں اہلیل دراز ترکیب مع اپنی فوج و سپاہ کے آہو پناہ اور شاہزادہ علی مقدار کو کہ وہ تنہا بجان
واحد میدان میں مسلح اور کل اسادہ دیکھ کر نایت کبر و غفوت سے پکارا کہ باش ای خیر و سرترہ روزگار کے گزارم ترا کہ از دست من زندہ
و سلامت رودی اور مرکب کو چپکے کے قرب شاہزادہ والا تبار کے آگے کہنے لگا کہ غریب مردان عالم کر ارادہ دست و پا آوری دار کیم شاہزادہ
عالم نے جواب دیا کہ اے اہلیل دراز ترکیب ہمارے طریق من حریف پریش دستی نہیں کرتے شعر تو اول بر آور تناسے خویش ہے
کہ من خشم امید ہم جاسے پیش ہے اہلیل دراز ترکیب نے کہا کہ اے بدیع الزمان میری موت تمہارا و ما بچہ ہزار جو وقت تو میرا
غریب سے جانبر ہوا تو تیرے دل کی حسرت اور جی کا ارمان کیونکر نکلے گا دو ہمارے وہ جو چلے مارے ہے سوخ کر نیے پڑ گیا ہمارے ہے
شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ اس گفتگو سے فضول سے کیا حصول تجھے جو ہو سکے کو تا ہی نہ کہ اگر خدا میرا کہ وہ قادر مطلق و تیری
غریب سے مجھے محفوظ رکھتا تو میں تمہیں غریب لگا دیتا اہلیل دراز ترکیب نے کہا خبردار رہنا یہ نہ کہنا کہ خبردار نہیں کیا تھا یہ کہنے لگے ایک بار
تلوار کا بر سر اقدس شاہزادہ نامہ دار گیا شاہزادہ عالم نے اسکی ضرب کور وک کے تیغہ مارا کہ مع واکب اور مرکب چار پر کالے ہر سو فوج و سپاہ کی
اپنے سر وار کو مارے جانے اور جنم واصل ہونے دیکھ کر چار طرف سے تلوار میں کھنچ کھنچ کر شاہزادہ عالی مقام پر کپڑی ناگاہ از پردہ
بیابان گردے ہر فاست تیرہ تیرہ وغیرہ سرگرد بہ آسمان رسیدہ وہاں سے گردن زمین دوزیہ غلطان و پیمان چون سر زلف عربان شاہزادہ

گرو کو اور گردنے مارا ہوا گو داس گرد شکافہ ہوا دیکھا کہ ار باب باختری تیس ہزار سوار سے آہو نچا اور یہ تاشاے ندری منج کفار کا
 ہزاروں پیاد اور سوار اس کی تاشا ہزارہ عرش افتد ار پر تواریں کیے آدو دزم پیکار تھے دیکھ کر اپنی فوج کے موکر آداسے میلان
 کارزار ہوا اور آن واحدین فوج ابلیل ناز تر کیسب خرمیت کھ کے بھانک کھڑی ہوئی اور ار باب باختری اپنے مراب کو پیکار کے قریب
 شازادہ عالی مقام پہنچا اور گھوڑے سے کود کر کاب سعادت استباب اس عالی مقام کو پیکار شازادہ عالم علی بان ان کے کو پیکار باب
 باختری سے لکے کہ میں اندھاسے زیارت اتمام عالی در تھانے حصول دین اسلام میں پنجاب سے کشیدہ خاطر اور کھستہ دل ہو کے آیا ہوں
 چاہتا تھا کہ قدموں پر گر پڑے شازادہ والہ شربت نے ہاتھ پکڑے لکے سے لگایا ار باب باختری نے پھر عرض کیا کہ شہر یار غلام غلام
 کہ جو آپ کے دین کو اختیار کرے دیکھ کے شازادہ حاضر نے گریہ شاداد ارشاد کیا ار باب باختری کلمہ پر مسد کے مسلمان ہو گیا بعد ازاں اپنے
 تیس ہزار سواروں سے پہنچا کہ کیوں صاحب میں نے تو ہر پرہ کے عالمی اس شہر یار کی بدل جان قبول کی اور ابھی میں نے جہودت
 گنجاب کے بزرگ ملا تھاتھے کہ اتنا تھک رہا ہوں کہ کبھی نہ کھڑا ہو سکوں نہ دیکھو نہ بھجوں نہ دست ادب باندھ کے عرض کی کہ اس سرار بہتویہ جانیتے ہیں
 جو آقا کا دین وہ لو کہ دین بنوئی بلکہ شاد سیجی کہ ہم بھی پڑے کے مشرف اسلام ہوں ار باب نے کا طیبہ ان سب کے سامنے باور
 بلند پڑھا اور سمجھوں نے بصدق دل کلمہ پڑے کے اسلام قبول کیا بعد ازاں شازادہ عالی مقام غفلت تمام و شوکت مالا کلام شادایا
 فتح کے بجو اسکے مع ار باب باختری اور تیس ہزار سوار دست چار باغ ملک حران دار ہوا

اب شمعہ داستان حیرت بیان ملکہ کو سر ملک بیان کیا جاتا ہے

کہ جس وقت گیا ہو خون آشام کی ضرب تیغ سے شازادہ عالی مقام زخمی ہو گیا اور گھوڑا اس سوار عالی مقام کو کیر حالت میں
 وعدہ گاہ معصات سے نکلا سمت اس جھیل کے گیا تھا گیا ہو رنے چار باغ ملک حران دیوکش کا محاصرہ کیا تھا اور چاہتا تھا کہ بلوہ
 کر کے چار باغ میں گھسے قاتل زلی و قاتل زلی دونوں غلام جان شازادہ نامدار کے مع اسی ہزار دیوان عرصہ کارزار تلوہ نیوٹا
 میں ہو کے فیلہ دروازہ پر آ بیٹھے اور گرد پیش چار باغ کے خندق کھدوا کے پڑا کر دی اور چار طرف تفصیل پر توپیں چڑھا دیں
 صرے انکے سمت میدان گولہ انداز مسلح اور مکمل متابین ہاتھوں میں یہ پھرے اور گولے اوپر سے مار رہے تھے فیلہ دروازہ پر بادشاہ
 جوان ہشی بیک ہڈیاں بارود کی تیل کے کڑھاؤ کر دک کے پوسے توپوں کے گولوں اور چھریوں کی پوچھا کر رہے تھے مگر گیا ہو ر باہ
 اسکے کہ ہزاروں کفار نابکار پیادے اور سوار و اصل ناختم ہو گئے تھے اور تمام خندق پناہوت لاشوں سے پٹ کے زمین سے ہوا
 ہو گئی تھی حملہ کر کے خندق کو کھڑ گیا تھا اور غرق تھا کہ فوج کفار یہ بیان لگا کے اندرون تیغ گھس کے پڑا اور ملکہ گوہر ملک است باس
 ہراس میں نہایت لرزے اور حیران و پریشان گریان و نالان مرد سینہ زمان باعدہ و فغان بلا سے بام سمت قبلہ منہ کیے زمین پر پڑا تھا
 اور سر پناہ لگاتی پھرتی خباب اری سے دعائیں مانگ رہی تھی ناگاہ تیرد کا اس کے ہوت اجابت پر پائیٹھا اور دریا رحمت الہی جوش
 میں آیا یعنی یکایک شوزادان دشت طبع اور نگہ گروے برخاست ملو طیار نگہ جہودت وہ گرد بیٹھی تو دیکھا کہ شازادہ
 عالی مقام بدیع الزمان طایر ار باب باختری اور تیس ہزار سواران شجاعان عرصہ کارزار در سے نمودار ہوا چنانچہ ملکہ افضل
 بن گیا ہو خون آشام اور ترک جوش پوش وغیرہ جتنے رفقاء جان شازادہ دیوان عرصہ کارزار شازادہ عالی مقام تھے سب
 جلوہ جمال اس با اقبال کا دیکھ کر فور خرمی اور سرور سے مسرور سجرات شکر خباب اری ہو اور تمام باغ میں صوم شادی اور مبارکبادی کی گئی
 چار طرف سے ادنی اعلیٰ عجم کے شازادہ عالم کی جانب خوش خوش فیض پھریں گئے۔

اب شمعہ داستان شازادہ خاور سیاہ ملک قاسم محل خندان خویز خاوری سے گزارش کیا جاتا ہے

جب شازادہ قاسم نے خسرو قراق کو زیر کر کے سندان کیا اور شہر ہزار سوار کے شہر کو دین جائے جشن عیش و نشاط میں بیٹھا
 سے لگا ہواشت اور بھرتی فوج کی جاری کر دی تھی اور اسی فکر میں تھا کہ شہر فتح کر کے سر گنجاب جاؤں یا کیا رنہ دار نے خبر دی کہ

شاہزادہ بدیع الزمان گیا ہو خون آشام کے ہاتھ سے مجروح ہو کے کسی طرف نکل گیا اور فضل بن گیا ہو زخمی ہو کر چار باغ ملک
 حران میں جا کے غصاری ہو اب گیا ہو خون آشام بہ فوج کثیر چار طرف سے بلوہ کر کے قریب خندق کے جا پونچا ہو کیا عجیب
 کہ خندق کو مار کر کے دھوا کر نہ اور چار باغ میں گھس کے رہتا ہے بدیع الزمان کو قتل کرے اور ملک کو ہر ملک کو گرفتار کرے سوار کر کے
 ایسا سے یہ خبر وحشت اثر کے شاہزادہ خاور سپاہ بیج و تاب کھاکے پکارا کہ مصراع صد خندہ مرگ بر چمن زلیست پانچمی جان اور رہتا ہے ہم
 بزرگوار پر چار طرف سے کفار کا بلوہ اور یرش ہو اور ایسے وقت بدین میں شریک بنوں اس سے بہتر یہ ہو کہ میں جا کے اس کو کام گیا ہو
 کا ایک ہی ضرب تیغ پلا کر فراسیابی میں کام تمام کو دن اور آدھا باؤنگ یہ احسان فطیم بدیع الزمان پر رہے یہ لکھے خضر قرآن کو رح
 بارہ ہزار سوار کے ہمراہ لیکر اپنے مرکب پر سوار ہوا اور ایک شاہزادہ مرکب کو گھٹا گرم تازیکہ پونچا بیان وقت ہو کہ گیا ہو خون آشام
 خندق کو مار کر کے فیصلہ دروازہ کے قریب پونچ چکا ہو اور جو گولہ مارا وہ اس کو گرز سے روکتا تھا پانچا جاتا ہو اور ایک طرف سے
 قریب دو لاکھ سوار و پیادہ کے سپہن پے تلواریں کھینچے نیز سے اٹھا بلوہ اور یرش کیے چلے آئے ہیں مختصر یہ کہ کثیر حیلان سپاہ پانچا
 اور بزرگوار باغ اس کے قتل نام شروع کریں قاسم نے یہ سو کر دیکھ کر خضر قرآن سے کہا کہ ان خبر دہانی فوج سے ہوشیار رہنا میں س تیرو
 انجام گیا ہو خون آشام کو مار کر آمادہ رزم دیکھا ہوا ہوں آگاہ اس طرف سے شاہزادہ بدیع الزمان عرش جاہ جوع ارباب باختری
 اور تیس ہزار سوار کے ہاتھ کیے زبان گستاخا آٹھا آٹھے جو گیا ہو خون آشام کو قریب دروازہ چار باغ سوئے چلے اور فوج کفار کو خندق
 کے دیکھا ارباب سپاہ حیلان لگا کر دیکھا وہاں سے طغٹہ اللہ لکھ کر چلے کھینچ کر فوج کیا انھوں نے جوی شاہنشاہ بدیع الزمان گرد شکر شکن
 بدیع الزمان کہ در روز زمین پتوانم زون آسمان ہمدین ہر زمین بے ملک اسلام شدہ کہ سر قمر شاہزادہ شہزادہ اور شل شیر غران یا سل
 حیلان شمشیر زنی کرالاش پر لاش دھڑ دھڑ سر سر سر دے ہر مردہ کراتا مست گیا ہو خون آشام چلا گیا ہو رنے جو نوہ کوہ شگلان اس
 فرزند زلف و کوف ثانی سلیمان کا سنا بٹ کر دیکھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان آپو نچا وہ میرے لشکر میں تلامذہ ڈال دیا ہو عجیب نہیں کہ
 میری فوج جھڑٹ کھا جاتے اور جاک کھری ہو دروازہ چار باغ سے جانب شاہزادہ والا شاقب مخاطب ہوا اور یہ کہتا ہو
 صید راجون اجل بدست صیاد رو دھچکا وہاں سے تھوڑے کے میدان سے کھینچے اپنے گھوڑے کو تازیانہ مار کے قریب شاہزادہ عالم کے پہنچا وہ
 آئے ہی آمادہ مرگ اور مہارے قضا ہو کر تلواریں اڑنے لگا وہاں جو قاسم نے دیکھا کہ بدیع الزمان اور گیا ہو سے مقابلہ ہو گیا پس خود
 یہ جو نیز کیا لایا تنو یہ کشتی گیر گیا ہو کو تیرخ کر کے میر نام خواہنہ کب کو تیر کام کر کے ایک طرف قاسم ہی برابر گیا ہو کے آپو نچا کہ شاہزادہ
 بدیع الزمان نے بھستی تمام لکھتہ چاک کر جو تیغ مارا تو گیا ہو رنے ہر ہند کہ ہوشیاری تمام سپہ کو تہا کیا لیکن وہ برق شمشیر خود پرے کر کے
 کے گری تو لاکر ابر سپر کو قتل قریب ہیرودھ کے کہے خود پر گری خود کو کا شہد و بلے کو تراش کا شہر کو کاٹ کر گئے جبر سے کوئی حیلانی گزین ہی مثل قہر
 یہاں شمشیری صند و قہر شکم کو کاٹ کر چاہتی تھی گزیر تھک اس گری گند لگ کے ازب سے گنا گاہ برابر سے قاسم نے ہر چکر تہا چاک کر فرسالی
 و وال کر میں مارا کہ گیا ہو رتین پر کالے ہو کر قاش زین پر گرا اور لاش اس جتنی بد معاش کی خاک و خون میں پھڑکنے لگی شاہزادہ بدیع الزمان
 نے کہا کہ او خاور سپاہ یہ کیا حرکت بجا کی میری تلوار اس کے ہاتھ کاٹ کر تکی تھی تو نے مردے کی کمرن تہا مارا قاسم نے جواب دیا کہ اترو
 کشتی گیر مصراع این را کسی گو کہ تراشادہ یہ نو دیری میرے سامنے نہیں چلی میں نہ تہا مار کر اسے قتل خیانت سے قلم کیا تھا تو نے اپنے
 باپکین سے کہ تمام عالم میں میر نام نہ بھستی تمام اس بد انجام سے سر تیغ مارا میں تو گیا ہو کو قاضی حیلان چاک کر لاش پر تہا تلوار واری
 تو کیا طر کام کیا بدیع الزمان نے فرمایا یہ خود قتل ہو شل دھو دھ تویم برستو تو پھر تو مجھے آگے مارا بٹ کر تہا ہر عجیب شرم نہیں آتی تلوار
 پہلے میری پڑی تھی یا تیری قاسم نے کہا کہ تو بعض غلط کرتا ہو اور نہ بیان بکتا یہ سپاہ تہا اسکی کر پر پڑا ہو غرض یہاں تک تقریر کو طو ل کھینچا کہ
 قاسم نے کہا باش او کشتی گیر جیسے میں نے گیا ہو کو چوڑنگ کیا ہو دیکھ ہوشیار ہو جا کہ تجھے بھی اسی وقت قتل کر کے جھڑا ہی ہو دھکائی
 کھینچ دیا ہو یہ کہ تیر ہر شاہزادہ بدیع الزمان مارا مذکر اگر سپہ کو شاہزادہ والا گہر سپاہ مذکر سے تو معاذ اللہ قاسم کی خیر تہا پکارتا

اکی اگر سر کوہ پر پڑتی تو جو ہرانی پُرش کا دھکلا جاتی اپنے زعم میں قاسم کام شانزادہ حلیقہ کام کا کام کر چکا تھا اسوقت شاہزادہ بدیع الزمان
 نے بھی یہ سوچا کہ قاسم جاہل ہو اور تلوار کا کام کاٹنا ہو اب فیضنا یا لغضا جو مشیت پروردگار ہو قبضہ تیغ طعوت دلو بند پر ہاتھ دھکے لگا کر قاسم
 کے بڑا لالچ کیا کہ یہ نہ کہنا کہ ہوشیار نہ کرو یا تھا تیغ مارا قاسم نے بھی اپنی سرگردی لیا اور اب آپس میں خوب چوٹیں چلنے لگیں خنجر قزاق برابر
 شانزادہ قاسم کے پونچھ کر شانزادہ بدیع الزمان سے گستاخانہ تیوری بد لکھنے لگا کہ اس شانزادہ بدیع الزمان حق تو یہ ہو کہ شانزادہ خاور سپاہ
 کی پہلے تلوار گیا ہو خون آشام پر پڑی تھی آپ تھا اپنی نمود کے واسطے فرماتے ہیں کہ میں نے لیا ہو خون آشام کو مارا ارباب خنجر
 نے جو ابریا کر آیا زہر خویش را بناس او خنجر قزاق پہلے تو اپنی حقیقت اور اصل اپنی آبرو اپنی اوقات اپنے رتبے مرتبہ کو دیکھتے دخل
 معقولات کرنا کیا ضرورہ دونوں صاحب چاہتے ہیں آپس میں سمجھ لیتے جیسا تو خادم شانزادہ خاور سپاہ کا دیا خادم شانزادہ بدیع الزمان کا
 خبردار اور ہمارا اب کوئی کلمہ خلاف آداب زبان پر نہ لانا اور نہ لے اعمال کو پونچھ کر خنجر قزاق لے لے لگا ارباب باختری کی سبک جواب دیا
 اگر زبان دراز تو کون ہو جو آتالین بنے مجھے نصیحت کر نیکو آیا اور سر کا شانزادہ خاور سپاہ نے کیا ہو خون آشام کو دال ہم کیا اور بدیع الزمان
 خواہ مخواہ اپنی تکنت ظاہر کرتے اور کہتے ہیں کہ میں نے مارا ارباب باختری نے کہا کہ ادب کو تو مجھوٹا کتا اور بیودہ بکرا شانزادہ بدیع الزمان
 نے کیا ہو کو قتل کیا ہو شانزادہ خاور سپاہ نے بیچ میں آکر قضا ازراہ جہالت کر میں کیا ہو کی تیغ مارا خنجر قزاق نے مجھ لکے ارباب
 باختری کو تلوار ماری ارباب باختری نے اسکی فرب کو اپنی سپر پر گناہ کر اسکو تلوار ماری ان دونوں میں تلوار چلنے لگی فوج و سپاہ
 ہو دیکھا کہ ہمارے مالکوں سے باہم ہمیشہ زنی ہوتی ہو یہ سب بھی آپس میں باہم لڑنے لگے ابھی کوئی ساعت بھر نہیں گزری تھی کہ ایک طرف سے
 نعرہ نقادار نند پوش بدین عبارت آئی کہ ہم نقادار نند پوش ہو خواہ شانزادہ خاور سپاہ ملک قاسم محل خفتان خنجر خاور مری سے بچا
 کہ نقادار نند پوش ساتھ ہزار سوار سے مسلح اور حمل چلا آتا ہے برابر اس کے دوسری طرف سے دیکھا کہ نقادار پٹنگینہ پوش اسی ہزار سوار سے
 یہ نعرہ کرتا ہوا آیا کہ ہم نقادار پٹنگینہ پوش ہو خواہ شانزادہ انجم گردہ رستم شکوہ شانزادہ بدیع الزمان گردہ لشکر شکن اور دونوں نقادار نند
 شانزادگان والا تیار کے پونچھ گئے نقادار نند پوش نے کہا کہ اس شانزادہ بدیع الزمان بھلا شانزادہ خاور سپاہ کا تو نام جاہل مشورہ
 اتنے کیا سمجھ کر جبل پر کہ باندھی ہو مجھے تحقیق خبر پونچھی ہو کہ پہلے تلوار شانزادہ قاسم کی گیا ہو پر پڑی تھی بعد اسکے تھے مردے پر تلوار
 ماری یہ ٹکونہ چاہیے تھا نقادار پٹنگینہ پوش نے تبسم ہو کے جواب دیا کہ سبحان اللہ مصرع جو کھڑا رکھہ بر خیزد کجا ماند مسلمان اسے نقادار نند
 پوش جب تک نہیں یہ کمر نہ لے آکا اور کہو کہ قاسم نے پہلے تلوار ماری تو پھر اور کا کیا ذکر نقادار نند پوش نے کہا کہ میں نے آئین کیا مجھوٹا کہا شانزادہ
 بدیع الزمان نے فقط مردہ کشی کی ہو تلوار پہلے خاور سپاہ کی پڑی تھی نقادار پٹنگینہ پوش نے کہا کہ کلام اللہ من اللہ تعالیٰ فرما ہو فتنہ اللہ
 علی الکاذبین پس اب آتا مجھوٹہ نہ بولو تلوار شانزادہ بدیع الزمان کی گیا ہو کہ سر پر پڑی اور جب جگہ گاہ تک ٹپٹ چلی تھی تب قاسم نے بیچ میں
 آکے تیغ مارا نقادار نند پوش نے کہا تو خیر کیا مسلمانوں مسلمانوں میں رزم و پیکار نہیں ہوتی بسم اللہ اگر مجھے کاذب کہتے ہو تو اسکا طعنت مجھ
 یہ کہ تیغ بر سر نقادار پٹنگینہ پوش مار پٹنگینہ پوش نے سپر پر گناہ نقادار نند پوش پر وار کیا فوج و سپاہ دونوں نقاداروں کی اپنے فائدہ کو
 لڑنے لگے دیکھ کر طرفین سے نیزہ و شمشیر و خنجر کھینچ کھینچ کر معروف جدال و قتال ہوئی اور آپس میں لڑنے لڑنے لگی ہنگامہ قیامت اور شور بوم انشور
 ہر پاسہ گیا لاش پر لاش دھڑ دھڑ سر پر سر مردے پر مردہ چاروں طرف گزرا تھا ایک آسمان پر ایک شور و غل پیدا ہوا دیکھا کہ ایک نقادار
 سرخ پوش تخت مکمل بزر و مفرق بجاہر پر سوار گرد و پیش اس کے ایک لاکھ سا ہزار سپاہان ترہ شاہین قاف اور نقادار یہ نعرہ کرتا ہوا کہ
 ہم نقادار سرخ پوش ہو خواہ شانزادہ خاور سپاہ ملک قاسم محل خفتان خنجر خاور مری ہوا سے آسمان سے پردہ زمین پر آتے کے
 بمقابلہ شانزادہ بدیع الزمان آیا اور بت سلاط گزاف کر کے کہنے لگا کہ اس بدیع الزمان مجھے کیا نسبت شانزادہ خاور سپاہ ملک قاسم
 سے اس مجمع و ہر شانزادہ بدیع الزمان ناموس نے باوصف اسکے کہ قاسم سے تلوار چل رہی تھی جواب دیا کہ اس نقادار تر ازین راز چنان کا تو
 ہوا خون احق کر نیکو بیان کیوں آیا ہر ترے ہو کہ تو میرے رو برو جلد ہٹ جانا نقادار سرخ پوش نے بجا مال جوش و خروش و جواب اسکے دہر

ایک ملواری بزرگشاہزادہ جلیل الزمان نامدار ماری اور شاہزادہ قاسم نے ایک طرف تو قاسم کی ضرب کو اپنی سپہ سالاروں کے وار کو خالی
 کیا کرتے تھے تمام ایک تینہ نقابدار سرخ پوش پر مار کر تادوایر و آڑ گیا اور چار خون کی بار نقابدار سرخ پوش کے منہ پر آئی غش کیا تین
 نقابدار تخت پر سر جھکا کے رو گیا اسکے ساتھ کے دیوؤں نے جو اپنے ولی نعمت نقابدار کو بجا است زخماری دیکھا چاہتے تھے کہ شور و غل
 کے فوج ارباب باختری وغیرہ جو سامنے باہم لڑ رہی تھی ان سب کو کھانچ کر تانکہ دوسرے آسمان پر سے گوش زد ہوا کہ منہ نقابدار
 سبز پوش ہوا خواہ شاہزادہ انہم گرد و رستم شکوہ سرخہ ایک باختر صاحبقران بن صاحبقران چلو ان ختمین جلیل الزمان گرد لشکر شکن تہم
 وسیع و شریف کہ وہ نے دیکھا ان کا بار سبز پوش ایک لکھ اتنی تر سرد سپاہی و دیوان قات سے اس میدان مصافحہ میں بقا شاہزادہ
 تھا و سپاہ کے لکارا لکڑی غوری چھوٹا منہ بڑی بات تو اپنے رہتے اور رہتے کو دیکھ اور شاہزادہ جلیل الزمان عالی شان اپنے غم گزرا
 کو کہ تیرے باپ کے برابر دیکھ پس بہتر یہ ہر کہ دست ادب باز حکم بنھوں اسکے زخروان خطا و از بزرگان عطا عذر خواہ ہوا و اب اگر
 میری نصیحت پر عمل نہ کر لگا تو مفت میرے ہاتھ سے مارا جائیگا شاہزادہ قاسم نے یہ کلام نقابدار سبز پوش کا اسکے بغیر و پیش تمام جواب
 کر اسی نقابدار مفلوک شاید قضا بر قضا اور اہل جہنم تیری ہر کو تو بیکر پوچ اور و طائل بطور بند و نھاغ میرے سامنے زبان سے نکال بیٹھا
 جبردار اب اگر اپنی زلیست چاہتا تو میرے روبرو سے دور ہو ورنہ ایک ہی دار میں سر تر اقل کو دنگا نقابدار سبز پوش نے نہایت غضبناک
 ہو کر تیرے قاسم پر مارا قاسم نے شاہزادہ جلیل الزمان کی ضرب کو اپنی سپہ سالاروں کا منھا اور نقابدار کی ملواری کو خالی دیکر بوقت بر گشتن تیرہ مارا کہ
 نقابدار کے سر پہ ایک زخم چار انگل کا پڑ گیا اور خون جاری ہوا نقابدار تو شدت ایذا و درد سے غش کی حالت میں اپنے تخت پر ہوا کہ
 وہ گیا گرد و جو اسکے ہوا تھے وہ نقابدار سرخ پوش کے ساتھ والوں دیوؤں سے کہ لنگھ اور کر بکر اور مشت بشت باہم رہنے لگے میں
 چالیس کوس تک بانار موت گرم تھا ہنگام سستیز اور تنہیز پاتھا ہزار بلا شین بوؤں کی بطور ہزاروں کے چار طرف پھری ہوئی تھیں و دریا
 کے موج زن تھے فوج گیا ہو و خون آشام نے جو یہ بلا سے ناگہانی اور آفت آسانی آمد فوج دیوان قات میدان مصافحہ میں کچی چلا
 باختہ سر سیمہ بھٹ پٹ لاشہ گیا ہو کر کایک بھاگ کھڑی ہوئی ہزاروں کھار ہول میں جہنم واصل ہو گئے ہزاروں کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر
 دیو چٹ کر گئے چار باغ ایک حرمان دیو کش میں ملکہ محو حیرت کے کی صورت قالب بیان اشک ریزان اپنے دل کو بہر حال مضبوط کیے
 جناب باری سے دست بردار تھی اور فصل بن گیا ہو و خون آشام اور ترک جوش پوش اور قاتل مقابل مغیرہ صاحب شاہزادہ عالی شان
 جلیل الزمان کے ہوش باختہ باہم کتے تھے کہ یار و آج مدد قیامت ہر جناب احمد شاہزادہ والا مرتب ہمارے ولی نعمت کو چشم زخم سے محفوظ
 رکھے گو ہم سب اسکے نام پر تعلق ہو جائیں تو زے افتخار و سلطنت و اینہ ماری دیکھیں مال کار اس میدان کارزار کا کیا ہوتا ہو ابھی سب
 اسی فکر و تردد میں تھے کہ یکایک دیکھا آسمان مارک ہو گیا اور گرد گردا بہت نقاروں کی گوش زد ہونے لگی اور آگے آگے ایک تخت جواہر
 صبح کار پر ملکہ قریشی سلطان مسلمان ہزار ہزار پر نروان استہرق پردہ قات کی پوشاک پہنے پیچھے سلوانی ہاتھوں میں بیٹے اور لو لاکھ دیوان
 شاہین دار شمشاد آسپا شنگ اتھ بشت شنگ چار چہاق پر تر مول مار تزل زخیر اور کھار و غیرہ تیار اپنے اپنے پرے گر و پیش تخت کے پرے
 بانہرے ہوئے اور آگے آگے نقارہ شاہ سلطانی اور کچھ جلوس کس شوکت و ستان سے یہ نمیبہ دہتی ہوئے کہ بان بان ار کہم بخون دیوؤں
 شامت زدہ اسپین خبثت جدال نہ کروا نہ میدان میں آ کر پڑی اور اپنے ہوا کے دیوؤں کو حکم دیا کہ بان جھنڈ دیو دیوؤں نقابداروں
 کے ساتھ میں جھٹ پٹ ان سب شکیں تو بانہرہ لوچیا نچو لو لاکھ دیوؤں تھے ایک ایک دیو کو چار چار پانچ پانچ دیوؤں سے پکڑ لیا اور انھیں کے سر کے
 بالوں سے انکی شکیں خوب جکر کے بانہرہ لین بجا اسکے لکھ قریشی سلطان نے دونوں نقابداروں کو کہ ایک کا نام ترمزاد اور ایک کا نام ترمزاد
 ہر جاکے بسولت ایک ایک ملانچہ مار کر کما کر ٹکڑے کما تھا کہ تم بیان دنیا پر آ کے ایک طرف تو قاسم کے ہوا و اب ہوا خواہ جلیل الزمان
 کے ہو کے باہم کشت و خون کرو چلو تو امان جان کے پاس آج تکو کہ اسرا سے مقتول و لو اتی ہوں وہ دونوں رعب اور خوف سے کھڑے قریشی
 سلطان کے بچہ بچہ و انکسار کے کچھ دم نہیں مار سکتے تھے اب نوبت ان دونوں شاہزادوں تک پہنچی کہ ملکہ قریشی سلطان مابین شاہزادہ

بدیع الزمان اور قاسم کے انما تحت لاکر قائم کیا اور دونوں کو شیرازی سے روکا بدیع الزمان نے ملکہ قریشیہ سلطان کی دایک و دو غم
 کیا تھا سوا اسکے بڑی بہن بھی انھوں نے تو تھک کے بندگی کی اور قاسم نے ملکہ کینورت دیکھتے ہی کہا کہ چھوٹی جان آدیا کلا تا ہوں
 ملکہ قریشیہ سلطان نے پہلے تو جانب شاہزادہ بدیع الزمان مخاطب ہو کر فرمایا کہ سبحان اللہ شاہزادہ بدیع الزمان نے سلیم الطبع اور
 با وضع ہو کر غریب لایا اور غریب لوطی میں اپنے آداب بزرگی کا پاس رکھا اور حق کے منہ پر سے نہایت تمام استغاب کا ہر شاہزادہ عالی
 جناب بدیع الزمان نے سرتون ہو کر وطن کی کراہی ہمیشہ صاحبہ قسم ہر سرفروش سلطان و اہل شان میر حمزہ صاحب قرآن کی کہیں ہمیشہ ہزار ہرگز
 قاسم کا پاس نظر اور رعایت کرتا ہوں اور ملکہ امین اسکی طرح دے جاتا ہوں مگر مجبور ہوں کہ کسی تمام پر سرکشی اور اپنی جہالت سے باز
 نہیں آتا آج میں نے وقت زرم گیا ہو خون آشام کے تیغ مار کر زاناف اتر کیا تھا اسنے آکے بیچ میں تلوار اسکی کر پاری اور پھر میں جو کہا کہ
 یہ کیا حرکت تو نے کی پس اسنے کہنے پر اسنے دور کر مجھے تلوار دے لی ہذا میں نے فقط اسی خیال سے کہ جب میں بھی شمشیر بفت آیا وہ زرم ہو گا تو
 اسکو ایک خون ریگا امین جو کچھ قصور ہوا ہو وہ آپ فرمائیں تب ملکہ قریشیہ سلطان بہت شاہزادہ قاسم متوجہ ہو کے کہنی لگی کیوں اگر قاسم
 تو اپنے شہد میں سے باز نہیں آتا ہمیشہ میں تیری فریاد سنا کرتی ہوں خیر دیکھ تو سہی آج مجھے کسی نہ اسے مقول دیتی ہوں کہ تو بھی خوب یاد کرے
 قاسم نے کہا چھوٹی جان آپ نصاف فرمائیں کہ میرے باپ کا نکل اسنے غضب کر لیا اور مجھے نہیں تیا سوا اسکے آج مر گیا اسنے مجھے دلچا تھا کہ
 میں برسر قتل گیا ہو تو قریب آہو پناہ پھر سے بائیں کر کے میرے سامنے دکھلا کے گیا ہو پر فریب کرنا کیا ضرور تھا ملکہ قریشیہ سلطان نے کہا کہ
 قاسم اتنے ملاپھے مارو لی کہ تیرا منہ بال ہو جائیگا تو اپنی فیلسوفی کی باتیں میرے سامنے کرتا ہو غیر کیا مضائقہ مل باب میں مجھے اور بدیع الزمان
 کو امان جان کے پاس لیے چلتی ہوں وہیں برسوں رہتا اور دیوؤں سے لڑا کر ناسیر کے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں کو اپنے تخت
 پر بٹھالیا پھر ہر چند قاسم نے منت حاجت کی کہ چھوٹی جان مجھے قصور ہوا صاف کیجیے اب میں مہو جان سے مقابلہ نہ کر دے گا اور شاہزادہ
 بدیع الزمان نے بھی خیال مفارقت اور بیانی ملکہ کو ہر ملک کے قاسم کو شاہ کیا کہ اچھا آؤ اب ہم اور تم باہم مجاہدین حسین ہمیشہ ہو کر ملو پڑو
 قات میں نہ لیجائیں قاسم نے کہا لو چھوٹی جان اب مجھے تم بزرگوار سے ملو ملکہ نے کہا کہ میں تیری حیاری اور فریب میں کبھی نہیں آئی اب بغیر
 امان جان کے پاس لیجائے بیان تو ہزار باتیں بتائے ایک نہ مانوئی غرض یہ کہ ان دونوں صاحبوں کو تخت پر بٹھلا کے نقادار خود پوش اور
 پٹنٹینہ پوش سے کہا کہ واہ واہ اس بزرگوار کو لازم ہو کہ جہان تم ہو نہاد رخ ہو جا سے اور نہ کہ خلافت اسکے اور تم دونوں صاحب خود شریک
 تختہ انگیزی اور منسوبہ پر تازی ہو پس اپنے اپنے مکانوں کو تشریف لیجائے اور یہ کہ دونوں نقاداروں کو خٹک بدل سے باز رکھا اور آپ مع
 اپنے چیراؤں و نوادوں اور دونوں مجاہدوں قمرزادہ و گمرزادہ کے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کو لیے سمت پردہ قات روانہ ہوئی اور امان
 میں ہار کا سلیمانی میں جہان شمشاد پردہ قات ملکہ آسمان پر سی سرسلطنت پر اجلاس فرمائے جس دیکھ رہی تھی تخت پر سے اسنے مع شاہزادہ
 و اہل تبار لیتھارا اور دونوں مجاہدوں کے خدمت ملکہ آسمان پر سی ہوئی اور مہر گاہ پر سے مجاہد کے جو عین اسکے ٹرعی کہ ملکہ آسمان پر سی
 دور سے بدیع الزمان اور قاسم کو دیکھ کر چھوٹا قریشیہ سلطان آج یہ دونوں بزرگوار کمان مل گئے اور کیونکہ یہاں تک تشریف لائے ہیں ملکہ
 قریشیہ سلطان نے کہا امان جان میں انکا حال دوس کی ہوں امین بدیع الزمان اور قاسم نے برابر جاکے جھک کے مجاہد کیا اور ملکہ آسمان پر سی
 نے دونوں کو اپنے گلے لگا کے بہت پیار کیا اور چپ دراست اپنے تخت پر بٹھلا کے پھر پوچھا کہ ہاں قریشیہ سلطان مجھے خفقان ہوتا
 ہے بیان کر کہ یہ دونوں صاحب کیوں کر آئے ہیں قریشیہ سلطان نے از ابتدا تا انتہا سارا حال خٹک بدل کا مفصلاً اور مشروحاً بیان
 کر کے کہا کہ امان جان مجھ پر توجہ کچھ کرتے ہیں خوب کرتے ہیں اور تکلف نیے کہ قمرزادہ اور گمرزادہ دونوں صاحب یک تو طرفدار
 بدیع الزمان اور دوسرے خانوادہ قاسم بنکے پردہ دنیا پر جاتے ہیں اور آج تو ان دونوں نے قیامت پکار دی تھی اگر میں نہ جا پوچھوں تو ملکہ
 ہاں زادہ آج جاتے اور انسانوں کا تو شاید دو دو تہا ز فرشتہ تک نام و نشان باقی نہ رہتا اور پھر حمزہ کہ جو ملکہ تو بہت سارے ہوا خواہ بنکے
 جاتے ہیں مگر سوکڑت اٹھ کے اٹھ کر کچھ حاصل نہیں ہوتا قمرزادہ نے تلوار قاسم پر ماری اسنے تلوار کھاکے آپ صاحب کو ہا ادا کو ایک

ضرب میں زخمی کر کے گرا دیے گئے اور ان کے شانہ زادہ بدیع الزمان سے مقابلہ کیا آنکے ہاتھ سے یزدخی ہو کر آئے بلکہ آسمان پر سے قزاق گھر زادہ دونوں کو رو بہ رو بلا کے بہت سخت ہست کہا بعد اسکے شانہ زادہ بدیع الزمان اور قاسم سے فرمایا کہ خیر تم بڑے شہسازین ہو مگر ہون کہ تم دونوں کے باوا اور دادا کو انھارہ برس بیان سے پردہ دنیا کی صورت نہیں دیکھنے دی اب تم دونوں میرے پاس ہو بیان جان ہم ہوگی کھینچ بیچہ فوگی ویوون سے لڑا کرنا شانہ زادہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں کے زنگ نہ رہوئے اور ہم مشورہ باہمی دونوں نے ہست ہو کے عرض کی کہ اب ہماری کیا مجال جو کہیں آپس میں ہنگامہ پر دازہ ہوں ہم سے قصور ہو یا یہ قصور ہر طرفان فرمائیے ہارو اگر ایسی خطا ہے ہو اور آپس میں تو پھر ہمارے حق میں جو مزاج مبارک میں آئے وہ سزا تجویز کھیگا مگر اب رخصت فرمائیے ہارے آسمان پر سیلے پربت سمجھا کے دونوں کو گھگھے سے لگایا اور مبارکباد اسکے کچھ تحفہ کائنات پردہ کائنات کے شانہ زادہ بدیع الزمان کو اور کچھ قاسم کو مرحمت فرمائے اور دو یلیوزادوں کو ہارے حکم دیا کہ ان دونوں کو جہان جہان یہ کہیں پردہ دنیا پر جا کے ہو پناہ آؤ چنانچہ وہ دو پر شانہ زادہ خاور سپاہ کو تو بوجہ فرمائے خاور سپاہ کے خسرو کو ہر اور شانہ زادہ بدیع الزمان کو چار باغ ملک حرمان دیو کش میں ہو پناہ کے رسید مع انچہ دونوں صاحبون کی ہری لکھو کے بخت شہنشاہ پردہ کائنات آسمان پر سی جاتے ہیں بیان ملکہ گوہر ملک نے یہ سرودش راحت فردش شانہ زادہ بدیع الزمان کی تشریف آوری کا جو سنا تو بیا قالب مردہ میں جان تازہ کی اور نیاب ہو سکس اپنی چند خواصوں کے واسطے استقبال کے دڑی ہست سے شانہ زادہ بدیع الزمان ملکہ گوہر کو دیکھ کر مسکراتا ہوا رہا سپہ پناہ اور ملکہ کو یکایک اپنے گھگھے سے لگایا خواص میں معاجین ملکہ کی پردانہ وار سنا چلے غودمان صاحبقرانی پر نقدی اور تشار ہو میں غریب ملکہ اور شانہ زادہ عالم اب دونوں عاشق و معشوق ہاتھ میں ہاتھ پیے اسی بانری میں آکے صدر بہار دیکھیں پر جلوہ فرما ہوئے فضل بن گیا ہو خون آشام ترک جوشن پوش ارباب باختری سعد بن طعنے قاتل زنگی مقاتل زنگی الماس بن گیا ہو خون آشام وغیرہ بھائی فضل کے فضل بن آشوب اور جتنے دلیران نامدار اور زمین شانہ زادہ جم اقتدار کے تھے سمجھوں کے آکے تدرین تینیت اور مبد کبادی کی دین چارون بن بن ہنگامہ شادی اور خط ہار کبادی بلند تھا ملکہ نے جشن شانہ زادہ محفل انبساط ڈا دیو کھٹکے طوائف اور دھمبون کے طب کیے یہ تو اب نایح دیکھ رہے اور گمان میں رہے ہیں دور شراب کا کل رہا ہر معرہ پیش و طرب ہیں انکو تو میں چھوڑیے اب حال خاور سپاہ کا نیچے کہ جب وہ دیو قاسم کو خسرو کوہ میں آئیے اور رسید کیے چلا گیا قاسم نے دیکھا کہ خسرو کوہ ملکہ کو لی سما را اور دیران کر کے چلا گیا ہوا اور مردانہ قلم میں تغل بند ہوا عا نداس کے نام انسان کا لاتی نہیں سیکڑوں وٹے گی کو چون میں ٹرگئے ہیں زانغ و زغن کر گس معج ہیں شور فل کر رہے ہیں شانہ زادہ قاسم دیوانی خسرو کوہ ہوا اور شہر کی بربادی کو دیکھ کر نہایت شہساز اور حیران چار خون بھرت دیکھ رہا تھا کہ ناگام ایک طرف دامن کوہ سے دس اس عورتیں نو جوان نمایاں ہوئیں قاسم نے آنکے پاس جا کے جو دیکھا ان تو بکوزخی پایا پوچھا کہ نیک بخت اس خسرو کوہ پر کیا آفت آئی اور تم سب کھن ہو اور کھنے غلوزخی کیا ان میں سے ایک بھت نے جو نہایت حسین اور سر سے ہاتھوں تک زخموں میں چوراد خون میں آغشته صحت بنیابی میں تھی ہار اسلے پناہ کیا اور عورت تھی اسکی طرف اشارہ سے کہا کہ اس شخص سے ساما جان جان کر آنے کہا کہ اس شہر بار بی بی جیسے زخموں میں چوریاں رنجور دیکھتے ہو یہ خسرو و قزاق کی ہیں یہ جب آپ کو اور شانہ زادہ بدیع الزمان کو دیوانہ قات میدان جنگ سے اٹھائیے اور خسرو و قزاق چار باغ ملک حرمان سے پھر کے بیان آیا اور آپکے در و دوری میں منوم اور مکرر مر زمان سینہ کو بان باہر آہ و فغان اشک یزان تھا لیکر فرخوڑنے فردی کہ ایک سوداگر چار سو شتر میوے کے لیے واسطے تجارت کے شہر تھان کی طرف جاتا ہو خسرو و قزاق نے یہ جو خبر سنی تو ہر چار سو شتر میوے کے اس سوداگر سے لوٹ کر بیان سے آیا اور خسرو کوہ میں بدستو اپنے جشن پیش اور محفل قیص سرود میں معروف ہوا اور وہ میوہ اپنے سب قند کے قزاقوں کو تقسیم کر دیا چنانچہ وہ میوہ خسرو و قزاق اور سب جو کھایا تو اس میوے میں بیوشی ملی ہوئی تھی سب بیوش ہو گئے اور وہ سوداگر نہ تھلا دشتہ مراد کوہ کے بادشاہ کا وزیر تھا اور نقطہ اس عیاری سے خسرو و قزاق کی گرفتاری و خسرو کوہ کی ویرانی اور خوار سی کی واسطے آیا تھا جب آنے دیکھا کہ سب بیوش ہو گئے تب کہیں قوت کو غنیمت جانے خسرو و قزاق اور تمام اسکے ساتھ والوں کی مشکین باندہ میں ادا اپنے ہمراہ لے کے سمت مراد کوہ چلا گیا چنانچہ خسرو و قزاق کے کوئی بھائی اور بیٹا تو نہیں تھا نقطہ یہ ایک بن بیلو

جو کہ زخون میں چور خون میں آغشته حضور کے روبرو بادل خستہ اور جان رنجور گھڑی جو حجب اسے خسرو و قزاق کی گرفتاری کا حال
جوش خون غریزی سے تیار ہو گئی اور اسے سروں کی طرح نقد جان کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر لکھنے پر بازو اٹھایا اور ایک نقاب منہ پر باندھ کر اور
سوسو اسوا نہیں جلیسین مقربین معاہدین خواہمین اپنے ہمراہ لیکر سکونت گاہ بنائے گھوڑے پر سوار خان گستہ سمت مراد کوہ پر سروریز مراد شاہ
ہوئے ہوائی شہر راہ میں وہ قافلہ ملکیا ماہ رو بانو نے شب کو اس قافلہ پر آئے شیخوں مارا اور اپنے بھائی خسرو و قزاق کو قید سے چھڑا لیا اور اس
وزیر کو مع تمام اسکے ساتھ والوں کے مطوق اور مسلسل کر کے پھر بیان لائی چونکہ وہ وزیر پر تیز ویر ہوا اور مکار تھا اسے اندازہ نہیں لایا
اور اقرار اسلام قبول کرنے کا کیا اور بیاری دھکاری کر پڑے کے مسلمان ہو گیا خسرو و قزاق نے وزیر کو مع اسکے سب ہمراہوں کے مارا کر دیا اور
جشنِ سرور میں مصروف ہو پھر اس وزیر پر تیز ویر کر کے شہر میں بیوشی طائی اور خسرو و قزاق کو مع تمام محبت والوں کے بیوشی کے
گرفتار کر لیا اور تمام شہر کو ناخت و تاراج و قتل کر کے ملک ماہ رو بانو کو کہ یہ بھی بیوشی تھی اسی حالت میں اپنے زعم میں ان سے قتل کر کے دروازہ
قلو کو مقفل کیا اور آج تیسروں کے وزیر بیان سے سبیل و اسباب نقد و خسرو و قزاق اور رہا یاے شہر کا ایک سمت مراد کوہ چلا گیا ہم
خبا میں اور معاہدین خوف جان ملک ماہ رو کو داناں کو دین میں یہاں کے چھپے بیٹھے تھے آپ کی تشریف آوری کا حال شے ابھی وہاں تک نہیں
استغاثہ وزیر مراد شاہ کے ظلم و قہر کی کارستانی بقول غنیمت شہر کا دم چمک رہا تھا کہ آریم بجز تو کیست کہ چشم کرم از دور ایم خاور سپاہ
نہیہ حال خسرو و قزاق کا شے کمال غیظ و غضب اس عورت سے کہہ کر ایک گھوڑا لگے میری سواری کے لیے بچاتا تو کیا خوب بات
تھی ماہ رو بانو نے شریکین ہو کر عرض کی اس شہر پر چند گھوڑے ایسے تھے یا در فغان میں ان سے بے آب و دانہ طویلہ میں بندھے کر لے
ہیں اور سبب قتل اور گشتی کے اپنی جان توڑ رہے ہیں انکے دانہ اور گھاس کی خبر کون لے ہم سب تو اپنی بلا میں آپ قتل ہیں شاہزادہ
قاسم نے فرمایا کہ اتنے سے ایک مرکب تیز رفتار ہمارے لیے آؤ اور باقی تم باطنیان تمام قلو کے دروازے کا قفل توڑ کر اندر جا کے بیٹھو
اپنے زخون میں مانکے دلاؤ محنت کی تدبیر کو انشاء اللہ تعالیٰ اگر حیات مستعار میری اور خسرو و قزاق کی باقی ہو تو وہاں جس روز اگر بارگاہ مراد شاہ
میں بھی پہنچ چکا ہو گا تو میں بھول و قوت پر درو گار آؤں جا کے مع مراد شاہ اسکو بے زائے اعمال نہ پونچاؤں اور گوشمالی قرار داتی ہوں
تو نام اپنا خاور سپاہ نہ رکھوں ماہ رو بانو یہ تہہ شاہزادہ قاسم کا دلکھوتا بنا دینے اختیار قدموں پر گر پڑی اور بعد غمزہ و انکسار کہنے لگی کہ
اس شہر پر ہرگز ہرگز یہ خیال دین نہ لایے مراد کوہ پر جانے کا زمانہ فقہ نہ کیے مراد شاہ تین و کھ سو اٹھ سال اور فرمانروا ہو اور جو ہی منظور خاطر
اقدس ہو تو ایک خط اپنے عم بزرگوار شاہزادہ بدیع الزمان مارا کہ وہ صاحب تیغ و علم و چار باغ ملک حرمان دیو کش میں بھیج دے وہ
آپ آئینگے یا اپنی فوج کو بلور افانت کے بھیج دیں گے پھر کچھ اندیشہ اور خوف نہیں آپ مراد کوہ کی جانب عزم کریں شاہزادہ خاور سپاہ نے یہ کلام ماہر
بانو کا شے نہایت درہم و برہم ہو کر کہہ کر اس ماہ رو کو عورت سوئی تو تجھے ابھی قتل کرنا کہ جو رہوں کچھ تجھے نہیں کہہ سکتا قسم ہو مجھ کو اپنے خالق
کی حین کو بقولیت سے تمہارا حال کبھی بجز ذات خدا کے کسی سے اطاعت طلب نہیں کی اور میں بدیع الزمان سے تو ناؤ تیکر رشتہ حیات میرا
نہیں ہوتا کبھی مدد نہ چاہو لگا یہ کہنے قاسم آٹھ لکھ ابراہیم طے تاش زمین پر مرکب کو سمت مراد کوہ گرم غلٹ کیا اور بعد طی مراحل قطع منازل
اسی دن چار گھڑی رات گئے شہر مراد کوہ میں داخل ہوا اور روانہ ارگاہ مراد شاہ پر گھوڑے سے اتر پڑا اور سپاہ پاتیزہ پلاک کو چار انگل میرا
سے کہنے بسم اللہ لکھا اور دن بارگاہ قدم رکھا دیکھا کہ مراد شاہ تخت پر بیٹھا پھر گرد پیش فرمایا سوسو اسوا معاہدین اور مقربین گردن کش
سرخ اور کھل دنگون پر بیٹھے ہوئے ہیں شاہزادہ خاور سپاہ نے آواز بلند کیا السلام علیک سلام من حدین محفل بڑن کے باد کردانہ خط
کے است در رسول در جن جتنے بارگاہ نشین تھے مع مراد شاہ ان سبھوں نے تو کچھ جواب نہ دیا کچھ نہایت پریشان ہوئے سمت شاہزادہ خاور سپاہ
دیکھنے لگے کہ غیب سے ایک آواز پیدا ہوئی طلیک سلام اتنی دیر میں قاسم ماتدبرق و مع چمک کر برابر مراد شاہ کے ہو چکا اور تیغہ پلاک
میان سے کھینچ کر بر سر مراد شاہ رکھ دیا اور فرمایا کہ مراد شاہ اگر زیست اپنی چاہتا ہو تو اس وقت خسرو و قزاق کو زندان خانے سے طلب
کر کے میرے ہمراہ کر سہ اور جو ذراتوں نے کچھ ضرر و عیل کیا تو میرے تو ہو گا یہ کہنے تخت پر زانو بڑھا کر مراد شاہ کو کہہ کر کے بیٹھ گیا مراد شاہ

اور بہت سے شاہزادہ خاور سپاہ کے مثل غالب بھان پس صورت سے بیجا تھا اسی طرح سے جسے حرکت رہ گیا اتنا تو کہا کہ کوئی جائے جلد خسر و
 قزاق کو زندہ اٹھانے سے لاؤ اور باقی جتنے محفل نشین آسکتے تھے پہلے تو سب ہاں ہاں کہنے پرین تلوایں پڑ پڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ
 شاہزادہ قاسم مراد شاہ کو پاؤں کے بیٹھ گیا تب وہ سب بخیال اسکے کہ اگر آپ بھی تھے بیان سے جنبش کی تو یہ شخص ہمارے بادشاہ کو مار ڈالے گا
 جہاں بیٹھے تھے عاجز اور مجبور ہو کر خاموش بیٹھ رہے اور غزوہ و موزت کو نہ لے بلکہ سبھوں نے جلدی سے زندان خانے میں جا کے خسر و قزاق
 کے طوق و زنجیر کٹوا دیے اور اجرت اور ابر و بھوئی اور غلام دار خسر و قزاق کو رہبر و مراد شاہ کے لئے مراد شاہ نے شاہزادہ خاور سپاہ سے
 کہا کہ تو صاحب خسر و قزاق حاضر ہو اور خسر و قزاق نے جو شاہزادہ خاور سپاہ کو برابر مراد شاہ کے ایک تخت پر بیٹھا دیکھا وہیں یہ شعر
 پڑھتا ہوا مجھے کو عجیب کا شہر امر و ز مبارک است عالم کا قناد نظر برین جہاں نہ صد شکر خدا سے آسمان را کا خبر در آماز و بالمہ آؤں
 عرض کرنے لگا کہ اسی شہر یا ایک سو کئی رفیق میوے بیان زندان خانے میں سیر کرتا ہے کہ قید ہوئے ہیں مراد شاہ نے کہا کہ اسی کو تیرا
 کو کیون نہ لے جلد لاؤ چنانچہ وہ لوگ بھی سب زندان خانے سے نجات پانے آئے اس وقت شاہزادہ قاسم نے فرمایا کہ اسی مراد شاہ خاں لاؤ
 پروردگار عالم چہ ارادہ داری معصوم راستی موجب رضا سے خداست اگر سچ سچ بنی اخیر اپنا تو نے بیان کیا تو خبر در نہ ایک خط میں
 بھی تجھے جہنم داخل کرتا ہوں مراد شاہ نے دست ادب باندھ کر عرض کی کہ شہزادہ خورشی دور پر ایک پہاڑ جہاں قضا نامے ہر سلسلے کا
 ایک میدان وسیع انفسا ہوا اس میدان میں ایک غار تھی اور گرد اسکے چاروں طرف کی شب گزراں بنی ہو اور چاروں طرف بہت سے درخت شہر و اسات
 گستر ہیں انکے نیچے ایک کرسی جو اہر نگار بھی ہو اس پر ایک مشوقہ بہتہ میں ایک نفیر بے پٹی ہو جو کوئی اس غار کے قریب جاتا ہو تو وہ دن
 اسی غار سے ایک مفلک گھوڑا نکل کے آس درخت کے گرد جہاں وہ مشوقہ کرسی بچائے نفیر طلائی ہاتھ میں بیٹھی ہو چکر مارتا ہو اور وہ
 مشوقہ اسے دیکھ کر ہی نفیر طلائی بجاتی ہو کہ چرند اور پرند جانور سب کے جمع ہو جاتے ہیں اور نہ چھپتے ہیں اور جتنے بہت درخت کے ہیں وہ سب
 بصورت ماز آوازیں دیتے ہیں بعد دم بھر کے وہ مشوقہ پھر اس نفیر طلائی کو بجاتی ہو کہ کی نفیر کی آواز سنکے وہ گھوڑا اس کو
 ہوا و شخص کو لیکے اسوے آسمان پر اڑ کر جاتا ہو پھر اٹکا با تھلس سوا کا کہ حال نہیں معلوم ہوتا کہ وہ گھوڑا اسکو کہاں لے گیا ہو پھر کیا
 ہوا اسی شاہزادہ خاور سپاہ میں نے شاہزادہ قاسم کے وہاں زندہ لایا وہ تھانی سیامان حلال مشکات عالم مشہور و معروف ہیں اور
 آپ یہ گلدستہ باغ ابراہیمی گل گلزار صاحبقرانی موصوفت میں اگر یہ مقدمہ کاٹن پھر مل کر دیکھے کہ وہ مشوقہ کیا بلا ہو اور وہ غار کیا
 دور وہ گھوڑا اس سوار کو لے کے کہاں مفقود و گمراہ ہو جاتا ہو تو جو کچھ آپ فرماتے ہیں بیان و دل قبول کر دیں در مع تمام اپنے عزیز و
 اور لگانوں اور فوج و سپاہ کے مسلمان ہو جائیں شاہزادہ خاور سپاہ نے بہ حال مراد شاہ سے سنکے کہا کیا مضائقہ مجھے وہ پہاڑ اور وہ
 میدان اور وہ غار چلے دکھلاؤ و مراد شاہ نے کہا بہت خوب یہ کہ شاہزادہ قاسم کو اپنے ہوا دیکھ اس پہاڑ کی طرف چلاؤ خسر و قزاق
 بھی ہمارے شاہزادہ قاسم کے ہوا جبکہ قاسم اور خسر و قزاق نے قریب پہاڑ کے قریب پہنچے تب شاہزادہ
 قاسم مراد شاہ اور خسر و قزاق سے رخصت ہو کر اس غار کے دروازے پر جہاں وہ مشوقہ نفیر طلائی ہاتھ میں بیٹھی ہو چکی تھی
 اور سبھ اسکے اس غار میں کود پڑا اور تیسرے دن ایک شکی گھوڑا اس غار سے باہر نکلا اور جس درخت کے نیچے وہ مشوقہ نفیر لواز
 بیٹھی تھی اسکے گرد چرخ مارنے لگا ناگاہ اس مشوقہ نے ایک ہر نفیر طلائی کو بجاتی ہو کہ چرند اور پرند و ہاں آکے جمع ہو گئے اور
 تمام تھے اس درخت کے ظل ساز مہنور مدائین و سینے لگے اور وہ جانور تہہ سبھ کے رو سری مرتبہ اس مشوقہ نے نفیر کالی تو سبھوں
 نے دیکھا کہ دونوں طرف داسن زمین اس گھوڑے کے بصورت پروں کے نیچے تیسری مرتبہ اس مشوقہ نے نفیر کو بجا یا تو وہ گھوڑا شاہزادہ
 قاسم کو لیکر پر داز گمان لبوے آسمان جا کے غائب ہو گیا خسر و قزاق شاہزادہ خاور سپاہ کو مفقود و گمراہ ہو جاتے دیکھ کر سسر زمان
 اور سینہ کو بان شیون و شین کرنے لگا اور ایک خیمہ و دان استاد کر کے غرق شاہزادہ قاسم کا رہنے لگا اب عالی بیان کا سننے
 کہ قاسم نے دیکھا کہ میں اس گھوڑے پر سوار ایک صحرا سے ہونا کہ میں چلا تا ہوں اور اس غفلت میں بہت سے گھر بنے ہیں اور ہر

اسی باعث سے اکثر اشخاص بیان سے برگشتہ خاطر ہو کے بدیع الزمان کے پاس چلے گئے اور یقین ہو کر جسے آپ ایسی دشمنی اور شکست
کی گفتگو کرینگے وہ برخواست خاطر ہو کے بدیع الزمان کے پاس چلا جائیگا گنجاب نے نہایت درجہ پرہیز ہو کر کہا کہ او مروارید بذات علم
کیا جھک مارتا ہو اور بکتا ہو تو بھی چلا جائیگے کہنے روکا ہو مروارید غلطان نے کہا بس یا پیغمبر سل اب زیادہ کچھ زبان مبارک سے نہ فرمائیگا
میں نے کون سی گواہی کی ہو اور جو آپ چلا جا بار بار فرماتے ہیں تو پھر دیکھیے کہ میں ابھی جا کے مسلمان ہو جاؤنگا اور بدیع الزمان کے پاس
جہان میر بھائی مرجان ہو اگر وہ مجھے جو تیان مار کے بھی رکھیا تو اپنی بات کی تیج پر وہ ان پڑا ہوگا گنجاب نے یہ تقریر مروارید کی سن کر حکم دیا
کہ بان اس دریدہ دہن کو گردنیاں دیکے خوب سادہ کے بارگاہ سے باہر نکال دو اور خبردار پھر کوئی اسے اذیت نہ آئے ورنہ اسے لوگوں نے مروارید
غلطان کو گردنیاں دیکے ہاتھ پکڑے گنجاب کے روبرو سے ہٹا دیا اور پاس کا دستہ بھی حیار کے زیادہ مارٹ تو نہیں کی مگر ایک طمانچہ مار
کہا کہ خبردار اب بارگاہ میں قدم نہ رکھنا مروارید غلطان روتا روتا یہ کہتا ہوا بہت خوب پیغمبر سل آپ نے تو اب مجھے ذلیل کر کے اپنی بارگاہ
سے نکلوا دیا تو سہی میرا نام مروارید غلطان کہ میں اب بذریعہ اپنے بھائی مرجان کے شاہزادہ بدیع الزمان ہی کی خدمت میں جا کے
مسلمان ہو جاؤنگا اور اسکی نہیں برداری میں اپنی عمر بسر کرونگا غرض جسوقت کہ مروارید غلطان نطفہ شیطان پر عیاری کر کے بارگاہ
گنجاب سے نکل کر سمت چارباغ ملک حران دیو کش چلا گیا تو طعنا مندرابی نے یہ حال مروارید غلطان کا منصفہ لکھ کر خفیہ خدمت شاہزادہ
بدیع الزمان والا مرتب روانہ کر دیا اور قبل از پہنچنے مروارید کے وہ پرچہ وقائع کا بنظر شاہزادہ نامور گذرا شاہزادہ عالی مقام نے حال مروارید
کا پڑھ کے مرجان تیز رفتار کو طلب کیا اور فرمایا کہ مرجان تیرا کوئی بھائی مروارید غلطان بھی ہو مرجان نے کہانی الحقیقت غلام کا چہرہ
بھائی مروارید ہو مگر یہ افسوس اور مکار ہو شاہزادہ عالی مقدس نے فرمایا کہ اے مرجان اب تو اسکو بڑا نہ کہنا کہیں یہ کہ کچھ گفتگو اس سے اور گنجاب سے
درمیان میں آئی اور گنجاب سے ذلت دلوا کے بارگاہ سے نکال دیا وہ یہ کہہ کر اب میں شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس جا کے مسلمان ہو جاؤنگا
بیان آتا ہو تو اسکی بڑی خطر داری اور دلجوئی کر کے میرے پاس فاطمہ جان تیز رفتار نے نہایت مہربانہ و مضطرب ہو کے عرض کیا کہ شاہزادہ عالم
حق تعالیٰ حضور کو تہار سال بصد جاہ و جلال سلامت بکرامت رکھے مروارید غلطان کی بد ذاتیوں اور مکاریوں سے حضور آگاہ نہیں میری
مقل ناقص میں یہ جگہ زردگری اسکی خالی از علت نہیں دیکھیں بھی اسنے کوئی عیاری پیش خود بخود کر کے گنجاب سے بگاڑ کیا ہو گا یہ فقط
اسکا جمل اور فریب معلوم جتنا ہو غلام تو کبھی اسکے اسلام لانے کا اعتبار نہ کر گیا اور اسکی طرف سے کبھی غلام کو اطمینان نہ ہو گا مگر قبل آپ
کے حکم کی از جملہ واجبات جو حسبوت وہ آئیگا نا نذر امانی بغیر اسکا دریافت کر کے حسب کچھ غلام سے ہو سکیگا قاصر ہو گا یہ کہ مرجان
چارباغ سے ہاتھ نکال کر طرف دیگر ہٹا کر سامنے سے مروارید غلطان گرجان دریدہ ننگے پاؤں روتا ہوا نمودار ہوا اور مرجان تیز رفتار کو دیکھ کر
اور زیادہ پریشان ہوا کہ روئے نکا اور دہر کر مرجان سے پتہ گیا مرجان نے پوچھا کہ خبر بادشاہ مروارید کیا ہو بیان کر مروارید نے تمام
حال بیان کیا مرجان نے کہا مصرع ابن راجبے گو کہ ترا نشا ست مروارید غلطان از راہ مکاری گریہ و زاری کہے پاؤں مرجان کے گر پڑا
اور کہنے لگا کہ اے بھائی اگر مجھے کبھی کوئی حرکت ظن ظہور میں آئے تو آپ مجھے ایسوقت جو تیان گوارا کے بیان سچا دیکھا مگر آپ مجھے اپنا بھائی
نہیں سہی غلام سمجھو کہ کلام ارشاد دیکھیے کہ میں مشرف باسلام ہوں اور بغیر عزت خدمت شاہزادہ عالی مقام بسر کردن مرجان نے کہا کہ دیکھا ہو مروارید
میں تو تیرے عزیز و انیسار سے مجھے ایسوقت حضور شاہزادہ ناچار لیجا کے ملازمت کرائے دیتا ہوں مگر تو بصدق دل اسلام قبول کر لیگا اور غلو نہیں
اطاعت اور خدمت میں شاہزادہ والا مرتب کی حاضر رہیگا تو یونہی و یونہی کہنا کھارہ تیرا ہوتا ہے ورنہ جیسا کہ گوارا اسکا دیکھا عرض پایگا میر کچھ چاہیگا
مروارید غلطان لاکھوں تھمن چھوٹی کھانے لگا اور تین اور خوشامین کر کے کہنے لگا کہ اے بھائی میں نے اپنا خون نکلو بھل کیا اگر کوئی بھی حرکت
مجھے ہو تو اسی وقت مجھے تم قتل کرنا غرض یہ کہ چار چار مرجان تیز رفتار بہت سی گفتگو اور تکرار کر کے اپنے ہمراہ حضور شاہزادہ عالیجاہ آئے گئے
اور مروارید غلطان بڑی لسانی اور چہ زبانی سے ہزاروں دھامین شاہزادہ عالی مقام کو دیکھے رو رو کر کہنے لگا شہر خندیم لائق درگاہ
سلاطین امیر بادشاہان پر محب گریزانہ گوارا گاہ ہے یہ گاہ ہے اور پھر اسکے سارا حال بیان کر کے مترصد اسلام ہوا شاہزادہ

والا نے کمر شہادت متعین کیا مروارید غلطان نے بظاہر اسلام قبول کیا اور ہر وقت اسی فکر و تدبیر میں رہتا تھا کہ وہ کسین مع پادوں شہزادہ سے
اور گھر ہر ملک کو پکڑ لیا کسی پیغمبر مرسل کے پاس ہو چکا دون انقصہ سے اسی فکر و تدبیر میں چھوٹ چلا اور حال شہزادہ یا اقبال کا سینہ کرتا ہوا
بدیع الزمان نے چارباغ میں ایک بار گاہ استاد کرائی ہو اور معمول یہ رکھا ہو کہ کبھی جاگو برکتے پاس شب کو جا کے استراحت فرماتا ہو اور کبھی شب کو
بارگاہ میں رہتا ہو کبھی کسی رفیق کے خیمہ میں اور کبھی کسی رفیق کے خیمہ میں چنانچہ آج محسن بن گیا ہو کہ خیمہ میں شب کو استراحت فرمائی ہو چو کہ
یہ ہذات محسن بن گیا ہو بھی ازراہ قریب و دفا مسلمان ہو کر منتظر کین وقت کا تھا اس روز جو شہزادہ عالم بقیم نے اس دیکھ کے خیمہ میں آکر فرمایا
وہ ناہلین نہایت اپنے دل میں خوش ہو کر تجویز کر رہا تھا کہ کیا تو میرے من جو کہم شہزادہ عالم بقیم کا تمام کر دن حسب اتفاق فضل بن گیا ہو رختوں
آشام کہ اسکو سب بھائیوں کی طرح سے تو دیکھی اور نہایت مٹی فقط اس ہذات محسن بن گیا ہو کہ کیرت سے فضل ہمیشہ اندیشہ ناک رہتا تھا
اور مطمئن نہ تھا اور جس دن کہ محسن بن گیا ہو کہ خیمہ میں شہزادہ عالم تشریف فرما تھا فضل بھی ہمراہ رہتا تھا اس روز کوئی بہر رات گئے اسی فکر
اندیشہ میں فضل جو اپنے خیمہ سے اٹھا تو محسن کے خیمہ میں آیا اور سے اسنے دیکھا کہ محسن بن گیا ہو کہ شیر ملک اور اصرار چل قدمی کرنا دیکھا ہو
کچھ گھبرا یا یا پھر تاہر فضل بزرگ و نمک اور تیور محسن کے دیکھ کر خیال ہال اندیشی قریب خیمہ جا کے سر پر کی آڑ میں کھڑا ہو رہا اس لمحہ میں
آدھی رات کھل ہوا ناگاہ فضل نے دیکھا کہ محسن نے چراغ اور شمعیں سب گل کر دیں یہ دیکھ کر فضل جلد ہی سے خیمہ میں جا کے ایک ستون کی آڑ
پکڑ کے کھڑا ہو رہا دیکھا کہ محسن تلوار کھینچے تہیہ قتل شہزادہ بدیع الزمان چاہتا ہو کہ اپنا وار کسے کرے براب سے فضل نے پچستی تمام ایک تیغ و دال کر اس
نالائق کی مالا کر مثل خیال درود پکڑے ہو کہ لاش اس جنسی بدعاش کی زمین پر گرے فضل نے جلد ہی سے اسکی لاش کو اٹھ کے ایک بہت بڑے ٹالیر کچ
نیچے دبا دیا اور وہاں سے پٹ کے تلوار اپنی آٹھا کے چاہتا تھا کہ خون اسکا کسی کسے سے صاف کر کے میان میں کرے از بسکہ تاریکی نہایت مٹی
فضل نے جو تلوار اٹھائی تو پیچھے اسکے دیوار میں دو کنول دیوار گیری کے نچے پٹ تلور کی کنولوں میں لگی دونوں کنول ٹوٹ گئے انکے جھڑے
سے آئینہ شہزادہ عالم کی کھل گئی دیکھا کہ کوئی شخص تلوار کھینچے میرے سر پر کھڑا ہو مباحثہ مثل شیر غران نے پٹنگ پر سے جست کر کے ایک ٹانچہ جوا اسکے گلے
پر مارا تو فضل جریح مار کر فرش پر گرا اور شہزادہ والا فرار نے چھاتی پر چڑھ کے تلوار چھین لی اور شمس باندھ کر آواز دی کہ اسے کوئی بدوشنی لاؤ دیکھا اس
شخص نے تلوار باری مٹی خدانے مجھے محفوظ رکھا یہ سنے چار طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور فرار اور شمس باندھ کر آواز دی کہ اسے کوئی بدوشنی لاؤ دیکھا اس
اشیخ و ہر نہایت خشک چنگ پر بیٹھا ہو اور فضل بن گیا ہو کہ شمس بندھی ہو میں برابر پٹنگ کے خاموش اور خود فراموش سرنگون کھڑا ہو
علی الاتصال اشک ٹکھوں سے ہمارا ہر شہزادہ نامور نے فرمایا کہ ابھی اس باحق شناس کو بیجا کے گردن مار دیا چنانچہ صبح ہو چکی تھی حسب حکم شہزادہ عالم
کے جلاوتے اگر سنا گئے میں فضل کے والد یا اور بیرون چارباغ لیا کر باندھ کیت کا چوہ ترہ لال فلک کا بود یہ ٹھٹھا دیا اور چاہتا تھا کہ قتل کرے اتفاق
جہاں فضل بن گیا ہو کہ لاش خون چکان محسن بن گیا ہو کہ لاکر زیر قاین چھادیا تھا وہاں کسی زارش کا جو پادوں پر گیا تو وہ گیا غلیل
دیکھ کر اٹھ کر کمرہ جا کھڑا ہو اور قاین تو بڑے آٹھا یا تو لاش خاک و خون آفستہ محسن بن گیا ہو کہ نظر آیا تب اسنے سر اٹھ پکار کر کہا کہ صاحب جو کھانا
میان قاین کے نیچے کوئی ایک لاش کسی کی دبا کے ان گیا ہو لوگوں نے وہاں جا کے جو دیکھا تو پچھا کہ یہ لاش محسن بن گیا ہو کہ ہر شہزادہ
یہ شور و غل شہزادہ بدیع الزمان نے جو سنا تو وہاں قدم رنجہ فرما کے دیکھا کہ واقعی محسن بن گیا ہو کہ فوراً ایک کھٹکا شہزادہ والا گھر کے دین
گھڑا اور فرمایا کہ اسے بان کوئی جا کے دیکھو کہ فضل بن گیا ہو کہ جلاوتے ابھی قتل تو نہیں کیا اگر زندہ ہو تو جلاوت کو مالفت کر دو کہ خبردار ابھی
امداد اسکے قتل کا نہ کرے چار طرف سے لوگ چلائے ہو سے دوڑ پڑے کہ اجداد دوست خود را گھمرا خبردار ابھی فضل پر دوڑ نہ مارنا از بسکہ ترک
جوشن پوش کو فضل سے محبت دلی تھی یہ مینا باندہ باغ سے ٹکڑ کر قریب فضل کے آیا ترک جوشن پوش نے آئے ہی فضل بن گیا ہو
سے پوچھا کہ اسی بہادر مجھے اسوقت نہایت تیرا در استعجاب ہو کہ تو ہزار بان سے عاشق زار نام کا شہزادہ بدیع الزمان امداد کے تھا یہ کیا ماجرا
در مش ہوا خدا اللہ بیان کراد یہ لاش محسن بن گیا ہو کہ تیرے چھوٹے بھائی کی زیر قاین کس نے دبا کے چھپائی ہو فضل نے ایک آہ بگڑے
کھینچ کر کہا شعر مراد رویت اندر دل اگر گویم زبان سوزند و گردم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزند کیا کہوں جو کچھ رسوائی اور رسوائی

فشی تقدیر اور کاتب ازل نے برز و دیوان قضایری لوح جن پر کلک قدرت سے ترقیم کر دی تھی وہ طہور میں آئی اور تمام جہاں ہو جانے لگا
 نام رفیق اور معراجین شاہزادہ والا ٹکین کے گریہ و بکا کرنے لگے اور ترک جوشن پوش نے یہ مقدمہ بحضور شاہزادہ عالم بیان کیا شاہزادہ
 والا قدر بخود سننے کے ثلثت محبوب اور نام ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور فضل بن گیا ہو خون آشام کو جاکے اپنے گھر سے لگایا اور بارہ گاہ
 کہا اور فضل بن گیا ہو اور انسان مرکب من خطا اور انسان مجھے غفل ہوئی اب تو بدل غفور کراچ سے تو جیسے میرے بھائی کے فضل
 گیا ہو یہ خطاب خداوند شاہزادہ عالم کے دلچیز از راز میں اپنے باہر دور ہوا تھا قند مختصر شاہزادہ علی مقار فضل کو اپنے ہمراہ لیکر چار باغ میں جہاں
 بارگاہ استاد کرائی تھی صدر جاہ و شمت پر ٹھکن ہوا جشن عیش و طرب میں مع فضل بن گیا ہو خون آشام اور ترک جوشن پوش اور
 ارباب خوشتری و غیر ماہچہ صاحبون اور نمشینون کے معروف ہوا وہاں ملکہ گوہر ملک خیال اس کے کراچ باری شاہزادہ عالم کے تشریف
 لانے کی ہر اپنے مکان میں تیاری بزم نشاط اور محفل مناسبت کی حسب معمول کر کے انتظار میں شاہزادہ عالم مقدر کے بھیجی تھی آخر یہ بھیجی
 میں بیٹھے بیٹھے وہ پہر رات تک جاگا کی بعد اسکے سوئی مروارید فطان کمالی مرجان میار کا یہ عجیب جو کئی دن سے اسی گھومتی رہتا تھا
 اسے ملکہ کو فاضل عالم خواب میں اور تمام بیسوں جلسوں صاحبون خواصون کو خود غلا اور محض خیر پڑے سوئے دیکھا جسٹ پٹ بھویاری
 میں وارد سے بیوٹی دیکھ کر ملکہ کو شگافی ملکہ بیوٹی ہو گئی یہ باندہ پشاور ملکہ کو یہی پذیر یہ کند کے دیوار چار باغ کے نیچے آترا اور ٹکین کرنا بیٹھنا
 سید صاحبست شہر سخاں روانہ ہوا بیان شاہزادہ بدیع الزمان جو مع صاحبون اور جان شادون کے بارگاہ میں بیٹھا جشن دیکھ رہا تھا
 کوئی پہر رات بھلی اتنی تھی کہ آنکھوں میں غنودگی محسوس ہونے لگی اسوقت محفل سے برخاست کر کے پٹنگ پر تشریف لیگیا اور ذرا آنکھ کھپکا
 گئی تھی تو خواب میں دیکھا کہ ایک سیاہ کتا ملکہ گوہر ملک کو پر لے لے جاتا ہو فوراً اٹھا اور نہایت بیاب ہو کر اندرون محل تشریف لیگیا
 فضل بن گیا ہو اور مرجان تیز رفتار ہانوں کی آہٹ پا کے چونک پڑا اپنے شاہزادہ والا ملکہ خواب بیان کر کے سمت محل قدم زن
 ہوا تو یہ بھی ساتھ ساتھ قریب دروازہ قمر آئے اور جو نہیں شاہزادہ عالم نے دروازے کے اندر قدم رکھا تو ملاحظہ کیا کہ چار طرف محل میں
 اندھیرا پڑا ہو مرجان تیز رفتار نے جلدی سے فیصلہ عیاری روشن کیا اور بڑا شاہزادہ عالم عیادہ اندرون محل جانے کے خواصون ملازموں وغیرہ کو
 پکار کر کہا کہ اسے استغفار غافل سوئی ہو ذرا ہو شیار ہو کے دیکھو شاہزادہ عالم تشریف لے گئے ہیں اس میں شاہزادہ والا قدر نے چار قدم تک بڑے
 کے پٹنگ پر دیکھا کہ ملکہ نہیں ہو شاہزادہ عالمی مقدار نے خواصون سے پوچھا کہ ملکہ کہاں ہو سمجھوں نے دست بستہ عرض کی حضور پٹنگ پر
 آرام فرمائی میں پس پھر کوسہ حال تھا کہ شاہزادہ ہا اقبال کو مجبوح کا رخ و طال پیدا ہوا اور فقیر قریب تھا کہ اس صدر جاگاہ سے قصد
 اپنی ہلاکت کا کر کے ناگاہ مرجان تیز رفتار نے بعد شخص بسیار جو خیال کیا تو فرخ پر پتیر مینی نشان مروارید فطان کے ہانوں کا دیکھ کر
 دایا کرنے لگا اور اپنا سر پست کر کے لگا کر شہ بار غضب ہو گیا مروارید فطان ملکہ عالم کو بہ عیاری پشاور سے میں باندہ کر کے گیا ہو اسکی پاؤں
 کا نشان معلوم ہوا ہو شاہزادہ بدیع الزمان یہ حال سنے گریان و نالان محل سے برآمد ہوا اور فضل بن گیا ہو خون آشام سے یہ سب سہرگشت
 بیان کی فضل نے عرض کی کہ شہر بار آپ بیانی اور بیتیاری اور اشکباری نہ فرامیں بیان سے سبحان کی طرف جانے کی تین باہن میں
 ایک راستہ تو چلے گا ہو اور ایک راہ سمت کو ہستان ہر اور ایک یہ شاہراہ گذر گاہ سکی ہو اب حضور نسیم اللہ ایک سوار ہوں در چنگل کی راہ سے
 تلاش آپس بد محاش کے تشریف لیجائیں اور غلام سمت کو ہستان متلاشی آسکا جاتا ہو اور مرجان تیز رفتار شاہراہ پر آسکے نقاب سے
 جیسے جس شخص سے آسکا سامنا ہو جیسے بلاتامل جسطرح وہ آتے آئے اسے قتل کرے یا گرفتار کر کے ملکہ عالم کا پشاور اس سے چین و سنہ
 عرض سے غمیز اور مشورہ قرار دے کے سب اپنی اپنی راہ پر چلے اولان اول فضل بن گیا ہو جو بیان سے کھوڑا سر پٹ ڈالے کو ہستان
 میں چلا جاتا تھا تھوڑی سی رات باقی تھی کہ دامن کوہ سے کسی نے بہ آواز بلند کہا کہ ہاشم ای شخص تو کون ہو اور اسوقت اس بیانی اور
 سے کہاں جاتا ہو فضل بن گیا ہو نے کچھ جواب نہ دیا جسطرح گھبراؤ اسے چلا جاتا تھا آگے چلا ناگاہ دیکھا کہ ایک نقابدار شیرلی کمال
 کی نقاب منہ پر ڈالے منیب دیتا ہو کہ ہاں خبردار آگے قدم نہ رکھنا پہلے بیان کر کہ شہر چپسی وچہ ہم خواندہ تہ در کرای مقام دانست

تو کون ہو کس کا تو کہہ کر کہاں جاتا ہے یہ اور چند قدم آگے بڑھتا تھا کہ پھر اس نقاب دار نے نہایت درجہ و برہم ہو کر آواز دی کہ اس مردک میں ہے
 وہ مرتبہ بہ آواز بلند تجھے پوچھا کہ تو کون ہو اور تو نے کچھ جواب نہ دیا جب فضل بن گیا ہو رہا ہے یہ کلمہ نہایت سنا سوچا کہ اس نقاب دار نے مجھے
 مردک کہا کیا کیا غلطی میں اپنے مرکب سے کوڑ پڑا اور تلوار پکڑ کے پکار کر کہنا کہ اس نقاب دار گناہم تجھے میری تحقیق حال اور اس قبل حال سے کیا کام ہے
 یا اللہ علم العوالب میں کس کا کہہ کر کہاں جاتا ہوں یا کوئی بیٹا تو نے مجھے بوجہ مردک کیوں کہا یہ کونسی شرافت ہے یہ کہتا ہوا برابر نقاب دار کے
 اور چمک کر ایک ضرب تیغ بر سر نقاب دار لگا بیٹھا نقاب دار پٹلیں لپوش نے چمک تلوار کی دیکھ کر بسوسیت تمام بارگاہ کو تلوار کی پک کے بندہ دست
 فضل بن گیا ہو خون آشام کا کپڑا لیا اور تیرے فضل کے ہاتھ سے چھین کر فضل کو اٹھا کر زمین پر گرا دیا اور چھاتی پر جا بیٹھا فضل بن گیا ہو زینت
 و خوارسی اپنی دیکھ کر کمال گریہ و زاری اٹھ کر سرمدل پر زور سے کھینچ کر یہ گریہ زبان پر لایا کہ افسوس صد ہزار افسوس و شہزادہ عالم شہزادہ غم جو
 بجان کار گرفتار ہو اید وصال تو بروزد گرافتا و یعنی اب زیارت اقدام عالی کی اس غلام جان شہزادہ کو کہاں نصیب ہوگی نقاب دار پٹلیں لپوش نے
 پوچھا کہ وہ شہزادہ عالم کون ہو جسکے در و دروی میں تو یہ کلامت یا اس سوخت اپنی زبان پر لایا فضل نے کہا اس نقاب دار میں غلام ہوں شہزادہ
 بدیع الزمان نامدار کا کچھ اس وقت ایسا ہی کار و دروی میرے آفت نامہ ار کا در پیش تھا کہ اس کے واسطے میں جاتا ہوں اُن کے راہ میں یہ سانحہ ہوا
 کیا طعنت مجھے اپنی زندگی کا ہر معص صد خندہ مرگ بر جنین زینت کہ وہاں تو کام اپنے دلی منت کا مجھے نہ سکا اور یہاں ایسی تہک فاش میں نے
 اٹھائی جبکہ نقاب دار پٹلیں لپوش کو ثابت ہو کر یہ شخص فضل بن گیا ہو خون آشام رفیق اور جان شہزادہ بدیع الزمان عالی مقام کا
 ہو گیار کے فضل کی چھاتی پر سے اتر پڑا اور اپنا خنجر فضل بن گیا ہو کے ہاتھ میں دیکر بعد از مدد خواہی بیابا کہنے لگا کہ تو بہادر اب میں تجھے
 اتھا کرتا ہوں کہ تو یہ خنجر مجھے مار میں نے اپنا خون تجھے صاف کیا کس واسطے کہ میں نے آج تک بجز ہوا خواہی اور غیر اندیشی شہزادہ بدیع الزمان
 کبھی کوئی بات خلاف اس کے مزاج کے ایسی نہیں کی جس میں اس کے دشمنوں کو رنج پہونچے مگر آج سبب لاعلمی کے میں نے تجھ پر یادتی کی کہ
 سو تو اگر مجھوں میں سے نہ ہوتی وہاں والکامین غیظ و العافین میں اناس اللہ بیک عین سیر ہم ناما منت کو غور سے تو نہ ہے الطاف اور مہربانی
 تیری ورنہ اگر تیرا ہی چاہے اسکی تلافی مجھے کرنے میں برضا و رغبت بلا اکراہ و اجبار موجود ہوں فضل نے یہ کلام محضرت انہم نے کہا کہ اس نقاب دار کی ہمت
 اتر تو نے نہ ہمت یا دانستہ تجھ پر یادتی کی میں نے بدل و جان ممان کی اور سارا حال مروارید سلطان کا لکڑ لکڑ کو بیگانے اور ہتاشی ملکہ مرجان
 تیرے قتل شد شہزادہ باوقار اور اپنے بچنے کے بیان کیا اور کہا کہ اسکی تلاش میں ایک طرف میں اور ایک طرف مرجان حیار اور ایک جانب خود شہزادہ
 حالاً متناقب معانہ ہو ہو بس نقاب دار پٹلیں لپوش نے فضل کو اپنے گلے لگالیا اور بہت سی خاطر داری اور دلجوئی کر کے ایک تلوار تحفہ فضل کو
 اور ایک کمان زر افشان واسطے شہزادہ بدیع الزمان کے دی اور کہا اتہو بیان سے چار باغ کو پھر جا اس طرف کوئی حیار ابھی تک نہیں گیا مگر ایک
 طرف جسکے تلاش کو ادین اسی حیار کی تلاش میں سوار ہو کے جاتا ہوں بس یہ کہنے فضل کو رخصت کیا اور نقاب دار پٹلیں لپوش بھی سوار
 ہو کے تلاش مروارید سلطان ایک سمت کو چلا جاتا تھا اب حال مرجان تیر رفتار کا سینے کے پٹلیں بھرتا اور بہتین کرتا چپ راست دیکھتا خود
 چلا جاتا تھا وہ وقت ہو کر اب گریبان سحر چاک ہو گیا اور روشنی صبح کی نجوبی نمایاں ہوئی تو اسے دوسرے دیکھا کہ مروارید سلطان بہت ادا ووش
 اور بار پشاور سے شل ہو کے پشاور سے کوئلہ گوہر ملک کے تو ایک درخت کے نیچے رکھ دیا جو دریا کے کنارے رہا نہایت خوش ہو کے دھج
 مرجان نے آواز دی کہ باش اے بد ذات اب کہاں میرے ہاتھ سے زہر و سالم پکڑ جائیگا مروارید سلطان نے یہ آواز مرجان تیر رفتار کی سننے
 جو پٹ کر دیکھا کہ ایک لاکھ مرجان تیر رفتار حیار تار تار جوڑی خنجر کی اتھ میں دیکھتا ہے مرجان آیا اور اتنے ہی برس پڑا زمین سے خنجر زنی ہونے
 لگی آخر کار ایک مقام پر مرجان اسکی ضرب کو خالی دیکر لپٹ گیا اور زمین پر پھپھار کے چاہتا تھا کہ خنجر سے مروارید سلطان کا سر قلم کر دے یہاں تک
 مروارید سلطان نے نیچے سے نیچے مرجان کے پکڑ لیے اور اس درجہ سے کہ مرجان حیار شدت ایزا اور درد سے بیتاب ہو کر
 اسکی چھاتی پر سے غصہ گر پڑا اور بیوش ہو گیا اس وقت مروارید سلطان نے بدلی تہم پھر چھاتی پر چڑھ کر خنجر گالے پر مرجان کے
 رکھ دیا اسی چاہتا تھا کہ رگڑے اور مرجان کو زنج کر دے کہ پٹت پر سے ایک آواز ہوناک کان میں آئی کہ باش و دست

خود رائگا ہوا جس سردار میں اپنی پناہ و امید غلطان نے یہ آواز سن کر جو بٹ کر دیکھا کہ ایک نقابدار پٹیلینہ پوش شمشیر کھنڈ اور نیزہ ہر دو ہاتھوں سے کمال جوش و خروش گھوڑا ڈالنے لگے لھکار مچا چلا آتا ہر گھر گیا اور ہاتھ پاؤں بچول گئے کانپنے لگے اس غرور میں نقابدار نے برابر پہنچا تو چھاپا ہے تو کون ہر اور کس جرم پر اسکو تودع کرتا ہر سردار یہ غلطان سمجھا کہ یہ نقابدار کوئی دوست اور ہر ہذا ہر ہر سرسل کا نقابدار ہے کہنے لگا کہ اس نقابدار میرا نام سردار یہ غلطان ہر اور میں بیاسنجانی عیار کا اور خانہ زار ہر سرسل کا ہوں ایک شخص فتنہ خدازدہ نے اسے بلیغ الزمان نام سے اس ملک میں وارد ہوا ہر چنانچہ اسکا قصہ بہت طویل ہو خلاصہ یہ کہ وہ ملکہ گوہر ملک پنیر زادی کو اغوا کر کے یاہر و ہر قصہ نمبر ہی سے نکال لیا تھا سو آج شب کو میں حسب الحکم گنجاب کے ملکہ ہزار سہی و جہد عیاری کر کے واسطے جبریل درگاہ باقوت شہاد خداوند زار سے کے چار باغ سے چرائے لیے جاتا تھا یہ اس بلیغ الزمان کا دیار آگے سوارا ہوا تھا میں نے ناچار ہو کے مقابلہ کیا اور بڑے زور اور جہد سے اسکو پھانٹا ہر نقابدار نے مرجان تیز زار سے پوچھا کہ تو بیان کر یہ کیا کتا ہو مرجان تیز زار نے کہا کہ واقعی بزرگ مرجان ہوں غلام شاہزادہ بلیغ الزمان نامدار کہ ہوں یہ میرا چھوٹا بھائی ہر عیاری کر کے میرے پاس آیا اور نہت و خوشامد کر کے مجھے لے لیا کہ میں کجاں ہوں لگا اور شاہزادہ بلیغ الزمان کی کفش برداری میں ہر ہنگام ہر چند اس نمون دغا باز کا اعتبار مجھے نہ تھا کہ حسب حکم شاہزادہ عالم کے اسکو مسلمان کیا یہ چند روز تو رہا بعد اسکے آج شب کو فرصت پانے سے ملکہ کو کہتا ہوں میرے آقا کی ہر بیوش کر کے پشاور سے میں باندھا اور اسے نکلا ہر رات باقی ہوئی کہ اسوقت شاہزادہ عالم نے خواب پریشان دیکھ کر گل میں جس کے ملکہ کو جو پٹیلنگ پر تہ پایا تو نصیب ہوا آقا سے ولی نعمت میرا غم غریب تھا کہ آپ کو ہلاک کر دے میں نے جو خیال کیا تو اسکا نشان قدم پہنا اور ہر شون فضل بن گیا ہر خون آشام کہ وہ بھی ایک غلام بقیدت کیش میرے ولی نعمت کا ہر ایک طرف تو میں ایک طرف فضل بن گیا ہر خون آشام ایک طرف شاہزادہ عالی مقام اسن ملک کی تلاش میں پہلے ان دونوں صاحبوں کا تو حال مجھے کیا معلوم مگر میں نے بیان آکر اسے دیکھا اور مقابلہ اور مبادلہ کر کے اسے دے دیا تھا اسے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر میرے پیچھے ملے میں بیوش ہو کر گر پڑا یہ مجھے ذرا کچھ کیا چاہتا تھا ختم بلکہ دیتے تھے پہنچا دیا نقابدار نے یہ دونوں سننے لگا کہ اس سردار یہ غلطان جلد اسکی چھاتی پر سے آتر اور یہ کٹے نیزہ سردار کی جانب سے حاکم ہر فارید ملکہ سیم ہر مرجان کی چھاتی پر آٹھ کھڑا ہوا چاہتا تھا کہ بھاگے مرجان نے جیستی تہم اسے خنجر سے ذرا کڑوا اور جلد ہی سے پشاور ملکہ گوہر ملک کا لے کے سمت چار باغ ملک حرمان دیو کوش چلا نقابدار پٹیلینہ پوش نے پھر ہر چھلکا ہر مرجان ذرا ٹھہر جاتا تو سن مرجان نے دست بستہ رہی سے عرض کی کہ اس نقابدار ہر چند کہ تو محسن میرے لیکن یہ مقرر ملک حلالی کا ہر اسوقت اب میں ٹھونے کا سنیں یہ کیکے جیٹھ سے کہ ہوائی بیج سے یا شہزادہ سنگ سے نکل جاتا ہر دو چار جہتوں میں نقابدار پٹیلینہ پوش کی نذر سے فائب ہو گیا اور بد بھی تہم و باطنیان مالا کلام چار باغ میں آئے داخل ہوا اور ملکہ کو پشاور سے میں سے نکالے قید خانہ بیوشی کا دیا ملکہ کو چھینکائی آٹھ کھل گئی اسوقت سارا حال زرا تہذات انتہا مرجان تیز زار نے بیان کیا ملک نے سجدات شکر گنجاب باری ادا کر کے زور و جہد بہت سا اپنے اوپر سے تصدیق کیا اور ہزاروں مساکین اور محتاجین کو کھانا تقسیم کیا اب دوری شاہزادہ بلیغ الزمان میں اپنی خواہوں اور مصاحبوں سے جی بھلا رہی ہر اسکو تو میں چھوڑ سیئے ۔

اب شہر حال شاہزادہ بلیغ الزمان با اقبال کا گذرش کیا جاتا ہے

کہ شاہزادہ بلیغ الزمان چار باغ سے نکل کر جو اپنے مرکب کو گرم تازگی تلاش سردار یہ غلطان روانہ ہوا تو تمام صحرا چپ راست دیکھا ہوا ملکہ کے وہ پہرے پٹیلینہ پوش اور چار پہرے اور تین پہرے اتنی جستجو و تلاش میں رہا دوسرے رخ پہرے باقی تھی کہ کسل راہ سے ایک درخت کے نیچے گھسٹا پر سے اتر پڑا اور زمین ہر زمین پوش بچھا کے چاہا کہ دم بھر ستراحت کروں تو پھر کسی طرف نہ جاسکے ڈھونڈ ڈھونڈ دین لیٹ رہا از سبکہ و شہادہ و کچھ خاصہ مداخل نہیں فرمایا تھا اور کسل راہ سے سستی اور نیند کی شدت تھی سو گیا قضا کار سنجان عیار باپ مرجان تیز زار سردار یہ غلطان کا بلا دوسی سے بچا ہوا شہر سنجان کو جاتا تھا اسے جو شاہزادہ عالیقدر بلیغ الزمان نامدار کو وہاں اسد جہد غافل پڑا دیکھا تو جلد ہی سے ہواروے بیوشی کچھ عیاری میں رکھے شگائی شہزادہ بیوش ہو گیا اسے جھٹ پٹ چار عیاری میں شہاں بالاد کے اپنے کاڑھے پر کھادام

[illegible]

کہ تو صاحب جاہ دشمن ملک تیغ و علم شمع و غیرہ سچا ہے کا زار گنج بخش حکم فرما گئی لاکھ سوار کا تھاج گردش لیل و نہار اور انقلاب زمانہ ہوا
اور گردن قدر سے زیر تیغ خاک پر بیجا بھرت نگران ہو اور کوئی دم کا اس سر سے فانی میں نہان ہو جو کچھ تجھے کھانا پینا وصیت اور نصیحت کرنا
کی کوکھ سننا ہو وہ اپنے دل کی حسرت نکالنے بعد دم بھر کے پھر یہ ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈا صی ہوا تجھے کہاں نصیب ہو گی شاہزادہ عالی جنا
نے جو بیا کر ام جلاہ تجھے نہ کچھ کھانا ہو نہ پینا نہ کسی کو کچھ پیام دیا ہو نہ کوئی حسرت دنیا میرے جی میں ہی سہرا لٹا تو اپنے کام میں مستغرق ہو
میرے قتل میں اب تو قف نہ کر جلاہ منظر در سے اور میرے حکم کا تھا کہ لفظوں شیعہ و دہا جو کرا کے سائیان مارے سا کے کوئے پناہ نہ بکا
کرتے جو دیکھ بیری ہوئے پشدار تیغ غلا کھنڈ ز جاسے نہ بروئے ناخو اہ قدامت سے ایک گرد پیدا ہوئی تیرہ تیرہ و خبر و خبر
سرگرد آسمان سید دپاسے گرد و زمین و ذریعہ غفلت و بھجان چون سر زلف مردمان ہوئے مارا گرد کو گردنے مارا ہو گیا دامن گرد
شکستہ ہوا دیکھا کہ رستم خان بن گنجاب پود بھائی مد کو بہ ملک کا نہایت خوش جمال صاحب جاہ و جلال الشیخ سیدان کا زار
سہاب دل رستم و ملت بر بہادر نامہ از زندہ و زمرہ خاص خاصے شہرک خدا کے آئے جو شہر و شجاعت اور شہنشاہی شاہزادہ میں لڑا
گرد شہرستان کا زول خدا و فی قاتین بر خاص و عام سے سنا تو بہار جان و دل شائق شاہزادہ آفاق کا ہو کر ایک لاکھ اسی ہزار سوار
سے جب تک لقا کے شہر سجان یہ تھا اپنے آپ گنجاب کے پاس آتا تھا خبردار سے سعد و سعید جگر نشین کو خبر دی کہ پیغمبر باد یعنی رستم خان
بن گنجاب آتا ہے سعد و سعید جگر نشین رستم خان کی خبر کو خبر سے باہر نکل آئے اور اس طرف رستم خان بن گنجاب جو چندم آگے بڑھ کر
تو اسے جوم اور موم تہ شہن کی اور زیر تیغ جہا اس شاہزادہ عالی نژاد کو میٹھا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اور کس جرم پر اس کو قتل کرنا
ہو گیا سعد و سعید جگر نشین نے رستم خان سے صاحب سلامت کر کے کہا یہ جو اپنے سامہو برقع الزمان گرد شہرستان وہ بھی شخص ہے رستم خان
پر چھا کر یہ کیوں کرتا رہا ہوا سعد و سعید جگر نشین نے جواب دیا کہ سبانی حیار نے ایک تہا پچ مار کر ٹھوڑے پر سے اس کو گرا دیا اور پتارہ باند کر
لیے جاتا تھا شہر سے راہ میں جیسے طاقت ہو گئی جیسے اس کو اپنے خیمہ میں بلا کے قید کر بیٹھ بیٹھ کا لویا اور ہوشیار کر کے چاہا اس سے کہتے
کہ میں چاہتا ہوں کہ اسے ہوشیار ہوتے ہی نام نہاد یہ خدا کا لیا اس پر ہم پر ہم اس کو قتل کرتے ہیں رستم خان نے کہا کہ امیر علی الزمان ہی
زور و طاقت پر زور دے دے شجاعت اور شہنشاہی کرتا تھا زہا سے گھر کے ایک حیار نے مجھے ملتا تھا مار کر شلیں باندھ لیں وہ بکرا لایا اب منتھ سے غیرت
یہ ہو کہ نادر خدا کی پرستش چھوڑ دے اور خداوند عظیم و ہزار ملک نقاد سے باختر کا اپنا خالق جانے اوسیت کا اکی اور عبدیت کا اپنی مقرب کر
لے بعد کو میں تیرے سب جرم و خطا اپنے ہمارے ٹھیکے با و جان سے صاف کر دے گا اپنا رفیق بناؤ گا شاہزادہ نامہ دے جو اب یار لغت اللہ علی کا دین
کس لہو نے مجھے تہا پچ مار کے باندھ لیا ہے اسٹنڈرٹ تو یہ یہ وہ شل جو دوش کو ہم بر دے تو ہوا یہ ہو کر مردارید غلطان بیاسجانی حیار کا
بیاری میرے بیان کے مسلمان ہوا اور کل شب کو وہ لکھ کو بہر ملک کو بیوشی شہر کے عالم غفلت میں پتارہ میں باندھ کر لے بھاگا ہو جب مجھے
خبر ہوئی تو میں اس کی تلاش میں سوار ہو کے نکلا قافلہ مقام پر پہنچا کس راہ سے بن تھک گیا تو در زمین ٹھوڑے پر سے آگے زمین بوش بھا
کے ایٹا ہو گیا شاہر سجانی حیار کیمیں اس طرف سے آیا اور مجھے بیوش کر کے پتارہ رستم خان نے سجانی اور سعد و سعید جگر نشین کی طرف
دیکھا کہ لاکھ یہ کیا حرکت نامردی کی تھی کہ بیوشی دیکر سوتے میں اس کو ہم کچھ اسے خبر کیا مگر بعد از زمان گذشتہ راضو اتہ اب ہم تجھے قید سے
نجات دیتے ہیں شرط بشہر لاکھ ہم اور تو کشتی لڑیں اگر تو ہمیں نہ دیکشتی میں غالب آئے تو جو تو کے ہلو بجان و دل مشہور ہوا وہ لکھ ہم تجھے
نہر کر کریں اور پھر غالب ہوں تو تو خداوند لقا کی پرستش اختیار کر کے ہماری طاقت قبول کرے شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا بعد اسے
مرد و جل کر مجھے منظور ہو اگر تم مجھے زیر کر دو تو جو تمہارا طریق ہو میں اسی اختیار کر کے ہماری بددشتی زیر کروں تو تم کو شہادت
پڑھ کے مسلمان ہو جاؤ رستم خان نے کہا اچھا لکھو می منظور ہے یہ مجھے چاہتا تھا کہ قید اس کی لٹا دے لیکامیک شاہزادہ والا مرتبت نے
ظنظہ اللہ اگر جگر سے کھینچ کر پھونکوں کی پھلکیاں پانوں کی پھلکیاں گئے کالمون کر کے لٹا منڈا رعلکوت کے نور کے علی پھلکیاں
اور ہم اللہ کا لٹہ کھڑا ہوا رستم خان یہ زور و قوت شاہزادہ رستم صولت کی دیکھ کر جد کر گیا اور سجانی حیار تو اسی وقت ماخذ لے

رنگ پریدہ کے وہاں سے پرواز کر گیا اور میان میاں کی بیکاری کاٹھڑے کی ہوئی اور رستم خان اور شاہزادہ ملیح الزمان سے زور کشتی کا ہوا
 دوسرے کھمبہ میں شاہزادہ عالی شان نے رستم خان کو فال کر زنجیر میں ہاتھ لگا کر کھڑا کر زمین سے اٹھا لیا اور چاہا کہ جھج دیکر زمین
 پر مارے رستم خان نے کہا شعر کے راکہ مردان بگیر نہ دست ز پامالی فوج غم فانی مست : امیدوار ہوں کہ وہ کلے تھے تعلق کر جس سے انسان
 ظاہر ہو جاتا ہے شاہزادہ عالی شان نے رستم خان کو سہولیت تمام زمین پر رکھ دیا اور کلے طبع ارشاد دیا یا رستم خان از سر صدق کلے پڑھ کے
 مسلمان ہو گیا بعد ازاں سعد جو کہ نشین اور سعید جو کہ نشین نے عرض کی کہ امی شہر یار اب بکلو قیسن اٹھ ہو اگر یہ زور و طاقت اور یہ فتح اور
 نصرت میں جانب الدہ ہوا اور فقط یہ میرے دین اور ملت پاک کی برکت اور زمین بھی یہ بات واجب ذکر ہے ہم بھی جسے پڑھ کر اس کا کفر و ضلالت سے
 نکالیں اور سیر شہید ہدایت ہو گئیں شاہزادہ نے کلے ارشاد کیا وہ دونوں بھی کلے پڑھ کے مشرب باسلام ہو گئے بعد ازاں رستم خان نے ایک لاکھ تسی ہزار
 سواروں سے اور سعد و سعید جو کہ نشین نے اپنے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سواروں سے بہ آواز بلند کہا کہ امی یار و بھنے تو لغت کی تعاریف اور کفر و کافری
 پر اور ملت بیضادین اسلام قبول کر کے اطاعت و فرمانبرداری شاہزادہ ملیح الزمان کی اختیار کی تمہیں اگر ہماری محبت اور رفاقت منکر ہو تو کلے پڑھ کر
 مسلمان ہو شہر بھر دی ہم میں ہی تم ہو دی بائیں ہمیں پھر وہی مجھ میں ویسی ہی طاقتیں ہیں : ان میں لاکھ چالیس ہزار سواروں میں سے
 میں ہزار کا فارز بکھڑا کیے تھے کہ جنہوں نے خوف جان ظاہر میں تو کچھ نہ کہا : انہیں چار لاکھ سو پچیس کے اپنے گھوڑوں کو تازیانے مار کے عثمان
 گ : ست شہر سنجان قرار ہوئے بالی بنضتے ان سبھوں نے یہ کہہ کر اناس علی دین ملو کہم جو آقا اور بادشاہ کا دین دی بندے اور دایا کا دین
 رستم خان بن گنجاب و رس سعید جو کہ نشین سے زیادہ عقل و فراست فہم و لاداک ہلو گوں کو زمین انہوں نے کچھ اچھا اس میں کو کچھ کے قبول کیا ہوگا
 پس ہلکے پھر زمین نائل کرنا میں نہائی اور جہالت و سب ایک زبان اور ایک دل ہو کر بکھڑے کہ امی رستم خان بن گنجاب و رس سعید اور سعید جو کہ
 نشین ہم سب طبع اور فرمانبرداری ہیں جو آپ سب صاحبوں نے اس ملت و دین کو پسند کیا تو ہم سب کو کیا ضرر ہو وہ کلے قیسن کیجئے ناہم سب بھی اس
 کلے کو پڑھ کے مسلمان ہوں رستم خان بن گنجاب اور سعید جو کہ نشین اور سعید جو کہ نشین نے با آواز بلند کلے شادیت پڑھائیں لاکھ تسی ہزار سواروں
 پڑھ کے بعد قتل و سلاہ ہو گئے شاہزادہ عالی شان ملیح الزمان نے رستم خان بن گنجاب و رس سعید جو کہ نشین اور سعید جو کہ نشین اور تسی ہزار
 تسی ہزار سواروں اسخج روزگاہ کے سمت چار باغ ملک حرمان دیو کش روانہ ہوا جاتے جاتے ایک چھوٹے ہونڈ کی میں وارو ہوا جہان ہزار ہا
 جانوران و زندہ حیوانات گزندہ مثل شیر فستان اور ارداسے آتش فشان نظر آتے تھے آگے بڑھے ناگاہ دور سے ایک پہاڑ بہت بڑا دکھائی دیا
 دیکھا آہر ایک بیانی نمایاں تھی شاہزادہ عالی شان رستم خان بن گنجاب پوچھا کہ امی رستم خان عجیب و غریب شہر کی سیواریاں کی سرزمین ہو کہ
 کچھ بیان نہیں کیا جاتا ایسا وحشت انگیز اور ہولناک پہاڑ بھی نہیں دیکھا اور اس پہاڑ پر یہ سیاحی کسی نظرات پر یہ کہ بلا زور رستم خان اور سعید
 جو کہ نشین اور سعید جو کہ نشین نے دست و پستہ عرض کی کہ شہزادہ عالم اس پہاڑ پر ایک قلعہ کا نام اسکا شکستہ ملک حرمان ہے اور تین طرف
 اس قلعہ کے ایک دریا سے زرخار حاصل ناپیدا کن رہے اور یہ ایک طرف اور شنگل کی کہ حضور ملاحظہ کوئے آئے ہیں گے اب تھوڑی دور چل کے
 پھر اس قدر راہ و شمار گذارے کہ ایک سوار شکل نکلائے تو نکل جاتے باقی کیا مقصود اور کیا طاقت کو کوئی شاہ و شہر یار دو چار لاکھ سوار کا لشکر کے
 دروازہ قلعہ تک پہنچ سکے چالیس برس کی آمدنی کا روپیہ اور خزانہ ملک سنجان کا اس قلعہ میں دنیسہ ہر اس میں سارے نچے نچے بھانجا گنجاب کا حکم
 اس قلعہ کا مع چالیس ہزار سوار جنگ دیدہ اور کارا ز سوار و ہرے پڑے سوار اور تھوڑے دیران طرفہ کارزار کے اسکا زور رہا جو شاہزادہ عالم و ملیح
 ملیح الزمان یہ استحکام اور نظام اس قلعہ کا دیکھ کر اور حال خزانہ و فتنہ گنجاب کا شکر نہایت مشتاق میرا اس قلعہ کا ہوا اور رستم خان سے پوچھا کہ
 کیوں بھائی کی سبیل ایسی بھی ہے کہ ہم ایک نظر اس قلعہ کے اندر جا کے دیکھ آئیں رستم خان نے عرض کی کہ امی شہر یار اور کوئی صورت اس
 قلعہ میں جانے کی غلام کو نظر نہیں آتی مگر ایک طریق اور ایک تدبیر ہے کہ امی نظام کے مشرب بہ اسلام ہونے کا مانا ہے ہر من سارے کو معلوم نہیں ہے
 میں اپنی طرف سے ایک سوار کو بھیجے کہ امی ہر من سارے کو پیام دیتا ہوں کہ میری چاہتا ہے کہ قلعہ کی سرگردن کیا عجیب ہو کہ وہ بات پر راضی ہو جائے شاہزادہ
 عالی مقام نے بہت خوش ہو کر فرمایا کہ تدبیر نہایت معقول ہے چاہے تو قلعہ نہ کر دیکھو مجھ کو رستم خان بن گنجاب نے ایک اپنے سوار کو بلا کر کھلا دیا کہ تو

گھوڑا دبائے زیر قلعہ کو وہ صاحب وہاں سے لوگ کچھ مخالفت آئے جانے کی کریں تو تو اتنا کہ دنیا کر پیڑ زادہ رستم خان بن گنجاب نے
 خداوند لقا عجیب دعوات خداوند تفریح طبع واسطے اس قلعہ کی سیر کے بیان کیا اور اہرمن سارنج سے کوئی صاحب کے اس حال کی اطلاع کو
 جیسا وہ جواب دینا چاہے آگے کہو کہ میں جا کے اپنے مالک و خاوند سے عرض کروں چنانچہ وہ سوار رخت ہو کے مشقت تمام قریب
 اس کوہ کے پہونچا قلعہ کوہ سے کچھ لوگوں نے باواز بلند کہا کہ اس شخص تو کون ہے اس طرف کو آئے نہ آئے اس سوار نے جواب دیا کہ ہمارا آقا ہے ولی نعمت
 رستم خان بن گنجاب منتظر خداوند بید ہزار ملک لقا خدا سے باختر تفریح طبع اس طرف کو آئے ہو آئے مجھے اہرمن سارنج قلعہ کوہ کے
 پاس یہ پیام دیکھ بھیجا کہ میرا جی چاہتا ہے اس قلعہ کی سیر کروں آگے جیسا تم جواب دو دو لیا میں جب کے کہوں ان لوگوں نے پہاڑ سے کہ
 کہ اچھا تو بھر جایا کیلئے کسی نے جب کے اہرمن سارنج سے یہ نقل بیان کی آئے قلعہ میں سے کہلا بھیجا کہ آپ پیڑ زادہ سے ہمارے اور منتظر خداوند
 ہیں اور ہم جیسے طبع اور ذہن اور پیڑ مرسل کے ویسے تا بعد آپ کے میں لیکن محل مجبوری کہ حکم قدر تو ام گنجاب کا یہ ہے کہ کوئی میرا جی
 یا پوتا بھی اندرون قلعہ آئے پاسے مگر چونکہ ہلو پاس خاطر آپ کا از جوہ و جہات پر تعرض نہیں کر سکتے تشریف لائے الامشروہ بشرط کہ اس بار کوئی
 سے زیادہ بھیڑ بھارت آپ کے ہمراہ نہ تھام فوج و سپاہ آتی اس پہاڑ کے نیچے بھر جائے آپ نے سیر دیکھ جیسے وہ سوار یہ جواب دیکر وہاں سے پھر
 آگے رستم خان بن گنجاب کے ساما حال بیان کیا شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ اس رستم خان سے بارہ سوار بھی ساتھ لیجئے کچھ مقررین
 تم مجھے مصطفیٰ اپنا رفیق بنا کے اور وہ خدا مگر ہمارے لیے جہت پٹ قلعہ میں داخل ہو پھر جیسا کہ ہو گا ہمیں جائیگا رستم خان نے عرض کی کہ اگر
 ہم سوار یہ تو قلعہ سے کبھی نہ سیکھا کریں حضور کو اپنا غلام بنا کے لیجاؤں شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ صلاح وقت یہی ہے مگر ہمارے خوشنودی
 منتظر ہو تو ہمارے کہنے پر عمل کرو اور چلو الغرض تمام فوج و سپاہ کوس کوس بھر دو رہاڑے عظیمہ کھڑی رہی اور رستم خان سے شاہزادہ
 عالی مقام و سعید سعید جگر نشین تباہین کوہ اپنے گھوڑے کو نیز گام کیے ہو چلا اور وہاں گھوڑے پر سے اتر کے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا اہرمن سارنج
 نے قلعہ کا دروازہ کھولا یا وہ باہر نکل کے رستم خان بن گنجاب کو مجبور کیا اور عرض کی کہ میں نے آپ سے کہلا بھیجا تھا کہ حضور دس بارہ آدمی
 ہمارے لیے تشریف لائیں پھر آپ وہ خدا مگر اور ایک مناسبت کیوں دروہن افزا ہوئے حضور بیان عجیب طرح کا نازک مقدر خداوند عامرہ سرکار کا
 اور سوا اسکے حکم مطلق پیڑ مرسل کا یہی کہ کوئی آئے نہ پائے اس باعث سے قلعہ نے زامال بھی کیا ورنہ آپ کی مخالفت اور مزاحمت چہ معنی آئے
 آپ ایک ہیں عرض یہ کیلئے رستم خان کو ہمراہ اپنے اندرون قلعہ گیا اور شاہزادہ عالی مقام بھی برابر رستم خان بن گنجاب کے داخل قلعہ ہوا
 اہرمن سارنج نے رستم خان سے بہت سی خدمت خواہی کے عرض کی کہ حضور آپ تخت پر اجلاس فرمائیں رستم خان نے شاہزادہ عالی جناب کے
 سے بروست مہلت ہو کر عرض کی کہ بسم اللہ شاہزادہ عالی مقام بسم اللہ کے سر پر سلطنت پر شمعن ہوا اور رستم خان بن گنجاب اور سعید جگر نشین و سعید
 جگر نشین ان تینوں شخصوں نے شاہزادہ عالم کو نذرین دین اہرمن سارنج نے یہ رنگ و رنگ دیکر طبا کر یہ شخص طبع الزمان ہو اور
 رستم خان اور سعید اور سعید جگر نشین کو مسلمان کر کے بہ فریادیں نذرین سے اندرون قلعہ ہو چکیا دونوں چپ و دست تلواریں کھینچ لی
 شاہزادہ عالی وقار پر حملہ آور ہوئے شاہزادہ عالم نے چک تلوار کی جو دیکھی تو بے ہولت تمام رہا بنے ہاتھ سے اہرمن کے اور بائیں ہاتھ سے سارنج کے
 بند و ست کو بغیر سپر گری کر لیا اور زور جوتشار دیا تو دونوں کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ کر علیحدہ جا پڑیں اور زور دست سے اس شاہزادہ
 محن پرست کے دونوں ہاتھ کے بھل زمین پر گرے اس وقت شاہزادہ عالم نے آٹھ دھون کے کمر بندوں میں ہاتھ ڈال دیا اور لنگر توڑ کے زمین سے
 اٹھالیا سر پر چنچ دیکر جا کر زمین پر مار کے پیوند خاک کر کے کہ وہ دونوں ہلکا کرے اس شہر بار الامان الا ان شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ امان بشرط ایمان
 ہاتھوں کے عرض کی کہ جواب کے دین کو قبول کرے وہ کیا کہے شاہزادہ عالم نے کلمہ شہادت ارشاد کیا وہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے شاہزادہ
 عالم نے دونوں کھنڈ میں پر رکھ دیا وہ دھڑلہ دڑا قدم عالی پر اس شاہزادہ عالم کو گرے کر پڑے اور کھنڈ کی شاہزادہ عالی جناب کو طریق نذرین
 شاہزادہ عالی مقام کے دونوں کو گلے سے لگالیا اور وہ کھنڈ میں کمر حوائی کے کہ فرمایا کہ آج تک تم گنجاب کی طرف سے بیان کے قتل
 ظہور ہوئے اور آج سے تم دونوں کو اس قلعہ اس گنجینہ و دھن کا مالک و حاکم کیا تم دونوں بدستور قریب اپنے بیان حکم فرما رہے ہو وقت

کہ ہم کو طلب کریں حاضر ہوتا ہوں یہ حکم دے کے دونوں کو رخصت کیا اور آپس میں رستم خان اور سعد و سعید جگر نشین قلعہ سے رآمد ہو کر اپنے لشکر
 میں داخل ہوا دوسرے روز وقت صبح وہ شاہزادہ طویل الاقدار سوار ہوا اور رستم خان بن گنجاب اور سعد و سعید جگر نشین سے باتیں کرنا شروع
 فرمایا و سپاہ الہی کوئی دو تین کوس کے فاصلہ پر پہنچا ہو گا کہ سامنے سے گردنیاں ہوتی اور حیب وہ گرد و مٹی تو دیکھا دو جوان ہر ہر توان
 خوشی سے گل نمونہ نہایت حسین اور خوش رو و کجوں پر سوار تھے آگے اور پشت پر تھے اسی ہزار سوار کا پرانہ صاحب مسلح اور کل تلخہ تھوڑے
 ہا سار و براق مکمل برزخو پیر ہر نے اٹھائے اسی طرف کوچے آتے ہیں شاہزادہ طلیشان نے رستم خان اور سعد و سعید جگر نشین کو بوجھا
 کر زبدا کیجئے تو یہ دونوں شخص کون ہیں انھوں نے عرض کیا کہ اے شہر یار بیان سے تھوڑے فاصلے پر ایک درہ کوہ ہو کر نام اسکا درہ خول ہے
 یہ درہ کوہ لب و دیا نہایت پر فضا قابل سیر کے ہزار سو فرنگ تک اس درجے کی ایکجا نب تو دریا سے زخار ساحل ناپیدا گنا اور تین طرف بڑے
 بڑے پائو فرنگ فرما دینے میں اس کے قلعہ خود ہی ہو گا بادشاہ ہفت کشتہ تھم دے زمین کی فوج و سپاہ لیکر آئے تو بھی وہاں تک داخل نہ پائے تین
 پیا پیا گول کے اندر وہ قلعہ طایر و دم و خیال اور کندہ و فرود و جنگ پہنچا اشکال و محال ہو سوا اسکے اس درہ کے اندر ہر ایک طرف ایک ایک درہ
 اور درہ و کچھ پائو دین میں حق ہیں اگر خداوند بچد ہزار تک قلعہ اسے باختر اپنے چوٹھ لاکھ سوار دیادے اور اٹھارہ سو پیرانہ مرسل و مرسل
 اور پلو انان قدرت اور ستونان بارگاہ کو ہمراہ لے دیاں کے دسویں سے آدھ زرم پیکار ہوا اور چاہے کہ دونوں انکی سازش کے ایک قدم
 درہ کے اندر داخل کر سکے تو کیا محال تھم ہزاروں سے سرگرا ہا کر یہ یہ دونوں بجائی نوحہ ان جو آگے آگے چلے آتے ہیں حکم اس درہ کے
 ہیں ایک کا نام حارب خوزیر اور دوسرے کا نام حارب خوزیر و غرض کہ سعید جگر نشین اور رستم خان بن گنجاب
 اور تھم سردار اور افسران فوج مع تین لاکھ تیس ہزار سواروں کے ہمراہ اسکے کہ شاید یہ بر سر جنگ آتے ہوں ہوشیار ہو گئے اور اپنی ہانی
 پرین تلوار بن بھال کے ہمراہ شاہزادہ عالی مقام باطمینان تمام آہستہ آہستہ چند قدم آگے بڑھے تھے کہ وہاں حارب خوزیر اور حارب خوزیر
 کو جو یہ معلوم ہوا کہ یہ فوج و سپاہ شاہزادہ ملیح الزمان کی آتی ہو دونوں بھائی اپنے اپنے گھوڑوں پر اتر کے سیاہ پاسبان کو چلے جب قریب پہنچے
 تو دوڑ کر شاہزادہ عالی مقام کی رکاب نظر افتاب سے لپٹ کر اقدام عالی چہننے لگے شاہزادہ عالی مقام کیفیت دیکھے ہاں ہاں کر کے گھوڑے پہ سوار
 پڑا اور دونوں کو اپنی چھاتی سے لگا کر پوچھا صاحبو تم اپنا حال بیان کر دو دونوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اے شہر یار ہم دونوں بھائی وہ خوزیر کے
 حاکم ہیں شہر کو عالم خواب میں بنے دیکھا کہ درہا ساں مشق ہو گیا اس میں ایک تخت مکمل اور مزین بچا ہے ایک بزرگ نورانی صورت قدسی پیش کو
 اٹھائے چند لاکھ دوش بدوش ایسے ہوئے زمین پر اترتے چلے آتے ہیں پھر کو چلے جاں بالکل اس فرشتہ مثل کے دیکھنے کی تاب نہ رہی
 آنکھیں بند کر لیں ناگاہ ایک آواز ہرے گوش زد ہوئی کہ ابیاد و خواب غفلت سے چمکو اور ذرا آنکھ کھولے جانب چپ دیکھو اور آل اعمال
 شیک اور افعل بد کا خیال کر کے باز پرس فرما سے قیامت سے ڈرو اور خطاب الیم و نازیم سے خائف و ترسان ہو کے کفر و کافری سے مکر و دہ
 صدائے غیب سنکے ہم دونوں نے آنکھ کھول کر دست چپ کو جو دیکھا تو ایک مکان نظر آیا اشعار سیاہ و تنگ چون قارورہ قرعہ متلع ساکن لیل
 عل و زخیرہ درش لبہ تعقل نا امید نہ زیدہ غرہ معش سفیدی ہلاکین از زمین تا آسمان شعلے آگ کے بلند ہیں اور ہزاروں مغبوبان
 بارگاہ انیر دی پڑے جلتے ہیں ہم دونوں بیاب ہو کر پکارے مصرع و قمار بنا خراب انارہ ساتھ اسکے دوبارہ صدائے کانوں میں آئی کہ
 اب تم دونوں دست راست کو دیکھو بنے سمت راست جو خیال کیا تو دیکھا کہ ایک باغ آراستہ ہو شعور و دین جہم و خیم زیدہ براون ظلمت گیتی
 شہزادہ ہولے روح پرور اور فضا کے دلچسپ سے وہاں کی ہم دونوں کے ہوش و حواس درست ہوئے پھر جو فرمایا کہ میں سیکرہ دن مکان
 قمر طلیشان محل شب چلے نور گو ہر شاہد اور یا قوتہ معلوم و مرد اخضر کے چہ ہوئے تھا قدرین آج شگوفی ہر غنیمت پانی آکا مثل آب مروارید
 صاف و شفاف موج زنک کا طیور خوش رنگ و خوش الحان لہجہ و لہوئی فخر و مزہ و مزہ سے حمد و سپاس اس خالق جود و کل خدائے عز و جل
 کے ہیں اگر خوشین سجادے بچا سے عبادت انہی میں مشغول ہیں سیکرہ دن حوران بہر جام شراب کو شراب انھوں میں لیے آئی پرستاری میں
 حاضر ہیں ہم دونوں بھائیوں نے یہ نا شاخوہ تار کا دھیرا لہجہ بزرگواری سے پوچھا کہ یا حضرت آپ کون بزرگوار ہیں اور وہ مکان

جہاں شعلے آگ کھڑی تھیں کشیدہ ہیں اور ہزاروں آدمی انہیں پڑے جلتے ہوئے عذاب میں مبتلا ہیں کیا ہوا اور یہ باغ جہاں یہ فضلاء اور
یہ ہوا جانفزا ہوا اسکا کیا نام ہو ان پاک طینت نے فرمایا کہ صاحبو میرا نام تو ابراہیمؑ ہے اور وہ جیمؑ ہے واسطے مشرکین اور منافقین کے اور یہ باغ
مبشتہ ہے واسطے اہل دین اور مومنین کے تب بنے گجر کے پھر عرض کیا کہ یا حضرت ہم اس پر جمیں اور خطاب الیم سے کوئی نہ فرمائیں اور اس باغ میں
میں کس طرح جائیں ان مقدس نے ارشاد کیا کہ تم دونوں کلہ طیبہ پڑو کے مشرت باسلام ہو اور کل صبحا اس در سے سے باہر نکل کے دیکھو کہ ہاں
اور دین سے ایک شاخصہ زادہ کہ نام اسکا شاہزادہ بی بی الزمان گرد شکر شکن ہو تو شکستہ ملک حران کو مسز کو کے مع رستم خان بن عباس
اور سعد اور سعد اور قین لاکھ تیس ہزار سوار کے بیان یا ہوا اس سے تم دونوں سعادت ملازمت حاصل کر کے اسکے ہمراہ جہاد کرو پس یہ سنتے ہی ہم دونوں
بھائیوں کی آنکھ جو کھل گئی تو پہنے پھر ان بزرگ کو تو نہ دیکھا مگر تمام مکان ہمارا مسطر تھا تب ہم اپنے زمین سے سوچ کر کہ اگر یہ خوب ہمارا حق ہو تو شکستہ
اور صلابہ ہو مگر زیارت شاہزادہ بی بی الزمان والا مرتبت کی نصیب ہو گی اپنے اپنے رکھوں پھر ہر اس طرف کو چلتے تھے سو الحمد للہ والہ کثرت شکر
مقصود سے افتخار دارین حاصل کیا شاہزادے نے کثرت شکر انکو نصیب کیا وہ دونوں بھائی کلہ طیبہ پڑو کے مع اپنے اسی ہزار سواروں کے از سر صندق
مسلمان ہو گئے پھر دونوں بھائی ملتے ہوئے شعرا و صاحب کلمات شکر اور کلامتہ روزے نقدے کن درویش بنوا رہے یعنی ہر ایک روز بچا سے خوان بہت
انہاں جوین قناعت فرماتے تو رہے افتخار ہم غلاموں کا شاہزادہ عالم نے منکور فرمایا اور ہمراہ انہی داخل درہ ہوا ان کو تو ہمیں چھوڑ دے
جب تک دو گئے داستان شکر فروری طرز زلفات ثانی سلطان امیر حمزہ صاحب قرآن سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جب وقت گاؤں لنگلی گاؤں سوار شکر اسلام سے شکستہ تاش کھا کے قلعہ بربر میں حصاری ہوا تو حسب حکم شمشاد والا جاہ سعید بن قباد
چراغ شکر اسلام کے قازیان دیدار اور مجاہدان تور شہار گرد پیش اس قلعہ کے محاصرہ کیے ہوئے تھے ایک روز کی نفل ہر کہ بیان بارگاہ سلطانی
میں شمشاد شکر اسلام سر پر سلطنت پر اجلاس فرمایا اور امیر حمزہ صاحب قرآن دنگل اور جبر شکر بن بانی پانچ ہزار پانچ سو پچھن گروہ گردن کش
دست راستی و دست چپی اپنے اپنے دنگلون پر بالادب بیٹھے تھے ناچ و دیکر رہے ہیں وہاں حال گاؤں لنگلی گاؤں سوار کا سینے کا سینے اپنے بیٹے
رستم خان کو جسے اپنے بچہ ہوا پرستی بقید کیا تھانہ سے بہا کر لگے بلایا اور اپنے لگے سے لگا کے بہت سپار کیا خلعت فاخر پہنایا اور ہر روز
تخلیق میں لیمیا کے بکر و ذریب کہا کہ او فرزند آج شب کو مجھے خواب میں زیارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیب ہوئی اس خیال سے مجھے ہزار غور
ور جا اور امید ہم سیر گلزار نسیم اور عقوبت نادیم کی دکھلا کے کثرت شکر نصیب کیا میں بدل جان کر پڑو کے مشرت باسلام ہوا ہوں اب
چاہتا ہوں کہ تیرے ذریعہ سے شرت ملازمت امیر حمزہ صاحب قرآن کا حاصل کر کے افتخار کو میں ملے و سعادت عارین حاصل کروں رستم خان نے نہایت
توش ہو کے اس وقت ایک عرضداشت بمضمون مذکورہ لکھ کر نبوت سلطان صاحب قرآن ارسال کی بعدہ گاؤں لنگلی گاؤں سوار کو ہمراہ اپنے لکے
امیر حمزہ صاحب قرآن روانہ ہوا قصہ مختصر جبکہ وہ عرضداشت بنظر اقدس امیر حمزہ با تویر گزری نہایت خوش ہو کے فرمایا کہ خوش حال گاؤں لنگلی
گاؤں سوار کا کہ زیارت حضرت ابراہیم کی نصیب کی اور ملت بمینادین اسلام قبول کیا اور چند سواروں کو استقبال کے لیے بھیجا وہ باختر واکر اہم سے ملے
گاؤں لنگلی گاؤں سوار نے اپنے دونوں ہاتھ رومال سے باندھ لیے تھے اور جب وقت گذرے وہاں بارگاہ داخل ہو تو قیام کے شعریہ جرم میں بخش کر اور وہ
تخلیق و اشک نہامت و عرف انفعال مابود و ثا چاہتا تھا کہ اقامت اس پر گرے امیر با تویر نے اپنی بھائی سے نکال لیا اور ہاتھ پیر کے رو برو تخت
بادشاہ اسلام کے خدمت لوائی بادشاہ نے خدمت قبول فرما کے دست حرمت اسکی پشت پر رکھا اور دست چپ اشارہ دنگل پہنچنے کا کیا گاؤں لنگلی گاؤں
آداب بجالا کے بیٹھ گیا اور بہت مہربان و انکسار کو کے مستعدی اس امر کا بھرا کہ غلام اس ملت دین سے محض نااہل ہو لہذا امیر و اعطیات ثانی
اور مراحم خسروانی سے یہ ہو کہ واسطے ہدایت طریق اسلام اور تکیں مسائل دین کے کسی مرد مومن کو اور شاہد ہو سلطان والا شان نے جانب الیم
گردن قافان میں اشارہ فرمایا غرض کہ مہر ام کرنے طریقہ و ضوابط و نماز چکا نہ اور مسائل دین وغیرہ جو کچھ سلطان کو چاہیے سب آگاہ کیا کہ
صبح کو بوقت دربار جلوس شمشاد شکر اسلام نے سر پر سلطنت پر اجلاس فرمایا اور پانچ ہزار پانچ سو پچھن شاہ و شہر بار زادے اور گروہ گردن کش
اپنے دنگلون پر بیٹھے امیر حمزہ عالمیہ نام نے دنگل شاہزادہ بی بی الزمان و شاہزادہ ملک تمام کا قالی دیکھ کر ایک مہر دل سے کھینچ کر فرمایا قصہ

ہر دو تین کسی کس ملک ہستیاں ہیں ذاب دیکھنے کو آئیں جگہ ترستیاں ہیں ذہن ازان خواجہ بزرگ امیداد ویدادل وغیرہ کو اپنے پاس
 بلا کے پوچھا کہ اس بزرگوار و ایک مدت دراز سے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم محمود و غیرہ بن زمین علوم کس سرزمین پر اور کس ملک میں اور کس
 حال میں ہیں طریقہ علم نجوم اور رمل سے ملاحظہ کر کے آتا تو فرمے شہزادی آنکھوں آنکھیں میں دیکھوں ذہن ابھی خدا بھی کر گیا: ان چاروں
 مقدسوں نے اصطلاح کو لیکر آفتاب کے مقابل کیا بعد اسکے زایچہ کھینچ کر ستارگان سمجھنے کی گردش کا شمار کس عرض کی کہ یا امیر ہمارے
 حساب در ہمارے علم سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انفعال اترو دی سے سرزمین باختر کوئی اعلیٰ مردان وہ دونوں آفتاب سپر صاحبقرانی طالع ہوا
 علیہ فرا ہو کے آفاق گیر ہیں خصوصاً شاہزادہ بدیع الزمان تو بڑا ہی صاحب جاہ و چشم پرست سے ملک اور بہت سے قلعے اسکے قبضہ اختیار
 میں ہیں اور اس وقت کی ساعت سحر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آج خبر فرحت اثر اور شہرت و سلامتی ذات ستودہ صفات شاہزادہ بدیع الزمان
 عالی شان کوئی شخص اس سرزمین سے لاکے سمح اقدس ہالیوں میں پہنچا گیا دالہ اظم بالمصوب میرا تو قرآن بزرگوار دون کو خلع نعلت کر کے
 شہر چشم برہانہ اخبار شاہزادہ بدیع الزمان عالیہ ہونے کے تھے کہ لگا ہوا بعد دیکھ کر آکے عرض کی کہ ایک سوداگر عبتہ فلک تکریم پر حاضر ہو کر میرا
 یار بیانی کا اور سلطان عالی مقام نے ارشاد کیا کہ کیا مضائقہ ہے بلوچستان حکم سلطان باکرم کے اس سوداگر نے اندرون بادشاہ حاضر ہو کے میرا گاہ پر
 بجا کیا اور قریب تخت شاہی کے پہنچے گئے خدوئی کر سی ٹیچنے کوئی صاحبقران نے پوچھا کہ اس تاجر کیا نام تیرا اور کہاں سے آنا ہوا اسے عرض کی
 کہ اس سلطان یہ بندہ تیری خواہ قدیم پڑے مات سے ہمراہ رکاب حضور کے پردہ دنیا پر آیا تھا حامی کا نام خواجہ آشوب ہے بالفعل بطریق تجارت شہر
 ستیان میں دارم تھا حسب اتفاق شاہزادہ بدیع الزمان سے ملاقات ہو گئی اس شاہزادہ عالی صفات نے ایک عرضداشت لکھ دی ہے اس کے ذریعہ
 سے سعادت مند و آستان دولت کا ہوا ہوں سلطان صاحبقران نے یہ شہرہ تازہ شہرہ عرضداشت طلب کر کے ملاحظہ فرمائی اور فرمودہ شادی
 سے ہر ہفت روزے معرجم اور وقت تو خوش کر وقت ما خوش کر دی ذہن ازان خواجہ آشوب کو خلع نعلت کر کے پوچھا کہ خواجہ تم مجھے یہ تو کہو کہ
 بیان سے شہر سجان کتنی دور ہو خواجہ نے عرض کی کہ یا امیر اگر سوار سی کشی اور جہاز میں جا بیے تو کوئی چہرے کا راستہ ہو اور اگر خشکی کی راستے سے
 جا بیے تو ساٹھ ہزار فرسنگ کا راستہ ہو اور راست بہت خوب و دلکش ہے بلج میں پڑتا ہے کہ نام اسکا کیا ہاں حبل القمر مشہور ہے اس بیابان میں کوسوں تک
 مول تو بانی نہیں میر کوئی بھیمل کوئی مدیا نہیں اور سوا اسکے ہزاروں آفات اور بیبات ہیں ایسی ہیں کہ انسان کا گزیر ممکن سکندر ذوالقرون جسکے
 ساتھ دینی حضرت خضر علیاس رہیں اور نہ ہاتھ اور بقوا جسکے لڑے طاغیوں و دیو صاحب تیرے تھے میں کہ سوا سے اس بیابان میں گیا تھا چھوٹا
 کے بعد اہ کوٹ کر کے اگلی بارہ ہزار سوا سے کہ وہ بھی لب گونے اس بیابان سے باہر نکلا تھا باقی سب سوار و پیادہ لشکر اور پیرو نگاہ سکندر ذوالقرون
 لیجے بادشاہ کا اس بیابان میں ہلاک ہو گیا شعور پایا کھج برسون نقش پا سے رنگان ڈھونڈے نہیں چکا تا ممکن کوئی انکو کہاں ڈھونڈے
 چنانچہ سکندر ذوالقرون نے اٹنا سے راہ میں اسکے سات نیا قمر کیے میں ہزار ہزار فرسنگ بلایا نیا لکھو نشان منزل کے بنایا ہو یعنی جب سفر
 بل پر ایک نیا رکے پہنچے تو تو یا منزل پر پہنچا اوطاب و طعم بھی سوا سے ان میں دن کے اٹنا سے راہ میں کہیں ہم نہیں پہنچا اس باعث سے وہ
 راستہ مسدود ہو چکا میرا تو قریب شاہزادہ بزرگ امیداد ویدادل وغیرہ سے پوچھا کہ اب ذرا اپنے علم سے یہ بھی دیکھو کہ کوئی ایسا بھی بندہ خدا کا
 حبل القمر ہفت میل کی راہ سے چلے اور شہر سجان سے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر لے آئے خواجہ زادوں نے زات کے میں بلکہ ہر فرد چھپکا
 اور اسکے حرفوں کو مطالعہ کر کے کہار یا امیر یا تو قریب خدا سے غزل کی قدرت بہت بڑی ہے ایسے بھی لوگ دنیا میں موجود ہیں کہ آج جاہل تو ایسے
 دو بیابانوں کو طر کر کے بغافیت تمام میرا میں اور سمت حرا و عیاری قلب فلک خنجر گزاری شاہ حیا ان حیا عمر دین امیہ نادار چشم بر شاہ
 کیا اشد بزرگ امیداد ویدادل کی آنکھ کا دیکھ کر مردنے کہ اگر خواجہ سلامت یہ کیا ہو اور اشارہ مجھ پر اسے کی جانب تو کیجیے یہ خدمت کسی اور کے
 قنویں ہو امیر یا تو قریب فرمایا کہ او عمر و رب کعبہ دوری شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم محمود سے دہرین میں کچھ بیان نہیں کر سکتا شہر
 تابدان مقصد عالی نتوانیم رسید ہاں اگر لطف شہزادہ کا ہے چند ہر مردنے کہ لا و عرب مجھ سے سوا ہے اپنے مطلب کے اور کسی جان کی کیا
 ہر خواجہ نے اندرون مجھ پر کیا گذرتی ہو ہر روز فائدہ موجود رہتا ہو تگدستی سے میں عاجز ہوں خبر بیان تک تو حاجت نہیں کہ ٹوپی

جوئی پنے پھر بنگاہ کیسا غضب ہو کر لڑکے بائے خلق پاس آداب نہیں کرتے ٹھہرین جاتا ہوں تو کوئی ٹھہرین لی لی اور لڑائی
 میری حقیقت نہیں سمجھتی اپنا حال کس سے کہوں اور کہان بدوون قہقہہ ہر چند کہ تیر خج را آماجہ بر تارک افلاک ہلاکت تا جمہ یک
 شہر مفاسی خود میگویم چند اگر فراغت من تمام غرضک دینا ہوا دو پیہ ہوں نے تو خوب آنکھ کھول کر دیکھا کہ اس سو پیہ سے
 زیادہ تر کوئی شہر نہیں اور یہ قول کسی استاد کا ہے کہ شہر زور و قضا کی ولیکن بخدا ستار خوب قاضی الکا جاتی سلطان
 والا نشان حمزہ صاحبقران نے یہ گفتار عرو کی شکستہ فرمایا اور کہا ای دریں اور ای طاعت جہان منبر خیمہ راسد حرف است وہرستی
 یہ جو تو نے خزانہ بیت المال جمع کیا ہر وہ کسوں کا ہر ایک عمر کرنے کا واقعی جیسے بڑی خطا ہوئی جو میں نے آنا انکار حال کیا عمرو
 تجھے تو میں کیا جواب دوں اور کیونکر مقول کروں واقعی میں نہیں اور طمع ہوں لیکن یہ اساتذہ نے ہو کھا کر آیا اسے کیا کہا جا سراج

شہر کہ این کوکب و اقبال لطیف خواہ	ماج و تخت و علم و تہ و سپہ خواہ	تخت و شوکت و جلال کبر خواہ	این ہما ز پے آنت کہ زین خواہ
ان وزیرے کہ لیے قاتل و اٹا	کار او با ہمہ کش رفق و مدار باش	مخلص شاد و ہوا خواہ رعایا باش	این ہما ز پے آنت کہ زین خواہ
فاضلی کو ہمہ در علم فروغ است واصل	گاہ اندیشہ مقول کہ کہ مقول	ہر کسے را کہ بخوابد بخدا و رسول	این ہما ز پے آنت کہ زین خواہ
آن حکیمی کہ ترا کب معاجن سازد	بہارات حکیمانہ سخن پردازد	ہر دم مسیح بقانون نظر اندازد	این ہما ز پے آنت کہ زین خواہ
آن سپاہی کہ سو مکر چون تر واد	بے محابا ہمہ تن بر دم شمشیر زند	انہ کذب ہم پے جنگ سوے شیر زند	این ہما ز پے آنت کہ زین خواہ

اگر ہندی والوں نے یہ کتب مصداق حال سے مثال کے کہا ہے

کہ بن کنا دیکھے جوگی کن پٹا دیکھے سیس بجاری خیمے جو رستہ میں
 ساڑ اور سوڑ دیکھے کا برادر کو روکھے مایہ کی پور دیکھے پور ہے دھن میں
 یعنی سوا سے میرے اور کوئی اتنا بھی طالب زرا و طامع اور خریس شاید نہیں ہو خیر اگرچہ میں حریص اور طامع ہوں تو لودھا حافظ میرزا
 بیان کیا ضرور اب میں بھی کہتے اند کو واسطے چ کے جاتا ہوں یہ کتب عمر و آئینہ کھرا ہوا اور سلطان صاحبقران سے رخصت طلب
 ہوا سلطان عالی مقام نے فرمایا ای عمرو اس تذیری اور حیا سازی سے کیا غرض ہے جو کہ تو کہ میں تجھے دوں ابھی عمرو کچھ جواب نہیں دے
 پایا تھا ناگاہ گاؤں لنگی گاؤں سوار نے کہا یا سلطان صاحبقران یا بان جبل القمر بخت میل کا طر کر جانا خیلے اشکال بلکہ ست کمال
 ہو ایسے مقام پر تو غلام کچھ عرض نہیں کر سکتا مگر بت نازک مقدمہ ہر چند کہ اب فلاں کو کچھ کام نہیں میں نے ملت بیضا دین سلام
 قبول کیا ہو مگر حضور نے زبانی خواجہ اشوب کے حال سکندر زو القریں کا گوش خود شاہ باوجود اسکے کہ حضرت خضر اور الیاس
 علیہ السلام ایسے دور بنما اور نقو ما جس اور اسطاطا میں ایسے دو وزیر صاحب تدبیر سکندر کے ہمراہ تھے اسپر بارہ برس میں ابن سلطان
 شکلا تھا اور تیس لاکھ سوار تھے ہنگی دس بارہ ہزار زندہ و سالم رہے تھے باقی سب ہلاک ہو گئے لوگ بچہ ہزار ملک باختر کے رہنے والے
 اس بیابان ہفت میل کی شان میں کہتے ہیں کہ وہ مدت و قدرت لقاے خدا سے باختر کا ہو اسکی انتہا پانا غیر ممکن ہے امیر باتو قر نے
 فرمایا کہ اسرافیل درگاہ لقا عمرو کے پاس تین سو ساٹھ پیڑیں کا ترکات ہو اور عمرو صاحبقران بان پھر و کے نزدیک طر کر جانا بیان
 جبل القمر کا کچھ دور سین عمرو بول اٹھا کہ اگر حمزہ میرے بوڑھے چوتھے پر کرم کیجئے میں زیادہ اس خوشامد اور سخن سازی کو موافق
 کیجیے یہ خدمت خاص اس سوز شیف سے کہی نہیں ہو سکتی گاؤں لنگی گاؤں سوار نے کہا کہ ای عمرو ایک مرد مرکا اس راہ میں گز رہیں ہو سکتا
 تم پیار سے ناحق پر خیال کرتے ہو گروہ جو کہتے ہیں مسرخ ہر ذر و ملت دیدہ ہو شہد یعنی مقام پر طبع انسان کو بیت خراب کرتی ہے
 عمرو نے کہا کہ ای گاؤں لنگی گاؤں سوار تم سے کہتے ہو عیلا وہ بیابان قدرت لقا کا ہو مجھے کاہے کو وہاں جایا جائیگا گاؤں لنگی نے
 کہا وہ صحرائے قدرت ہو یا نہیں ہو جائے سے احوال معلوم ہو جائیگا اور یہ کہ جو کچھ کہیں لنگی یوں باتیں نہ کہے کہ اور بکے کرنے کو تو مجھ سے کہوں
 بھی کہوں کہ ان آپ بیابان ہفت میل کی راہ سے سنبان میں پہنچ جائیگے عمرو نے کہا کہ بھلا اسے گاؤں لنگی سکندر زو القریں و شام

بھروسہ پر جمع فرمایا اور بارہ برس میں اس صورت سے باہر نکلا تھا اگر کوئی شخص بارہ بیٹے میں بیابان ہفت میل کو مل کر
 پھر آئے تو آپ کیا کیے گا گاؤں لنگی گاؤں سوار نے کہا کہ اس عمر و سال بھر کا خرچ ملک بربر کا میں اسے اس وقت دیتا ہوں عمر و سال
 کر اور جو کوئی چھ بیٹے میں جائے اور آئے گاؤں لنگی نے کہا تو تین برس کا خرچ ملک بربر کا دون عمر و سال دیتا ہوں کوئی تین بیٹے
 میں اس بیابان کو مل کر کے آئے گاؤں لنگی گاؤں سوار نے کہا کہ پانچ برس کا خرچ ملک بربر کا میں دیتا ہوں عمر و سال دے
 اسرافیل درگاہ لغا زیادہ نہ بڑھتے جاؤ فقط سال بھر کے خرچ پر قائم رہو جو دس بھی سکوتین بیٹے بھی جائے دو اگر کوئی چالیس
 دشت گردی اور صحراوردی اس ہفت میل کی کر کے پھر نکلا رہے پاس آجئے تو کیا ملے گاؤں لنگی نے اپنا منہ پیٹ لیا اور فارسی
 کو لپکا گشتری اپنے ہاتھ سے آنا کر آگے عمر و سال کے پچھنک دی اور کہنے لگا کہ میں بارہ برس کا خرچ ملک بربر کا اسے دون ور
 سلطان صاحبقران یہ بھی خدائی قدرت ہر کر کل دن بچہ ہزار ملک باختر میں اسرافیل درگاہ خداوند لغا مشہور تھا اور آج
 حقیقت میری ہو گئی کہ ایک ایک پیادہ ایک ایک نفرہ میری تنگ حرمت اور تنگ فرات چاہتا ہر صرع جسے چاہے دے دے
 خداوند جاہ کجایا بیابان ہفت میل صحرا سے قدرت خداوند لغا اور کہا کہ کو کر جانا عمر و سال میں نے تو کہہ دیا میری ہر موجود ہر ایک قرار نامہ
 مجھ سے لکھا کہ وہ عمر اس پر ثبت کر بیٹھے کہ بارہ برس کا خرچ ملک بربر کا بشرط مل کر جانے بیابان جبل القریٰ کے سینے کو حاضر ہوں عمر
 نے آشکار ہر گاؤں لنگی کی بے لی اور میر باتو قیر نے پھر کر رہے گاؤں لنگی کو نسخ کیا کہ اسرافیل درگاہ لغا عمر و سال سے مباحثہ نہ کرو عمر و سال
 مقدم بہت نازک ہو گاؤں لنگی گاؤں سوار نے کہا یا سلطان صاحبقران اب حضور اس مقدمہ میں حالت رکھیں کچھ فرمایا میں یہ
 حیا ری نہیں ہر بیابان ہفت میل عمر و سال کو مل کر جانا بہت کیفیت دکھائے گا عمر و سال بھی لکھا کہ عمر و سال میں سال بھر کا خرچ ملک بربر
 کا تہ سے سلون گاؤں لنگی کو بیکا کے اور افوا کر کے اب اس شرط سے باز رہے گاؤں لنگی گاؤں سوار نے کہا کہ اس عمر و سال
 بھر کا خرچ ملک بربر کا تجھے لو لگا جو تو نجایگا اور یہ کہ کے اسی حالت فیما و طیش میں ایک قرار نامہ بدین مضمون کہ اگر عمر و سال
 جبل القریٰ ہفت میل کو مل کر کے شہر سجان میں ہو آئے تو میں سال بھر کا خرچ بلالکراہ و اجارہ دون اور اس امر میں فرسے تحت اور
 خداوند پھر نہ دن اور اس اقرار نامہ پر انی ہر کر کے عمر و سال کے لگا کے بسم اللہ آپ جائے عمر و سال لکھا کہ صرع این را بجسے گو کر ترا
 تشا سلائی گاؤں لنگی گاؤں سوار یہ کا فذ تو شخص بیکار ہر اگر تم شکر ہو جاؤ یا جسے مجھے رو سپہ وصول ہو تو میں اس کا فذ کو یہ پھر و لگا
 یا شیر لگا کے چاٹوں گا اس پر عمر و سال صاحبقران اور تمام بارگاہ نشینوں کی تہرین گواہیوں کی بھی ثبت ہو جائیں تو کیا مضائقہ ہو یا قرار
 نامہ تمہارا ولولہ اور فاذم منزل مقصود ہوں گاؤں لنگی گاؤں سوار وہ اقرار نامہ لکھ جلدی سے اسے غصے کے کا پتا اور پھر تارا اور ہو نہ
 اپنے چہا تا ہوا رو بر و امیر باتو قیر کے آیا اور تمس ہو کر یا سلطان صاحبقران خداوند آپ اس کا فذ کو انی ہر سے مژین فرمایا میں اس بات
 نے فرمایا کہ دیکھ اسرافیل درگاہ لغا جو کام کرو مجھ کے کرو مباحثہ اچھا نہیں دور کرو جانے دو گاؤں لنگی نے کہا کہ اس سلطان صاحبقران
 اب غلام کی اتنی بھی خاطر اور توقیر آپ کو منظور نظر نہیں حضور فقط اپنی گواہی کی ہر اس پر ثبت فرما دین باقی آپ کو کچھ کام نہیں خداوند
 میری بات رکھ میں صاحبقران دوران نے کہا اس گاؤں لنگی میں بھاری ہتری کے واسطے مافقت کرتا تھا تم واسطے کیوں دلاتے ہو
 میں ہر کیے دیتا ہوں اب تم جانو یہ فرما کے امیر باتو قیر نے اپنی ہر اس پر ثبت کر دی بعد اسکے تمام سرداران بارگاہ کی ہرین گواہی کی
 اس اقرار نامہ پر ثبت ہو گئیں گاؤں لنگی نے کہا کہ اب اسے اس عمر و سال کے پاس رکھو اگر ایک اقرار نامہ تم بھی مجھے لکھ دو کہ اگر تم بیابان
 جبل القریٰ میں پاسکو تو میں پھر سال بھر کا خرچ مجھے لو لگا عمر و سال لکھا چشم مار دشمن بسم اللہ بھی یہ کہ کے عمر و سال بھی ایک اقرار نامہ
 اسی مضمون سابق الذکر سے لکھ کر تمام سرداران کی گواہیاں کر کے لکھا کہ اس گاؤں لنگی میں نے بھی اقرار نامہ لکھ دیا مگر یہ فرمایا
 کہ جو وقت میں بیابان جبل القریٰ کو مل کر کے ملک باختر سے مراجعت کر کے میان آؤں اور اس وقت تم بھاگ جاؤ یا جیلہ جو اللہ و ہر
 میں کرو تو موجب بخشش کا ہو اور میرا وہ یہ کسی سی اور جہد و یا من کا ہو میں چھوڑنے کا نہیں لہذا تمہارا اعتبار تو مجھے مطلق

نہیں کرتے تھے روپیہ وصول ہوا کہ کسیک اپنا مناسبت دیکھ کر تم بھاگ جاؤ تو میں وہ روپیہ سال بھر کے خراج کا اس سے وصول کر لوں گا ورنہ لنگی گا و سوار نے کہا کہ میں ملک بربر کا حاکم اور فرمان روا ہوں میرا اعتبار تو نہیں تو مجھے زیادہ تر بہتر اور مہاجن کون ہوگا عمر و نے کہا حمزہ بڑا مہاجن ہو اور بڑا معتبر مرد متدین میری نظروں میں ہو یہ اگر ضمانت اپنی لکھو تو کیا مسئلہ یہ تو معاملہ ہر اس میں پاس و لحاظ میں کسی کا نہیں کرتا گا و لنگی گا و سوار نے مجھ سے سلطان والا در عالی منزلت اگر عرض کی کہ ای صاحبقران دوران اگر حضور کی نظروں میں غلام کی کچھ آبرو اور بہتری ہو تو امیدوار ہوں کہ ازراہ ہند روادی آپ میری غما کر دیجئے امیر با تو قیرنے فرمایا کہ اسرا فیل درگاہ تعلقا حول و لا حول استغفار تھری آبرو وادعوت اور تو قیر اور بہتری کا کیا ذکر ہے مجھے تمہاری ضمانت کرنے میں کچھ انکار نہیں مگر مال کار کو تم بھگد کیو گا و لنگی نے کہا غلام نے خوب سمجھ لیا ہے آپ ضمانت غلام کی کر دیں صاحبقران عالی شان نے فرمایا کہ جو تمہاری خوشی اور یہ کہ قلعہ ضمانت یہ ہر خاص امیر با تو قیرنے لنگی گا و لنگی کے حوالہ کیا تب گا و لنگی نے عمر و سے کہا کہ وہ صاحب تھے تو کوئی دقیقہ اپنے اطمینان میں فرو گزاشت نہیں کیا پھر میں کیوں تمہارا مال کر دوں اگر تم راہ میں سے پھر آؤ اور بیا بان ہفت میل کو نہ مل کر سکو تو تم بیار پیشہ ہو تمہارا بھگے کیا خاک اعتبار ہوگا تھے مجھے غما کیا ہر تم بھی اپنا کوئی مناسبت مجھے دو عمر و نے کہا ابھی مناسبت لو اور یہ لکے سمت خسرو بلاد ہند وستان کر شاپ دوران رسستم زمان لندھو بن سجدان دیکھ کر عمر و نے کہا کہ کیوں ہندی تو ہمارا مناسبت ہوگا لندھو نے جواب دیا کہ بجان دول میں حاضر ہوں ایک سال کا خراج ملک بربر کا کیا مال ہر میں اس برس کے خراج کا خواجہ سلامت تمہارا مناسبت ہوں پھر قلعہ ضمانت اپنی تھر سے لنگی لندھو نے عمر و کے حوالہ کر دیا اور بمقابلہ اور ہواچہ پانچہزار پانچو پچھن سرداروں کے بذریعہ سلطان صاحبقران اقرار نامہ تھری گا و لنگی مود قلعہ ضمانت عمر و کو اقرار نامہ تھری عمر و مع قلعہ ضمانت لندھو گا و لنگی گا و سوار کو تقسیم ہوا بعد اسکے عمر و نے نجومیت سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران عرض کی کہ امیر حمزہ اب تو کہہ کر میں جو بیع الزمان کی خبر شہر سبجان میں جا کے تجھے لا دوں تو تجھے کیا دیگا سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ تو نے گا و لنگی گا و سوار سے شہر کی اور خراج ایک سال ملک بربر کا لینا اب اس سے زیادہ کیا چاہتا ہے ابھی کیا عرض ہو اس بات پر عمر و نے کہا مقول یہ تو جو مجھے جلد اطلاع کر دی تجھے کیا یہ شعور نہیں ہے کہ واسطے اطمینان خاطر اور مقول کرنے گا و لنگی کے اور ثبوت دعویٰ شرط اور اپنی حقیقت کے ایسا ایک سردار کو جسے گا و لنگی گا و سوار اور تمام روساے ملک بربر بھیانتے ہوئے گنجاب کے ملک سے بیوش کر کے پکڑاؤ لنگا اور شاہ اپنے حال کا اسے قرار دیکے روپیہ اپنا گا و لنگی بھر لنگا اور گا و لنگی سے نہ وصول ہوگا تو تیری ضمانت ہے کہ تجھے لو لنگا مجھے بد بیع الزمان اور قاسم کی خبر دینے سے کیا عرض اور مطلب ہے امیر عالی مقام سے کلام عمر و کا شک ہے ساختہ ہونے لگے اور فرمایا کہ خبر دار امیر عمر و ایسی حرکت نہ کرنا اور جو تجھے احتیاج ہو اور تو کہے میں دینے کو انکار نہیں کرتا نہ موجود ہو عمر و نے کہا استغفار حمزہ میں نے کہی کچھ تجھے نہیں مانگا اور میں جب مانگوں اور تو دے تو کچھ لطف کیا رہا حاشا یہ وضع میری نہیں ہے کہ بیہوش اس شوکے شعور عرض مطلب ہے وار باب قناعت کو گزرتا صورت بخار یان لب پر حرف و کا سلطان والا در عالی منزلت نے قسم فرما کے شاہ صفا خزاہی کو اشارہ کیا کہ پانچ تھیلیاں زرخیز کی بطریق زاد راہ عمر و کو دو چنانچہ شاہ صفا نے باواز بند کہا کہ اگر کو خواجہ اب تو خوش ہوئے سرکار سے پانچہزار اشرفیان تمہاری راہ کے خرچ کو مرحمت ہوں میں عمر و کی پانچہزار تھیلیاں و سلطان والا

مناسبت کر کے طبع لکھنے سے پسند نہ چشمہ ہرنے دیکھا ترا کوئی ثانی ہر بار گاہ لب بام آسمان پسند وہ پانچ توڑے اشرفیوں کے بھی مذکر میل

تربے کر مے دیے بے سوال حاجت مند دام تاکہ عروسان ماہ و انجسم کی آہی تو ہی ہوا قلم منہ کا حنا وند

حدوت نے ابر سے منہ محول کر گزرتا منہ شاد گوش فلک نے کوئی ترے مانند تری جناب میں شاد عروں دہر سے

کہیے اور تیری ساری ساری باتوں کو میرے حکم دیا کہ آج بارگاہ سلطانی کوہ بربر پر پہنچا کے استاد کرو اور عین شاہ
 شہر یار زادہ سے بارگاہ نشین میں سب دین چل کے جمع ہوں ہم وہاں سے عمرو کو رخصت کرینگے کس لیے کہ کوہ بربر سے بیابان جبل القری
 نظر آتا تھا اور جہاں تک کہ ایک نظر دور سنا ہوا تمام کیفیت فرسکون کی معلوم ہوتی ہر چنانچہ حسب حکم عظام سلطان عالی مقام کے چل
 عیاران پر رشیدیان کھینچ کر جب بن کوہ بربر عمر و محمدی کرب پہلوان عادی نے بارگاہ سلطانی کو لیے کس کوہ بربر پر استاد کرایا اور امیر
 با تو قیر نے بعد ہفت روزہ اسے چھڑا کر اپنی بارگاہ میں چلے آئے آرام فرمایا سوئے سوئے کوئی دو پہر پر ایک یاد و تھری شب کی
 بھی ہوئی کہ ایک سلطان صاحبقران دوران کی آنکھ کھل گئی اور خیال مال اندیشی کہ عمرو دانیسا و سوز جان شاریار غمناک رہا
 اس صحرے آفت زرا اور بیابان جبل القری میں یکہ و تنہا جاوے خدا خواستہ کوئی بیچ پڑ جائے یا کسی بلا میں مبتلا ہو سکے ایسا
 اپنا ہاتھ سے جاتا رہے تو چہرہ حشر و لطف زندگی خاک ہو اور از بسکہ عمر و ثناء ہو کہنا اور منع کرنا میرا مانے گا نہیں بس مقرون مصلحت
 اور مقتصد ہے فراست میں ہر سال بھر کہ خراج ملک بربر کا عمرو کو دے کے وہاں کے سفر سے روک لیجیے اور سال بھر کا خلق با
 شرط کے گاؤں لنگی کو دیکھیے اور یہ کہنے کو عمر و بھی صادق القول تھا اور تم کا ذب نہیں ہوا قری یہ بیابان ایسا ہی ہو گا تم دونوں رو پرانی
 شہر کا محبت اور یہ نصیب نہ آچھا ہر فرض یہ پیش خود تجویز کر کے فرمایا عمرو کو ذرا طلب کرو اور حسب حکم چوہا رنے جا کے عمرو کے خیمہ میں
 ایام حکم کیا اور اس عرصہ میں رات کوئی پر بھر باقی رہ گئی غمی کر دیکھا سانسے شاہ عیاران عیار عمرو بن اسید نامہ دار و یو جامہ گلے میں پہنے
 تین سو سالہ پیروان کے ہر رات پر آراستہ کیے قطورے زربفتی پاتا پتے قرطانی باند سے حلقہ کند عیاری اور حقہ آتش بازی ہاتھ میں
 جوڑی خیمہ کی کمرین نیمہ عیاری گئے ہیں حائل تو بڑھ چھرون کا پشت پر ٹیکاد ہی کا ماتھے پر لگا ہوا رنگ لگا مٹی پانوں میں بٹا
 ہوا اور امیر با تو قیر اور مجرا کے شمس ہوا کہ اس عمر و خدا حافظ میں نے تجھے حوالہ خدا سے کریم کیا اب میں رخصت ہوتا ہوں جو کچھ
 کہ جرم و خطا مجھ سے سرزد ہوئے ہوں امیدوار ہوں کہ مجھے معاف فرما اور میرے اہل و عیال کی پرورش سے فائز رہنا سلطان
 عالی مقام نے یہ کلام سنے فرمایا کہ خواجہ امیر جاوید بھی تو پہرات کھچلی باقی ہر آخر تو جانتے ہو دو چار باتیں ہم سے تو کر لو یہ کہنے
 صاحبقران دوران نے عمرو کا ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا کہ خواجہ سلامت تھارے بیابان ہفت میل طر کر آئے
 اور اس راہ سے شہر سجان کے جلنے میں کوئی شک اور شبہ نہیں رہا مجھے یہ خدا سے عذر مل یقین ملی ہو گیا کہ تم بے شبہ اسی راہ
 جا کے شہر زادہ بدیع الزمان کی خبر لاؤ گے اور شرط تم گاؤں لنگی گاؤں سوار سے جیت چکے مگر اب میری خوشی یہ ہو کہ تم سال بھر
 کا خراج ملک بربر کا مجھ سے لو اور اس بیابان ہفت میل کی طرف جانی کا قصد کرو رہا اگر تھو یہ خیال ہو کہ گاؤں لنگی کچھ خشہ
 اور سباحشہ میرے نہ جانے سے کر گیا تو اس لیے میں نے یہ تجویز کی ہو کہ سال بھر کا خراج ملک بربر کا گاؤں لنگی کو بھی میں حوالہ کروں گا کچھ
 ٹکونہ گاؤں لنگی سے مواخذہ نہ بیابان جبل القری کے جانے سے سروکار نہ ہو گاؤں لنگی سے تھے کچھ مطالبہ اور نہ ملک سجان اور نہ خیر
 میں اس بیابان کی راہ سے نہ جانے اور پیٹھ رہنے سے فرض اور واسطہ ہر عمر و نے کہا اس عمر و میں ہر چند کہ دنیا کا دلچسپ اور طماع ہو
 لیکن تو یہ استغفار یہ گمان میرا غلط ہو کر میں طمع خراج ملک بربر سے آمادہ سفر ہوں قسم ہر تیری جان عزیز کی اور قسم ہر اسی خالق کون
 مکان کی کہ جو میں نے زبان سے اقرار کیا اب اس میں سرو فز نہ آتا تو قیر اس بیابان جبل القری کی سر کر کے شہر زادہ بدیع الزمان کی
 خبر ملک سجان سے نہ لاؤں اب ایک دم بیابان رہنا اور کھانا پینا بھروسہ مطلق ہو ایک سال کا نہیں اگر تو دس برس کا خراج
 ملک بربر کا مجھے دیکھا تب بھی اب بیابان نہیں میں نے کایس اب مجھے چھوڑو سے اور خوشی رخصت کر کہ میری منزل کھولی ہوتی ہو
 امیر با تو قیر نے فرمایا کہ عمرو میں تجھے جانے نہیں دوں گا نہ ہر اذ تو حیلہ شرعی اور دلائل و براہین سے تقریر کو طول دے میں ہرگز نہ ٹوٹوں گا
 اس عرصہ میں اور سب شاہ و شہر یار زادہ سے محض رو بلا و ہندوستان اہل ملک انور صاحب نیزہ و دوسرا در بہرام گردین خاقان
 چین اور فرامرزا عادی مغربی اور محمود وغیرہ سے دار حضور سلطان صاحبقران آگئے اور یہ سباحشہ فیما بین امیر با تو قیر اور عمرو

دیکھ کر سب باآوب خادش کھڑے رہے اور رات اب بخود ہی رہی وہ صبح کا وقت نیم سحر وزان بود خون پر طائران خوشن کان
 ذکر خالق جن و بشرین مسخرت ہوئے ہر ایک کو فکر و فواد و ناز کی محی کہ خواجہ دریا دل اور بزرگ امیر دونوں بزرگوار شریف
 لائے اور آنھوں نے ایک قہر و سختی اپنا عمر و کدو دیکر کہا کہ خواجہ آشنا سے زادین بیا بان ہفت میل میں تم کو ایک باغ نہایت
 سبز و خرم نظر آئے گا اور اس باغ میں ایک مرد بزرگ نام ان کا شب آہنگ اختر شناس و زانجو تم یہ قہر ہمارا حوالہ کر دینا وہ
 تم کو طریقہ اس بیا بان جبل القمر کے طر کر نیکاحیں طور سے بتلا دین تم اسی راہ پر چلے جانا امیر جناب احدیت سے یہ ہو کہ غولی
 تمام منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے عمرو نے وہ قہر لیکر اپنی زبیں میں رکھا اور اپنے دل میں سوچا کہ حمزہ مجھے جانے لے گیا اور
 مجھے لگاؤ لٹلی گاؤ سوار کے پاس چالیس روز میں آنا مقصود اور اب روز روشن ہوا چاہتا ہوں کسی عیاری سے اب جلد
 حمزہ کے ہاتھ سے رہائی اپنی کروں اور راہ منزل مقصود کی پکڑوں یہ سوچ کے ایک بار عمرو نے کہا یا امیر بانو تو قہر آسمان
 کی طرف تو ملاحظہ فرمائیے کہ یہ لکڑا ہر جو سامنے نظر آتا ہے اس میں سے ایک پنجہ کیسا دور بہتہ نظر کر رہا ہے ہو گیا مجھے
 اس وقت نہایت خوف اور تشویش پیدا ہوئی کہ خدا نخواستہ ایسا ہو کہ پنجہ سیری قدر میں آیا ہو اور مجھے اٹھا لیا ہے سلطان
 والا شان بیان عمرو کا سنگے مع نام سواروں کے بسوے آسمان دیکھنے لگے عمرو نے جو امیر کو فاضل دیکھا ایک مرتبہ ہاتھ
 اپنا امیر والا تو قہر کے ہاتھ سے پھٹا کے جسطح سے ہوائی گنج سے باخترہ سنگ سے لگے وہ سب کی نظروں سے غائب
 ہو گیا صاحبقران دوران نے جو پٹ کر دیکھا تو فرمایا کہ اسے عمرو یہ تو نے کیا کیا شعور و غائب از نظر تھا امیر ہست
 جہنم بسوختی و بدل و دستار مت بعد ازان تا ویرج سرداران لشکر اسلام ست بیا بان ہفت میل دور میں لگا سنے
 ہو گیا کیے مگر سوا سے ایک تنورہ خاک کے اور کچھ خاک نہ نظر آیا لا علیج ہو کر سلطان والا قدر عالی منزلت اس پہاڑ پر سے
 آخر کے بارگاہ ہشامی میں داخل ہوئے اور عالم تنہائی اور بے دہی اور مصائب مغربیا بان جبل القمر اور یون بھلا جانا
 عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کا دل میں نہایت حال کے خیال آجاتا ہوا سوخت نہایت مہم اور اندویش
 حسرت آنھوں میں خبر کے فرماتے تھے افسوس صد افسوس شعر زرقن توں از ہمیش بے نصیب شدم ہ سفر تو کردی و من در وطن
 غریب شدم اور شہنشاہ والا جاہ گیتی پناہ خواتین سجدہ کا نہ مل ابدا شاہ لشکر اسلام اور تمام بیٹے پوتے سلطان
 عالی مقام کے جتنے گلدستہ باغ ابراسی و گلزار صاحبقرانی میں سب کو مجب طرح کا رخ اور مل عمرو کے جانیکا فائدہ
 حال پر اور مینے کہ سردار اور گرد و گردنکش بارگاہ نشین تھے خصوصاً خسرو بلاد ہندوستان گر شاہ سپہ دوران جانشین مشہور
 حمزہ صاحبقران رہتم زمان لند حور بن سعدان بکے سب مشوش اور کمال مکر حضور قلب اور خلوص نیت سے
 واسطے مال خیر نے اور نجات و عافیت بیا بان جبل القمر کو طر کر کے آنے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کے و صاحب
 اقدس الہی سے ایک رہے تھے اور آپس میں ہر فور غبت کہتے تھے شعر آن فرار دہ و صد فائدہ جان ہرہ دوست ہر کجا بد خدا
 عیادت و ایداد کرد کا فزائی گاؤ لٹلی گاؤ سوار تیر و روز گاراز راہ یک دلی اور سیاہ قلمی جب کسی سردار اور شہر بار بار گاہ نشین
 کو ملول اور غمگین دیکھتا ہو تو کہتا ہو کہ مرہان من کوئی مقام آرام و نعم کا نہیں شاہ عیاران عیار یک طائر پر سے قاتل اور
 ہوشیارین جانتے ہیں کہ امیر حمزہ نامدار میرے فرید و امداد عاشق زار ہیں سال میر کے خراج ملک ہر بر کی کیا حقیقت ہی
 اگر مجھے پیار کرتے ہوں گے تو میرے خوف خواہ مخواہ دن گئے کہ سب سال میر کے خراج کے واسطے ذلیل نہیں ہوں
 و نیلے بہت ہو گا و چار دن اعراض فرمائیںے خفا ہو جائیگے پھر آخر کو سب بارگاہ نشین تمام بیٹے پوتے سلطان باکین
 کے سامی ہو کے حضور ائمہ کر اویںے عمرو کو اس بات کا تو خوف اور اندیشہ بھی نہیں باقی رہا کہ مجھے جو شرط
 کر کے چاہیں کسی عیاری سے وہ ایک پیسیر لین تو غیر ممکن یہ معاملہ بھی تا و قیصر میں کچھ بیا بان جبل القمر کے طر کر سنے

اور شہر مہاراجہ میں خداوند تعالیٰ کے فیض و انوار کا رخسار خداوندی اور پیر سرسل کی بارگاہ اور ملک کا تپانہ پاؤں لگا کیونکہ مقتول ہو گیا اور نہ صرف یہ بلکہ ہونگا سلطان باکرام سے اور غرض کہ ہونگا کہ آپ کو عدالت قریب ہو جیسا کہ طرفت واری شایان تو نہیں کہ میں بہر نوع مطمئن ہوں اور خداوند تعالیٰ سے اگر شاہ عیاران عیار شاہ بدہ بیابان ہفت میل پر قدم زن ہوئے اور اس سے ہر اسے قدرت میں جا پڑے تو پھر مواذا میں مسلمان ہوں کیا ہوں انکے حق میں پھر کوئی عیاری سکاری اپنی وہاں کر کے نکل آئیں گے تو اس وقت میں حجک کے ساتھ رونا اور ایک برس کا خراج کیا لا حول و لا قوۃ استغفار میری ہمت کے نزدیک ہوں برس کے خراج کی کچھ مالیت اور حقیقت نہیں ہر آن کو روئے اور پھر دل سے انکے میں معتقد اور مرید ہو جاؤنگا اور کہونگا کہ آپ بڑے ولی اللہ ہیں جو بیابان ہفت میل کو طر آئے غرض وہاں تو بارگاہ میں سلطان صاحبقران کی یہ گفتگو اور یہ چرچے ہوتے تھے بیان کا حال یہ جان جیسا نکل اور موقع ہوگا گزارش کیا جائیگا جب تک اولان اول

دو گنہ داستان فطرت بیان خواجہ عمر و بن امیہ صغری کے بیان کیے جاسکے ہیں

اشعار کزان کہ تو دیار عالم را پادشاه عقل جسم نبیند دین ز فکرش آبیاری بہ جان سرخسک و خنجر گزاری بہر کشور بجا جان کفایت خود آن شاہ عیاران عیار فزادش کیا جاتا ہر کہ جلد عمر و سلطان صاحبقران کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑکے بہت بیابان جبل القمروانہ ہوا تو جاتے جاتے ایک صحرائے لطف خیزین اندھا دیکھا کہ کوسوں تک گلاب سے مکاری سے مملو اور پناہ بخشو ہو ایک سمت الیہ ہر پانی کی نہایت صاف و شفاف جاری ہر ہزاروں چہرہ اور ہر نوبہ نر آنے میں اور پانی پیر چلے جاتے ہیں اور سلسلے ایک پناہ گاہ اس پر کچھ آدمی بیٹھے ہوئے جو کوئی اس طرف سے جائیگا ارادہ کرتا ہو اس کو منع کرتے ہیں اور اس نکل کی طرف نہیں جلتے دیتے ہیں جس وقت ان لوگوں نے دور سے غم دکھاتے دیکھا تو وہاں سے باواز بند کہا کہ اس شخص خبردار اس راہ سے تو نہیں جائیگا قصہ نہ کرنا اگر راہ گم کردہ ہو تو وہاں سے پھر جا اور رہنا زہار اسطر فطرت قدم نہ بہر تپا وہ بیابان جبل القمروانہ میل کا ہر جو شخص کہ اس راہ میں قدم نہ سہا ہو اچسبہ اسکا ابد الابد تک کسی کو سزا نہیں ملے گا اور یہ کہنے چاہتے تھے کہ دوڑ کر عمر و کو روکین اور صحرانہ ہوں عمر و نے جو دیکھا کہ یہ لوگ مجھے اوپر جائیگو ممانعت اور نہ امانت کرتے ہیں اور میرے روکنے کو آتے ہیں وہاں سے ایک جہت کر کے برابر ہو چکا اور جب تک کہ وہ ہو شیار ہو کے کچھ کہیں یا روکین دوسری جہت میں صاف لنگر سر باب پر جا ہو پناہ گیری جہت میں نظر دن سے غائب ہو گیا وہ لوگ سب متحیر اور ششدر ہو کر آپس میں کہنے لگے یا رویہ کوئی چھلا وہ بھلا یا کوئی قوم اجنبی یا کوئی آسیب خداوندی ہے میرے نام اور ہو کہہ آیا اور کہاں چلا گیا غرض یہ کہ عمر و جسٹین کیا ہوا بود ویر کے کنارے ایک غار کے پوچھا اور وہاں دیکھا کہ میل خود ہی استاد ہو اور اس پر لکھا ہو کہ اگر آئینہ کان این صوب خبردار اور زہرہ اب آگے جائیگا عہد نہ کرنا پس بیان سے پھر جا یہ میل اولین بیابان ہفت میل کا ہوا بھی تک خبر ہو آگے پھر جائیگا ہونا معلوم شعر گر یہ کس بے اجل خواہ مرد ہو تو مرد وہاں اثر و تاثر عمر و نے اسے پرہیز کے کہا میں روم در وہاں اثر و تاثر کہ بے مشقت اور ریاض کبھی دوپہ کی یاد نہیں رہتے اور خوف اور ڈر کہاں نہیں فقط فضل الہی شامل حال چاہیے اور کہ کے آگے بڑھا بھی کوس بھر بھی نہیں پوچھا تھا کہ دور سے ایک چار دیواری باغ کی سنگ مرمر کی بنی ہوئی نمایاں ہوئی تھی

انگہان ایک سامنے سے طرف باغ آیا	دشت شادابی میں جسکے ہر طرف	نور شمس ستارہ دکھلانے لگا پاسے خیال
یسرے اسکی چار دیواری صاف آئینہ سان	پشتہ دیوار پر اسکے وہ سبزہ دوب کا	خار سبزی سے جسکے سبز خطا گلر خان
جیون قدم آگے کو رکھا آنے کی گلشن باغ	ضیق دیکھیں تو اس گلشن قدرت کی ویاں	ادھر آتی پھرتی ہر باد عیاری ہر قدم
گھمت گل بس ہر اک جانب سے کرتی مملو ان	وجہ کی حالتیں صفت ہندھے تھے ہن جھومتے	ہر طرف کیلے لشکر خطہ پوشان جہان

دارلستون سے چمن میں چرخ انفر کی بجا
ہوتے ہیں گاماگ عشرت طائران خوش بیان
تقدیر زن کلبک ہیں شمشاد کے سایہ تلخ
ہر روش پر کر رہے طاؤس ہیں رفاقتیا

ہاک کے خوشونہ ہو عقد نر یا کاگان
چھپے کرتے ہیں شاخ گل پہ مرغان چمن
کرتے پھرتے ہیں ندر وان چمن گنجیدگان

نغمہ پریان گلشن بن بہم مرغولہ شیخ
نرمزمہ پر داز کو کو سسر و پر بن قریان
نخل کے جوں سے آتی ہر جلاقل کی صا

چار طرقت بلجہ کاری کی ہوتی داریل بنا ہو اکثر بیل کی اور ہندی کی ٹیٹیاں نری
ہو میں سر و شمشاد اند عروس و داماد ہر مقام پر ایسا وہ بل ہزار داستان کلون پر دلدادہ بچے تبسم کر رہے ہیں بھول نغمے
نارنگے ہیں نرگس کو انتظار سلام شریف شاہ عیاران عیار عروین ایسہ نادر کا ہو سوسن ہزار زبان مصروف حمدانہ ذکر دگار
سنبھل اپنے سر کے بال کھوئے ہوئے زمین باغ پر سجدات شکر آمد بہار بجا اب ایزدی کر دی ہو اور نیر دامن میں ال بھر
ہوئے فرط شادی سے روش باغ پر لوتی پھرتی ہو شعر بار و کھی ہو کم ایسی چشم نرگس نے بے حسابی ہستی ہو کھا کر شگوفہ کی
سو گندہ عمر و نغمہ باغ و گلزاران و فرحان گلشت کرتا میوہ تر و خشک کھاتا ہوا اب نامت باغ میں پونچا تو دیکھا ایک
بنگلہ بیت پر نکلتا ہو ٹیٹیاں یا قوت کی اور کھڑے پیراج کے آگے اس بنگلے کے سائیاں زر رفتی کھینچی ہوا ستارے
الاس تراش بھالزمین موتون کی و دریاں کلاتوں کی چھت نہ رفتی پر دے سقراتی اور ٹھلی پڑے ہوئے فرش فل طنائی
کا گسترہ اور آئین ایک پیر مرد با حاسن سفید ٹکی کمارو سے کی بازو سے سجادہ بچائے تبسم ہزار دانہ ہتر میں بے نکر الی
میں شمول ہو ناگاہ نگاہ اس پیر مرد کی عمرو کی جانب جو پڑی نہایت متحیر اور ششدر ہو کے پوچھنے لگا کہ اس شخص شعر
چھ کسی وجہ نام خواہد نہ در کلامی مقام و اندازت میری عمر ہزار برس کی ہوئی اور سات سو برس سے میں بیان
تکبیرہ تو دل بیٹھا ہوا ہوں مصرع مرد و لبش ہوں تکیہ ہو تو کل میرا بچہ اس مدت کثیر میں میں نے کسی آدم زاد کی کل
اس باغ میں نہیں دیکھی اور بعد مکنہ زوال قرین نہ کسی یا و شاہ کو نہ کسی گرا کو اس راہ سے جاتے دیکھا آیا تو کون
ہو کہ اس بابا بن جبل فقر ہفت میل کے ایک میل کو طوکر کے بیان اس باغ میں میرے پاس تک پونچا اور باعث
تیر سے یہ مشقت اور ریاضت کھینچا اس راہ سے آئیکا کیا ہو عمرو نہ رقتہ خواجہ بزرگ امید اور دریا دل کا زبیل سے
لٹکا لے اس پیر مرد کو دیکر کیا یا حضرت میں نے اکثر بزرگوں سے سنا ہو شعر مردان خدا خدا بنا شہد لیکن ز خدا جدا بنا شہد
لہذا امید آ کی ذات قدسی صفات سے یہ رکھتا ہوں کر آپ کی دعا سے اس بیابان ہفت میل کی راہ کو طوکر ہوں اور
ماک باختر میں جا کے بخوبی تمام شانزادہ عالی مقام ملیح الزمان کی خبر لاؤں اور زیارت اقدام عالی سلطان نفسہ
اقتسام امیر ترمہ صاحبقران سے پھر مشرف ہوں اس مرد پر نے رقتہ خواجہ بزرگ میر کا مطالعہ کر کے عمرو کی بتی
خاطر داری کی اور پڑی تواضع و تکریم سے پیش آگے جو کچھ کہ حاضر موجود تھا بطور دعوت اس کے عمرو کے سامنے حاضر کیا
اور دسترخوان بچھا کر ہزار منت و مہمت کھانا کھلا یا اور کھانا بچھا آج تم بیان رہو شب کو جو کچھ مجھے معلوم ہو تم کو بتلاؤ نہ کا غرض
دن تو گذر گیا جب کہ وقت شام کا ہوا شبا بنگ اکھر شناس نے عمدۃ الائمہ کے باغ سے باہر نکلا اور ٹیکر سے پر
بہار کے چند ستارے آسمان کے دکھائے اور کہ اگر انھیں ستارہ سنکے ماہین میں تا وقتیکہ یہ کوئلہ آئین جہان تک بشت عہد
راہ کو قطع کیا جائے چلے جانا بعد ہزار فرشتہ اور سرائیل نے گاہاں میل نظر آئے وہیں تمام دن بسر کرنا وہاں آویٹا
البتہ میرا ٹیکہ بعد ازاں جب آفتاب غروب ہو تو وقت شام طلعت میں پھر انھیں ستارہ دن کی راہ راست پر قدم
بقدم چلے جانا اس طرح سے جب چھ میل جو باقی ہیں صوب تمام ہو جائیں تو پھر آگے سید سارا راستہ سبائل کا تعین
لمجا ٹیکہ سائل میں ہو کے شہر سنان میں جانیو عمرو نے سستاروں کو خوب سنا اپنے دل میں خیال کر کے
وہاں شب بسر کی صبح کو ناز کے وقت جو عمرو سو کے اٹھا تو اس لیے کہ اب چل کے شب آہنگ اختر شناس کے پاس

ہر دن اور شام کو رخصت ہو کے راہ منزل مقصود کی طرف شب آہنگ اختر شناس کے نیگے کے قریب گیا تو دیکھا کہ
 پردے سے پڑ سے مین عمر و نے پکار کے کہا کہ آؤ شب آہنگ اختر شناس کیا آپ نماز سے فایغ ہو کے وظیفہ پڑھتے ہیں
 کچھ جواب نہ آیا تب عمر و نے پردہ اٹھا کے جو دیکھا تو دو شخصین جلتی ہیں اور شب آہنگ ایک بوسیدہ پرچارہ سفید نم پر ڈالے
 حافل پڑا سوتا ہر عمر و اندرون نیگہ گیا تو دیکھا کہ کئی کورے کورے گھرے پانی سے بھرے رکھے ہیں اور کچھ روٹی تھوڑا سا
 کافور ایک پڑیا مین لپٹا ہوا رکھا ہے اور ایک قبر کھدی ہوئی تختے آسکے برابر قبر کے دھوسے مین ایک کفن سیاہ و ابرابر
 پورے کے پڑا ہے رنگ و بالکا دیکھ کر نہایت پریشان اور متوحش ہوا اور شب آہنگ اختر شناس کو ہاتھ پکڑ کے
 جگہ لٹکا تو یہ معلوم ہوا کہ شب آہنگ اختر شناس قالب بجان محض مردہ پڑا ہو عمر و نے اپنا منہ سپٹ لیا اور نہایت بخیر
 اور مغموم اپنے جی مین کہتا تھا کہ یہ شخص مرد مسلمان تھا شاید اس نے ایسا واسطے شب کو رخصت نہیں کیا اپنی میت کے دفن
 اور کفن کرنے اور گاڑنے اور نماز میت پڑھنے کو اپنے پاس رکھ لیا تھا خیر شک آؤ دھنت آؤ ناچار شب آہنگ اختر شناس
 کو بھرا مین اہل اسلام اور حسب الاحکام شریعت غسل دیکر کفنا یا اور اس قبر مین دفن کر کے نماز میت پڑھی بعد ازاں وہ پردے اور فرش
 فرش اور جو کچھ وہاں تھی سب عمر و نے لیکے تہ زربیل کی اور اپنے دل مین یہ سوچے کہ یہ شخص شب آہنگ اختر شناس
 سالہا سے دراز سے بیان رہتا تھا جہاں یہ تھبت اور پردے اور اسباب اور سامان ظاہری اسکا تھا آخر کچھ نقدی بھی ہو گی مگر
 کہیں دفینہ کر کے رکھا ہو گا چار طرف خوب ڈھونڈا مگر اور جا بجا زمین کو کھد کر دیکھا مگر مین ایک پیسہ بھی نقد نہ ملا تب ناچار عاجز
 ہو کے بڑا بھلا کہتا ہوا کہ جہاں اللہ کیا مقدس صورت سلیم الطبع کریم الوضع عارف اللہ بڑا اہل ہوا اور زاہد شب آہنگ
 اختر شناس تھا انا تو جانتا تھا کہ صبح کو مین سر جاؤنگا عمر و مرد مسلمان ہو اسکو کسی تدبیر سے واسطہ اپنے کفن و دفن کے
 آج شب کو اپنے پاس رکھ لیا جانے نہ دون یہ خیال نہ آیا کہ آخر وہ بھی مرد مسلمان ہو اسد وجہ شفقت اور ریاض میری
 میت اور غسل دینے کفنا نے دفنا نے مین جو کر گیا کچھ اسکے لیے تلافی اس خدمت کی بطور اجرت کے تجویز کر رکھوں تاکہ میری
 روح کو ثواب حاصل ہو سو کچھ بھی نہیں واہ واہ واہ فرمیں یہ شکوہ و شکایت کرنا اسی قبر پر کلیم عیاری لچکا کے سورہ خواب
 مین عمر و نے دیکھا کہ شب آہنگ اختر شناس آسیدہ فقط ٹکی کھاروسے کی بانہ سے نیچ ہزار واہ ہاتھ مین بے سربالین بیٹے
 نظر اٹھتا ہے اور کتا ہے کہ خواجہ ملت فقیر کے پاس سواسے دھاکے اور کہا ہے جو آپ کی تواضع کرے اللہ اس باغ کے دست چپ
 کو ایک تہ خانہ ہو اس تہ خانہ مین ایک طاق ہے ایک مسلاخن اور مین پتھر رکھے ہیں وہ مین نے اپنی تہ خانہ مین
 پتھر دن کا یہ خواص اور اعجاز ہے کہ اگر ایک چوٹی پر بیٹھے تو تاثیر کر لیا اور جو فیل مست پر یا کسی پہاڑ پر بیٹے تو بھی وہ پتھر اپنا کاک
 کر جائیگا اور پھر بدستور جہاں سے نکالے کر یہ کروگے وہ مین پر موجود ہو گا کبھی پاس سے لم ہو گا یہ خواب دیکھنے کے ساتھ عمر و کی
 آنکھ کھل گئی اور گھبرا کے اس تہ خانہ مین جو گیا تو واقعی ایک طاق پر مین پتھر اور ایک فلاخن دیکھے دیکھ کر عمر و نے
 اٹھ لیے اور یہ کتا ہوا کہ مصرع ہر چہ از دوست میر سہ نیکوست خیر اس فقیر سے جو کچھ مل گیا قسمت سے ورنہ مصرع دروازہ خانہ
 بطنس غل آید بیرون اس شخص سے مجھے ملنا کیا تھا دن تو وہاں بسر کیا جب وقت شام کا ہوا شاہ عیاران عیار عمر و
 مین امیہ نامدار انھیں ستاروں کو خوب پہچان کر انھیں کے مابین مین جہنم کرنا روانہ ہوا دو چھا گل مین پانی کی عمر و کے
 پاس مین ایک کاپی پانی تو خرچ ہو چکا تھا ایک مین باقی تھا جبکہ برابر دوسرے میل کے ہو چکا تو اس نے دیکھا کہ برابر میل کے
 ایک تالاب ہے آزاب ہے لیکن آسین لکھو کھاتے درختوں کے اور خس و خاشاک اور کھال مین جانور و کی میت سی پڑی
 ہوئی مین اور ایک درخت چار کا بہت بڑا کتا ہے پر تالاب کے ہر عمر و نے اس تالاب کو دیکھ کر خوشی خوشی ایک چھاگل
 جس مین پانی بہتا تھا درخت مین باندھ کر کھادی اور دوسری چھاگل خالی لیکر تالاب پر پانی بھر نے کو گیا تو اس نے دیکھا کہ پانی تالاب

کا سبز اور عمر اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ پانی بھری مائل کیوں ہو حسب اتفاق اس تالاب پر ایک اڑھار ہوا تھا اس کے
 کپڑے سے زہر جو لگتا تھا وہ بیکر تمام پانی میں غلوٹ ہوتا تھا اسکے باعث سے پانی سبز رنگ ہو گیا تھا عمرو اس اڑھارے کو دیکھ کر
 بہت اداس اور نہایت مراسیمہ ہوا اور تالاب سے لٹکے چاہتا تھا کہ جیسے ایک بار اس اڑھارے نے آہٹ عمرو کے پانوں کی شکستہ پنا
 سر اٹھایا اور عمرو نے وہ چھانگل بھی نہ بھری وہاں سے جان چھوڑ کر بھاگا اور اڑھارہ بھی عمرو کے تقاب میں تالاب سے نکل کر جا
 عمرو نے جو دیکھا کہ اڑھارہ میرے پیچھے آتا ہے تو بھرتی تمام ایک ٹیکرے پر چڑھ کے وہی ظاہر جو شبہ ہنگامہ شناس کے رہتا
 سے لایا تھا اس فلاخن میں اٹھین پتھروں میں سے ایک پتھر رکھ کر چرخ دیکر جواڑھارے پر مارا تو اڑھارے کا سر اور کچھ پتھری ہو گیا اور
 دھڑلکانہ میں پردہ نیزہ اچھل اچھل کر سہلے سے پار کھڑا ہوا اس زور سے زمین پر گر کے ترپنے لگا عمرو سیدہ شکر بختاب رہی کہ وہ اسی
 بخار کے درخت پاس آیا تو اس نے دیکھا کہ اب دن بخوبی نکل آیا ہوا وہ چھانگل پانی بھری ہوئی جو میں درخت میں بانٹ کر دکھائی
 تھا اس پر لگو لکھا کہ قدام برادر شور و غل کر رہے ہیں اور بیان تک جو نہیں اس میں ماری ہیں کہ چھانگل سب غرابوں ہو گئی اور تھم پانی
 اسکا بھگیا ہوا اور کوؤں نے جو عمرو کو دیکھا تو وہ سب شور و غل کر کے عمرو کے سر پر چھانگلے عمرو نہایت پریشان اور بدحواس ہو کر
 حیران و ششدر رہا اسے رفتن سے روکے ماذن ایک مرتبہ سوچا کہ واہ واہ میں تو بھول گیا وہ فلاخن اور تینوں پتھر تو میرے کے ہیں
 ہزاروں چوہن اور لگانے ہیں میرے پاس ہی پھر اسکے موجود ہونگے ہی وقت تجربہ اور انکے استکان کر نکالا ہو ٹھٹھٹ فلاخن دکھائے پتھر رکھ
 دیکھ کر رونا شروع کیا تو یہ حادثہ چاروں طرف پھیلنے لگا کسی ضرب سے کشتہ ہو ہو کر میدان میں ڈھیر ہوتے جاتے سمجھو وہ تینوں پتھر
 ابھی کم نہیں ہوتے تھے نوبت بعد رسید کہ وہ پرہیز عمرو نے شبہ نہ کی کہ ہاتھ عمرو کا شل ہو گیا اگر نہ کو سے کہ ہوتے تھے
 نہ وہ پتھر میں سے ایک کم ہو جاتا تھا آخر کار جب کوئی دو گڑی دن بچھا باقی رہ گیا تب وہ کو سے کم ہوئے مگر کو سون سے بڑھ کر
 دیکھنا تھا کوؤں کی لاشوں سے کاٹے چھاڑتے آستے تھے خدا خدا کر کے شام ہوئی اور اب کوئی کو بجز زاغ شب کے پریشان نہیں
 دیکھائی دیتا تب عمرو بھوکا پیاسا دون کا اس بل ادا اس بیابان حبل القمر کو گالیاں دیتا بڑا بھلا کہ تا ان ستاروں کو
 دیکھ کر آگے کو بھلا اور بعد از طومر ازل اور قطع منازل جب کہ کوئی چار گڑی رات پچھلی باقی رہ گئی اس وقت ہزار فرشتے پر جا کے
 دور سے دیکھا کہ ایک طرف آگ سی لگی ہوئی ہے اور روشنی آسکی کو سون تک پھیلی ہوئی ہے عمرو یہ سوچے کہ شاید اس طرف کچھ آبادی
 ہو تو گڑی دور آگے گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک باغ ہے بغیر چار دیواری کا اور کچھ درخت میوہ دار اس میں بہت گنجان لگے ہوئے
 ہیں ان درختوں کے تلے چند غول مردہ حبائے نورون کا گوشت آسنی پتھروں لٹکے بڑے بڑے لکڑ درختوں کے جلائے
 بیوں رہے ہیں اور بطور کیا بون کے انکو کھا رہے ہیں عمرو چاہتا تھا کہ وہاں سے بھاگے یا ایک ان غولوں نے جو عمرو کو دیکھا تو سب
 خوش ہو ہو کر دوڑے مگر عمرو مثل برق و باد بھاگا چلا جاتا تھا اور پیچھے پیچھے عمرو کے وہ سب غول شور و فغان کرتے دوڑے
 چلے آتے تھے عمرو سوچا کہ یہ حرا خوار اب تیرا بھجانہ چھوڑینگے اور تو کہاں تک اسے بھاگتا پھر لگا بس یہ سوچ کر زینل میں ہاتھ
 ڈال کے ایک پھیلی بہت بڑی کراہیں نقل میوہ کے بہت شیریں بیوشی آفستہ پڑے تھے نکالی اور اٹھائے راہ میں کھوٹا ڈال
 اسی ان غولوں میں سے ایک غول نے دو چار نقل اٹھا کے جو منہ میں اپنے ڈال لیے تو نہایت خوش ہو کر ہونچھ اپنے چائے لگا
 اور غولوں نے پکار کے لئے اٹھا کر یارو یہ نعمت غیر مترقبہ تو پہلے کھا تو تب پیچھے اس عید لاغر کے دوڑیو یہ بھاگ کے ہمارے سامنے سے
 کہاں بھاگے یا یہ سب غول چرسے اور اس خلی کے نقل سمجھانے لگے پھر پیچھے لگا لیے اور خوب خوش ہو ہو کر کھانے
 لگے جب سب کے کھانے کے بعد غول نے اشارہ کیا اور سب بیوش ہو کر جوار مارا کہ اسے عمرو نے جب دیکھا کہ غول سب بیوش ہو کر
 کرپا کر پتھر کرپتے چڑا رہے تھے سب غولوں کو اس کے خاک خرمین نادید اور قیسرے پار یعنی تیسری میل کے قریب پہنچا وہاں بھی لکھا
 تھا کہ اے عزیز اگر تو راہ نہ کر کہ جو کہ بیان تک پہنچ گیا ہو تو اب ہرگز اس کے قدم نہ بڑھانا جدھر سے آیا ہو اسی طرف کو تیرا چل

نے کہا یہ سب محض واهیات لکھا ہو جو مشیت پروردگار ہوگی وہی ہوگا یہ کئے اسی مقام پر آکر پڑا اور زمیں من سے چڑھان
 کیا پ اور شیرینی نکال کے کھائی اور باقی جو بچا اسے دسترخوان میں لپیٹ کر سرخانے رکھ لیا اور سو رہا کوئی چار گھڑی دن
 چڑھا ہوگا کہ عمر کی آٹھ کھلی اور آٹھ دیکھا کہ گدھے گدھے برابر چبوتے لکھ لکھا میرے سرخانے اور گردن پیش دو تک پھیلے ہیں عمرو
 نہایت سرسیدہ اور جواس ہو کر آٹھا اور سب سا بڑا بھلا اس بیابان ہفت میل کو کھتا ہوا کہ لعنت ہو اس کج خلق جنگل پر جہان
 کہیں دو پیسے کی آمدنی کا سہارا بلا سے طاق آسایش و راحت بھی دم بھر نہیں ملتی زندگی شاق ہو گئی عجیب و غریب آفات اور
 بویات کا سامنا ہوتا جاتا ہو کہ شعر کیا غری کام آگئی ہاتھوں سے آنکھیں گھبرا گئیں چبوتے ہزاروں رات کو ڈھونڈھا کیے ہوں
 مجھے نہ لہذا کے بچھڑا کے وہی گوچن اور وہی مینون پھر شب آہنگ خستہ شناس کے زمیں سے لٹکا کر نشانہ ہماک تاک کر باز شروع
 کیے اور دوپہر بھائی پر کامل پھر مار مار کے لکھ لکھا چبوتے مار ڈالے کہ چاروں طرف آدھ آدھ کوس تک چبوتوں کے انہار لگ گئے
 لکھ لکھ سے آدھ چبوتوں کی کم نہیں ہوتی مٹی اب عمرو کا ہاتھ لٹک گیا اور نہایت تنگ ہو کے بیابان جبل القہر ہفت میل پر
 ہزار ہزار لعنت اور نفرین کرتا جاتا تھا کہ دیکھا دن کوئی پھر چھ گھڑی باقی رہ گیا تھا اور وہ چبوتے بھی اب کہہ جاتے تھے
 ہمارے خدا خدا کر کے آفتاب فروب ہوا اور وقت شام کا دیکھا عمرو مجھ پٹ گھڑی اپنی بازو کے آٹھ کھڑا ہوا اور آٹھ گھنٹہ تیار ہو کر
 یابین میں قطع منازل اور طو سرائل کرتا ہوا جب کوئی پہر رات پھلی باقی رہی تو میل چارم کے قریب پہونچا اور وہاں بھی یہی
 لکھا دیکھا کہ اس شخص اگر تو شاید اپنی وارونی طالع اور گردش میل و نہار سے بیان تک پہونچ گیا ہو تو اب بھی بہتر ہی تر سے
 حق میں کہ بیان سے پھر جا اور آگے کو قدم اپنا نہ بڑھا نہ مٹا سے مدد کو نہ بلا ہو کہ ہزار حسرت اور تلکامی جاسنے جائیگا اور
 پھر اب آٹھ باتک گور میں بھی کف افسوس دیکھا اور کچھ مطلب نہ رہا تھا عمرو نے کہا سب واهیات ہو خدا سے ما بزرگ است
 یہ کہ کروہین زیر میل گیم عاری بچا کے بیٹھ گیا اور دم لینے لگا حسب اتفاق آج شب چار و ہم ہر تو چاندنی کو سون تک
 پھلی ہوئی شعر زمین نور کی آسمان نور کا جہد دیکھے ہو سمان نور کا ہر عمرو شب ماہ کی نفاذ دیکھتے دیکھتے سو گیا اور کوئی
 چار گھڑی دن چڑھے سو کے جواٹھا تو اسنے دیکھا کہ سامنے چند قدم پر ایک مختصر سا باغچہ کسی کا ہر اندر سے درخت کیلون
 کے لہراتے ہوئے اور منڈیر دن پر دیوار سے نکلے ہیں طاؤس پھر رہے ہیں اور دروازہ آسکا ہر سے مغفل ہو عمرو نے کہا
 اس باغچہ میں چلیے سیر کرنے اور کچھ نہیں ہو تو ناشاکر کے پھر چھ گھڑی سو ہوں تو پھر آگے چلون یہ لکھ عمرو وہاں آٹھا
 اور اس دروازہ کے قفل کو کھول کر اندر گیا تو دیکھا کہ صحن میں ہزاروں درختان ہر شجرہ ہلالان بارور اور کچھ من گھڑاے بوطون
 کے پن اور ہندی درگڑھل کی ٹہیان بہت پر تکلف گڑھی ہوئی ہیں ہوشون پر واپیل بنا ہوا ہوا اور شمال رو ہر ایک مختر
 اسی بارہ دری پر پیفیدی معقول پھری ہوئی چھت پر دے بہت پر تکلف فرش نفیس اور پاکیزہ گسترہ کہیں انہار اشرفیون
 کا کہیں ڈھیر بان روپیون کی کہیں دانہ اسے گو ہر شب چراغ اور یاقوت اور زمرہ اور پیکراج اور نیلم اور فیروزہ وغیرہ
 جواہرات بیش بہا اور تاپا پٹا ہر ایک جا پر چند خوان کھانے کے کھانا تھنہ تھنہ اقسام اقسام طرح طرحی قابون میں
 بیانون میں ہشت یون میں بھرا ہوا خواجہ پوش اس ہر ڈھنگے ہوئے تو رستہ پوش تمامی کے پرے ہیں ایک پلنگ سونیکا بہت
 پر تکلف اور نفیس سج بندھے ہوئے کیے بہت نرم نرم گہوے ایک مچھی میں بچا ہر عمرو یہ سامان و ہاتھ دیکھ کر حسد
 ز گیا اور سجدات شکر کر کے اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ نعمت غیر متقرب جناب احدیت نے اپنی قدرت کا دے مجھے عطا کی
 مسرع ذوق راو ذی رسان پر میدہدہ ورنہ کہاں یہ نعمت نفس ناپاک بیابان جبل القہر اور کہاں یہ دولت عظمیٰ فرض
 پہلے تو عمرو نے دسترخوان بچا کے خوب شکم سیر ہو کے کھانا کھایا اور اس کے یہ سوچنے کے پہلے جو شخص کہ مالک اس کھانا
 اور اس اہلیت کا ہو اس سے فیضیہ کر لوں تو اس نقد و منس و مال و اسباب کو ذرا ذیل کروں یہ خیال کر کے پلنگ پر

جہاں کے سو رہا سوتے سوتے ایک مرتبہ ایک آواز عرو کے گوش زد ہوئی کہ کوئی شخص باہر سے پکار رہا ہے کہ اگر کوئی شخص تو کون ہے جو میرے گھر میں گھس آیا اور دروازہ بند سے بند کر لیا اور میں بڑی دیر سے پکار رہا ہوں جواب نہیں دیتا ہر عرو نے دلیس کہہ کر یہ کوئی دانت حیان کا پیدا ہوا باب چلون اس سے گفتگو کروں اور دیکھوں کہ یہ شخص اپنی حقیقت اور ملکیت اس مال و اسباب پر کن دلائل اور براہین سے ثابت کرتا ہے آخر جو ہر گھر کا مالک ہو گا اور یہ نقد و خیس اسکا ہو گا تو اور بھی کوئی گواہ شاہد اس بات کا ہو گا یا نہ ہو گا غرض یہ کہ عرو در خانہ کے قریب آیا اور اندر سے جواب دیا کہ اسے تو کون ہے وہ بے بے حجت شور و غل کر کے مجھے بد خواب کر رہا ہے اور مجھے آرام کرنے نہیں دیتا باہر سے اُسے کہا کہ میں تو کیا کہتا ہوں تو نجم الدین غول اسکا مالک ہوں میں نے اس مکان میں درختان بارود سیاہ گستر ہوئے کے اندر غل گل لگائے ہیں اور اس میں ایک بارہ دری تعمیر کی ہے محبت پر دے لگائے فرش شہید کیا جو اہر اسٹراشرفی روپیہ میں نے لاکے رکھا ہے تو کہاں سے پیدا ہوا ہے ذرا نام لگاتا ہے بتلا عرو نے کہا کہ مجھ لہتا ہے اور جھوٹا دغا باز جھباڑ معلوم ہوتا ہے شاید کچھ لٹ پٹکے آیا ہے یہی باتیں کر رہا ہے یہ مکان میرا ہے اور میں نے اس میں وہ جو تو بیان کر گیا ہے سب سامان مہیا کیا ہے پھر نام خمس الدین غول ہے اس غول نے باہر سے کہا کہ تیری پہچان کیا ہے تو اپنا کچھ بتا سزا مجھے دے تا میں جانوں اور معقول ہوں کہ میں راہ بھول گیا ہوں اسکان یہ نہیں ہے کسی اور کا مکان ہے عرو نے کہا تو بھی کچھ اپنا نشان مجھے دے تا میں اپنے جی میں غل اور شغل ہوں اور اپنا گھر تیرے واسطے چھوڑ کر کہیں یہاں سے اور جگہ چلا جاؤں نجم الدین غول نے کہا کہ میرے سر میں ایک بال بہت بڑا ہے عرو نے کہا تو یہ گھر تیرا نہیں یہ مکان میرا کس لیے کہہ رہے سر میں بھی ایک بال بہت بڑا ہے اگر تیرے سر کا بال میرے سر کے بال سے زیادہ ہو تو اللہ مجھے یقین آئے کہ ہاں تو سچ کہتا ہے اس غول نے کہا ذرا تو اپنا بال میرے سر کے بال کے برابر لگا کر میرا بال جیسے بال سے بڑا لکھے تو پھر تو کیا کہیگا عرو نے کہا اچھا ہے میرا بال اور اپنا بال مجھے دے کر میرے اور تیرے ابھی فیصلہ ہو جائے پھر عرو نے تو کند آٹھ واسے با صفا کو مجھ سے کہتے چاہے بال کے برابر تھلا کر دے اور چاہے کہ اُسے گندہ کو لے زنبیل سے نکال کے غول کے ہاتھ میں سرائسکا دیا اور اُسے سر کا بال اپنے ہاتھ سے لیکے کھائے اب تو آپ نے اس مردود غول کا بال کیا بلا تھا جو کند کی برابر ہی کر سکتا کند کو عرو چاہے تو مجھ کو طلب کر کے ہزاروں لڑکا کرے غرض وہ نجم الدین غول قائل ہو کر کہنے لگا کہ ایک بال پر کیا خاتمہ ہو گیا ابھی تو میرے کئی نشان اس مکان کی ملکیت اور وارثی کے ہیں ذرا تو اندر دروازے کے بیٹھ کر میرے ساتھ پیشاب تو کر جو زیادہ کو دے وہ مالک اس گھر کا ہو عرو نے کہا بہت خوب بس اتنا سٹے نجم الدین غول قیظ و طیش میں جھیک کر پیشاب کرنے لگا عرو نے بھی شکیزہ حضرت خضر علیہ السلام زنبیل سے نکال کے دہانہ آسکا کھول یا ہم پانی جاری ہو گیا نجم الدین غول تو کوئی چار ٹھڑی اتنا سے درجہ پیشاب کر کے ٹھہر گیا عرو نے جو شکیزہ خضر کا منہ کھول دیا تو دم بھر میں اکہ نہ پانی کی جاری ہوئی اور اس محراب میں آدھ آدھ کو س تک پہنچا تو پانی ہو گیا جب غول نے یہ طغیانی پانی کی دیکھی سنایت خائف اور لڑاں ہو کے بھلا کر بس اس شخص الدین غول اب شاہد کرنا تو توفیق کر ابھی ایک پہچان اور نشان میری حقیقت کا اس مکان پر اور بھی ہے اگر اس میں تو زیادہ ہو گا تو اللہ مجھے یقین ہو گا کہ واقعی تو ہی اس مکان کا مالک ہے میں اپنا مکان بھول گیا عرو نے کہا وہ کیا ہے نجم الدین غول نے کہا کہ جو گوزا سیا مارے کہ کوس بترک آواز اسکی جائے عرو نے کہا کیا معاف ہے تو پاؤ تو مجھے یقین ہو اور میں جانوں کہ تو سچ کہتا ہے اور کوس بھر تک تیرے گوز کی آواز جاتی ہے جو اُس کے میں تجھے معقول کر دنگا اس نجم الدین غول نے ایک گوز مارا کہ کوس بھر تک اسکی آواز کئی عرو نے سفید مہرہ زنبیل سے نکال کے بجایا کہ آواز اسکی اسٹ فرنگ تک جاتی تھی نجم الدین غول آواز عرو کی سنکے ٹھہر گیا اور مارے ڈر کے یہ کہتا ہوا کہ اس خمس الدین غول تو سچا ہے اور میں جھوٹا معلوم ہوا کہ یہ مکان تیرا ہے

میراثین اسے میں اپنا گھر بھول گیا جان توڑ کے بھاگا اور والد اعظم ہاتھوں پر کھڑا ہوا کہ جو ایسا بے ایمان ہو جس نے باطنیان تمام وہ جو اہل
اور اشرفیان اور روپیہ اور تمام مال اسباب اس مکان کا آٹھا آٹھا کے نذر نذر کر دیا اور اب اس قریب میں اس باغیچے
سے انگڑا اس دشت او باراد میں اس پر خار کو غور دیکھ رہا تھا کہ شام ہو تو میں یہاں سے چلون بارے آفتاب غروب ہوا اور
تلمت شب نمایان ہوئی عمرو بن عبد کبار اسی جاوہ شیارگان فلک پر بہ کمال سرعت و تیز گامی چلا جاتا تھا جاتے جاتے
اس وقت از بسک باد سوسم اور ہوا سے گرم چارون سے آتی تھی اور سبب دوا و دشت کے نشانی کا غلبہ عمرو کو ہوا تو ہر چہ
شکریہ مغیر علیہ السلام عمرو کی نہیں میں ہر وقت رہتا ہوں لیکن جب تک کہ پانی تلاش اور جا سے ہم چھوٹے تباہ عمرو
تو ہر کہ پانی کی تلاش نہ ہو تو اس کے پاس پانی ہر اس باعث سے عمرو تلاش اب تھا ایک حالت خشکی طاری ہوئی
اور عمرو بیوش ہو کے گر پڑا اور پتہ نہ رہا تنہا کی عمر کو نہ رہی حسب اتفاق اس وقت کہیں حضرت خضر علیہ السلام وہاں
آئے دار و ہوسہ اور انھوں نے پانی عمرو کے منہ میں ڈالا تو عمرو کی تڑپ ختم ہوئی اور حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے سر ہاتھ
کھڑا کر عمرو نے دامن حضرت کا پکڑ لیا اور کہنے لگا یا حضرت مجھے ایک بیج خزانہ زر کا عنایت دیجیے حضرت خضر نے یہ بیج کے
کہ عمرو نے چتر میں اعلیٰ کیا پانی ہوا اس باعث سے طاعی اسکی کبھی کم نہ ہوئی تبسم ہو کے فرمایا کہ خواہ یہ پانچوان میل جو ترب
آپو غیاہ رکھ جائے نظر آئے وہ پانی تیرے ہاتھ سے اٹھ کر آتا ہے تو جا کے سب لے لینا کوئی اسکا پرسان نہیں عمرو نے جو
آٹھ کر اسطرت کو دیا تو اس وقت فی الحقیقت عمرو کی نظر و بین وہ میل سارا سونیکا معلوم ہوتا تھا عمرو نے کہنا یا حضرت یہ میل
سونیکا تو میری قسمت میں روزانہ سے فطری قدرت نے کھدایا ہوا اور سکندر زو والقرین نے محض فاصل کر کے میرے ہی
واسطے بنایا تھا آپ پھر جہاں پہنچے ہیں سے مجھ ممت کریں اس میل کا احسان کیا اسی میل کے واسطے میں نے
صحرا نوردی اور دشت کردی اور بیابان بیل التمر کی مسافت اور مہجوت ختیا کی بڑی تو میں جاسکے سے ہی نو لگا حضرت
خضر علیہ السلام یہ گفتگو عمرو کی سنے بہت سے اور فراموش نہ کرے کہ پانچوان عمرو یہ میل نشان فنا و قدر کے اگر تیری ہی لوح
جبرین پر قسمت کر دیا تھا تو کیا سفاقت میں ہے اور جو اہرات تھلائے آیا ہوں دیکھ یہ تمام اس جنگل میں جتنے سنگریسے پڑے
میں سب دانہ ہائے گلدرد یا قوت اور زبرد اور کھرج اور فیروزے کے ہیں جو آٹھا لے عمرو نے دیکھا کہ تمام میدان جو اہرات
پڑا اور حضرت خضر نے ہاتھ میں بھی بہت سا جو اہر پیش کیا کہ عمرو نے اپنا دامن پھیلا یا حضرت نے یا قوت و زبرد و فیروزہ
وغیرہ جہاں اہرات عمرو کے دامن میں ڈال دی عمرو نے اپنا دامن بند کر کے حضرت خضر کا دامن چھوڑ دیا اور حضرت خضر نظروں سے
غائب ہو گئے جب عمرو نے پھر اپنا دامن کھول کر دیکھا تو پچاسے جو اہرات دامن میں کھڑے تھے عمرو نے وہ سب شکر سے
پھینک دیئے اور مضطرب ہو کر کسی کو دیکھنے لگا تو وہ میل تمام زرد پتھر کا بنا ہوا معلوم ہوا نہایت معلوم اور مکڈر حضرت
خضر علیہ السلام کی شہادت کرتا اور کہتا ہوا کہ واہ واہ یا حضرت یہ تو وہی قول کسی استاد کا آپ نے میرے مصداق حال کیا
تو میں نے وہ نبیائے آسمانی سے کہنے لگا جب تم نبی ہو گے مجھے محتاج مظلوم اپنے سامں کو حق زرد پتھر کے کھانا
پھر دیکھو گا دیکھو گیہاں تو اور کسید کا پاؤں اور زرد پتھر کا پتھر میں کے برابر ہو چکا اور اپنے دامن یہ سو پتھر کے ایک ایک میل تک ہو چکا
زیرت وہ جاؤ لگا تو شرف کا و قلی سے کیونکر جیت سکو لگا لاؤ دو منزلہ سے منزلہ کرتا چلون پانچویں میل پہنچی نہ ٹھہرا اور حسین کتا
بھاگا بھاگ بھڑے ماضی و قطع منازل و وقت آیا کہ زہرہ آسمان پر طہر ہو چکا اور مغل سیارگان میں ایک درہمی برہمی چھو
ہوئی نیم سحر و نان اور درختان پر ٹہر پر طائران خوش امکان ہر مضمون اس شعر کے شعر ہو گیا کہ ہر زمین روید و وعدہ و شکر
یہ کو یہ ذکر خالق جن و بشر کرنے کے سفید صبح کا بخوبی چکار و زروشن ہوا چاہتا ہوں کہ عمرو ہر اہر میں ششمنی کے ہو چکا ٹھہرا اور
آٹھ دیکھا کہ اس میل پہنچا ہے مبارک ہوا ہر شخص عبادت شکر قیام باری کر لیا تو صبح و سلام بیان تک پہنچ گیا ہر چہ کہ الہی

ایک میل باقی ہو لیکن بس اب تیرے واسطے کوئی جاخوف و خطر کی نہیں ہو باطمینان تمام اپنی منزل مقصود کی راہ پر چلا جا
 عمرو نے کہا کہ جان خوف و خطر تھا وہاں میرا کس نے کیا کر لیا یہ بھی واسطے احمقوں کے ڈرانے کے کسی نے یہ چار فقرے
 استادانہ ہر میل پر لکھ دیے ہیں غرض یہ کہ عمرو اسی میل کے پاس اپنی غلیہ عیاری بچا کے بیٹھ گیا اور ساعت بھر دم لیکے پھر
 سوچا کہ رات کو تو میں نے ان ستاروں کو خوب سا اپنے ذہن میں غور کر کے دیکھ لیا کہ یہی طور انکا نام سحر جتا ہوا اور روزا ولین
 سے میں اسی راہ پر چلا آیا آج تک سحر کا فرق نہیں دکھایا پھروات کا انتظار کرنا کیا ضرور اسی راہ پر سیدھا چلا چلون اپنی منزل
 کھوئی کیوں کروں غرض یہ سوچ کر پھر وہاں سے اٹھا اور اسی راہ راست پر کہ عمرو کی نظر وہیں چڑھی ہوئی تھی عرصہ راہ کو طر
 کر کے قریب شام ساتویں میل پر پہنچا اور آٹھ دیکھا کہ اس میل پر کندہ ہو کر رہے جرات اور خوش قسمت تیری اسی شخص مسافر
 تو طالع سکندری رکھتا ہے جو بیان تک بیابان ہفت میل کو طر کر کے پہنچا اب کوئی خطہ راہ اور کسی طرح کا کھٹکے آگے
 نہیں ہو بے خوف و خطر سب بات شکر ایزدی کرتا ہوا جہاں جی چاہے چلا جا عمرو نے کہا شکر ہے خدا سے وہ جل خالق جزدگ
 کہ اس صحرا سے دشت زار سے میں بجائیت تمام نکل آیا اب کوئی پہر چھ گھڑی اسی مقام پر آرام کروں تو پھر آگے کو
 چلون یہ کچھ ساتویں میل کے تے بستر اپنا لگا کے کچھ زنبیل میں سے کھجے اور روٹیاں لگالیں وہ کھائیں اور ایک چشمہ آب پر
 جا کے پانی پیا اور سو رہا جب کہ آدھی رات کا عمل ہوا اسوقت عمرو اپنی گھڑی باندھ کے ایک سمت راہ پکڑ کے روانہ ہوا اور
 بعد وہ ادوش بسیار جسوقت کہ اشعار لگے ہوئے نظر دلتے تارسی تھان چھپا نور میں جاوہ لکھشان پر رخ شمع مائل بزد
 تھا لباس ظلمت لا جو ردی ہوا ایسی نفس کھتی نسیم وزان آٹھ لوگ سے کے انکار انیان پینے گریبان سحر چاک
 ہوا اور شاہ زرین کلاہ آفتاب غلو تخانہ مغرب سے نکلتی تخت نیلگون سپر پر جلوہ آ رہے عالم ہوا عمرو نے دور سے دیکھا کہ ایک
 شہر کھلائی دیتا ہوا اور اسکے گائوں گرائوں قصبے پورے چپ و راست معلوم ہوتے ہیں کچھ مسافر راہ گیر بھی ملنے لگے تھوڑی
 دور آگے جا کے اب جو دیکھا تو دور وازہ شہر نہاہ کا کھلا ہوا اور ظن انداز ہوا زمین سے آتے جاتے ہیں عمرو
 بسم اللہ لکھ اندرون شہر داخل ہوا تو شہر بہت بڑا اور پر فضا خلقت ابنوہ درابوہ سکان شہر گروہ گروہ چوڑے کا بازار بختہ
 بنا ہوا چاندنی چوک اردو بازار جو ہری بازار شمشیری بازار اسلمہ بازار چینی بازار خاص بازار صرافہ بازار سب کھلا
 ہوا وکاندار بھی آتے جاتے ہیں اور دکانیں کچھ کھل چکی کچھ کھلتی جاتی ہیں عرض عمرو سیر کرتا ہوا جب وقت چاندنی
 چوک میں پہنچا تو دست راست کو اسنے ایک دکان بہت پر تکلف بھی ہوئی دیکھی اور اُسین دیکھا کہ ایک
 درزی بچہ شہر وے کا پانچا سہ پائون میں اور انگر کھاٹھل کا گریبان میں سیاہ فیتہ لگا ہوا بہت جینک ٹھاک سیا
 ہوا گلے میں پہنے ٹوپی دروزی بہت بھاری سر پر رکھے دونوں بازووں پر جوڑی نورتن کی باندھے برس
 ستروہ بخارہ ایک کاسن و سال سراپا حسن و جمال بہت چیت و چالاک ایک سوزنی بہت ٹخہ اور پائیزہ بچاے
 بیٹھا ہوا اور گروہ پیش اسکے دل بارہ اور درزی بیروہ جوان بیٹھے کپڑے سی رہے ہیں عمرو نے اس درزی بچہ کی
 آنکھ گرائیم اور چٹون بہت چالاک دیکھا اپنے جی میں کہا کہ اسی عمرو یہ شخص تو درزی بچہ نہیں ثابت ہوتا ہو یہ کوئی عیا
 پیشہ ہو لاؤ اسے تحقیق کرتے چلیے یہ کچھ عمرو نے زنبیل پر ہاتھ مار کے مجوزہ طلب کیا اور کہا باوا آدم سر دست صبری
 میں رنگ روغن عیاری کاٹنے دیر لگ جائیگا لہذا امیدوار ہوں کہ میری صورت ایک مینوا آزاد فقیر کی ہو جائے ساتھ
 اتنا کہنے کے عمرو بصورت آزاد بن گیا اور اس دکان پر سات اسی درزی بچے کے آگے حدادی کر عشق کیا کیوں
 پایا نام محبوب بھی مجھ فقیر دل سے فاحش شاہد ہوتا ہوا اس درزی بچہ نے عمرو کو جو دیکھا بے ساختہ گہر اسکے اٹھا اور یہ
 کہتا ہوا کہ یا حضرت آئیے آئیے دوڑ کر قلعوں سے عمرو کے پٹ گیا اور بڑی گرم جوشی اور تعلیم و کرم سے عمرو کو بچا کا نذر دیا

لکانی سوزنی پر بٹایا اور جھٹ پانی گرم کر کے منہ ہاتھ پانوں شہ صاحب کے دھوا کے بعد اذان پوچھنے لگا کہ یا حضرت
 کہاں سے آئی کیا اتفاق ہوا عمرو نے جواب دیا کہ بابا فقیر سیاح جہان گرد ہو آتا جاتا تو اس سراسے فانی میں لگا ہی رہتا
 ہر قطعہ از گلشن دہر ہر کہ آمد شد ہم بقیس قسانہ وارد ہر ہم ہر روز صد اسیر کہ خواہی بشنوید فرماست کہ شنوی
 صدائے خود ہم یہ کئے تجولی میں سے کچھ کدے لگائی کے نکال کے اس درزی بچے سے کہا کیوں بابا یہ چاندرا
 فقیر کا بوجی چاہے تو حاضر ہو نوش کر اس نے کہا نہ ہے اتفاق اور خوش طالع میرے یہ ٹکڑا کہاں میرا تاہر یہ تو ترک آگیا
 یہ کئے دو چار کرے اس درزی بچے نے بھی کہا نے اور کچھ شاہ صاحب نے کھائے اور پانی پکرتے ہاتھ دھویا بعد اسکے
 کہا کہ کیوں بابا کہیں ایسی جا بھی ہم کو تیرے بیان نیکی کہ ذرا ہم سو رہیں درزی بچے نے کہا یا حضرت بسم اللہ آپ آرام فرمائیں
 وہ کوٹھری میں پٹنگڑائی لگی ہوئی ہر عمر سے کہا تو بابا ایک کام کرنا فقیر کا معمول یہ ہو کر اگر جاتا تو مجھے چھ مہینے پھر سوتا نہیں
 اور اگر سوتا تو پھر چھ مہینے تک سویا ہی کرتا ہر جا کئے کا ذکر کیا وہ درزی بچہ یہ حال شاہ صاحب کا سننے لگا کہ حضرت
 آپ کی جو بات ہو خالی از کلمات نہیں کیا اندیشہ ہوا کہ جب تک جی چاہے آرام کچھ غرض عمر و اندر کوٹھری کے جا کے اس ٹکڑی
 پر شہ صاحب کے پر رہا پڑے پڑے جب کہ شام کا وقت ہوا تو سب درزی آٹھ اٹھ اپنے گھروں کو گئے اور ٹھہریان کپڑوں کی ازیم
 ہاتھ کے غلام رکھ دیں اب فقط وہ درزی بچہ اکیلا بیٹھا ہوا اور ایک شلگرد اسکا چانچ جا کے رکھ گیا ہر باقی اب سوائے اس درزی
 بچہ کے کوئی وہاں نہیں اس عرصہ میں گھڑی دو ایک رات آگئی کہ ایک سرتبہ عمر و نے کوٹھری میں پڑے پڑے دکھیا کہ روشنی
 شعل کی نمود ہوئی اور سامنے ایک عورت برس چالیس ایک کاسن نہایت حسینہ گوری رنگت شبنم کا کرتہ تھے میں اور گلابون
 کا پانچواں۔ کیوں دار پڑے پڑے پانچون کا پانوں میں پنے دوپٹہ آب روان کا سر سے ڈھکا ہوا سونے کے موٹے موٹے
 کرے ہاتھ نہیں پنے آگے اور پیچھے اسکے ایک مزورنی شکام کا لنگا پنے چادر موئی و موڑ کی سیل سر ہوا ڈھکے اکیان
 کھانیکا کہ نہ کسا ہوا تورہ پوش اسپر پڑا ہوا فی اور اس درزی بچے کی دونوں ہاتھون سے سرے پانوں تک بلا میں لیکے
 کہا کہ قربان جاؤں حضور نے فرمایا ہر لینے شعر نفی کہ ناہم تورو دہ وقامت ہا این وعدہ گر راست شود روز قیامت ہا ہر شہریار
 تھنے وعدہ کیا تھا کہ چند روز اور صبر کر دسوا ب صبر و ضبط تا چند تھنے سنا نہیں کہ بابا جہان اب اس بات پر آمادہ ہیں کہ
 امر و فرما این میرا عقد جہان تم جاتے ہو وہاں کر دین سو ہر چند کہ تار و زحیات کیا تاب دلاقت کیسی جو میرے اوپر ہاتھ
 ڈال سکے اور جب ایسا ہی دیکھوں گی کہ اب کیس طرح سے میری آبرو نہیں بچتی تو ناچار ہو کر شعر و صلت کی شب اضطراب کرنا
 رکھوں گی گئے پہ اپنے خیمہ ہذا میں امیدوار ہوں کہ آج کسی گھات سے رات کو تم آ جاؤ تو کچھ باتیں ہم تھے کر لین اور کچھ حسرت
 اپنے دل کی نکال لین کیونکہ خدا نخواستہ مصرع فردا کہ ناہم چہ سودا شک نہامت ہا اس درزی بچے نے اس عورت سے
 کہا کہ میری طرف سے تم کہ دنیا کہ میں نے جو وعدہ کیا ہوا ہے جو ٹھ نہ بھنا اور تم چلو تمہارے پیچھے میں بھی آج کوئی آدمی تھا
 کے عمل میں ضرور بالفردہ آؤنگا شعر آن یار کہ گفنا تو ام دل نگراست ہا گوی رسم انیک بسلاست نگران باش ہا پھر اس
 عورت نے کہا کہ واری کل کے برتن جو خالی ہوں تو مجھے دیجیے میں لجاؤں اس درزی بچے نے کہا ٹھو لیتی جاؤ یہ کہنے
 وہ درزی بچہ اسی کوٹھری میں جہان عمر و شاہ جی بنا نہ بیٹھے پڑا تھا کیا ایک کونے میں ایک ٹوکرا ہر تنوں سے بھرا ہوا
 رکھا تھا اٹھا کے باہر لایا اور اس عورت کو دیکے رخصت کیا عمر و نے یہ تا شاد کہی کے اپنے دل میں کہا کہ کیا قدرت
 خدا کی ہو کہ یہ درزی بچہ بڑے مال مارتا ہے کسی بادشاہ حسناوی سے اس سے آشنائی ہو اس کے بیان کے یہ تھخہ تھخہ
 برتن میں در نہ کسی غریب کو تو یہ ہزار برس دیکھنے کو میر نہ آئیں گے غرض ایک دو گھڑی کے بعد اس درزی بچہ نے
 دسترخوان بچھایا اور تمام کھانا چنا بعد اسکے عمر و کے پاس آگئے کہنے لگا کہ شاہ صاحب شاہ صاحب فدا ہوا ہو جیے تو

کچھ نان و نمک حاضر کر اسے تناول فرمائیے پھر سوچے گا غروٹے وہ خزانے لینا شروع کیے کہ ہر چند وہ جنگا یا کیا غروٹہ اٹھا
تب اس درزی بچے نے یکے کر شاہ صاحب سے گئے تھے کہ میں چہ بچہ بیٹے سوتا ہوں بیشک بیٹے یقین ہوا کہ یہ سوتے ہوئے
اب اس وقت میرا جنگا نا بھی بیکار ہو عمرو کے پاس سے جاسکے کھانا کھایا اور باقی اٹھا رکھا اور ہاتھ بندھو کے بیٹھا رہا
جب کہ وہ بہرات کا عمل ہوا تو اسے ایک روغن عیاری شگے اور نئی صورت اپنی بناسکے اور منظور سے پاتا بے باندہ کے
جوڑی خنجر کی کرین رکھی شگے کند کے ہاتھ میں لیکے ایک چادر عیاری اور لی اور واسطے اپنے اطمینان خاطر کے پھر
عمرو کے پاس آیا اور دو چار مرتبہ عمرو کو جنگا کر شاہ صاحب شاہ صاحب کیا آپ بیدار ہیں کچھ حقے سناغے کی حاجت ہو تو
حاضر ہو عمرو نے ایسا ظاہر میں آپ کو نیندین ڈال دیا کہ بالکل اس پر ثابت نوا جب اسے صدفی ہو گیا کہ شاہ صاحب نہایت
غافل سوئے ہیں تب اسے دیوار پر کندہ ماری اور کندہ کپڑے کے اپنے مکان کی دیوار سے نیچے اتر عمرو بھی ساتھ ہی
بھٹ پٹا نقاب میں اس کے دیوار پر کندہ مار کے تلہ اتر اور آگے آگے وہ درزی بچہ اور بچے پچھے عمرو و بھرت تھام نڈی
چوک اردو بازار جوہری بازار صرافہ بزازہ کے زیر ایوان شاہی پونچا وہاں جاکے اس درزی بچے نے کندہ دیواروں
شاہی پر پھنسی اور حبس وقت کر لٹو کندہ دیوار پر بن کے قائم ہو گیا وہ درزی بچہ کندہ کپڑے دیوار پر چڑھ گیا اور اندرون قعر
سلطانی اتر گیا عمرو بھی ساتھ ہوا اسکے بھتی دہلا کی اپنی کندہ مار کے اسی کندہ کی راہ سے دیوار پر چڑھا اور تاشلی تمام
قصر شاہی پر اتر کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر دیکھنے لگا کہ زبر قعر سامنے شمال رو پر ایک پارہ دری سنگ مرمر کی بہت بگلت
بٹی ہوئی اور چھت و پرو سے تمامی اور زبر قعت کے لئے ہوئے آگے آگے ایک سامان زرتاری جہاز بن پیش کی
باسکاب اسے سروا پیر آویزان اندر پارہ دری کے ہزار پانچو جھاڑ پورین سمیں مومی اور کاغذی آئینہ چڑھی ہوئے
روشن ہیں کنول دیوار گیریاں سورج کھیاں قد آدم شیشہ و نقادیر شاہان پیشین اور اکثر ہر زیادہ کی لگی ہوئے تیار
بہت معقول ہوا اور ایک نازین مہ جین ہر ٹکین برس بارہ ایک کاسن و سال سراپا حسن و جمال شمع سے کر و دین
آن شکل و رخسار بہ بند و زار ہر صد سالہ زمار و کبت - سدر و لب سروپ مہاسن یون پٹے جیسے انگ میں سیلے
مول سکھون کو بن دیکھے دیکھی چھپ دیکھے ہی جیسے برہ کی چوٹ سی نہیں جات نہ دوسرے اور کو دیکھیں دیکھ بھائی اور
بناؤئے نہ بنے ملک بیٹھے ہی کہ دیکھے ہی کیجئے مگر چہرہ مانند گل پڑ مردہ کے زرد و بال سر کے مانند سبل ہر نشان آنکھیں
مانند چشم ز گس کے بکرت نگران بلخ جوانی پر پالا سا پڑا ہوا ہر مرتبہ آہ سرد دل پر دروسے کھینچ کر یہ کبت حسب حال اپنے
پڑھتی ہوا اور روتی ہو کبت سوچت جات بھی دن رات کچھ نہ بہات کیا کرنے اب چغل میں پڑے نہیں چین
یہ ساری رین جہاں کرتے اوت لالین کو حیرا لکھے ات لوکن لاج بہار دینے پڑے مہیے میرے ری کھی بدہ یون ہی
لکھی تو کیا کرتے ابھی وہ نازین بھی گفتگو اپنی مقررین ہم نشین امیسون خواصون سے کر رہی تھی کہ یہ درزی بچہ
کوٹھے پر سے اتر کے ہو نچا اور اسے دیکھا جتنی معاصین اور خواصین صحبت و ایمان اس بادشاہزادی کی عین
سب کی سب گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئے اور جھک جھک کر تسلیا تین اور مجرے کرنے لگیں اور شاہزادی اس درزی
بچہ کو دیکھ کر ہنس ہوئی اور کہنے لگی کہ واہ واہ صاحب واہ واہ شعر اپنی اپنی غرض کے ہیں سب یا رہ کیا کہوں مجھ کو
خدا کی سنوارا آجکل وہ مثل ہر عشاق کی پانچہ ہوئی چار دہین آیا پارہ کیا خوب تھو ہلہ سی یاد رہتی ہو یہی
وعدہ اور یہی وعدہ ایمان تھا راہم سے تھا اس درزی بچے نے آنکھوں میں آنسو بہا کے کہا کہ اس ملک قسم ہر تھو اپنے
دین و ایمان کی کہ میں نے تھے وعدہ غلط نہیں کیا تھا میرا قول صادق اور عہد واثق ہر خدا پاسے تو بھی نہیں
فرق نہ پڑیگا ماجرا یہ ہو کہ آج ایک بزرگوار بوضع آزادانہ میرے مکان پر نشر لعن لائے ہیں کیا عجب کہ وہی بزرگوار شام

خیاران و عیار عمرو بن امیہ نامدار ہوں کیلئے کہ شاہ عیاران خیار ہزار و تین ہل سکتے ہیں مجھے تو بدل یقین ہو کر سوا
آسنے کے یہ شخص اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے جواب دیا کہ تم ہمیشہ یہی باتیں نہ کر دو گے یہاں کل پرسوں ہمارا کام تمام
ہو جائیگا اس درزی بچے نے وہڑ کر ملکہ کو گھگھے سے لگا لیا اور کہا کہ اس ملکہ تم گجراؤ نہیں اور ایسے کئے پاس ہر اس کو بانہو نہ لگا

شراب و مینا و جام و مطرب بہار باغ ابر و برق و زبان
فلک جدائی کے گھات میں بھر ہی محل و عمارتیں

گردن میں آئین ہکا کے سر کو خدا سے تو اس قسم دعا کر

ہوئے من مدت میں دونوں باہم خوشی ہو کر دل کو گھگھگھائیے
شراب گلشن بھری ہو شیشے میں دست رنگین میں ٹام بچھائیے

ہماری سیے چھاپنی کیسے ذرا لواب تھم سے تھم ملا کر

بار سے ملنے اشارہ خواصوں سے کیا اور خند خوانین کچھ گلابیان شراب کی اور پیاسے اندر تراش زمر وین لائیں اور
دونوں عاشق و معشوق آپس میں جھگڑے شراب پیئے گئے مگر اس شاہزادی کا یہ حال تھا کہ لاشہ صبا سے وصل میں شراب
ہر بار خواصوں اور معاصیوں کی جانب مخاطب ہو کر ہزار حسرت و آرزو کرتی تھی شعر شب وصل منم ہو آن اس ہدم کسی صاحب
سے ہاگر بیان سحر کو نامک رکھنا من شب سے ہا اور کبھی لبوسے سیارگان فلک دیکھ کر یہ کہت نہ بانہو لاتی تھی کہبت
کرم کرم آج پت سے بنوگ جیوانند اشک از یہ سات ہو نہ سک نہ کہ ایسا دیکھو نہ اترے کمری کے لک سے چھاتی کلاتا
جہنم جہنم بھرا بھو احسان لہا کبے کے کرشن ربیعہ کی نہیں پت ہو اس گھر بار داس تر ت ہوں ہر بار موگری تار موگریں کی تار

عمرو بن امیہ نیکنام بالاسے باہم خاموش ایک مقام پر بیٹھا ہوا یہ سب تماشائیت کا ان دونوں عاشق و معشوق کا تجوی
تمام دیکھ رہا تھا اس عرصہ میں وہ شب اخیر ہو گئی شعر شب ہوئی آخر نمایان ہو چلے آثار صبح : آنش خورشید نے کی گرمی
ہزار صبح دینے دیکھا کہ زہرہ آسمان پر بلند ہوا محفل سیارگان فلک میں عجب طرح کی ایک درہی اور برہی پڑ گئی کہ وہ جواک
دو ستارے بڑے بڑے تھے وہ تورہ گئے باقی چھوٹے چھوٹے تھے سب مودوم ہو گئے نسیم عمر و زبان روشنی پر شمعوں
کی سفیدی عیان ٹکیرے اس میں پھیلے ہوئے ستون کی صورت کھڑے جھوم رہے تھے شمعیں گھل گھل کے تھوڑی
تھوڑی راگین پر دانوں کے خاکستر لگنوں میں بھرے ہوئے فرشوں میں چرمین پڑی ہوئیں مینا سے زمر دین کے زیرے

جہان تہاں پڑے ہوئے چمکتے تھے ہر چہوہو کے جو عورتوں نے اپنے اپنے کھانے کے پھینک دیئے تو ان کی بھینی
بھینی لباس تمام محفل میں پھینی ہوئی وہ درزی بچہ یہ رنگ محفل کا دیکھنے کے ساتھ ٹھہرا کر اٹھا اور اس نارین نے دہن
اسکا کپڑ کے بعد آدھ فغان یہ شور پڑھا شعر کیون شمع کی جالیتین چھوڑے کچے جاتے ہو وہ دم آنکھوں میں ہریرہ تم نہیں
چھاتے ہو اس درزی بچے نے بالکمال تجر و انکسار با چشم انکسار کہا کہ اس ملکہ اگر زندگی مستعار اور حیات ناما پادار باقی رہی
تو انشا اللہ تعالیٰ آج کل میں کوئی صورت ہمارے مختار سے وصل کی نمود ہوئی جاتی ہو تم فکر بافتناں دیندہی رکھو باقی کچھ رہنما
و فکر و فکر و خود کشی سے فائدہ نہیں شعر کار سازہ بھکر کار راست : فکر ادر کار کارا آزار راست : یہ کہنے جو نہیں وہ درزی بچہ

ملکہ کے پاس سے اٹھ کر چلا رشک کامل بادی میں شاہ عیار و عیاران عمرو بن امیہ : ہمارا قبل ہا اس کے آنے کے
جہت پٹ کند پکڑ کے تے تر پڑے اور بفرقہ امین اسی مکان میں درزی بچے کے آگے اسی بھرے میں جس طرح سوتے
تھے منہ لپٹ کے سو رہے اور خزانے سینے لے کر آئے وہ درزی بچہ اسی صورت سے بذریعہ کند قصر شاہی سے اتر ا و رہا
راہ کو ٹو کر کے ہمارے اپنے مکان میں آیا اور پہلے جا کے اس کو ٹھہری میں شاہ صاحب کو پیچھے عمر کو دیکھا کہ بان کی

شکل سے غافل پڑے ہیں اور بغیر خواب بلند ہوا سے مطمئن ہو گئے اپنے ہاتھ سے سارے مکان میں بھاڑ دی اور پورے
 بچہ کے پیرائے پر ٹکڑے ٹاٹ کے ڈال دیے گھٹریاں کپڑوں کے سینے کی جواور درزی باندھ کر رکھتے تھے وہ سب
 کو ٹھری میں سے لگا کر اس پورے پر رکھیں ہوا کے پھر آپ اسی حجرے میں جا کے عمر کو جگائے لگا کر یا شاہ صاحب
 یا شاہ صاحب یا حضرت ابن بیت چڑھ آیا آپ ذرا بیدار ہو گئے منہ ہاتھ دھوئے غرض جب خوب ساعمر کو جگایا تو عمرو
 نہایت گھبرا کے اور یہ کہتا ہوا کہ ہر غضب ادا شدنی ارے کجبت خدا تجھے سمجھے ہو یہ تو نے کیا ستم کیا مجھے اس وقت
 تو نے کیوں جگادیا اسے کیا خوب میں خواب دیکھ رہا تھا اس کجبت ہاے خدا تجھے غارت کرے لا حول ولا قوتہ تو ہی استغفار
 ارے اسی واسطے مجھے تو نے اپنے گھر میں وہاں رکھا تھا ارے یہ کون سی دشمنی اور کس وقت کی عداوت سمجھے
 مجھے حتیٰ اب دیکھوں وہ باقی خواب مجھے دیکھنا کب نصیب ہو وہ درزی بچہ نہایت حیران و ششدر ہو کے پانوں پر
 گر پڑا اور اپنے دونوں ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ یا حضرت ایسا مجھے کیا قصور ہوا میں نے تو یہ سمجھا کہ آپ کل ہر دن چڑھے
 سے غافل پڑے آرام کرتے تھے نہ آپ نے کچھ کھانا کھایا نہ اس وقت سے پانی پیانہ بول دہرا کر کے کو آستے لہذا آپ کو
 جگادون تاکہ اس حوائج ضروری سے آپ فراغت کو کے پھر سو رہیں عمرو نے کہا اسے کجبت افسوس ہو کیا کون اس
 وقت تو تو نے مجھ طرح کا داغ اور صدمہ میرے دل کو دیا ہو یعنی میں ابھی پڑا ہوا کیا خوب خواب دیکھ رہا تھا کہ تو دنیوں
 کی صورت سے ایک آن واحد میں عیار کی صورت بن گیا اور قنطورے زربفتی پاتابے سقرانی باندھ کر اس سانسے والی دیوار
 پر سے باہر اتر اور جس طرح سے کہ ہوائی گنج سے یا شرارہ سنگ سے نکل جاتا ہو بظرفت العین تو ایک بڑا محل کسی بادشاہ
 کا ہوا کے نیچے پہنچا اور اس محل کی دیوار پر کندہ پھینک کر چڑھ گیا پھر کیا دیکھتا ہوں کہ تو اس محل کے اندر ایک
 بارہ دری سنگ مرمر کی بہت پر تکلف بنی ہوئی اور سبکی طرف چلا اور وہاں ایک نازین مہ جبین بانگین
 صاحب حسن و جمال سراپا غنچ و دلال حسن ایسا کہ جیسے ماہ شب چار دہم اشعار قامت ایسا تھا کہ نہ کام خرام آسکے اگر
 آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک و زرق برق آب سے پوشاک ہوا سبکی کہ جسے کوئی بکلی کی کون یا کون شے کی
 بھٹاک اور گرد و پیش اس کے سوسو اسو انیسین جلینین ہزارین مفرین مصباحین خالصین لوندیان بانڈیا
 اور درگوش مرصع پوش بجوم اور دھوم کیے ہوئے بھیجی بن جس وقت کہ تو وہاں پہنچا تو اس نازین نے نظر حسرت
 تیری طرف دیکھ کر مضمون اس شعر کے شعر ادا سے ہر ایرے کن یاد رفتہ باشد و در دام ماندہ باشد و عیار رفتہ باشد
 کچھ لب بشکایت و اکھا اور تو اسکی بہت سی دلجوئی اور خاطر داری کر کے تمام شب ہنگامہ پیش و طرب میں مشغول
 رہا ابھی کچھ اور طعنے اور کجبت وہاں کی دیکھنا باقی رہ گئی حتیٰ کہ اسے تو نے مجھے جگادیا اب مجھے یہ صدمہ عظیم ہو کہ
 یہ وقت رحمت سمجھے اور اس نازین ماہ طاعت سے کیا رز و کنا یہ عاشقانہ اور مشوقانہ ہوئے ہونگے وہ میں
 نہ سنے پایا اسے وہ اب باقی خواب میں کیونکر دیکھوں اس درزی نے مجھے جو یہ گفتگو عمرو کی سنی تو بتایا نہ عمرو
 کے پانوں پر گر پڑا اور رو کر کہنے لگا کہ یا حضرت آپ نے تو میرا جو کچھ حال تھا سب بخشیم اپنی ملاحظہ فرمایا اور کوئی راز
 میرا آپ پر اخفا نہیں رہا اب میں امیدوار ہوں کہ آپ بھی اب مجھے پر وہ نگرہ میں یہ فرمائیں کہ آپ کون صاحب ہیں
 عمرو نے کہا کہ میں آزاد بنیوا فقیر ہوں اس درزی نے کہے کہ خدا اللہ آپ سے فرمائیے آپ کے دشمن بنیوا فقیر
 ہوں عمرو نے کہا پھر تو مجھے کیا جانتا ہو تو ہی کہہ رہے تھے کہ میں تو یہ جانتا ہوں کہ آپ شاہ عیاران عیار
 عمرو بن امیہ نامدار ہیں عمرو نے کہا میں اس امر سے مطمئن آگاہ نہیں آستے کہ میں اور امر کوئی نہیں حضرت آپ کا نام عمرو
 ہو عمرو نے کہا بابا امرنات اللہ کی ہوا امر نام اللہ کا ہو میں عمرو کہا تھے ہو گیا تھے کہ میں یا حضرت زیادہ آپ کا اور پڑا

نہ کیجئے مجھے اس وقت صدمہ عظیم ہو مجب بنیں اس صدمہ جانگاہ سے ہلاک ہو جاؤں خداوند سبح سبح آپ فرمائیں کہ حضور
 آپ عمرو بن یا نہیں مجھ ہی کو دھوکھا ہوتا ہو عمرو نے خبر پر ہاتھ رکھ کے کہا کہ فرض کیا میں نے کہ میں عمرو ہوں پھر تو میرا
 کیا کر گیا پس جو یحییٰ اس درزی بچے نے جانا کہ حضرت شاہ صاحب عمرو بن پھر تو یہ عالم تھا کہ کئی بار عمرو کے گرد تصدق کا
 شمار ہو کے مارے خوشی کے چھوڑا ہوا پیرا میں نہیں سنا تھا اور کتنا متاثر شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا برنتما سے محنت
 خود کا مران شدم و بعد اسکے اس نے اس طور پر اظہار حال اپنا کیا کہ یا شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار ماجرایہ ہو کر یہ ملک
 طولانیہ مشہور اور معروف ہو اور طولان شاہ میرا باپ حکمران اور فرمان روا اس ملک کا ہوا ہے میرے اور کوئی لادہ
 نہیں رکھتا تھا اور میلان شاہ جواب تک حاکم وقت اور بادشاہ ہو یہ میرا چچا چچا پنچا اسکی ایک بیٹی ملکہ انجن آرا کے جسے
 آپ نے شب کو مجھے بت مانوس دیکھا ہو میرے باپ طولان شاہ نے بت خود سالی سے ملکہ انجن آرا کو میرے ساتھ نام
 زد کر دیا تھا چنانچہ ہم دونوں اسی میں طفولیت سے آپس میں کھیلتے تھے اور ایک محب طرح کی محبت اور اتحاد کی ہمارے
 اور ملکہ انجن آرا کے فیما بین تھا حسب اتفاق وہ جو کہتے ہیں کل نفس ذائقہ الموت جب کہ میرا باپ مرض الموت
 میں گرفتار ہوا اور قریب بہ ہلاکت پہنچا تو ایک روز بعت نفس و ثبات عقل طولان شاہ میرے والد بزرگوار نے
 میرے عمو یعنی اسی میلان شاہ کو بلا کے وصیت کی کہ بجائی اب میں صبح و شام میں مسافر ملک عدم ہوا چاہتا ہوں جو
 بچہ فرزند میرا قتاح زرین کراچی بہت صغیر سن ہو لہذا میں تگہ مالک و مختار اپنی سلطنت کا کر کے وصیت کرتا ہوں کہ تم بعد وفات
 میرے اس فرزند دلبند قتاح زرین کو تخت پر بٹھانا اور آپ بطور مشیت کے کاروبار سلطنت کرنا جبکہ یہ سن نہیں ہو پونے
 تو وارث تاج و دیہیم اور مالک فوج و اقلیم کا یہی ہوتے تھے کچھ عرصہ نہیں ہاں ایک کام کرنا کہ میں نے مختاری بیٹی کو اپنے
 اس تخت جگر قرۃ العین اور بھر قتاح زرین کر کے ساتھ جو نامزد کیا ہو تو بوقت باغ ہونے ان دونوں کے طریقہ عقد کا کرنا
 اور جو مختار سے واسطے منسوب اور جاگیر اور تہہ مرتبہ تاج و اسپر اپنے قانع رہنا بلع نفسانیت خبر دار اور نہ تار میری
 وصیت میں فرق نہ لانا کہ میری روح کو صدمہ پہونچے اور گور میں بھی مجھے چین نہ آئے چنانچہ اس میلان شاہ میرے
 چچا نے ہزار عجز و انکسار میرے باپ کے روبرو ہمدردیاں اور بت سی قسم قسم کر کے اپنی بیٹی کی شادی کا بھی میرے ساتھ
 اقرار کیا اور مجھے تخت پر بٹھلانے کا بھی اور اپنے و بعد ہونے کا بھی اقرار کیا آخر حسب وقت وہ شہنشاہ گردون بارگاہ طولان شاہ
 باپ میرا فردوس آما گاہ ہوا تو یہ چچا میرا آپ تخت پر بٹھا اور مجھے نظر بند رکھا بعد چند سال کے جبکہ میں سن تیز کو پہونچا تو
 ایک روز کی نقل ہو کر سعد مبارک نامے ایک عداوی میلہ لاکھ جان و دل سے میرے ہم پر خدا اور نثار ہو وہ مجھے پوچھا کہ
 پہناس کے اپنے ہمراہ بارگاہ میلان شاہ میں لگیا اور عمو یعنی میلان شاہ نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اوسعد مبارک آج
 تو ان صاحبزادے کو کمان لایا میرے بھائی مبارک نے بعد دھارے شتائے شاہی عرض کی کہ شاہزادہ اب چشم بد دور
 سن تیز کو پہونچا ہوا امید فارغیات خاقانی بعد مراحم خسروانی کا ہے کہ اپنے حق کو پہونچے میرے عمو میلان شاہ نے کہا
 اچھا بت بہتر یہ کہنے مبارک کو اشارے سے اپنے پاس بلا کے کان میں کچھ کہا کہ میں نے دیکھا کہ مبارک کا رنگ
 سفید ہو گیا اور اسکی آنکھوں میں آنسو جبر سے ہوئے مجھے بارگاہ سے لیکر باہر آیا اور اپنے ہمراہ سیکے کوئی دو تین کوس
 شہر سے علاوہ ایک پہاڑ پر بیٹا کے میرے دادا ہی مبارک نے مجھے کہا کہ لاکھ جانین غلام کی تصدق آپ کے نام پر اس
 شہزادہ عالم اس وقت آپ کے عمو جان نے مجھے حکم دیا کہ تو قتل کو کسی صحرا میں بیٹا کے قتل کر سو میں آپ کو اس ظالم
 کے سامنے بیان تک نکال لایا ہوں اب آگے جو مشیت پروردگار ہوا سنیں کسی کو کیا دخل ہو میں یہ حال سننے
 سراپا اور مضطر ہو کے بڑی دیر تک رویا کیا اور روتے روتے میری آنکھ جو جھپک گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ

آسمان پر سے ایک تخت چند ملائک لیے زمین پر اترے میں اور اس تخت پر ایک شخص ہارلش سفید لومانی صورت بیٹھے تھے
 انھوں نے میری بھائی کر کے فرمایا کہ تو اس کفر و کافری کو اور لغا پرستی کو ترک کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور ملت ہندو میں
 اسلام قبول کر میں نے کہا کہ جو کچھ آپ فرمائیں میں اسے بکالاؤں چنانچہ ان بزرگوار نے کلمہ شہادت مجھے تلقین کیا اور
 میں نے بخلوس نیت کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا تب پھر اس بزرگ نے فرمایا اگر اب تو گھر نہیں کیا تو آپ و طاقت تیرے
 چچا میلان شاہ کی جوتیرے جسم کے روکنے کو بھی ایذا پہنچا سکے مگر چند مدت بیتاری بقول شخصیکہ مصرع زمانہ ہاتھ
 تو بازمانہ لہذا تو اپنی ہیئت کو تبدیل کر کے تاکوئی تجھے پہچان نہ لے اور میان سے شرمین جا کے محنت مزدوری کر کے بہر
 اوقات اپنی کر اور باقی خوت اندیشہ کسی بات کا مگر ظن تاریخ اور ظان مینے میں اور ظان دن تجھے زیارت شاہ عیاران
 عیار عمرو بن امیہ نامدار کی جھوگی کیلئے کہ حسب حکم سلطان صاحبقران میان ہفت میل لمحو کے سمت شہر سائل
 جائینگے تو بعد حصول شرف قدموس اس ایک طرار عمرو بن امیہ نامدار کے اپنی غرض میں حال کرنا مقین ہو کر سعی و جہد شاہ
 عیاران عیار سے پھر سریر شاہی ورثہ و ترک آہائی تیرا تجھے ملے اور تو بھی فرمان روا شہر طولانیہ کا ہو پس اتنا خوب و پیکر
 میری آنکھ کھل گئی آسدن سے میں اس لباس اور اس ہیئت کزائی سے دکان پارچہ دوزی کی میان کر کے رہتا ہوں
 اور ملکہ انجمن آرا کو کسی ذریعہ سے خبر میری میان دینے کی ہو گئی تو میرے آسکے ہمیشہ رسم نامہ و پیلم کی رہتی تھی
 کبھی کبھی میں کندار کے دو گھڑی کیواسطے آسکے پاس بھی ہوا تاہوں چنانچہ میں نے یہ خواب تو پاس ادب ملکہ سے
 نہیں کہا تھا مگر اسی خواب کی امید پر یہ اقرار اور وعدہ حتی ملکہ سے کیا تھا کہ انشاء اللہ قاضی اس ملکہ فقیر یہ دن جدائی
 کے دور ہونے جاتے ہیں اور شب عیش وصال نصیب ہوتی ہو سوا الحمد للہ والہنتہ کہ آپ کے اقدام عالی کی زیارت
 سے شرف ہوا اب میرے حق میں جو بہتر اور مناسب سمجھے وہ کیے عمرو نے یہ سرگزشت فتاح زرین مکر کی سن کے
 کہا کیا مضائقہ کہ خدا کے فضل و کرم سے یہ کام شیرانجوبی ہو جائیگا لیکن وہ جو تو نے شاہ کو زکاء و کرم و لاف زندہ
 زر بے پر بے صرفت کے کوئی کام دنیا کا نہیں ہوتا خصوصاً یہ بڑا مقدمہ کہ بہت مشکل ہو اسکو مبلغ کثیر چاہیے فتاح زرین
 نے کہا کہ یا شاہ عیاران عیار میرے آپ طولان شاہ نے تین تہ خانے فرمائے کے میرے اس ملو میلان شاہ سے
 مخفی حالت نزع میں مجھے بتلا دیئے تھے وہ موجود ہیں انہیں سے جس قدر کخرج ہوگا مجھے انکار نہیں ہو جو آپکا جی چاہے
 لے لیں عمرو نے کہا مصرع راستی موجب رضا سے خداست : اس فتاح اسوقت جو تو دھڑ بڑا سننے کرتا ہوا میں
 فرق کفرنا صادق القول رہنا خبردار مجھے جھوٹ نہ بولنا اگر وہ تینوں تہ خانے خزانے کے نمونے تو یہ خوب یاد رکھنا کہ
 پھر تیرا انجام بہت برا ہوگا اور روپیہ بموجب حساب ان نہ خالو کے ہر نوع تجھے دینا پڑیگا فتاح نے کہا کہ یا شاہ عیاران
 عیار کیا قدرت اور کیا طاقت جو میں آپ کے سامنے سر مو جھوٹ عرض کروں گا وہ تینوں تہ خانے کیسے پاسے زد و ہم سے
 ملو ہیں عمرو نے کہا خیر کچھ لیٹے یہ کئے عمرو نے دیکھا کہ دن کوئی دو تین گھڑی کل چڑھا ہو پس پیش خود یہ تجویز کر کے کہ اگر عمرو
 جانا بدلیج الزمان کے پاس اور چالیس روز کے عرصہ میں پھر بدستور شکر فیروزی اثر میں جا کے زر خیل سال بھر کا مزاج
 ملک پر ہر کا بابت شرط کے لیتا ہو کارامروز را بفرود گزارا سیوقت چلے اس فتاح زرین مکر کے مقدمہ کو میلان شاہ
 بادشاہ سے تصفیہ کرادینا چاہیے مجھ پٹ فتاح زرین مکر کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دور پر جا کے اُسے
 دیکھا کہ ایک لڑکا برس بارہ ایک کاسن پوشاک فاخرہ پہنے ایک مرکب گنگون خوشخرام پر سوار ہزار بارہ سو خاص بڑا
 عظم برہمے بھائے بردار اور کچھ جلوس کے لوگ ہمراہ چوہارا عصا بردار آگے اہتمام کرتے بڑی دھوم دھام سے
 اپنے باپ میلان شاہ کے مجھے کے واسطے جاتا ہوا ایک خواص خاصان سونیکا لیے پیچھے تھا ذرا پھر کے

پیشاب کرنے لگا عمرو نے برابر اس خواص نے جبکہ بیضہ بیوشی اُسکی ناک پر مارا کہ وہ چیخ کھا کے وہین بیوش ہو کر
 گر پڑا عمرو نے ادھر ادھر دیکھ کے بچتی تمام اسے اٹھالیا کے ایک فارمین ڈال دیا اور تھپٹ پٹ ایک روغن عیاری
 کا اپنے منہ پر لگے پھر اس خواص کی صورت بن گیا اور پھر جلدی سے وہ خاھدان میں سے اُس شہزادے کے گھوڑے کے
 برابر جا پہنچا جب کہ وہ شہزادہ دروازہ بارگاہ پر اپنے باپ کے پہنچا تو گھوڑے پر سے اتر کے گلدوری پانکی اُس میں
 بیٹے مرشد کامل ادا سی درہنہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار سے طلب کی مرشد کامل نے ایک گلدوری بہت تھخ
 عطرین لپی ہوئی بیوشی آغشتہ خاھدان میں سے نکال کے برابر جا کے کھلا دی اور چپکے سے وہ دون اپنے ہاتھ باندھ
 کے عرض کی کہ شہزادہ عالم کی عمر دراز ہو خانہ زاد کو کچھ بہت ضروری عرض کرنا ہو ذرا آپ ابھی اس مہینگی میں توقف
 فرمائیں تو فہم گزارش کرے شہزادے نے کہا اچھا آؤ اور سب سے طلبہ لیا کے عمرو سے پوچھا کہ کیا تو کتنا ہر عمرو نے
 پہلے تو وہ گلدوری بیوشی آغشتہ کھلائی تھی اب اس نے بیضہ بیوشی مار کر تھپٹ پٹ بیوش کر دیا اور باندھ پشمارہ
 اپنی زنبیل میں رکھ جلدی سی زنبیل پر ہاتھ مارا اور مجوزہ طلب کر کے ہو ہو اُس شاہزادے کی صورت بلیا اور
 اسی لباس اور پوشاک سے باہر نظر اندرون بارگاہ میلان شاہ کے پاس گیا اور مجرا کے برابر میلان شاہ کے
 بیٹہ گیا اور بوقت دربار برخواست کرنے کے یہ شاہزادہ بیٹے عمرو بھی ہمراہ سواری میلان شاہ کے محل کی ڈیوڑھی
 پر اپنے گھوڑے پر سے اتر کے میلان شاہ کے ساتھ اندرون محل چلا زبانی ڈیوڑھی میں دکھا کہ اب سوا سے
 میرے اور میلان شاہ کے اور کوئی نوکر چاکر اپنا بیگانہ نہیں ہو عمرو نے کہا قبلا عالم آج شب کو میں نے عجیب
 خواب دیکھا ہے یہ شے میلان شاہ ٹھہر گیا اور پوچھنے لگا کہ ہاں بیٹا کو تو کیا خواب تھے دیکھا ہو عمرو نے کہا کہ میں نے
 یہ دیکھا ہے کہ درہ آسمان شق ہو گیا اور اُس میں سے ایک بزرگ تخت پر سوار ملا کہ اُس تخت کو دوش بدوش لیے
 زمین پر اترتے چلے آتے ہیں مجھے اُس بزرگ نے فرمایا کہ اے لڑکے ذرا بائیں طرف اور دائیں طرف دیکھ چنانچہ
 میں نے عذاب نار جہنم اور فضاے گلزار نعیم کی دیکھ کر پوچھا یا حضرت یہ کیا مقامات ہیں حضرت نے مجھے ارشاد
 فرمایا کہ وہ دو رخ ہوا سٹے لقا پرستون اور مشرکون کے اور یہ گلزار بہشت ہوا سٹے مومنین کے تو اس لقا پرستی
 کو ترک کر اور کلمہ شہادت پڑھ میں اُس بزرگ کو کچھ جواب دینے نہیں پایا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی معلوم نہیں کہ
 اسکی کیا تعبیر ہو میلان شاہ نے حال خواب کا سنے جواب دیا کہ بیٹا تو اس کا مطلق خیال نہ کرنا اور حادثات
 کچھ دوسرا اس اپنے دل میں نہ لانا یہ خواب شیطان کی ہر عمرو نے کہا آپ برحق فرماتے ہیں لیکن یہ کون صاحب ہیں
 جو آپ کی پشت پر کھڑے مجھے آنکھ سے اشارہ کرتے ہیں کہ میلان شاہ کا کہنا نہ مانیو یہ باپ جیڑا کا فر ہے
 میلان شاہ نے یہ کہہ کر کہاں کون ہو جو نہیں پٹ کر دیکھنے کا ارادہ کیا عمرو نے برابر سے بیضہ بیوشی مارا چاروں
 شانے چت تھا اُس وقت عمرو نے جلدی سے پشمارہ اُسکا بھی باندھ کے زنبیل میں ڈال لیا اور اپنے منہ پر رنگ
 روغن عیاری لگے ہو ہو میلان شاہ کی شکل سبک اندر محل کے داخل ہوا اور پہلے تمام محلات اور ملازمین اور
 سترین اور خواصین وغیرہ کو یہ حکم دے کے کہ سب میرے پاس سے ہٹ جاؤ حیب تک میں نہ یاد کروں جولوہ
 کوئی بارہ درسی میں نہ آنا جب کہ سب بیہیمان ہوین بیہیمان ہو کر بن چاکر بن لونڈیاں بانڈیاں باری داریاں
 فراشینان بارہ درسی سے نکل کر اور کسی مکان میں جا کے بیٹھیں اُس وقت عمرو نے پہلے آن
 تینوں تہ خانوں کو جا کے کھوا اور جہلج سے قتلح زندین کرنے قرآن کا حال بیان کیا تھا اسی طرح سے
 وہ تینوں خانہ گنج زر و سیم سے ملو تھے عمرو نے تھپٹ پٹ جال الیا سی کو زنبیل سے نکالے چاروں بیہیمان

روپیہا شریفیوں کے توڑے اُس جال میں کھینچ کھینچ کر اپنی زنجیل میں پھرتا جاتا تھا اصابک دو گھڑی کے عرصہ میں اُن تینوں تہ خاتون میں سوائے خاک کے ایک روپیہ تک باقی نہ رکھا بعد اسکے پھر بدستور اُن تینوں تہ خاتون کو متقل اور مسدود کر کے دہانے بارہ دری میں آیا اور زنجیل سے میلان شاہ کو لٹکا کر زمین پر ٹا دیا اور چپاتی پر چڑھنے تک قید رہنے بیوشی کا اُسکوہ یا میلان شاہ کو پھینک آئی اور آنکھ کھل گئی تو اُس نے دیکھا کہ میری صورت کا ایک شخص خنجر کھینچے میری چپاتی پر چڑھا ہوا مجھے زچ کیا چاہتا ہو نہایت عجوبہ انگسار سے باختم انگسار کئے لگا کر آپ مجھے کیوں زچ کرتے ہیں عمرو نے کہا کہ میں فرشتہ قدرت نامیہ وہ خدا سے آسمان کا ہوں وہ جو تو نے کو گستاخا اپنے بیٹے کا خواب سنے زبانی نکلا تھا اُس جرم کے قصاص میں تجھے زچ کرنے کو آیا ہوں اور ست جہنم بجاؤنگ میلان شاہ نے کو اگر ہکے کہا یا فرشتہ قدرت مجھے خطا ہوئی آپ معاف فرمائیے بیشک و شہدہ خواب میرے فرزند کا صادق تھا اور میں نے اپنی بے خردی اور شامت افعال سے اُس خواب کو مجھوٹہ سمجھا خواب شیطانی کہا تھا آپ جو کچھ مجھے ارشاد کیجیے میں قبول کروں عمرو نے کمر شہادت میلان شاہ کو تلقین کیا اور وہ از سر صدق کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا تب عمرو نے یہ اُس سے کہا کہ اے میلان شاہ اب تو نے کلمہ طیبہ پڑھا اور شرف باسلام ہوا خبردار اب جو بات کہتی ہو میرے سامنے کہنا بھلا میں تجھے پوچھتا ہوں کہ تیرے بھائی طولان شاہ نے وقت رحلت تجھے وصیت کی تھی کہ میرے بیٹے قتاح زرین کو تخت پر بٹھلا نا اور تو ولیحدی کا کام کرنا اور جب وقت کہ وہ سن تیز کو ہوئے تو اپنی بیٹی ملکہ انجن آرا کا میرے فرزند کے ساتھ عقد کر دینا سو تو نے یہ خلاف اُسکی وصیت کے سلطنت اُسکی غضب کر لی اور بیٹی کو اپنی آنکھ کے ساتھ منعقد کیا اور حکم قتل کا دیا تھا یہ کیا ماجرا ہو مفصل بیان کرتے میلان شاہ نہایت حجل اور شغفل ہو کے کہنے لگا شعر مقرر خطا کا ہوں تو حاجت گواہ نہیں ہو چاہو مہم کو ہم تو بے گناہ نہیں ذی الواقع یہ خطا سے فاش مجھے سرزد ہوئی مگر اب آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ اسی وقت میں قتاح زرین کو اپنے بیٹے کو تلاش کر کے بلا تا ہوں اور سلطنت اُسکے باپ کی تسکے دیکھے اپنی بیٹی کو اُسکے عقد میں کر دوں گا اور میں تارک الدنیا ہوں کسی صحرا میں جا بیٹھوں گا بقیہ حیات یاد آئی میں رہو لگا عمرو نے کہا تو اے میلان شاہ دنیا و غیبت تیری دونوں نذر ہو گئی مگر تو یہ تیرا کہ جتنی مدت تو نے اس طولانیہ کے ملک میں حکمرانی اور سلطنت کی ہو کتنے خزانہ زر و سیم کا جمع کیا اور راہ خدا میں تو نے کیا یا ہو میلان شاہ نے روکے کہا کہ اصل حقیقت تو یہ ہو کہ واقعی آمد ہمالیہ کے عروس سے بعد صرف تیرا تیرا فوج و سپاہ وغیرہ کے کئی خزانے میرے قبضہ اختیار میں ہیں مگر میں نے کسی ایک ٹکڑا کسی کو راہ خدا میں نہیں دی یہ کہیاں خزانہ کی حاضر ہیں میں نے خزانہ راہ خدا میں دیا اور وقف ہو نہیں کیا عمرو نے کہا مجھے دے مصرع درکار خیر حاجت ہیج استخارہ نیست اور یہ کہ وہ سب کہیاں خزانہ میلان شاہ کی عمرو نے لیکے تدر زنجیل کیں اور آتا لیکے کہ بس اب اے میلان شاہ حق تکلفی نہ کرنا اور سلطنت طولانیہ کی اور فرمان روائی اس ملک کی قتاح زرین کرنے جیتے کو دیکر اپنی بیٹی ملکہ انجن آرا کا عقد اُسکے ساتھ کر دینا کہے تو جان عمرو عظیم اور ذکر غائب ہو گیا اور جہاں خزانہ میلان شاہ کا تھا وہاں جاکے انھیں کنبیوں سے قفل کھول کر سارا خزانہ اٹھا کے تدر زنجیل کیا اور قتاح زرین کے آگے سارا حال میلان شاہ کا بیان کر کے کہا کہ میں نے جو مجھے وعدہ کیا تھا میں پورا کر چکا سلطنت اور حکمرانی اس ملک کی اور ہم بہتری اپنے محبوب و خواہ کی مجھے مبارک ہو میلان شاہ خیر اچھا ترک دنیا کر کے حبیب عزت نشینی مست صوابا ہوا اب تو آپ کو ظاہر کر اور سریر سلطنت پر جیسے بیٹھو جو کہ تینوں گنج کا مجھے عہد دیا ہوا اُسکو ذکر تاکہ میں صبح کو بیان سے روانہ منزل مقصود ہوں قتاح زرین

اسنے کہا کہ میں تو غلام حلقہ پوش آپکا ہوں وہ گنج کیا حقیقت رکھتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں خدمت ہو سکے گی میں بجا
 دل حاضر کرونگا غرض بیان تو یہ گفتگو عمرو سے اور فتح زرین کمر سے ہو رہی ہو وہاں میلان شاہ کا حال سنئے بیک ایک
 اسنے جو دکھا کہ وہ فرشتہ قدرت جو میری صورت بنکے آیا تھا میری نظروں نے غائب ہو گیا مگر اسکے بارہ وزی سے باہر
 نکل آیا اور کسی بی بی اور باندی سے کچھ کلام نہیں کیا فقط محل سے برآمد ہو سکے حکم دیا کہ شہر طولانیہ میں جا بجا تلاش
 کرو اور دس دس بیس بیس کوں تک جاسکے ڈھونڈو جو جان کہیں فتح زرین کمر میرا بھتیجا کہ وہی وارث اور ملک
 اس سلطنت کا ہو لیجائے تو اسے جلد لاؤ میں اسکی امانت بحسب وصیت اپنے بڑے بھائی کے حوالہ کر کے بھئیہ یاد اسی
 واسطے مو انوردی اور دشت گردی کے اب جاؤ تنگنا چنانچہ یہ خبر تمام شہر میں عالم گیر ہو گئی کہ میلان شاہ بادشاہ
 عالیجاہ اب مثل ابراہیم ادہم سلطان بلخ و بخارا کے ترک سلطنت کر کے بعورت گردان خرقہ پوش بھئیہ مو انوردی
 اور دشت گردی جاتا ہوا ہے بھتیجے فتح زرین کمر کو فرمان روا اس ملک کا کر نیو طلب کیا ہو فتح زرین کمر نے
 وہ منیت کذائی اور وضع درزیوں کی تبدیل کی اصلی صورت اپنی بنائے اور عمرو بھی آزادانہ شکل سے تھا فتح زرین
 سے باتیں کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک طرف سے کچھ مرد چوبار ہر کار سے چراسی تلاش کرتے اور چار طرف ڈھونڈتے تھے
 پوچھتے وہاں بھی آنکے فتح زرین کمر پہچانکے سمجھنے نے جھک جھک کر مجھ اکیا اور بظرفہ ابین مجمع خاص و عام
 ہو گیا اور اسی منظم پر تمام جلوس سواری کا اور سوار و پیادے ہزاروں آدمی جمع ہو گئے اور فتح زرین کمر
 کو مولد کرا کے میلان شاہ کی بارگاہ میں لے گئے میلان شاہ نے فتح زرین کمر کو دوڑ کر اپنے گلے سے لگایا اور
 بہت سا خور و معذرت کر کے کہا کہ لو بیٹا تخت و تاج اور ملک و مال اور ہتھ و علم اور یہ جاہ و چشم سب تمھارے باپ کا
 تنگو مبارک ہوا در میں خوشی سے اپنی بیٹی ملکہ انجن آرا کی رسوم شادی اور مناکحت کی کہ وصیت میرے بڑے
 بھائی صاحب کی ہوا اگر کے آپ کسی صحرا میں جا کے یاد آئی میں بسر کروں گا غرض یہ کہ تخت زرین فتح زرین
 کو بٹھلا دیا اور سامان جہیز اور تیاری شادی اپنی بیٹی ملکہ انجن آرا کی کرنے لگا شاہ عیاران میاں اسی صورت
 سے آزادوں کی مشیر خاص زرین کمر بنے ہوئے تا غروب آفتاب تو شدید محبت رہے وقت شام فتح زرین کمر
 عمرو کا ہاتھ پکڑ کے اندرون محل جہان وہ تینوں تہ خانے خزانے کے تھے وہاں لے گیا اور جس تہ خانے کو کھوکھلا
 سوائے خاک مٹی کے اور کچھ وہاں نہ تھا اپنے ہی میں نہایت خفیف اور ذلیل ہو کر سکتے کی صورت کو حیرت عمرو
 سے کچھ کہ نہیں سکتا تھا عمرو نے شکرا کے کہا کہ سبحان اللہ فتح زرین کمر ابھی تو یہ پہلا مقام ہے جس سے شروع سارے کام
 نکوست از مبارش پیدا است فتح زرین کمر نے کہا کہ کچھ غلام کی عقل کام نہیں کرتی اگر جو جان بھی اس خزانہ
 کو صرف کرتے تو دو چار برس میں ایک تہ خانہ خالی ہوتا عمرو نے کہا ہاں صاحب بیج ہی جب جو بٹھلا بوسلنے پر
 آئے تو پھر جو بھی چاہا کہنے لگے پھر وہ خزانہ آخر کیا ہو فتح زرین کمر نے سرنگون ہو کر کہا کہ شاہ عیاران عیاران
 اسوقت تو آپ کے سامنے فی الواقع بہت ذلیل اور خفیف اور محض کاذب ہوا اگر انشاء اللہ تو اسے تازہ اندام
 بندہ ام بالفعل مرصت دو صندوقچے جو اہرات کے ایک مقام پر مدفون ہیں میں نکلوا کر آپکی تذکر کرتا ہوں اور جب
 آپ وہاں سے مراجعت خزا کے قشریف لائیں گے اسی وقت میں وہ سب پیش کش کروں گا یہ کہ وہ دونوں صندوقچے
 جہان گڑے تھے وہاں سے نکال کر لایا اور عمرو کی قد کے عمرو نے انکو زنبیل میں رکھکے فتح زرین کمر سے کہا
 کہ میں فقط اس خیال سے کرتی ہوں کہ تیری دل شکنی نہویہ قدر تیری قبول کیے لیتا ہوں مگر اپنے جہینوں میں سے جو کہ تجھے میرا حق
 دنیا منظور ہو وہ اور تینوں تہ خانے کے خزانہ کا روپیہ جو محسوب ہو وہ لپور امانت کے رکھنا انشاء اللہ تو اسے

مین باختر سے پھر کر تجھے لیتا جاؤنگا اور اب میں رخصت ہوتا ہوں قناح زمین گمرانی آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگا
 کہ یا شاہ عیاران عیار غلام نے اپنی معشوقہ سے باغد کھینچا اور اس سلطنت سے درگزر آپ کے ہمراہ چلے گا اور اب غلام
 کے دل کو یہی آرزو ہو کر اقامہ عالی سے جدا ہونے کو کہتا کہ اس قناح میں گاؤں لگاؤ سوار سے پالیس دان میں
 بیابان جبل القم کو طوکر کے ملک سنجان سے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر لیگے پھر آئینکا وعدہ اور شہرہ کر کے آیا ہوا
 میری چال اور تیری رہروی سے زمین و آسمان کا فرق ہو تو میری گرد کو بھی کیسٹح سے زمین پہنچ سکے گا اگر تجھے
 یہی منظور ہو تو شہر سیائل میں مجھے ملاقات کرنا یہ کیکے عمر و شل شاہین نیز پر قناح زمین کر کے پاس سے آگے روانہ
 ہوا اور دور سے اسے دیکھا کہ لکھو کھا آدمی اور کردار باطن ہر چہ طرف سے خیل خیل اور ذیل ذیل گردہ گردہ اور انہوہ
 انہوہ سوار و پیادے ادنیٰ اعلیٰ وضع و شریف کردہ امیر و فقیر برنا و پیرزن و مرد و کپڑے تحفہ تحفہ پہنے ہزاروں فیل نشین
 اور پالکی نشین سیکڑوں میانوں پر رختوں پر سوار پوشا کین و صوم و حامی آراستہ ہر استہ کیے شادان و خندان
 سامنے چلے جاتے ہیں ہزاروں کھلونے والے ہزاروں نٹ نشیان باز پر کھنڈہ تہلی والے ہندو خرس نچا ہوا سارے
 پھیرے زمانے جو کی بچے بھان سنی بھان تیان ہزاروں طائفے دس کو سی پنج کو سی وینات کے مزدوروں کے سر پر
 ساز ساز نگیناں و منو لکین طبلے چنگ تال کی جوڑیاں سیے کسبیاں گاڑیوں اور ابون پر سوار سپردائی پیادہ پابستے
 تھے راتے اچھلے کودتے اور یہ کہتے پھرتے کہ آج خداوند لقا کے اس نور و زکے میلے میں سال بھر کی فکر قوت سے
 ہم لوگ مطمئن اور مستفی ہو جائیں گے کام فرمایا ہزاروں ساہوکار و ساہوکار بچے اگر والے بنیے ہزاروں طالع
 مدار سی سلاسی فیملی لکھو کھا کفار و انکار بڑے بڑے نیزے بالنون کے غلات اسے تمامی اور زری زریقت سے
 منڈھے ہوئے ہر پرے بہت عریض و طولانی ہوا سے لہراتے اور جھونکے کھاتے سو شتو پی پیس پچاس آدمی کنکر سے
 دکنی آن بالنون کو تھامے ہوئے و مول دماے بچے ہزار بالکھو کھا ساہوکار و بچیان رشولی بچیان صا خیان اور
 کھترانیاں مجیرے اور و مول بجاتین قلا دے گردنوں میں اور ہار پھولوں کے سپنے دوئے اور ٹوکریاں مٹھائیوں کی
 چلیوین بارون پھولوں کی سبز سخی موی اور کافوری تیان اور لوبان سے لقاے مشرک خدا کے نام کے
 گیت گاتی ملی جاتین تھیں عمر و سنے یہ تاشادیکہ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ میلہ کیسا ہو اور کہاں ہو ان لوگوں نے جواب دیا
 کہ اس شخص شاید تو پروردہ دنیا پر نہیں رہتا اسے آجکے دوسرے دن یعنی کل صبح کو روز نور و ز عالم افز و خداوندی
 ہو اور زری قیلول خداوند لقا کہ جس برس ونگی راہ سے یہ لوگ میلے کے دیکھنے کو آتے ہیں صبح ہونے کے وقت
 نصف النہار کے خداوند بچہ ہزار ملک تقاے خداے باختر اپنا چہرہ زشت و ریچہ سے نکالے گا تمام لغت
 پرست اس شکل و ہیئت کو دیکھ کر سر بسجود ہونگے اور سجدے کر کے جو جسکی مراد ہوگی وہ مانگیگا اور اپنی مراد پائیگا
 عمر و سنے گفتگو آن لوگوں کی شکے خاموش ہو رہا اور حقوڑی دور مٹھہ جاکے رنگ روغن میاری کا اپنے تمام بدن پر
 لگے ایک بڑے بڑے سپاہی مسافر کی صورت بنا حقوڑی دار پانچا ہانوں میں دوہرا لکھو کھا چکن کا سٹے میں
 چکا سبت مہار ہی کر سے باندھے ایک چچہ کاسنی سر پر ڈھاک کا چہرہ آسے لگڑی میں و صوپ کے بچاؤ کے واسطے
 کھونٹے لٹنی تاڑی کی کنارہ کمرین حکیم خانی کی تلوار و اب میں ایک ٹیڈہ بلاکہ بڑیاں اُسکی پوست سے نمایاں تھیں
 اس پر سوار انھیں میلے والوں کے ساتھ ساتھ کوئی آدم کوں آگے گیا اب جو دیکھا تو سجان اللہ فرنگوں تاک
 سیکڑوں باغات کے ہیں ہزار باغیے ڈیرے تنگے ایک ما و تیان کندریاں لوبان چو پڑ کی بارہ وریاں
 پال نگیرے پھولداریاں استادہ ہوتی جاتی ہیں چار طرقت مٹا میں کھنچی میں بازار لٹا جاتا ہو دکا نہ ار و کانی

دگاتے جاتے ہیں کہیں حلوایوں نے چوترے سی کے تحفہ تحفہ نفیس اور پاکیزہ باندہ باندہ کر کسی نے پال کسی
 حازم کسی نے چاندنی تان لی میں کسی نے قناتین گھیر لیں کوئی بہت بڑی ڈکان ہو کر وہاں ٹکیرے بچو بستا
 میں محال مٹھانیوں کے گئے ہیں تحفہ تحفہ شیرینی لڑ و پڑے برقی خرمے کچلے اسرتیان جلیبیان پلا کر دیاں نکلتیاں
 سیوے کی لوزین گلاب جاشین مٹھائی پیٹھے کی شکر پارے در بہشت محالوں میں بچے ہوئے جھٹھیاں گرم ہیں کڑوا
 چڑھے ہیں پوریان پوریان لچکیان تر حلو کجورین و فیرہ کچوان پکنا جاتا ہر خواہنے والے خواہجون میں بازار
 میں بچتے چہرتے ہیں کہیں بالائی کھویا بڑی وہی دودھ بک رہا ہے کہیں سموسے والے موٹھے مٹھے بچے نہال پٹی
 ریوڑیاں حلو اسوہن دودھیا جیشی انواع انواع اقسام اقسام طرح کا تخم خرنہ قند کے قوام میں بنائے ہوئے لاپٹی
 وغیرہ خواہنے والے یہ پکارتے چہرتے ہیں سیکڑوں فقیر جلالی ماری آزاد و فیرہ دست بچے ہاتھوئیں اور
 کڑے لوہے کے بے زنجیر بن جاتے سیکڑوں مٹھے چڑھے تھے چڑھے کے گلیمن باندے سرنگے استرے ہاتھوئیں سرے
 کھو بہتا ہوا سیکڑوں سترے شاہی کالی کالی سیلیان گونہیں ڈاٹے ڈھسے بجاتے بانیان سارے ہیں دس ہیں سنگ
 بھاری بھاری تھراپنی تھراتیوں پر مارتے ہوئے کہیں دو چارنگے بچے اپنی اپنی چادروں کو بچاؤے موٹے موٹے فلتے
 بنائے اور جلاے ہاتھوں پر زانو پر رکھے گل کھاتے نفیس اور چہاں گوشت کے بٹنے کی چار طرف پھیلی ہوئی ہے کہیں او
 چار انگوری فقیر اتھوان اور دندان انسان اور کھوپریوں کا بندروں کی ایک مالا اپنے گلے میں ڈاٹے خلافت تمام
 جسم میں سے کاٹے سر آدم میں بول و براز بھر کے پتے ہوئے دکا دارونکے سائے جیسے ہیں کہیں پانچ سات جوگی
 بچے گروے کڑے بچے ناتوس کے کڑوں کے ملے گلے میں ٹاٹے ایک ایک ناویہ پل کو کر اس پر جھولیں کوڑیوں
 منڈھی ہوئی بڑے بڑے کڑے ان بایوں کے تھوٹھوں پر لگائے اپنے ساتھ لیے گھنٹی ہلاتے ڈکانوں پر
 لیے کھڑے ہیں کہیں دو چار مشرکین یعنی ایک محافظ کماروں کے دوش پر ہمراہ لیے اور اس خانے میں تھر تصور
 نقابے مشرک خدا کا رکھے ہر ایک ادنی اعلیٰ وضع و شریف کو دکھلاتے چہرتے ہیں اور تمام کھار اسے زیارت
 سمجھ کر ہر اپنے اپنے حوصلہ کے اشرفی روپیہ انگوٹھی بچلے و فیرہ زیور انگوڑیہ ہیں کہیں دس میں انفار کفار ایک
 نقشہ قیطلوں کا اور تاشادونخ اور بہشت کا اتفاق ایک کتاب پر کھینچوا کے بہت پڑ تکلف کا رطلائی اور نفرتی پھر
 بنوا کے اپنے اپنے دوش پر رکھے ہر ایک امیر و فقیر صغیر و کبیر کوسہ وزن و مرد کو اسے کھو کر دکھلاتے ہیں اور
 عذاب دوزخ او یہ سے لقا کی اس شخص کو خائف و ترسان کرتے جھلسازی اور افسانہ ہر داری اور لسانی
 اور چرب زبانی سے کچھ مانگتے ہیں اور اسی فکر تلاش میں چہرتے ہیں اکثر سرمد ان ملتی ہوئی ریت میں کھڑے
 ہیں بعضے کچھڑ میں پڑے لوٹے ہیں دس میں خیریاں بچا کے دو چار ڈھولک طنبور ایسے نقابے مشرک خدا کی
 توحید سیکڑوں تمہیدین اٹھا کے گلاتے ہیں لوگ راہ گیر میلے و سارے روپے جیسے کوڑیاں پھینکتے جاتے ہیں کہیں دو
 چار حبشی بل بنے ہوئے نکلتیاں ہاتھوئیں یہ شنگیں بھوتے کو دتے چہرتے ہیں کسی ڈکان پر بچڑے زناسے
 ڈھولک بچرے لیے تالیان بچا بچا کے ناچتے ہیں ایک سمت جو دکھانا سیکڑوں ڈکان میں شیشے موتی والے ساہیل
 کی لکین ہیں دوسری طرف ہزاروں دکانیں کھالی اور نان پروٹی شیر مال باقر خانی تافان گلے آبی غیری مٹی
 چپا تیان پائے زردہ پلاؤ جلاؤ مطہن شیر برنج فسنی مٹھے چانول شب و یک فورمہ تھیکہ کباب اقسام اقسام
 طرح کے بک رہے ہیں کہیں قبولی بڑے پان کے ورق نقرہ لگی ہوئی گھوڑیاں تحفہ تحفہ لگائے ڈکانوں پر مٹھے
 پانوں کو آٹ پٹ رہے ہیں کہیں باغبان گنا بھولوں کا دار بھونکے باغبان بھولوں کی نکلیاں بھولوں کی بنائے چلے و نہیں

لنگائے پکار رہے ہیں مصرع معطر بارہین کیا مویٹے کے: کہیں ترہ فروش کچھ زمین شوخ و شنگ پلاک اور گرم ترکاریاں اور عرصہ
 خشک ٹوکرون میں لگائے بیٹھی ہیں کہیں ساقون کی دکانوں کی فقار کیفیت ہو کہ کسی نے پال کسی نے ٹیگر جو بایا ساد کر یا
 ہو کسی نے پھرتان لیا ہر تخت اونچے اونچے لگائے کورے کورے وارے تھخہ تھخہ گر گر دیان دکان پر رکھی ہو میں گنار گھالی کا سنی
 زنگری دوپٹے سر دہ پر کنگھی چوٹی کیے سی کی دھڑی جائے پان کھائے لکھوٹا جھٹے پایا بجائے شروع اٹلس گھون کے ٹپے
 بڑے پانچوں کے پنے ہوئے لال لال نیفے لگے ہوئے اگیان کرتیان فوق الجھڑک پنے ہوئے زرق برق بنی بیٹھی ہیں جھنگ
 گھٹ رہی ہو چرس لکڑ کے دم پر رہے ہیں آکا لوگ جمع ہیں دائرہ سرخ لکڑ لکڑ رہا ہو کوئی دھوک لک کوئی چکار کوئی کرنال
 کوئی چنی کے ٹکڑے بجا رہا ہو کوئی ٹٹے گا تاہ کوئی ٹگت بول رہا ہو کوئی چھڑا رہا ہو دو چار سو کمار کسی خیمہ کے دروازے پر
 یا کسی باغین آموں کے درختوں کے تلے جماد کیے ہڑک بجا رہے ہیں کھروانج ہو رہا ہو عجب بھون کا فل ہو کہیں بچانوں
 میں شراب بک رہی ہو شرابی اور بخوار دن کا بجوم اور دھوم ہو مصرع بھٹیوں پر کہیں مجبور رہے متوالوں کے کوئی نشے میں
 بیٹھا جھومتا ہو کوئی حالت سرور میں کوتاہی شعر ہوں بندہ پیرخان ساتی کچھ جائے تکلف تجھے نہیں: اور وہی مسکرتا
 نہیں دھلو ہی میں گرجام نہیں: کوئی اگر ابھو اچھا جاتا ہو کوئی پرست ہو کے کچھڑ میں پڑا ہوتا ہو کہیں تادی کے سینڈھے کے گھوڑے
 اور لہیان و حرن ہیں لوگ تادی پی پی کے بدستیان کر رہے ہیں کوئی بڑا ٹک رہا ہو کوئی ٹھس بک رہا ہو آبکاری کے سپہا
 ہر کارے چار طرف سے جھکے ہوئے محصول وصول کرتے جاتے ہیں کہیں سود و سودا فیونیوں کی ٹکڑیاں منتقلاتی ہیں تو گریا
 بھٹائیوں کی دھڑی ہیں کوئی گٹا پھیلتا ہو کوئی گندھیری کھار رہا ہو کوئی پنک میں بیٹھا ہو کوئی حنفی رہا ہو کوئی کہانی
 کہ رہا ہو گھوڑا گھوڑا ہو کہیں جو ابھو رہا ہو جاری جمع ہیں کوئی کعبین کوئی سولی کوئی چوسر کوئی گھنٹہ کوئی سر کوئی ٹی مش
 کھیل رہا ہو دس بیس ہارے بیٹھے ہیں پانچ سات جیت کر آئے ہیں دو چار سے بھین بھٹ کر رکھ کر رہے ہیں ایک
 کشم کشم گھونٹ گھونٹ کھانا لاتی دھول و مپا اسکے پے اسکے ہاتھ میں اور اسکے پے اسکے ہاتھ میں لڑ رہے ہیں چڑیا
 بھی پنج چار کر رہے ہیں نال والے اپنی اشرفیاں روپے سے جمع کیے سنبھال رہے ہیں چپراسی ہر کارے دھمکا دھمکا کے
 کوئی اپنی مطلب براری کرتے جاتے ہیں کہیں کسی سے تلوار چلی ہو کسی کا ہاتھ اڑ گیا ہو کسی کا بھنڈا ارا کھل گیا ہو کوئی بہت زخمی
 ہو کر پڑا ہو کوئی تلوار مار کے بھاگا جاتا ہو دو چار کھڑے ہیں مرنے مارنے پر مستو ہیں ایک دو کی شلین بندھی ہوئی
 پیادے کو تو والی چوڑے تھپتھپ تلواروں کے مارنے پڑے کو تو وال کے پاس لیے جاتے ہیں چار طرف تماشاخون کا بجوم ہو
 کہیں کوئی چور پکڑا گیا ہو دس پانچ اٹھائی گیرے جیب کترے آچکے گنڈے ٹٹے لٹا چوٹا رفتار ہوئے ہیں انکے ہاتھ بندھے
 ہوئے لوگ اسکے سر دہ کے بال پکڑے جوتی پزار کرتے لات گھونٹا مارتے ہوئے لیے جاتے ہیں کہیں کسی شخص کی جورو
 بد خو حرام کاری میں پکڑی گئی ہو کہیں پر کوئی رنڈی منڈی مسٹری اپنے یاروں سے فرمائشات اقسام اقسام
 کی ہزار ہا زانو انداز کرتی ہو کوئی اپنے چھوٹے بھائی کو کہیں پکارتا پھرتا ہو اور کہیں پر کسی طرف کو کسی کا لڑکا کھویا گیا ہو کسی
 دھوڑ دھننے میں سودائی دیوانہ سا بنا پھرتا ہو کسی کا ٹوٹو چھوٹ گیا ہو سوار تو گر کے جو اٹھا پیچھے پیچھے اسکے دوڑا جاتا ہو چاروں
 طرف سے مار مار ہو رہی ہو لوگ قہقہے لگا رہے ہیں ٹوٹے الٹ کو بنا رہے ہیں گرہ اسکا عجبانین چھوڑتا ہو دو بیتان تار
 پھرتا ہو کہیں کسی بل نے کسی سا ہو کار پچھے کے بھوٹے کو الٹ دیا ہو سیکڑوں آدمی دہان کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں کسی کو کسی
 گھوڑے نے لات ماری ہو وہ تو سر بٹھا ہوا زمین پر تر پتا پھرتا ہو لوگ گھوڑے کے گرد ویش کھڑے ہیں سوار سے محبت تکرار
 ہو رہی ہو کہیں کھلونے والوں کی دکانیں لگی ہیں مٹی کے کاٹھ کے ابرک کے موم کے لکڑ کے شورے کے کھلونے بک رہے ہیں
 کہیں چھ بھٹیوں کا لگا ہو کہیں مٹی کے ارون کا انبار پڑا ہو کہیں ہنڈولا کھڑا ہو کہیں بندر ناچتا ہو کہیں کچھ پڑتا ہو کہیں زگر سپرے ہوئے

اور سانپ کا تا شکر رہے ہیں کہیں بازگیران کہیں کٹھ پتلی واسے ہر وہ پچا پنا پنا جہاں گجراتے ہیں کہیں نقال نقیل کرتے ہیں
 کہیں نٹ بانٹوں پر چڑھتے ہیں نشان ناچ رہی ہیں کہیں دو چار بڑی بوٹی ٹھانٹن جنگل کی تھیلو نہیں بھرے بیڑیاں کچھ ڈھیان
 دو چار گلیاں دو چار کہیاں تیل کی کسی میں ساڑھے کا تیل کسی میں سونس کا تیل اور کہیں دو ایک بیکھرے کہیں دو چار ساڑھے ککے
 کوکان پر بٹھلائے ایک شہر بھی بچھائے بیٹھے ہیں کہیں کوئی موڑھا ڈالے چادر بھیلانے داستان کہانی کہ رہا ہو سامین مع بین شانی
 کھڑے ہیں کہیں کچھ سنجو لیاں رتہ چو پہلے میاں نے ڈولیاں پر دے والیوں کی سیکڑوں خالیوں کی ٹلی جاتی ہیں غرض بڑی دھوم
 دھام میلے کی اور جو میلے والوں کا ہوا اور سمت شہر سبائل جہاں یہ زیر قیلول نقایہ ہو گا جو دور سے عمر و سنے خیال کیا تو معلوم ہوا
 کہ چونکہ زنگیہ شہر ہوا اور چالیس دروازے ایسے ایسے مرتفع اور بلند آہ و رفت کے ہیں جنہیں پانچ پانچ میل مست کے
 قدم کے برابر بلندی اور بارہ بارہ چھوٹے برابر لکھنے کا راستہ ہوا اور کوہ طلا اور کوہ نقرہ اور مار کوہ اور اثر کوہ یہ چار چار
 سمت بٹے فلک فرما شہر نہاں کے چپ و راست واقع ہیں اور ہندو سے شہر سبائل کے ساتوں طبقے قیلولوں کے اور
 قصور و ایوان مرصع بہشت کے اور مکانات ہوناک دوزخ و دیہ کے اور لب گردان چاہ داران کی کر لقاے مشرک
 خدا نے ہر عوی الوہیت یہ علامت اپنی کفر اور کافری کی رکھی ہر سب بخوبی نظر آتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ نقشا اور لطف
 ان مقاموں کا بوقت ایلی گری خسرو بلاد ہندوستان گرنا سپہ دوران جانشین مسند سلطان صاحبقران لینے رستم زبان
 کندھور بن سعد ان مفضل اور شہر و خانجوبی تمام بیان کیا جائیگا القصہ تا چند طول دیجیے مختصر یہ کہ اب مرشد کامل ہادی
 اور مہمان نے یہ کیفیت اور فضا شہر سبائل کی اور ہر و نبات و دیات میں میلے والوں کے از دھام اور دھوم دھام کو اور لالہ
 اور پڑے شمول اور اہل دول وہان کے رہنے واسے ادنی اعلیٰ کو دیکھ کر پیش خود تجویز کیا کہ اے عمر و بدرت بسیار بخون
 طالع بیدار سے اب کچھ امید پڑتی ہو کہ اس فاقہ کشی اور عسرت اور دود و کوڑی کی محتاجی سے کچھ دنوں کو توبہ فکری اور
 دلجمعی ہو جائیگی اور کیا عجیب ہو کہ کوئی گونہ زنبیل کا بھی معمور ہو جائے اور یہ تجویز کر کے مجھٹ پٹ رنگ و روغن عیاری
 کا اپنے منہ پر مل کے ایک سو داگر کی صورت بنایا صرف مغربی جامہ گلے میں کتان کی پگڑی قدم رسولی سر پر دو آنچلا
 چٹکا کر میں بندھا ہوا شروع کا پانچا سہ پانچون میں زیر پانی زربفتی آسین دانہ اسے یا قوت اور زور و غیرہ جو اہل
 کے ہوئے پاشنہ کے درمیان میں چھتا صدف بے بہا کا نصب کیا ہوا یا محاسن سفید عصا سے مرصع از سر تا پا ایک
 ایک دانہ گوہر شجرا کی طرح ایک ڈال او پر شام الماس بے بہا کی اور کئی محل شب چراغ ایسے آسین جڑے تھے کہ سات
 سات سلطنت کا خراج ایک ایک نگینہ کی قیمت تھا ہاتھ میں لیے عجیب ایک غفلت اور صولت اور شوکت و شان کے اندرون
 دروازہ شہر سبائل قدم زن ہوا تو اس نے دیکھا کہ تہ شرفی الحقیقت ایک کارخانہ طلسمی تھا ہوا معلوم ہوتا ہو نہایت
 وسیع اور پرفضا مکان شہر لا امتلاک زریر زمین حسن خیر رعایا سے شہر لالہ اولی اعلیٰ مرقہ حال چاندنی چوک
 آمد و ہزار چہر ہی بازار ٹھیکری بازار اسلحہ بازار صرافہ بازار سب کھلا ہوا تمام دکانیں شہر کی رنگا میزی کی ہوئیں محبت
 پر سے تاجی و زربفت کے آگے ساکنان زربفتی زرتاری کھینچے ہوئے دکاندار پو شاہین دھوم دھامی پنکے لال لال
 پکڑیاں باندھ باندھ کر اپنے لڑکے بالوں کو جوڑے بھاری بھاری پنہا کے لالاکے دکانوں میں بیٹھے ہیں چار طرف تھا
 بانٹ کے گریسے ہیں سرو چراغان کی روشنی کا سان و رخت تمام طاش باوے تاجی کھواب شہر اساری اطلس سے
 منڈھے ہوئے قمقمے گیند روشنی کے روشن چھوٹے بڑے برج بارہ دریاں قلعے آتش بازی کے گڑے ہوئے تمام محققین مکانوں کی جو
 جو کہ بے پروہین انہر ہزار لاندین بوہ غریب بیوار شین بڑی بوزھی عورتوں کے غول کہ سفید بال آنکے کے چاندنی کے سے پتہ
 چمکتے ہوئے سفید سفید نمودی کی چادرین سہرون پڑھے سفید سفید پکاسے گاڑھے کے پانوں میں پنے زرد بانائی جوتیاں پانوں میں کھلا

ہوا دکا پنہ بھی سپرد کیہ رہی ہیں اور جو مکانات پر دے کے مثلاً گھرے شنگے برج پختہ اور خام ہیں انہیں کچھ جانی تیلی کی
کسین زربفتی زرتار سی سقراتی کار چوبی غلی پر دے کسین بانائی پر دے کسین ٹاٹ کے پر دے کسین سیٹھے کے کسین سرکون
کے پر دے کسینے چاندنی گھری ہو کسی نے قنات کسی نے جازم کسی نے پلنگ پوش کسی نے شطرنجی کی آڑ کر لی ہو دس میں
چار پائیان کھڑی کر کے پر دے کرے ہیں کسی نے کسی بڑی بڑی کوٹھی بند کے آگے بٹھالیا ہو کوئی کسی لڑکی کو آگے بٹھالے
آڑ کیے سنس سنس کے کہ رہی ہو کوئی بھڑواہیں کیا دیکھے گا سینے ٹھیلے کا دن ہو ذرا اپنی ماماں بھینا کی جا کے خبر تو لے ہو کیا کرتی
ہوئی ہزار ہا پریزادین حور طالعین آن پر دے طمنون میں بھی جھانک رہی ہیں معرفت انکھڑیاں انکھڑیاں نظر آتی ہیں گھسٹان
کھلا ہو زیر مکانات سر جوک ہزار ہا عاشق بیدل اور ششاق جمال کوئی شجر فی تہہ لٹوٹے باندھے بعضے بیراگا اور پشت خار
باتھ میں پکڑے کتنے طوطی کے پنجہ بے ادھر ادھر اشار مشاقانہ بعد درود آہ پڑھتے نورہ عاشقانہ کرتے پھرتے ہیں کوئی کہتا ہو
شعر فقیرانہ آئے صدا کر چلے : بیان خوش رہو ہم دعا کر چلے : کوئی درد فراق اور شدت اشتیاق سے کسی اپنے محبوب مرغوب
کو یہ سنا تا چلا جاتا ہو شعر کے ہوئے کیجے ٹھنڈے اپنے دلکانہ سوز گیا ہنگے بے تم آگے نہ پیارے اپکا بھی نور و زکیا
کوئی کسی کمرے کے تے کھڑا ہو کہ رہا ہو شعرا اپنی کھڑکھریوں کے پٹ دفون برابر کھولے : دیکھ میرا حال باہر طمن اندر کھولے
کوئی زار و ناتوان عاشق خستہ جان مثل بلال انگشت نامے عالم اشار لاغر ترا سخوان ڈسے : تن شاخ خزان رسید جیسے :
چہرے پر فبار یون نمایان : جون ابر تک بین ماہ تابان : شودیدہ سر و شکستہ احوال : جیسے میں بدن ظلم چین بال :
کسی درخت کے تلے مثل شتر خنچہ پڑا بالے ہم کسی اپنے عشوق سے آنکھ لڑاے کہ رہا ہو سوس پر نہیں آڑ کر کھائے پاس جو
آجائیں ہم دل ہی دل میں کب تلک خون جگر اب کھائیں ہمہ زخم دل اور داغ سینے کے کسے دکھلائیں ہم : دل بھتا ہی نہیں کہو
اسے بھگائیں ہم چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں نے جو نکلے دم کسین : خاک ایسی زندگی پر تم کسین اور ہم کسین : بعضے تماشا میں میلے دے
اور دام گیر حال اور قال اسکا دیکھ کر اور شکر کہتے جاتے ہیں سہان اللہ شعر لوتے ہیں خاک پر انگسین لگی ہیں سوسے بام : طالب
معراج ہیں افتادگان کو سے دوست : کوئی شوخ چشم اپنے بالا خانے کے درتے کا ذرا سا پردہ اٹھاے دیکھ رہی ہو ایک شخص اپنے
ساتھ والوں آشناؤں سے اسکی طرف اشارہ کر کے کہ رہا ہو شعرا اٹھا اٹھا کے جو پرہیزگار کرتے ہیں : ہر دہر دہر کرتے ہیں
کوئی تازین مہ جبین مر ٹکین ڈولی میں سوار ذرا سا پردہ ہٹاے جھانکتی میلے والوں کی سیر بارو کھیتی ہوئی چلی جاتی تھی
ایک شخص عاشق جمال اور زلفیہ تمثال اس عشوہ گر سحر انداز سرا پا غمزہ و ناز کا ہو کرافتان و خیزان پیچھے پیچھے سواری کے دوڑا
اور یہ غوسنا سنا کے پڑھتا ہو شعر پیچھے جا لگی سواری تیری پہلے سیری جان : ہر کفن میرا ہی ڈولی کی چادر کھول دے کھارون
اشراف نادان پردہ نشین چالا کسین او با شیشین خاکیان ڈو دنیاں ہوین بییان اکثر درختوں کے تلے سیراہ قناتین
کھڑی کر پر دے طمنین لگا کر بعضے بعضوں نے چاندنیان جازمین تان لی ہیں پر دے کر کے بھی ہیں لوگوں کی جیسی چو
گنجیفہ شیر کبری کھیل رہی ہیں بھاری بھاری پاندان پاریاں تھخہ تھخہ صندوقے پاس رکھے آپسین اختلاط کی داتین
کر رہی ہیں قفقے مارتی ہیں کوئی گار ہی ہو کوئی بیلے بھاری ہو کوئی ستار چھیر لی ہو کوئی : ان میں کو ملا رہی ہو کوئی گھوڑی
بنار ہی ہو کوئی ڈلی کڑ رہی ہو کوئی پھولوں کے بار پھولوں کا گھنا پھولوں کا طوق اور کل زیور پھولوں کا پن رہی ہو کوئی
ٹہری ٹہری بہ حیاں گھے میں ڈاے کہ جبکہ زین بوسے رہی ہو پنہ ہو اور کوئی گھوڑیاں تھخہ تھخہ بنا کے عطر میں لبنا
کے پاندی کے خاقدان میں کسی اپنی ماما امیل کے ہاتھ کسی کو بچتی ہو کوئی اپنی عزیز لیکانوں اور ساتھ والیوں کے
پاس و لکھا و شرم و حیا سے کسی اپنے مشتاق کو سنا کے یہ شعر پڑھ رہی ہو شعرا اپنی توفہ صورت ہو کہ جون بیل تصویر
پر خانہ کی طاقت نہیں اور پاس چمن ہو : کوئی شوخ و شنگ سنایت گر مارم کسی اپنے عاشق بے نام و ننگ کو بحال زار

سرگردان و خواہر نشان و گریبان و نالان دلیہ کر از بسکہ دلوں محبت اور جذب عشق سے دل ملا جاتا تھا اور کلیجہ چار چار
ہاتھ اچھا تھا جی چاہتا تھا کہ کسی صورت سے اسے اپنے پاس بلا لیں اور دلیری و دلاری اس کی کروں مگر ازراہ
شوخی و عشوہ گری اپنے حسن و شباب پر نازان ہو کر کہ ہم ایسے ہیں ہزار انداز و نازاں کی طرف بذریعہ نگاہی دیکھ
لیتی ہر اور اپنی ساتھ والیوں بھولیوں سے مخاطب ہو کر یہ شعر کسی غزل کے پر مصتی جاتی ہر اشعار

خاک آڑتے گلیوں میں سر پہ چہرے رکھ کر	لو چھوٹے خدا کی مارا نہیں پھر کوئی شوق ہے	فقر سے دم بازی مکاری مجھ کو نہ دیکھ کر
آنسو و غصہ یوں کو اپنے رو رو کر دیکھ کر	کتنے چہرے مرتے ہیں ہم جہان کی اور کتنے	ہر جا میں کجبت یہ ناحق عشق کا نام ڈھونڈ کر
مشتوقوں کو سوا کر شواہین یہ بلا شک و شبہ	پھل پائیں کیا ہے اپنے ہاتھوں سے کٹے ہوئے	اور کبھی بہ طرز دلیرانہ و انداز مشوقانہ

اس سے کجوبی آنکھ سے آنکھ ملا کے قہقہے مار کے ہنستی ہر اور کتنی ہر اشعار سننے تو ہکو دل ہی دیا ہر اس پر بھی یہ دوا بولا
سننے تو دیکھا چاہنے والے جی تک اپنا کھونے ہیں قصہ پاک ہو چکا اچھوٹے مرتے ہو تو مر جاؤ تم ہم باعفت پارسا ہو کر مفت با
ہوا ہوتے ہیں جہانہ والیان بھولیاں انکی اپنے اپنے چاہنے والوں کا حال فخر یہ کتنی ہیں اور شہسوی ہیں ایک کتنی ہر بولا شواہ

سب ہیں حیار کوئی یار نہیں	کسین بنامین چلو پار نہیں	کچھ سے کوئی سچ کسین نہیں	مجھ کو تو اعتبار نہیں
---------------------------	--------------------------	--------------------------	-----------------------

کوئی کتنی ہر دور اس چاہ اور عاشقی پر خدا کی مار شو ہو یہ مگر کھوج مٹی چاہ نصیب ادا کرے اس دھڑکے کو اللہ نصیب
اعدا دو چار کتنی ہیں کہ ہر قربان کیا تھا ان کجبت مجھ سے غلیہ دغا باز عاشقوں کو ابتدا میں اپنی اپنی غرض اور مطلب باری
کے لیے ہاے و اے کرین روئے پھرین بال ہر حائین کفیان نہیں تمدین شہر کی گروے لہر کیے گلیوں میں خاک
آڑتے ہیں مرین لڑین زہر کھائیں گلا کاٹیں آپ بے حیا اور ذلیل اور رسوا ہوں طرف ثانی کو رسوا کرین اور جب
غرض انکی نکل جاے تو پھر دل میں خاک آڑتی ہر وہ آنکھ نہیں وہ بات نہیں وہ پیار نہیں اشعار

یہ عاشق نہیں قہقہے ہیں یار میں	مزدور ہیں اور فتنہ ہر فار میں	وفا آہ و نال سے دہتے ہیں	اسی کرین جان لیتے ہیں
خدا کے شر سے بچا ہے میں	کہ رحم اس کے اوپر نہ آئے ہیں	جہان بھکویا ہے قابو میں ہے	بہنیں یاد رہتی ہے پھر ہاے و اے
یہ ہیں ہجر تک آہ و تنہا بیان	ہوا وصل تب پھر حیات کما	سیکڑوں خوش و فحش آنکی باقی تر بھی ادا ہو جان	گھر بھر پر آہ

شہر فائدے اگر وہ کانون میں نکل کا فرش کیے شہر بخیاں چار ہائیں ان بچائے چاندی کے پچوان چاندی
کی گڑ گڑایان بامتون میں بیسے دھوم دھامی پو شاکین بنے عطر سے بیٹھے ہیں سیکڑوں چو تر دن پر دروازوں پر
کر تیان بچھائے موڑ سے ڈاے اکثر تپائیوں پر بیٹھے کوئی ڈال موٹھے رہا ہر کوئی برف کھار ہر کوئی فالوہ پلی
رہا ہر اپنے معشوقوں کی طرف اشارے کرتے کہ یہ اشعار پڑھ رہا ہر اشعار تھیں ل کسی کا دکھانے سے حال

کھانا تم کو میرے جلانے سے حاصل	رو پے کو آگے سے دہرائے اور صحر	انودار جو بن چھپا بنے سے حاصل	کوئی ناز میں پردہ نشین گوشہ
اگر میری رنجش ہی نہ نظر ہو	تو پھر چو نو غمیں بھانے سے حاصل		

قتات کو پکڑاے کھڑی ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہی ہر بیان ایک صاحب آہ سرودل پروردے کی سچ کر اپنے
آشناؤں دوستوں سے اسکی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں قطعہ دل چھین لیا یہ بھینچ گون نہ اور صبر بھی ہے یا انھیں
لوگوں نے تہا جو یہ سامنے کھڑی ہنستی ہیں بہر بادیہیں کیا انھیں لوگوں نے سیکڑوں غول بانگے ترچھے لوگوں کے پیچھے قرائین
دو نالیان پاؤں پر چڑھاے سپرین تلوارین بٹھالے موٹھوں پر بل دیتے اگر سے برتے ہوئے ادھر سے
ادھر ادھر سے ادھر پھرتے ہیں آپس میں گھورم گھارا اشارہ ہور ہا ہر آنکھیں مل رہی ہیں نظریں لڑ رہی
ہیں ہزار غول کے غول کھڑائیوں اور سا ہو کا دھچکوں کے اور نہ ہار غول اگر والیوں اور رستوں کی بچیوں

جو ہری بچوں رستوں کی بچوں کے آنکے پانوں کے گردوں کی آواز سے کیسے ہی کرے سے کڑا رستم دل ہو تو بے اختیار مانند
سوم کے نرم ہو جائے اس اور سی اٹلس کچوا ب زربفت تاجی گھبن شروع تافتے کے لٹکے ہیں بناری زرد سرخ دھو تیان
ساریان بانڈے لٹکوں کو ہاتھوں پر لٹکائے بلور کی سی تختیاں شفاف رانین ادھی کھلی ہوئی دوپٹے پل کاری کے
ڈورے کی چادرین سر سے اوڑھے آدھا منہ کھوئے آدھا منہ ڈھلپے بلور کی سی کلاہوں میں ہاتھوں کی سبز سبز سرخ سرخ چوریاں
پتے ہنستی منکراتی پان لٹکائے چلی جاتی ہیں ایک عالم کو نظارہ جمال اٹکا ہو کر پان لٹکی چال کا ہو باہر بچے کتے ہیں شعر
اودامن اٹھا کے جانے دہے چٹک ہلو کھی خاک سے اٹھائے ہا اشعار ان چوڑیوں کی سنتے ہی چٹکار دھوستی ہا کھائی دل
مخروج نے تلوارد دوستی ہا رسوائی عاشق سے تو واقعہ شو اور ہا یان ہر گئے تاسے سر بازار دوستی ہا کوئی کہ رہا ہو
شعر اد جانیو اسے شخص ٹک اب مر کے دیکھ لے ہا یان بھی تڑپ رہے ہیں لٹکار چار پانچ ہا کچھ لوگ کسی مقام پر کھڑے
کہہ رہے ہیں شعر راہ کر کے چلے منہ پہ دوپٹہ ڈالے کھان جاتے ہو بھلا او میان جانیو اسے ہا ہزاروں چوٹے والیان
بھانڈا کھینچی کٹھک نقال کشمیری نیچے کلاؤت نیچے حو کی نیچے جہان تھان سرچوک کوٹھوں پر بھاؤ کیے ڈھولکین منجرے
ساز سارنگیان نیچے اپنا اپنا طبلہ اور اکھاڑا جدا جدا جھانے دھو میں چارہے ہیں زیر قیطل خداوندی چونسٹھ لاکھ
سوار و پیادوں کی چھاؤنی پڑی ہوئی ہر چار سو ہا ہزار میں چوتراہ کو توالی کے آگے ساٹھ ہزار عیار کفار تا بکار قنور سے
درافیتی پاتابے سقر لالی بانڈے طلق ہاے مند عیاری کھائیوں میں پتے تھے آتشازی کے جیسے بیوشی کے اور پوٹھن
ہاتھوں میں کھڑے ہوڑیاں خنجر وئی کمر دین لٹکائے ڈھلے بجائے چوتراہ پھیرتے ٹٹلکین بھرتے صلاح مشور سے باہم
کر رہے ہیں اور اندرون چوتراہ کو توالی مہر گرد مرد اور مرد زاد خشی عیار طاؤس حرمین دونوں لقا کے بیٹھے ہیں اور
ایک شخص تاج مرصع پتے بہت بقول صورت کو مشکین بانڈے سپاہی کو توالی کے کوڑے مار رہے ہیں شاہ عیار ان
عیار عمرو بن امیہ فاضلہ آپ بھی سودا گردن کی صورت بہت نقشمی وضع بنے میلے کی سیر کرتے جاتے تھے اس شخص
مار پڑنے دیکھ کر کسی سے پوچھا کہ صاحب یہ کون شخص ہو اور کس علت میں بیان گرفتار ہو کر آیا ہو اور کس جرم کی تہذیر اسے
دیتے ہیں ایک عیار ان عیار دین سے جو صلاح مشور سے باہم کر رہے تھے عمرو کو گفتگو اس کے مقدمہ میں کرتے دیکھ کر
نہایت تند ہوا اور کہنے لگا کہ اس شخص بیان میلہ ہو تجھے اس حقیقات سے کیا مطلب ہو عمرو نے کہا کہ صاحب اگر وہ نہ ہو
اسیے پوچھا کہ اگر یہ شخص مجرم سرکار کسی کا قرضدار ہو تو میں اس کے عوض قرضہ اُسکا اور کر کے اس عذاب مجیم سے
آسے نجات دنا اور دن مجھے حسنت ہو گا گرد مرد عیار نے چوتراہ پر سے یہ گفتگو جو سنی اور عمرو کی صورت سوار لگا
کی سی دیکھی تو وہ بان سے کہنے لگا کہ اے خواجہ ماجرایہ ہو کہ عمرہ صا حقران مادیدہ خدا کے پرستار و نکاح جو مسرور ہا
اُسکا عمرو نے ایک عیار ہر اس کے سر پر تاج عیاری بہت ہر تلف اور گران قیمت میں نے دیکھ کر اس سے زیادہ تلفات
کوڑے اپنے واسطے ایک تاج تیار کر لیا ہوا ب فرق کیا باقی رہا کہ عمرو کے تاج میں کئی لعل اٹھارہ اٹھارہ شغال کے
لگے ہوئے ہیں میں نے اس سوداگر بد ذات سے کہا کہ مجھے بھی تو ایک لعل اٹھارہ شغال کا تلاش کر کے لا دے
سو یہ بد ذات ہر روز مجھے وعدہ امر و زور و ذاکر کیا کرتا ہو اور لعل نہیں پیدا کرتا ہو اس واسطے اسے میں کوڑے مارے
مارے جان سے مار ڈالوں گا عمرو نے پوچھا کہ واروخہ صاحب تم لعل کی قیمت دینے کا اقرار کرتے ہو یا بردستی مفت
اس سے منگاتے ہو عمر گرد مرد نے کہا کہ اے سوداگر میں واروخہ نہیں ہوں میں طاؤس حرمین قاضی گرد مرد عیار ایک شر
مسائل کا ہوں میں باوصف ایسی حکومت کے اس طوں کو قیمت خاطر خواہ جو یہ مالگاہ میں دیتا ہمت نہیں دیتا عمرو نے کہا کہ
اگر عمر صاحب تم قیمت دیتے ہو تو پھر انکا عذاب بجا ہو میں آپکو انہیں منقال کا ایک لعل کی حقیقت رکھتا ہو کو تو لعل ابھی اس وقت

ماثر کردوان بشریہ آپ یہ فرمایے کہ مجھے آپ اسکی قیمت کیا دینگے مگر گرد مردنے کہا کہ اگر خواجہ تم مجھے انیس شتال کا مال دے
تو میں پچاس توڑے زر مرغ کے ابھی تمہارے تواضع کروں یہ بڑے جلدی عمرو کو اپنے پاس بڑے لوگوں سے کہا کہ اسے خواجہ
صاحب کیوں لے کر سی باؤمسر و کرسی پر جو بیٹا اور زینس سے ایک نعل مشرقی کا بنا ہوا نکال کے کہتے تھے کہ کبھی مہتر صاحب سے
دزدن کر لیجیے کہ انیس شتال سے لائی رتی دورانی سو ہونگے مگر گرد مرد اس نعل کو دیکھ کر دنگ ہو گیا کہ اسکی روشنی سے
تمام مکان چہوڑے گا مجھے سنے لگا مہتر گرد مرد نے مزاحمت خوش ہوئے لوگوں کو حکم دیا کہ جلد جا کے پچاس توڑے اشرفیوں کے
ہمارے مکان سے گردنوں پھروں پر لٹوا کے خواجہ صاحب کو حوالہ کرو صاحب حکم مہتر گرد مرد کے آن واحد میں پچاس توڑے
اشرفیوں کے پھروں پر بار ہوئے کہ مہتر صاحب اب جہان آپ نے یہ نوازش فرمائی وہاں اتنا امیدوار ہوں کہ اگر
فر دیکھیے تو یہ پھر جہان لب دریا میرا جہاز لگا کر وہاں تک یہ توڑے ہو پناہ میں مہتر گرد مرد نے کہا کیا قباحت ہو اچھا تو پھر والو
جاؤ تو یہ صاحب کا لب دریا جہاز تجلیت کا لگا کر وہاں توڑے اشرفیوں کے ہو پناہ دو عمرو سلام کر کے اٹھا اور چلتے وقت
مہتر گرد مرد سے یہ کہہ دیا کہ مہتر صاحب میں روزگ کسی عورت میں ڈال کر اپنی بھر دیکھا ہوں اس کے بھر اسکو نکالنے کا اور اسکی آپ
تاب ملاحظہ کیجئے گا کہ آفتاب کی شمع سے لگے شہ شہندہ ہو جائیگی اور قیمت دو چاند سے لگے عمرو کو تو الی چہوڑے سے
آٹھ چلا اور فتوری دور پر چلے گئے ان پھر والدین سے کہا کہ تم میرے ساتھ کہان کہان خراب ہوتے پھر دنگے یہ برابر جو دکان
بنائی پڑی ہر سین پر سے توڑے لٹوا اور تہاب سے پھر تھیکے پتلے جاؤ میرے نوکر چاکر کرتے ہوں گے وہ اٹھا لیجا سیلے
پھر وہ ہر چہ غدر کر کے کہہ لے کہ میں صاحب جہان آپ فرمائیں وہاں تک پونچ دین عمرو نے کہا نہیں تم میرا سے غریب
مزدور سے آہ میرا سے کے لیے اپنے بچے لوگوں کی پرورش کے واسطے اسے یہ ریاض اور مشقت کرتے ہو مجھے منظور نہیں ہوا
میں لڑا اتنا ہو بلکہ یہ لوگوں تکا اپنے پاس سے انو مردی ہوں تم سب جاؤ یہ لگے ایک اشرفی قلب کہڑی ٹھوس کی کسی ہوگی
انجین دی وہ سب دھارین دیتے توڑے اشرفیوں کے پھروں پر سے آتا ہے اس دکان میں رکھ کے چلے گئے عمرو نے بحث
پٹ جال الیاسی مار کے ان پچاسوں توڑوں کو زمیں میں رکھ لیا اور جلد اس کو پچے سے اس کو پچے میں اس کی سے لے
کلی میں جا کے انجیل پر ہاتھ مارا اور مجوزہ طلب کر کے اپنی شکل سیاہیوں کی بنائی پھر چوک میں جائیگا اور اسی طرح سے
سینے گردن اور آدمیوں کا بدھ ہو کر ایک دکان بنائی کی ہر دو دم و حامی دیکھا مہتر گیا اور وہاں اپنے بیٹوئی خواجہ
اخئی میعد کو بیٹھا دیکھ کر ایک اشرفی قلب دی اور کہہ کہ ہم ساتویں کچھ لکھا ہو رہا واسطے جلد لاؤ خواجہ اخئی میعد نے وہ
مہوئی اشرفی چچا کر عمرو کی طرف دیکھا اور جانا کہ یہ شاہ عیاران عیا عمرو بن امیہ نامدار بن ابی میعد نے اشارے سے کہا کہ
تمہاری سیری دکان پر سر بازار ٹھہرنا باعث میرے قتل اور خانہ بر باد کی کا ہو گا انا نصحت وقت یہ ہو کہ تم اندر زانے میں
اپنی بہن کے پاس جاؤ عمرو بے ساختہ اس مکان میں قدم نہن ہوا سمیتہ بالوبین نے عمرو کی جو غیر مرد کو زانے میں بے خون
و خوار آتے دیکھا پہلے تو جا باک شور و غل کرے بعد اس کے عقلمندان گئی دوڑ کے عمرو سے لپٹ گئی اور بڑی دیر تک بلا میں لے لیکر
رویائی اور بعد ازان احوال سلطان صاحبقران کا اور بیان عمرو کے آئینا پوچھ بڑی عزت و توقیر سے عمرو کو بھلا کے ہاتھ
منہ بھلوا یا اور ٹھانا بھلوا یا عمرو نے سب احوال اپنے آئینا اور گرد مرد سے روپیہ بہ عیاری لینے کا بیان کر کے وہ پچاسوں توڑے
زر مرغ کے جو مہتر گرد مرد سے لیے تھے سب بہن کی تواضع کیے اور اخئی سین بکینہ بانو دونوں میان بی بی عمرو کی دعوت
کی تیار سی اور نگاہ داری میں مشغول ہوئے اس عرصہ میں آواز نقار سے کی گوش زد ہوئی عمرو نے پوچھا کہ یہ نقار سے
شہر میں کیسے بجتے ہیں اخئی میعد نے کہا بجائی سال ہر بیٹے کل کے دن نقار سے مشرک خدا اپنے قیطو لوں کی کھڑکی
میں اپنا ر دے زشت اور لکل پشت تہم خلق کو دیکھتا ہوں اس کا نام خود فرار دیا ہوا اور اسی کا یہ میلہ جو تہم راہ

مین دیکھ ہو سونا جو خلافت سال سال خبر کی راہ سے اس امید پر کہ لقا کا رو سے نامبارک آج دیکھنے اور دعائیں مانگنے کے
 اس شہر میں آکے بیچ ہوتی ہو عمرو یہ حال سننے بہت ہنسنا اور تمام رات بآرام وہاں بسر کر کے صبح کو یہ کہنے کہ ذرا میں بھی یہ
 سیر اور یہ کیفیت میلے کی اور لقا سے مشرک خدا کی افر و کافری کی دیکھ آؤں وہاں سے باہر نکلا اور ایک گنوار دیوانی کی شکل
 پر بڑے گراں ڈبل لمویل القامت گنوار کے ساتھ پانوں ایک انگوچھا یعنی ایک دہانہ کا کپڑا سر سے پٹے لٹاؤنا بہت چڑو و پشلاؤ
 جو تا آتھ ہر کا پانوں میں پٹے لوہا بند حال کھانڈے پر رکھے سانوں رنگ دو چار دھنچک کے منہ پر اس قطع اور برزق سے
 میلہ دیکھتے جھیر بھاڑ میں کھیتے پتے زیر قیطول حواری مشرکین آکے ایک بہت اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا اور سامنے درجہ جہان
 کے نہایت مشوش اور منوم سر جھک کے بیٹھ رہا ناگاہ ایک گریز فور قوی ہیکل نمونہ بازو نہایت خالص شکل کہ اسے لقا سے
 مشرک خدا نے فرشتہ روزی رسان خطاب دیا ہو اس ٹیلے پر چڑھ آیا اور عمرو کو منوم اور کدہ بیجا دیکھ کر پوچھنے لگا کہ اے بندہ
 خداوند لقا تو کون ہو اور بیان منوم اور ماند و بین آتنا مسکین بنا کیوں بیٹھا ہو جو تجھے تلاش زرق اور حاجت دینا ہو وہ تجھے
 مانگ سے میں فرشتہ روزی رسان خداوند بیکہ ہزار ملک باختر کا ہوں عمرو نے رو کے اور بہت سی اپنی محتاجی اور غلٹی ہر کو کے کہا
 اشعار فاش پہ فاش کرتا ہوں شہت سے بھوکھ کی بیٹوں کی طرح رہتا ہوں تمنون کو پات کے بلور مال تگاہی و کھا جی نہ پوچھ نہ سلتے
 تین پٹے کو ٹکر سے ہی ٹاٹ کے تجھے کچھ ایسا دے کہ تا میری یہ غلٹی دفع ہو اس فرشتہ روزی رسان نے پانچ
 تھیلیاں اشرفیوں کی عمرو کو دے کر کہا کہ ابی سال میں بالفعل تو خداوند نے تجھے یہ زرق واسطے صرف قوت کے آفر کر دیا
 سو تجھے میں دیتا ہوں اور آگے پھر جو تیرے لیے وہ تقدیر کر گیا جہاں تو ہو گا وہاں ہو پناہ دے گا یہ کہلے وہ چا کیا عمرو نے
 پانچون تھیلیاں اشرفیوں کی نذر زنبیل کر لین اور پھر وہیں بیٹھ کے تماشا میلے کا اور ہر میلے والوں کا دیکھنے لگا یکا یک ایک
 شور یوم انشور اٹھا اور چار طرف نفل ہوا کہ یا خداوند یا خداوند عمرو نے گھبرا کر جو اس درجہ جہان ثانی طرف خیال کیا تو
 دیکھا کہ لقا سے مشرک خداوند شاہ باختری مرد و آل اس کھڑکی میں سے سر نکالے بیٹھا ہو اور از مغرب تا مشرق اور
 از جنوب تا شمال فرنگوں تک لکھ لکھا آدمی کروں سامر و دن امیر اور فقیر ادنی اعلیٰ شاہ و کدہ اصغر و کبیر برتاؤ پیرا مل حرف
 بازار سی و کا ندر پاد اسوار اشراٹ اجلات اور جتنے زمیندار گنوار و مایا بریا تھا کر ماؤں راجے بالو مستو پٹواری قانونگو
 انکار اور کفار میں سب اونہ سے زمین پر سمت درجہ جہان نما پڑے ہوئے ایک کے چوتھ پر ایک کا سر اس طرح سے منہ کا د
 ہین کوئی دست بد واداسیے کہتا ہو کہ یا خداوند میرے اولاد میں مجھے بیٹا عطا کر کوئی منور اپکار تا ہو کہ یا خداوند مجھے دولت
 و نیا سے مستغنی کر کوئی کہتا ہو کہ مجھے عارض جسمی سے محنت دے کوئی کہتا ہو کہ میری حرمت و تمنون کے ہاتھ سے پچا نہ سب
 تماشا دیکھ عمرو کی عقل دنگ ہو گئی اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ سبحان اللہ کیا کرے بیوقوف جمع میں مصرع آدمیاں
 کہ شد ند ملک عطا کر گشت ہوا اس گریز خوک پکیر خس باد یہ ضلالت علیہ اللعن والعذاب کو سجدہ کرتے ہیں تو بہ اور
 استغفار پھر بے ساختہ جو اوپر عمرو کی آنکھ اٹھ گئی تو لقا کی ڈاڑھی کو دیکھا کہ اکیس گز پوٹا ڈاڑھی کا خوب کٹھنی کیا ہوا بال
 بال صاف اور شفاف جدا جدا گوہر شاہوار اور نعل شپراخ اور باقوت اور مردار و کھجرات اور فیروزہ اور الماس بے ہا
 ان بالوں میں پڑا ہوا ہو عمرو وایا جو اہرات لقا کی ڈاڑھی میں پڑو یا ہوا دیکھ کے زیادہ تر متیاب ہو گیا اور پانی منہ میں
 بھرا آیا جی میں کہتا تھا کہ افسوس صد شہر افسوس یہ فلک کچھ قرار اور گردون خدا را اشعار پارسہ فارہ ہر ہکو پھر اوسے رہا

خاک کے سر پر کے واماں گل کا سائیاں
 میل کھینچے دیدہ بنیا میں یہ تار یک عقل
 ایک ڈھرے پر نہیں گاہے چنین ہے چا

انہیں کو موتی چکا تا ہو صدایہ سبے تینا
 شکر کوہ کحل الجواہر لیکے چشم مردوان

پوست کھینچے ہر ہا کا دے کے شہت
 نا کجا کھینچے بیان اس سطر دون کا مزاج

ہم تو دو دو پیسے کو محتاج پھر میں اور اس مشرک خدا سے لقا کی ڈاڑھی میں یہ جواہرات

[illegible]

آنکھوں کی پٹی کھول کر کہا کہ اگر آئندہ گستاخ سجدہ کرے گا تو مجھے دیکھا کہ نظر اور منظور اور محقول اور مقول وغیرہ خوبصورت خوبصورت نوجوان نوجوان
چند لوگوں سے کہ وہ فرشتگان مقرب درگاہ مشورہ میں چپ و راست کھڑے ہوئے اور تخت پر لقاے مشرک خدا بیٹا ہر عمر و نے
سجدہ تو نہ کیا اور وہی حرکت گستاخاں کی لقا نے نہایت غلط و طیش میں آگے کہا کہ اگر آئندہ گستاخ یہ کیا تیری شامت تیرے میں ابھی تجھے
دو زرخ یا وہ میں ڈال دوں گا عمر و نے کہا کہ گسیان تو میرا مالک ہے تجھے کوئی راز ظاہری اور باطنی مخفی اور پوشیدہ نہیں پہلے میری
فریاد سن سے پھر جو تیری خوشی ہو کر مین ظان ملک میں جو ظان قصبہ ہر دہائے زندہ کار کا بیٹا ہوں اور وہاں اس گائون کی
یہ رسم ہے کہ جو قوی جسم ہوتا ہے اسکو اپنی بیٹی دیتے ہیں اور جو کمزور اور پست قد ہوتا ہے اس کے ساتھ کوئی اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرتا
اور میں ایک برادری کی لڑکی پر عاشق ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری شادی اس کے ساتھ ہو لیکن چونکہ قد اور نہیں ہوں اسلئے
میں بیان آیا ہوں کہ تو گسیان مالک ہو دنیا کو تو پیدا کر رہا ہو کسی کو دوست دیتا ہو اندھے کو آنکھیں کوڑھی کو کایا بانجھ عورت کو
بیٹیا غرض جو کوئی تجھے جو مراد مانگتا ہے اسکی مراد ملتی ہے میری مراد یہی ہے کہ تو گسیان میرے جسم پر ذرا اپنا یہ قدرت پھیرے کہ میرا
مادر بڑھ جائے اور یہ قدرت خداوند کی سب عالم پر ظاہر ہوا اور وہ میری جو وہ مطلوبہ اور مرغوبہ میرے ہاتھ آئے لقاے اپنا پھر
پھیرے کہ اگر یہ اوجہ گنوار ہر اسکی عقل اور ضمیر میں نے اسی طرح نقدیر کی ہر اس کے کچھ قصور نہیں یہ بندہ خاص خاص میرا ایک
مکملہ اس ملک کے بادشاہ کو لکھ چکا کہ وہ اس زمیندار سے کہہ کے اس لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کرادے اور کوئی ہزار اور
جیلہ درمیان میں نہ لائے عمر و نے کہا گسیان اگر وہاں کے حاکم نے زبردستی اس کے ساتھ میری شادی کرادی تو میرا مطلب کچھ نکلا
کیونکہ وہ میری مشقت تو مجھے کبھی راضی نہ ہوگی امد نہ میرے جی کو تیری خداوندی کی طرف سے افتاد زیادہ ہوگا جیت کست تو اپنا یہ
قدرت میرے جسم پر پھیر کے نہ بڑھا دینا لقا نے کہا اتنا جاکے نوروز میں بڑھادوں گا عمر و نے کہا تو گسیان مالک ہے جب میری
مراد بھی نہ دینا اور قدرت اپنی مجھے نہ دکھائیگا تو اب مجھ کو تو چاہے دو زرخ میں ڈال دے چاہے تو میرا کھانا ڈال لیکن میں اپنی غرض
کو تادیبہ خدا سے آسانی کی جا کے آج سے پورا جا اور پرستش کروں گا لقا نے جو یہ گفتار عمر و کی سنی تو اس مشرک خدا علیہ السلام کو
یہ کہاں گوارا ہے کہ میرا بندہ اور کی پرستش کرے نہایت عاجز اور ناچار ہوا اور بہت بیجا و تاب کھائے کہنے لگا کہ یہ رہ جائے کا لٹھ
اور وہی کھوپڑی انہی عقل کا گنوار ہے خدا سے میرے پاس لاؤ عمر و دھامین و تیا آگے بڑھا لقا سے اپنا منہ پھیر کے عمر و کے
جسم پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا بس ہمارے عمر و نے شور و غل مچا نا شروع کیا کہ واہ گسیان واہ واہ میرے مالک کیا کتنا تیرا وہ دیکھو میرا
جسم بڑھ گیا تو نے جو اپنا یہ قدرت اس پر پھیرا تو سچ دوا تہ بڑھ گیا اب میں تیری قدرت کا قائل ہوا لقا نے کہا جلد اسے رہا
سے بیجا کے قیطو لوں سے اتار آؤ فرشتگان مقرب نے پھر عمر و کی آنکھوں میں پٹی باندھ کر بحث پٹ قیطو لوں پر سے اتار کر
باہر نکال دیا اور عمر و کی آنکھوں کی پٹی کھول دی عمر و کے منہ میں پانی بھرا آیا اور دولت قیطو لوں کی دیکھتے ہی عمر و کی توڑال نکلی
پڑتی ہے کتنا ہر کہ ہاے کیونکہ میں یہ سب مال اسباب نقد غرض بیان کا لوٹ کر اپنی زنبیل میں رکھ لوں اور بحث پٹ شانہ زار
بدیع الزمان کی خبر کے بیان سے بھرون اور گاؤں لنگی گاؤں سوار سے شہر بیت کر سال بھر کا خراج ملک ہر ہر کالوں
غرض عمر و تو اس فکر و تدبیر میں ہر اب اسکو تو یونہی رہنے دیکھے

جب تک دو کلمے داستان شوکت بیان شانہ زارہ انجمن گروہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران
ہلو ان ہمتن شانہ زارہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن کے بیان کیے جاتے ہیں

دوسرے گنجاب بن گنجور بن ملک حرمان دیوکش کو خبر ہوئی کہ شانہ زارہ بدیع الزمان عالی شان نے قلعہ شکستہ حرمان
دیوکش میں جا کے اپنا داخل کر لیا اور وہ جو خزیہ اور دھنہ کئی برس کے خراج کل باختر کے سیم و زر کا اس قلعہ میں تھا
سب پر قابض اور متصرف ہوا اور اہرمن و سارنج و نون قلعہ اردوان کے کلمہ شہادت پڑے کے مسلمان ہو گئے اور

اب مطلع اور فرما ہزار بدیع الزمان کے ہو کے تھواری اس قلعہ کی کرتے ہیں گنجاب یہ سنگر حالت اضطراب میں مغموم اور اندوہ کین تھا اور ابھی کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ چند اشخاص سراسیمہ اور مضطرب باز گاہ گنجاب میں بارباب ہو کر نظر اس حال کے ہو کر آیا پیغمبر سل شانزادہ بدیع الزمان سے عارب خونریز اور صبار خونریز حاکم درہ خونریز جا کے مل گئے اور بنا کر اہ واجبار حبیب خاطر اپنے گلہ طیبہ پر حاکم سلطان ہو گئے اور بدیع الزمان کو بطریق دعوت اپنے ہمراہ درہ خونریز میں لجا کے جتنا کہ زمانہ وہاں تھا سب بدیع الزمان کی نذر کیا اور ابھی تک بدیع الزمان وہاں جشن نشاط اور تخیل رقص و سرود میں مینھا جام صہبا کے عیش و انبساط سے مہوش اور یادہ نوش ہو بس یہ حال تھے گنجاب کا پھر تو یہ حال تھا کہ مثل مار سردم ہریدہ ہزار ہزار ایچ و تاب کھاتا تھا اور کھانا افسوس مل گئے کھانا تھا شعر کو کب نعت مزاجی شمع نشاط و فاسے از مادر گیتی بچہ طالع زاد مبدیہ ہجر کے شدت رنج و تعب سے ہزار غیظ و غضب جانب ہلیل دراز ترکیب تھا طب جو کے کہنا کہ اس وقت چالیس ہزار سوار اپنے ہمراہ لیے برسہ بدیع الزمان سمت درہ خونریز جا اور ان دونوں گوام مفسدون عارب خونریز اور صبار خونریز دشمنان خداوند لقا کو اسیر اور شہر کر کے اور بدیع الزمان کا سر کاٹ کر میرے پاس وحسب الحکم گنجاب کے ہلیل دراز ترکیب توج چالیس ہزار سوار سمت درہ خونریز روانہ ہوا اور بوجہ کوچ کر جانے ہلیل دراز ترکیب سلسلے از نیکہ گنجاب کو طاقت صبر اور ضبط کی نہ رہی تو پیش خود یہ تجویز کر کے کہ جو کچھ میرے ملک اور میرے گھر بار کی تباہی و بربادی ہوئی سب اس خانہ خراب میری بیٹی کو ہر ملک کی ذات سے ہوئی ہر پہلے جا کے اس شوخ ویدہ گیسو بریدہ گوہر ملک کو چار باغ ملک حرمان سے مع فضل بن گیا ہو اور ارباب باختری وغیرہ ملک حراسون کے گرفتار کر لاؤں اور ان سب کو سبزا سے اعمال ہو بخانوں تو بعد اسکے جیسا عمل اور موقع ہو گا بدیع الزمان سے سمجھ لوں گا غرض یہ کہ گنجاب بھی لشکر فراوان اور فوج و سپاہ بیکران لیکر گرفتار ہو گیا ملک شل موروثی کے کفار نابکار پیادے اور سوار قطراتے تھے سمت چار باغ ملک حرمان دیو کش روانہ ہوا دوسرے روز دوسری منزل میں ایک عیار شاگردوں میں سے سجانی عیار کے گردین آلودہ پسینے میں غرق و درہا ہوا سامنے گنجاب کے آیا اور دعا و ثنا سے گنجاب میں یہ ربامی پڑھی رباعی تو نذر خراسانی و فاسا قلندہ گوہر بہن داری در اسقاط ازوہ روزان شبان روح تھاے خواہم ہر کب و ہر ت خدا و با سقا ازوہ پیغمبر صاحب کی عمر دراز ہو بیٹے جو آپ کے سمت ملک ہر ہر شریف لگے تھے سودہ وہاں سے مراجعت فرما کے مع ہر مرزبن نوشیروان اور فرامرزن نوشیروان اور ملک بختیارک شوم کا فریدین فلان نام لیب اور یا آہو پنے ہیں گنجاب نے جو یہ سروش راحت فروش اپنے بیٹوں کے آنے کا سنا تو فرط سرور اور جوش خون پوری سے سیاب ہو گئے لگا کر اب پہلے جا کے لب دریا اپنے فرزندوں سے ملاقات کروں اور انھیں ملے آئوں اس بہانے سے تو یا استقبال ہر مرزبن فرامرزن نوشیروان کا بھی ہو جائیگا بعد اسکے چار باغ پر فوج کشی کروں گا اور ملک گوہر ملک کو کھڑا لاؤں گا غرض یہ کہ گنجاب مع اپنی تمام فوج و سپاہ کے سمت دریا واسطے اپنے بیٹوں بیٹوں کے دیکھنے اور ملاقات کرنے اور پیشوائی اور استقبال ہر مرزبن فرامرزن نوشیروان کے جاتا ہوا اب آگے دیکھئے کیا ہو

اب شہد داستان فطرت بیان ہوا وچ عیاری قطب فلک مجتہد گزاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار سے بیان کی جاتی ہے

کہ جب عمرو و قاسمے مشرک خدا سے بیماری اپنے جسم پر باقہ رکھو اسکے پھر اور فیصلوں پر لوگوں نے عمرو کی انکون پر پی باندھ نیچے اتار دیا تو عمرو اور شکل اپنی نبا کے سیر کرتا سرچوک چلا جاتا تھا کہ سامنے سے ایک سواری نمودار ہوئی عمرو نے دیکھا ایک لڑکا بہت خوبصورت برس پندرہ سولہ ایک کاسن و مال سراپا حسن و جمال عجیب بہت بھاری مصاحف لگا ہوا سر پر رکھے انکھ لکھا شہنشاہ کا گلابی رنگا ہوا سب چست اپنے دوپٹے لٹکا ہوا کمر سے باندھے ہاں نچاٹہ اٹلس کا کار چوبی یا قوت احمر سے کے

سرخ بوئے اور مرد کی بل اور تیان بی ہون کیوندار پائون میں پتے جو ٹامٹ بافی دو تین اشرفی کا ایک جوڑی نو کی کر
 میں کھوئے ایک سرکب بار با گلگون عذار با زین و لجام مرصع کا راوردچی پوزی ساز و ہراق مکمل ہزار خزانہ بجو ہر پر سوار
 سو سو اسو مرد ہے چویدار عصا بردار نقیب ہزار بارہ سو خاص بردار پانچ ہزار سوار بڑے بڑے رسالدار سپہ سالار اور پچھلوس
 سوار سی کا ہزار بے بڑے ایک شان و شوکت سے گھوڑے کو چکاتا کرتا چلاتا ہزار دو چار سو امیر امرا میں زاد سے
 وزیر زاد سے مقربان درگاہ لقا اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار گرد و پیش آسکے باتین کرتے چلے آتے ہیں عمروئے لوگوں
 سے پوچھا کہ صاحبو یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے کہا کہ یہ ایک کھٹک کا نوڈا ہر طیفور زانوڑا اسکا نام تھا منظور نظر خداوند
 لقا ہو گیا خداوند نے مقبول پر سی چہرہ اسکو خطاب دیا اور مشوق اپنا گر وانا اب اسکا یہ رتبہ اور مرتبہ ہو کر سید ہ ہزار
 ملک باختر کے امیر امرا شاہ و گردا اسکی بڑی عزت اور توقیر کرتے ہیں اور دست گرا کے رہتے ہیں جو یہ کہدے وہی
 خداوند باختر تقدیر کرے عمروئے پیش خود یہ تجویز کر کے کہ عیاری تو خوب سو محبی ہوں پڑنا شرط ہو جھٹ پٹ ایک سو قدم
 آگے جگے زنبیل پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ یا داوا آدم میری صورت ایک مننت کی ہو جائے ساتھ معجزہ طلب کرنے
 کے اب عمروئے آئینہ میں دیکھا کہ میں ایک مننت کی صورت برس اسی چاس کاسن رنگت سرخ و سفید میدے اور
 شباب کی سے تو نہ یعنی پیٹ کا مندا بہت بھاری ایک گیر واد تہ باندھے گردی چاوا ڈرے سر کے بال سب فانی چنہا
 لکھی ہوئی پلکین بھون ریش و برت سب سفید ہیں پس پھر تو عمرو زنبیل سے جوڑی نو کی نکال کے ایک دکان میں
 جا بیٹھا اور بالکان داؤدی اس غزل کو زمین گانے اور بجانے لگا غزل

زاد کر گسٹم میں اپنے ہما ہو جائیگے	ہرگ تو ہو خواب راحت پر غیب اک دوری	گر غور نا کسان سے آشنا ہو جائیگے
چشم کم سے خاکساروں کو نہ دیکھا جائیگے	آج ہیں محتاج کل حاجت روا ہو جائیگے	کیسے کیسے آشنا ہے جدا ہو جائیگے
گریہ جو تویرے سب روزے تھا ہو جائیگے	چشم وحدت میں کاسر ہوئے ہم زار ہوئے	لوگ کہتے ہیں کہ روزہ ہو سافر پر حرام
سرخ کیوں کرتا ہر نامح آہ و زاری ہے میں	ہمے گسداں خوش تھے وہ جواب تھا ہو جائیگے	ایسا ہے خفی میں جب سرمہ سا ہو جائیگے
رفتہ رفتہ ہم کسی کے مبتلا ہو جائیگے	تو یہ عالم ہوا کہ ہزار بارہ سوار کیرا ہل حرفہ بازاری دکاندار زن و مرد وانی اٹلے	اگر ہی شوق خیال موشان ہوا ہوئے

شاہ و گردا صغیر و کبیر ہزار ویر سب صدائے نوئے جو حیرت سکتے کی صورت جہان کھڑے تھے وہیں محض بے ہوش اور خود کو
 کھڑے اور بیٹھے جس حالت میں تھے اسی طرح سے رہ گئے شعور ہوا بندہ گئی اس گھڑی اس اصول ڈبیلر گئے جانور اپنا بھول
 و رختوں سے لگ لگ کے باہر بھاگے جد میں بوئے واہ وادے راتے بند ہو گئے اس قدر جبر آدمیوں اور راہ گیروں کے
 ترک کر کھڑے ہوئے سے ہو گئی تھی کہ سوار سی طیفور زانوڑا کی رکی اور گود و آواز بالسر کی جو طیفور کے گوش زد ہوئی
 تو ایک برہمنی سے اس کے دے پار ہو گئی کلیا پڑ کے رہ گیا اور اپنے نوکروں ساتھ واپس سے پوچھنے لگا کہ یہ بحیر بھاڑ کیسی ہوا
 یہ زانوڑی کون کر رہا لوگوں نے کہا کہ ایک بڑے مننت جو گیشر ہیں کہ وہ بیٹھے بالسر کی چارہ ہیں آنگے درختوں اور
 بالسر کی سننے کو یہ سب لوگ بحیر لگائے کھڑے ہیں طیفور کا یہ حال تھا کہ نو کی آواز سنے اس درجہ اسکا دل گداز ہو گیا
 کہ آستونین تھمتا تھا اور کلیا سلا جاتا تھا نہایت بیاب ہو کر جھٹ پٹ وہیں کھویا پر سے گود پڑا اور پیادہ پا اس طرف
 گود پڑا چویدار مرد ہے عصا بردار اور بڑے بڑے امیر امرا آگے پیچھے وابنے بائیں لوگوں کی بحیر بھاڑ کو ہٹاتے اور اہتمام
 کرتے غرض ہزار دشواری جبکہ اس دکان تک جان مرشد کامل زانوڑی کر رہے تھے پھر سنے تو طیفور گھڑی بحیر کامل سامنے
 عمروئے اپنے دونوں ہاتھ بادب باندھے کھڑا رہا مگر مرشد کامل جو اپنے آنکھیں بند کیے معدون زانوڑی تھے مطلق خبر نہ
 اور نہ آنکھ کھل کر دیکھا کہ کون آیا اور کون کھڑا ہو گیا گھڑی بحیر کے طیفور نے جب طاقت ضبط نہ دیکھی تب دور کر عمروئے

قدحون پر پڑا سوقت عمرو نے آٹھ کوئی اور طیفور کی بیٹی پر ہاتھ رکھ کر کہا بچا بیٹھ جا اور یہ کہلے پھر کوئی ساعت بھر بالسنری
 بجاکے رکھ دی اور طیفور کی صاحب فریب سے کہہ کر آیا اسنے کہا کہ شاہ صاحب میرا نام
 طیفور ز نواز معروف و مشہور تھا اب میں وہی سے منظور نظر خداوند مجید ہزار ملک باختر کا ہوا ہوں خداوند نے مجھے
 مقبول پر ہی چہرہ خطاب کیا سو تنہا میں فیصلہ نہ کر سکتا تھی کہ اس فن ز نوازی میں مجھے بھی شاگرد اپنا تو کیا تھ جو میں کہوں کہ کچھ
 لیکن اپنا ایک بالائی چہرہ مجھ کے کچھ مجھے بتلائیے عمر نہ بتلائی کیامصافقہ دو باجن دھونڈھا ان پائیان لہرے پانی بیٹھ
 خدمت سے غفلت ہی جو بندہ یا اب مصراع ہر کہ دست کرو دھندہ شہر ہو گیا آٹا ہر فقط یہ قدرت خداوند تھا کی ہر ان گمر
 جو کہہ آتا ہر تجھے بتا دینگے کہ کیا ہو سکا ہر کچھ دور رہا طیفور ز نواز نے پالکی منگاکے کہا میں امیدوار ہوں کہ آپ چند روز
 میرے فقیر خانے میں رون افروز ہو جیے عمر نہ کہہ کر تیری خوشی بدل دجان منظور ہر قصہ مختصر یہ کہ عمر کو پالکی میں
 سوار کر کے طیفور ز نواز پایہ پالکی کا پرست پیو وہ ہزار چلا اور کئی سو امیر امرا بیٹے بڑے رسالہ دار اور سپہ سالار
 جب طیفور ز نواز مشوق خداوند کا یاد پا ہوا تو وہ بھی ناچد ہو کے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور ساتھ ساتھ
 طیفور کے پیچھے پیچھے پالکی کے چلے جاتے تھے اور ہر چند عمر و کتا تھا کہ پتا تو بھی سوار ہو کر طیفور نہیں مانتا تھا آخر کار عمر نے
 بہت سا کھلے طیفور کو لھوڑے پر سوار لایا اور طیفور عمر کو لیے اپنے مکان میں آیا اور بڑی دھوم سے عمر کی دعوت کی
 تیار می میں مصروف ہوا سو سو سال کے رجب نشا و کے پیر زاری اور ہفت چہراری اور بارہ ہزار می وہ وہ کہ جو بادشاہان
 ذی شان کے یہاں نہیں جاتے تھے اور بڑے بڑے ذمی اور نمودی تھے کچھ تو بیاس آداب اسکے رتبے اور مرتبے
 کے کچھ بخیاں اسکے کہ یہ خداوند کا مشوق اور منظور تھا ہر کچھ ایسے تھے کہ ہزار جان و دل سے اسکی صورت کے فریفتہ اور
 شفیق تھے بسبب وابستگی طبیعت اور دلکی چاہٹ کے آئے اور شریک محفل رقص و سرود ہوئے تھاپہ بلبلوں پر بڑی
 منجھروں کی نواز لہر سارنگی کا بائیں کی ایک آسمان کو جانے لگی شعر ہوئی کانے والوں کی اک دھوم دھماکہ تاشائون
 کا ہوا اثر وہاں ہوئے اہل رقص و طرب کے جمع ہونے پر داتے پابوس شمع طیفور ز نواز نے دست ادب باز کر
 عرض کی کہ یہ فدوی امیر وار ہر کہ اب ذرا آپ ز نوازی کیجیے یہ ساری صحبت مشتاق ہر دو چار بول بجا کے اُنکے دلوں
 کو خوش کر دیجیے اور مجھے کچھ بتلائیے عمر نے کہا بچا بھرا نہ مانو شعر محوم دولت ہو دہر سہے بار سچا نہ کشد ہر خرے
 میں چاہتا ہوں کہ تو منظور نظر خداوند ہر اور تو تحمل اس بار گران کا ہو سکیگا اس لیے میں نے تجھے وعدہ کیا اور اقرار کیا
 کہ میں تجھے کچھ بتلاؤنگا لیکن اس بوسے میں نہیں کوئی ٹھٹھہ ہر تھلک کی صحبت میں چلے بیٹھ فقیر کوئی کلاذنت قوال مطرب
 ٹوھاڑی گویا نہیں ہر حال خداوند تھا کا نام اس نے کے پردے میں سے لیتا ہر فقیر جو کچھ جانتا ہر وہ تجھے بتا دے گا طیفور
 نے کہا پھر توقف کیا نہرور یہ کہ عمر و کا ہاتھ پکڑ کے محفل سے اٹھ کھڑا ہوا اور طحندہ ایک صحنی میں جا کے مسند پر عمر کو بٹھا
 اور آپ باوب سامنے بیٹھ کے کتے لگا کر اب چار شاہد ہو میں یا لاؤن عمرو نے کہا لاگلائی شراب کی طیفور نے جلدی
 سے ایک گلائی خون کہوتر عقیق احمر کے رنگ کی اور ایک جام زمرودین سے عمر و کے سامنے رکھ دیا عمرو نے گلائی کو اٹھا
 کے شراب کے دیکھنے بھانسنے میں ایک چٹائی بیوشی کی آسین ملا دی اور پیاسے میں پیر کے جھوٹے موٹے ذرا اپنے منہ سے لگا کے
 طیفور ز نواز کو وہ پیالہ دے کر کہا کہ اگر طالب ہر تو نوش کر زمین و آسمان کے ساتوں طباق کا حال تجھ پر روشن ہو جا اور
 جو سیکہ سار داتا سید بن جو باورے او دھونا گ کہ کچھ خواب میں بھی مل اور بیا اس گانے میں نہ سو جی ہو گی اسکی تجھے
 سوقت ایک پیاسے کی پیئے سے سو جی ہو جی ہو جی طیفور نے جلدی سے وہ پیالہ شراب بیوشی آفٹہ فٹ فٹ کر کے

یہ پوچھا اور مرد ہونے کے اندھ کے مذہم کیا اور کہا کہ خداوند نے کئی مرتبہ آپ کو یاد فرمایا اور رات بھر خداوند کو بغیر آپ کے خواب نہیں آیا جلد اشریف سے چلیے طیفور اٹھ لی یہ کہتا ہوا کہ خداوند تو مجھے ایک دن کی صلت نہیں دیتے ہیں چہن اور آرام میرے سب جاتا رہا خبر جو شیت خداوند کی ہو یہی بندہ مامی ہوں مجھے کچھ مقدم غرور و معذرت کا کیسا دم مارنے کا نہیں ساتون قیولون کو ٹوکر کے گریس اور رضا قیولون کی بوقت ایچی گری لند مور کے بخوبی تمام بیان کیجائی دیکھتا ہوا برابر حجاب قدرت کے پہونچا اور لٹکا کی لذت کر کے اپنے کو کسی پرستی پر لٹکے لگا کہ یا خداوند آج شب کو خواب میں تو نے مجھے اپنا نظر کر دیا کیا اور یہ قدرت اپنا میری پیٹھ پر لٹکے حجاب دہن مبارک میرے منہ میں ڈالا ہوا اور فرمایا کہ علم موسیقی میں تو ناکام رہا نہ ہو گیا اور جو چاہو وہ آج بھی یاد دہانی کسی بات میں تو عاجز اور محتاج نہ رہا اور ہمیشہ نوجوان اور صاحب حسن و جمال بن رہا بیگاہ میں یہ خواب دیکھ کر میری آنکھ جو کھل گئی تو میں اب چاہتا ہوں کہ امتحان تیری قدرت کا لکھ کر دوں اور تمام بارگاہ نشین پیغمبر مرسل اور ہر سال اور پلو انان قدرت اور ستوان بارگاہ اور بادشاہان رو سے زمین بندے تیرے تیری کرامات اور اعجاز نمائی کا تماشا دیکھیں افسوسے مشرک خدا نے یہ خواب طیفور کو نواز کا شکے لھا کر فی الحقیقت میں نے یہی تقدیر کی ہو اور آج سے جس تمام قدرت اپنی تیرے جسم میں بھری ہو پس اب سازدن کو بجا اور جوراگ کہ بہت مشکل ہو اے تو گا کسی مقام پر تو بندہ نہیں رہیگا اور جو تو طلب کر لگا وہ میں تجھے قبل از سوال عطا کر دوں گا کوئی حاجت تجھے نہیں رہیگی طیفور نقلی نے کہا کہ خوب یاد آیا میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا ہوا کہ تو نے ریش مبارک مجھے عطا فرمائی ہو اور حسب الحکم تیرے میں نے خواب میں گستاخانہ تیری ریش مبارک کو موٹا لیا ہو لٹکانے کہا اور مقبول پر ہی چہرہ خاموش یہ خواب شیطان کی ہو اور یہ لکھ کر حکم دیا کہ آج پاس خاطر مقبول پر ہی چہرہ میں نے تقدیر کی کر جتنے مطلب بچے اور سر دے اور خوال اور کلاوت اور منی اور گوے استاد گانے بجانے کے شربال میں ہیں اور جتنے طائفے ارباب نشاء کے ادنیٰ میں اور کشمیری بچے اور نقال بچے ڈوم ڈھاری غرض اس فرقہ کے کہ وہ سب جوڑے اور پوشاکیں دھوم دھامی پہنکے زیور میں آراستہ و پیراستہ ہو سکے بارگاہ خداوند نقالین حاضر ہوں اور حوران بہشت برین کو بھی حکم پہنچے کہ آج خداوند نے تقدیر کی کہ تم بھی سب ساکنان گلزار بہشت شریک جلسہ رقص و سرور ہو اور تعمیل حکم خداوندی کر دو بعد ازان تمام بارگاہ نشینوں کو حکم دیا کہ آج تم سب لباس فاخرہ اور پوشاکیں مکلف پہنکے جشن خداوندی میں حاضر ہو چنانچہ حسب الحکم نقالے مشرک خدا کے چار گھڑی دن رہے سے دو ڈھائی ہزار طائفے ارباب نشاء کے حاضر ہوئے اور تمام حوران بہشت زیور مرغ پنے آکے جمع ہوئیں اور جتنے بارگاہ نشین مقربان درگاہ تھے وہ سب کے سب قریب پانچ چھ ہزار کفار تیرہ روزگار کے اپنے اپنے دنگلون پر پاویں بیٹھے تھے لٹکانے کھا اور مقبول پر ہی چہرہ تقدیر کر دیم کہ تو اعجاز قدرت کا مد کا میرے بندگان خاص الخاص پر ظاہر ہو اور کچھ بالکان داؤدی نغمہ ساز میری وحدانیت اور خداوندی میں ہو عمر و نے یہ کلام نقالے مشرک خدا تیرہ انجام کا جو سنا جوڑی نو کی کر سے نکالی اور ساتون قلیان اسکی مل کے یہ غزل اس میں گانا شروع کی غزل

رہ و رسم دنیا غیر فراہ	فنا میں بے باہر بھائی میں فنا ہو	یہ جاہ و چشم عارضی میں جہا نہیں	مندی آنکھ تب پھر خدا ہی خدا ہو
پرستش گراں پوین ویر و سام	پڑھایا میں آئی رہنا ہو	تو من کبہ و دیو و نیخانہ و لکھا	بیان کی ہر اک رسم و آئین جہا ہو
کین اگر جو دو اذان و اقامت	کین صوم و اناتوس و انشاد	کین زعم میں اپنی سرست غفلت	ہر اک منہ نہا ہر سبے رہا ہو
حقیقت میں یہ سب کو محتاج دیکھا	یہ آشنا سب کا حاجت روا ہو	خیر لو یہ عالم ہو اگر الیاس خون آشام و فیرہ مسترہ اٹھارہ ہو	
قیول نشین پیغمبر مرسل و نامرسل اور پلو انان قدرت اور ستوان بارگاہ اور مقربان درگاہ اور جالوت و خدا واز			
و غیرہ فرشتگان قدرت نقال اور قریب پانچ ہزار کسبیاں تو و منیاں کشمیری بچیاں قوال کلاوت و بنت بچیاں سرور دین			

چھانگئے ہیں ہر مرتبہ لفظ بہ لفظ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کونپ رہے ہیں اور اب گرسے پڑتے ہیں ونگل اٹھ جاتے ہیں سبھوں نے
 کہا تم سچ کہتے ہو یہی حال ہمارا ہے ہر روز کہ گرسے پڑتے ہیں واقعی خداوند کی بارگاہ کے فراش بڑے مددگار ہیں بے وقوفی سے
 یا جہلبازی سے ونگل اٹھ جاتے ہیں اور انکو سیدھا کر کے بیٹھیں یہ لکھے سب کے سب اٹھ کے دنگھوں کے پاسے اوپر کیے اور
 انھیں الٹ کے بیٹھے جو گئے تو سر تے ناگیں اور چاروں طرف سب گرسے اور بیوش ہو گئے اسی طرح سے دوسری طرف چار سو ساڑھے
 چار سو ونگل نشین جو عمرو کی لڑائی میں رہے تھے ایک ایک نشہ بیوشی کی حالت میں اور برابر جو دوسرا شخص بیٹھا تھا اس
 سے کہتا تھا کہ صاحب ذرا ٹھہرنا ذرا ٹھہرنا پھر سی سوچوں میں چنگیز لنگا ہوا یہ لکھ کر جوچین اسکی پڑ جوتی اپنی لیکے پوچھتا کہ کہیں
 اسے ماروں وہ کہتا ہے کہ ان صاحب دیر نہ کیجئے اسے تو مار لیجئے مگر آپ کی بھی مودہ میں مجھے چنگیز سالہا معلوم ہوتا ہے اسے
 کہ اگر بجائی تم بھی یہ احسان مجھ پر کرو جوتی ہے اسے مارو اور نہیں تو یہ چنگیز تو بت بڑا جانور ہے پھر دم بھر بعد ازاں پوچھا گیا
 یہ باہم گفتگو کر کے اسنے اسے منہ پر جوتی ماری اسنے اسکے منہ پر دونوں اسنے اٹھتے ہی طمانچہ لگا بیوشی کا چکر مار کے گڑھے
 اور بیوش ہو گئے تیسری طرف چار سو پانچ سو پلو ان مرسل اور نامرسل پلو ان قدرت ستوان بارگاہ اور مقربان بارگاہ
 تھا جو رفاہی اور ساتی گری عمرو کی دیکھ رہے تھے تو سب سرایت کر جانے بیوشی کے یہ کہہ کے کہ وہ کیا ناح قبول پر سی جہ
 ناح رہا ہو کر زمین و آسمان اور تمام عالم ہماری نظروں میں گردش کھارہا ہے بعد اسکے وہ ان فرش چاندنی جو گسترہ تھا اسکی
 طرف دیکھ کے کہنے لگے کہ لو اور قدرت خدا کی آج دریا سے رحمت خداوند بھی جوش مارتا ہے ان تک آپو نچا اب کو یاد رکھو
 کیونکہ جانین ساتھ والوں نے کہا کہ وائم بحث ذرا سے پانی کے بڑھا آنے میں آنا گھبراتے ہو ابی ناک کان اپنے بند کر کے اسی
 پانی میں فوطہ لگا کے پار نکل چلو یہ شکے سبھوں نے کہا کیا خوب تدبیر تھیں بتائی آؤ فوطے لگائیں اور اس دریا کے پار اتر کے
 اپنے اپنے گھروں کو ہو نہیں یہ کہنے کہتے تھے سب اپنے اپنے ناک کان بند کر کے دنگھوں پر سے اتر پڑے اور اس چاندنی کے
 فرش کی سفیدی کو دیکھا پانی سمجھا غوطے لگانے کو جو جنیں جھکے بیوش ہو کر وہیں آوندے منہ گر پڑے ایک جانب دنگھوں
 کے آگے قالینوں کا فرش بچھا تھا وہ ونگل نشین کہ بڑے فیضے شاہان رو سے زمین اور شجاعان صاحب تلکین تھے اور
 قالینوں کے نقش و نگار باغ و بہار سمجھ کے باہم کہنے لگے کہ کیا قدرت خداوند ہیچہ ہزار ملک باختر کی ہر دیکھو تو کہا ان
 قیطول خداوند اور یہ جلسہ مقبول پر سی جہرہ کے گانے بجانے کے اور کہاں آن واحد میں ہاں باغ بوستان لائق دوستان
 گھماے بو قلوں میوہ ہاے گوناگون پیش نظر ہو بیٹھے کیا کرتے ہو بقول شخصیکہ بیکار مباحش کچھ کیا کر آؤ گنیدہ بازی
 اور گلبازی کریں یہ کہنے سب کے سب اچھلنے کودنے لگے اور ترقان پڑا ان بے ہوش ہو ہو کر چاروں طرف گرسے غفر
 یہ کہ تمام بارگاہ میں کئی ہزار کفار بے ہوش اور خود فراموش چاروں طرف سے میدے پوسے تھے کچھ تن بدن کی خبر کسی کو تھی
 عمرو یہ کیفیت وہاں کی دیکھ کر بحث پٹ بارگاہ سے باہر نکل آیا میان دیکھا کہ کئی ہزار چوہا مرد رہے حاجب دربان رفاہی
 یوزباشی سیاوول فراش خواص خدمتکار مشعلی دکاندار وغیرہ مددگار دیشے کے لوگ جو بیٹھے تھے وہ عمرو کو مقبول پر سی
 چہرہ بکھر گھبرا گئے وہاں دیتے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے دست ارب باندھ باندھ کر کہنے لگے کہ خداوند آپ تو
 محبوب و مرغوب منظور نظر خداوند تھا ہیں اور آج آپ کی بدولت ایک زمانہ کامیاب ہوا اور ادنی اعلیٰ شاہ گداسکو شرم غیبت ہوئی
 ہو سواے ہم غلاموں کے کہ ہوا ایک بھی گلابی شراب کی رحمت سنوئی شعر قبیلے آئے ترے نیانے میں سب مجھو ملے ہاں کیا کہ ہیں تھی
 تھے سو عمرو پہلے عمرو نے کہا صاحبو تم ایسا کھریاں کا زبان پر اپنی نہ لاؤ شراب موجود ہے لو جیتی تھے بی جا سے ہو یہ کہنے اشارہ کیا کہ وہ
 جو سامنے والے رجبے میں قرا بے اور بیٹھے شراب کے رکھے ہیں وہ سب تم دو دو آؤ میں نہیں ایک شیشہ تقسیم کرو اور پھر گریو اور خداوند کی
 قدرت کا تماشا دیکھو وہ تمام شاگرد بیٹھے واسے خوشی خوشی دور پڑے اور بحث پٹ شیشے شراب کے اٹھا لائے پینے لگے اور ان اح

مین بیوش ہو کر حیران بیٹھے تھے دین گر پڑے عمر و نے جب دیکھا کہ اب کوئی فرو بستر ماز میں اور متوسلین اور حاضرین صحبت اور
 بارگاہ نشین لقا ہو تیار نہیں سب کے سب بیوش پڑے مین بچستی تمام اپنی زنبیل میں سے سو سو سو بندھوے وہی ایک ٹوٹی ایک
 ٹنگوٹی باندھنے ایک ڈالی ہاتھوں میں لیے کھاتے نکلے عمر و نے کہا اسے ہاں جلد یہ جو سب کا فریڈے سوتے ہیں اُنکے کرتے تھے
 دیو اور یہاں جتنا فرش فرش خیمہ ڈیر و مال اسباب نقد جس پر سب ٹھاکا کر گھر بیان باندھ باندھ کے تیار کر دو ویر نو میں بھی آتا ہے
 یہ کچک عمر و پھر حجاب قدرت آٹھا کے لقا کے پاس گیا اور زنبیل سے ایک ستر است تیز دم اور ایک کٹوری چاندی کی لگا لگا اس کٹوری
 میں پشیا کیا اور لقا کی چھاتی پر چڑھ کے ایک کپڑے کا چھاپٹا بنا یا اور اس سے وہی پشیا لقا کے منہ پر چھڑک چھڑک کے
 استرے سے تمام ڈاڑھی لقا کی مونڈ لی مرد و بال باقی رکھ کر ایک بال میں تو ایک ذرا سا پرچہ کاغذ کا بدین مضمون اشعار مردم کلاؤ
 سر قیصر ہرم ہر گم از رخ بختک بد اختر ہرم ہر از نخل خسروان چو گرم ساقی بختیج دہر و دہر و ساغر ہرم ہر از شرک خدا علیہ السلام و
 بالذباب لقا سم شاہ عیامان عیار عمر و بن امیر نامدار کیا کردن مجبور ہوں کہ مجھے حکم سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران
 کا نہیں ہر درہ میں بجے ابھی جنم واصل کر کے چلا جاتا فقط بطور چشم نمائی تیری ریش مبارک کو پشیا پھر چھڑک کر مونڈے
 لیے جاتا ہوں نام میرا سر پر بندہ جادوگران و باج ستا تہہ ریش کا فران مشور و معروفتہ اور مین بہ دو نوہ پیر زنگ قلعہ گیسر
 بے جنگ موصوفت ہوں بگلو لادم ہر کہ اول تو اس کفر و کافری سے باز آ اور دعوے الہیت نہ کر کہ شادت پرچہ کے نکل اس
 چاہ کفر و ضلالت سے اور پوچھ لبر حشرہ دایت لیکن از بسکہ تو سیاہ دل ہر شعر تجاہ ز مزم و کو شرمیدہ نتوان کردہ گیم بخت کے را
 کہ با قلم سیاہ لقا تو جان جو چاہ سو کو گر لقا کو پیر ملائے خراج اس اپنی ڈاڑھی کا جہان لشکر فروری اثر امیر حمزہ صاحبقران
 نامور کا ہود ہاں بہرے پاس ہنڈوی کر کے بھجوا دیا کرنا ایک دن کیسا ساعت بھر کا فرق اگر اس میں پڑ گیا تو یہ بھر راناک
 مین تیری ریش ترشتے کے واسطے پھر اسی وقت موجود ہو گا اور ایک بال تیری ڈاڑھی میں نہ نکلے رو نگا غرض یہ لگا اس بال
 مین باندھ دیا اور دوسرے بال میں گھنگر و چھوٹے چھوٹے باندھ کھٹا کو ایک رچہ واسے کی صورت اس طرح سے کہ ایک خیمہ چاندنی
 کے پاٹ کو بچا کر آدھا تو اسے سیوہ کیا اور آدھا سفید رہنے دیا اور دونوں کو لٹا کے بل دیا تو عجیب ایک قطع اسکی ہو گئی آسکا تو
 ایک ٹھکا لقا کے سر پر باندھ دیا اور ایک کھاروسے کی گردی نیچے کمر سے باندھ کر کے چند رنگ بطور گھنگر و کے باندھ دیے اور ایک
 لکڑی ہاتھ میں لقا کے دے کے دو بڑی بڑی لکڑیاں بٹون مین لقا کی ٹٹکے لقا کو قائم کیا اور آگے آگے ایک زچہ مقوسے کا
 زنبیل سے نکال کے کھڑا کیا بعد اسکے وہاں سے ابھر نکلا اتفاقاً پیاس کی شدت جلدی گھڑ دچی پر گھڑون مین پانی صاف و شفاف
 بھرا ہوا تھا اس میں سے پانی پیے ہی ایک غنودگی سی آئی عمر و گھبرا یا چاہتا تھا کہ آٹھ دھم سے بیوش ہو کے گرا اور ڈھکی
 دیکھ کے حیب ہو تیار ہو اتو اپنی ہر انگشتری مین سیاہی بھری پانی دل مین خیال آیا فرو کوئی ٹاٹھنی چالاک وغیرہ میرے
 پیچھے آیا ہو یہ اسی کی چالاکي ہر اور کوئی خط جعلی گنہت نے بنایا کیونکہ اور کوئی عیار لقا کی طرف کا مجھے بیوش کرنے تو کا سہا
 آتا ہر چند تلاش کیا اس عیار کا چنانہ معلوم ہوا آخر کو نہ پا رہو کہ وہ جو بندھوے زنبیل کے چار طرف نقد و جنس لوٹ کر
 گھڑ بیان باندھ باندھ کر کھتے جاتے تھے عمر و نے جال الیاسی ماس کے اپنی زنبیل مین حب پھر لیا اور کوئی شر نقد و جنس سے
 وہاں باقی نہیں چھوڑی پہلو انون اور سر وادون کے پانوں مین نقد ایک ایک پانہا رہنے دیا تھا باقی خاک نہ تھا بعد ازاں
 چار سو ساڑھے چار سو بڑے بڑے جلیل القدر شاہ اور شہزادہ گرد اور گردن کشون شل القاش خون آشام اور ضعیف خون آشام
 وغیرہ کا آدھا ساتھ کلا آدھا سچ کسی کا آدھا کالا آدھا ند کسی کی ایک طرف کی ڈاڑھی کسی کی ایک طرف کی مونڈہ مونڈالی
 ہزار بارہ سو کفار نا بکھر کو اس صورت سے کہ کسی کو خوبصورت ٹونڈا بنا یا کسی کو جشی کی شکل بنا کے چھوڑ دیا ہزار بارہ سو
 بیچیاؤن کو آدھا کر کے ٹا دیا اور اُنکے چوتروں مین چربی کی سمیں روشن کر کے رکھ دیں کہ چار طرف

انہیں سمون کی رشتی ہو رہی تھی اس طرح سے خوب ساتھ ساتھ بارگاہ نشینوں کو اتفاقاً ذیل پور و سیاہ کر کے باہر بارگاہ کے قتل خانہ
 وہ جتنے گشتاگر دپٹے و اسے خواص خدمت گزار فرما کر چوبہار شعلی مکار میوش پڑے تھے ان کے کپڑے زیور ہنر اسباب نقد و جنس
 جو کہہ کر ہاتھ آیا سب لیکر نہ رہا پیل کیا اور ان سبھوں کو برابر ہار بڑا لٹو بٹا کر اسکا ازار بندہ اسکا ازار بندہ اسکا ازار بندہ
 اسکا ازار بندہ سے گردے کے زنجیر بند کر کے بکے بٹھکا سہ کی اور ایک ایک جوتی انہیں کی انکے ہاتھ میں ہتھکے قیلوون سے بیٹھے
 اتر آیا اور جو کوئی بیچ میں لگیا اور اسے پوچھا کہ اسے قبول پر ہی چہرہ خداوند لقا کیا کرتے ہیں تو عروہ کہتا ہوا کہ خداوند اکرام فرما
 میں میں اپنے گھر کو جاتا ہوں جلدی ہے قدم اٹھا کے اپنی بن سینہ بانو کے مکان میں آیا اور اپنے ہنہنلی انہی سید سے اور
 اپنی بہن سے سارا حال لقا کے قیلوون کے تباہ اور ہر باد کیسے کا اور لقا کی ڈاڑھی موند لاسنے کا بیان کر کے وہ پوسے
 کا پولا لقا کی ڈاڑھی کا زینیل سے نکال کے سبکو دکھایا اور کہا کہ اب میں اسکو عبور سلطان والا نشان امیر حمزہ صاحبقران
 کے نیچا ڈنگا اور اسی ڈاڑھی کی پتے سے گاؤ لٹائی گاؤ سوار کو قائل کر کے اپنی شرط کا رد یہ لٹکا انہی سید لقا سے شرک
 خدا کی ڈاڑھی دیکھ کر بہت خوش ہوا اور عروہ نے کئے لگا کر فی الحقیقت اس عمر تو بلاے بیدار ان آفت زمانہ ہو گیا کارر زمانہ
 کیا ہو مگر خدا نہ کرے کہ تیری خبر بیان میرے مکان میں آنے کی کسی کو ہو جائے تو پھر میرا گھر بار اہل و عیال سب تاخت و
 تاراج ہو جائیگا عروہ نے کہا بھائی تم خارج رہو میں صبح کو میان سے کوچ کر کے بکے بٹھکا سہ کی طرف چلا جاؤنگا اور جب شاہزادہ
 بدیع الزمان کی خبر لیکر شہر سجان سے آؤنگا تو پھر تم سے ملاقات کرونگا ابھی یہی باتیں عمر و کر رہا تھا کہ وقت نماز صبح کا ہوا اور
 عروہ بہت گدایان خرقہ پوش انہی سید کے مکان سے لٹکا کر قریب چوک پہنچا دیکھا کہ بخوبی روز روشن ہو گیا ہوا اور سانسے
 سے متھر مڑا اور ارم زاد بخشی عیار طامس حرمین لقا جنگو چلے وہ محل میں رہنے کے سبے ہوئے پاس ہزارا شرفی لے کے چلا
 تھا چلے آئے ہیں عروہ نے اپنے جی میں یہ کہا کہ اگر اب میں چمپ کے چد جاؤنگا اور اس سے ملاقات کا دنگا تو یہ منتر گرو مر و گیا کہ عروہ
 مجھے میری کے محل عیار سی دے کر چلا گیا اگر میرا سنا کر کے جانا تو میں جانتا کہ بڑا عیار تھا عروہ نے یہ کہنے کے بعد پھر گرو مر و اور
 ارم زاد بخشی کے آگے کہا کہ بایا خوش رہو منتر گرو مر و نے اسی وقت بدنگاہ اولین عمر و کو پہچان لیا اور کمال تپاک سے دوڑ کر
 ملاقات کی اور کہا کہ یا محسن بندہ خوش آمدی و صفا اور دے رہا ہوں از آمنت اگر خبر دانتی ہو در نہ گذشت گل و سمن کا شستے
 لٹکا شستے کر پائے بر خاک نہی نہ خاک خدمت پر یہ ہر دانتی یا شاہ عیالان عیار اس وقت آپ کچھ میری طرف سے کھٹکا دلین
 شلائین میں وہی نیاز مند آپ کا ہوں اور آپ نے جو احسان اس روز مجھ پر کیا تو فید حیات میں نہیں ہو لوں گا عروہ نے کہا
 صاحب زین نے تم سے کیا سلوک کیا اور تم پر میرا کون سا احسان کر دیا بیان کیجئے گرو مر و اور ارم زاد بخشی نے کہا کہ ہم سب لگا
 خداوند لقا کے سرکاران امیر حمزہ صاحبقران کی تصویر میں کیجئے کو ملک پر برین گئے تھے اور آپ نے دوپہر کے وقت
 میں پانچ ہزار پانچ سو پچیس سرداروں کی تصویریں کچھوا کے ہکو نہایت کین یقین اب اگر از راہ بندہ خاندی بندہ خاند تک
 قدم نہ بچے فرما سبے اور جو کچھ مان و تک حاضر ہو اسے قبول کیجئے تو زہے افتخار و باعث حرمت اور ابر و کا ہادی ہو جائے
 عروہ نے اپنے ہی میں خیال کیا کہ اگر اب میں اس کے گھر میں دعوت لکھانے میں جاتا تو عیار سی سے بعید ہو یہ جانیگا کہ عروہ مجھے
 ڈر گیا یہ سون کے عروہ نے کہا بھیم اللہ کیا حاجت ہو چلو ہم تمہاری دعوت رد نہیں کریں گے یہ کہنے کے بعد گرو مر و اور ارم زاد بخشی
 کے ساتھ اس کے گھر پر جاتا ہوا گرو مر و اور ارم زاد بخشی کو ابھی کچھ حال لقا کی ڈاڑھی موند لاسنے کا اور تمام قیلوون نشینوں
 کو وصیت والوں کو ذیاس اور رو سیاہ کر کے خور نقد و جنس وہان کی لوٹ لاسنے کا مطلق نہیں معلوم ہوا ہوا اور نہ عروہ کی کسی فریاد
 کی اتیک خبر نہ آئے راہ میں منتر گرو مر و اور ارم زاد بخشی نے عروہ سے پوچھا کہ آپ کا تشریف لانا اس ملک میں کس
 تقریب سے ہوا عروہ نے کہا کہ امیر عالی شان مسنرہ صاحبقران میرے آقا سے ولی نعمت نے اپنے فرزند

دوبند شاہزادہ بدیع الزمان گرد شکر شکن کی خبر کے واسطے مجھے شہر سجان کی طرف بھیجا تھا اور گاؤں لنگی گاؤں سوار سے مجھے شرط
 ہوئی تھی کہ اگر چالیس روز میں بیابان جبل القمر مفت میل کی راہ سے جا کے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر مرخصی دے دی
 شاہزادہ عالم کے حمزہ صاحب قرآن کو پہونچا دوں تو گاؤں لنگی گاؤں سوار سے ایک سال کا خراج ملک بربر کا میں لوں اور چو
 پچالیس روز میں نہ جا سکوں تو جو روپیہ سال جبر کے خراج کا ملک بربر کے از رو سے حساب محسوب ہو وہ میں گاؤں لنگی گاؤں سوار
 کو دوں مگر مردود یہ حال سن کر کہ عمر و بیابان جبل القمر مفت میل کی راہ سے آیا ہر نہایت حیران و ششدر ہو سکے لگا کر
 بادشاہ عیال و ابن عیار حق تو یہ ہو شعور جو تو دیگر رہا نہ شد و سترش ہاچہ تو کر دے گئے آید ز کس و کیا تاب و طاقت اور کسی دوسرے
 کی جو اس راہ سے آنے چاہنے کا تو کیا ذکر ہو خوب میں بھی اس طرف کو منہ کر کے نہیں سوتا تقصیر ہی باتیں کرنا عمر و کو اپنے مکان
 میں لایا اور بڑے اعزاز و اکرام سے عمر و کو بٹھلایا اور تیاری دعوت میں معروف ہو اس عمر میں ایک رٹ کا نہایت خوبصورت
 قنطور سے زرفشتی پاتا بے سقر لاتی باز سے جوڑی خبر کی اور پھر بیان کر میں نیم عیاری کا باقر میں یہ تو بہت کرے آنکہ
 نہایت حسرت و چالاک پیشانی پر نور شجاعت نمایں اندر مکان کے آیا اور عمر و کو باہر صفت اسکے کر بھی اپنے فرزندوں سے
 استغور موانست اور محبت نہیں ہو مگر اسے دیکھ کر بے ساختہ محبت اس کی طرف متوجہ ہوا اور گرد و مرد سے پوچھنے لگا کہ یہ رٹ کا
 اسکا ہر گرد و مرد نے کہا یہ بندہ زادہ ہوا اور خور وک اسکا نام ہو عمر و نے یہ سن کر اس کے کو اپنی گود میں لیگے بٹھلایا اور اس کی
 پیشانی پر بوسہ دے کے اپنا فرزند نامزد کیا اور ایک طبقہ طلائی زنجیر سے لگا کر اسکے گلے میں ڈالنے لگا نظر کر وہ کیا اور
 دعوت کھانے میں مشغول ہوا

جب تک وکے داستان قبول خداوندی تھا سے بیان کیا ہے

کہ جب وہ شب آخر ہو گئی وقت صبح کا ہوا اور نسیم خردن ہوا تو باہر بارگاہ لقا کے وہ چوکیدار چوہدار خواص خدمتگار فرشتے
 مکا نذر وغیرہ جو عمر و نے تنہ کالاکو کے ایک ایک ماتہ میں جوتیان بنا کے انار بندوں کی زنجیر ہندی میں بچسا دیا تھا صبح کی
 ٹھنڈی ہوا جو اسکے دماغوں میں پہونچی تو دس پانچ کی بیوشی آتر گئی اور ان سمجھوں نے اپنی آنکھیں کھول کر جو دیکھا لاکھ
 شخص کالے تنہ کا جوتی بے ہیکو مارا ہوا تو اپنا تنہ تو وہ سزا دیکھتا تھا کہ میرا بھی تنہ کالا ہوا اور جو اسکا حال ہر وہ میرا حال
 ہوا اسی کو کل موہا اور اجنبی دشمن اپنا سمجھ کے آئے وہ جو جوتی اسکے ہاتھ میں تھی وہ ان سے اسکے تنہ پر ماری اس کی
 جو جوتی لی تو آئے جی آنکہ کھول کر دیکھا کہ ایک شخص ہر سیاہ سنبلے گناہ مجھے جوتی ماری آئے کہا ہاں میں مردود حرام زادے
 کل موہے تو کون ہوا اور تو نے مجھے جوتی کیوں ماری غرض ہر طرح سے جوتی پزار جو ہونے لگی تو سبکے ازار بند آپس میں
 بندھے ہوئے تھے اسکے کھینچنے سے اور جوتیوں کی تڑاق پڑاق سے دوسرے کی آنکھ کھل گئی دوسرے کے باعث سے
 تیسرے کی تمام ان شاگرد شیشے والوں سے جوتی چلنے لگی ایک دوسرے کو جوتیان مار کے کہتا تھا کہ او مردود حرام زادے شاید
 مات کو جو انعام جتن خداوندی کا خداوند نے عنایت کیا ہوا اسکا حصہ تو نے ہم کو نہیں دیا آپ ہی آپ توجہ کر گیا ہضم کیا
 چاہتا تھا سو ہی قرعہ اوندی تجھ پر نازل ہوا ہر تیرا تنہ کالا ہو گا وہ دوسرا کل موہا بھی یہی جواب اور یہی خطاب اس کی جانب
 کر کے آسکو جوتیان مارنا تھا و صراط خوب جوتیان چلنے لگیں اور آپس میں کشت و کشتا کی کھوم کھا سلاز رہے تھے ایک ایک
 کے منہ بچٹ گئے لہو لہان تھے شور و غل جو زیادہ ہوا تو بوقت معمول یا قوت شاہ جبریل درگاہ لقا نے جو جا کے
 سنگ سیاہ پر قدم رکھا اور معمول قدیم یہ تھا کہ جہان یا قوت شاہ جا کے سنگ سیاہ پر قدم رکھتا تھا اسکے پاؤں کی
 آہٹ کے ساتھ لقا اندر سے آواز دیتا تھا کہ اے بندہ قدرت چہ تقدیر کر دیکر یا قوت شاہ کچھ اسکا جواب دے گئے
 اندر جاتا تھا تو آج اول خواص خدمتگار وغیرہ لغاردوں کے شور و غل سے اور سوا اسکے لقا سے

مشرک خداوند کچھ والا بنا بیوش اور خود فراموش کھڑا تھا کچھ جواب اور کچھ آواز یا قوت شاہ کے کان میں آئی اور شور
ایوم انشور بالہ سے قیلول گوش زد ہوا یا قوت شاہ گھر کے اندر جو گھس گیا تو اس نے دیکھا کہ کئی ہزار کشتہ کشتا گھوم گھا سا
قوت کی طرح لڑتے لڑتے لوہا ہاں ہو رہے ہیں یہ تھا شاہ دیکھ کر یا قوت شاہ حیران ہوا کہ آج یہ تقدیرات خداوندی کیسی ہو رہی
ہزاروں مضمویان بارگاہ اور مقبولان گناہ خداوندی کو پہنچانے کہاں سے آگئے اور کون ہیں آخر کو یا قوت شاہ نے
کچھ اور لوگ باہر سے بلائے حکم دیا کہ ارواں حوام زار سے رو سیا ہوں کو اور جلد بیان سے زیر قیلول آتا رہ اور پوچھو کہ
یہ کون لوگ ہیں اور کہاں سے آئے ہیں چار طرف سے لوگ کوڑے اور ہتھیان اور بانس لے لے کر چلے تو مار مار
کے ان سب مرد ہوں جو بد اردن خواص خدا شکاروں وغیرہ ٹپلے مالوں کو پرزے پرزے اڑا دیا وہ داد نید اور فساد
کوبہ کے کہنے لگے کہ ہمتو کچھ از بندے سرکاری ظان فلان میں غرض یا قوت شاہ کی عقل ذنگ تھی اور کچھ بات ذہن
ہیں اسکے نہ آتی تھی کہ یہ کیا کارخانہ قدرت خداوند تھا کہ ہر ناچار ہو کے اندرون بارگاہ گھسا اور اپنے جی میں کتا تھا
کہ اب چلے خداوند تھا کہ یہ حال دریافت کروں جو نہیں آئے اندر قہم رکھا تو وہاں دیکھا کہ واہ واہ واہ واہ اور ہی
لطفت اور نصفا ہو کئی سو بار گاہ نشین اوند سے پڑے ہوئے اور ٹھمن انکے چوتروں پر چلتے چلتے غور سی غور سی جو نہیں
تو تمام چربی آنکھ چوتروں پر گر کے جم گئی تھی انشرون کی چوتروں کے بال جھلکے گوشت کے جلنے کے چراہند اور
بدبو پھیلی ہوئی ہو کر کچھ انکو خبر نہیں جیسے پڑے تھے ویسے ہی پڑے ہیں اور ایک طرف چار سو پانچ سو عجیب الخلفت
کر آتے تھے منہ کا لے آتے تھے سفید زرد نیلے جوڑے زنگاری گلابی ہر مزی غرض ہر قلوب صورتیں کسی کی آدمی
ڈاڑھی نہیں ہو کسی کی آدمی موچھ نہیں ہو کسی کے سر پر سات کسی کے سر پر بارہ جوتیان ہیں کسی کی موچھ ڈاڑھی
بھون پلین سر کے بال سب تھکے ہوئے ہیں ایک طرف دیکھا کہ چار سو ساڑھے چار سو جیشیون خا کروہون سائیسون
شتر بانوں نیل بان میں عجیب طرح سے چپٹ چل رہی ہو یا قوت شاہ کی یہ ذنگ محفل خداوندی دیکھ کر عقل ذنگ ہو گئی
اور اپنے ہاتھوں سے منہ اپنا پیٹ لیا اور کتا تھا کہ آج بیشک خداوندی بیان نازل ہوا ہو ورنہ کوئی بات سوا اسکے
بجھ میں نہیں آتی یہ ماجرا کچھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب مجاب قدرت اٹھا کے خداوند کے پاس جاؤں تو یہ حال اور
اور یہ راز سر بہ قدرت خداوند کا کشف ہو اور میرے دل کی طمانیت ہو غرض یہ کہ اسکے یا قوت شاہ نے جو نہیں
مجاہب قدرت اٹھا یا تو دیکھا کہ عین تخت خداوندی پر ایک فقیر تنڈر ریچھ والا کڑھی اپنے ہاتھ میں پکڑے ایک ریچھ
نچل رہا ہو یا قوت شاہ کی ایک آتش غضب کا نون سینہ میں مشتعل ہوئی اور دود و دماغی اسکے دماغ سے اٹھا
مارے غصے کی ضبط منوسکا اور یا قوت شاہ نے یہ کمال غیظ و طیش مجھلا کے بڑے زور سے ایک کوڑا اس ریچھ
واسے قندیر کی پیٹھ پر کہ در حقیقت وہ لقا ہے مشرک خدا ہر مارا اور ضرب تازیانہ سے تمام پیٹھ اُسکی تھن ہو گئی اور
جیساختہ تڑپ کر اُٹھنے لگا کھول دی اور بیوشی جو کڑھی تو اس نے اپنے منہ اور اپنی صورت کا تو خیال بھی کچھ کیا نہیں
مدھنے یا قوت شاہ کو تازیانہ مارے دیکھ کر پکارا کہ اسی یا قوت شاہ جبریل درگاہ بندہ خاص یہ حرکت تو کیا کرتا ہو
ابھی میں تجھے دوزخ باد میں ڈال دوں گا تم خداوند یا ختر یا قوت شاہ نے اسپر بھی نہ پہچانا کہ یہ تھا مشرک خدا ہر
بہ مکمل غیظ و غضب سے دوسرا کوڑا مار کے کہا کہ او بد ذات ہم تو کیا کتا ہو اور دھوے مہسری خداوندی لقا کرتا ہو اب کی
تازیانہ کی چوٹ سے لقا چھلکے کہ یہ کتا ہوا ایک سمت کو بھاگا کہ ہاں ہاں اسو مغرب درگاہ میں یہ تقدیر شکو
میں نے شراب پی کے عالم مستی میں کی ہوئی مجھے یاد نہیں حال تقدیر کر دیم کہ نعم لقا سے بے بقار اندک درگاہ خدا
اور مرد شاہ مرد و یا ختری یا قوت شاہ تو میرا منور زند قدرت ہر اب سبھے تازیانہ نہ مارا اور خردار اپنے

خداوند حقیقی کے سامنے ایسی سبے ادنیٰ نہ کرتا اور جب وقت کوڑا کھا کے لقا تڑپ کر بھاگتا تو وہ ٹھنڈے جو عمر و سنی لقا کی ڈاڑھی کے ایک بال میں باندھ دیے تھے اور ایک بال میں ذرا سا پرچہ کاغذ نصیحت نامہ کا اس ٹھنڈے کے ٹٹے اور آواز سے لقا نے اپنے منہ پر جو ہاتھ بچھ کر رکھا کہ یہ ٹھنڈے میری ڈاڑھی میں کیسا بندھا ہو تو کوئی بال ڈاڑھی کا سوسے اُن دونوں بالوں کے لقا کے ہاتھ میں نہ آیا لہذا لقا نے اُن دونوں کو بھی توڑ لیا ٹھنڈے توڑ کے پھینک دیے مگر اُس رقعہ کو جو دیکھا تو اُس میں لکھا تھا کہ ابن کاظم وادعہ اور حیات قوت شاہ کو بھی لقا کی آواز سے معلوم ہوا کہ یہ خداوند لقا ہر اس میں لقا نے کہا کہ اسی یا قوت شاہ یہ تمام رسوائی اور زشت و خرابی وہ وزد بار یک گردن لک لک پاساربان زاہد عمر و عیار زری گیا تقدیر کر دیم کہ جلد اُسے گرفتار کر دو اور میرے سامنے لاؤ میں اُسے دونوں ہاتھ میں ڈال دوں گا جس حسب الحکم لقا کے یا قوت شاہ نے لوگوں کو بتا کر روانہ کیا کہ جلد گرو مرد کو دیکھنے آؤ بیان وہ وقت ہوا کہ شاہ عیاران عیار عمر و بن امیہ نامدار ہتر گرو مرد کے ٹھہر میں بیٹھے دعوت کھا رہے ہیں اور ہتر گرو مرد دھڑکتا ہوا اور کار و بار میں سرگرم ہوا اور خوردک عمر و کے پاس بیٹھا بتا کر کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے اُس کے گرو مرد سے کہا کہ خداوند ندادے نے یاد کیا ہوا گرو مرد نے کہا اچھا جاؤنگا اس میں عمر و نے کہا کہ اسی ہتر گرو مرد دیکھو جتنے تھے ایک عیار کی کر کے پچاس ہزار اشرفی لین اور پچے گئے تھکو مطلق کچہ ثابت نہ ہوا کہ وہ لعل بھی تھے کسی طرہ میں پانے کے ڈال دیا تھا یا یو یمن رکھا ہوا وہ لعل معری کا بنا ہوا تھا گرو مرد نے گھبرا کے اُن بالوں میں پانی بھر کے اُس لعل کو ڈال دیا تھا اور اس انتظار میں تھا کہ بعد تین روز کے اس لعل کو نکال کر دیکھوں گا لاکہ جو دیکھا تو وہ پانی باریے کا تمام گند لاگندہ سرخ رنگ ہو گیا تھا اس میں ہاتھ ڈال کے لعل کو دیکھا تو کہیں ذرا سا زہر بھی اُسکا نہیں تمام لعل گیا ارم زاد بخشی نے ذرا سادہ پانی لیکر جو چکھا تو کہنے لگا واہ واہ اسی بھائی گرو مرد ذرا چھٹنگا کے اسے پوچھو کہ کیا خوب شربت ہر بس گرو مرد کی رنگت سفید ہو گئی ہو ش جو اس بجانہ تھے دو گھڑی کامل اس صدمے میں نہ سے گرو مرد کے بات نہیں نکلی تھی عمر و نے کہا کہ اسی گرو مرد استغفار مجھے پچاس ہزار اشرفی کی محتاجی اور طمع نہیں ہوا اپنے پچاسوں توڑے زر سسرخ کے مجھے پیرو میں تو فقط تھیں اپنی عیاری کا مستحق کرنے کو اور انہی استاد ی اور دستکاری دکھلانے کو وہ لعل دے گیا تھا گرو مرد اور ارم زاد بخشی نے باہم چشمک زنی اور اشارہ کر کے کہ کوئی ایسی عیاری کیجیے اور ایسی بات نکلیے کہ اس وقت تو عمر و ہمدے بیان ہمان ہر کپڑا مناسب نہیں جب بیان سے نکل کے تھوڑی دور پوچھنے تو اسے پکڑ ویں اور اسکی زنجیل چھین لیجئے غرض یہ کہ دونوں عیاروں نے عمر و سے کہا یا شاہ عیاران عیار صدمے کی عین وہ پچاس ہزار اشرفی ان اسکی بھی لکھا اصل و حقیقت ہر گرو واہ کیا کہنا آپ کا کیا خوب عیاری اور دستکاری آپ کی ہر ہم معقول ہو سے ایک بات ہم آپ سے پوچھیں اگر ہم کو تبادلیجیے تو ہم کمال ممنون اور مشکور ہوں عمر و نے کہا وہ کیا بات ہو پوچھو میں تمکو ابھی بتا دوں گے ہرگز نہ چھپاؤنگا ہتر گرو مرد ارم زاد بخشی نے پوچھا خواجہ سلامت بھلا آپ شکل تبدیل اگر عیاری سے رنگ روغن ملے جلدی میں نہیں کر سکتے تو معجزہ زنجیل سے لکے وہ صورت بناتے ہیں یا ہفت اقلیم کا مال اسباب خواہ جو شہر چاہتے ہیں وہ آپ زنجیل میں بھر لیتے ہیں اور کسی کو اُسکا پتہ نشان کچہ نہیں داتا اور کلیم مجھ سے کی ہو اسے اٹھ کر غائب ہو جاتے ہیں یا جال الیاسی یا مشکیزہ خضر علیہ السلام یا منڈھی وانیال کی یا کند آغاسے یا صفا و غیرہ وغیرہ سب چیزیں تو پیروں اور آپ کے بزرگوں کا ہر کات ہر انکے انکی باعث سے آپ کے ہزاروں کام نکلتے ہیں وہ سب آپ کی زنجیل میں بھری رہتی ہیں مگر یہ فرمائیے کہ آپ جو ہزاروں فرسنگوں آن واحد میں پہنچ جاتے ہیں مثلاً میان سے تا ہفت میل خیل القہر کہ بارہ ہزار فرسنگ نہایت قصب راستہ ہوا سے آپ سات روز یا تھ روز میں طر کر کے میان ہتر لائے اتنی جلد رسی کا کیا باعث ہوتا جلد آپ کیوں کھلتے ہیں یہ ہمکو بتا دیجیے کہ ہماری سیلی ہو جائے

ہنر کرنے کا کہ اگر ہنرگر و مرد اور ایوانم زاد بخشی اسکا حال میں تھے کیا کمون جسوقت کہ میں سزار باو آدم صلی اللہ
 علیہ السلام کے وارد ہوا تھا تو جہان میں نے منڈھی حضرت وانیال کی اور یہ تہذیب اور جلال الیاسی اور کند آصفیہ ہنر
 وغیرہ برکات وہاں سے پایا اسی طرح سے اٹھارے راہ میں ایک ہزار پانچویں نے ایک گڑھا دیکھا کہ تمام سر سے پائون تک مکمل
 ہنر مقرر ہو اہرہم نہایت خوبصورت اسکا تھا اور ایک ایک بال اسکا تخت وہ صدکان جواہر معلوم ہوتا تھا میں نے جوہر بات
 کیا تو وہ جو تھے شاہوگر خیرینے سودی گڑھا حضرت عیسیٰ کا تھا تب میں نے بخشی تمام دو بال اس گڑھے کے توڑ دیے پس
 یہ ساری کرامات اور جلد روی اور دوندگی عجب میں انہیں بالوں کی بدولت اور انہیں کی برکت سے ہر جسوقت میں کہیں جاتا ہوں
 تو اس میں سے ایک بال اپنے تاج عیاری پر رکھ لیتا ہوں ہزار ہزار فرنگ آٹھ ہزار پانچویں جاتا ہوں اور مطلق کسل
 راہ مجھے نہیں معلوم ہوتا ہر ہنرگر و مرد اور ایوانم زاد بخشی نے جو یہ حال بالوں کی کرامات کا سنا تو بہت خوش ہوئے کہ اس میں
 مشورہ کرنے لگے کہ اگر وہ دونوں بال کسی گھات کسی فریب سے ہاتھ آجائیں تو کیا خوب بات ہو اور یہ مشورہ کر کے ہنرگر و مرد
 عمر و سے دست بستہ ہو کر کہا کہ یا شاہ عیاران عیار ہر چند کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ استاد اور عرض ہماری آپ منظور اور قبول نہ
 کریں گے مگر ہم پیش خود یہ تجویز کر کے مصرع چہ نسبت خاک را با ظلم پاک ہوا آپ سے کچھ مناسب نہیں اور آپ کو سب طرح کی
 طاقت اور سب طرف کا مقدر دیکھ کر کیسے برکات آپ کے پاس ہیں دہڑنے اور تیز رفتاری کی کچھ اتنی اختیار نہیں اگر جاؤ گے
 ہفت اقلیم جمع ہو کے آپ کو محاصرہ کریں اور چار طرف سے راہیں بند ہوں تو آپ منڈھی وانیال کی نکال کے اسی مقام پر
 مقیم ہو جائیں اور دم بھر میں سب ساحر و لون کو مار کر جو ہر چاہیں اور آپ نکلیں ان اگر کڑواہی آمادہ قتل آپ کے دشمنوں
 کے ہوں تو آپ کو بھاگنے کی حاجت نہیں ہو آپ کلیم عیاری اوڑھ کے جس طرح چاہیں جیتے قہقہے راستے باطنیان خاطر
 شریفیے چلے جائیں اور کوئی آپ کو نہ دیکھے نہ سہرا ہو سکے علیٰ ہذا القیاس ایسے ایسے برکات کی چیزیں آپ کے پاس
 بہت سی ہیں کچھ آپ کو کہیں بھاگنا نہیں پڑتا اپنی خوشی سے یوں چاہیں آپ جلد چلین چاہیں آپ آہستہ چلین یہ کچھ فرض ہوئے
 نہیں کہ آپ مور کی طرح سے اڑ جائیں اور اس میں آپ ذریعہ اور وسیلہ کسی برکات اور معجزے کا ڈھونڈیں مواءا کے آپ
 کی چال بھی وہ ہو کہ ہم سب سرنگ کے رہ جائیں تو آپ کے نقاب میں وہ ڈکرا آپ کے قدموں کی خاک کو نہ دیکھ سکیں اور کہیں
 آپ کو نہ چھو سکیں لہذا امید وار ہیں کہ وہ پاس ہزار اشرافیان جو آپ محل مصری کا بکودے کے بیٹھے تھے وہ جیتے بخوشی خاطر
 آپ پر تصدیق کریں اب سر دست اور تو حاضر نہیں لیکن چالیس ہزار اشرافی اور آپ کی نذر اور تواضع کرتے ہیں وہ دونوں بال جو
 خرمی کی آپ لائے ہیں وہ ہر کوئی نہایت کیسے کہیں کہ بکودہ وادش مات دن رہتی ہر تمام عمر وہ آپ کے ممنون اور مشکور رہیں گے
 عمر و نے کہا کہ سبحان اللہ اگر ہنرگر و مرد یہ آپ عیاری اور اپنی استاد کی اسوقت کھاتے ہیں بھلا سنو تو لہذا کائنات عیاری
 تو دوتا رہی ہے اور وہ دونوں بال دم خرمی کے تیر کا اور تینا میرے پاس ہیں اگر میں نے وہ دونوں بال پاس خاتمہ ہنر
 مایع دنیا کہ تم عیاری کر کے چالیس تھیلیاں زرخ کی طبع مجھے دیتے ہو تمکو حور کر دیوں تو چہرہ تہے لینا غیر ممکن ہے میں ہمیشہ
 بحرین جہان ہزار وادوش ہو چوں وہاں تم آن واحد میں ہونے کے مجھے گھر تو آئندہ جنگ دو سردار واللہ اعلم بالصواب
 کون جیتے کون ہاوسے تو اس مقدمہ میں تم دونوں صاحب مجھے مذکور رکھو اور کوئی چیز ہوتی تو میں بخدا ابھی تمکو دیتا اور
 بال تم لیکے کیا کرو گے تم تو آپ ایسے جدر رفتار اور تیر و ہو کر میں نے ہزاروں لاکھوں پیک اور عیاروں کو دیکھا کسی کو ایسا
 جلد چلنے والا نہیں پایا ہنرگر و مرد نے کہا یا شاہ عیاران عیار تو یہ استغفار ہماری کیا مجال جو ہم آپ سے عیاری کر کے
 گتے ہوں یا آپ سے فریب یا دغا کا ارادہ رکھتے ہوں اور طبع وین کیسا وہ چالیس تھیلیاں زرخ کی تو حاضر ہیں یہ مجھے
 اور یہ کہنے کے جھٹ پٹ ایک کو عیاری میں ایک صندوق رکھا تھا اسکا قفل کھول کر چالیس توڑے اشرافیوں کے

نکال کے عمرو کے آگے رکھ دینے اور ہر ایک توڑے کا منہ کھول کے اشرافیان دیکھائیں عمرو نے کہا خیر اسی مہتر گرد و مرد و عیسیٰ شیب راہ
 پر ہی بہ راہ ہوتے عیاری نہیں کرتے اور ہتھارے قول و فعل کا خدا حافظ لودہ دونوں بال و جو رہیں مگر خبردار زنیہار کوئی نہیں
 اور کوئی جمل نہیں نہ کرنا یہ کہہ کے دو بال اتھائی ڈاڑھی کے زنبیل سے نکالی کے مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی کو حوالہ کر دیے
 اور وہ چالیس توڑے اشرافیوں کے مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی کے سامنے سلطنتہ زمین اٹھائے زنبیل میں رکھ دیے مہتر گرد و مرد
 اور ارم زاد بخشی بالوں کو دیکھ کر جو حیرت سکتے کی صورت رہ گئے اور فرما شادی سے پیر ہن میں پھوٹے نہیں سلسلے تھے اور ڈالو
 آپس میں اشارہ کرتے تھے کہ چالیس ہزار اشرافی کی کیا حقیقت ہو اگر اس وقت عمرو زیادہ محبت اور طبع کرتا تو ہم سب اسباب نقد
 جنس اپنے گھر کا بیج کر کے جہان تک ہو سکتا عمرو کو دیتے اور یہ دونوں بال لے لیتے ہو وقت اپنا ہم گھر بیچ ڈالتے بلا سے
 عجب یہ بیان سے پچاس کو س آگے سمت شہر سجان پونچھ اس وقت ہم بھی بال کیل کیل اپنے سروں پر بانہم کے دم بھر
 زمین و بان جا پونچھ گئے اور یہ ایک ہو گا ہم تم دو ہونگے چار طرف سے آسکو محاصرہ کر کے بھاری گرنہار کر لینگے اور ساری
 گرامات اور سباط کائنات اور ہفت اقلیم کی دولت اور تمام عمر کی کمائی زنبیل میں ہر اسکی زنبیل پھینکے پھر یہ بیرست
 پا ہو جائیگا غرض مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی تو اس خوشی میں تھے کہ ناگاہ عمرو اپنی ٹھہری ٹھہری بانہ سکر اٹھ کر کہنے لگا خدا
 حافظ اسی مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی اب ہم رخصت ہوتے ہیں کس لیے کہ ابھی ہمیں جا کر شہر سجان میں شاہزادہ بدیع زبانی
 کی خبر لانا ہے اور چالیس دن کے درمیان میں ملک بربر میں پونچ جانا ہے مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی نے کہا بہت بہتر
 گریہی چاہے تو وقت مراحت شہر سجان سے ہمے بھی ملاقات کرتے جانا عمرو نے کہا بشرط زندگی و فرصت یہ سبکے عمرو
 رخصت ہوا اتنی دیر میں دو چوہدار روڑتے ہوئے اور آئے اور مہتر گرد و مرد سے سنایت تاکید سے کہا کہ جب میل
 درگاہ یا قوت شاہ نکو یاد کر رہے ہیں اور تم ابھی تک حاضر نہیں ہوئے جلد چلو مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی نے کہا کہ صاحب
 حاضر ہوتے ہیں البتہ کونسا کام ضروری ہے پیش ہر جگہ واسطے یہ تھک اور تاکید تم کہتے ہوئے آئے ہو بارے کہہ رہے
 بچے اور دونوں بال ایک تو مہتر گرد و مرد نے اور ایک ارم زاد بخشی نے اپنے تاج عیاری میں رکھ لیا اور خوشی خوشی چلنے
 کے ساتھ بڑی تمکنت اور غرور سے چلے بیان یا قوت شاہ جب میل درگاہ لقا کولہ اباہ میں پکڑے فحشہ میں بھرا
 ہوا چوہدار بھیجا جاتا ہے کہ جلد مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی کو لاؤ اس عرصہ میں یہ دونوں یعنی مہتر گرد و مرد اور ارم
 زاد بخشی پونچھے یا قوت شاہ کو سلام کیا یا قوت شاہ نے کہا کہ انہو طاؤس حسد میں لقا تھے اسدرجہ غفلت اور
 بیخبری اور یہ تمکنت تیرے مزاج میں ساگئی ہو کہ میں ہر جگہ سے کھڑا اور پچاس چوہدار تیرے بلائے کو بھیج چکا ہوں
 اور تو نہیں آتا عمرو عیار حمزہ کامیان کیا غضب کی عیاری کر گیا ہے مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی نے ابھی یہ کلام یا قوت شاہ
 کی زبان سے پورا نہیں سنے پایا نا تمام تھا کہ آگے بڑھ کے بڑے غرور اور باکین سے وہ بال دیکھا کہ کہا کہ آپ
 جبریل قدرت خداوند زاہدے ہیں جو چاہیں سو فرما میں عمرو کیا عیاری ہمارے سامنے کر کے چلا جائیگا اور قسم
 اس سے کیا فاضل ہیں یہ دیکھتے ساری سباط کائنات میں پونچھی جو کرامات عمرو کی تھی وہ تو سنے اس سے
 چھین لی کہ انھیں بالوں کے زور و طاقت پر وہ بہت کد تا پھرتا تھا اب وہ ہے بچہ کمان جائیگا یا قوت شاہ نے
 جو ان بالوں کو دیکھا تو ہچا کر کہ یہ لقا کی ڈاڑھی کے بال ہیں زیادہ تھنچہ سلا یا اور یہ کمال غیظ و غضب و دھڑکراہیک
 ایک کھڑا مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی کے مار کر کہا کہ اوچہ ذات حرام زادہ یہ بال تو خداوند لقا کی ڈاڑھی کے
 ہیں عمرو کی کیا بے ادبیان اور کیسی کیسی گستاخیان کر کے خداوند کی ڈاڑھی موندھے گیا ہے اور تم یہ بال نفسیہ
 ہم کو دکھانے کو بیان لائے ہو میں یہ حال سنے مہتر گرد و مرد اور ارم زاد بخشی دونوں کا رنگ زرد ہو گیا

اور محمد پر مرد دنیاں سی چٹائیں کجا کڑ کے بیٹھ گئے یا قوت شاہ سے پھر تازیانے اٹھا کے کہا او جہاں زادو
اب تم فیل لائے ہو بس تم جاؤ اور غم مسر و جہان ملے تلاش کر کے آؤ ورنہ قہر خداوندی میں مبتلا
ہو گئے اور ایدہ آباد تک اونٹن باویہ میں پڑے سڑا کر دے آؤ کہ تاج چارہو کے مستر گرد و غم و اور از م زاد
نجشی دونوں عیڑ تباش شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار جاتے ہیں اسکے آگے دیکھے کیا ہوا نہیں تو نہیں

جب تک شہدستان فرحت بیان شاہزادہ عالی شان بدیع الزمان گرد شکر شکن اور حالات ملکہ گوہر

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خِرَافَاتُ كُنُوزٍ عَلَيْهِ الثَّمَنُ وَالْعَذَابُ بِهِ مِمَّنْ كُتِبَ لَهُمُ

کہ جس وقت گنجاہ بن کجور بن ملک حرمان دیو کش نے ہمالیہ دروازہ ترکیب کو واسطے محاصرہ اور سد باب
کونے درہ غور نیر کے بر سر شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر کن بھیجا اور آپ ح لشکر بیکران اور افواج
سینہ پایان سمت چار باغ تہیہ گرفتاری ملک گوہر ملک سوار ہو کے چلا آتا ہے راہ میں قبر آمد ہر فرخ شیران
اور فرامرز بن نوشیر دال اور اپنے بیٹوں کی جوستی تو پست کر رہا ہے استقبال ہر مزاد فرامرز سمت دیہاتے زفا
روانہ ہوا یان چار باغ ملک حرمان دیو کش میں ملک گوہر ملک کو جو یہ خبر پہنچی کہ گنجاہ ح تمام سرداران اور
سپہ سالاران اور افسران فوت اور سوار و پیادوں و فیرہ کے اپنے لشکر و سپاہ کو ہمراہ لے کے پہلے تو میری
گرفتاری کو اس طرف آتا تھا ہوا کے شاید کچھ سردار اور بھائی میرے ملک پر برسے آتے ہیں انکے لینے کو سمت
وریا سے زخار گیا ہر اور تمام شہر خالی ہو ملک گوہر ملک نے از راہ اولو العز می پیش خود تجویز کیا کہ میں نے بزبانی
اکثر کاہرین اور مقبرین سنا ہر کہ ملک گوہر کو یہ بانو نے جو مان شاہزادہ بدیع الزمان کی ہیں اکثر اوقات نقاب
منہ پر ڈال کے لکھ لکھا سوار اور پیادوں میں کار رستمانہ اور دلیرانہ کیے ہیں پس میں بھی تو ہوا سکی اور ناموس
انکے بیٹے شاہزادہ رستم مولت کی ہوں جس نے یکہ و تھا ملک سنجان میں فروج کر کے ستائیں شہن
لشکر گنجاہ پر مارے اور بنجان واحد لکھ لکھ کفار میں کیے کیے کار نمایان کر کے نکل گیا ہوا ایسا وقت
اور موقع پھسکہ بان لکھا کہ فرقہ سپاہ میں سے کوئی متنفس شہر سنجان میں نہیں ہو کہ بھنوں اس حدیث
شہریت کے کہ السعی سنی والا تمام من الدین چلے شہر سنجان میں اپنا عمل دخل کر لون غرض
یہ تجویز کر کے مشورہ و شراکت فضل بن گیا ہو ر خون آشام و فیرہ ترک جو شن پوش اور قاتل
زنگی کو تو چار باغ کی محافظت کے واسطے وہیں تعین کیا اور آپ ح فضل بن گیا ہو ر خون آشام
و فیرہ جان نشان ان شاہزادہ خالی مقدار راہ چالیس ہزار دیسہران عرصہ کارزار اول شام
چار باغ سے سوار ہوئی اور صبح ہوتے ہوتے دروازہ شہر سنجان پر پہنچی یہاں تک کہ دروازہ
شہر تباہ کا وہی کھلا تھا کہ ملکہ عالم مع رفقا سے شاہزادہ خالی شان اور سواران جا ن نشان بسم اللہ
کے اندرون شہر داخل ہوئی اور جو وہاں ہزار دو ہزار سوار پیادے سے مستعد تھے جس وقت کہ وہ کچھ
تعرض کرنے لگے اسنے پہلے انھیں سب کو تہ تیغ بیدر فح کر کے خاک و خون میں لٹا دیا بعد اسکے شہر خان میں
تلوارین کھینچ کھینچ کر سب آگرے اور آمادہ کفار کشی ہو کر قتل عام کرنے لگے یہاں تک کہ کافروں
کو جا امن کی نہیں ملتی تھی کہ اپنے تئیں بچائیں غرض کہ کئی ہزار کافروں کو جنسیم واصل کر کے
لاش پر لاش و مڑ پر مڑ دے پر مردہ گرا تے جاتے تھے اور چار طرف کافران الامان کی بلند ہوئی فصل

بن گیا ہو خون آشام جواب دیا ہوا کہ امان بشرط ایمان جو کوئی کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہوتا تھا اسے چھوڑ دیتے تھے اور باقی
 کفار کو قتل کرتے تھے آخر نوبت یہ رہی کہ ہزاروں آدمی مشرف باسلام ہوئے اور کفر و کافری پر نفرت کر کے بخلوص نیت ایمان
 لائے ملک گوہر ملک جا کے اپنے محل میں داخل ہوئی اور چار لکھ غنیمت خاتون اپنی ماں کو قتل کر کے ملک غنیمت خاتون نے کہا کہ بیٹی
 میری قتل کرنے سے تیرے ہاتھ کیا آئیگا بلکہ اگر میں زندہ ہوں تو سو مرتبہ تیرے کام آؤ گی ملک گوہر ملک نے یہ گفتگو مان گئے
 سر جھکا لیا اور اس کے قتل سے دست کش ہوئی تجھے گنج خزانے اور جو اہر خانے کے تھے سب پر اپنا محل اور قبضہ کر کے چوکی پہرہ
 دھڑا دیا اور جو ازناہ تیرہ دلی اور تھریک دروئی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کی پیشانیوں میں داغ دلو کے شہر بدر کروا دیا اور
 لکھنؤ کو روپیہ اپنی فوج اہل سپاہ کو انعام عطا کیا بعد اسکے فضل بن گیا ہو خون آشام نے جتنے دروازے شہر سنبان کے
 تھے سب کو بطور قلعہ بند دھڑا دیا اور ان کے ترتیب دیکھے فسیلون اور برجوں پر توپیں چڑھا دیں تیل کے کڑھاؤ بارود کی ہندوستان
 کوڑک کے پوسے اور سب سامان کو لوہا بارود پھرے جو کچھ واسطے قلعہ کی لڑائی کے چاہیے تھے موجود کر کے گورہ اندازوں کو حکم دیا کہ جس وقت
 گنجاب کی آمد یا کسی اور سرداران گنجاب کو مع فوج و سپاہ آئے دیکھ ہمارے حکم کا انتظار نہ کرنا بلکہ قاتل نامادہ رزم دیکھا ہو کہ
 محتاج بہ دید نہ گورہ انداز خلاصی سب مسلح اور مکمل سرخ سرخ پگڑیاں سروں پر تھک کے پیچ چھوڑے اور یعنی دوپٹے چنگے کروں
 یا نہ سے ان کے غموی کے گلے میں پانچاے گھٹنے تک پانوں میں پہنے تو پون کے سرے سمت میدان کیے متناہن روشن کیے اور آخر
 شعلے پھرتے ہیں اور کمانداران و ناوک انداز اور بان داسے سرخوش اور جان نثار جوان عرصہ کا زندہ آوارہ مرگ اور میاں سے قضا
 کیننگاہ میں بیٹھے ہیں بعد اسکے گرد پیش چار حوت شہر نپاہ کے خندق کھدو اگر چہ آب کر دین اور کچھ جاسوس ہر کارے چہری
 وغیرہ لوگوں کو واسطے سرخ رسانی اور تلاش شاہزادہ بدیع الزمان کے روانہ کر کے ملک گوہر ملک نو خند شریف آوری شاہزادہ
 عالم نظام کی ہوئی اہل اپنی ماں ملک غنیمت خاتون کو تھلیہ میں بٹھلا کے بھجوا دیا کہ امان طمان آپ کو معلوم ہو یہ شاہزادہ بدیع الزمان
 عالی شان فرزند سلطان عالی شان امیر حمزہ صاحبقران کا جان و روح ہر او خسرو بلا دہندوستان لندھوور بن سعادان
 رفیق اور ملازم امیر حمزہ بالوقیر کا لہر ہوا خواہ بلا اشتباہ شاہزادہ بدیع الزمان عالیجاہ کا ہو اگر آپ آج شاہزادہ عالم کے ساتھ کچھ
 اتفاقات بزرگانہ فرما کے سلوک کر لیں اور شاہزادہ والا گرو اپنا کر بھگتی جس وقت شاہزادہ عالی منزلت آپ کو اپنا قبیلہ و کتبہ بھجوا دیا
 پیش آئیگا اور لندھوور بن سعادان سینگا کی سرے آگاہے ولی نعمت کے ساتھ ملک غنیمت خاتون نے ایسی ایسی دوسو زبان اور
 خدمتیں کیں آپ کا ہزار جان و دل غم میں جائیگا خانا خواستہ اگر آپ کو شہادت پڑھ کے اسلام نہ قبول کر لیں اور اطاعت سے
 شاہزادہ بدیع الزمان کی نفرت ہو کے یہ بھی پیش آئیں تو میری بات اس وقت کی خوب یاد رکھیے گا بھول نہ جائیگا کہ خسرو بلا دہندو
 سے آپ کی موافقت آنا اور صحبت برابر ہونا تو معلوم نہ گویا آپ نے ایک اور پانچ دشمن پیدا کر لیا تا قید حیات اگر آپ چاہیے کہ آپ
 اور لندھوور سے پھر صفائی ہو یہ غیر ممکن ہو ملک غنیمت خاتون کہ ایک مدت سے شبیہ خسرو بلا دہندو کی دیکھ کر دل و جان بے چین
 ہمال اور فریفتہ حسن و بر تنال لندھوور کی ہو اور تصویر لندھوور کی ایک پرت لباس پر کندہ کروا کے اپنے گلے میں ڈالے ہر وقت شبیہ
 حالت تشویش میں بیخود و خطر بہ شر زبان پر لاتی ہر شعر دل کے آئینے میں ہو تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لیتی اور کبھی فطرت
 اشتیاق اور کثرت درد فراق سے جو زیادہ تر قیاب ہو جاتی ہو تو وہ دو تین دنوں میں جو خواب اس تصویر کو دیکھا کرتی ہو اور اس کے پوسے
 لے لیکر سو سو بار تصدیق اور تبارک ہو ہو کے عالم خود رشتی میں کستی ہو دو ہا کماہ ہوت دیکھے سکھی جو نہیں من میں سریرہ اور کھد کھد
 آنکھ کی حالت عشق کی بیڑ اور کبھی یہ باغی کسی آئندہ کا گھبرا کے پڑھ آئینی ہو باغی خواہش دیدار جسکو ہوتا کہ تصویر یار وہ بہرہ
 کھنچا منگوا لے اور دیکھا کرے بلکہ میں حسرت زدہ یہ پوچھتی ہوں دو سستہ ہو فقط باتوں ہی کا شوق ہو وہ کیا کرے :
 جس وقت کہ یہ حال خسرو بلا دہندوستان لندھوور بن سعادان کی ہوا خواہی شاہزادہ بدیع الزمان کا سلام جانا کر لندھو

علاقہ شاہزادہ عالم سے رکھتا ہوں اور بیان دول دھوی عبودیت کا لندھور کو شاہزادہ بدیع الزمان سے جوتنوں کے بیٹے یعنی ملکہ گوہر ملک سے لگے لگی کرداری اس شاہزادہ بدیع الزمان کو میں نے کس دن اپنے بیٹوں سے کم سمجھا تھا اور میں تو ہمیشہ پر واناہی صورت کی رہی ہوں اب جو کچھ مجھے خدمت و دوسوزی شاہزادہ بدیع الزمان کی ہو سکی حتی المقدود میں کو تاہی کہی نہ کرونگی اور بقدر حق و ایمان ابھی مصلحت و ات نہیں کہ میں مسلمان ہو جاؤں جب وقت سامت ہوگا تو میں اعتقاد بدل اور اقرار باللسان کرونگی اور لاشک و لاریب کا طیبہ پڑھ کے شرف باسلام ہو جاؤنگی میری بات میں کبھی فرق نہ پڑیگا غرض یہ کہ اب ان بیٹوں میں بڑی نسبت ہے اور دونوں بالاتفاق قنطر تشریف آوری شاہزادہ آفاق بدیع الزمان کی میں انکو تو اسی طور پر چھوڑے

اب شمرہ حال گنجاب علیہ اللعن کے بیان کیا جاتا ہے

کہ گنجاب جو مع لشکر اور سپاہ چار باغ کی جانب سے مراجعت کو کے سمت دریا تہمہ ملاقات اپنے بیٹوں کے مخاطب اور گنجابا ہو چکا تو وہاں استقبال ہر مزین نوشیروان اور فرامرز بن نوشیروان کا کر کے خواجہ کراڑ الدین ملک بختیارک شوم کا فوجین سے اور اپنے بیٹوں سے ملاقات کی اور وہیں لب و لہذا پانچیمہ استاد کر کے تیاری دعوت اور جشن شادمانہ میں مصروف ہو ہوئے۔ طائفے اور باب نشاد کے طلب کیے محبت ناچ گانے کی ہوئی تھا پٹیلے پر پڑی آواز ہو شاہوش نوشاوش کی سرسازگی کا بامین کی ملک آسمان کو جانے لگی خنبان سراپا از اور سلطان خوش آواز کا جو بن اور ساقیان سرطاعت اور ماہ صورت کے دور کی درحوم اہل محفل عالم مستی میں کہہ رہے تھے قطعہ بن کب سے تھاتیرا اشتیاقی ساتی : مدت میں ہوا ہو تو ملاتی ساتی : جاتا رہیہ اور جلد بھر دے پیالہ : شیشے میں جو کچھ رہی ہو باقی ساتی : ناگاہ سامنے سے ایک جوڑی ہر کار سے کی گردن آلودہ پسینے میں طوق عرف بوق ترہر سرسیمہ اور مضطر بھفور گنجاب کے بعد وفادار تہے پیگیری پکاری کہ پیگیری رسل کی عمر وراز ہو ملکہ گوہر ملک پیگیری زادی نے مع فضل بن گیا ہو ر خون آشام چار باغ ملک حرمان دیوکش سے فوج کشی کی کہ شہر خجانب میں اپنا محل دخل کر لیا اور تمام گھوڑوں پر خزانوں کے اور جواہر خانے وغیرہ کے چوکی پہرے اپنے بھلا کے لکھوکار و سہ خزانوں سے نکلوا کے اپنی فوج و سپاہ کو تقسیم کر دیا اور شہر داشت نبل از مومن کی جاری ہو شہر منہا کے دروازوں پر توپیں نیل کے کڑھا کر رکھ کے پوسے باوجود کی ہندیلین چڑھو ادین میں گورا از از کما غار وغیرہ ہزاروں جوان فیلبند و راز سے پر فیلوں برجون پر آمادہ رزم و پیکار بھیجے ہیں گنجاب نے جو یہ حال خراب اپنے بھلا کے اور خزانوں اور جواہر خانوں وغیرہ دولت و مال کا ستاؤ اپنے دونوں اہل خنوں سے سر و سینہ پیٹ کے ڈاکڑی کو زور و آلا اور شہر اپنے دانتوں سے چھاتا تھا اور کتا تھا مصرع دیگر کہ کالیہ کہ از ماہ راست : ملک بختیارک شوم کا فرید بن جو بڑا بگنجاب کے بیٹھا تھا اسنے پوچھا کہ اسی پیگیری رسل گوہر ملک کون ہے گنجاب نے کہا کہ میری بیٹی ہے بختیارک بیٹی کا نام شنگے پکارا صلاوۃ بر محمد اسی گنجاب مجھے یقین کامل ہوا کہ گوہر ملک شاہزادہ بدیع الزمان پر شیفہ و فرنیہ عاشق زار ہو جائے ایسی حرکت نوکی اور اپنے ملائین کام کیا اسی گنجاب اب تم ملک خجانب کی خزانہ والی اور حکمرانی سے ہاتھ دھو بیٹھو یہ سرزمین اب اسلام آباد ہو جائیگی اور یہ ملک حقیقتہ اختیار میں بدیع الزمان کے ہو گیا ایسے کہ ان خد اپر ستون کا قدیم الایام سے یہی معمول اور دستور ہو کہ جس اعلیٰ درجہ میں خود کرتے ہیں تو وہاں پہلے ایک داغ حاکم شوم کے دل پر اسطرح کا دیتے ہیں کہ اسکی بیٹی یا بیٹی سے عشق کر کے اس کے ملک اور سلطنت کو اپنے قبضے میں لائے ہیں اور اس سرزمین کو ایک قوم اسلام آباد کر کے اس کے قدم رکھتے ہیں گنجاب نے بختیارک کی طرف دیکھ کر لالک عجیب خلقت مسنون کی صورت زرد رنگ کوتاہ گردن تنگ پیشانی و لہذا زنا اور فلفطہ شیطانی کی ساری علامتیں متحدہ پر عیان گرہ کے سی آنکھیں لگے ہیں طوق لغتی کا پڑا ہوا ایسے خرافات اور ہزلیات کہ پوچ اور ملا طائل بخوت و خطر میرے روبرو نکال دیا : ہم جو ہم ہو کر کہا کہ اس نام مقول اس گفتگو سے بیہودہ اور فضول سے تجھے کیا حصول اس زیادہ گوہر کا صیغ سخن تا پیر سند لب بستہ دار : بختیارک نے گنجاب کو بچ و تاب کھاکے یہ گفتگو سے تذکرے جو دیکھا تو کہنے لگا کہ یا پیگیری رسل تو میری باتوں سے کچھ اپنے جی میں ہوا اور فرامرز

حقیقت اور ذلیل بنو یہ بات کہ تیرے گھر میں نئی نہیں ہوئی ہو۔ ابتدا تو اس عشق اور عاشقی کی انہیں دونوں صاحبوں کے گھر سے شروع ہوئی تھی میر حمزہ صاحب بقران نے ملکہ ہر نگار چو بی نوشیروان ملک اعدا دل کسر کی اور میں انہیں دونوں صاحبوں کی حاشق و فریفتہ ہو کے ملک و امن میں اپنا عمل دخل کیا اور نوشیروان بن مقیاد بن کیتیاد بن فریدون ایسے شہنشاہ و شہنشاہ بنو اتین سجدہ گاہ ظل اللہ تعالیٰ و محترم غرہ اندازے ایران و توران و خرو و دمان کا سا بیان دیکھا بیان کہ جنگی بارگاہ میں چھ سو حکیم چھ سو دیگر بارہ سو تاجدار کی سی نشین انعام سود جو دیا و ملت چو میں سو پلوں پر یہ تخت سوا کہ کیا اور گرد سوار حاضر رہتے تھے آستانج و دہیم و فوج اظہر چہرہ و علم جاہ و شہم خزینہ و فہم اہل و خیال مال و مثال سب تباہ و برباد کر کے اس درجہ کو پہونچا دیا کہ اولاد کی بھی دونوں مرشدانہ سے کل آفاق کے ہر منزل پر فرامرز آج اس مصیبت سے و برباد خاک ہر ہو کے تیرے ملک میں آئے ہیں اور تیرے بیٹھے ہیں ہر منزل پر نوشیروان نے یہ گفتگو اختیار کی کہ تم نے مجھ کو کہا اسی مادہ خطابہ تو کیا جنگی اعلام ہو کر اور ہرگز تو اختیار کرنے کہا کہ اسی ہرگز تیرے نہیں شہنشاہ کہ ہر خود در اندازہ ہر شہادت کسی کہنے لگنا ہے تو خود اسی و درویش مبتلا ہو گئی شہنشاہ و شہنشاہ بنو اتین حمزہ صاحب بقران کا بیٹا ہوا ہے خیال اس کے مصرع میراث پر خواہی دو علم پر راز و اپنے باپ کے قدم بقدم اتنا اس ملک سنبھال کے اسلام آباد کرنے کا اپنے دل میں مصرع اور حکم کر کے اس ملک میں خروج کیا ہے اور چلے گنجاب کی بیٹی ملکہ گوہر ملک سے راجہ دوستی اور اتحاد کا باہم ہو چکا ہے اسکو اپنے اپنے قابو میں کر لیا اور ہر شہادت پر صفا کے مسلمان کیا اور ملکہ لاکھ دل و جان اپنے شہنشاہ اور فریفتہ شہنشاہ و بیلیج الزمان کی ہر کتاب و قوسے شاہزادہ بدیع الزمان کو فرمازدانی اور حکمرانی کا ملک سنبھال کی ہر حق اور بجا ہر اس میں اب شک و شبہ کوئی نہیں یوں گنجاب جو چاہیں کچھ کہیں ماریے ملک سنبھال تمام چند روز میں سن لینا کہ اسلام آباد ہو جائیگا میں اس میں سر موجود نہیں کہنا صحیح کہنا ہوں اور میرے کہنے کا اگر کسی کو یقین نہ آئے تو پھر چند روز میں دیکھ لینگا میرا حق و دلائل کھل جائیگا گنجاب اس گفتگو سے اختیار رک کی حمایت و بکریہ اور کشیدہ خاطر ہو کے شب و وقت و بان سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے جو کے مع اپنی فوج و سپاہ کے شہر سنبھال کی طرف روانہ ہوا اور دینار کیے قریب شہر سنبھال کے آہونچا اور چار طرف سے محاصرہ کر کے آباد جنگ ہوا افضل بن گیا ہو رہے تھے کہ ان کو یہ دن سرفروشی اور جان بخشی کا ہر اس بہادر و خبردار کو اپنے ہی میں ظلم یا اس دہر اس نہ لاکھ بخت و خطر بہ جون فسیلون پر سے ناوک اندازی کر دیا کہ گولے تو پچھا مارو یہ سب کفار نابکار و کھوٹاں واحد میں پیدا ہو کے زار سی ہو جائیں گے چنانچہ جب اس طرف سے لشکر گنجاب کے سوار و پیادے حملہ کو کے قصد کرتے تھے کہ خندق کو طوق کر کے زار شہر پہنچا ہوا ہو چکے اور سپر حیان لگانے فسیلون پر جون پر چڑھ جائیں اور اس طرف اتر کر دروازہ شہر نہا کا کھول دیں اور جو حصہ دینا سے افضل بن گیا اور خون آشام اوپر سے گولہ اندازوں اور تفنگ اندازوں کا تارون سٹامس درجہ بارش تیرا و گئی کہ اور پھر وہ کی افواج کفار پر کی کہ کوس کوس کوس تک فوج گنجاب کی سپاہ ہو کے جہان تہاں در خون ٹیلوں و دیگر دن کا کھول کر لے کھڑی تھی اور کسی کا حوصلہ ایک قدم آگے بڑھانے کا نہیں پڑتا ہزاروں کفار و پیادے مارے ہوئے تھے چھروں اور گولہ کی پھنسی ہو کے مانند زار و زفن کے بردے ہو پڑا زکمان جنم واصل ہوتے جاتے تھے انتہایہ کہ چار روز صبح سے تا شام فوج کفار تیرہ انتہا ہونے سے سوطح کی سی اور کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ دیا آخر کار پانچویں روز گنجاب نے اپنے لشکر کو اس حرب و ہیکار سے سادہ سے طاقت کو کے کہ کتا دقتیکر میں نہ کہوں اب تم قصد جرش اور تیرہ جنگ نہ کر وادہ یہ حکم دے کے اپنی بارگاہ میں نہایت منوم اور کٹر مصر بکریاں تفکر بٹھایا یہ سوچ رہا تھا کہ کون سی تدبیر اور کیا راہ نکالوں جو پھر اپنے شہر اور ملک والوں پر قابض ہوں ناگاہ سامنے سے ایک عیار گرد و غبار میں آلودہ اندرون بارگاہ نمودار ہوا اور ہر گاہ پر سے گنجاب کو حیران کر کے تیرہ وادہ شہنشاہ پھیری حرم کی رملک نجم سے قاہر بن قہرمان بھی پھیرنا سرسل رتقا کا ایک لاکھ بیس ہزار سوار آپ کی ملاقات اور احاطہ اور نفرت کو آگاہ گنجاب نے جو یہ حال سنا تو اپنے دل میں سوچا کہ قہرمان نجم بھی پھیرنا سرسل خداوند

ہم مرتبہ میرا اور یہ قاہر بنیا اسکاستون بارگاہ لقا بھی لائق تعلیم و تکریم کے ہر پس یہ سوچ کر گنجاب اپنی بارگاہ سے نکل کے سوار ہوا
 چند قدم قاہر بن قہرمان عجمی کا استقبال کر کے باغ از واکرام تمام آئے اپنی بارگاہ میں لایا اور برابر اپنے تخت کے کرسی بیٹھے کو بچے کو
 ساتی کو اشارہ کیا حسب دیا ہے گنجاب قاتی نے تین جام شراب کے بریز کر کے قاہر بن قہرمان عجمی کو دیے اور اُسے دو جام پکڑ کر پیے
 میں جبکہ دماغ اسکا باواؤ ناب سے گرم ہوا اور سردا ٹھون میں ہو چلا تب گنجاب نے از ابتدا تا انتہا حال فرمایا پناہ اور بالقول حدیث
 ملکہ گوہر ملک در فضل بن گیا ہو خون آشام کا اس کے قلم و شرمین عمل دخل کرنے کا دہرہ قاہر بن قہرمان عجمی کے بیان کیا قاہر بن
 قہرمان عجمی نے مجھ سے اس سرگوشٹ گنجاب کے کہا کہ یا پیغمبر سل نقاب میرے نزدیک صلح ہی ہو کر آپ میرے نام مل جلجنگ بکوادین میں کل مجھ کو
 باخت کر کے آن واحد میں تیرا مل اور دخل قلم اور شرمین کو اور لگا گنجاب کے گا ازین چہ بہتر ایسی اور یہ کیک حکم دیا کہ ان کدو ہمارے لشکر میں مل
 جنگ بنے چنانچہ حسب حکم گنجاب لشکر کفار میں مل جنگ بجا اور یہ خبر قاہر بن قہرمان عجمی کے آئے اور مل جنگ بجا آنے کی وہ ان ملک کو
 ملک اور فضل بن گیا ہو خون آشام نے جو سنی تو فضل بن گیا ہو نے کہا ای ملک عالم قلم بند ہو کے رستے میں تیردی ہر صبح کو حکم
 قاہر بن قہرمان عجمی سے میں سرسیدان لشکر مقابلہ کرونگا اور جو میرے مقوق ہو جانے کے آپ کا خدا گنہاں ہو یہ کیک اپنی فوج و سپاہ کو حکم
 کہ کل مجھ کو قاہر بن قہرمان عجمی متینہ قلم گیری آیتا خد شرف اور حق گزاری سے فاضل رہنا اور صرف روشی اور جان نثاری کر کے سرخرو سے
 اورین ہونا غرض بیان بھی بڑی جاگ اور مل پل تمام لشکر میں رہی اور ہوشیار رہی اور خبر داری شب کو لہری دوسرے روز صبح کو قاہر بن قہرمان
 عجمی صلح اور مکمل ہو کے ہوا گنجاب سوار ہوا اور دو بروے دروازہ قلم بجان اپنی فوج و سپاہ کے پرے ہما کے گنجاب کو لگا کر یا پیغمبر سل اب
 آپ اپنا لشکر اسی جا پر قایم کیے تا شاد کیجیے کہ میں یک وقت اس قلم کو جاکے فتح کیے دینا ہوں اور جو وقت میں اس دروازہ قلم کو توڑ سکوں
 شہر کے داخل ہوں آپ بھی مع اپنے لشکر کے نقاب میں میرے شیرازی کو تے چلے آئیے گایہ کیک قاہر بن قہرمان عجمی ایک گزر گران ہوا
 میں یہ صلح اور مکمل اپنے گھوڑے کو میز کو کے رو سے دروازہ قلم چلا اور وہ ان فیلندہ دروازے پر سے فضل بن گیا ہو خون آشام
 جو قاہر بن قہرمان عجمی کو تنایہ متینہ قلم گیری آئے دیکھا بھٹ پٹ اپنے سپاہیوں کو ہوا یہ وہ ان سے اتر کے دروازہ قلم کو کھلا
 اور مع اپنی فوج و سپاہ کے باہر نکلے آدہ زرم و پیکار ہوا اور ہر ہر کال ایسی شیرازی کی کہ ایک لاکھ تیس ہزار سوار و پیادگان قاہر بن
 قہرمان عجمی کو درہم اور ہر ہر کے ہزاروں کفار کو جہ کہ اسل اساطین ہو نچایا اور تلامذہ ال دیا تھا آخر کار قاہر بن قہرمان عجمی کو
 نہایت زبردست اور آفت روزگار ہو فضل بن گیا ہو اس سے جنگ دشمنانہ کو کے زخمی ہو گیا اور تا غروب تاب ساتون بجائی فضل
 کے قاہر کے ہاتھ سے زخمی ہوئے تھے مگر فضل اسی حالت زخمی داری میں دیرانہ آمادہ حرب و ضرب تھا جبکہ وقت شام کا ہو گیا اس وقت
 قاہر بن قہرمان عجمی نے بہ آواز بلند کہا کہ اگر فضل رات کو نصیحت کج کے جا میں تجھے کچ تو فتنہ نہیں تاکہ کل میں اس قلم کو فتح کرونگا
 تیرے حق میں بہتر ہی ہو کہ تو گھوڑا اور موٹی سرکار گنجاب کا ہو ملکہ گوہر ملک اور اس قلم اور شہر کو حوالہ گنجاب کے کر دے جو منصب پہن لاری
 تیرے باپ گیا ہو خون آشام کا تھا وہی منصب میں تجھے پیغمبر سل سے دلو اور لگا اور جو عزت اور توقیر تیری ہوگی وہ اور کسی کی نہ
 پائی ورنہ تو جان کر کل اگر میری نصیحت اور کہنے پر نہ تو نے عمل نہ کیا تو بعد اب الیم مبتلا ہو کرانا جائیگا غرض یہ کیک قہرمان عجمی مل
 آسائش بجا کے پھر گیا اور بیان فضل بن گیا ہو اپنے ساتون بجا یوں کو اور تمام فوج کو ہوا یہ قلم میں کے داخل ہوا اور قلم بند
 ہو کے اپنے علاج اور بجا یوں کے زخموں کی بنیاد اور مرہم پنی میں معدون ہوا و نہ دم قاہر بن قہرمان عجمی مع گنجاب سوار ہو کے رو بہ قلم
 آیا اور اپنے ہجر بیوں کد زبانی فضل بن گیا ہو خون آشام سے کلا بھیا کہ اسو فضل عجمی خبر کو کچ بات بگڑی سین ہر جہ
 کہنے پر عمل کر اور ملکہ گوہر ملک کو ممانے میں سوار کر کے پیغمبر سل کے پاس پہنچا دے کس سے کہ ملکہ شکیرہ باقوت شاہ جبریل
 درگاہ خداوند زاد سے کی اور سو خداوند لقا کی ہوا و مولا کے ہم اور نو دونوں ایک تر کش کے تیرا بن پھر تیرا قصور گنجاب سے
 ممانت کرادیئے اور وہی منصب پہن سالاری کا جو تیرے باپ کو تھا تجھے دلوادیئے اور دیکھ میرا کشا مان اور جواب تو نہیں مانے گا

توین یکہ و تنہا جان واحد الہی آگے تجھے قلوبیے لیتا ہوں اطلاق واسطے اتہام حجت کے میں نے کہہ دیا آگے تو جان جبکہ یہ پیغام قلم
 فضل بن گیا ہو خون آشام نے سنا تو اسے ازراہ غمخواری شاہزادہ بدیع الزمان گرد شکر شکن جواب کھلا بھیجا کہ خدا سے بڑے
 است اس کا ہر جو تجھے ہو سکتے اس میں تو کو تا ہی اور قصور نہ کرنا اور خبردار اور زنا را بایسا بیودہ نہ بکنا وہ لقا کیا خودی بکری
 باد یہ ضلالت مسخر اور یا قوت بیجا کیا بلا ہو ملکہ آفات گو ہر ملک ناموس میرے آقا سے ولی نعمت شاہزادہ بدیع الزمان کی ہوا سکام
 تا وقتیکہ انسان ہزار مرتبہ گلاب بوڑے سے گلپان کر کے اپنی زبان کو پاک کرے نہ سے فرشتے کی یہ طاقت میں جو اسکے دامن تک ہاتھ
 پہنچا سکے تو اسکا ذکر نہ کر نہ کر اپنے کام میں سرگرم رہے قاہر بن قہرمان عجمی یہ جواب اپنے پیغام کا فضل بن گیا ہو خون آشام
 کی طرف سے شکر مثل شعلہ جوار بھڑک اٹھا اور اسی حالت غیظ و غضب میں اپنے گردن کو لچک مار کے برابر قام کے پہنچا اور کہہ اڑ
 کہنے لگا کہ اس فضل تو ان تو پون اور گولہ اندازوں پر مغرور نہ ہو جس وقت کہ میں یغادر کر کے شمشیر زنی کرتا آؤنگا سب لوہین تیری
 بند ہو جائیں گی اور یہ جتنے گولہ انداز اور ناوک اٹھن ہن سب بھاگ جائیں گے تو مفت میرے ہاتھ سے مارا جائیگا اور کسی سے پھر کچھ نہ ہوگا
 دیکھ میں قلم سے لیتا ہوں اب بھی میرا کنا مان فضل بن گیا ہو خون آشام نے فیلبند و دانے پر آگے جواب دیا کہ اس کا قہر
 پیراب تساہل اور نال کیا کرتا ہو شعر میں نہ آئیم کہ سزا خدا و قابر وارم اگرچہ ساز مجھ اپون ظلم بنیاد نہ بدینی تا وقتیکہ دھڑ پر سر اور میرے
 جسم میں جان ہو میں اپنے آقا سے ولی نعمت کے واسطے سرفروشی اور جان شاری میں حتی المقدور اپنے قاصر نہ ہونگا اس گفتگو سے
 بیودہ سے کیا حاصل خدا سے بزرگ ست تو اپنے دل کی حسرت اور دامن کمال سے قاہر یہ گفتگو فضل کی شکر اور زیادہ ترغیب
 اور شکر میں ہوا کہ حالت غیظ و طیش میں زمانہ اسکی نظروں میں تیرہ و تار نظر آتا تھا گزر گران کو ہاتھ میں لیے گردن کو سمت قلم نرم ناز کیا
 بیان فضل نے گولہ اندازوں سے کہا کہ یارو جو کوئی قہرمان عجمی کا نشانہ کر کے گولے سے مع گردن اسکو اڑو دیکھا میں سے دولت و دنیا
 مستغنی کردونگا اور حضور شاہزادہ عالم میں بتقریب اسکی شجاعت کے سعی کر کے مقرب خاص کرادونگا گولہ اندازوں نے عرض کی کہ اس
 فضل بن گیا ہو خون آشام اصل حقیقت یہ ہے کہ قاہر بن قہرمان عجمی ستون بارگاہ نقاشی روزگار بلا کا شخص ہو بہا ناک ہے
 ہو سکیگا ہم حتی المقدور اپنے کوتاہی نہ کرینگے کیلئے کہ جس وقت یہ قلم میں پہنچ جائیگا تو پھر ڈھنڈ موڑا دھنڈ موڑا کے ہمو مع ہمارے خیال
 واطفال کے خدا جانے کس عذاب الیم میں مبتلا کریگا یا مار ڈالیگا بلکہ بھی جان عزیز ہوا فضل بن گیا ہو خون آشام کچھ فقط تیرے حکم پر
 ہم بند نہیں ہم خود اس وقت زمانہ سے الامان الامان کرتے اور خدا مانگتے ہیں ابھی گولہ انداز ہی کہ رہے تھے کہ دیکھا قاہر بن قہرمان عجمی برابر
 توپ کے گولے کی زد کے پہنچا اور گولہ اندازوں نے انھوں توپوں کے مدبران سامنے کر کے نشانے باندھ کے منہب دکھائی اور برابر ساتوں توپوں
 کو فیر کیا قاہر بن قہرمان عجمی نے جو گولہ سانسے سے آیا اسے تو اپنے گزر پر ہوا کا کرنگان گزری کھاکے جس زور سے گولہ آٹھا اسی طرح سے
 پلٹ گیا دور جا کے گولا اور جو گولہ کہ رہے بائیں آتے دیکھا اسکو جانے یا اسی رخ سے گزیر کو اپنے منہ کی چٹا کیے قریب خندق کے پہنچا اور وہاں
 گردن پر سے آگے اپنے گزر کو خندق میں ڈال کے بطور پل کے بنایا اور ہر چند گولہ اندازوں نے اوپر سے تیل کے کڑھاوا اور کلک کے پھٹاوا
 بارود کی ہٹائیاں اور آٹا اور ستولارا شروع کیا مگر قاہر بن قہرمان عجمی نے مطلق خیال نہ کیا اور دامن گردان کے اسی اپنے گزر پر چڑھ کے
 خندق کے پار اتر گیا اور پھر گزر کو اٹھا کے قلعہ کے دروازے پر جا پہنچا اور ایک فریب گزین دروازے کو قلعہ کے بیچ دین سے گرا دیا سب چوہین
 دروازے کی ٹوٹ گئیں بعد اسکے قاہر شمشیر برہنہ اندرون قلعہ گھسا اور وہاں جتنے گولہ انداز تھے دور ہی سے قاہر بن قہرمان عجمی کو
 تلواریں چینیے آتے دیکھ کر تو چوہین چوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے یہاں گنجاب بھی بیچے بیچے قاہر بن قہرمان عجمی کے مع اپنے تمام لشکر کے گھوڑے
 کو چمکا تا شرمین داخل ہوا اور شاہزادے نے فتح کے بجوایا اپنے تخت پر جا بیٹھا چار طرف سے نذرین گولے لپٹ لپٹا یکایک یہ خبر جو محل میں
 پہنچی اور ملکہ گوہر ملک نے سنا کہ گنجاب شرمین داخل ہوا اور قاہر بن قہرمان عجمی نے دروازہ قلعہ کو توڑ کے اندرون قلعہ نیا محل
 داخل کیا آہ جانکہ جگہ سے کھینچ کر اپنے دل میں سوچی کہ اب جس وقت یہ موزی گنجاب مجھے پائیگا اس وقت جان سے مار ڈالیگا اور خدا

کس کس عذاب الہی سے کون کون سے ظالم جبر کے ترسناک ترساکے مار لگائیں یہ سوچ کے حالت یاس ہراس میں آسوقت ایک پانچویں پرانا پڑا تھا اسکو منہ پر ڈال کے اور منہ پانچپچا کے محل سے باہر نکلی اور صبح صادق کا وقت کچھ عتوڑی تاریکی شب کی باقی رہی کہ یہ کھڑا و مضطرب ایک سمت جلد جلد قدم اٹھاسے جاتی تھی کوئی چار گھنٹہ دن چڑھے ایک کوچہ میں پہنچی لیکن وہ زمین شگلاخ اور تلوے اسکے مثل فل نازک کڑھت پیادہ روی سے ہر قدم پر غمو کرین کھا کھا کے گرتی تھی اور پھر پھیل کے خائف و ترسان مثل بیدار زنان اٹھ کھڑی ہوتی تھی وہ نصرت کو چہرہ کرکشی تو اُسے دیکھ کر ایک طرف چھوٹا سا مکان تعمیر ہو رہا تھا اسکا کھڑا ہر اور کوئی گرد و پیش اسوقت آنے جانے والا نہیں معلوم ہوا ہو مسیاحتہ جو اس از خود رفتہ اس جوبلی میں گھس گئی وہاں ایک پیر زال ستراسی برس ایک کاسن و سل سلانہ نصیحت استفہر تھی وہ پیرانہ سال ہر چاندی کے پتر سے سب سر کے بال کوئی دانت بندھ میں نہ تھا زینار ہر روتی جوانی کو وہ ڈاڑھ مایہ ہوا جبروں سے تنہا یہ حال تن پہنچے جملہ دامن پیرانہ نہایت مخرج اور غریب شکستہ حال پیلے کپڑے پہنے بیٹھی تھی اسنے جو ملکہ گوہر ملک کو باہر بے سرو سامانی پریشان و متعجب دیکھ کر میں آئے دیکھا تو وہ ضیفہ گہرا کے اٹھ کھڑی ہوئی اور یہ کمال شفقت چوچہ نکی کرین قربان جاؤں خبر باد تم کون ہو اور اس درجہ جو اس اور گھبراہٹی ہوئی بیان میرے گھر میں کیونکر آئی ہو ملکہ گوہر ملک اسٹک آنکھوں میں جبر کے کما احوال اور مہربان شعور چشم تر ہون یارک تاک برید ہون جو کچھ کو سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون ہوا دھار ابتدا نامناسب حال اپنا اس پیر زال سے بیان کیا اس بڑھبھانے بہت سا افسوس کر کے ملکہ کی سر سے پانوں تک بلاتین لین اور کہنے لگی واری ایک جان میری ماضی ہو سکتی رہے اور ہمدردی کر دیتی میرے جیتے جی تو کھادے دشمنوں کو بیان کوئی غارت کیا گیا پانیا تم بدبھی بیان بیٹھ رہو بارے ملکہ گوہر ملک عاجز و مجبور بیان رنج و زاس کو ٹھری میں پچھلے بیٹھ رہی ہر وہاں فضل بن گیا ہور تھو ان اشم نے جو دیکھا کہ قاسم بن قربان نے قلعہ سے لیا اور گنجاب کا شہر سنان میں محل دخل بدستور ہو گیا فضل ایک دروازے میں تھا اُسے لکھ کر گنج اپنے ان ساتوں جانیوں اور ایک لاکھ چالیس ہزار سوار کے ایک سمت نکل کے چلے یا اب کیجیاس سے کتابا

[جانبک دو کلمے داستان گنجی ب علیہ اللعین لعذاب جان کیے جاتے ہیں]

گنجاب اپنی بارگاہ میں دو تین گھنٹہ کے جیوت کہ دربار برخواست ہوا تو اندرون محل داخل ہوا اور ہر چند تمام محل میں ملکہ گوہر ملک کو تلاش کیا کہیں کچھ سراغ آسکا نہ عاتب نہایت شوش اور تفکر باہر نکلا اور یہ تذکرہ ملکہ گوہر ملک کے نہ ملنے کا اپنے مقربوں و جویوں سے کرنے لگا خواجہ کراز الدین ملک بختیارک شوم کا فریدین نے یہ حال سنے کہا کہ یا پیغمبر سل ملکہ گوہر ملک بیشک شہرہ و لوٹو تو سے قیاب ہو کے بھال گئی سر مو اس میں فرق نہیں کہ یہ بھی نہیں ہو کہ اسی اسی شہر میں ہر شہر کی خانہ تلاشی جو بھیائے تو عجائبی باہر میں ورنہ نہ جاسکتی منادی شہر میں ہو جائے ضرور خانہ تلاشی ہو تو بہتر ہو گنجاب نے بموجب کہنے بختیارک کے سنجائی عیار کو تائید تمام حکم دیا کہ ہاں جاد منادی کرادے کہ جو شخص ملکہ گوہر ملک کا سراغ نکالے اور خبر ہو پچائے کہ خان مکان میں یا خان محلہ میں ظان شخص کے گھر میں ہو اسے سرکار پیغمبر سل سے بہت لاکھ انعام و اکرام ملیگا اور جو شخص کراپنے گھر میں ملکہ گوہر ملک کو چھپائیگا اور سرکار میں اسے اطلاع نہ کریگا اسکا مال و اسباب گھر بار سب تاخت و تاراج کر لیا جائیگا اور زن بچے اسکے کو لپیٹ میں ڈالکے دیوا جائے جائیگے چنانچہ سنجائی عیار نے حسب الحکم گنجاب کے ڈیوڑھ اور بے کولہ کے کچھ لوگ ہمواد کر دیے اور وہ ڈھنڈھوڑیہ کوچہ کوچہ چار سو بازار میں دہل پر چوب مارا یہ منادی کرتا پھر تا محاسب اتفاق جس پیر زالی کے گھر میں ملکہ گوہر ملک چھپی بیٹھی تھی اسکا ایک بیٹا تھا اور مزاد اور بازار و مذاوت تھا وہ ولولہ لڑنا ایک جھنجھٹ کی دکان پر بیٹھا تھا جب کہ پیسے سرچنگ بکار رہا تھا اُسے یہ ڈھنڈھوڑی اور منادی سنے دل میں خیال کیا کہ بیٹھا اپنی بڑھیا ان کو بھروسہ دار مکارہ کشینوں کے کچھ چکین سوت لی کچھ کرتا بانی کی کہ کہوں کہ تو شہر سنان میں ہر ایک کے گھر میں اس جیل سے تلاش کر اگر کہیں گوہر ملک کا بت لجاوے تو گنجاب سے جا کے کہوں بہت سارے پیراشرنی اسکے محلہ میں جو پانوں وہ خوب جی کھو کے چھلکے بچے ہر ہزار و دو ہزار و پیر کا ایک ایک داؤن بدوٹا

بڑے جواہری ہاجون سے لاکھوں روپیہ جیت و دولت اور خوب چرس گار کے دم آرٹون اور قد سے بھنگ کے پیون پس وہ شیطان
علیہ لعن اس پیر زال کے گھر میں آیا ملک گوہر ملک نے جو دروازہ کھلنے کی آہٹ پائی تو جلدی سے اٹھ کر اسی حجر سے میں جا بھی
اور یہ حاکم بازار سے گوشت لایا تھا اسے صاف کرنے کے لیے ایک خزن مان سے شگ کے گوشت کو پاک کرنا جاتا تھا اور کھانا تھا
کہ انان آج پیغمبر زادی گوہر ملک اس اپنے یار بدیع الزمان کے عشق میں گھر سے نکل بھاگی ہو اور پیغمبر مرسل نے نداوی کرادی ہو کہ
کوئی گوہر ملک کا سرخ نکالے سرکہ سے بہت سارہ روپیہ کو انعام دیگا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تو چاروں طرح کے بیان ملے والوں کے
اور اور اور اور اور کے گھروں میں جا کے تلاش کر اگر کہیں گوہر ملک کا پتا نکال تو مجھے ہزار روپیہ بھی سرکار گنجاب مل جائے اس بڑے دیانے کما
اسی خانہ خراب کجبت نالائق پھر ایسی بات اپنے منہ سے نہ نکالو تو خاکین نے روپیہ انعام لیے والا جو بھنگ کوئی بھی دیا کام کرتا ہو ایک
بیجاری صاحب زادی پر وہ نشین ملک زدہ ستم رسید کا صبر سید کے اور اسکو جہان سے صبر گو نہ آفات کوئے دشمنوں کے حوالے
جو تو کر دیا تو وہ روپیہ تو کر دن کھائیگا فارت گئے خدا کا قریبی جان پر لٹیکھا غایت تیری خراب جائی اور کیا عجیب ہو کہ ان
اسکی ملکہ غنچہ خاتون سسی سفارش کر کے ملک گوہر ملک کو پھوپھو کاے تو تیرا کیا حال ہو گا وہ تو باپ پر وہ بی بی جابر جابر است و دروگر
جب چاروں میں وہ ملکی تو کسی نہ کسی جیلے بہانے سے کوئی تقصیر کوئی جرم تیرا ثابت کر کے وہ ملک گوہر ملک اسکی ان ملکہ غنچہ خاتون
مجھے جیتا نہ گڑا دلی خبر دار ایسا کام کبھی نہ کرنا بلکہ عیب پوشی میں بڑا مزاج بھی وہ بڑھیا اپنے اس ملکہ اوتنا بیٹے سے یہ باتیں کر رہی تھی
کہ حسب اتفاق ایک بلی کہیں سے آئی اور بچپٹ کر ایک بلی گوشت کی لیکر اسی کوٹھری میں جہان ملکہ بھی جتنی گھس گئی پشید
حرام زادہ بیٹا اس بڑھیا کا کہ بڑا ہی شیم اور دانہ نہ شیطان علیہ لعن تھا شعر بردہ نانے زگر یہ چالاک خورد نش خوردہ ملک پاک
یہ بھی ساتھ ہی اس بلی کے دھڑک کوٹھری میں گھس گیا اور یکا یک ملک گوہر ملک کو وہاں بیٹھا دیکر بہت خوش ہوا اور غصہ قرب تھا
کہ شادی مرگ ہو جائے کھلے لگا کہ دامیر استاد کیا ہو خوب بردہ بانہ آئی ملک گوہر ملک نے اس حرام زادے سے بڑا عجز و استعسا
بچشم خونبار اپنے دونوں ہاتھ اندھ کے کما کہ میں نے مجھے اپنے منہ سے بھائی کہا اس بھائی گنجاب مجھے کیا خاک دینگا اگر اندھ میرے دن
پھر سے اور شانہ زادہ بدیع الزمان پھر نشتر لٹا سنے تو میں مجھے منصب و جاگیر دلا دوں گی اور اس قدر اشرافی روپیہ مجھے دوں گی کہ پھر
مجھے دولت دنیا کی محتاجی نہ رہی اور یہ کہ ایک جوڑی نورتن کی کہ کئی لاکھ روپیہ کا جواہرات آسین منصب تھا اپنے بازوؤں پر سے
اتر کے اس ناشدلی بڑھیا کے بیٹے کو عطا فرمائی اور پھر بہت سی منت و خوشامد کر کے سمجھا دیا کہ بھیا تو کہیں خدا کے واسطے میرا چہ چاند کرنا
وہ نالائق جوڑی نورتن کی بے کے یہ کہتا ہوا کہ یہی تو فشانی اتھ آئی ہو کہ چند وہ پیر زال روکا کی اور سہ راہ ہوئی اسے بڑھیا کو
گالیاں دے کے جھٹ پٹ دروازہ کھولا اور باہر نکل کے اس ڈھنڈھو دیے کو ڈھنڈھٹا ہوا کئی کوس پھر جس کے اس ڈھنڈھوٹے
سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھے تم لکڑ گنجاب کے پاس لے چلو تو میں پتا ملک گوہر ملک کا ابھی لگا دوں گا وہ لوگ جو ڈھنڈھوٹے کے
ساتھ تھے ان سبوں نے نہایت خوش ہو کے اس ولادانا بڑھیا کے پھوپھو کے کو اپنے ہمراہ لیا اور گنجاب کے پاس بھیا کے کہا کہ شیخ
کہتا ہو کہ میں ملک گوہر ملک کا پتا جانتا ہوں گنجاب نے اسے پتا کے پوچھا کہ تو نے ملک کا سرخ ہم پہنچا یا ہوا اسے کہا کہ یا پیغمبر مرسل
وہ تو میرے گھر میں بھی بیٹھی ہوا ہے جوڑی نورتن کی مجھے دس کے بہت سی میری منین اور خوشامدین روکا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ
تو پیغمبر مرسل سے جا کے کہنا میں تجھے بدیع الزمان سے منصب اور جاگیر دلا دوں گی گنجاب نے وہ جوڑی نورتن کی پہچان کے اور اس نلفظ
کی زبانی سنے ہزار روپیہ اسکو انعام دینے کو مشرود البشر لکھا کہ جب ملک کو تو اپنے گھر سے پڑھادے اسوقت ہزار روپیہ تجھے دوں گا اور
سنبالی عیار کو مع قاہر بن قمران غمبی حکم دیا کہ تم اس پھوپھو کے کو لیکہ وہاں جاؤ اور ملک کو گرفتار کر لاؤ حسب حکم گنجاب کے قاہر
بن قمران غمبی اپنی فوج ہمراہ لے کے اس پیر زال کے بیٹے کے ساتھ وہاں پہنچا اور تمام اس کو چھوڑا اس محلے کو مجاہد
اس بڑھیا کے دروازے پر گیا ایسا دروازہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی اور شودر وغل شکے ملک گوہر ملک اور وہ پیر زال جو کوٹھری پر چڑھائی تھا

فوج و سپاہ کا بلوہ اور قاہرین قہرمان عجمی کو دیکھ کر ملکہ تو شل غالب بجاں موجودیت کے کی صورت جہان کھڑی تھی کھڑی رہ گئی اور
 بات منہ سے نہیں نکلتی تھی اور اس پیر زالی نے دو ہزار اپنے سر پر مار کے اور تو کچھ بن نہ آیا ایک بڑا بھاری چھر پڑا تھا اسکو اٹھا کے جھین کی
 بیٹے جسنی علی اللہ نے اندر مکان کے قدم رکھا اور پے آسکو اپنے بیٹے کے سر پر مارا کہ کاسہ سر آسکا اندر کے دیواروں کے ٹوٹے ہوئے
 اور زمین پر گر کے پڑا کہ جہنم داخل ہو گیا قاہرین قہرمان عجمی بخون و خضر اندرون مکان کے گھسے چاہتا تھا کہ ملکہ گوہر ملک کا ہاتھ
 پکڑے عظمیٰ اضطرابی وزیر اعظم گنجاب کا بھی قبل از ہونے قاہرین قہرمان عجمی کے وہاں جا پہنچا تھا یہ بھی برابر قہرمان عجمی کی
 اس نے یہ تینہ قاہرہ دیکھ کر ان کا ہر دست خود را کھنڈار و خیردار ایسی حرکت تو نہ کرنا کس لیے کہ یہ نہو خداوندیچہ ہزار ملک باختری
 اور شیر پاقوت شاہ جبریل درگاہ خداوندی تھا کی ہر اگر پاقوت شاہ نے گا کہ قاہر نے میرے ناموس پر دست اندازی کی اور اس درجہ بیزاری
 کر کے آیا ہر بلا شکت شبہ خداوندی تھا سے کہہ گئے سستار رز و انیکا اور مناسب یہ ہر کر تو ملکہ گوہر ملک کو با عزت اور حرمت سوار کر کے
 اُسکی ان ملکہ غنچہ خاتون کے پاس بھیجے وہ ان کو چاہے قتل کرے چاہے قید کرے چاہے وہ گنجاب کے پاس بھیجے چاہے بیٹے
 تو مصیبت سے اور مواخذہ سے بری رہے گا قاہرین قہرمان عجمی یہ کلمات نصیحت آیات عظمیٰ اضطرابی کے سننے اپنے جی میں سوچا کہ
 عظمیٰ اضطرابی وزیر اعظم گنجاب کا ایک مرد بزرگ جہاں دیدہ اور پسندیدہ تھا گفتگو مقول کرتا ہر خداوندی تھا جو اپنے بیٹے یا قوت شاہ
 کا کہتا ہے گا اور جو ہو گا پاس خاطر کرے گا وہ ملکہ بھی نہ کر گیا بیشک مجھے دوزخ ہادیہ میں اس جرم پر ڈال دینا بہتر ہی ہو کہ میں
 گوہر ملک کو ملکہ غنچہ خاتون کے پاس پہنچا دوں فرض یہ سوچ کے قاہرین قہرمان عجمی نے گوہر ملک کو باغراز و باکرام تمام ایک
 محافل میں سوار کر کے ملکہ غنچہ خاتون کے پاس بھیج دیا اور آپ گنجاب کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ملکہ گوہر ملک کو سوار کر کے
 اندرون محل خدمت ملکہ غنچہ خاتون پہنچا دیا گنجاب یہ سنے نہایت درہم و برہم ہوا اور کہنے لگا کہ صاحب تم اس شوخ و بد بخت کو
 کو میرے پاس کیوں نہ لائے واہ واہ باہر ہی سے باہر تھے محل میں بھیج دیا یہ کیا نادانی کی حرکت تھنے کی قاہرین قہرمان عجمی نے
 جواب دیا کہ کیا آپکا اختیار محل میں نہیں محدود ان سے ہا کے پکڑا دیے اختیار رکھنے کا کہ ملکہ گوہر ملک قبائلیہ بنیہ برسل واقعی محل میں اگر
 ملکہ اپنی ماں کے پاس پہنچتی ہو تو اب نہیں لاسکتے ہیں اقبالندون کے واسطے کوئی نہ کوئی وسیلہ ایسے وقت میں نکل آنا ہو گنجاب نے یہاں
 ترجمہ کے کامل خان بن گنجاب عادل خان بن گنجاب اپنے دونوں بیٹوں کو ہا کے حکم دیا کہ تم محل میں جا کے اس شاہ
 خاندان کو قتل کر دے ملکہ گنجاب کے جبکہ عادل خان اور کامل خان دونوں بھائی تلواریں پکڑے بیٹھے قتل ملکہ گوہر ملک
 اندرون محل داخل ہوئے ملکہ غنچہ خاتون ملکہ گوہر ملک کی ان سے بہت سخت اور سست ان دونوں اپنے بیٹوں کو کہنے باہر نکال
 پھر وہ دونوں مشورہ کر کے کہ ان جان کو کہنے دو اور انکا کہنا نہ انو حسب حکم بابا جان کے ملکہ گوہر ملک کا چل کے ایک تلوار میں کام
 تمام کر دیں اندرون محل کے پہنچے غنچہ خاتون نے جلدی سے ملکہ گوہر ملک کو توش خانے میں چھپا دیا اور آپ کسی دروازے
 پر کھپا کے بیٹھی اور عادل خان اور کامل خان کو پہنچے تو بہت سامع کیا اور بھجایا کہ میرے بیٹے جی تم اس کے مار ڈالنے والے کو نہ
 ہو بہتر ہی ہو کہ جلد میرے سامنے سے دور ہو جب ان دونوں نے ملکہ غنچہ خاتون کا کہنا نہ مانا اور اسی بات پر آمادہ ہوئے کہ ہم بد
 قتل کیے اس شوخ و بد بخت کو کہ بیان سے ہرگز نہ جائیے تب ملکہ غنچہ خاتون نے مجھلا کے لونڈی سے کہا کہ ارواں
 دونوں خاک میں غون اور موزیوں کو انکی یہ بھی طاقت ہو کہ یہ اس کے روئے کو بھی ایذا پہنچا سکیں لونڈیوں نے چار طرف سے
 چیلے اور لکھیاں لے لے کر جہاں تک انکا زور چلا عادل خان اور کامل خان کو مارے مارے دیوانہ بنا کے تمام پو شاہک
 دونوں کی پرزے پرزے کر ڈالی اور موائے اس کے محل سے بڑی زلت اور رسوائی سے باہر نکال دیا وہ دونوں ذلیل اور
 خجیف ہو کر گنجاب کے پاس آئے اور در و در سارا حال بیان کیا گنجاب نے یہ سناں شکستہ صحت پچ و تاب کھایا اور اسی حالت
 میں غضب میں تازیانہ اٹھا کے جلد عظمیٰ اضطرابی وزیر اعظم نے گنجاب سے عرض کی کہ یہ بے غیر برسل سوقت اندرون محل کچھ

مشرعین بیجا نامناسب نہیں اختیار کرنے لگا کر اس گنجاب یہ علقہ اضطرلابی وزیر اعظم تیرا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ہو اسکے کہنے پر تو عمل نہ کر پڑی حیرت کا مقام ہے کہ جو رو پر زور نہ پڑے اور جو واپسی سرکش ہو کہ خاندان کا اور خاندان بھی کون تھے ایسا پیغمبر سل خداوند کا جسکے مطیع حکم ہیجند ہزار ملک کے بادشاہ اور بڑے بڑے فرمانبردار اور تمام بندگان خداوند ہیں اور سب تیرے استی کھلاتے ہیں میں تو یہی صلاح دے لگا کہ جیسے ہو سکے ملکہ گوہر ملک کو جسکے چشم نہانی کر اور کچھ تعذیر دے ایسا خود سراور خود مختار اور بخوف و خطر غنائ گسستہ اولاد کو خصوصاً بی بی ذات کو اور بی بی بھی کون کہ خداوند زلزلے سے منسوب ہو اور خداوند نقالی خاں ہو دنیائے چاہے جو کچھ اسکا مواخذہ اور جواب دہی پڑی پھر کوئی محض اور خداوند لقا ملکہ غنچہ خاتون کو پوچھنے نہ آئیگا قرعہ اور پشیمانی سے ہوگی گنجاب نے باغواں اختیار کر وزیر اعظم یعنی علقہ اضطرلابی کا کتنا نامہ اور کوڑا کچھے بیباختر اندرون محل طے کئے لگا کہ کمان ہر وہ شوخ دیدہ گیسو پریدہ لاد تو اسے کہ میں ابھی اسکا سر کاٹ کے تعقیب کیے دیتا ہوں اور جو کوئی اسکا سامع اور ممد و معاون ہوگا اسکو یہاں تک کوڑے ماروں لگا کہ بدن اسکا پاش پاش ہو جائیگا پھر وہ سعی و سفارش کا کبھی نام نہ لیگا ملکہ غنچہ خاتون نے کہا اب گنجاب خانہ خراب تو کیا کچھ اس وقت نشہ میں ہے جو ایسی ایسی ہلکی باتیں کر رہا ہے ناموس اور سنگت جبریل درگاہ یا قوت شاہ مقرب خاص فرشتہ قدرت خداوند باختر کی جو تجھے لازم نہیں کہ تو اس کے روئے کو اندر اپونچائے اگر تجھے یہی منظور ہو تو اس کے خاندان کے پاس سوار کر کے بھیج دے وہ اسکا شوہر چاہے قتل کرے چاہے نہ قتل کرے گنجاب نے اس تباہ و تاراج میں کچھ غنچہ خاتون کو کلہر منت لگا کر ایک کوڑا مارا کہ تمام جسم نازک غنچہ خاتون کا شق ہو گیا اور خون جاری ہو گیا اور شدت ایذا و درد سے ملکہ غنچہ خاتون زمین پر گر کے پھڑکنے لگی اور اسی حالت غیظ میں پھر جو اٹھی تو وہ سو اونڈیوں کو حکم دیا کہ ہاں اور وارہو کیا یہ تمہارا یا ہر کون ہو مادہ اس سندسے کو اور خبردار یہ اب جیتا محل سے نکل کر نہ جانے پائے اور جو کسی نے کچھ خوف یا رعایت اسکی کی تو میں اسے فاسق گئی کی اس وقت ناک جونی سے کاٹ کر تا قید حیات پھر قید سے نہ چھوڑو گی اتنا اشارہ ملکہ غنچہ خاتون کا جو اونڈیوں نے پایا تو چاروں طرف سے جوڑوں لڑکے چلین اور دست پنے اور چلے اور سونٹے لے کر جو گرن تو گنجاب کا یہ حال تھا کہ مادے اس کے بدحواس ہو گیا تھا اور جیسٹ جاتا تھا اونڈیاں بلائیں سی لپٹی ہوئی پچھانیں چھوڑتی تھیں اور ڈانڈی کے بال تمام نوح ڈانڈے کپڑے بدن کے پرزے پرزے اڑا دیے نوبت یہاں تک پہنچی کہ گنجاب کے تمام جسم سے لہو بہتا ہوا شنگافقطہ بجا رہا پائوں میں رہ گیا تھا بنار دلت و خواری بھاگ کر محل سے باہر نکل گیا علقہ اضطرلابی نے جو یہ حال گنجاب کا دیکھا تو بہت سی لعنت طاعت کر کے کہا اب گنجاب شعر نو اسے بلبلیت انگہ کجا پسند افتد کہ گوش ہوش برغان ہرزہ گو داری یا اگر تو میرا کتنا مانتا تو یہ دلت اور رسوائی کیون ہونے پاتی جیسا تو نے اختیار کر کے کئے پر عمل کیا واپس اسکا انجام دیکھا اب اگر میرے کہنے پر تو عمل کرے تو متعنا سے فراست اور صلاح وقت یہ ہے کہ ملکہ کو مجلس میں سوار کر کے سمت سبائل یا قوت شاہ جبریل درگاہ لقا کے پاس روانہ کر دے تا آئندہ کو تو الزام سے پاک رہے گنجاب نے کہا کیا مضائقہ کہ اس ننگ خاندان کا محل سے باہر نکلتا تو خیلہ اشکال اور بہت حال ہوا کہ تو اگر غنچہ خاتون کو یہ سب نشیب و فراز اور مال کا راسخا سمجھا اور سمجھائے اسے سوار کر دے تو البتہ ہو سکتا ہے کہ میں کچھ تعرض نہ کروں لگا سوار کر کے اس کے منگیت کے پاس بھیج دے لگا علقہ اضطرلابی بے کما میں حتی المقدور ڈیوڑھی پر جا کے عرض کروں لگا اور جیسٹ سے ہو سکے گا ملکہ غنچہ خاتون کو سمجھا کہ غماں ہر وہ کے پیغمبر زادی کو سوار کر کے لاتا ہوں لیکن اسی شرط پر کہ تو بے شدا د اور بدعت ملکہ کو جس ملک پر نہوئے پائے یا غراز و کمریم اور با عزت اور حرمت آنکو سبائل کیلئے روانہ کر دیجئے گنجاب نے کہا مجھے قبول ہر میں مطلق کچھ نہیں کہوں لگا ہاں ایک بات ہے کہ بطور قیدیوں کے بھیجو لگا علقہ اضطرلابی نے کہا خیر اسکا مضائقہ نہیں آپ باپ اس کے بزرگ ہیں اتنی چشم نہانی بھی چاہیے عرض کر کے علقہ اضطرلابی نے ڈیوڑھی پر جا کے ملکہ غنچہ خاتون کو بہت سا بھمایا اور یہ کھٹکے

کو اگر ملک غیر زادی سے کوئی ملک خلاف شان الکی بغیر برسل کہیں یا خدا نخواستہ نوے ہوت کا ارادہ کرتے تو غلام اس بات کا ضامن
 ہو کر بالفعل بغیر زادی کا وہ ان بھیجہ نیا نسب اور بہت مناسب ہو ملک غنچہ خاتون نے بھی اپنے جی میں یہی سوچ کے کہا کہ خدا نخواستہ
 اگر گنجاہ کا کبھی قابو چل گیا تو یہ موذی بلا تو قوت اور بات ملے ملک کے دشمنوں کو مار ڈالیں گے اس سے جتنی بھی ہو کر بلا سے ملک کی جان تو
 چلی سوار کر کے اس کے شکر یا قوت شاہ کے پاس بھیجے اور وہ غرض یہ کہ سوا سوار کر دینے لے اور پھر چارہ نہ دیکھا اس وقت طاقت
 اضطرابی نے حسب الحاکم گنجاہ کے ملک کے باغیوں میں جوقی تھکڑا دین اور پانوں میں طاعی بڑیاں ڈالنے آست سے ملک کو ہر ملک کے
 کان میں کہہ دیا کہ شعر بان مشہور میر چون واقعت ہزار سوار غیب یا شہر اندر پردہ بانو سے پڑاں غم خور یا امیر ملک طبرستان وین غلیرت
 رکھنا کہ اتنا سے راہ میں تجھے اور شاہزادہ بدیع الزمان سے ملاقات ہو کر سوار ہو کر اور شاہزادہ سے تھم مولت تجھے
 ان ناخدا ترس قوم کفار کی قید شدہ سے مداف نکال کے جائیہ افتخار انہی شہر میں چاہیے یہ بیخ و غم سارا دور ہو جائیہ مسخ
 چنان نماند چنین روز ہم نخواہد از انقصہ ملک گو ہر ملک و گریں اور از انقصہ وہ خون سر زان اور سینہ کو بان ممانے میں
 ہمیں بقول سعدی شیرازی ہر کہ دست از جان بشوی ہر پہ در دل آرد بویہ گنجاہ کے نام پر دو تہترین مار کے بڑا بھلا لکے
 کو سننے سے رہی تھی اور گنجاہ نے کامل خان اور عادل خان اپنے دونوں بیٹوں کو بلائے مع پچاس ہزار سوار تہذیب تمام
 حکم دیا کہ اگر کہیں راہ میں بدیع الزمان کا سامنا ہو جائے یا نہیں تم سب کو بدیع الزمان آتا ہو تو تاد و قیدہ آئے آئے تم پہ اس
 شوق دیدہ کیسے پر یہ کام تمام کر دینا چاہئے اور انما تزدہ و مالہ نہ چھوڑا بعد اس کے بدیع الزمان کا مقابلہ کرنا جیسا موقع
 و محل دیکھتا ویسا کرنا اگر خسرو دارا کے قتل سے غافل نہ ہو جانا ایسا سنو کہ بدیع الزمان آکر سے اور جب تک تم
 جھٹلو جھٹلو وہ اس ننگ خانہ ان کی قید کو بھڑا بھڑا سے کامل خان عادل خان نے کہا کہ بدیع الزمان بچارہ تو کیا حقیقت رکھتا ہو
 اگر کل شکر خدا پرستوں کا ملک سر سے مع پانچ ہزار پانچ سو پچیس گروہ گردن کشوں کے آئے چاہے کہ ملک کے قافلہ کے قریب تک پہنچ سکے
 تو کیا نہ اور کیا قدرت کسی کی آپ کے اقبال سے جھکویہ دعویٰ ہے کہ ایک کو زندہ و سالم بچ کر نہ جانے دین بیویہ کئے محافہ ملک کا نیسے
 سبائل کو روانہ ہوتے ہیں میان مرجان نیز رفتار ملک گو ہر ملک کے عیار نے جو یہ سانچہ ہوش ربا اور دشا جان گز امیر ملک
 کے گرفتار ہو کر سمت سبائل جانے کا دیکھا تو نہایت سراپد اور مضطرب ہو کر سبب سے کہ شاہزادہ بدیع الزمان کے درخون ریزہ میں
 جا کے حارب خونریز اور غناہ خونریز کے میان غوت لہانے اور مصروف جشن نشاء اور محفل نہ باطین ہونے کا حال مرجان
 کو معلوم تھا نہمت درہ خونریز روانہ ہوا اور بوجہ طر محل اور قطع منازل جبکہ قریب اس درہ کے پہنچا تو اسنے دیکھا کہ کو سون تاس
 ہماییل دراز ترکیب کا اس درہ خونریز کو محاصرہ کیے پڑا ہو کیا ممکن اور کیا مجال کہ انسان تو کی حقیقت رکھتا ہو ایک چڑیا بھی اگر
 اس طرف سے زندہ و سالم نکلے اور اندرون درہ خونریز دو سوار چاہیں کہ برابر رکاب سے رکاب ملا کے ٹھوڑے نکال
 بیجا نہیں تو غیر ممکن فقط ایک سوار کے جانے کا راستہ مرجان عیار نے بہت غصے فراست دل میں خیال کیا کہ اس وقت جانا ممکن
 نہیں ہو جبکہ وقت شام کا ہوا اس وقت رنگ روغن عیاری کے ایک ٹکڑا کے حداد تیا ہوا ہماییل دراز کے شکر میں ٹھکے مانگے لگے
 اور گدائی کرنا ہوا اور جو لوگوں کو غافل دیکھا جس طرح ہوائی کچ سے یا شرارہ شاہ سے نکل جاتا ہو ایک جہت کر کے درے میں داخل
 اور تہمت شاہزادہ بدیع الزمان جا کے مجرا کیا شاہزادہ عایشان مرجان کو دیکھ کر نہایت سداوان ہوا اور ملک گو ہر ملک کا قصہ
 دل میں آگیا فطرت شوق سے بیباختہ یہ شعر پڑھ کے شعر مر جیا اس طوطی شکر شکن ہاز گل زیا بگو با من سخن پڑھ مرجان نے ایک آہ
 سر دل پرورد سے بھینچ کر از آبتنا سارا حال مفصلا اور مشروہ جانیان کر کے کہا کہ ای شریار یا تو بدون تائید ایزدی اور
 رعانت سرمدی ملک عالم کے دشمنوں کا جانبر ہونا بظاہر کچھ میرے ذہن میں نہیں آتا کس لیے کہ جس وقت گنجاہ نے ملک کو
 بقید سلاسل طاعی ممانے میں سوار کر کے ہمراہ کامل خان و عادل خان اپنے دونوں بیٹوں اور پچاس ہزار سوار کے ساتھ

روانہ کیا ہو کا مل خان اور عادل خان کو تباہ کیا تمام حکم دیدیا ہو کہ اگر آئندہ سے راہ میں کہیں شاہزادہ بدسلوکی الزام آپ سے تو ہم پہلے لڑکے دشمنوں کا تصفیہ کر دیا ہو اسکے بدسلوکی الزام کا مقابلہ اور مجاہد کرنا شاہزادہ بدسلوکی الزام یہ سانچہ ہوش راہ اور عادت جائز اسکے ہر چند چاہتا تھا کہ ضبط کرے لیکن ضبط نہ ہو سکا بیاختہ حالت بیکسی اور بے بسی ملک کی یاد کر کے نار و نزار مانند ابر بہار کے تادیر خوب رویا کیا ہر چند رستم خان بن گنجاب نے بہت سی تسلی اس شاہزادہ عالیجناب کی کر کے کہ کلاہ شہر یار ملک کو ہر ملک کا جناب احدیت حافظ اور نگہبان ہو مصرع دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است آپ اس درجہ بیانی اور مقیراری نہ فرمائیں شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ اے بھائی رستم خان مجھے تو پڑا ہوا ہے کہ میں اس درہ خونریز سے کہ نہایت جاے خراب اور تنگ و تاریک ہو کیونکہ نظر وہاں تک نہ پہنچوں گا اور کبھی نہ ملے گی کہ رانی و دان سے ہوگی مرجان نے کہ ناشر یار ایک عیاری میرے خیال میں آئی ہو اگر مقررین معصمت اور پسند اسے ادا کرے تو کیا مضائقہ آپ ایک ایچی کی صورت نیلے درہ خونریز کے دروازے پر قشریں لے جائیں اور یہ بات کہیں کہ کوئی حلیل دراز ترکیب سے جا کے اتنا پیغام شاہزادہ بدسلوکی الزام عالی مقام کا پہنچا دو کہ مجھے شاہزادہ عالم نے واسطے صلح کرنے کے ایچی اپنا کر کے بھیج دیا اگر مجھے حلیل دراز ترکیب سے پاس پائے تو جو کہ شاہزادہ سے نہ فرمایا کہ میں زبانی حلیل دراز ترکیب سے کوشش تو نہ کروں شاہزادہ عالی مقام نے یہ پیر اور عیاری مرجان کی بہت پسند کی اور اسی وقت جھٹ پٹ ایچی کیہ ورت نیلے سوار ہوا اور جانب عارب خونریز اور عارب خونریز اور رستم خان بن گنجاب وغیرہ اور تمام لشکر شاہزادہ امور کی پشت پر آتے آتے درہ خونریز کے برابر پہنچا اور تمام فوج و سپاہ کو درے کے اندر چھوڑا اور شاہزادہ عالم کی دستاویز ایچی کی شکل جا کے برابر درہ خونریز کے کھڑا ہوا اور حلیل دراز ترکیب سے کلاہ بھیجا کہ شاہزادہ بدسلوکی الزام کو اب منظور ہو کہ تمہارے درویش سے پیغمبر صلح اور آشتی کر لیں تو اس روز درہ خونریز اور عارب و جبل سے مطمئن ہوں حلیل یہ پیغام شاہزادہ عالی مقام کا نیلے اپنے دل میں نہایت خوش ہو کے کہنے لگا کہ یہ بھی فقط تاہین خداوند تعالیٰ ہو کہ وہ بدسلوکی الزام جسکے ہاتھ سے انھارہ لاکھ سوار و سپاہ گنجاب کا الا ان الا ان پکارتا ہوا اور گیا ہو خون آشام وغیرہ سردار اور بڑے بڑے سرکش اور دلیران عرصہ کار زار آتشی ضرب و دست سے جانبر نہ ہو سکے آج مجھے پیغام آشتی اور صلح کا درے کو آتہ عاکرے کہ میرا تصفیہ گنجاب سے کرادو گویا یہ فتح میرے نام پر لگی جائیگی غرض یہ سمجھ کے کہنے لگا کہ اچھا بدسلوکی الزام کے ایچی سے کہندو کہ دس بارہ سوار اپنے ہمراہ لیکے ہمارے پاس آئے زیادہ بھیڑ بھاڑ نہ ہو اور بیان اگر جو کچھ کہ پیغام شاہزادہ بدسلوکی الزام نے دیا ہو کہ جاے جبکہ یہ جواب حلیل دراز ترکیب کا شاہزادہ عالی جناب نے سنا تو آپ اسی شکل سے ایچی لیا ہوا صلح اور مکمل اور رستم خان بن گنجاب ایسے ایسے دس بیادرون کو اپنے ساتھ لیکے درہ خونریز سے بسم اللہ کہنے لگا اور داخل راگہ حلیل ہو حلیل دراز ترکیب نے سبب اسکے کہ مرجان نے بہت شاہزادہ والا نشان کی تبدیل کر دی تھی مطلق نہ پہچانے اگر نشان و شوکت اور حکمت و جودت شاہزادہ عالم کی دیکھا اپنے جی میں سوچا کہ یہ ایچی بہت بیادرون جوان دیر معلوم ہوتا ہوا اور عجب عجب عرب و دود یہ اسکا ہر کہ ات منہ سے کہنے میں رکتا ہوں قصہ مختصر گفتگو شروع ہوئی اور تقریر کو طول کشی تو بہت ہتھیار کی ہوئی کہ ایک مرتبہ شاہزادہ نامور نے ظننہ اللہ الیک جاگے پھینک کر خور کیا کہ منہ اچھ کر وہ رستم شکوہ و رقتہ ملک باختر صاحبزادہ بن صاحبزادہ معلوان تھیں شاہزادہ بدسلوکی الزام اگر و لشکر شکن حلیل دراز ترکیب نے فوج بدسلوکی الزام جو سنا تو کھربا ہوا سپہر تلوار پریشان اٹھا اور دوڑ کر تلوار سر اقدس پر شاہزادہ نامور کے ماری شاہزادہ والا قدر نے اسکی ضرب کو روک کے بوقت پر گشتن تیغہ دال کر پر آئے مارا کہ مثل خیار فرد پر کالے ہو کر گرا اور دم بھر پھر کر کہ حاصل نہیں ہوا اور کھار بکار پادہ اور سوار اسکے ہمراہ کہ جو سپہرین تلوار پر کپڑے کے چار طرف سے ہر سر شاہزادہ عالی مقام کو رستم خان بن گنجاب سے تلوار چلنے لگی اس عرصہ میں اندرون درہ خونریز سے صوبہ جہانگیر اور سید جہانگیر کہ نہیں اور عارب خونریز اور عارب خونریز و غیرہ قبضہ شجاعان ہوا

کا زرار اور رقتاے جان شہزادہ بدیع الزمان تاجدار کے تھے سب کے سب جھٹ پٹ ایک ایک کھستی تمام ورے سے نکلا کر
آبادہ پیکر ہوئے اور اہل فتنہ العین تمام لشکر میں تحلیل کے ملاطمت ڈال دیا کئی ہزار کافرتہ تیغ آبدار ہو گئے داخل تہنم ہوئے باقی نہایت
کھا کے بچا گئے چنکا خروں نے ہشتاد ہیل دراز ترکیب کو اٹھایا اور فراری ہو کے سمت شہر سنجان گنجاب کے پاس چلے ہمارا بیان
شاہزادہ عالی شان نے تمام مال و اسباب اور نقد و جنس خیمہ ویرہ گھوڑے ہاتھی پالکیاں شتر وغیرہ جو کچھ تحلیل دراز ترکیب کے لشکر میں
تھا سب تاخت و تاراج کر دیا اور اراخزانہ تحلیل کا اپنے قبضے میں کر کے شادیاں فتنے کے بچا دیے اور شاہزادہ والا مرتبہ منظر اور حضور
ہو کے مع رستم خان بن گنجاب اور سعید جگر نشین اور عارب خوزیر اور صہار ب خوزیر وغیرہ بہادر دن اور
فوج و سپاہ کے بشوکت تمام سمت لشکر کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب کے روانہ ہوا اٹھائے راد میں مرجان تیز رفتار
عیار جان شہزادہ عالی شان سے عرض کی کہ اے شہزادہ اگر حضور اس مقام و مقام سے مع فوج و سپاہ تشریف لے جائیں تو کامل خان اور
عادل خان بموجب علم گنجاب سے جیوت سینگے کہ شاہزادہ بدیع الزمان آتا ہو غلہ عالم کے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالیں گے لہذا مناسب
مصلحت وقت یہ ہو کہ حضور کیہ و تہذیب جان واحد غلام کے ہمراہ مرکب کو تیز گام کیے چلے آئیں اور رستم خان اور سعید و سید وغیرہ صاحبوں
سے کہہ دیجیے کہ سمت چار باغ ملک حرمان دیوکش جا میں اور وہیں جا کے ٹھہریں چنانچہ بموجب عرض و معروض اور مشورہ مرجان
کے شاہزادہ عالی شان نے اپنے لشکر کو سمت چار باغ روانہ کر دیا اور آپ تن تناس مرجان تیز رفتار یہ تہذیب رہائی ملکہ گوہر ملک پر
گھوڑا ڈالے قریب لشکر کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب کے پہونچا اور چار باغ شہر فوج و سپاہ پر کامل خان
اور عادل خان کی مارتے مرجان نے منع کیا اور کہا کہ اے شہزادہ ہرگز نہ کیجیے گا ملکہ عالم کے دشمنوں کو کامل خان اور
عادل خان آگے آما اور آپ کا نام سنتے ہی زندہ نہ چھوڑے آگے ایک گھڑی دھڑکی اسی مقام پر ٹھہریں غلام جا کے عیاری مارے گا
یہ آتا ہو یہ لکھے مرجان تیز رفتار ایک روغن اپنے منہ پر تلے ہو ہو سنجانی عیار اپنے باپ کی صورت بن گیا اور ستم کو ہلاک خان کی باغ
میں جا کے بھاگیا اور کہا کہ پیغمبر مرسل نے ملک و اسطے حفاظت اور نگہبانی کے بھیجا ہوا اور تباہید تمام کدیا ہو کہ آؤ قتلہ شہر سبائل میں کافی
ملکہ کا نہ پہونچے تو خبردار اور زہار کہیں لکھ بھر جانو نا چنانچہ میں ابھی جانتا ہوں کہ میرا بڑا بیٹا مرجان بڑا شہدا اور نالائق تنگ
خانداں ہوئے ہو خواہی بدیع الزمان میں میرے تخت جگر پارہ جان مروارید سلطان میرے چھوٹے بیٹے کو یعنی آئے اپنے
چھوٹے بھائی کو بیچ کر ڈالا وہ لاشک و لاریب عیاری و سکاری سے غافل ہو گا اور جان تنگ سکا زور چلا دے تانے کو کوئی نہ کوئی کر
قریب پا کر کے ملک کو چھڑا لیا گیا تو مجھے بڑی دلت اور رو سیاہی پیغمبر مرسل کے سامنے ہو گی اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اب تم دونوں
صاحب اس بات سے محض غیوف و خطر ہو ملک کے محاذ کی حفاظت میں کر لو نگاہ و جیوت کر میں نے کہیں اٹھائے راہ میں دیکھ لیا
تو جسطرح سے اپنا مرنا برحق جانتا ہوں اسی طرح سے اپنے مروارید سلطان چھوٹے بیٹے کے خون کا قصاص اُس سے لینا اور اسکا مار ڈالنا
برحق سمجھتا ہوں کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب نے سنجانی عیار کے بھر مرجان سے کہا کہ بس اب ہماری بھی
ہو گئی خوب ہوا جو تم آگے نہ ڈالنا رہنے کے جا کے اس تنگ خانداں کو دیکھ آؤ کہ کیا کر رہی ہو مرجان تیز رفتار سنجانی کی صورت بنا ہوا
بے ساختہ نیچے کے اندر گیا تو سب خواہوں نے مرجان کی صورت دیکھ کر جانا کہ گنجاب نے سنجانی عیار کو ملک عالم کی نگہبانی کے واسطے بھیجا
ہو اس سے کو کوئی محل میں چھپتا نہیں اور نہ کسی ملک فاس سے پر وہ و جواب کیا ملک کا لاواہی ہر خیر تنگ آمد و سخت آمد جان اور ظلم
میں یہ بھی جو چاہے وہ حکومت کرے اس میں ملک گوہر ملک کی نگاہ جو سنجانی نقی سے دوچار ہو گئی تو اس نے اشارے سے کہا کہ اے ملک
نگہراؤ نہیں میں سنجانی عیار نہیں ہوں بلکہ نے نگاہ اولین بچا کر یہ سنجانی نہیں ہو یہ مرجان میرا کو کا میری رہائی کے واسطے آیا
ہو بس سزا نے جی میں اند کے خوش ہوئی کہنے لگی کہ رضیتا بالفضل خیر مرنا تو برحق ہوا رہی چھو کر دوادے کے لیے شرب لاؤ کچھ کھانا تو کھلاؤ
تو نگہبان باندیان گلابان شرب کی لائیں اور باورچی خانے والی نے خاصہ خوان میں لگا کے تورہ پوش ڈال کر لائے آگے رکھ دیا

ملکہ نے کہا دعویٰ کچھ مجھ کو ہو تو آکھانا کھائے سنجانی نقلی نے کہا کہ پیڑ زادی تھے اور کھاری ساتھ دایوں نے بھی کھایا ہوا ابھی
کچھ نہیں کھایا سبھون نے کہا کہ سنجانی کیسا کھانا اب ہم سب توقیدی بندیان پیڑ سرسل کی ہیں جب ہماری گانے آج دوسرا دن ہے
کہ روانہ تھے پر نہیں رکھا تو غفلت ہو ہمارے کھانے پینے پر سنجانی نقلی نے کہا کہ صاحبو ملکہ کے نہ کھانے سے کیا ہوتا ہے کیوں غلام
شان اپنے خاندان کے انھوں نے ایک حرکت نالائق کی خراب جیسا کیا ویسا اسکا انجام دیکھیں اور کیا انکا اسم نعمت ان کا
پاپ نے اور کچھ تشدد اور شدائد پر گزرا مناسب نہ جانا بہ خیال آل اندیشی کہ وقت باز پرس خداوند باختر کو کیا جواب دیتے انکے
شکیر یا قوت شاہ کے پاس انھیں بھیجے دیتا ہر کھانا کھائیں پانی پئیں آخر ایدن وہاں جانا ہوتا اسکا رخ آریا بھی ہر طرف ایسی
باتیں بنائے دسترخوان بچھو ادیا اور جتنا خاصہ خواہش میں آیا تھا سب کو اٹھا اٹھا اس کے دیکھنا شروع کیا اور الٹ پلٹ میں ہر ایک
کھانے میں بیوشی ملاوی اور مٹنی گلابیان شراب کی تختیں سب کی شراب الٹ پلٹ کر نہیں ایک ایک شکی بیوشی کی ڈال دی اور
جس وقت کہ وہ کھانا سب نے کھایا اور شراب پی سب کے سب بیوش ہو گئے تراق پراق چار طرف لڑے سنجانی نقلی نے چٹ
پٹ ملکہ کو ہر ملک کا پشٹار باوند مکر کا ندھے پر رکھا اور پشت پر سے خیمہ کو چاک کر کے بھلا وہاں ایک ٹوکری کا گھوڑا ہزین و نگام
مرصع کار اور ایک رست بچھ آسمین ایک جوڑا مردانہ بندھا ہوا ہے کھڑا سر جان نے برابر سے جا کے اس سائیس کو ایک بیغیہ بیوشی
مارا کہ وہ چاروں شلنے چٹ بیوش ہو کر گر پڑا اور مرجان پتی تمام اس گھوڑے پر سوار ہو کے چند قدم پر جا کے آئے دیکھا کہ
ایک پنجشاہ روشن ہو مرجان نے جلدی سے اس پنجشاہ کو لیکر اس خیمہ میں لگا دیا مرجان تو گھوڑے کو تازہ کر کے یہ جاوہ جا
سید صاحب خدمت شاہزادہ والا مرتب روانہ ہوا اور وہاں جو خیمہ سے آگ بھڑک کر اٹھی تو اس خیمہ اور ڈیرے میں چار طرف آل پھیلی
اور سوار اور پیادے سب آگ بجھانے کے ہتھوڑے مصروف ہوئے میان مرجان عیار ملکہ کا پشٹارایہ گھوڑے کو ڈیرے پر حضور
شاہزادہ بدیع الزمان رد لشکر شکن ہو نچا اور پشترے کو سنانے شاہزادہ عالم کے کھوکھڑ کو فقیر دفع بیوشی کا دیا چھینک آئی اور
ملکہ کی آنکھ کھل گئی شاہزادہ بدیع الزمان نے ملکہ کو لیکر لگے دیکھا مرجان نے کہا حضور اس وقت بھڑکنے اور بات کرنے کا
موقع نہیں یہ جوڑا مردانہ پوشاک کا ملکہ کو پہنا کے ابھی گھوڑے میں شب باقی ہے بحث پٹ میان اسے سوار ہو کے اپنے لشکر سے ملے چلا
شاہزادہ بدیع الزمان نے مرجان کی بہت سی تعریف اور توصیف کر کے بوجہ اس کے کہنے کے ملکہ کو مردانہ پوشاک پہنا کے
گھوڑے پر سوار کیا اور آپ اپنے مرکب پر سوار ہو کے مع ملکہ ست چار باغ روانہ ہوا اور مرجان تیز رفتار ہمراہ رکاب فخر آستانہ
جب تک میان کامل خان عادل خان کے لشکر کا حال سمجھ کر جب شو غفلت شب سے نمایاں ہو چلے آنا صبح آتش خورشید
کی گرمی ہاتھ صبح یعنی وقت صبح کا ہوا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تو جتنی توڑیاں بانڈیاں بیوش پڑی تھیں انکے دافون
میں جو ہوائی تو سکی بیوشی اتر گئی اور ایک ایک نے اٹھ کر دیکھا کہ ملکہ گوہر ملک پٹنگ پر نہیں تمام خیمہ میں ظلم پڑ گیا اور جبکہ کامل خان
اور عادل خان نے یہ حال سنا کہ شب کو سنجانی عیار نوٹریوں کو بیوشی دے کے اور خیمہ میں آگ لگا کے ملکہ گوہر ملک کو
لیگیان دونوں نے آپس میں کہا کہ سنجانی عیار سے یہ ٹھوڑی کبھی نہیں ہوئی ہوگی مگر ثابت ہوتا ہے کہ اسکا بیٹا مرجان تیز رفتار
طرزدار بدیع الزمان نادیدہ خدا کا پرستار ہو گیا ہے اسے یہ عیاری کی ہر طوائف سے اب ڈھونڈھیں یہ کہنے اپنے اپنے
مرکبوں پر سوار ہوئے اور صبح پاس ہزار سوار بھلاش ملکہ گوہر ملک اور مرجان عیار گھوڑوں کو سر پٹ ڈاسے لشکر کا پتا
اور نشان پوچھتے روانہ ہوئے

اب حال شاہزادہ باقبال بدیع الزمان کا بیان کیا جاتا ہے

کہ جب شاہزادہ بدیع الزمان مع ملکہ گوہر ملک و مرجان عیار گھوڑوں کو سر پٹ ڈاسے صبح ہوئے ہوتے قریب مل سنجانی
کہ شہر سے کوئی چار پارچہ کوس کے فاصلے پر تھا پوچھا اور کھیت اور فدا وہاں کی دیکھو واسطے ادا سے ناز صبح اپنے مرکب پر

آتر کے ایک چشمہ آب پر وضو کرنے لگا ملک گوہر ملک بھی گھوڑے پر سے آتر کے زین پوش کو لکھوا گئے مٹی سیرویدہ رہی مٹی اور
 مرجان عیار بالائے ٹیکرہ جا کے چار طرف دیکھ رہا ہوا ہر مرتبہ شاہزادہ عالی شان سے تہا کہہ تمام کہتا ہوا کہ شہر ہند زیادہ توفیق
 کرنا مناسب نہیں ہو پس نماز سے فارغ ہو کے سوار ہو جیسے چارہ باغ میں ہو چکر نمبر جو مرضی مبارک ہو کیجیے گا ملک گوہر ملک نے
 جواب دیا کہ بھیا مرجان تین شبانہ روز ہمکو دوا دہش میں گزارے ہیں کہ کھانا تک نصیب نہیں ہوا میں تو گھوڑے کی سواری سے
 شل ہو گئی ہوں ذرا سیان دو چار گھنٹہ سی دم لیکے سوار ہو گئی ایسی سلیبت تو میرے دشمنوں پر کبھی خواب میں نہیں پڑی جیسی
 مجھ پر قیامت نازل ہو رہی ہے شاہزادہ عالم نے کہا کہ واقعی حکم جمع کتنی ہو گر مشیت ہر درگاہ سے کیا چارہ ہو دو چار گھنٹہ کی دوا کر لیں
 تم کتنی ہو بخدا میں کہتا ہوں کہ آج میں مقام کر لیتا لیکن خدا خواستہ دیر ہو کر کہیں پہنچے سے فوج نہ کسی غنیمت کی تہا پہنچے پھر سوقت
 مجھے اپنا تو برب کہہ کچھ خیال نہیں شمع من مست جام عشق از خود خبر دارم ہر گز سو دو درین رہ ہوا سے مرغا دم فقط تیر سے جیہ
 دلو یہ پریشانی ہو اگر تمہارا ساتھ نہ ہوتا تو کچھ فائدہ تھا ملک نے کہا کہ سہم اندہ سوار ہو جیسے اگر میں اٹھتا رہا میں سرکھی جاؤں تو نہ صولت
 میری گر مجھے یہ معلوم نہیں کہ خدا نہ کہے تمہارے دشمنوں پر کوئی واردات ہو جسے فتنے یہ کہ شاہزادہ بدیع الزمان چاہتا تھا
 کہ گھوڑے پر سوار ہونا گاہ شہر از دامن دشت عاج اورنگ ہرگز سے برخاست تو تیار رنگ یعنی از پردہ بیابان گورے برخاست
 کہ تیرہ تیرہ خیرہ خیرہ سرگرد آسمان رسیدہ و پاسے گرد بہ زمین دوزیدہ خٹان و پچان چون سر زلف عروسان ہوا نے ارادہ کر لیا
 مارا ہوا کو دامن گرد شکافتہ ہوا مرجان نے بہ آواز بلند کہا کہ شہر ہند غضب کا سامنا ہو گیا کامل خان بن گنجاب اور عادل خان
 بن گنجاب مع فوج و سپاہ آن پہنچے شاہزادہ عالی مقام نے حکم اور مرجان کو فرمایا کہ تم دونوں اسی ٹیکرے پر بٹھرو اور آپ
 یکے دے تنہا بھان واحد قاش زین پر جا بیٹھا اور مرکب کو چپکے کے سر میدان قائم ہوا حسب اتفاق سنجانی عیار اب مرجان کا یہ بھی
 حسب الحکم گنجاب کامل خان و عادل خان کے پاس جاتا تھا اٹھتا رہا میں حال مرجان کی عیاری اور ملک گوہر ملک کے
 بیچانے کا سیکے اپنا سر بیٹھا ہوا کامل خان اور عادل خان کے جو شکر میں گیا تو کامل خان اور عادل خان نے جو مرجان
 عیار کی عیاری بہت سنجانی عیار دیکھی مٹی تو اسی شبہ میں ان دونوں نے سنجانی کو آتے دیکھ کر پہلے تو کچھ نہ کہا جب سنجانی دور
 ہوا کر کے قریب پہنچا تو کامل خان نے بھستی تمام سنجانی کا ہاتھ پکڑ کے ایک طہانچہ اس زور سے آٹکے نہ پر بار غریب تھا
 کہ فرش کھاکے گر پڑے اور کہا میں اس بد ذات کو ساتھ اس آواز کے چار طرف سے لوگ دور پڑے اور مجھٹ پٹ سنجانی کی مشکیں
 باندھ لیں ہر چند سنجانی عیار کہتا تھا اور قسمیں کھاتا تھا کہ ایسی چیز زارو میں سنجانی عیار پیغمبر رسل کا ہوں میں مرجان نہیں ہوں کہ
 کسی کو نصیب نہیں آتا تھا آخر کار بعد زور کو بے بسیار جبکہ سنجانی قریب ہلاکت ہو چکا تو سب کو معلوم ہوا نہیں یہ سنجانی عیار ہر
 اور مرجان نہیں ہر بارے کامل خان اور عادل خان نے سنجانی کی مشکیں کھلوادیں اور غدر کیا کہ اگر سنجانی ہوگا تھا
 عیاری کیا جانیں نہ امانتہ دھوکے میں کتھیں گرفتار کر لیا تھا سنجانی نے کہا شعر ہر چہ درہم چرم چون تو پسندی رواست نہ
 بندہ چہ دعویٰ کند حکم خداوند راست : القصد یہ باتیں باہم کر کے سنجانی عیار نے دیر سے شاہزادہ بدیع الزمان نامدار اور
 ملک گوہر ملک اور مرجان تیز رفتار کو دیکھا اور کہا کہ کامل خان اور عادل خان بن گنجاب تم دونوں صاحب بخورہ کیو
 کہ بدیع الزمان تو اس ٹیکرے کے نیچے ٹھہر کھٹ کھڑا ہوا اور ملک اور اس کے بھتیجے اور مرجان ترکش اور تیرہ دست راست
 گورکھے اور گوشہ کمان کو تانبا گوش کھینچے برابر ملک کے بیٹھا اسی طرف کو نشانہ تان رہا ہر کامل خان اور عادل خان نے
 جو شاہزادہ بدیع الزمان غلیشان کو کیر و تنہا دیکھا تو اپنے ساتھ واسے پچاس ہزار سواروں سے یہ کہنے لگا کہ اے لقا پرستو
 جاہر و بان لینا اس نادیدہ خدا سے آسمانی کے پرستار بدیع الزمان آفت روزگار کو اور خبردار کسی طرح سے بھاگ کر جانے
 نہ دنیا یہ شے چار طرف سے کھار شل مورد غل کر کے ہر سر شاہزادہ نامور آگیا اور اوپر سے شاہزادہ رستم صولت یہ بلوٹ

اور لشکر کفار نابکار کا دلچسپ کرکے چلا اور قیضہ طہورث دیوبند پر ہاتھ ڈال کر طغیانہ انداز پر جس سے کچھ اور مثل شیر
اُڑنے و تشنہ آلودہ کفار کشی ہوا اور جھڑپ کو رخ کرتا تھا فوج کفار مثل کلاؤ کو سفید مٹانے سے پرانگندہ ہو کر جاگتی پھرتی تھی اشعار

بے قتل کفار اعدائے دین	بمیران جنگاہ و افواج کین	سہ بیج خوبی شہر انجمن	بدیع الزمان گرد لشکر شکن
چو شد حملہ ور آتش ارجمند	بہ کف تیغ طہورث دیوبند	نمودار شد خسرو کارزار	ز قن شد جدا سرنہاران ہزار
بہر جا کہ شمشیر او کار کرد	کے را دو کرد و دورا چار کرد	بہ فوج عدد شد اجل خندہ زن	بھی کرد پر داز چاہنا زن
کے بود بے پاو بے مرے کے	کے کشتہ تیغ و خنجر کے	کے بود بر نوک نیزہ طیان	بیک او قنادہ کے نیم جان
کی بود چون مرغ سہل بیک	شد از زخم خنجر کے سینہ چاک	کے را روان خون ز زخم سنان	میدان کے تشنہ لب دار جان
کے داشت در سر ہوا گریز	کے چارہ جواز دم تیغ نیز	کے چشم پر غم چو تہال داشت	کے بہ لب از سوز دل نالہ داشت
کے بود گریان بحال پر	کے بر نیزہ اور کے بر پسہ	بغزو غضب آن شہر ارجمند	از شمشیر و خنجر ز گرز و گند
برید و درید و شکست و بے ست	یلان را سر و سینہ و پاؤست	چنانکند ہر سو نہران ہزار	ایسی شست در دشت خون بہار
سر مردہ و زیر نعل سستور	شدہ سر مرث دیدہ مور کور	جو بہر تلو او کے مانند زلف پیاں کے	شانوں سے قوی و سکون کے

کے ہوئے اور حلقہ کند کے مانند گریان کے گلون سے سرکشوں کے لپٹے ہوئے شاہزادہ حق چست زبردست قوی بازو رکھیا اسکے
تینہ آبدار پر بگڑ آنکلی رکھنے کی نہیں خدا کو اپنا پشت پناہ کئے دس دس بیس بیس کنار حین اور اعدائے بیدین کو کہ نفلی گھونٹنے سے
سرکات کا لکڑی نالہ خون کے خاک اور خون میں ڈالتا جاتا تھا لکھنؤ زبانی اشتیاق سے شہر کی مانند پیکان کے خشک اور تپان
سندھ اعدائے بے پیر کے مانند سونا مار کے کھلے رہ گئے تھے سیکڑوں کی جانیں اور زخم تیغ سے مثل طائر نوگزار کے طیان میں کھنڈ
کے داغ ضرب گرز سے خون ہو کر ناک کی راہ سے بہتے تھے آخر کار وہ اشیعہ و ہر فیض کارزار یعنی شاہزادہ بدیع الزمان نادار کیا تھے
اس ابر ظلم لشکر کفار اور فوج اشرار میں زخمی اور مجروح ہو کر تمام جسم اطہر اسکا زخمائے کاری سے مثل تختہ لالہ اور فوج شکستہ اور
تھا اور ہر لب زخم سے صدام جہاد مرحبا کی آتی تھی برق شمشیر سے ہزاروں خرم جان عدد کی جھٹا بھالاش پر لاش و حشر پر دھڑ
سر پر سرگرتا جاتا تھا بے اختیار زبان تیر پر کلمہ زہ جاری تھا اور گمانیں شجاعت اور قدر اندازی اس حیدر اکمل کی دیکھ کر قربان
ہو رہی تھیں شہر حرک خنجر و ارگردون ہر دم از چہرہ برین فاذم او میدید و میگفت آفرین خدا آفرین اسوقت فوج اشتیاق
بے پیر اور لشکر اعدائے شہر نے شاہزادہ آسمان تو فر کوین شہادہ روز کے بے آب و دانہ تشنہ و گرسنہ سر سے ہاتھ زخموں
میں چور بجان خستہ و زخمی و تھکا دیکھ کر ہر چند کہ نیب تیر اور شمشیر سے اس رستم مہولت اشیعہ میدان و فاس کے قریب تو کوئی
جانبین سکنا گزرا نہ ماہ نامروی اور شقاوت چار طرف سے کامرہ کر کے تیر باران کرنا شروع کیا انشائیہ کہ کثرت بارش تیر سے
اکثر تیر جسم اطہر پر اس والا گوہر کے کاری لگے تھے اور مرکب باد پائیں اشیعہ میدان و فاس کا ہمہ تن جراح تھا تیر و سنان
سے شنگ ہو کر زمین پر گراتب چارنا چار و ہر فیض بچا سے کارزار جیستی تمام مرکب پر سے جدا ہو کر مادہ پامرد و حربہ و فرج
ہوا ایک ایک تصور جو ملک گوہر ملک کا دل میں آگیا تو وہ گاہ معاف سے جنگ رستمان کرتا ہوا جبکہ دیکھا کہ فوج کفار دود
تین تین تیر پر تاب پر دور دور متفرق و پرانگندہ ہر جیستی تمام اس ٹیکر سے پر جان لگا اور مرجان تیر ز قنار تھے وہاں آیا
تو دیکھا کہ ملک نہایت سراسیمہ و مضطرب دل بریان و دیدہ گریان حالت غش میں پڑی ہو اور مرجان تیر ز قنار با چشم اشکیار
ملک کے منہ میں پانی ٹال رہا ہوا گاہ ملک گوہر ملک کی جو آنکھ کھل گئی تو شاہزادہ بدیع الزمان کو از مرتنا باز خون میں چور
خون میں آغشته دیکھ کر دو نہر اپنے سر پر مارے اور خوب سینہ کوئی اور سر زنی کر کے کہنے لگی
یوں دیکھوں میں دیکھوں کو چیکر موت آتی نہیں ہو کیونکہ مرطون برق آگرے کاشن جبین ملطون

اشعار ہر بحر و شہر یاد میر سے

مرجانی میں کاش پیدا ہو کر

تو آتین یہ آفتین نہ سپر | یا ہوتی تو چشم کو رہوتی | بود کیر کے یون تجھے نہ روتی | ای خون میں تر تیر تو اور |
 زخموں میں ہر چور سے تپا | اور شہر بار حالی تبار ہر ای | مصیبت آپ کی جان پر میری وجہ سے ہوتی | خدا نخواستہ اگر حضور کے
 دشمنوں کو چشم زخم پہنچا تو ہرے تمام خواتین خطر کر رہے ہوجاں بکھیر کر | کینسگی کر اس کم تخت گو ہر ملک ہمارے شہزادے کو
 یہاں سے بھا کر تنہا بکس دے بس بے مونس دے یاد دہکار بھیج کفار میں شہید کرایا ہاں شہر بار میں کسی کے خمد لکھنے کے قابل
 نہ رہو گی صرع گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ اوجھ کے رہے نہ اوجھ کے رہے | یہ کیکر اس قدر روٹی کر تہم دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو گیا
 شاہزادہ عالی مقدار بیع الزمان نامدار نے یہ حالی زار ملکہ کا دیکھ کر با چشم اشکبار مر جان تیز رفتار سے فرمایا کہ اور مر جان یہ دینا
 سر اسے فانی ہر اور اس زندگی مستعار اور حیات تاپا دار کا کیا اعتبار شعر دم میں یان کیا جانے کیا ہر کیا نہیں | کچھ عہد سازندگانی کو
 نہیں | بس ای برادر اب اس لشکر کفار اور فوج اعدا سے تباہی سے کوئی صورت جانبر ہونے اور زندہ و سالم بیان سے نکل جانے کی ہنگام
 تو نظر نہیں آتی اور اس وقت از بسکہ میں شدت درد و انداز سے زخم اسے کاری سے جان لب اس سر اسے فانی میں کوئی دم کا مال
 ہوں لہذا اصر کیا کہوں اتنی مصیبت میری یاد رکھنا کہ جبکہ میں رہو ملک عدم ہوں تو پاس حق تک اور میری محبت کے بود میری ملک
 گو ہر ملک کے شریک حال رہتا اور کار سرزدی اور جان نثاری میں فام نہ رہے جہان تک تجھے سچی دکوشش ہو سکے ملک کو تاپا شکر
 فیروزی اثر سلطان صاحبقران امیر کشور گیر جان شان پونچا کر میری طرف سے عرض کرنا کہ امیر شہزادہ فدوی عاصی و فاطمی علیہ السلام
 وقت نزع کوئی حسرت و تپا اپنے دل میں سوائے زیارت اقدام عالی کے نہیں رکھتا تھا اور عہد زندگاہ میں پاس ہزار سوار سے مقابلہ اور
 مجاہد اور جنگ و ستماء کر کے فرق مبارک پر تصدق ہو گیا یہ ملک گو ہر ملک ناموس آسکی کر سوائے آستان دولت کے اور کین کوئی پاس
 و ملجا اسکا نہیں ہر جان یہ عاجز و بیوہ بہو آپ کی چارون بیٹھ کے غلامی میری کر گئی لہذا اسے حضور میں بھیج دیا اور امیدوار ہوں
 کہ ازراہ تفضلات بندگانه نظر پرورش ہو سکے | لکھنؤ اختلال پر رہتا باقیہ حیات اپنے یہ کنیزانہ سایہ ہا پایہ میں آج اپنا زبڈا پا کاٹ
 دے اور ناز و نجفانہ میں دعا سے بقاے سلطنت اور کشور ستانی میں سرکار کی معروف اور مشہور رہے اور جو خدا نخواستہ لشکر فیروزی اثر سلطان
 صاحبقران نامور تک تیری رسائی ہو سکے تو ملک کو بخدمت شاہزادہ والا مرتبت خاد سپاہ ملک سم عمل خفتان عزیز خاوری ہو پونچا دینا کہ وہ
 تخت جان و جگر و قہ العین نور و جہر بتجاہل اطاعت اور فرمانبرداری میں انکی کسی صورت سے ازراہ سلا متندی قاصر ہوگا اور صرف اوقات انکی
 بخوبی تمام وہاں ہو جائیگی اتنا کہ کچھ ہر اس شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ ای بلور اب ہم شو اور ملک عالم کو جو اللہ اسے کریم کہے ہیں وقت الوداع
 الوداع اور الفراق الفراق کا ہو دیکھو لشکر کفار چاروں طرف سے یرش کر کے قریب آن پہنچا اب زیادہ ٹھہرنا ہمارا مناسب نہیں یہ کہنے چاہتا تھا کہ شاہزادہ
 بیع الزمان نامدار وہاں سے اٹھے اور اس ٹیکے سے نیچے آترے اور ملک گو ہر ملک یہ حال تھا کہ با وصف اسکے کہ قرن شانہ روڈ آج
 تک ہم نہیں پہنچا تھا اور طرہ اس پر ہر تھا کہ مرکز جدال و قتال در پیش تھا اب ایک جان واحد شاہزادہ عالی شان کی پچاس ہزار کفار با شمشیر
 و خریان بلوہ کیے چلے آتے تھے یہ حالت غش میں پڑی تھی مباحثہ آٹھ بجی اور عین شاہزادہ والا مرتبت کا کچھ سوائے سزنی اور سنی کوئی
 اور آہ و ناری اور بیقراری کے کوئی بات منہ سے نہیں کہتی تھی اور نگاہ حسرت و کیر رہی تھی اور ملک طاف مر جان تیز رفتار با چشم خونبار کھتا
 تھا کہ امیر شہزادہ پہلے اس خانہ زاد موروثی کا تہ تھا کہ سزا دہس پر شمار ہو جاتا اور دشمنوں کا روز بدہد و کھتا مگر افسوس ملک ظلم کی تنہائی
 اور بیکسی سو دان روح میری ہر اس وقت کچھ غلام سے نہیں بن پڑتی کہ کیا کرے بجز اسکے کہ حضور ایک ساعت بجا اور بیان توقف و تپا
 کہ یہ تر کش تیرون کا خانہ زاد خالی کر کے اپنے دل کا ارمان نکال لے ابھی شاہزادہ عالی جناب کچھ مر جان کو جواب دینے نہیں پایا تھا
 کہ ایک بار لشکر کفار میں ایک غل ہو کر تجھے سہارا اور رسلا دلا اور افسران فوج کمال خان اور عادل خان کے ہمراہ تھے سب کے سب اپنے
 اپنے گھوڑوں پر سے آترے اور دیکھا کہ ایک شخص با محاسن سفید چالیس گز کا قد سر پہ تاج مکتل و مخوق بجا ہر رکھے آسمان کی طرف سے
 مثل ہنق کے چنچ مارتا اور یہ آواز دیتا ہوا آتا کہ ای بندگان خداوند قضا بنید و آگاہ باشید کہ نام من بابا جہنم زن بیابانی فرشتہ مقرب اللہ

خداوند با خستہ خداوند با خستہ فاسے رہبری نہ تھی۔ ساغر ان لم کردہ راہ کے اس مقام پہنچ گیا ہوا جو کوئی شخص دریا میں غرق ہوتا تو اس میں اسے ڈوبنے سے بچا لیتا ہوں پس یہی خدمت خداوند با خستہ ہے مقرر کر دی ہوا ہے ایک فرشتہ وحی رسالت قیلول خداوندی سے میرے پاس آئے ابلاغ حکم کیا کہ تین چار دن سے تین دیکھ چکے ہیں ہزار بندے میرے تل بنجان میں بے آب و دریا قریب ہلاکت ہو چکے ہیں اور تین شخص ایک بریج الزمان اور دوسری مگر گور ملک اور تیسرا مرجان نادیدہ خدا کے پرستار تل بنجان جو نہا ہوا ہے ان تینوں کو مہلت سے مدد گونہ آفات کر کے کافل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب کے حوالے کرنا میرے دریا سے قمرین غرق کر دے اور یہاں خداوند کے کچھ وہ چرخ زین بیا بانی فرشتہ مغرب ہارگاہ و قافہ چرخ مار کے نظروں سے غائب ہو گیا اور دم بھر بدھ کر کھانا آسمان کی سمت سے پر وہ زمین پر اترا کافل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور مع پچاس ہزار سوار اپنے ساتھ ہلوں کے سمت قیلول خداوند لقار میں پرچہ کو کے کئے گئے کہ اگر چرخ زین تم فرشتہ مغرب ہارگاہ خداوند کے ہو چرخ زین نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کو ابھی کچھ شک ہے اسی کو دوسرے بیٹائی کہتے ہیں مگر کیا مفاد ہے اب تم ہا سے اطمینان اپنی جانوں کے اور رخ شک کرنے کے ایک دو گھوڑے با سار ویران بیان کھر سے کر دو اور دیکھو کہ میں ابھی انکو بقوت لگو یہ تہ زمین میں ہو چکا کے تھاری نظروں سے غائب کر دیتا ہوں اور پھر جب کو کے تب انکو تختہ لٹری سے نکال کے بیان کھرا کر دونگہ کافل خان اور عادل خان نے کہا کہ ہوسے گھوڑوں سے زیادہ تر با سار ویران مربع اور کسکا ایسا گھوڑا ہر لوی دو دنوں برابر پٹے سے پٹے لاسے کھر سے ہیں ان کو آپ غائب کر دیں تو عباد و اعتبار اور اعتقاد ہو چرخ زین نے گیم اپنی ذہن سے لگے لگے آندو دنوں گھوڑوں پر ڈال دی وہ دونوں گھوڑے سکی نظروں سے غائب ہو گئے جب کافل خان اور عادل خان وغیرہ کھارنے یہ موجود دیکھا تو پھر تو سبکا یہ ظلم ہوا کہ اپنے اپنے ہلوں میں یہ اعتقاد اور یقین رہے کہ واقعی یہ فرشتہ مغرب خداوند جو میا ختہ چاروں طرف سمجھ کر تھے عمر و یعنی چرخ زین نقلی نے کہا کہ میں اب تم سب کو تمام قدرت نہائی اپنے خداوند کا دیکھو کہ میں بریج الزمان اور گور ملک اور مرجان کو خفین کرنا ہوں اگر انھوں نے خداوند کا کوجہ دیکھا اور میرا کہنا نہ مانا تو اس وقت ان تینوں کو دریا سے قمرین خداوند کے غرق کیے دیتا ہوں یہ کہنے کا جسٹاس ٹکڑے کے جہان شاہزادہ بریج الزمان اور ملک اور مرجان بیٹھے تھے غائب ہوا اور ایک جست کر کے اسطرح سے چرخ کھانا چاہتا تھا کہ اس ٹکڑے پر جانے کے ملے تو یہ صورت عمر و کی دیکھ کر سمجھ گئی اور ایک طرف سے شاہزادہ عالی مقدار نے اور ایک طرف سے مرجان بیروز قرار نے تیر کو کمان میں پیوستہ کر زہ کو زہ سے ملا نا بناگوشتی کچھ عمر و کا نشانہ تاک کر تیروں کو ہرب کیا عمر و نے جیسی نام شاہزادہ کے تیر کو تو ظلم کیا اور مرجان کے تیر کو ظلم دیکھ کر پیر شاہزادہ نامور کے جاچو پچا اور بہ ہوا زبند کما کر اکثر ہر سر تیر و روزگار بندہ گندہ سے تیرا قدر تھا جو تو خاص ہو کہ خداوند کی جو ملک گور ملک بنی پتیر برسل کی اور شاہزادہ یا قوت شاہزادہ برسل درگاہ کی ہوا اپنے ساتھ لیکر بیان کیا آیا اور سرکشی کرتا ہوا خداوند با خستہ قمر و غضب سے نہیں ڈرتا یہ کہنے کے تیرا شاہزادہ تیرا شاہزادہ عالم نے بہ فن سپہ گری بند دست عمر و کا کچھ کہے چاہا کہ ایک لکھو لکھ مارے عمر و نے آہستہ سے کہا کہ فرزند فیروز راہی حرکت نہ کرنا مجھے تو نے نہیں پہچان رہا میں کون ہوں اور اپنی بائیں آنکھ کا تل دکھانا شاہزادہ عالی شان نے جو عمر و کو پہچان لیا تو غایت بیاب ہو سکے عمر و کے پاؤں پر گر پڑا اور بیروز و اسار کہنے لگا کہ اگر عمر و بزرگوار عند اللہ شک میرے ال کا ہلدر فتح کیجیے کہ یہ صورت آپ کی میں عالم خواب میں دیکھتا ہوں یا بیداری میں عمر و نے ہنس کے کہا کہ اگر اہم تحت جلا پادہ دل شاہزادہ بریج الزمان نامور سے خواب تم مجھ خواب نہیں دیکھتا بیداری اگر تیرہ نے مجھے تیری خبر کے واسطے بھیجا ہوا شاہزادہ عالی شان نے پوچھا جو احوال صحت و تندرستی مزاج اقدس اعلیٰ سلطان عالی مقام کا بیان کیجئے عمر و نے کہا کہ میا حمزہ کا حال قابل بیان نہیں ایک داستان طوفانی ہر یہ بیان میں کیوں کر کہتے ہوں انشا اللہ تعالیٰ بوقت فرصت کہوں گا یہ کہنے کہ وہ گیم اپنی مع ان گھوڑوں کے بھیجی اور زیور اور سار ویران ان گھوڑوں کا آکر گھوڑوں کو پوچھ کر خداوند پھر وہی گیم بریج الزمان اور ملک اور مرجان کو امدادی کہ تینوں شخص سب کی نظروں سے

غائب ہو گئے یہ سب کو دیکھتے تھے مگر انکو کوئی نہیں دیکھتا تھا ہوسکے باواز بند کیا کہ اکمل خان بن گنج شاد عادل خان بن گنج شاد
 مع دو چار اپنے سرداروں کے اس ٹیکرے پر آؤ اور دیکھو کہ ان تینوں خدا پرستوں نے خداوند تعالیٰ کی جناب میں ایک کھٹلاف ادب
 کیا تھا اس جرم پر جناب اور قدر خداوندی نازل ہوا میں نے اسی ٹیکرے کے نیچے ان تینوں کو غرق کر دیا اکمل خان اور عادل خان
 مع چند سرداروں کے اس ٹیکرے پر جا کے چاروں طرف خوب غور کر کے دیکھ رہے تھے مگر کسین شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک گوہر ملک
 اور مرجان نظر نہیں آتے تھے اکمل خان وغیرہ سب کو یقین لگی ہو گیا کہ یہ مقرر فرشتہ مقرب درگاہ خداوند تعالیٰ ہو اور پھر سمجھوں نے
 سمجھتے تھے قیلول خداوندی تعالیٰ سے کیے اور کہنے لگے کہ یا خداوند تو برحق ہو عمرو نے کہا کہ بس اب خداوند کا حکم ہو کہ تم سب
 شہرستان کو پھر جاؤ اور جو کچھ تم نے بخشہ اپنے دیکھا ہو وہی ساری نقل گنج شاد کے رو بہ بیان کرنا زیادہ بیان نہ ٹھہرو اکمل خان
 اور عادل خان نے فرشتہ مقرب درگاہ یعنی عمرو سے یہ سب کے ایسوقت وہاں سے مع باقی ماندہ سرداروں کے کوچ کر دیا اور ستان
 کیوں جاتے ہیں انکو تو جانے دیجئے بیان شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ مدائن نے جب دیکھا کہ اکمل خان بن گنج شاد عادل خان
 بن گنج شاد مع تمام اپنی فوج و سپاہ کے اب دور نکل گئے شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک اور مرجان پر سے کلیم عیاری آماری اور کمال
 شاہزادہ عالم اب تم مع انکہ بیان سے محبت پٹ سوار ہو کے چلے دیکھنا نام بھر بیان مصلحت نہیں ہو یا اسے شاہزادہ بدیع الزمان
 اور ملک گوہر ملک انھیں دونوں گھوڑوں پر چکو عمرو نے اکمل خان اور عادل خان سے لیکر کلیم عیاری بن چھپا دیا تھا انھیں
 گھوڑوں پر سوار ہو کر مع مرجان عیار مست چارباغ ملک حران دیوکش روانہ ہوئے اٹھنے کے راہ میں شاہزادہ عالمچاہ نے فرمایا کہ
 ای مرجان تو آگے جا اور ملک کے آنے کی خبر فضل بن گیا ہو خون آشام اور ترک جوشن پوش اسد قاتل زنگی اور قاتل زنگی
 وغیرہ سرداروں سے کہو کہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ تارنے کہا میں جسکے چارباغ میں تھا اسے سب رفیقوں اور جان نثاروں کو
 اطلاع کیے دیتا ہوں یہ لکے عمرو شاہزادہ عالم سے رخصت ہو کر جیل خانے حاکم سے نکلا نکلتا ہی ہوا کہ وہاں میں قریب چارباغ کے ہونچا اور
 جسکے قاتل زنگی و قاتل زنگی دونوں نے چارباغ کو بھال نال اندیشی بطور قلعہ کے آراستہ و پیراستہ کر رکھا تھا اور ہر وقت دروازہ باغ کا
 بند رہتا ہر عمرو نے دروازہ تو کھلوانا مناسب نہ جانا ایک جست کر کے اندرون چارباغ داخل ہوا اور چارباغ سے زنگیان ہلای قاتل
 قاتل نے ان ہان کر کے سپرین توار بن پرکے عمرو کو چاکر کھیر کر گرفتار کر لیا مگر دستار مرشد اکمل کو کون کون کھڑکتا تھا نوبت میانک ہوئی کہ
 شاہ عیاران عیار نے ایک مرتبہ دو چار بستوں میں ان اسی ہزار چشتی بچوں کی گروہ سے صاف نکل کے اور فضل بن گیا ہو خون آشام
 کے مکان بود و باش پر جا کے باواز بند کیا کہ اس سردار ان شاہزادہ بدیع الزمان نامدار داند و گاہ بائید کہ منم صلا ج عیاری تعب
 ملک خنجر گذار سی شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار شاہزادہ انجم گروہ در شمشیر سر قند ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران ہلو ان
 مقتدر شاہزادہ بدیع الزمان گروہ شکر شکر مع ملک گوہر ملک اور مرجان عیار ہزار ہا کفار اور اعدائے نابکار کو عرصہ کارزار میں مغرب
 تیغ آبدار و اصل جنم کر کے مظفر منصور بہزت و حرمت تمام و بشوکت مالا کلام آنا ہوا اور مجھے فقط تم سمجھوں کو اطلاع کر دینے کیواسطے
 پیشتر سے روانہ کر دیا ہو فضل بن گیا ہو خون آشام اور ترک جوشن پوش رفیقے جان نثار شاہزادہ عالمچاہ کے یہ شہزادہ جان نثار
 اور سرودش راحت فروش تشریف آوری شاہزادہ والاہرقت اور نام عمرو کے شادان و فوجان بخیل اسکے کہ اکثر زبانی شاہزادہ عالمچاہ
 بدیع الزمان نامدار توفیق و توصیف اور رتبہ اور تہ شاہ عیاران عیار کا سا کرتے تھے اپنے اپنے مقام پر سے آئے انھ کے دورے
 اور ہر ایک نے بقدر اپنی اپنی ذہنی کے اشرف خیال اور جواہرات وغیرہ اور اشیائے بے باطلور و دغالی اور پیشکش کے عمرو کو دیے اور
 تمام چارباغ میں طبع کی دھوم خوشی کی پھلی اور جہم معاجین اور خوشین وغیرہ طازین شاہزادہ عرش تائیں کا تھا بعد ازاں ایک
 بالکی عجلہ وار مع کار و اسطے ملک کی ساری کے اپنے ہمراہ لیکے سب کے سب برائے پیشوا الی اور استقبال کے چلے اور انھ کے
 از دست شاہزادہ کی حاصل کر کے ہمراہ رکاب نظر اختاب اس عیال کے چارباغ ملک حران دیوکش میں داخل ہوئے

اور یہاں حسبِ حکم شاہزادہ عالم کے نیاری جیش شاہزادہ اور نفل خسرو ان کی ہوتی ہنگامہ شادی اور غلغلہ مبارکبادی چار سو تھو ساقیان
طلعت کی دھوم اور مہینان مہر صورت کا ہجوم دروزہ شراب کا چل رہا تھا ایک سردار سپہ سالار فتنہ عشرت میں کستا تھا شہ

ساقیا پر خیز دروزہ جہلم را | خاک ہر سر کن غم ایام را | اور چلے دور چلے ساقیا | اور چلے اور چلے ساقیا

قصہ مختصر تین شب دروزہ جلسہ نوح رنگ کار ہا جب وقت شام کا ہوا اس وقت شاہزادہ عالم مقام نفل سے آنکھ اندرون محل داخل ہوا
اور ملکہ گوہر ملک کے ساتھ صحبت پیش و طبین معروف ہوا عمر و نے جو دیکھا کہ بدیع الزمان محل میں گیا اور مجھے بیان تھا جو
گیا عمر و بھی آنکھ زمانی ڈیوڑھی پر آیا اور جو نہیں چاہا کہ اندر ڈیوڑھی کے قدم رکھے حاجت بانوں نے بان ہان کر کے روکا اور کچھ تیوری پر لگے
کہا کہ صاحبِ تلوخیر ہر زمانے میں گئے جاتے ہو عمر و نے ان سبھوں کے گئے اور روکنے کا مطلق خیال نہ کیا کہ یہ کیا بچتے ہیں اور
نے کہتے ہیں جست کر کے اندر محل کے جا پونچا بیان حاجب دربان لیا دل چو بار مرد ہوں نے شور و فل کیا کہ لینا یہ کیا حرکت انھوں نے
کی اور وہاں محل میں جو لوندیوں نے دیکھا کہ ایک عجیب الخلقت تھی صورت شخص غیر شخص کو مار لی سا سارہ کچھ سامنے اور چوہا ہا
ناک اور بادام سے کان اور زیرہ سی آنکھیں ہنگامی وارھی طباق سا بیٹ ناگامی گردن رسی سے ہاتھ پانوں چھٹز کا منڈا اور پرکاتیں
کاتے کا ہر میا خندہ محل میں گھسا چلا آتا ہر سب کو یقین ہو گیا کہ یہ آدمی نہیں کوئی جن پا کوئی آسیب ہی نہیں ہمارے کے چار سو سارے چار
خواہمین لوندیان باندیان مائیں دوائیں کہاریاں چلیا اور لکھنیاں ہور دست پہنے اور چھلکیاں اور کرکچے چار طرف سے لے لے کر ڈوکیا
اور عمر و کو ان شروع کیا عمر و نے بدحواس ہو کے جستن کرنا شروع کیں اور پکار پکار کر گتا تھا اور حرازا دیو پھو کر پوتے بچہ زولا
اور دیوہ کیوں کیا تمھاری ملکہ نے مجھے بلایا تب میں بیان آیا ہوں لوندیان باندیان اور زیادہ تر گھبراہتی تھیں اور سارے
محل میں ہنگامہ شور و فل سے قیامت پھا تھی اور چار طرف یہی دھوم مچتی کہ ایک جن باغ میں آیا ہوا اور وہ کہتا ہے کہ میں تو
تمھاری ملکہ کے بچنے سے آیا ہوں یکا یک ملکہ گوہر ملک نے جو یہ غلغلہ سنا تو سر اٹھا کے چاروں دیکھی تھی اس میں عمر و آچکے
بھاگتا ہوا ملکہ کے برابر پہنچا اور پکارا کہ اس ملکہ خدا ان اپنی لوندیوں باندیوں سے میری جان بچاؤ یہ مجھے ارے ڈالنی
میں ہر عمر و کو دیکھ کر تظہیر آٹھ گھڑی ہوئی اور اپنی لوندیوں باندیوں سے آواز بلند کہا کہ ہاں ہاں اور توجہ حرازا دیو ہم درگور
سہو یہ کیا کرتی ہو یہ جن نہیں لکھو وہی بزرگ ہیں جنھوں نے مجھے اور شاہزادہ بدیع الزمان اور مر جان کو کامل خان اور
عادل خان کی فوج دسہا کے محاصرے اور ظلم سے جان بخشی کر کے بیان تک زندہ و سالم ہو پونچا یا ہوا اسے احسان فرماؤ تو بھگتا
آقا سے ولی نعمت شاہزادہ والا رتبت کے ہم ہر گوار ہیں لوندیوں نے کہا کہ قربان کیا تھا ایسے ہم کو خدا نخواستہ نوح یہ ہمارا
شاہزادہ عالم کے موہوں خدا جانے یہ کون آسیب ہر شاہزادہ والا تباہ نہ فرمایا ہاں ہاں چھو کر نیاری فیک بختو زبان بھٹا ہوا
خبردار کوئی بات خلاف آداب اب تمھ سے نہ لکنا یہ میرے قبل و بعد ہم ہر گوار ہیں یہ کیک شاہزادہ عالی قدر واسطے تعظیم کے
آٹھا اور یہ کمال اغرازا و کریم عمر و کو لاس کے اپنے برابر مسند پر بٹھایا اور بہت سی عذر خواہی کر کے دست اوب باندھ کے عرض کی
کہ اس عمر و ہر گوار یہ چھو کر بیان حضور کے محل سے آگاہ نہ تھیں لہذا امید و یقین کرانے جرم و خطا کو آپ معاف فرمائیں عمر و نے کہا
یہاں خیر جو کچھ ہوا سو ہوا مجھے انے کیا شکایت ہر شاہزادہ بدیع الزمان نے عالی سلطان صاحبقران کا پوچھا عمر و نے کہا اسے
بدیع الزمان جس دن سے مجھے لگا اپنے ہمراہ سے آئی حمزہ تیرے در و دوری اور غم مفارقت میں نہایت بیتاب اور نیچر و خواب بجا
خراش با چشم بہا بہر خط و ہر لمحہ یہ شعر زبان پر آتا تھا شعرانی آنکھوں سے اسے میں دیکھوں یا لیا بھی کبھی خدا کرے کہ اب
چند مدت کے خواجہ آشوب سودا گریاں سے کیا اور اسے تمھاری عرض و پیش کر کے سارا حال صحت احوال تمھارا اس پرغیتا رہا ہوں
اور اب باب باختری کے آنے کا مخلص اور مشر و تابیان کیا بارے اس دن سے ان کے حمزہ کے بنی کو تسکین ہوئی اور مجھے تمھاری خبر
کیا واسطے بھیجا میں نے حمزہ سے اقرا کیا کہ میں چالیس دن میں شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر تمھیں کے فونگا اس سے کہنے پر کاؤنی کا ہوا کہ

تو پھر کوئی عیاری و مکاری وہاں نہ پہنچی عمر و نہ کماؤ ملک ہمارے ہمارے کچھ شرط اسی بات پر ہو تو کیا مخالفت ملے گو ہر ملک
 نے کہا کہ اگر عمر و پانچ ہزار اشرفیان کھینچ دوں جو کہ گنجاب کی وارثی موندلاؤ اور جو تم نہ موندلاؤ گے تو پانچ ہزار اشرفیان یہاں
 تھے لوگ عمر و نے کہا بہت خوب ہمارے اور آپ کے یہ شرط ہو چکی اور یہ کہہ کے عمر و روانہ ہوا اور رنگ و روغن عیاری کا ٹھنڈ
 پر مل کے ایک فراش کی صورت بنے دروازہ بارگاہ گنجاب پر پہنچا اور بیخوف و خطر اندرون بارگاہ جلے دیکھا کہ تخت پیمبری
 پر گنجاب بیٹھا ہوا اور برابر دست راست کو ایک دنگل پر ہر مرن نو شیروان اور ایک دنگل پر فرامر زین نو شیروان
 اور سامنے کرسی پر خواجہ گراز الدین ملک تختیارک شوم کا فریدین اور برابر ہر زکے دست راست کو علقمہ وزیر گنجاب
 کا اور بائیں طرف شہراب خان بن گنجاب اور محسن خان بن گنجاب اور قاہرین قہرمان ثبی وغیرہ سردار قریب
 سترہ سواٹھارہ سو گرد گردن کش باادب بیٹھے بن گنجاب سے اور تختیارک سے بائیں ہوری بن کامل خان بن
 گنجاب اور عادل خان بن گنجاب نے آگے بڑھا گاہ پر سے مجرا کیا اور دست راست گنجاب کے تخت کے دکنوں
 پر بیٹھے گنجاب نے کامل خان اور عادل خان سے پوچھا کہ امیر زمان من بہت جلد تم خداوند کی بارگاہ سے پھر آے
 کامل خان اور عادل خان نے عرض کی کہ امیر زمان گوارا پ کو تو پرچہ دفاع سے غلاموں کا مال معلوم ہو گیا ہوگا
 کہ مرجان تیز رفتار سبانی عیار کی صورت بنے ملک گوہر ملک کو چرائی گیا اور بدیع الزمان کے پاس پہنچا دیا صبح کو
 ہلکے جب خبر ہوئی تب ہم دونوں بھائی مع فوج و سپاہ اسکی تلاش میں دوڑے اور آہونڈ سے آہونڈ سے برابر تل سنجان
 کے پونج کے بدیع الزمان اور مرجان اور ملک کو گھیرا بدیع الزمان ملک اور مرجان کو اس ٹیکے پر بیٹھ کے تھما دیا
 سے اتر گئے ہمارے مقابلے میں آیا اور تین شاہانہ روز معرکہ جنگ و جدال میں قریب دس بارہ ہزار سوار و پیادے ہماری
 فوج کے مارے گئے ہم دونوں بھائی رستے رستے جیتے جیتے جب عاجز ہو گئے اور بدیع الزمان کا گھوڑا مارا گیا اور وہ پیادہ
 پا میدان سے پس کے ملک کے دیکھنے کو پھر اسی ٹیکے پر گیا تو اسوقت فرشتہ مقرب خاص درگاہ خداوند پختہ کرکے
 اسکا بااچہ رخی زن تھا اور وارسی اسکی تمام مقیشی تھی اور حیوت وہ آسمان پر سے اتر آتا تو سیکڑاؤں چکر اور مرغ
 لیٹے آئے مارے کہ ہمارے بکے ہوش اڑ گئے بعد اسکے اس مقرب خاص درگاہ خداوند نے سے کہا کہ مجھے خداوند باختر
 نے تمہاری مدد کے واسطے بھیجا ہے اور یہ تقدیر کی ہے کہ یہ بیا بان تل سنجان میں جو مسافر کہ راہ بھول جائے اسکو راہ
 بتا دینا یا جو کوئی کہ دریا میں ڈوبا ہو اسکو ڈوبنے سے بچا دینا اور یہ کہ اس فرشتہ مقرب خاص خداوند نے کہا
 کہ اگر تمکو میری بات کا اعتبار نہ ہو تو وہ ایک گھوڑے لاؤ میں معجزے سے گھوڑوں کو فائب کر دوں ہم دونوں بھائیوں نے
 اپنے دونوں گھوڑے اس کے سامنے کھڑے کر دیے اس مقرب خاص نے پھر ایسا معجزہ کیا کہ انکی حقیقت وہ دونوں گھوڑے
 ہماری نظروں سے فائب ہو گئے تختیارک نے یہ گفتگو کا مل خان اور عادل خان کی سننے کے کہا کہ صلوات بر محمد اور
 کہ کے تختیارک نے پوچھا کہ ہاں صاحب چہ کیا ہوا کامل خان اور عادل خان نے کہا کہ ہم دونوں بھائی مع
 تمام اپنی فوج کے یہ معجزہ دیکھ کر سجدے میں بیٹھ گئے اور اس فرشتہ مقرب خاص نے تل سنجان پر چڑھ کے بدیع الزمان
 اور ملک گوہر ملک اور مرجان تیز رفتار کو اپنے بازو سے زمین میں خرق کر دیا اور ہم دونوں بھائیوں کو اس نے
 پاس اسی ٹیکے پر بل کے دکھایا کہیں سڑا اور پست اور کچھ نشان بدیع الزمان اور ملک اور مرجان کا نظر زمین
 آتا تھا ہلکے زمین ہو گیا کہ واقعی یہ فرشتہ مقرب خاص ہوا اور اسکا معجزہ اور کرامات قدرت خداوند کی
 ہر چہ ہے اس فرشتہ نے کہا کہ اب تم دونوں بھائیوں مع فوج و سپاہ کو اپنے ملک سنجان کی طرف چرچاؤ
 بدیع الزمان کو میں نے عجب تعزیر خداوند کے غم میں جلا کر دیا اب گنجاب ہر صورت مطمئن رہے

چنانچہ بوجہ حکم اس مقرب خاص درگاہ خداوندی کے ہم دونوں بھائی اسی دم سوار ہو کے مع اپنی فوج و سپاہ کے آپ کے پاس پہلے آئے ہیں بختیارک نے یہ حال زبانی کاغل خان اور عادل خان کے گنجاب سے کہنا یا پیغمبرِ رسل نہیں طاع نہیں اختیار کیا اب فرشتہ مقرب خاص خداوندی کے تیرے بیٹوں کی مدد کے واسطے اس بیابان تلستان میں آیا اور بدیع الزمان اور ملک اور مرجان تیرے رفیق کو اسی تلستان میں فرق کر کے ان دو گھوڑوں کو غائب کر کے چلا گیا ایسا مجوزہ تو کبھی میں نے نہیں دیکھا نہ کسی سے سنا تھا تیرے دونوں بیٹے خداوندی کے خاص بندوں میں ہیں خداوندی کا معجزہ اور فرشتہ مقرب خاص درگاہ کا قول اور تیرے بیٹوں کا اعتقاد سب سچ ہی سچ ہو گئے یہ معجزہ اور یہ فرشتہ مقرب درگاہ خداوندی کا اعتقاد جو کچھ اور رنگ نہ دکھلائے کس لیے کہ صریح چشم میں تیار ازین خواب پریشان دیدہ است ابھی گنجاب بختیارک کو کچھ جواب نہیں دینے پایا تھا کہ محسن خان اور سراب خان نے گنجاب سے کہا کہ بابا جان ہم بھی حضور کے واسطے ملک بربر سے تحفہ جات وغیرہ لائے تھے یہ کہہ کے چار سو ہندوؤں سنگارے اور گنجاب نے کہا اچھا ایک صندوق کو کھولو اسے دکھاؤ کیا کیا تحفہ لائے ہو محسن خان اور سراب خان نے جلدی سے ایک صندوق کا قفل جو کھولا تو سبھوں نے دیکھا کہ اس میں لیس گھوڑوں کی اور سرگین گاؤں کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو گنجاب اس سرگین گاؤں اور گھوڑوں کی لید کو دیکھ کر اور اسکی تعریف اور بے نہایت پراگندہ خاطر اور بدواغ ہوا محسن خان اور سراب خان نے یہ بیانات اس صندوق میں ملو دیکھ کر اسے تو علیحدہ رکھوا دیا دوسرے صندوق کا قفل کھولا گنجاب سے عرض کیا کہ اس صندوق میں نہیں معلوم کیا چیز پڑا ہو گراہ بابا جان اسکو تحفہ فرمائیے کہ غلاموں نے کیسے کیسے تحفہ ملک بربر کے آپ کے پیشکش کے واسطے خرید کیے ہیں اور اسے میں گنجاب نے اسکا تحفہ جو اٹھایا تو دیکھا کہ اس میں ڈھیلے اور پتھر اور اس میں شوٹ کو ربو سیدہ دو ایک کتے مردہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکو زندہ پکڑ کے منہ باندھ دیے ہیں یا خدا جاسے کیا تدبیر کی ہو کہ بعد چند روز کے اس میں گھٹ گھٹ کے مر گئے گراہی بالکل مر نہیں گئے ہیں گنجاب نہایت درہم اور ہر دم ہو کر غصہ سے کانپنے لگا اور بھلا کر کہنے لگا اور بیانات طوئیر یہ تھے کیا بھلا مارا اور گود کھایا ہو مجھے بھی خوش طبعی کرتے ہو یہ وہی شل ہو کہ بازی بازی باریش باہم بازی صندوق میں اٹھیلے پتھر چھو ندریں کتے مردہ گوبر لید بھر کے میری نذر کے واسطے لائے ہو ابھی محسن خان اور سراب خان دونوں بیٹے گنجاب کے کہہ اپنے دونوں میں حیران اور پریشان ہو کر بجز سرنگونی اور منفعل ہونے کے جواب نہیں دینے پائے تھے کہ ایک مرتبہ بختیارک بول اٹھا کہ گنجاب جو کچھ کر شک و شبہ میرے ہی میں فرشتہ مقرب درگاہ خاص خداوندی کی طرف سے تھا وہ اسوقت سب رفع ہو گیا مجھے قسم ہو خداوندی کہ جسوقت آئیں گے عمر و کمال لوٹا تھا تو میں نے بہت سا بچھایا اور منع کیا تھا کہ عمر و کمال اسباب صاف جو تم نے لوٹا اور ایسا غضب نہ کرو ان دونوں کفار سے بیٹوں نے میرا کہنا نہ مانا کہ گنجاب میرا کہنا تو مجھوٹہ نہ جانتا وہ فرشتہ مقرب کوئی نہ تھا عمر و عیاری کر کے آیا ہو گا اور بدیع الزمان اور گوہر ملک اور مرجان کو بچا کے لے گیا اور اسے اپنے مال کے ساتھ محسن خان اور سراب خان کا بھی نقد و جنس مال اسباب سب صندوق میں سے لے کے اپنی زبیل میں رکھ لیا ہو مجھے اب تردد اور ہڑاکھٹکا اور دھندل میں یہ پڑا ہو کہ میں ایسا مستم اور ایسا غضب نہ ہو کہ مد تیری بارگاہ میں کوئی عیاری کر کے آئے اور دشمنوں کے کان بھرے کہیں وہ مرشد کا مل مرشد ہی نہ کر جائے کہ جسے دشمنوں کی ڈاڑھی مونڈ کے ٹھم بارگاہ نشینوں کو ذلیل اور سوا کر کے ال اسباب حیرالوٹ کر لیا ہے کس لیے کہ اسکا نام سر بھندہ

جہاد و گران اور لیش تراشند، کافران بھی اس گنجاب نے نہایت پیچ و تاب کھانکے جواب دیا کہ اور کد شیطانی مجسم
 کیا تو کہتا ہو اور مجھ کو ایسا عمر و کوئی فرشتہ ہو یا کوئی جن ہو یا کوئی آسیب ہو یا کوئی بلا ہو کہ میری بارگاہ میں
 گھس آئے گا اور تمام میرے سرداروں اور بارگاہ نشینوں کو ذلیل کر کے میرا بال اسباب فوت بجا بیگا اور کوئی نہ اسے
 دیکھ بیگا نہ کوئی کچھ اسکا کر سکیگا اور وہ نعمت سبکو خاک میں دے کے زندہ اور سالم نجات کے چلا جائیگا بختیارک نے کہا ای
 گنجاب فرشتہ اور جن اور آسیب اور بلا کی کیا حقیقت ہو جو اسکی برابر ہی کر سکے وہ غیبی رہتا ہو اسنے بات اسطے
 منات مٹے قیام قیام خلیا لوٹک و اچھوٹک جھوٹا سری گائیگا بچھڑہ وغیرہ پونے دو سو خستہ بون کو فارت کر دیا کاشغر
 کشمیر بنگالہ کانور و میں ام الجبال اندر کوٹ مار و چاہ وغیرہ سبکو دن ملکوں کے جاو گردن کو مار ڈالا نام و نشان بھر
 و ساحری کا اس سرزمین پر نہیں رکھا اسکو بیان آتے کچھ دیر نہیں لگے گی وہ چاہے میری صورت جکے بیان آئے
 اور عیاری کر جائے اور پھر میں ہر چند تم سب صاحبوں سے کہوں کہ یہ عمر و ہی تم کبھی میرا کہنا نہ مانو گے اسکا کہنا ہیج
 جانو گے وہ چاہے تو تمھاری صورت بجائے اس گنجاب قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر وہ عیاری بیان آئے تو جو چاہے سو وہ
 کر چکے مگر کبھی کوئی اسکو نہ پہچانے پھر اگر پہچانوں تو میں پہچانوں اور سوائے میرے کیا تاب و طاقت کسی کی جو اسکو پہچان
 سکے گنجاب یہ حال عمر و کا سنکے اسور جاپنے جی میں خائف اور ترسان ہوا کہ اپنی انگشتری اتار کے بختیارک کو دی اور
 کہا کہ ای بختیارک اگر تو عمر و کو خوب پہچانتا ہو تو میں نے تجھے اپنا حافظ جان سمجھ کر یہ اپنی انگشتری اسنے دی ہو کہ جسوقت
 عمر و بیان آئے تو تجھے بتا دینا اور میں اس اپنی انگوٹھی سے تجھے پہچان لوں گا بختیارک نے کہا ایک شرط ہے کہ میں آ
 کو میں کون پھر تو کچھ اُس میں فدا ورجیلہ نہ کر اور بے تامل آسے مان لے تو کیا مفادہ مگر میں خوب جانتا ہوں کہ
 جسوقت وہ عیاری بیان آئیگا اور تجھے دو باتیں کر لیا تو پھر میں ہزار طرح سے تجھے بھادونگا اور کوننگا تو میرے کہنے پر
 کبھی عمل نہ کر لیا اور ناحق کی ذلت بلکہ باعث میری ہلاکت کا ہو گا گنجاب نے کہا کہ ای بختیارک تو خاطر جمع رکھ اگر ایک
 مرتبہ خداوند تعالیٰ تشریف لائینگے اور تو کیگا کہ یہ خداوند نہیں ہیں یہ عمر و تو میں خداوند تھا کا بھی مطلق پاس اور
 حافظ نہ کروں گا بختیارک نے کہا ای گنجاب تو خداوند تھا کی قسم کھا کہ جسوقت میں عمر و کو پہچان کر تجھے کہوں کہ یہ عمر و
 ہی تو تو بھٹ پٹ آسے گرفتار کرے اس میں فرق نہ پڑے گنجاب نے کہا جو تو کیگا قسم ہو تجھے خداوند ہیجہ ہزار ملک باختر
 کی میں اسپر عمل کروں گا بختیارک نے کہا تو بہر استغفار سب جھوٹ اور محض غلا ہو کبھی تو میرے کہنے پر عمل نہ کرے گا
 خیرا تو چاہے میرے کہنے پر عمل کرے خواہ نہ کرے لیکن عمر و کو میں ضرور پہچان لوں گا گنجاب نے کہا ای بختیارک تو سخت اہم
 اور بڑا بے ایمان ہو صرکائیں نے از روئے خداوند تعالیٰ قسم کے تجھے کہا کہ جو تو کیگا میں مانوں گا اور اسی پر عمل
 کروں گا اتنا ہے درجہ یہ کہ خداوند تعالیٰ آئے گا اور تو کیگا کہ یہ عمر و تو خداوند کا بھی خیال نہ کروں گا اور جو خداوند تعالیٰ
 تجھے فرمائے گا کہ تو بختیارک کا کہنا نہ مان تو میں خداوند کا بھی فرمان اور حکم نہ مانوں گا اور تیرے کہنے پر عمل کروں گا بختیارک
 نے کہا تو ایک اقرار نامہ اس مضمون کا کہ جو بختیارک کیگا میں سچ جالوں گا اور اسے کہنے پر عمل کروں گا لکھ دے اور
 تمام اپنے سرداروں اور بارگاہ نشینوں اور بیٹوں کی گواہی اس اقرار نامہ پر کروادے گنجاب نے کہا اچھا مجھے قبول
 ہو یہ کہہ کے گنجاب نے اسی مضمون کا اقرار نامہ لکھوا کے اپنی سپر کردی اور تمام سرداروں اور بارگاہ نشینوں اور
 اپنے بیٹوں کی مہرین گواہی کی اسپر کردی اور وہ کاغذ بختیارک کو حوالہ کر دیا جب بختیارک نے وہ کاغذ ہری گنجاب کا
 اپنے ہاتھ میں لیا تو رگ شیطنت اسکی جوش میں آئی اور ایک مرتبہ سبھل کے گنجاب کی جانب مخاطب ہو کے کہنے لگا کہ ای گنجاب
 مجھے اسوقت بغین کامل ہوتا ہو کہ وہ مرشد کامل ہادی رہنا بیان تیری بارگاہ میں موجود ہی پس اب ہر چہ بادا باد

میں نے تجھے اقرار کر لیا کہ میں اس عیار کو خوب پہچانتا ہوں مگر اس سے پہچان تو لگا اور مجھے کہہ دوں گا اور ہر چند کہ یہ
 بھی جانتا ہوں کہ اگر وہ بیان ہوئے تو میری گفتگو سب انھوں نے سنی ہوئی اور کیا جانیے اسکا غرض وہ مجھے
 کیا کرین لہذا اول میں تجھے یہ کہتا ہوں کہ اس وقت آج اپنی بارگاہ میں میری نسبت یہ حکم جاری کر دے کہ جسے میں جو کچھ کہوں
 وہ قبول کرے اور جو چاہوں سو میں کر دوں گنجاب نے باور بند تہم اپنے بارگاہ نشینوں سے کہا کہ آج جتنے سردار اور
 بارگاہ نشین اور بیٹے عزیز لگانے بیگانے نوکر چاکر ادنی اعلیٰ سبے وازین اور حاضرین صحبت میں جو اختیار رک کا حکم
 نہ مانگا میں بہت بڑی خرچ اس سے پیش آؤں گا سمجھوں نے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ کیا ہمال کسی کی جو اختیار رک
 کا حکم مانے اختیار رک نے کہا کہ اچھا تو سنو سب گھوش دل کر آج جو کوئی ناشائسا اجنبی شخص بارگاہ پیغمبر مرسل میں
 آئے یا آنے کا ارادہ کرے تو اسی وقت مجھے اطلاع کرنا اور جو مجھے خبر نہ کی تو میں اسے بھڑاب الیم جلا کر کے اسطرح
 سے ماروں گا کہ اس کے حال پر مایان دریا اور مرغان ہوا گر یہ وزاری کرینگے غرض یہ کہہ کے اختیار رک تو چار طرف
 بنور دیکھ رہا ہوا اور اپنے جی میں کہتا ہوا کہ بیشک شبہ مرشد کامل آج اس بارگاہ میں تشریف فرما ہیں دیکھتے ہاں کار کیا
 ہو گا حال سنے کہ بیان مروج عیاری و قطب فلک خنجر گزاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار چار گھڑی پیشتر سے
 گنجاب کی بارگاہ میں ایک خدمتگار کی صورت نے موجود تھی اور از ابتدا اتنا ساری گفتگو اختیار رک کی سنے
 اپنے دل میں کہتے تھے کہ اس اختیار رک بذات نے کیا فتنہ برپا کر دیا ہو اور بیان گنجاب کے پاس آ کے میرا خون
 اور ڈر بھی سب بھول گیا ہو اس میں وقت شام کا ہوا اور گنجاب نے دربار پر خاست کر دیا جتنے سردار تھے سب
 رخصت ہو کے اپنے اپنے مکانوں کو گئے اختیار رک نے پھر آٹھ گھنٹے کے گنجاب سے کہا اے پیغمبر مرسل جو میں نے تجھے
 سمجھا دیا ہو اور جو کچھ کہ تو نے مجھے عہد و بیان کر کے اقرار نامہ میری اپنا لکھ دیا ہو اس میں خبردار خبردار فرق نہ پڑے
 گنجاب نے کہا کہ اے اختیار رک تو اس بات سے خاطر جمع رکھ کہ میں تیرے کہنے پر عمل کروں گا زمین آسمان پھر جائیگا
 تب بھی میں سو سے تیرے اور کسی کا کہنا نہ انو لگا اختیار رک نے کہا کہ واہ بھلا میں اپنے دلوں کیا کروں کہ مجھے کسی طرح
 سے تیرے قول و قسم اور تیرے کہنے کا اعتبار اور یقین نہیں آتا کیا سب کہ وہ شاہ عیاران عیار الیہ بلا ہو کہ حقیقت
 وہ آ کے دو باتیں تجھ سے کر لیا پھر تو کچھ نہ میری بات کا خیال کر لیا اور نہ پھر ہرگز میرے کہنے پر عمل کر لیا اس وقت
 تو اور بہت خراب جائیگا گنجاب نے کہا الیہ کبھی نوگاہ میں تیرا ہی کہنا کروں گا خاطر جمع رکھ غرض اختیار رک گنجاب کو
 خوب سا سکا پڑھا کے سب طرح سے اپنی دھمکی کر کے اور وہ انگوٹھی گنجاب کی اور اقرار نامہ میری گنجاب کا لیکے اور
 منصب وزارت کا گنجاب سے لیکے رخصت ہوا اور بارگاہ سے نکلے اپنے خیمہ کو چلے لگا تو سب چوہدار اور دربان
 اور مرد ہے اور سوار پیادے اور خدمتگاراں اور فراش وغیرہ حملہ شاگرد پیشہ وادوں نے آگے اختیار رک کو جرا کیا اور
 ایک کانامشعلی دستی روشن کر کے اختیار رک کی سواری کے ہمراہ ہوا اور چند قدم سامنے جانے والی طرف سے
 مشعل کو اختیار رک کی مونچھوں کے برابر لایا کہ چند بال اختیار رک کی مونچھ کے جل گئے اختیار رک نے نہایت
 خفا ہو کے کہا اونا مقول تو اندھا ہے تجھے کیا سوچہ نہیں پڑتا یہ کہہ کے حکم دیا کہ اس مشعل کو نکال دو تو کروں نے
 کہا کہ ہٹ جا ہٹ جا وہ مشعل کو گل کر کے پیر بائیں بازو سے آیا اور مشعل روشن کر کے بائیں طرف کی مونچھ
 اختیار رک کی جلادی پھر اختیار رک نے نہایت خفا ہو کے کہا اے ادا بد ذات تو بڑا نام مقول ہو اسے تو نے یہ کیا حرکت
 کی کہ میری مونچھ جلادی عمرو نے یہ کہہ کے کہ ملک جی خفا نہ ہوئیے ہی اپنی بائیں آنکھ کا تل اختیار رک کو دکھایا اختیار رک
 نے جو وہ تل عمرو کی آنکھ کا دکھایا تو پہچان کر عمرو ہر سے خون کے قطرے کا پتہ لگا اور پیشاب نکل گیا

اور نہایت عجز و انکسار سے اپنے دونوں ہاتھ بازو کے کئے لٹا کر مجھے نادانستہ بڑی بی ادبی اور خطا ہوئی کہ میں سوار ہوں اور حضور پیادہ پاہن اور یہ کر کے چاہتا تھا کہ اپنے عجز پر سے اتر کے عمرو کے پاؤں پر گر پڑے عمرو نے کہا صاحب تم وزیر علم گنجاب کے ہو میں ایک پیادہ خبردار اور زینتار مخمری سے اترنے کا ارادہ نہ کرنا سوار رہو بختیارک نے سنے گرا کر لٹک کر کہا کہ قربانت شوم گنجاب مسخر کیا کتاہو میں آپ کا غلام جان سوار ہوں عمرو نے آہستہ سے کہا او بد ذات بحیب ابھی تو گنجاب سے میرے پہچان لینے کا وعدہ کر کے کیا کیا میرے حق میں بھجا بھجا کے آیا ہوا اور پھر یہ میرے سامنے چڑب زبانی اور سانی کر کے باتیں بناتا ہوا بختیارک کی سواری میں اور جو پیادے خواص خاص خدمتگار تھے وہ سب اپنے دل میں حیران ہو کے کتے تھے کہ یہ مشعلی شاہد ملک جی کے کوئی بزرگوں میں سے ہو کر ایسی گفتگو سے سخت گرتا ہو اور ملک جی اس طرح سے عجز و انکسار کر کے اس کی خاطر اور ادب اور بلحاظ کرتے ہیں غرض یہ کہ بختیارک بہت سا ہنر کو کے عمرو کو اپنے خیمہ میں لایا اور سب نوکروں چاکروں کو خیمہ سے باہر نکال کے اپنے دونوں ہاتھ بازو کے پاؤں پر گرا کر اور کہا کہ میں نے حضور کی نذر اور پیشکش کے واسطے بہت سا زرقہ جمع کر رکھا ہوا اس لیے یہ باتیں بخیال مال اخذیش میں نے گنجاب سے کی تھیں تاکہ جس وقت آپ سے ملاقات ہو وہ سب روپیہ آپ کی نذر کردوں سوا بے شک خدا کا کتا ہے ملازمت مجھے حاصل ہوئی اب بسم اللہ کرے جس طرح سے آپ کا جی چاہے گنجاب کی وارثی مونڈ لے اور اس کی ساری بارگاہ کا مال اسباب لوٹ کر اپنے قبضہ قدرت میں لائے عمرو نے کہا بہت خوب اے شیطان بے ایمان گنجاب سے جو وعدہ اور شرط کر آیا ہو کہ میں تیرا محافظ رہوں گا اور میں عمرو کو پھا کر مجھے بتلا دوں گا تو خوب جانتا ہوں کہ قدیم سے میں نے جس بادشاہ کی یا جس کسی سردار کی یا کبھی جس کسی گربخورد و سرکش کی وارثی مونڈی اور اس کی بارگاہ کو لوٹا شکوہ کاری کی ہو اتنی دیکھ گنجاب کی بارگاہ کو اگر دن میں نہ بتاؤں ورنہ بیکار کروں اور اس کی وارثی دن میں نہ مونڈوں تو نام اچھا شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامار نہ رکھوں اور اسی واسطے اس وقت مجھے زندہ و سالم چھوڑنا ہوں کہ تیرے ہی میں یہ حسرت نہ رہ جائے بختیارک نے رو کے کہا کہ لاکھ جانیں غلام کی آپ کی جوتیوں پر تصدیق و ثناء ہو جائیں غلام کی کیا حیرت ہو کر کیا طاقت جو آپ کی برابری کر سکے آپ جو نہ کریں وہ تعجب ہو حضور کا فرمانا سب برحق و بجا ہو عمرو نے کہا او بد ذات تالابین میں شبے خوب پہچانتا ہوں اور تیری شرارت سے خوب آگاہ ہوں بختیارک کا یہ حال تھا کہ پانچاں پانچاں میں نکل پڑا تھا اور اسے ہول اور ڈر کے مارے کی سی تپ چڑھی ہوئی بات نہیں کر سکتا تھا اور رو کے یہی کہتا تھا اے شاہ عیاران عیار میں نے منصب وزارت کا فقط بنظر دولت خواہی حضور کے لیا ہوں عمرو نے کہا اچھا کیا مفاد ہے لیکن پہلے بختیارک یہ جو کہ مال و اسباب نقد و جنس تیرے خیمے میں ہو یہ تو میری نذر کرلو اس جلد و بعد اس کے گنجاب کی بارگاہ میں جیسا موقع ہو گا مجھ لیا جائیگا بختیارک نے کہا ہے افتخار اور سعادت ہے تو سب مال اسباب حضور ہی کا ہو لیجئے حاضر ہو یہ کہہ کے صندوق اشرفیوں اور روپیوں کے اور کچھ جواہرات اور تسلیہ آفتابہ پلنگی عطران پامران چوگرہ چکرہ وغیرہ ظروف نقرہ اور ظروف مسی وغیرہ اور فرش اور فرش جو کچھ اسباب تھا سب رو کے عمرو کے سامنے انبار لگادیا عمرو نے جال ایسا مار کے وہ سب نذر زبیل کیا ایک جوڑا تک کسی قسم کی پوشاک کا باقی نہ رکھا تھا فقط نقش بوریاہ لگایا تھا کہ وہ آٹھ انہیں سلاتا تھا بختیارک شگامار زاد ایک ہاتھ اپنا آٹے ایک سجھے رکھے چمکا سرنگوں کھڑا تھا عمرو نے کہا اے بختیارک اب میں رخصت ہوتا ہوں جو کچھ مجھے گنجاب کو بھجوانا تھا تو حسب مقدور اپنے خوب سا بھجوا دیا ہوں مگر قسم ہو سرتقدس سلطان صاحبقران کہ میں دن میں دن کے گنجاب کی وارثی مونڈوں گا اور اس کے بارگاہ نشینوں کو خوب سا ذلیل اور خراب کر کے مال اسباب سب لوٹ لیاؤں گا بس آپ

تھے وزم ہی ہو کر تو جا کے بس طرح سے تیراجی چاہے بخوبی سکھارے میں تو جو کتا ہون وہ کر دنگا یہ کہہ کے عمر تو جس طرح سے
 ہوا لیکن جس سے یا شرارہ شگ سے نکل جاتا ہو مثل برق چمک کے بختیارک کے خیمہ سے نکال گیا اور جب بختیارک نے دیکھا
 کہ عمر و چا گیا بہت دور ہو چکا تب اس نے اپنے نوکر وں کو اپار کے کہا کہ اس کو بختو جلد آؤ خواہیں خدمتگار فرماں پیا دے
 وغیرہ جو کہ لازم اور سنجیدہ بختیارک کے پاس تھے ان سبھوں نے جو اندر خیمہ کے آگے دیکھا کہ بختیارک برہنہ ماور زاد
 بیٹھا اور سبھوں نے پوچھا ملک جی خبر باشد یہ کیا ماجرا ہو بختیارک نے رو کے جواب دیا کہ یار وہ وہ مشعلی جو میرے سامنے
 آیا تھا وہ عمر و تھا سارا اسباب اور نقد جس جو کچھ میری ایتھتی لوٹ کے لیکر یہ کہہ کے اپنے نوکر وں کے کپڑے
 پہنے اپنی خیمہ پر سوار ہوا اور اسی وقت سوار ہو کے گنجاب کی بارگاہ میں گیا گنجاب نے بختیارک کو دیکھ کر پوچھا ملک جی
 کیوں خلاف معمول اس وقت تمہارے آسنے کی کیا وجہ بختیارک نے کہا کہ امیر گنجاب گوش ہوش من کہ وہ عیار ابھی
 میرے خیمہ میں جا کے مجھے شہر ذکر آیا ہو کہ میں دن میں جا کے اگر بارگاہ گنجاب کو خاک میں نہ ملا دوں اور گنجاب کی ناقہ
 نہ موڑ دوں تو نام اپنا عمر و نہ رکھوں اس لیے میں اس وقت پھر تیرے پاس آیا ہوں اور خوب سا بچے سمجھا دے رہا ہوں
 کہ میں جو کچھ کہوں یا اشارہ کروں آپ تو عمل کرنا خبردار اس میں فرق نہ پڑے کہ بے گمان جا کے اپنا
 سر ٹھکان اور کس سے کہوں یا دون یہ میں خوب جانتا ہوں کہ جس وقت عمر و تیرے پاس آئے گا اور وہ دو ہاتھیں مجھے کرے گا
 تو پھر تو ہرگز میری بات میری نصیحت میری خبر خواہی کچھ مطلق نہ سنے گا جو وہ کیگا وہی کرے گا گنجاب نے اذہ دے
 قسم کہا ملک جی میں قسم کھا کے کہتا ہوں اقرار نامہ میری اپنا تھو لہ دیا ہو کہ جو تم کہو گے میں اسی پر عمل کر دنگا پھر تمہارے
 دنگا و سوسہ نیت با اتم خاطر مع رکھوں میں سوسے تمہارے حکم کے اور کوئی بات کسی کی ہرگز ہرگز نہیں مانو گا بختیارک
 نے کہا تو ہر کچھ نہیں سمجھ لو نکا یہ کہہ کے اور پھر سب سا گنجاب کو سمجھا کے سکھاپڑھا کے بختیارک رخصت ہوا اور اپنے
 خیمہ میں آگے اسی طرح میں معروف ہوا۔

اب دو کلمے داستان شاہ عیاران عیار عمر و بن اسید نامدار سے گزارش کیے جاتے ہیں

کہ عمر و گیم عیاری ماور و مد کے بلکہ گنجاب کے محل میں آیا اور آواز بلند یہ کہا کہ امیر گنجاب یہاں و آگاہ باش کہ خاص الخاص
 بندہ میرا نو شیر دان ملک عادل کسر علی تھا جبکہ وہ سرست بادہ غفلت اور شکر و غرور پر چڑھنا بیت ہو کر مجھے بھول گیا
 تب میں نے اس پر اپنا غضب نازل کر کے امیر حمزہ صاحبقران سے مغلوب کر دیا گنجاب نے جو یہ آواز فیسب سی
 بے اختیار اٹھ کر سمت قیلول خداوندی لقائے میں ہر سجدہ کرنے لگا اور اپنے جی میں نہایت خوش ہو کر کہتا تھا کہ امیر گنجاب
 نصیب اور خوشارتہ تیرا کہ تیرے گھر میں خداوندی سجدہ ہزار ملک باختر شریف دیا ہو جب گنجاب نے سجدے سے سر اٹھایا تو عمر و
 عمر و نے آواز دی امیر گنجاب اگر چشم جیادہ گوش شنوار کھتا ہو تو اب دیکھو اور خوب کان لگا کے سن کر میں اپنا تیرا کھنڈ نازل
 کیا جا رہا ہوں کیا سبب کہ نور جوٹ قلب میری طرف نہیں رکھتا اور اپنا ملازمت مجھے چھپاتا ہو ادا عانت مجھے نہیں طلب کرتا
 اور واسطے اپنے دفع آفات اور دفع حاجات اور حل مشکلات میری جناب میں مستعدی اور تہی نہیں ہوتا اور تو بندہ جانتا تھا
 کہ میں خداوندی ملقا ہوں راز کل عالم اور زمین و آسمان کا مجھے چھپا نہیں ہوا اسی واسطے ایک دفعی کترین بندے کو کہ جسکا نام
 بدیع الزمان ہو میں نے اپنی خدمت کا دے خلق کیا اور تیرے ملک میں سے پونچا کے سترہ انھارہ لاکھ سوار و پیادے کی بھاری
 تیرے ملازمین کی آگے ہاتھوں سے تباہ و برباد کرادی اور کہیے کیسے جسے سردار ملن کو اس بدیع الزمان کے ہاتھ سے
 دو تین دوا میں قتل کر دیا اس ایک نفس کو تجھ پر غالب کر دیا اگر تو ایک عرضی ہے حال کی ازاد عبودیت لکھ کر میرے پاس بھیجتا تھا
 میں کبھی تجھ پر قہر نازل نہ کرتا تو نے ازراہ کبر و نخوت اور دھڑی پیبری اور شوکت و خشم کے اپنا ملازمت مجھے غفی کیا میں نے کیا ہوا

خون آشام تیرے ایسے طویل القدر سپہ سالار اور ضلیل و راہزن ترکیب میں سر داروں کو مدح الزمان کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔
 پھر برقعہ غضب میرا ظاہر ہو جب گنجاب نے یہ آواز سنی تو غنچہ خاتون سے کہنے لگا کہ غنچہ خاتون نے بھی یہ باتیں سنیں یا نہیں
 سنیں فقط میرے کان میں یہ آواز آئی ہو کہ غنچہ خاتون اور تمام ملکہ کی انیسویں جلیسون مقرر یوں مصاحبوں خواہصوں نے
 سجدے کر کے کہا کہ اس پیغمبر مرسل یہ اعجاز خداوند باختر کا جو ہم سب خوب سن رہے ہیں اس میں ہر عمر و نسل کا کہہ کر اس گنجاب پر ہوش
 سن کر تو نے ایک کلمہ کفر اب اپنے منہ سے نکالا ہو کہ آپس میں مجھے نہایت ہنسناک ہوا ہوں کہ تو مجھے بھول گیا اور اختیار کر
 کر تو نے اپنا محافظ اور نگہبان مال و جان کا گردانا اور تو نے کہا ہو کہ اس اختیار کر اگر خداوند لقا بھی تیرے مقدمہ میں مجھے
 کچھ کہیگا تو میں نہ مانو گا تیرے ہی کہنے پر عمل کروں گا گنجاب یہ راز و نیاز کی باتیں اپنی اور اختیار کر کی غیب سے سننے
 زیادہ حریف ہو گیا اور نہایت نضر و نزاری سے سجدے کر کے کہتا تھا کہ یا خداوند تو یہ تو بہ ہزار تو بہ فی الحقیقت یہ
 خطائے فاش مجھے سرزد ہوئی اور برحق میں نے یہ کلمہ کفر منہ سے نکالا تھا تو مجھے معاف کر تیری ذات رحیم پر جب گنجاب
 نے بہت سی توہہ کی اور خوب عاجزی کر کے رو یا تب عمر و نسل پر خدا کی کہہ کر اس گنجاب یہ اختیار کر شیطان ہو کوئی کلمہ شیطان کے
 طریق پر عمل کرتا ہو اور جو کوئی شیطان کی راہ پر پلے وہ بھی شیطان ہے اس اختیار کر کے کہنے پر نوشیروان نے عمل کیا
 تو نے سنا ہو گا کہ نوشیروان ایسا بادشاہ حمزہ کے ہاتھ سے شہر بشہر بھاگا بھاگا پھر اور جس شہر میں گیا جو بادشاہ اس شہر کا
 تھا اسے بھی اسی شیطان کے کہنے پر عمل کیا میں نے آپس میں اپنا قہر نازل کر کے تباہ اور برباد کر دیا گل کی بات ہو
 کہ اسرافیل قدرت میرا گاؤں لنگی گاؤں سوار تھا اسکے پاس ہر مہر تاجدار اور فرماں رواں بکار و دونوں بیٹے نوشیروان
 کے جو آئے تو یہ شیطان اپنی اختیار کر بھی اسکے ساتھ گاؤں لنگی گاؤں سوار کی بارگاہ میں جا کے داخل ہوا اور وہ میرا
 اسرافیل درگاہ گاؤں لنگی گاؤں سوار اس شیطان کے کہنے پر چلے گئے اسے بھی اپنے نہ پہن متلو کر کے تباہ کر دیا
 پس اس گنجاب تو یہ بوجہ کہتے اسرار خفی و علی بن سب مجھ پر بیان میں تو نے مجھے پر وہ کیا اوستا تھا کا تھ شیطان
 کو نبایا اور میرے حق میں اس شیطان سے تو نے یہ کہہ کر کہ اگر خداوند بھی کوئی بات کہیگا تو اس اختیار کر میں نہ مانو گا
 اور تیرے کہنے پر عمل کروں گا خیر تو تو بہ کرتا ہو اس سبب سے مجھے شرم آتی ہو میں نے تیرا نہ ہنسا لیکن اس طور سے کہ کل
 ایک فرشتہ وحی رسال میرا تیرے پاس آئیگا وہ فرشتہ جس طرح سے مجھے سمجھائے اور کہے تو اس پر عمل کرنا کل قبری پیغمبری
 میں اپنے کل بندوں پر ظہا ہو کر دن کا اور خبردار زہر اختیار کر شیطان ہو اسکے کہنے پر مطلق خیال نہ کرنا بلکہ اسکو اپنی
 بارگاہ میں نہ آنے دینا اور جو تو نے نوئے اسکی بات پر عمل کیا تو ایسا غضب تجھ پر نازل کر دے گا کہ پھر بدالہ آباد تک نام
 و نشان تیرا نہ ہو مستی پر باقی نہ رہیگا بہتر تیرے حق میں ہی ہو کہ جو کچھ وہ فرشتہ وحی رسال کہے تو کرنا اور اپنے سب سرداروں
 اور بارگاہ نشینوں اور عزیزوں و یگانوں پیگانوں ہنشینوں مصاحبوں مقررین کو حکم دینا کہ کل پوشاکیں و عوام و عامی
 مفرق ہر روز مکمل ہوا ہر پہن پہن آئین فرشتہ وحی رسال خداوند کا آئیگا اور تیری پیغمبری ظاہر ہوگی اور تو بڑے بھل و
 شکست سے اپنی عقل کو آراستہ و پیراستہ کر کے کدورت طلائی اور مرصع اور اسباب کشا مہر رکھنا اور تکلفات بہت سا کر کے
 اپنے وقت پیغمبری پر جھینا اور جو حکم کہ وہ فرشتہ وحی رسال کرنا چاہے مطابق اسکے بجالانا سر و اس کے حکم میں فرق نہ ہونے چاہیے
 اور جو اسکی عدالٹ میں کر لیا پھر میں اسکو کبھی نہ بخشوں گا غرض یہ باتیں کر کے عمر و نسل خدائے شک کے پردے ہوا
 چھٹک دینے اور دو جاہیشیان فار و داتش افشان کی چار ہفت درین گشتی اور غیب خیز کی ایک بجلی ہو گئی اور وہ
 شکست تمام مکان گنجاب کا سطر اوڑھ کر ہر گیارہ اسکے آپس میں مکمل کیا یہ ان گنجاب کے تمام شب یا خداوند یا خداوند
 کے آج اور کچھ دن میں سیر کی اور صبح کو عمل سے ہر روز کے بارگاہ میں آتا اور وقت پیغمبری پر چلاں کر کے پہلے ہی جگہ پر

کہ وہ عیار آس کے ساری بارگاہ کو گنجاب کی خراب اور برباد کر جائیگا چو بارون مردہوں در بانوں وغیرہ نے چوب اور چاق
 بالحقون میں نے لے کے لگا کر اور بد ذات تو شیطان ہو خداوند لقا کے بندوں کو گمراہ کرتا اور درختاں ہی جاتا ہو تو جلد بیان
 سے چاروں نہ مارے ناٹھیوں اور جوتوں کے ساری شہنت اور شرارت تیری ٹھٹھا دینگے اور ہم تیرے فریبوں میں کبھی
 نہ آئیں گے بختیارک پچھلے پانوں بٹا اور جوتی پیرا سے آپ کو بچا یا اور کہتا جاتا تھا کہ او بیوقوف شامت زدو ہا سے اسوقت
 تو تم میری بات نہیں سنتے ہو میرا کتنا سچ مین جانتے مجھے جو ٹھٹھا سمجھتے ہو جسوقت عمر واکے تم بھون کو ذلین دینگے
 اور خوب سلبے عزت اور رسوا کر کے اور پیغمبر مرسل کو ذلیل اور بے حرمت کر کے بارگاہ کا سارا مال واسباب اور نقد
 جنس لوٹ کے یہاں آئیں گے اسوقت کہ انفس لوگے اور سر پیٹ پیٹ کے سب کو گئے کہ ہاں بختیارک سچ کہتا تھا
 یا جو ٹھٹھا کہتا تھا مردہ چو پدار در بان سب اور زیادہ تر بھٹھلا کے گایاں دیتے اور مارنے کو دوڑے اور کہتے تھے کہ او
 بیوقوف شیطان تو بگو کیا درختاں لگا اور گمراہ کر لیا ہم ہرگز ہرگز تیری بات کو نہیں مانتے تو کہتا کیا ہو اور کیا جھکارتا ہو
 اور گمراہ کھاتا ہو بختیارک نے ناچار جو کے لگا کر اچھا نام لوگ میرا کتنا نہیں مانتے تو نہ سی مگر ذرا میرے آنے کی خبر گنجاب
 کو کر دو اور میری طرف سے انتاعرین کر دو کہ بختیارک کچھ عرض کیا چاہتا ہو ایک چو بار نے کہا کیا مضائقہ ہم تیری
 اطلاع کیے آتے ہیں مگر خبردار جبکہ حکم نہ آئے تو جہاں کھڑا ہو دین رہنا آگے قدم نہ بڑھانا یہ کہتے وہ چو بار اندر
 بارگاہ گیا اور گنجاب سے اظہار حال بختیارک کا کیا گنجاب نام بختیارک کا شکے مثل خطہ جو الہیڑک اٹھا اور حکم دیا
 کہ اس بد ذات شیطان کو جگہ کے سمجھا دو کہ جبکہ فرشتہ وحی رسان خداوند لقا کا نہ آئیگا اور وہ اجازت تیرے آنے کا
 نہ دے گا تب تک تجھے ہرگز رو دیش بارگاہ کے آنے کا حکم نہیں جلد میان سے دور ہو جا اس چو بار نے اہلکے بختیارک
 سے کہا یا کہ حکم ہی پیغمبر مرسل کا کہ ناو قبیح فرشتہ وحی رسان نہ آئیگا تیرے آنے کا حکم نہیں دیتا جلد بیان سے پلٹ جا
 آخر کار بختیارک ناچار ہو کے وہاں سے اپنے دل میں روتا اور دہترین سر پہارتا یہ کہتا ہوا کہ آج یہ سحر گنجاب خوب
 خراب ہو گا میری بھی جوتی سے جو کوئی اپنا کمانہ مارے وہ جہنم میں جاے بعد مختصر بیان بارگاہ گنجاب میں جشن شادانہ
 اور محفل خسروانہ بڑے تکلف سے آراستہ ہوا اور مہروران پاندان چکر چکر سے منتقل اگر سوز جبر سوز وغیرہ خدمت عطا کی
 اور مرصع کا رجا بجا رکھے ہیں سردار سب پو شاکیں جو اہر نگار پہنے ہوئے بیٹھے ہیں گنجاب شادانہ فوسر طاق چار طرف
 شاہسراہ انتظار میں فرشتہ وحی رسان کا نگران ہو اس میں کوئی پہر دن چڑھا ہو گا ایک بار شاہ فرمان مہار محل پر
 گنجاب کے کلیم عیاری اور سے تشریف لگے اور وہاں سے چند نئے مشک کے اور تموزا سا عطر اور مرہونیک یا
 اور چند شیشیان کار و رہ آتھانہ کی کی چپ و راست دہار پر مار کر آگے باعث سے عجب طرکی علی اور نور چاروں طرف
 ظاہر ہوا اور خوشبو سے مشک اور عطر وغیرہ کی تمام بارگاہ نشینوں کے دماغ سطر ہو گئے بعد اسکے عمرو نے کلیم عیاری میری
 بصورت فرشتہ وحی رسان قدرت خداوند لقا بگیا داڑھی تمام مٹیلی اور پو شاکیں بت فاخرہ جمع مرصع جس میں کچھ محل
 شب چرخ اور گوہر شاہ اور راہ و رانہ ہا سے یا قوت اور ریزہ ہا سے لباس اور مرد اور کچھ راج اور فرورزہ نصب کیا ہوا
 چالیس گز کا قدرنگت ولاتی انار کا مادہ اس ہیئت سے کہاں شان و شوکت اس محل کی محبت سے جست کر کے گنجاب کا
 بارگاہ میں جلوہ فرما ہوا تمام کفار اور سرفاسا بارگاہ نشینوں کو یہی ثابت ہوا کہ ہا سے آسمان سے پرواز کر کے آیا ہو
 گنجاب تخت پر سے اور سب سردار اپنی اپنی کرسیوں اور دھکون پر سے اترتے کہ بہت قیہول لقا سجدہ کرنے لگے
 اس میں عمرو یعنی فرشتہ وحی رسان نے آواز دی کہ بس سجدے سے سر اٹھاؤ کہ خداوند لقا نے تمکو تخت طہر
 مترقب اور دہشت کو زمین کی عطا فرمائی ہوا ہے بعد اسکے سارا محل رات کا بیان کہسا کہ خداوند لقا آپ بیان تشریف لے گیا

اور اس گنجاب مجھے یوں فرمایا کہ میں تجھے قمر اپنا ازل کرتا کیلئے کہ تو نے شیطان کو اپنا محافظ گردانا اور مجھے تو بھول گیا اور میرا
باب میں فرمایا تھا کہ صبح کو فرشتہ وحی رساں آئیگا جو کہ وہ کہے اسے کہنے پر عمل کرنا اسے خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ میں شیطان
خداوند پر اس گنجاب تیری پیغمبری تھا بر کر جاؤں یہ کلام فرشتہ وحی رساں یعنی عمرو کا سننے پر گنجاب اور سب سرداروں
نے سمت قبطول زمرہ شاد ہوئے کہ یہ اور پھر فرشتہ وحی رساں سننے والی کہیں اب کدے سے سراپے اپنے آٹھاؤ اور
اس گنجاب اس شیطان کو بھی طلب کرتا میں اسے فحاشی کران اور سمجھاؤں شاید اب بھی وہ اپنی معصیت اور شیطنت سے
تو پر کرے گنجاب نے جو سنا کہ فرشتہ وحی رساں اختیارک کے آنے کی اجازت دینا بر حکم دیا کہ اسے کوئی چوہدار
جا کے اختیارک کو بلالے چنانچہ حسب اعلم گنجاب کے چوہدار نے اختیارک سے جانے کے لئے چلے پیغمبر مرسل نے آپ کو یاد
کیا ہے اختیارک نے کہا کہ حاشا اب میں گنجاب کی بارگاہ میں ہرگز نہ جاؤنگا چوہدار نے اگر گنجاب سے عرض کی کہ اختیارک نہیں حاضر
ہوتا آگے جیسا ارشاد ہو فرشتہ وحی رساں نے کہا کہ اسے تم مجھ کے جلد حاضر کرو حسب حکم فرشتہ وحی رساں کے چوہدار نے
ہر کدے چراسی جا کے اختیارک کو زبردستی اور بیکشتان کشان کشان کے ساتھ فرشتہ وحی رساں کے حاضر کر دیا اختیارک نے خوب
عمو کو کہ فرشتہ وحی رساں نہا ہوا تھا ہنگامہ اولین پہنچ کر پکارا علوۃ برکۃ اور سجدہ کرنے لگا فرشتہ وحی رساں نے کہا اس شیطان تو یہ
کہ پھر کبھی کسی بندے کو خداوند لقا کے نہ درخیز تو ننگا اختیارک نے کہا اس فرشتہ وحی رساں تو برحق ہے باقی اتھا اور گنجاب کیا
کہتے ہیں یہ گفتگو اختیارک کی سننے فرشتہ وحی رساں نے اختیارک کو اپنے پاس جانے کے آہستہ سے کہا اسے اختیارک تو نے
میری عیاری دیکھی اب تو گنجاب سے کدے کہ یہ فرشتہ وحی رساں نہیں ہے یہ عمرو عیار ہے اختیارک نے جواب دیا کہ
گنجاب سنا کیا کہتا ہے جو میں اس سے یہ بات کہوں ہاں اگر آپ ابھی فرمائیں تو گنجاب کا تاج آتا رہوں عمرو نے کہا ای
بد ذات جو میں تجھے حکم دیتا ہوں اسکی تعمیل تو کرے اپنی شیطنت اور شرارت کی باتیں کسی اور سے کرنا کہ گنجاب کیا کہتا ہے اس
کیا فائدہ تو جانے اس سے بھی از روئے قسم کدے کہ اس پیغمبر مرسل یہ عمرو عیار ہے فرشتہ وحی رساں نہیں ہے یہ عیاری
کرنے کو آپ کے بارگاہ نشینوں کو ذلیل کرنے آپ کو ذلت دینے کو بارگاہ کا مال و اسباب لوٹنے کو آیا ہے اختیارک
ناچار عمرو کے دوسرے گنجاب کے پاس جا بیٹھا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا کہ اس پیغمبر مرسل تو سخت نادان اور بڑا احمق
اور بے وقوف ہے یہ فرشتہ وحی رساں نہیں ہے عمرو عیار اب بھی خیریت ہے میرا کہنا ان جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کر
ورنہ دم بھرنے کا بدلہ ملے بہت بچتا ہوں گا منسرح دم میں پھر ہم بن نہ محفل ہو نہ سا فری نہ مودا پس یہ گفتگو اختیارک
کی سننے گنجاب نے نہایت سچ و تاب کھایا اور تنہا اپنا اختیارک کی طرف سے پھیر کے چاہتا تھا کہ کچھ کہے ناگاہ فرشتہ
وحی رساں بولا یہ شیطان سچ کہتا ہے میں فی الواقع عمرو ہوں اور اس گنجاب خداوند لقا اپنا مجرہ دکھاتا اور یہی تقریر
کرتا ہے جو کوئی شیطان کے کہنے پر عمل کرے پھر اسکی بخشش خداوند کبھی نہ فرمائیںگا ابھی تیرے کان میں اختیارک
نے یہی کہا کہ یہ فرشتہ وحی رساں نہیں ہے عمرو عیار ہے گنجاب نے فرشتہ وحی رساں کی زبانی یہ تقریر سننے اپنے
جی میں کہا بے شک یہ فرشتہ وحی رساں مقرب خداوند ہے اختیارک نے میرے کان میں بہت آہستہ سے یہ بات
کہی تھی اور اسکو معلوم ہو گیا پس یہ صوح کے گنجاب نے پھر اپنے تخت پر سے اتر کے سمت قبطول خداوند لقا
سجدہ کیا اور کہا اس فرشتہ وحی رساں لاشک و دریب اس شیطان نے مجھے بھی کہا تھا کہ یہ فرشتہ وحی رساں نہیں
ہے عمرو عیار ہے فرشتہ وحی رساں نے پھر کہا کہ ہاں پیغمبر مرسل شیطان سچا ہے میں عمرو ہوں پھر اب سب ملے مجھے کچھ تو فرماؤ
گنجاب نے کہا کہ مجھ کو انکسار جواب دیا کہ کیا ہمال اور کیا تاب و طاقت کسی کی جو آپ کی جناب میں حشمت آداب
کوئی بات بھی کر سکے یہ شیطان گود کھاتا ہے اور بہت سا حجب کرتا ہے یہاں کوئی اس بد ذات گمراہ کنندہ نہ جاننا

خداوند کی بات پر تھنہ بھی نہیں کر لیا اور جو کوئی اس شیطان کے کھنہ پر عمل کر لیا اس پر تہ خداوند کا نازل ہو گا اور وہ پھر کبھی
 بخشا نہ جائیگا یہ کہہ کے گنجاب نے حکم دیا کہ ان مارو اس نگرام شیطان کو چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے چار طرف سے
 ملازمین گنجاب اور حضار محبت نے بختیارک کو خوب بدتیان و عیان کورسے و حوالین مارین بختیارک وادبیداد
 تو یہ ملاکر کے کتا تھا کہ او فرشتہ وحی رسان تو بحق بکس میرے حال پر تم کردور اگر حکم میرے قتل کا ہو تو میں سلطان
 ہوں میرے کلر شہادت کا گواہ رہنا یہ کہہ کے لگا لکر پڑتے غروب نے کہا میں زیادہ گواہ نہ تھا تو وہی کہے جا کر عمرو بن عمرو جو
 نقد مختصر یہ کہہ کے فرشتہ وحی رسان منبر پر جا بیٹھا اور بازار بند و غطا اور بند کرنے لگا اور شراب منگا کے گنجاب اور تمام
 سرداروں بارگاہ نشینوں وغیرہ حاضرین محبت سے کہا کہ آج میں بموجب حکم اور تقدیر است خداوند احق کے وارد و قتل
 گنجاب ہوا ہوں اور پیغمبری گنجاب کی ابھی تک کسی پر ظاہر نہ تھی آج رجب پیغمبری کا گنجاب کی بندگان خداوند احق
 کے اوپر اور کل عالم پر ظاہر کرتا ہوں اور ایک پیالہ شراب کا بھر کے گنجاب کے ہاتھ میں دیا بعد اسکے ایک پڑیا بیوشی
 کی شراب کے ساتھ گنجاب کو دے کر کہا کہ اگر گنجاب ملے یہ بیوشی ہو اور میں عمرو و عیار ہوں اس بیوشی کو پیلے تمام
 شیشیوں اور سرجیوں اور گلابیوں وغیرہ میں شراب کی مخلوط کر کے باقی قدر سے اپنے اس شراب کے پیالے میں ملا دو
 اور تمام اپنے بارگاہ نشینوں کو بلا اور آپ بھی پی اور بعد ہر کے میری عیاری کا تماشا دیکھ گنجاب نے جلدی سے
 خود پیالہ شراب کا اور وہ پڑیا بیوشی کی فرشتہ وحی رسان کے ہاتھ سے لیکے لیا کہ او فرشتہ وحی رسان میرے ہی کو قین
 کامل ہو اور میز دل گواہی دیتا ہو کہ تو مقرب خاص خداوند ہا خیر کا ہو میرے ہاتھ کا زہر ہمارے پیے اب حیات سے
 زیادہ تر ہو اور یہ کہہ کے وہ پڑیا تمام شیشیوں اور قراہوں اور بوتلوں اور شیشیوں اور گلابیوں میں ملا کے کوئی نہیں
 اٹھ باقی رکھ لی وہ اپنی اس شراب میں ملا دی فرشتہ وحی رسان نے حکم دیا کہ اب دیر نہ کر بنے و سواس
 اس پیالے کو نوش کر سب انکم فرشتہ وحی رسان کے گنجاب نے وہ پیالہ شراب کا غٹ غٹ کر کے پی لیا اور جتنے
 بارگاہ نشین اور سردار اور حاضرین انجبت تھے ان سبھوں نے بھی ایک ایک پیالہ بھر بھر کے پیا شروع کیا جس وقت کہ
 دو جام شراب بیوشی آغشتہ کا تمام ہوا تو عمرو نے دیکھا کہ دوسرے دور کی نوبت ابھی نہیں آنے پائی ہو کہ ایک بار
 چار طرف سے سب سرداروں کو چھینکین آئین اور تمام بارگاہ نشین جو غ مار مار کر مع گنجاب زمین پر گر پڑے عمرو نے
 دروازہ بارگاہ کا پٹے سے سد و کر رکھا تو جو لوگ مردے ہو بیدار رہا ان حاجب سیار دل وغیرہ اور پیادے سوار
 جو کی ہرے وائے خواص فرائض باہر تھے وہ تو باہر رہے اندر آئے شین پاسے اور جو مقربین اور مصاحبین سردار
 اور بارگاہ نشین اندر تھے وہ سب بے ہوش ہو گئے اب فقط شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار یا بختیارک
 باقی رہ گیا عمرو نے بختیارک سے کہا کہ ملکہ جی آپ کچھ ذرا تکلیف کیجیے اور یہ مال و اسباب جو گنجاب کی بارگاہ میں
 ہو دیکھیے خراب نہ ہونے پاسہ جلد جلد اسکو اٹھا اٹھا کے میرے پاس ولا کے رکھتے جائیے اگر کسی شرمین کچھ نقص واقع
 ہو گیا یا کسی کو ہرے اور فرشتہ میں و محالک جائیگا تو میں بہت بڑی خدمت تم سے پیش آؤنگا بختیارک ارے ڈر کے
 مثل قالب بیکان تھا مگر اس پر بھی تھم خروفت مال و اسباب نقد و نیش اٹھا اٹھا کے اٹا تھا اور ہر بار شاہ عیاران عیار کے
 ملا کے رکھتا تھا عمرو ایک مرتبہ جال ایسا سی اسپر خنیک کے اپنی زمین میں اٹا ہا تھا جب عمرو نے دیکھا کہ
 اسباب بارگاہ گنجاب میں بہت سا ہوا کیلا بختیارک کہاں تک لائیگا تب آئے زمینیل سے کچھ لو بار کچھ بر معنی کچھ
 سنار کچھ اور بندہ موسے نکالے آگوا حکم دیا کہ ارے ہاں محبت پٹ یہ سب اسباب اور مال اور فرش و فرش
 پردے اور مینین اور پینک چاندی کے اور جو شریان پر ہوا تھا لاؤ و پر نہ کرد وہ کم محبت بندہ موسے چاروں طرف

ایک ایک کاغذ کی ٹولی سر پر اور ٹکڑے ٹکڑے باندھے ایک ایک گز کی ذلی ہاتھوں میں لیے کھانے جاتے اور ہٹ ہٹ کے
سارا اسباب لاتے تھے عمرو غزوہ ذیل کرتا جاتا تھا انقدر بول تا چند دیکھے مختصر یہ کہ چار گھنٹہ کی عرصہ میں جتنے دربار
اور بارگاہ نشین تھے سبکی پوشاکیں اور ساری بارگاہ کمال و اسباب نقد و خیس انتہا یہ کڑاٹ کے ٹکڑے اور سرسے
سرسے شطرنجیوں کے ٹکڑے جو کہیں کہیں جوتوں کے رکھنے کی جا پر بچھے تھے وہ بھی غرو نے اٹھوا کے ذیل میں لکھ دیے
اور کتنا تو کر داشتہ آید بکار فقط نقش پوریا باقی تھا وہ آٹھ مین سکتا تھا بعد اسکے لوہار اور تشار بڑھئی وغیرہ بندہ ووں
کو کڑا کے ذیل میں ڈال دیا اور تمام بارگاہ نشین اور مقربین اور مصاحبین اور سرداروں کو گنجاہ کے روغن عیاری
کھا لکے لگا ووں کی صورت بنا کے دین ہر ایک کے لگا کے اور منہ کاٹے کر کے برہنہ اور عریان چھوڑ دیا اور فہرین قوال
عجمی کو ایک جیشی کی شکل بنائے پانچانے کی چوکی کے تلے منہ کھول کے لٹا دیا بعد اسکے بختیارک کو ایک خراجا جمالگو
کا بنا ہوا بے جبر کھلا کے اس پانچانے کی چوکی پر بٹھا دیا اور کدیا کر خبردار و بھیجیا اگر تو ذرا بیان سے جنبش کر گیا یا یہاں
سے کہیں اٹھا کر جائیگا تو تجھے جان سے مار ڈالوں گا بختیارک خوف جان سے اپنے دل میں کتنا تھا کہ عجب کوئی گوکھ
جل رسیدہ ہوگا جو بیان سے اب جب تک یہ حضرت عمر اہل اشرف نہ بچائیں گے پیشاب کرنے کو بھی آئے بعد اسکے عمرو
نے گنجاہ کے پاس جہکے اسی حالت بیوشی میں گنجاہ کی ساری پوشاک اتار لی اور بچاتی پر اسکی چڑھ کے پیشاب
چھڑک چھڑک کے ڈاڑھی موڑی فقط دو بال جس طرح سے لٹا کی داڑھی میں چھوڑ دیے تھے اسی طرح سے گنجاہ کی
بھی داڑھی کے دو بال باقی رکھ کے ایک پر زکاغذ کا بدین مضمون کہ گنجاہ بیان و آگاہ باش این کار دگر نیست این کار
عمرو بن اسلمہ غمری راست میر نام سر ہندو جاوگر ان و باج ستاخذہ ریش کا فران ہر لاکھ روپیہ سالانہ خرچ اپنی داڑھی
کا اگر تو سال سہال مجھے بھیجیا تو تو بہتر ہو اور جو کبھی ایک دن کا فرق اور عرصہ ہو جائیگا تو یا در کتنا جان تو ہوگا اور غلام
کے قلم میں بھی جیسے گاتوین و دان ہو پونگا اور ایک بال تیری داڑھی کا نہ چھوڑو گا اور ایک بال میں تین ماشہ کا لٹکا
باندھ کے تمام منہ کا لٹکا دیا اور اسی طرح سے فہرین فرمان عجمی وغیرہ سرداروں اور گنجاہ کو بے ہوش چھوڑ کے
بختیارک سے کہا کہ ادنا لاف سے میں تو اب جاتا ہوں مگر تو اگر ذرا بیان سے جنبش کر کے کہیں جائیگا تو میں تجھے
ابھی آکے ذبح کر ڈالوں گا۔ کے عمرو تو مثل برق کے چمک کر بارگاہ سے گنجاہ کی نکل گیا اور بیان بختیارک کے
ہیٹ میں ہمالگوٹے کے کھانے سے جو دست کی احتیاج ہوئی اور بخوف جان و دان سے اٹھ نہ سکا تو جتنا بول و
براز تھا سب فہرین فرمان عجمی کے منہ میں گیا اور اس طرح سے تا غروب آفتاب بختیارک کو دست چلے آتے
تھے اور تمام فہرین کا ہر کے منہ میں اور سر چرگ تا عتاد وقت شام کے حسب اتفاق سبجانی عیار جو واسطے تمام شہر کے
اخبار لکھنے کے دروازہ بارگاہ پر آیا اور دربانوں جو باہر وں وغیرہ سے پوچھا کج دروازہ بارگاہ کا کیوں بند ہو سچوں
نے کہا تاج فرشتہ وحی رسان مقرب خداوند بوقت سے بیان آیا ہر دروازہ بند ہو گیا نہیں معلوم کہ اندرون بارگاہ
کیا صحبت ہو سبجانی عیار اپنے دل میں سوچا کہ فرشتہ وحی رسان کون آج تک تو میں نے کبھی کوئی فرشتہ خداوند
کی بارگاہ سے آئے جان نہیں دیکھا تھا یہ فرشتہ وحی رسان کیا کیوں کر اور کہاں سے آیا ذرا کسی گھات سے اسکی
صورت اور اسکی شکل دیکھنا چاہیے اسلئے الٹ جا کے دیوار بارگاہ پر کھنڈ ماری اور کھنڈ ماری کے اندرون بارگاہ
چھوڑا تو عجب رنگ محبت کا دیکھا کہ ہزاروں ٹکڑے گرد پیش فٹ کے غلط ٹپھٹپھٹے ہیں اور گنجاہ کے تحت ہر ایک
شخص سیاہ رویش و ہروت کا صفایا ہو برہنہ ہر زاد پڑا ہو سبجانی کچھ بھونچک ہو کر کے ابھی چار طرف دیکھ رہا تھا
اور اپنے ہی میں کتنا تھا کہ یہ کیا تھا خداوند کی قدرت کا میں دیکھ رہا ہوں اسقدر ٹکڑے بارگاہ میں

پنیر برسل کے کہان سے آگئے اور یہ واڑھی موچھ منڈا سے کل موٹا پنیر برسل کے تخت پر بٹکا اور زاد کون پڑا اور پنیر برسل
اور تمام سردار بارگاہ نشین کیا ہوئے ناگاہ ایک طرف سے بختیارک نے توجہ کر کے کہا کہ اس سنجانی عیار کیا حیران و پریشان
کھڑے دیکھ رہے ہو خود کردہ راہ زمان نیست ذرا دھر میرے پاس آؤ تو میں سارا حال تمہے بیان کروں سنجانی نے بختیارک
کی آواز سننے اس طرف کو جو دیکھا کہ بختیارک بٹکا اور زاد چوکی پر بیٹھا پانچا نہ پھر رہا ہو سنجانی عیار نے کہا کہ ملک جی ہیں یہ
کیا بختاری شامت ہو کہ بارگاہ میں پنیر برسل کی ننگے بیٹھے پانچا نہ پھر رہے ہو اور پنیر برسل کی بارگاہ میں یہ کیا ترخاؤ لگا
کا نازل ہوا ہو بختیارک نے ساری سرگذشت عمرو کے کہنے کی اور عیار سی کر کے تمام بارگاہ نشینوں کو مع گنجاب لے کر
کے نکل جانے کی بیان کی اور کہا کہ میں ہر چند پہلے آئے کہ گیا تھا پھر بہت سا بچھا یا اپنا سرٹیا کیا کہا کیا کہ یا پنیر برسل یہ مرد
عیار ہو میرا کتنا کسی نے نہ مانا ہے سنجانی عیار نے سقون کو بلوا کے تمام بارگاہ نشینوں کے اوپر نشین پانی کی ڈالیں پانی
اجلوایا ہر ایک کے داغ سے بیوشی دور ہوئی سکو ہوش آیا گنجاب نے ہوشیار ہو کے اور اپنا حال دیکھ کے اپنا منہ
پیٹ لیا اور سنجانی عیار کو حکم دیا کہ جان دو زردار یک گردن لک پنا سارا جان زادہ ملے بعد گرفتار کر کے وچانچہ ہانک کر
آکاہرین قرآن بھی وغیرہ سب سردار ہوشیار ہوئے جو اٹھا ہوا اپنا سرٹیا تمام میں جاتا ہوا اور گنجاب نقاب منہ پر ڈالنے محل
میں گیا اگلا اسی حالت میں پوڑیے اور حال عمر و کا بیٹے شکار

سراپا دانش و عقل جسم	کران استاد عیاران عالم	کران استاد عیاران عالم	کران استاد عیاران عالم
سراپا دانش و عقل جسم	کران استاد عیاران عالم	کران استاد عیاران عالم	کران استاد عیاران عالم

کہ شاہ عیاران عمرو بن امیہ نامدار بارگاہ سے گنجاب کی نکل کے چار باغ ملک حرمان دیو کش میں بخدمت شاہ
بدیع الزمان اور ملک گوہر ملک پونچا شاہزادہ عالی مقام نے بعد ازاں حال صحت مزاج ہو چکا کہ وہ جان فرماستے گنجاب
کی بارگاہ میں تشریف لے جانے کا کب تک ارادہ ہو ملک کو کسی طرح سے یقین نہیں آتا اور کہتی ہیں کہ شاہ عیاران عیار کی
یہ محض نادانی اور خام خیالی ہے گنجاب کی واڑھی موٹا نا تو بہت مشکل کام ہے اسکی بارگاہ میں جا کے زندہ و مسلم بچ کر
چلے آئیں گے تو میں جانو گی کہ رستمی کر آئے عمرو نے جس کے کہا کہ میں پانچ ہزار شرفیان اپنی شرد کی جیت چکا ملک سے اور گنجاب
کے سارے بارگاہ نشینوں کو خوب ساذیل اور سو اکر کے گنجاب کی واڑھی موٹا کے اسکی بارگاہ کا سب مال اور اسباب
کے آیا ہوں یہ کہہ کے وہ واڑھی گنجاب کی اپنی زنبیل سے نکال کے ملک گوہر ملک اور شاہزادہ بدیع الزمان کے آگے
رکھ دی شاہزادہ عالی مقام اور ملک واڑھی گنجاب کی دیکھ دنگ ہو گئے اور ملک گوہر ملک کہتی کہ فی الحقیقت شاہ
عیاران عیار آفت روزگار اور بلا سے بیدار مان ہیں کچھ عقل میں یہ بات نہیں آتی گنجاب کی واڑھی موٹا نا ہزاروں
اور پہلو انون میں کچھ ٹھٹھے بازی نہیں فرض یہ کہہ کے ملک نے پانچ تھیلیاں شرفیوں کی عمرو کی تواضع کیں اور شاہزادہ
بدیع الزمان نے ایک عرضداشت اپنے حالات کی از ابتدا تا انتہا مفصلاً اور مشروحاً لکھ کر مقدمہ شاہزادہ خاور سپاہ
ملک قاسم اٹا لکھ دیا کہ شاہزادہ خاور ملک قاسم بھی بختیت تمام و بشوکت الہ کلام بیان تشریف فرما ہیں کہ خیر روز سے
ملاقات نہیں ہوئی مگر کوئی مقام خسرو کوہ ہمدان پر تعین ہیں اور لغافہ چہ ہرانی کر کے بخدمت سلطان خلفا قشام امیر
عالی مقام ہمدست شاہ عیاران عمرو بن امیہ نامدار روانہ کی اور عمرو شاہزادہ عالی مرتبت سے رخصت ہونے کے بہت
شکر فیروز سی اثر روانہ ہوا اور بعد طومر محل و قطع منازل چہ شہر سابل میں پہونچا اور اسدن رات کو اپنے بھائی اچھی
سعید اور اپنی بہن سمینہ بانو کے مکان میں فروکش ہوا اور منہوئی سے المہر سارا حال شہر سابل میں یہ کہہ کے شاہزادہ
بدیع الزمان سے ملاقات کرنے اور گنجاب کی ہدگاہ لے گئے اور گنجاب کی واڑھی موٹا نے اور اس کے سب بارگاہ نشینوں کو
حیثیت کا اور جو کچھ کہلا تھا سب بیان کیا انھی سعید نے کہا کہ خواجہ سلامت خیاب تک تو میرے نوع فضل آدمی حال میں ہے

کو خبردار اور ہوشیار رہنا گئی یہ کہ حسب الحکم تقاسمے مشرک خدا کے مقرر کردہ دارم زاد بخشی دونوں عیار مع ساتھ ہزار عیاروں کے سرمایہ بیان جبل القمہ ہفت میل کے بل مابہی فروشان پر تھارے پر مٹنے کو بچے بن عمر دے کما اراخی سعید خدا کا بزرگ است غرض یہ کہ کوئی چار گھڑی رات رہے عمر و اپنی بہن اور اراخی سعید سے رخصت ہوا اور اسی بیان ہفت میل کی طرف چلا جبکہ اُس بل کے قریب پہونچا تو عمر و نے ایک درخت کی آڑ میں دور سے اُس بل کے عرض اور چوڑائی کو غور کر کے ایک حبست کی مانند ایک نفیس خود بدورتی اور چستی سے اُس بل کے پار پہونچ گیا کہ مشرک و مرد اور دارم زاد بخشی و غیر کسی عیار کو مٹا معلوم نہیں ہوا کہ کون آیا اور کون گیا تب وہاں سے عمر و نے بد جمعی تھم آواز دی کہ اے مشرک و مرد اور دارم زاد بخشی میں شانزدہ ہدیہ الزمان کی خبر لے کے جو پھر تو میرے جی میں آیا کہ تجھے جہنم داخل کر کے جاؤں مگر کچھ میرے دل میں بچھرمم اور ترس آگیا اس لیے مجھے زندہ چھوڑے جاتا ہوں غرض یہ گفتگو کر کے عمر و تو شلہ برق چمک کے اُن سبکی نظروں سے غائب ہو گیا اور جہنم کرنا سمت لشکر فروری اثر سلطان صما جعفران کے روانہ ہوتا ہوا اسکو تو جانے دیجیے مگر جب تک

شمہ داستان شوکت بیان نورجہ قہ جلالست و شہامت صاحب غم رملق رزم شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نعل خفتان خونریز خاوری سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جبوقت وہ سوار زور و پوش شانزدہ خاور سپاہ ملک قاسم کو جنگ مرہانہ کر کے گنبد طلسمی میں پکڑے گیا تو اب بیان حال سینے کا اس طلسم کا بادشاہ ایک ساحر زبردست توسن جادو ہر وہ سوار زور و پوش قاسم کو ہر دروغ و فرار کیے توسن جادو کے پاس آیا اور توسن جادو نے غلہ یا کر اسکو قتل کروا دیا اور تابوت اسکی لاش کا بیرون شہر بھیج دیا حسب اتفاق اسوقت ملکہ ناہید جادو بیٹی توسن جادو کی وہاں آئی اور اسے قاسم کو رکھ کر پوچھا کہ باوا جان یہ کون شخص ہے توسن جادو نے کہا یہ طلسم ہوتی ہے انکے قاعدے کے میں نے اسے قتل کر کے تابوت اسکا بیرون شہر پہونچانے کو غلہ یا کر ملکہ ناہید جادو و شاہزادہ قاسم پر عاشق ہوئی اسلئے اور تو کوئی تیرا قاسم کے بچانے کی نہ دیکھی کہنے لگی باوا جان میری چاہتا ہوں کہ اسے میں بچا کے قتل کروں اور کل صبحکہ تابوت اسکا بیرون شہر بھیج دوں توسن جادو نے کہا اچھا ناہید جادو قاسم کو وہاں سے اپنے مکان پر لائی اور قاسم کا حسب نسب معلوم کر کے اپنا اظہار عشق کیا اب میں تیری صورت کا ایک پتلا ماش کے تے کا بنا کے اسکا سر کا ٹکڑا تابوت اسکا بیرون شہر بھیجے دیتی ہوں قاسم نے کہا تمہیں اختیار ہو جو تمہارے جی میں آئے وہ کر دینا ناہید جادو نے ایک پتلا ماش کے آٹے کا قاسم کی صورت کا بنا کر اسکا سر کا ٹکڑا اسکی لاش تابوت میں رکھ کر بیرون شہر بھیج دیا اور وہاں جو سابق میں بیان کیا تھا کہ قیون تلدا آتی ہیں انہیں جالے کسی قبر میں دفن کروا دیا ہایوں بن شداد نے جو وہاں تابوت قاسم کا آتے دیکھا تو شدت رنج و غم اور کثرت شیون و شین اور ماتم سے جب ضبط نہ ہو سکا تو ہایوں بن شداد فقیر ہو کے اُسی قبر پر قاسم کی بیٹھ رہا بیان ناہید جادو نے قاسم سے کہا کہ اے شہر یار اب میں تجھے اس طلسم سے نکالے دیتی ہوں قاسم نے کہا اے ملکہ ہمارا یہ طریق نہیں کہ جس ہم پر قدم رکھیں اور پھر جب تک اسکو طرہ نہ کریں وہاں سے ایک قدم اپنا بھیجے ہٹائیں بس میں جب تک کہ اس طلسم کو فتح نہ کروں گا بیان سے نہ جاؤں گا ملکہ ناہید جادو نے کہا خیر اگر آپ کی یہی خوشی ہو تو میں جا کے امان جان سے تحقیق کر کے کہ یہ طلسم کیوں نہ فتح ہو گا کہے دیتی ہوں یہ کہہ کے ناہید جادو اپنی ماں کے پاس گئی اور پوچھا کہ امان جان طلسم کیوں نہ فتح ہو گا امان جان نے تو نہ کہا کہ میں باوا جان سے جا کر پوچھ آؤں گی یہ کہہ کر ناہید جادو نے اپنے کو مثل طاؤس گھناڑا متہ کیا اور توسن جادو کے پاس کسی ناظرین والا گھین پر واضح ہو کر مردود ملعون توسن جادو اپنی بیٹی ملکہ ناہید جادو پر ہزار جان سے شید

بارہ اسکے دل میں دسواس شیطانی کی وجہ سے خیال دیگر گزرایا اس وجہ سے ثبات رہا اگر اس کی ماں کو کبھی معلوم ہو جائیگا بڑی
 نصیبت پڑی گی مگر آج جو آئے ملکہ ناہید کو اس طرح بعد نماز و ادا کیا اپنے پاس بٹھا کر باتیں مونسانہ کرنے لگا ملکہ ناہید اس موعود
 و مردود کی ان حرکات سے نہایت درجہ ناراض ہوئی مگر چونکہ اسکو تو شاہزادہ قاسم عالیشان کیواسے تحقیق نوع کی منظور
 اسوجہ سے شک آمد و سخت آمد کا خیال کر کے تو سن جادو کی طرف متوجہ ہوئی اور آنکھوں میں آنسو بھر کے کہنے لگی اے
 والد میرا گوار یہ آپ کو کامل یقین ہو گا کہ میں آپ سے عہد مخلوقیت سے کس درجہ مانوس ہوں مگر والدہ معاجہ مجھے ناحق
 کو بدگمان میں کئے صرف یہ خیال رہتا ہے ساری نہ کرے کہیں کوئی دشمن جان ساحران داخل طلسم ہو اور وہ آپ کے
 درپے ایذا ہو تو مجھے اسوقت بسبب لاعلمی حالات طلسم کے اسکا تدارک بالکل نہو سکیگا اسوجہ سے میں نے آپ سے حال طلسم کو درپے
 کیا ورنہ مجھے اس کیفیت کے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی مگر ناہید جادو تو سن سے باتیں کرتی ہو مگر یہ مردود اسکی ہر بات اور
 ہر ادا پر لوثا جاتا ہے جب اس مردود ظلیل اللعن والیذا اب کو اب فہم باقی نہ رہی اسوقت اسنے کہا اے ملکہ میری جان ایک ستار
 سے بچھیر جاتی ہو مگر میں بسبب تیری ماں کے خوف کے مجھے تعلق پیدا کرتے دیرتا ہوں اگر تو میرا منشا ہے دلی پوریا کرنے
 کا اقرار کرے تو البتہ میں اسرار طلسم سے بچھو آگاہ کروں ملکہ ناہید جادو تو سن مردود کے اس ارادے سے اور خش الفاظ کے
 بیباختہ کہنے سے نہایت متفعل ہوئی اور سر ہٹکا کر کہنے لگی کہ میں تیری کینز تیری پردش یافتہ تیری تکیہ کردہ ہوں بھلا مجھے
 تیرے کسی حکم سے اخواف ہو سکتا ہو مگر بان میں نے اپنی انجونیوں سے شاہجہاں کی کم سنٹی میں پیدا جانی ہو سکو خداوند
 کے مگر بڑی سختی بھینا پڑنی ہو اسوجہ سے میں بوجہ مغر سن کے مجھے ایک سال کی صلت طلب کرتی ہوں بعد اسکے میں تیرا مال
 ہوں بھگو اختیار ہے جب خداوند دن نے بیٹی بن مان چو پھی جا نہ کر دی تو مجھے کب انکار ہوگا تو سن اسبات کو سنا پھل پھلا
 اور فوراً ملکہ ناہید کو اپنی آغوش میں دبا کر متواتر چند بوسے ملکہ ناہید نے جب اس مانوں کی بد نفسی اور شرارت کی چٹاٹ
 دیکھی عجب دلچ کا صدمہ جالکھا اسپر گزرا اور غصہ کے مارے تڑپ کر اسکے پاس سے دور جا کر کہنے لگی یہ کیسی نا لائق حرکت
 تیری ہے مجھے اپنے قول اقرار کا بھی خیال نہیں ابھی میں تجھے خود کہہ چکی ہوں کہ بعد ایک سال کے میں بڑی ہوئی پھر
 بھگو اسوقت یہ بیوہ حرکت کرنا کیا ضرورت تھا تو سن جادو ملکہ ناہید کو اسقدر غضب آلودہ دیکھا کہ پھر پھر کانپنے لگا اور
 ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا ملکہ عالم اسوقت میری اس بیباختہ حرکت ناشائستہ کا قصور معاف کر دے ساری نے چاہا تو آج سے
 سال بھر تک جیسا کہ تجھے وعدہ کیا ہے کبھی اس فعل شینہ کا مرکب نہو لگا انقصہ بڑی منت خوشامد سے ملکہ ناہید جادو کو پھر منہ
 پر بٹھایا اور تو سن دل میں سوچنے لگا کہ اسوقت اسکا غصہ کیوں نہ کم ہو سوچنے سوچتے یہ تدریک لگائی کہ میں اس سے حال طلسم
 بیان کرنا شروع کر دوں تو کیا عجب ہو کہ اسکا غصہ رنج ہو یہ سوچ کر کہنے لگا ملکہ عالم ذرا تم میری طرف متوجہ ہو اور غصہ کو
 بھوک ڈالو میں تم سے دوست کفندہ حال طلسم بیان کیے دیتا ہوں پہلے اس طلسم کا مالک لاچین جادو تھا واقعی بڑا ساحر
 زبردست تھا قائب انتظام طلسم کے اسنے کیے تھے جسکی تعریف میں بیان نہیں کر سکتا ہوں اول تو فوج کو خود اسنے ایسی جگہ
 پوشیدہ کیا کہ اب تک بھگو بھی اسکا حال معلوم نہیں دوسرے در بندوں کو ایسا مستحکم کیا کہ کیا مجال کسی کی جو فتح کر سکے بھگو
 بھی اسی نے علم سحر تعلیم کیا مگر میرے دل میں ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کہ میں کسی طرح اس طلسم پر قابض ہوں اس وجہ سے
 کبھی اس کو سے فافل درہتا تھا ایک دن کا ذکر ہو کہ لاچین جادو نے بھجون اور کاہنوں کو بلوا کر دریافت کیا کہ آیا
 طلسم کو کوئی فتح کر گیا یا اسی طرح سے برقرار رہیگا بھجون نے بڑی فکر اور غور سے احکام نکال کر یہ حکم سنایا کہ اس طلسم
 کا قناع قاسم حمزہ کا پوتا ہوگا اور اسکا دین یزدان پرستی ہوگا لاچین جادو بولا یزدان پرستی کوئی دین عبادہ
 دین سامری اور مشید پرستی کے ہر بھجون نے جواب دیا کہ دین آئندہ ایسا وسیع اور جہانگیر ہوگا کہ کوئی شمس

اور قریہ اور گانون اس سے خالی نہ رہیں گے چنانچہ اس بات سے بہت گھبرایا اور منجھون سے پوچھنے لگا کہ آیا اس طلسم کے بچنے کی بھی کوئی صورت ہے منجھون نے کہا اس صورت سے بچاؤ تو ممکن ہے کہ اگر اچھی سے دین بزدان پرستی کو ترستی دے دے اور چند بزدلان پرست تلاش کر کے بلائیے جائیں جو مسائل بزدان پرستی تعلیم کریں اسوجہ سے جب شاہزادہ داخل طلسم ہوگا تو اس کیفیت سے بہت خوش ہوگا اور کیا عجیب ہو کہ کھارے طلسم کی قیاسی سے باز نہ آئے چنانچہ منجھون کی باتیں اسوقت کچھ ایسی موثر ہوئیں کہ اس نے حتیٰ ارادہ مسلمان ہونیکا کر لیا اور خدسا حردن کو حکم دیا کہ تم انکاف حردن میں پھر کر چند بزدلان پرستوں کو اٹھاؤ زمین ان سے پہلے بحث نہ ہی کرو لگا اگر انکا قول بہت مطلوب ہو تو بیشک مسلمان ہو چکا ورنہ اپنے دین قدیم پر قائم رہو لگا تمام حاضرین دربار اپنی اپنی اس گفتگو سے نہایت درجہ خوش ہوئے خصوصاً خیر جادو وزیر اعظم لاجپن جادو کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور جب دربار پر خاست ہوا تو وہ میرے مکان پر آکر کھٹے لگا کر اس کو سن جادو کو جتنے چاہیں جادو کی باتیں سنیں بیروں آج سے بالکل لاجپن کی طرف سے پھر گیا اگر تم میری رو کرو تو ہم تم کو اسکو گرفتار کریں ورنہ اسکی جگہ نیرباد شای کرو تو بیچارہ چونکہ مجھ کو پہلے سے ہوس بادشاہی سرین سائی ہوئی تھی اسوجہ سے میں اس بات سے نہایت خوش ہوا اور خیر جادو کو کھٹے لگا کر اور میں نے اس سے کہا کہ اے جانی خیر جادو لاجپن میرا ہون اگر اور اسی نے مجھ کو علم سحر تعلیم کر کے سپہ سالار مقرر کیا مگر میں نے اس بات کا منتظر تھا کہ کوئی میرا مددگار نہ ہو تو میں کوئی ترکیب کر کے لاجپن کو گرفتار کروں اسوقت چونکہ بالکل غلبہ ہو گیا تھی میری اسے قرار پا چکا لاجپن کس طرح گرفتار ہوگا تو مناسب ہو خیر جادو لاجپن لاجپن جادو کو کوئی لکھے سر کھڑکے گرفتار کر کے اس سے یہ بات مناسب ہو کہ اسکی دعوت کچھ اسے امداد پوشیدہ تو اس پر سرکار اور میں کھانے میں بیوٹی لاؤ لگا جب اس پر بیوٹی اثر کرے تو سحر کر کے اسکو مع تہم بھاؤ خواہوں کہ گرفتار کر لیا اسکی نایابید جادو میں اسوقت کی اپنی خوشی کا حال بیان نہیں کر سکتا ہوں بار بار اٹھتا تھا اور خیر جادو کو کھٹے لگا تا تھا اسوقت میں نے خیر جادو سے کہا کہ خیر جادو مجھے تمہارے احسان کا معاوضہ کیا دینا ہو گا یہ بات ظاہر ہے کہ تم وزیر اعظم لاجپن جادو کے ہو میں اسوقت نہایت خوشی سے کھو جا رہا تھا دینا ہوں کہ بعد گرفتاری لاجپن جادو کے تم تخت سلطنت پر شکان ہونا خیر جادو میری اس بات سے نہایت خوش ہو کر کہنے لگا کہ تو سن جادو تمہارا قول سے گویا مجھ کو سلطنت ملے گی سلطنت تمہارے واسطے شایان اگر اور میں چونکہ بڑھ چکا ہوا ہوں اسوجہ سے بعد گرفتاری لاجپن جادو کے میں صرف تمہاری حفاظت جان کے لیے ایک لشکر کی صورت بنا رہا تھا اگر ان حال رہو لگا تو البتہ ہتھیار میرے بار کا ضرور متحمل ہونا پڑے گا میرے بالی بچوں کے صرف لڑاؤ تھا کچھ اچھی طرح کنیل رہنا میں خیر جادو کے حسن قیادت سے حسیقہ خوش ہوں ملیدل ہی جاتا ہوں قصہ فتنہ خیر جادو مجھے اس قسم کی باتیں میرے رخصت ہوا اور میں منظر وقت تھا ایک دن لاجپن جادو نہایت خوش بیٹھا تھا اور میں بھی دربار میں موجود تھا کہ ناگاہ میرے گھر کا کھڑکہ دوڑا ہوا آیا اور مجھے اطلاع دلا کہ میرے پیدا ہونے کی خوش خبری دی اور ناہید اول تو میرے پیدا ہونے کی خوشی دوسرے وہ میرا داد لاجپن جادو کی رحمت کر شکر پورا ہوا اسوقت لاجپن کے رو بہ جا کر ہاتھ لگائے تخت کو بوسہ دیکر چرے پیدا ہوئی خبر کسی لاجپن نہایت خوش ہوا اور میں اسوقت تیرہ سی چھٹی کے دن اسکی رحمت کی آنے بخوشی منظور کیا میں خیر جادو کے پاس گیا اور اس سے بھی ساری کیفیت بیان کی وہ بھی میری اس بات سے بہت خوش ہوا کھانے کا انتظام خود کرنے کا اقرار کیا جب چھٹی کا دن آیا اور نایبید میں لاجپن جادو کو گھر پر لایا پہلے کھانا اسکی گود میں دیا وہ تجھے لیکر نہایت درجہ خوشی ہوا اور تجھے کہنے لگا کہ تو سن جادو نہ معلوم کیا سبب ہو کہ اس لڑکی کو دیکر تجھے اس سے ایک عجیب قسم کی محبت پیدا ہوتی ہے ساری جہشید اس لڑکی کی عمر دوا کرے میں بھی لاجپن کو نیا ہوا میں نے لگا پھر وہاں سے میں لاجپن کو گھر میں لایا تاہم اراکین سلطنت اور لاجپن کو ایک دسترخوان پر کھانا بیوٹی آہو کھلایا جب انکی حرکات سے آثار بیوٹی مرزد ہونے لگے اسوقت خیر جادو لاجپن کے سامنے آیا اور میرا ہاتھ لگا لاجپن کے بازو پر سے کھو کر لاجپن کی طرف متوجہ ہو کر لاجپن جادو آگاہ باش کہ آج میں تجھے میرے اس راوے کا انتقام دے گا ہوں جو اس دن سرور بیدار بزدان پرست ہونے کو کھاتا تھا لاجپن اس بات سے بہت غصہ ہو کر اٹھا اور جا کر خیر جادو کو کھٹے لگا کر اسکی بدگولی کی سزا دے ملا پہلے بیوٹی ہو کر لاجپن کو قید سحر میں گرفتار کر کے برہنہ کر دیا جس سے میں اس کی ہمت کا ہوا اور خیر جادو

بیشکل خراب میری بازگاہ میں اگر میری حفاظت کرتا ہو اور یہ مجھ پر کسی کو معلوم نہیں ہوئے سنا اور جان چاہنے والے سارا
 قصداً میری حفاظت کر اور بخوشی خاطر ایک بوسہ ابا اپنے لبِ نجات وہ گلِ گلِ گلے ناہید کو تو سن کی اس بیوہ خانی کا
 پہلے اختیار نہیں آئی کہنے لگی سن تو اوٹھوڑے تک حرام فونے اپنے گلے مامون لاچین کو جسے تجھے خاک سے پاک کیا اور علم ساری
 میں تجھے عالم کر کے سپہ سوار کر دیا پھر تو نے اس کے ساتھ ایسی کوہ کی کی جھلک میں تجھے کیا امید تھی کی رکھوں تو سن اتنی بات سے
 روڑ کر قد و ن پر گر پڑا اور کہنے لگا اسی پیاری وہ محل اور تھا اب یہ موقع اور ہو اگر میں جاؤں سپہ سالار سی رہتا تو تم کا بیٹو شاہزادہ
 کھلاتین چھا اب اس غصہ سے ورنہ رواور نہی خوشی کی باتیں کرونا ہی نہ لہا وہا یہ تو نے مجھ پر کج کی ایک محل بات بیان کر دی
 کہ میں نے لاچین کو گرفتار کیا اور گنبد طلسمی میں قید کر دیا مگر یہ بتا دے کہ آیا گنبد طلسمی کہاں ہے اور اس کے راستے کی تو نے کیا کیا تھا
 کی اور کیا مانا ہے میں جو مقدم بات تھی اسکو چاہا تو سن جاؤں نے کہا شعر اے دوست اگر جان ملی جان تو بخشم و زبانی
 چہ عزیز ست بلو آن تو بخشم تجھے اس تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں ہو مگر ایک ہفت مشور ہوئے سن میرے تخت کے نیچے
 ایک نقب ہوا اسکے دہانہ پر ایک ایسا بھاری چھر نصب کیا ہوا ہے کہ جب تک کوئی ایسا مرد رستم تو ان منو کیا کمال جو اسے جنبش دیکھے
 سو آدمی طاقت و ارجب شریک کیے تھے اسوقت یہ چھر اس نقب کے منہ پر رکھا تھا اگر اسے ہٹائے تو اندر داخل ہوتی تھی
 ایک اردو آتش نشان جھلا رہا ہوگا اگر اسے مار دلا تو خیر اور اگر کچھ دیا تک گیا تو قیامت ہوئی اگر ہزار جانیں رکھتا ہوگا ایک زندہ
 نہ بچا بیٹا دوسرے آگے ایک شیر لینگا اس سے آشتی پیدا کرے بعد اسکے ایک ساحر لینگا اگر اس پر کسی طرح قابض ہو تو فوراً اڑا
 دے کہ وہ گئے کہ میں لاچین کی رانی کی صورت بناؤنگا ایک نہ مانے اور فوراً قتل کرے بعد وہ گنبد لینگا اسے کھو کر لاچین کو
 سدا کر دے جب وہ صبح کا نشان بنا لینگا اسوقت طلسم فتح ہو جائیگا اپنی پیاری ناہید بھلا تھیں بناؤنگو ایسا درد ہو ایسی شہنشاہ
 جھیل کر لاچین کو چھڑا کر طلسم فتح کر گیا اور خوب یاد آیا ایک اسیر طلسمی کا سم نامے آیا تھا اسکو تو نے خود مار دلا اس سے ابتر ہو گیا
 پیدا ہوا تھا اگر وہ زندہ رہتا کیا عجیب تھا کہ وہ اس طلسم کو فتح کرنا ناہید نے کہا بابا جان آپ بہت درست فرماتے ہیں واقعی میری خیال میں
 جی کوئی شخص ایسا ذی حوصلہ نہیں معلوم ہوا کہ وہ مار کر لاچین کو چھڑے تو سن نے کہا اے ناہید اب تم مجھے بابا نہ کہنا کہ وہ بڑا
 طفلی کا تھا جب تم مجھے بابا کہتی تھیں اب جو الفاظ میں تھیں کہتا ہوں وہی پیارے الفاظ اپنے بچوں کے منہ سے تم بھی مجھے کہنا
 ورنہ اس میں کچھ بھی لطفت نہیں آتا کہ میں تو تھیں پیاری دلیر کون اہد میں تھارا عاشق شیدا ہوں چاہتے ہوں کہ بابا جان کہنا
 بڑی شرم کی بات ہو بعد ان باتوں کے ناہید رخصت ہو کر شاہزادہ عالی شان قاسم نو جوان کی خدمت میں آئی اور ساری کیفیت
 اول سے آخر تک بیان کی قاسم نے کہا اے سب مشکین حل ہو میں گر کوئی صورت بنا کر پہلے اس کجبت خنجر جاؤ کو بیوش
 کریں یا میں بعد اس کندہ جنم تو سن کو بیوش کریں جب جا کے اس نقب تک رسائی ہو ناہید نے کہا اے شہر یار تو سن کو بیوش
 کل شراب پلا کر بیوش کر دوئی مگر کوئی تدبیر ایسی لگا یہی جبین وہ گھوڑا خنجر بھی شریک ہو کو بیوش ہو جب کام چلے شاہزادہ
 قاسم اس فکر میں مبتلا ہوا تھا اس عرصہ میں ناہید نے خوش ہو کر کہا شہر یار مبارک میں تدبیر سوچی ہوں شاہزادہ نے فرمایا کیا
 تدبیر ہو ناہید نے کہا کل میں جا کر تو سن جاؤں کو کون کر تو جو ارادے میرے ساتھ رکھتا ہو اگر اسکا ظہور ہو اور تو کسی وقت میں سے
 مجھ سے منوت ہو جاوے تو میں تیرا کیا کر دوئی اسوجہ سے یہ مناسب ہے کہ تیرے مشیرون میں جو سب سے معتد ہوا کی گاہی
 قرار نامہ چھڑا دے کہ تمام عمارتیں میرے اور کسی سے تو تفت ہوا تو جو سزا چور کی وہ تیری ہوگی وہ اپنی غرض کو منظور
 کر لیا میں خنجر کو بلواؤنگی جب وہ آئیگا اسکو بھی شراب بیوشی آمیز پلاؤنگی جب دونوں بیوش ہونگے اسوقت حضور کو
 منطقت دوئی آپ تشریف لے چلے گا مگر ان یہ فرمائیے وہ چھر نقب کے منہ سے کیونکر اٹھائیگا شاہزادہ اس بات سے منہ پر
 اور کہا اے ملا اس خنجر کی بھی کوئی ہستی ہو اگر کوئی ہمارا ہے تا تو میرے زور و قوت کی کیفیت دیکھتین خیر بدقت معلوم ہو جائیگا

مگر واقعی یہ دے خوب تجویز کی بر خدا نکھارے ارادے کو پورا کرے

اب شہد داستان حیرت بیان امیہ بن عمرو کی بیان کی جاتی رہی

واضح رائے ناظرین والا تکمیل ہو کر جس وقت خواجہ نے قاضی شہد کو بیوہ کی بیوہ اور خود پانی پی کر بیوہ ہونے وہ چالاک کی حیرت کی حقیقت اور اس وقت اس نے یہ چالاک کی حقیقت کی ایک فراموشی خواجہ جلی تیار کر کے کہ امیہ عیاری تیرا قصد ہو تو میرا استاد میں تیرا شاگرد ہوں کر سی ہر دین نے خوشی خاطر تجھ کو دی یہ فرمان تیار کر کے اسپر خواجہ کی مہر کر کے اپنے پاس رکھا اور وہاں سے روانہ ہوا اتفاق روزگار یہ بھی سیر کرنا شاہزادہ مع الزمان کو تلاش کرنا اس وقت آنکھ صوا کی نفاذ لکھ بصورت بدل ایک مقام پر رہ رہ چکا تھا یہاں کر گانے لگا اتفاقات روزگار ایک جادوگر رہنے والا اس ظہم سلیمانی کا عقاب جادو نامے لشکر عقاب بنا ہوا اس وقت آنکھ امیہ کو گاتے شکر یہ تجویز کی کہ اسکو اٹھا کر اپنے گھر میں سے چلون اور اسکو نوکر رکھ کر روزمرہ گانا شکر و ن اور خود بھی اس سے اس میں مہارت حاصل کروں یہ خیال کر کے وہیں سے گئے جوڑ کر جوڑ کر تو امیہ بن عمرو کی کوہ میں پنجہ ڈال کر کے اڑا ہر چند امیہ چلا کر اسے لہجہ تو کون ہوا اور مجھے کہاں لیے جاتا ہر گز سے ایک نہ سنی امیہ تھوچ ہو سے بیوہ کی جب ہوش آیا اپنے کو ایک مکان میں پایا اور ایک سا کر یہ نظر کو اپنے پاس لکھ رہے ہو سے دیکھا امیہ جہی سے آنکھ میٹھا اور سلام کر کے اس سے اپنے اٹھالانے کا مال پوچھا اس نے اپنا منشا سے مذکور بیان کیا امیہ شگ آمد و سخت آمد کا خیال کر کے چپ ہو رہا عقاب نے امیہ کی بہت سی دلداری کی اور بہت زر نقد پیش کیا اور کہا اس شخص تیرا کیا نام ہو اور کہاں کا رہنے والا ہو امیہ نے کہا میں سبجان کا رہنے والا ہوں اور مجھے استاد مینوش چنگ نواز کہتے ہیں عقاب نے کہا تو آج سے اب میرے ہی سے استاد کے ہر مجھے آپ علم موسیقی تو اہم فرماؤں امیہ نے کہا تم تو بتاؤ کہ مجھے جو اٹھالانے تو یہ مقام کون ہوا اور بیان کا بادشاہ کون ہوا اور تم کس قصہ سے پر ہمارا ہو عقاب نے کہا کہ اس استاد مینوش چنگ نواز میرا نام عقاب جادو ہوا اور شہنشاہ ساحران تو سن جادو کا مصاحب خاص ہوں وہ مجھے بہر بات میں مشورہ لیا کرتا ہوا اور مجھے بہت عزیز رکھتا ہوا چنانچہ کل میں تھو بھی نے چل کے دربار کی کیفیت دیکھا ونگا دیکھا ایسے بادشاہ کی شوکت و عظمت کم ہوتے ہیں اگر تمہارا گانا ہر بادشاہ سن پائیگا تو کیا عجیب ہو کہ تھو ایک دہا اپنے مت جودانہ کرے استاد مینوش چنگ نواز نقل نے کہا میں عقاب اب مجھے تو جیسے ایک قسم کی محبت پیدا ہو گئی اب بادشاہ تو سچ دو مجھے لاکھ پور بھی دینگا تو میں تمہیں نہ چھوڑوں گا عقاب نے کہا یہ تمہاری عنایت ہے میں کس لائق ہوں قصہ مختصر سبب کسل رام کے عقاب جادو مع امیہ کے کھانا کھا کے آرام کیا امیہ نے ارادہ کیا کہ رات ہی کو اس کجرت کو قتل کر دوں مگر چونکہ حال ظہم کا در یافت کر چکا ہوا سو جہ سے یہ خیال کیا کہ کل چل کے دربار بار کا بھی رنگ دیکھنا چاہیے سو جہ سے یہ بھی ایک گوشہ میں سو رہا صبح کو عقاب مع امیہ دربار تو سن جادو میں آیا امیہ تو سن جادو سے گویا نذر دوائی اور میت سی تعریفیں استاد مینوش چنگ نواز کے گانے کی کہیں چنانچہ تو سن کو بھی امیہ کے گانا سننے کا نہایت اشتیاق ہوا اور عقاب جادو کے کان میں جھک کر کہا کہ عقاب جادو تم سے کوئی بات چھپی نہیں ہو یہ تمہیں جانتے ہو کہ میں ایک مدت سے مایہ نا ہو جادو پر جان و دل سے فریفتہ ہوں اب اسے سال جبر کا دغدہ کیا ہو مگر یہ قصہ ہو چند دلاور عورتیں ہائے بھیانک کے لیے مقرر کر دن کہ تھوڑے عرصہ میں اسے راہ راست پر لائیں پھر سامری نے چاہا تو ایک حیلہ ایسا معقول کر دیا کہ عالم عالم اور دنیا دنیا کو رشک ہو گا اسدن البتہ استاد مینوش چنگ نواز کے سننے کا لطف آئیگا عقاب نے کہا اس خداوند نے آپ کا ارادہ ہو بھلا نا پسند کیا کی مٹی اور آپ اس کے ساتھ یہ قصد کریں تو سن نے جواب دیا ہر مع برین عقل و دانش بیاہر گریست و بھلا عقل اب گوارا کر گئی کہ ایسی حسینہ بیلہ کو چودہ برس تک پرورش کیا نہاد و ن طرح کی اس کے لیے اندامین آٹھائیں اب بنام سامری جو وہ جوان ہوئی تو مرے اور مرے ازین اور مرے جب خداوند سامری اور حشید اپنی کتاب مجوزہ میں اجازت دے چکے تو ہم بندوں کو کسی طرح زندہ نہ چاہیے عقاب نے کہا تو پھر کچھ اندیشے کی بات نہیں ہر آپ

ملکہ ناہید کو راہ پر لائیں قصہ بڑی دیر تک اسی قسم کی باتیں عقاب اور توسن سے رہیں بعد دربار برخواست ہونے کے عقاب شاد
میوش سے توسن کی حالت کا حال بیان کرتا اپنے گھر میں آیا اور اچھا لکھانے کے طور پر میرا ستارہ میوش کا گانا سنا اور پورے
اتنے دن حالت غفلت میں اسے بیوش کر کے ایک گڑھے میں اس تیل سے دفن کر دیا کہ مبادا اس کے قتل ہونے سے اس کے بریل
نچائیں توین فوراً گرفتار ہو جاؤں گا اور آپ بعورت عقاب درست ہو کے اب باقاعدہ رہیں گے۔

اب شہد داستان ملکہ ناہید جادو اور شاہزادہ ملک قاسم محل خزانہ خاوری کی بیان کی جاتی ہے۔
جب ملکہ ناہید جادو اور شاہزادہ قاسم میں توسن جادو کو تخت پر جادو کے بیوش کرنے کا مشورہ ہو چکا تو دوسرے دن ملکہ ناہید
نے اپنے تین مثل عروس شب اول کے آراستہ اور پیراستہ کیا اور شاہزادہ قاسم سے رخصت ہو کر توسن جادو کے پاس پہنچی توین
جادو ایک تول واہ اور شہفت اول ہی سے بھا آج نیم بسمل ہو گیا اور جادو کو رکھنے لگا اس سرایہ لذت زندگی واسطے واقعہ بدلیا
پروا لگی مجھے میری ایک ساعت کی جدائی ایک سال سے زیادہ ہو چکی سامری اور جمشید کا واسطہ اب مجھے نہ ترسا اور اپنے زلال
وصال سے میل لڑا اب مجھ میں تاب و مہر شکیب نہیں کہ بغیر تیرے وصل کے ایک ساعت تحمل ہو سکوں ملکہ ناہید ان ہیوجہ باتوں کو سن کر
منہایت کد رہی مگر بجا ہر اصلاح وقت کھنے لگی اس والد بزرگوار مجھے بھی اس بات کا خیال آیا کہ جب میں نے سال بھر بعد ایسا سے وعدہ کیا
تو کیا اور آج کیا تو کیا اس سے میں ابھی راضی ہوتی ہوں مگر اس شرط پر کہ تو کوئی اپنا منہد لب کر کے ایک اپنا مری اقرار نامہ لکھ سکے
میں بغیر میری رضا کے کوئی کام نہ کروں گا اس وقت البتہ میں تجھے راضی ہونگی توسن یہ باتیں سنا کر اچھل پٹھا اور کھٹے لگا کر اچھی سی
خنزیر جادو سے بڑھ کر اور کون میرا منہد ہو گا جسکی بدولت سلطنت کرتا ہوں میں اسے ابھی بلاتا ہوں وہ تیرے حسب خاطر اقرار نامہ
لکھ لگا ملکہ ناہید جادو نے کہا کہ میں خنزیر جادو کے اقرار نامہ لکھ دیتے پر راضی ہوں آپ خوشی سے اسے بلوائیں توسن جادو نے اس وقت
دشک دسی بغور و شک دینے کے ایک عقاب پرواز کرنا آیا اور غائب ہو کر بصورت انسان بنا اور توسن جادو کو سلام کر کے مستقر
حال ہوا توسن نے سارا حال بیان کیا اور بہت خوشامد اقرار نامہ لکھنے پر خنزیر کو راضی کیا اس عرصہ میں ایک چوہا اسے عرض کیا کہ
عقاب جادو ناہید وار بار بار بیاتی کرتا توسن نے عقاب کو بھی بلوایا اور ملکہ ناہید سے کہا کہ تو ایک قلم کو گواہ کرنے کو کہتی تھیں اب تو گواہ
ہو گئے اس عرصہ میں عقاب بھی جو چاہا توسن اور خنزیر اور ملکہ ناہید کو سلام کر کے بائیں جانب توسن جادو کے بیٹھ گیا اس
عرصہ میں خنزیر جادو نے اقرار نامہ تیار کر کے اپنی اور توسن جادو اور عقاب جادو کی ہر کردی اور اقرار نامہ ملکہ ناہید جادو کے
حوالہ کیا ملکہ نے اقرار نامہ اپنے پاس رکھا اور چند صراحیان شراب کی جو اپنے ہمراہ لائی تھی ایک ایک جام سب کے تواضع کیا خنزیر اور
توسن تو بے اندیشہ پی گئے مگر جب عقاب نے پیے کا قصد کیا کچھ جنگ بیوشی کی محسوس ہوئی فوراً بیوشی کی پڑیا
کھاتے ہی جام سے کے پی گیا اور توسن جادو سے متوجہ ہو کر بود شہشاہ یہ شراب بہت تیز معلوم ہوتی ہے تیرا پیچہ ہی سر جکڑے
لگا لگا جانت ہو میں ایک گوشہ میں بیٹھ رہوں توسن نے کہا کیا سفالہ ہے عقاب جادو دل میں یہ سوچ کر کہ دیکھنا چاہیے
یہ مقدمہ کیا ہے ملکہ ناہید نے توسن کو شراب بیوشی آلودہ پلائی اس میں کچھ عجیب ضرور ہے یہ خیال کر کے ایک گوشہ میں بیٹھ رہا
اور جب ملکہ نے چند جام دونوں کو متوازن دیے ایک تو شراب کی تیزی نے دوسرے بیوشی کے نشہ سے دونوں کو مہلک کر دیا
خنزیر جادو توسن سے کہنے لگا اس توسن یہ تجھے خوب معلوم ہو کہ میں نے کس کوشش سے لاپسین کو بغیر گرفتار کر لیا اگرچہ
قدم در میان میں نہوتا تو چڑا لگاؤ اسکے گرفتار کرنے کا حال معلوم ہوتا اسکے عوض آج صرف میری چار آنہ دیکھ کر اپنی لڑکی
ناہید کو مجھے دیے کیونکہ ایک تو یہ مناسب نہیں کہ اپنی لڑکی کے ساتھ تو فعل کر دے دوسرے میں تیرا حسن بدن اگر تو ایسا
کرے تو گویا تم البدل ہو جاؤ گے توسن اس بات کے سننے سے مثل شہر بزرگ اٹھا اور کہنے لگا اور وہ ابھی تو ہی نے مجھ کو
میرا اقرار نامہ لکھ کر ناہید کو دیا ہے اور خود ہی ناہید کی نو استغاری کہتا ہے میں زیادہ ہوس نہیں کرتے ہیں ورنہ بیعتی کا سنا

ہوتا ہو آئندہ ایسا کلمہ خبردار زبان پر نہ لانا ورنہ تیرے لیے بڑی قیامت ہوگی خیر بولا میرے لیے کچھ بڑائی نہوگی اگر ہوگی تو
تیرے لیے جب خلق سامنے تیرا حال سنیاں گی بوقت موت کہیں اس سے تو مجھے ملے گا تاہم کو وہ دے تو سن سے دوڑ کر ایک
گھونٹا مارا کہ اور دو پھر کلمہ ہید کا لیے جاتا جو خنزیر ٹھونکا کھ کر پٹ گیا لگی کشتی ہونے متنے میں میان عقاب نے آواز دی
کہ کشتی کا بارے اور چینی کا بہتے کہیں کون دے مارتا ہو ملک تاہم نے جب دیکھا کہ عقاب ایسی باتیں بتا رہا ہو ابھی بیوش نہیں آیا
گھبراہٹ اس عرصہ میں تو سن اور خنزیر دونوں لڑکھڑاکھڑا کر بیوش ہو سکے تو عقاب نقلی یہ سوچا کہ کل معاملہ بھر بھڑ ہو جائے
اور اس راز سے آگاہ نہ ہو سکونے اس سے خود بھی ہان ہان کتا ہوا اٹھا اور خود ہی لڑکھڑا کر دم سے گر کر بیوش ہو گیا جب ملک
تاہم نے ان سبکو بیوش پایا بہت جلد شاہزادہ قاسم کو بولا ٹی اور تخت تو سن جادو کا الٹ کر مرہ نقب کو دیکھا واقعی ایک
شگ کلان مرہ نقب پر دیا ہوا تھا قاسم نے دست حق پرست کو پتھر کے کمرے میں قائم کر کے زور و زور میں اٹھایا تاہم نے
یہ زور و قوت شاہزادہ والا مرتبت کا دیکھ کر ڈنگ ہو گئی اور عقاب نقلی شاہزادہ قاسم کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید ملک تاہم شاہزادہ
قاسم پر عاشق ہو اسوجہ سے اسے اس قدر حیرت کی ورنہ عورت کو یہ دل گردہ کہاں اور شاہزادہ قاسم نے اپنے تین نقب
میں جلدی سے ڈال دیا جب آٹھ لٹلی ایک میدان وسیع نظر آیا قاسم ایک سمت کو چلا تھا کہ سامنے سے ایک آژور آتش فشان
تھا اب آتشیں چھوڑتا نظر آیا قاسم نے پکار کر آواز دی ہا اور جادو میدان و آگاہ باش کہ میں فلاح طلسم ہوں اگر انی زندگی
چاہتا ہوں تو میری اطاعت قبول کر ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو اور آتش فشان یہ بات قاسم کی شکر شکل شکل انسان
ہوا اور شاہزادہ قاسم کے پاس آکر کہنے لگا کہ اس فلاح طلسمہ میں نے مانا کہ تم نقب طلسمی میں داخل ہوے اور میں بھی جانتا ہوں
کہ جو شخص اس نقب سے گزرے گا بیشک وہ طلسم کشا ہو گا مگر تم مجھے نشانیاں طلسم کشائی کی دکھاؤ قاسم اثر در جادو کے سوال
و جواب سے ناچار ہوا تھا اس عرصہ میں تاہم جادو ہو چکی اثر در جادو نے سلام کیا ملک نے کہا اور اثر در جادو اس وقت شاہزادہ عالم
کا روکنا مناسب نہیں بوقت واپسین جب لاچین کو رہا کر تھے اس وقت نشان طلب کرنا یہ ضرور نشانی دینے اثر در جادو سب
چند وجوہ کے جو آگے ظاہر ہوگی چپ ہو رہا اور شاہزادہ قاسم آگے روانہ ہوا مٹوڑی دور گیا ہو گا کہ ایک طرف سے شیر کے دھڑو کے کی
آواز آئی شاہزادہ کے آگے آکر پٹ کر دیکھا ایک شیر سفید رنگ کو نہایت خند و غضب میں آتے دیکھا پس شاہزادہ نے قصد
کیا تھا کہ قبضہ کر لیک ضرب پلا رک افراسیابی روپر کا لے کر سے اس عرصہ میں شیر کے منہ سے ایک شعلہ آتش نکلا اور شاہزادہ
پٹے گیا شاہزادہ اس شعلہ کی تاب نہ لاکر بیوش ہو گیا اس عرصہ میں ملک تاہم ہو چکی نروہ کیا اور پیران جادو نو نے ستم کیا کہ
شاہزادہ کے کو گرفتار کر لیا اگر ابھی چشم زخم پونچا تو تیرے ٹکڑے اڑا دوں گی پیران جادو نروہ تاہم جادو کا شکر بولا اور چھو کر
شنگ خاندن خوب دھمکے کوئے کے نقب میں گھسی خوب باوا کی سلطنت تباہ کرنے کا قصد کیا پس چلی جا میرے سامنے
سے مجھے پاس تک تو سن ہر ورنہ ابھی مجھے قتل کرنا تاہم نے کہا او مویے تیری قضا آئی ہر بان خبردار ہو یہ لکھا ایک گور
پیران نے سینے پر مارا پیران نے اس منہ میں ایک شعلہ منہ سے نکلا تاہم جادو کے تریج کو کا گریبی شعلہ تاہم کو پٹ گیا
یہ بھی دم سے بیوش ہو کر گری پیران نے چاہا کہ شاہزادہ قاسم کا سر کاٹ لے اور تاہم کو گرفتار کر کے تو سن کے پاس بھیجے
اس قصد سے شاہزادہ قاسم کی سمت چلا تھا کہ پشت پر آواز آئی اور پیران کیا ستم کرتا ہو بغیر بد و بدلت کی اجازت کے تو اس بات
کا بھی مختار ہو گیا کہ جسے چاہے جس کرے پیران نے پٹ کر دیکھا کہ تو سن جادو جھپٹا ہوا برہنہ شمشیر اتر میں لیے چلا آتا ہوا پیران
تو سن جادو کی شکل دیکھ کر کانپ گیا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگا شنشاہ میرا قصور معاف ہو واقعی سخت قلمی ہوئی غصہ
میں حضور سے دریافت کیے اس جوان کے قتل کا ارادہ کیا تھا تو سن نے ڈانٹا کہ او ملعون تو یہ مجھے ہوسے تھا کہ مابدولت
تہاں بالکل غافل بن اٹھے جس وقت اس حرامزادہ نے تاہم کو پٹ کر لیا اور اسکو اپنا شریک کر کے اس نقب میں قدم رکھا

میں جانتا تھا میں تم لوگوں کی کارگزاری اور ہوساری دیکھنے کو آیا تھا خیر خوب وقت پر پہنچا یہ باتیں کہ تو سن غریب
 ہیران جادو کے آٹھ لوگنے لگا اسی ہیران یہ دوسرا جادو گر بھیجے تیرے کون کھڑا ہو اُسے پلٹ کر دیکھا تھا اس عرصہ میں غلے
 میں کند کے حلقے پر ہیران اُسے کچلے پٹا تھا کہ راجے ہاتھ سے تو جھٹکا پڑا اور بائیں ہاتھ کی پانچون ٹھانیوں سے حباب
 بیوشی تاک کر ناک پر جو چشتو ہیران جادو دھم سے منہ کے بھل گرا اوپر سے تلوار کا ہاتھ پڑا دو ٹکڑے مردود کے سوسے نرہ ہوا ہم اس
 بن عمر و ایسی عیاریاں کرنا یہ دست راستی حیارون کا حقہ ہو یہ کچلے یہ تو ایک سمت نکل گیا اور شاہزادہ قاسم اور ملکہ ناہید جادو
 کو ہوش آیا ہیران جادو کے مرنے سے جب سحر برطرف ہوا تھا تو امیہ بن عمر و کا نرہ بھی سنا تھا اور فقرہ شریعہ امیہ سے شاہزادہ
 نہایت خشیں ٹھاٹھ امیہ کو ہر چند تلاش کیا کہیں نہ لانا چاہا ہو کے آگے کا راستہ لیا ملکہ ناہید شاہزادے سے باتیں کرتی ملی جلی
 ایک مقام پر دیکھا کہ ایک درخت بہت بڑا لگا جو ہر شاخ میں آگے پنجے جانور ان خوش الحان کے لگتے ہیں سوقت ان
 جانور ملن کی خوش کافی نے شاہزادے اور ملکہ ناہید جادو کو ایسا بھوت کیا کہ مطلق وہ دونوں میں ایک کو بھی یہ خیال نہوا
 کہ ہم کسوا سٹے آگے ہیں اس عرصہ میں وہ درخت پھٹا اور اس میں سے ایک جانور خوش رنگ قوی الجبہ نہایت نو مند نکلا
 شاہزادے اور ملکہ کو کھڑے ہوئے دیکھ کر گویا ہوا ایسا انسان کہ مرے آئے ہو اور کہ صراط کے شاہزادہ قاسم نے جو اید یا اید جانور
 ہیکو یہ بڑا تعجب ہو کر تو بوجہ حیوان ہونے کے بھی زبان انسان گفتگو کرتا ہوا دل تو ہماری اس بات کا جواب دے تو ہم تجھے
 اپنی بھی مرگ نہشت بیان کریں وہ جانور بولا اور شخص مجھ کو طیران شجر نشین کہتے ہیں اور ملاحظہ ہوں اس راہ کا مجھ کو سخت تعجب
 ہو کہ اس راہ سے بجز طلسم کشا کے اور کوئی نہ آئیگا اس واسطے میں اُسکا خطر ہوں اور شخص اگر تو ہی طلسم کشا ہو تو ملامت طلسم کشا
 دکھاؤرنہ جدمرے آیا ہوا دھر ہی چلا جا شاہزادہ قاسم نے جواب دیا کہ طیران شجر نشین انشا اللہ میں ہی اس طلسم کو فتح کروں
 ہو ما سوقت میں لاچین جادو کے پھڑانے کو جاتا ہوں اگر تو میری مدد کرے تو بعد فتح اس طلسم کے مجھ کو وزیر اعظم لاچین جادو
 کا کرونگا اس بات سے طیران خوب روایا دیکھنے لگا مصرع آفرین بادیرین بہت مردانہ تھا اور شہر یار میں اپنی حالت کیا بیان
 کروں جس معیت میں گرفتار ہوں میں وزیر دوم شہنشاہ لاچین تھا جب خنزیر جادو وزیر اول نے شہنشاہ لاچین کو بکھر
 تو سن جادو سے ملکر گرفتار کیا اور مجھ کو اس بات کی خبر ہوئی تو میں فوراً گھر گیا در میان میں کئی لڑائیاں سخت درمیش ہوئیں
 آخر کار تو سن جادو کا ایک دوست ملک موافق بن کر وہاں نظر نہج کہ وہ کجبت غضب کا ساحر ہوا سنے آکر مجھے گرفتار کر کے
 اس شجر سحر میں مقید کیا ہوں اس درخت کے سایہ سے کہیں نہیں جاسکتا یہ طلسم اس کجبت کا باندھا ہوا ہے جب تک زندہ
 ہوں میں اس بلا میں گرفتار رہوںنگا شاہزادہ قاسم نے فرمایا آپادہ ساحر مولج کہان اور کسطنج مارا جائیگا طیران شجر نشین کہ
 اس شہر یار اُسکا مارا جانا بغیر لوح غیر ممکن ہو جب تک مفتح طلسم نہوگی اگر لاچین بھی چاہے تو وہ کجبت کسی طرح مغلوب نہوگا
 شاہزادے نے فرمایا اچھا لاچین جادو کہان قید ہو طیران بولا اس شہر یار بیان سے غور ہی دور پر باغ زیرق سلطانی ہوں
 اس باغ کی بارہوی کے اندر کجبت میں ایک پتھر لٹکا ہوا میں لاچین قید ہوں آپ بہت جلد تشریف لے جائیے ورنہ شاید
 کوئی تازہ واروات حاوت جو شاہزادہ یہ پتھر اس طرف کو روانہ ہو اگر ناہید نے کہا اس شہر یار تو سن نے تو مجھے مجب
 حمل تپا دیا تھا واقعی یہ راہ نہایت پر خطر تھی پھر خدا نے چاہا تو لاچین کو پھڑا لے لیتے ہیں القصد شاہزادہ قاسم اور ملکہ ناہید
 جادو پاتین کرتے غور ہی دور ہر سے ہوئے کہ سامنے سے چار دیواری باغ کی نظر آئی شاہزادہ باغ کو دیکھ نہایت مسرور
 ہوا جب قریب صفانہ پہنچا دروازے کی چوکھٹ پر ایک دیو قوی الجبہ کو بیٹھے پایا جیسے ہی دیو کی نظر شاہزادہ والی متقل
 ہو پڑی ایک قلغار ماری کہ بعد مدت خداوند الیس نے ایک بھنگا میری ڈاڑھ گرم کرنے کو بھیجا ہوں یہ گھر آباد بلکہ کھانا و شمع
 اپنا منہ کھولے بیٹھا ہوں تو میرے منہ میں کو دیر میں تجھے دانت کے ستلے بھی نہ دیا ونگا شاہزادہ جب قریب ہو چکا کہیں

انکڑا سا اٹھا کر اس کے منہ میں ڈالا یا اور آپ طوطہ کھڑا ہو رہا دیکھنے جیسے ہی دانت مارا کر سے آواز آئی تمام مٹی خلق کے اندر
 ہلڑ گئی جلدی سے قہقہے لگاتے لگاتے ہر وہ جو کہتے ہیں آدم زاد خاکی نژاد ہو یہ آدم تو کھڑا تھا میرا تمام منہ اور جگر اکڑا ہوا گیا
 یہ کہہ کر اُس کھڑک کو دیکھنے لگا اس عرصہ میں شہزادہ والا مرتبہ نے خیال کیا کہ اس بیوہ سے مذاق کیسا جلد اسکو حاصل قسم
 کو بیوی سوچ کر لغو کیا لغو قاسم بہ آفتاب مشرق دین پروری ہشت سوار نعل پوش نادری ادا کیا اور دیکھا بیوہ ایک رونا ہوا
 بیوہ کہہ رہی تھی جیسا ملک ناہید نے جو دیکھا کہ شہزادہ خود دیو کی طرف دوڑا جاتا ہے پکاری اور شہر یار یہ کیسا غضب کرتے
 ہو اپنے پاتوں سے آپ دہن اتر رہی ہیں ہوتے ہو قاسم ملک ناہید کے کہنے کو مطلق خیال میں نہ لایا اس عرصہ میں بوسے
 دیکھا کہ آدمی خود میری طرف جھپٹا چلا آتا ہے اس نے چاکرین اُسکو اٹھا کر منہ میں رکھ لیا شہزادہ قاسم نے جب اسکا ہاتھ تھام
 آستے دیا اسکی انگلیوں کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کے ایک جھٹکے دیا کہ وہ منہ کے بھل زمین پر آکر شہزادہ کے ایک گھونٹ
 پیتی پر ایسا مارا کہ کتنی تک ہاتھ سر میں گھس گیا دیو چرخ کھا کر زمین پر گرا ملک ناہید جادو نے جو یہ زور اور قوت شاہ شہزادہ
 والا مرتبہ کی دیکھی تھی وہ شہزادہ کی تعریفیں کرنے لگی شہزادہ اندر باغ کے داخل ہوا باغ نہایت پر فضا تھا ہزاروں قسم کے
 جاتور تر بان بے زبانی حمد خالق زمین و آسمان کر رہے تھے شہزادہ وجہ کی حالت میں ان جانوروں کی کیفیت دیکھتا چلا جاتا تھا
 کہ ساکنہ ایک مکان وسیع نظر آیا جب اندر داخل ہوا وسط صفت میں ایک چرخہ آہنی لٹکا پایا اس میں لاپچن جادو کو مقید کیا
 شہزادہ نے اس چرخے کو بدقت آ مارا اور چاکر قتل کھوے کسی طرح ممکن نہوا اسوقت لاپچن بولا اور شہر یار یہ قتل بغیر اس
 کبھی کے جو تو سن جادو کے جوڑے میں ہرگز نہ کھلے گا ملک ناہید نے کہا اور شہر یار میں ابھی دتی ہوں یہ کھڑک فوراً پلٹ کر
 تو سن پاس آئی آستے اسی طرح بیوہ لاپچن سے اُسکا جوڑا کھو لکھنی نکالی اور پھر نقب میں کود کر شہزادہ سے پاس پہنچی شہزادہ نے
 گود دیکھ کر مت خوش ہوا اور اسی کبھی سے قتل کو کھول کر لاپچن کو رہا کیا لاپچن جادو دوڑ کر شہزادہ کے قدموں سے پلٹ گیا
 شہزادہ نے لاپچن کو گلے سے لگا لاپچن نے عرض کی شہر یار زبا آپ میں توقف کرن میں اس کجبت خنزیر جادو کو مار کر
 مہرہ زرد سلیمانی سے آؤں اسوقت خنزیر روح کر کے اس کجبت تو سن علی اللعن سے بچوں یہ کھلے ابوقت پر پردہ زبرد کے ایک کھنڈ کا ٹکڑا

اب شہرہ حال خزان مال مردود ملعون تو سن جادو کا بیان کیا جاتا ہے

کہ جبوقت اس مردود کی بیوہ شہرہ کی بیوہ تھی کہ ہونے لگی یہ کہتا ہوا تھا کہ جان جان وای سر ہایہ زندگانی مجھے نشہ کو جیسے کچھ تیرے مال کی
 خبر نہ رہی تو ناراض ہونا یہ کھڑک لکھ کر اٹھا خنزیر کو بھی بیوہ لاپچن کو دیکھا کہیں غائب ہو گیا گھبرا کر پکارتے لگا اور ناہید جادو کو
 ہر مامری کا واسطہ جلد آلو اسنے عاشق کو نہ تو پا جب کچھ جاب کسی طرف سے آیا تو خبر لکھ کر اٹھا اب جو خیال کیا تو دیکھا کہ قحط کے پتے
 پڑا ہوں غشت ایک صمت آواز دعا پڑا اور مہرہ نقب سے پھر جاب میں یہ کیفیت دیکھ کر تو سن جادو کے ہوش اُسے خنزیر
 جادو کو پکارا اور خنزیر کیا ناگین پسارے پڑا اور کجبت دیکھ کر کیا آفت نازل ہوئی اُسے سینا ناس گئے کھڑک ناہید نے بڑا
 غضب کیا سارا حال مجھے دریافت کیا اور نہ معلوم کسکو مہرہ لیکر داخل نقب ہوئی مگر کیا ہوا ہوجھے بھی شک ہوا تھا اسکی آواز
 سے جل معلوم ہوتا تھا میں نے فب شب پتا بیان کیا اب غور ہی رہی میں ہیران گرفتار کیا ہوا گا جب تو سن خوب چلا چلا
 لکی بھی آگے چلی تو سن کو اپنے سر جانے پریشان دیکھ کر بھی حیران ہوا اور پوچھنے لگا اور شہر یار خیر تو بوجھ کیا آپ کی حالت ہے
 تو سن نے ساری کیفیت بیان کی بلکہ کہا اور خنزیر بہت خست ہو ملک میں سنے پوری کیفیت نقب کی اس گیسو پر یہ سے
 نہیں بیان کی تھی مجھے یقین کامل ہے کہ ہیران نے اُسکو مع اس کے حافی کے گرفتار کیا ہوگا تو سن جادو خنزیر سے ملتا تو نہیں
 مشغول تھا کہ ناگاہ آسمان پر سے نور لاپچن جادو کا ہوا تو سن تو گجرا کہ ایک کوٹھری میں گھس گیا خنزیر ایک سمت
 کو بھاگا لاپچن نے دیکھا کہ خنزیر کھانا کھا رہی ہے تو اسکا دکانہ سرنگھ حرام میں گئے کب چھوڑنا ہوں کہ تو میرا ہاتھ

مخل کے ہاسکے یہ کلمہ زمین پر اتر خنزیر کی یہ کیفیت ہوئی کہ مارے ڈنکے ہاتھ پاؤں میں ریشہ پڑ گیا اگر اس وقت بھاگے گا تو اسے
 بھی مسدود دیکھ کر اپنے دل میں خیال کیا کہ لاچین بارہ برس کے بعد قید شدید سے چھوٹا ہوا اب سڑکی بھول گیا ہو گا میں خود ہی اس
 بیل کو مار لوں یہ خیال کر کے لاچین کو ایک تیغ مارا لاچین جادو اسکے تیغ دھونے سے ہنس پڑا اور کہا اگر خنزیر تیری بھی یہی
 ہوئی کہ تیرے ہر سر سے یہ کلمہ انگلی کا اشارہ کیا ایک برق چمک کر تیغ پر بڑی تیغ ٹوٹے ٹوٹے ہو کر زمین پر گر پڑا اور لاچین نے
 اسی حالت غیظ و غضب میں انگلیوں کا اشارہ کیا پانچ بریقین خنزیر پر بڑی تیغ خنزیر کے دو ٹوٹے ہوئے خنزیر کے سر کے زنا
 تیرہ تار ہو گیا آواز آئی کشتی مرا کہ نام من خنزیر جادو ہوا الماس مردم و بطلب خود در سیدم لاچین نے دوڑ کو خنزیر سے پیٹ
 خنزیر کا جاک کیا اور اسکے دل سے وہ مرد جس کا نام زروہرہ سلطانی تھا نکال لیا اور سمت شانہ زادہ قاسم روانہ ہوا جب لاچین
 جادو خنزیر کو مار کر چلا گیا اس وقت توسن جادو ہوا بے بھائی خنزیر کہتا ہوا ابا ہر نکلا اور بڑی دیر تک اسکے لاشے پھینکا گیا
 بعد اسکی لاش کو جلا کر اپنے مشیران سلطنت کو جمع کیا اور سب سے اپنے بارہ میں مشورہ فیہ لگایا لاچین کے واسطے کیا تدبیر
 کیجاوے کہ وہ مع طلسم کشاکش کے گرفتار ہو شخص اپنی رائے کے موافق بات کہتا تھا آخر کار یہ صلاح قرار پائی کہ مولج بن گردآپ
 آپ خود میں وہ بڑا ساحر زبردست ہو کیا عجب ہو کہ لاچین پر غالب آئے ورنہ تمام طلسم کا کوئی ساحر لاچین پر غالب نہ آسکتا
 توسن کو پوراے پسند آئی اور اسی وقت مولج سے ملنے کو روانہ ہوا

اب چند کلمے داستان امیہ بن عمر کے گزارش کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت شانہ زادہ قاسم اور ملکہ ناسید گریبان جادو کے ہاتھ سے ہر کلمہ اپنا کر کے ایک سمت روانہ ہو تو جاتے جاتے ایک مقام پر پہنچے
 سیر کر کے لگا لگاتے ہیں توسن جادو کو پریشان حال ایک سمت جاتے دیکھا جلدی سے اپنی شکل عقاب جادو کی بنا کے توسن توجہ
 کی طرف چاہا جب توسن کی نظر عقاب پر پڑی عقاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے عقاب ہم تو عقاب سامری و میشد کا نازل ہوا
 تمہو یہ تباہ کہ جب میں نور خنزیر اور تم سکونا ہید نے بیوش کیا تو تمہر کیا گزری عقاب نے کہا اے شہر دار عجب سانچہ بیوش با
 در پیش ہوا جس وقت میں عقل حواس ہوا اس وقت آپ سے اجازت لیکر ایک گوشہ میں لیٹ رہا اتفاقاً مجھے احتیاج ضروری کی
 خواہش ہوئی جب پانچا نہ میں ہو چلا وہاں جا کر بیوش ہو گیا اس وقت میری آنکھ کھلی جس وقت لاچین کا نرہ ہوا تھا میں لاچین کے
 ڈنکے مارے وہاں بھاگتا ہوا میں آکر دم لیا اس وقت آپ کو بھی بیان پایا یہ فرمایا یہ کیفیت کیا ہو گئی توسن اس بات کے شننے کے
 رو دیا اور کہا اے عقاب ستم کیا ملکہ ناسید کجبت نے جو کہ کیا ایسے کیا نہ طلسم کب کی دشمنی کا بدلہ لیا کہ بگو بیوش کر کے نقب
 طلسمی کو کھڑ کیا نہیں معلوم اثر دران اور بران سے کیونکر مدد برائی ہوئی ہو کہ طیلان نے کیونکر جلدی ہو گی خبر کچھ ہوا سو ہوا
 اب میرا ارادہ ہو کہ جا کر مولج بن گردآپ کو لاؤں وہ البتہ لاچین کا ہم پہلے دور نہ میں لاچین سے کیا مقابلہ کر سکتا تھا عقاب نے کہا اے
 شہر دار بہت عمدہ بات ہے جو تیر کی ہر گز میں نے سنا کچھ قاسم نے کوئی شخص ملکہ ناسید کے ہمراہ گیا تھا اسکی مدد سے یہ مرحلات ملی ہوئے
 توسن قاسم کا نام شکر گھر اگر کچھ دکان میں نے کاہنوں سے سنا ہے کہ قاسم ہی قلع طلسم ہو گا کیا عجب ہو کہ لاچین شانہ زادہ قاسم
 جو ان کی اطاعت اختیار کرے اور کیوں ملے لگا جب اسکو ایسی سخت مصیبت سے رہا کیا ہو کہ خیر کمان جائیگا میرے ہاتھ سے میں
 اسے دم لینے کی صلت نہ دوں گا اگر افسوس لوح کا پہنچے معلوم نہیں ورنہ میں اسے فاسک و تباہ یہ مجھے یقین ملی ہو کہ جب تک میں
 مولج کو دیکر آؤں گا لاچین کی مرحلات فتح کر دوں گا خبر میں اپنے ارادے کو بھی فیغ نہیں کر سکتا بغیر مولج کے میرا کام درست نہ ہوگا
 اے عقاب اگر تو بھی میرے ہمراہ چلے تو بہت اچھی بات ہو عقاب نے کہا بسرد چشم بھلا میں بیان کیونکر رہ سکتا ہوں جب لاچین
 کو خبر ہو گی پہلے بھی کو گرفتار کر لیتا یہ لکھ عقاب بھی توسن کے ہمراہ ہوا

اب دو کلمے داستان شہزادہ قاسم کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت لاجپن جاوے شہزادہ والا منزلت کو باغ میں بٹ کر روانہ ہوا شاہزادہ شکر بیٹھا تھا کہ آسمان پر ایک برق چمکی شانہ
 اس طرف متوجہ ہوا دیکھا لاجپن جاوے خوشی خوشی پر وازگمان چلا آئے شاہزادہ بھی لاجپن کو دیکھ کر خوش ہوا اس غرض میں
 لاجپن پہنچا وہ گناہی شہزادہ میں نے خنزیر مردود کو مارا اور مرہ اس سے حاصل کیا اب طلسم کشائی آپ کو مبارک ہو
 یہ کہنے وہ مرہ زرد سلیمانی قاسم کے بازو پر باندھ دیا اور قاسم کو اپنے ہزارہ لیکر پہلے طیران پاس آیا سر مواعج کو دفع کیا طیران
 شاہزادہ سے رخصت لیکر اور اپنے سر کو تازہ کرنے کو ایک سمت روانہ ہوا لاجپن شاہزادے کو مراد شاہ کے شہر میں لایا اور طرہ
 از سر صدق سلطان ہوا اور سارے ملک کو اپنے اسلام آباد کیا لاجپن جاوے قاسم کو مع مراد شاہ اور تہم اسکی فوج و سپاہ کے
 اس غار کے قریب دیا اور قاسم سے گناہی شہزادہ یہ سوار زرد پوش فارسی نکلتا ہوا اس کے سر پر ایک سفید خط ہوا آپ کو لازم
 ہو کہ اس سفید خط پر ایک تلوار اترے جب وہ مارا جائیگا لوح طلسم اسکی کھو پڑی سے نکلی آپ لوح نکالے اپنے قابو میں لیا
 اور جس طرف لوح میں لکھا ہوا سپر عمل کر کے جسم کو فتح کیجیے قاسم نے جا کے سر پاس بندہ پوش کے تلوار ماری اور جب دھڑکیا
 تب لوح طلسم اسکی کھو پڑی سے نکلا اپنے گلے میں ڈال لی پھر اس فارسی کو دیکھ کر صاحب دو گھڑی بعد قاسم کے پانوں میں
 پہلے اور آگے کوئی تو قاسم نے دیکھا کہ ایک باغ میں بیٹھڑا ہوا ساہان اس کے آگے کھنچا ہوا اس کے نیچے اکوان نامے ایک
 بادہ گر بیٹھا ہوا کیا اس بادہ کرنے جو قاسم کو دیکھا تو بڑی تواقف و تکریم سے سپر تلوار اور ایک گھوڑا یا سپاہی راق مکمل بزرگوار
 بجا ہر قاسم کے آگے لاکے کہنے لگا کہ اگر بھاد یہ سلاح اپنے بدن پر آراستہ کر کے اس گھوڑے پر سوار ہوا قاسم نے یہ گفتگو سنا کر
 اس کے لوح کو لا خلع فرمایا اس میں لکھا تھا کہ اگر شکستہ طلسم اگر اکوان بادہ و تجھے بمبارات و تواقف پیش آئے اور سلاح
 آراستہ کرنے کو کہے تو فوراً سلاح اپنے بدن پر آراستہ کرنا اگر اس گھوڑے پر نہ سوار ہوا اور اکوان کو باتون میں لگا کے
 ایک تلوار مارنا کہ وہ دو پر کاسے ہو قاسم نے بوجہ خوشامعنی عمل کیا سلاح اپنے تن پر آراستہ کیا اور اکوان کو بیک ضرب تیغ دو
 پر کاسے کیا چار طرف تار کی پھلی بہت تیز و تند آمد سی ملی سنگباری آتشباری ہونے لگی بعد گھوڑی دیر کے مطلع صاف ہوا آواز پیرا ہوا
 افسوس مردم و جان و ملام و مصلوب خوزہ رسید کشتی مراک نام من اکوان جاوے بد شاہزادے سے اسکی لاش کو علوہ ڈال دیا اور
 جہان تخت بچھا تھا اسی تخت کے تلے وہ نہ نقب تھا اس نقب میں قدم زن ہوا جب اس نقب سے باہر نکلا تو ایک بیابان پر فضا
 سبز و زار کی بار بار چار طرف تھی ہرین آبشار جاری ہزاروں نخل سایہ دار اور بار آور اپر جانور خوش گمان و خوش رنگ زمرہ ہوا
 نظر آئے شاہزادہ یہ کیفیت دیکھتا چلا جاتا تھا کہ سامنے سے ایک قصر ملائی نہایت عمدہ اور پاکیزہ سامان شاہانہ سے آراستہ و پر
 نظر آیا قاسم نے برابر اس قصر کے جا کے دیکھا کہ ایک سرک پر برق آہنگ نہایت خوش رنگ بہت خوبصورت بندھا ہوا قاسم
 اس گھوڑے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اس غرض میں اس دیو نے قاسم کو جو دیکھا تو نہایت فیض و غضب سے قاسم کو گھوڑے
 گھوڑ کر دیکھنے لگا قاسم نے دیو کو خشتاک دیکھ کر لوح کو لا خلع فرمایا اس میں لکھا تھا کہ اگر شکستہ طلسم اگر فضالی آہی سے
 تو بیابان کو طو کرے اور قصر ملائے اگر میں پہنچے اس گھوڑے کو اور دیو اور حند و فحش کو دیکھے تو تجھے لازم ہو کہ پہلے تو اس
 عیو سے اقرار کرے کہ میں تجھے اس قید سے چھڑاؤں لگا جب وہ دیو تیرا بار ہوا وقت اسم حاشیہ لوح پڑے کہ اس دیو پر دم
 کرنا دیو کی سب قید کھل جائیگی اس وقت وہ گھوڑا کہ نام اسکا شہرنگ زہرہ جہین سلیمانی تو تجھے دیکھا قاسم نے بوجہ حکم لوح عمل
 کیا جب دیو قید سے رہا ہوا تو قاسم کو سلام کر کے اس قصر میں گیا وہاں سے زمین و لگام اور ساز و براق مرصع کا راس
 را ہوار کالا کے قاسم کے رو بہ ور کھدیا قاسم نے چاکر میں سپر سوار ہون گھوڑے سے سوار ہو نہادیا اس وقت اس کو
 گناہی شہزادہ اگر آپ کے پاس مرہ زرد سلیمانی ہو تو اس گھوڑے کو دکھا دیجیے پھر رام ہو جائیگا اور اگر مرہ زرد سلیمانی آپ
 پاس نہیں ہے تو یہ گھوڑا حضرت سلیمان کی سواری کا ہو کسی آپ کو سوار نہ دے دیکھا قاسم نے وہ مرہ زرد سلیمانی جو لاجپن

از رنگ بزم کے پرواز کنان کہیں بلبل شاخ گل پر بیٹھا غزل خوانی کر رہا ہو کہیں ناختہ قلندر مشرب لباس خاک تری سپہ یاد موجود
 حقیقی میں حق سرور کہہ رہی ہو اس باغ پر بہار پر ایک ابر سایہ گستر تھا کہیں سے لگی لگی چوڑی پڑ رہی تھی لاجپن جادو اور
 شاہزادہ قاسم اس باغ سرابا پیار کو دیکھا جو حیرت سکتے کی صورت ہو رہے تھے اس عرصہ میں رعد گر جابر برق تکی آئین سے
 نغمہ ہوا منہم طیران سحر نشین اس شاہزادہ والا تبار کا لاجپن آباد رکھتا تھا غلام حاضر خدمت ہوتا ہر گز اس وقت میرا یہ ارادہ
 ہو کر اس تک حرام تو سن اور سرکش اور مواج کو ذرا مڑا کھانوں تو حاضر خدمت ہوں یہ تو ازبیب لاجپن اور شاہزادہ قاسم
 نے سنی اب جو غور کیا تو دوسرا بارہ درمی میں طیران بیٹھا ہوا ہو جب شاہزادہ قاسم اور لاجپن کی نثر حضرت پڑی طیران نے اپنے
 مقام پر سے اٹھ کے بھاگ کر لاجپن اور قاسم نے جواب دیا اس عرصہ میں مواج نے جو طیران کو آتے دیکھا تو سن کی طرف مخاطب کر
 کہا تو سامری نے یوں کیے کہ میان طیران اور ہمارے مقابلہ کا دعویٰ کریں میرے ذرا میں کو تو مڑا کھانوں یہ لکھرا پی نندون
 کی طرف اشارہ کیا نندون میں ایک خوش پیدا ہوا ہزاروں پھولیاں آئین سے پر پرواز پیدا کر کے اور کڑک کڑک کر دوسے
 آسمان جا کر اب جو باغ طیران میں تارتی ہیں تب تلافی ڈال دیا ان واحد بن ہزاروں درخت بنج و بن سے گرا دیے یہ کڑک و
 جانوران خوش رنگ یا تو درختوں پر بیٹھے ترنم سرائی کر رہے تھے یا زمین پر شل ایک نغمہ گوشت کے بے پرواہ تھے اور ان
 پھلیوں کی یہ کیفیت تھی جس طرف نکلتی ہیں منہ سے شعلے نکلتے ہوئے درختوں کو جلاتی ہوئی ہوائیں بانی ہیں ایک عجیب قسم کا ظلم
 اس باغ سحر میں ڈال دیا یہ کیفیت طیران نے اپنے باغ کی دیکھ کر دین بیٹھے تھے ایک مرتبہ جابر کو اشارہ کرتا ہوا تو وہ ابر غمناک
 اس باغ پر بہار پر سایہ گلن تھا یا طیران کے اشارے سے شل رعد میں کے باریک ہو کر سمت مواج چلا مواج اپنے تخت پر کھڑا ہوا
 اور ایک گولہ فولادی جھبے سے نکال کے اس ابر پر مارا اس گولے کے پڑنے ہی وہاں برق ہوا اور بجلی کڑک کر جو گری تو شانہ برق
 کا زخمی ہوا اور پھر ابر سمت چلا جب مواج نے یہ کیفیت دیکھی تو پہلے تو اسے اپنے غم کو باندھا بعد پر پرواز پیدا کر کے بروئے آسمان پلنگ ہوا
 اس عرصہ میں اس ابر سے کڑک کڑک کے برقیں گرنے لگیں ایک برق تو سن کے سر پر پڑی یہ بھی زخمی ہوا ایک برق عقاب
 جادو کی لٹن چلی عقاب نقلی نے گھبرا کر اپنے تئیں نیچے گرا دیا اور پکارا اس شہر یار ذرا نیچے بروئے ہوا روکیے ورنہ یہ غلام
 آپ کا امیہ بن عروا آپ سے تصدق ہو جائیگا جب آواز امیہ کی قاسم نے اپنی لاجپن سے اشارہ کیا کہ اسے زمین پر گرنے
 نہ دینا لاجپن نے ایک سحر کیا ایک پنجہ پیدا ہوا اور امیہ کو سامنے قاسم کے دیا قاسم تو اس دن کا جادو ہوا کہ کھٹے لگا دی
 امیہ خدا کی شان تجکو بھی عیاری کرنے کا سلیقہ پیدا ہوا سارہ کے سامنے تو دم دبا لے لپھرتا ہوا یہاں یوں نغمہ کر کے بھانٹا کہ
 کہ عیاری بھی دست راستوں کا حصہ ہر اس وقت کوئی نہ عیاری چلی جیب جانتے کہ مواج یا تو سن کو مارتے اور اگر سارہ
 ہوتا وہ ایسا کر کے بھی دکھا دیتا امیہ چونکہ قاسم کی آتش خونی سے خوب واقف ہو اس وجہ سے خاموش ہو رہا مگر اس
 عرصہ میں اس ابر کی برقوں نے ستم و حادیا جس نہر پر برق گری تو دم پانی کو نہ دیا لگا کر دیا ہزاروں پھلیاں مرمر کے پانی
 میں تیرنے لگیں تمام نندون کی پھلیوں کا اس برق بلا نے ستم و حادیا کر دیا ابر سے بجلی بن کڑک کڑک کے گری تھیں تمام نندون
 کا کرکھان کر دیا لیکن یہ کیفیت ہے کہ نہر میں کسی ترکیب سے شکست نہیں ہوتی لاجپن اور قاسم ایک سمت کھڑے
 ہوئے یہ کیفیت دیکھ رہے ہیں اب جو دیکھتے ہیں تو مزب سے ایک ابر دھوان دھار اٹھا اور ایک چشم زون میں آگ اس ابر
 پر محیط ہو گیا اس ابر سے دوسلا دھار پانی برسنے لگا جس قدر برقیں ابر اول کی چمک چمک کر رہی تھیں انکو بھجا دیا ناگاہ
 اس ابر سے نغمہ ہوا منہم مولج بن گروان جادو و طیران ابھی تو لوند ہوا کہ کڑک کڑک طیران یا تو اپنے سحر کو زور دے رہا
 تھا یا نغمہ مولج کا سحر خیر آبدار نیام انتہام سے کھینچی دھڑا مواج نے ایک گولہ مار تمام باغ طیران میں آگ لگ گئی
 آن واحد میں جھلک خاک ہوا شاہزادہ قاسم کو اس باغ کے جل جانے کا نہایت افسوس ہوا اس عرصہ میں طیران اور

مواج سے خنجر سے چلے گئے عیاذاً باللہ عجیب سا نچو قیامت زابر پاتھا ہزاروں چوٹیں سحر کی چل رہی تھیں دونوں مثل بلبلوں کے
 آپس میں گتھے ہوئے تھے آخر کار بروے ہوا دھرتے دھرتے زمین پر اتر آئے وہاں بھی عجیب زور شور سے لڑائی لڑ رہے تھے نفعہ
 ایک مقام پر موج نے خنجر یا اسر طیران زخمی ہوا طیران نے خنجر یا شانہ موج کا زخمی ہوا موج نے زخم کھا کر کھا اوجھو کر سے
 غضب کیا تو نے مجھے زخمی کیا معلوم ہوتا ہے آج تیری قضا ہی آگئی ہو یہ کوڑی بچے ہٹ کے ایک دو ہتھکڑی پر مارا کچھ کلات سوزنا
 پر جاری کیے ابر سحر موج نے پھر اس جگہ سے حبش کی اور اس زور شور سے پانی برسا کہ آن واحد میں تمام سحر اپنی سے بھر گیا
 طیران نے سحر کر کے ایک کافذ کی تانہ بنا کر سپر سحر دم کیا وہ ناؤ مثل آہنی کشتی کے ہو گئی یہ اسپر سوار ہو کر سحر کرتا اس دریا کی آفتوں
 سے بچتا چلا جاتا تھا گاہ ایک سنگ اس پانی سے نکلا اور بڑھکر جودم اترتا ہر کشتی کے ہزار ٹکڑے ہوئے طیران چاہتا تھا ہزار
 کر جاؤں مگر اس سنگ نے طیران کو نکل لیا لاچین نے طیران کی جب یہ کیفیت دیکھی صبر نہ سکا اسے طیران کے ایک تریخ
 اس ابر پر ارا ابر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پراگندہ ہو گیا جو دریا بروے زمین بہ رہا تھا وہ بھی ایک سمت سحر فاش ہو گیا لاچین نے
 موج کو زنا و موج کمان جائیگا میرے ہاتھ سے موج نے جب لاچین کو اپنی طرف آتے دیکھا جھپٹ کر گولا مارا لاچین
 نے اشارہ کیا گو کر آتا پھر موج نے کچھ دانے سرسوں رانی ٹوٹے کے پڑھو کے مارے وہ بھی صدقہ ہو کے گر پڑے اب لاچین
 سحر کرتا جھپٹا جب قریب موج ہو چکا مشیر آہ پر اسے سحر دم کر کے پکارا وہ گواہ خبردار رہو یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا اب میرا
 بھی در بدر ہے یہ کہہ چاہتا تھا کہ تو اس کا فرج کردار پر اسے اس عرصہ میں پشت پر غرہ ہوا سحر بوتیار جادو لاچین پٹش کر
 چاہتا تھا کہ دیکھے اس مردود نے جال مشیدی ایلاچین عالم غفلت میں اسیر و نچہ تقدیر ہو اچھا کر شاہزادہ قاسم سے کہا کہ
 شہر بار غلام جان شہر آپ کے قدموں پر سے شمار ہوتا ہے قاسم کی نظر جو لاچین جادو پر پڑی فوراً غرہ کیا اود کا فرج کیا گیا
 حرکت نامردانہ کرتا ہر خبردار اگر زور چشم زخم لاچین کو ہونچا تو بربک کہ تو لوگوں کی بیخ و بنیا دھنہ دنیا سے مثل حرف غلط ماہ و نگا پیکر
 ڈال قبضہ پارک افراسیابی پر ہاتھ بوتیار کی طرف لپکا بوتیار نے جب شاہزادہ قاسم کو اپنی طرف آتے دیکھا بسبب موج کے
 خائف ہو کے چاہتا تھا کہ لاچین کو بیکر نکل جاوے اس عرصہ میں موج بھی قریب ہو چکا ایک سحر شاہزادہ پر کیا جب شاہزادہ
 حسین کہیں موج نے بوتیار جادو کو اپنے گلے لگا یا اگر فرزند تم کیونکر آئے بوتیار نے کہا اس والد بزرگوار میں جیون مشیدی کے
 کنارے بیٹھا ہوا سحر یاد کرتا تھا اتفاقاً اس وقت چند سیران کی تحقیق حال کو پہنچے تھے انہوں نے ساری کیفیت آپ کی مجھے سنان کی
 مجھے یہ کیفیت سن کر آپ مضطرب تھے فوراً یہ جال عطیہ خداوند مشیدی کا لیکر جھپٹا سامری کا شکر اٹھان وقت پر ہونچا وہ لاچین کا
 تھام کر چکا تھا موج یہ کیفیت سن کر بہت خوش ہوا اس عرصہ میں شاہزادہ قاسم نے لوح دیکھا ایک سم پڑھا سحر دفع ہوا بوتیار نے قصد کیا
 کہ کچھ سحر سے موج مایع ہوا کہ تو ابھی بچہ ہو لڑائی زیادہ بچہ سے فلن رکھتی ہو دیکھ میں لوح اس ظلم کشاے کس آسانی سے لیے لیا ہوں
 یہ کہہ بھولی سے تھوڑا سا کاغذ نکالا ایک شیر کڑا سپر کچھ فسون سحر دم کیے وہ فوراً اصلی شیر کی صورت ہو گیا موج نے اشارہ کیا ہے
 اس اپنے شکار کو شیر قاسم کی طرف جھپٹا قاسم نے بیک ضرب پارک دوپہ کاسے کیا ایک شیر کے دو شیر ہوئے اور دو طرف سے حملہ کیا شاہزادہ
 نے اندونوں کو بھی مارا پھر چارہ ہوئے قصہ مختصر اسی طرح کئی ہزار شیر دن نے شاہزادے کو چار طرف سے گھیر لیا قاسم اتنی مہلت نہیں پاتا
 کہ لوح کو دیکھ کر اسکا انداز کرے یہ تو اس شکل میں بتلا ہوا سحر بوتیار اور موج دونوں باہر بیٹے باتیں کر رہے تھے لاچین جال مشیدی
 میں چھٹا ہوا بعد حسرت و یاس ان دونوں مردود دن کا منہ تک رہا تھا اور شاہزادہ قاسم کی چلت دیکھا آٹھ آنسو رو کر کہتا تھا شک
 اب لوح بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی شاہزادہ ان شیروں کو بیک قتل کر گیا آخر کو خود ہی تھک کر گرفتار ہو جائیگا لاچین خیال
 میں تھا کہ گاہ ایک سمت سے تو سن جادو لچ شہر یاری بر سر قیامے نہ راندہ دور برنودار ہوا ڈور کر موج کے گلے پٹ گیا اور کھٹ
 لگا کر موج یہ تھارا احسان مجھ پر ایسا بڑا کر کہ میں تمام عمر سزگوں رہوں گا خصوصاً تمہارے صاحبزادے بوتیار جادو کا میں کس زبان

شکر ادا کروں لیے وقت شعب بن مین ہوئے کہ بجز خداوند ماسری کے اور کوئی نظر نہیں آتا تھا یہ کہ اگر ایک نام طری
 بغل سے نکالی اور کہا اس مواج نے آؤ جب تک طلسم کشتہ رقتا رہو ہم تم شکے مانڈے ہیں ایک جام شراب کا پین یہ کہ اگر ایک
 شراب کا مواج کی تواضع کیا مواج چاہتا تھا پانی جاوے ایک مرتبہ آسمان سے آواز پیدا ہوئی اس مواج خبردار یہ جام نہ پین
 مواج نے جو آسمان کی طرف دیکھا تو تومن جاوے کو بندہ قد و غضب آئے دیکھا اب اسکو تعجب ہوا کہ ایک تومن تو بے فکری اور ایک
 تومن بروسے ہوا آتا ہے یہ بھید کیا عراس عرفہ میں پھر تومن پکارا اس مواج پر جو میری شکل بنا کر آیا ہو یہ کوئی عید رکار معلوم
 ہوتا ہو جلد گرفتار کر لیا جاتے نہ دنیا مواج نے قصہ کیا کہ تومن نقلی کو گرفتار کرے تومن نقلی کے پاس یوتیار پھر پھر پھر پھر پھر
 یوتیار کے مارا کہ اس کو گدے اس کو کھٹک گیا اور توفیق منہ امین بن عمر و اور مردود کیا کہ یوتیار کو ایسا دیکھا خیال کیے ہر یہ کہ
 یہ تو ایک سمت روانہ ہوا اور یوتیار کے سر سے لاپٹن جاوے جال میشدی سے رہا ہوا اور توفیق کیا اور مردود و علیہ اللعین الخواب جاوے
 گردم کرانہ دست من زندہ بد روی اور یہ کہ جب تک مواج سنبھلے سنبھلے ایک ہاتھ شمشیر سحر کا ارا مواج کے رڈ کرے ہوئے ارا شہ
 یوم انشور بر پا ہوا آواز آئی کشتی مرا کہ ہم من مواج بن گرداب جاوے پو افسوس مردم و غضب خود ز سیدم مواج کے مرتے ہی وہ
 شیر بھی غائب ہوئے شانہ زادہ قاسم بھی بچھا اور تومن جاوے کی بڑت بچھا تومن نے متواتر سوسے وار کے گر بسبب لوح کے کوئی حق
 اس مردود کا شہزادے کے جسم اطر پر موثر ہوا اڑا ایک مقام پر تومن نے چاہا پر پرواز کیا کہ اڑ جائے شانہ زادے نے لوح
 کا عکس ڈالا پہل گئے تومن منہ سے بل زمین پر گر اڑوڑ کر شانہ زادے نے ہاتھ توار کا اڑوڑ کرے مردود کے ہوئے پھر توفیق اڑا
 وہ آفت بر پا ہوئی جسکی انتہا نہیں پہنچ سکتا بل شکاری بر باری ہوا کی آخر کار آواز آئی کشتی مرا نام من تومن جاوے بود
 لاپٹن نے دوڑ کر شانہ زادے کے ہاتھ چومے شادی نے فتح کے لاپٹن کی فوج میں بچے لگے مواج کے مارے جانے سے طبران
 بھی اہو کر آیا شانہ زادے اور لاپٹن کے قدموں پر لاپٹن نے کھلے لگایا شانہ زادے نے بہت صربانی زما طبران کے سحر کی
 توفیق کی لاپٹن نے طبران کو دربر انہم مقرر کیا تمام حاکم پھر از سر نو لاپٹن کے قبضہ میں آیا جس جس نے سرکشی کی اپنی سرکشی
 اعمال کو پوچھا شانہ زادہ قاسم نے لاپٹن جاوے کی شادی لگایا امید جاوے کے ساتھ پڑے ترک شانہ زادے کی لاپٹن جاوے
 نے خزانہ طلسم سلیمانی کا اور بارگاہ چیل ستون سلیمانی اور شہر نک زہرہ حسین سلیمانی شانہ زادہ قاسم کی نذر کیا قاسم
 نہایت شادمان و فرطان شادی نے فتح اور نصرت کے بچو آواہان سے نصرت و صولت تمام و شوکت و شمت مالا کلام مراد کو
 میں داخل ہوا مراد شاہ مع اپنی تمام فوج اور سپاہ کے شانہ زادے کا استقبال کر کے اپنی بارگاہ میں لایا اور جشن شانہ زادہ اور
 محفل خسروانہ آراستہ و پیراستہ کر کے خوب جلسہ رقص سرود شانہ زادہ قاسم کو دکھایا شانہ زادہ قاسم نے شراب کے لشہ میں
 ایک نامہ شانہ زادہ بدیع الزمان کو بدین مضمون لکھا کہ اعظم بزرگوار میں نے طلسم سلیمانی فتح کیا بارگاہ چیل ستون سلیمانی
 اور اسپ شہر نک زہرہ حسین سلیمانی خاص سواری کا حضرت سیامان علیہ السلام کی لایا ہوں اگر آپ بھی ایسا اثاثہ پیدا
 کریں تو پھر ہماری کا دعویٰ کرنا ورنہ ایسے بیہودہ خیال سے درگزر نہ کریں یہ نامہ لکھ کر دیو ہفت سر کے ہاتھ خدمت شانہ زادہ
 بدیع الزمان بھیجا اور دیو ہفت نامہ قاسم کا لیکے سمت سنبھان خدمت شانہ زادہ بدیع الزمان روانہ ہوا حسب اتفاق
 شانہ زادہ بدیع الزمان شکا میں تھا کہ وہ دیو پوچھا اور نامہ قاسم کا خدمت شانہ زادہ بدیع الزمان گذرانہ اور زبانی بھی
 سدا حال قاسم کا بیان کیا شانہ زادہ بدیع الزمان نے نامہ قاسم کا ٹھکر زمین پر ڈالا یہ اور کیا کہ اسے تنقار قاسم نے کون
 سا ایسا کام کیا جسپر مستقر تاران ہوا کہ مجھے لکھا ہو ایک پیرانا خیر دار ایک گھڑا اٹھوڑا بقول شخصہ مصرع قدرت حق سے لگی ہر
 اتو صے کے بشیر ہا ہاتھ آگیا تو یہ غرور ہو گیا دیو ہفت سر نے جو نامہ قاسم کا نہایت بے توقیری سے زمین پر ڈال دیتے دیکھا
 اور یہ کلام زبانی شانہ زادہ بدیع الزمان عالی مقام کے شا کمال غیظ و جلال میں آگے گریں شانہ زادہ بدیع الزمان

پہلے لیا اور چاہا کہ زمین سے اٹھائے شاہزادہ بدیع الزمان نے جلدی سے دیو کا ہاتھ پکڑ کے دھنچے ہاتھ سے ایک ہاتھ پر اٹھائے پر مارا دیو ہفت ہفت سرخ مار کر زمین پر گر پڑا شاہزادہ بدیع الزمان نے بچتی تھام دونوں کان اس دیو کے پکڑ کے پھوڑا کر دیو کو دونوں کان اکھڑے کے شاہزادہ عالم کے ہاتھ میں آگئے اور دو پرناے خون کے دونوں کانوں کی لوہوں سے جاری ہوئے اس وقت شاہزادہ بدیع الزمان نے پھر دونوں کان دیو کے اسی دیو کے ہاتھ پر رکھ دیے اور کہا چل دو ہوسر سے ملنے سے اور چاہا اس ترک تنگ طرف تنگ چشم کے رو برو دیو یہ حال اپنا دیکھ کے جھکا اور شاہزادہ قاسم کے پاس جا کے سارا حال بیان کیا قاسم مثل شطرنج جو الہ بیک کا تھا اور دیو کو تو جھڑک دیا کہ او مردو چل دو اور جو وہاں تو تجھے کچھ بن نہ پڑا بیان میرے ملنے رونے کو آیا جو اور یہ لکھے قاسم مع مراد شاہ اور تمام فوج و سپاہ سمت سنبان بر سر چار بلخ روانہ ہوا

اب شہر حال امیہ بن عمرو کا کہ بعد فتح ہونے قاسم سلیمانی کے بخدمت والا مرتبت عالی شان شاہزادہ بدیع الزمان عالم مقام پر بیان کیا جاتا ہو

کہ جب امیہ بن عمرو قیطون پہ سے روانہ ہو کر سمت شاہزادہ بدیع الزمان نامدار چلا تھا اور راستے میں عقاب قاسم سلیمانی میں لگا جاب قاسم فتح ہوا تو یہ بصورت مبدل قاسم کے لشکر میں پوشیدہ رہا کیا جب دیو ہفت سر کی کیفیت سنی اور شاہزادہ عالم کو فوج کشی کرتے دیکھا تو یہ برائے اطلاع وہی شاہزادہ بدیع الزمان روانہ ہوا اور جہ طے مراحل اور قطع منازل بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان آیا اور دعا اور فتا کے بعد دست بستہ ہو کر عرض کی شعر انسی در جہان باشی باقبال جوان بخت و جوان دولت جوان شاہزادہ بدیع الزمان اپنے حیار قدیمی امیہ بن عمرو کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور امیہ بن عمرو سے حال صحت احوال سلطان صاحبقران کا اور ہم نظر اسلام کا پوچھنے لگا امیہ بن عمرو نے سارا حال لشکر کا اور سلطان نامور کا بیان کر کے کہا کہ ظلم نے قاسم سلیمانی میں بہت درد کی مگر قاسم آپ کے دیو ہفت سر کے کان اکھاڑنے کی وجہ سے لشکر کشی کر کے قبیلہ قاسم بیان تشریف لاتے ہیں میں دیدہ و دانستہ شاہزادہ خاور سپاہ سے پوشیدہ رہا مطلقاً چشم پوشی کر کے خدمت حضور میں چلا آیا ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ بتیہ قاسم کا شکے فصل بن گیا ہو خون آشام کو مہیا لیا اور کچھ شکر اپنے ساتھ لیکر سمت مراد کوہ متقابلہ شاہزادہ خاور سپاہ روانہ ہوا اس وقت سے قاسم اور امیر سے شاہزادہ بدیع الزمان کو کچھ کوچ منازل طے کرتے چلے آئے تھے ناگاہ ایسا اتفاق ہوا کہ شاہزادہ لشکر دن کا مقابلہ ہو گیا اور شاہزادہ بدیع الزمان کو معلوم ہوا کہ یہ لشکر قاسم کا ہے اور قاسم کو تحقیق ہوا کہ یہ لشکر بدیع الزمان کا ہے دونوں بہادر اپنے اپنے لشکر کی صف آرائی کر کے اہم میدان جنگ کو آراستہ کر کے آمادہ رزم و پیکار ہوئے ایک مرتبہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم اپنے مرکب شیر نگ زہرہ جبین سلیمانی چھبیر کر کے وسط میدان میں آیا اور نعرہ کوہ شکاف جگر سے کھینچ کر یہ آواز بلند پکارا کہ اے کشتی گیر تو نے میرے لازم دیو ہفت سر کے جو کان اکھاڑے ہیں اب میں اور اسکا قصاص لینے آیا ہوں تیرے ہی اسی طرح کان اکھاڑوں گا شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ گفتگو قاسم کی سن کر جواب دیا اور ترک تنگ چشم خاور ہی اس غم و غصہ میں تو اپنا سروںے مار گرا اس ہرزہ گوئی سے کیا حاصل بیان محل گفتگو نہیں بیان بدیم شمشیر و زبانا نیزہ گفتگو کرنا چاہیے پس یہ جواب شاہزادہ عالم بجا بہادری سے قاسم نہایت غیظ میں آیا اور مباحثہ دوڑ کر سینیہ لے کر کینہ شاہزادہ بدیع الزمان نامور پر نیزہ مارا شاہزادہ بدیع الزمان نے سن کر تیرہ بکرا اپنے نیزے کی سنان پر گانٹھ لیا

اور اسپین نیزہ بازی ہوئی تھا	محل اہل ہر دور امرگ بار	سنان چون زبان نے نیزہ باز	امیدان کشیدہ سنان بہرین
بجیش در آمد ز انسان زمین	چنان نیزہ یا نیزہ آیتختند	سنان یک بد گیر در آوختند	کہ بر ہم نہ عید زمان گو نہ مار
سنان را چنین کے بود کا نظر	تو بت کدے رسید کہ ساتھ ساتھ طعن نیزوں کی	برابر چلین اور دونوں بہادر دن کے	
نیزے سے خلال ہوئے نیزوں کو قاتل دیا پھر دونوں اپنے اپنے گزرا آٹھا کے آمادہ گز زبازی ہوئے اسپین ہاپیوں			

حلقہ فلن گوش گردن کشان مردم ریاسے زین جنگ شریفیہ جنگ سلنندہ کمان رستم دستان صاحب گز
 سام بن زریان زلزلاقاقت ثانی سلیمان امیر حمزہ عالیشان صاحبقران دوران سے بیان کیے جاتے ہیں
 کہ جبکہ شاہ حیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار سلطان حمید اقدار امیر حمزہ عالی وقار سے رخصت ہو کے سمت باختر واسطے خبر
 لانے شاہزادہ بدیع الزمان سے روانہ ہوا اور گاؤنٹی گاؤ سوار کہ ازراہ قدوری و مکاری نظر ہر مسلمان اور باطن میں لقا
 پرست بارگاہ گردون اشتباہ میں بغور صاحبقران دوران ابام گزاری اور کہیں وقت میں رہتا ہر بیان سلطان والا نشان
 شکار گاہ میں گئے اور وہاں نقادار کئی نمودار ہوئے اور حسب حکم صاحبقران عالی شان کے مقبل سے جا کے دریافت کیا کہ یہ
 نقادار ملک مہر گہر تاجدار بن ملک مہر نگار کی نو شیردان کی بی بی جو کہ گاؤنٹی گاؤ سوار سے حمزہ ہر یہ سب ملک کی ہوزین میں
 ملک مہر گہر تاجدار سلطان ہر اور مدت سے آرزو رکھتی ہے کہ امیر توتیر کی ملاقات کرے جس سلطان صاحبقران یہ سب بت خوش
 ہوئے اور مقبل کو مع پالکی جیکر ملک مہر گہر تاجدار کو بلا کے اپنے محل میں داخل کرنے کا حکم فرمایا بدست سے بک گاؤنٹی گاؤ سوار نے
 سنا کہ ملک مہر گہر تاجدار کو کر میرے نامزد مٹی اُسے امیر حمزہ صاحبقران منصب کے اپنے محل میں داخل کیا نہایت عجب و تاب کھاسک
 دو ہنر اپنے سر پر مارا ناگاہ دیوتک عیار آسکا آیا اور یہ حال گاؤنٹی گاؤ سوار کا دیکھ کر کہا کہ اے اسرافیل درگاہ نقادار چڑھے
 صبر کر بن اب دیکھیے کہ بن حمزہ سے اسکے فوض میں کیا سلوک کرتا ہوں مجھے یہ تو عیاری کی فکر میں جاتا ہے

اب بیان ہے داستان فرحت میان سمیع شریف سامعین گزارش کی جاتی ہے

کہ بہ وقت دیوتک عیار گاؤنٹی گاؤ سوار سے یہ کہ بن حمزہ بن جانا ہوں اب سمت کو روانہ ہوا خود سری دور ہی
 نہیں کیا تھا کہ اسنے دیکھا اسنے ایک شکر تارین دیوتک عیار نے اس شکر میں جا کے جو پوچھا کہ یہ شکر کسکا ہے اور کہاں جاتا ہے
 لوگوں نے کہا کہ کاؤس شاہ کوستانی حسب حکم خداوند تھا کہ اسرافیل قدرت گاؤنٹی گاؤ سوار کی مدد کے واسطے مع لاکھ سوار
 کے جاتا ہے دیوتک عیار یہ حال تحقیق کر کے اس شکر میں آگیا اور کاؤس کوستانی کے پاس جا کے اسنے بیان کیا کہ اسکاؤس
 کوستانی میں دیوتک عیار اسرافیل درگاہ نقادار یعنی گاؤنٹی گاؤ سوار کا رفیق و ازادہ اور جان نثار ہوں میں نے سنا کہ تو حسب حکم خداوند
 تھا کہ واسطے احانت اور امداد گاؤنٹی گاؤ سوار کے مع لاکھ سوار آیا ہے چند گنے مجھے تجھے بہت ضروری کہنا میں الزامت میرے
 واسطے ٹھہر جاتوں مجھے کہوں کاؤس کوستانی نام دیوتک عیار سنا کہ تھا کہ دیوتک عیار اسرافیل درگاہ نقادار کا ہوا سنے بڑی غل
 دیوتک عیار کی کہنے کہا بہت بہتر ہے خوب ہوا جوار دیوتک تیری ملاقات ہو گئی مجھے بھی اس بات کا فحواں دلمیں تھا کہ گاؤنٹی
 گاؤ سوار اسرافیل قدرت خداوند تھا کہ ایسا نہیں جسے بادشاہ ہفت کشور بھی اگر چاہے کہ دفعہ زیر و زبون کر سکے یہ فرقہ
 تاویدہ خدا سے آسمان کے پرستاروں کا ایسا زبردست کمان سے پیدا ہوا ہے اسرافیل قدرت کو بہ تنگ کر رکھا ہے اور خداوند
 نے مجھے اسکی مدد کے واسطے بھیجا ہے یہ کہنے کاؤس کوستانی نے حکم دیا کہ آج ہم میں مقام کر نیگے چنانچہ خیرا سنا کہ کہیں
 اتر پڑا اور دیوتک عیار کو طلحہ لیجا کے پوچھا کہ ہاں صاحب یہ حال تو بیان کر دے یہ فرقہ خدا پرست کون ہیں اور اسرافیل
 سے کیونکر مقابلہ اور محارہ ہوا اور ان دونوں میں اب غلبہ کسکو ہے دیوتک عیار نے ایک آہ سر اٹھیا کہ اسکاؤس کوستانی
 میں یہ فرقہ اوندی کا حال کیا کون ہے چند کہ یہ داستان بڑی ہی مختصر ہے کہتا ہوں کہ حمزہ صاحبقران سرگروہ ان خدا پرستوں
 کا بھانہ زبردست اور صاحب اقبال ہر سالہ سے دھار سے کیے گئے ہر کے زیر و بیار کے گاؤنٹی گاؤ سوار سے درمیش رہے
 اور کبھی سوا سے اپنی دولت اور شکست فاش کے ان خدا پرستوں کا کچھ نہ کہنے آخر ناچار ہو کر بقتضائے فرست و آئی اندیشی
 ہی مصالحت مجھے کہ ازراہ فریب ساز کر کے تاوقتیکہ خداوند نقادار اپنا فضل نکرے بظاہر ان لوگوں کی اطاعت کیجیے چنانچہ
 اسرافیل درگاہ نقادار گاؤنٹی گاؤ سوار عاجز و ناچار ہو کر طوطے کی طرح کمر پڑھ کے بظاہر مسلمان ہو گیا اور تمام ملک

مال اور خزانہ اور فوج و سپاہ برابر تیار ہوئی ہر روز ایک زنت کا سامنا رہتا ہوا ایک دلی سی بات یہ کہ درود کا عہد ہوا ملک
 ہرگز تیار نہ ہوئی نوشیروان بادشاہ عادل بہتری کی جو اسرافیل قدرت کے ساتھ نامزد مکتی حمزہ نے اسے بڑی سبب بلا کے اپنے
 محل میں داخل کر لیا اسرافیل قدرت نے یہ حال سنے آپ کو دے دے مارا دہترین مارا کر مرنے میں اور کوئی تکریر نہ ہوئی
 نکل جانے کی اور بھاگ جانے کی شین بن پرتی ہو گا دوس کو ہستانی نے کہا کہ اس کو تو ملک عیار تیار ہو جائے اسرافیل
 اور گاہ خداوند سے میرا سلام کہے خوب سا بھاد بنا کر میں اس کے گھڑی بھر میں استعمال لشکر حمزہ کا گرد و لگا اب کچھ تم اپنے دین
 رنج نہ کرو تو ملک عیار نے کہا اس کا دوس کو ہستانی حمزہ آفت روزگار و بلا سے بیدار ہو یہ تمہارا بعض خیال خام ہو گیا تا
 طاقت اور کیا تمہارا کیا دل ہو اگر کسی کا جو اس کا مقابلہ کر سکے شعر جانیکہ عقاب پر بزمیہ از لپٹہ وغری چہ خیزد چس حایتم
 کہ ملک عادل ایسا بادشاہ گردون بارگاہ جسکی بارگاہ میں چھ سو حکیم چھ سو ندیم بارہ سوتا جوار کر سی فشین اٹھارہ سو دھویدار
 سلطنت چوبیس سو پلو انان نامہ اسوالا کہ کہ کر در سوار تھے شمشادہ مختشم و مخترم فخر و دمان ساسانیان نوشیروان میں
 قباد بن کیتباد بن فریدون بن جمشید جم اسکو حمزہ نے تباہ و برباد کر کے شہر بھر بھرا یا اور تاج و تخت ملک و دولت کچھ
 اسکا نہ رہا پھر بھلا اور کسی کی تو کیا مجال چو اس سے عہدہ برآ ہو سکے گا ہاں جو تیر میں تباہوں اسپر تو عمل کرے تو البتہ ممکن
 ہو کہ حمزہ اور تمام لشکر اسکا تیرے قبضہ میں آجائیگا کا دوس کو ہستانی نے پوچھا کہ وہ تدبیر کیا ہو تو ملک عیار نے کہا کہ میں تجھے
 رنگ و روغن عیاری کا ملے ملک سوداگر کی صورت بنادیتا ہوں تو دو چار ہزار خالی صندوق اونٹوں پر لداؤ گے نقارہ بجاتا
 ہو اچل جبوقت کہ تیری خبر حمزہ کو پہونچگی وہ بلا شک و شبہ مجھے یقین کامل ہو کر واسطے خرید تحائف کے تجھے اپنی بارگاہ میں
 طلب کر لیا تو بلا تا مل دو چار خواص خدمت گزار اپنے ہمراہ لے کے تاجروں کی صورت اسکی بارگاہ میں جائیو اور جبوقت تو بھیجے گا
 تو حمزہ تجھے تذکرہ دین اور مذہب کا کر کے پوچھیکا کہ تمہارا طریق کیا ہو تو بخوف و خطر کہنا کہ نقارہ پرستی جب تو یہ کیگا تو حمزہ خداوند
 نقا کی شان میں چند کلمے عطا کرے آداب لکے تجھے اغوا کر لیا کہ یہ نقارہ پرستی کا مذہب باطل ہو تم مسلمان ہو جاؤ خدا پرستی کرو تمہاری شہادت
 و عقیقہ وہ نون پاک ہو چھینکے تم پہلے بہت سی سختی نکالنا اور تکرار کرنا آخر کو دیدہ و دانستہ قائل ہو کے کہنا کہ با سلطان صاحبقران
 تم سچ کہتے ہو میری آج تک ظلمی حق اور قسم کا قصور تھا پھر جو تمہارے دین کو قبول کرے وہ کیا کہے وہ کہہ نہیں نہلا میں
 تم بظاہر طوطے کی طرح سے کہہ پڑو گے مسلمان ہو جانا جب تم مسلمان ہو جاؤ گے اور انکی اب کوئی محبت باقی نہ رہی تب
 تم کہنا کہ اگر حضور نے غلام کو مسلمان کیا تو اب غلام امیدوار ہو کہ ایک روز بجا سے خوان نعمت گزین بنان جوین طاقت فرما کے
 از راہ بندہ نوازی جان غلام کا قافلہ بڑا ہوا ان مع تمام اپنے سرداروں اور شاہ و شہزادوں کے قدم رنجہ فرما سیکے
 اور دعوت کھا سیکے اور جو کچھ تحفہ و تحائف قوم قسم مال تجارت کے ہمراہ رکھتا ہو وہیں سب منتظر اقدس و اعلیٰ سے گدنا نیگا
 اس میں باعث ازاد و حرمت اور آبرو کا واسطے غلام کے ہو گا حمزہ کہے گا کہ کیا سفارتہ ہم تمہارے بیان چلن سکے اور وہ
 کھا سیکے ہمارے طریق میں دعوت کسی کی نہ نہیں کرتے پس تم حمزہ کو مع تمام اس کے بارگاہ نشینوں کے اپنے ساتھ لے
 کے بیان آنا اور ملانے ار باب نشانی کے طلب کر کے صحبت میں تاج رنگ اور گانے بجانے کی حمزہ کو مع اس کے سرداروں
 کے مصروف کرنا اتنے عہدہ میں کھانا میوہی آغشتہ میں تیار کر دنا و لگا تم اسے مع اس کے تمام بارگاہ نشینوں کے کھلواس کے جب
 دیکھنا یہ میوہی انکے دماغوں میں مسرت کر گئی شب کی شکیں باندھ کے انھیں صندوقوں میں ڈال دیا اور خوب متغزل کر کاؤٹوں
 پر لدا نا اور بیان سے بخوبی تمام نقارہ کچ کا بھوکے چلے چلا پھر پیچے سے اگر فوج و سپاہ حمزہ کی کچھ جو صلا ستداہ ہونے کا
 یازم و پیکار کا کر گئی تو جہان تم حمزہ سے اور اس کے پانچ ہزار پانچ سو پچیس سواروں سے مقابلہ درمبار کر لے کا ارادہ رکھتے تھے
 فوج سے حمزہ کی مقابلہ کر کے بھاگ دینا بدین حمزہ کے اور بدین شمشادہ لشکر اسلام کے پھر کوئی لڑنے کا بھی ارادہ نہ کر لیا

بھاگ کر گئے مگر ایک کام کرنا کہ حمزہ سے بروقت اقرار دعوت کھاتے کے یہ بھی گدینا کہ شہر یار میں ایک ادنیٰ غلام
 بیون یہ حوصلہ نہیں رکھتا کہ تمام لشکر فیروزی اثر کی دعوت کر سکون فقط اتنا امیدوار ہوں کہ ازراہ غلام نوازی حضرت غنی اللہ
 شہنشاہ لشکر اسلام اور حضور مع تمام اپنے پانچ ہزار پانچ سو پچیس شاہ و شہر یار بارگاہ نشینوں کے تشریف لے چکے ہیں اور جو کچھ ان
 و نمک حاضر ہوا اسے نوش فرمائیں مگر دس دس بیس بیس خواص خود شکار سود و سوچو جاوہر ہے وغیرہ شکار و پیشہ ہزاروں ہزار
 سوار و پیادہ سوار کے جلوس کے جملہ رکاب غفر نقاب ہوتی مضافہ نہیں اور ایک یہ عرض ہے کہ غلام تجارت پیشہ ہر عیار
 کے نام سے غلام کی مدح کا پختی ہر عیار کوئی سرکار کے ہمراہ نہو بیس یہ طریقہ حمزہ اور بادشاہ اسلام اور تمام اس کے بالکام
 نشینوں کے کڑے لینے کا ہر کاؤس کو ہستانی سنہ کہا اچھا بھتر تو میری صورت سوداگروں کی سی بنادے میں ابھی سودا
 رہتا ہوں دیونگ عیار نے ایک روغن عیاری کا مل کر کاؤس کو ہستانی کی صورت تبدیل کر کے پوشاک سوداگروں
 کی پہنا دی اور کاؤس کو ہستانی پانچ چھ ہزار خالی صندوق شتر دن پر لدوا کے مع لاکھ سوار کے سوار ہوا اور نفاذ کوچ کا
 بجوار کے سمت لشکر فیروزی اثر روانہ ہوا ابھی کوئی پانچ کوس لشکر سے سلطان نامور کے دربار کا عیاران لشکر اسلام نے ہنگے
 جاہ و چشم و فوج و سپاہ کو دیکھا حال دریافت کیا کہ یہ کوئی سوداگر ہوا اسے فروخت مالی تجارت کے اس طرف کو آتا ہے یہ غیر
 لینے کے بارگاہ سینائی میں آئے اور زمین ادب کو بوسہ دے کے بحضور شاہ لشکر اسلام بعد کا وشتا سے شاہی دست مبارک
 پکارے کہ سرکار عالم کی عمر راز جو میں سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر ایک بہت بڑا سوداگر ملک اتھار بڑا مال و اسباب
 پانچ چار ہزار شتر دن پر بار کر کے لاکھ سوار سے فلان میدان میں فروکش ہوا جو امیر بالو قیر نے فرمایا کہ اس سوداگر کو ہمارے
 پاس لاؤ جو مال و اسباب تحفہ اور عمدہ ہوگا ہم اسے فرورینگے اور قیمت جو وہ طلب کرے گا اسے دینگے حسب الحکم سلطان با
 اکرام کے چوہدری نے کاؤس کو ہستانی کے پاس جا کے ابلاغ حکم کیا کاؤس کو ہستانی سوداگر بنا ہوا جو جب سکھلائے
 اور سمجھا رکھے دیونگ عیار کے اسی وقت سوار ہو کے داخل بارگاہ گردون اشتباہ ہوا اور ہزار گاہ پر سے مچا کر کے ذری
 پیشہ دست و دستاویز سے حضرت ظل اللہ کے یہ کمال عطیات خسروانہ کرسی بیٹھنے کو ملی سوداگر نقلی آداب بجالا کے
 بیٹھ گیا سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے کہ خانہ زاد کو کاؤس بدخشیانی کہتے ہیں امیر بالو قیر نے پوچھا
 کہ طریق اور ملت تمہارا کیا ہے اسے عرض کیا کہ خانہ زاد تھا پرست ہو جو طریق آبائی و اجدادی غلام کا ہر وہ ہر سلطان
 صاحبقران نے ارشاد کیا اس کاؤس بدخشیانی انسان اگر چشم بیا اور گوش شنوار کہتا ہو تو بدیدہ فراست و گوش ہوش اپنے
 دیکھے اور سنے کہ وحدانیت اور اکوہیت نقاشی خدا کی کس رام سے ثابت ہوتی ہو اگر دیکھے کہ نقا کی ڈاڑھی اکیس
 گز کی ہو تو بچوں اور نوکان صحرائی کے تمام جسم پر بہت بڑے بڑے بال ہوتے ہیں بالوں کے بڑے ہونے سے الویش
 کا اطلاق کرنا نہ چاہیے اگر یہ سمجھے کہ نقا کا پچن کر کا قد ہو تو ایک ایک دیو ہزار ہزار بارہ سو گز کا قدر رکھتا ہو خلافت انجمن
 دیونوں کو اپنا خالق کہا کرے اگر کہے کہ نقا کے پاس یہچہ ہزار ملک باخترانہ جاہ و شمت و مال و دولت لشکر و فوج بہت ہو تو
 کی قباد اور فریدون اور جمشید اور کیمس و اود دارا اور سکندر وغیرہ کیسے کیسے شاہان روزگار ہو گئے کل عالم انجمن کو اپنا
 خدا جانتا تھا یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ نقاشی خدا جو کہ پیکر خرس باریہ ضلالت گمراہ کنندہ عالم ایک بشر ہو آخر ایک دن جسٹم
 واصل ہو گا اسے خالق اپنا کرتا تھا محض کفر و کافری کی سجدہ اسی خالق اگر خدا سے عزوجل کو واجب ہو چھٹے ایک کلین

شیخ ابیسیہ سلیم خیسر	محب علی کل سے قدیم	کریم حبیبہ غفور رحیم	ابو الصمد شاندہ حسد
خود زندہ متفق گردان ہنر	طائر زندہ انجمن وادہ مسر	نگار زندہ نقش چشم و دہن	محب بند ترکیب بے پرین

دنیا بخش افلاک و شمس و قمر | دنیا بخش نور جبین و حشر |
 معین الخلاق جمیل الخصال | مبین و ذالقدرت و ذوالجول |
 اس کا دوس بر خشتانی کہ تو سن رسیدہ پر جهان دیدہ و در نشند قیم ہو مست کلا لازم ہو کہ اب لعنت کرو اس نقا پرستی اور
 کفر و کافری پر پور نکلو اس چاہ کفر و مذلات سے اور کلمہ طیبہ پڑھ کے پوچھو بسر چشمہ ہدایت تاکہ دنیا و عقبی دونوں بھیر ہوں
 کا دوس کو بستانی کا فریک ہی کندہ جنم تعلیم یافتہ دیو تک عیار تھا اسنے بموجب تلقین دیو تک عیار کے ازراہ فریب
 کہا کہ یا سلطان صاحبقران حضور بر حق اور بجا فرماتے ہیں آج تک کوئی آپ سادہ دی و رہتا مجھے نہیں ملا تھا مگر اب مجھے
 معلوم ہوا کہ یہ دین محض واجبات ہو اور آپ کا دین برحق ہو وہ کلمہ آپ مجھے ارشاد کیجیے تاکہ میں بھی پڑھ کے افتخار کو نین
 حاصل کروں امیر با تو قیر نے کلمہ شہادت تلقین کیا اس بدوات تیرو دل تاریک درون سے ازراہ مذوری و مکاری کلمہ
 پڑھا اور نیا ہر سلطان ہو گیا سلطان صاحبقران نے اسے نفع یہ خلعت کر کے بت سار فرازا کیا اور فرمایا اس کا دوس
 بختانی اب ہمارا ہی چاہتا ہو کہ جو جو مل و اسباب تحفہ تحفہ تمہارے ہمراہ ہو چکو، کھلاؤ جو کہ چلو پسند آئیگا اسکی قیمت حسب خواہ
 تمہارے مع شافع بیگی اس منوں کا دوس کو بستانی نے کہا کہ اس شہر یار مال و اسباب تجارت کا جو کچھ کہ ہو وہ سب بھی جیسا چاہا
 بند معاہدہ رکھا تھا کہ اس غلام امیدوار ہو کہ اگر آپ نے غلام کو سنان کیا تو ایک روز ازراہ غلام نوازی بجائے خوان نعمت گزین شان
 جوین قناعت کیجیے کس لیے کہ غلام نے سنا ہر طریقہ اہل اسلام میں اجابت دعوت کی از جملہ واجبات ہو اور ثواب و لداری
 مومن طواف بیت المدینہ افزون تر ہو شعر جماعہ اوج سعادت یدام بافتدہ اگر ترا گذرے ہر مقام بافتدہ اور حضرت
 ظل اللہ شہنشاہ خواقین سجدہ گاہ بادشاہ شکار اسلام اور تمام بارگاہ نشین سب صاحب حضور کے ہمراہ ہوں اس قدر تو غلام
 کی اوقات نہیں ہو پر وہ پیش واد و برتر از گستاہ یعنی غلام کے کہ تمام شکار و طازین اور متوسلین سرکار کے جوین انکی
 دعوت غلام کر سکیگا مگر حضور اور شہنشاہ شکار اسلام اور تمام شاہ و شہر یار کہ بارگاہ نشین ہیں ان سمجھوں کے واسطے جو نان
 خشک ہو وہ حاضر ہو مصرع گر قبول افتد زہے عز و شرف و دو چار ہزار خواص و خدمتگار جو ہر مرد ہے فراش شعلی و غفر
 ست گرو پشے و مے اور دو چار ہزار سوار و پیادے ہمراہ سواری مبارک کے جو ہونگے انکی خدمتگزار سی جو مجھے ہو سکی
 بجان دل کرونگا اگر ایک عرض ہو کہ غلام عیار دن کے نام سے شل بیو کا چٹا اور ڈرتا ہو فرقہ عیار سے کوئی سرکار کے ہمراہ
 منو سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ اس کا دوس بختانی فقط شہنشاہ شکار اسلام اور میں کو تو چلا آؤں اور دعوت تمہارے
 بیان چکے کھاؤں ہمارے بیان فی الحقیقت دعوت اگر کوئی کافر بھی کرے تو اسکا رو کرنا بہت ممنوع ہو اور نعمت و اب ہمارے
 بھائی ہو چکے ملت بیفادین اسلام تھے قبول کیا تمہاری دعوت ہم کیوں نہ قبول کریں کا دوس کو بستانی نے کہا کہ حضور
 یہ کیا فرم رہا کہ آپ تمنا شریف نے چلین غلام نے تو تمام بارگاہ نشینوں کی دعوت کی ہو امیر با تو قیر نے فرمایا کہ اچھا جو
 مختار سی خوشی اور عیار کوئی ہمراہ نہو گا نہ فرج و سپاہ ہوگی کہو گے تو دو چار خواص خدمتگار دن کو ساتھ لے لیگے کا دوس نے
 کہا پیر و مرشد دو چار کیا ہزار دو ہزار ہوں تو کچھ قباحست نہیں بعد اسکے کا دوس نے عرض کی کہ اب غلام رخصت ہوتا ہو
 محل حضور کو قدم رنجہ فرمانا ہو گا سلطان و الا شان نے فرمایا کہ اچھا جاؤ چنانچہ کا دوس کو بستانی امیر با تو قیر سے رخصت
 ہو کے پیر دن بارگاہ نکلا اور سوار ہو کے اپنے خیمے میں جا کے سارا حال دیو تک عیار سے کہا دیو تک عیار اسی وقت
 تیاری دعوت میں عیاری و مکاری سرگرم ہو اور روز دوم صبح کو کا دوس کو بستانی بشورہ دیو تک عیار پھر سوار ہو کے
 حضور سلطان ظفر احشام امیر حمزہ عالی مقام آیا اور مجرا گاہ پر سے مجرا کے عرض کی کہ اس شہر یار اب غلام پڑا
 ہو کہ حضرت ظل اللہ شہنشاہ شکار اسلام اور حضور مع تمام بارگاہ نشینوں کے سوار ہوں اور ازراہ غلام نوازی

فقیر خانے میں تشریف سے چلین وہاں سب سامان دعوت غلام تیار کر دے آیا اور سلطان صاحبقران نے حضرت ظل اللہ بادشاہ سعد بن قباد سے عرض کی کہ کاؤس بدخشیانی امیر واریر کہ حضرت سوار ہو کے تشریف سے چلین حضرت نے فرمایا کہ سید اللہ طبعی چنانچہ بادشاہ سعد بن قباد اور سلطان صاحبقران سوا سے ایک شاہزادہ فرامر زعاد مغربی کہ یہ کئی دن پہلے سے بحسب اجازت سلطان صاحبقران شکار کھیلنے کے واسطے گیا تھا باقی مع پانچزار پانچ سو پچیس سردار نامی اور ہوانان گرامی اور تمام بارگاہ نشینوں کے سوار ہوئے اور ایک دودھ و خواص خدمتگاروں کو ہمراہ لے لیا یا کچھ جلوس اور شکار پیشے کے لوگ ہمراہ سواری کے رہ گئے اور تمام فوج و سپاہ کو حکم دیا کہ خبردار اب کوئی ہماری سواری کے ہمراہ نہ آئے اور عیاران لشکر اسلام کو مخالفت کی فرمائی کہ تم بھی کوئی ہمراہ ہمارے پیچھے کا ارادہ نہ کرنا میں سب فرم ہوا اور یہ آرماتے ہوئے بغفلت و جودت تمام و لشوکت ملا کلام جان خیمہ کاؤس کو ہستانی کا تھا وہاں جا کے پہنچے کاؤس کو ہستانی بنے بہ کمال حرب زبانی و لسانی بت سی دھائیں دیکر غلامانہ پیچھے پیچھے ہمراہ صاحبقران دوران اور بادشاہ اسلام کے اپنے خیمے میں جا کے تخت حضرت ظل اللہ کا بچھوایا اور سلطان صاحبقران کو مع تمام بارگاہ نشینوں کے چلے فرما کر ارام سے بٹھایا کئی صندوقچے جو اہرات کے پیشکش کیے دودھ و حانی سوٹا لٹھے اور باب نشاط کے طلب کر کے صحبت فرمائی و گانے کی قرار دی بلبلوں پر تھاپ پڑی آواز ہوشا ہوش فوشا فوش کی بلند ہوئی لہر اسارنگی کا بائین کی گنگناہٹا کو جانے لگی قانون میں رہا بختک سرور دستار وقت فائزہ سرنی سرسندل راگ جناح اللو جا جلتزنگ و غیرہ باجے بجنے لگے ساقیان مہر طاعت ماہ صورت جام و مراحمی زردی سے حاضر ہوئے دودھ شراب یا قوت رنگ کا چٹنے لگا دودھ چار چار دوسے جام و گلفام کے ہو چکے ہیں کہ ایک مرتبہ خسرو بلاد ہندوستان کہ شاسب دوران لندھوون سعدان نے سمت سلطان مالی مقام متوجہ ہو کے عرض کی کہ یا سلطان صاحبقران اس وقت غلام کے سر میں عجب طرح کی گردش پیدا ہوئی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلام کو آسمان کی طرف لیے جاتا ہو اور پھر وہاں سے زمین پر پھینک دیتا ہے حضرت ظل اللہ شنشاہ لشکر اسلام نے بھی فرمایا کہ اس خسرو بلاد ہند میں بھی ایک گھڑی بھر سے یہ کیفیت دیکھ رہا ہوں کہ سر پہلے ہوا جاتا ہے امیر با تو قیر نے یہ نقل و لبھو کی اور ارشاد شنشاہ سعد بن قباد کا شکے فرمایا کہ فی الحقیقت نشے کی شدت ہوئی ہے مجھے تو کچھ آثار بیوشی کے سے نظر آتے ہیں ملک اثر و جودت چپ کو سلطان صاحبقران کے بیٹھا تھا اسنے کہا لا شک و شبہ شراب بیوشی آغشتہ مٹی غلام کی زبان میں لگنت معلوم ہوئی ہے یہ خطامیر با تو قیر نے جانب کاؤس کو ہستانی کے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس کاؤس بدخشیانی یہ شراب تو نے کہاں سے منگائی ہے اس طعون نے جواب دیا کہ ای حمزہ بدان کا گاہ یا ش کہ ہم کاؤس کو ہستانی میں واسطے اعانت اور استواد اسرائیل درگاہ نقاکے آیا تھا جس وقت میں نے سنا کہ تو نے اسرائیل درگاہ نقاکا محاصرہ کر لیا اور اسنے محض عاجز اور مجبور ہو کر مصطفیٰ بظاہر گھر گھر کے اسلام قبول کیا اور کچھ اختیار اسرائیل قدرت کا نہیں ہے تب میں نے یہ سمجھ کے کہ اسرائیل درگاہ نقا میرے قبضہ اختیار میں محض بے بس اور بے اختیار ہے اسلئے چشم زخم نہ پہنچے پاس یہ عیاری کر کے یعنی مجھے مع تمام تیرے بارگاہ نشینوں کے شلوپ بیوشی آغشتہ بلا کے گرفتار کیا اب دیکھو کیونکر میرے ہاتھ سے نہ ہو اسلام بجا جاتا ہے یہ حال سنے سلطان با اقبال نے تیرے حقرب سلطانی پر ہاتھ ڈال کے فرمایا کہ یا ش بادشاہان خدا سے بازیدگ ست اور تیرے زبان سے چاہتے تھے کہ آٹھین بیوشی و باغ میں سیرت کر لی مٹی پاؤں میں نذرش ہوئی صاحبقران نے دیکھ کر اس کے گرسے کہ چار طرف سے پانچزار پانچ سو پچیس سرداران نامہ سار اور پہلوانان گرامی مع حضرت ظل اللہ بادشاہ لشکر اسلام تلواریں کمر لگا کر اس کے چاہتے تھے کہ اس سے تمام کربن پاؤں میں نذرش ہوئی سب گرسے اور کاؤس کو ہستانی کے لوگ چار طرف سے بموجب آواز دیو تاکہ دور پر سے امیر با تو قیر اور بادشاہ اسلام کو مع تمام بارگاہ نشینوں کے گرفتار کر لیا اور مجبور کر دیا

ان حدود و قون میں بند کروں گے مقفل کروادیا اور مندر و قون کو اوٹھون پر لدا کے آس وقت نقارہ کو بج کا بجوادیا اور وہ
سوار کے وہاں سے سمت سبائل روانہ ہوا وہ جو خواص خدمتکار وغیرہ ہزار پانچ سو لوگ ہمراہ سواری کے تھے ان
بیچاروں کی کیا حقیقت تھی سواروں نے انکو بھی کھیر کر پکڑ لیا اور مشکین انکی باندھ کر انکو بھی حدود و قون میں بند کر کے
اوٹھون پر کسوا دیا تھا غرض یہ کہ کاؤس کو ہستانی تو خوش خوش باطنیان تمام بغیوت و خطرات ہی رات کوئی چالیس گھنٹے
پر جا پہنچا اور لشکر فیروزی اکثر میں ابھی کسی کو اس حال سے مطلق آگاہ ہی نہیں ہوا اور وہاں دنیا باز خواہ ساز بدکردار
کاؤس کو ہستانی کا بوجھ فحاش و یونگ عیار اور خوشنودی گاؤں لگی گاؤں سوار یہ ارادہ ہو کر سود و سو کوں جا کے
کسی سپاہ کے درمیان حمزہ صاحب قرآن اور تمام اسکے بارگاہ نشینوں کے دشمنوں کا سر کاٹ کر سمت سبائل لیجائے اور
القائد شہید خدا کی بارگاہ میں رسوخ اور نمودار پنی دکھلا کے طرہ پیمری سے گروہ جو شل مشہور ہو دو ہا جا کر اگلے سائیان مارنے
ساکے کوئے بال نہ بیکار کے جو دو جب بیری ہوئے شعر اگر تیغ عالم بجنبہ زجاسے نہر دے گئے ناخواب خدا سے نہ حسب اتفاق
شاہزادہ فرامرز عادمغربی جو سلطان صاحب قرآن کا جارت لے کے واسطے شکار کھیلنے کے گیا تھا وہ کہیں آسٹون سے پھر
ہوا آتا تھا اٹھائے راہ میں دور سے ڈنکے کی آواز چو اسکے گوش زد ہوئی تو فرامرز عادمغربی نے اپنے ملازموں سے فرمایا کہ
ہاں ذرا آگے جا کے دریافت تو کر دو کہ یہ سواری کسلی جاتی ہو جہان سے یہ آواز ڈنکے کی آتی ہو حسب حکم ایک چوہدار
گھوڑے کو چمکا کے چلا اور اس چوہدار نے کوئی دو کوں کے فاصلے پر جا کے دیکھا کہ ایک شخص سوداگر کی صورت سلج اور کھن
گھوڑے پر سوار اسکے پیچھے قریب لاکھ سوار کے مسلح اور کھن اور کئی ہزار شتر آہر بڑے بڑے صندوق چوٹی مقفل کئے ہوئے
نقارہ بجواتا بڑی شخصیت اور نکنت سے چلا جاتا ہو چوہدار نے سہراہ ہو کے بہادر بلند ہو چھا کہ یہ سواری کسلی ہو لوگوں نے کہا
کاؤس کو ہستانی کی چوہدار نے کہا کہ خیر کسی کی ہوشاہزادہ فرامرز عادمغربی سپر خواندہ سلطان والا شان امیر حمزہ صاحب قرآن
کی سواری آتی ہو شاہزادہ کے سامنے کوئی ڈنکا نہیں بجا سکتا ہو ڈنکا بجوانا موقوف کر دو کاؤس کو ہستانی نے جو یہ گفتار
اس چوہدار کی سنی تو نہایت سراپیمہ و مضطرب ہوئے دیونگ عیار گاؤں لگی گاؤں سوار سے پوچھے لگا کہ کیوں صاحب اب کیا تدبیر
کروں یہ شاہزادہ کون ہو بدون جنگ و جدال اس سے مفر ہونا غیر ممکن ہو دیونگ نے جواب دیا کہ اس کاؤس کو ہستانی
تم حمزہ صاحب قرآن اور اسکے تمام بارگاہ نشینوں اور بیٹے یا پوتوں سے مقابلہ اور مجاہد کرنے کو کہتے تھے اس بیچارے فرامرز
عادمغربی کی کیا حقیقت ہو یہ کچھ حمزہ کے بیٹے پوتوں کی برابر ہی نہیں کر سکتا خبر یہ بھی ایک سرداروں میں ہو تھیں یہ
پریشانی اور گھبرانا نہ چاہیے جس قریب سے حمزہ اور بادشاہ لشکر اسلام گونج یا تجرار پانچ سو کھن سرداروں کے گرفتار کر لیا
ہو اس سے بھی چل کے ملاقات کرو وہی گھلوین و مذہب کی یہ بھی درمیان میں لایا کہ تم اس سے بھی ویسی ہی محبتیں نکال
کے مقول ہو جانا اور کمر بڑھ کے دعوت کے حیلے سے خیمہ میں لاکے بٹھلانا میں بیوشی آغشتہ کھانا اور شراب تیار کر رکھو لگا
تم اسے کھلا پلا کے جب بیوش ہو جاوے گرفتار کر کے صندوق میں بند کرنا اور اس کاٹھ کو بھی نکالے بے کھلے سبقتل کر ڈالنا
اور سرداروں کو سبکے لیے ہوت خداوند باختر کے پاس چلنا یہ کہنے دیونگ عیار گاؤں لگی نے کہا اس چوہدار کو ڈر بلا کے اپنے پاس
پوچھ کر تعالٰی تم کیوں آئے تھے اور کیا کہتے تھے جب وہ کچھ کہے تو تم کہنا کہ بہت خوب ہماری کیا تاب و طاقت ہو جو ہم ڈنکا بیان
بجوائیں جملوں کو سوداگر یا بے سربار سے ہن یہ فوج و سپاہ نقد اپنے مال و اسباب روپیہ پیسے کی حفاظت کے واسطے ہم
رنگتے ہیں ہزاروں سیکڑوں فرنگوں ہر ایک اقلیم و دیار کو ہستالوں اور جنگدان اور جنہ یرون میں ہم واسطے تجارت
کے آیا جاتا چاہیں پھر فوج و سپاہ اگر منو تو ہمارا مال و اسباب قطع المطریق اور راہ زونوں کے ہاتھوں سے کیوں کر بچے ای
ہر دے صاحب ہماری طرف سے آداب و تسلیمات شاہزادہ عالم سے کہنا اور کہنا کہ غلام سے بڑی سی خط

ہوئی نادانستہ غلام نے میان ڈنکا بجوایا حضور کی سواری آنے کی غلام کو اطلاع نہ تھی کاؤس کو ہستانی نے بوجہ تہفیل
دیوتنگ اور گاؤننگی گاؤسوار کے اس چوبدار کو دور سے پھر بلا کے جو کچھ کہ دیوتنگ نے سکھلادیا تھا لکے وداشریان چوبدار کو
انعام کی دوائیں اور رخصت کیا چوبدار نے شاہزادہ فرامرز عادی مغربی کے پاس آکے بیان کیا کہ حضور کاؤس بخستانی نامی کوئی
سوداگر پر ضعیف بہت خوب شخص ہے اس کے ساتھ قریب لاکھ آدمیوں کے ہیں وہ ڈنکا بجواتا تھا بیوقت غلام نے اس سے طلب
ابلاغ حکم سرکار کیا قتاب و خطاب کے خوف سے مثل بیدرزان اور ترسان ہو کر اسی وقت ڈنکا بجوانا موقوف کر دیا اور عرض
کرنے لگا کہ میں رعایا سے سرکار سے ہوں میری کیا مجال جو میں ڈنکا بجوادوں ناداننگی سے یہ خطا غلام سے سرزد ہوئی امید ہے کہ
کہ ازراہ رعایا پروری معاف ہو فرامرز عادی مغربی نے یہ حال کاؤس کا شکے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے پھر جانے تم اس سوداگر سے
کہو کہ تمہارے پاس جو جو اسباب و مال تجارت تھا اور عمدہ و بیش بہا ہو وہ ہکو دکھلاؤ جو شکر کہ اس میں ہمارے پسند آئیگی قیمت حسب
دلخواہ تمہارے دلواد بجا نیگی حسب الحکم وہ چوبدار پھر اپنا گھوڑا دوڑا کے کاؤس کو ہستانی کے پاس گیا اور جس طرح سے شاہزادہ
فرامرز عادی مغربی نے حکم دیا تھا اس کاؤس کو ہستانی کو پوچھا یا گاؤس کو ہستانی نے کہا بسرد چشم بہت خوب اور یہ لکھے
آسی وقت بوجہ ایسے گاؤننگی گاؤسوار اور دیوتنگ اعیار کے اسی مقام پر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہمارا لشکر آج بسین اترے
اور مقام ہو اور چوبدار کے سامنے جیب لشکر کے مقام کرنے کو حکم دیکھا تب آئے خیر ستا در وایا اور مع تمام اپنے مشردوں اور
مع صاحبوں کے اتر کے خیمہ میں گیا اور سب کو حکم دے کر کہ تم بیان مال و اسباب سے بھال کے اتر واد میں شاہزادہ عالم کی حضور
میں ہو کے مہر کر کے ابھی آنا ہوں بارے وہاں مال و اسباب اترنے لگا اور کاؤس کو ہستانی سوار ہو کے شاہزادہ فرامرز عادی
مغربی کے پاس چلا اور اپنے نوکروں سے حکم دے گیا کہ جس طرح دیوتنگ حیار اور اسرافیل درگاہ لقا گاؤننگی گاؤسوار سے
کہیں وہ تم کو تا انقصہ کاؤس کو ہستانی نے سر راہ آکے شاہزادہ فرامرز عادی مغربی سے ملازمت حاصل کی اور عرض کیا کہ یہاں
مہرا میں خانہ زاد سے کچھ خدمت سرکار کی نہیں بن پڑتی بہر حال حضور سے غلام محبوب ہے فرامرز عادی مغربی نے اس حرام زادے کی
گنگوے متول اور چوب زبانی اور لسانی سکے کہا کہ ای کاؤس کو ہستانی ہم تھے بہت خوش ہوئے تم خوب شخص ہو مگر یہ تو کوہک
تھار طریق اور نہ سب کیا ہو کاؤس کو ہستانی نے کہا کہ جو دین اور ملت آباؤی اور اجدادی چلا آتا ہو وہی طریق غلام کا بھی ہے
فرامرز نے کہا کہ تمہارا آباؤی اجدادی طریق کیسا ہے اس نے کہا کہ خداوندیچہ ہزار ملک باختری پر تپش کرنا فرامرز عادی مغربی نے کہا کہ
لا حول ولا قوت تم کتنے بیوقوف ہو اس منہ سے خوک پیکر غرس باد یہ ضلالت سے قوت پائی نہیں بل سکتا آسے تم کیا کچھ اپنا خدا
کہ اتنے ہوشیار و عمل جود کل اور ہر لاشہ و لاشیک شمع برفا تپش از چونی و چندی نامنرا تر ز پتی و بندہ کی و نعت کر داس
بے حیا مشرک خدا پرورد ترک کر داس کفر و کافری کو کہ شہادت پڑے کے مسلمان ہو جاؤ عرض وہ گھڑی خیامین کاؤس کو ہستانی
اور شاہزادہ فرامرز عادی مغربی سے محبت اور تکرار رہی آخر کو کاؤس کو ہستانی نے ازراہ فریب اور کشیدہاں عرض کیا کہ شاہزادہ عالم
آپ بجا نہ تھیں میری ہی عقل و فہم کی غلطی تھی پھر جو اس دین اسلام کو قبول کرے وہ کیا کہے فرامرز عادی مغربی نے کہ طیبہ ارشاد کیا
کاؤس کو ہستانی بکر بکر پڑہ کر مسلمان ہو گیا جب مسلمان ہو چکا تو عرض کرنے لگا کہ اے آقا سے کو میں شاہزادہ عالم غلام نے شاہزادہ
کہ طریق اسلام میں اجابت دعوت کی از جملہ واجبات ہو اور ثواب دلاری مومنین طواف بیت اللہ سے افضل تر ہے لہذا مومن
اس شر کے شعراء صاحب کرامت شہداء کرامت ماروزے نقد سے کن درویش بنو اراذ غلام امید عطیات خاقانی اور
ہر اعم خسروانی سے یہ رکھتا ہے کہ اگر اگر دیکھا ہے خوان نعمت گزین بنان جوین قناعت فرمائیے تو رہے اختیار بندہ ہوا
اس فدائیہ سے جو حضور غلام کے خیمے میں قشرف سے چلیکے تو دین جو کچھ اسباب اور مال اور تحفہ تھا لے
و فیہ غلام حضور کو دکھلایا پھر جو کچھ کہ اس میں سے پسند فرمائیے گا کچھ قیمت پر مخمر نہیں وہ سب

ہا ہر خیمہ کے کوئی فقیر ہو گا دیکھیے خبر منگنے لیتے ہیں یہ کھلے بات کو نال دیا اور ار باب رقص و سرود سے اشار سے سے
 کساک ہاں تم سب کیوں خاموش ہو رہے گاؤ بجاؤ پھر تاج کا نا شروع ہو گیا پھر خڑی بھر لو پہلوان عادی نے یہ آواز
 بند کہا کہ او ظالمو مرزا دہ میرا مارے بھوکہ کے دم نکلتا ہر کاش اس عذاب سے مجھے ایک مرتبہ ذبح کر ڈالو ورنہ تھوڑا سا کھانا مجھے بھیج دو
 پھر شاہزادہ فرامرز عادمزلی نے جیسے پوچھا کہ اسے عذاب ہو کون فرماؤ کرتا ہو تھے کسی نے باہر سے کے جاسکے دریافت نہ کیا اکی مرتبہ
 پھر کاؤس کو ہستانی اور دیو تگ عیار نے باتوں میں دسکے نال دیا دیکھری جواب کی مرتبہ پہلوان عادی نے ہر سب شور و غل
 کر کے گالیان دینا شروع کیں اور کہا کہ او خبیث شیطان مجھ تو نے بفریب مجھے کس جرم پر بیان صندوق میں بند کیا اور بھوکا
 پیاسا میں تڑپتا ہوں او مارو بظاہر بقول سعدی شیرازی کے مہرے با بکش بادا نہ وہ یا از قفس آزاد کن : ایک مرتبہ جو کچھ
 صاف شاہزادہ فرامرز عادمزلی کے گوش زد ہوئی تو اپنے جی میں یہ سوچ کے کہ یہ آواز تو پہلوان عادی کی سی معلوم
 ہوتی ہو اور یہ ثابت ہوتا ہو کہ انھیں صندوق میں کوئی قید ہر نہایت درجہ برہم ہو کے کاؤس کو ہستانی کی جانب مخاطب
 ہو کے فرمایا کہ مجھے دوسرے تھے کہا کہ یہ کون زارنا ہے اور یہاں بھوکہ لی کرتا ہو تھے دریافت کر کے جیسے کچھ نہ کہا میں سلام ہو کر آیا فار
 کسی صندوق میں سے آتی ہو تھے کسی کو کسی صندوق میں قید کر کے رکھا ہو یہ ماجرا حاصل بیان کرو کاؤس کو ہستانی سے
 اور تو کچھ جواب بن نہ پڑا جلدی میں کہنے لگا کہ سیر ایک غلام بڑا ذات مرزا دہ ہو آئے کچھ مال و اسباب تجارت کا میرا چوکی
 کیا کچھ آئے بیچ ڈالا کچھ برباد کیا اور جب اس سے پوچھو تو کچھ بتا سراغ اسکا ہرگز نہیں بتاتا ہر اس واسطے میں نے بطور
 چشم نہائی کے صندوق میں بند کر دیا ہو شاہزادہ فرامرز عادمزلی نے فرمایا کہ کیا مضائقہ تم اسکو صندوق سے نکال کے ہمارے
 رو بہ لاؤ از روئے عدالت اور نصفت بعد تحقیقات جو کہ تعینہ واجبی ہو گا وہ کر دینگے یہ کلام شاہزادہ فرامرز عادمزلی نال
 مقام کا شے کاؤس کو ہستانی اور گاؤ لنگی گاؤ سوار کا رنگ فق ہو گیا اور دیو تگ عیار کی طرف دیکھنے لگے دیو تگ عیار
 نے یہ کھانیہ و اشارہ کہا کہ واہ صاحب اسی حوٹلے اور شجاعت پر تم کہتے تھے کہ میں حمزہ صاحبقران کا مقابلہ کر دینگا بھلا
 وہاں تو پانچزار پانچ سو پچپن شاہ و شہر یار ہیں کہ انہیں ایک ایک رستم صولت سراب زمانہ اشجع دہر فیہ عرصہ کا زار ہو اس
 ایک متنفس فرامرز عادمزلی سے تو تم ڈرے جاتے ہو وہ تمہارا کیا کر سکیگا تم جواب دو کہ صاحب میں اپنے گھر کا مختار ہوں
 تمہارے سامنے اس اپنے خادم کو ورنے سے مجھے مطلب کیا ہو چنانچہ کاؤس کو ہستانی نے بوجیب بھانے دیو تگ عیار کے
 شاہزادہ فرامرز عادمزلی کو جواب دیا کہ شاہزادہ عالم آپ اپنے ملک کے مختار ہیں میں اپنے گھر کا مالک ہوں میں اپنے
 غلام کا حاکم ہوں چاہوں حق یا ناحق اسے مار ڈالوں آپ کو عدالت اور نصفت اور اس کے تعینہ سے کیا واسطہ ہو پس یہ تقریریں
 کاؤس شہر کی سنے شاہزادہ عالم شدت غیظ سے مثل شعلہ حوالہ بھڑک اٹھا اور نہایت درجہ برہم ہو کے کہنے لگا کہ او بندہ
 یہ کیا تو مجھک مارتا ہو جلد لا اس اپنے غلام کو ورنہ مایہ وقت تجھے بسرا سے اعمال پونچاؤنگا گاؤس کو ہستانی یہ کہنے کو پڑا
 کہ فرامرز زبان دراز کر گز ارم تراز نہ وہ سالم قبضہ تیغ پر ہاتھ ڈال کے سمت شاہزادہ عالم حمد آور ہوا اور ساتھ
 اس بذات کے چار سو پانچ سو جو اسکے معاجین مقرین سپہ سالار اور سردار تھے ہاں ہاں کہہ کے چار طرف سے سپرین
 تلواریں پکڑ کے شاہزادہ عالم پر آن گرے شاہزادہ فرامرز عادمزلی بھی یہ لغزہ کر کے کہ لغزہ عادمزلی ہم صفت شکن اشجع
 روزگار نہ سپر خواندہ حمزہ نامدار نہ مثل شیر معرائی شمشیر زنی کرنے لگا لغزہ فرامرز پہلوان عادی کے جو گوش زد ہوا
 تو آئے اکیسے غیظ و طیش کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھوں کا بازو سے جو دیا تو صندوق کے دونوں بازوؤں کے تجھے ٹوٹ
 گئے اور میا خستہ پہلوان عادی نے صندوق میں سے نکل کے اسی صندوق کو اٹھالیا اور یہ لغزہ کر کے لغزہ پہلوان عادی نال
 پور شداد بیان : ہم گھر و عادی رستم زمانہ گر ان ہر کر ابار تن بر سر راست نہ حکم عدا جس بدست من است

فوج پر کاؤس کو ہستانی کی مارنا شروع کیا پہلوان عادی کی آواز سے سلطان ظفر اقسام امیر عالی مقام کی آنکھ کھل گئی
 صاحبقران دوران نے آپکو صندوق میں بند دیکھا اور فزہ پہلوان عادی اور شور و غل مذم و بیکار کا سننے جانا کہ شاید
 مجھے اس سوداگر نے شراب بیوشی آغشته پلے کے عالم غفلت میں اس صندوق میں نہ کر لیا ہو ایک مرتبہ زور کر کے صندوق کو
 توڑ کر پھینک دیا مٹھانہ اکبر جگر سے کھینچا مٹھانہ فزہ صاحبقران دوران جو سٹھ کوس تک جاتی ہو ساتھ نوے کے جتنے سردار
 اور شاہ و شہزادہ صندوق میں بیوش پڑے تھے سبکی بیوشی اتر گئی اور جسکی آنکھ کھلی وہ صندوق کو توڑ کر نکلا اور وہی صندوق
 پکڑ کر مصروف حرب و حرب ہوا ملاحظہ یہ کہ آن واحد میں پانچزار پانچ سو پچپن سرداران لشکر فیروزی اثر سبکے سب پانچ سو پچپن
 توڑ کر چلے گئے تو وہی صندوق سے لیکر آمادہ کفار کشی اور سرگرم زرم و بیکار ہوئے مگر سپہ سالار سواے شاہزادہ فرامرز عادی مغربی کے
 اور کیلے پاس نہ تھے اس شاہزادہ آج روز گارنے یکو نہا ایسی شیرازی کی کشتوں کے پتے لگا دیے اور تلواریں مار تار
 کاؤس کو ہستانی کے پونچ گیا اور کاؤس کو ہستانی کو یہ سب دے کے کہ باش اور کافر بدذات کی گزادام تراجمج و سلامت
 کو از دست من زندہ روی قبضہ شمشیر پر ہاتھ ڈالے چاہتا تھا کہ تلوار مارے ناگاہ پانوں فرامرز عادی مغربی کا وہاں کوئی لشکر
 خانہ تھا اس میں جا پڑا اور تلوار شاہزادہ والا تبار کی کاؤس نابکار کے سر پر اوجھی پڑی اور اس عیہ الفین نے جو باطنیان
 تمام تلوار ماری تو شاہزادہ فرامرز نے ہر چند سپر کو نیاہ کیا تھا مگر زبردست کے ہاتھ کی تلوار تھی سر کو کا شکر تادوار بر و اتر گئی زار
 نے اسی حالت زخمی مری میں داستانہ مارا کہ تلوار تو جتنا کے نکل گئی مگر ایک چادر خون کی بہ کر سند پر آگئی تھی اس عرصہ میں
 شاہ و شہزادہ اور سردار مع سلطان حمزہ صاحبقران کا مار جو چار طرف وہ صندوق پکڑ پکڑ کے دس دس میں میں
 جہنم داخل کرتے آتے تھے ان بھون نے جس سوار کو اپنے برابر آتے دیکھا اس کاؤ کو ٹانگ پر کسے تلے گرا دیا اور جھٹ پٹ
 بچستی تمام اس کے گھوڑے پر سوار ہو کے اسکی سپر تلوار لیکر قتل عام کرنا شروع کیا تھا اور اسقدر عب و خوف تمام لشکر پر
 کا دھما کے چھا گیا تھا کہ ادھر تو اند کے زخم کاؤس کے سر پر آگیا تھا اور تمام سوار اس کے ساتھ کے بھاگ کھڑے ہوئے اور
 قریب بیس چالیس ہزار سوار کے لالان الا مان پکارتے گئے ادھر سے نازیباں دیدار ان نے بہ آواز بلند کہا کہ امان بشرط
 ایمان عرض جو لوگ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے انکو تو چھوڑ دیا باقی کئی ہزار کفار نابکار کو تہ تیغ بیدر بچ کر کے جہنم
 داخل کیا اور ادھر گاؤ لنگی گاؤ سوار وہاں سے بھاگ کر ملک ہر برین آیا غرض کہ جبکہ سلطان صاحبقران
 بیفکمت و جودت تمام دلبشوکت ملاکلام مظفر و منصور ہو کر مع شاہزادہ فرامرز عادی مغربی کے اپنی بارگاہ میں
 آئے داخل ہوئے تب ہر سبیل مذکور اور تحقیقات حال کاؤس کو ہستانی کہ یہ کون شخص تھا اور یہ عیاری اور بیو
 اسنے کیونکر کیے زبانی ان لوگوں کے جو کہ ہماری امداد میں مغربین و معاجین کاؤس کو ہستانی کے تھے اور وہ گاہ
 مصافحین بوقت جہنم داخل ہونے کاؤس کو ہستانی کے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے اور پہلوان سلطان
 صاحبقران کے آئے تھے سارا حال دیو تگ عیاری کی عیاری اور گاؤ لنگی گاؤ سوار کی شراکت کا مصلحت اور
 مشروعا از ابتدا تا انتہا امیر با تو قیر کو در یافت ہوا سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران گاؤ لنگی گاؤ سوار
 کی ایسی حرکت سے اپنے دل میں نہایت خیر اور کدر تھے کہ گاؤ لنگی نے باوصف اس کے کہ کلمہ شہادت پڑھ کے
 اسلام قبول کیا تھا یہ شقاوت امد عداوت اسے مجھے کس باعث سے تھی ناگاہ سامنے سے گاؤ لنگی گاؤ سوار
 ر و مال سے اپنے دونوں ہاتھ باندھے بارگاہ میں حضور سلطان صاحبقران آیا اور روتا ہوا یہ شعر پڑھ کے عرض کیا شعر
 ناکرہ گناہ در جہان کیست بگو | آن کس کہ گنہ نہ کرد چون کیست | من بہ گنم و تو بہ کفایت دہی | پس فرق میان من و تو چیست
 امیر سلطان عالی وقار امیر حمزہ نامدار عادی غامی رو سیاہ ہر چند کہ واجب الفصل ہو مگر بھون اس پر رحم کرے

انکا طمین العین و الخافین عن الناس شعور نہ ہاں قابل غور تو انیک طشت و تنیج کس تمیز ام کہ خواہد خواست از دست تو دافہ اور سوار اسکے غلام کو دیکھ
 حیار اغوا کر کے اُس کا دوس کو ہستانی کے لشکر میں لے گیا تھا اور سمجھا تا تھا کہ تم سے کچھ سزاوار کار اور باز پرس کہیں نہ ہوگی تم
 الگ رہو گا دوس کو ہستانی سمجھ لیا باقی یہ حال عیاری مکاری کا اور سرداروں اور حضور کے دشمنوں کو بیوش کر کے
 صند و قون میں بند کرنے کا غلام کو مطلق معلوم نہ تھا جبوقت پہلوان عادی صندوق توڑ کر نکلا اور سب سرداروں کو کے
 نکلے اسوقت غلام کو یہ حال معلوم ہوا سلطان صاحبقران نے یہ گفتگو کاؤنگلی کا دوسوار کی شکست پر جھکایا اور فرط مردت اور طرب
 بخشی اور ہڈ رنیوشی سے فرمایا کہ اس کاؤنگلی کا دوسوار خیر برگزشتہ صبیحہ اگر بصدق دل تم کو شہادت پڑھ کے مسلمان ہو
 تو پھر جتنے حرم تمہارے ہیں معاف کیے مگر آگے پھر کبھی ایسی خطائے فاش اور حرکت ناشائستہ نہ کرنا ابھی اتنا سمجھ لو کہ شعر
 عرصہ اقبال میں ممکن نہیں دشمن سے رنج و مشغل ہوا آگ جب تک اب ہر اسکی غذا تا نید اسلام کی قدیم الایام سے
 چلی آئی ہو تمکو لازم ہو کہ رنگ کفر اپنے دل سے یکطرفہ دور کرنا و گاؤنگلی کا دوسوار یہ کمال عجز و انکسار اسکا رہا ہو کہ پھر
 دوڑ کر قدموں پر سلطان ناموس کے گر پڑا اور ازراہ مکاری اور بد باطنی بظاہر بہت سی سانی اور چرب زبانی کر کے کہنے لگا
 کہ اگر پھر کبھی ایسی حرکت غلام سے سر نہ ہو تو اسوقت غلام کو قتل کر ایسے گا کیا حال اور کیا قدرت اور طاقت غلام
 کی ابکی مرتبہ ایک دھوکا غلام کو ہو گیا اور غلام کی تقدیر میں یہ رو سیاہی لکھی تھی غرض وہ باتیں کر کے اب پھر گاؤنگلی کاؤ
 سوار بارگاہ سلیمانی میں اپنی جاسے عینہ پر بیٹھنے لگا

داستان حیرت نشان ظاہر ہونا ایک نقابدار زبردنگ کا مہر کی طرف سے اور دیکھنا اسکو امیر باتوقیر کا اور
 دریافت حال نقابدار کرنا خواجہ عمرو سے اور بیان کرنا خواجہ عمرو کا پھر داخل ہونا اُس نقابدار کا حرم سرسبز
 حمزہ صاحبقران میں اور بغیظ و غضب آشکار جاتا امیر باتوقیر کا حرم سرسبز واسطے قتل کرنے نقابدار زبردنگ
 کے اور بعد دریافت حال پھر آنا حمزہ صاحبقران کا اور پوچھنا عمرو کا کیفیت نقابدار کی اور بیان فرمانا
 حمزہ صاحبقران کا

موران اخبار حیرت اثر و کاتبان واقو عجیب تر اس داستان حیرت نشان کو یوں تحریر کرتے ہیں کہ زلزلہ قاف ثمانی سلیمان
 حمزہ صاحبقران امیر عالیشان بارگاہ سلیمانی میں تشریف رکھتے ہیں اور سرداران نامی اور پہلوانان گرامی بہادران
 بتور شمار اور دلاوران چیدہ روزگار علی قدر مراتب و مناصب و نگون پر ہیں و یسار حمزہ صاحبقران بیٹھے ہوئے
 ہیں خواجہ عمرو بھی بارگاہ سلیمانی میں کرسی پر جلوہ فرما ہیں چار جانب سرداروں پر نظر کر رہے ہیں ہر چند کہ جملہ
 اسباب بخش و عشرت میا اور موجود ہیں لیکن امیر باتوقیر نے جو سنا ہو کہ رستم خان کو گاؤنگلی نے قید کر لیا ہو اسوجہ سے
 زلزلہ قاف ثمانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کو کمال صدمہ ہوا آنا حزن و ملال چہرہ امیر باتوقیر سے ظاہر
 و ہو یہاں کمال افسوس کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ رستم خان کو اُسکے چہرنا ہنغار گاؤنگلی کا دوسوار نے قید
 کر لیا افسوس ہزار افسوس عجیب دلاور امیر ہو گیا دیکھے اب کبتک وہ دلاور رہا ہو کر رہے آکر ملتا ہو اور فتنہ دل اپنا
 مثل گل کھلتا ہو بہا صان دست راستی اور دلاوران دست چپی عرض کر رہے ہیں کہ حضور اس جہی کے قید ہو جائیگا
 اس درجہ صدمہ ذکرین انشاء اللہ جلد تر اس بہادر کی صورت رملی طور میں آئیگی خواجہ عمرو کوئی تہ کوئی اس بہادر
 کی رملی کی تدبیر کوئیخواجہ عمرو گفتگو سرداران کی شکست پر الہ ہے کہ کیسکو عمرو کی پریشان خاطر سی اور تشدد سی
 کی تو کچھ فکر نہیں ہر اگر ہو تو یہی فکر ہو کہ عمرو سے کار دے دشوار لینا پاسیے اور کار ہاے سخت و صعب بغیر وہ یہ خرچ
 کیے نہیں نکلتے ہیں کیونکہ مشہور ہو کر سو یہ دنیا کا مشکل کشا ہر غرض جلد سرداران بے مثل و نظیر تفریر خواجہ عمرو میں ہے

اور حمزہ صاحبقران کی جانب سے مخیر پھر کر خواجہ کی باتوں پر مسکرا رہے تھے ناگاہ جانب صحرانچہ غبار بلند
 ہوا سرداران دست راست جانب صحرانچہ تھے جسوقت حمزہ صاحبقران نے ملاحظہ فرمایا کہ سرداران دست راست
 صحرانچہ کی طرف دیکھتے ہیں خود بھی زلزلہ کاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر تالیشان نے سوے دشت نظر کر کے ملاحظہ فرمایا
 کہ کچھ غبار صحرانچہ کی طرف بلند ہو امیر باتوقیر بھی جانب صحرانچہ رہے تھے ایک ایک اُس غبار سے ایک نقابدار زمرہ پوش
 ظاہر ہوا امیر باتوقیر نے بوجہ دور ہونے کے بظرف غور جو ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ نسخ نقابدار زمرہ پوش کا اسی طرف ہو جب
 وہ نقابدار راہ دشت طوکر کے کسقدر قریب آیا اسوقت امیر حمزہ صاحبقران نے دیکھا کہ نقابدار زمرہ پوش پر چھا
 تر چھا کنوتی پر مرکب کی رکھے ہوئے ہر شمشیر آبدار زیب کر رہی خود فلاوی سر پر زردہ بیش قیمت زیب تن آراستہ ہر
 دست و پا قوی معلوم ہوتے ہیں نقابدار زمرہ رنگ چہرہ پر ہر مرکب شہرت پر سوار ہر شہر کو دوڑاتا ہوا اسطرح چلا آتا
 ہر جسوقت امیر باتوقیر نے اچھی طرح اُس نقابدار کے سراپا کو دیکھا خواجہ عمرو سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا کہ دیکھنا خواجہ
 یہ نقابدار بہادر دلاور معلوم ہوتا ہو کیونکہ آثار شجاعت و جوانمردی اسکی شہسوار سی سے ثابت اور ظاہر ہوتے ہیں ہوا
 اس کے اس خواجہ دست و پا بھی اس نقابدار کے ماشاء اللہ کسنی معلوم ہوتے ہیں شاید اس نقابدار کو پہلوانی سے بھی شوق ہی
 اور فن سپہ گری سے بھی بظاہر اسکو آگاہی ہو اس خواجہ حبیبے میں نے اس نقابدار کو آتے دیکھا ہر دل پہوین بیاب و بقیار
 ہو بے اختیار اسوقت دل ہی چاہتا ہو کہ اس نقابدار کو اپنے سینے سے لگا لیجئے اور آٹھین ہی چاہتی ہیں کہ اس نقابدار کو دیکھا
 کریں اس خواجہ کچھ نکو معلوم ہو کہ یہ نقابدار کون ہو کسکے گلشن کا سرو ہر اور شہر کے گلستان کا گل ہو خواجہ عمرو نے اس نقابدار
 زمرہ پوش کو دیکھا کہ اس امیر باتوقیر میں اس نقابدار زمرہ رنگ کے نام و نشان اور حسب و نسب سے تو مطلع نہ ہو
 نہیں رکھتا لیکن اتنا خوب جانتا ہوں کہ یہ نقابدار عالی وقار نہایت شجاع اور دلاور ہر فیصل مست آگے اسکی قوت کے آگے
 پیشہ ہو اور شیر نر آگے اسکی طاقت کے ایک روباہ ہو اگر اس زمانہ میں رستم پلتن بھی ہوتا تو قوت میں آگے اس نقابدار
 جزار کے نزدیک صاحبان انصاف کے ایک زوال تصور کیا جاتا اور اگر رستم بن زریان فی زمانہ زندہ ہوتا تو اس نقابدار کا
 فن سپہ گری اور پہلوانی میں برہمت تمام شاگرد ہوتا اور اگر اس عہد میں تہراب اور بزدل اور گھیاور بیزن اور آفراسیاب
 اور اسفندیار و غیرہ پہلوانان ایران و ناچاران توران بقید حیات ہوتے اور سب ملکر اس نقابدار ستور شہر بہادر و جوار
 سے میدان میں مقابلہ کرتے تو یہ نقابدار عالی وقار بوجہ شجاعت خدا داد جملہ نامداران مسطور کو ایک چشم زدن میں شکست
 فاش دے کر ایک رسن میں بسولت باندھ دیتا اور کچھ بھی اس نقابدار کو وقت ننوتی جسوقت اس درجہ تعریف نقابدار
 زمرہ رنگ کی خواجہ عمرو بن امیہ ضمیری نے زلزلہ کاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحبقران کے سامنے کی تو امیر باتوقیر
 خواجہ عمرو سے فرمایا کہ اس خواجہ اسقدر تو مجھ کو دہلا کر دیتے تو اسوقت اس نقابدار کی اسقدر تعریف کی کہ انتہا سے بھی شجاع
 اس خواجہ مجھ کو تمہارے اس کلام کا اسوقت یقین ہو گا جب تم کوئی وجہ اور دلیل اس نقابدار کی شجاعت کے باب میں
 یوں بیان کرو گے کہ خود میں نے اس نقابدار کو میدان جنگ میں ظان بہادر سے لڑتے ہوئے دیکھا اور ظان دلاور کو
 قتل کرتے ہوئے دیکھا جب خواجہ عمرو نے یہ تقریر حمزہ صاحبقران سے سنی جواب دیا کہ امیر باتوقیر میں نے جو اس
 نقابدار زمرہ رنگ کی تعریف کی کچھ زیادہ نہیں کی اور میں مطلق مجھ کو نہیں بولا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی دلیل
 اس نقابدار کی میں بیان کروں تاکہ آپ کو میرے کلام کی تصدیق ہو تو میرے میں ابھی بیان کرتا ہوں امیر باتوقیر
 آگاہ ہو جیے کہ جب آپ مصطفیٰ فارسانی کی قید میں تھے اور لشکر کاؤ تلی گاؤ سوار سے اور آپ کے لشکر سے کئی مرتبہ
 مقابلہ ہوا تھا اور پہلوانان لشکر کاؤ تلی گاؤ سوار نے آپ کے لونی والی مردان لشکر کو قتل کرنا شروع کیا تھا اسوقت ہی نقابدار

زمرہ رنگ اسی حالت سے ہنگام جنگ آتا تھا اور بڑے بڑے پہلوانان لشکر کاؤ لگی سے مقابلہ کرتا تھا اور طرفہ بعین میں
 ہر ایک پہلوان کو قتل کرتا تھا اور جب وقت جنگ موقوف ہوتی تھی یہ نقابدار عالی وقار توقف نہ کرتا تھا اور اسی جانب گھوڑے کو
 دوڑا کر راجہ صحر کی لیتا تھا اسی طرح ہر روز وقت مقابلہ سردو لشکر سمی کی طرف سے ظاہر ہوتا تھا اور وقت استیغنامی پہلوانوں سے
 مقابلہ کر کے انکو اس طرح قتل کرتا تھا کہ آپ کے لشکر کے جملہ دلاور بے اختیار تعریف اس نقابدار تہور شہار کی کرتے تھے اور سب تہر
 تھے کہ نہیں معلوم یہ نقابدار جہار کون ہو مگر اتیک کسی کو اس نقابدار کے حال سے آگاہی نہیں ہوئی تھی ایامیر باتوقیر میں
 اسی وجہ سے اس نقابدار زمرہ رنگ کی شجاعت کی تعریف کی تھی اور یہی نقابدار باعث آپ کی رہائی کا بھی ہوا اور امیر باتوقیر
 نے فرمایا اس خواجہ اس امر کو بھی مفصل بیان کر لگیوں کہ یہ نقابدار میرے ہا ہونے کا باعث ہوا خواجہ عمر و نے کہا ایامیر حمزہ
 صاحبقران اسی زمانہ جنگ و جہال میں ایک روز اس نقابدار نے مجھ کو اپنے قریب طلب کر کے یہ کہا تھا کہ اگر تین روز کی مدت میں
 تجھے زلزلہ فانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کو منظر فارابی کی قید سے نہ رہا کیا تو اس شمشیر پر اسے اس خواجہ
 سر کاٹوں گا اور نوک تیرہ ہڈی کر دیں گا اگر تم لاٹھ فذر کرو گے میں کسی طرح کوئی غور نہ سنوں گا اور تم کو ہرگز زندہ نہ رکھوں گا اور
 امیر باتوقیر نقابدار زمرہ رنگ مجھے یہ تقریر کر کے چلا گیا تھا میں نے بجائے خود خیال یہ کیا تھا کہ ایامیر و اگر تو نے موافق کئے
 نقابدار کے حمزہ صاحبقران کو رہا نہ کیا تو ضرور بالفرد یہ نقابدار تیرے خون سے اپنی تلوار رنگین کرے گا اور کسی طرح زندہ
 نہ چھوڑے گا پس ایامیر باتوقیر میں نے اس نقابدار سے خائف ہو کر آپ کو رہا کیا ورنہ یہ نقابدار مجھ کو ضرور قتل کر دیتا تھا خواجہ
 عمر و ابھی یہ گفتگو امیر باتوقیر سے کر رہی رہے تھے کہ ناگاہ وہ نقابدار زمرہ رنگ صمد صبار قمار کو وہ ڈاکر شل باد مہر مار گاہ
 سلیمانی کے قریب سے جانب درمیان سے حمزہ صاحبقران نکل گیا امیر باتوقیر نے خیال کیا کہ گھوڑا نقابدار سے نہڑا جائے
 سے نقابدار بیان سے آگے نکل گیا ہوا باد مہر سے گھوڑے کو پٹا کر میرے پاس یقیناً آئیگا میں بے خوف اس نقابدار سے پیش
 آؤں گا کیونکہ میرے محسن و داد اگر کسی امراہم کے بارے میں یہ نقابدار مجھے بھی ہو گا تو بھی میں بعد خوشی پر اسے انعام کا راہم
 اقرار کروں گا اور اگر جو من قتل کرنے ہمارا ان لشکر کاؤ لگی کے طالب ذر و جو ہر کا ہو گا تو بھی اس نقابدار کو موافق اسکی خواہش
 کے وہونگا امیر باتوقیر تو بارگاہ سلیمانی میں یہ خیالات کر رہے تھے لیکن اب حال نقابدار زمرہ رنگ کا تحریر کیا جاتا ہے کہ
 نقابدار بارگاہ سلیمانی کے قریب سے جلد تر گھوڑے کو دوڑا کر درمیان سے امیر باتوقیر پر پونچا اور قصد اندر جانے کا کیا و بانان
 درمیان سے منع کیا لیکن اس نقابدار نے ہر ایک دربان کو بھڑک دیا اور بارگاہ راہ درمیان سے جانے کا کیا اس وقت ہر ایک
 دربان اور چوہاؤں نے بڑے بڑے روکا اور کہا کہ اس نقابدار یہاں سے چلا جا ورنہ بہت تھائیگا اسے کیا دیوانہ ہو کر ناموس میں
 کاف فانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان میں بخوت و خطر چلا تا ہو کچھ تھکوا اپنی جان جانے کا بھی خوف نہیں کر
 کیا ہو کہ ابھی اگر کوئی بہادر شمل شاہزادہ ہمیں الزام تھکوا کر اس بے ادبی کی سزا سے سخت وے پس ہمارے نزدیک
 مناسب یہی ہو کہ تو اپنے خیال محال سے باز آ اور جہانک مجھے بھاگ جائے بھاگ جا ورنہ سر داران حمزہ صاحبقران
 زندہ نہ چھوڑیں گے اور ہلوگ نکوزار قدیم حمزہ صاحبقران کے ہیں کسی طرح تھکوا و درمیان سے جانے نہ دینگے اور نہ
 اس وقت تیرے حال پر رحم کر کے تھکوا چھوڑ دیا ورنہ ہمیں سب تیرے ہلاک کرنے کو کافی تھو جب نقابدار زمرہ رنگ نے
 ہر ایک دربان و غیور کی تقریریں سنی کمال فطرت اور ہدایت ہونے پر ہتھوڑا کھینچنا خلاف بہادری اور دلاوری جانا لیکن طاہر
 اند گھوٹوں سے چند دربانوں کو اس طرح مارا کہ سرانگے بھٹ گئے بعضوں کو طمانی اس زور سے لگا دئے
 کہ منہ آگے شیر سے ہو گئے اگر کوئی ان دربانوں کی چہروں کو اس وقت دیکھتا تو اسکو یقین کامل ہوتا کہ انکو
 نقود ہو گیا ہو اسی وجہ سے منہ انکا بیڑ جا ہو گیا ہر مقدمہ کو تا بہت سے دربان مجروح ہوئے اور بہت سے

فریاد و فغان کرتے ہوئے بارگاہ سلیمانی کی طرف چلے تاکہ حال نقابدار زمر درنگ سے حمزہ صاحبقران کو اطلاع دین دربان تو خدمت امیر باتوقیر میں جاتے ہیں انکو تو اٹھنا سے راہ میں چھوڑے لیکن اب کچھ حال نقابدار کا مندرج کیا جاتا ہے کہ جب دربانوں سے درحرم سرا خالی ہوا اور کوئی روکنے والا باقی نہ رہا اسوقت وہ نقابدار زمر درنگ سے سرسراے امیر باتوقیر میں داخل ہوا اور نقاب اپنے چہرے سے اتار کے ہر ایک عورت سے ملتا نظر میں عالی خدو بالا مقام پر واضح ہو کر یہ نقابدار زمر درنگ ملکہ زبیدہ شیردل یحییٰ جو ناموس حمزہ صاحبقران میں چلی گئی تھیں اور نہ کسی مرد ناموس کی کیا حال ہو اور کیا اسکی شامت ہو کر سرسراے امیر باتوقیر میں قدم رکھ سکے جسوقت ملکہ زبیدہ شیردل نے اپنی ماہ گرامی قدر ملکہ گرویہ بانو کو دیکھا فوراً واسطے تسلیم کے سر جھکایا ملکہ گرویہ بانو نے اپنی بیٹی کے سر کو نکتہ مادی سے سینے سے لگایا اور بعد پار کرنے کے متغیر ہو کر پوچھا کہ اے نور نظر پارہ بڑا اس صورت سے چرا آتا ملک اردبیل سے کیونکر ہوا غضب کیا تو نے اگرچہ پر عالی مقام تیری اس طرح دن ڈھارسے آنے کی خبر سننے تو دیکھے تیرا کیا حال کرینگے ملکہ زبیدہ شیردل نے اپنی مادر سے دست بستہ اس طرح عرض کیا کہ اے مادر گرامی قدر وجہ میرے حاضر ہونے کی یہ ہوئی کہ قبل اسکے میں نے ملک اردبیل میں سنا تھا کہ میرے والد نامدار قید ہو گئے ہیں اور گاؤں لنگی لشکر جبار لیکر واسطے مقابلہ کے گیا ہے اور ہنگامہ حال و قتال لشکر والد نامدار سے گرم کیا چاہتا ہے میں بکودنے اس خبر وحشت اثر کے اسی لباس سے ملک اردبیل سے بجمہت تمام روانہ ہوئی اور وقت پر یہاں پہنچی اور بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوئی اور صدا پہلوانوں کو میں نے ہلاک کیا فرمیں ہر روز شریک جنگ ہوتی تھی اور شام کو جانب صحرا چلی جاتی تھی چونکہ فی الحال میں نے یہ خبر پائی ہے کہ میرے پر عالی مقام قید سے منتظر فاریابی کی رہا ہو کر تشریف لائے ہیں اسوجہ سے انکی قدیموسی کو آج آجگے حاضر ہوئی ہوں ملکہ گرویہ بانو یہ تقریر اپنی بیٹی کی سننے خوش ہوئیں اور جملہ سنوان حرم سرا بھی بسبب آنے ملکہ زبیدہ شیردل کے سرور ہوئیں ملکہ گرویہ بانو نے جلد ترچو شاہ کردانی جو ملکہ زبیدہ شیردل اپنے ہوئی یحییٰ اتروائی اور زنانہ لباس پہنے کو دیا ملکہ زبیدہ شیردل نے زنانہ لباس زیب تن کیا اور اپنی مادر کے پاس یحییٰ ملکہ زبیدہ شیردل تو حرم سرا میں اپنی مادر دربان کے پاس بیٹھی ہوئی یحییٰ لیکن اب حال آن دربانوں کا لکھا جاتا ہے کہ وہ دربان مضطرب پریشان بانالہ و فغان خدمت امیر حمزہ صاحبقران میں حاضر ہوئے امیر حمزہ صاحبقران نے آن دربانوں کو طلب فرما کر پوچھا کہ کیوں روتے ہو انھوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اسوقت ایک امر ضروری تخیلہ میں حضور سے عرض کرتا ہے حمزہ صاحبقران ازراہ بندہ پروردی و خام نوازی بارگاہ سلیمانی سے آئے اور طلحہ ایک گوشہ میں لیجا کر آئے پوچھا کہ بیان کرو کیا کہتے ہو سمجھوں نے عرض کیا کہ حضور ہم سہ در دولت پر بیٹھے ہوئے تھے ناگہ ایک نقابدار زمر درنگ آیا اور آئے ارادہ حرم سرا میں جانے کا کیا غلاموں نے اسکو منع کیا اس نقابدار نے غصہ میں آکر ہم لوگوں کو مارا کسی حضور کے ملازموں کے سر پھٹ گئے ہیں اور وہ در دولت پر مثل ماہی سب آہ زمین پر تر پڑے ہیں اب بہت سے ملازم حضور کے طلبے اس نقابدار کے کھا کر ٹپڑے منہ کے ہو گئے ہیں اور وہ نقابدار گھوڑا ران حضور کا یہ حال کر کے اندر حرم سرا کے چلا گیا ہر سی واقعہ عجیب اور ساتھ حیرت افزا اسوقت حضور سے ہم خادمان کو عرض کرتا تھا بارگاہ سلیمانی میں کہ وہ بان جملہ سرداران لشکر بیٹھے ہوئے تھے عرض کرتا مناسب نہ جیسا حضور کو یہاں تشریف لانے کی قصد تھی اور اس حال حیرت مآل سے حضور کو اطلاع کی گئی جس وقت یہاں پر ملال امیر باتوقیر نے دربانوں سے سنا مارے غصہ کے مثل بید کے کانپنے لگے چہرہ امیر باتوقیر کا غیظ سے

سرخ ہو گیا اور اسی وقت عقرب سلیمانی کو نیام سے کھینچ کر قہر و غضب در حرم سر پر شریف لائے وہاں دیکھا تو فی الحقیقت بہت سے دربان زمین پر لوٹ رہے ہیں اور بہت سے دربان جکے منہ پھڑپھڑے ہو گئے تھے دونوں ہاتھوں سے اپنا اپنا کھانا چڑا کر دے ہوئے در کی شدت سے رو رہے ہیں امیر باتوقیر کو دربانوں کی یہ کیفیت دیکھ کر اور زیادہ جرحہ آئی تو ہر ہنہ عقرب سلیمانی ہاتھ میں لیے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے داخل حرم سرا ہوئے کہ نقاب دار زمر درنگ کو مار پیٹا تو درنگا غضب کیا آئے کہ میرے ناموس میں چلا گیا اور کچھ خوف مجھ سے نہ کیا خیر اب میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائیگا مارے تلواروں کے ٹکڑے ٹکڑے اس نقاب دار کے ادب کے کردار کا اس وقت ساری شجاعت اور دلادری اس نقاب دار کی دیکھ لو لگا جب حمزہ صاحبقران قہر و غضب حرم سرا میں پہنچے اور ملکہ گردیہ بانو نے امیر باتوقیر کو غصہ میں بھرا ہوا اور عقرب سلیمانی کو لیے ہوئے دیکھا اور کچھ نقاب دار زمر درنگ کے قتل کرنے کے بارے میں کلمات بھی سنے تو درنگا قہر ملکہ گردیہ بانو کو بھرا کر اپنی جگہ سے اٹھیں اور امیر باتوقیر سے سبب غیظ و غضب دریافت کرنے لگیں اس وقت حمزہ صاحبقران نے اس حالت قہر و غضب میں فرمایا کہ نقاب دار زمر درنگ ابھی بیان آیا ہے اسکو قتل کر دنگا جلد ٹھکڑا کر وہ بے ادب کہاں ہنسوان ٹھکڑا نے جو امیر باتوقیر کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا اور نقاب دار زمر درنگ کے قتل پر آمادہ پایا مارے خوف کے کانپے لیکن اکثر خواتین کو خوف سے غش آ گیا کیونکہ کبھی انھوں نے اس طرح غصہ میں حمزہ صاحبقران کو نہ دیکھا تھا اکثر عورتیں فریاد و فغان کرنے لگیں بعضی عورتیں قدم حمزہ صاحبقران پر گر پڑیں اور منبت کہنے لگیں کہ نقاب دار زمر درنگ کو حضور قتل نہ کیجیے گا وہ تو بیٹھا ہے اکثر عورتیں دامن قبائے نزلہ قاف ثانی سیان حمزہ صاحبقران امیر مالیشان سے پیٹے گئیں اور بگریہ و زاری عرض کرنے لگیں کہ حضور رحم کیجیے عقرب سلیمانی ہلکے دیکھے نقاب دار چارہ کو ہلاک نہ کیجیے ملاہ خواتین مسطور کے ملکہ زبیدہ شیردل کی انا اور کھلائی وغیرہ نے جو خیال کیا کہ ملکہ زبیدہ شیردل کو امیر باتوقیر قتل کر نیکی مراد میں گئے تھے تھیں سر و پا ہر ہنہ دونوں ہاتھوں سے اپنے اپنے سر دھونے کو پستی ہوئیں و وزیر اور حمزہ صاحبقران کے ہاتھ جوڑنے لگیں اور گھبراہٹ میں یہی کہنے لگیں کہ حضور عرض میں نقاب دار کے ہلکے قتل کریں یہ ہمارے سر حاضرین حضور میں سے جدا کریں لیکن نقاب دار کو بگناہ ہے اور ابھی ماشاء اللہ نوجوان ہر شادی بھی اسکی نہیں ہوئی جو دنیا کی کوئی حسرت و آرزو اسکی دل سے نہیں نکلی ہے ہر گھبراہٹ کے سر پر نہیں بندھا ہوا قتل نہ کیجیے گا اور خون اس بگناہ کا اپنی گردن پر نہ کیجیے گا دیکھیے حضور نقاب دار زمر درنگ کو ہلاک کر کے بہت بچائیگا پھر اگر نقاب دار کو دنیا میں چراغ لے کے ڈھونڈ لیجیے گا تو نہ پائے گا امیر باتوقیر سے حضور خواتین مسطور مقدمہ نقاب دار زمر درنگ میں سفارش کرنی ہیں امیر باتوقیر کو اور زیادہ غصہ آتا ہے اکثر ان عورتوں کو جو لازم میں حمزہ صاحبقران قبضہ عقرب سلیمانی سے شادی ہیں اور انا اور کھلائی وغیرہ کو جو بیت پٹی جاتی ہیں انکو اسی غیظ و غضب میں ایک دو طمانچے بھی مارے دیتے ہیں لیکن وہ عورتیں مار کھاتی ہیں مگر پٹی جاتی ہیں حمزہ صاحبقران کو صحن حرم سے آگے بڑھے نہیں دیتیں بین مثل عود و تلخ کے گرد امیر باتوقیر کے جمع ہیں ہر چند کہ حمزہ صاحبقران کو غصہ از حد ہو مگر یہ بھی خیال ہے کہ ایسا نہ کہ کوئی عورت میرے ہاتھ سے اس وقت قتل ہو جائے اسی وجہ سے امیر باتوقیر عورتوں میں گھر سے ہوسے ہیں اور آگے بڑھے نہیں سکتے ہیں ورنہ امیر باتوقیر کو خداوند عالم نے وہ قوت دی ہے کہ اگر کوہ گران بھی حائل ہوا ورنہ یہ اس پہاڑ پر زور کریں تو وہ بھی اپنی جگہ سے سرک جائے لہذا امیر باتوقیر کے قدم سے تو عورتیں لپٹی ہوئی ہیں اور نقاب دار کے قتل کرنے کو گہرا ہٹ میں سب منع کر رہی ہیں کوئی یہ نہیں کہتی کہ امیر باتوقیر نقاب دار زمر درنگ جو آیا ہے وہ مرد نہیں ہے بلکہ آپ کی بیٹی ملکہ زبیدہ شیردل ہے اسی وجہ سے امیر باتوقیر کا غم کم نہیں ہوتا ہر ملکہ زبیدہ شیردل ہی اپنے والدنا دار کو غیظ و غضب میں دیکھ کر

مارے خوف کے ایک گوشہ میں چھپی ہوئی بھرتھرا کا پری بن اور بہت سی کیتھڑیوں کے زیریدہ شیردل کو اپنے اپنے
دو پیٹے سے چھپا لے ہوئے ہیں اکثر عورتیں دونوں ہاتھ زیر آسمان بلند کیے ہوئے خدا سے دعا کر رہی ہیں کہ امیر باتو قیر
ملکہ زیریدہ شیردل کو قتل نہ کریں کوئی عورت باحال پریشان بال سر کے کھوئے ہوئے چلا رہی ہے کہ یا شکلاکشا
علیہ السلام جلد واسطے شکلاکشا کے آؤ میں تمھارا دو ٹاڈو لگی کوئی عورت پاکدامن بگڑیہ وزاری کر رہی ہے کہ اے میری بیوی
میں تمھاری بڑی رحوم و حام سے صحنک کرونگی تم اس وقت خدا سے یہ دعا کرو کہ میری ملکہ زیریدہ شیردل قتل
نہ کیجائے حمزہ صاحبقران کو اسپر رحم آجائے کوئی عورت اور کسی ولی خدا کو ہر مدد پکار رہی ہے غرض حرم سرا میں
ایک ہنگامہ عشر ہو سوقت ملکہ گرویدہ بانو نے دلچاکہ عورتیں امیر باتو قیر کی گرد سے نہیں ہٹتیں اس وقت ملکہ گرویدہ
نے ہر ایک عورت کو جس طرح ہو سکا مسندہ صاحبقران کے پاس سے علیحدہ کیا اور خود امیر باتو قیر سے
جا کر کہا کہ صاحب آج یہ غصہ کس شخص پر ہو تھا بار کیسا کچھ کو تو سہی امیر باتو قیر نے فرمایا اے ملکہ اس وقت
نقاہدار زمرورنگ کو ضرور قتل کرونگا کیونکہ وہ بے ادب میرے ناموس میں چلا آیا ہے جلدی ستاؤ وہ کمان ہو
ملکہ گرویدہ بانو نے کہا آپ ذرا تشریف رکھیں غصہ کو کم کریں میں ابھی نقاہدار زمرورنگ کو حاضر خدمت کرتی ہوں
امیر باتو قیر یہ تقریر ملکہ گرویدہ بانو کی سننے لگے ایک کرسی جو اہر نگار پر بیٹھ گئے اور ملکہ گرویدہ بانو اپنی زوجہ سے فرمایا
کہ اے ملکہ دیکھو میں بوجہ تمھارے کہنے کے بیٹھ گیا ہوں اب تم کو لازم ہے کہ بوجہ افسار کے اس نقاہدار پر ہاتھ
کو میرے روپر و حاضر کرو تا کہ میں اس کو اسی وقت قتل کروں ملکہ گرویدہ بانو کے کہا کہ صاحب آپ ایک عتوڑی
دیر اور توقف فرمائیں میں نقاہدار کو حاضر کرتی ہوں ملکہ گرویدہ بانو کا دیر کرنے سے یہ مدعا تھا کہ غصہ کسی قدر
امیر باتو قیر کا کم ہو جائے انصاف جب زمانہ عتوڑی دیر کا گزر گیا اس وقت ملکہ گرویدہ بانو ملکہ زیریدہ
شیردل کو اپنے ساتھ لیکر خدمت امیر باتو قیر میں چلین اکثر خواتین حرم سرا اس طرح مانع ہوئیں کہ امیر ملکہ عالم
آپ یہ کیا غضب کرتی ہیں ملکہ زیریدہ شیردل کو سامنے حمزہ صاحبقران کے کیوں لیے جاتی ہیں آپ
نہیں دیکھتیں کہ امیر باتو قیر عقرب سلیمانی کھینچے ہوئے غصہ میں بیٹھے ہیں اور آادہ قتل ملکہ زیریدہ
شیردل ہیں ملکہ گرویدہ بانو ان عورتوں سے کتنی ہمتیں کہ تم سب بیوقوف ہو چپ رہو جاؤ اپنی اپنی جگہ پر
بیٹھو ہمارے مقدمہ میں دخل نہ دو غرض خواتین بوجہ کہنے ملکہ گرویدہ بانو کے چپ ہوئیں اور اپنی اپنی جگہ پر
بیٹھیں مگر حمزہ صاحبقران کی جانب دیکھا کہیں اور دل میں یہ خیال کیا کہ کیا کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے انصاف ملکہ
گرویدہ بانو ملکہ زیریدہ شیردل کا ہاتھ پکڑے ہوئے روپر و امیر باتو قیر تشریف لائیں اور کہنے
لگیں لو صاحب نقاہدار زمرورنگ یہی ہوا اس کو اچھی طرح پہچان لو پھر قتل کرنا جو سوقت ملکہ گرویدہ بانو نے تقریر کیا
روپر و امیر باتو قیر اس طرح کی حمزہ صاحبقران نے بطور دیکھا بعد دیکھنے کے حمزہ صاحبقران کو معلوم ہوا کہ میری
بیٹی ملکہ زیریدہ شیردل اس وقت زلزلہ فانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالی شان کا غصہ کم ہوا
اور عقرب سلیمانی کو ہاتھ سے رکھ کر ملکہ گرویدہ بانو سے پوچھا کہ یہ ملک اردہل سے نقاہدار زمرورنگ سب کے کیوں
آئی اسکا بیان کام کیا تھا ملکہ گرویدہ بانو نے کہا کہ جب آپ کے دشمن مظفر فارابی کے قید میں مبتلا ہو گئے
تھے اور گھاؤ لنگی لشکر جبار لیکر واسطے جہاں و قتال کے بیان آیا تھا اسے بھی کسی سے سنا تھا کہ گھاؤ لنگی لشکر
لے کر واسطے مقابلہ لشکر امیر باتو قیر کے گیا ہوا اور فی الحال لشکر میں امیر باتو قیر تشریف نہیں رکھتے تھے
اس کو تاب نہ آئی نقاہدار زمرورنگ سب کے اکثر ہنگام مقابلہ ہر دو لشکر آیا کی اور سرور مذکور گھاؤ لنگی کے

پہلوانوں کو ہلاک کیا کی اور اسی نے خواجہ عمر کو قتل کرنے سے ڈرا کر آپ کو قید مظفر قاریابی سے رہا کرایا اور اب جو اسے سنا کہ آپ مع الخیر رہا ہو کر لشکر میں تشریف لائے ہیں اسکو ضرور ہوا کہ آپ کی قدمبوسی کو حاضر ہوا اور سعادت کونین حاصل کر کے ملکہ گردیہ بانو نے یہ کہہ کر ملکہ زبیدہ شیردل کو اشارہ کیا کہ اپنے والد گرامی قدر کی قدمبوسی کر ملکہ زبیدہ شیردل اشارہ اپنی مادر مہربان کا سمجھ کر امیر باتوقیر کو تسلیم کر کے قدموں کی طرف ہیانتک پہنچی قریب تھا کہ سر ملکہ زبیدہ شیردل کا پاس مبارک امیر باتوقیر سے لے جسوقت حمزہ صاحبقران نے دیکھا کہ ملکہ زبیدہ قدم پر سر جھکا کے ہوئے، مگر فی الفور محبت پوری سے اس طرح خوش ہوئے کہ سر انی بیٹھی کا قدم کی جانب سے اٹھا کر سینے سے لگا یا بعد اظہار طاف پوری کے حمزہ صاحبقران نے ملکہ گردیہ بانو سے قیام طلب ہو کر فرمایا کہ تم اپنی بیٹی سے بتا کیہ اکیہ میری طرف سے کہہ دو کہ اب کبھی مردانہ لباس کر کے گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ میں ابی مرتبہ سخت سزا دوں گا ملکہ گردیہ بانو نے کہا کہ اول تو اسنے خود آپکا فرمانا سن لیا ہو لیکن میں بھی اسکو ابھی طرح سمجھا دوں گی حمزہ صاحبقران یہ گفتگو ملکہ گردیہ بانو کی سننے اور عقرب سلیمانی کو نیام میں رکھ کر حرم سرا کے باہر تشریف لائے در بانوں کے بارے میں حکم کیا کہ انکا علاج کیا جائے بعد اسکے امیر باتوقیر سر جھکا کے ہوئے بارگاہ سلیمانی میں تشریف لائے جہاں سرداران دست راستی اور دست چپی واسطے تعظیم حمزہ صاحبقران کے آٹھ کھڑے ہوئے جب امیر باتوقیر ونگل پر تشریف رکھ چکے اسوقت جملہ سردار بھی بیٹھے امیر باتوقیر ونگل پر بیٹھے یہ خیال کرنے لگے کہ اگر حمزہ ملکہ قریشہ کے عقد کرنے کی تو جھگوڑی تھی اب ملکہ زبیدہ شیردل بھی اشارہ اللہ جان ہوئی ہو اسکی بھی شادی کی فکر کرنا لازم ہو اور غفلت کرنا اسکی شادی سے کسی طرح اچھا نہیں ہو جسوقت سرداران دیو قار نے امیر باتوقیر کو متردد اور متشدد دیکھا ہر ایک سردار نے بعد ادب حمزہ صاحبقران کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر امیر باتوقیر اسوقت حضور کا مزاج کیسا ہے حمزہ صاحبقران نے فرمایا کہ افضال پروردگار سے میں اچھا ہوں بعد حراج پر سی کے اکثر سرداران نامی نے ارادہ کیا کہ حمزہ صاحبقران سے حال نقابدار زمر و رنگ کا دریافت کوں مگر خجرات نہ ہوئی لیکن خواجہ عمر و نے آہستہ امیر باتوقیر سے پوچھا کہ وہ نقابدار زمر و رنگ کون تھا وہ کہاں گیا حمزہ صاحبقران نے خواجہ عمر و سے بہت آہستہ فرمایا کہ اس خواجہ وہ نقابدار زمر و رنگ ملکہ زبیدہ شیردل ہمیشہ بدیع الزمان تھی اس خواجہ اسوقت خدا نے اپنا بڑا فضل کیا کیونکہ ملکہ زبیدہ لیسکل نقابدار زمر و رنگ در بانوں کو مجروح کر کے حرم سرا میں چلی گئی تھی اور در بانوں نے تھلیہ میں جھکوا اس امر سے اطلاع دی کہ ایک نقابدار حرم سرا میں چلا گیا ہوا خواجہ اسوقت جھگوڑیا تھی اور عقرب سلیمانی کیلئے دروازے قفل کرنے نقابدار کے من حرم سرا میں گیا تھا بعد دریافت حال معلوم ہوا کہ وہ ملکہ زبیدہ شیردل تھی اس خواجہ میں شکر خدا کرتا ہوں کہ اسوقت میرے ہاتھ سے عالم غیب میں کوئی عورت قتل نہیں ہوئی اور ملکہ زبیدہ شیردل کی بھی جان بچی خواجہ عمر و یہ گفتگو امیر باتوقیر کی جگہ چپ ہو رہے اور دل میں خیال کرنے لگے کہ اگر عمر و والد اکبر نقابدار زمر و رنگ ہمیشہ بدیع الزمان تھی جب ہی بڑے بڑے پہلوانوں کو اپنے میدان میں ہلاک کیا میں بہت متفکر تھا کہ یہ نقابدار زمر و رنگ کون ہو اب معلوم ہوا کہ ملکہ زبیدہ شیردل تھی لیکن اس عمر و یہ عورت تو شجاعت میں فردون سے بڑھی ہوئی ہو دیکھیے اسکا عقد کس سے ہوتا ہو اور اپنے شوہر سے یہ کیونکر صبر کرتی ہو اسکی قوت اور طاقت سے جھگوڑیاں ہو کہ اپنے خاوند سے کسی طرح نہ دیکھی اور اس بیچارے کو بلینگ سے اٹھا اٹھا کر رات بھر میں ہزار مرتبہ زمین پر پٹکے کی خواجہ عمر و

بیٹھے ہوئے دل میں یہ خیال کر رہے ہیں امیر با تو قیر بھی ملکہ زبیدہ شیردل کی شادی کی فکر میں سر جھکے ہوئے
 بیٹھے ہیں اور جملہ سرداران نامی بھی سبب خاموش ہوئے اور متردد ہوئے حمزہ صاحبقران کے چپ بیٹھے ہیں
 ان سبکو اسی طرح بیٹھے رہنے دیجیے لیکن اب کچھ خواتین حرم سرا کا حال رقم کیا جاتا ہے کہ جب زلزلاتِ ثانیہ
 حمزہ صاحبقران امیر عالی شان حرم سرا سے بارگاہِ سلیمانی میں جلوہ فرما ہوئے اسوقت خواتین حرم سرا نے سامان
 نذر ہیا کیا کسی عورت نے خوش ہو کر کہا کہ کیا دھامیری بحیب الدعوات نے اسوقت قبول کی ہو میں اس خوشی اور
 مراد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند مسلمانوں کی آج ہی دعوت کرونگی یہ کہہ کر اسے سامان دعوت دیا گیا اور خود
 کو مدعو کیا کسی عورت نے ملکہ زبیدہ شیردل کی جان بچنے کی وجہ سے دو رکعت نماز شکر بعد خضوع و خشوع پڑھی
 کسی عورت نے کچھ زور و جواہر ملا زبیدہ شیردل پر سے تصدیق کر کے فقرا اور مساکین کو دیا کسی عورت نے رسول خدا
 کی شیرینی پر نذر دی بعض خواتین نے مولہ شگلکشا کی نذر دی اور کئی عورتوں نے بیوی کی تنگ کی غرض بعد نذر
 کے خواتین ذیوقار حرم سرا نے بوجہ خوشی کے ارباب نشاط کو طلب کیا نازنیاں مرصعین مع ساز و سامان حرم سرا میں
 حاضر ہوئیں اور بعد رقص کے مبارکباد گانے گین تمام حرم سرا میں ہنگامہ عیش و نشاط بلند ہوا ہر ایک عورت کا دل کڑ
 پرانے سے کمالی شاد ہوا بعد رقص کرنے اور گانے گئی نازنیاں خوش گلو کے ایک مطربہ خوب و خوش گلو غنچہ دہن ستمین
 زہرہ حسین خورشید جمال عظیم المثال صاحب کمال پیشواز پر زربے ہوئے بناؤ سنگار کیے ہوئے پیش ملکہ گردیدہ بانو
 حاضر ہوئی اور بعد ظاہر کرنے تکلفات اور کمالات رقص کے اس مطربہ مشوخ چشم فتنہ عشر نے بزمائش خواتین حرم سرا بظاہر
 ادا یہ غزل گانی شروع کی غزل

شب و صلت نہ گردہ پر دخل جاتا تو کیا ہوتا	مرے دل سے جواک اسان نکلتا تو کیا ہوتا	شب و صلت جھنگ کر ہاتھ میرا یا رہیو
کہ او ظالم مرا سینہ مسل جاتا تو کیا ہوتا	گرایا کیوں مری آنکھوں کی ریل اس طرح تو نے	جو طفل شک دامن پر چل جاتا تو کیا ہوتا
ویا بوسہ نہ کیوں تھے متاع حسن راض کا	وہم اک گنج کارون سے نکل جاتا تو کیا ہوتا	شب و صلت میں مجھے پونچھے ہیں شاد کے
بتاؤ وہ وہ وصل آج کل جاتا تو کیا ہوتا	مر زہ اپنے عاشق سے نہ کیوں کیوں کر سنا	دل فیر آتش حسرت سے جل جاتا تو کیا ہوتا
سوال وصل پراتو نہیں کی یا رہے لیکن	دلگرا اسکے منہ سے ہاں نکل جاتا تو کیا ہوتا	نہ پڑ حنا فاقہ لیکن رہے مرقد کی جانب سے
اگر نہ ہوتا ہوا وہ گل نکل جاتا تو کیا ہوتا	نہ پاتا اس میحاکے سوا صحت دل عاشق	طبیبوں کی دوا سے کچھ سنبھل جاتا تو کیا ہوتا
شکایت کی تو وہ پورے سبت تھے چلنے کے	شب زرق جوتیرا ہم نکل جاتا تو کیا ہوتا	پونچ جاتے رفاق شاہدین پر اور نہ رہے
یہ ارمان بھی اگر دل سے نکل جاتا تو کیا ہوتا	بس وقت طرب مسطور سے یہ غزل نہر کی کہ جو سرا سرا شافتہ تھی پیش ملکہ گردیدہ بانو	

وہ دیگر خواتین ذی وقار حرم سرا بعد ناز و ادا گاکر تمام کی اسوقت جملہ خواتین حرم سرا غزل مسطور کو شکرے بدرجہ کمال
 خوش ہوئیں بعض بعض نوجوان لازم خورتوں نے تو اکثر اشعار شافتہ غزل مسطور کے شکرے آہ سر و کھینچ کر اپنا اپنا
 نکلیا پکڑ لیا اکثر عورتیں کے پیش نظر اشعار غزل مسطور کے سامان وصل عاشق و معشوق پھرنے لگے مسرہ سے غزل
 ہنسنے لگا زخود رفتہ ہو گئیں اکثر غلامیوں کی زبانوں پر اشعار غزل مرقومہ شکرے ذائقہ بوس و کنار آگیا اکثر بہت سی پیشقدمت میں
 جواز حد مشتاق وصل یقین وہ اشعار غزل مندرجہ بالا کو استماع کر کے اور اپنی بد قسمتی پر کبھی نذر کر کے آنکھوں میں اشک
 بھر لائیں اور جو عورتیں لازم کہ نہایت ہی سن یقین وہ بھی غزل نہر کو شکرے اپنی اپنی جوانی کو یاد کر کے رونے لگیں
 اور ہر ایک شعر شافتہ پر کچھ خیال کر کے آنکی بھی رال منہ سے نکلتے مگر کثیرین جو نوجوان نوجوان یقین اور آرزو مند
 بوس و کنار یقین آنکی تو بہ کیفیت ہوئی کہ ایک ایک شعر کو سننے اور جانب خاک بھسرت نگاہ کر کے

پہلے تو روئین پھر اپنے مقدر کی بدی پر دل میں یہ خیال کرنے لگیں کہ مجھے اور کسی چاہنے والے سے زندگی میں کاہے کو وصل ہوگا لطف بوس و کنار اٹھانا نصیب ہوگا دیکھیے کوئی شخص ہمارے بھی گلشن خرمین سے گل چینی کرتا ہو یا نہیں دیکھیں کیا پناہی دامن آرزو گو ہر مراد سے محروم ہو یا نہیں امید ہو کہ اپنے طالع نافر جام سے یہ نہیں ہو کہ ہم بھی پہلو سے عاشق میں بعد راحت و آرام سوئیں گے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوا ہے کہ کسی طرح جفا سے چرخ بے مری سے دامن روئین سے وہ غور تین دنیا میں کیا خوش نصیب ہیں جنکے چاہنے والے جان تیار کرنے والے دو چار ہیں ایک ہم بد قسمت ہیں ہمارا شفیقہ اور فریفتہ اتھک ایک بھی نہیں ہر نہیں معلوم ہماری تقدیر میں کاتب قدرت نے کیا تحریر کیا ہے بقول سید شعر خط جبین پڑ جائیں جاتا کسی سے واہ لکھا ہر حق نے حال مقدر نئی طرح غرض حرم سرا میں مطربہ مذکورہ سے غزل مسطورہ شکر ہر طرز مورتوں کا جدا جدا حال اور خیال تھا الحاصل خواتین ذی وقار حرم سرانے خوش اور سرور ہو کر اس مطربہ کو مستقر زر کثیر اور جواہر بیش بہا انعام میں دیا کہ اس مطربہ خوش گلو کا دامن آرزو کیسہ زرد و جواہر سے بھر گیا مطربہ انعام کثیر پا کر خوش ہوئی اور پھر اپنے اندگاہنے لگی جب مطربہ خوب رو کا چکی اسوقت بلکہ لکھ گروہ بانو بزم عشرت موقوف ہوئی ناز تیان خوب و خوش گلو بھی نصبت ہوئیں

داستان آنا چار تھا بدارون کا خدمت حمزہ صاحبقران میں اور عرضی دنیا واسطے شادی کرینے اپنی لڑکیوں کے بعد پڑھنے عرضی کے مشورہ کرنا حمزہ صاحبقران کا خواجہ عروس سے اور تصویب میں تقسیم کرنا سردارون پر از انجلہ ایک ایک تصویر دنیا فرامرز اور کرب فازی کو اور کرب کا فرامرز سے تصویر لیکر تہ دنیا اور حمزہ صاحبقران کا کرب سے تصویر چھین کر فرامرز کو دینا اور کرب کا رنجیہ ہو کر اپنے خیمے میں جا کر خود اپنے گلے میں پھانسی لگانا اور خواجہ کافی الفور آنا اور حلقہ کند گردن سے کاٹ دینا کرب کا بیہوش ہو جانا خواجہ عمرو کار و تاسیر با توقیر کا یہ خبر شکر تشریف لانا اور عروس سے یہ کہنا کہ تم کرب کو ملکہ زبیدہ شیردل سے شادی ہونے کا مشورہ دو اور عمرو کا مشورہ دینا کرب کا خوش ہو کر آنکھیں کھول دینا پھر خواجہ عمرو کا سامان شادی کرب فازی کرنا اور بڑے تزک سے ملکہ زبیدہ شیردل کو بیاہ لانا و دیگر حالات رسائی نامہ

کمان ہو تو اس ساقی مہ جبین	نہ کر دیر آجلد میرے قرین	بڑی دیر سے ہر مری چشم خم	سرا ہوں میں آج تصویرم
عجب غم سے ہر حال قلب بگر	زما مجھ سے میکش کی بھی نے خیر	ہرے یکدے میں تری آبرو	بلا جلد ہو گئے خشک بو
خفا مجھ سے ہر آج کیوں سبک	دکھا مجھ کو تصویر نبت الغیب	مجھے اپنے ناز و ادرا کی قسم	نکھ میری آہ و بکا کی قسم
میری بقیاری کی تجھ کو قسم	میری اشکباری کی تجھ کو قسم	سر شیشہ مل کی تجھ کو قسم	بس اب موسم گل کی تجھ کو قسم
نہ کر دیر اس ساقی کم سخن	تبا کر دکھا دخت زنگوہ طہن	یہ نیکانہ بھی آج سچ اسطرح	کہ ہوتا ہے شادی کا گھر طریح
میری میکشی کا بھی سن سنے	لکھ لنگہ میں احوال عقد کرب	دکھا تو لنگہ نقشہ میں وہ کچھ	پھر تک جاے نانی بھی کچھ
غرض ساقیا کہ خیال ہنسہ	گو ارا نہ کراپ ظل اشہر	صور تکران نازک خیال و نقا شان مالی و ہنزا و خصال	

مصوران با کمال و صورت کشان عروس با جمال شیرین مقال عظیم مثال رنگین طرح و خوش بیان و جود و کیتاے جہان بیل خوش نوا و گلشن بخت و طوطی شیرین مقال جوستان فصاحت تصویر اس داستان رنگین کی بعد حسن و خوبی صفحہ بیان پر موقوف فکر سے اسطرح کہتے ہیں کہ زلزلات فانی سلطان حمزہ صاحبقران امیر عایشان بعد اداے ناز سحر بار گاہ سلیمانی میں دنگل پر تشریف رکھتے ہیں بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد عالی مقام تخت

جواہر نگار پر تمکن ہیں سرداران دست راستی اور بے ساداران دست چپی یعنی پانچ ہزار پانچ سو پچیس تیس ہزار
صفت تمکن یمن و یسار حمزہ صاحبقران و نگون پر بعد صولت و شوکت بیچے ہوئے ہیں اور حمزہ صاحبقران
ذو قیو قار و عقیقہ پڑھ رہے ہیں خواجہ عمر و کرسی ہر دو دن افزائین نیم سحر چل رہی ہو طائران خوش الحان
درختوں پر بیٹھے ہوئے بار بار حمد پر درود کا کر رہے ہیں نور سحر سے جہان روشن ہو آفتاب طلوع نہیں ہوا ہوا میر
یا تو قیر جانب صحرا سے سبزہ زار دیکھ رہے ہیں یکایک حمزہ صاحبقران نے ملاحظہ فرمایا کہ صحرا کی طرف سے غبار
بلند ہوا بعد چند ساعت کے امیر یا تو قیر نے یہ دیکھا کہ چار نقاد بارہ کہاے سرنگ و مشکلی پر سوار اسطرن چلے آتے
ہیں حمزہ صاحبقران نے دیکھتے ہی ان نقاد باروں کو پہچان لیا کہ یہ وہ نقاد بار ہیں جنہوں نے چاہے جیشیدی
پر جب میں نابینا ہو گیا تھا اگر میری مدد کی بھتی غرض مجھ سے دیکھنے نقاد باران مسطور کے امیر یا تو قیر نے واسطے
استقبال نقاد باران مذکور کے شانہ ہفت ملک کو روانہ کیا شانہ ہفت ملک بوجہ حکم حمزہ صاحبقران گئے اور نقاد باروں کا
استقبال کیا چاروں نقاد بار امیر یا تو قیر کی یہ عزت افزائی اپنی نسبت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ہمراہ شانہ
ہفت ملک کے بعد خوشی بارگاہ سلیمانی میں آنے پہلے بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد عالی مقام کو مجسرا کیا
بعد حمزہ صاحبقران کو آداب و تسلیم بجالائے اکثر سرداران نامی واسطے انکی تعظیم کے بایا سے امیر یا تو قیر
انھہ کھڑے ہوئے حمزہ صاحبقران نے خوش ہو کر اپنے قریب جواہر نگار کرسیوں پر انگوٹھا یا اور بعد
لطفت مزاج پر سی کی اور باعث آنے کا بھی دریافت کیا نقاد باران مذکور نے کہا کہ افضال خدا اور آپ کی کثرت
لوحا سے ہم بہ صحت و عافیت ہیں ایک نقاد بار ذمی وقار نے ایک عرضی حمزہ صاحبقران کی خدمت
میں گہرا نگر بیان کیا کہ سب ہمارے اسوقت آنے کا اس عرضی کے معنوں سے آپ پر ہوا اور ظاہر ہو جائے
امیر یا تو قیر عرضی اس نقاد بار سے لیکر خود پڑھنے لگے اور اس عرضی میں یہ معنوں تھا معنوں عرضی
بعد القاب لکھا تھا کہ از روز قاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالی شان آپ کو معلوم ہو کہ مصلحت
خدا سے ہم چاروں کے اندراج سے چار سو بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں اور اشاء اللہ فی الحال جملہ دختران پاک و
سن تمیز کو پہنچی ہیں اور ہر کو سب لڑکیوں کی شادیان کرنا منظور ہیں ہر چند کہ پہنچے سب مسکون میں چار سو
شاہزادگان نیک الطوار کی جستجو کی مگر کسی طرح ممکن نہ ہوئے چونکہ آپ کے لشکر فخر اثر میں صد ہا شاہزادگان
عالی وقار و بہادران نامدار یکتا سے روزگار ہیں لہذا ہم امیدوار ہیں کہ آپ کا رثواب جانگد دختران مرقومہ کو
شاہزادگان و بہادران لشکر کے منسوب فرمائیں اور ہم کو انکے مقدور نکاح کر دینے سے فرصت و سدا غنت
وین فقط زیادہ عداوب الہی آفتاب دولت و اقبال و شجاعت مدام تابان رہے عریضہ بندگان رب جلیل
یعنی نقاد باران خاکسار و ذیل جبوقت حمزہ صاحبقران عرضی مذکورہ بالا کو بخوبی پڑھ چکے عرضی کو رکھ کر
فکر کرنے لگے کہ ان نقاد باروں کی چار سو لڑکیاں ہیں انہیں نہیں معلوم حسین گنتی ہیں اور ہر شکل کس قدر ہیں
غرض ان سب کو ان شاہزادگان عالیو قار اور بہادران تور شہار سے کیونکر منسوب کیا جاسکے امیر یا تو قیر
نے یہ فکر کر کے خواجہ مسعود کو اپنے پاس طلب کیا جب خواجہ حمزہ صاحبقران کے پاس آئے اسوقت
امیر یا تو قیر نے خواجہ کو معنوں عرضی مسطور سے آہستہ آگاہی دے کر فرمایا کہ اس مقدمہ میں تم سے
مشورہ لینا چاہتا ہوں کس طور سے ان نقاد باروں کی لڑکیوں کو ان شاہزادوں و بہادران سے منسوب
کر دیں مجھ کو تو اس امر کا یہی ہر کہ چار سو لڑکیوں میں خوب صورت اور حسین بھی ہوگی اور اکثر بہ صورت

ابھی ہوئی پس جو لڑکیاں کہ حسین بنین ہیں انکو کن بہادرون سے منسوب کروں اور جو لڑکیاں کہ صاحب حسن و جمال
 ہیں انکو کن دلاورون سے منسوب کیا جائے اس خواجہ ان بہادرون میں سے حسن بہادر کو اس لڑکی سے جو حسین ہوگی
 میں منسوب کروں گا تو وہ بعد فقہ مجھے شاکی ہوگا ہر چند کہ میں اس کے نام اور انکی صورتوں سے آگاہی نہیں رکھتا فقط
 اس خیال سے یہ کہا گیا ہو کہ سب مرد خوبصورت نہیں ہوتے اور سب عورتیں حسین بنین ہوتیں پس اس خواجہ
 کوئی تدبیر ایسی کرنا چاہیے کہ ان نقابداروں کی جملہ لڑکیوں سے ہمارے لشکر میں جو شاہزادے اور بہادریں وہ
 آج ہی منسوب ہو جائیں اور سب کو بعد عقد کے مجھے شکایت باقی نہ رہے خواجہ عمرو نے جب کل تقریر امیر باوقیر
 کی سنی کہا کہ اس امیر باوقیر میرے نزدیک تو یہ مناسب ہو کہ آپ ان نقابداروں سے کہیے کہ اپنی دختر وں کی
 تصویریں معصرون سے کچھوائیں اور آپ ان سب تصویروں کو باہم ملا کر ایک منہ و چہرے میں رکھ کر ایک ایک تصویر
 پشت کی طرف سے اٹھا کر ہر ایک شاہزادے اور دلاور کو عنایت فرمائیں اس تدبیر سے ہر ایک بہادر ناخوش ہوگا اور
 جن صاحب تصویر کا جس بہادر کے عقد میں بکھڑا آنا ہوگا وہی تصویر اسکو آپ کے ہاتھ سے دستیاب ہوگی امیر باوقیر
 نے تقریر مذکور خواجہ عمرو کی شکے بہت پسند کی اور نقابداروں سے مخاطب ہو کر آہستہ فرمایا کہ جو کچھ آپ صاحبوں
 نے اس کا فہم میں تحریر کیا تھا میں نے بخوبی پڑھا آج ہی ہر ایک دختر آپ کی ایک ایک سردار سے منسوب ہو جاتی
 مگر بوجہ نہ ہونے انکی تصویروں کے ناچاری ہو پس اب آپ کو مناسب ہو کہ اپنی لڑکیوں کی تصویریں کچھ کر کسی روز سید
 لائے تاکہ موافق آپ کی آرزو کے ہر ایک دختر ہر ایک شاہزادے سے منسوب ہو جائے نقابداروں نے بھی چپکے
 سے کہا کہ ہم تصویریں کچھ کر لیتے آئے ہیں یہ کیکر حمزہ صاحبقران کے روبرو جملہ تصویریں رکھ دیں اسوقت امیر
 باوقیر نے خواجہ عمرو سے فرمایا کہ تصویریں تو میں تقسیم کیے دیتا ہوں لیکن ہر ایک بہادر کی شادی کا انتظام اور انعام تکم
 کرنا ہوگا خواجہ نے قبول کیا الغرض امیر باوقیر نے جملہ شاہزادوں اور دلاوروں کی طرف مخاطب ہو کر چاروں نقابداروں
 کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور حال شرافت و نجابت ظاہر کئے ان فیض بھان سے فرمایا کہ جس جس شاہزادہ تامل
 کو شادی اپنی کرنا منظور ہو اسوقت مجھے ایک تصویر بغیر دیکھے اسے اسی صاحب تصویر سے اسکا عقد کیا جائیگا اسوقت
 ہر ایک شاہزادہ ذیوقار اور ہر ایک دلاور بخود سننے تقریر حمزہ صاحبقران کے خوش ہو کر غالب تصویر ہوا امیر باوقیر نے
 جملہ تصویروں کو باہم ملا کر ایک منہ و چہرے میں پوشیدہ رکھ کر بغیر دیکھے ایک ایک تصویر ایک ایک بہادر کو دینی شروع کی از انکہ
 ایک تصویر فرامرز کو دی اور ایک تصویر کرب خاوری کو عنایت کی فرامرز تصویر مذکور کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا کیونکہ وہ تصویر
 ایک حسین اور خوبصورت شاہزادی کی تھی اور کرب خاوری تصویر مذکور دیکھ کر بخیرہ ہوا اسوجہ سے کہ وہ تصویر ایک
 ایسی بر شکل عورت کی تھی کہ جب کا قد بہت پست تھا بال سر کے بھورے تھے آنکھیں چھوٹی چھوٹی کرخی تھیں اور پیشانی
 تنگ تھی گردن کوتاہ تھی چہرہ گول تھا رنگ رخ سیاہ تھا ہونٹھ موٹے موٹے تھے اور دانت از حد بڑے تھے اور دو چار
 دانت تو ایسے باہر نکلے تھے کہ ہونٹھوں سے باہر تھے کراس درجہ چوڑی تھی کہ سینہ اور کہیں کچھ فرق نہ تھا الغرض کرب خاوری
 اس تصویر کو دیکھ کر از حد ناخوش ہوا اور صورت تصویر کی مسبب دیکھ کر لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھنے لگا آخر دلیں یہ خیال
 کرنے لگا کہ بنین معلوم مجھے کو ایسی تصویر ملی ہو یا اور دن کو بھی ایسی ہی تصویریں ملی ہیں پس اس کرب اسوقت مناسب ہو
 کہ فرامرز سے تصویر لیکر دیکھ کہ وہ تصویر کیسی ہو انقص کرب خاوری نے بعد اس خیال کرنے کے فرامرز سے تصویر مانگی
 فرامرز نے کہا کہ میں تصویر دیکھا کرب خاوری نے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینے میں تو کچھ مضائقہ نہیں تھا فرامرز نے جواب دیا کہ میں اپنے
 ہوس کو نہیں نہیں دکھاتا اگر اس شرط سے تصویر دیکھنے کو دیتا ہوں کہ تنہا بھی جو تصویر پائی ہو وہ تم بھی مجھ کو دیکھنے کو دے گا

سے بوجہ بد شکل ہونے آس تصویر کے قرامرز سے اقرار کیا کہ اچھا تم اس تصویر کو لیکو اور جو تمکو تصویر ملی ہو وہ مجھے دیکھنے کو دو قرامرز نے تصویر کرب غازی کو دیدی اور کرب غازی سے تصویر لے لی جب قرامرز نے اس پر صورت تصویر کو دیکھا تو سنسکے کہا کہ واہ واہ کیا شکل ہو دیکھ کر روئیں گھرے ہوئے جاتے ہیں مگر ہمارے کرب غازی کا جوڑ تو معقول ہے کرب غازی کو یہ فکر کتنا قرامرز کا نہایت ہی ناگوار ہوا اور دل میں اپنے یہ خیال کیا کہ قرامرز نے اس وقت مجھے مضحکہ کیا فرض کرب غازی تقریر طنز آمیز قرامرز کی سگے چپ ہو رہا اور قرامرز سے جو تصویر لی تھی اسے دیکھنے لگا جب سر اپاے تصویر کو کرب غازی نے بخوبی دیکھا تب پسند کیا کیونکہ وہ تصویر ایسی خوبصورت اور حسین عورت کی تھی کہ اگر پر ہی بھی اس تصویر کو دیکھتی تو اپنے حسن و جمال کو صاحب تصویر کے حسن و غریب سے کمتر پاتی الختصر جب کرب غازی نے تصویر کو اچھی طرح دیکھ لیا اس وقت قرامرز نے کہا کہ اب تصویر دے دو اور یہ تصویر لے لو کرب نے جواب دیا کہ ہننے تو یہ تصویر لے لی اب ہم اس تصویر کو نہ دینگے قرامرز نے کہا وہ تصویر نہ دینے کی بناؤ کرب غازی نے جواب دیا سبب تصویر نہ دینے کا یہ ہے کہ اپنا دل نہیں چاہتا کہ یہ تصویر دیکھ دین اور وہ تصویر لے لیں قرامرز نے کہا بہتر اور مناسب یہی ہے کہ تصویر دیدور نہ باعث ملال کا ہو گا کرب غازی نے جواب دیا کہ ہم تم سے ہرگز نہیں ڈرتے اگر کچھ دعوے شجاعت ہو تو بارگاہ سلیمانی سے نکل کے مقابلہ کرو اگر زبردست ہو تو مجھے یہ تصویر لے لو جس وقت قرامرز نے یہ تقریر کرب غازی کی سنی نہایت غصہ آیا اور راہ کیا کہ بارگاہ سلیمانی سے نکلکے جانے ہوا جا کر کرب غازی سے مقابلہ کر کے بزور شمشیر تصویر ناموس لے لینا چاہیے لیکن خیال قباب حمزہ صاحبقران بغیر اطلاع کیے ہوئے واسطے مقابلہ کے جانا مناسب نہ جانا اور اس وقت امیر باتوقیر کے پاس آکر یہ عرض کیا کہ اس نزاع کا فائدہ ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر فائشان کرب غازی نے مجھے تصویر دیکھنے کو لی تھی اب جو میں مانگتا ہوں تو نہیں دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اگر تمکو دعوے دلاوری ہو تو بزور شمشیر یہ تصویر مجھ سے لے لو پس یا تو آپ کرب غازی سے تصویر چکو و لو اوین یا مجھکو مقابلہ کرنے کی اجازت دیں مجھکو بغیر اپنے ناموس کی تصویر لے ہوئے کسی طرح چین اور قرار نہ آئیگا امیر باتوقیر تو بہادر و دلور اور دلاور و دل کو تصویر میں دے رہے تھے قرامرز کی گفتگو سنے فکر کر کے کرب غازی سے فرامنے لگے کہ کرب غازی کو تصویر کیوں نہیں دیتے اور جو تمکو مجھے تصویر دی تھی وہ تصویر قرامرز سے کس سبب سے نہیں لیتے کرب غازی نے عرض کیا مجھکو یہ تصویر پسند آئی ہے اسوجہ سے میں نہیں دیتا ہوں اور نہ دوں گا اور وہ تصویر مجھکو اچھی معلوم نہیں ہوتی ہے اس سبب سے نہیں لیتا ہوں حمزہ صاحبقران نے فرمایا کہ جو مجھے تمکو تصویر دی تھی وہی تصویر قرامرز سے لے لو اور پھرے اور اچھے کا خیال نہ کرو کیونکہ ہننے کسی سردار کو دیکھ کر کوئی تصویر نہیں دیتی تھی ان تصویروں میں جس صاحب تصویر سے چل لاؤی شادی کا ہوتا روز ازل کا تب قدرت نے لکھ دیا کہ ممکن نہیں کہ نو کرب غازی نے عرض کیا حضور نے بجا فرمایا لیکن کوئی شخص اچھی چیز کو چھوڑ کر بری شے نہیں لیتا ہر پس میں اس تصویر دہنڈے سے کیونکہ دست بردار ہو کر بد شکل تصویر کو لے لوں صاحبقران نے فرمایا کہ مصلحت خدا میں تو دخل نہیں لیکن بظاہر تمکو وہی تصویر لیتا ہوگی اور اسی صاحب تصویر کے ساتھ تمقاری شادی ہوگی کرب غازی نے عرض کیا مجھکو کسی طرح اس صاحب تصویر کے ساتھ شادی کرنا منظور نہیں ہے حضور وہ تصویر یا تو اور کسی سردار کو دیدین یا قرامرز ہی کے پاس رہنے دین امیر باتوقیر نے فرمایا یہ کبھی نہوگا کہ میں تمقاری خوشی کے واسطے نا انصافی کروں اور قرامرز کو رنجیدہ کروں قصہ ہر چند حمزہ صاحبقران کرب غازی سے تصویر کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں کہ یہ تصویر قرامرز کو دیدو اور وہ تصویر قرامرز سے لے لو مگر کرب غازی اول تو خیال اس کے کہ قرامرز یہ کہیگا کہ دیکھا کس طرح تصویر مجھ سے لی اس سبب سے تصویر نہیں دیتا ہر دوسرے یہ تصویر خوبصورت عورت کی ہے اسوجہ سے بھی دینے سے انکار کرتا ہوں غلہ بہادران تور شکار اور دلاوران جدیدہ روزگار اور خواجہ عمر

اور چار سو نقاد عالی وقار مع فرامرز تقریر امیر با تو قیر اور گفتگو کرب غازی سن رہے تھے اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے اکثر سرداران عالی فہم خیالی کر رہے ہیں کہ دیکھیے انجام اس گفتگو کا کیا ہوتا ہے ہا ورن مستدامت و دست چپ خاموش ہیں حمزہ صاحبقران کے بیٹھنے سے کوئی دلاور کرب غازی یا فرامرز مغربی کی حمایت نہ کر سکتا تھا حال جب کرب غازی نے متواتر سمجھانے پر بھی فرامرز کو تصدیق نہ دی اسوقت امیر با تو قیر نے ترش رو ہو کر کرب غازی کے ہاتھ سے تصویر چھین کے فرامرز کے حوالہ کر دی اور فرامرز سے تصویر لیکر کرب کو دیدی لیکن کرب غازی نے تصویر لیکر پھر حمزہ صاحبقران کے پاس رکھ دی اور عرض کیا کہ میں تو یہ تصویر نہ لوں گا اور یہ مکر لو جو چھین جانے تصویر کے کرب کا ہے حال ہوا کہ کاپی لگا لگا آئینوں میں ہاشک بھر دیا رنگ رخ کثرت رخ و لال سے متغیر ہو گیا فرامرز نے تصویر پارک اور بجانب کرب غازی ہو کر اشارہ سے سے کہا کہ وہاں جہاں جو منہ سے کہتے ہیں وہی کرتے ہیں دیکھا ہے جو کہا تھا وہی کیا تصویر نے لی اور تمھارے قول کی پابندی سنو کرب غازی کو اشارہ فرامرز سے اور زیادہ لال ہوا اسوقت کرب غازی نے یہ خیال کیا کہ ایسی ذلت اٹھا کر جینے سے تو مرنا ہی بہتر ہے یہ خیال کر کے دنگل پر سے اٹھا اور بارگاہ سلطانی سے نکل کر اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہوا جسوقت کرب غازی اپنے خیمہ میں پہنچا اور اندلس اشار خزن ملال چہرہ کرب غازی پر دیکر پریشان ہوا آخر بتیاب و بقرار ہو کر پوچھنے لگا اسوقت مزاج کیسا ہو کرب نے کہا آج تو بہت مزاج اپنا اچھا اور اندلس نے عرض کیا میں تو آج آپ کے چہرے پر آثار حزن و ملال ایسے دیکھتا ہوں کہ کبھی میں نے اسطرح آپ کو محزون اور غمگین نہ دیکھا تھا پس مجھ کو اپنا خیر خواہ جا کر جو امر باعث ملال کا ہو بیان کیجیے اور مجھے پوشیدہ نہ فرمائیے اگر کسی مشق حسین پر آپ کا دل آیا ہو اور اسکی فرقت میں آپ کو بقیاری اور اشکباری ہو تو آپ نقطہ اس مشق کا نام اور مقام و مسکن مجھ خاکسار کو بتا دیں میں ابھی جا کر ایسی عیاری کروں کہ اسکو راضی کر کے حضور کویت میں حاضر کروں اگر کسی شخص سے کچھ آپ کو صدمہ ہو پتہ ہو تو بھی حضور اس شخص کے نام سے مجھ کو آگاہی دیں میں ابھی باؤں اور بشر و اسکان آپ کا انتہام اس سے لوں اگر کسی سردار سے فی الحال آپ سے کچھ تکرار ہوئی ہو تو بھی حضور مطلق رخ نکریم و انتشار اللہ اس سردار سے سمجھ لیا جائیگا با فضل آپ کو واسطے دفع رنج و ملال کے یہ مناسب ہو کہ بڑے شکار صولے بنزیر ناہ میں تشریف لے چلین اور چند روز تک شکار کھیلین یا کسی جانب برائے تفریح دل چند دن کے واسطے سفر کریں کرب غازی نے فرمایا اور اندلس سوائے سفر کرنے کے اور کسی امر کو دل نہیں چاہتا ہو کچھ عجیب طریق کہ ہمارا بیان سے جلد سفر ہو یا اسوقت تک کہ لازم ہو کہ تو بیان سے چلا جا اور درخیمہ پر بیٹھ زیادہ باتیں کرنا تو اسے سر میں درد ہو رہا ہو حقوڈی بہتر تک مشقت کرینگے خبردار بعد پھر پھر کے اس خیمہ میں آئیو اور اگر جلد آئیگا تو کہو مجھے ملال ہو گا اندلس نے عرض کیا اسوقت میں تو دل نہیں چاہتا ہو کہ آپ کو محزون و تنہا خیمہ میں چھوڑ کر چلا جاؤں مگر خلاف حکم بھی نہیں کر سکتا جاتا ہوں افسوس آپ نے اپنا حال دل مجھے بیان نہیں کیا یہ ابید مجھ کو آپ سے کسی طرح نہ تھی کرب غازی نے جواب دیا اور اندلس اگر کوئی بات ہوتی تو بیان کیجاتی اور جو امر ہو گا وہ ظاہر ہو جائیگا القہر اندلس عیار بموجب حکم کرب غازی درخیمہ پر آکر بیٹھا اور باہر جانے اندلس کے کرب غازی نے حلقہ کے لیکر اور کرسی پر کھڑے ہو کر خیمہ کی سقف میں نہایت مستحکم باندھے اور ایک حلقہ لکھنے لگا کہ دیکھا رہے دیا اور اس حلقہ کند کو اپنی گردن میں ڈال کر پانوں سے کرسی کو ہٹا دیا بجز وہاں سے کسی کے کرب غازی لکھنے لگا بیان تو کرب غازی اپنے گلے میں چانسی لگائے ہوئے لکھتا ہے لیکن اب کچھ حال خواجہ عمر و کا بیان کیا جاتا ہے جسوقت کرب غازی بارگاہ سلطانی سے بوجہ چھین جانے تصویر کے رنجیدہ ہو کر چلا تھا خواجہ عمر و نے بھی دیکھا اور اپنے آنے کرب غازی کے خواجہ عمر و کو بیٹھے بیٹھے خیال ہوا کہ کرب غازی بیان سے طول ہو کر گیا اور ایسا شوکت تینوں ملال

کے عرض خواجہ عمر و بارگاہ سلیمانی سے انکار جانب خیمہ کرب غازی روانہ ہوئے اور جلد تر راہ کر کے قسریہ خیمہ پہنچے تو دیکھا کہ اندلس عیار درخیمہ پر سر جھکا سے ہوئے کسی فکر میں بیٹھا ہو خواجہ عمر و نے اندلس سے پوچھا کہ غازی فرزند میرا کہاں ہے اندلس نے عرض کیا کہ خیمہ میں جھک کر کسی طرح رہتے نہ دیا اور یہی کہنا کہ تو بیان سے چلا جا آخر میں جو رہا ہو کر بیان کر بیٹھا ہو خواجہ عمر و نے کہا کہ اندلس بڑا آج غضب ہوا خدا خیر کرے یہ تو بتا بجگا بیان بیٹھے ہوئے کتنی دیر ہوئی اندلس نے کہا زمانہ قریب ایک ساعت کا گذرا ہوگا خواجہ عمر و اب توبت بیاب اور بقرار ہوئے اندر خیمہ کے گئے اور اندلس بھی ہمراہ خواجہ عمر و خیمہ میں داخل ہوا جس وقت خواجہ عمر و خیمہ میں داخل ہوئے عجب واقعہ لال افزہ نظر آیا یعنی دیکھا کہ کرب غازی اپنی گردن میں پھانسی لگائے ہوئے لنگتا ہوا درخت و پائے کے ایسے متحرک ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسم سے جان نکل رہی ہو خواجہ عمر و نے جو یہ حال کرب غازی کا دیکھا بصد فریاد و اشکباری جلد تر خیمہ سے حلقہ کند گلوئے کرب غازی سے کاشیا بعد حلقہ کند گلوئے کے جب کرب غازی زمین پر گرنے لگا فی الفور خواجہ نے کرب کو اپنی آغوش میں لیکر ستر نرم پر لٹا دیا اندلس عیار نے جو یہ حال کرب غازی کا مشاہدہ کیا اور خواجہ عمر و کو روئے دیکھا خود بھی یہ آواز بلند فریاد و فغان کرنے لگا اور کرب غازی کے گرد پھر پھر کے تصدق ہونے لگا اور یہ کہنے لگا کاشکے یہ خادم آپ کا بوض آپ کے ہلاک ہوتا اور کاشکے میری آنکھیں نہ بنیا ہوتیں کہ میں یہ حال پر لال آپ کا نہ دیکھتا عرض اسی حالت بقیاری اور اشکباری سے خدمت میرا با تو قیر میں گیا زلزلة فانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر مالیشان کہ تصویریں تقسیم کر چکے تھے اور بیٹھے ہوئے تھے اندلس کو بقرار اور اشکبار دیکھ کر گھبرا گئے اور بیاب ہو کر پوچھنے لگے ارے خیر تو ہر اندلس نے عرض کیا حضور بڑا غضب ہو گیا مجھ پر اور خواجہ عمر و پر ظاک تم گر پڑا اب زندہ رہنے کو میرا دل نہیں چاہتا حمزہ صاحبقران نے فرمایا کہ اندلس مفصل حال بیان کر کیا ہوا اندلس نے بصد فریاد و فغان عرض کیا حضور اگر آپ کو کرب غازی کو دیکھنا منظور ہو تو جلد تشریف لے جائیے تاکہ حال اچھا نہیں ہو امیر با تو قیر نے اشکبار ہو کر پوچھا کہ اندلس سبب ناسازی مزاج کرب غازی سے تو کچھ خبر دے ذرا ہوش میں آکر اچھی طرح احوال بیان کر اندلس نے عرض کیا امیر با تو قیر بارگاہ سلیمانی سے آج جب کرب غازی اپنے خیمہ میں گئے تھے میں خیمہ میں بیٹھا تھا مجھے فرمانے لگے کہ تو اس وقت خیمہ کے باہر چلا جا میں نے بت پوچھا لیکن کچھ حال صاف بیان نہ کیا میں بیکجوری بموجب حکم باہر خیمہ کے چلا آیا اور درخیمہ پر بیٹھا بعد بخوڑی دیر کے خواجہ عمر و آئے اور کرب غازی کو مجھ سے پوچھنے لگے میں نے عرض کیا کہ اب غازی خیمہ میں ہیں اور تمام حال بھی اپنے باہر خیمہ کے آنے کا بیان کیا خواجہ عمر و خیمہ میں تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ خواجہ عمر و خیمہ میں گیا وہاں جا کر عجب واقعہ لال افزہ نظر آیا یعنی میں نے دیکھا کہ حلقہ کند گردن میں کرب غازی کے ہر اور دست و پا متحرک ہیں خواجہ نے حلقہ کند کا جلد گردن سے کرب غازی کے کانٹا اور فرش پر لٹایا اب کرب غازی بیہوش ہیں آمد و شد نفس کی تو ہر گز آثار اچھے نظر نہیں آتے ہیں خواجہ عمر و نے کرب غازی کے بیٹھے ہوئے ہوئے ہیں حمزہ صاحبقران اور جلد بہادران یہ خبر لال اثر شکے منوم ہوئے لیکن سب کے پہلے امیر با تو قیر بعد بھیل و اشکباری ہمراہ اندلس خیمہ کرب غازی میں تشریف لائے خواجہ عمر و نے جو حمزہ صاحبقران کو دیکھا کثرت سے تار و فغان کر کے یہ کہا کہ اگر حمزہ صاحبقران آپ ہی میرے فرزند کے باعث ہلاکت ہوئے آپ کو یہ منظور ہوگا کہ میرا فرزند زندہ رہے ہے آپ خوش ہوں کیونکہ بظاہر کرب غازی کے آثار زندہ رہنے کے معلوم نہیں ہوتے افسوس ہزار افسوس ایک تصویر کے واسطے تصویر اس شیریشہ شجاعت کی خاک میں ملا چاہتی ہو امیر با تو قیر کیا خوب آپ نے قدر و منزلت نظر کردہ شاہ ولایت کی جتنی آپ کو اس وقت مناسب تھا حمزہ صاحبقران نے فرمایا کہ خواجہ میں نے کیا کیا کچھ کہو تو خواجہ عمر و نے جواب دیا کہ امیر با تو قیر آپ ہی تو اس میرے فرزند کے باعث ہلاکت ہوئے اگر فرزند کی دی ہوئی تصویر کو اس میرے فرزند سے آپ ترش

ہو کر بارگاہ سلیمانی میں سب کے سامنے چھین نہ لیتے تو یہ غیرت دار میرزا فرزند اپنے تین ہلاک نہ کرتا آپ کو تصور اس بہادر سے
 لینا لازم نہ تھا آپ مجھے فرماتے ہیں تو سمجھا کر اس دور سے تصویر لیکر آپ کو دیتا پھر وہ تصویر فرامرز کو دیتے ہاں
 اپنے میرے اس فرزند کو بارگاہ سلیمانی میں روبرو جملہ سرداروں کے ذیل کیا اور یہی باعث اس غیرت دار کا خود اپنی گردن
 میں پھانسی لگانے کا ہوا اگر میں اور تھوڑی دیر تک بیان نہ آتا تو اس اپنے فرزند کو زندہ بھی نہ پاتا افسوس آپ نے فرامرز کی
 دل شکنی کا خیال کر کے میرے اس فرزند کو ایسا رنجیدہ اور ذلیل کیا کہ اس نے اپنا یہ حال کیا ہاں آپ نے یہ بھی خیال نہ کیا
 کہ اگر کرب غازی، راض ہو کر اپنے تین ہلاک کر گیا تو عمرو کو بھی بہت ملال ہو گا حمزہ صاحبقران نے فرمایا اور خواجہ
 گلنگ کو یہ معلوم ہوتا کہ تصویر لینے سے یہ حال کرب کا ہو گا تو میں ہرگز کرب غازی سے تصویر اس وقت نہ لیتا خیر اور خواجہ
 اب میں بعض اُس تصویر کے تمھارے فرزند کرب کو ایسا خوش کرتا ہوں کہ تمھارا فرزند اُس تصویر کا ذرا بھی خیال نہ کر گیا
 اور وہ امر باعث مسرت یہ ہو کہ تم ابھی کرب غازی کو بعض اُس تصویر کے یہ مژدہ دو کہ تمھارے ساتھ شادی ملکہ زبیدہ
 شیردل کی فی الحال کر دی جائیگی خواجہ عمرو نے کہا امیر باتوقیر اگر یہ میرا فرزند صحیح و سلامت رہا تو میں اس فرزند کی شادی
 کروں گا حمزہ صاحبقران نے فرمایا بھلا تم کیا شادی کرو گے تمکو اتنی قدرت کہاں ہو اور بالفرض اگر کچھ ہو بھی تو کتنے پتہ
 صرف نہ کیا جائیگا خواجہ عمرو نے یہ جو تقریر امیر باتوقیر کی سنی بھلا کر کہا کیا مجھ کو آپ نے محتاج سمجھا اور آپ دیکھ لیجئے گا کہ کس طرح
 کرب غازی کی شادی کروں گا کہ شاہانِ جهان کو رشک ہو گا اگر خدا نے بھی چاہا اور فرزند میرزا زندہ رہا حمزہ صاحبقران
 گلنگ کو خواجہ عمرو کے خاموش ہو گئے خواجہ نے بعد شفقت کرب غازی کے کان میں کہا اور فرزند اب تو ہوشیار ہو اور
 خوش ہو تمھاری شادی ملکہ زبیدہ شیردل سے ہوئی کرب غازی چونکہ بیوش تھا ہوشیار ہوا لیکن بعد تدارک دفع
 غشی پھر خواجہ نے گوش کرب بن کہا کہ اگر کرب غازی اور فرزند ارجمند اب تو ہوشیار ہو اور شادی ہو تیرے ساتھ شادی
 ملکہ زبیدہ شیردل کی بعض اُس تصویر کے ہوگی اور فرزند کیوں اس قدر اپنے تین بتاتا ہو ہوشیار ہو جب خدا سے
 خواجہ گوش کرب بن ہو چکی اور کرب غازی نے سنا کہ میرے ساتھ شادی ملکہ زبیدہ شیردل کی ہوگی فی الفور خوش
 ہو کر آئین کھولیں خواجہ عمرو اور حمزہ صاحبقران کو بھیجے ہوئے دیکھ کر کرب جلد آئے بیٹھا خواجہ عمرو اور حمزہ
 صاحبقران کو بوجہ سلامت رہنے کرب غازی کے کمال خوشی ہوئی اور زرخیز و سفید سر کرب غازی پر نثار کیا اس
 اثنائ میں اور بھی سردارانِ نادار خیمہ کرب غازی میں آئے اور کرب غازی کو زندہ اور سلامت دیکھ کر سب خوش ہوئے
 اندلس حیار بھی بہت خوش ہوا پہلوان عادی پر کرب غازی بھی از حد شاد و مسرور ہوئے بعد ہوشیار ہوئے
 کرب غازی کے حمزہ صاحبقران اور سردارانِ نادار خیمہ کرب غازی سے اٹھ کر چلے گئے امیر باتوقیر نے سوم مارچ
 داخل ہو کر ملکہ گرویہ بانو سے کیفیت نسبت قرار پانے ملکہ زبیدہ شیردل کی بیان کی ملکہ گرویہ بانو نہایت خوش
 ہوئیں بعد اسکے زلزلہ قات ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر فائشان نے سامانِ شادی کرنا شروع کیا امیر باتوقیر
 تو سامانِ شادی میں مصروف ہیں لیکن اب کچھ حال کرب غازی اور خواجہ عمرو کا لکھا جاتا ہے بعد چلے جانے حمزہ
 صاحبقران اور سردارانِ ذیشان کے کرب غازی نے یہ خیال کیا کہ شادی میری دیکھیے کیونکہ ہوتی ہو کیونکہ میں بمقابلہ
 امیر باتوقیر کچھ حقیقت نہیں رکھتا میں بمنزلہ ایک گدا کے ہوں اور امیر باتوقیر مرتبہ میں مثل شاہ کے ہیں پس میرے بعد آنکے
 نسبت کسی طرح ہو نہیں سکتی امیر باتوقیر سامانِ شادی ایسا کرینگے کہ شاہانِ جهان رشک کرینگے اور والد پہلوان عادی
 غسل فرما کے سامانِ شادی کا کرینگے جب خواجہ عمرو نے کرب غازی کو نہایت غفلت اور متورہ دیکھا پوچھا اور فرزند پہلے ہی
 شاد و مسرور تھے اس وقت میں تمکو مخزون پاتا ہوں اسکا کیا سبب ہو بیان کرو کرب غازی نے عرض کیا مجھ کو اس وقت

یہ ظہری کہ میری شادی کیونکر ہوگی کیونکہ اس وقت ناماری ہو اور دل چاہتا ہو کہ شادی میری اچھی طرح ہو خواجہ عمر و نے فرمایا کہ
 فرزند تم کچھ ترودہ کرو میں تمہاری شادی کرونگا اگر اس طرح کہ جس قدر روپیہ شادی میں صرف ہو گا سب اصل و سود تم کو ادا
 کرنا ہوگا کیونکہ تم جانتے ہو جس طرح میری بے سزا و قات ہوتی ہے اسے پاس کچھ بھی نہیں رکھتا لیکن صاحبزادہ سے اگر میں روپیہ کے
 واسطے کوئی بات تو یقین ہو کر وہ نکار نہ کرے بلکہ ادا و جہت میں آئے طلب کرونگا کہ قرض دینے کے اس فرزند اگر خدا نے چاہا تو تمہاری
 شادی اس طرح کرونگا کہ اسیر با تو قریب بھی سامان تمہاری شادی کا دیکھ کر خیر ہوئے کرب غازی نے عرض کیا میں آپ کے حال سے
 بخوبی واقف ہوں آپ کو تو روپیہ قرض لینے کی ضرورت نہیں ہو خواجہ نے فرمایا اس فرزند اگر یہ خیال ہو کہ زبیل میں نہ خیر
 ہو تو یہ خلاف عقل ہو اگر میرے پاس زر کثیر ہوتا تو میں اس حال سے کبھی نہ رہتا کرب غازی نے عرض کیا اگر کوئی فرزندانی
 شادی کا مصارف اپنے والد کو دیتا ہو گا تو میں بھی آپ کو دوں گا خواجہ عمر و نے فرمایا تم کو ضرور دینا ہو گا کرب غازی نے
 لشکر عرض کیا حتیٰ الامکان میں آپ کا فرما بجا دوں گا خواجہ عمر و کرب غازی سے یہ تقریر دہلیز پر کر کے چلے گئے اور
 حمزہ صاحبقران نے خواجہ زادوں کو طلب کر کے دریافت فرمایا کہ فی الحال واسطے عقد و نکاح کے کون سی تاریخیں مقرر
 خواجہ زادوں نے تھوڑی فکر کے کئی تاریخیں جو سہ تین بیان کیں حمزہ صاحبقران نے خواجہ عمر و کو ان کے دن اور ہر
 وغیرہ کے دن سے اطلاع دی خواجہ عمر و نے دو دن قبل آنے مانجھے کے حد انجام فلک فرما استادہ کرانے اور بارگاہ
 وانیالی کو بھی استادہ کرایا اور فرش نفیس و ادنیام اور بارگاہ وانیالی میں بچھوایا حد بادنگل بچھوایا اور کرسیاں جو انکار
 خیام و بارگاہ میں رکھوائیں انہیں ایک تختہ جو ہر نگار بھی زبیل سے نکالے بارگاہ وانیالی میں واسطے سعد بن قبا و
 بادشاہ لشکر اسلام کے بچھوایا اور واسطے روشنی کے ہزار ہا جھانڈا درکنول اور مردنگ وغیرہ زبیل سے نکال نکال کے عیاروں کے
 کہا کہ مقامات مناسب پر جھانڈا لٹکاؤ اور مردنگیں اور فالو سین رکھو خبردار کوئی شوٹے نہ پائے ورنہ ہڈیاں تمہاری توڑ
 دیا کون گا جملہ عیاران لشکر و ڈوڑ کے کام کرتے تھے اگر کسی عیار سے کوئی کنول لٹکا جاتا تھا خواجہ عمر و کو نہایت غصہ آتا تھا
 کوڑے سے اسے مارنے لگے اور کہتے تھے یہ کنول دو ہزار روپیہ کا تھا ظان سو اگر سے ظان مقام پر میں نے مول لیا تھا جگو کہ
 قیمت دینی ہوگی وہ عیار کوڑے اپنی پیٹھ پر کھاتا تھا اور ترپ ترپ کے کہتا تھا اچھا خواجہ میں کنول کی قیمت دوں گا بلکہ تین
 ہزار روپیہ دوں گا جگو چھوڑ دیجیے اب ایسی خطا مجھے کبھی نہ ہوگی خواجہ تین ہزار روپیہ کے لالچ سے اسکو چھوڑ دیتے ہیں
 اور عیار اس عیار کا حال زار دیکھتا اور خواجہ سے دیکھ کر اچھی طرح کام کرنے سے غرض خواجہ عمر و نے بدورستی خیام و بارگاہ
 محبت سے ایوان بلند و وسیع میں بھی برائے خواتین فرش کرایا اور جھانڈا اور کنول وغیرہ سے ہر ایک ایوان کو آراستہ کرایا اور
 جملہ اسباب ضروری ہر ایک ایوان میں بیکم خواجہ عیار موجود ہو گیا اور اسکے خواجہ عمر و نے سعد بن قبا و بادشاہ لشکر
 اسلام اور ملکہ آسمان پر سی اور ملکہ گلشن آرا اور ملکہ راجہ اطلس پوش اور پیران بزرگ چہرا اور عبدالرحمن جینی اور
 لندھو اور مالک اثر اور سیرام گرد و خاقان چین اور فرامزاد مغربی اور فرخ شہسوار قلندر اور حمزہ سردار الد
 وغیرہ کو مہمانی میں طلب کیا وادی بیان کرتا ہو کہ سوئے ملکہ گردیہ بانو ملکہ زبیدہ شیردل اور چند سرداروں کے امیر با تو قریب
 کی طرف اور کوئی نہ تھا سب کو خواجہ عمر و نے اپنا مہمان کیا تھا جو عورتیں پردہ قاف سے آئی تھیں اور جو خواتین زیور و قاریاں
 تھیں سب کو انہیں مکانات میں جو آراستہ کیے تھے خواجہ نے مقیم کیا تھا اور جملہ سلاطین اور شاہزادوں اور سرداروں کو بارگاہ
 وانیالی میں مقیم کیا تھا اور مردان لشکر کو جو غیر سردار تھے انکو خیام میں فروکش کیا تھا اور حد بان و زینان خورشید جمال ماہ تمثال
 عدیم المثال جو علم موسیقی میں پیش و پیچ تھیں انکو بلوایا تھا اور خیام میں علیحدہ انکو مقیم کیا تھا اور اکثر سرداروں کو بموجب آنکی
 توتیر کے جدا جدا ہر ایک سردار کو انتظام سرانجام کار شادی سپرد کیا تھا مجھے سردار خیل کوئی کام سپرد نہیں کیا گیا تھا

وہ خواجہ سے یہ کہتے تھے کہ ہمکو بھی کسی کام کا انتظام سپرد کیا جائے از انجمن پهلوان عادی خواجہ عمر سے بار بار کہتے تھے
 ہمکو باورچی خانہ کا انتظام سپرد کیا جائے ہم کھانا نہایت لذیذ اور خوش ذائقہ باورچیوں سے کوانٹیکہ خواجہ عمر کہتے تھے
 میں تمکو ہرگز باورچی خانہ کا انتظام سپرد نہ کروں گا کیونکہ تم شب و روز میں بہت سی دہلیز کھانے کی خالی کرو گے جہانگ
 کہتے کھایا جائیگا خوب کھاؤ گے نعمان بیچارے مجھ کے رہ جائیگے میری ذلت ہوگی پهلوان عادی پٹ پر اپنے ہاتھ پیر
 کہتے تھے اے خواجہ میں زیادہ نہ کھاؤں گا فقط اپنا پیٹ بھرنے کا ست و رات اور زانہ بید سے سیر ہو کر میں نے کھانا نہیں
 کھایا ہو میں چاہتا ہوں کہ اپنے فرزند کرب قازی کی شادی میں تو سیر ہو کر کھانا کھاؤں خواجہ ہنس کر جواب دیتے تھے کہ
 اچھا کھانا سیر ہو کر کھانا مگر تمکو انتظام باورچی خانہ کا سپرد نہ کیا جائیگا قصہ بعد دور کے زلزلات ثانی سلیمان حمزہ
 صاحب قرآن امیر عایشان نے ماٹھا پڑے سے سامان اور جلوس شاہانہ سے بھی اگر حال تحمل و جلوس وغیرہ تحریر کیا جاتا
 تو طول ہوتا اسوجہ سے تحریر نہیں کیا اور جو قصہ خوان کیا غرض جبوقت ماٹھا آیا کرب قازی نہایت خوش ہوئے
 خواہ میں نے کرب قازی کو ایوان میں طلب کیا بلکہ قریشیہ نے کرب قازی کو ماٹھا پہنایا بعد اسکے نازنیاں خوب و اور
 خوش گلوں نے ناچنا اور گانا شروع کیا اور باہر بھی بارگاہ وانیالی میں اور خیام میں نازنیاں خوب و خوش گلوں و بر و جلوس
 سلاطین اور شاہزادگان اور سرداروں کے گانے گائیں کرب قازی بھی بعد ماٹھا پہننے کے ایوان سے باہر آکر بارگاہ وانیالی
 میں مسند پر آئے اکثر سردار واسطے تعلیم کے کھڑے ہوئے جب کرب قازی مسند زار پر بیٹھے نازنیاں خوب و خوش
 گلوں و بر و دے کرب قازی ہزار وادار قس کرنے لگیں اور بعد مبارکباد کے غزینہ عاشقانہ گانے لگیں اور دہاسے اہل
 بزم کو اپنے رقص و نغمہ سے خوش کرنے لگیں علامہ بارگاہ وانیالی کے جملہ خیام میں جہان جہان سردار اور غیر سرداروں کو
 اورادہ فرشتہ نفیس و نامور پر بیٹھے ہوئے تھے نازنیاں خورشید جمال زہرہ خصال ناحتی تھیں اور گاتی تھیں چونکہ وقت
 شام کا تھا نقار خانوں میں نقارچی جوڑے رنگیں پہنے ہوئے نقارہ ہائے کلان یوں بجاتے تھے کہ آن نقاروں کی صدا
 فلک تک پہنچتی تھی اور ہر ایک شہنشاہ شہنااسطرح بجاتا تھا کہ سننے والوں کے دلوں کو ایک طغٹ حاصل ہوتا تھا غرض
 اسطرح کسی شب و روز تک بزم نشاط آراستہ رہی اور فغانہ و شور کو س شادی بلند رہا بود ساخن اور بھندسی کے جب ان
 برات کا آیا خواجہ عمر و نے کرب قازی کو بعد خوشی دوٹھانایا اور خلعت شادی نہایت ہی پر زار اور ایسا نفیس و نادر کہ
 کبھی چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہو گا پہنایا اور سہرہ پھولوں کا زرتار سر اپا بہار سر پر باندھا اور فیل میمونہ لندھو پر پرکھ
 آسپر نہایت ہی نادر و نفاذ ظلالی کسا ہوا تھا اور بھول جی سر اسر زرتار تھی خواجہ عمر و کرب قازی کو لیکر سوار ہوئے اور
 اندلس کو بھی خواہی میں بٹھالیا اور زرتار سرخ و سفید ہمیں و سیار بہر تار نہایت کثرت سے رکھ لیا بعد سوار ہونے نوشاہ
 کے جملہ سلاطین عالیو قار سرداران نامداد فیہرہ فیلان کوہ شکوہ اور اسپان ابلق و سرنگ و شکی پر سوار ہوئے بعد اسکے
 خواتین ذلیو قار و سنان عالیو قار مانند ملک آسمان پر سی اور ملک گلشن آرا اور ملک رالیدہ اطلس پوش وغیرہ صد ہا خواتین
 نفیس و نادر فینسون اور زرتار سکپا یوں میں سوار ہوئیں بعد سوار ہونے خواتین کے صد ہا سرداروں نے انتظام کیا
 جب بخوبی انتظام ہو چکا برات ہزار تحمل و جلوس جانب مکان عروس ہوا وہی راوی کہتا ہوں کہ کثرت باجون کی اس قدر تھی
 کہ زمین صداسے نقارہ و دہل وغیرہ سے دیمدم دہتی تھی اور شور باجون کا اس درجہ بلند تھا کہ تا فلک صداسے دہل و نقارہ
 وغیرہ کی جاتی تھی پردہ گوشاہے ساکنان ملک کثرت آواز نقارہ و دہل وغیرہ سے بچے جاتے تھے پیر فلک دیکھ کر تعجب
 تھا جلوس اس قدر تھا کہ کئی فرسخ تک سوائے جلوس کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا ہزار ہائے بک خواجہ عمر و بجاسے آب مشکون
 میں کیوڑہ اور عرق گلاب بھیرے ہوئے آگے آگے چڑھاؤ کرتے جاتے تھے اور گرد و نقارہ بھگاتے جاتے تھے

اور اکثر سادھن عالیو قاریمین دیسار نوشاہ تھے خواجہ عمر و نے بعد ابلکہ ہزار بار جوڑے ادنی مردان اور اکثر عیارون کو بھی دیکھے تھے خصوصاً اندلس کو تو سب بھاری جوڑا پر کلفت دیا تھا اور خود بھی لباس فاترہ زیب تن کیا تھا روشنی دو جانب اسدھ حتی کہ بنیائے آفتاب کی کچھ حقیقت نہ تھی علاوہ روشنی کے دوسرے مکان نوشاہ سے نامکان عروس آتش بازی گاڑی گئی تھی آتش بازی بجو خواجہ عمر و دو جانب راہ میں جو آتش بازی چھڑاتے تھے زیادہ روشنی ہوتی تھی جب کوئی آتش بازی متاب چھڑاتا تھا اس وقت ماہ فلک نور و مینا سے متاب کو دیکھ کر شرم سے ابر میں پوشیدہ ہو جاتا تھا اور جب آتش بازی رنگین چرخیان چھڑاتے تھے چرخ و دیکھ کر مین آتا تھا اور جب کسی قلعہ میں آتش بازی کے آتش بازی آگ لگاتے تھے قلعہ گردون کو اپنے اڑ جانے کا خوف ہوتا تھا اور دھوان آتش بازی کا شگ و غبر بولتا تھا جہاں سلاطین و شاہزادے اور سردار وغیرہ خصوصاً نوشاہ اور خواجہ عمر و تماشاً آتش بازی کا دیکھتے جاتے تھے خواجہ عمر و دونوں اہتوں سے زرسرخ و سفید اٹھائے راہ میں سرکرب فازی پر تار کرتے جاتے تھے غربا اور مساکین زرسرخ و سفید راہ میں لوثتے جاتے تھے پہلوان فازی نے جو کثرت سے کھانا کھایا تھا گھوڑے پر بیٹھا جاتا تھا راہ میں گھوڑے سے اتر اتر پڑتے تھے اور کہتے تھے کہ آج نہیں معلوم کیا ہو کہ مجھے گھوڑے پر سوار نہیں ہوا جاتا جو جانتے تھے وہ اپنے دل میں کہتے تھے کہ بسبب زیادہ کھانا کھانے کے گھوڑے پر بیٹھا نہیں جاتا القصد جب برات ساتھ قبل و جلوس مذکور کے مکان عروس پر پہنچی وہاں بھی کثرت سے آتش بازی کی تھی اور خواجہ عمر و نے زرسرخ و سفید وہاں تو کثرت کرب فازی کے سر پر تیار کیا زرافات ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان نے جو پوشیدہ ہو کر قبل و جلوس برات کا دیکھا اور خواجہ عمر و کا زرسرخ و سفید کثرت تیار کرنا غلط کیا نہایت متحیر ہوئے اور خیال کرنے لگے کہ خواجہ عمر و نے جو کہا تھا کہ برات بڑے ترک سے لاؤنگا حقیقت میں ویسا ہی کیا غرض اُن سرداروں نے جو حمزہ صاحبقران کی جانب تھے انھوں نے بارگاہ سلیمانی اور دیگر خیام فلک فرسا میں نوشاہ یعنی کرب فازی اور جہاں سلاطین اور شاہزادوں اور سرداروں کو بصد عزت و توقیر بٹھایا خواجہ عمر و بھی بارگاہ سلیمانی و دیگر خیام میں سامان کلفت دیکھ کر تعجب ہو گئے بعد بیٹھنے کرب فازی وغیرہ کے جو نازنیاں خوردشید مہال زہرہ خصال قبل جانے برات کے وہاں پہنچ گئی تھیں فی الفور حاضر ہوئیں اور بصد کرب فازی ناچنے اور گانے لگیں ازاں بعد ایک نازنین حسین نے روبرو سے نوشاہ حاضر ہو کر یہ خوشنمازل بصد ناز

ادامشروع کی غزل

عشق بازی کامری چارلا	فر کے بھی اس طرح میں زندار	ہوں وہ لاغریں گیا صحرائیں	ہم سہری پر خار سے الجھار
دیکھ کر چشم سیاہ یار کو	حال کیا اسے تر گس شلار	اس پر ہی پکڑے سر کی قسم	تیرے گیسو کا مجھے سودار
میکہ سے یں بود سیر کرنے سے	چشم پر خم سا غر صبار	میں نے جب پوچھا کہ ہو گا دل	شکے بوسے وعدہ فردار
سب چاہے تھے وصال یار میں	بے مجاہدی کا فقط پر دار	آہ بھی عاجز رہی رفت کی	مجھے تالان خود مرانا لار
ہجر جانان میں راہ ہر دم طیل	ایک شہر دو دن نہ میں اچھار	جس وقت غزل مسطور نازنین	مذکور نے روبرو سے

نوشاہ و صاحبان جہم بعد ناز و ادا گالی ہر ایک جوان و پیر غزل سنکے خوش ہوا خصوصاً خواجہ عمر و از حد مسرور ہوئے اور زرخیز انگو انعام دیا مگر یہ مسطورہ انعام واقرا پاکر اور غزلیں عاشقانہ گانے لگی اور دلہا سے اہل بزم خوش کرنے لگی اسی طرح دیگر بارگاہوں اور خیام میں روبرو سرداروں وغیرہ کے بھی نازنیاں خورد و خوش گلو ناچتی اور گالی تھیں اور دلہا سے صاحبان محفل خوش اور مسرور کرتی تھیں بعد اکثر رسوم خواتین کے بساعت ہمایون اور وقت بعد عقد ہوا مگر روبرو ہا زرسرخ پر باندھا گیا بعد عقد ہوئے اور شربت پلائی کے نازنیاں خورد و خوش گلو بارگاہ سلیمانی میں

رو برو سے نوشاہ مبارکباد گانے لگیں اور بار بار زور سرخ و سفید افہام میں پہنچے لیکن اسی طرح حرم سرا سے امیر باتو قرین بھی خبر دیا
 بے مثال خورشید جمال رو برو سے عروس اور ملکہ گرویہ بانو اور عروس اور سانسے دیکر خواتین کے مبارکباد گانے لگیں اور
 افہام کثیر لینے لگیں راوی کہتا ہے کہ حرم سرا اور بارگاہ سلیمانی اور دیگر خیام میں اس قدر فطرت و تنیت بند تھا کہ آسمان سے
 آہنیت جاتی تھی اور اس قدر آتش بازی تھی تھی کہ زیر قلعہ گردن کبھی نہ چھٹی ہوگی اور دھواں آتش بازی کا اس درجہ تھا کہ آسمان
 نظر مردان سے پوشیدہ ہو گیا تھا الحاصل بعد عقد کے جو سردار کہ حمزہ صاحبقران کی طرف سے منظم تھے انھوں نے کشتیاں طلب
 کر کے علی قدر مراتب ہر ایک بادشاہ اور شاہزادہ اور سردار کے رو برو ایک ایک کشتی رکھی اکثر سلاطین اور شاہزادوں اور سرداروں کی
 خلعت فاخرہ دیے گئے اگر کئے گلوں میں فقط بار پر زربہائے اور بعض مردان لشکر کو جوڑے لگیں اور پر زربہ دیے گئے خصوصاً پہلوں
 خاوی کو سات خلعت فاخرہ کیں کیں پارچوں کے نہایت پر زربہ اور دیے گئے اسی طرح خواجہ عمر کو بھی سات خلعت مثل پہلو ان
 عادی کے دیے گئے اور کیں خلعت کر جو کیں کیں پارچوں کے تھے اور نایاب زمانہ تھے سلاطین جہان نے بھی دیے خلعت میں ہر
 رکھے ہی نہ تھے سرداران مذکور نے حمزہ صاحبقران کی طرف سے نوشاہ یعنی کرب غازی کو دیے سلاطین اور شاہزادوں اور سرداروں
 وغیرہ نے کشتیاں خلعت کی اپنے اپنے لازموں کے سر و گردن ہر ایک خاص و عام نے گوریان و برق طللی و نقری کی کھائیں اور
 نازنیاں خوب روکا کاٹا سننے لگے ناگاہ چند چوہدار بھاری جوڑے زمین پہنے ہوئے عصابا بے نقری و ملائی ہاتھوں میں بیٹے ہو کر
 خواجہ عمر و آئے اور بعد آداب و تسلیم اور تنیت کے یہ عرض کرنے لگے کہ نوشاہ زیباہ کو خواتین حرم سر محل میں بلانی میں خواجہ عمر و ہمراہ
 کرب غازی حرم سرا میں تشریف لے گئے اور راستگی محل سرا رکھ کر سب متحیر ہوئے غرض نوشاہ یعنی کرب غازی تو مسند پر
 بیٹھ اور خواجہ ایک کرسی جو اہر نگار پر رونق افروز ہوئے بعد دیکھنے روئے زیبا سے عروس آئینہ میں جبکہ وہاں معصفت آری کہتے
 ہیں اور دیگر رسوم کے رو برو سے کرب غازی نازنیاں خوب و خوش گلوں چنے لگیں اور مبارکباد دینے لگیں خواجہ عمر و نے
 ان نازنیاں خوش گلوں کو کئی مشت اشرفیان دینے پر خواجہ عمر و کرب غازی بارگاہ سلیمانی میں چلے آئے اکثر سردار
 فقیر نوشاہ کیواسطے اپنے اپنے رنگوں اور کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے جب کرب غازی اور خواجہ عمر و بیٹھے تھے
 نازنیاں زہرہ خصال پری مثال رقص کرنے لگیں کرب غازی اور خواجہ عمر و وغیرہ پھر رقص خوب رویاں دیکھنے لگے یہاں
 تو نازنیاں مہ جبین نعل رہی ہیں اور غزلیں عاشقانہ گارہی ہیں جلد صاحبان بزم آنکا گانے سن رہے ہیں ان سب کو ان
 نعل دیکھنے اور گانے سننے میں مشغول رکھے لیکن اب کچھ مال بزم سر بیان کیا جاتا ہے کہ بعد باہر چلے آئے نوشاہ اور خواجہ
 کے بموجب ارشاد حمزہ صاحبقران کے جو بے انتہا تھا اور کوئی حساب دان اس مال و اسباب درگاہ
 قیمت کا حساب لگانا نہ سکتا تھا حرم سرا سے باہر نکلنے لگا اور اکثر اسباب شتر وں پر بار ہونے لگا اور ہزار ہا قسم کا اسباب نایاب
 حوالہ مردان کیا گیا جب کل مال اسباب کل چکا حمزہ صاحبقران نے خیال کیا کہ خواجہ برات نہایت ترک و قہل و عیون
 سے لائے ہیں اور یہ جہیز کم ہے اس وجہ سے ایک پرچہ قرطاس پر امیر باتو قرین نے یہ لکھا کہ خواجہ عمر و بیٹے تمہارے عزیز
 فلان فلان شہور فلان فلان فلان ملک سلام کرانی میں دیے تمہیں لازم ہو کہ قبول کرو اور اس حوڑے سے جہیز پر اٹھا کر
 یہ لکھ کر حمزہ صاحبقران نے پرچہ قرطاس کو اپنی پاس اپنے دہر کر کے رہنے دیا خواتین دیوتا رملکہ زبیدہ شیردل سے
 شکام رخصت گئے مل کے روئے لگیں خصوصاً ملکہ گرویہ بانو کا تو عجیب حال تھا کسی طرح رونا موقوف نہ تھا
 ہمدیم اپنی دختر کو گھٹے سے لگاتی تھیں اور روتی تھیں ملکہ زبیدہ شیردل بھی بسبب جدائی اور پدر کے روتی تھیں حمزہ
 صاحبقران کو بھی کسی قدر جدائی دختر سے لال تھا مگر خواصین اور امانا اور کنیزین ملکہ زبیدہ شیردل کی توانا و روتی تھیں
 بعد گریہ و زاری کے خواتین نے نوشاہ کو پھر عرس میں واسطے دھن کے سوار کرنے کے طلب کیا کرب غازی بعد خوشی بہاری فرما کر

بارگاہ سلطانی سے آٹھ لیکن حرم سرزمین ملکہ قریشہ سلطان نے اپنی بہن ملکہ زبیدہ شیردل سے چپکے سے یہ کہا کہ اگر آپ غازی
 کو آغوش میں اٹھا کر سواری میں سوار کرنے کو آتے ہیں اور تم اپنی زلف و رفات ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کی
 ہوتے شیر ملکہ گرو یہ بانو اپنی مادر عالیقدر کا پاپا ہو پس لازم ہو کہ جب کرب غازی کو آٹھ اسے ہرگز نہ اٹھادے نہ نکوز زلف و رفات کی بی
 نہ جانو گی ملکہ قریشہ سلطان ابھی یہ تقریر ملکہ زبیدہ شیردل سے کر رہی تھیں کہ یکایک خواجہ عمر و کرب غازی کے ہمراہ حرم
 میں آئے اور بعد فراغ رسوم کے کرب غازی جگہ عروس میں آئے اور عروس کو آٹھانے کے لیکن عروس نے مسند سے جنبش کی
 پھر کرب غازی نے اٹھایا لیکن ملکہ زبیدہ شیردل بموجب کئے اپنی بہن ملکہ قریشہ سلطان کے مسند عروسی سے نہ اٹھیں
 تیسری مرتبہ کرب غازی نے نہایت ہی زور کیا اور بوجہ نظر کردہ ہونے کے عروس کو مسند سے کسی قدر تو اٹھایا مگر زیادہ تر اٹھا کر
 سواری میں سوار نہ کر سکے ناچار ہو کے عروس کو مسند پر بٹھا دیا یہ کیفیت دیکھا مگر قریشہ سلطان نے قہر مارا کہ کرب غازی کو
 شرم سے پسینا آگیا اور یہ خیال کیا کہ اگر کرب غازی تو نے نامی پولاؤن کو اٹھا کر اپنے سر سے باندھ کر زمین پر ٹپکا تو آج کتبے
 عروس نہیں اٹھ سکتی یہ خیال کر کے کرب غازی غزون ہو کر جانب خواجہ دیکھنے لگے خواجہ عمر و نے پوچھا اسے فرزند مسرور کیوں
 ہو کر بے چپکے سے خواجہ عمر و سے کہا کہ میں نے نہایت ہی زور کیا مگر اچھی طرح عروس نہیں اٹھتی خواجہ نے فرمایا اسے فرزند
 عروس تمہاری زلف و رفات ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کی دختر ہو اور میں سے ہو ملکہ گرو یہ بانو کے بڑے بڑے
 پہلوانوں اور شجاعان و جوان کی اسکے دور و حقیقت نہیں ہو لیکن اسے فرزند طول نمودنا مال کرو میں ابھی اسکی تدبیر کرتا ہوں
 یہ کہنے خواجہ عمر و نے کینزدن سے دریافت کیا کہ امیر باتو قیر کمان تشریف رکھتے ہیں کینزدن نے عرض کیا امیر باتو قیر حرم سرزمین
 تشریف رکھتے ہیں خواجہ عمر و نے کہا کہ میری طرف سے جا کر کہو کہ عمر و حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے کیونکہ کچھ عرض کرنا منظور ہو کینزدن
 نے جا کر امیر باتو قیر سے عرض کیا حمزہ صاحبقران نے فرمایا خواجہ عمر و کو میں بلاؤ کینزدن نے اگر خواجہ سے کہا آپ کو امیر
 صاحبقران طلب فرماتے ہیں جب خواجہ عمر و پیش امیر باتو قیر گئے حمزہ صاحبقران نے فرمایا اسے خواجہ کو کیا کہتے ہو خواجہ
 عمر و نے عرض کیا اسے امیر باتو قیر میرے فرزند کرب غازی سے نہیں معلوم کیا سبب ہو کہ عروس کی طرح نہیں اٹھتی امیر نے فرمایا
 میں چلتا ہوں حال خادم ہو جائیگا جب امیر باتو قیر قریب اپنی دختر ملکہ زبیدہ شیردل کے تشریف لائے ملاحظہ فرمایا ملکہ قریشہ
 سلطان قریب ملکہ زبیدہ شیردل کے کھڑی ہو اور کچھ اشارے سے اپنی بہن سے کہہ رہی ہو حمزہ صاحبقران سمجھ گئے کہ اسکی
 شوخی اسکی ہوا سی ہے اپنی بہن کو شاید کچھ ایسا سمجھا دیو کہ ملکہ زبیدہ مسند عروسی سے نہیں اٹھتی انھوں نے حمزہ صاحبقران نے
 یہ خیال کر کے ملکہ قریشہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اب بہت شوخ ہو گئی ہو کیوں یہاں کھڑی ہو کر تریاں کیا کام ہو ہٹ جا ملکہ
 قریشہ بموجب فرمانے اپنے والد زادار کے چپکے سر جھکاے ہوئے ایک جانب حرم سر کو چلی گئی بعد جانے ملکہ قریشہ کے حمزہ صاحبقران
 نے بعد الطاف و مہربانی ملکہ زبیدہ شیردل سے یہ فرمایا کہ اسے نور نظر پارہ جگر آگاہ ہو کہ ہمیشہ دنیا میں والدین دختر کو حتی الامکان
 اپنے مکان میں نہیں رکھتے ہیں عقد کرنے کسی شریف اور نجیب کے حوالہ دیتے ہیں اب مجھے بھی نہایت انردی مختاری شادی کر دی ہو تو اب
 لازم ہو کہ کچھ عذر و انکار کر و اپنے شوہر کے گھر چلی جاؤ ہر چند کہ ہم کو مختاری جدالی بہت دشوار ہو لیکن بچہ خدا و رسول محبوب میں اب ہم کو خوشی
 جانے کی اجازت دیتے ہیں تم کو مناسب ہو کہ ہمارے کہنے پر عمل کرو انصاف حمزہ صاحبقران ملکہ زبیدہ شیردل کو سمجھا کر چاہتے ہیں
 کہ کسی گوشہ خلوت میں جا کر تشریف رکھیں کیونکہ سبب حیا و شرم کے بالفعل کرب غازی اپنے داماد سے سامنا کرنا مناسب نہ تھا
 تھے لیکن نواشاہ یعنی کرب غازی نے مسند سے اٹھا کر قریب امیر باتو قیر کے جا کر بعد ادب حمزہ صاحبقران کو تسلیم کیا امیر باتو قیر
 دعا سے درازی حیات دے کے شرم سے سر جھکا لیا اور کرب غازی کے سامنے وہی پرچہ قرطاس جو لکھا تھا خواجہ عمر و کو دیدیا
 خواجہ عمر و نے اس پرچہ قرطاس کو بخوبی پڑھ کے اور شہ کے فرمایا کہ کرب غازی امیر باتو قیر کو دوبارہ تسلیم کر دینا کہ حمزہ صاحبقران

نے سلام کرائی کے خوش میں فلان فلان شہر اور ملک دیے ہیں کرب فازی نے موافق فرمانے خواجہ عمرو کے امیر باتو قیر
خوش ہو کر دوبارہ تسلیم کی امیر باتو قیر پھر دھارے طول عمر دے کے تشریف لے گئے پھر بموجب کہنے خواجہ عمرو کے کرب فازی
نے اپنی خوشدامن ملکہ کرویدہ باتو کو سلام کیا ملکہ گرویدہ باتو نے بھی پس پر وہ سے دھارے صحت و سلامتی دے کے ایک بار وہ
کا کہ قیمت اسکی خراج ملک یمن کی مٹی عنایت فرمایا خواجہ عمرو نے جس طرح کرسات خلعت مع کشتی اور کشتی پوش کے بارگاہ
سلیمانی میں بعد عقد کرب فازی نذر زنبیل کیے تھے اسی طرح وہ بارہویوں کا کرب فازی سے لیکر نذر زنبیل کیا اور کہا اسی فرزند
میں یہ ہر تھکونہ روٹکا کرب فازی خاموش ہو رہا تھا اصل کرب فازی نے بعد تسلیم کرنے امیر باتو قیر اور ملکہ گرویدہ باتو اور دیگر
خواتین زیورہ کے عروس کو جو اٹھایا تو مثل گل مسند سے بسولت اٹھایا اور جانب درجہ سر پہلے کیونکہ درجہ سر پہل ہی سے وطن کی
سواری لگی ہوئی تھی کرب فازی نے کچھ خیال خواتین کے رونے کا شکا اور عروس کو بعد غلبت ہزار پر وہ داری سوار کیا اسی سواری
میں ملکہ آسمان پری اور ملکہ راجہ اطلس پوش اور ملکہ سروسیمین تن زوجہ خواجہ عمرو بھی وطن کو لیکر ہمیں بعد سوار کرنے عروس
کرب فازی بھی فیل میونہ پر سوار ہوا اور خواجہ عمرو اور اماندلس بھی پاس کرب فازی کے بیٹھے پھر حملہ سلاطین اور شاہزادے
اور سرداران تور شہار وغیرہ اپنے اپنے فیل فاسپ پر سوار ہوئے اکثر سرداروں نے جلوس کے بڑھنے کا انتظام کیا اقتدار پر سوار
ہونے جلہ خواتین اور سلاطین وغیرہ کے بلات اسی محل جلوس سے بعد اسے تقارہ و دہل و طبل وغیرہ روانہ ہوئی خواجہ عمرو اپنی
بہو کو بیاہ کر ہزار خوشی اپنے مکان کی طرف چلے لیکن اسی طرح زرخ و سفید سر کرب فازی پر اٹھائے ماہ میں تیار کرتے ہوئے
قبل وقت نماز سحر اپنے مکان پر پہنچے کرب فازی نے فیل میونہ سے اتر کر ایک ایوان عالی شان میں کر جو نہایت ہی آراستہ
پیراستہ کیا تھا عروس کو ہزار پر وہ داری سواری سے اتر کر ایک مسند پر بٹکر بٹھا دیا پھر ملکہ سروسیمین تن اور ملکہ آسمان پری
اور ملکہ راجہ اطلس پوش دیگر خواتین سواریوں سے اتریں اور داخل ایوان ہوئیں بعد اسکے تمام مال و اسباب جنیتر کا کہ جو
بے انتہا تھا چند ایوان وسیع میں رکھا گیا جب وقت نماز کا آیا جلہ خاص و عام نے سواریوں سے اتر کر کے وضو کیا اور شور
یاجون کا موقوف کر کے نماز سحر پڑھی خواجہ عمرو بعد نماز پڑھنے کے کرسی پر بیٹھے جن معانوں اور رخصت ہونا منظور تھا وہ
سب خواجہ کے پاس آئے اور بعد تمینت کے یہ عن زبان پر رہنے کہ اب بکو رخصت کیجیے خواجہ نے کہا ابھی تو میں رخصت نہ کر سکا
لیکن جب ان سب نے بہت اصرار کیا اسوقت خواجہ عمرو نے بدرجہ مجبوری ان سب کو یہ لکھ رخصت کیا کہ آپ سب
صاحبوں نے مجھ پر احسان کیا اور میں آپ کامرہوں سنت ہوا ان سب نے کہا اے خواجہ یہ کیا کہتے ہو خود تمہارے
احسانات ہم پر ہیں تھنے بار باہکو قید سے عیاری کر کے پھڑپھڑایا ہوا اسکے علاوہ اور بھی طرح کے احسان ہم پر تھے کیے ہیں
الغرض وہ سب کے سب یہ کہنے خواجہ عمرو سے رخصت ہوئے اور اپنے اپنے مکان اور مقام پر گئے بعد رخصت ہونے
ان سب کے اکثر خواتین بھی خواجہ عمرو سے رخصت ہوئیں پھر خواجہ عمرو نے جلہ فردین حساب کی نکالیں کیونکہ خواجہ
عمرو ایک ایک پیسا اور ایک ایک کوڑی جو صرف کرتے تھے لکھتے گئے تھے غرض کہ نکالنے فردین کے خواجہ عمرو
حساب لگانے لگے جب جلہ فردین کا حساب لگا چکے میزان حساب پر نظر کر کے بے اختیار رونے لگے کبھی سر اپنا دونوں
ہاتھوں سے پکڑتے تھے اور کبھی اپنے گیسے پر دونوں ہاتھ بعد اضطراب رکھتے تھے کبھی نالہ بلند کرتے تھے جو لوگ کرا بھی رخصت
نہیں ہوئے تھے ان سب نے یہ کیفیت خواجہ عمرو کی جو دیکھی گھبرا گئے اور بیاب و بقرار ہو کر دڑے جب خواجہ عمرو
کے پاس آئے پوچھنے لگے خواجہ خیر تو ہر منزل کیسا ہر سب نالہ دیکھا کیا ہر خواجہ عمرو نے سب سے رو کر کہا اے یارو کیا
پوچھتے ہو اب میں بالکل محتاج ہو گیا سر اسرٹ گیا ایک کوڑی تک اب زنبیل میں باقی نہ رہی برسوں کی کمائی خرچ
کر ڈالی دیکھو زنبیل میں ناگ آ رہی ہے کرب فازی اپنے فرزند کی شادی میں کثرت سے زرخ و سفید میں نے

حرف کر ڈالا لکھون بلکہ روپہ علاوہ زبیل کے روپہ کے جن نے مہاجنون سے قرض لیکر شادی میں لگا دیا اب یہ قرض
کیونکر ادا ہوگا اور میری بسراوقات کس صورت سے اور کیونکر ہوگی اس وجہ سے رہتا ہوں سب سرداروں نے کہا کہ خواجہ
آپ اس قدر مغوم و مخزون بنوں انشا اللہ حقوڑی مرت میں حسبِ قرآن لیا ہو سب ادا ہو جائیگا کیونکہ حسب
سلاطین لشکر شاہزادے زر کثیر و قفا قفا آپ کو دیا کرینگے کیس قدر ہم بھی آپ کی خدمتِ مزاری کرینگے خواجہ عمر و نے فرمایا تم
سب اس وقت جھکوتی دیتے ہو اب حسبِ قرآن روپہ خرچ کیا ہو پھر جمع ہوگا اور جو قرض مہاجنون کا ہو میری زندگی میں ادا ہوگا
و کیجیے سب مہاجن میرا کیا حال کرنے ہیں اور یہ جو تھے کہا کہ سلاطین اور شاہزادے جھکوتی دینگے یہ محض تمہارا خیال
خام ہے جھکوتی یا مید نہیں کہ کوئی جھکوتی کوڑی بھی دے سردار وغیرہ تقریر خواجہ سنکے خاموش ہو رہے لیکن جملہ عیاران
شکر اسلام نے دستِ لبت عرض کیا کہ خواجہ اگرچہ فی الحقیقت آپ نے زر کثیر اپنے فرزند کی شادی میں صرف کیا ہے لیکن
کچھ آپ ترود نہ فرمائیں ہم سب تابدادہ خادم آپ کے موجود ہیں اگر خدا نے چاہا تو عیاران کر کے زر و جواہر انعام میں پا کر
مال و اسباب کفار کا عیار یوں سے حاصل کر کے آپ کو دینگے آپ جلد قرضہ مہاجنون کا ادا کر دیجیے کہ خواجہ عمر و نے فرمایا
قرضہ ادا ہونا مہاجنون کا بہت مشکل ہو تم لوگ اس وقت کہتے ہو مگر کچھ دو گے نہیں برقی نے تڑپ کے کہا استاد میں اقرار
کرنا ہوں کہ جہا تک مجھے ہو سکیگا آپ کا قرضہ ادا کرونگا خواجہ نے فرمایا دور ہو او تلاق تو خود استاد سے یہ چاہا کرتا ہوں کہ
کچھ بھی کو دیدہ نہ بھلا تو کیا دیکھا تیرے استاد کو اب اگر دیکھا تو خدا ہی دیکھا ورنہ تیرے استاد کی اب آبرو باقی نہ رہی جس وقت
خواجہ نے برقی کو جھڑک کر یہ کہا کہ تو کیا دیکھا سب عیار بے اختیار ہنسنے لگے خواجہ کو باہر خیال غصہ آیا کہ میں تو روپہ کے
خدا میں ہوں یہ سب نالایق ہنستے ہیں یہ خیال کر کے خواجہ عمر و کو زاری کر آئے جملہ عیار حسب و خیر کر کے چل دیے پھر خواجہ کی
پریشانی اور فردین حساب کی دیکھ دیکھ کر بے اختیار رونے لگے کرب فازی نے جو احوال گریہ دزاری خواجہ عمر و کا سنا ایوان سے
بیابا و بیقرار ہو کر باہر آیا اور خواجہ عمر و سے پوچھنے لگا آپ کیون رو تے ہیں خواجہ نے فرمایا ایو بیابا کیوں چھتے ہو بہتو تمہاری شادی
میں لٹ گئے فقیر ہو گئے اور بہت سے مہاجنون کے کروہ روپہ کے قرضہ ہو گئے کرب فازی نے عرض کیا آپ ملول ہونا
خداوند عالم پھر آپ کو اس قدر روپہ دیکھا حسبِ قرآن نے میری شادی میں مرت کیا ہے کرب فازی یہ کہنے داخل ایوان ہوئے
لیکن خواجہ عمر و روپہ کے خرچ ہو جانے سے اس طرح مغوم بیٹھے رہے خواجہ کو نو مخزون بیٹھا رہنے دیجیے دیکھیے کب تک انکا
ریخ بر طرف ہوتا ہے اور کس زمانہ میں خواجہ عمر و قرضہ سے مہاجنون کے ادا ہوتے ہیں لیکن اب کچھ حال کرب فازی کا سنئے کرب
کبھی باہر آتا ہے اور محفل میں بیٹھا ہوا گانا نا زنیان خوش گلو کا سنتا ہے کبھی اٹھکر ایوان میں جاتا ہر دل کرب فازی کا پریشان
ہو رہا ہے خداوند عالم سے دہم و ہار کرنا ہر کروہ و کار اکین جلد آفتاب غروب ہو اور شام ہو دھما سے دل عروس سے حاصل
کر دن لیکن دن کسی طرح نہیں گزرتا اور شام کسی طرح نہیں ہوتی آخر ہزار انتظار آفتاب غروب ہوا اور ماہ تابان فلک پر ظاہر ہوا
کرب فازی نے وضو کر کے نماز میں بعد خضوع و خشوع پڑھی اور بسبب ہونے شام کے سجدہ شکر کیا بعد نماز پڑھنے
کے کرب فازی پھر بزمِ عشرت میں آیا اور نمازنیان خوب و کا گانا سننے لگا پھر رات تک کرب فازی نے گانا سنا اور
خوب رویان زہرہ خصال کا ناچ دیکھا پھر کرب فازی بزمِ عشرت سے اٹھکر داخل ایوان ہوا وہاں جا کر دیکھا کہ خواجہ عمر و
بہن و بیار عروس بیٹھی ہیں اور نمازنیان خورشید جمال زہرہ خصال رو برو سے عروس و دیگر خواتین ذی وقار مثل
ملکہ آسمان پری اور ملکہ راجہ اطلس پوش اور ملکہ سرو سیمین تن وغیرہ گاہری ہیں انہیں میں زر کثیر ہے رہی ہیں
غلو و تنہیت ایوان میں چار جانب بلند ہو کرب فازی بعد اکل و شرب کے پھر ایوان سے باہر چلا آیا اور محفلِ عشرت
میں بیٹھ کر ناچ خوب رویان جہان کا دیکھنے لگا جہا تک کہ قریب نصف شب کے بزمِ عشرت میں بیٹھا رہا پھر بزمِ عشرت سے اٹھ

ایوان میں گیا وہاں بھی دیکھا کہ بدستور مسجید میں خوش گلو گار ہی ہیں جب زلزلہ آیا سے شب تا کر پونچھی اسوقت تاج موقوف
ہوا جملہ خواتین جو عروس کے قریب بیٹھی ہوئی ہیں ہر ایک بمانہ سے عروس کے پاس سے اٹھیں اور اپنی اپنی آرامگاہ میں آکر
بصورت خواب بہہ میں جب کرب فازی نے دیکھا تھلہ ہو گیا اور کوئی عورت عروس کے پاس نہیں رہی اسوقت کرب فازی
برائے حصول مدد سے دل پاس عروس کے گیا اور قصد حاصل کرنے مدد سے دل کا کیا لیکن عروس نے جو کرب فازی کو اپنے
قریب دیکھا گنجینہ نمان کی حفاظت کا خیال کر کے کرب فازی کو اپنے پاس سے علیحدہ کرنا چاہا کرب فازی نے کثرت شوق سے
جستجو سے گوہر تمنا سے دل میں کوشش کی لیکن مدد نہ ملا آخر نوبت کشتی کی پونچھی نوشاہ و عروس میں باہم کشتی ہونے
لگی پردے مسہری کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور مسہری نے بھی جو خورشی دیر کے ان دونوں زور آور دن سے شکست
پائی یعنی مسہری بھی ٹوٹ گئی لیکن فازی نے مسہری کے ٹوٹنے کا کچھ خیال نہ کیا اور جو فرش کر زمین پر بچھا ہوا تھا اسی فرش پر
مدد سے دل حاصل کرنا چاہا مگر باوجود کشتی ہونے کے بھی مراد دل بر نہ آئی آخر وہ وقت آیا کہ موذن نے اذان دی صدائے
مخمس سرکان میں آئی سفیدی سحر آسمان پر ظاہر ہوئی کرب فازی اسوقت حصول تمنا سے دل سے بالوس ہو کر عروس کو
چھوڑ کر علیحدہ ہوا اور نماز پڑھ کے ایک پٹنگ پر جا کر لیٹ رہا اور عروس نے بھی کرب فازی کی کشتی سے فرصت پا کر
آرام کیا جب آفتاب بلند ہوا اسوقت کرب فازی بیدار ہوا اور باہر ایوان کے چلا گیا بیان خواتین ایوان نے بیدار ہو کر
عروس کو جو دیکھا تو عجب کیفیت دیکھی یعنی دیکھا کہ عروس اور ایک پٹنگ پر سو رہی اور مسہری کے پردے تمام بچے ہوئے
ہیں مسہری ٹوٹ گئی اور اکثر خواتین من نے باہم ہنسکر کہا کہ رات کو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بڑی جنگ درمیان نوشاہ و عروس کے
ہوئی فرض جب ملکہ زبیدہ شیر دل بیدار ہوئیں کینزین بہر خدمت حاضر ہوئیں الحاصل یہ جو چوٹی کی رسم کے شب کو پھر
کرب فازی نے ارادہ حاصل کرنے مطلب دل کا کیا لیکن شب اول اس شب کو بھی باہم کشتی ہوئی اور تا کشتی ہونے
کرب فازی کا مدد سے دل اس شب کو بھی حاصل نہ ہوا آخر نماز سحر پڑھی بعد ازاں فریغہ سحر کے علیحدہ عروس سے آکر
پٹنگ پر لیٹ رہا قصد کوتاہی طرح سات راتیں گزریں ہر چند شبائے مسطور میں کرب فازی نے چاہا کہ مدد سے دل حاصل
ہو مگر متوار و رہشتم کرب فازی اپنے خیمہ میں تنہا بیٹھے ہوئے تھے اور یہی فکر کر رہے تھے کہ دیکھے مدد سے دل کیونکر
حاصل ہوتا ہونا گاہ خواجہ عمرو بھی آئے کرب فازی واسطے تنظیم خواجہ کے کمرے ہو گئے خواجہ عمرو کسی پر جلوہ فرما ہوئے
جب خواجہ عمرو نے چہرہ کرب فازی پر نظر کیا کہ چہرہ کرب فازی سے آثار تردد ظاہر ہیں خواجہ عمرو نے پوچھا
ای فرزند تمہارا مزاج کیسا ہے اسوقت میں ٹکڑے متروہ پاتا ہوں کرب فازی نے یہ عرض کیا کہ افضال خدا اور آپ کی برکت
مدد سے میں اچھا ہوں لیکن جو مجھ کو اسوقت فکر ہے اسکو آپ کی خدمت عالی میں مناسب جا کر عرض نہیں کر سکتا خواجہ عمرو
نے فرمایا وہ کون سی ٹکڑے فکر ہے کہ حکومت مجھے بیان نہیں کرتے ہو کرب فازی نے عرض کیا کہ مجھ کو ایک ایسے امر کی فکر ہے
کہ بزرگوں سے بیان کرنا اسکا خلافت آپ اور خواجہ عمرو نے فرمایا ای فرزند میں نے تیری خوشی کے واسطے کر دیا ہوں
صرف کے تیری شادی کی زہرہ بھی تجھ کو الطاف و عنایت انہی سے وہ ملی ہو کہ جو بیٹی زلزلہ قاف ثانی سلطان
حمزہ صاحبقران امیر مالیشان کی ہر اب تجھ کو کس امر کی فکر ہے ارادہ باعث تیرے متروہ ہونے کا
کیا ہو کرب فازی نے عرض کیا آپ میرے متروہ ہونے کا باعث دار عالم بقدر ملک سرور حسین تن سے
در یافت کر لیجئے گا میں عرض نہ کروں گا خواجہ عمرو و گفتگو سے کرب فازی نے نہایت متفکر ہوئے آخر
داخل ایوان ہو کر اور اپنی زوجہ بچو ملکہ سرور حسین تن کو علیحدہ جا کر ہستہ اسلحہ پوچھنے لگے کہ ای تسلی بخش قلب
متفکر کہ ٹکڑے معلوم ہو کر باعث کرب فازی کے متروہ و متفکر ہونے کا کیا ہے اسوقت میں نے اسکو خیمے میں متفکر

بیٹھا ہوا دیکھ کر ہر خندہ ترو کی دریافت کی گزرتی تھی سو اسے اسکے اور کچھ نہ کہا کہ میری والدہ سے دریافت کر لیجیے پس
 میں اس وقت مختار سے پاس اسی واسطے آیا ہوں کہ بتے سبب اسکے متفکر ہونے کا پوچھوں ملک سروسیمین تن نے
 شکر گزار اور مسکرا کر یہ کہا کہ میں اور تو کوئی وجہ کرب غازی کے متفکر ہونے کی نہیں جانتی سو اسے اسکے کہ جس دن سے
 تم اپنی بہو ملک زبیدہ شیردل کو بیاہ کے لئے ہو اسی روز سے ہر شب کو کرب غازی اور ملک زبیدہ شیردل سے کشتی
 ہوا کرتی ہو اس لئے تو یہ کہ تختاری ہو اسم ہائے ہر کرب غازی بظاہر بسبب غالب منوں کے متردد ہو گا خواجہ عمرو
 نے یہ حال اپنی زود سے اسکے تختاری دیر تک فکر کی اور بعد فکر کرنے کے ایک شیشی کو آسمین میوش کرنے کی کوئی دوا تھی نزل
 سے نکال کر اپنی زوجہ کو دی اور کہا کہ آج شب اس شیشی کو کسی طرح ملک زبیدہ کو سنگھا دینا مگر زیادہ نہ سنگھا تا ورنہ یہ شو شس
 ہو جائیگی ملک سروسیمین تن نے وہ شیشی خواجہ عمرو سے پلٹ کر خفت رکھی خواجہ عمرو نے شیشی مذکور اپنی زوجہ
 کو دے کر ایوان سے قصد باہر آنے کا کیا تھا ناگا ملک آسمان پر سی و ملک رابعہ اطلال پوش وغیرہ جس قدر خواتین
 وہاں تھیں سب کی سب نواب سے طالب رخصت ہوئیں خواجہ نے سب کو رخصت کیا اور ایوان سے باہر آئے لیکن
 بھی باقی ماندہ جو مرد وہاں تھے وہ بھی خواجہ سے طلبگار رخصت ہوئے خواجہ نے انکو بھی رخصت کیا فرض جس قدر زن و
 مرد وہاں تھے سب کے سب رخصت ہو کر اپنے اپنے مکان اور مقام سکین پر گئے بعد اسکے خواجہ کرب غازی کے پاس
 آئے اور یہ کہا کہ اگر فرزند اب کچھ تم تر و نہ کرو میں نے تمہارے مع ترو کی تدبیر کر دی ہر کرب غازی یہ گفتگو خواجہ
 عمرو کی سننے دل میں اپنے بہت خوش ہوئے اور یہ خیال کیا کہ خواجہ نے کوئی تدبیر کر دی ہر آج یقین ہو کر میں اپنا ہمارے
 دل حاصل کر دوں گا خواجہ عمرو تو کرب غازی سے تقریر مذکور کر کے چلے گئے لیکن کرب غازی اسے خیمہ میں بیٹھے
 ہیں جب وہ دن گزر کے شام ہوئی کرب غازی نے نماز مغرب عشاء کی پڑھی پھر ایوان میں داخل ہو کر طعام تناول
 کیا جب زمانہ قریب نصف شب کے گزرا اس وقت ملک سروسیمین تن نے وہی شیشی جو خواجہ نے دی تھی ملک زبیدہ
 شیردل کو عطر کے بنانے سے سنگھا دی مگر کم سنگھائی فوراً ملک زبیدہ شیردل کی قوت میں کمی ہوئی اور طبیعت
 کسلانہ ہوئی سر میں کسب قدر درد ہونے لگا مگر بیوش نہیں ہوئیں ملک سروسیمین تن شیشی کو سنگھا کر چلی آئیں کرب غازی
 نے جب دیکھا عروس کے پاس کوئی عورت نہیں ہر اس وقت بصر شوق و اشتیاق بہ ارادہ حصول مدعا سے دل پاس
 عروس کے آئے چونکہ ملک زبیدہ شیردل کے دست و پا میں بوجہ سونگھنے آس شیشی کے قوت و طاقت نہ تھی اس
 سبب سے کرب غازی نے بہولت اپنا مدعا سے دل عروس سے حاصل کیا ملک زبیدہ شیردل بقدرست
 ہر وہ دگار عالم اسی شب کو حاضر ہوئیں فرض کرب غازی بعد حاصل کرنے اپنے مدعا سے دل کے ملک زبیدہ شیردل
 کے پاس سے علاحدہ ہو کر گئے ملک زبیدہ شیردل نے جو اس عالم کم قوتی میں اپنے حال خراب پر نظر کی کرب غازی
 پر کمال غصہ آیا اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اس ہر ملہوان غلامی نے مجھے بے ادبی کی اور وہ حرکت ناشائستہ کی کہ جس حرکت
 سے مجھ کو صدمہ پہنچا فرض ملک زبیدہ شیردل کرب غازی سے ناخوش ہو کر بعد گزرنے شب کے صبح کو سوار ہو کر اپنی مادر طاقتور
 ملک گرویدہ بانو کے پاس چلی گئیں اور سب نے چلے آنے کا اور کرب غازی سے ناخوش ہونے کا خواص و غیرہ سن کر یہ
 عورتوں سے بیان کیا جب زمانہ تین چار مہینے کا گزرا ملک زبیدہ شیردل کا شکم کچھ بڑا ہو گیا ملک زبیدہ شیردل کو اپنے پیٹ کے
 بڑے ہو جانے سے بہت تشویش ہوئی آخر ایک روز اپنی مادر ملک گرویدہ بانو کی خدمت میں حاضر ہو کر ملک زبیدہ نے اپنے
 شکم کے پھول جانے کا حال عرض کیا ملک گرویدہ بانو نے ہنس کر فرمایا کہ فخر نظر بارہ جگر کچھ تم اپنے پیٹ کے پھول جانے اور
 بڑے ہو جانے کا خیال اور صدمہ نہ کر یہی غرض مجھ کو بھی ہو گیا تھا اور اب تو مہینے کے دفع ہو گیا انشا اللہ تمہارا پیٹ بھی

انشاء اللہ بھاراپٹ بھی نو بیٹے کے بعد پھر ویسا ہی ہو جائیگا جیسا کہ پہلے تھا ملکہ زبیدہ شیردل بوجہ فرمانے ملکہ گرویدہ پالو کے اپنے بیٹے کے بچوں جیسے کو عارضہ تصور کر کے حلی ہو رہی تھیں ناظرین نکتہ بین پر واضح ہو کر جو چار سو مقصودین جسم شرعہ صاحبقران نے قبل اسکے سرداروں پر تقسیم کی تھیں سب سرداروں کی شادیاں انھیں چار سو شادیاؤں کے ساتھ لکھا شادی ملکہ زبیدہ شیردل میں نہایت ہی تحمل و تکلف سے ہوئیں اس سجدہ ان نے خیال طول مفصل ہر ایک کی شادی کا حال نہیں لکھا اور یہ بھی ناظرین عالی مہم پر واضح ہو کر بعد شادی کرتے ملکہ زبیدہ شیردل کے اسکے دوسرے روز زلزلہ قات ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر ایشان نے عقد اپنا ملکہ مہر گہر تا جدار کے ساتھ بہ تحمل شایانہ کیا اور بعد عقد کرنے ملکہ مہر گہر تا جدار کے دختر گاؤ لنگی سے بھی نکاح کیا ملکہ مہر گہر تا جدار کے شکم سے حمزہ ثانی پیدا ہوئے ہیں اس صورت سے کہ دست و پا دو گرا اعضاء مفہوم نہیں ہوتے ملکہ مہر گہر تا جدار اپنے فرزند حمزہ ثانی کو ایک نو مختار گوشت کا دلکیر از حد روتی ہیں اور گوارے میں ڈال دیتی ہیں یکایک حمزہ ثانی گوارے سے غائب ہو جاتے ہیں اور یہ آواز ملکہ مہر گہر تا جدار کے کان میں آتی ہو کر اس ملکہ مہر گہر تا جدار تم اس اپنے فرزند کی جدائی میں گریہ و زاری نہ کرنا یہ فرزند انشاء اللہ دست و پا سے درست ہو کر تھے لیکن ملکہ مہر گہر تا جدار آواز شکے اُڑیہ و زاری چندان نہیں کرتی ہو اور وہ فرستادہ حبیب خدا اثر ثانی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوتا ہو حمزہ ثانی کو جو گوارے سے بچا تا ہو وہ خدمت حبیب خدا میں حاضر ہو کر حمزہ ثانی کو حضرت کے قدم اقدس پر ڈال دیتا ہو اور حضرت صاحب دہن کو اپنے حمزہ ثانی کے مقامات دست و پا وغیرہ پر لگا دیتے ہیں اور حکم خدا اور تاثیر نواب دہن حضرت سے حمزہ ثانی کے اعضاء درست ہو جاتے ہیں غرض اب حمزہ ثانی کا حال آئندہ مقامات مناسب پر لکھا جائیگا اور دختر گاؤ لنگی کے بطن سے بھی ایک طفل پیدا ہوتا ہو اور اسکا نام منور دیو پرور ہوتا ہو اسکا بھی ذکر کیا جائیگا اور بعد نو بیٹے کے فرزند کے ملکہ زبیدہ شیردل کے شکم سے اسکا پیدا ہوتے ہیں مگر اب حال گاؤ لنگی کاؤ سوار کا سینہ کہ یہ بد بطن ہر روز اپنے دیوتنگ عیار سے رو رو کر کہا کرتا ہو کہ اس دیوتنگ اب سوار سے مر جانے کے اور کوئی صورت زیست کی نظر نہیں آتی ہو اور کسی طرح ان خدا پرستوں سے حرمت نہیں بچتی دیوتنگ عیار نے کہا یا اسرائیل درگاہ بقائین کبھی غافل نہیں رہنا اور دن رات ان خدا پرستوں کی فکر میں پھرنا ہوں دیکھئے آج کل میں کوئی ایسی صورت نکلی آتی ہو کہ یہ سب کے سب غارت ہو جائینگے یہ کہہ کے دیوتنگ پھر بیان سے چلا اور کئی روز اسی فکر و تدبیر میں پھر کیا ایک روز کی نفل ہو کہ ایک سردار بارگاہ نشین نقاسے مشرک خدا کا کہ نام اسکا ارژنگ کوہستانی ہو اور وہ تین لاکھ سوار کا لکھ ہو میرے کوئی دوسو کوس پر اسکا ملک کوہستان تھا وہاں دیوتنگ عیار پہنچا اور ارژنگ کوہستانی سے اسنے ساری معیبت گاؤ لنگی گاؤ سوار کی بیان کر کے کہا کہ کوئی راہ ایسی نکالے کہ اسرائیل درگاہ نقا حمزہ کے ہاتھ سے جائز ہو ارژنگ کوہستانی نے جواب دیا کہ پھر جو صلاح تم بتلاؤ میں کروں دیوتنگ عیار نے کہا کہ کوئی تدبیر میرے نزدیک تو اس سے بہتر نہیں کہ تم کسی حیلے سے حمزہ کے پاس جا کے مسلمان ہو جاؤ اور کسی مکر و فریب سے گاؤ لنگی گاؤ سوار اور تم دونوں شریک ہو کر تمام حمزہ کی فوج و سپاہ کو اس کے متباہ کر دو ارژنگ کوہستانی نے کہا کہ میری طرف سے تم جا کے اسرائیل قدرت سے پیام دو کہ تم وہاں سے میرے پاس چلے آؤ پھر ہم اور تم دونوں ملے حمزہ سے مقابلہ کر لیتے اور سوار کے تہ و تاب کر کے اپنا ملک چھین لیتے دیوتنگ عیار نے یہاں ارژنگ کوہستانی کا گاؤ لنگی گاؤ سوار سے آ کے کہا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کیا مضافتہ ہو یہ کہہ کر دوسرے دن فوج دربار حقیقہ ریزہ عمارت عرش کی کہ یا سلطان صاحبقران ایک مدت گزری ہو کہ میں کہیں گھر سے نکلنے نہیں جاتا اس باعث سے غیب طرہ کی جی کو الجھن اور دل کو حقیقت سی رہا کرتی ہو اگر اجازت ہو تو پھر کار کو جاؤں

وہں بارہ دن میر و شکار کر کے پھر حاضر ہوئے سلطان عالم قسام نے فرمایا اچھا کیا مشافقت ہو جاؤ پس گاؤ لنگی گاؤ سوار سلطان صاحبقران نامدار سے اجازت رخصت کی لیکر مع اپنی فوج کے پچیس سیر و شکار سوار ہو کر سمت کوہستان روانہ ہوا تو لنگ عیار نے جا کر ارژنگ کوہستانی سے اطلاع کی کہ شاہ برہاسرا فیل درگاہ خداوندہ لشکار کا بھانہ کر کے قریب کوہستان کے آپو پناہو اب جو مناسب ہو وہ کیجئے ارژنگ کوہستانی آگے گاؤ لنگی گاؤ سوار کی شکے مع اپنے تین لاکھ سوار کے بطور استقبال کے چلا اور شاہ سے راہ میں گاؤ لنگی گاؤ سوار کی ملاقات کر کے بڑے اعزاز و اکرام سے گاؤ لنگی کو اپنے مکا میں لایا اور گاؤ لنگی کو تخت پر بٹھا کر کہا کہ اس شاہ برہر تو خاطر جمع رکھ کہ میں دوپہر کی لڑائی میں حمزہ کو شکست فاش دے گا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ اس ارژنگ یہ مشورہ اچھا نہیں یہ صلاح بہتر ہے کہ میں تو حمزہ کے لشکر میں بدستور ہوں اور وہ اس کی بارگاہ میں جاؤں اور تم آگے بل جگہ بجو کہ حمزہ کی فوج سے مقابلہ کرو اگر مختاراً غلبہ آپس ہو یا کوئی گھات بن پڑی تو میں بھی اپنا لشکر تیار کر کے پشت پر سے حمزہ کی فوج کو مار دوں گا اور حبث پٹ اسکے لشکر کا استحصال ہم تم دونوں ملکر کر دینگے اور جو خدا خواست محمدی لشکر کی شکست ہو لی یا خدا خواست محمدی گزبار ہو گئے تو میں مختاراً سامعی اور محمد و معاون ہو کر تمکو قید سے چھڑاؤں گا یا علاج کر دوں گا ارژنگ کوہستانی نے کہا یا اسرافیل قدرت یہ بات تو غیر ممکن ہے کیلئے کہ تو شاہ برہر جب تک تو لشکر میں ہمارے ہو گا میرے ملک میں ہماری فوج کیونکر یرش کرے گی اور میرے بیٹے کوئی رٹھنے مرنے کا ارادہ نہ کرے گا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا تو خیر میں اپنے خیر میں جاتا ہوں اور رات کو شیخون حمزہ کے لشکر پر مار کر مختار سے پاس چلاؤں گا غرض یہ صلاحت و دونوں کو پسند آئی اور گاؤ لنگی گاؤ سوار ارژنگ کوہستانی سے رخصت ہو کر اپنے ملک میں پھر آیا اور صبح کو بوقت دربار بارگاہ سلیمانی میں آگے بدستور محول اپنے حاضر رہا بعد برخواست دربار اپنے خیمہ میں جا کر خفیہ خفیہ تمام اپنی فوج و سپاہ کو حکم دیا کہ ہم آج شب کو حمزہ کے لشکر پر شیخون مار کے سمت کوہستان نکل جائیگے چنانچہ سارا لشکر اسکا مستعد اور ہوشیار ہو کے منتظر رہا جبکہ دوپہر رات کا عمل ہو تو اس وقت گاؤ لنگی گاؤ سوار نے مع اپنی فوج و سپاہ کے لشکر فیر دزی اثر پر سلطان نامور کے شیخون مارا اور سیکڑوں زندگان خدا اور خازیان و نیکو کو شہید کر کے صاف نکلا ہوا سمت کوہستان ارژنگ کوہستانی کے پاس چلا گیا جب وقت صبح کا ہوا اور شہنشاہ گیتی پناہ سعد بن قباد نے بارگاہ سلیمانی میں آ کر تخت سلطنت پر اجلاس فرمایا امیر باتو قیر و نکل ناد غیر پر متمکن ہوئے اور پانچ ہزار پانچ سو پچیس سرداران نامی پناہ انان گرامی جوانان صفت شکن اور شیرانگن بہادران تہمتن شجاعت شعار شہا مت کردار سب اپنے اپنے دنگلو پر آن کر بیٹھے تو ایک مرتبہ سامنے سے ایک جوڑی ہر کار سے کی گردین آلودہ پسینے میں غرق بارگاہ عرش اشتباہ سلیمانی میں کی اور دوبر وقت بادشاہ کے زمین ادب کو بوسہ دیکر بعد دعا و ثنا سے شاہنشاہی کے یون پر لاہولی قطعہ بادشاہ یار کاہت چون فلک پر نور باد و داد عدلت در سراے مملکت مہر بادا اور فریدون ہمت در تہم دل و جمشید فرزند تیج تو بر فرق دشمن ناصر و منصور باد و سرور عالم کی عمر و روز ہو آج رات کو گاؤ لنگی گاؤ سوار نے مع تمام اپنی فوج و سپاہ کے شیخون لشکر اسلام پر لاکے بہت سے اہل اسلام اور مومنین کو شہید کیا اسمت کوہستان نکل کر ارژنگ کوہستانی کے پاس گیا ہر سلطان و الاشان حمزہ صاحبقران یہ حال گاؤ لنگی گاؤ سوار کا شکے نہایت درہم اور برہم ہوئے اور جانبیل عادیان پور شدادیان کتپان کرب بن کوہ کرب عمرو مودی کرب پہلوان عادی کیلوف مخاطب کر حکم دیا کہ ہمارا بھی پیش یمہ سمت کوہستان لیچلو یہ بذات کین جانے میرے ہاتھ سے نجات نہیں پائیگا جان دستیاب ہو گا وہیں جا کے میں اسے سزا سے اعمال کو پہونچاؤں گا حسب الحکم سلطان باکرم کے پہلوان عادی نے پیش غیر سمت کوہستان بجا کر اسادہ کیا یہ خبر ارژنگ کوہستانی نے جوتی

کہ امیر حمزہ صاحبقران صحت فوج دریا موج اور لشکر نصرت آثر امداد رزم و سپہا قشرین دانتے ہیں اور گاؤں لنگی گاؤں سوار کو دیا
 کہ آمد لشکر فیروزی اثر سلطان نامور سے اسکا رنگ فوج ہو گیا اور مارے خوف کے بات اسکے منہ سے نہیں نکلتی تھی اثر رنگ
 کو ہستانی نے کہا اے اسرافیل درگاہ خداوندی تو خاطر جمع رکھ کسی طرح کا اندیشہ اور وسوسہ اپنے دل میں نہ لائیں ابھی
 جا کر حمزہ کو نصیحت کیے آنا ہوں تاچہ وہ کبھی بنگام کج اس طرف کو رخ نہ کرے گا یہ لکھا اثر رنگ کو ہستانی سوار ہو کر سمت لشکر
 طہر پیکر روانہ ہوا جب دروازہ بارگاہ سلیمانی پہنچا پہلوان عادی سے کہنے لگا کہ میرے آنے کی خبر امیر حمزہ صاحبقران
 کو کر دو بوجہ اسکی استدعا کے پہلوان عادی نے اندرون بارگاہ سلیمانی جا کے حضور سلطان والا شان امیر حمزہ
 صاحبقران عرض کی کہ اثر رنگ کو ہستانی امیدوار یاریابی مجھ سے کاہر امیر باتو قیر نے فرمایا کہ کیا قباحست ہو گا تو خیا تچہ
 حسب ارشاد سلطان عالی مقام کے پہلوان عادی نے اثر رنگ کو ہستانی کو اشارہ کیا کہ جائز یا رت اقدام عالی سے
 سلطان صاحبقران کی سعادت یاب ہو اثر رنگ کو ہستانی بارگاہ میں آیا اور مجرا گاہ پر سے ہوا کر کے کھڑا رہا امیر
 باتو قیر نے ایک کرسی پر اشارہ بیٹھنے کا کیا اثر رنگ آداب بجاہ کے بیٹھ گیا اور متمس ہوا کہ یا حمزہ صاحبقران اس ملک
 پر برہمن اول تو آج تک کوئی آیا نہیں اور اگر کوئی ابھی گیا ہو تو میان سے زندہ و سالم بچکر نہیں گیا آپ نے اس ملک میں
 اگر انواع انواع طرح کی شدتیں اور بدعتیں کیں علاوہ ان باتوں کے ملکہ ہر گز تاجدار بنی نوشیروان ملک العادل
 کسرے کی جو نامزد شاہ بربر گاؤں لنگی گاؤں سوار کے ساتھ تھی اسے آپ نے اپنے قابو میں کیا رستم خان بن گاؤں لنگی
 کو مسلمان کر لیا لایا تیرا تک تو جو کچھ آپ نے کیا اچھا کیا خواہ تیرا کیا ملکہ آپ کو لازم ہو کہ میان سے کسی اور طرف کو کوچ کر جا
 اور گاؤں لنگی گاؤں سوار اسرافیل قیامت خداوندیچہ ہزار ملک باختر کا اس سے فوج نہ کیجے کہ انجام اسکا بخیر ہوگا
 امیر والا تو قیر نے تقریر اس کو ہستانی شریہ کی شکست نہایت درہم و برہم ہو کے فرمایا کہ اثر رنگ تقریر فضول اور ہرزہ
 کوئی سمجھ گیا حاصل بس جا کے اپنے لشکر میں طبل جنگ بجاوے اور سر میدان جو کچھ کہ تیرے دست و بازو اور زور و سعی
 سے ہو سکے اس میں قصور نہ کرنا اثر رنگ کو ہستانی یہ جواب زبان فیض ترجمان سلطان عالی جناب سے شکست نہایت
 پشیمان ہوا اور وہاں سے اٹھ کے اپنے لشکر میں آیا اور گاؤں لنگی گاؤں سوار سے کہنے لگا کہ میں نے جا کر حمزہ کا مافی الضمیر
 دریافت کر لیا ہے یقین ہوا کہ یہ خدا پرست بڑے زبردست ہیں تاوقتیکہ یہ سزا نہ پائیں گے اپنے خداوند اور سرکشی سے باز
 نہیں آئیں گے یہ کما کر حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں طبل بجے ایک مرتبہ اسکے لشکر میں طبل بجے لگا اور یہ خبر کے
 جاسوسان لشکر اسلام بارگاہ سلیمانی میں آکر حضور شاہنشاہ لشکر اسلام زمین ادب کو بوسہ دے کر دیکارے اشعار

میرزا برق دم تیغ تو جان نوازی	بادشاہ محمد ایرانی و ہم تورانی	خضر الہام و سکندر فرود را آوازی	مصلحتی مشرب حیدر دل مجرم زانی
قوس خود را بہ کمان تو بل چاکر	آسمان خندہ زہد گفت رہے نوازی	بادترکان ملک طلقہ گوشان اثر	او غلامان ترا مرید سلطانی

شہنشاہ عالم کی عمر دراز ہو لشکر اثر رنگ کو ہستانی میں طبل جنگ بجا ہوا صبح کو وہ کافر ہو کر آراے میدان جنگ ہو گا سلطان
 طہر انشام امیر حمزہ عالی مقام نے بمجرا استماع اس کلام کے فرمایا شعر سرے چیم ز شمشیر حبیب ہر چہ آید بر سر من یا نصیب
 جو کچھ کہ منشی تقدیر اور کاتب ازل نے تعفیہ تاصیہ پر میرے ملک قدرت سے اپنے بزدل و دیوانہ فضا تر قیہ کر دیا ہو
 وہی خود بین آیا اور آئینکا اس میں فکر اور تردید کرنا عین نادانی اور محض بوقونی ہو پس بہتر یہ ہو کہ کمد و ہمارے لشکر میں غنی
 طبل جنگ بید رنگ بجے حسب الحکم جان مطاع عالم مطیع سلطان والا قدر عالی منزلت کے ہوا وچ عیار سی قطب فلک
 خیر گزار سی شاہ عیاران عمرو بن امیہ نامدار اپنی کرسی پر سے اٹھ کر سمت نقار خانہ سلیمانی روانہ ہوا وہاں
 نقار خانہ سلیمانی میں دو بھائی حقیقی کہ ایک کا نام کبابہ چینی دوسرے کا نام قلابہ چینی چین ماچین کے بادشاہ ہوا

وحدہ لاشریک میگوید ذکر خالق جن و بشرین و تلیف خوان تھے ناگاہ سرخیل و فاداران مقبل و فادار نے اندرون بارگاہ
جا کر پائے سعادت صاحبقرانی کو بوسہ دیا امیر باتوقیر نے آنکھ کھولی پوچھا رات کتنی باقی ہوگی مقبل نے عرض کی نماز کا وقت
سلطان باکرم نے فرمایا کہ پانی وضو کے لیے منگواؤ فراش آفتابہ سلطانی یہ حاضر تھا آپ نے اٹھ کر وضو کیا اور بعد وضو دو رکعت نماز
صبح سے انقراغ حاصل کر کے پوشاک ذات اقدس پر راستہ کی صند و چھ سلاخ کا طلب کیا خود ہو و پیڑ کا سر پر اوڑھ رہا
اور درستی گلے میں دستا نے لوح پیڑ کے ہاتھوں میں چار آئینہ داؤدی سینہ اطہر پر سوزے صانع پیڑ کے پانوں میں لپٹے
اور گلہ اس شیر کا جھے سیاہ بوم سفید بوم قاف میں مارا تھا خود پر بانٹھا اور پر سیرغ کا اسپر لگایا سلطان والا شان امیر
محضرہ صاحبقران سلطخ سلطخ اور گلہ ہو کے بارگاہ سلطانی سے برآمد ہوئے یہاں قلندر دیوانہ دروازہ بارگاہ پر اشرف و یوزا
کو یہ حاضر تھا امیر باتوقیر نے ایال پر شکر کی ہاتھ ڈال کر رکاب میں قدم رکھا اور قاش زین پر جاوہ فرما ہوئے شاہ سلیمان
فارسی مظفر فارابی ابوالحسن بلخی گرد خواجہ عمر و کران وغیرہ موسوسا سورقاسے قدیم اور ندیم محمد اگر کے ہمراہ رکاب مظفر
انتساب ہوئے سواری میں بادبازی کے روانہ ہوئی جبکہ قریب نقادہ خانہ بلورین کے پہنچے تو دیکھا سامنے عیش محل کی
گلیوں میں کاپرہ چرخوں پر کھجک ہر بجائی لوگ جمع ہوتے جاتے ہیں نقادہ خانہ میں ٹکڑے پھیلے پیر کی نوبت کی لگ رہی
ہر گلاب باڑی اٹک قائم ہر ایک سمت ہزار بارہ سو چھٹاٹھ ہزار گنگا جمنی پہلی سنہری چھٹاٹھ چھٹے انپر چڑھے
ہوئے ایک طرف ہزار بارہ سو فافوس بنا کاری ہزار بارہ سو کنول بلورین الماس تراش فانوسوں میں شمع کا فوری
چڑھی ہوئی گر صبح ہو گئی تھی اسوجہ سے روشنی پر چھپکان اور شمعیں بے نور معلوم ہوتی تھیں ایک طرف سترہ اٹھارہ
سو سترے کی گلیاں بانڈے گلوت نامی کے کھینچے اور سے کا کریری جھنی مانے سرور ہزار بارہ سو چھٹاٹھ چھٹے چڑھے
کے پانوں میں مشکیزے خوشبودار چڑھے کے گلاب کیولہ عرق ہمار بد مشک بھرے فوارے ہزار سے کے ہاتھوں پر
چڑھائے آبپاشی اور گویا ہر افشانی کرتے ہوئے ایک سمت ہزار بارہ سو مقبل بردار خود سوز و غیرہ ہاتھوں میں سیے
ہزار بارہ سو صاحب دربان رفاہی یوزباشی سیا دل مرد ہے نقیب چوہدار بانڈھو کے ہال گلابی چیرے سر پر بانڈھے
پلکاری کے دارائی کے اگر کھے اور محمودی کے پردہ چاک قبائین اپنے بیل چشم کے ٹپکے کروٹے بانڈھے شروع
کے ہاتھ پانوں میں عیسے سنہری پہلی مکمل بزر و مرقن بجا ہر ہاتھوں میں لیے صف بستہ جہان تہان استقامت
سرگرم کار میں صاحبقران عالی شرت قریب عتبہ ظک کریم ملا یک مقیم کے آگے مرکب سے کود پڑے اور ایک
ڈنگل پر تنگن ہوئے اور باقی تمام لوگ جو بے کر کے کرسیاں بچھا بچھا کے بیٹھنے لگے کہ یکایک وردی نوازوں نے فاشہ
زنی کی وردی بجائی اور امیر باتوقیر اور سب سرداروں نے جانا کہ آد شاہ شکر اسلام کی ہوئی پس سب ہوشیار ہو کر
آنکھ کھڑے ہوئے ملی علایان پور شدہ ایان کپیان کرب بن کوہ کرب پلوان علای درگ مارا لشکر نے دھڑکڑا
پردہ کاٹھا یا اندر سے آواز شمنان نوازوں کی ٹوش نہ ہوئی اور قریب چار سو کھاریوں پر سی طاعتوں کے تخت
اس سلیمان مرتب کا دوش بدوش لیے باہر نکلیں پلوان عادی نے ہکارا انفرن اندفع قریب امیر باتوقیر
واسطے جوڑے کے جھکے مرد ہے نے آواز دی شمنشاہ عالم پناہ سلامت مہابی بادشاہ سلامت امیر باتوقیر کا مجرا
لنگاہ روبر و حضرت نعل سبحانی نے بہ کمال علیات خسرواد امیر کشور گیر کا مجرا لیکر اپنا ہاتھ چھانی پر رکھا اور اشارہ
سواری کا کیا بعد اسکے جانب راست سے دست راستہ کا ادھ جانب چپ سے دست چپوں کا مجرا ہوتا تھا
تحت بادشاہ سمت وعدہ گاہ مصافحہ ہوا آگے آگے جلوس سواری کا روشن چوکی نواز لالت بحیروں
کو شمنانوں میں پھونکتے ہوئے شعرود شمنان نوازوں کی پیاری دھن دھن جھن کان رکھ کر ملا یک شمنان پڑھتے

آبپاشی کرتے ہوئے گردوغبار کو بھلاتے کچھ سواری کے آگے کچھ داہنی طرف کچھ بائیں طرف کچھ گھوڑوں کے پیٹ تلے
 رہے ہوئے بچستی و چال کی تمام پٹے چلے جاتے تھے امیر باتو قیر سلطان جم قدر داراشان حسدہ صاحبقران اشقر
 دیوزاد پر سوار زیر نشان علم اژدہا پیکر تخت سے شہنشاہ لشکر اسلام کے چالیس قدم سروری اور صاحبقرانی کی راہ سے
 آگے یہ شعر پڑھتے ہوئے چلے شعر من آن ستارہ صبح کر از کمال ادب ہمیشہ پیش رو آفتاب یباٹیم آگے آگے نقیب
 اور کوفیت کڑا کہتے اور نقیب دستہ بقول میسر احسن کہ اشعار نقیب اور جلودار اور پوب دار پوب کہتے سگتے
 آپس میں ہر دم ہکار بیلانو جوانو بڑھے جانیو دو جانب سے بائیں لیے جانیو بڑھے جاد آگے سے چلتا قدم
 بڑھے عمر و دولت قدم با قدم غرض جاتے جاتے سواری قریب وعدہ کاہ مصاف کے پہنچی تخت حضرت ظل العزت
 شہنشاہ لشکر اسلام کا قلب لشکر من آن کے قائم ہوا طرفین سے سرداروں نے نکل کے خجاری جندی بگل کی
 کھاٹ کے میدان ہموار کر دیا بیلچہ کا زلیچہ کاری کر کے نکل گئے مینہ میسر قلب و جان سابقہ کینشاہ آگے کا ہراول
 پیچھے کا چند دل چودھویں صفین بخوبی آراستہ و پیراستہ کر کے جبکا گھوڑا صفت سے قدم جس آگے بڑھا تھا اس سے
 پیچھے ہٹا دیا اور جبکا کب قدم جس پیچھے تھا اسکو بال کا جھکا دے کر آگے بڑھایا ہر ایک گھوڑے کی پھت پھ
 کنوٹی سے کنوٹی سم سے سم سے دم سے دم برابر کر کے صف آرائی کی کر شدت اور نثرت گردوغبار سے تمام آسمان
 گندہ نظر آتا تھا ایک دوسرے کو بخوبی بین دیکھا سکتا تھا نظم زردوغبار سے کہ شد بر سپر و رفتن خویش گم گرد و مسر
 رسم ستوران دران پن دشت زمین نشش شد و آسمان گشت دشت و صدا پردن آواز طبل بنگ و دنگا و دنگ و دنگا و دنگ
 کرہ ہوا کرہ خاک ہو گیا تھا اور اندام زمین رعشہ دار معلوم ہوتا تھا اسوقت ہزار ہا ستے طرفین سے آبپاشی پر بجکے
 ہوئے گردوغبار کو بھلا رہے تھے بعد دو تین گھڑی بسبب کثرت آبپاشی کے اب جو دیکھا تو وہ گرد و فرد ہوئی اور
 ایکے دوسرے کو بخوبی دیکھنے لگا مگر میدان بصورت دھار درون کے منہ کودے نظر آتا ہر کسی کو جو ات آگے قدم بڑھانے
 کی بین ہوتی نقیب اور کز کیتون نے طرفین سے نکل کے آواز بلند کیا اور مردان بکوشیدہ آجامہ زنان پوشیدہ
 شعر روز جنگ است جنگ باید کردہ کوشش ہم دنگ باید کردہ کمان پن رستم و سہراب کمان پن سام و زریان
 کون ایسا بہادر ہو کہ آج سر میدان نکلا کر نام اپنے باپ داد سے کا روشن کرے اور آن بہادر وں کا نام مانند
 حرف غلط کے صفحہ امکان سے مٹا دے دو ہا لو ہا لو سب کین لو ہا بڑی بلا سبک آگے پت رہے اور بگ
 پانچ پت جاے ساتھ کز کیتون کے لکارنے کے بہادران تود شمار و داد و نعتن روزگار کی آگہوں میں نشہ شجاعت
 سے لال لال ڈور سے پڑ گئے تھے اور قبضون پر ہاتھ ڈالے برچھے ترچھے کیے میدان کو دیکھ رہے تھے کنا گاہ اور بگ
 کو ہستانی اپنے کرگدن کو دبا کے میدان میں نکلا اور گاؤنٹلی گاؤ سوار سے اجازت لیکر بجا بلا لشکر اسلام آیا
 تاف میدان میں اپنے گینڈے کو روک کر سلاح شور سی اور سراپا دکھلانے کو خوب اس گینڈے کو کا دون پر
 لگایا جبکہ گینڈا اپنے من تر تر ہو کے خشک ہو گیا تب آنے آواز بلند کیا اور لشکر خدا پرستان و اسو پرستان از شما
 ہر کر آرزو سے مرگ است بیا بیدار میدان جنگ کہ ارادہ دست دیا آرزو سے وارم ابھی اس کو ہستانی کے منہ سے یہ کل
 پورا نہیں نکلے پایا تھا کہ ایک بار سمت چپ سے مالک اژدہ صاحب تیرہ دو سر غلام نبی و چاکر چار سپہ سالار دست
 چپ سے اپنی مادیان عربی کی باگ کو لیا اور رو برو تخت بادشاہ اسلام کے آگے مجرا کیا اور اجازت طلب ہوا
 حضرت ظل العزت شہنشاہ فوج اسلام نے جام کلا حضرت اپنے دست مبارک سے بریز کر کے مالک کو دیا اور زبان
 مبارک سے فرمایا کہ تیرا بھرا سے لڑنا ل سپر وید مالک سے آداب بجالا کے دھم نوش کر لیا اور بعد اسکے امیر باتو قیر سے

بھی رخصت میدان لیکے جانب میدان دزم روانہ ہوا اور برابر ارژنگ کو ہستانی کے پونج کے ایسا لگا اور مارا کر گھڑا
 ارژنگ کو ہستانی کا قریب دس بارہ قدم کے پیچھے ہٹ گیا ارژنگ نے بڑے زور سے باگ کو روک کر اپنے کرگدن
 کو قائم کیا اور پھر ہمالک ارژور کے آگے کھٹے لگا ای خدا پرست یہ رسم دراہ کمان کی ہر کہ تو نے میرے گنڈے
 کو آگے اور مجھ پر ہی مالک نے جواب دیا کہ یہی طریقہ شجاعان لشکر اسلام کی آمد کا ہے پہلے حریت سے جو مقابلہ کرتے ہیں
 تو اور مجھ پر مار کے آگے ہمالک کہتے ہیں یہ کلام مالک کا سنکر ارژنگ کو ہستانی نے نہایت پیچ و تاب کھایا اور پکارا
 لا ضرر مردان عالمی مالک نے کہا اول تو اپنے دل کی حسرت نکال بعد ازاں اگر میرا خالق تیری ضرب سے مجھے محفوظ
 رکھتا تو میں بھی سمجھ لوں گا شعر تو اول برآوردن سے خوش ہو کر من خصم یا مدہم جا سے پیش و پس ارژنگ کو ہستانی
 نے یہ سنکر اور پیچ و تاب کھا کے نیزے کو اپنے سینہ بے کینہ پر مالک ارژور کے مارا اور مالک ارژور نے ارژنگ کے نیزے کو آگے
 دیکھ کر اپنے نیزے کی سان کو روک لیا اور دونوں نیزوں کی سانوں میں سے ایک آواز جھنائے کی پیدا ہوئی چٹکار
 آگ کی آڑ میں اور باہم نیزہ وری ہونے لگی طعین چلنے لگیں شکار

دو نکل اہل زور و امرت بار	سان چون زبان ہونے نیزہ	میدان کشید نشان ببر کین	بجیش در آواز ایشان زمین
چنان نیزہ یا نیزہ آہستہ	سان یک بدگر در آد رختہ	اگر برہم نہ مجیدہ زانگو نہ مار	سان را چنن کے بود کارزار

بیس بیس طعین نیزوں کی باہم نکل جی خین مگر شعر نہ این را غفر بد نہ آن را خطر بد نہ آن را غفر بد نہ چونکہ مالک ارژور
 قہقہہ نیزہ بازی میں وحید زبان اور فرید عصر تھے ارژنگ کو ہستانی نے اپنے دل میں کہا کہ مالک ارژور سے نیزہ بازی
 میں عمدہ بلکہ بھی نہیں ہو سکتے کا اور یہ سوچ کر ایک مرتبہ مالک سے کہنے لگا کہ اے مالک ارژور یہ کون شخص ترا حریت
 اور پیدا ہوا جو ازراہ نامردی پیچھے سے تجھے چھراتا ہوا مالک ارژور نے ارژنگ کو ہستانی کی زبان سے یہ سنکر
 جو بخین پٹ کر پیچھے دیکھا تو شک تو کین بھی نہیں کوئی مارتا تھا تو فقط ایک فریب تھا اور سر سے ارژنگ نے قہقہہ
 پکے اس طرح سے نیزہ مالک کے ہاتھ پر مارا کہ نیزہ مالک کے ہاتھ سے پار نکل گیا مالک ارژور نے یہ فریب بازی ارژنگ
 کی جو دیکھی کہ مجھے دھوکا دے کے اس گہر پر غور نہ نہ خمی کو اچا ہتا تھا تو فیض و طیش میں آگے نیزہ اپنا ارژنگ
 کو ہستانی کی پھاتی پر مارا کہ پشت سے باہر نکل گیا اور پٹش اس جنبی بدہاش کی کرگدن پرستان اور ٹپڑی اور دم
 میں خاک و خون میں چڑک چڑک جنم واصل ہو گیا گاؤ نشی گاؤ سوار نے جو دیکھا کہ ارژنگ کو ہستانی مارا گیا بسیا خست
 کھوڑے پر سے کود پڑا اور اپنے دونوں ہاتھ رومال سے پاندہ کر تلوار کر فانیوں سے دبا کر پکھتا ہوا قطعہ از تو تمام
 طعف و از من تقصیر سر تا بقدم غریق بحر تشویر لیکن دارم چو عذر ہا سے مسومہ تقصیر مرا بخش و عذر دم پذیر
 قریب سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران کے آگے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ اے سلطان صاحبقران میں
 نقطہ خیال اپنی آبروریزی کے کہ تین برس کے خراج ملک ہر برس کے روپیہ کا مجھے انجام نہیں ہو سکا اور خواجہ
 سلامت مجھے ذلیل اور بے حرمت کرتے تھے اپنی بلاکت کا قصد کرنے لگا اس وقت دیو تلگ میرا عیار مجھے اغوا کر کے
 بیان ارژنگ کو ہستانی کے پاس لایا تھا اور سوا بھاگ آئے کے اور کوئی صورت مغر کی میں نے عمر و سکے ہاتھ
 سے نہ رکھی اس باعث سے اور بھی مجھے یہ خطا سرزد ہوئی اب امید دار ہوں کہ ابلی مرتبہ مجھے اور معاف سیجھے
 اور اب میں بصدق دل مسلمان ہوں گا میرا تو قریب دریا ای گاؤ نشی گاؤ سوار یہ سب باتیں مہل طعین کچھ مشکل
 نہ تھیں میں نے تو تمہارے سامنے عمر و کو سجھا دیا تھا لگاؤ نشی گاؤ سوار آٹھ روز کے وعدہ میں فروغ لائیکا اور
 تم کو تمہاری شرط کا روپیہ نہ دیکھا تو میں دو نکالا میں مجبور ہوں کہ تمہارے دل میں برائی ہو اب بھی اگر کلمہ

شہادت بعدق دل بڑا حکر مسلمان ہو جاؤ تو وہ روپیہ تمہارے عوض میں ابھی دلاؤ ورنہ اور عمر و پھر تم سے کبھی کوئی کل
 خلافت تمہارے نہ کیگا گاؤنگی گاؤ سوار از راہ فریب و مکاری پھر لکھون قسین لکھا کر مسلمان ہوا اور سلطان
 عالی مقام نے عمرو سے کہا کہ اگر اسرا قیل و دگاہ نقاب بعدق دل اسلام قبول کر لیگا تو میں وہ روپیہ
 تمہارا اپنے خزانہ عامرہ سے دو ٹکا عمرو نے کہا حمزہ میں یہ نہیں جانتا گاؤنگی خواہ مسلمان ہو خواہ کافر ہے میں
 اپنا روپیہ تجھے لینا لگا اور یہ وہ تیرہ دل تاریک درون سیاہ نجت ہو کہ کبھی بصوق دل مسلمان نہیں ہوگا بقول کسی استاد
 کے شعر یہ آب زمزم و کوثر سفید نتوان کردہ غیم نجت کے را کہ بافتہ سیاہ : حمزہ اسکی پیشانی پر تو یہ اسلام مطلق نہیں ملتا
 ہوتا کفر حیان ہو میں کہے دیتا ہوں کہ یہ کبھی سچ نہ کیگا یہ شخص جو ٹھہرنا ہو سابقین میں بھی میں نے تجھے کہا تھا تو نے
 سیرا کتنا نہ مانا امیر با تو قیر نے فرمایا کہ خواجہ سلامت ہر جہ با دایا دشرع ظاہر پر ہو یہ اقرار کرتا ہوں پھر مصرع مکتوب
 درون خانہ چہ کار نہ تم اپنا روپیہ مجھے لو عمرو نے کہا مجھے کیا تو جان تیرا کام جانے غرض امیر با کریم نے تین برس کے
 خراج ملک بربر کا جو روپیہ محسوب ہوا اسے خزانہ عامرہ سے عمرو کو دلا دیا اور گاؤنگی گاؤ سوار کو پھر یہ کمال عطا
 خاقانی بارگاہ سلیمانی میں وکر تجلایا اور قلع نجات کیا حضرت ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام نے سریر سلطنت پر
 اجلاس فرمایا امیر با تو قیر نگل ناد قیر پر شکن ہوئے باقی قتبے بارگاہ نشین شاہ دشر بار تھے دست راستی دست راست
 پر دست چپی دست چپ پر آن تھن کر اپنے رنگوں پر بھیجے ناگاہ سلطان صاحبقران نے ایک آہ سرد دل پر دوسے
 کھینچا فرمایا افسوس صد ہزار افسوس صاحبواب تاب مفارقت اپنے دونوں قرۃ العین نور نظر شاہزادہ بدیع الزمان
 اور قاسم نامور کی مجھے نہیں ہو شعرا نے انکھوں سے آنکھوں کیون : وہ کونسا دن خدا کر لیا خواجہ سلامت جہان کین جہان
 کشتیان بالان زورتی غراب بہم ہو نچین جلد تلاش کر کے گاؤکر میں بیان سے سمت باختر روانہ ہوں عمرو نے کہا
 حمزہ اسقدر بازار اور کشتیان کمان بٹنگی اور تمام سردار تو یہ سنکر سرگون ہو گئے کچھ جواب دیکے مگر گاؤنگی گاؤ سوار
 نے سر اٹھا کر عرض کی یا امیر حمزہ صاحبقران کنارے دریائے ملک بربر کے ایک جزیرہ ہو کہ نام اسکا جزیرہ کلفام
 مشہور و معروف ہو اور فرما عداد ہالکا جمشید شاہ نسل جمشیدی سے ہو گرد بان آبا اور اجداد سے آس بادشاہ
 کے ایک شرط چلی گئی ہو کہ جو بادشاہ ہوتا ہو وہ پہلے ہزار کشتیان نئی تیار کر والیتا ہو اور انکے بیان جمشید جم کے وقت
 سے یہ رسم قدیم چلی آئی ہو جسقدر کشتیان اور جہاد وغیرہ چلیے گا وہ ان سے طمانینگی کے قبل دینے جہاز دے کہ وہ بادشاہ
 پہلے ایک شرط یہ کر لیتا ہو کہ چالیس جوڑی تقارہ کی ایک مرتبہ بجائے اسکو جہاز لینے اور دوسری بھی
 کوئی ایسی شرط ہو لیکن اسوقت غلام کو خوب یاد نہیں عمرو نے کہا حمزہ یہ خدمت تقارون کے بجائے کی سوا
 میرے اور کسی کو نہ دے میں ابھی جا کر وہاں چالیسوں جوڑیاں تقارہ کی بجائے جہاز لیے آتا ہوں دوسری شرط
 وہ ایسی کوئی ہوگی جو میں نہ کر سکوں گا سلطان باکریم نے فرمایا کہ خواجہ پانچ ہزار اشرفیان میں ٹکودونگا جو تم وہاں سے
 جہاز لے آؤ گے عمرو نے کہا بسم اللہ میں ابھی جاتا ہوں یہ کھر عمر و سلطان صاحبقران سے رخصت ہوا اور
 جھٹ پٹ جزیرہ کلفام میں دروازہ جمشید شاہ پر پونچا وہاں دیکھا کہ چوہدری عصابر ہار و قیرہ اور حملہ شاگرد
 پیشہ ایک طرف کھڑے ہیں کچھ بیٹھے ہیں ایک طرف ہزار بارہ سو سوار مسلح اور کھل جلونا خانہ میں کچھ گھوڑے و تیر
 سوار ہیں کچھ زمین پوش جہان نہان بچہ سے زمین پر بیٹھے ہیں اور ایک سمت ایک بڑا تقارہ رکھا ہو عمرو نے
 کسی سے پوچھا کہ یہ اکیلا تقارہ بیان کیوں رکھا ہو کسی نے کہا کہ جو کوئی شخص کسی ملک سے بادشاہ یا وزیر
 یا کوئی امیر یا سردار یا سپہان بیان ہمارے بادشاہ سے ملاقات کرنے کو آتا ہو یا جہاز اور کشتیوں کی طلب کو

آتا ہو تو وہ پہلے اس نقارے پر چوب مار تا ہوا جہاں پہلی آواز ہمارے بادشاہ کے گوش زد ہوئی تو وہ اپنے معالجین سے دریافت کرتا ہو کہ کسے نقارہ بجا یا وہ ہمیشہ آسکے دریافت کر کے کہتے ہیں کہ ایک شخص آیا ہو آسنے نقارے پر چوب ماری ہو بادشاہ اسکو اپنے سامنے بلا لیتا ہر یہ حال دریافت کر کے عمرو نے چوب کو آٹھا کر اس نقارے پر چوبی اور ساتھ نقارہ کے نیچے کے آس بادشاہ جمشید شاہ نے ایک چوبدار کو بھیج کر عمرو کو اندرون ہارگاہ بلایا عمرو نے دیکھا کہ بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے اور گرد پیش اس کے چار ساڑھے چار سو سوار سردار اور معالجین کر سیون پر بادب بٹھے ہیں عمرو نے سلام کیا بادشاہ نے عمرو کو کسی پر بٹھ کر پوچھا کہ اس شخص تو کون ہے اور بیان کیلئے آیا ہو عمرو نے کہا کہ میں حسب الحکم جہاں مطلع سلطان والا شان نزاع یافت ثانی سلطان امیر حمزہ صاحب قرآن کے کشتیان اور جہاز تھے طلب کرنے کو آیا ہوں جمشید شاہ نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے کہ کسی شرطین رکھیں ہیں جو کوئی کہ ہماری شرطین پوری کرے وہ جہاز کے کشتیان جسے طلب کرے ہم آسے دیتے ہیں پہلی شرط تو یہ ہے کہ چالیس جوڑیاں نقاروں کی ایک چوب میں بجانے عمرو نے کہا کہ وہ نقارے کہاں ہیں انکو آوین انکو بجاؤنگا جمشید شاہ نے وار و فرغ نقار خانہ کو حکم دیا آسنے وہ نقارے اس کے حاضر کیے عمرو نے بیٹھ کے اس سے خوبصورتی سے ایک چوب میں آن چالیسوں نقاروں کو بجا یا کہ بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا ایک شرط تو پوری ہوئی اب دوسری شرط بھی ادا کر تو اپنے حسب استدعا جتنے جہاز کشتیان تو کہ میں تیرے ہمراہ کر دوں عمرو نے کہا وہ دوسری شرط کیا ہو جمشید شاہ نے کہا کہ میرے ہمراہ آو میں تجھے دوسری شرط بھی بتلا دوں یہ کہہ کے جمشید شاہ عمرو کو اپنے ہمراہ لیے ایک مکان میں گیا کہ سات سو ہزاروں کے اندر وہ مکان تھا وہاں عمرو نے جا کے دیکھا کہ بارہ حوض اقسام اقسام طبع کھانے کے کسی میں پلاؤ تازہ گر گرم کسی میں زردہ کسی میں شیرینی کسی میں قورمہ کسی میں فلیہ کسی میں چائیان کسی میں اور اسی قسم سے تھو تھو کھا نا تو ایسا بھی بخت کر کے بیان دے ہیں برابر غرض یہ کہ عمرو سے جمشید شاہ نے کہا اگر اس حسب طعام کو تو کھائے تو کیا قباحت جتنے جہاز کشتیان تجھے چاہیے ہیں تیرے ہمراہ کر دوں عمرو نے کہا اسقدر کھانا ایک آدمی کی تو طاقت نہیں جو کوئی کھا سکیگا دیوؤں کی خوراک ہو یہ شرط کیسی میں نے اس شرط کا وعدہ نہیں کیا ہو جمشید شاہ نے اپنے ہمراہ کے لوگوں سے اشارہ کیا سب نے چار طرف سے عمرو کو لپٹ کر پکڑ لیا اور کپڑے تمام جسم سے عمرو کے آٹا لپٹ کر کھانے کے سارے فراموشان میں جا کے قید کیا اور وہ سارے فراموشان ایک مجلس کا نام ہو کر وہاں جو قیدی جا تا ہو انکو تا قید حیات پھر رہائی اور نجات کی امید نہیں ہوتی ہو القصد بعد چند روز کے بیان امیر باتو قیر کو خیال آیا کہ عمرو کا پھر کچھ حال نہ معلوم ہوا کہ جزیرہ گلفام میں جا کر کھیا معاملہ درپیش ہوا رستم خان بن گاؤنگی نے عرض کی کہ یا سلطان والا شان جزیرہ گلفام کے بادشاہ جمشید شاہ کی دو شرطیں ہیں اول شرط تو اچھ معلوم ہو اور شاید دوسری شرط یہ ہو کہ کوئی مکان ہو اس میں بارہ حوض کھانے کے ہر روز تازہ پکوانے جیسے جاتے ہیں ان بارہوں حوض کے طعام کو کھلا تا ہے پس آن دونوں شرطوں میں کوئی شرط خواہ سلامت سے شوکی ہوگی ثابت ہوتا ہو کہ جمشید شاہ نے کسی فریب سے عمرو کو قید کر دیا ورنہ جزیرہ گلفام بیان سے چند ان فاصلے پر نہیں ہو جاتے دن ہو چکے اور خواجہ سلامت اب تک تشریف نہیں لے سکے حال جزیرہ گلفام کے بادشاہ کا شے سلطان کا یہ مقام کو شاہ عیادان عیادیم کو بن امیہ نامدار کے زمانے سے تشویش اور فکر بدرجہ غایت پیدا ہوئی اور مقتضائے فراست احوال اندیشی جامت اور تہ تو لبریز کر کے کنارے دنگل کے رکھ کر یہ آواز بلند فرمایا کہ اب ہاں شیر شکار اور اودلیان نامدار تم سب دیروں میں رہا یا بھی کوئی بہادر اور دلوروز ہو جو جزیرہ گلفام میں جا کر یہ دونوں شرطیں جمشید شاہ بادشاہ کی ادا کرے اور عمرو کا حال دریافت کر کے ہمارے پاس آئے تو ہم بھی اقرار کرتے ہیں کہ چالیس روٹا کی عمارت عاری کر نیکی ابھی پورا کلمہ زبان فیض تر حبان سے سلطان

صاحبقران کی ہڈی لٹکنے پایا تھا کہ ایک مرتبہ پہلوان عادی نے سر اٹھا کے عرض کی کہ یا حمزہ صاحبقران مجھے بڑھ کر مرد
تقارے کیا بجا بیٹا میرا شاگرد ہو اور وہ بارہ حوض کھانے کے تو وہ بیچارہ عمرو دیکھ کر دہل گیا ہو گا ایسے مقام پر مجھے کیوں نہ توڑنے
حکم دیا کہ میں جا کے سب شرخین جمشید شاہ کی بخوبی یاد آ کر آتا اب تو نے وعدہ چالیس روز کی دعوت اور ضمانتی کا کیا ہو میں
جاتا ہوں اور ابھی تیرا حکم بجا لاتا ہوں امیر یا تو فرستے وہ جام گلہ غفریت کا اٹھا کے عمرو و معدیکر ب کو دیا اور پہلوان عادی
اُس جام کو ایک ہی دم میں نوش کر کے سلطان صاحبقران سے رخصت ہوا ایک سو میں کی ضرب محنت شدادی کو ہاتھ میں
لیکے اپنے غریب کوہ پیکر پر سوار ہو کر سمت جزیرہ کلفام چلا بعد طو مراحل اور قطع منازل جبکہ جزیرہ کلفام میں جا کر
داخل ہوا تو اس نے اسی دروازہ بارگاہ جمشید شاہ پر جا کر اس زور سے چوب کو تقارے پر مارا کہ وہ تقارے سو ٹکڑے ہو گیا اور
مرد ہے چوہارون نے صورت پہلوان عادی کے کہ اشی تیر کا قدر اور اکیس گز کا دورہ کر کے کا سترہ شلے سر پر دیکھ کر اپنے
جی میں کہا کہ یہ کوئی دیوانہ نہیں تو کچھ کرنے کے سب کے سب چوہاں ہوس کے اندرون بارگاہ جمشید شاہ کے پاس نکلا
اور عرض کی کہ اس جمشید شاہ ایک دیوانے کے تقارے توڑ ڈالا اور دروازے پر کھڑا ہو جمشید شاہ یہ حال شکے بہت سا
اپنے دل میں سرسیمہ اندر مغلط ہو کے آپ بیرون بارگاہ نکل آیا اور پہلوان عادی کی صورت دیکھ کر نہایت خائف
و پریشان ہوا مگر لا علاج بڑے اعزاز و اکرام سے پہلوان عادی کو اپنی بارگاہ میں لاکر پوچھا کہ آپ کا آنا یہاں کیوں کر
ہوا پہلوان عادی نے کہا امیر حمزہ صاحبقران کو تلاش کشتیوں اور جہازوں کی ہر لہذا مجھے بھیجا ہو اور میں نے
سنایا کہ تو کوئی شرط کی محبت درمیان میں لانا ہر بیان کر کہ وہ تیر سی شرط کو کسی ہر تلاش محبت کو میں تمام کر کے تجھے جہاز
اور کشتیاں لون اور حمزہ کے پاس جاؤں جمشید شاہ نے دین چالیس تقارے منگے کہ پہلوان عادی ہکے رو برد
رکھ دیے اور کہا کہ پہلی شرط میری یہی ہو کہ ان چالیسوں تقاروں کو ایک چوب میں بجا دیکھے پہلوان عادی نے چوب
ہاتھ میں لیکے کس خوبصورتی سے ایک چوٹ میں چالیسوں تقاروں کو بجا کر فی الحقیقت عمرو سے بھی نہیں نہجے سکتے
بعد اسکے پہلوان عادی نے اُس بادشاہ سے کہا کہ وہ دوسری شرط تیری کیا ہو اسے بھی جلد بیان کر تاکہ میں اُسے بھی
پورا کروں جمشید شاہ پہلوان عادی کو اپنے ہمراہ لیے اسی مکان میں جہاں وہ بارہ حوض اقسام اقسام طرح کے
کھانے کے مملو تھے لایا اور کہا کہ دوسری شرط میری یہ ہو کہ یہ سب کھانا بارہوں حوضوں کا ہو کوئی ایلا کھا سے تو
میں بلا غرر اور حیا اسی کا طریق اور دین قبول کروں اور حقد جہاز اور کشتیاں میرے بیان موجود ہیں سب اُسکی نذر
کردن پہلوان عادی نے کہا بس یہی بارہ حوض ہیں یا اور بھی کہیں کچھ کھانے کو ہو جمشید شاہ نے کہا پہلے آپ ان بارہ
حوضوں میں سے جو قسم باکولات اور شرابات سے حاضر اور موجود ہو نوش فرمائیں پہلوان عادی نے بسم اللہ کہہ کے
ایک مرتبہ کھانے پر ہاتھ ڈالا اور جس حوض کی جانب مخاطب ہوا ان واحد میں اُس حوض میں کھانے کی قسم سے کوئی ٹو
باتی نہیں چھوڑی اور دوتین گھڑی کے عرصہ میں بارہوں حوض کھانے کے سب خالی کر کے کتنے لگا لگا کرے کہتے اگر
انسان دو دن بھی بھوکھا پڑا رہے تو اتنا صدمہ نہیں ہوتا الا آدم سے پیٹ جو کھانا کھاے تو بڑا صدمہ ہوتا ہوا ایسے کھا سے
سے نہ کھاتا اور فاقہ کرنا سترہ اکر مجھے کھایا یہ لانا ہو تو پیٹ بھر کھوادے میرا مارے بھوکہ کے دم نکلا جاتا ہو جمشید شاہ نے
یہ تماشا پہلوان عادی کی بھوکہ کا دیکھ کر ہنسی اٹھائی اور اسے اشارہ کیا کہ دیکھو یاد رکھی خانہ میں جو خاصہ تیار ہو جا کے
جلد لاؤ اور سمجھوں نے دیکھا کہ چار سو دین پلاؤ اور زرد سے کی اور قورمہ اور قلیہ اور سات سو جو شیرال باقر خانی
شمیر سی آبی روغنی کے بھی جمشید شاہ کے رو بردار و خور و خور چھانہ لیکے آیا اور کہا روں نے وہ سب دین
اور خوان لا کے رکھ دیے جمشید شاہ نے پہلوان عادی سے کہا کہ تجھے اس میں سے جو مزاج میں آئے

وہ نوش جان فرمائیے پہلوان عادی نے پہلے توں دس جوڑ شیر مال اور باقر خالی کے کر سیر سیر بھر سو اسوا سیر کا جوڑ تھا تھے اوپر رکھ کر اسپر چار چار بادے سالن قلیہ قورمہ کے انڈیل دیئے اور ایک مرتبہ منہ میں رکھ دیئے پھر نین معلوم کر وہ کہان جا کے غائب ہو جاتے تھے دم بھر میں وہ سات سو جوڑ روٹیوں کے چٹ کر کے اب پلاؤ زرد سے کی روٹیوں کی جانب مخاطب ہوا اور جس دیگ کو جا کے دیکھا اس کے دونوں طرف کے گڈے کرٹے پکڑ کے اس طرح سے جنبش اور ہلکے پلاؤ زرد سے کوٹ پٹ کیا کہ دیگی میں جو دس پانچ ہریان بونیاں تھیں آٹھ تھلے کی کھر جن تک چھوٹ کر الگ ہو جاتی تھی اور پہلوان عادی اس دیگ کو اٹھا کے ایک ہی مرتبہ منہ میں ڈال لیتا تھا پھر نین ثابت ہوتا تھا کہ وہ پلاؤ زرد وہ کدھر جا کے غائب ہو جاتا تھا شعر شکش بود یا کہ غازیلا و منش چون وہاں اثر رہا + اوبقا سے کہ دسترس در اندام مرغش از پنجہ در قفس وارد و در حسی تغلب بر دوش است طفل از دست اوسمہ نوش است مختصر یہ کہ کوئی دو گھنٹہ کے عرصہ میں وہ سات سو جوڑ روٹیوں کے اور چار سو دیگ پلاؤ قلیہ و قورمہ زرد سے وغیرہ کی پہلوان عادی سب بھری نوش کیں اس میں اگر کسی باورچی نے چاہا کہ کھلیے یا ڈو سے سے پلاؤ یا زرد سے کو دیکھ سے نکال دے پہلوان عادی نے اس باورچی کو یہ کہہ کر اوہ ذات یہ تو کیا برکت ناشائستہ کرتا ہر جان ڈیگ میں کھلیے یا ڈو سے کو مارا جازل ٹوٹ جاتے ہیں وہ لطف اور وہ کیفیت چانولوں کی بھر بھرا ہٹ نین رہتی غنقریب تھا کہ ٹھانچہ مار بیٹھے باورچی ڈو سے سب الگ کھڑے تماشہ دیکھا کہ وہ ساری دیگیں خالی ہوئیں ایک چانول تک باقی نین رہا تھا شاید کسی میں دو دو چار چار بوٹیاں گوشت کی رہ گئی ہوں سو وہ بھی کسی کے کھانے کے لائق نین ہی تھیں غرض جمشید شاہ تورنگ پریدہ اور حواس باختہ عالم حیرین خاموش اور خود فراموش کھڑا تھا جب آٹھ دیکھا کہ پہلوان عادی سب کھا آیا یہ بھی کھا چکا تب آٹھ پوچھا کہ فرمائیے اب تو حضور کا پیٹ بھرا پہلوان عادی نے کہا کہ کجبت تو کیا بادشاہ دانہ زرد ہو کر تیرے گھر میں کسی کو پیٹ بھر رزق بھی نین میرا آتا ابھی تو میں کچھ کھانا سا دیکھا انسان جب پیٹ بھر کھاتا ہو تو بات کرنے کو بھی جی چاہتا ہو کچھ تھکے اور کہیں سے میرا آئے تو شگاہ بھلا میری کچھ تو تسلی ہو جمشید شاہ نے حکم دیا کہ ہر کارے چڑا سی جو بار بار سے جلد چوک بازار میں جا کے حلوائیوں اور باورچیوں کے یہاں جو کچھ بکوان اور کھانا تیار ہو سب اٹھا لیں قیمت اسکی سرکار سے دیوادی جائیگی لوگ چار طرف سے دوڑ پڑے اور دوڑ مائی سو گڑ کرے ٹھائی کے اور سو سو سا سو بڑی بڑی گنیں سیان قابین طاق بادے پلاؤ زرد سے خشک زنی شیر مرغ قلیہ قورمہ وغیرہ کے اور دو تین من کے آٹے کی خمیری روٹیاں بازار سے لے کے آئے اور پہلوان عادی کے سامنے وہ سب رکھ دیئے پہلوان عادی نے بغراغ تمام اس سبکو بھی چٹ کیا اور کہا کہ محنت ہو اس تیری سلطنت اور حیرت پسند فطرتی اور مدون ہستی پر شعر کریم سائل خود را عطا کند یکبارہ دو بار لب نہ کشاید حدت ہا بر بہارہ تو چاہتا ہو کہ ہر مرتبہ تیرے سامنے لب سوال فاکرون اور شکم سیر ہو کہ کچھ کھاؤں سو بخیر ہو جمشید بن محبت اور سماجت تو کہیں کسی سے سائل نین ہونا چاہتا ہوں اشعار نصیب گر بد مثل حدت رزق از ساریردہ چو قسمت بہت روزی درون چون اسپاریردہ ہاے پارکمان پیش اوتان بس درین دنیا چرامن لب کشایم تا کہ آب روے ماریردہ گروہ جو تونے مثل سنی ہو کہ بھوکے اشرف اور پیٹ بھرے اطراف سے انسان خالی اور ترسان رہے وہ اسوقت مجھ پر سچ ہوا چاہتی ہی کہ اب شدت گرنگی سے یا تیرے بدن کی ہریان چپاؤں یا اپنا جیم کاٹ کاٹ کر کھاؤں ارے اور مجھ پر نین میرا آتا ہو تو کچھ خچے بھر بھونچے کے یہاں سے شگاہ بھی کہ میں اسی کو چبا کر اپنا پود زرخ پیٹ بھرون جمشید شاہ کا یہ حال ہو گیا کہ غنقریب تھا مارے ہول اور مارے ڈر کے روح قالب سے پر راز کر جاسکا ایک مرتبہ

موجودہ واکسارنا چار سو کے کئے لگا کر اب سردست اور تو کچھ حاضرین گھوڑوں کے پیٹھ کے دانے کو ٹھون میں کچھ قسم غلے سے
 موجود ہو وہ فرمائے تو حاضرین پہلوان عادی نے کہا کہ سے تیرا بڑا ہوا اور جیاد ہی تنگ جیشید شاہ نے حکم دیا کہ اس
 مان جلد گھوڑوں کا دانہ چنا کو ٹھون میں بند ہوئے اور وہ اہل نے سائیسون کے سر و نہر چنے اور جو کچھ وغیرہ
 کا دانہ جو کو ٹھون میں بھرا ہوا تھا کئی سو گھوڑوں بندھوا کے بھیج دیں اور پہلوان عادی نے اس دانہ کو دونوں
 ہاتھوں سے پٹکے اور ار کر کھانا شروع کیا اور چار گھڑی کے عرصہ میں سب کو چٹ کر گیا جیشید شاہ کا مثل قالب پکان
 کھڑا تھا مگر بارے خوف کے پوچھنے لگا کہ حضور فرمائیے ابھی کچھ گزشتی اور بھی ہو پہلوان عادی نے جواب دیا کہ تفت
 ہو تیرے پوچھنے پر میں ایسا نادان نہیں جو بار بار تجھے کہہ کے ذلت اٹھاؤں اور دیکھنے والے صاحبین تیرے سارے
 حاضرین محبت تجھے بڑھایا بھیجیں یا کوئی تجھے تفر لگائے غیر جو ہوا سو ہوا میرا بیٹا بھرا یا نہ بھرا میں تو وہ جہاز اور کشتیاں
 جلد طلب کر کے میرے ہمراہ کر دے اور بمقدمہ یہاں شناسی اب تجھے کیا منظور ہو جیشید شاہ ڈور کر پہلوان عادی
 کے پانوں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضور میں بعدی دل مسلمان ہوتا ہوں وہ بات فرمائیے جسے پڑھ کر ہا ہوں اور کشتیاں
 جہاز اور جو کچھ کرائیے تباہ میری ہو حسب حاضر ہوا سے پہلوان عادی نے کچھ شہادت ارشاد کیا جیشید شاہ از سر صدق
 کلمہ پڑھ کے مع تمام فوج و سپاہ کے مسلمان ہو گیا اور اس وقت پہلوان عادی نے کہا کہ تیرے بیان قیدی جو ہیں ان کو
 بھی تو اب چھوڑ دے جیشید شاہ نے بموجب ایا پہلوان عادی کے اسی وقت تمام مجلس کے قیدیوں کو مع شاہ عیاران
 مرہا کر دیا اور مع فوج و سپاہ اپنے ملک سے جہاز اور کشتیاں لے کے سمت لشکر فیروزہ اثر بخدمت سلطان والا قدر
 عالی منزلت امیر حمزہ صاحبقران کے روانہ ہوا اور پہلوان عادی قبل از آنے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ
 تادار کے اپنے کوہ پیکر مرکب پر سوار ہو کے بہ کمال جلد روی بارگاہ سلطانی میں آکر داخل ہوا اور سلطان صاحبقران
 کو مجرا کر کے کہنے لگا ویک ہذا من تر بانت شوم عمرو و تمیم الایام سے دلم تجھے طوع شکم پروری اور بہت سا کھانے کو دیا
 کرتا تھا اب کی مرتبہ میں نے سرزمین جزیرہ کھغام میں جا کے چالیس نغار سے ایک چوب سے بھائے اور جو جو کچھ شوم
 جیشید شاہ کے تھے لٹکوا دکر کے جیشید شاہ کو مع تمام اس کفرستان کے مسلمان کیا اور تیرے عیار یعنی اس وند بابک
 گردن لک لک پا کو قید شدید سے پھڑکے جہاز اور کشتیاں لے کر امیر با تو قیر عادی کی گفتگو سننے بہت ہنسے
 اور فرمایا ہنسے جو تھے دعوت کا اقرار کیا ہوا انشاء اللہ فائے بعد چہ روز حال کے کھاری دعوت چالیس روز تک بھولی تمام
 کر گئے عادی نے کہا بہت خوب فرم بیان ابھی پہلوان عادی سے اور سلطان صاحبقران سے یہی باتیں ہو رہی ہیں
 بہتین کنا گاہ سانے سے عمرو نمودار ہوا اور امیر با تو قیر کو مجرا کر کے سارا حال جیشید شاہ کا مکرر سکھر حضور سلطان
 صاحبقران بیان کیا اس عرصہ میں پہلوان عادی نے عمرو سے کہا کہ اسو ساربان زادے آج میں سے
 تجھے اپنا بندہ حلقہ بگوش کیا اور تو میرا زرخسریہ ظلم ہو میں نے تیری جان بخشی کی قید سے رہائی دی عمرو نے
 یہ تقریر پہلوان عادی کی سنکے جواب دیا کہ ارے اسو شکم ٹم ٹم تو نے وہ نغار سے کیا بھائے بڑی نمود اپنی کر رہا ہے
 اسکی بھی کچھ حقیقت بھتی میں نے بھی تو چالیسوں نغار سے بجا دیئے تھے پہلوان عادی نے امیر با تو قیر سے
 کہا کہ یا امیر ویک ہذا فریانت شوم اگر میں جانتا کہ عمرو مجھے سے باتیں کر لیا اور میرا احسان نہ مانے گا تو میں ہرگز وہاں
 جا کر عمرو کو نہ چھڑاتا قید میں پڑا پڑا کرتا اور میرا نام امیر اکرم اور تمام بارگاہ نشین پہلوان عادی کی باتیں سنکے
 ہنس رہے تھے اس میں جیشید شاہ مع اپنی فوج و سپاہ کے دروازہ بارگاہ پر پہنچا اور عرضی اسکی ہوئی کہ
 جیشید شاہ بھی حاضر ہو سلطان والا شان نے فرمایا کہ اچھا اسے جلاو اور حسب الحکم امیر اکرم کے جیشید شاہ

نے اندرون بارگاہ آگے حضرت ظل اللہ شاہ شکر اسلام کو نذر دے کر سلطان عالم قیام کو نذر دی کر سی اسکو چھینے کیلئے
مرحمت ہوئی اور بہ کمال عطیات خسروانی خلعت مرحمت ہوا امیر کشور گیر حمزہ صاحبقران باوقیر نے پوچھا کہ جو جمشید شاہ
کشتیان و غراب اور جہانزادہ کہان بن جمشید شاہ نے عرض کی کہ یا سلطان صاحبقران لب دریا ملک بربر کے سب
موجود ہیں یہ سب سلطان باکم نے عمر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ خواجہ سنو اب تو قن کرنا کیا ضرورت تیری سفر کی کرو
اور اسباب و غیرہ کشتیوں پر لہ وادہ فرما کر امیر باوقیر نے ہر ایک شاہ و شہر بارگاہ نشینوں کے اسباب کے موافق جدا گانہ
کشتیان مرحمت فرمائیں اور اپنے اسباب کے موافق جو کشتیان ضرورتیں وہ سب عمر کو تفویض کر کے حکم دیا کہ ہمارا اسباب
اسبانپیر یا کر داؤ اور حسب الاحکام نظام امیر عالم قیام کے عمر و نے اپنے عیار و ن سے کہا کہ ہاں تم سب جھٹ پٹ اسباب
صاحبقرانی اٹھا اٹھا کے بغالت تمام کشتیوں میں بجاؤ اور سب حال سب حال کر رکھو یہ کہ امیر باوقیر تو محل میں رونق افزا ہو
اور بیان ایسی گفتگو سب سرداروں میں ہو رہی تھی کہ ایک مرتبہ ملک اثر در صاحب حمزہ و سر نظام بنی و چاکر حیدر
نے کہا کہ اگر بیان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم محل خفتان خوریز خاوری ہوتا تو جیسا تیرہ میں نے اثر ملک کو ہستانی
ہمارا تھا وہ اندر راہ قدر دانی اور جو ہر شناسا سیری قرب دست اور استاد سی کی تعریف کرتا اور کہتا کہ کیا خوب قرب دست
مالک کی ہو حق یہ ہر مصرع قدر گوہر شاہ داند باداند جو ہری بچو بار ہو تا ہر وہ بہادر کی قدر جانتا ہوا رہے سوا و
ہندوستان رستم زمان لندھور بن سعدان نے کہا کہ میں نے بار بار شاہزادہ قاسم کو دیکھا کہ جو شجاعت اور تہمتی اور
طاوڑی اور لولوا لوی شاہزادہ انجم گروہ رستم شگورہ سرفہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پلوان تہمتن
شاہزادہ بدیع الزمان گرد شکر شکن من بھی وہ کسی میں نہیں دیکھی خاور سپاہ نے باختر بن جاکر اجنگ ایک چڑیا کو نہیں
مارا ملک اثر در نے یہ گفتگو لندھور کی جو سنی تو نہایت بگڑ کے کہنے لگا کہ بدیع الزمان نے وہاں جاکر کو لٹا کام بلور
اور ناموری کا کر لیا ہو لندھور نے کہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے نستور بن فستار کشتی گیر ایسے پلوان کو مارا
قاہر بن قہرمان عجمی کی کمان کو توڑا چار باغ ملک حرمان دیو کش کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور خوریز کو مسخر کیا گنجاب
کے گئی بیٹوں کو گیا ہو ر خون آشام سپہ سالار گنجاب کے بیٹے فضل بن گیا ہو ر خون آشام کو اور ارباب باختری
سپہ سالار دست چپ کو حارب خوریز صلیب خوریز و غیرہ قریب ہزار بارہ سو گر و گر و کشتوں کو زبر کے مشرف باسلام
کیا قریب سترہ اٹھارہ لاکھ کیسے کیسے دیر اور شیر بہترین کو سلطان کر کے اپنا مطیع اور فرمانبردار کر لیا اور جو شہر شیرازی
اور صفت شکنی کا شاہزادہ بدیع الزمان کی باختر بن پڑا ہوا وہ بھلا قاسم کو کہاں نصیب ہو ملک اثر در یہ تقریر لندھور
کی سنکے اور زیادہ قزاقوختہ ہوا اور کہنے لگا کہ استغفر اللہ قاسم ہو دیا کوئی کہیں نہیں بدیع الزمان کبھی قاسم
رو برو اپنے کو بہادر نہیں سمجھ سکتا لندھور نے کہا تو جیسا پر کہ شاہزادہ بدیع الزمان ہو قاسم کو نہایت نہیں بھڑ
کوئی نہ ہو شاہزادہ بدیع الزمان کے کیا نام قاسم کا زبان پر لاسکیگا ملک اثر در غیظ و غضب میں آگے اٹھ کھڑا
ہوا اور بولا کہ میں ابھی شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کے پاس جاتا ہوں تاکہ مجھے معلوم ہو کہ ہاں شاہزادہ
خاور سپاہ ایسا ہو اور بدیع الزمان کو ابھی ہاتھ باندھ کے وہ بخور صاحبقران لاتا ہے یہ کھٹ و تکرار فیما بین
مالک اثر در اور لندھور بن سعدان کے ہو رہی تھی کہ ایک مرتبہ سلطان صاحبقران عالیشان محل سے
برآمد ہو کے اپنے رنگل نادخبر پر سکن ہوئے ملک اثر در اپنے رنگل پر سے اٹھ کر امیر باوقیر کے سامنے آیا
اور عرض کرنے لگا کہ اگر آپ ارشاد فرمائیں تو میں پہلے شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کی زیارت اقام
حالی کے واسطے رخصت ہوں اور جاؤں امیر باوقیر نے فرمایا کیا مضائقہ ہے ہم بھی عتب سے سوار

سوار ہوتے ہیں اور آتے ہیں پس ملک اثر در سلطان ناموس سے رخصت ہو کے انھیں اپنی کشتیوں میں جو کہ امیر باتوقیر نے تیار کی تھیں
 انھیں سوار ہو کر سمت شہر سنجان روانہ ہوا اور اسے سواد ہندوستان لندھو بن سعدان نے جو دیکھا کہ ملک اثر در وسط ملک
 شاہزادہ خاور سپاہ کے گیا اپنے دل میں سوچا کہ جس وقت ملک شاہزادہ قاسم کے پاس پہونگا اس وقت انھیں گردہ زخم شکوہ
 سرفتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گرد شکر شکن میرے حق میں کہہ گیا
 کہ میرا ہوا خواہ لندھو بن سعدان شاید مر گیا جو مجھ تک نہ آ سکا پس مجھے کبھی لازم ہو کہ ازراہ دو تہذیبی اور خیر منگالی
 واسطے امانت اور کفالت شاہزادہ بدیع الزمان والا مرتبت کے میں بھی جاؤں غرض یہ سوچ کے اپنے دنگل پر سے
 اٹھ کھڑا ہوا اور محصور سلطان صاحبقران ہمتس ہوا کہ یا امیر حمزہ باتوقیر غلام بھی امیدوار ہو کہ اب غلام کو بھی اجازت
 رخصت ہونا کہ میں بھی زیارت اقدام عالی سے شاہزادہ بدیع الزمان والا شان کی سعادت دارین اور افتخار کونین حاصل
 کروں سلطان والا شان امیر حمزہ عالی شان نے یہ استدعا لندھو بن سعدان کے اپنے دل میں کہا کہ مجھے کوئی مینہ سمجھتا ہو جینے
 پہلوان بارگاہ نشین ہیں سب کے سب کوئی قاسم کا ہوا خواہ ہو کوئی بدیع الزمان کا فرزند ہو اور ہر ایک پیش خود سوا کہ
 اپنے دوسرے کو موجود نہیں جانتا ہو اور یہ کہہ کر نہایت متغصن اور کدھر ہو کے اور فرمایا کہ اچھا صاحب تم بھی جاؤ لندھو بن
 بھی سلطان عالی مقام سے رخصت ہو کر مع اپنے نو لاکھ سوار کے کشتیوں میں سوار ہو کر سمت باختر روانہ ہوا اب یہاں
 امیر باتوقیر بھی تیاری سفر میں مصروف ہوئے

جب تک شہر داستان شوکت بیان شاہزادگان والا تبار عالی مقدار شاہزادہ بدیع الزمان اور خاور سپاہ
 ملک قاسم نامدار سے بیان کیا جاتا ہے

کہ ان دونوں بہادر وں کو حالت زخم داری اور غشی میں جو آئے دونوں گھوڑے میدان رزم سے لے کے نکلے تو ایک شاہزادہ
 ایک ٹٹ جانے جاتے روز رزم سچ کے وقت ایک دہان کوہ میں ٹھہرے اور وہاں ہنرہ زار لطیف اور مرقدار پاکیزہ دیکھ کر
 وہ دونوں گھوڑے از بسکہ رو دن کے بھوکے پیاسے تھے گھانسن کھانسنے کو جھگے اور شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم
 دونوں قاش زمین سے جدا ہو پہلو پہلو اسی طرح سے بیوش از خود فراموش زمین پر گر پڑے اور گھوڑے چار کرنے
 میں مصروف ہوئے حسب اتفاق اس پہاڑ کے قریب فرقدار میں ایک شہر ہر کہ نام آسکا سرشار مشہور ہوا اور یہاں کا بادشاہ
 گودرز شاہ ملک لاکھ سوار کا ہر سوو حسب الطلب گنجاہ کے اپنی فوج و سپاہ ہمراہ لیکر واسطے گنجاہ کی مدد کے
 جاتے تھے کہ وہ قریب اس دامن کوہ کے پہونچا تو آئے دیکھا کہ دو گھوڑے سرخ رنگ گلگون فلذ برق آہنگ صبار قار
 ہرین دلجم ہر صبح کار اور ساز و دیراق مکمل بزم رفیق بجا ہر آغشہ بخون چراگاہ میں گھانسن کھانسنے ہیں گودرز شاہ
 نے چاہا کہ ان گھوڑوں کو کپڑے ناگاہ وہ دونوں گھوڑے گودرز شاہ کو اپنی جانب مغایب دیکھ کر دوڑ کر ایک قریب
 شاہزادہ بدیع الزمان اور دوسرا برابر شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کے کھڑے ہو رہے گودرز شاہ اپنے گھوڑے کو
 بڑھائے ہوا اور قریب گیا تو آئے دیکھ کر دونوں جو ان آفتاب طلعت شیر نستان سر سے پائون تک زخموں میں چور محض بنیو
 اور رنجور زمین پر پڑے ہوئے ہیں گودرز شاہ ان دونوں شاہزادوں کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید یہ دونوں جوان کلی سوداگوں
 اور یہ دونوں گھوڑے بھی انھیں کی سواری کے ہیں اتنا سے راہ میں کسی قطاع الطريق نے انکو زخمی کر کے مال اور
 اسباب لوٹ لیا ہو اور حالت زخم داری میں گھوڑے ان دونوں کو ایسے اسطون چلے آئے ہیں غرض یہ کہ گودرز شاہ ابھی اسی
 قدر میں بھاگتا ناگاہ ناگاہ اسکی ہونہر گین پر دونوں شاہزادوں کے جا پڑی تو آئے انگشت زبان دونوں کی انگلیوں سے اتار کر
 وہ ہرین ایک سفید کاغذ پر کین تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں بدیع الزمان گرد شکر شکن اور ملک قاسم علی خفستان

تو تریز خاوری دشمنان گنجاہ بن جبکہ مقابلے اور محاربت کے لیے گنجاہ بن مجھے بلایا پس بیستم دونوں بیادرون کے پڑھ کر
گودرز شاہ نہایت خوش ہوا اور اسے حکم دیا کہ ہاں ان دونوں زخمیوں کو بوسے لگھی قتل کر دیا ایک مرتبہ وزیر نے گودرز شاہ سے
مونس کی کہ اگر شہر یا تو استاد غامیری کی رکھتا اور یہ دونوں نوجوان زخمی بدیع الزمان اور قاسم مقہور اور مخدوم درگاہ
خداوند لقا کے بین غلام کی رائے ناقص ہیں تو انکا قتل کرنا مصلحت نہیں مقتدا سے فراست تو یہ ہو کہ ان دونوں کو مطلق
اور مسلسل زندہ دستگیر کر کے خداوند لقا کے رو برو بیٹھے اور یا ان دونوں کو ہدایت کیجیے کہ نادیہ خدا سے آسمان کی پرستش
پچھوٹے خداوند لقا کی پرستش کریں گودرز شاہ نے یہ مشورہ اپنے وزیر کا شکے کہا کیا خوب معلوم تو سنے دی اور یہ لکھ کر سی
عالم بیہوشی میں آئے لوہاروں کو بلا کے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کے ہاتھوں میں تھکاڑیاں پانوں میں پڑیاں
میں طوق کر میں خاردار شود نوادیے اسوقت شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کے ہاتھوں میں قاسم کی بیہوشی سے آنکھ کھلی
اور دیکھا کہ ہم دونوں برابر برابر پلو پہ پلو زخمی اور مجروح مطلق اور مسلسل زمین پر پڑے ہیں قاسم نے بدیع الزمان کو اپنے
برابر مقید دیکھ کر کہا کہ اگر کشتی گیر جس جگہ کہ میں اسیر ہو چکا ہوں تو میرے برابر کس لیے آئے قی ہو کر بیٹھا ہر شاہزادہ
بدیع الزمان نے جواب دیا کہ اگر ترک تنک چشم قاسم تو عجیب خیرہ مر اور دیوانہ ہو اس میں میرا کیا اختیار ہو اگر تو بیان سے
آنکھ کھیں اور چلا جائے تو تجھے اختیار ہو میں تجھے کس طرح نہیں کرتا قاسم نے کہا تو خیر تو بیٹھا رہ میں تو بیان سے لکھا جاتا ہوں
یہ لکھ کر قاسم نے حالت غیظ و طیش میں اپنی زنجیر شاہزادہ بدیع الزمان پر ماری شاہزادہ بدیع الزمان نے بھی اپنی
زنجیر قاسم پر ماری اور دونوں صاحبوں میں فیما بین زنجیروں کی لڑائی شروع ہو گئی اسیں کچھ لوگ گودرز شاہ کے
درمیان میں آگے اور چاہا کہ دونوں کو لٹے نہ دیں روئیں وہ جواہل رسیدہ ان دونوں شیروں کے بیچ میں پڑے
پانچ سات کے موز پھٹ گئے اور مارے گئے دو چار جوباقی تھے انھوں نے جاگ کر گودرز شاہ کو جا کر مال بیان کیا
اور وہ لاشیں سامنے بھا کر رکھ دیں اور کہا کہ وہ دونوں نادیہ خدا کے پرستار قیدی آپس میں لڑتے تھے ہم سب نے
چاہا کہ منع کریں اور دونوں کو جدا کر لیں ان دونوں نے ہمارے ساتھ مالوں کو زنجیروں سے مار ڈالا گودرز شاہ نے
نہایت درہم اور برہم ہو کے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کو اپنے رو برو بلایا جبکہ دونوں شاہزادے بارگاہ میں
ہونے تو انھوں نے بطریق اہل اسلام باواز بلند کہا میں ہمارے غفل بران کہے باد کہ داند خدا سے عزوجل خالق
جزو کل کیست وہ بن پیغمبر اور برحق گودرز شاہ اور خلیفہ اس کے مقربین اور منشی تھے سمجھوں نے اپنا منہ پھیر کے
جواب سلام کا نہ دیا مگر غیب سے ایک آواز پیا ہولی کہ طیب السلام اسوقت گودرز شاہ نے نہایت درہم اور برہم
ہو کر کہا کہ یہ خدا پرست بڑے زبردست ہیں اوصاف اس کے کہ دیکھو صاحبو یہ دونوں مطلق اور مسلسل بیٹھے ہیں اسپروں
بجوت و خطر نادیہ خدا سے آسانی کا میرے سامنے نام لیتے ہیں یہ کہے حکم دیا کہ ہاں جلد ان دونوں کو قتل کرو اور انکا
ہم سے جلا دون نے آگے شاہزادگان والا قدر عالی منزلت کی آنکھوں میں پٹی باندھ دی اور نکبت کا چہرہ
والا فلاکت کا بوریا چہرہ آگے بچھا کے شجلا دیا اور خدا کو لے کا گودرز شاہ پر کھینچ کر یا داز بلند کہا کہ خلق خدا سے باختر
کی ملک گنجاہ بن کنجور بن ملک حرمان دیو کش پیغمبر مسلسل کا حکم گودرز شاہ کا وہ شخص جلا رہا ہے اس
اپنے دوزخ پیٹ کے بھرنے اور اہل اور عیال کے پاسنے کے لیے یہ پیشہ جلا دی کا کرتا ہو گریبت سلطنت سلطان
کنہ فریاد ہر جلا و حبیت ہر مرغ راوانہ بلا شوق ہر صیاد و حبیت ہر صیاد و حبیت جو کچھ کھانا پینا دیکھنا بھالنا کہنا سننا
وہ کہا بولی تو دیکھ لو دشمن کو بھر یہ ٹھنڈھی ہوا ٹھنڈھا پانی کہاں نصیب ہو گا وہ دونوں شاہزادے عرش رفعت کیوال
منزلت اس پورے پر سرنگون بیٹھے ہوئے رجب طیب اپنی خالق اکبر کی طرف کر رہے تھے ناگاہ گودرز شاہ کو

طبیعت اور اسے اپنے وزیر کی یاد آئی جی میں کہنے لگا یہ کرد و نون دشمنان خداوندی سے سرکش اور زبردست ہیں کہ شک
 ہا تھوٹے پیغمبر رسول ایسا اپنی زندگی سے عاجز و سہتر ہی ہو کہ ان دونوں کو زندہ و شکر کے مقصور خداوند بخاؤن لاشک
 اور یب طرہ پیغمبر مجھ کا بیگاپس یہ سوچا کہ اسی وقت گو در شاہ مع اپنی فوج و سپاہ کے شہزادگان جانچا کہ لیکر سب سے
 مردانہ و تیسری منزل میں سامنے سے ایک حق گرد گاہا اور جو وقت وہ گرد مٹی تو اسے دیکھا کہ ایک نقابدار سبز پوش نیزہ بدست
 بہ کمال جوش و خروش یہ تنیب دیتا ہوا کہ ہر کہ انداد و ہر کہ انداد حلالا باند و شہزادہ کہ تم نقابدار سبز پوش ہو خواہ شاہزادہ انجم
 گروہ رستم شکوہ صاحبقران بن صاحبقران پہلوان تہمتن شاہزادہ بلع الزمان گرد لشکر شکن گو در شاہ لشکر کی جانب
 مخاطب ہو کر اور اپنے لشکر کو قائم کر کے سر میدان نکلا اور مبارک طلب ہوا کہ اسم نے جو دیکھا کہ یہ نقابدار سبز پوش ہوا خواہی
 بلع الزمان میں اس کے مہاند طلب ہو کیا کہنے لگا کہ جس مفوک نے چار پیسے بچھو پچھائے پس ایک کھال شیر کی پن لی اور
 لاف و گناہ اپنی مردانگی اور شجاعت کا اور دعوے ہو خواہی کا کہنے لگا اس غصے میں گو در شاہ اپنا مرکب چمکا کے برابر نقابدار
 کے آیا اور نیزہ پکڑ کے نقابدار سے ہم نگا در ہوا آخر کار نقابدار نے نیزہ گو در شاہ کا ہوائی کر دیا گو در شاہ نے جو دیکھا کہ نقابدار
 نے میرا نیزہ نکالا دونوں ہاتھ اپنے فاش زمین پر دے دے اور پکارا کہ او نقابدار نیزہ بازی خلال بازی نمود بازی جمال بازی
 شمشیر بازی راست بازی ہاش یہ نہ کہنا کہ مجھے خبردار نہ کر دیا تھا پس ہوشیار ہو جا اور دیکھ کہ کب برش تیغ تیز کی ہو یہ کہ ایک تلواریں
 نقابدار سبز پوش کے سر پر باری نقابدار نے اس کی ضرب کو خالی دیکر بوقت بگشتن یہ کہہ کے کہ او گو در شاہ شعر و فرہ بازی فریاد
 قوش کن ہر شادی از دل و اموش کن تیغدار گو در شاہ نے سپر کو پناہ کیا گروہ تیغ سپر کو کاٹ کے خود پر پڑا خود اور دو بلوچ
 کا نام کو پڑی کو کاٹ کے گو در شاہ کے نادما برو گزر گیا بیچ میں گو در شاہ نے دستانہ مارا تلوار تو جھینٹ کے نکل گئی گار
 ایک چادر خون کی بہ کے تھہ پر آگئی گو در شاہ نے زخمی ہو کر پناہ لیا کہ نقابدار سبز پوش کی فوج سے جنگ منلو بہ کر دے
 وزیر نے پوچھ لیا اور کہا کہ شہزاد ایک جوان کو نکل کے میدان ماری کرنے دیجیے چنانچہ گو در شاہ نے بوجہ مشورہ
 وزیر کے چند جوانوں کو باری باری مقابلہ اور مجاہدہ نقابدار سبز پوش کے لیے بھیجا اور جو آیا نقابدار کے ہاتھ سے زخمی
 ہو گیا گو در شاہ نہایت سراپید اور بہتواس ہو کر اپنے جی میں سوچتا تھا کہ ایسا نہ کہیں بلع الزمان اور قاسم قہر
 سے چھوٹ جائیں اتنے میں دیکھا کہ گردے دیگر برخواست شعر از دامن دشت حاج اورنگ ہر گروے برخواست طوطیاں گنگ
 جب دامن گرد شکافتہ ہوا تو دیکھا کہ طیفور زمرہ پرست نامے ایک بار گاہ نشینوں سے نقاسے مشرک خدا کے بہت بڑا
 زبردست سا مہر ہزار سوار سے کسی سمت کو جاتا تھا اسے ماہ میں حال گو در شاہ کے زخمی ہونے کا نقابدار سبز پوش
 کے ہاتھ سے اور قید میں بلع الزمان اور قاسم کو سکے یغا کیے اسلوت سے آپہنچا اور اس طیفور زمرہ پرست
 نے پیش خود یہ تجویز کر کے پہلے اس نقابدار سبز پوش کا طعج کر لیا بعد اسکے فرزند ان حمزہ کو قتل کر دیا اپنے مرکب کو چمکا
 بتقابلہ نقابدار سبز پوش آیا اور نیزہ پکڑ کر سیتہ بکینہ نقابدار پر پڑا نقابدار سبز پوش پر گانٹہ کر نیزہ بازی میں مشغول ہوا
 سترہ سترہ طعن نیزہ کی نکل چکین کھین اٹھا رھوین طعن میں نقابدار نے نیزہ طیفور زمرہ پرست کے ہاتھ سے نکال دیا
 اس وقت طیفور زمرہ پرست کا یہ حال تھا کہ اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آگیا اور اسی حالت غیظ اور غضب میں ڈال قبضہ
 شمشیر پر ہاتھ دوڑ کر ایک تلوار جو بر سر نقابدار ماری حسب اتفاق نقابدار نے چاٹھا کہ طعن سپر کی سے اسکی تلوار پکڑ لیا
 اٹھا ایک ہی ضرب میں کام اس تمہو انجم کا تمام کردن گروہ جو کہتے ہیں دو ہا انھولی کی بات کو ناکت میں سب کو کئے
 انھولی ہونی نہیں ہونی ہوئے سو ہوئے جو بھین نقابدار سبز پوش نے تلوار کی آمادہ چمک دیکھا کہ اپنے
 مرکب کو چمکا اور ان کوئی موٹک خاد تھا سب مرکب نقابدار موٹک خانہ میں جا پڑا اور سکندری کھا کے

چاہتا تھا کہ کوڑا کر کے نقابدار اپنے کمر بٹھکانے میں دیر جو غافل ہو طیفوز زمر در پست کی تلوار پر نقابدار کے پڑی چار انگلی کا زخم
اس میں نقابدار کے آگیا اور چاند خون کی ٹیخ پر جاری ہوئی شاہزادہ قاسم نے جو دیکھا کہ نقابدار زخمی ہو گیا بیباکستہ کہنے لگا کہ خوب ہو
جو یہ نقابدار مفلوک زخمی ہو گیا بہت زیادہ ٹوٹی کر اتھا یہ کیم شاہزادہ خاور سپاہ کا شکستہ شاہزادہ بدیع الزمان نہایت درہم اور عزم
اور ایک مرتبہ طغٹہ اللہ بکر جگر سے کھینچ کر ہاتھوں کی تھلڑی پانوں کی بٹری گٹے کا طوق کر کے خاردار شوش تار غلبوت توڑ ڈالے لوگ
گو وزیر شاہ کے جو برابر شاہزادہ بدیع الزمان کے کھڑے تھے آغوش نے جو دیکھا کہ بدیع الزمان نے اپنی قید توڑ ڈالی بدو اس ہو کر نکلا
کھڑے ہوئے اور شاہزادہ بدیع الزمان نے سنبھل کے ایک سواری کی ٹانگ پکڑ کے کھینچ لی اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر برابر طیفوز کے پہونچا

اور نصیب غنیمت و غضب ینغور کے نظر	اس برج خوبی شبہ اجمین	تہمتن توان گرد شکر شکن	تجلی چشمان اہل جہان
پسیر کا حجت بدیع الزمان	من آن مرد میدان کرد روزدین	توانم زدن آسان ہر زمین	ز نیم بیسے ملک اسلام شد

پکارا باش اور نیر غرور نقابدار سبز لوش کو تو نے زخمی کیا ہر اب مجھے کیا زندہ و سالم جائے رہتا ہوں

طیفوز زمر در پست شاہزادہ بدیع الزمان کو شمشیر کب آئے دیکھا اور یہ تیب سکے سنبھلا اور بقابلہ شاہزادہ طالعیمام کے وہی
تیغہ دوڑ کر شاہزادہ نادر کے سوا قدس پر مارا شاہزادہ عالم نے جستی تمام ہاتھ بڑھا کر بازو کو بچا کے ہندوست طیفوز زمر در پست کا
پکڑ لیا اور زور جو فشار اس کے ہاتھ کو دیا تلوار اس کے ہاتھ سے پھوٹ کر طغٹہ جا پڑی اور اس کے ہاتھ گز بخیرین ڈال کر فاش زمین سے
اٹھالیا اور چرخ دیکر زمین پر مارا کہ نقش زمین ہو گیا شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نے جو یہ زور دست شاہزادہ بدیع الزمان کا دیکھا شد
ریشک سے نہایت درہم اور جہم ہو کے طغٹہ اللہ بکر جگر سے کھینچا اور اپنی قید بھی توڑ کے ایک گبر کو گھوڑے پر سے گرا کے مار ڈالا اور اس کے
گھوڑے پر سوار ہو کر آدہ زرم و پیکار ہوا اور کفار کشتی کرنا ہوا پھر شاہزادہ بدیع الزمان کے برابر جانے لگا کہ باش ای کشتی گیر کہاں جاتا ہے
جس طرح سے اس فرقہ کفار کو میں نے زیر زہر کر دیا ہر اسی صورت سے اب تجھے بھی سزا کو پہونچاتا ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے جھوٹا
دیا اور خاف بھی اس فضول گوئی سے کیا فائدہ جو کہہ کر تجھے ہو سکے کو تا ہی نہ کر فرض کہ تمام دفعہ شاہزادگان و ملا تبار طالعیمام شاہزادہ
بدیع الزمان اور قاسم باہم شمشیر زنی کو تہرے رہے جبکہ آفتاب خوب ہوا اور ظلت شب نمایاں ہوئی نقابدار سبز لوش دونوں صاحبون کو لشکر
اکفار سے نکال کر اپنے خیمہ میں لگیا اور باحراز و اکرام بٹھا کر منہ ہاتھ و حلو اسے اور دسترخوان بچو کے کھانا کھلاو اسکے شراب پلوالی عید کھانے سے
مراخت حاصل کرنے کے نقابدار نے خاور سپاہ سے پوچھا کہ ای قاسم اپنے عوے بزرگوار بدیع الزمان نادر سے تو آنا کیوں لجا کر تاہم تو
جانتا ہو کہ بدیع الزمان گرد شکر شکن نے کیسے کیسے کار نمایاں کیے ہیں قاسم نے کہا آئے تو لسا کام شجاعت اور تہمتی کا کیا ہو اور خصوصاً
ہا نہیں ہوں وہ ان اس کشتی گیر کی کیا اصل و حقیقت کہ وہ ان ہم شمشیر زنی کا اپنی زبان پر اسے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا ای ملک
قاسم میں ترک جوشن پوش فضل بن گیا ہو و خون آشام ار باب باختری حارب خونریز صارب خونریز سجد و سجد و سجد و سجد
نشین و غیرہ کیسے کیسے پہلوان اور سرحدوں کلچر و دست و بازو اور بغیر شمشیر اپنا مطیع و فرمانبردار کر کے دائرہ اسلام میں ویا تو نے خطا ایک
خسرو قزاق اور مراد شاہ کو نویر کے بیغیر پیدا کیا و نہ اور تبتا تو نے کس پہلوان کو زیر کیا کس ملک کو اسلام آباد کیا بس بڑی کرامات
تو نے یہ کی کہ یہ شراہا ہرانا ایک خیمہ قمتون سے اس قسم سے تجھے لگیا ہو اس پر چمنند اور اسد جہ بند پروازی کرنا تو قاسم نے جواب دیا
برگشتہ صلوٰۃ اب مردست جو شخص کافور بن طیفوز زمر در پست کو مد سے دی بہادر ہر شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا بہت خوب
یہ کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے اپنے گھوڑے کو ہمیز کیا اور سمت لشکر کافور بن طیفوز رمانہ ہوا قاسم بھی تعاقب میں شاہزادہ
بدیع الزمان و ملاقات کے اپنا گھوڑا دبا کر چلا جب نقابدار سبز لوش نے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں صاحبون کو
جانب لشکر کافور بن طیفوز زمر در پست جاتے دیکھا نقابدار سبز لوش بھی ح اپنی فوج دہپاہ کے سوار ہو کے روانہ ہوا وہ ان کا فوج
بن طیفوز جو اپنی بارگاہ میں بیٹھا تھا کہ ایک بار سامنے سے حیار کا فوج کا آواہ اور آئے بیان کیا کہ شاہزادہ بدیع الزمان یکہ نہایت

مقابلے کو اتار کا فور یہ بات سن کر بہت ہنسنا اور کہنے لگا کہ میں طیفور نہیں ہوں ابھی یہی کہہ رہا تھا کہ ناگاہ آواز نوحہ شاہزادہ بدیع الزمان کی گوش زد ہوئی برابر نوحہ شاہزادہ بدیع الزمان کے دوسرے نوحہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کا سنا اور جانب لشکر سے شور یومہ شور اٹھا کا فور بن طیفور نے پوچھا کہ یہ غل کیسا ہو تو انہوں نے کہا کہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں نے آ کے اس قدر شور مچا دیا کہ تمام لشکر آپ کا تہ بالا ہو رہا ہے جس یہ حال شک کا فور بن طیفور اپنی سپہا اور تلوار پر کھڑے اٹھ کھڑا ہوا اور بارگاہ سے باہر نکل کر اپنے مرکب پر سوار ہوا اور مع اپنی فوج و سپاہ کے سرسیدان جا پہنچا اور اس نے دیکھا کہ میرے لشکر نے جھرمٹ کیا ہے ابھی کا فور کچھ بحال دریافت نہیں کرنے پایا تھا کہ یہ فوج میری سپاہ کیوں ہوئی اور کیوں بدلتی جاتی ہے کہ ایک سلسلے سے شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن تیغ خون چکان کھینچے صفوں کو ریزہ ریزہ کر کے انہوں کا فور بن طیفور نے شاہزادہ بدیع الزمان کو آمادہ جنگ کرتے دیکھا کہ پھر کب اٹھایا اور برابر شاہزادہ عالم نے پوچھا تھا کہ ایک طرف سے شاہزادہ قاسم بھی شیرازی را قریب آیا اور دھڑکا فور سے تیغ بڑا شاہزادہ بدیع الزمان نامور مارا شاہزادہ بدیع الزمان نے اسکی ضرب کو کھائی دیکر پار سے پلٹ کر تیغ مارا کہ سپہاؤں کے کانہ سکرٹ کے کا فور کے تابکار آ کر گیا تھا اس میں اس طرف سے قاسم نے برابر پوچھو وہاں کمر پر کسی تیغ مارا کہ تیغ بڑا کر کے دو کمرے ہو گئے گھوڑے پر سے گر پڑا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ میں تو اسے قتل کر چکا تھا تو نے مردہ شی کی قاسم نے کہا تو اور میری چیلہ پڑی تھی آپس میں ابھی یہی تکرار ہو رہی تھی کہ تھا بدیع اپنی فوج و سپاہ کے پہنچا اور جیسوٹ کر دیکھ لو کہ ہمارا زمان تھا بدیع نے اٹھایا تھا تو سات ہزار مرہٹہ قلم ہو کر خاک و خون میں لوٹتے پھرتے تھے گودرز شاہ یہ حال دیکھ کر جاگ کھڑا ہوا اور تمام لشکر اس کے ساتھ جمع ہو گیا تھا بدیع سبزویش نے بدیع الزمان اور ملک قاسم کو رعب و ضرب سے ہزار سی و چار روگ کر آپس سے جدا کیا اور بہت سا سمجھا تا ہوا اپنے ساتھ اپنے خیمے میں لاکے باہر ان کے گھیر کر تمام دونوں بیٹوں کو بھلا یا اور شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم سے پوچھنے لگا کہ اگر قاسم میں نہایت متیر ہوں کہ تم دونوں آپس میں چھاپتے ہو یہ بہت برا فیصلہ ہے کیا تم دونوں میں موافقت نہیں رہتی قاسم نے کہا کہ کیشی گیر غاصب ہوا ہے نہ ذہن میں سوائے اپنی باری اور شیرازی کے اور کسی کو موجود نہیں سمجھتا تھا بدیع نے کہا کہ اگر قاسم بدیع الزمان تیرا چچا بھائی ہے تو ہوا وہ کھانسلے رو برو کھجے کیا نسبت لہذا ہے لاؤ ہم نہیں کہ تو ہمیشہ شاہزادہ بدیع الزمان سے دعویٰ رستی اور مہسری کا کرے قاسم نے کہا اس کشتی گیر نے کیا کام کیا ہے یہی کہیے جو میں نے نہیں کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ ابھی ایسی برائی میں کا فور بن طیفور نے مردہ پرست ایسے گہرے روگ کر ایک سرسیدان و اس کے ساتھ کہ تو نے اس مردے کے تلوار باری قاسم نے کہا اچھا ابھی جو کوئی انجباب کی گزیر شیراز کے قتل میں سے تھا ہے وہ شخص بہرہ شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا میں نے قبول کیا ہوں اتفاق سے کہ پھر چلے بدیع الزمان نے کہا بھگے کیا میرے عرض میں شیراز اپنے مرکبوں کو جو ان کے نقادار سے رخصت ہوئے اور نقادار کا عطف کو سوار ہو گیا چنانچہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم منت مرا کو درخانہ ہوا اور بعد طر محل و قطع منازل چند روز میں مرہٹہ کے پاس پہنچا اور مراد شاہ شاہزادہ خاور سپاہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور قاسم بیان تیاری فوج کی اور نگاہداشت نو مازوں کی باری کر تا ہوا اور شاہزادہ بدیع الزمان جو نقادار سبزویش سے رخصت ہو کر سارہ ہوا اور ست چار باغ ملک حرمان دیو کش کے روانہ ہوا تو جاتے جاتے ایک روز کی نقل ہو کر ایک محو سے سرسبز اور خرم میں جا کے وارد ہوا اور ایک مقام پر زمین پوش بچھا کر وہ بھر آرام کرنے کو بیٹ گیا ناگاہ سامنے سے ایک گردنیاں ہوئی اور اس گردن میں ایک پیادہ منظور سے زلفی پاتا بے سقر لاتی بانہ سے حلقہ کند کا کلائیوں میں لٹایا ہوا گھن اور خنجر ہاتھ میں پکڑے نظر پڑا اور فوراً وجود کیا تو معلوم ہوا کہ مرجان تیز رفتار عیار ملک گوہر ملک کا ہو عرض مرجان تیز رفتار نے روہر شاہزادہ بدیع الزمان کے آ کے اقدام عالی کو اس عالی مقام کے بوسہ دیا اور بعد دعا و ثنا سے شاہی کے عرض کیا کہ اے شہر بار ملک گوہر ملک تپ ہاجرت اور درو مغارت سے اب جان لبیب ہو کسی صورت سے آپ بیان سے تشریف لیجیے اور ملک سے ملاقات کیجیے شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے مرجان شعراں بار کہ گفتہ بنوایم دل نگر انت بنو میر غم انیک سلامت نگران باش

جو آپ کے نامزد تھی اسنے اپنے قابو میں کر کے رکھا تھا عرض کرونگا کہ اس کا رجحان بخاری کے صلا اور انعام میں میرے لیے سنی رہا
 خداوند سے طرہ پیغمبری دلوادیکھے یا قوت شاہ جبریل درگاہ بلاشبہ و شبہ مجھے پیغمبر مسل کا قائم مقام اور بالا استقلال کرادیکھا جس
 مشورہ کر کے شاہزادہ عالم کو ایک اعزبے پر بٹھا کر تین لاکھ سوار کو حکم دیا کہ تم برچھو اور تلواریں کھینچے گرد و پیش اسکے اعزبے کے
 رہنا اور چوٹا سے راہ میں قاسم یا کوئی اسکے ہوا خواہوں میں سے یا فضل وغیرہ کوئی سردار اسکے لشکر کا آجے تو تم سب اسکا
 سر کاٹ ڈالنا لود اسکے آمودہ رزم و تیار ہونا یہ لکھتے آگے آگے تو قید شاہزادہ بدیع الزمان کی مع تین لاکھ سوار نیزہ دار سکھوانہ کی
 اور قاقب میں آپ و لاکھ سوار سے بخیال نال اندیشی کہ ایسا تو پشت پر سے ملک یا بدو بدیع الزمان کی کوئی سردار لیکے پہونچے اور
 بدیع الزمان کو قید سے بچھڑا دے روانہ ہوا میان مرجان تیز رفتار یہ گروں گردون غدار اور انقلاب لیل و نهار دیکھ کر سو سینہ زمان خاک پر
 افتان و خیزان مگر این دنان سمت چار باغ ملک حرمان دیو کش دوانہ ہوا چلے تو اسنے چاکر میں خدمت شاہزادہ خاور سپاہ ملک قائم شاہ
 یہ جان جان کر دن پھر اپنے زمین سوچا کہ قاسم کا احسان بہنا مناسب نہیں وہ ہر بات میں ہمیشہ اس احسان کا طعنه شاہزادہ بدیع الزمان کو
 لڑا کر نیلے بسج سوچ کر مرجان تیز رفتار ملک گوہر ملک کے پاس سمت چار باغ ملک حرمان دیو کش کے چلا اور حسین کرتا بہ کمال سرعت اور
 تیز روی چار باغ میں جا کر ملک کے پاس پہونچا اور اپنے سر پر ڈھنڈا مارا کہ از ابتدا اتنا سارا حال شاہزادہ با اقبال کا اور قاهر بن قمرمان
 غمی بیان کیا ملک گوہر ملک نے جو یہ خبر خوش اثر سنی تو مجبوراً ہوا
 سرسنگ سے اپنا آسنے مارا | اتوں سے کیا سرخ سنگ خار | تاسے کئے ہفت آسمان تک | ہر سچ کھلی کہ صبر بھر کہا تک
 تھیرے کہیں تہین جو چھوٹی | اک خون کی آبشار چھوٹی | لوٹے جو سنگ لاخ ہر باب | چھل چھل کے بدن ہوا بنگار
 اور یاسمین اور کیتلی وغیرہ خواہین ملک کی سنبھالی اور بھالی تھیں کہ ملک عالم اللہ آپ اپنے کو دریا بھیلے اسد بھلاک کرنے
 سے کچھ حاصل نہیں ان کوئی تدبیر کیجیے دعا مانگیے کہ جناب احدیت اپنا فضل و کرم کرے شاہزادہ بدیع الزمان صاحب اقبال
 ہیں اکثر ایسے حادثات اور سانے انہر آئے ہوئے ہیں گرانجام بھڑ بھڑا اتنا بدحواس ہونا اور انہی جان کھونا لازم نہیں بارے اللہ
 ملک کو ہوش آیا اور روتے روتے ایک مرتبہ خیال آگیا کہ ملک غم میں ملک یا قوت ملک قمرمان غم کی بیٹی اور قاهر بن قمرمان غمی کی
 چھوٹی بن میری بڑی وہ تنخواہ اور خیر اندیش بنوں سے زیادہ محبت رکھتی ہو اس سے کہلا بھینوں شاید اسکے باعث سے کوئی خوش
 شاہزادہ عالم کی رہائی کی ہو جائے غرض یہ سوچ کے ایک رقعہ بنام ملک یا قوت ملک بنیغصوں کہ اس بن شاہزادہ بدیع الزمان کو تھارا
 بھالی قاهر بن قمرمان غمی میدان رزم سے بفریب و ناموسی گرفتار کر کے لگیا ہوا اور یہ بات تو کو معلوم ہوگی کہ شاہزادہ شیر ویہ بن
 حمزہ جسکی تصویر پر تم ہزار جان و دل سے قربان و نثار ہو وہ چھوٹا بھائی شاہزادہ بدیع الزمان کا ہے یہ جو تم شاہزادہ
 بدیع الزمان کو قید سے بچھڑا دو گی یا جو کچھ کہ اسوقت پر میں شریک ہو کے احسان کرو گی یہ تمام احسان تھارا شاہزادہ
 شیر ویہ بن حمزہ پر ہو گا اور اس احسان کے ذریعہ سے شاہزادہ شیر ویہ بن حمزہ تمام عمر تھارا مطیع اور فرمان بردار
 رہیگا اور میں تمام عمر تھاری ممنون اور مشکور ہوئی غرض یہ کہ ملک مرجان تیز رفتار کو حوالے کیا اور کہہ دیا کہ اس بھائی
 مرجان تیز رفتار تم ملک غم میں جا کے کسی ذریعہ اور وسیلے کسی عیاری اور مکاری کسی گھات سے یہ میسرا
 رقعہ میری بن ملک یا قوت ملک تک پہونچا دینا پھر آگے جو مشیت پروردگار ہوا ہے حتی المقدور میں سنی اور تدبیر میں
 تو قاصر نہ رہوں گی مرجان تیز رفتار حسب احکم ملک گوہر ملک کے رقعہ لیکر صحت عزم روانہ ہوا بدستیں کرتا جو تھارا دن تک
 کہ مرجان تیز رفتار قاهر بن قمرمان غمی کے لشکر کے برابر پہونچا اور بہت عیاری اپنی صورت تبدیل کر کے لشکر
 سے ملحق ہو کر اسنے دیکھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان مطلق اور مسلسل اعزبے پر بٹھا ہوا اور دو جوان نیزہ دار دست
 راست اور دو جوان نیزہ دار دست چپ نیزہ سے باہر شاہزادہ عالم کے پیٹ کے رکھے اور باقی کسی نیزہ سوار یا شیر بہنہ بڑی تھارا

اور ہوشیاری سے گرد و پیش اعرابے کے پر اباندے پھلے آتے ہیں اور جسوقت کہ شاہزادہ عالم بدیع الزمان کو حالت غش سے انیس کے ہوش آجاتا ہوا اور آٹھ کھول کے دیکھتا ہے کہ مجھے مطلق اور مسلسل کو کے اعرابے پر ڈالے لیے جاتے ہیں تو اسوقت زور کر کے کہہ مارتا تھا کہ آدھے آدھے پیسے اعرابے کے زمین میں غرق ہو جاتے تھے اور بارہ جوڑیاں ناگوری ملیوں کی کھینچ نہیں سکتی تھیں شل ہو کر رہ جاتی تھیں تو ہنتم اور دوزمین قاہر بن قمران غمی کے پھر ٹی بیوشی کی دماغ پر شاہزادہ بدیع الزمان کے چڑھ کے بیوش کر دیتے تھے اور ایک فیل مست کے جسم و منہ پر چڑھتا ہوا پیچھے اعرابے کے تھا آگے سے تو بارہ جوڑیاں ملیوں کی زور کر کے اعرابے کو کھینچتی تھیں اور پیچھے سے وہ مست ہاتھی مسک اور دانتوں سے اپنے اعرابے کو ریتا تھا تب ہزار و شواہری اور لاکھ پریشانی وہ اعرابے صبح سے شام تک کوئی چھ سات کوں چلتا تھا مرجان تیز رفتار اس شکل سے شاہزادہ عالم کو مقید جلتے دیکھ کر خوب رو دیا اور اپنا سر پٹیا شیون و شین کرتا ساتھ ساتھ قاہر کی فوج دسپاہ کے چلا جاتا تھا بعد سے مراحل اور قطع منازل کے اب قاہر بن قمران غمی مع اپنے پانچ لاکھ سواروں کے جب قید شاہزادہ بدیع الزمان کی لیے ہوئے اپنے ملک عجم میں داخل ہوا تو قبل از داخلہ قاہر بن قمران غمی کے خبر فحیالی قاہر اور گرفتاری شاہزادہ بدیع الزمان کی وہاں عجم میں منکشف ہو گئی تھی اور قمران غمی نے حکم کیا تھا کہ بڑے زبردست خدا پرست کو کہ دشمن خداوند لقا کا اگر میرا بیٹا جنگ رستمانہ کر کے پکڑے لانا ہر لازم ہو کہ شہر میں آئینہ بندی کر داور تمام چوک اور بازار میں دکانیں رنگ آمیزی ہوں اور کہ وہ تمام سکان شہر سرما د آسکے مجتمع ہوں اور سیر آدم ساری قاہر بن قمران غمی کی دیکھیں چنانچہ حسب الحکم قمران غمی کے تمام شہر میں دھوم مچی ہوئی ہو چوک اور بازار اور ہر جگہ اور کوچے میں نوبت خانے رکھے ہیں نوبت بچ رہی ہو تمام چوک کی دکانوں میں رنگ آمیزی کر کے چھت پر دے تمام زربفت اساری اطلس کے لگاے ہیں دکاندار لال گلابی گڑیاں دھوم دھامی مچے جاسے تباہین اگر کھینچنے اپنے اپنے لڑکوں ہالوں کو پوٹیاں تھفہ تھفہ پیٹا کے لال کے بیٹھے ہیں سر راہ جتنے درخت ہیں انکو اطلس بادے سے منڈھا کر کنول گھاس رویشی کے لیے ٹکا دیے ہیں چار سو ق بازار میں کوسوں تک آتش بازی گڑی ہو سر و چراغان کی تیاری بہت معقول ہوئی ہر خلق اللہ کا جہوم تماشائیوں کی دھوم ہو تمام ملک عجم میں نیموں ڈیروں میں ناچ و ربا ہو جسوقت کہ اعرابے شاہزادہ بدیع الزمان کا اندرون چوک پہنچا اسوقت یہ کثرت خلایق اور بلوا تماشائیوں کا تھا کہ آدمی پر آدمی گرا پڑتا تھا ہالوں میں ٹھیسے ٹانگوں میں ٹمنڈ ڈالنے کا نہ خون پر سر رکھ لوگ دیکھ رہے تھے ہزاروں دہخون پر چڑھے بیٹھے تھے مختصر یہ کہ قاہر بن قمران غمی شاہزادہ بدیع الزمان کو گرفتار کر کے نقارہ بجاتا ہوا اپنی بارگاہ میں اپنے باب قمران غمی کے پاس لیگیا اور باپ کو نذر دے کر بہت سالانہ وکڈان کر کے کھٹے لگا کر یہ وہ شاہزادہ بدیع الزمان ہو جسے اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کی چھاؤنی گنجاب کی برباد کردی اور لکھو کھا تھا ہر ستون کو تہ تیغ بیدریج کر کے گنجاب کا ناگ میں دم کر رکھا تھا اسکو میں جنگ رستمانہ کر کے پکڑ لیا ہوں اور بجھوہ زندان لقا لقا کے حرمہ پنیر ہی لونگا بعد اسکے شاہزادہ بدیع الزمان نامدار جسوقت قمران غمی کی بارگاہ میں پہنچا تو چار حرف دیکھ کر باواز بلند کہا کہ سلام من درین مجلس بران کہے بادکر و اند خدا سے عزوجل خالق جزو و کل ہے است و دین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ برحق تمام کفار تیسرہ روز گار بارگاہ نشینوں نے نام خدا سے کریم کا شکے اپنے اپنے منہ پھیر لیے اور قمران غمی نے نہایت درجہ اور برہم ہو کر شاہزادہ بدیع الزمان اگر میرا بیٹا قاہر بن قمران غمی اسوقت سامی و سفارشی متواتر ہیں یہ نال اچھی تہی قتل کا حکم دیتا خیر چند روز تیری زندگی اور یہ یہ لکھ کر حکم دیا کہ اس خدا پرست

کو حلقہ زندان خانے میں لیجا کے ہر غلہ درخیز قید کرداد اور بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے رکھنا پڑا بموجب قمران
عجمی کے حکم کے شاہزادہ بدیع الزمان کو زندان خانہ عجمی میں لیجا کر قید کیا

اب دو کلمے داستان فطرت بیان مر جان تیز رفتار سے گزارش کیا جاتا ہے

کہ مر جان تیز رفتار نسبت عیاری مثل برق و باد نسبت و نیز کرتا ہوا اور یوان شاہی پر قمران عجمی کے پونچا
اور آئے دیکھا کہ قریب بارہ ہزار سوار زرد پوش اور چار آئینہ بند تھیں رنگا سے نیزہ بدوش جلو خانے میں اکثر گھوڑوں
پر سوار اکثر چوکی خانے میں جہان تمان چار پانچوں پر پڑے تھیں رتبے میں سیکڑوں زمین پوش زمین پر کھائے گھوڑوں
کی باگ ڈور میں پڑے باجم حق پتے اور باتیں کرتے ہیں ایک مقصد ہی ظم دوات سے ایک بند کا غنڈ پر نام سبکے دلیہ و ٹیکر پکارتا
اور جائزہ لیتا پھر تاج اور بید اسکے ہزار بارہ سو حاجب دربان عسکرتا صی یوز باشی لیادل مرد ہے چو بدار عصا بردار
وغیرہ پوشا کین و موم و معامی پہنے تھے سرری ز پٹی ہاتھوں میں سے جہان تمان اہتمام میں سرگرم کار ہیں ایک طرف
گھور نوبت کی لگ رہی ہر دن کوئی چار گھنٹہ باقی ہوگا شننا نواز گوری پور پٹی کے سر شنناؤں میں لگا سے سماں باندھ رہیں
ایک طرف سات سو آٹھ سو تھے آباشی پر تھے ہوئے چھڑکاؤ لگا رہے ہیں اور ڈیوڑھی پر پردہ پڑا ہے برابر پر دے کے
ایک کرسی پر مغلدار کو دیکھا کہ برس چالیس پچاس کا سن و سال اکثر بالی سفید سر میں آگئے تھے رنگت سرخ و سفید ولایتی
انار کا دانہ یا سفیدی اور شہناج کسی ہو ایک کرتہ نعل کا گئے میں اور پانچا رنگین کا سب بڑے بڑے پانچوں کا کلیون اور
عصا لکھ لگا ہوا جو تاد و اشرفی کا سب بھاری پانوں میں پہنے دو پٹے جا دالی کا سر سے ڈھلکا ہوا کندھے پر ہے اہوا بڑی
مکنت اور تکلف سے بیٹھی اور دو ہزار مرد ہے اور ایک چوہا راہین بائیں کچھ سامنے کھڑے بائیں کر رہے ہیں مر جان
تیز رفتار نے نہ تو کسی چوہا راہ سے کہا نہ مطلق مغلدار سے پوچھا بخوف و خطر برابر مغلدار کے پوچھا ہاں مگر اندرون محل
داخل ہو کہ ناگاہ مغلدار کی نگاہ جو مر جان تیز رفتار کی طرف پڑی تو اسے کہا ہاں ہاں او چھو کرے تو کون ہو اور
کہاں بیباختہ مانند شتر بے ہمار کے بیان پر دے کے برابر چلا آتا ہو تو کہاں جا بیگا اور کہاں سے آتا ہو مر جان
تیز رفتار نے کہا میں ملک یا قوت ملک کے پاس جاؤنگا اور مجھے پیغمبر زادی ملک گوہر ملک نے بھیجا ہے مجھے
روکنے والی کون ہو مغلدار نے کہا چھو کرے کھڑے تھو تو زمانے میں کیا گھسا چلا جا بیگا مر جان تیز رفتار نے کہا میں
مغلدار سے منع کرنے اور روکنے سے کیا اب یہ ہونگا یہ کیلے چاہتا تھا کہ پردے کے اندر ڈیوڑھی میں قدم
رکھے مغلدار اور چوہا راہ مرد ہوں نے مر جان تیز رفتار کو کشتہ کشا کر کے پکڑا یا مر جان تیز رفتار حیار نے کہا کہ
بھلا اور مردار مغلدار تو نے مجھے روک کر پکڑ لیا مگر دیکھ اگر ملک یا قوت ملک کو خبر ہوگی تو تیری لو کری جاتی رہی
اسے تو جان مغلدار اپنے جی میں سوچی کہ پیغمبر زادی کا یہ کوکا ہو اور آسکا بھیجا آیا ہو جا کے میں ملک یا قوت ملک
سے اطلاع کر دوں ذرا وہ بد مزاج بھی ہیں ایسا سنو کہ کہیں اسکی خبر سنکے سچ مجھے خفا ہونے لگیں یہ سوچ کر
مغلدار وہاں سے آگئی اور اندرون محل جا کے ملک یا قوت ملک سے ملتس ہوئی کہ قربانت شوم اس وقت ایک چھوکر
چیللا سا بیباختہ اندرون محل کے گھسا آتا تھا ہر جہاں ان کی کڑی رہی چوہا راہ نے روکنے کا ارادہ کیا
مگر وہ نہیں مانتا تھا تب اسے بن نے پکڑوا کے وہاں کو یوزی پر بٹھلایا جو وہ کتا ہو کہ مجھے ملک گوہر ملک پیغمبر زادی
نے بھیجا ہے اور مر جان تیز رفتار میرا نام ہے میں ملک یا قوت ملک کے پاس جاؤنگا اور تم سب جگو
مروکتے ہو تو میں تم سب کو برطوت کر دواؤنگا ملک یا قوت ملک نے جو نام مر جان تیز رفتار اور ملک گوہر
ملک کا سننا تو عنایت غیظ اور غضب میں آکر کہنے لگی کہ او قلمار مجھے کہنے حکم دیا تھا کہ اسے روکنا اور اپنے

دھکڑوں چوہاروں۔۔۔ کے پٹو ناما لڑادی تو نہیں جانتی تھی کہ وہ کوکا پیغمبر زادی کا ہر صریحاً تو وہ نام اپنا
بتلا کے پیغمبر زادی ملکہ گوہر ملک کا نام لیکر میرے پاس آئے کوکنا تھا اور تو نے ہر سون دیکھا ہو کرو، مردان
تیز رفتار چپن سے پیغمبر زادی کے پاس بلا پرورش پایا کوئی محل میں پیغمبر رسل کے اس سے چھپتا اور پردہ نہیں
کرتا تھا میرے سامنے وہ آیا کیا میں نے کبھی کسی طرح اس کو بکشت سے پردہ نہیں کیا تھا آج تو بڑی سی
گھر کا اہتمام کرنے والی ایک محلہ اور پیدا ہوئی، جسے پیغمبر زادی یعنی ملکہ گوہر ملک کے کوکا لود یوزمی پر روکا
اور اسے اپنے چاہنے والوں سے ملاپ کے کھلوانے قید میں پھلانگ کے میرے سامنے اپنی ملکہ اور سوخ
ظاہر کرنے کو آئی ہو محلہ اور مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگی اور جی میں اتنی ہر خداوند لقا خیر کر رہے اور اپنے
دونوں ہاتھوں کو رومال سے باندھ کر پاؤں پر ملکہ یا قوت ملک کے گر پڑی اور عرض کرنے لگی کہ اے ملکہ یا قوت
ملک لونڈی کی کیا قدرت اور کیا مجال تھی جو اسکو ملاپ کے کھلوانی لونڈی نے جس نادانستہ اسکو روکا اور اتنا
اس سے میں کہنے لگا ہوں کہ مہیا تو ذرا مختصر جا میں ملک عالم سے اطلاع کر آؤں اتنا قصور اور جرم تو البتہ لونڈی سے
ہو گیا تو اسیدوار ہوں کہ ازراہ کینہ پروری حضور معاف فرما دیں اب ایسی خطا سے فاش لونڈی سے کبھی سرزد
نہو گی غرض اور دو جاگت خشیون اور مقربوں اور ملازموں نے بھی ملکہ یا قوت ملک سے سعی کی اور تقصیر معاف
کرائی اور کہا اسکو محلہ اور سے جلدی سے جا کے مرجان تیز رفتار پیغمبر زادی کے کوکا کو بلا لے وہ محلہ اور پھر باہر آئی
اور مرجان پھر مختار کی بلین لے کر کہنے لگی کہ میں تیرے صہبے اور قربان گئی میں نے تجھے پہچانا نہ تھا اسیلے روکا
تھا تو اپنے جی میں کچھ بڑا نہ مایہ تو تو بچہ سا پیغمبر زادی کے محل میں کھیتا پھرتا تھا تجھے پردہ کون کرتا ہوئے جا تجھے
نے یاد کیا ہو میرے مرجان تیز رفتار اندر محل کے گیا اور آئے دیکھا کہ ایک بارہ درسی بہت نایاب بنی ہو اور اس
بارہ درسی کے سامنے ایک سا بنان زر بفتی کھنچا ہو اور بعد اسکے صحن میں بطور فائدہ باغ کے چار طرف گڑا ہل اور صندوق
اور گلاب کی میان کتری ہوئیں ہیں اور مین بنے ہیں انہیں بیلہ البیلا موتیا دن بان موگرا جو ہی سیوتی بالنی کیتی
محل جو سامی کا فی لوالہ فی وغیرہ گھاسے خوشبو کے اشجار قطار در قطار بہت خوبصورت خوبصورت لگے ہیں اور
کچھ درخت میوے کے جہان تان تیرے سے نظر آتے ہیں اور بیچ میں ایک حوض مصفا جسکے پانی سے پناہ پانی
مکمل حباب آنکھیں نکال رہے ہیں بہت تکلف سے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہوب گردان اسکی عقیق احمر کی بنی ہوئی
اسپر کچھ گارستے پھولوں کے دیکھے ہیں اور حوض میں بھی فوارے لگے ہوئے ہیں اور برابر حوض کے تختوں
کے فساد پر شطرنجی چاندنی گسترہ سلا سارہ اسپر گرا ہوا پڑا ہوا اور ایک مسند بفت کی لگی ہوئی ہو اسپر
ملکہ یا قوت ملک بہ کمال عز و شان جلوہ فرا ہوا اور چپ دراست اسکے قریب چار سو ساڑھے چار سو کے انہیں
جلوسین محرمین ہزار دس ہزار دس معاصین وغیرہ باادب بیٹھی ہوئی ہیں مرجان تیز رفتار عیار کوکا ملکہ گوہر ملک
اس وقت فرط سرور سے خود رفتہ ہو گیا اور ساری عیاری اور مکاری و فدا رسی اور طراری اور ہوشیاری اپنی
فراموش کر کے کچھ مال اندیشی اور اپنے بیگانے کے سن لینے کا خیال نہ کیا بیسیا ختم دور ہی سے آداب بجالا
کر کے باہم گریان دل پران احوال شاہزادہ بلع الزمان اسپر امیر اتوقیر حمزہ صاحبقران کی اسیری
و دستگیری کا بفریب و نامردی قاہرین قہرمان غمی بیان کر کے کہنے لگا کہ اے ملکہ عالم ہماری پیغمبر زادی ملکہ گوہر
نے زبانی مجھے طے وقت بتا کید تہم کہ دیا تھا کہ ہماری بن ملکہ یا قوت ملک سے کہنا کہ تم جسکے نام پر ہزار
ہزار جان و دل سے شیفہ اور نثار ہو وہ شیر و یار بن حمزہ صاحبقران چھوٹا بھائی شاہزادہ

بدیع الزمان گردشکر شکن کا ہوا اگر تم آج سچی کر کے شاہزادہ بدیع الزمان کو قید سے رہائی دلو اور وہی تو تمام عمر میں بھاری احسان مند ہوگی اور میں ملک یا قوت ملک شیر و یہ بن حمزہ صاحبقران تھا را عمر بھر ممنون اور مشکور رہیگا اور بھاری غلامی اور فرمانبرداری کر گیا مگر جس طرح سے ہو سکے شاہزادہ بدیع الزمان کو مجلس خانے سے نکلوا دو ملک یا قوت ملک گفتگو مر جان تیز رفتار حصار کی اور پیغام ملک گوہر ملک کا باواز بلند شکر اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ سب محبت والیوں اپنوں اور بیگانوں نے سن لیا ہو بختنا سے فراست اور خیال آل انڈیشی مثل شولہ جوا بھڑک اٹھی اور نہایت درہم اور برہم ہو سکے اپنی خواہشوں کی جانب مخاطب ہو کر حکم دیا کہ ہاں پکڑو اس بد ذات کو اور خوب سے ملا پکچے اسکے منہ پر مارو کہ پھر ایسا پیغام کسی صاحب عصمت و عفت کے پاس لیکر نہ جائے یہ اسنے لیا کہا جیسے پیغمبر زادی ملک گوہر ملک آپ رسوا سے خلافت اور رنگ خاندان کو دیا ہی سب کو جانتی ہو میں کیا جانوں کہ شیر و یہ کون شخص ہو اور بدیع الزمان کون ہو چنانچہ حسب الحکم ملک یا قوت ملک کے خواہشوں نے چار طرف سے گھیر کر مرجان تیز رفتار کو پکڑ لیا اور دس پانچ ٹھانچے مار کے ایک کو بھڑی میں قید کیا ملک یا قوت ملک نے جب دیکھا کہ مرجان تیز رفتار کو تو لوٹو لڑیوں اور باندیوں کنیزوں نے ملا پکچے مار مار کر ایک اندھیری کو بھڑی میں لیجا کے قید کیا بعد قید کرنے مرجان تیز رفتار کے ملک یا قوت ملک

اپنے دل میں ہزار ہزار غم میں اپنے اوپر کر کے کہتی تھی غزل

جگو جس کی شکایت تھی کہ قابو میں نہیں
اس قدر تھیں جتنے بل بھی تیرے گیسو میں نہیں
کہتے ہیں وہ اپنے انداز آئینے میں دیکھ کر
پھر بھی آج وہ آہ میں گرمی وہ نسوین نہیں
بٹھتے ہی پاس جگو آپ سے باہر کیا
ترچھے زخموں کی داد وہ ہو جو ابرو میں نہیں
دلو صدے کیسے کیسے دلی اکھن نے دیے
کہا کہیں ارمان دل کے اپنے قابو میں نہیں

ہجر کی شب کی تھیں کسی بل میں کچھ لوجھ
رنگ کہتا ہر وفا سچول کی بومیں میں
بے اثر دونوں ہیں گواہ اپنے دہم شکر سنگم
دل ہو عاشق کا یہ غلی تیرے بازو میں نہیں
خود کلا کاٹوس کے اپنے زخمیوں کو دیکھ کر
آنکھ سے گریرنے کی حسرت اس نسوین نہیں
دیس میں بھی ناگوار لگا لگتا ہر حال

امہ تر شاہوں دیکھا وہ بھی چلو میں نہیں
دارغ عشق یار کو اپنا نہ سمجھے دل کبھی
آج کچھ میری طبیعت میرے قابو میں نہیں
تو چپا پائے لاکھ جب کچھ بھی دلی تڑپ
تیرے چلو میں ہو تم میرے چلو میں نہیں
تم غمکے دید کی حسرت کو کیو کرو کہتے
یاد گیسو کے وہ جھنگے ہیں جو گیسو میں نہیں

کہ میرے عاشق میرے خنوں میرے راحت و روح روان شیر و یہ بن حمزہ صاحبقران کا اسنے جس منہ سے نام لیا
میں نے اس منہ کو ملا پکچے کھلو اسے اسے پیغمبر زادی ملک گوہر ملک ایسی میری بہن عاشق زار کا کو کا ہوا اور اسکا پیغام لیا
تھا اسکو میں نے بھرم و تصور فقط اپنی جفا و آبرو و حفظ جان کے واسطے کیا کیا سخت و درشت کلمے کہے اور قید کیا
یہ کیا لائق حرکت مجھے سرزد ہوئی اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے محو حیرت کہتے کی صورت نہایت مفہوم اور
نکدہ چین چین مٹھی سوچ رہی تھی کہ اب کیا تدبیر کروں جو مرجان تیز رفتار کا رنج و ملال رفع ہو اور صحتی
ہو اور میں مستاجین ایمین جلیس محبت و ایان ملک یا قوت ملک کی تھیں وہ سب آہستہ آہستہ باہم اسی تھیں
کہ واہ واہ واہ ہمارے ملک بڑی صاحب عصمت اور عفت ہو نوج پیغمبر زادی کی طرح سے رسوا سے عالم کھلا سے
یہ بچو کہ اسودانی کچھ نشے میں تھا یہ کیا اسکی کھنتی تھی جو یوں دہری تباہی ملک کے سامنے یک اٹھا کسی نے کہا ام لو اس
چوڑے کا لیا تو سو رہے پیغام خود پیغمبر زادی نے دیا ہو گا کیا سبب کہ جیسی وہ آپ ذیل در سو اتام زمانے میں
ہوئی ہیں ویسا ہی وہ سب کو جانتی ہیں انہوں نے بھی تمہارے بیان ہماری ملک سے کھلا بھجا ہو سو خداوند لقا
اسے اس کے ہمارے ملک ایسی نہیں ہیں اور استغنا جیسے اسکے دامن کا جس سے وہ عقیقہ اور کتب صاف

صاف عیست ہو جائے ایسی صاحبزادیان کہیں پیدا ہوتی ہیں غرض اسی گفتگو میں وقت خیرام کا ہوا اور ملک یا قوت
 ملک نے دربار پر غاصت کر کے کہا صاحبزادہ سو وقت پہنچے اس جو کر کے کی گفتگو سے آگے بدن میں لگی ہوئی ہرجی یا ہتھلک کہ
 اسکے بدن کی بوتیاں کاٹ کاٹ کے کہا جاؤں بیچوں نے کہا ملک عالم اسے بہت سدا حاکم مارا اسے کہنے سے کیا ہوا تو
 آفتاب پر خاک نہیں پڑتی ہر آپ کی عصمت و عصمت کے زمین در تہاں گواہ ہیں آپ کچھ غصہ نہ فرمائیں بلکہ اگر صلہ و دولت
 ہو تو ازراہ تفضلات خداوندانہ غفور جہاں کر کے انا و کر دیجیے اور ملک مجھ سے نکلو دیجیے یا وہ چلا جائے اور میں شہر میں
 بھی نہ رہتا ملک یا قوت ملک نے کہا ہرگز بھی نہ ہو گا کہ میں اسے قید سے چھوڑ دوں خیرا تو تم سب جاؤ گے سو وقت نہایت
 انجمن اور غصہ ہر جہ سے کسی بات نہیں کی جاتی غرض سب مقربین صابرین صحت و ایماں بھرا کر کے نصرت ہو گئیں آپ
 فقط چالیس خواتین ملک یا قوت ملک کی کہ کچان دو قالب نہیں وہ رہنمائی و طاعت شایان ہوتی ملک نے خواصوں
 سے کہا کہ اسے دروازہ باہر کا بند کر دو اب کوئی آئے اور جانے نہ پائے باقی جسکو کچھ عرض عرض کرنا ہو وہ کل مجھ سے
 عرض عرض کرے گا خواصوں نے حسب حکم ملک یا قوت ملک کے دروازہ محلہ کا بند کر کے عرض کی کہ حضور لو ٹیڑھوں
 نے سب کو نصرت کر کے دروازہ بند کر دیا تب ملک یا قوت ملک نے پوچھا کہ اسے تم بیچو گے مر جان کو کچھ کھانا
 کھلایا ہو یا نہیں خواصوں نے دست ادب باندھ کر عرض کی کہ لو ٹیڑھوں کی کیا طاقت تھی جو اسکو ہم بے اجازت اور
 بیرون اطلاع حضور کے کھانا کھلانے یہ کلام خواصوں کا کہنے پر جو اس ہو کے آٹھ ٹھری ہوئی اور اب اس کو ٹھری کے
 پاس جا کے دروازہ جو کھولا تو دیکھا مر جان تیز رفتار خاک پر پڑا اور باہر ملک یا قوت ملک نے دڑکے مر جان کو اپنے
 گلے سے لگا لیا اور اپنے دو ٹپکے انجل سے اسکا منہ پونچھ کر کہا کہ اے مر جان تیز رفتار تو بھی کہے گا کہ میں سنجائی خیار
 کا بیٹا ہوں اور عیار کھلاؤں استغفار تو یہ ادا دان نو نے تو وہ بات قیامت کی برپا کر دی تھی کہ میری بھی جان جاتی اور
 بھی صفت مارا جاتا مگر فوراً اگر بیان میں خود ادا کے اپنے جی میں سوچ تو بھی کہ یہاں میری صحت میں ما جان کے یہاں کی
 یا و جان کے یہاں کی بھائی کا ہون قہر مان بھی کے یہاں کی ملازمین بھائی طاہرین قہر مان بھی کے یہاں کی لوگین و طالع و لیا
 بھی ہوئی ہیں بھلا تو ہی اپنے دل میں سمجھ کے معقول ہو اور اپنے من میں ٹاپکے مار کہ ملک گوہر ملک پنہیرا دی کے تو سر پر
 شاہزادہ بدیع الزمان گردن شکر تلک یا سیا وارث جسے اتھارہ لاکھ سواروں اور پیادوں کی چھاؤنی میں جا کے ستائیں
 شہنشاہ مارے اور دستور بن نشتر کشی گہرا سے پہلوان قدرت کو چیر کر کے چھینک دیا قہر مان قہر مان بھی میرے بھائی کا
 کمان کو تیکے کی طرح توڑ ڈراہ کیا ہو خون آشام سپہ سالار فوج کتھاب کو ایک ضرب تیغ میں مع مرکب چار پر کالے کیا طارپ
 خوزیر ضارب خوزیر ایسے قلعہ داروں کو زیر کر لیا کتھاب کا دم ناک میں ہر شاہزادہ بدیع الزمان کے ماتھوں سے
 میاگتا پڑتا جس ملک گوہر ملک جو بات کر بیٹھے اسے زب دہی تھی اور میں بچاری باب بھائی کی قید میں کچھ دم میں
 مار سکتی تھی تو ہی تھلا کہ کیا تہیر شاہزادہ بدیع الزمان کی غلطی کی ہو کے کی بان خزانہ روپہ شہرنی جو تو کے میں پنہیرا
 کے نام پر تیار کر دینے کو موجود ہوں میرے جسم کی بوتیاں میری جان اگر شاہزادہ بدیع الزمان کے کام آئے تو رہے
 سعادت و تھار میرا ہی کہہ کر مر جان تیز رفتار کو کوٹھری سے باہر نکال کے کھانا کھلایا پانی پلایا اور پھر مکر رہ کر پوچھا
 کہ اے مر جان تیز رفتار بھرا تو ہی کوئی تہیر مجھے تھلا کہ اس طرح سے میں شاہزادہ بدیع الزمان کو قید سے رہائی دلوادوں
 مر جان تیز رفتار کے عرض کی کہ اے ملک عالم اگرچہ حضور اس بات پر عمل کریں تو میں عرض کر دوں ملک یا قوت ملک نے جواب
 دیا مصرع گر جان خودی جان دہم دیگر جو سو اہی گوہر مر جان تیز رفتار نے کہا کہ آپ ایک مسیحی مصلحہ بتلائیں بعد اسکے جیسا
 کہ میں آپ سے کہو گا ویسا کیجیے گا ملک یا قوت ملک نے کہا جتنی مسیحیان ہیں انہیں سے جو تو چاہے وہ سے لے

غرض ہر جان تیز رفتار ایک صحنی میں جا کے بیٹھا اور اسے ترلوہ ہوشی آہستہ تیار کر کے ایک سونے کے تھالی میں رکھا اور
ایک روح بیاری کھٹکے آپ ایک سا ہو کار بھی کی صورت بنا اور ایک لنگہ تھامی کا کنارے اس کے سجات کناری کی اور
بجاری لنگہ کی ہلی ہولی پہنکے اور ایک چلکاری کا دھبہ پھر ایک ڈورے کی چادر اور بھی پاتوں میں کر کے لڑائی آواز سے
کیسا ہی کرے سے کرا دل کا بونم ہو جائے اور پھر پاتوں میں بندی لٹی ہوئی پاؤں کی گھڑی کھائے مٹی کی دھڑی اور گھڑی
آدھا ترلوہ آدھا ڈھانچے وہی تھالی جلوسے کا کپڑے کا چکر چرخ ہلکا ہوا پھر پیرے چیم چیم کر کے مٹی سے ہلکے لنگہ پاتوں
ملک کے سامنے آیا ملک یا قوت ملک دیکھ کر ہوشیار اور پھر بولگئی اور کہنے لگی اے بیگم بخت بندنی بھان کیوں ملی تھی
ہر جان تیز رفتار ہم گئے بڑھ کے سلام کیا اور کہا کہ حضور نے لڑائی کو نہیں بھیجا تھا ملک نے کہا کہ یہ لنگہ میں کیا جانوں تو ان
ہر جان نے پہنکے کہا کہ ملک عالم غلام وہی خانہ زاد ہر جان تیز رفتار ہر ملک یا قوت ملک نے ہر جان تیز رفتار ہر جان
اور کہا شاہنشاہ وہ وہ ای میری جان تو نے خوب بہرہ بنایا اب یہ کہہ اب تو کوئی شاہنشاہ وہ بدیع الزمان کو غمناک
ہر ادب میں جانے کو تو الی جوڑے کے زندان خانہ سے نکال لایا ہر جان تیز رفتار نے کہا ملک عالم اگر فضل الہی شان حال کی
تو آپ کے اقبال سے میں جانے بھی شاہنشاہ عالم کو نکالے لانا ہوں مگر اب ایک کام کو میں جان میں آپ کو بھاجاؤں
اسی جا پر مع تمام جلیسون اور صاحبوں اور خواہوں کے بیٹھی رہیں اور سب جاگین مانتھکے میں نہ اون کو کی سوئے نہیں
کہ ہر جان تیز رفتار ملک یا قوت ملک کو مع اس کے جلیسون محرمون ہمازون اور خواہوں کے بالائے نام لے گیا اور اب
مقام پر ملک کو بھلا کے کند دیوار پر لٹکا لی اور چادر عیاری سر سے پاتک اور چھ کے کند پتے کے زیر دیوار لٹکا اور پھر چادر کو
آٹا کے کسوت عیاری میں رکھ لیا اور وہی لباس سا ہو کار بھون کا پس تھالی میں ہو کر کا پیر چکر چرخ آئے کا بنا ہوا
رکشن کے چیم چیم کر تاسر بانہرست جوڑہ کو تو الی کے روانہ ہوا جب قریب چوکی کے پہونچا تو اسے دیکھا کہ مرادہ ہزارہ چاندنی
چوک اور دو بازار جوڑہ بازار وغیرہ سب بند ہو چکا ہے وکالوں میں تختہ بندی ہو گئی ہے اکثر دکانوں میں ایک ایک شہد ہنگام
کلی اور بے باکولی پیٹھ سے پاتوں تک پہنچے پراسونا ہر باقی تمام بازار کی دکانیں بند ہیں نہانا معلوم ہوتا ہے یا کہیں کہیں
شیرینی فروش کی دکانیں دیکھا کہ ایک دو گناشتے شیرینی فروش کے سوختی لکڑی کی کٹی میں سے نکال کے پیالہ یا لکڑی کے
پالی سے بھارے ہیں کہیں کوئی خوجہ والا غلیتہ پر ایک ٹیکرا رکھے پکارتا چلا جاتا ہے کہیں دو ایک راہ گیر کو لی اپنی لکڑی
سے چوکی پر سے کوئی کہیں تقریب شادی تھی گیا ہے کہیں دو چار نوجوان کسی بات یا کسی طرح گاتے کی صحبت سے
پھرے ہوئے گھر کو جاتے ہیں نظر پڑے کہیں سرچوک دکانوں کے چوڑوں پر بالافانہ پرکھتے اور بھارت میں دکانوں
میں دیکھا کہ ناکائیں لنگڑیوں پر چڑی ہوئی اپنی چوڑیوں کو تعلیم دلوا رہی ہیں چیم چیم کی آواز بلند کی کوئی
نازنین برسی طلعت منہدی ہاتھ پاتوں میں سے اکیلی بیٹھی ہے کوئی ٹیہ گارہی ہے کوئی شوخ و خنک کسی برآمدے میں
لنگ پٹھنی سناہو بجاری ہے اکثر عاشقان ہزار اورشتا قان و بدار کوئی کسی برآمدے کے تلے کھڑا تنک ریاضا دل و جان
یہ اشعار پڑھتا ہے اشعار

ہر شب ہم قنادہ بکر و سرسترا	ہر روز آہ و زوالہ کنہا ہرسترا	جانان مایں شکستہ دلم ہونفاشو
کلبے شب وصال نور و شمشاد	ابوئے کرسکے شود غملاسترا	کوئی کسی محل کے نیچے لکڑی پتھر

پڑھتا چلا جاتا ہے شعر بستر گل پر ہم اپنے شوق سے سوئے ہے مانند ساری رات ہم بدلیے غرض کیفیت نصف شب
کی ہر جان عیاری جہاز میں دیکھتا ہوا قریب جوڑہ کو تو الی کے پہونچا تو دوسرے ہر جان نے دیکھا کہ جوڑہ کو تو الی
کے سامنے ایک مکان آؤٹ کے مقابلے میں بنا ہے اس کے نیچے چالیس چالیس کالی کالی لکڑیوں کا لے لکڑی کے کالے
کالے دوپٹے نہ دھٹی میں رہتے ہوئے یا سجائے پاتوں میں پہنے ہوئے قبہ دار سپہرین مغولی تلواریں حکیم خانی قبضہ کی

[illegible]

میرا خیال کرنا میں تمہارا مال ہوں کوئی انگہ لگی نہیں کوئی بازاری تہستانی کی تندی نہیں ہوں تم آتی جلدی نہ کرو جہاں تم نے
 میں برس میر کیا ہی اور کوئی دیر میر کے بیٹھے رہو کھا کھا پانی پو میں بھی دیر طو ایک کے کسی بندہ ہوے کو کھلانے آتی ہوں
 چون توں کے میں نے انکو تو ٹالا اور اسی وقت میں نے یہ طو بنایا ایک سو اسیں شرفیان مسند دے میں سے نکال کے یہاں تک
 آئی ہوں اب نہیں معلوم کہ بیان کا دار و غلامک مجا در کون ہی اور دیکھنا چاہیے کہ کوئی ایسا زبردست بڑا خونی بندہ ہوا
 بیان بند ہی خانہ میں ہی یا نہیں ہی محمد ارے جلدی سے کہا اے صاحب یہاں کا مالک میں ہوں محمد ارے ہی کے پانچ روپیہ دیا
 میں پاتا ہوں در یہ بے بیٹھے میں تین عین روپ کے میرے ساتھ کے یاد سے میں مجھے یہ اختیار ہی کہ جسے چاہوں وہاں سے بدلی
 کر دوں ہر وقت کر دوں سب طرح کا مجھے اختیار ہی اور بندہ ہوا تو میں نکو ایسا بتلا دوں کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہر کسی نے
 ایسا زبردست سرنگ ونگ خانہ جنگ خونی بندہ ہو اکیس نہ دیکھا ہو مر جان کھا ہی ہی پیر بتلاؤ اسے صوا گنو کر کھلاؤں
 وہ کہیں مجھے مار نہ دے محمد ارے کہا اے جان میں در زمین اسکی کیا قدرت وہ تو زبردن میں جگر اہو اہی نہیں سکتا یہ کیسے کنبیان
 یہ بھانہ کا ٹکڑے مر جان کے حوالہ کروں مر جان تیز رفتار نے کہا محمد ارے صاحب میں تو اہلی بندہ ہونے میں جاتے ڈرتی ہوں تم
 بھی ساتھ طو محمد ارے کہا کہ بی بی تم سمجھتی نہیں میرا چلتا رات کے وقت تمہارے ساتھ تھنا اندر سب میں یہ سب میرے
 ساتھ کے یاد سے حرا دے میں مجھ بڑا حق کی سمجھ کر نیلے کل صبح کو مجھے کو تو اں صاحب کے سامنے روپکاری کرنا پڑی اس سے
 صلاح ہی بہتر ہے کہ انہو تم سے ہے ملاقات ہوئی ہی خبر سمجھ لینگے اس کبھی سے پہلا نقل اور اس کبھی سے دوسرا میرا غرض ساتواں نقل
 کھول کے اندر جانا دانا اور کوئی بندہ ہو نہیں ہی ایک لافیدی طوق اور سلسل شیا ہو گا اور ایک طوق جاع میں بہت بڑا طبیعت
 رکھیں ہی تم بخون و خورہ قال زر طوے کا اٹکے سامنے رکھ دینا ڈرناست جتنا اس سے کھا یا جائیگا کھانی کے پانی کے ٹھوسے
 باہر رکھے ہیں پانی مانگے پانی پلا دینا اور پھر اسی طرح سب نقل بند کر نی چلی آنا مر جان تیز رفتار نے کہا وہ ایک سو اکیس
 اشرافیان میر سو اسے تمہارے اور میں کے دون چھوڑنے جس کے کہا کہ وہ صاحب بڑا حق ہی کوئی چھوڑنا ہی وہ تو میں پہلے
 تھے لے لوں گا مر جان نے ایک سو اکیس اشرافیان زر طلب مانجے کی نور دماں سے نکال کے گن کے محمد ارے کے حوالے کر دیں
 اور مجھ جمیم کے جھٹ پٹ اس کبھی سے پہلا دروازہ زندان خانے کا کھولا دوسرا میرا غرض ساتواں دروازہ کے اندر
 پہونچا تو اسنے دیکھا کہ فنا ہر ادہ عرض آستان بدیع الزمان گردانے شکر شکن طوق اور سلسل شیا ہوا تصویر من لکھ گوہر ملک
 کے بادشاہ گریاں بھڑاہ و فغان بینک جس کے پڑھ رہا تھمے

حسرت پہلی دیر ہی کی کوہ جان کی طرف	اباوت آخر جائیگا گور فریاد کی طرف	اکتا ہوا زوالہ کہ جا کر گلستان کی طرف
جانا ہو تیرا کھسا اس آفت جان کی طرف	اکسیر غدا کے واسطے آ میرے زندان کی طرف	
صحرانور دون پہل پہل ایک زلف سے مجھ	غیر دن کی ایدہ نہیں منور نہیں ہے	منور اران دن ہوتے نہیں غربت زدہ
اہلی غرادی میں بھی جسوقت کوہ نجد سے	اباوت مجھوں نے چلے گور فریاد کی طرف	
ایک مرتبہ چوکر چراغ جو دشمن کے مر جان تیز رفتار اندرون زندان خانے کے پہونچا تو فنا ہر ادہ عالم نے ایک عورت نہایت	حسینہ و جیلہ سا ہو کا زنجی کو ہوا کہ شہ و ناز انہی طرف تھے دیکھ کر ایسے جی میں کہا کہ اسوقت آدمی رات جا چلی ہی اور وہ	عالم یہ عورت ناز نہیں دشمن کون ہی اور کیونکر بیان تک آنے یا کی ناگاہ مر جان تیز رفتار نے بار بار کے وہ تھالی زر خور سے
کھا آگے رکھ دیا اور کہا اے شہر بار مصر عہ برس نگر بریں کرنا بد کہ جتنا سی ہوا + فنا ہر ادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اگر	نیکوخت میں نے تو مجھے سطلق نہیں پہچانا کہ تو کون ہی شعر نام ایسا بنا کہ تاقین ہو + دل شک سے مراد کہیں ہو مر جان	تیز رفتار نے کہا اے شہر بار میں غلام جان تیرا جسے مر جان فیاد ہوں لکھ گوہر ملک آپ کے کہ وہ مذاق و سوز مر جان

سے جان باب میں انھوں نے مجھے آب کی خبر کو اسطے چھایا ہے اور میں ایک عیاری کر کے یہاں تک پہنچا ہوں اب حضور
 پہلے اس شرط سے کو نوش فرمایا کہ تاکہ کچھ آب میں بات کرنے کی طاقت ہو چنانچہ شاہزادہ عالی وقار کو وہ نہیں بھولی کھلا کے
 مر جان نے دوسرے دن اپنے پاس سے نکالے اور ایک سوہن سے کیلیں چھکڑیوں اور تیروں درویشوں کی کات وین بعد اس کے کیا اب
 حضور ہستہ آہستہ جوابی دوا ایک کیلیں رہ گئی ہیں آج سب کو کات کئے تھے جس وقت میں باہر جا کے حضور کو آواز دوں اسی وقت
 آپ زندگان خانے سے باہر نکل آئیں شاہزادہ عالی مقام نے کہا کہ اے مر جان میری سزا اور اس زندان خانے کے برابر ایک کو شری
 امین کھوا دی ہو کسی صورت سے وہ کو شری کھولنے کے سزاوار میری لاد سے مر جان تیر زنتار نے کہا بسم اللہ غلام ابھی لایا یہ ایک
 مر جان اس کو شری کا قفل توڑ کے تیغہ طوطا دیوندا اور سپر شاہزادہ ناسور کی نکال لایا اور جھٹ پٹ شاہزادہ بدیع الزمان
 کو دے کر باہر زندان خانے کے نکلا بعد از نہایت بیتاب بے قرار انتظار میں کھڑا تھا مر جان کو دیکھتے ہی بیکار آئیے آئیے غرض
 مر جان تیر زنتار بہت سا انکار اور ہنسا کر کے ناچار بھی انھیں کے شریلی صورت بنا لے اس کرسی پر بیٹھ گیا وہاں تو
 ناڑی مل رہی تھی سب پیادوں نے کہا کچھ ناڑی کا شغل کیجئے دو ایک پیالے نوش فرمائیے مر جان تیر زنتار نے پھر
 تیوری پڑھا کے کہا کہ اے مر جان تو ایک بھیک ایسی آئی ہے کہ مجھے شغراف ہوئے لگتا ہے میں تو کبھی نہ بیوی کر
 مان اگر شراب ہوتی تو کیا سفائتہ دو ایک پیالہ ان ضرورتی جمعہ ارے جلدی سے کہا کہ اے بارو طبعی سے اٹھو اور وہ جو
 کل لنگار اسے کھوار کے گھر سے آبکاری کے پیادے دو ہر کارے بابت علت شراب فروشی کے لائے ہیں شیشے قراب
 یوٹین گلابیان تھتھتھ شراب کی سبب نشین کے اوپر رکھیں ہیں باکے اٹھا لاؤ وہ پیادے خود ہزار جان و دل سے
 شیفہ ذوقیتہ مر جان تیر زنتار کو سا ہو کا زنجی سمجھے ہوئے تھے ایک بار سب کے سب دوڑ پڑے اور کوئی تیس چالیس شیشے
 یوٹین خرابے گلابیان خانہ سار پھول شراب کی اٹھا لائے اور جمعہ ارے صاحب کے سامنے رکھ دیں جمعہ ارے صاحب نے کہا اے صاحب
 اس میں جو شراب تم کو پسند ہو یومر جان تیر زنتار نے کہا آپ کی مہربانی اور کم میرے حال پر اچھا جمعہ ارے صاحب تمہاری خاطر
 بھی مجھے منظور اور ضرر کرنا پڑی رہا کہ آمد سخت آمد خبر چوٹی بہ کیلے جھٹ پٹ گلابیان اور شیشے اور یوٹین اٹھا کر شراب
 کو دیکھنا شروع کیا اور اس آلت پٹ کر نہیں سب میں بیہوشی ملا کے ایک گلابی رے ہاتھ میں اٹھالی اس میں جمعہ ارے صاحب کے لئے
 کہ قرابت شوم ہے مباحض کرنا ہوں مصرعہ جان دیتا ہوں تم بہرہ ہوں مر جان نے جواب دیا شعر جو کہتے ہیں شوم
 وہ کرتے نہیں دیکھو نہ دیکھو دنگے مچنے دے یہ جمعہ ارے توسع کہ تیری شادی تو ہوئی ہوئی جمعہ ارے جلدی سے کہا کہ
 مجھے نسیم خداوند لقا کی میری شادی ہی نہیں ہوئی مر جان نے کہا جمعہ ارے تم سے صحیح کہدین جا رہی کہ جہان ہم دشمن
 وہ برآمدہ سر جو کہ بر لڑا گئے میرا ہموں نما جہان میں چار گھڑی دن بانی رہا میں آکے اپنے برآمدے میں ملین ڈال کے بیٹھی
 سیر بازار کی دیکھا کرتی تھی جب میں نے دیکھا کہ میرے لیے یہاں دو ایک مردوے روز مارے جاتے ہیں خون ناحق میری گردن
 پر ہوتا ہے میں نے وہاں کا بیٹھنا موقوف کر دیا اور تمہارے چاہے تو کبھی دو تین گھڑی دن رہے جہاں مرا فہر اور ایک
 حلوانی کی دکان اور بارہکے دو تین قند والوں کی بھی دکان ہیں وہی اور چار برآمدہ ہر دکان اس کے کسی دکان میں بیٹھا
 کروہم برآمدے پر آکے موقع اور گھمات پائیلے تو تم سے باتیں ہی کر جا یا کرتے ورنہ ہم تکو دیکھو لین تم ہر کو دیکھ لیا کرنا یہ
 باتیں کر کے ایک پیالہ اس گلابی میں سے بھر کے اپنے منہ سے لٹکایا اور جھوٹے موٹھری کے کہا کہ اُن کیلئے شراب ہے کہ ایک
 کھوت کے پیتے ہی مجھے نشہ ہو گیا اور جاگتا کہ وہ پیالہ شراب کا پینک دے جمعہ ارے نے کہا کہ اُن کیلئے نہایت سچے
 مر جان کے کہا حاشا میں اپنی جھوٹی شراب کسی کو نہیں دیتی جمعہ ارے نے کہنے لگا کہ واسطے اپنے دین و دامن کے یہا
 ظلم تو کیجیے آخر تم یہ شراب پینک دیتی ہو مجھے کو جو اسے کر دیا ہے ہزار ہر دکان مر جان نے وہ پیالہ شراب کا جمعہ ارے

کو دیا محمد ابے سناستہ شہر سے لٹاکے وہ سیالہ غشت فی گیا چینی کے ساتھ کچھین کل آئیں اور زبان میں کثرت معلوم ہونے لگی
مر جان کے دوسرے سیالہ لہر کر کے پھر اپنے شہر سے لٹاکے کیا محمد ابے اسے بھی لے گیا محمد ابے کے شہر سے بات تو نکلتی نہ تھی
اشارے سے کہنے لگا کہ بس اب نہ پوچھا جاوے گا جو جان کے جھنجھلا کے کہا کہ استغفار تو محمد ابے نہیں معلوم ہوا کیسا شہر ان زادہ ہر کہ میں
اپنی جھوٹی شہر اب بھی لائی ہوں اور نو انکار کرنا ہی ممکن ہے کہ شعر سنگ چہ دانہ قیمت اب حیات ہنر چہ دانہ قدر طلو اور
بات یہ کہیکے جا ہننا تھا کہ یہ لے کو باغ سے چھینک دے محمد ابے جو اس ہو کے لڑکھڑا نہ ہوا تھا اور یہ سوچ کے کہ معشوق
خط ہوا جاتا ہی جا ہتا تھا کہ لٹکے وہ سیالہ مر جان کے کھاتے سے کہ ساتھ چھینے کے طر آیا اور چاروں شائستہ گڑا اور
سیالہ سے چنے چنے تھے سب جن جن کے کہنے لگے کہ اے صاحب مجید قوم کا کچھ ہر انکی مان محل میں قہر ان مجھی کے پڑ گئی
اسکی سفارش سے یہ محمد ابے کا غم وہ اسے مل گیا ہر مر جان نے بدھ جس سیالہ سے انکو ملا کر بات کی اسنے جانا کہ یہ
سا ہو کا زبھی مجھی کو جا ہتی اور بہت پلہ کرتی ہر غرض بعد محمد ابے کے بیہوش ہو جانے کے مر جان تیز رفتار سے بکستی د
چالا کی جھٹ پٹ آن سیالہ دون کو خراب پلانا شروع کی اور سب کو بیہوشی سہت کر گئی اور سب اٹھ اٹھ کے اور طر مار مار کے
چار طر کرے اور مر جان نے خیر کچھ کچھ کے ایک ایک کو ذبح کرنا شروع کیا محمد ابے اور چالیسوں سیالہ سے مانہ خیر
کے ذبح کیے تھے تھکے تھے اور اس حالت نزع میں محمد ابے کو کہتے تھے

کوئی گم ہئی میں مرے قتل کی خبر کی صفیر | شہنشاہ قاضی رستی شہنشاہ دوزخ | جہازے برے آئے سب صغیر و کبیر
سیالہ ہر کوئی قاتل زار زبان سپہ | اے اے اے تو دہن کو دھو ہوا سو ہوا

کو کی کسی طرف پڑا ہوا یہ کتا تھا اور پھر پڑھنا تھا شعر مرنا تو مسلم ہر ارا مان کل جاتے ہر سزا الوچ ہو تیرے اور جان بچا
غرض اسی طرح کی حالت سکوت میں کچھ کتا تھا کوئی کچھ کتا تھا مر جان تیز رفتار سے سب کو باغ خیر خواست سے پال کر کے
دھسل چھین کیا اور دوزی اور شہر پار عالی ذکار مصرعہ دیرین ہر خدا زود بیا نہ دیا ہر خدا ہی مر جان تیز رفتار کی آواز کے
شاہزادہ والا تیار بدیع الزمان نامدار اس زمانے سے باہر نکلا اور اپنے دیکھا شعر کہ ہر شکل سیل روان خون زمین پر
ہر اک سمٹ سہل ہر کچھ کچھ ہر شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ اے مر جان کیا ماجرا ہے مر جان تیز رفتار نے عرض کی کہ اے
شہر پار پیپ میرے عاشقوں میں تھے سو میں نے اپنا نام مشرقہ دکھلا بازا اب حضور توفیق نہ توں جلد قدم اٹھائے یہاں
ملکہ یا قوت ملک ملک پہنچ جائیں تو بہتر ہے چنانچہ شاہزادہ بدیع الزمان اور مر جان عیار دونوں بخوبی تمام باطنی
مالا کلام زبیا دیوان ملک یا قوت ملک کے پہنچے مر جان نے سر اٹھ کر دیکھا یا دیوان ملک یا قوت ملک تو بھی باگ
رہی تھی اور مر جان تیز رفتار کے انتظار میں ملک سے ملک کسی خاص کی نہیں جھپکی تھی جو نہیں کہنے کو کہناش دیکھی
سبھوں نے ہاتھوں ہاتھ کند کو کیز کر کچھ لیا اور شاہزادہ عالم اور مر جان دونوں کند کو کیز کے اندرون محل
آ کر گئے ملک یا قوت ملک نے جھک کر شاہزادہ بدیع الزمان کو بجا کیا آپ نے کہتیں فرحت بزرگنا ملکہ کی
پیشہ برکھی اور بہت سی تسلی اور شفقت کی بعد اسکے ملک یا قوت ملک نے عرض کی کہ اے شہر پار اب جو مرضی مبارک
ہو میں سجاں و دل حاضر ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے ملک جہاں رہنا تو تمہارے مکان میں اسی صورت
سے صلاح نہیں پس ہکو منظور یہ ہے کہ اگر کوئی کھوتا تیز رفتار تمہارے باعث سے طہاے تو ہم سوار ہو کے چار باغ
ملک حرمان دیوش کی طرف روانہ ہوں ملکہ یا قوت ملک نے عرض کی کہ حضور لو مڈی کو بھی ہمراہ سے لے لے
کس لیے کہ اب یہاں فرقہ گنہار میں صورت زلیست کی غیر ممکن ہے شعر جو رہے کہ زور ختی شد جدا بد گاہ رستی رست
کا ہے ہر ہوا اب ایک کھیر کے دہشتہ ارشاد کرتے ہیں بیان میں نے قبل کے زمانے کے ایک کھیر اب کی سواری

کے لائق ایک گھوڑا اپنی سواری کا اور چالیس گھوڑے اپنی چالیس ہزاروں محسوس جو کہ سیری یک جان دو دو طالب ہیں
بازین و جامد صاع کا کھینچو گے تیار کرے کرشمہ میں بسیم اسد اگر اسادہ حضور کا چلے گا ہو تو چرباب توفیق اور مال نہ فرمائے
مر جان تیز رفتار نے جی کہا کہ شاہزادہ عالم مصلحت وقت اور مقصد سے فرست ہی ہو کہ اب ایک دم بھر بیان نہ
تھریں بسیم اسد کہ حضور سواری ہون آگے چڑھ گیا ہو گا دیکھ لیا جائیگا شاہزادہ والا تبار بدیع الزمان اگر لشکر شکن نے
خوب سارے دل میں سوچ کے فرمایا کہ چھاپتر تو جو بلوغت میں وہ شاہزادہ با تو قیرا و ملک با قوت ملک مع انی چالیس
نور صون کے نقاب پر سیاہ پوش بنے گھوڑوں پر سواری ہوے اور بسیم اسد کے محل سے نکلے اور ایک سمت کو سٹے
جب تک دو گئے داستان ازرقی شب گرد حرامی کو نوال شہر محج کے بیان کیے جاسے ہیں
کہ جس وقت در جان تیز رفتار سا ہو گا زخمی کی صورت بنے کو نوالی جیوڑے میں آیا اور مجدد اور غیرہ یادوں کو بیماری
دج کر کے شاہزادہ بدیع الزمان کو مکان لے گیا اسی وقت سب اتفاق ازرقی شب گرد حرامی کشت کرنے کو گیا تھا
جان سے جو میر کے آیا تو کوئی چار گھڑی رہت بھلی باقی ہو گی کہ اسے قریب جیوڑہ کو نوالی کے پہنچ کر اپنے یادوں کو
جیوڑے کے نیچے سے آواز دہی کسی یاد سے نے سبب اس کے کہ وہ سب مثل مرغ ملن بر بندہ کے جس و حرکت
پڑے تھے جواب نہ دیا تب یہ ازرقی شب گرد حرامی گھبرا کے قریب دروازہ زندان خانے کے پہنچا اور اسے
دیکھا کہ مجدد ار کی ہاض تو ایک موت خاک و خون میں پڑ گئی ہے اور چالیس لاکھ یادوں کی چار طرقت تڑپ رہی ہیں
زمین تمام خون آشتہ نظر آتی ہے دروازہ مجلس کا مثل دیدہ و بیدار ان کھلا ہے ازرقی شب گرد حرامی کو نوال
اپنے تھوڑے دو چترن ہر باز ما کو ڈیرا اور گھبرا ہوا اندرون زندان خانہ جا کے دیکھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان
کے ماتھون کی ہتھکڑیاں گٹھے کا طوقی غلوان کے خاردار لٹو علیحدہ تھے ہیں اور شاہزادہ عرش ہستان مثل
خفا محض بے نشان ہے یا سکر کے انیا کلیہ کڑے میٹھ گیا اور چرباب کو خوب سبب نہالا باہر نکل کے تندر مجدد ار
حوالہ دار غیرہ جتنے نظر بازادہ اسراں جیوڑہ کو نوالی تھے اُسے کہا اسے جلد دوڑو ازرقی دست بند حوا قید سے
بیریاں بیغور کو اور چالیس جوالون کا خون کر کے بھاگا ہے یہی اسی خیر میں ہو گا کہ میں باہر نہیں جلتے گا جان
ملے تلاش کو کے رد و رد مگر کسی طرح جانے نہ دو یہ علم اپنے ساتھ جوالون کو دے کے آپ بھی اپنے تھوڑے تھوڑے
دو ہزار سو ادا و پیادے اور بیت سے نظر باز اپنے ہمراہ لے گئے پہلے تو قہرمان عجی کے پاس گیا اور ڈیوڑھی پر جاکے کہا میں
کہ شہر یا عالم بدیع الزمان زندان خانے سے نکل کر چالیس پیادوں کو قتل کر کے بھاگا ہے غلام اسکی تلاش کے دھسے جاتا ہے
حضور جھٹ پٹ برآمد ہو کے اور بھی سو ادا و پیادے چار طرقت دھا وین تاکہ وہ شہر سے باہر نہ جانے پاتے یہ کیلے ازرق
تر ہی تر سنگھا پھونکتا دو ہزار سو ادا و پیادے ساتھ لے قریب ابوان ملک با قوت ملک کے پہنچا تو دمان زبردوار
دیکھا کہ ایک کندھلی ہے یہ زیادہ تر سر اسیم ہو کے نظر بازوں سے کٹنے لگا رہے ذرا دیکھو یہ کندھسی ملک با قوت ملک
کے محل پر لٹکی ہے نظر بازوں نے دیکھ کر کہا کہ میرہ تو کسی عیار نے شاد دیا ہے اگر حکم ہو تو ہم اسی کندھ کی ماہ سے ملک عالم کے محل میں
جا کے دریافت کریں ازرقی شب گرد حرامی کہ تم ایسا ارادہ نہ کرو اور معلوم ہو اگر چھک اسی ملک کے محل میں ہو لی ہے اب میں پہلے جا کے
قہرمان عجی سے اطلاع کروں بعد اسکے سمجھ لوں گا مگر جب تک قہرمان عجی کے پاس سے نہ آؤں سب اسی محل کو محاصرہ کیے کر رہے
رہنا اگر شاید کوئی نکلے تو اسے جانے نہ دینا ازرقی شب گرد حرامی جو چھپت کے قہرمان عجی کی ڈیوڑھی پر آیا تو اسے دیکھا
کہ قہرمان عجی احوال بدیع الزمان کا زندان خانے سے نکل جانے کا شکے باہر محل سے نکلا کھڑا اپنے منہ میں اور مصاحب سے
یہی ذکر کر رہے ہیں چہرہ دوبارہ ازرقی جو پہنچا تو قہرمان عجی نے پوچھا کیوں کہ میں سراج اسکا لگا ازرقی شب گرد حرامی

نے عرض کی کہ ہاں کچھ سراغ غلام نے لگایا ہے یہ لکھ کر ابرقہرمان عجمی کے جا کے اسنے ہم سے کہا کہ جان بخشی معاف ہو
غلام عرض کرے قہرمان عجمی نے کہا کہ کیا کتسا ہر ازرق نے کہا کہ ملک یا قوت ملک کے محل میں ایک کندہ پڑی ہو اور غلام
کو کچھ سراغ بدیع الزمان کا وہاں لگتا ہے اگر خواجہ سراؤں اور نواب ناظر کو غلام کے ہمراہ کر دیکھے تو ملک عالم کے محل میں یہ ہو سکتا
خانہ تلاشی کے قہرمان عجمی کو ہر چند کہ یہ کلمہ خلافت ادب نہایت ناگوار معلوم ہوا مگر خیالی آل نادر لشی خاموش ہو رہا اور
بعد دم بھر کے کہا کہ کیا مضائقہ لیکن ذرا سمجھو جو مجھ کے ملک عالم کے محل میں خانہ تلاشی لیتا ازرق نے کہا کہ کیا تاب و قوت
غلام کی جو سر مو غلط اور خلافت عرض کرتا ہو غرض نواب ناظر اور خواجہ سرا سب اندرون محل کے گئے وہاں دیکھا کوئی حور ت
لوٹدی باندی نہیں جلس ملک کی نظر نہیں آتی دو چار بڑھیاں جو چوہ دو ادایاں آٹا کین جہان تہاں غافل پڑی ہوئی ہیں
نواب ناظر نے ازرق شب گرجا می کو اندرون محل بلا کتب مکان کے قہر خانہ حرسے برآمدے نشین دیکھا
بڑھیاں کو جگہ کے پوچھا کہ ملک یا قوت ملک کہاں تشریف رکھتی ہیں انھوں نے کہا ہم کو تو نہیں معلوم کہ وہ کہاں
تشریف لے گئیں کل فرجان تیز رفتار کو کا ملک گوہر ملک پیغمبر زادی کا کچھ پیغام لے کے آیا تھا اور اسنے خلافت ادب
میں آخستہ دو باتیں ملک یا قوت ملک سے کہیں جلس ملک عالم نے نہایت دہم اور ہریم ہو کر فرجان کو خوب مار پٹائی اور
کوٹھری میں قید کیا تھا پھر ہر کو نہیں معلوم کہ کیا ہوا ازرق شب گرجا می یہ حال دریافت کر کے سوچا کہ لاش کا کون
یہ سارہ فساد فرجان تیز رفتار کا ہے وہی کوئی عیاری کر کے بدیع الزمان کو زندہ اٹھانے سے نکال لگایا ہے اور بیٹھک اسی
محل میں ہوئی ہے اور یقین کامل ہوا کہ ملک یا قوت ملک بھی مع جالبس خیموں کے بدیع الزمان کے ساتھ نکل گئی ہے غرض
یہ سوچ کے ازرق شب گرجا می اسی وقت بے عزت تمام محل سے نکل کے مع دو ہزار سواروں اور اپنے نوابان و غیروہ کے
دوڑا اور تلاش میں شاہزادہ عالی شان بدیع الزمان اور ملک یا قوت ملک کے روانہ ہوا وہاں شاہزادہ بدیع الزمان
اور ملک یا قوت ملک مع جالبس خیموں کے جوتا بدیہاہ پوش پہنے جاتے تھے تو ملک خیر راہ ملی کو چہ تو کسی کو معلوم نہ تھی
جاتے جاتے ایک کوچہ غیر نافذہ میں جائے حسب اتفاق پشت پر سے شب گرجا می مع دو ہزار سوار وغیرہ کے اسی
کوچہ میں پہونچا گا کہ فرجان تیز رفتار کے کان میں جو آواز گھوڑوں کے ہانپوں کی ہوئی اور روشنی بختاے اور شعلوں کی
دیکھی تو اسنے گھبرا کے پیچھے پلٹ کر دیکھا کہ کئی ہزار سوار چمے ہاتھوں میں کپڑے گھوڑے اٹھائے اور ہر ہی کو پلے اٹھانے ہیں
فرجان نے شاہزادہ عالی شان کے آگے بڑھ کر کہا کہ شہر یار عالم بڑا غضب ہو گیا کو تو ان شہر وڈر لیکے پہونچا جلد گھر سے
اٹھا کے شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک یا قوت ملک بھی پشت پر سواروں کو اٹھائے دیکھ کر نہایت پریشان خاطر ہو سارا
گھوڑوں کو تڑکام کر کے پلے اور ازرق شب گرجا می نے جو دیکھا کہ سامنے اس کوچہ میں کچھ نقابدار سیاہ پوش
جاتے ہیں اسنے اپنے جی میں یہ سوچ کے کہ کیا جب ہے کہ بدیع الزمان اور یا قوت ملک ہوں جمعیت پر پختاے اور بولنے
کی روشنی کو گل کر دے گھبرا دبا لے نقاب میں جلا اور وہاں جو شاہزادہ بدیع الزمان مع ملک وغیرہ کوچہ کے کنارے
پہونچا تو دیکھا کہ آگے کھڑے آدھارے جاتے ہیں ہر سکانات پختہ رعایا سے شہر کے ہیں اور ازلیکے بھی کوئی زمین گزری
مات باقی ہر خوب کے دروازے بند ہیں ایک سناٹا محل میں پڑا ہے حال وہاں کا دیکھ کر ایک صدمہ عظیم شاہزادہ بدیع الزمان
کے دل پر ہوا اور جی میں کتا تھا کہ جب طبع کی سخت مشکل پڑی ہو اور کیا ناز کی مقام ہے زمانہ ساگر آگہ ہو تا تو خیر عید یا چھ ہوتا
میں سمجھ لیتا اب کچھ بن نہیں رہا غرت اور جان دلوں غمت بانی ہیں غرض اسی فکر میں کھنور طلب اور خلوص نیت بشارت
سچ و غم پاچشم نے دست قبلہ نمود کر کے دست بردار تھا اور یہ ریاضی مناجات جناب فاضل کما بابت و محیب الدین عوامین
رو رو کے پڑھتا تھا بارگاہی آؤ کہ ملک خوشی با بندہ توئی | اور درخشاں کماندہ توئی | کار میں چاہہ توئی |

بکشاے خدا یا کہ کشاید توئی بہ تا گا و تیر دعا شاہزادہ بدیع الزمان کا بدن اجابت پر پہنچا اور دیکھا اسی کو چنے کے
 مکانوں میں سے ایک مکان کا کسی نے دروازہ کھولا اور یہاں سے ایک جوان قوی بیکل نونہ فقط منگوٹ باغ میں پہنچا اور
 ہاتھ میں لیے گھبراہٹ سے باہر نکلا اور شاہزادہ عالم سے پوچھے لگا ماحیوتم میں سے بدیع الزمان اور ملک یا قوت ملک اور
 حرجان عیار کون ہے شاہزادہ بدیع الزمان بہ کلام اس جوان کا شکے نہایت تھیر ہوا اور اس شخص سے کہا کہ وہ جو
 تو نے سنا ہے بدیع الزمان وہ کس میں بندگان خدا سے غریب میں ہوں اور ملک یا قوت ملک مع انہی جالیس خواصوں
 کے یہ برابر میرے کتاب سیاہ منور زد ہے کھڑی ہے اور یہ درختی طرت میرے جوار کا درگ سیاہے تھا تیر مکان یا تیر میں
 لیے کھڑا ہے حرجان تیر رفتار گرا کر شخص تو یہ تھلا کہ تو نے کیوں کر جانا کہ بدیع الزمان اور ملک یا قوت ملک وغیرہ
 اس کو چنے میں وارد ہوئے ہیں اور تیرے کل آنے کا باعث کیا ہے بیان کرتا کہ ہمارے دل کو طہیان حاصل ہوئی جو ان
 نے کہا کہ بھگت سد و المند شکر خدا کہ ہر چہ طلب کرہ ہمارا خدا پر سائی نصیب خود کامران شدم ہاں نہا دیکھو یہ عا
 اس وقت جلدی میں نہیں بیان کر سکتا پہلے آپ سیم اسد کے میرے تھیر طے ہیں شریف لائیں بعد اسکے حضور سے سبب
 کیفیت عرض کر دنگاہ کے شاہزادہ والا تبار بدیع الزمان اور کو مع ملک یا قوت ملک اور جالیسوں نقابداروں اور
 حرجان عیار کے اندر مکان کے بیگیا اور دروازہ باہر کا بند کر کے اسے بیان کرنا شروع کیا کہ اسی شہر بار عالی وقار اور ای
 آقا سے دو جوان شاہزادہ بدیع الزمان نامدار اصل حیقت یہ ہے کہ مجھ کو انہر دقصاب کہتے ہیں اور ان شہر میں شہرہ
 سیری جو انہر دی و فراغت کا اسد ہے کہ جو خانہ جنگ اور بڑا سرہنگ کہیں خانہ جنگی کے یا کہیں ڈانکا مار کے با دو چار دس باغ
 آدمیوں کا خون کہنے نکلا وہ میرے مکان میں آئے تھیر ہنا ہی پھر عطاقت در عقد رازرق شب گرد حرامی کا نہیں جو
 میرے گھر سے آئے اس شخص کو کیر طبعیائے محمد سے اور اس رازرق کو قوال سے لال اور چٹمک ہے مگر کبھی میرا یہ کچھ نہیں کر سکتا
 آج کی بات ہے کہ ابھی میں غافل تھا استواخان میں سے خواب میں دیکھا کہ دروازہ آسمان کا کھلا ہے اس سے ایک تخت سکل زبرفق
 جو اہر اہر ایک بزرگوار با محاسن سفید نورانی صورت ملہ ہاے غلہ برین پینے تسبیح ہاتھ میں لیے اور چند لاکھ اس تخت کو
 روش بدوش ہے آسمان سے اتنے سے میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں اور وہ تخت لاکھ فریب میرے رکھا میں نے گھر کے
 پوچھا کہ یا حضرت آپ کون بزرگوار ہیں اس جناب نے فرمایا کہ جا بانام ابراہیم ظیل السہر اور اس شخص ذرا با میں طرف
 تو دیکھ میں نے جو اس طرت خیال کیا تو دیکھا کہ از زمین تا آسمان شعلہ آگ کے جگر کہہ ہے ہیں اور ہزاروں معنوبان درگاہ
 از دی اور مخصوصان بارگاہ سرمدی اس آگ میں بڑے ملتے ہیں اور عذاب الیم مبتلا ہیں اس وقت میں نہایت سر اسیم
 اور مضطرب ہو کے پکارا وقار بنا عذاب النار ای مولا جان مجھے اس آگ سے اس بزرگوار نے پھر فرمایا کہ اس درجہ
 بیتاب نہو جانب رہت کو مخاطب ہو یہ ارشاد اس بزرگوار کا شکے میں نے جو جانب رہت کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ
 ایک باغ طربکش اور زخمت افزا کہ چشم خاک نے بھی ایسی باغ دہار ہمیشہ بہار کبھی روئے زمین پر نہ دیکھی ہوگی نہایت
 دلچسپ اور تیر فضا ہے ہوا سے روح پرور سے دہان کے اندر کے مجھے نسکین ہوئی اور پھر میں نے دہان دیکھا کہ مکان عالی شان
 اور عمارت پاکیزہ نام جو اہرات کی بنی ہیں اور ان مکانوں میں ایک شخص با چہرہ نورانی شیشے ملاوت قرآن اور اوراد
 و وظائف میں مشغول ہیں اور حوروں کا ہجوم اور دھوم ہے اور سامنے ایک خرابائی کی کہ اب سردار بھی ہے دیکھ کر جمل
 اور منفصل ہو جائے اور یہاں اسکے ایک درخت سریشک رساں کہ ہر ایک شلخ تمام عالم پر سایہ افکن معلوم ہوئی تھی
 نظر پڑا میں نے حالت دید اور سرور میں پوچھا کہ یا حضرت فرمائیے کہ وہ کیا مقام ہے جہاں کہ وہ آگ شیشہ ہے
 اور ہزاروں آدمی اس آگ میں جلتے ہیں اور تو یہ تو یہ پکار رہے ہیں اور یہ کونسی جاہر کہ فضا سے جان بخش

نظر آئی ہر اس مقدس نے کمال حیرانی ارشاد کیا کہ اگر شخص وہ جان شعلے آگ کے سر ہلک کشیدہ اور خضوبان ارکاہ
احدیت و ان بعد اب ہم بتلائے وہ جنم ہر واسطے منافقین اور شرکین کے اور جان وہ باغ فرحت افزا اور مونسین
اور مسلیع کو عبادت کرنے دیکھتا ہے وہ جی بہشت اور گلزار فردوس برین ہر اور وہ لوگ مونسین میں شکی خدمت میں
حوریان خلد حاضر رہتی ہیں لہذا جیسے فمائش کجائی ہو کہ اگر شخص ناراضم واسطے کم اور خشی اور مرد دلیر اور جمل کے کرم
ہر جیسے لازم ہو کہ کل اس چاہ کفر و ضلالت سے اور کلمہ طلبہ بڑھ کے پہنچ بسر کشیدہ ہر ایت میں لے عرض کیا کہ یا مولا
وہ کلمہ ارشاد کیجیے چنانچہ حضرت نے کلمہ شہادت اپنی زبان عجاز بیان سے مجھے تلقین کیا اور میں کلمہ پڑھ کے مسلمان
ہو گیا اسوقت اس بزرگوار نے مجھ سے فرمایا کہ اگر جان ایک صاحبزادہ ہماری اولاد سے کلمہ نام نکاشا ہر اوہ
بدیع الزمان از قات تا قات اطراف عالم میں شور و عروج ہو ملک یا قوت ملک اور پالیس خدایوں کے حیران
تیز رفتار پے جان تیار ہو کہ ہر اہلے اس کوچہ میں وارد ہو اور تعاقب میں اس کے ایک کو تو ال اس شہر کا معجیت کش
نیمال فاسد اور بیت اندر سانی اور سنگیری اس شاہزادہ والا توفیر کے قریب پہنچا ہر نو حلد اپنے مکان سے نکل کے
اس شاہزادہ کو سب اس کے ساتھ دلوں کے اپنے مکان میں لے کے یہ جوہر خانہ ہر ایدان تھا اور مقود بخبر کردے اور انکی
خبر ملنے زاری اور جان تزاری میں سرسوزن نہ کرنا ہم اس نہ خانے کو پیچہ سب کی نظر میں سے نہان اور مخفی کر دینگے
موجب تیزی سادت دارین اور اتھار کو نین کا ہو گا بس یہ خواب دیکھ کر میری اتمہ جو کل ٹٹی نو اس بزرگوار کی ہر زیارت
تو مجھے نصیب نہ ہوئی لیکن تمام مکان میرا معطر اور معطر ہو یا تھا یکا یک اس بزرگوار کے ارشاد کا جو خیال آیا تو بطور
استحسان کے کہ اگر باہر شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک یا قوت ملک وغیرہ پالیس سیاہ پوش اور حیران حیران ہو گا
تو یہ خواب میرا برحق ہے اور یہ بزرگوار نے فرمایا ہر وہ سب آئنا و صدقہا بجا ہر میں گھر سے باہر نکلا خاصا سو آپ کو
میں نے دیکھا آپ نقش کا بھر میرے دل کو ہو گیا بخلوص نصیب اور حسن عقیدت مجھے تحقیق اور تصدیق ہو گیا کہ آپ کا دین
برحق ہے اس میں جو کوئی شک لاوے وہ کا فر ہے غرض یہ باتیں کر کے شاہزادہ بدیع الزمان کو ملک یا قوت ملک
وغیرہ اور حیران حیران تیز رفتار کے نہ خانے میں لے گیا اور ایک ہلک واسطے ملک یا قوت ملک کے بڑے تکلف سے اور
ایک ہلک واسطے شاہزادہ عالم کے باغ و تکریم و ان تھوڑے کے باہر نکلا اس عرصہ میں روز و رشتن ہو گیا اور رزق
نشب گرد حرامی مع چند نظر بازون اور دو تین ہزار سواریا دون کے دوڑ کر دیاں اس کو پے کے اخیر پہنچا تو اس نے دیکھا
کہ آگے رہتے نہیں ہر اور چٹنے مملات اور مکانات کے دروازے ہیں سب بند ہیں اب کسی کا دروازہ تک کھلا نہیں
اور رزق حرامی کو تو ال اپنے دل میں کمال شہد و حیران اپنے ساتھ دالے سواریا دون اور نظر بازون سے کہنے لگا
کہ کیوں صاحب تم سب نے بھی دیکھا تھا کہ مجھے آگے آگے کچھ نقابہ سیاہ پوش چلے آئے تھے پھر یہاں تو آگے نہ رہتے
ہر کہ ادھر سے نکل گئے ہو گئے نہ اسوقت تک کسی کے مکان کا دروازہ کھلا ہے نہ اس محلہ میں سوہن رعایا شہر کے امیر
وزیر یا کوئی ایسا ہر دست سر ہنگ و دینک حاکم سفارشی رہتا ہے کہ اس کے گھر میں ٹیٹک کا یا تھا یک کا گمان کر دیا
اور میں سمجھوں کہ ان قلعہ مکان ہر وہ سب سیاہ پوش گھس کے کہیں ٹھہر رہے ہوں گے اسوقت کچھ میری عقل اور فہم میں یہ بات
نہیں آئی کہ وہ نقابہ سیاہ پوش سامنے آتے آتے کہاں گئے ہو گئے اس میں دس بارہ خبر جاسوس نظر بازون رزق شب گرد حرامی
کے ہمراہ تھے وہ میساختہ بول آئے تھے کو تو ال صاحب وادہ یہ تو آپ نے خوب فرمایا بس ہر اور باغ بدیع الزمان اور
یا قوت ملک اور حیران حیران تیز رفتار وغیرہ کامل گیا وہ اسی کوچہ میں لاٹک لارب ہیں کہیں بیان سے نہیں گئے
خداوند نعمت ہم لوگ سرکاری نظر بازون اسی واسطے جو ترہ کو تو ال میں رہتے ہیں کہ شہر میں کوئی جو اسر نہک و

خانہ جنگ شور و شفت مکش بد معاش ہم سے نہ چھپا ہوگا اور بے سازش ساری وہ کہیں باطنیان تمام شہر میں نہ رہ سکیں گے
 سو لاکھ سونگ اور کشتی اور شور و شفتیوں کا نو بیان ایک جو انہر و قصاب تہا ہوا بہت بڑا دروازہ اسی کے مکان کا
 ہوا تو یقین کر کے بدیع الزمان اور ملکہ عالم وغیرہ اسی کے مکان میں آگئے تھے ہن ازرق شب گرد حرامی نام جو انہر و
 قصاب کا نسلے کو ماسوئے سونے چوٹ اٹھا اور میا ختہ کئے لگا کہ بیشک دشبہ و سب اس جو انہر و قصاب کے
 مکان میں آگئے تھے ہونگے پھر کہاں چھپ کر جائیگے بس تو قف نہ کرو بکار و اور جو انہر و قصاب کو بلاؤ اور اسکی خانہ
 تلاشی لو حسب انہم کو تو ال ازرق کئے پیا دون ہر کار و ہر کیوں نظر باز دن وغیرہ نے دروازے پر جو انہر و قصاب
 کے شور و غل کر کے کہا کہ جلد نکل جلد نکل جو انہر و قصاب جس طرح سے خالی ہاتھ بیٹھا تھا اسی صورت سے بیک بینی و
 دو گوش نقطہ لنگوٹ باندھ کر نکلیں ملتا باہر نکل آیا اور ازرق شب گرد حرامی کو دیکر سلام کیا اور پوچھے لگا کہ آج
 فقیر خاندن پر تپ کے قدم بکھ فرہ سنے سبب فرمایے کثرت شریف ازرق اپنی فرمایے مجھ رعایا سے مسکین سے کیا ایسا قصور
 سرزد ہوا جو آپ باین جمعیت شریف لائے ہیں اتنی تکلیف کرنا کیا ضرورت تھا ایک سیاہی یا نکر کو مجید یا ہوتا میں بلافتہ
 و عید وہیں کے حاضر ہونا ازرق شب گرد حرامی نے یہ تقریر جو انہر و قصاب کی نسلے لگا کہ تیرے گھر میں بدیع الزمان
 خدا پرست اور ملکہ یا قوت ملک اور جان تیز رفتار عیار پیغمبر نادہی ملکہ گوہر ملک اور جالیس نقابدار
 سیاہ پوش آگئے ہیں ان سب کو نکال دے اسی میں تیرے لیے بہتر ہو در نہ ذرا اس میں عذر و حیلہ دریش کیا تو
 تیرے حق میں بڑا ہوگا جو انہر و قصاب نے پیشادہ پیشالی جواب دیا کہ اگر کو تو ال صاحب تھو خداوند بقائے اس
 قصہ کا حاکم کیا ہے یہ تو بات اداسی کہ کسی کا قصہ اگلے تیرے ہزاروں قصور دن کا عوض ایک حیلہ اور بہت مجھ لیکے
 آپ نکالیں اور میری غرت اور جان کے خوامان ہوں لیکن میں بدیع الزمان کے نام سے بھی آگاہ نہیں کہ وہ
 خدا پرست کون ہے اور اسکی کسی شکل و صورت ہے اور کہاں رہتا ہے عہد طفولیت سے آج تک میں نے اس طرح کا
 نام بھی نہیں سنا ہے اور ملکہ یا قوت ملک میری خداوندی خداوند نعمت ہے بھلا میں تو ادنی اسکا ایک غلام
 رعیت ہوں میرے گھر میں اسکا قدم نہ فرماتا مصرعہ چہیت خاک را با عالم پاک دیون آپ کا میرے سر
 آنکھوں پر اور سب سچ ہی میں آپ کی بات کو جھوٹ نہیں کہہ سکتا مگر میرا سارا گھر بڑا ہی آپ کی لوندیاں گھر میں
 بیٹھی ہیں اور پردہ ہم غریبا کا کیسا بلاتال آپ اندر چلے آئیں اور خانہ تلاشی لیں اگر میرے گھر میں بدیع الزمان
 یا ملکہ یا قوت ملک یا حمر جان عیار یا اور کوئی عورت سوا سے میری بی بی اور دو چار لڑکیوں کے ہو تو جو چور کا
 مال وہ میرا مال کچے ازرق شب گرد حرامی نے یہ نسلے خاکروب جو محلہ دار تھا اسکی جو رو کو بلا کے کہا کہ تو اندر
 جانے جہاں اسکی بی بی وغیرہ پردہ نشین ہوں وہاں بیٹھا اور میں سارے مکان کی تلاشی لو نگا غرض وہ
 محلے دار بی اندر جانے جو انہر و قصاب کی پردہ پوش عورتوں کو ایک مقام پر بٹھلا کے آپ برابر کھڑی
 رہی اور ازرق شب گرد حرامی نے کوٹریاں برآمد سے منجھیاں وغیرہ انتہا یہ کہ کوئین میں ایک
 خوش مزین کو آمار کے دیکھا اور بخوبی تمام خانہ تلاشی جو انہر و قصاب کی لے کر باہر نکلا اور نظر باز دن اور
 پیا درن سے کہا کہ اسکے گھر میں تو کہیں سراغ اور بتا بدیع الزمان وغیرہ کسی کا نہیں ملتا مگر احتیاطاً جو کی
 پردہ اس کے دروازے پر رکھو تاکہ میں جگہ کے قہرمان مجھی سے اطلاع کر دوں پھر آگئے جیسا وہ حکم دینگے تعمیل
 کر دیا قصہ ازرق شب گرد حرامی جو انہر و قصاب کے دروازے پر چوکی پرار کے قہرمان مجھی کے
 پاس آیا اور بھاری سر گذشت بیان کر کے کہا کہ بظاہر تو جو انہر و قصاب کے مکان میں کوئی

جا باقی نہیں رہی جو میں نے نہ دیکھی ہوگی مگر میں معلوم کیا سبب یہ کہ بدیع الزمان اور ملکہ عالمہ چالیس خصوصیات کے
دوران کہیں نہیں ہیں مان اگر حکم ہو تو جو امر و قضا کا کوئی لاؤں اور خوب سے کوڑے ماروں آپ ہی قبول دے گا اور
بتا دیگا قہر مان عجیبی نے کہا یہ مدت سے بعد ہی تا وقتیکہ تحقیقات اور جرم مجرم ثابت ہو جو جزا دینی نہیں چاہیے
ابھی اسکے دروازے پر سے اٹھائے اور اوپر ذات اگر تین دن کے عرصہ میں فونے بدیع الزمان اور ملکہ کو ملے
کر کے گرفتار نہ کیا تو فوراً تیری گردن مارنے کا حکم دوں گا ازرق نے کہا کہ کیا تا پ اور کیا مجال غلام کی فردین دن میں
سراغ لگا لگا کے حضور میں عرض کرے گا یہ کیلے رخصت ہوا اور اسی وقت سب اکٹھے قہر مان عجیبی کے اپنے پیادے
جو امر و قضا کے دروازے پر سے اٹھائے اور اپنے گھر جا کے اپنی مان سے سارا حال بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک
اور انکی چالیسوں خصوصیات کے نکل جانے کا اور ہزار دلائل و براہین سے ثبوت ان سب کے مخفی ہو گیا جو امر و قضا
کے مکان میں اور بدقت خانہ تلاشی بظاہر کسی کا نہ معلوم ہونا از ابتدا تا انتہا بیان کیا چنانچہ اس ازرق حرامی
کی مان بڑی خستہ اور دلالہ بکارہ ہوا اسنے کہا بیٹا تو خاطر جمع رکھ ملکہ اور بدیع الزمان کا جہان جس طرح میں پتلے لگا
ابھی جا کے دریافت کیے آتی ہوں یہ کیلے وہ فاحشہ بذات کچھ سنیں کہ بتیان جالی کی کچھ کچھ سوت کی تھوڑے سے
ازار بند اور کچھ اسباب ہر قسم کا لپکے جا در سر پڑاں کے صبح سے نکلی اور محلے محلے کوچہ کوچہ خانہ شاہزادہ والا بتا
بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت کی تلاش میں میری میری تیسرے روز کہیں جو امر و قضا کے بھی مکان پر آ کے
دارد ہوئی دروازہ مکان کا بند تھا اس بکارہ نے دروازہ کھلوا دیا اور عیاضہ اندر مکان کے جا کے دیکھا کہ
شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک اور چند خواہین ملک کی بیسی خستہ مرجان تیز رفتار حضور ایا تو میں
ایسے بیٹھا بکھاتا ہوا اور شراب چل رہی ہے بس یہ ملا نہ شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک وغیرہ کو
بیٹھا دیکھ کے وہیں سے پلٹ کر باہر نکل کے چلی حسب اتفاق شاہزادہ آفاق بدیع الزمان کی نگاہ اس فاحشہ
نہ دیکھا یہ جا بڑی شاہزادہ عالم نے مرجان تیز رفتار سے کہا کہ ای مرجان ابھی ایک بڑھیا اندر آئی اور ہم
سب کو دیکھ کر پچھلے پاؤں پر گئی مجھے خفاں پیدا ہوا ہے کہ خدا نخواستہ کہیں یہ ہمارا سماع سننے کو نہ
آئی ہو مرجان تیز رفتار یہ کلام اس مالی مقام کا سنتے ہی بسرقت تمام اُسکے باہر نکلا اور اسنے دوری سے
اُسکو پکار کے کہا کہ او بڑی بی تم کہاں آئیں تھیں اور کیوں بحرین ازرق کی مان نے جواب دیا کہ بیٹا میں چکیں
سوتیان جالی کی کرتیان آئیں وغیرہ اسباب بچتی میری ہوں سو دلوں کی گردش سے ایک جوڑی موتیوں کی
ایک مکان میں رکھ کے بھول آئی ہوں وہ ہونٹ مجھے یاد آگئی ہے اُسکے بے گھبراہٹ ہوئی جالی ہوں
مرجان تیز رفتار نے کہا کہ بڑی بی وہ تمہاری موتیوں کی جوڑی میں نے راہ میں پائی ہے لیتی جاؤ میں اُسے لے
کیا کر دنگا اس بڑھیا نے کچھ جواب نہ دیا اور جلد جلد پاؤں اٹھاے چلی مرجان سوچا کہ یہ بکارہ مقرر چاری
سب کی جاسوسی اور سراغ رسانی کے لیے آئی تھی ایسا نہ ہو کہ نکل جائے یا تھوڑے آئے یہ سوچ کے مرجان تو
اُدھر سے اُسکے تعاقب میں دوڑا اور اُس ہون سے کہیں قضاے کار جو امر و قضا کے آتا تھا مرجان نے
پکار کے کہا کہ ای جو امر و قضا اس بڑھیا کو جائے نہ دینا پکڑے جو امر و قضا نے اُسکے برابر آ کے کہا کہ بڑی بی
تم اتنا جلدی کہاں جاتی ہو اسنے پھر ہی کہا کہ میں ایک جوڑی موتیوں کی کہیں بھول آئی ہوں سو بدحواس
اُسکی تلاش میں بھاگی جاتی ہوں اُسکی بات سیت سے جو امر و قضا نے یہاں آ کہ یہ ازرق شب گرد
حرامی کو قوال کی مان ہے اور بیجان کے جو امر و قضا نے جھٹ پٹ اُسکو پکڑ لیا اور گود میں

جلدی سے اٹھا کے اپنے گھر میں لاکے مانند بکری کے نکلا اسکا کاٹ ڈالا اور وہیں مچھن میں ایک طرف لاش اُس جاشا
کی زمین میں کھود کر گاڑ دی اور پھر بدستور اپنے اور ہور و زوی میں مشغول ہو گیا ازرق شب گرو حرامی صبح سے
شام تک اپنی مانج کے انتظار میں رہا جب وقت شام کا ہوا تو نہایت غموم اور کدھر سرکسیمہ اور بدحواس ہو کے
قہر مان عجی کی بارگاہ میں گیا اور سدا حال اپنی مان کا محلہ محلہ خانہ بخانہ واسطے جاسوسی اور سراغ رسانی شاہزادہ
بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک کے صبح سے شام تک بھرنے اور گھر میں نہ آنے کا بیان کیا اور کہا غلام کو اندیشہ اور
و غدہ ہے کہ کسی نے میری مان کو مار ڈالا ہو قہر مان عجی نے گفتگو ازرق شب گرو حرامی کی شکے حکم دیا کہ اس بد ذات
حیلہ ساز کاذب کے دونوں کان کاٹ ڈالو کہ پھر ایسی خبریں بنائیں گے میرے سامنے آ کے نہ سناے جلاد نے دوز کے
ازرق کو پکڑ لیا اور چاہا کہ نشان کشان باہر بجائے اسکے دونوں کان کاٹ ڈالے ازرق حرامی بہت سی منت
اور خوشامد کر کے رونے لگا اور کہنے لگا کہ خدا کو درود کی ہمت اور ملے اگر دو دن میں بدیع الزمان کو میں نہ پیدا
کر دوں تو جس طرح سے چاہیے مجھے اُس عذاب الیم سے گردن مارنے کا حکم دیجیے قہر مان عجی نے کہا خیر کیا سفارعت
میں نے مجھے ہمت دو دن کی اور دی گئی ہے دو دن کے اگر تو نے بدیع الزمان کا سراغ نہ لگایا اور پھر کوئی فقرہ
تبا کے میرے سامنے لا با تو اس طور سے مجھے قتل کروں گا کہ تیرے حال پر ماہیان دریا اور مرغان ہوا گریہ و زاری
کریں گے ازرق شب گرو حرامی ایک آواز اُسے دینا مہرے لکھ کے اور دوزخ کا وعدہ کر کے پیر تلاش شاہزادہ عرش
افتدار کے لیے روانہ ہوا وہاں کا خال جو امر و قصاب کاٹنے کے جب اسے ازرق شب گرو حرامی کی
مان کو بمقتضائے فرست بخیال آیا اندیشہ مار کے زمین میں گاڑ دیا اور پھر شاہزادہ والا حرکت کے واسطے
صحت و عیش و نشاط کی قرار دی تو وہ جو شل گئے ہیں مصرعہ جو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان بنے اس جو امر و
قصاب کے در پے پیچھے گئے ایک تو برس نواب کا اور دوسرا سات برس کا اور دونوں لڑکے اسکے وضع
اور حسین جوئے ہوئے کھڑے کھڑے ہرے ہرے کال جلی جین بھی بڑی نہیں گونگھوڑے بالی سلیم اور غریب ہند ناز و نعم
کے لیے باپ کے لڑکے ازرق ملک یہ کہ مان ان نوکون کی یعنی جو افسد و قصاب کی جو در لگی تھی جو امر و نے
ان دونوں فرزندوں کی پرکھا اور جدت کے واسطے ایک لونڈی مولیٰ بی بی وہ دونوں لڑکے اسکے پاس کھیلا
کرتے تھے اور رہتے تھے اور وہ لونڈی اس امید میں رہتی تھی کہ جو امر و قصاب مجھے اپنی جو رہائے اور میں
بی بی اسکی بن کے مالک اور غماز اسکے گھر کی ہوں جو کہ جو امر و قصاب کو مطلق اُس لونڈی سے اتفاق
اور رغبت نہ تھی اور اس لونڈی نے جو چہرہ زیبا اور چہاں رخسار حسن و شباب شاہزادہ بدیع الزمان کا دیکھا
ہزار جان و دل سے شہینہ و زینہ ہوئے اپنے دل میں سوچنے لگی کہ یہ نوجوان سیاح اور جهان گرد اپنے مان
باپ عزیز و قارب کو چھوڑ کے جو باختر میں آیا ہے تو یقیناً یہ یہ فقط اپنی تماشائی بی بی اور عیاشی کے واسطے شہر
بشمیر بھڑائی پس میں بھی تو خوبصورت اور ایسی نوجوان ہوں لاؤ کوئی کمات اگر بے نو اس سے لگا دسٹ کی
باتیں کر کے اسکے اندر طرب متوجہ کر لوں اور بھی بھی گھر سے بڑا دُن غرض وہ لونڈی بیسویج کے شب
کو اس نے خانہ میں شاہزادہ کو بدیع الزمان کے پاس کھانا لے کے جو گئی تو اسے دیکھا کہ ملکہ یا قوت ملک
مع اپنی چالیس خواصوں کے الگ ایک صحنی میں سوئی ہے اور ایک صحنی میں ملکہ سے دور شاہزادہ عالم
اپنے پٹنگ پر بیٹھا ہے لونڈی نے جا کے خوان کھانے کا قور کھدیا اور شاہزادہ والا تبا کے پٹنگ کی پیش
کے برابر بیٹھ کر بطر و دیرانہ اور انداز مشرقانہ کچھ باتیں نازا مین کرنے لگی شاہزادہ قدسی طینت والا حرکت

نے یہ باتیں اُس لٹدی کی سُننے پوچھا کہ بکثرت اس وقت تو جو ایسی گفتگو میرے سامنے کرتی ہے اس سے میرا مطلب کیا ہو اُس فاحشہ نے ٹسک لے کہا کہ کیا کہوں تم ایسے کیا انجان ہو جو پوچھتے ہو یہ صحبت تخلیق کی اور مائے یہ آدمی رات کا سماں اور یہ آپ کے حسن و شباب کے عالم کو دیکھ کر شرم سے کہ نہیں سکتی ہوں جو کچھ مطلب ہے اور آپ کی طبع نازک پر اگر گراں اور ناگوار نہ گذرے تو اپنا نکل گواہی ضرب مثل اپنے اور آپ کے عرض کردن و وہاں بہن بھول کے میں ہنسی بخراد و بوقار رہ اور بھلا کیسے کہوں اہل موئے مار بہت شاہزادہ والا تو قیر نے یہ گفتگو اور تقریر اس جا رہی شریر کی سُننے اپنے دل میں یہ سمجھ کے کہ اول تو جو ان مرد و قصاب نے بھیر احسان عظیم کیا میرا محسن ہے دوم حضرت درہم خلیل اللہ علیہ السلام ہے جو ان مرد کو بشارت ہوئی کفر و کافری کو ترک کر کے اُسے دین اسلام قبول کیا ہے یہ اُسکی لٹدی زرخیز ہے مجھے لازم نہیں کہ اپنے محسن کے ساتھ ایسا سلوک کروں اور یہ بدی پیش آؤں اس لٹدی بد ذات سے نہایت جھنجھلا کے کہا کہ اے بیباک بچیا سُن میرا یہی بات دہیات اور یوں گفتگو نہ کرنا جل بیان سے دور ہو جا وہ لٹدی شتاہ شاہزادہ عالم کو شیند و قصب میں دیکھ کر نہایت خائف و ترسان ہو کے وہاں سے بھڑکی اور اپنے جی میں کچھ سوچی کہ اس شخص نے جب یوں سخت اور درشت کلمے میرے مُنہ پر کہے اور سُنچے یوں دلیل کر کے جھڑکی دیا تو تعجب نہیں کہ یہ لٹدی جو ان مرد و قصاب سے کہہ رہے اور جو جو ان مرد و قصاب پہ حال سُن پائے گا تو مجھے جیسا نہ چھوڑے گا مارنے مارنے ماری ڈائے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ میں آپ ہی نہ پہلے اس شخص کے قتل کی تدبیر کر ڈالوں اور یہ کھٹکا ہی نہ اپنے دل کا شاد و غرض وہ لٹدی رو سیاہ علیہ لعن و اذہاب پیش خود یہ فکر کر کے صبح کے وقت چادر سے پیٹ گھر سے نکلی اور چار سو تین بازار میں کوٹوالی جوڑے کیسے آئے دیکھا کہ ارزق شب گرو حرامی کوٹوالی جوڑے پر بیٹھا اختصار دے رہا ہے اور کہتا ہے کہ جو کوئی نوکر اور خیر نوکر ادنی در علی زن و مرد سراغ باریع الزمان کا لگانے مجھے اطلاع کرے میں اُسے قہر مان عجی بادشاہ کے پاس بھجائے قلع بجاہت کرواؤں اور جو کچھ کہ وہ مانے میں اُسے دلوادوں اُس لٹدی نے جو کہتا تو چند قدم ترہ کے ارزق شب گرو حرامی کو سلام کیا اور کہا کہ اے ارزق میں ازراہ دولت خواہی اور خیر اندیشی ترے بے عجب طرح کی خوش خبری لائی ہوں لیکن بشرط و بشرط کہ تو مجھے اپنے قدر میں لائے اور اپنی بی بی باندھے اپنے گھر بھلائے ارزق حرامی یہ غرور جان بخش اور سرکش راجع فرزندش کی زبانی سُننے کہنے لگا کہ مجھے بجاں و دل قبول اور منظور ہے اور قسم ہے جھگو اُس خداوند لقا کی کہ جب تک میں جیسا رہوں گا یہ احسان تیرا بھی نہ بھولو گا لٹدی نے کہا میں لٹدی ہوں جو ان مرد و قصاب کی اور جس شخص کی تم تلاش میں آج کئی دن سے بخور و خواب یا سداب و تاب ہو و باریع الزمان اور ملک یا قوت ملک قہر مان عجی کی بیٹی اور چالیس خوامین ملک کی اور مر جان تیرا عیار عیار یہ سب اسی جو ان مرد و قصاب علاقہ بند کی جو بی بی میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں اور عیش کرتے ہیں اور تھاری ماں کو بھی اسی جو ان مرد و قصاب نے زنج کر کے اپنے مکان کے صحن میں گھاڑ دیا ہے ارزق شب گرو حرامی کوٹوالی نے جو یہ حال سُننا تو وہ اُسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا اور بارہ سو چار دے اور ہزار بارہ سو سو اور کچھ عیار چہرہ اسی ہر کارے نظر باز رہا در سُنکھائے اپنے ہمراہ لے کے اسی جو ان مرد و قصاب کے مکان کی جانب چلا تو سب اتفاق مر جان تیرا عیار یہ بیٹ عیاری ایک پیادے کی صورت بنا لے اُس ارزق حرامی کوٹوالی کے پاس کھڑا تھا اور وہ سب باتیں اس لٹدی کی سُن رہا تھا اور ارزق حرامی کوٹوالی نو دوڑے سے کہے جو ان مرد و قصاب کے مکان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو مر جان تیرا عیار وہاں سے پہلے پہنچنے

اُس کو تو اُل کے یک نگاہ وہ طرفہ اہلین شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے پاس آیا اور اہی کچھ کہنے سنتے بھی نہیں
 پایا تھا کہ جو امر و قصاب بھی دکان پر سے اُٹھ کے ٹہرین آیا اور جو امر و قصاب نے شاہزادہ بدیع الزمان
 نامدار کو کچھ افسردہ خاطر دیکھ کر پوچھا کہ نصیب اعدا سوقت باعث کدراور افسردہ خاطر ہونے کا حضور اقدس کے
 کیا ہے شاہزادہ عالم نے ساری گفتگو اُس لونڈی کی اور جواب اُسکے اپنی طرف سے جھڑکی دینے کا بیان کیا
 جو امر و قصاب نے کہا پھر حضور نے اُس ما زادی چھوڑی کو بسراے اعمال کیون نہ پہنچا یا جہنم وصل کیا ہوتا یہ
 کیلے ڈھونڈھا کہ وہ چھوڑی کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ آج صبح سے جا دراور ہوئے جو بازار کی طرف لگئی ہے تو اب تک
 نہیں آئی اہلین حرجان تیز رفتار نے از ابتدا تا انتہا مفصلاً اور مشروحاً بیان کیا جو امر و قصاب یہ سنا نئے تازہ
 سننے بہت مضطرب و سرکشیہ ہو کر اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لایا مصرع عمر کہ نشان داد و بدار کہ خبر کردہ حرجان
 تیز رفتار نے کہا کہ اچھو امر و کوئی مقام اندیشے کا نہیں مگر ایک کام کہ ایک عینسا جھٹ پٹ ذبح کر کے جہان
 ارزق کی مان مدنون ہے ارزق کی مان کو نکال کے گاڑ دے ارزق کی مان کی لاش کو میں لیجا کے کہیں دریا
 میں بہا کے آتا ہوں اور یہ کیلے شاہزادہ بدیع الزمان کی طرف دست بستہ ہو کے عرض کی کہ شہر بار خا سے
 میں بھی دیر ہی ٹھوڑے سے دے دلائی امار کے حاضر ہیں انکو حضور خوش کر لین پھر دالہ علم بالاصواب کیا
 افتاد پرے شاہزادہ عالم نے کہا اچھا لاؤ حرجان تیز رفتار نے ٹھوڑے سے دلائی امار کے بیہوشی آغوشہ
 شاہزادہ عالم کو کھلا دیے کہ ساتھ کھانے کے شاہزادہ بدیع الزمان بیہوش ہو گیا اور اسے جو امر و قصاب
 سے کہا کہ یوں تو شاہزادہ عالم تہ خانے میں شریف رکھتے ہیں مگر سوقت ارزق شب گرجا می کو تو اُل کے
 دوڑے کے آنے کا حال سننے کبھی روپوش ہوتے بلا شک و شبہ نوبت رزم دیکار کی ہوتی لہذا اب تم تو شاہزادہ
 عالم کو تہ خانے میں لیجا کے پلنگ پر تادود و تہ خانہ سے کسی کو معلوم نہوگا ارزق حراجا شاہزادہ خانہ تلاشی
 لے کے ہینا سر پک کے چلا جائے گا میں ارزق کی مان کی لاش لے جاتا ہوں جو امر و قصاب نے جھٹ پٹ
 ارزق کی مان کو گڑھے میں سے کھود کر نکال کے حرجان تیز رفتار کے حوالے کیا اور ایک عینسا ذبح کر کے دہان
 گاڑ دیا اور شاہزادہ عالم کو اُسی حالت بیہوشی میں لیجا کے تہ خانے میں پلنگ پر لٹا کے باہر نکل آیا اس
 عرصہ میں ارزق شب گرجا می دوڑے کے جو امر و قصاب کی دکان کے قریب پہنچا اور جو امر و
 قصاب کو دیکھ کے پکارا باش ابد و اوت قیری بھی یہ اصل اور حقیقت تھی کہ تو نے بدیع الزمان ایسے قیدی
 دشمن خدا و نہم حیدر ہزار ملک باختر لقا اور مغضوب بارگاہ پیغمبر مسل گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیو کش کو
 اور ایسے بزم و فونی نادیدہ خدا کے پرستار کو اپنے گھر میں قید کیا ہے اور آج تک سرکار میں آ کے انتظار
 نہیں کیا بس دکان پر تو آ کے ناحق بیٹھا ہے سلطنت قہرمان عجی کی چین لے اور بادشاہ بن کے
 حکمرانی کیون نہیں کرتا جو امر و قصاب نے جواب دیا کہ اے کو تو اُل صاحب تم کو خداوند لقا نے بزرگی
 دی شہنشاہ قہرمان عجی نے تمہیں عادل اور نصف جان کے کو تو اُل شہر کیا ہے تم کو شاہان نہیں کہ ایسے
 کلمے اور کلام دروغ بے فروغ اپنی زبان پر لاؤ ارزق شب گرجا می جواب باصواب جو امر و
 قصاب کا سننے اور زیادہ تر از دستہ ہوا اور شدت غیظ سے دوڑ کر ایک ٹھونسا جو امر و
 قصاب کے گلے پر مارا کہ تمام خون شہر میں اُس مومن پاک جو امر و قصاب کے بھرا یا مگر چونکہ
 جو امر و قصاب کی بڑی غرت اور تو قہر اس شہر میں ہے اور جتنے امیر و وزیر دساے ملک محم میں

سب جو انمرد قصاب کی آبرو کرتے ہیں اور قہرمان عجیب سے اور جو انمرد قصاب سے بدرجہ نہایت نیاک اور تیری دوستی اور ملاقات ہے قہرمان عجیب بادشاہ ہر سال بین دو تین دو شاہے رومال بھروسہ رکھنے والے کے جو انمرد قصاب کو بھیج دیتا ہے چاروں طرف سے جتنے ڈکاندار چوک کے تھے سب مان مان کر کے کو دڑے اور بلوہ کر کے دڑے اور رزق شب گرجا حرامی سے گفتگو ثبوت جرم کی کرتے گئے اور علاوہ اسکے رزق شب گرجا حرامی بھی زیادہ حوصلہ آزار و انداز سانی کا نہ کر سکا فقط جو انمرد قصاب کو گھیرے ہوئے اپنے ہمراہ لیے قہرمان عجیب کی بارگاہ میں آیا قہرمان عجیب نے رزق شب گرجا حرامی سے پوچھا کہ ہم نے تو تم سے ممانعت کر دی تھی کہ خبردار اور زہاد ہو جو اب کبھی جو انمرد قصاب سے تعرض نہ کرنا یہ کیا باعث کہ تو اسے گرفتار کر لایا ہے کچھ تو نے اس پر جرم ثبوت کیا بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک کا سرخ اسکے گھر میں تھے ملا جو بیان کہ رزق شب گرجا حرامی نے عرض کی کہ اے شہر یار بدیع الزمان اور ملکہ عالم اور چالیسوں خواہن اور مرد جان تیرے قصاب سب کو اسے اپنے گھر میں چھپا کے تھلا رکھا ہے قہرمان عجیب نے کہا کہ تو تو خانہ تلاشی اسکی روز اول لے آیا ہے پھر کس دلیل سے تو کہتا ہے کہ بدیع الزمان اور ملکہ سب اسی کے گھر میں چھپے تھے ہیں رزق شب گرجا حرامی نے عرض کیا کہ اسکی لٹندی نے مجھ سے آگے سارا حال کیا ہے جو انمرد قصاب نے کہا کہ اے شہر یار اشعار

اے عدالت تیرے عالم پناہ و داد بخش	اگر زبان سے میں کہوں تیری مدحت کی تلا	سمع کا سلسلہ پٹیلے کو جلا سکتا نہیں
بسکہ شہرہ عدالت کا تیری پہونچا دیا	مازبانہ جو نسیم صبح کو موجِ مسموم	خیمہ تصویر کا گر ہوئے بہا بہنِ تقا
نام لین جس شہر میں حفظ و حمایت کا نزی	دستِ خوبان میں نہ ٹھہر خونِ سوزنا	وہ لٹندی غلام کی بڑی ملا سہ اور

فاتحہ ہے اسکو یہ آرزو تھی کہ مجھے اپنی جو روینا کے سونام کو منظرِ نمودار اس بات سے وہ مجھ سے نفی ہو گئی ہے اور اسے یہ افترا اور تهمت بھجور کے سرکار میں اٹھا کر کیا کہ بدیع الزمان اسکے گھر میں ہے غلام بدیع الزمان کے نام سے بھی دانت نہیں رزق شب گرجا حرامی نے کہا کہ شہر یار اس جو انمرد قصاب نے ان سب کو کہیں چھپا دیا ہو گا اب غلام پیر کے اسکی خانہ تلاشی لے اگر بدیع الزمان اسکے گھر میں نہ نکلے تو جو سراپا ہے مجھے دیکھے گا قہرمان عجیب نے کہا کہ آخر تم سے سوا اس لٹندی کے کہنے کے کہ وہ اس سے باغی تھی اور جس ہو گئی تھی پھر مصرعِ باطل است اچھ مدھی گوید۔ اُس مالزادی جو کرسی کی بات کا کیا اعتبار اور کسی نے تحقیق اور تصدیق کر کے کہا کہ اسکے گھر میں بدیع الزمان ہے جو تو پھر اسکی حرمت ٹھونکے کو تلاشی لینے کو کہتا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اس لٹندی کی خاطر سے محض اسکے ساتھ عداوت پڑ گئی ہے رزق شب گرجا حرامی نے اپنا ٹھونکے دونوں ہاتھوں سے بیت کر کہا کہ شہر یار میں خانہ تلاشی اسو اسے لیتا ہوں کہ میری جان نے اسکے گھر میں جا کے بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک وغیرہ کو چھپے دیکھا مرد جان عیارِ ظہور ابجا رہا تھا اور میری جان دھکے میرے پاس خبر پہونچائے کو اتنی تھی اس طرف سے شاید یہ جاتا تھا اسے میری جان کو بھان کے اپنے گھر میں ذبح کر ڈالا اور محن میں گاڑ دیا ہے اے شہر یار تو عادل اور منصف ہے کچھ عدالت دیکھو اور ازراہ نصفت اور زراست کے فرما کہ جو غوثی کوئی بھی بے سیاست اجناس جرم کا کرما ہے اگر میری جان کی لاش اسکے مکان کے صحن میں گڑی ہوئی نکلے تو غلام کی بات سچ ہے یا نہیں ہے اور پھر تو حضور بدیع الزمان اور ملکہ کے مقدمہ میں کیا فرمائیں گے قہرمان عجیب نے کہا کہ لاشک و لاپرواہی اگر تیری جان کی لاش اسکے گھر میں گڑی نکلے تو بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک بھی اسی کے گھر میں ہیں اگر گھر میں نہو گے تو اور کہیں اسے چھپا کے تھلا رکھا ہو گا

جو انہر و قصاب نے دست ادب باندھ کر عرض کیا کہ اس شہر میں جو غلام کے اور اسکے درمیان میں ہو
 کہ بیشکامہ عدالت دستگاہ خاقانی سے ایک امین بھی اسکے ساتھ مقرر ہو کہ غلام کی خانہ تلاشی ہے اور جہاں اسکا
 جی چاہے زمین کو کھدوا کے دیکھے اگر اسکی ماں کی لاش کہیں مدفون ہو تو غلام محرم اور گنہگار ہے حضور یقین پائیں
 کہ غلام کے گھر میں شاہزادہ بدیع الزمان اور لکھ وغیرہ بھی ہوتے ہوں گے اور اگر اسکی ماں کی لاش نہ نکلی تو اس کے
 لیے کیا سزا تجویز کیجائے قہرمان عجیب نے کہا کہ اس ارزق تجھ سے بہت بڑا ہے بیان کی بھی کہ تیری ماں کو جو انہر و قصاب
 نے مار کے اپنے گھر میں گاڑ دیا ہے ارزق شب گرج حرامی نے کہا اسکی لڑکی قسم کہتی ہے جو انہر و قصاب
 نے کہا واہ واہ یہ تو خوب بات ہوئی وہ چوکر سی تو میری شہینہ بن بر اصل حقیقت اسکی یہ ہے کہ میں نے چھ
 نذر مانی تھی سو ایک بنینہ سازج کر کے میں نے صحن مکان میں دفن کر دیا ہے اس فاحشہ نے یہ جو رنج و غم باندھا ہے شہر بار
 پر بہتر اور صلاح دولت اور مفعت سے عدالت اب یہی ہے کہ کو نوال صاحب اب پھر چل کے میرے گھر کی خانہ تلاشی
 لین قہرمان عجیب ناچار خیال مال اندیشی کہ مقدمہ نازک منی کے گم ہونے کا ہے اور بدیع الزمان ایسے قیدی
 محوم دشمن خداوند لقا کا ہے سو اس کے اگر بدیع الزمان کو میرا بیٹا قاجر گرفتار کر کے بحضور خداوند لقا
 خدا سے ہیجہ ہزار ملک باختر کے لیجا بیگا تو وہ پیغمبری کا ملے گا شاید جو انہر و قصاب نے اپنے گھر میں بدیع الزمان
 اور لکھ کو نہ رکھا ہو اور کہیں بار اگشتا کے گھر میں جا کے پھنسا دیا ہو اور ارزق شب گرج حرامی کو نوال
 صادق بقول اور چاہا ہو تو پھر سو سے نہایت اور کف اسوس ٹٹنے اور کچھ نہ بن کرے گا فرض یہ سوچ کے
 قہرمان عجیب نے کہا اچھا کیا مضائقہ ایک امین ہمارے کسی سردار یا رگاہ نشین کو ساتھ لیجا کے جو انہر و قصاب
 کے گھر کے سب مکان اور حجرے نہ غلنے اور بالا غلنے دیکھو اور جو انہر و قصاب کو حکم دیا کہ تا تحقیقات کیا نہی
 جوالات میں رہے چنانچہ سب حکم قہرمان عجیب کے ایک امین چہرہ ارزق شب گرج حرامی کے ہوا اور ارزق
 شب گرج حرامی اسکو ہمراہ لیے بیخ سائت ہزار پیادے ہر کار سے اور چہرہ اسی اور نظر بار اور تہیہ اور
 سرنگا بجانے والے اور بلندار بڑی ہیر ہمارے اس لڑکی کو ہمراہ لے کر جو انہر و قصاب کے مکان پر گیا اور
 جو انہر و قصاب کے زمانے مکان میں کساح کے بعد خانہ تلاشی کے اس لڑکی سے پوچھا کہ نیک بخت وہ
 جگہ بتلا دے جہاں جو انہر و قصاب نے میری ماں کو دفن کر کے دفن کر دیا ہے اس لڑکی نے کہا کہ بہان
 مدفون ہے ارزق شب گرج حرامی نے بیلہ ارون سے دھان کی زمین کھدوائی تو دیکھا کہ کوئی عورت تو نہیں ہے
 ماں ایک بنینہ سازج کیا ہوا دھان گڑا ہے وہ امین اور ارزق شب گرج حرامی اور تمام پیادے اور نظر بار
 وغیرہ جو وہ تھے سب کے سب کیسے ذلیل اور ذلیل ہو کر محو حیرت سکے کی صورت تھے اور میں معن بر ملا ارزق شب گرج
 حرامی پر کرتے تھے مگر ارزق شب گرج حرامی کو یقین کلی تھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان لاشک ولا رب
 جو انہر و قصاب کے گھر میں ہے اور اگر اسے اپنے گھر میں نہیں لایا ہے تو کہیں اور کسی آشنادوست یا بھانے
 خویش و اقارب کے گھر میں لے جا کے چھپا یا ہے چار و ناچار دھان سے پیرا وقت فرجبت آئے راہ میں وہ دونوں بیٹے
 جو انہر و قصاب کے کتب میں اپنے مسلم کے پاس جوڑے جاتے تھے دھان سے رخصت لے کے روٹی کھانے
 کو اپنے گھر کو آتے تھے یا دونوں نے جو دیکھا تو سمجھا تا کہ جو انہر و قصاب کے یہ دونوں بیٹے ہیں کیسوم و خطا
 ان دونوں بچارے معصوم بچوں کو بکڑ لیا اور زلفین دونوں کی زور سے بکڑے اور طائے مارے ہوئے کشتان
 کشتان ارزق شب گرج حرامی کے پاس لائے اور وہ دونوں بچے تھلا تھلا کے روتے تھے اور اسے تھے

تھے دونوں باقر باندہ کے کہتے تھے کہ ہم تو مولوی صاحب کے پاس پڑھنے کو گئے تھے ہم نے تمہاری کیا تقصیر کی ہر تم
 اب ہمیں نہ مارو ہمارے بابا جان کے پاس ہم کو پہنچا دو ہم تو کھانا کھانے کو جاتے تھے ہم نے کوئی شوخی کوئی قصور
 کسی کا نہیں کیا مگر وہ سنگ دل کفار یا دے نابکار مطلق دس اور ہم آہر نہیں کرتے تھے ازرق نے اُن
 دونوں کو دیکھ کر کہا کہ انکو میرے ساتھ لے ہوے قہر مان مجھی کی بارگاہ میں ہے چلو غرض یہ کہ ازرق حرامی
 اُن دونوں کو کون کو لیے ہوے قہر مان مجھی کی بارگاہ میں آیا اور قہر مان مجھی سے عرض کیا کہ اے شہرہ یار
 جو انفراد قصاب نے بدیع الزمان اور ملکہ عالم کو اپنے مکان میں نہیں لکھا قہر سلطان سے مخالفت و ترسان
 ہو کر شاید کہیں اور لیجا کے تھلار کھا ہی قربانت شوم یہ جو انفراد قصاب بڑا سزاگاہ اور کس فواد کا کلہا پخت
 جان ہی بہ بدون تغیر کسی طرح سے اقبال نہیں کرے گا اگر خانہ زاد کی عرض مقبول ہو تو حضور ملا خطہ فرما میں کہ
 اسی وقت حضور کے سامنے یہ بھی اپنے منہ سے قبول دیتا ہوں اور تھلائے دیتا ہوں کہ میں نے وہاں جا پر بدیع الزمان
 اور ملکہ عالم کو چھپا کے تھلا دیا ہوں قہر مان مجھی نے بخیاں اسکے کہ میری بیٹی گم ہو گئی ہے اگر اسکا تدارک نہیں کرتا تو
 یہ کو تو ان شہر کا ہو اگر اسکا کتنا نہیں ماننا تو بیت تری رسوائی اور ذلت کا سامنا ہو بقول شخصے گویم مشکل و گر
 نہ گویم مشکل آخر یہ خیال کر کے چارو ناچار مجبور ہو کے حکم دیا کہ تو مختار ہر جہ سے یا بے تحقیق کر بس اتنا
 قہر مان مجھی کا کتنا تھا کہ ازرق شب گرجا حرامی نے محنت پت جو انفراد قصاب کو اسی بارگاہ میں قہر مان مجھی
 کے سامنے ایک ستون سے باندھ کر کھڑا کر دیا اور کوڑا بکڑ کے اس درجہ کوڑے جو انفراد قصاب کو مارے کہ
 تمام جسم اُس میں کا پھس پاش ہو گیا اور پھنٹیں خون کی ہزارا بائے کے ساتھ اڑتی تھیں اور تڑپتے تڑپتے
 یہ شخص ہو جاتا تھا اور فحش پرش آتا تھا مگر کیا اسکا کہ کوئی ظلم جو انفراد قصاب نے اپنے منہ سے نکالا ہو
 بجز صبر اور شکر کے اور یا یہ کہیں کہیں بے ساختہ کتنا تھا کہ انھیں شاہ عادل قہر مان مجھی اور اسی ازرق
 شب گرجا حرامی اگر آپ ایک ایک بوٹی میرے بدن کی کاٹیں اور نہ خون پر سنگ مرع چڑک دین
 اور جس عذاب سے جاہن مجھے قتل کریں الا میں نہیں جانتا کہ شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک
 کہاں ہیں انھیں جب ازرق شب گرجا حرامی کا مارنے مارنے کے ساتھ قتل ہو گیا اور اس نے دیکھا کہ
 جو انفراد قصاب کسی صورت سے اقبال نہیں کرتا اب اسی ولد الزنا نکلے شیطان ازرق شب گرجا
 حرامی علیہ اللع نے اُن دونوں معصوم بچوں کو جو انفراد قصاب کے سامنے لے کے آئے کہ جو انفراد قصاب
 ابھی کچھ نہیں گیا ہے اب بھی تو تھلا دے ورنہ دیکھ میں تیرے ان دونوں بیٹوں کو کس عذاب الیم کے
 شکنجہ میں رکھنے مارے ڈالتا ہوں ملازم اور میں دونوں معصوم بچوں کو جو دیکھا تو بھولی بھولی صورتیں
 دونوں کی زلفوں میں کنگھی کی ہوئی خوشبو دار تیل پڑا ہوا مگر خاک میں ملی ہوئی اور ایک ایک بال میں تھڑا ہوا
 اور زلفیں بھی ہوئیں طائخون سے دونوں کے نازک نازک گال لال لال اور ہونٹ سونے پخت پخت گئے ہیں
 منہ سے لہو ہوتا ہے تمام جسم نازک پر چھڑیوں اور لکڑیوں کی تمام برقیں پڑی ہوئیں زخموں سے خون جاری
 گلابی نہ کی شبنم کے کرتے پڑے پڑے دھیان دھیان آٹھے ہوئے پھٹے پھٹے ہاتھوں کی پیر میں ہرے
 تلون میں شیشے چینی کے ٹکڑے پیسے ہوئے تھلائے تو بہ کرتے جو دہان آئے تو اپنے باپ
 جو انفراد قصاب کو دیکھ کر انجا باپ اور حامتی سمجھ کر تھلا کے رو رو کے کہنے لگے کہ بابا جان آپ کے
 سراقہ اس کی قسم کھا کے نہ ہیں کہ ہم نے کوئی قصور نہیں کیا بے گناہ ہے قصور ہم کو ملو پھولا ہے ہیں

ہم تو مولوی صاحب کے پاس پہنچ کر کہنے لگے تھے سو کتب سے سبق پڑھ کے روٹی کھانے کو جانے گئے تھے کسی سے ہم نے کچھ کہنا نہ گالی دی نہ کسی ڈکے سے ہم ڈسے ہیں بابا جان یہ ہم کو مارے ڈالتے ہیں خدا کے واسطے بچاؤ جو انہی دفعہ صاب نے اپنے دونوں تخت جان و جگر قزو العین نورعبر کو جو اس طرح تڑپے اور روتے اور بے جرم و خطا اس عذاب الیم میں مبتلا ہے بلا دیکھا تو غریب تھا کہ کستوں سے اپنا سروے مارے لیکن خوب ما غصبتو کہ کہا کہ اس فرزند و راضی بر غبار ہو میں تمہاری نسبت کا شریک نہیں اور ادھر ارزق شب گرو حرامی اور دو چار چٹائے روز روز سے انکو مار کے پہلے تڑپے بیٹھے کو جو انہی دفعہ صاب کے بال کھینچتا شکنجے کے پاس لایا اور جو انہی دفعہ صاب کو دکھلا کے کہا کہ او نصا بیٹے اب بھی بتلا دے کہ بدیع الزمان کہاں ہے؟ ورنہ دیکھ کہ تیرے بیٹے کو میں شکنجے میں کھینچتا ہوں جو انہی دفعہ نے اپنا کلیجہ فولاد کا بنا کے جو اب دیا کہ اسے ارزق شب گرو حرامی اتنے کوڑے مارے ہیں کچھ تیر کا یا فولاد کا جسم نہیں رکھتا تھا جو مجھے ایذا اور درد نہوا ہو گا مگر یہ مقدمہ اولاد کا بہت نازک ہوتا ہے پھر تمام عمر میں نے پھول کی چڑی نہیں ماری سو تو نے حال ان دونوں کا کیا ہے اور شکنجہ میں کھینچتا ہے اور سبے سخت جگر دیا رہ جان تھلائے اور پٹتے روتے ہیں یہ میری میری روح پر ہو گا یا نہ ہو گا اگر بدیع الزمان کو میں نے اپنے گھر میں چھپا رکھا ہوتا یا میری دست میں اور کہیں ہوتا تو کیونکر نہ بتلا دیتا میرے گھر میں بدیع الزمان نہیں ہے نہ مجھے معلوم کہ بدیع الزمان کون شخص ہے یوں ازراہ ظلم جو تیرے ہی میں آئے وہ میرے ساتھ کر کے گرا نصان شرماء اگر نصیر دہرا و گنگارا اور جرم اور عاصی اور خطا وار تیرا جو ن تو میں ہوں جو تیرے دینے دینا منظور ہوا قتل میرا کرنا مجھے فرض ہو تو مجھے تعذیر دے مجھے قتل کر ان بچاروں پر جرم و خطا معصوم مظلوم بچوں نے تیرا کیا نقصان اور نصیر کی ہوائ کے حال پر جرم کر رہا ہے خدا کو مان واسطے اپنے دین و دین کے ان دونوں کے خون ناحق سے درگزر ارزق حرامی علیہ السلام نے کچھ مطلق داد و زیادہ جو انہی دفعہ صاب کی نہ سنی اور تڑپے بیٹھے کو جو انہی دفعہ کے شکنجے کے برابر تھلا کے جا تا کہ شکنجے میں رہے ایک مزید چھوٹا بھائی اسکا تڑپے تڑپے کے پچھاڑن کا کھاکے تھلا تھلا کے اپنے ننھے ننھے دونوں کا قدم باندھ کے رو رو کے واسطے لقا اور انتخاب کے دلا دھکے کتا تھا کہ کو تو اب صاحب صدقہ انبار کے میرے بھائی کو نہ مارو مجھ کو داسکے بدلے بلا سے مجھے کو شکنجے میں لپیٹ کے کچھو اور مار ڈالو بھی جو انہی دفعہ کی طرف لبور لبور کے رو رو کے پکار پکار کے کتا تھا کہ بابا جان جلد دھرو دیکھو میرے تڑپے بھائی کو یہ سب سب ہی مل کے بیگناہ مارے ڈالتے ہیں کبھی پیٹتے پینے روتے روتے قفس کھاسے گڑتا تھا اور کنبیل کے حالت بیکسی اور پاس میں کتا تھا کہ ہاسے میری اماں جان آج اگر جیتی ہو میں تو ہم دونوں پر یہ ظلم نہونے پاتا وہ ہم کو آگے بجاتین کبھی بدحواس ہو کے اس کا حشر علیہ السلام کوئی کا نام لیکے پکا تا کہ ہاسے آتا تو بھی کہیں چلی گئی اسی دور میرے بھائی کو سب بے تصور مارے ہیں اور شکنجے میں کھینچنے کو لیے جاتے ہیں اور تڑپے بھائی اسکا ہر چند باقہ پائون اپنے دیے مارتا تھا داد و دید اور زیادہ کرتا تھا تو یہ تو یہ پکارتا تھا اور رو رو کے کتا تھا اب نصیر بھولی ارستہ مجھے نہ مارو میری زلفوں کے بال نہ کھینچو بابا جان دہائی ہے یہ سب مل کے مجھے مارے ڈالتے ہیں کبھی نا امید ہو کے آسمان کی ہون دیکھتا اور چین مار مار کے روتا یہ کتا ہوا کہ ہاسے میری اماں جان ہی ہوتی نہیں ہیں جو مجھے بچالیں اب میں کس سے کہوں مگر تو یہ استغفار اس ولہ الزما اذق حرامی علیہ السلام و انہی نے مطلق کچھ اسکی داد و زیادہ کیسی سے جتنی ہونے کا خیال نہ کیا اور محبت پٹا لکے اسے شکنجے میں دبا دیا

اندر اسکی گونئی کور کو کے جرح دیا تو زبان بلیان اس سکیں بے بس معصوم مظلوم کی توت کے جو جو ہٹیں اور دونوں اسکی
 آنکھیں نکل پڑیں طائر روح نفس خسری سے پرواز کے سیاخ گلزار خیال ہو گیا لاش اس بے معصوم کی بڑک بڑک کر رہ گئی
 ارزق شب گرجا می نے لاش اس کے کی شکنجہ میں سے نکال کے علیحدہ ڈال دی اور دوسرے بچے کو جو انور کے
 رفیق پکڑ کے لے چلا اور با واز بلند کہنے لگا کہ ای جو انور اب بھی بتلا دے کہ بدیع الزمان کو تو نے کہاں لے جاسکے
 چھپا یا ہر در نہ دیکھ لے کہ میں اس تیرے دوسرے بچے کو بھی مارے ڈالتا ہوں جو انور کے کی صورت کی صورت پیش
 پد یار خود فراموش خاموش کھڑا دریا دریا یا شکستہ خورشید نشان سبھا کے اپنے دل میں کتا تھا کا ای جو ہر دو کل نفس
 ذائقہ الموت قطعہ رہ و رسم دنیا تھیرا ہی + قناین بقا ہر بقا میں قناری + بر جاہ دشمن عارضی ہر جان میں ہر جان
 آنکھ تپ پھر خدا ہی خدا ہے + حق وہی کہ انجام کار آخر ایک دن اشد باقی دن کل فانی فنا بر حق + میں خیر ذرہ جانت
 مستحیما در زندگی ناپائیدار کی توقع پر میں جو اپنے ایمان اور وضع میں زرق لاؤں تو کیا ضرور مصرعہ صد خند غزل پر چین
 و نغمہ + لاکھ میری جانیں اور کروا ہے ایسے فرزند تخت جگر دیار ہاے دل نام پر شاہزادہ بدیع الزمان طلوع نشان
 نامدار کے صدفے اور زبان ہو جائیں تب بھی زبان میں سیری دینی گائے اور صفحہ شہر با کے اور تیرے پڑن جو سیری
 زبان سے افشاں ساز ہو جائے حاشا یہ محمد سے بھی نہوگا کہ میں اپنی اولاد کے بچا لے کی ابد میں کد ونگا کہ شاہزادہ
 بدیع الزمان میرے گھر میں بھی ہیں اگر حیات اسکی ہر تو کر در طرح ارزق چاہے گا کھلی نہیں مار سکتا اور جو تیرے
 عا کی کی طرح اسکا بھی وعدہ پورا ہو چکا ہر تو میرے کوہ کمانے ہر ایمان کوئے اور کد نیسے سے دے رکھا ہی کے لو
 پھر فائدہ نہیں کس لیے کہ شاہزادہ بدیع الزمان تو اولاد صاحب قرآن گل گلزار ابراہیمی بڑا صاحب اقبال در شہر
 و صہ اقبال میں مکن نہیں دشمن سے رخ بہشتی ہو آگ جتنا آب ہر اسکی غذا + ایک بڑے اس کو چاک باظہر
 آگے اس ستم صولت شاہزادہ و لا حوت نے بجان و احد کیسے کیسے کارناما بیان کیے اور کیسے کیسے کوہ بلاذات اس کے
 سامنے آگے اور کد و دن کفار یعنی اعداے بیدین ازادہ شفاوت عداوت قلبی اس سے رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
 حتی المقدور اپنے شکو زردہ و سالمہ چھوڑیں مگر تائب و عتاب ایزدی سے ہمیشہ وہ ہر انت سے محفوظ رہا اگر
 میں نے اپنا دونوں جہان میں کالائیکہ کے کلمہ افشاں ساز کا اس کے اپنی زبان سے نکالا اور اقبال لا پرا خباب باری سے
 کہات اس خالق جود کل خدا سے فوج کی ہر شہر زفا در اور قدیر سج و صیر ہر شاہزادہ عالم سے ارزق حرامی اور
 قہر مان مجھی کی محفوظ رہا تو پھر سوخت میں نہ دنیا کار مانہ دین کا اس سے بھر بھی ہو کہ رضی برضا اور آمادہ قضا ہو
 وقت آخر بھی یاد کسی میں شغول رہوں اور انو مصرعہ اجل زندگی ہر اجل + میرے واسطے در عالمی ہر
 کہ شمل ایسے ساخون کا میں ہو نہیں سکتا بس جو انور و عذاب نے اس طرح سے اپنے دل کو سخت کر کے جواب دیا
 کہ او علیہ اللعن ارزق حرامی اگر بدیع الزمان کے ظل سے گئے فانیست اور انکی ہی بولی تو میں تیرے ماتھے سے
 اس درجہ بے غرت نہو تا ایک بچے کو اپنے سامنے قتل نہوئے و تا آخر تا دنیا کہ بدیع الزمان ظان جاہری ہر
 بار بار تو مجھ سے کیا پوچھتا ہے جس طرح سے او ظالم ظلم تو نے اس معصوم بچے کو میرے بگناہ اور بے قصور اس شکنجہ میں
 رکھ کے مار ڈالا ہے اس کے حق میں بھی جو تجھ سے ہو سکے کو نا ہی شکریں اس سے زیادہ تو ظلم مجھ پر کیا کرے گا ذراے قیامت
 میں میرے فرزندوں کے خون ناحق کی باز پرس اور مواخذہ و اور عیش اور عادل و کبر کے سامنے ہو رہے گا میں عاجز
 اور مجبور ہوں اور سوائے مبر و شکر کے اور کچھ نہیں کہ سکتا ارزق حرامی علیہ اللعن نے گفتگو پر جو انور و قضا اب
 کی نہ خیال کیا اور نہ مطلق اس دوسرے معصوم بچے کی وادید و فریاد و قہر و زاری صفت و احوال کو کھسکا

نے ساختہ اُس ولد الزمانے دوسرے جیسے کو بھی جو انور کے شکنجہ میں رکھ کے بدرجہ شہادت پہنچایا اُسوقت لاشہ
 بیٹے کا دیکھ کر آنسو تو ابلنے جوش پداری سے آنکھوں سے جو انور و قصاب کی بیٹے ہوئے وہیں پر پڑے آتے تھے اور
 دل سلستہ تھا کلیں ٹکڑے ہوا جاتا تھا مگر کیا اسکاں کہ زبان پر نام بدیع الزمان کا لائے اور ہر مرتبہ ہی اپنے
 جی میں کہتا تھا کہ اچھ نہ رہے مفاخرت کو میں میری کہ پہلے دونوں فرزند نام پر شاہزادہ بدیع الزمان کے
 تصدیق اور ثبوت ہو گئے۔ قصہ طویل ناچند دیکھیے جب ارزق شب گرو حرامی نے دونوں فرزندوں کو اُس مومن
 کے یعنی جو انور و قصاب کے شکنجہ میں رکھ کے مار ڈالا اور کچرنا اور سراغ بدیع الزمان کا نہ معلوم ہوا
 اور جو انور و قصاب نے شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنے گھر میں رکھنے کا مطلق اقرار اور قبایلی کیا اُسوقت
 قاجارین قہرمان عجیب نے نہایت درجہ برہم ہو کر ارزق حرامی کو گالیباں دین اور حکم دیا کہ اس بد ذات
 ارزق حرامی کو رو سیاہ کر کے تشہیر کر دینا جو انور و قصاب نے عرض کی کہ اے قہرمان عجیب ارزق حرامی نے
 بغضِ سرمدیہ جیم و گناہ افترا و نہمت کر کے میرے دونوں بیٹوں کو مار ڈالا ہے اگر شہنشاہ عالم غلام کو بعد
 کو تو اسی اس شخص کے نامزد کریں اور خلعت سرفرازی کا مجھے سرکار سے عطا ہو کہ تمام شہر میں میرا حکم جاری ہو جائے
 تو غلام بھی بدیع الزمان اور ملکہ یا قوت ملک کو مع اسکی خواصوں کے تلاش کر کے حاضر کر دے اور اگر بدیع الزمان
 میں میں جانتے نہیں ہوں تو غلام اسے جلے دھوڑ دلائے گا قہرمان عجیب نے فرمایا کہ اچھا کیا منصفانہ
 حسبِ حکم قہرمان عجیب کے جو انور و قصاب کی شکلیں کھلوادین اور دروغہ خلعت خانہ نے خلعت لاکے حاضر کیا قہرمان
 عجیب نے جو انور و قصاب کو خلعت جلعت کر کے حکم دیا کہ اب تو جا کے جہاں سراغ بدیع الزمان کا مجھے ملے مجھ سے اطلاع کر
 جو انور و قصاب قہرمان عجیب سے رخصت ہو کے اپنے گھر کو چلے لگا اس عرصہ میں سانسے سے وہ لوندی نظراتی
 جو انور و قصاب کو خلعت جلعت دیکھ کے چاہتی تھی کہ خون جان سے بھالے جو انور دے اسے اپنے پاس علیحدہ بلا کے کہا کہ اوسخت
 تو نے یہ کیا بیوقوفی کی ایسی نیک حرامی کوئی بھی اپنے مالک سے کرنا ہی مجھے تو خود منظور تھا کہ میں تجھے اپنے عقد میں لائے
 مگر غنیمت کا قاطر جو تقدیر میں لکھا تھا وہ غور میں آیا اس میں خیر کیا خطا ہے اب تو ایک کام کر کہ میں تجھے قہرمان عجیب کے
 پاس میرے چلتا ہوں تو یہ کہدینا کہ مجھے ارزق حرامی اٹھا کر کے سمجھایا تھا کہ میری فرمت اور جان قہرمان عجیب بادشاہ
 بدیع الزمان کے نہ ملنے سے نہیں چھوڑتا میں کہاں سراغ بدیع الزمان کا لگاؤں تو جو انور دے گھر کی قدیم چوکی
 ہی تو اتنی بات بادشاہ کے سامنے مل کے اگر کہدے کہ جو انور دے گھر میں بدیع الزمان اور ملکہ عالم میں تو ایک جیلہ
 معقول میرے ساتھ آجائے گا اور مجھے دو چار روز کی ہلت مل جائے گی پھر جہاں کہیں سراغ اور پتا بدیع الزمان
 کا مجھے مل جائے گا تو میں سمجھ لوں گا اور تجھ کو اپنی بی بی بنا کے گھر بار کا مالک و مختار کر دوں گا اس ذریعہ میں آ کے میں نے
 اپنے مالک جو انور و قصاب پرست لی تھی لوندی نے اپنے جی میں سمجھ کے کہ اب جو انور و قصاب اس شہر کا
 کو تو اں ہو گیا اور بادشاہ نے خلعت سرفرازی کا دیا ارزق حرامی نا لائق بڑا بد نصیب اور خداوند لقا کے قہر
 میں گرفتار ہے جو میرا ارزق کی ماں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہے اور گھارتے دیکھا اور خداوند ہاتھ
 نے اسکو جینسا بنلویا میں بھی جھوٹی ہوئی اور ارزق حرامی بھی جھوٹا ہوا بھلا اب میں اگر جو انور و قصاب کا کہنا
 تمہیں ماننی تو یہ مجھے اپنی بی بی کہی نہ بنا کے گا بلکہ اس جیم کے بدے مجھے مروا دے گا یا قید خانہ میں ڈال دے گا
 پڑی پڑی شہر ذلی میرا بوجھنے دلاکون ہے اس سے بھی بہتر ہے جو بادشاہ کے سامنے کہدوں کہ میں نے اپنے
 مالک پرستہ لی تھی بدیع الزمان اس کے گھر میں نہیں ہے غرض وہ لوندی پھر جو انور و قصاب کے ہمراہ

قہرمان عجیب بادشاہ شہر کی بارگاہ میں گئی اور اپنے اظہار کیا کہ اس شہر یار میں نے ازرق شہب گرجی کو تو ال
 کے درغلان سے اپنے مالک جو انمرد قصاب پرخص جھوٹا ہمت لی تھی تری مجھ سے خطا ہوئی لوٹدی امید دور
 کما زراہ عطیات خاقانی یہ قصہ لوٹدی کامنات ہو جائے اور میرے مالک جو انمرد قصاب سے لوٹدی کے
 حق میں پرورش ہو کہ یہ بھی لوٹدی کا قصہ صاف دے قہرمان عجیب نے یہ حال دیانی اس لوٹدی کے شکے
 ازرق شہب گرجی کو تو ال کو خوب سی گالیاں اور ذلت دے کے جو انمرد قصاب کے جوئے کیا اور
 اس لوٹدی کو بھی جو انمرد کے سپرد کیا بارے جو انمرد قصاب نے اپنے گھر لاس کے لوٹدی کو جان سے مار ڈالا
 اور اپنے دونوں بیٹوں کی لاش کو دفن کر کے اُس نے خانے کو کھولا اور شاہزادہ بدریع الزمان والا وقت
 کو فیکہ رفع بیہوشی دلو کے ہوش میں لایا اور عرض کی اس شہر یار آج بہت آرام کیا اب حضور خانے سے
 برآمد ہو کے کچھ خاصہ تناول فرمائیں شاہزادہ عالم مع ملکہ یا قوت ملک اور تمام ملک کی خواہشوں کے متہ خانہ
 سے باہر نکلے چھو کو لون نے جو انمرد کی دسترخوان کچل کے خاصہ چنا اور مر جان تیز رفتار ایک ہمت کھڑا رہا
 ہزار ہا تھا شاہزادہ عالم اور ملکہ یا قوت ملک اور سب خواہشیں دسترخوان پر تیار کے خاصہ کھانے کی فکر
 میں تھیں کہ یکا یک شاہزادہ بدریع الزمان نے جو انمرد سے پوچھا آج ہم تھکے دونوں بیٹوں کو نہیں
 دیکھتے وہ کہاں ہیں بلاؤ جو انمرد صد نہ دل کو چھلے انکھوں میں آنسو بہے درود لے لو خوب ماضی کے
 بناؤں کی ہنسی ہنس کے بکشا دہ میثانی کہنے لگا کہ یا تو کتب سے ابھی تھی یا کے نہ آئے ہونے یا کہیں کھلتے
 پھرتے ہونے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ میں نے کل سے انکو نہیں دیکھا صاحب ذرا کسی کو بھیجوا انکو بلا لے کہیں
 ایک انکی کھلائی کھڑی تھی وہ بیباختہ ڈار حین مار مار کے روت لگی شاہزادہ بدریع الزمان نے پوچھا خیر کس
 بیگمیت نو کیوں روتی رہا اسے کہا شاہزادہ عالم دونوں صاحب اسے تو مارے گئے ازرق حرامی نے دونوں کو
 پکڑ کے شکنجے میں کھینچا شاہزادہ عالم مقام کے یہ کلام اس کھلائی کے لگے ہاتھ اپنا کھانے سے کھینچ لیا اور جو انمرد
 قصاب کی طرف دیکھا جو انمرد سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور بے ساختہ انکھوں سے آنسو جاری ہوئے روتا رہا
 آنسو پونچھے سر جھکائے بیٹھا تھا شاہزادہ والا وقت نے پھر کہا کہ اسی جو انمرد عند اللہ اس وقت مجھے خفقان کی
 وہ شدت ہے کہ غریب ہر اینا گر بیان چاک کر کے چھین مارنے لگوں نہ ہاں تو کو تو آخر کیا ہے اور بیگمیت نکلیا
 کما تب ناچار ہو کے جو انمرد نے ساری سرگزشت بیان کی اور عرض کی کہ اس شہر یار ہے اظہار اور حادث غلام
 کی کہ دونوں خانہ زاد کیا اگر لاکھ اسے ایسے بیٹے غلام کے حضور کے نام پر قربان ہوتے تب بھی غلام کے دل
 میں ذرہ برابر رخ اور خم نہ ہوتا شاہزادہ بدریع الزمان نے نہایت ماسف کہے فرمایا کہ اسی جو انمرد تو نے بہت کہا
 کیا کہ مجھے بیہوش کر کے تہ خانے میں سلا دیا اور بے جرم و خطا آن بجا رہے محسوم اپنے بچوں کو تو نے قتل کر دیا
 خیر اب میں ان دونوں بچوں کے خون کا قصاص لوں گا اور قہرمان عجیب کو مارے مار ڈنگا جو انمرد قصاب
 یہ کلام شاہزادہ عالم مقام کا شکے بہت پریشانی ہوا اور حالت بفراری اضطراب میں با چشم پر آب دوڑ کر
 شاہزادہ عالمی جناب کے قدموں پر گر پڑا اور ہزار مخروہ نکسا عرض کر کے لگا اسی شہر یار عند اللہ یہی سبابت
 نہ کیجیے گا قول شیخ سعدی شیرازی کا نہیں حضور نے سنا شعر نہ ہر جا سے کہ ب نہ ان ناخن کہ جا ما سپر باید
 انداختن اول تو ملک یگانہ از غرب تا مشرق کفرستان کستی کفار قرہ مذکور کی دردم حضرت بجان واحد
 و متما نہ بیان آپ کا دوست نہ کشتا غریب الد یا غریب الوطن میں محسوم یہ کہ ملکہ یا قوت ملک آپ کے دہن دولت

سیان میں بارہ آدمی جو راہ میں کوہستانی کے پانچ پڑھینے تھے انہیں کچھ تو سوتے تھے کچھ میٹھے تھے پی رہے تھے یہ عمل
 ان کے گھبراہٹ کے جو درستی خواستہ خوشنجان میں کوہستانی کا خون میں غلطان خاک پر پڑتا دیکھا خون جان سے
 نکلتا تھا کہنے اور سرد راہ ہونے کا حوصلہ تو نہ کر سکتے فقط لاش میں کوہستانی کی ایک چارپائی پر ڈال کے کوئی ٹھکانا
 دیکھ کر ہی رات پہلی باقی رہی تھی لے کر سمت بائیں قہرمان بھی روانہ ہوئے جب وقت صبح کا ہوا اور قہرمان بھی اپنی
 بارگاہ میں تخت پر آکر بیٹھا تمام سردار بارگاہ نشین اور مقربین اور صاحبین اور اہالیان سلطنت اور ارکان مملکت
 دربار میں حاضر ہوئے ناگاہ دروازہ بارگاہ پر ایک غل ہوا اور ایک مرد جس نے اندر بارگاہ کے جا کے عرض کی کہ آ
 کر جو انفراد قصاب جسے کل غلعت کو تو اہل کا حرمت ہوا ہے وہ بدیع الزمان ناویدہ خدا کے پرستار اور ملکہ
 یا قوت ملک اور ملک کی چالیس خواہصوں اور عیان تیز رفتار نامے عیار کو اپنے ہمراہ لیے آدھی رات کے عمل میں
 دروازہ شہر عجم پر پہونچا اور چاہتا تھا کہ قتل دروازے کا کھول کے باہر جائے میں کوہستانی کا فوطے دہان کے
 پہونچا اور وگا اسپر جو انفراد قصاب نے میں کوہستانی کو بغیر شمشیر مار ڈالا اور سب کو ساتھ لیے سمت شہر جان
 روانہ ہوا ہے چند پیادے متعین اس دروازے کے لاشہ میں کوہستانی کا چارپائی پر ڈال کے در دولت پر
 لائے ہیں قہرمان بھی پرسانہ ہوش رہا جس کے نہایت درہم برہم ہوا اور حالت غیظ و غضب میں اسی وقت اپنے
 دوسرے بیٹے طاہر نامے کو ایک لاکھ سوار کی جمیعت سے تعاقب اور تلاش میں شاہزادہ بدیع الزمان کے روانہ
 کیا اور اسپر بھی آریکہ اطمینان خاطر آسکا نہ ہوا تو اب بھی مع اور دولہے بیٹوں قہر اور زہر کے تین لاکھ سوار ہمراہ
 لیے کے سوار ہوا اور یقیناً کر کے بے عزت تمام چلا وہاں حال شاہزادہ بدیع الزمان با اقبال کا سنیے کہ یہ ہتھ مہولت
 والا مثبت ملک وغیرہ کو اپنے ساتھ لیے بعد طر محل قطع منازل قریب بل دریائے عجم کے پہونچا اور وہاں اس
 محل پر ایک جاسے لطیف و پاکیزہ دیکھ کر آتہ آتہ اور سیرہ تر و خشک کی قسم سے جو کہ ہمراہ تھا اسے نکال کے نوش فرمایا اور
 شہر مامور و حو کے چاہتا تھا کہ سوار ہو کر وہی منزل مقصود ہونا لگا اور بدیع الزمان گردے برخواست تیرہ تیرہ دھیرہ
 خیرہ سرگرد با سمان کوسیدہ و پائے گزیرین درزیدہ غلطان و بجان چون شریف عروسان ہونے مارا اگر کو گردنے مارا
 ہوا کو دہن گرد شکافتہ ہوا اور دیکھا کہ طاہر بن قہرمان بھی تاکہ سوار کا لشکر ہمراہ لیے گھوڑے سرپٹ ڈالے قریب
 آ پہونچا یہ دیکھ کر شاہزادہ والا گھوڑے اپنے جی میں کہا کہ بل عجم نہایت جاتے ننگ اور ہر مقام خوب ہر کس لیے کہ تین
 طرف تو اس کے دریائے زخار اور ساحل ناپید اکٹا رہی اور ایک طرف خشکی کا رستہ ہی بیان اگر کردہ دار اور پیادے کا
 لشکر لے کے چاہے کہ کوئی بل عجم پر جاسے سوائے خشکی کی راہ کے سو وہ خشکی کا رستہ ہی نہایت ننگ و تنگ نہیں ہے
 بجان دو پیادے اپنے برابر چائیں تو اسپر ہو کے چلے جائیں پس یہی مقام خوب ہے اسی بار پھر جاؤں پیش خود بخوبی کر کے
 ملک یا قوت ملک کو مع تمام اسکی خواہصوں کے اور جو انفراد قصاب اور عریان تیز رفتار کو فرمایا کہ تم سب جا کے
 بل پر غمرو اور دعا مانگو اور مجھے اب حوالے خدا سے کر دو یہ کیلے یہ دھماکہ جمع روزگار غنیمت ہیجائے وغافل کے
 نیچے سرد راہ ہو کے اپنے مرکب کو روکی لیا اور مادہ ندم دیکھا کہ طاہر بن قہرمان بھی مع اپنے
 لاکھ سوار کے وہاں پہونچا تو اس نے شاہزادہ عالی مقدار کو بجان داجن نہا سلع و کمل کھڑا دیکھا اور لوگوں سے
 پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہی شخص بدیع الزمان ہے ملک یا قوت ملک اور جو انفراد قصاب اور
 عریان تیز رفتار اور چند ملک کی خواہصوں کو جو اس کے ساتھ آئیں تھیں ان کو تو اس نے بل پر بٹھلا دیا ہے اور یہ آپ
 اکیلا آپ سے مستعد جنگ و جدال آ کے کھڑا ہوا ہے طاہر بن قہرمان بھی رستی اور دلیری شاہزادہ والا بتا رہا

کی دیکھ کر وہ بدین گیا اور بہت سی حسین و آفرین شجاعت اور قوت کی اسکی کر کے اپنی فوج سے کہا کہ مان بخش جو
 کھڑا ہو اسکو چاروں طرف سے محاصرہ کر کے سپرد دستگیر کر لو ایک تنقش کا مار لیا پھر تری بات نہیں لازم ہی ہو کہ اسے
 زندہ مگر قمار کر تو حسب حکم طاہر بن قمران بھیجے لاکھ سواروں نے اپنے اپنے ٹوٹے دوڑائے اور چاروں طرف سے شاہزادہ
 عالم کو محاصرہ کر کے چاہتے تھے کہ اس شیریشہ شجاعت کو زندہ پکڑ لیں مگر تو بہت غفار شاہزادہ عالی مقام نے یرشس
 افواج کفار جو دیکھی تو قبضہ تیغ و تلوار و دیوبند پر اٹھو ان کے ایک ساروں کفار پر جا پڑا اور آمادہ کفار کشی اور معروف
 رزم و یکار ہوا اور لاش پر لاش دھڑ دھڑ سے پڑ پڑ کر اس کے کشتوں کے نشے لگا دیے تھے اور جس طرف
 وہ شیریشہ شجاعت رخ کرتا تھا کفار مثل کلمہ بزور مس سانسے سترسان ہو کر ہلکے پھرتے تھے غرض یہ کہ شاہزادہ رستم
 صولت شیرازی کرتا صفوں کو درہم بہم کرتا زیب طاہر بن قمران بھیجے پھوٹ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ طاہر بن
 قمران بھیجے کو پکڑے یکا یک سانسے سے قمران بھیجے بادشاہ عجم کا اور ہر بن قمران اور قمر بن قمران تین لاکھ سوار
 کا لشکر لے کر آ رہے تھے اور احوال ہو کر جنگ و جدال و رزم و یکار طاہر اور شاہزادہ عالم کا جنگ اور تمام فوج کو
 طاہر کی سرکشیہ اور مضرب دیکھ کے چاروں طرف سے برچھے پکڑے تو ان میں سے ہجوم اور دھوم کر کے اسس اشبع
 اور دھواں بدیع الزمان نامدار پر گئے اور شاہزادہ والا قدر عالی منزلت بدیع الزمان نامدار کا یہ عالم تھا کہ
 دو شبانہ رور اس درجہ شیرازی کی کہ کسی ہزار کا فوج کو تیغ بید رہ کر کے وصل جنم کیا اور ہر سے پائون تک
 تمام جسم ہر اس دلا گویا ہر کا اڑا دھماکے کا رہی سے مثل تھنہ ارفوان کے نظر آتا تھا اور ہر لب زخم سے آواز
 ہر جاہر جا کی پیدا تھی دوست دشمن اپنے بیگانے کہ وہ و شیعہ خیرین رستم دلی اور کفار کشی اسس دلاور کی دیکھ کر
 کہتے تھے شعر آفرین بادشاہ پندار سے کہ از دماغ این چنین سپر سے انتہا مدحت اور حسین اور آفرین کی یہ کہ
 شعر ترک خود ارگردون مردم از چرخ برین بد مذم اومی دید می گفت آفرین صد آفرین + آخر تیسرا دن تھا کہ
 اب شیرازی کو لے کر تے لے کر اس دلاصفت کا مثل ہو گیا تھا اور لشکر کفار مثل مور و بلخ چاروں طرف سے آمد ہی
 چلا آتا تھا کوئی کو جہ خط و امان سو سے کو جہ زخم کے نمایان نہ تھا اور کوئی گوشہ مایست بجز گوشہ کمان نظر نہیں
 آتا تھا اسوقت شاہزادہ باقبال کو یہ خیال ہوا کہ فرما برحق ہر آج بجز جانے کے کوئی صورت یہاں سے نکلنے
 اور بچنے کی نظر نہیں آتی اب مجھے لازم ہے کہ رہی رہے اسے از دی ہو کے جہان تک ہو سکے راہ جہاد سے قدم کو
 جیسے نہ ہونے دوں اور خلعت شہادت پس لون مگر انفس صد اس کہ یہ صد مردم دایین میرے جی میں رہا
 جاتا ہے وقت مرگ میرا قریب ہے اور میں اسوقت تک زیارت اقدم مالی اپنے والد بزرگوار امیر حمزہ صاحب قرآن
 نامدار سے محروم رہا اور سرداران لشکر سلام کوئی نہ دیکھا اور اب وہ علم بالصوب کہ بعد میرے جہانے کے اس جگہ میں
 عفت عشوق عاشق نہاد لہر دغا بیکس وہے بس میں ملکہ کو ہر ملک کے اور کیا گزیرے گی شعر دردم بود کہ از
 دوست با شمیم جدا ہے چہ کتم چارہ ندادم کہ صد اگر دھدا بس میرا وقت پھیلا جو شاہزادہ بدیع الزمان کے
 دلی کو آگیا تو فوراً بے اختیار رد دیا اشکون کے چشمے چشم سے اپنی سوج دن کر کے حضور قلب اور خلوص
 نیت سے دست بدعا ہو کے جناب باری سے مستدعی ہوا کہ قطع خداوند الکر دانی بلار + نگہدار از
 مصیبت جان مارا + بحق آن دو کیسے محمد + زیون گردان زیر کستان مارا + ابھی یہ تمام دعا لب تک
 نہیں آنے پائی تھی کہ دریا سے رحمت انہی خوش میں آیا اور تیر دغا اس شاہزادہ والا صفات کا مقرون
 بہت اجابت ہوئی دیکھا زریں سانسے اس دریا سے عجم میں چند کشتیان نمایان ہوئیں قمران بھیجے سوار

یہ نہ کہنا کہ ہوشیار نہ کر دیا تھا یہ کیلئے حملہ آور ہوا شاہزادہ عالی مقدس نے تلوار کی بازو کو بجا بند دست ہٹا کر لیا اور زور جو
کلانی کو گھما دیا تو تلوار اس کے ماتھے سے چھوٹ کے علیحدہ کر پڑی اور دھماکا اٹھانے کے لئے زمین کے زور کیا اور غلطی سے اس کے
پیر سے کھینچ کر طاہر بن قمر مان کو پہلے زور میں خاکہ زمین سے اٹھا لیا اور پھر پر فرج دے کے زمین پر مارا کہ چاروں طرف سے
بروے خاک گرے اور پھر جگہ کے چھاتی پر ٹیکر مشکیں پانچہ زمین اور گھر میں غلطی کے حوالہ کیا ایک بار اس طرف سے
زہر بن قمر مان برابر شاہزادہ عالم کے آہو نکا کہ درہنہ صحت سے شاہزادہ شیر وید بن حمزہ اپنے دل کو تازیانہ کو
برابر ہونچا اور پکارا اور دو دکھان جاتا ہی ہوئی وہاں کو رسیدیم زہر بن قمر مان نے شاہزادہ شیر وید کو دیکھ کر ایک
دور تلوار کا سر شاہزادہ نامہ رکھا شاہزادہ شیر وید نامہ اس کے درگزر کا شکر کے بوقت کشتن تیغہ مارا کہ پھر کو
کات کر زیننگ جاسکلا اور لاش زہر کی سے کب چار پر کالے ہو کر زمین پر لگے خاک و خون میں پھرنے لگی جب قمر مان بھی ہر
اپنے بیٹے کی لاش کو خون میں غلطان دیکھ کر جوش خون پیری سے حالت غیظ غضب میں یہ کہتا ہوا بڑھا کہ اے ہر حمزہ
اب تو میرے خونزد و دین بگاڑا ہوا کر میرے سامنے سے بیٹا کھان جاسکتا ہے یہ کیلئے قریب ہونچا اور ایک تلوار جو غور
بر سر شاہزادہ شیر وید بن قمر مان کی شاہزادہ نامہ رکھی گئی تمام روکے تھے مارا کہ ایک زخم دہندہ اقبال
مجھ کے سر پہ پڑا اور خون کی بہکڑ شہر تانی اور تمام فوج و سپاہ قمر مان بھی کی یہ حال اپنے بادشاہ کا دیکھ کر ہچاک
کڑی ہوئی اور قمر مان بھی شکست فاش کھانے کے ایک سمت کو کھل گیا بیان لشکر میں شاہزادہ شیر وید بن حمزہ کے شاد ہونے
فتح کے بجائے شاہزادہ شیر وید بن حمزہ جا کے شاہزادہ بدیع الزمان نامہ اس کے گالے سے پست گیا و دونوں باہم گلے سے
مل کے شادمان و خوشان اپنا اپنا حال کہنے لگے شاہزادہ شیر وید بن حمزہ نے کہا کہ اے بھائی میں تمہاری فرقت اور ہم
دوری سے از بسک نہایت متاثر و غور و غور تھا جبکہ سلطان و افغان امیر حمزہ صاحبقران کے تیاری میں ہونے کی وجہ
کی کا اور جواب ہر ایک شاہ شہر بار بار گاہ نشین کا لشکریوں پر بار ہونے لگا میں نے بل سو رہے سلطان صاحبقران
کے خدمت مانگی اور بادشاہ سے اجازت لے کے اس طرف کو روانہ ہوا سو فیقت بیان ہونچا تو میں نے سنا کہ شاہزادہ نامہ
بدیع الزمان کے گھوڑا کفار کا سرہ کیے ہیں جب اتفاق لب دریا جو کفار کفر سے تھے انھوں نے بھی پوچھا کہ کشتیان کھان سے
آئی ہیں اور لشکر کس گاہ میں ہے بھائی اس کے اگر میں اپنا نام ظاہر کر دنگا تو یہ گھوڑا کفار کے کشتی پر سے اترنے نہ دیتے
اظہار کیا کہ یہ لشکر خداوند تھا کافر کا پیغمبر رسول کی مدد کے واسطے جاتا ہے اس قریب میں کشتی پر سے اتراد و تمام اپنی فوج
سپاہ کے عرصہ زرم گاہ میں اس کے شریک مال آپ کا ہوا شاہزادہ بدیع الزمان نے بہت سا خوش ہو کے بیان کیا کہ
اے بھائی میں تمہاری مطلوب یعنی ملکہ یا قوت ملک کو بھی خیر سمجھتا ہوں ہمراہ لا با ہوں سامنے اس بل پر سب سے ہیں
شاہزادہ شیر وید بن حمزہ نے نہایت خوشی سے بارگاہ ہستاد کر دی ملک یا قوت ملک کوہا یا اور دونوں عاشق و معشوق
نے باہم مل کے اپنی اپنی دستان دروشتیان اور حوز و فراق کی بیان کی سرست جام بہا سے عیش و نشاط ہوئے
بعد اس کے شاہزادہ والا قدر بدیع الزمان کو سر مع شاہزادہ شیر وید بن حمزہ اور ملکہ یا قوت ملک اور جو انفرقہ
و غیرہ اپنے جواب اور جواب کے سمت چار باغ روانہ ہوا اور طاہر بن قمر مان بھی بعد قیام دل کلمہ پڑھ کے
مسلمان ہو گیا اور تمام لشکر کو اپنے شرف اسلام کے ہمراہ رکاب فرما کر شاہزادہ و بیٹا باہم بعد طوطی نازاں
قطع مرامل جو قحطی فترت میں دور سے ایک پہاڑ پر تیر کی اور سیاہی نور اور جولی شاہزادہ عالی مقام نے طاہر بن قمر مان بھی سے
پوچھا کہ اے طاہر بن قمر مان مجھی ذرا بغور دیکھنا یہ سامنے سیاہی کیسی نظرائی ہے طاہر بن قمر مان مجھی نے عرض کیا کہ اے شاہزادہ
بیان اس پہاڑ پر قدیم الایام سے ایک نہایت حکم قلمہ جو سر ملکہ عجم میں نام لکھا تھا کہ دس سالہ اور درخت ہر

اور خزینه اور دھندلہ و جواہر کا جو کچھ مایہ بساط قہرمان عجیب کی پر وہ اسی قلعہ میں مملوک کو تو ال قلعہ دار کی تفویض میں تھا ہزار
 بدیع الزمان نے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں کہ اس قلعہ کو اپنے قبضہ نصرت میں لائیں تو کئی کر قلعہ تک پہنچیں طاعہ ہرین
 قہرمان عجیب نے عرض کی کہ خانہ زاد کی اسے ناقص میں ایک بندہ ہے لیکن غلات کو اب کیا تاب و طاقت غلام کی جو
 عرض کرے اگر ازراہ جان بخشی گستاخی سناں ہو عرض کرے آگے جو پسند خاطر آتھیں اور مقررین مصلحت ہر شاہزادہ عالم
 نے فرمایا کہ تم بخوت و خیر جو کہ مناسب اور صلاح ہو بیان کرو طاہرین قہرمان نے اتھاس کیا کہ شاہزادہ عالم غلام کے
 نزدیک تو یہ مصلح دولت اور مقتضات فرستہ ہے کہ حضور کے جتنے سبیل ہیں ان سب کو پوشاک کیسے چھبائیں اور ایک
 بوسیدہ کتہہ شکستہ کند سے غلام حضور کے دشمنوں کو سیر کر کے قلعہ کی جانب لے چلتا ہے مملوک کو تو ال وغیرہ کسی اہل قلعہ
 کو اور اسرار فوج کو غلام کے مشرک باسلام ہونے اور حضور کی اطاعت قبول کرنے کا حال یہی نہ کہ خلق نہیں معلوم ہے
 زیر قلعہ غلام جگہ کے مملوک کو تو ال قلعہ دار سے اپنا نام لیکے کھلا بھیجے گا کہ شہنشاہ قہرمان عجیب میرے باپ نے خدا پرست
 بدیع الزمان دشمن خداوند تھا اور مغضوب بارگاہ و غیرہ رسل کو نری کو شمشاد و سیدی سے سیر اور کتہہ گیر کر کے بہرہم ہر گنجی ہر
 اور مملوک دیا ہے کہ میرے بیٹے کے سامنے اس خدا پرست کو مطلق اور سلسلے کے حفاظت تمام قلعہ میں قید رکھو جب حضور اور
 غلام دونوں باتفاق باہم اندرون قلعہ پہنچ جائیں گے پھر قلعہ دار سابق الذکر کو جنم وصل کر کے قلعہ کا چھب لے لیا کچھ نری بات
 نہیں شاہزادہ و املا مرتب نے فرمایا بارگاہ و سیدی قہرمان عجیب تیری اسے تھیں ہر اور کتہہ پسند آئی بسیم
 یہ قلعہ کے بے سلاح سب پوشاک کیسے چھب لے کند بوسیدہ کتہہ شکستہ سے دونوں ہاتھ اپنے باندھ لیے اور آگے آگے طاہرین
 قہرمان عجیب اور چھبے چھبے آپ کند کا سراطا ہر کے ہاتھ میں دے کے ملکہ یا قوت ملکہ اور شاہزادہ شیر وید وغیرہ انچھج
 و سپاہ کو پشت پر رکھا اور تاپ و لون صاحب چند ہم آگے بڑے دو سے مملوک قلعہ دار کے لوگ جو سلع و کمل رجون پر بیٹھے
 رہتے تھے انھوں نے چند سواروں کو آگے دیکھے کہا خبر دار تم ابھی آگے نہ بڑھنا پہلے اپنا حال بیان کرو کہ تم کون ہو اور کہاں
 جاتے ہو اس وقت کہتے نہیں ہر وہیں سے پھر جاؤ طاہرین قہرمان عجیب نے اپنے ہمراہ کے ایک سوار سے زبانی کہا کہ یہ بنام
 سیرا مملوک کو تو ال سے جا کے کہہ دے حسب حکم طاہرین قہرمان عجیب کے دوسو بڑھکر اور زیر قلعہ ہو گئے کے ابلاغ حکم
 بطور پیام کے کیا لوگوں نے جا کے مملوک کو تو ال قلعہ دار کو اطلاع کی مملوک کو تو ال قلعہ دار طاہرین قہرمان عجیب کا نام اور
 قید بدیع الزمان کی شے سر اسیمہ اور مضطرب رج پر قلعہ کے آیا اور دور میں سے طاہرین قہرمان اور شاہزادہ بدیع الزمان
 کو دیکھ کر بکا رکھ اے شاہزادہ عالم طاہرین قہرمان عجیب مال ہو کہ میں بیسیا مصلح اور فرمانبردار شہنشاہ قہرمان عجیب کا
 جوں دیا آپ کا تابع رہوں لیکن مجھے علم ہے کہ میرے بیٹوں کو بھی ہر قلعہ میں آئیں تو سو سے چند خواص و خد حکام وغیرہ
 کے اندرون قلعہ آئے نہ دیا آپ کو سنا ہی اھتہ لے کی نہیں کر یا تو اب اگر بدیع الزمان کو اپنے ہمراہ اور اپنے
 سامنے دے مطلق و سلسل کرین تو تھوڑے سے آدمی ساتھ لے کے اندرون قلعہ شریف لائیں اور یا پھر بدیع الزمان
 کو ایک کسی سپاہی کے ہمراہ کر کے میرے پاس بھیجیے میں حسب حکم نری حفاظت سے اسے قید کر دیکھا طاہرین
 قہرمان عجیب نے کہا کہ کیا قناعت ہو میں غلام اس میں آدمیوں سے اس خدا پرست کو لیکے آتا ہوں۔ لیکے طاہرین
 قہرمان عجیب شاہزادہ رستم مصلحت کو اسی صورت سے اسیر کیے مع چند خواص خد شکاکے بالائے کوہ چڑھ گیا اور
 تمام فوج و سپاہ کو کہا تم زیر کوہ ٹھہرے رہو مملوک کو تو ال نے کمر کی قلعہ کی کھلوا دی طاہرین قہرمان عجیب مع
 شاہزادہ بدیع الزمان وغیرہ بخوت و خطا طینان غلام قلعہ کے اندر جا کے داخل ہوا مملوک قلعہ دار نے طاہر
 بن قہرمان عجیب کو لیکے صدر جاہ و شمت پر جا با کھلا کے مندر سے اور وہاں کو طلب کر کے کھد دیا شاہزادہ

بدیع الزمان کو ملوث اور مسلسل کرین طاہرین قہرمان عجیب نے شاہزادہ عالم سے دستار باندہ کے عرض کی کہ ہم یہ
 حضور صدر اہل تخت شہت ہوں و زہدین قبول کرین مملوک قلعہ دار نے کہا ای شاہزادے یہ تو نے کیا کہا اس عرصہ میں شاہزادہ
 بدیع الزمان نے طے شدہ اسد اکبر طرک کیجئے اس کند کو توڑنا بقعہ ظہور و یونہی کو پوشاک کے نیچے سے نکالا مملوک نے یہ
 حال دیکھ کر کہا باختر ہا خدا پرست یہ کیا حرکت ہے اور یہ کیسے دوزخ کو اور ماری شاہزادہ عالم نے بند دست یکر کے زمین
 سے اٹھا لیا اور چار کھیتی اُسے چونکہ زمین کے مملوک پکارا خیر پارمان شاہزادہ عالم نے کہا بشرط ایمان اُسے کہا جواب
 کے دین کو قبول کرے وہ کیا کہے شاہزادہ والا تار نے ظلمہ شہادت ارضار کیا مملوک کو یہ طبعیہ ترجمہ کے مسلمان ہو گیا
 اس عرصہ میں دس باغ اور کھار جو تلوار پھینک دینے کے اثر سے انکو طاہرین قہرمان عجیب نے مار تلوار و نگرادیا اور باقی
 بقیہ تھے سمون نے مملوک قلعہ دار کے سلام قبول کرنے کے ساتھ الامان الامان پکارنا شروع کیا اور بعد قی دل کلمہ
 ترجمہ کے مسلمان ہو گئے اسوقت مملوک تار دار نے کجیاں تمام خربے اور دھننے کی شہر اقدس شاہزادے بدیع الزمان
 نامور کے گداز میں اور شاہزادہ عالم نے ذر حساب سب خربہ اور دھننے کی اُس قلعہ دار کے لکھوار کے حوتے و جان عیار
 کے کی اور ہر اسکو اُس قلعہ کا مالک و مختار کر کے فرمایا کہ جسوقت ہم مملوک طلب کرین مع خزانہ ہمارے پاس ملے آنا ہمارے
 بہستور سابق ہم ہماری حق سے یہاں منتظم اور متمم رہو اور ہم خزانے مع شاہزادہ شیر وید بن حمزہ اور ملک یاقوت ملک
 اور طاہرین قہرمان عجیب اور جو امر و قصاب وغیرہ اجاب اور مر جان تیز رفتار عیار سمت چار باغ ملک حرمان
 و یوکش روانہ ہوا انفسہ یہ میر قیاب کو پہنچی کہ شاہزادہ بدیع الزمان کو مر جان عیار نے بسا رشن ملک
 یاقوت ملک زندان خانہ میں جا کے عیاری کی اور خیر الایا اور جو امر و قصاب کے مکان میں شاہزادہ بدیع الزمان
 اور ملک یاقوت ملک مع چند خواصوں کے چند روز پوشیدہ اور مخفی رہ کر ملک عجم سے آتے تھے تعاقب میں
 طاہرین قہرمان عجیب اور قہرمان عجیب مع چار باغ لاکو سوار اپنی فوج و سپاہ کے بل عجم پر سوار ہوئے اور
 عنقریب جہا کہ بدیع الزمان مارا جاتے اس عرصہ میں شیر وید بن حمزہ وغیرہ کچھ خدا پرست ملک برابر کشیتوں پر
 سوار آتے تھے وہ بھی سب کشیتوں پر آتے آتے کے شریک بدیع الزمان کے ہو گئے اور شاہزادہ بدیع الزمان
 نے طاہر کو یکر کے مسلمان کر دیا قہرمان عجیب نے رنجی ہو کے شکست کھائی اور بدیع الزمان اور شیر وید بن حمزہ
 وغیرہ سمت چار باغ جاتے تھے اُنکے ساتھ میں نیزہ طاہرین قہرمان عجیب کے کسی زب سے قلعہ فلک فرسا میں
 پہنچے اور مملوک قلعہ دار کو مسلمان کر کے قلعہ ہراسی کو سپرد کیا اور اب پھر چار باغ کی طرف روانہ ہوئے ہیں گنجاب
 کاشت رنج و تعب و غیظ و غضب سے یہ حال ہوا کہ اپنی تمام دائرہ میں کے بانی نوح ذارے اور خوب سرا دونوں راغون
 سے منہ اپنا بیٹیت کو یوشاں اپنے جسم کی جیبا بیٹیا اور قہرین قہرمان عجیب سے کہنے لگا کہ تیری ہن ملک یاقوت ملک
 نے بدیع الزمان کو زندہ اغائب عجم سے نکلوانے یہاں تک نوبت پہنچا کہ اب بدیع الزمان کے قلعہ ملک فرسا
 میں بھی انیا عمل کر کے پھر چار باغ ملک حرمان و یوکش کی طرف آتا ہے قہرین قہرمان عجیب یہ کلام غتاب ایسے
 گنجاب کا تنکے شل شلہ جواہر کھڑا تھا اور اسی وقت سپر تلوار اپنی یکر کے گنجاب سے یہ کتا ہوا خستہ ہوا کہ ای
 پیغمبر مسل میں ابھی ملے بدیع الزمان اور شیر وید بن حمزہ اور جو امر و قصاب اور ایسے بھائی طاہرین قہرمان
 وغیرہ سرشون کا سر کاٹ کے یا زندہ گرفتار کر کے لے آتا ہوں اپنی فوج و سپاہ کو ہمراہ لیکے قناب میں شاہزادہ
 بدیع الزمان والا نصاب کے سمت چار باغ ملک حرمان و یوکش چلا بعد طرہ اعلیٰ اور قطع سنازل زب چار باغ
 ملک حرمان و یوکش کے پہنچا و مان شاہزادہ والا حجت مع سب ساتھ والوں کے تجوی اور دھیمی عام جوق سے

کہ پہنچا ہر ملک کو ہر ملک تو نذر و نیاز و اور جنگوں اور کچھ محتاجین اور سکاہین اور فقرا اور گداؤں کو کھانے کھلانے اور داد و بخشش میں مصروف ہو اور شاہزادہ عالم اپنے سب زققات جان نثار اور دیوان خاصہ کا زور سے لے کر تباہی جشن شادمانہ اور محفل خسروانہ میں مشغول ہوا اور خط سروسے ہر وزیر زبان فیض ترجمان پر لانا ہوا باغی

در دایم خرق طر خواہم کرد | با طالع سعد قصد می خواہم کرد | معشوق ہوا ہی ستہام ہکا | اکنون گنم نشاط کو خواہم کرد

ناگاہ حیران تیر رفتار عیار نہایت سر اسیمہ اور برضرب اس سانسے سے نمودار ہوا اور حضور شاہزادہ عالی مقام بہت ادب باندہ کے عرض کرے لگا کہ ای شہر یار قاہر بن قہرمان عجمی کئی لاکھ سوار کا لشکر ہمراہ لیکے بیت فاسد خیریت پہنچا ہوا شاہزادہ عالم نے یہ حال سنے کیا شاعر سرزمین عجم زہر شیر حبیب + ہر چہ آید بر سر من یا نصیب + کہد و کہد ہماری فوج سپاہ بھی نامادہ رزم و بیکار ہو کے جاوے اور سر راہ قاہر بن قہرمان عجمی کے مقابلہ اور مجاہدہ کرے اور اس طرف کو آگے نہ بڑھنے سے حسب حکم شاہزادہ عالم کے لشکر ہر پیکر دمان گوج کے مقابلہ قاہر بن قہرمان روانہ ہوا اور بعد گوج کر جانے لشکر کے شاہزادہ عالی مقام بھی مع شاہزادہ شیر وید بن حمزہ اور خد سردار وین کے چار باغ ملک حرمان سے نکل کے اپنے لشکر کے کوس دو کوس بھی بھیجے چلا اور دیر لشکر میں جا کے حق ہو شب کو کوئی دو گھنٹی رات گئی ہوئی کہ قاہر بن قہرمان عجمی نے دو چار باغ شربابی کے قہر کہ دماغ گرم ہوا تو اسی عالم لشتر اب میں علم دیا کہ مان میرے لشکر میں بل فلک جو ادو حسب حکم قاہر بن قہرمان عجمی کے لشکر کفار میں بل فلک بید رنگ بجا اور یہ خبر بل فلک بخنے کی لشکر فیروز بن شیر شاہزادہ نامور کے ہوئی شاہزادہ والا قربت نے بھی اسی ساعت علم دیا کہ کد و بقیصل انردی اور نامید بانی ہمارے لشکر میں بھی بل فلک بے چنانچہ بیان بھی حسب حکم شاہزادہ عالی مقام کے بل فلک پر چوب بڑی اور صد اے کوس جلی و نعرہ ہائے زری سے گوش کر دوں کہ قاتل زمان زندہ اور مجاہدان

تو ر شکار آما دہ رزم و بیکار ہوئے عزیز و اقارب خویش و گلانے یار چشتا سے باہم ملے تھے اور کہتے تھے یار و شب عالمہ بہت فرخندہ زاید دیکھے کل صبح کو کسکو تخت سلطنت اور کسکو تخت تابوت نصیب ہو ملائے طرفین سے بھرتے تھے دونوں لشکروں میں چار پہر ات آواز ہو شیار باش بیدار باش کی بلند ہو رہی تھی جبکہ گریبان محمد جاک ہوا و دونوں لشکروں میں تیار بیان ہونے لگیں اور ادھر سے شاہزادہ رستم مولیت بدیع الزمان والا قربت مع شاہزادہ شیر وید بن حمزہ اور تمام سرداران لشکر فیروز بن شیر اور ادھر سے قاہر بن قہرمان عجمی مع فوج کفار تیرہ روز گزارا کر میدان میں قائم ہوئے تیرا عجمانی جھنڈی میدان کی کات کر میدان کو ہوا کر گئے بیکے کار سلیہ کاری کرنے لگے سقے آبیاشی پر ٹھکے گرد و غبار کو ٹھلا رہے تھے جاؤ شون اور نقیون نے کل کے میمنہ و میسرہ طلب و جناح کین گاہ چو دھون صفین یا مین آراستہ اور میرا ستہ کر کے لکھتی کرنا شروع کی ایک ایک دلا اور ہوا دہشتہ شامت میں کھڑا جھوم رہا تھا اور دستر تھا کہ دیکھے ہر اول لشکر کون ہوتا ہے کہ ناگاہ اس طرف سے قاہر بن قہرمان عجمی اپنے مرکب کو چمکے میدان میں نکلا اور زماں لشکر میں قائم ہو کے لشکر اسلام کی طرف پشت کی اور بہت قیٹوا، لقاے شری خدا رنج کر کے گھوڑے پر سے کوڑا اور زمین پر لقا کو سجدہ کر کے پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جانب لشکر شاہزادہ عالم مخاطب ہو کے باواز بلند کہا کہ ای لشکر خدا پرستان دے زبردستان از شاہر کرا آرزوے دگر باشد یا بد میدان جنگ کہ ارادہ دست و پا آوری داریم ابھی پور اکملہ اسکے شتر سے نہیں نکلے بابا تھا کہ شاہزادہ شیر وید بن حمزہ اپنے مرکب تیرگام کو صفت سے نکالی کر برابر قاہر کے پہنچا اور ہنگام و ہوا دس بارہ قدم گھوڑا قاہر بن قہرمان عجمی کا پس پا ہوا قاہر گھوڑے پر سے گرتے گرتے سنبھل کر پھرتا تھا آیا شاہزادہ شیر وید بن حمزہ نے کہا لا رتب قاہر بن

قہرمان نے جواب دیا ایسی حمزہ میری ضرب نمونہ قہر خداوندی دیدہ ہزار ملک باختر ہی پہلے تو اپنے دل کی حسرت نکال لے اور جو
 عین ضرب لگاؤنگا تو ترے جی کا ارمان جی ہی میں رہ جائیگا شاہزادہ شیروہ نامدار نے فرمایا کہ اگر قہر ہمارے طریق میں
 یہ معمول نہیں کہ ہم حریف پر رشیدستی کریں اگر وہ قادر و بجلال تیری ضرب سے ہلکو محفوظ رکھے گا تو میری ہم ایسا وار تجھیر کرینگے
 شعر تو ادلی براور تناسے خوشی ہو کہ من خصم رہید ہم جلیبیش بہ قاہر بن قہرمان بھی بہت ہنسنا اور کہنے لگا خیر معلوم ہوا
 سے ہوشیار ہو جا یہ کیلے تیرہ سینہ بیکینہ شاہزادہ شیروہ بن حمزہ نامور پر مارا شاہزادہ عالم نے اسکے تیرہ کو اپنی سنان
 تیرہ پر لگانے لیا شہر سے آئینہ نکل گئے اور تیرہ بازی دونوں میں ہوئے لگی گیارہوں میں میں شاہزادہ شیروہ نے تیرہ
 قاہر بن بھیجی کا ہوائی کر دیا اسوقت قاہر بن قہرمان نے زہ خضب سے مثل ایسی چق و تاب کھاکے تلوار پر ہاتھ ڈالا اور
 چکارا دیا خدا پرست بڑا غضب کیا کہ مہو نیز ہلاک اگر گندم کو ز دست میں نذرہ و کھٹ رومی تیرہ بازی غلام بازی خود بازی
 جمال بازی شیر بازی رہست بازی یہ کیلے دیکھ تو ملائے تلوار سراقہ میں پر شاہزادہ شیروہ والا بارے ماری زبردست
 کے ہاتھ لے تلوار اور تلوار کا کام کا تا شاہزادہ سے سپر کو چہرے کی بناہ کیا تھا تلوار سپر کو کات کر کا سہ سپر میں تادو ابرو بازی
 شاہزادہ عالم نے دستا مارا تلوار تو جھٹکے نکل گئی مگر جا در خون کی نیلے ٹنڈ پڑا گئی اور اسکے خون دماغ سے بہت سا
 نکل گیا تو حالت فحش کی طاری ہوئی اسوقت اس مجمع روزگار شاہزادہ شیروہ بن حمزہ نامدار نے اپنے دونوں ہاتھ
 گھوڑے کے گلے میں تھام لے کر دیے اور قریبوں زمین پر سر جھکا کے بیوٹش ہو گیا اور وہ دیکھ اپنے رکب کو باہر حالت
 جان گنا دیکھ کر میدان سے ایک سمت نو چلا ای شاہزادہ بدیع الزمان گر دلشکر شکن ہے شاہزادہ شیروہ بن حمزہ کو مانع
 زخم کاری میں نکل جاتے جو دیکھا جوش خون خیزی سے بناب ہو کے اور اپنے رکب کو گرم نازک کے برابر قاہر بن قہرمان
 بھیجی کے پہونچا قاہر بن قہرمان شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر وہی تیغ خوشچکان کھینچے بمقابلہ شاہزادہ والا تبار آیا
 اور یہ کیلے اور بدیع الزمان مثل ربے وہ جو پہلے مارے ہوج کر تپتی رہ گیا مارے بچتی تمام ایک ضرب سر پر شاہزادہ
 عالی شان کے لگائی شاہزادہ عالم نے اسکی ضرب کو روک کے بوقت بکشتن تیغ مارا قاہر نے سپر کو چہرے کی بناہ کیا تھا
 مگر تیغ نے سپر کو قلم کو کے خود اور دہلنے کو کات کر سر مقام کیا سر میں قدرے زخم آنے پایا تھا کہ قاہر نے اپنے سر کو
 پڑا لیا اور تلوار شاہزادہ بدیع الزمان کی اسکے سر سے ہٹ کے گھوڑے کی گردن پر پڑی اور سر گھوڑے کا قلم ہو گیا
 گھوڑا خرچ مار کے زمین پر گر پڑا اور پھونکنے لگا اور قاہر بن قہرمان جیت کو کے قاش زمین سے گھوڑے کے بعد اچھوٹ کر
 قاہر بن قہرمان نے جب قاہر کو زخمی ہو کے گئے دیکھا سب کسب چار طرف سے زخم کر کے پلے اور خلیک غلو بہ کر دی
 اس میں قاہر بن قہرمان بھی اور گھوڑے پر سوار ہو کے ایک مقام پر ٹھہر گیا کہ سامنا اور مقابلہ شاہزادہ عالم کا ہو گیا قہر
 نے باگ اپنے گھوڑے کی پھیر کر جا یا تھا کہ جاگ کھڑا ہوا شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان نے پھر ایک تیغ مارا کہ میلہ تلوار کاشت
 پر قاہر کی پنا اور زخم کاری کھلے قاہر بن قہرمان جاگ کھڑا ہوا اور تمام لشکر کشت خورہ گرد کشت کی ٹنڈ پڑا
 چار طرف متفرق اور ریشیاں ہو کر جاگ کیاں لشکر فیروزی آت میں شاہزادہ بدیع الزمان کے شادمانے فتح کے
 پہونچنے لگے اسوقت شاہزادہ عالی وقار بدیع الزمان نامدار نے ہر جہد و مدد گاہ مصافحہ میں تلاش شاہزادہ شیروہ
 بن حمزہ کی کی مگر کہیں سرخ نہ شاہزادہ شیروہ کا ملا کہیں گھوڑا اس شہسوار عالی مقدار کا نظر آیا لا علاج ہو گئے بہت
 وجود تمام دنیوکت مالا کلام نذر گاہ سے مراجعت فرمائی جا رہا غ ملک حرمان دیوکش میں آ کے داخل ہوا
 اب شہہ عالی شاہزادہ شیروہ بن حمزہ نے بیان کیا جاتا ہے
 کہ جسوقت شاہزادہ شیروہ بن حمزہ زخم کاری سر پہ کھلے حالت فحش میں اپنے دونوں ہاتھ گلے میں گھوڑے

کے ڈال دیے اور گھوڑا بھوکھا یا سا لہرایا ہوا غنائی گستاہ ایک سمت کو سر پھلا تو جلتے جاتے ایک تھوڑے دھشت دار
 میں کہ متصل شیر سنجان کے تھا شاہزادہ شیر وید بن حمزہ کو پشت زین سے گرا دیا اور آپ پر اچھٹن خون ہوا وقت صبح
 حسب اتفاق چھ کفار انکار واسطے یا سنا نہ پیرنے کے اُس طرف صحرا میں جائیکے انھوں نے خود گھا کہ ایک نوجوان رخی مات
 غش میں پڑا ہر کہیں گاتوں سے ایک چار پائی لاکے اسیر شاہزادہ شیر وید بن حمزہ کو ڈال کے دروازہ بارگاہ گنجاب
 لائے اور چوبہ اردن مرد ہون سے سارا حال کہنا مرد ہون نے اندر بارگاہ کے جانے گنجاب سے عرض کی کہ ایک جوان رخی
 بیہوش اور خود فراموش کسی جنگل میں پڑا تھا کچھ لوگ یا سنا نہ پیرنے گئے تھے اسکی لاش کو وہ لوگ در دولت پڑا تھا کے لائے میں
 گنجاب نے حکم دیا کہ اس لاش کو اندر لاؤ دیکھو اور پچان لو کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور کون ہے اور کہاں رہتی ہے اس حسب حکم
 گنجاب کے شاہزادہ شیر وید بن حمزہ کو مع چار پائی اندر دن بارگاہ سے لائے اور نئے بارگاہ نشین گنجاب کے سے سب
 بغور دیکھتے تھے ایک مرتبہ بختیارک نے بنگاہ اویں شاہزادہ شیر وید بن حمزہ کو پہچان کر کہا کہ اے گنجاب یہ بھی قدرت
 خداوند باختری ہے کہ یہ بیٹا حمزہ کا چھوٹا بھائی بدیع الزمان کا شیر وید خود بخود اس کے تیرے یہاں قید ہوا اور ابھی زندہ ہے
 اور ملکہ یا قوت ملک اسی شیر وید بن حمزہ پر شیفہ اور زینتہ ہے اسی ذریعے سے اور اس کے فوقی و مل میں ملکہ یا قوت ملک
 نے مرجان خیار کو اپنے گھر میں تھلا کے خیار کی کردائی اور بدیع الزمان کو زندان عجم سے برائی دلوئی ہے اس اب بہتر
 یہی ہے کہ اس وقت اس کے قتل کا حکم دے کے ایک ساعت اسکی گردن مارنے میں دیر اور توقف نہ کرنا کہ بدیع الزمان کا
 بازو اور کمر ٹوٹ جائے ابھی بختیارک ہی بائیں کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ شاہزادہ شیر وید بن حمزہ کو کش سے افغانہ ہوا اور وہاں
 جو دماغ میں شاہزادہ شیر وید کے ملی تو ہوش میں آگیا اور تمہ بیٹھا اور تھیرا دھشتہ رہو کہ چار دن طرف دیکھنے لگا اور دن میں
 سوچنے لگا کہ میں کہوں کر یہاں آیا ہوں کچھ خواب میں ہوں یا بیداری میں یہ کیا ماجرا ہے میری خیال آیا کہ شاید گھوڑا میرا
 اس طرف بھکولا یا ہے اور میں بارگاہ گنجاب میں بیٹھا ہوں اور مانے میرے گنجاب تخت پیغمبری پر بیٹھا ہے گرد و پیش
 اس کے بست سے دخل اور کرسیاں بھی ہیں انہر ہر فرخ بن نو شیروان اور فرخز بن نو شیروان اور تمام بارگاہ نشین
 گنجاب کے بڑے بڑے سرکش گہر پر غرور اور بختیارک وغیرہ بیٹھے میری جانب غالب ہیں شاہزادہ شیر وید بن
 حمزہ نے بناوا دیکھ کر کہا کہ سلام بن درین محفل بران گئے کہ بادکہ داند خدا سے فروجی نالقی قبضہ کل نیست ز دین پیغمبر
 اور برحق یہ آواز سنکے بیٹے بارگاہ نشین گنجاب نے سمجھون نے اندر اتفاقا دست اور کفر و کاذبی اپنے اپنے کالوں میں
 انگلیاں دے کے ٹھہر پھیر لیا اور مثل مکر دم بریدہ چچ و تاب کھا کے کھینے جو اب نہ دیا مگر ایک آواز غیبی پشت پہ
 سے بارگاہ نشینوں کی پیدا ہوئی کہ علیک السلام ایک مرتبہ گنجاب نے کہا کہ اے زبان دراز خدا پرست نام نادیدہ خدا کا
 ہماری بارگاہ میں نہاں سے نکالنا ہے اگر زیست اپنی منظور ہو تو خداوند مجید ہزار ملک باختر کو سیدہ کرنا میں مجھے اپنی
 قید سے نجات دے کے سر فراز کروں شاہزادہ شیر وید بن حمزہ نے کہا کہ لا حول ولا قوہ مستغفر اللہ وہ گہر سوز و غول پیکر خوں
 باویہ ضلالت تھا کیا مسخرا ہے ہم لوگ منت کرتے ہیں اس سبب لقا اور اس کے پرستاروں پر گنجاب یہ کلمہ سنکے نہایت
 درہم برہم تھا اور کہنے لگا کہ اسی وقت میں ہوا اہل رسیدہ خدا پرست کو قتل کر دیا طرقت سے کفس ز تلوارین پڑ کر کے
 اٹھے اور چاہا کہ شاہزادہ شیر وید کو تلوارین مار میں علیقمہ ذریعے گنجاب سے عرض کی کہ یا پیغمبر مرسل سلوا بھی قتل نہ
 کیجیے پہلے اس کے زخم میں مانکے دلو کے مرہم چھی کر کے اچھا کر لیجیے بعد اس کے اسے ہریت کیجیے کہ لقا پرستی قبول
 کرے اس وقت اگر یہ قبول کرے تو فیما ورنہ اسے قتل کیجیے یا زندہ اسے حضور خداوند گرفتار کر کے مجھ کو دیکھے گنجاب
 نے کہا یہ صلاحت اور تیرا مشورہ مجھے نہایت پسند ہے اور حکم دیا کہ اس قیدی کو قلمہ قراطاق میں لیجا کے اسکی مرہم چھی کر د

اور دین قید رکھو حسب حکم گنجاب کے شاہزادہ شیر و دیں حمزہ کو اسی حالت زہداری میں اور بے پروا کر کے اور کئی
ہزار سوار چلائے اور اپنے کے ہو کر شاہزادہ عالم کو اس قلعہ میں لایا کے قید کر آئے

اب دو گئے داستان شہادت بیان شاہزادہ بدیع الزمان والا شاہجہاں کے نواسہ کے جانے میں
کہ مر جان تیز رفتار عیار بارگاہ گنجاب میں ہمیت عیار ہی موجود تھا یہ قلعہ گنجاب کی اور عربیہ پر بھلا کے لئے جانا
شاہزادہ شیر و دیں حمزہ کا سمت قلعہ قراطاق اپنے کاؤنٹ سے جنگی اور چشم اپنی ہیکلے بہت تمام چار باغ میں پونچھا اور
بعد دعا و ستائش کی شاہزادہ کی عمر و سار ہو شاہزادہ شیر و دیں حمزہ کو حالت زہداری میں شاید ٹھوڑا سیدان سے
لے کے نکل گیا تھا اور کسی حرم میں شاہزادہ کے ساتھ رہا تھا۔ اب یہ شاہزادہ اپنے پرہیز پر اٹھا ہوا تھا کہ کفار
آٹھ کے گنجاب کی بارگاہ میں لائے ہیں اور گنجاب نے اس شاہزادہ عالی جناب کو حقوق اور سلسلہ کے علم دیا کہ قلعہ
قراطاق میں قید کر سو گئی ہزار و ہزار شاہزادہ شیر و دیں عالی وقار کو اس قلعہ کی طرف لے کے روانہ ہوئے میں شاہزادہ
بدیع الزمان نے یہ حال شاہزادہ باغبان کا جو شہناز جو شہنشاہی سے جہاب ہو گیا اور اسی وقت مع اپنی فوج
دریا موچ کے چار باغ سے سوار ہوئے سمت قلعہ قراطاق کوچ کیا اور بعد از مدہل اور طبع منازل دوسرے روز
نیر قلعہ پہنچا تو اسنے دیکھا کہ قلعہ نہایت مستحکم اور فلک نہاں ایسا بلند ہے کہ جہاں شعر تعارف دج دہم انسان تصف
نکستہ کی محالی ہے۔ بھی کسند فکر آئے کے نگر سے نک مار سادہ اور ایک جانب اس قلعہ کے دریا کے زخا صاعل لمپید اکٹار
موج زن ہو اسی کو کات کے بطور قدق کے گرد گرد اس قلعہ کے روان کردیا کوئی صورت خیر اس کے شعر بسا فضل کا ہو
تبا شد کلید کشائندہ ناگہ آمد دیدہ بظاہر نظر نہیں آتی شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان اپنے دل میں تیرا اور شہ
مگر امید بکر کریم کار ساز کہ نام اسکا سبب اس سبب اور فتح الایوب ہو کھلے ان فکر و تشویش میں تھا کہ اس قلعہ کو
کیونکر فتح کروں اور شاہزادہ شیر و دیں حمزہ کو نکال لائے کہ ناگاہ یہ خبر شاہزادہ بدیع الزمان کے مع لشکر
قلعہ بہت قلعہ کشاکی اور منہم و پیکار آنے کی قلاق قراطاقی اور قلاق قراطاقی کہ دونوں بجائی یہاں کے
قلعہ دار ہیں آنکو جو پہنچے اور یہ دونوں بجائی آپ کو بڑا ہی زبردست اور شجاع اور شہیدان اور متشنج جاتے ہیں
اور کس کی ہادری اور شہنشی کی اصل و حقیقت نہیں سمجھتے بے ساختہ چلتے ہوئے مع اپنے لشکر کے قلعہ سے باہر نکل
آئے اور اپنے سرداروں کو مع تحفہ تحائف ساتھ لے کے خدمت شاہزادہ بدیع الزمان والا شہت پہنچے سوقت
کہ یہ جیسے سمجھ س دھما یوں شاہزادہ نامور کے پہنچے تو شاہزادہ عالم نے اپنے چند سرداروں کو دونوں بجائیوں
کے استقبال کو بھیجے پیکر طلب کیا اور قلاق قراطاقی اور قلاق قراطاقی دونوں بجائی بحضور شاہزادہ
بدیع الزمان آئے حاضر ہوئے اور بہت سا تحفہ اور جہیز پیش بہانہ گزرا لی شاہزادہ عالم نے قدر ان ہفتوں
کی قبول کر کے بہت سی عنایت اور مہربانی اپنے کی تب ان دونوں بجائیوں سے دست بستہ ہو کر عرض
کی کہ ہم دونوں خانہ زاد جان شہزادہ اس کے ہیں کہ اب شاہزادہ عالم اقدام عالی سے قلعہ کو سر فرار
کریں اور اندرون قلعہ تشریف لے چلیں اور غلاموں نے شہزادہ کی اجابت دعوت کی اور غلام و جہیز لے کر
کان و نک جو حاضر ہی آئے قبول کیجئے اور نوش فرمایے شاہزادہ عالم مقداد نے دعوت انکی قبول کی اور ہمراہ
ان دونوں بجائیوں کے اندرون قلعہ رونق افروز ہوا اور انھوں نے بڑے اعزاز و تکریم تو وضع و تعظیم سے شاہزادہ
عالم کو تخت پر بٹھلا کے تیار ہی دعوت کی کی اور طائفے اور باب نشانی کے بلائے اور آب و دھون چاکر انہ اور غلامانہ
کمر بستہ کار و خدمت میں مصروف ہوئے آخر کار خامہ اور شراب میں بیوٹی افشستہ کو کے دسترخوان پر چٹا اور

اس فریب سے اس کو ہم صولت شاہزادہ و ملازمت کو اسیر و تسلیم کر کے برابر شاہزادہ شیر و پیر بن حمزہ کے قید کیا اور ایک عرصہ است بدین مضمون کہ غلاموں کے بدیع الزمان کو اس فریب سے قید کر کے ہم پہلو سے شیر و پیر بن حمزہ بٹھلا دیا ہر اگر آپ دو چار آدمی ہمراہ لے کے تشریف نہ لیں تو باخف و آفرش ہم غلاموں کے گناہوں کا بھی بین قدم بہمت لازم سے آپ کے ہو جائے اور وہ دونوں بند محبت خدا پرست بھی حاضر ہیں ان کے حق میں کیا فرج مبارک میں آئے خواہ قتل کیجئے خواہ زندہ سالم اپنے ہمراہ لیجا کے، بہ آواز تک قید رکھے اور جو آپ تشریف نہ لائیں گے تو ہم دونوں بھائی ان دونوں قیدیوں شیر و پیر بن حمزہ اور بدیع الزمان کو قید سے راکر کے انکا قید رکھنے مسلمان ہو جائیں گے لکھ کے ایک سوار کے ہاتھ گنجا ب کے پاس بھیج دے تو وقت کہ وہ عرصہ است اتجا ب کی نظر سے گزری اور مضمون اسکا معلوم ہوا تو اسے چاہا کہ ہر مژدہ اور فرما بکار اور بختیار کی اور دو ایک اپنے سرداروں کو ہمراہ لے کے سوار ہو بختیار کی نے یہ حال سنے کہا کہ اچھے پرسل تیرا دلیق جانا کسی طرح سے مناسب نہیں ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دونوں بھائی جو دلیق قلعہ دار بین فیضان محبت سے مسلمان ہوئے اور انہوں نے چاہا ہے کہ بغیر بھائی کے خدا جانے کس بلا میں نہ جئے بتلا کر بن اس میں غلقہ ذریعہ گنجا ب کا جو برابر بیٹھا تھا اسے جو دیکھا کہ یہ مادی خطا اپنی ولد الزمانی اور قطعہ حرمی سے کوئی جالی نہیں رہ جاتا اور شیخ کرنا ہے اور وہ وہ ہوتا ہے غلقہ سے کہا کہ باغیر پرسل آپ کو دلیق جانا واجب اور حسب جو کس ہے کہ اگر آپ دلیق نہ جائیں گے تو انہی آپ کے آپ سے سخت ہو جائیں گے اور سب بند گل لقا ہی کہیں گے کہ گنجا ب بغیر پرسل تعادری سے کفالت و پامانت اقبیوں کے بختیار کی کے اخوان سے نہ گیا ہے ہر ایک ملک میں پہونے کی اور جری بدنامی آپ کی ہوگی گنجا ب نے بموجب غلقہ ذریعہ کی نصیحت کے بختیار کی کا کشتہ فاما اور چند خواص خاص اپنے ہمراہ لے کے اسی وقت سوار ہوئے سمت قلعہ قراطاق روانہ ہوا جب یہ خبر آمد گنجا ب دلیق قراطاقی اور قراطاقی دونوں بھائیوں نے سنی تو ان قلعہ قراطاق سے نکل کے کوس پر گنجا ب کے استقبال کو آئے اور بڑی محنت و جدت اور کثرت و شایع سے گنجا ب کو اندرون قلعہ لیجا کے تخت پر بٹھلایا اور جشن شامانہ قرار دے کے جس صورت سے کہ کھانے میں بیوشی ملک شاہزادہ بدیع الزمان کو مقید کیا تھا اسی طرح سے گنجا ب کو بھی بیوشی فتنہ کھانا کھلا کے مطلق اور سلسل کیا اور برابر شاہزادہ بدیع الزمان کے لاکے تھا دیا بعد بڑی دیر کے جبکہ گنجا ب کو ہوش آیا محسوس ہونے لگا کہ میں مطلق اور سلسل ہوں اور میرے سامنے بدیع الزمان بھی مقید بیٹھا ہے تب گنجا ب نے نہایت درجہ اور ہرجم ہو کے کہا کہ اے بدیع الزمان اب تو دیکھ کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں شاہزادہ عالم نے جواب دیا کہ اے گنجا ب خانہ خراب تیری وہ مثل ہے کہ میری خود در ماندہ شقاوت کسی کریں پہلے تو اپنی فکر کر دے یا بکار اگر ابھی اس کفر و کاذبی کو نہ لو کے ملت بیضا دین اسلام کو قبول کر تو خبر دے نہ مجھے حکم خدا زندہ و سالم نہ مجھ کو ونگا انجام کار گفتگو نے حریفین سے طول کہنیا بغیر ملاق قراطاقی اور قراطاقی قراطاقی کو پہونے کی بدیع الزمان اور گنجا ب سے زندان خانے میں نہایت سخت اور درشت گفتگو ہو رہی ہے دونوں بھائیوں نے حکم دیا کہ بدیع الزمان اور گنجا ب کو اس سے پاس لے آؤ اور اب اس میں زیادہ محنت اور گزار نہ ہونے دو چنانچہ حسب حکم ملاق اور قراطاقی کے در و خندہ آستانہ شاہزادہ بدیع الزمان کو گنجا ب ملاق قراطاقی اور قراطاقی کی بارگاہ میں لے گیا شاہزادہ عالی مقام اور گنجا ب کو ان دونوں بھائیوں نے دیکھ کر کہا کہ اے شاہزادہ بدیع الزمان اور گنجا ب تم دونوں سے ایک بات پوچھتے ہیں اسکا تم جواب دو کہ ہم کو گنجا ب سے دونوں کے دین میں عجب طرح کا طمان اور خیر ہے کہ دین لغا پرستی درست ہے یا خدا

بدیع الزمان کا برحق پسر لہذا ہماری نور سے ناقص میں یہ بات آئی کہ ہم مجرہ خداوندی کام دونوں سے طلب کرتے ہیں ہمارے ملک میں تمام زراعت خشک ہو گئی ہے اور خشک سالی بڑھ گئی ہے تین برس سے ایک قطرہ پانی کا آسمان سے نہیں گرا اور بارش نہیں ہوئی ہم اس وقت جو زمین میں بولتے ہیں وہ نہیں آگیا تم دونوں صاحب جلال و جلال اپنے خدا سے دعا کرو کہ بارش باران ہو اور اسی وقت یہ جو ہم کے بڑے بڑے ہو جائیں اور زمین بالیان ملک کے پختہ ہو جائیں پس جسکی دعا مستجاب ہو اور یہ مجرہ اسکی دعا میں ہم دیکھیں تو ہم کو یقین ہو کہ اسی کا دین برحق ہے ہم دونوں بھائی بھی وہی دین اس شخص کا قبول کریں گنجاب نے شاہزادہ بدیع الزمان سے کہا کہ او بدیع الزمان دیکھو خیر عورت کہ میں تم پر مسل خداوندی مجدہ ہزار ملک باختر کا ہوں اور اس وقت میں دست بدعا ہو گیا کثرت بارش سے عالم آب ہو جائیگا اور یہ جو اسی وقت تیار ہو کے بالیان انکی ایک جائیگی شاہزادہ عالی شان نے فرمایا کہ بہتر ہے پہلے تو ہی دعا مانگ اور مجرہ خداوندی لقا کا دکھلا گنجاب نے کہا اچھی تو دیکھ میری دعا کا تماشا بہ کیکے گنجاب نے سمجھنا قنطولی لقا اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کے دعا کی اور کہا کہ یا خداوند لقا اپنے باران رحمت کو کہ جو بڑے اور تو اپنی قدرت خداوندی سے ان جوؤں کو چاکے اور سر سبز کر کے تیار کر دے اور بالیون میں انکی بچگی آجائے فرض یہ کہ صبح سے دوسرے ایک گنجاب دعا مانگا کیا اور یہ دعا کچھ لقا کی تعریف میں جبکہ مارا کیا مگر استغفار بارش کا تو کیا ذکر علی کا کوئی ٹکڑا بھی آسمان پر نہ نمودار ہوا بلکہ برعکس اس کے اس درجہ تمازت آفتاب ہوئی کہ ذہبت رنگ مثل آفرین گئے اور کرۂ ہوا کرۂ نار ہو گیا ہوا سے گرم سے فضا رحمت کے مٹھو اور جسم جلے جاتے تھے اور اکثر کفار شدت شعلی اور حرارت سے ہلاک ہو گئے اس وقت گنجاب نے نہایت عاجز و ناچار ہو کے شاہزادہ عالی وقار سے کہا کہ اب تو اپنے ناویدہ خدا سے آسمان سے دعا کر شاہزادہ بدیع الزمان دعا فرمایا کہ بانی سنگا کے وضو کیا اور بعد وضو قبلہ رخ بیٹھ کے بھونو قلب اور غلوں نیست ہزار مجرہ و نگار اور باختم آتکبار جناب باری سے سندی اور ملتی ہو اور دست دعا دراز کر کے یہ دعا پڑھی

ترجمہ بیان یا ربی یا رب ہمسالت رسول تعالین یا رب یغفر کثرتہ بدعتین یا ربہ و جہان ساز محروم مرا و دنیا بخش بخش و عقیبتی بحسین یا ربی یہ دعا اور دعا جات زبان سے شاہزادہ عالی شان کی تمام نہیں ہوئی تھی کہ ایک بار تیرہ وار سمجھتے قلم سے نمودار ہوا اور صد اسے رعد و برق گوش نہ ہونے لگی اور وہ آتے آتے تمام آسمان پر چھا گیا اور بجلیاں کوندے لگیں گنجاب علیہ الامن و العذاب عالم سحاب کا دیکھ کر کہ عجیب طرح کی کانی کالی گستاخی پر فقیر برسا جایا تھی ہے بے ساختہ کہنے لگا کہ یہ میری دعا قبول ہوئی اور یہ بدلی میری دعا سے انکی ہر آتا کلام گنجاب تیرہ انجام کی زبان سے جو نہیں نکلا کہ سمجھنے دیکھا وہ ایریا طون سے جھومکا آتا تھا اور با دل کرے اور برق کوندے لگی تھی مابین سحاب و آسمان ہو گئیں اور عریسی ہی دھوپ اور تمازت آفتاب اور وہی شدت حرارت سے ہر ایک کی زبان سے لعش عیش اور آلام آلام کی آواز نکلنے لگی خضر لے ملے چھوٹی ایسی لون لے گئے جوش کھانے جو ان کے خون ہوئی کرۂ آشکرہ کی زمین بہ پیش سے ہوا ہو گئی تیشیں ملاق فرطانی اور قلاق فرطانی نے یہ تو طوفانی اور شدید عجیب و غریب دیکھ کر کہا اے گنجاب تیرے ذرا سے کلمے کہنے سے اسی غائب ہو گیا اور اب تو ہر درجہ تمازت ہو گئی کہ عجیب نہیں زمانہ ہلاک ہو جائے پس خبردار اب کوئی حرف زبان پر نہ لانا ورنہ بھی تم سے ہم ایک ہی ضرب تیغ میں جان سے مار ڈالینگے دوسرے نے لقا سے دعا مانگی تو کیا ہو گنجاب نے شاہزادہ عالی جناب سے کہا کہ اگر ایسی ہی دعا مستجاب ہو تو ابکی مرتبہ ہر دعا مانگ بھلا بارش نہ تو اسی طرح کا برتو سب دیکھیں کہ آسمان پر نمایاں ہر رعد کرے اور برق کی تڑپ اور کرک کی آواز گوش زد ہوے بدیع الزمان نے پھر دست دعا دراز کر کے سبھ خداوندہ خشک کو

سلطان و کرم نام تیرا	رجمن و رسم نام تیرا	ای خالق و سرور دو عالم	ستار محبوب رب اکرم
بندہ عاجز و مجبور	تو میں قدرت ہی اور مقدور	خالق ہر تو اور سمیع و ناظر	سب راز خان ہیں چھپناظر
قطرے کو بنا دے بل میں دریا	خورشید کو چلے کر دے ذرا	چاہے جسے عرش پر تھما دے	چاہے جسے خاک میں ملا دے
دریا میں صدف کو بخشے گوہر	سنگ تیرہ کو لعل جہر	چاہے تو گد اکو شاہ کر دے	جس نخل کو چاہے تو خر دے
آقا درہر محیط ہر تو سب پر	پھر میری دعا بھی ہر لب پر	اور رب اکرم جی و حسوم	رحمت سے ہی تیرے کوں مجرم
برے باران رحمت اس دم	یہ داتہ جو ہوں کسب و خرم	و بسا ہی میرا بگر کے آنے	پھر ویسی ہی برقی کو نہ جانے

و بسا ہی ابر اسماں پر نور دار ہوا اور ویسی ہی آواز مدلی اور ویسی ہی چمک برق کی جو کہ بارش شروع ہوئی تو اس قدر چمک برسا کہ وہ درانے جو کہ نور آنے اور بالید کی انہیں سید ابوی شدہ شدہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ دخت تیار ہوئے اور خوشے و نین لگ کے پک گئے ملاق قراطی اور قلاق قراطی دونوں بھائی یہ بچہ و یکسر حق اسلام کے سفر ہوئے اور شاہزادہ عالی مقدار مدبر الزمان نامدار کی قید توڑنے کے واسطے انگڑوں کو طلب کر کے کہا کہ تحت پٹ حلق اور سلاسل اس آگے دو جہان شاہزادہ عالی شان کے کات و وہم دونوں بھائیوں نے غلامی اور غلین برداری اس عرش تکمیل کی قبول کی شاہزادہ عالی شان نے فرمایا کہ اگر تم کو یہی منظور ہے تو انگڑوں کا ماتہ لگانا کیا ضرور ہے؟ لکے مائون کی چمکان پائون کی تیریاں گلے کا حلق کر کا لنگر بھلون کے خاردار تو ایک ہی زور میں نخل تاہر شکوت توڑ کر سنگ دیے وہ دونوں بھائی دوزخ اقدام اٹھایا اس شاہزادہ نامور کے گھر پرے اور پکارے ای شہر باز شہر جرم سن بخش کہ آورده ام شفیق و اشک ندر است و عرف انفعال را اب ہم دونوں غلام امیدوار ہیں کہ جواب کے دین کو اختیار کرے وہ کیا کہ شاہزادہ عالم نے کلمہ شہادت ایشاد کیا ملاق قراطی اور قلاق قراطی بخلوص نیت از سر صدق مسلمان ہو گئے اور گنجاب کو بہت سی لعن ملین اور ذلیل کے چلے گئے کہ قتل کریں شاہزادہ مدبر الزمان نے فرمایا کہ ای صاحبو یہ حرکت مردت سے بعید ہے کہ ممان کو قتل کیجیے اور جانب گنجاب مخاطب ہو کے ارشاد فرمایا کہ ای گنجاب میں ہر چند کہ خوب جا تا ہوں تو تیرہ دل اور تار یک درون کی شہت بخت کا خصلت ہے تو کبھی میرا کسانہ مانگا بقول کسی ہتھوڑ کے شعر باب زرم و کوثر سفید توان کرد و کلیم ثبت کسے را کہ با قند سیاہ و مگر پھر تمام محبت اس وقت بھی بین تجھ سے کتا ہوں کہ تو مسلمان ہو جا اور میں تجھے بکارت اپنے بزرگوں کے سمجھانگا اگر تو بھی ختم انصاف خور کر قوتی میں اور دایا میں کیا فرق ہے گنجاب نے جواب دیا کہ میں اپنے لشکروں میں ملے ایک مرتبہ حرکت کر اسے جنگ و جدال مقرر ہونگا اگر تو نے مجھے زیر کر لیا تو میں بلا شک و شبہ مسلمان ہو جاؤنگا اور تمام اپنے لشکر کے سرداروں اور ہوادار اور پیادوں اور صاحبین اور ہمنشینوں کو مشرف باسلام کرونگا اور یوں گئے اختیار ہے میرے حق میں جو تیرے ہی میں آئے وہ کر شاہزادہ عالی مقام نے یہ کلام گنجاب کا سنے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے کیلئے شاہزادہ عالی جناب نے گنجاب کو رخصت کیا اور آپ بھی ملاق قراطی اور قلاق قراطی سے یہ کیلئے کہ جو وقت میں لشکر کشی گنجاب پر کردن اس وقت تم دونوں بھائی بھی آگے شریک حال میری فوج کے ہونا اس قلعے سے برآمد ہو کے سوار ہوا اور بروقت رخصت کر رہے ملاق اور قلاق دونوں بھائیوں کی بہت سی دیکھائی کر کے بھجوا دیا کہ تم بکسر و بلاق یہاں کے مالک و مختار ہو جسب اطلبہ جا رہے بوقت مقابلہ گنجاب تمہارے حاضر ہونا اور یہ کیلئے شاہزادہ عالم مع اپنے چھوٹے بھائی شاہزادہ شیر وین حمزہ کھمت چار باغ روانہ ہوا وہاں حال گنجاب کا سنے کہ گنجاب شاہزادہ عالی جناب سے رخصت کیے اپنی بارگاہ میں آیا اور اس فکر و تشویش میں

خاتون اور خود فرستوس ٹٹھا رہی کہ دیکھیے مائی کار کیا ہونا ہے ناگاہ سنجائی عیار نے بارگاہ میں آکے بعد دعا و تہ کے عرض کی کیا
 پیغمبر مرسل خداوند تھا جو زمان سابق میں واسطے استیصال مدعیع الزمان وغیرہ نادیدہ خدا کے پرستاروں کے اعانت اور
 استدراود خداوند لقا سے طلب کی تھی سو توجہ ایک بہادر پہلو زمان روزگار سے فطر اثر در سوار کے قیطونی خداوندی تھا جسے حسب
 تقدیرات خداوند لقا کے ایک لاکھ چوبیس ہزار سپاہ لکھے آیا ہے اور تیس ہست چار باغ ملک حرمان دیوکش واسطے تعذیر دی
 اور سرکہ رزم دیکار شاہزادہ بدیع الزمان نامہ کے جانے کا رکتا ہے گنجاب نے کہا کہ ہمارے یہاں سے کوئی سردار اس کے
 پاس ملے کیا ہم سے کہ پہلے ہم سے ملاقات کرے تب چار باغ ملک حرمان دیوکش کی جانب جانے کا اور بدیع الزمان سے
 رزم دیکار کرنے کا قصد کرے حسب حکم گنجاب کے ایک سردار نے فطر اثر در سوار کے پاس جا کے گنجاب کی طرف سے اہل
 پیام کیا اسے جواب دیا کہ میری طرف سے پیغام مرسل کو بعد سلام کے کہہ دینا کہ مجھے ابھی آپ معذور رکھیں تا وقتیکہ میں اس نادیدہ
 خدا کے پرستار اور اس کے تمام سرداروں اور فوج و سپاہ کا استیصال فرار واقعی نہ کر لوں گا میں آپ کی ملاقات نہ کروں گا یہ کہنے
 فطر اثر در سوار سے اپنے ایک لاکھ بیس ہزار سوار کے قریب چار باغ کے پہونچا ان دنوں میں شاہزادہ عالی مقام بدیع الزمان
 شیر و پیر بن حمزہ کی رہائی کے لیے قلعہ قراطاق کی طرف گیا تھا یہاں فاضل مع چند سرداروں کے ملکہ گوہر ملک کی خدمت میں
 تھا جبکہ فطر اثر در سوار کے آنے کی خبر فاضل نے سنی تو یہ آمادہ رک اور ہلے سے تھما ہو کر ترک جوشن پوش اور اپنے بھائیوں
 اور باب باختری وغیرہ سرداروں جان تاروی سے شاہزادہ بدیع الزمان کے مشورہ کرنے لگا کہ یا روبات بھائی ہر وقت
 نہیں رہتا ہندوستانی دن کل فانی اگرچہ ہمارا آقا ہے تو میں یہاں نہیں رہیوں کیا ہوا ہم سب غلام جان تار کے ہر کس کام کے
 ہیں اور کس دن کام آئیں گے ذرا اس فطر اثر در سوار کا حال مفصل معلوم ہو جائے کہ یہ یہاں ہوا یا کچھ میں ہوا جاتا ہے یا ہم سے بارگاہ
 خاسد و مادہ جنگہ ہو کر آیا ہے بعد اسکے کچھ جو کچھ ہم سے ہو سکے گا حتی بقدر در سر فرستی اور جان نشانی میں قاصر نہ ہو گے بلکہ ارادہ
 یہ ہے اور ملازم اور صلاح وقت یہی ہے کہ چار باغ سے کوس دو کوس باہر نکل کے اس سے مقابلہ اور مجاہد کریں جو حق ہے یہی راستہ
 فضل بن گیا ہو خون آشام کی پسند کی اور کہا کہ بہت ہنرمند وقت یہی ہے کہ اسکو یہاں تک آئے نہ دین غرض
 فضل وغیرہ سردار یہاں تو اس فکر میں تھے کہ وہاں سے فطر اثر در سوار کے ایک نامہ بدین مضمون کہ اگر فضل بن گیا وہاں
 پاش کہ میں کوئی ایسے ویسے سرداروں میں نہیں خاص خاص مقرب درگاہ خداوند تھا کا ہوں اور میرے باپ لیا ہوا
 خون آشام سے اور مجھ سے نہایت درجہ رابطہ اہمیت دوستی تھی لہذا میں بطور نصیحت کہنے کے اطلاع کیے دیتا ہوں کہ آگے
 جو کچھ ہو سو ہو اگر اب مجھے لازم ہے کہ بھر دہشتے اس نامے کے ملکہ گوہر ملک پیغمبرزادی کو اپنے ہمراہ لے کر میرے
 پاس ملا آئیں مجھے اپنے ہمراہ بحضور پیغمبر مرسل لجا کے تیرے حضور ہم کر دواؤں کا در نہ آتا سمجھو اسے اسباب

میں اس جمع دہر بد بلا ہوں	انسان خورندہ از دما ہوں	دم بھر میں یہ چار باغ اگر	اگر دوں گا میں کھو کر برابر
ہوں تیغ بخت جو زور میدان	ہو ترک خاک بھی مجھے زان	صلح میں کچھ ہی تنگ مجھ کو	نہ جنگ میں چورنگ مجھ کو
نامہ ہی ہی ہی ہی پیغام	بس باقی سلام اور اگر آقا	عرض یہ مضمون لکھو اے ایک سوار کے نامہ فضل بن	

گیا ہو خون آشام کے پاس مجھو دیا جو وقت کہ فضل نے وہ نامہ پڑھا تو آتش غضب کا فون سینہ میں مشتعل
 ہوئی اور دودید دماغی دما جان سے آٹھا مثل زلف موشان جج و تاب لکھا کے اور پریشان خاطر ہو کے نامے کو تو
 پھار کے پھینک دیا اور اسی وقت سپہر تلوار اپنی لے کے مع اپنی فوج و سپاہ کے چار باغ سے باہر نکلا اور
 پیشہ و کلب پران واحد میں کوس مجھ کے نامے پر لشکر فطر اثر در سوار کے اس طرف اپنے لشکر و سپاہ کے
 آگے آ کر پڑا اس عرصہ میں وہ نامہ یہ فطر اثر در سوار کا وہ نامہ پٹا ہوا ہے فطر کے پاس پہونچا اور سارا حال

فضل کا بیان کیا قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور اس وقت بلجنگ جو ادایا بیان فضل بن
 گیا ہوئے جو سنا کہ قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور اس وقت بلجنگ جو ادایا بیان فضل بن
 فضل بن ایزدی اور تائید باقی بنجہ بیان میں صدائے بلجنگ بلند ہوئی اور اس وقت بلجنگ جو ادایا بیان فضل بن
 تری جاگ اور ہوشیاری رہی صبح کے وقت طرفین سے فوجیں نکلیں اور بعد صفوں آرائی قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی
 کر گدن پر سوار ہو کر سراپا دکھلاتا ہوا میدان میں آیا بکارا اور فضل بن گیا ہوئے خون آشام ہے تیرے لشکر میں
 نما ہو وہ میرے مقابلے اور مجاہدے کے واسطے نکلے ابھی پورا اکلے قسطنطنیہ کی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ فضل بن
 گیا ہوئے خون آشام اپنے گھوڑے کو چمکا کے ہنگامہ ہو اور بعد جنگ تیرے ضرب تیغ سے قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی
 بن گیا ہوئے خون آشام نے زخم کاری سر پر کھایا اور لشکر نے فضل کے جو اپنے مالک کو زخمی ہوتے دیکھا ایک مرتبہ
 جنگ منظر کے چادران سے آمادہ کفار کشی اور شیرازی ہوئے اور یہ جانی بھی فضل کے اس قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی
 سوار کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے اور فضل نے اسی حالت زمداری میں رد مال سے اپنے سر کے زخم کو باندھ کر کے
 ہمدرد شیرازی کی کہشتوں کے پستے لگا دیے اور قریب تھا کہ قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور اس وقت بلجنگ جو ادایا بیان فضل بن
 جبکہ فضل بن گیا ہوئے خون آشام کے سر کے زخم سے خون بہت نکل گیا اور ضعف کی شدت سے اب طاقت طاق ہو گئی
 تری سستی سے تلوار مارتا تھا ملکہ گوہر ملک نے جو باؤس بنت باغ سے دیکھا کہ کوئی دم میں فضل کش کھائے
 گرا چاہتا ہے اور فوج شکست کھا کے بھاگ کر رہی ہوئی بیاضہ سر پہنت قبلہ منکر کے رورو کے دھان گئے ملی
 اور ملک یا قوت ملک بھی گریان اور مالان دست بدعا ہی اور دونوں بادشاہزادان حضور طلب اور خلوص
 نیت سے جناب باری سے ملتی ہیں اور کتنی عین کہ در بکرم توسیع و بصیرت پر قادر اور قید پر ہم لوث یون کی
 غوت اور عزت کا سچانے والا اب سوائے تیری ذات کے کہ تو حافظ عیسیٰ جو اور کوئی نہیں قطعہ خداوند اکر دانی
 بلار اورین آفت زماکن جان مارا ہو کئی آن دو کسوے محمد زبون گردان زردستان مارا اور کسب قسب کو
 اپنے سمت موافق کشار جو کر کے ہزار غرور کشار با چشم شکار بکارتی عین کبت سگر و سنار بکارت ہی جبریل کا اخیر
 تمہیں تباہ دیوہ میں سو برس نبی جی سے آگے مانگے سلمان کو چھوڑے دیوہ جب غیر تیری گڑھ ہمیر تیرے اتر مارے
 سین ملک دیوہ میں منتی کروں کسین اسد مری میر کیوں دیر ملک دیوہ اور کبھی حالت یاس و ہر اس میں کتنی شہد با غی
 یا فائزہ بنت مصطفائی مدد سے وہ سے منظر ذات کبر بانی مدد سے برقصہ ہلکے ستار میں فوج شہرہ اکمالک و خنار مدد کی مدد سے
 ابھی ملک گوہر ملک و یا قوت ملک ہی دما میں ملک میں عین کیا کیا مارا پردہ بیابان گروت بزم است نیرہ نیرہ وغیرہ خبرہ
 سرگرداں سان سپید و پست گرد میں دوزخ و سلطان دجیان خون ہزار لٹ و دسان ہوائے مارا گرد کو گردنے مارا ہوا کو دمن گرد
 شکافہ ہوا وہ میں سے آگے آگے تو شاہزادہ و تہم منولت بدیع الزمان و لاہوت اور دست چپ کو شاہزادہ شیر و میں
 حمزہ دونوں بہادر با شمشیر بیان نعرہ کر کے قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور اس وقت بلجنگ جو ادایا بیان فضل بن
 میں تمام لشکر کفارہ دبا لایا گیا اور شاہزادہ بدیع الزمان لاش برائش دھر پردہ سر پر سکرانما بار قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی
 قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور اس وقت بلجنگ جو ادایا بیان فضل بن
 خداوندی نقلاے مسافت بعد از کر کے بیان آیا تھا ایک ایک ایک در لوار کا بصر اندس شاہزادہ نامدار کیا شاہزادے نے
 اسکی ضرب کور کے تیغہ ظہور و یونہد کو ٹپکے سر پر مارا اور اسے سر فراخ دین کو تباہ کیا تھا ملکہ تیرے سر کو کاش کے خود اور دو اپنے
 کو تراش کر چار نعل سون از گیا قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور اس وقت بلجنگ جو ادایا بیان فضل بن

غیر گردن کو قلم کر کے نکل گیا اور وہ کندہ ماترائش مانند طائوس آتش بازی کے چرخ مار کے زمین پر گر پڑا کفار نے جو قسطنطنیہ اور سورسور کو زخمی کر گئے پر سے اُترتے دیکھا جھٹ پٹ چار طرف سے رد کیا اور اُسے اُتھا کے لئے بھاگے اور سب فاش لشکران قسطنطنیہ اور سورسور کے ہوئی جو زور پکڑا تھا اور جو جہان تھا وہاں مارا گیا باقی ماندہ جتنے تھے جس نے جدھر پہنچتا یا اُس طرف کو جان بچا کر بھاگ کر اُترا ہوا مگر اب فضل بن گیا ہو ر خون آشام بسبب زخم کاری کے جبکہ نہایت سخت ہو گیا تھا تو اپنے گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیتے تھے اور خود سلا اور محض خیر ہو گیا تھا مگر اب اُس کو بے ایک سمت کو چلا جاتا تھا اب دیکھتے کہ فضل بن گیا ہو ر خون آشام کا کہان سراغ ملے یہاں لشکر قیروزی اور شاہزادہ نامور کا شاد بانیے فتح تھے جو اُس کے اور کچھ کھارہ پیر کا مال بھیاب لشکر کفار کا لوٹ کے ہمراہ رکاب انفراتساب شاہزادہ عالم کے رزم گاہ سے پھرا اور شاہزادہ عالی جاہ بدیع الزمان مع شاہزادہ شہرہ بن حمزہ داخل چار بلخ ملک حرمان دیو کش ہوا

اب دو محلے دستان فضل بن گیا ہو ر خون آشام سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ فضل بن گیا ہو ر خون آشام سے جو غریبہ رزم گاہ میں قسطنطنیہ اور سورسور کے باغ سے زخم کاری کما کے اپنے دونوں ہاتھ گھوڑے کے گلے میں گداز دیے اور بیوش ہو گیا تو خود فضل کو بے سر پٹ چلا جاتا تھا دوسرے سرداروں کا وقت تھا کہ رختشان کوہ کے نیچے گھوڑے کے فضل کو اپنی پشت پر سے گرا دیا اور اُس کے دونوں کا بھوکا یا سا تھا آپ چرہ میں شغیل ہوا حسب اتفاق اس سرزمین رختانیہ کا بادشاہ رختشان شاہ نامے ایک مفریان درگاہ لقا سے لاکھ سوار کھانا ملک بڑا ہوا اور شیراز میں اس کی بیٹی ملکہ جہا سے گوہر پوش نامے ایک ماہ طلعت مچھین پری ویش جو رنگین کر کے اسے اسی رختشان کوہ کے متصل ایک باغ نہایت پر فصحاء و جمہور کراہی اور اکثر اوقات بطریق تفریح مٹگشت باغ کو مع سارے چار سوانچی جہدوں اور ملازموں کے وہاں دس دس بارہ بارہ بزرگائی تھی چنانچہ جس روز کہ فضل کو گھوڑے کے وہاں زیر کوہ لاکے گرا دیا ملکہ جہا سے گوہر پوش مع اپنی صحبت و ایوان کے اُسی اپنے باغ میں تھی کوئی نوکر ملکہ جہا سے گوہر پوش کا صبح کے وقت وہاں آ نکلا اور اسے دیکھا کہ ایک گھوڑا نہایت خوبصورت بازمین و بکام صبح کا چراگاہ میں بھڑا ہوا اس شخص کو بخیال حرص دنیا فکر ہوئی کہ کسی گھاٹ سے یہ گھوڑا بیوا رہے ہو یا اسے پرکڑے زبور ہکا اُتار بیٹھے اور یہ سوچ کے چند قدم اس گھوڑے کے پیچھے آگے بڑھا اس کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ اسے دیکھا کہ ایک سمت ایک جوان رفقا با چوڑے زیبائے تمام سلاح جسم پر نکلتے پوشاک فاخرہ بنے مگر خون آغشتہ خاک پر بیوش اور خود را موش پیرا ہوا وہ شخص یہ تھا شاہ دیکھ کر وہاں سے بے سرعت تمام پھرا اور ملکہ کے باغ میں جا کے دو چار اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ میں پہاڑ کے صحرائیں ایک گھوڑا بہت خوبصورت کسی ہزارہ و پیر کا زبور پہنے پھرتا ہوا ایک جوان وجہ تکمیل زخمی پڑا ہے کچھوں نے کہا چلو دیکھیں غرض وہ سب وہاں آئے اور فضل بن گیا ہو ر خون آشام کو دیکھ کر اُس میں صلاح کی کہ اس زخمی کو مع اس کے گھوڑے کے ملکہ جہا سے گوہر پوش کے پاس اُتھا کے بے ملین کچھوں نے کہا اچھا ہے چلو آخر ایک چار بانی لاکے فضل بن گیا ہو ر خون آشام کو اُسی غش کی حالت میں چار پاکی پر ڈال کے اور اس گھوڑے کو پرکڑے پھر بھی باغ میں ملکہ جہا سے گوہر پوش کے سامنے لاکے اور سب حال بیان کیا بلکہ جہا سے گوہر پوش فضل بن گیا ہو ر خون آشام کو دیکھ کے نگاہ اولیں ہزار جان و دل سے خیر ہوا اور عاشق نہار فضل بن گیا ہو ر خون آشام کی ہوئی مگر خیال آمل اندیشی اور بے اعتنا سے درہست کہ مبادا میرا زکر کسی پرافشاخو جائے خوب سنا آپ کو سب کمال کے اپنی راہ سے کہا کہ اے خدا یہ

تو اس زخمی کے زخموں میں ٹپکے دلوں کے مرہم بھی کر اور اپنے مکان میں لیجی کے بہت اچھی طرح سے اسے رکھنا جب یہ زخوی
 تمام صحت پا جائے گا تو اس وقت اسکا حال دریافت کر کے کہ یہ کون شخص ہے کہاں کا رہنے والا اور زخمی کیونکر ہوا اسکو صحت
 کر دینے مقصد سے ملکہ ہمارے گوہر پوش کی فضل بن گیا ہو خون آشام کو ایک مکان میں لے گئی اور اس میں قسیم
 سب میں ہو گئی کہ یہ راز کہیں فاش نہ ہونے یا نکلے تلاش کروا کے کسی جراح سے مرہم منگایا اور فضل بن گیا ہو خون آشام
 کے زخم پر اس مرہم کے چاہے لگائے جب دماغ کو ہوا لگی تو فضل کی آنکھ کھلی اور اسے دیکھا کہ میں ایک بیلنگ پر پڑا ہوں اور
 میرے گرد و پیش چند ناتھان ہر چہ میں ماہ نگین کچھ منہی میں کچھ کڑی میں نہیں ایک نازنین نہایت حسین ہر کیت سندر
 روپ سروپ ہمارے یوں لپٹے جو رنگ میں لپٹے۔ جون ہول بخون کوں دیکھے دیکھے قسیم دیکھے ہی جیجے۔ پرہ کی چوٹ سی
 ماجات سند دوسرے اور کو دھن دیکھے۔ اور بناوٹے نہ بنے دیکھے ہی جیجے۔ فضل بن گیا ہو خون آشام
 نے اس سراپا حسن و دلیری کو دیکھ کر کینگا۔ اور لین ایک تیر عشق بکر پر کھائے اور ایک آہ سرد دل پر دوسے کھینچ کے
 مثل مربع بسمل اپنا کلیجا دونوں ہاتھوں سے بکڑ لیا اور بکڑ بکڑ کے دم بھر میں جوہر پوش ہو گیا ملکہ ہمارے
 گوہر پوش بخون اس شعر کے شعر دل را بدن بہتست وین گنبد سپرد از سوتے کینہ کینہ داز سوت ہر ہر چہ
 کہ یہ شخص سی وابستہ افت اور شیفہ محبت میرا ہو گیا ہے ہر خوب سا ضبط کر کے اور باتوں میں مصروف ہو کر
 اتنے میں ہر کہیں پر جو فضل کے ملکہ کی نگاہ تری تو معلوم ہوا کہ یہ شخص گیا ہو خون آشام سے سا اور گناب
 کا جو تھا بیٹا فضل ہر نگاہ دم بھر کے بعد ہر فضل کی آنکھ کھل گئی اور ملکہ کو نظر حسرت دیکھنے لگا غلغلے کھا کر
 شخص کیا متوشش ہو کر دیکھ رہا ہے سرگزشت تیری میں بیان کر دوں ماجرایہ ہوا مجھے ہر سے ٹھوڑے سے حالت تش
 میں بیان زیر رخشان کوہ لاکے گرا دیا تھا میرے ملازمین مجھے اٹھا کے میرے پاس لے گئے ہیں اور ہر سرزمین رخشا نیم
 ہو میرا پرخشان شاہ بیان کا بادشاہ لاکر سوار کا مالک ہے آئندہ اگر تو عاقل اور نیم ہو تو اپنے دل میں
 سیم کے چپ ہو رہنا شعر دل است این فلک نتوان کردا دل شود باہر کہ خواہد اشتنا دل۔ جو سوت کہ میں نے
 تجھے باہر حال دیکھا کچھ مقام دم مارنے کا نہیں کہ جو میرے دل کی حالت ہے مگر یہ کف ہو کے اور اپنے باب سے غنی
 تجھے میں نے بیان لاکے رکھا ہے اب نہیں معلوم کہ کچھ تیرے دل کو بھی جذب محبت اور کار ہر یا نہیں فضل بن گیا ہو
 خون آشام نے قسیم ہر کے جواب دیا کہ ای ملکہ شعر چاہت کو میرے آپ نہ دم دے کے پوچھے۔ اپنے ہی جی سے آپ
 قسم دے کے پوچھے۔ الا شر و لا بشر طریبا عی بدنا بیان لینے ہم تمہاری خاطر۔ رسوائی میں لینے ہم تمہاری خاطر۔ غم
 بھی تو کر دہماری بات اک منظر۔ تو کیوں نہ کر لینے ہم تمہاری خاطر۔ ملکہ ہمارے گوہر پوش نے کچھ دذیرہ نگاہ سے
 فضل کے منہ کو دیکھ کر طر و لیر نہ ادا نماز عشق خانے بوجھا کہ فرمایے وہ کوئی بات ہے فضل نے کہا ای ملکہ اصل
 حقیقت یہ ہے کہ میں غلام جان شاعر ہر ادا بدیع الزمان نامہ انکا ہوں اگر تم کلمہ شہادت پڑھ کے طہ بننا میں
 اسلام قبول کرو تو تمام ہر شعر گرسو چشم من شینی۔ نازت یا شہم کہ ناز شینی۔ ملکہ ہمارے گوہر پوش نے کہا کہ ای
 فضل بن گیا ہو خون آشام شعر کے تورات دن کو تو کوں میں رہت ہے۔ کفر میں کچھ نہیں۔ ہر کے دل سے کی بات
 ہو۔ اور کاوسی دلوں نے کہا ہے شعر عشق ازین پسیدار دست دکنہ۔ سیمہ راز مارا دست دکنہ۔ اچھا مجھے ہر حال
 تیری خوشی منظر ہے جو تو کہے گا میں قبول کروں گی وہ کلمہ ارشاد فضل بن گیا ہو خون آشام نے کلمہ شہادت
 تلقین کیا اور ملکہ ہمارے گوہر پوش مع رخی دہر اور محبت دایوں کے کلمہ طیبہ پڑھ کے مشرق اسلام ہوئی
 اور بعد چند روز کے فضل بن گیا ہو خون آشام کا زخم اندمال پڑ گیا اور غسل صحت ہوا اور ملکہ نے تیار ہی خوشی کی

کر کے محبت نایب رنگ کی قرار دی اور ہر روضہ سے شام تک ملکہ ہما سے گوہر پوش اور فضل بن گیا ہو خون آشام
 باہم شراب عیش سے مدوش ہم آغوش رہتے تھے ایک روز کی نفل کی رخشان شاہ بادشاہ بطریق سیر و شکار سواری ہو کر
 اس وقت آنکلا اور پیادہ اسکو خیال ہوا کہ ایک مدت سے میری بیٹی ملکہ ہما سے گوہر پوش بیان سیر باغ کو
 آئی ہے اور میں نے نہیں دیکھا ہے اور اسکو بھی دیکھتا چلوں اندرون باغ قدم زن ہوا تو افسوس و اندولوں بانڈیوں
 نے رخشان شاہ کو آنے جو دیکھا تو سب کی سب سرکشیہ اور بدحواس دوزی ہوئیں ملکہ ہما سے گوہر پوش کے
 پاس آئیں اور عرض کی کہ اے ملکہ عالم آب غافل کیا بھی بن رخشان شاہ آپ کا باپ بیوٹا ہو شمار ہو جائے
 ملکہ نے جو آعد باپ کی سنی تو خستہ خوف سے نفل قالب بجان محو حیرت سکتے کی صورت رہ گئی آنحضرت نے نہیں
 پائی تھی کہ سانس سے رخشان شاہ نے فضل بن گیا ہو خون آشام کو اور بیٹی ملکہ ہما سے گوہر پوش
 کو مدد بخش دہم نفل ایک سندر پتیا دیکھ کر خجھر کرے کھنچ کر بچارا کہ باش ای تیرہ بر تیرہ در گار تو کون شعر مضائقہ
 و امانت جو این سان + رسیدی بے خط و در نصرتا بان + اور برابر ہو کر خجھار فضل جہان مٹا تھا اسی طرح پر
 و مان مٹھا رہا جسوقت کہ چمک خجھر کی دیکھی بائیں کھنٹے کو زمین پر قائم کر کے داہنے ہاتھ سے بندہ دست رخشان شاہ
 کا پکڑ لیا اور اسکی کلائی کو نشانہ دیا تو خجھار ہاتھ سے چھوٹ کر علیحدہ گر پڑا اور جھٹ پٹ فضل رخشان شاہ کو
 پشت زمین کر کے چھائی پر ڈھ مٹھا اور پوچھا کہ اے رخشان شاہ حالہ در شناختن پروردگار عالم چہ می گوئی رخشان
 شاہ نے کہا میں زمانہ دراز لاگو سوا کا ہوں یوں تو مجھے منظور نہیں ایک شرط ہی اسکو اگر تو ادا کرے تو کیا مضائقہ
 جو تیرا دن ہو میں قبول کر دوں فضل نے کہا کہ وہ شرط اپنی بیان کرنا وقتیکہ تمام حجت نہ کر دینا کچھ نہ کہنا رخشان
 شاہ نے کہا ایک شیر خوشوار مردم اندر اٹھا رہا کہ اسکی قرب و جوار میں رہتا ہوں اگر تو اس شیر کا شکار کر کے مجھے
 دے دے تو تا فید حیات تیری اطاعت اور زمانہ درازی میں میری خدمت حاضر ہوں فضل بن گیا ہو خون آشام
 نے رخشان شاہ کو چھوڑ کر کہا کہ بسم اللہ اے رخشان شاہ سوار ہوا ورنہ اپنے ہمراہ لیجا کے اس شیر کو دور سے
 دیکھا وے رخشان شاہ اسی وقت باغ سے باہر نکلا اور فضل بن گیا ہو خون آشام کو اپنے ساتھ لے کر
 اُس صحرا میں گیا اور جاسوسوں سے تحقیق کر دے کہ وہ سانسے اس جھاڑی میں شیر رہتا ہے فضل نے جیستی تمام
 غریب اُس جھاڑی کے جلے دیکھا کہ شیر غافل پر اسونا ہے اسوقت فضل نے باواز بلند کہا کہ اور وہاں کیا ہے
 سونا ہے ہو شمار ہو جا کہ نصیر تھا اور اہل زمین تیری کفری ہو اور اس کے ساتھ شیر کی آنکھ کھل گئی اور فضل بن
 گیا ہو خون آشام کو باختم شیر بیان اپنے سانسے کھڑا دیکھ کر بڑھا ادا ایک ہی جست میں برابر فضل کے پہنچ کر
 جا ہٹا تھا کہ نصیر مارے فضل نے تلوار ماری شیر تو جست کو کسے جست پر جا رہا اور اسکی تلوار وہاں ایک پتھر پڑا تھا اسپر جو
 پتھر ہی تو وہ ڈگڑے ہو گئی ایک مرتبہ شیر پھر حملہ در ہو کر آیا فضل جست کر کے دہنی طرف جا رہا شیر نے چاروں یا توں
 اپنے زمین پر قائم کیے فضل فرصت پا کے اس شیر کی پشت پر سوار ہو مٹھا اور دونوں ہاتھوں سے شیر کے دونوں
 کان پکڑ کے جو زور کیا تو کان شیر کے اکھڑ آئے اور دو زمانے خون کے بنا گوش سے شیر کی جاری ہو کر رخشان
 شاہ نے جو یہ ماجرا دیکھا تو بے ساختہ بچارا اے بہادر پس مجھے ثابت ہوا کہ دین تیرا برحق ہے جو تیرے دین کو
 اختیار کرے وہ کیا ہے فضل نے کلمہ شہادت ارشاد کیا رخشان شاہ کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور
 کہنے لگا کہ میں نے ملکہ ہما سے گوہر پوش کو برضا و رغبت اپنی تیرے صدیقین و بافضل نے کہا کیا مضائقہ مگر
 تا وقتیکہ شاہزادہ عالی تیار بدیع الزمان نامہ کی شادی ملکہ گوہر ملک کے ساتھ نہ ہوئی مجھے تیری بیٹی سے

کچھ علاقہ نہیں بروقت شادی ہونے شاہزادہ عالم کی ملکہ گوہر ملک کے ساتھ میں بھی تیری بیٹی کے ساتھ عقد کرونگا یہ لکے شیر پر سے اترے اور دھیر ترسان اور لڑائی جیتیں کرنا مستحرام چلا گیا یہاں رخشان شاہ فضل بن گیا ہورخون اشام کو ہمراہ لے اپنی بارگاہ میں آیا

اب ہمہ داستان شوکت بیان خاوردیہ ملک قاسم علی خٹان خوزر قاری سے گزارش کیا جاتا ہے کہ شاہزادہ قاسم جو مراد کوہ میں مرادشاہ کھدانت فوج و سپاہ کی کر رہا ہے اور اس فکر میں ہے کہ لشکر جمع کر کے برسر گنجاب جاؤں ایک روز کی نقل ہے کہ خاوردیہ ملک قاسم نے فرمایا کہ میں بہت دوز سے شکار کھیلنے نہیں گیا ہوں دو چار روز اسی گرد و نواح میں شکار کھیل کے پھر آؤنگا مرادشاہ نے عرض کی کہ بہت خوب اور اسی وقت سامان شکار لکھ بطلب کیا اور شاہزادہ قاسم بہت شکار سوار ہو کے چلا تھا کہ کار بھی قریب میں ایک شہر ہو کر نام نکا ارکانیہ ہے اور حاکم دیان کارکان بلند اختر نامے ایک بادشاہ بڑا صاحب جاہ ہے دو پیلوان لکے ایک کا نام ارقم خوک میشانی اور دوسرے کا نام خرماسے خرماسے تھے اندام تھے سگڑش اور زبردست ہیں جبکہ ارکان بلند اختر نے سنا کہ مرادشاہ قاسم کا قریب ہو کے سلطان ہو گیا نہایت ج و ناب کھلے اپنی بارگاہ میں بادشاہ بلند کہا کہ اس پیلوان میں چاہتا ہوں تم میں سے ایک پیلوان جا کے مرادشاہ کو سیاست نمائش کر کے پھر بدستور قہیم دیں بلقا پرستی پر لاکے اور جودہ قبول نہ کرے تو سر اسکا قلم کر کے میرے پاس رکھے یہ کلام ارکان بلند اختر کا لکے ارقم خوک میشانی نے کہا کہ میں جا کے ابھی مرادشاہ کو سمجھائے دیتا ہوں اور اگر وہ سر ہو میرے کہنے سے اخراج کرے گا تو تمام آئسکے ملک کو برباد کر کے سر اسکا لاکے آپ کے سامنے حاضر کرونگا ارکان بلند اختر نے اچھے کو بھی ارقم خوک میشانی کے ہمراہ کر دیا اور لاکو سوار اسکے پاشام کو کے روانہ کیا اور وہ ارقم خوک میشانی سے ارکان بلند اختر کے بیٹے اور لاکو سوار کے کوچہ در کوچہ جہد حرم محل اور قطع منازل قریب مرادشاہ کے ملک کے پہونچا اور دیان پہونچ کے اسے سنا کہ قاسم کہیں شکار کھیلنے کو گیا ہے اندرون مراد کوہ فقط مرادشاہ اکیلا ہے یہ حال سننے بہت خوش ہوا اور بہت وقت کو قیمت جان کے قیفا کر کے روانہ ہوا مرادشاہ نے جو یہ خبر سنی کہ ارقم خوک میشانی اور بیٹا ارکان بلند اختر کا مع لاکو سوار کے آئے ہیں وقت تمام اپنی فوج و سپاہ کو لے کے سوا ہوا اور مراد کوہ پہونچے آئے کے غور سے فاصلے پر ارقم خوک میشانی کے لشکر سے بارگاہ اپنی ہستاد کردائی اور اترے ارقم خوک میشانی کو جو یہ خبر پہونچی کہ مرادشاہ سے اپنی فوج و سپاہ کے مراد کوہ سے آئے کے بہت مقابلہ اور مجاہدہ آیا ہے اور تھوڑی دور پر بارگاہ ہستاد کردائی یہ نہایت درجہ ذہین ہو کر حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بلبل جنگ بجاو اور بموجب اسکے کہنے کے لشکر لغار میں بلبل جنگ بیدار ہوئے حاکم وقت کو اور بلبل جنگ کی مرادشاہ کے لشکر میں پہونچی مرادشاہ نے بھی حکم دیا کہ کھدانت ہمارے لشکر میں بھی بلبل جنگ بیدار ہو جائے صدا بلبل جنگ بلند ہوئی اور رات بھر دونوں لشکروں میں بڑی ہوشیاری اور جاگ رہی جبکہ زبان سر جاگ ہوا اس طرف سے ارقم خوک میشانی سے اپنے لشکر کے اور آمد مرادشاہ سے اپنی فوج و سپاہ کے نکل کے نان میدان میں آئے قائم ہوئے اور بلبلوں کے طرفین سے مہینہ اور مسرہ قلب و جناح ساتھ کہیں گاہ آگے کا ہوا دل چھے کا چند اول جو دھون مہین یا تین مہین آراستہ ویراستہ کر لیں کلکت نکل کے کرکیتی کرنے لگے ارقم خوک میشانی اپنے لشکر سے مرکب جھلکے سر میدان آیا اور بکارا اے لشکر مرادشاہ از شما کہ آرزو سے مرگست کہ باید بیدار ان جنگ آنا کلمہ پورا ارقم کی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ اس طرف لشکر مرادشاہ سے سہیل ستارہ چشم گرہ میشانی مرادشاہ سے اجازت لے لے کے مقابلے میں آیا اور بعد نیزہ و رسی ضربہ شمشیر سے ارقم خوک میشانی کی سہیل ستارہ چشم

میر جہ شہادت فائز ہوا بعد اسکے پیر کسی کو مراد شاہ کی فوج میں حوصلہ نکل کر اس سے مقابلہ اور مجاہد کر کے کاٹھنوا
 اس وقت مراد شاہ نہایت سرسبز اور ریشیاں حال ہوئے کچھ غنیمت اور خلوص نیت سمیت قبلہ منہ کر کے بادل بریان
 لشکر بڑاں جناب بارہج سے سندھی اور گجراتی ہوا کہ ایک فادرز و اہلانی فائق زمین و آسمان میں بندہ عامی جدید الاسلام
 ہوں صدقہ اپنی وحدت کا ابرو میری رکھنے بیٹھان سمیت میں شاہزادہ والا خیرت خا ورسپاہ ملک قاسم نعل
 خندان خوزر خاوری کے آئینے علوم ہوا ہر قسم

چو باختر ماندہ دامن ترا	درین عاجری چون گوئم ترا	تو گشتی ہزاراں میں کہ درج ذاب	دعاے کندہ من کیم مستجاب
چو بروری از زہ گزرد و در	خوردیشہ مغرور و در	چو ریشگر دشمن آری ریش	بمغان کشی قبل و صحاب قبل

ابھی بیٹا جانتا تمام نہیں ہوئی تھی کہ سلسلے کے شعرا و دین
 دشت و ماچ اونک + گردے ہر فاسط طویار تک + اور اس میں سے دیکھا کہ فضل بن گیا ہور خون آشام اور
 رختاں شاہ مع و کوسوار کے نو در ہوا اور بعد ازاں جانی کے لشکر کفار نے چند عہد پر مشون کو مغلوب کر لیا ہر فضل
 برابر رقم کے پونج کر پکارا کہ باش او کا در کمان جانا ہر رقم خوک میشانی نے فضل کو دیکھ کر کہا اے اجل سیدہ تو کون کر
 مرنے کو بیان آیا ہر ایک کے ایک ضرب تیغ بر سر فضل ماری فضل نے اسکی ضرب کو خال دے کر نبرد دست ہکا کر لیا اور
 دہنا کا تو کر زخمیر میں رقم خوک میشانی کی ڈال کے سلسلہ ہد اکبر طرے کھینچا اور ایک زور میں رقم کو فائز زمین سے
 اٹھا کے سر سے بلند کیا اور چرخ دے کے زمین پر مارا کہ چاروں ٹٹلے چت گرا اور ہر فضل اپنے گھوڑے پر سے کود کر رقم کی
 چھائی پر چڑھ بیٹھا اور کہا اے رقم خوک میشانی عالا درختاں میں پروردگار عالم چہ نیگولی اسے بیغشون اس شعر کے
 شعر نصیحت کن مرا چندا کہ خواہی + کہ تو انی بستن از زنگی سیاہی + کچھ مہلات و اہیات جواب دیا تھا کہ پورا
 کلمہ اسکی زبان گس سے نہیں نکلے پاتا تھا کہ فضل نے ایک ہاتھ سے سر ہکا پکڑ کے زور کیا اور سر ہکا ڈھڑے کھینچ کر علیحدہ
 پھینک دیا اور اسکے گھوڑے پر سوار ہو کے آمادہ کفار کشی ہوا ناگاہ مینا رقم کلکشا پور بن رقم مشور تھا ایک فریہ
 کا ہے باب کیلے پھیر رہے ہندہ مقابلہ فضل بن گیا ہور پونجا اور کہا اے فضل کہ گدازم نہ متبیح و سلامت میرے باب کو
 مار کے میرے سانسے سے مینا پکڑ کر کمان جا بیگیا کہ کمر تھوار فضل کے سر پر ماری فضل نے اسکے وار کو خالی دے کر بوقت
 بر گشتن دواں کر پر اسکی تینہ مارا کہ شل خیل تر ویر کا لہو کر لاش اسکی خاک و خون میں لوٹنے لگی جبکہ فوج و سپاہ نے رقم
 خوک میشانی کی شاہ پور بن رقم کو بھی دیکھا کہ ہر گیا سب کے سب ہر بیت کھاکے جاگ کھڑے ہوئے اور ارکان بلند خیر
 کا بیٹا ملکیت نانش کھاکے سمیت ارکانیہ نکل گیا مراد شاہ نے تحقیق کیا کہ یہ فوج اسلام کمان سے میری مدد کو آئی ہے تو
 معلوم ہوا کہ فضل بن گیا ہور خون آشام ملازم جان شار شاہزادہ مدیع الزمان بعد اسی وقت مراد شاہ فضل
 سے بڑی عظیم و کیم سے ملازمت حاصل کر کے فضل کو انجی بارگاہ میں لایا اور بڑے اعزاز و اکرام اور نیکی سے تین روزہ مانداری
 میں مصروف رہا روز چہارم فضل مراد شاہ سے رخصت ہو کر دست چار باغ بندہ سمیت شاہزادہ مدیع الزمان و زہرا اور
 کمال شہسہ کہ قاسم جو بھڑی سیر و شکار مراد شاہ کی بارگاہ سے سمیت مخوار و اندھ آؤ کو سون تک تلاش میں ہر اکسین اس جنگل
 میں کو ایک شکار نہ ملا اتفاقاً غوڑی دور کے جکر ایک ہرن پڑا خا ورسپاہ نے چا لاکہ اس ہرن کو زندہ نہ کٹیکر کر دیں اور اس
 نیماں میں گھوڑے کو چھیر کر اس ہرن کی پیچھے چلا اور پہل گھوڑے اور سوار کو اپنا حریف جان کے چوڑیاں ہر تا ایک سمیت
 کو بھاگتا اور قاسم بھی پیچھے ہرن کے گھوڑا سر پٹ ڈالے کوئی کوس بجز جب دوزل گیا اور ہرن زندہ ہا غورہ آیا
 اس وقت غنیمت میں آ کے تیر کو ترش سے کمال کے کمان سے پکڑا کیا اور زہ کو زہ سے ملا کر علیہ کو تانا بنا گوش کھینچ کے
 نشانہ ناک کر تیر کو پرتاب کیا وہ تیر ہرن کے بانو میں لگا کر زندہ ہو گیا اور قاسم نے چھٹ پست

گھوڑے پر سے اتر کے ہرن کو زنج کر ڈالا اور خکار بند میں ہرن کو تھکا کے پھر کوکب پر سوار ہوا اور بہت عرا کو وہ چلا وقت
شب از بسکہ تاریکی تھی راہ بھول کے منزلوں کی گمراہی میں گیا جب صبح نمایاں ہوئی تو ایک قافلہ سوداگر کا علا شاہزادہ قاسم نے جو دست
کیا تو معلوم ہوا خواجہ شمس مغربی نامی ایک سوداگر و مسلمان بہت ارکانیہ کے جاتا ہے یہ بھیر بھار اور قافلہ سب اسکے
بمراہ ہے شاہزادہ خا ورسپاہ قریب اس قافلہ کے پہونچا اور یکا یک خواجہ شمس مغربی نے جو قاسم کو دیکھا تو پہچان
گیا بسح ہی خاورداری قاسم کی کر کے بڑی تواضع اور تکریم سے بعد ادراکی حال گذشتہ اپنے خیمہ میں بے گیا اور ہمانداری
کی دوسرے روز قاسم بھی لباس تاجرانہ پہن کے ہمراہ اس سوداگر کے چلا اور شہر ارکانیہ میں پہونچا خواجہ شمس مغربی
نے ارکان بلبلد اختر بادشاہ سے ملاقات کر کے جو کچھ کہنے لگے تحائف مال تجارت سے اپنے ہمراہ لے گیا تھا وہ سب اسے
منذویہ بعد اسکے بادشاہ سے نصبت ہو کے کاروانسرا میں جا کے اترا اور خرید و فروخت مال و سباب تجارت کی
کرنے لگا یہاں ارکان بلبلد اختر نے ایک روز رمالوں کو طلب کر کے پوچھا کہ میرا بیٹا شاہزادہ اور رقم خوکیشانی سے ملا لگا
کے جو بہت عرا کو وہ برسر مراد شاہ گیا ہے ذرا تم اپنے دل میں دیکھو کہ وہ وہاں سے قیاب ہو کر کینک اپکا حسب احکم
ارکان بلبلد اختر کے رمالوں کے ذمہ چینگ کر اپنے دل میں دیکھ کر کہا اس شہر یا شاہزادہ سے مع رقم خوکیشانی پہلے تو قریب
تھا کہ اس لڑائی کو فتح کر لینا ثابت ہون ہوتا ہے کہ کسی طرف سے کچھ مدد مراد شاہ کی پہونچی اور رقم خوکیشانی جان سے
مار گیا اور شاہ پوزر خمی ہوا اور تمام لشکر نے شکست فاش کھائی یقین ہے کہ صبح دشام میں شاہ پوزر خمی ہوا اور ارکان بلبلد اختر
یہ حال سنے کہ اسے اس وقت سے لگا اور نہایت غموں اور کدہ ہو کے ہی کچھ نہیں کہنے پایا تھا کہ شاہزادہ خا ورسپاہ جو سامنے
ارکان بلبلد اختر کے بارگاہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا یہ سارا حال سنے نہایت درجہ پرہم ہوا اور ایک مرتبہ جانب ارکان بلبلد اختر
مخاطب ہو کے کہنے لگا کہ ایسا بکار تیرا روزگار تیری کیا اہل و حقیقت تھی اور تو اپنے دل میں کیا سمجھا کہ جس حالت میں مراد شاہ تھا
اور میں دہان نہ تھا اور تو نے مراد شاہ پر لشکر کشی کی اور جو صلہ دم دیکھا کر لیا ارکان بلبلد اختر نے یہ گفتگو شاہزادہ خا ورسپاہ
کی خوشی نہایت ضبط و غضب میں آ کے پوچھے لگا کہ ارکان بلبلد اختر تو کون جو ایسے سخت اور بدست کلام غلات ادب اپنی
زبان پر لایا اور بعد اسکے اپنے بارگاہ نشین سرداروں کی طرف دیکھ کر کہا کہ ہاں ایسا ہو جائے نہ دینا اتنا شاہ ارکان بلبلد اختر
کا پا کے چاروں طرف سے کھار سیر تلوار اپنی اپنی ہتھکان کے برسر شاہزادہ خا ورسپاہ آ کرے اور قاسم نے غصہ بہد اکر ملے کیونکہ وہ کیا تھا

ملک قاسم آن شاہ خا ورسپاہ	ازم تیغ برابر و نیزہ بساہ	از آب زم زم تیغ شستم زمین	ایہد باختر شد ز بر زمین
اگر تیغ بر کوہ خسار از غم	از تن شاخ گاوزمین بر کم	از کاخان عیا دنا بکاران	یر دعا ہر کہ داند داند دہر کہ داند

حالا مراد شاہ دینا سدا کہ شمس نور حدیث و سلطنت و شجاعت صاحب غم مبتاز و زم شاہزادہ خا ورسپاہ ملک قاسم
لعل خندان خوزر خاوردی اور نعرہ کر کے آمادہ کفار کشی اور شیر زنی ہوا اور بہت سے کافروں کو جہنم واصل کر کے قریب
ارکان بلبلد اختر کے پہونچ گیا ارکان بلبلد اختر نے جب دیکھا کہ اب میں قاسم کے ہاتھ سے کسی صورت سے نہیں بچتا اس وقت
بقول سعدی شیرازی کے شعر وقت ضرورت چو نماند گر زبہ دست بگیر و شیر تیرہ ناچار ہو کے تلوار شاہزادہ نامہار
پر ماری قاسم نے چپتی تمام باہین ہاتھ سے بند دست اسکا پکڑ کے محسنا مارا کہ ہاتھ سے چھوٹ کے علیحدہ زمین پر
جا پڑی اور وہ اپنے ہاتھ سے ارکان بلبلد اختر کا کمر بند پکڑ کے زور کیا اور تخت سے اٹھا کے سر پر چیخ دے کر زمین پر مارا اور
پھر جھپٹ کر کے اسکی حمایت پر پھیل کر پوچھا کہ ایسا ارکان خا ورسپاہ ختن پروردگار عالم چہ می گوئی ارکان بلبلد اختر نے یہ نہ
اور قوت شاہزادہ خا ورسپاہ رستم صولت کی دیکھ کر کہا اس شہر یا اپنی اور حق مجھے معلوم ہوا کہ تیرا دین برحق ہے جو تیرا دین
اختیار کرے وہ کیا کہے قاسم نے کلمہ شہادت ادا کیا ارکان بلبلد اختر اسے صدق کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا

اور تمام ساکنان ارکانیہ اور فوج و سپاہ کو کلمہ تمغین کر کے مسلمان کیا اس عرصہ میں شاہ پور سرسید اور خراب حال رنجی بھاگا
 ہوا بیان ہو چکا اور ساری روداد و تراجم اس جنگ نامہ نمایان کی شاہزادہ قاسم نے پوچھا کہ مجھے کچھ معلوم ہوا کہ وہ کون
 شخص تھا جو مراود شاہ کی مدد کے واسطے آیا تھا اور کسے ماتر سے رقم خوک میثانی اور نورنجی ہو کر آیا ہے شاہ پور نے کہا
 فضل بن گیا ہو خون آشام بدیع الزمان کے کوئی نوکر وین تھا قاسم فضل کا نام سنے اپنے جی میں نہایت رنجیدہ
 ہوا اور شاہ پور بھی حسب نہایتش اور تلقین کرنے ارکان بلند اختر کے از سر مستی مسلمان ہو گیا قاسم نے یہ کلمہ کہا کہ اب
 میں پہلے مراود شاہ کو قتل کروں گا سو اسلئے کہ اسے بدیع الزمان کے نوکر کیوں گوارا کی اور مراود شاہ فضل کی اعانت اور مدد
 سے چھوٹا ہے مجھے ہکا فیصلہ از جملہ وجہات ہے یہ کلمہ شاہزادہ قاسم اسی وقت ارکان بلند اختر کی بارگاہ سے نکلا اور نہایت
 اپنے پر کب پر سوار ہو کر سمت مراد کو روانہ ہوا تاکہ راہ میں فضل بن گیا ہو کے لشکر کو دیکھ کر انباب اپنے لشکر پر ڈال لی اور
 بنقابہ فضل بن گیا ہو کر کے قیام دی کہ وہ بہادر جو سپاہی باشندے ان جوشین تیری تیری لاف زبانی شیریں ملک کو
 تیری جان کا ہون فضل کا چاہا اور مجبور ہو کے دست بٹھنے ہوا اور قاسم نے فضل کی تلوار کی بات کو چلنے کے لئے فضل کا پکڑ لیا اور زور سے
 کشتی پر پوچھی میں کیا ہے روز فضل بن گیا ہو شاہزادہ قاسم کو قتل کر کے جوے کلمہ سنا بہت تیرے دوش بدوش تیری جانب
 دیک سے کہو جوئے روز ہر دن چڑھے تھا و سپاہ ملک قاسم نے فضل کا لنگر توڑ کے زیر کیا اور چھائی پڑھنے کے بعد یہی پوچھا کہ
 تیرا نام کیا ہے فضل نے اپنا نام بتلایا قاسم بظاہر کمال اہم اور محبوب کے فضل کی چھائی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور بہت غصہ اور خشم
 کو کے فضل بن گیا ہو خون آشام کو طعت ملو کا نہ پنا یا اور خست کیا فضل بن گیا ہو خون آشام باسدیخ و قلام
 شاہزادہ قاسم کے پاس سے رخصت ہو کے آمادہ حرکت اور جہاز تھا ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں ایک کند کو بطور پناہی
 کے اپنے گلے میں ڈال کے سلا کند کا پہاڑ پر سے پاندھ دیا اور اس پہاڑ کے نیچے ایک دریا موہرن تھا اس میں کود ڈرا گلے
 میں تو کند تیری تھی وہ خوب زور سے خنجر گئی اور کند میں فضل مطلق زمین سے اور پانی سے بہت بلند ٹپک گیا اور کلا جھکند میں
 کھنچا ہوا اور پھینسا ہوا تھا تو دونوں کہتے ہیں فضل کی کھائی میں اور دم ٹھٹ ٹھٹ کے تھا جو پلا دم واپس تھا کہ حضرت
 خضر علیہ السلام نے آئے فضل کے گلے سے کند کو کھولا اور وہاں سے ایک پہاڑ پر لاکے لٹا دیا دو گھڑی کے بعد جب فضل
 کو ٹھوٹا لگی اور خست سے ہوش آیا تو کند ٹپک گیا تو حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی بائیں برکت پر کھڑا کھڑا بعد اندوہ و غم باخشم پر غم
 پوچھا کہ یا حضرت آپ کون بزرگوار ہیں حضرت نے فرمایا کہ مجھے حضرت بنی اور فضل پڑا عجیب ہے کہ قاسم سے زیر ہونے
 کا اس قدر جھمکہ اور رنج ہوا کہ تو آپ کو ہلاک کرنا ہی یہ قاسم نقابدار بن کے آیا تھا تو ایسا نادان ہو گیا یہ نہیں جانتا
 کہ یہ قاسم شاہزادہ بدیع الزمان کا بھتیجا جان و روح شاہزادہ بدیع الزمان کا ہے تو اس درجہ اپنے دل میں نہایت
 نہ کھینچ اور یہ میرت تیری بجا ہے یہ کلمہ حضرت خضر نے اپنے دست مبارک سے کمر فضل کی پاندھ کے فرمایا کہ آج سے
 میں نے مجھے نوا کردہ اپنا کسا اب جا کوئی روئے زمین پر مجھے زیر نہ کرے گا اور کوئی جیلوان تیری پیٹھ زمین پر نہ لگا سکے گا
 مگر تو بھی امیر حمزہ با تو فیرا در کرب غازی اور اولاد و صاحب قرآن سے کبھی حوصلہ مقابلے اور محاذ لے کا نہ کرنا یہ فرما کے
 حضرت خضر علیہ السلام فضل بن گیا ہو خون آشام کی نظروں سے غائب ہو گئے اور فضل نے دیکھا کہ وہ نور اور طاقت
 میرے جسم میں ہے کہ رستم و سام و زریمان بھی مجھ سے کچھ نیچے نہیں ہو سکتے اور مجھ سے برتری نہیں کر سکتے اس وقت
 فضل کے جی میں یہ خیال آیا کہ اب پھر جل کے قاسم کو کشتی میں زیر کروں مگر سمجھا کہ ہاں شاہ حضرت خضر نے مجھے منع کر دیا ہے
 اور سوئے اسکے قاسم صاحب غیرت ہے اگر تو قاسم کو ذلیل کرے گا تو قاسم لا شک وہ ریب اپنے کو ہلاک کر دے گا
 اس وقت ای فضل نور شاہزادہ بدیع الزمان کو کیا جواب دے گا بس یہیں ویش کر کے فضل پہاڑ پر سے نیچے

اُتر آئے دیکھا کہ گھوڑا میرا چرگاہ میں چڑھا ہوا ہے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جانب چار باغ روانہ ہوا پہلے
اپنے لشکر میں جا کے ملحق ہوا بعد اسکے مع تمام فوج و سپاہ کے خدمت شاہزادہ بدیع الزمان عالی جاہ پلا خضر
جس وقت فضل کے آمد کی خبر شاہزادہ بدیع الزمان نے سنی اسی وقت اپنے سب سرداروں کو فضل بن گیا ہوا
خون آشام کے ہتھیار کے واسطے بھیج کر رہے اعزاز و کرم سے بارگاہ میں طلب کیا بر وقت ملاقات شاہزادہ
بدیع الزمان نے جو یہ نقشہ اور رنگ اور نور فضل کے منور دیکھا تو اپنے جی میں شجیر اور تعجب ہو کر بہت خوش ہوا
اور محبت میں بیٹھ کے احوال پوچھنے لگا فضل ابھی بائیں کر رہا ہے کہ ایک مرتبہ امیر بن عمر و پوچھا اور بعد دعا و ثنا
کے عرض کی کہ شاہزادہ عالم کی عمر دراز ہو گنجاب ایک لشکر بے پایاں اور فوج و سپاہ و زادان جمع کر کے بیت
خاسد آتا ہے شاہزادہ عالی شان نے فرمایا کہ امیر بن عمر و خدا سے ما ترگ ست شعر سنی چیم ز شمشیر حبیب
ہر چہ آید بر سر من یا نصیب جو کچھ منشی تقدیر اور کاتب ازل نے لوح حسین پر میری برز دیوان فضل کلم قدرت
سے اپنے ترقیم کر دیا ہے وہ ہوا اور وہی برصہ ظہور آئے گا ہمیں فکر و تردد کا بغض بیفاکدہ ہے ابھی ہی بائیں
کر رہا تھا کہ سانس سے ایک گرد پیدا ہوئی اور اس گرد میں سے نقابدار مند پوش آتا ہوا شاہزادہ بدیع الزمان کے
پاس کے مکلف اس امر کا ہوا کہ اس وقت اگر ازراہ محبت میرے مکان پر ملو تو موجب میری خوشنودی گاہ شاہزادہ
عالم سے کہا کیا قباحت ہے چلو میں پلتا ہوں یہ کہلے شاہزادہ بدیع الزمان نے اسکو محاکمہ صحت قص و سرود قرار
دی اور نقابدار نے برسبیل مذکور کہا کہ امیر بدیع الزمان میں نے سنا ہے کہ گنجاب آمادہ جنگ اس طرف آتا ہے
لہذا میں جانتا ہوں کہ تو آتا ہے کہ شاہزادہ خا ورسپاہ بھی آج ہے اور وہ بھی تیرا شریک حالی ہو شاہزادہ
بدیع الزمان نے منس کے جواب دیا کہ میں جانتا ہوں ان نقابدار مند پوش کہ تو ہوا خواہ قاسم کا ہے مجھے جانا
گوارا اور بہت بہتر ہے اس بدعت سے کہ قاسم کی اعانت اور مدد سے کوئی کام میں کر دے پس آنا کہمکر نقابدار
سے رخصت ہوا اور اپنی بارگاہ میں آئے اپنے لشکر کی تیاری میں مشغول ہوا اور دوم گنجاب بحیثیت کثیر
فوج منشی کے قریب آ پہونچا اور کوئی پانچ کوس کے فاصلہ پر چار باغ سے اس طرف بارگاہ استاد کر دے کہ
اُتر پڑا اور چلنے بارگاہ نشین گنجاب نے تھے وہ سب کسب آئے گرد و پیش محنت گنجاب کے اپنی اپنی سبک
چڑھنے گنجاب نے کہا کہ میں پہلے ایک نامہ اپنے اچھی کے ہاتھ بدیع الزمان کو بھیجتا ہوں اگر بدیع الزمان نے
میرے اطاعت قبول کی اور میرا کمان مانتا تو میں سب جسم و خطا اسکے ماتحت کر دوں گا اور جو آئے
میرا حکم نہ مانتا تو پھر جیسا مناسب جائے گا سبھ توں گا حسب حکم گنجاب کے منشی نے نامہ لکھا اور گنجاب نے
آہنگ گرازدندان اپنے ایک سردار کو وہ نامہ دے کے شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس بھیجا جس وقت کہ
آہنگ گرازدندان دروازہ بارگاہ شاہزادہ بدیع الزمان کے پہونچا رہے تھے اسکی عرض کی شاہزادہ عالم
نے فرمایا کہ بلا لود و وہ اچھی اندرون بارگاہ داخل ہوا اور بارگاہ سے بغیر نقابدار کبھی کسی شخص نے جواب اسکے
سلام کا نہ دیا اور شاہزادہ بدیع الزمان نے اسکو اشارہ کیا کہ ایک کرسی پر بیٹھو اور اسے بیٹھکر نامہ گنجاب کا
شاہزادہ بدیع الزمان عالی جناب کی نظر فور سے گذرنا جیکہ شاہزادہ عالم نے وہ نامہ پڑھا اور حرف بحرف مضمون
اسکا معلوم کر لیا تو وہ نامہ ہاتھ سے پھینک دیا آہنگ گرازدندان نے جو دیکھا کہ نامہ پیغمبر مسل کا بدیع الزمان نے
پھینک دیا اور کچھ جواب نہ دیا مثل مار سردم زدہ چ دباب کھا کے اپنی کرسی پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور خیر کھینچ کر
چاہتا تھا کہ برابر پہونچ کر شاہزادہ عالم کو مارے شاہزادہ نے نامہ پڑھنے چستی تمام ہاتھ اسکا پکڑ کر بائیں ہاتھ سے

بدندان حسرت گزیدند لب بہ صد ابرو ن آمد از بل خنک بہ درنگا درنگ و درنگا درنگ بہ بغیر بل و فغان کردناے
 تو گوئی بختبید کو ہنر جاے بہ طرفین سے دلا و دلاں اور بہا و دن اور بجا خون کی آنکھوں میں نشہ شحات سے پردے
 چرگئے تھے اور عالم جوش و خروش میں کھڑے جھومتے تھے ایک بار گنجا ب نے حکم دیا کہ ان چارے لشکر میں ایسا کوئی
 بہا نہ اور دلا و دلا کہ میدان زندگاہ میں نکل کے ان خدا پرستوں کا کام تمام کرے اور سر بدیع الزمان کا کاش کہ
 میرے سامنے لائے بختیارک برابر گنجا ب کے خواصی میں تمنا یہ کلام گنجا ب کا کہنے لگے کہ اے گنجا ب تیرے
 لشکر میں تو ایسا میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ وعدہ گاہ مصافحہ میں جانے کا بلکہ اس بدیع الزمان فرزند لڑلہ
 قات ثانی سلیمان کا کہنے کا جو میدان میں جائیگا بدیع الزمان کی ضرب تیرے ٹھوٹ دلوں سے زندہ اور سالم نہ کر
 نہیں آئیگا گنجا ب نے بختیارک کی گفتگو سننے ایک گھوڑا بختیارک کے سپرد کیا کہ کئی دہت بختیارک کے
 ٹوٹ کر گر پڑے اور شہر سے لو کی کلیان نکلنے لگیں اس عرصہ میں ایک طرف سے نعمان بن گیزنگ خراسانی
 آیا ٹھوڑا چمکا کے برابر گنجا ب کے تخت کے آگے اور عرض کرنے لگا کہ مجھے اجازت میدان مرحمت ہو گنجا ب نے
 اسکی طرف دیکھ کر کہا کہ میں نے تجھے جو بے خداوند لقا کے کیا نعمان بن گیزنگ گنجا ب سے اجازت میدان لیکر
 سراپا دکھلا تا تا میدان میں آیا اور کب کو روک کر پشت کی جانب لشکر اسلام اور رخ کیا سمت قیطان خداوند
 لقا اور ٹھوڑے پر سے کود کے زمین پر سجدہ کرنے لگا اور سجدہ کر کے اُس زمین کی منی ماننے سے لگالی اور پھر اپنے
 ٹھوڑے پر سوار ہو کے پکارا اے لشکر خدا پرستان دے زبردستان ازخاک آرزو سے گلست کہ یا بدید میدان جنگ
 آرزو سے دست و پا آوری داریم تاسخن در دمان بود پورا کلمہ اسکی زبان سے نہیں نکلے پایا تھا کہ ایک مرتبہ لشکر اسلام
 میں علمداروں نے علموں کو جلوہ دیا اور دونوں لشکروں نے دیکھا کہ انہم گروہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر صاحبقران
 بن صاحبقران پہلوان تھمن شاہزادہ بدیع الزمان گرو لشکر شکن اپنے مرکب کو گرم باز کر کے میدان میں بمقابلہ
 نعمان بن گیزنگ نکلا اور برابر اسے پہنچ کے ایک تنگا دروہی کہ دس بارہ قدم ٹھوڑا نعمان بن گیزنگ کا تھجے
 بہت گیا نعمان بن گیزنگ نے ٹھوڑے کو خوب ساروک کے پیر تا تم کیا اور کہا بدیع الزمان یہ کیا حرکت یہودہ تھی
 کہ تو نے میرے ٹھوڑے کو آگے اور چڑھاری ٹھوڑا تھجے بہت گیا شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ اول ہمارے حلق میں یہی
 رسم ہو کہ حریف کو اور چڑھار کے تول لیتے ہیں کہ خریف ہمارا زبردست ہو یا کمزور سو میں نے پہلے تنگا دروہی دریافت کر لیا
 کہ تو نہایت کمزور ہو گئے کی طرح سے مارا جائے گا نعمان بن گیزنگ غلغلہ جو اٹھ کر کے بھڑک اٹھا اور کہنے لگا کہ لاغریب
 شاہزادہ عالم نے کہا پھر تو اول بازی تنگے خویش بہ کہ من خصم را میدہم جاے پیش بہ ہمارے طریق میں چار باہن
 ممنوع ہیں حریف پر پیشہ سستی اور بجائے کا قاقب اور کسی بزرگ کی قبر پر قدم رکھنا اور عاشق و عشوق کا انشائے
 ساز کرنا لہذا تو پہلے اپنی ضرب کر اگر جناب اعدیت مجھے تیری ضرب سے محفوظ رکھے گا تو میں تجھے حیرت سے کر دنگا
 نعمان بن گیزنگ بہت ہنسنا اور کہنے لگا تیری وہ مثل ہر مرے وہ جو پہلے مارے بہ سوچ کر منعی بڑ کیا مارے +
 افسوس تیری حسرت جی کی جی ہی میں رہ جائے گی میری ضرب سے تو بچے گا نہیں جو تجھے وار کرنے کی فرصت اور
 فرصت ملے گی بے خبر دار یہ نکلنا کہ خبر دار نہ کیا تھا کہ کئی تیرہ بکڑے سینے کے کینہ پر شاہزادہ بدیع الزمان ہمارے
 ہمارا شاہزادہ عالم نے سنان تیرہ کو اپنے تیرے کی سنان پر روکا دو نوں تیزوں کی نوکوں میں سے چٹکار یاں
 آگ کی آڑ میں اور آواز جھنائے کی آنی اور آپس میں تیرہ بازی شروع ہو گئی تیرہوں میں تیرہ نعمان بن
 گیزنگ کا شاہزادہ بدیع الزمان نے ہوا کی کر دیا نعمان بن گیزنگ نے جو دیکھا کہ میرا تیرہ ہوا کی ہو گیا

دو نوں ہاتھ اپنے ہنڈے سے قاش زین پر دے مارے اور پکارا ای بدیع الزمان تو نے غضب کیا کہ تیرہ میرے
 ہاتھ سے نکال دیا مگر خیر کیا مضافتہ ہی تیرہ بازی حلال بازی محمود بازی جمال بازی شیر بازی راست بازی اب میری
 تیغ تیر کی برش کو بھی دیکھ یہ کیسے گھوڑے سے گھوڑے کو لاجپک کر تلوار ماری شاہزادہ عالم نے اپنی تلوار کی پشت
 پر اسکی تلوار کو روکا تلوار نعمان بن گیرنگ کی مانند آئینہ چلتی کے دو گھوڑے جو گئی دوزین پر جا پڑی اور اسی غلط و
 طیش میں اس رستم صولت شاہزادہ بدیع الزمان والا مرتبہ تیرے تھمورٹ دیونید کو نیام سے کھینچا اور
 اس گبر مغور نعمان بن گیرنگ کے سر پر مارا نعمان بن گیرنگ نے سپر فزاح دہن کو چرسے کی پناہ کیا تھا مگر
 تلوار اس شمع کا نثار بدیع الزمان نامہ دار کی مثل برق سپر چلتی نظر آئی بازیرنگ مرکب اس کا فریہ نام و رنگ
 نعمان بن گیرنگ کے آتر گئی اور داس اس جہنی بدعاش کی مع مرکب چار پر کاٹے ہوئے خاک و خون میں لوٹنے لگی
 دو نوں لشکروں میں دوست اور دشمنوں کے ٹھہرے مسافتہ سے اسے فرجا بلند ہوئی اور زواجہ گزرا لدا لدا میں
 بختیارک خواہی میں گنجاب کی بے ساختہ آنچل پڑا اور کھارک سبحان اللہ واہ واہ واہ واہ واہ واہ واہ واہ واہ واہ
 ما شاہد اللہ چشم بدور کیا خوب تلوار نے کاٹا ہوا اور کیا مضافتہ اس بدیع الزمان رستم شوکت
 کے ہاتھ میں ہو گنجاب نے درجیم برہم ہو کر کہا کہ ای بدعات یہ وقت خوشی کا ہے اور تعریف اور توسیعت کرنے کا ہے
 بختیارک نے کہا ای گنجاب اگر تیرے سب ہر در ایک ایک باری باری نکل کے شاہزادہ بدیع الزمان سے
 مقابلہ اور مجاہدہ کرنے تو یہی حال سب کا ہو گا لہذا تجھے تو یہ مناسب ہے اور جو تو چاہتا ہے کہ میری شمع ہو تو حکم
 کر دے کہ سارے لشکر چاروں طرف سے بھڑک کر کے سپر جا پڑے اور جنگ معلوم کر کے اسکو شکست دے یا مارے
 گنجاب نے گفتگو بختیارک کی مناسب جان کے اپنا رومال ہلا کے دو طرف چپ و دست دیکھا اور
 فوج کو اشارہ کیا کہ مان اب تو حق اور سابل نہ کرو چاروں طرف سے بلوہ کر کے اس خدا پرست کو مار لو اور جنگ
 معلوم کر دو بس پھر تو یہ مل تھا کہ چاروں طرف سے لشکر کفار نے اپنی اپنی سپر تلوار کے گھوڑے تیز کیے اور یا خداوند
 یا ختر یا خداوند یا ختر کیسے شاہزادہ بدیع الزمان والا گویا ہر کی فوج پر مار لو مار لو کہنے چلے شاہزادہ عالی مقام
 بدیع الزمان یوش فوج کفار کا دیکھ کر مثل شیر نشہ و کرسنہ آمادہ حرب و ضرب ہوا فضل بن گیا پور خون آشام
 نے شاہزادہ عالی مقام کو یکہ و تنہا فوج کفار سے شمشیر زنی کر کے دیکھ کر اپنی فوج کو بھی حکم دیا کہ مان مار لو اور یگادو
 فوج گنجاب کو اور ایک کا فر کو زندہ اور سالم بچ کر میدان سے نہ جانے دو حسب حکم فضل کے لشکر اسلام
 نے بھی اپنے اپنے گھوڑے سمت میدان گرم تاز کیے اور برچھے اور تلواریں یکڑ یکڑ کے آمادہ جدال و قتال ہوئے
 اودان و احد میں ہزار ہا کفار کو مارے تلواروں کے جہنم و اہل کر دیا اور لشکر کفار تہ دبالا ہوئے غریب تھا کہ
 جھرمٹ کھا کے بھاگ کھڑا ہوا گاہ وہ جو مثل شہور ہی مثل انہونی کی بات کو ناکت ہیں سب کسے وہ انہونی
 ہوئی سنیں ہوئی ہوئے سو ہوئے وہی و صند نرم و پیکار میں ایک مرتبہ ایک عیار نے آ کے گنجاب
 سے کہا کہ ای شیر مرسل مبارک باد خداوند بیحدہ ہزار ملک تھا خداے باختر نے ارسل خشت اعدا اور
 سر جل خشت انداز اور سبیل برق انداز اور ہلیل رعد آواز کو فوج کثیرا و لشکر بیشمار سے تیری مدد کو روانہ
 کیا ہے اور غریب وہاں پہنچے ہیں بختیارک نے خوش ہو کے کہا ای گنجاب اگر میرے کہنے پر تو عمل کر تو صلاح دولت
 یہی ہے کہ ارجل اور سر جل اور ہلیل وغیرہ سے کھلا جھگڑا کی پشت پر سے حملہ کر کے آئین اور
 بدیع الزمان کی فوج کو پیریں آن و احد میں لشکر خدا پرستوں کا شکست فاش کھا کے بھاگ کھڑا ہو گا گنجاب

ماری شاہزادہ قاسم نے اسکی ضرب کو خالی دے کر تیرہ دو ال کمر پر اسکی مار کہ باہر دو پرکاسے ہو کر لاش اسکی مرگ پر
گر نری اور خاک و خون میں پھرنے لگی ہل لشکر نے جو اسکے رہے سردار کو خاک و خون میں پھیلان اور سلطان دیکھا تو پھر لشکر
خاورد سپاہ سے مقابلہ اور بجادہ کرنے کی تاب نہ لاسکے چاہتے تھے کہ بھاگی ٹھہرے ہوں اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ لشکر گنجاب کا
بھی مغرب بیان زد کش ہر یکا یک یہ خبر اشکبوس اور ماہیار سرکش کے آنے اور قاسم کے ہاتھ سے شکست کھانے
کی گنجاب نے جو سنی تو اسنے حکم دیا کہ جس صورت سے بدیع الزمان کو شکست دی ہے اسی صورت سے فتح و مدد دوز
اور شکست اندازوں کی عقب سے جا کے اسکو شکست دے اور جو مارا جائے تو اسکا سر کاٹ لائیں چھ ایکم گنجاب
کے ایک بار چار ہزار زما سے گنجابی نوازش میں آئیں اور ہنگامہ گیر و در بند ہوا دمان شاہزادہ خاورد سپاہ ملک
قاسم جو لشکر میں سرکشوں کے شمیر زنی کرتا چلا آتا تھا ایک مرتبہ خند سور وں سے آئے قاسم سے عرض کی کہ شہر بار
آپ اسد رح مافل کیوں ہیں رعدا دوز اور شکست اندازوں نے پشت پرسم کے آپ کے تمام لشکر کو تباہ کر دیا قاسم
نے جو پٹ کر دیکھا تو فی الواقع کوئی سوار و بارہ اپنے ساتھ کاکین نظر نہیں آتا قاسم نے بھی تو قلمونی فلک خدا کو دیکھا
ہل دنا کو دیکھا اپنے ٹھوڑے کو تازیانہ کیا اور ایک ست کو ہل گیا

اب دو کلمے داستان دار اسے سواد ہندوستان دکن سلطنت دوران جانشین سند سلطان
صاحبقران رستم زمان لندھو رہن حدان اور مالک آرد صاحب تیرہ دوسرے گزارش کیے جاتے ہیں
کہ جبکہ لندھو رہن حدان اور مالک دونوں سپہ سالار دست رست اور دست چپ امیر با تو قبرے رحمت ہوئے
کشتیوں پر سوار ہوئے اور مالک آرد قبل از لندھو سفر دریا سے باطنیان تمام کنارے پر پہونچا اور سکاں کشی کا
دمان لگا کے کنارے پر دریا کے ہزار از عرب جو عیار مالک کا چڑا سنے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شہر ہے اور اس
شہر کے حاکم کا کیا نام ہے اکثر فریہ و دیہات کے لوگ جو دمان تھے انھوں نے کہا کہ اس شہر کو مملوکیہ کہتے ہیں اور بیان کا
حاکم مملوک تیرہ دار شہور ہے چالیس من کا تیرہ اسکی کثرت کا ہے اور خون تیرہ بازی میں اسکا تانی کوئی بہادر ملک
باختر میں نہیں ہے جب اسنے سنا کہ تم لوگ کشتیوں پر سے لب دریا آ رہے ہو مملوک تیرہ دار بائیس ہزار سوار سے
بقصد زخم و پیکار آنا ہے دراز عرب نے یہ نقل جا کے روبرو مالک آرد کے بیان کی مالک نے کہا آئے دیکھو لینگے
آخر طول محض نیکار ہے خلاصہ یہ کہ مملوک تیرہ دار نے مع اپنے لشکر کے دمان آ کے جبل خجک بجا دیا اور مالک
نے بھی جبل خجک بجا کے صبح کو اس سے مقابلہ کیا اور ساتھ طعن پر اسکا تیرہ ہوا کی کر دیا جو قوت کہ مملوک تیرہ دار
کے ہاتھ سے تیرہ مالک نے نکال دیا اسوقت مملوک نے آپ کو ٹھوڑے پر سے گرا کے چاٹا کہ شجر سے اپنا ٹھکانا ڈھلے
مالک نے کہا کہ اے مملوک یہ کیا حرکت نامردی کی تو کرتا ہے گلا اپنا نہ کاٹ مملوک نے جواب دیا کہ اے بہادر خداوند
لقائے مجھے اپنا نظر کر دہ کیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی بشر و ستمین پر ایسا نہیں پیدا کر دنگا جو تیرے تیرے کو ہوائی
کر کے گاسو تو نے میرے تیرے کو میرے ہاتھ سے نہیں نکال دیا بلکہ خداوند لقا کا سر توڑ ڈالا میرا میری زندگی کا
کیا لطف رہا مالک نے کہا کہ لقا ایک خوک پیکر خرس باد یہ ضلالت گمراہ کنندہ عالم ہے وہ خدا کیا گناہی چوسی کو اپنا
نظر کر رہا تو ہی بڑا نادان اور جاہل مطلق ہے کہ ایسی باتوں کا اعتبار کرتا ہے بعد اسکے چند کلمے و مدحیت میں اس خدا سے عرض کی
حانق خبر و نقل کی مملوک کے سامنے اس طرح سے بیان کیے کہ مملوک تیرہ دار کو مالک کی باتوں کا اثر دل میں ہوا اور
از نگ کر آئینہ دل سے مملوک کے در ہو گیا اور انہی زبان سے لقا کو کلمات سخت اور زہمت کیلئے کلمہ شہادت پڑھ کے
مسلمان ہو گیا اس عرصہ میں خبر شاہزادہ خاورد سپاہ ملک قاسم کی شکست کھا کے نکل جانے کی پہونچی مالک یہ

روانہ کیا اور جو وقت کہ وہ سردار نریمان یکدست دروازہ بارگاہ پر لندھور کے پہونچا اور خبر اسکے آنے کی لندھور کو ہوئی لندھور نے اندرون بارگاہ اُسے طلب کر کے بہت باتیں کر سی تھیں کو دی اور پوچھا کہ آپ نے اسے کس سبب بیان کر اُسے وہ نامہ نریمان یکدست کا پیش کیا اور لندھور نے اُسے پڑھ کر نامہ کی پشت پر لکھ دیا کہ جواب نامہ جنگ اور وہ سردار نامہ کے پھر نریمان یکدست کے پاس آیا نریمان یکدست جواب نامہ جنگ پر چلے اُسی وقت اپنے سات نامہ سوار لیکے اپنے ماتھی پر سوار ہوا اور قریب لشکر لندھور کے پہونچ کر حکم دیا کہ جیل جنگ لے اور جیل جنگ لشکر میں نریمان کے بجا اور یہ خبر کے خسر و بلاد ہندوستان لندھور پر بعد ان نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی جیل جنگ لے جب حکم لندھور کے لشکر میں جیل جنگ بیدار ہو گیا اور رہت بختیاری اور سامان جنگ میں گدڑی صبح کو طرفین سے نوجہن نکلیں اور مقابلہ ہوا نریمان یکدست مغلوب ہوا خسر و بلاد ہندوستان لندھور پر بعد ان نے اسے پکڑ لیا اور اُس سے احوال شاہزادہ بدیع الزمان با اقبال کا پوچھا نریمان نے کہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے پہلے تو بڑے ترے کار نمایاں کیے اور جنگ رستمانہ کر کے تمام باختر میں تلامذہ لکھ لکھ کھا سوار و پیادہ کا لشکر ہم پہونچایا مگر ان روزوں میں ہوائی ہوئی تھی سو گنجاب سے شکست کھا کے کسی طرف کو نکل گیا اور لندھور حال شاہزادہ با اقبال کی شکست کھانے کا شے نہایت غمگین اور اندوگین ہو گیا بعد اسکے نریمان یکدست سے کہا کہ اے نریمان تو با قتل اور بڑا بہادر ہے مجھے لازم ہے کہ لعنت کر اس کفر و کاذبی پر اور ملت بیضا دین اسلام قبول کر نریمان یکدست نے جواب دیا کہ میں ابھی مسلمان ہونا ہوں اگر کوئی میری شرط ادا کرے تو کیا مضائقہ لندھور نے پوچھا کہ تیری شرط کیا ہے نریمان نے کہا کہ اس جیل میں ایک قیل مست بہت بڑا زبردست نہایت خوبصورت ہے میں نے چاہا کہ اس ماتھی کو گرفتار کروں اور کئی مرتبہ میں اس کے پکڑنے کو گیا وہ میرے قابو میں نہ آیا بلکہ اُس ماتھی نے اپنی خرطوم سے پکڑ کے میرا ہاتھ بھی ناقص کر دیا چنانچہ میں نے اُس ماتھی کی گرفتاری کے واسطے کوئی تدبیر باقی نہیں رکھی مگر وہ ماتھی کسی طرح سے قابو میں میرے نہیں آتا میں نے جب کے خدمت لقا خدایہ باختر میں عرض کی کہ یا خداوند میرا ہاتھ پھر پکڑو دوست کر دے لقا نے مجھے جواب دیا کہ میں نے نقد یکدہ کر کے جب تو جگے حمزہ صاحب قرآن کو باندھ کر میرے پاس لائے گا تو میں تیرا ہاتھ پکڑ لوں گا اور دنگا اُس وقت سے مجھے معلوم ہوا کہ لقا کو دعوی الوہیت اور وحدانیت کا محض باطل ہے اگر تو جگے اُس ماتھی کو پکڑ لائے اور مطیع اپنا کرے تو میں لاشک و لاریب جاؤں گا کہ تیرا دین برحق ہے اور میں مسلمان ہو کے بدل و جان تیری اطاعت قبول کر دنگا لندھور نے کہا کیا مضائقہ یہ کہ لندھور ہمارا نریمان یکدست کے سوار ہو کے اُس میں گیا اور ہر چند اس ماتھی کی تلاش کی مگر کہیں نہ ملا ناگاہ ایک جانب آواز اُس ماتھی کی معلوم ہوئی اس آواز پر لندھور نے اپنے قیل میمونہ مبارک کو آگے بڑھایا اور جو وقت اُس ماتھی کو پکڑا تو قیل میمونہ مبارک لندھور کا بھاگتا ہر چند لندھور نے چاہا کہ اپنے ماتھی کو اس کے سامنے لیجائے لیکن میمونہ مبارک ماتھی لندھور کا کسی صورت سے اُس ماتھی کے سامنے رخ نہیں کرتا تا تب لندھور ناچار ہو کے ماتھی پر سے کود پڑا اور برابر اُس سے ماتھی کے جا کر چاہا کہ اُسے پکڑے اور اُس ماتھی نے اپنی خرطوم کو بڑھاس کے چاہا کہ لندھور کو کھینچ کے چیر ڈالے لندھور نے نعرہ اٹھ کر طرے کھینچ کر اسکی سونڈ کو پکڑ لیا اور پہلے زور میں جو جھٹکا لودہ ماتھی چھاتی کئے بل زمین پر گرا اُس وقت لندھور خست کر کے اُس ماتھی پر سوار ہو بیٹھا اور گجگ مارنا شروع کر دیا اس عرصہ میں چیمپو رشاہ اور رعد شاہ قنوجی گوجر ملک دکنی وغیرہ سے ہندو تھانے جان شار لندھور نامہ در کے پہونچ گئے اور اُس ماتھی کو پکڑ کے جیل سے لے آئے نریمان یکدست

یہ جرات اور قوت اور زور طاقت اور جہاد دی لندھور کی دیکھ کر از سر صدق مسلمان ہو گیا ایک ہونے کی نقل یہ کہ لندھور
 بتفریح طبع سوار ہو کے صحرائی طرف جاتا تھا اتنا سداہین دیکھا کہ ایک باز کسی شخص کا پر واز گنان آ کے ایک بھر
 پر بیٹھ گیا لندھور نے غمہ دکھلا کے اُس باز کو پکڑ لیا اور نہایت خوشی خوشی اُس باز کو اپنے ہاتھ پر بٹھلا کے گوشت
 مرغ کا اُسکو کھلا رہا تھا ناگاہ سامنے سے ایک نقابدار سبز پوش مرکب پر سوار سماع اور کھل کھوٹے کو تیر کے نمودار
 ہوا اور دور ہی سے اپنے باز کو لندھور کے ہاتھ پر بیٹھا دیکھ کر گفتگو سے متذ اور تلخ کرنا شروع کی اور کہا کہ ای خیرہ سر
 تیرہ روز کا رتیری بھی یہ مجال تھی کہ تو نے میرے باز کو پکڑ لیا لندھور نے کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا باز صحرائی سمجھ کے
 میں نے پکڑ لیا آخر نقابدار آرزو نہ ہوا اگر تیرا ہی باز ہے تو ہے جو وہ نقابدار نے کہا کہ میں اس کے عوض میں تجھے
 ستر اے مقول دو گنا نامہ پیرتے عمر بھر یا در ہے شدہ شدہ نوبت بیان تک پہنچی کہ نقابدار نے اپنے گھوڑے کو
 چمک کے لندھور کا گریبان پکڑ لیا اور چاہا کہ زور کر کے باغی بر سے لندھور کو اٹھائے لندھور نے بھی گریبان نقابدار
 کا پکڑ لیا اور ان واحد میں نقابدار سبز پوش کو فاش نہیں سمجھا کے سر پر چرخ دیا اور چاہتا تھا کہ زمین پر مارے
 نقابدار نے کہا ای بہادر صرہ بر سن کر بر سن کر درشتوی در دل خجل + یہ لیکے نقاب جو ٹھٹھے اٹھالی تو لندھور
 نے دیکھا کہ ایک نازنین مہر نکین برس بارہ ایک کاسن و سال سراپا حسن و جمال شعر وہ شاہ حسن منہ جو
 نکالے نقاب سے + لے باج سے + اور خرچ آفتاب سے + لندھور اُسکو بنگاہ اولین دیکھ کے ہزار جان سے
 شفیقتہ اور زینتہ ہو گیا اور آہستہ سے اُسکو زمین پر رکھ کے پوچھا شعر چکے وچہ نام تو زنت + در کدے مقام
 و زنت + اُس نازنین نے جواب دیا کہ میرا نام ظہور بانو اور میں زریبان یکدست کی جھوٹی ہیں ہوں ای بہادر اگر تجھے
 استدعا میری ملاقات کی ہے تو ظلال جا پر میرا مکان مل باہتاب اور آفتاب کے قیام پر کچھ چھپا ہوا نہیں ہے تو پوچھتا ہوں طمانا
 بس اتنا لیکے وہ نازنین اپنے مرکب کو چمک کے جدھر سے نمودار ہوئی تھی چلی گئی لندھور دوسرے دن شدت آہستہ کی اور
 کثرت در و ذوق سے بیتاب ہو کے رات کے وقت یکہ دہنا ملکہ ظہور بانو کے مکان پر گیا اور ظہور بانو لندھور کو کمال عزت
 و احترام دلیری دہندہ کی کر کے اپنے مکان پر لے گئی اور ایک سندھ دوش اور ہم آغوش ہو کے بیٹھی اور صحبت عیش قرار دی
 ملکہ ظہور بانو کی دایہ نے جو یہ حال دیکھا تو مارے خون کے کہ سب بادا یہ نازاگر زریبان یکدست پر ہنسا ہو جاے تو میری عزت
 اور جان نہ بچے گی لہذا ان و ترسان ملکہ کی آٹھ بچا کے زریبان یکدست کے پس لگی اور ساری کیفیت لندھور کے آئے اور ملکہ
 ظہور بانو کے صحبت کی بیان کی زریبان یہ حال سن کے کمال خوش ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی یہی آرزو اور خوشنودی دل کی تھی سو
 شکر ہے خداوند تعالیٰ کا کہ حسرت میرے ہی کی برائی یہ لیکے اُسی وقت سوار ہو کے اپنی جھوٹی ہن ظہور بانو کے مکان پر آیا
 اور بے ساختہ اندرون مکان کے چلا گیا حسرت سامنے لندھور کے پہونچا تو لندھور زریبان کو دیکھ کر اپنے دل میں نہایت
 محبوب اور شرمندہ ہوا اور سرنگون ہو کے یہ گیتاب زریبان یکدست نے لندھور کو متفعل اور سرنگون دیکھ کر کہا کہ شہر
 زہے افتخار و حوادث دارین میری کہ یہ میری بہن تیری کنیزی میں سرزاز ہوا و رسم ہے مجھے اپنے دین اور ایمان کی
 کہ میرا خود تو پہلے ہی سے ہی ارادہ تھا کہ اسے آب کی پرستاری اور خدمتگزاری میں دون کر پیاس آداب آب سے
 خائف و ترسان تھا اور عرض نہیں کر سکتا تھا کہ شاید حضور قبول اور منظور نہ فرمائیں مگر کچھ صدمہ دہنا کہ جو مدعا سے
 دلی اور استدعا سے قلبی میری تھی جناب احدیت سے وہ تمنا میری برائی اور اتنا لیکے اُسی وقت قاضی کو طلب کیا
 اور بطریق اولیٰ اسلام عقد ظہور بانو کا ساتھ خیر و بد و ہندوستان لندھور کو حد ان کے کر دیا اور وہاں سے باہر نکل گئے
 اپنی بارگاہ میں سوار ہوا اور بیان لندھور ملکہ ظہور بانو سے ہم بستر ہوتا ہے اور اُسی شب کو نصف لندھور کا قرار

پاتا جو اور ظہور باقو کے بطور سے ایک بیٹا کہ نام اسکا خسر نامی بن لندھور رکھا جائیگا پیدا ہوگا اور وہ خسر و بلاؤں
 لندھور بن سعد ان کا قوج ناماد و حسد کی نامہ میں نبی کے کارنایان کرنگا خیر قسم مختصر بعد چند روز کے ایک عیار تھے آگے
 عرض کی کہ در بند عمود سے عادی بن عمود گراؤ زندان اور حمید بن حامد گراؤ زندان مع چار لاکھ سوار کے بہ نیت جنگ
 سرزمین فریمانہ پر آتے ہیں خسر و بلاؤں ہندوستان بھی پھر شک سے فریمان یکہ دست شہر فریمان سے کوئی باغ سات
 کوس پر نکل کر اور اپنے لشکر کو قائم کر کے بارگاہ استاد کردالی اور وقت شب کے دونوں لشکر دن میں طبل جنگ بیدارنگ
 بجاد وقت صبح کے دونوں لشکر میدان میں نکلے عادی بن عمود گراؤ زندان اپنا گھوڑا چمکاکے نات میدان میں کے
 قائم ہوا اور ایک میل تین سو من کا اربابے پر سے اٹھائے زمین پر بائیں ہاتھ سے ٹکرایا اور اپنے ہاتھ سے ایک گزنی
 تین فروں سے اس میل کو زمین میں غرق کر دیا بعد اسکے تین روز میں اس میل کو پھر زمین سے اٹھا کر کے بہت مسلاؤں کرانے
 کیا اور کہنے لگا کہ کہاں ہیں ستم دہراب اور کہاں ہیں حمزہ عرب کہ میرے روبرو کے تین عرب عمود میں اس میل کو زمین میں
 غرق کر دیں اور پھر سبے زور میں اٹھا کر لے لندھور نام سلطان عالی مقام کا لشکر نہایت درہم و برہم ہوا اور اپنے
 قیل میونہ مبارک کو گجک مار کے آگے بڑھایا اور بادری بلند کہا اور عادی بن عمود گراؤ زندان جو ناٹھڑی بات کہتا تھے
 تہ جا ہیے امیر حمزہ عالی شان سلطان صاحبقران کا نام انسان پہلے زور تہ گلاب کیوڑ سے کلیان کو کے اپنے شہر
 کو ظاہر کرے تب زبان ہلو کے اسکا تہ تو ملی کر ایک کترین تک خوار انکا میں ہوں یہ کہے وہ میل عادی بن عمود
 گراؤ زندان کے ہاتھ سے لیکے ایک ہی ضرب گز زمین یونہی زمین کر دیا اور پھر طغیہ اسکا کبر ملک کھنچ کر ایک ہی زور میں اس
 میل کو زمین سے اٹھا کر دوڑ پھینک دیا جبکہ عادی بن عمود نے یہ زور بازو سے خسر و بلاؤں ہندوستان لندھور بن سعد ان
 کا دیکھا تو جو حیرت کئے کی صورت گھڑی بھر کال رہے پکارا کہ ہاشک وہاں یہاں دین برحق ہو جو تیرا دین اختیار
 کرے وہ کہلے لندھور نے کلمہ طیبہ ارشاد کیا عادی بن عمود گراؤ زندان اور حمید بن حامد گراؤ زندان دونوں مع اپنے چار
 لاکھ سوار کے از سر صدق کلمہ شہادت شہد کے مشرک باسلام ہوئے

اب دو کلمے داستان شوکت بیان نجم گروہ ستم شکوہ نغشتہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران شاہزادہ
 بدیع الزمان گرو لشکر شکن سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جو شوکت شاہزادہ بدیع الزمان سیدان رزم سے شکست کھانے نکلا تو گھڑی دو درجہ کے امیر بن عمرو کو داسے خبر
 لانے ملک کو ہر ملک کے روانہ کیا اور امیر بن عمرو چار باغ ملک حرمان دیو کش میں جاکے پھر خبر لیا کہ شہر بار عالم
 انیسین حلیب میں توڑیاں وغیرہ توسلین اور ملازمین ملک کی توبہ ہر دم زور ہوئے کنجا ب کے پاس کہیں ملک کو ہر ملک
 کا کہیں سراغ اور تپانہیں معلوم ہونا کہ وہ کہاں ہے بلکہ کنجا ب کو بھی اس بات کا تاثر دلائی کہ ملک کہاں نکل گئی
 اور کہاں ہے اسی واسطے سیکڑوں سراغ رسان اور جاسوس اور ہر کارے چھری عیار وغیرہ دس کو سی بج کو سی گئے ہیں اور
 دشت و جبل اور شہر گاؤں گاؤں قبضے قبضے سے اور جنگوں بیون میں تلاش کرتے پرتے ہیں شاہزادہ عالم
 یہ حال سنکے بدرجہ نہایت غموم اور کمر ہوا اور ایک سمت کو اپنے کرب کو تیر گام کیے چلا جاتا تھا اور ایک دن ایک رات
 کسی مقام پر دم بھر کہیں قیام اور آرام نہیں کیا تھا روز دوم صبح کے وقت ایک قبضے کے دروازے کے قریب پہونچ کر
 دیکھا کہ بہت سی فوج اور رعایا وغیرہ لوگ آفتان و خیران ہلکے ہوئے اس قبضے کے اندر صبح کے دروازہ اسکا بند کرنا
 شاہزادہ عالم نے مع امیر بن عمرو کے دروازہ پر چڑھا اور دیکھی کہ دروازہ شکوہ لاٹھ نہایت تنگ ہو کر چھوٹے سے ہو گیا
 اس دروازے کو توڑ کے اندر قبضے کے گئے تو وہاں کسی شخص کو نہ دیکھا کہ وہ جو سب فوج سپاہ آلی تھی کہ جس

جا کے غائب ہو گئی بعد بڑی تلاش اور جستجو کے امیر بن عمر و اور شاہزادہ نامو ایک گھر میں گھسے تو وہاں دیکھا کہ اُس مکان میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی اور اُس درجے کو کس کے اندر سے بند کر لیا ہے اور ایک چٹان پتھر کی اُس کھڑکی کے پتھروں پر رکھی ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے اُس پتھر کو اٹھا کے جو دروازہ کھڑکی کا کھولا تو اندر اُس کے عرجان تیز رفتار اور ملکہ گوہر ملک دونوں ایک گوشے میں جیسے تھے ہن شاہزادہ بدیع الزمان عرجان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پوچھا کہ اے عرجان کہیں کچھ سراغ اور پتا ملکہ گوہر ملک کا بھی ہے معلوم ہے عرجان نے ملکہ گوہر ملک کو بہت سی گمانس جو بڑی سی اُس کے نیچے چھپا کے بٹھلا دیا تھا اس گمانس کو ہٹا کے ملکہ گوہر ملک کو نکال لایا ملکہ گوہر ملک نے جو شاہزادہ بدیع الزمان کو جو دیکھا تو شکایت زمانہ تاہنجا را اور گردش ملک غدار کی کہہ کر دے ملی شاہزادہ علی تھا نے کہا کہ اے ملکہ اسی واسطے میں تم کو منع کرتا تھا کہ تم مجھے اپنے ملک میں نہ سے جلاؤ تم نے میرا کتنا مانا پھر تو یہ روزنا تھا اُس بے سود ہو اتنا سب کو مصروعہ چٹان زمانہ چٹین روز ہم خود ہر ماں ہر اور مجھے غصوں سے کہ میں قلعہ شکستہ حصار میں جا کے چند روز رہوں اور وہاں سے لشکر کشی کر کے برسر گنجاہ پھر جاؤں ملکہ گوہر ملک نے کہا کہ اے شاہزادہ مجھے ایک تبدیری یاد آئی ہے کہ کسی کو اپنی امان جان ملکہ غنیہ خاتون کے پاس میںوں کہ جس وقت بدیع الزمان شکست کھا کے نکل گیا اور ارجل خشت انداز اور سر جل خشت انداز کی فرج و سپاہ نے باغ کو تاخت و تاراج کیا تو ایک جوان ادھم نامہ مجھے سید ان جدال و قتال سے اپنے ہمراہ نکال کے یہاں تک لایا ہے اور بدیع الزمان کا کہیں بھی سراغ نہیں کہ وہ کہاں ہے اب مجھے اس وقت سمجھت اور حال بلکیس اور بیوہسی میں سوائے آپ کے کہ آپ میری امان جان ہیں اور کہیں ماسن اور بلحا نہیں نظر آتا ہر انداز میں وہ ہوں کہ مجھے اپنے محل ماضیت اور حمایت میں اس وقت درسی و سہادی سے کہ زمین تشنہ خون اور آسمان دشمن جان ہوتا ہے بکایسے بہن مجھے اطمینان ملی اور یقین و افاق ہو کہ امان جان مجھے اپنے پاس بلا لینگلی اور یہ بھی میرے دل کو یقین ہے کہ اب کی مرتبہ امان جان میں میری تحریک کرنے سے مسلمان ہو جائیگی اور جو اب کی مرتبہ قلعہ اور شہر سنجان کا میرے قابو میں آگیا تو پھر کہیں میرے نقصان اختیار نہ جائیگا کس لیے کہ غمور نے گنجاہ سے کہا ہے کہ اگر بار دوم بدیع الزمان شہر سنجان کو مسخر کر لگا تو پھر میرے ہاتھ قلعہ اور شہر سنجان کا نہ آئیگا شاہزادہ عالم و عالمیان بدیع الزمان عالی شان کہہ کر اسے صاحب اور تدبیر اور صلاح ملکہ کی بہت پسند آئی اور اُسی وقت ملکہ گوہر ملک کی طرف سے ایک نامہ اسی مضمون کا لکھ کر عرجان کو دیا کہ تو اس رقعہ کو جس صورت سے ہے ملکہ غنیہ خاتون کے پاس جا کے پہنچا عرجان تیز رفتار نے کہا غلام ابھی جاتا ہے اور یہ لکھے عرجان وہ رقعہ بے بہت و باری مثل برقی تھیں کہ شاہر سنجان میں پہنچا اور ایک سفینی کی صورت لکھے محل میں گیا اور وقت غلیبہ کا دیکھ کر رقعہ ملکہ غنیہ خاتون کے جو لکھا غنیہ خاتون نے جو وہ رقعہ پڑھا تو پوچھا کہ اے بیگمخت ہے یہ رقعہ کس نے دیا ہے اور کون دیا ہے عرجان رو کے غنیہ خاتون کے بالوں پر گر پڑا اور عرض کی یہ خانداد موروثی عرجان ہمارے باری صورت تبدیل کر کے سر بکٹ آپ کے قدموں تک پہنچا ہے اشعار گر گئے کہ دم و گرمیابان غمور صوفی و درگزار از جرم میں آخر غلام خانہ زاد و وزباشم قابل غفور ایک ششت و تیغ و کس نمیدانم کہ خواہد خواست از دست تو داد ملکہ غنیہ خاتون نے پہلے تو کئی کڑے مارے اور بعد کے ملے سے لگا کے کہا اچھت اُس رنگ خاندان سے ناحق آپ کو رسوا سے خلافت کیا شہر شرط سلیقہ ہے ہر اک اور میں و حبیب بھی کہنے کو ہنر پائے ہے خبر جو ہو اس میں حال کہ کہ وہ عرجان نے نہ بانی ہی دی جو رقعہ میں لکھا تھا بیان کیا اور کہا کہ اے ملکہ عالم از خردان خطا و از زرگان عطا ملکہ غنیہ خاتون نے کہا کہ اچھا اب تو ابھی تو آپ کو ظاہر نہ کر میں ملکہ گوہر ملک کو بااے بیگمخت ہوں یہ کہہ کے

فصلان عمودی اور واراب خوکیشانی کو مع جالبس خیران غلامان خاص ملکہ غنیہ خاتون کے بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان دالام تبت بمجاہ اسوقت ملکہ گوہر ملک شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنے ساتھ سکیمال میں بھلا کے سواری ہوئی اور بھل دشوکت تمام شہر سنجان میں آ کے سکیمال کو ڈیوڑھی پر بھل کی زمانے کا انتظام کر کے آڑا دیا ملکہ گوہر ملک نے شاہزادہ عالم سے کہا کہ اب تم جگہ دیوان عام میں شیخو تخت پر ابلاس کرو میں امان جان کے پاس جگہ جیسا محل اور موقع ہو گا سمجھ لوں گی یہ کہیے ملکہ گوہر ملک نے بخدمت ملکہ غنیہ خاتون جگہ کے بجا کیا غنیہ خاتون پہلے بہت سی نعمت ملاست کر کے پوچھا کہ او شوخ ویدہ تنگ خاندان اب بتلا کہ وہ بدیع الزمان تجھے بتلاے قصہ گو نہ آفات کر کے کہاں چلا گیا اب بھی تیری بیٹی بدی کی اسے کچھ خبر ہو ملکہ گوہر ملک نے سرنگون ہو کر عرض کی کہ امان جان شاہزادہ بدیع الزمان حاضر زمین نے اسے دیوڑھی میں کھدیا ہے کہ فوج کتکت پر بیٹھ میں امان جان سے جا کے جہانک غلہ و معذرت ہو کر کے تیری فقیر صاف کر دے اور دینی اور علاوہ اسکے میں شاہزادہ عالم کو ایک اور بھی مال اندیشی سے آپ کے ہمراہ آپ کے پاس لائی ہوں کہ اگر حضور ازراہ شفقت بزرگات اسکی نشت پر ہاتھ رکھیں تو وہ شخص یعنی خسرو بلادہند وستان لندھور بن سعدان ہو خواہ و غلام جان شار شاہزادہ بدیع الزمان نامہ دار کا ہو اور میں نے خوب تحقیق کیا کہ وہ ہوا خواہی شاہزادہ عالم سلطان صاحبقران سے رخصت ہو کے مع اپنی فوج و سپاہ کے سفر دریا طر کر کے باختر میں آہو چکا ہے اگر آپ آج شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنا کر بھیٹی تو لو یا آپ نے یہ احسان لندھور پر کیا اور لندھور تمام عمر آپ کا اس بارگراں سے ممنون اور پرہیز منت رہے گا اور جو کیے گا لندھور بجاں دول قبول کرے گا قصہ اس طرح کی باتیں کر کے ملکہ گوہر ملک نے غنیہ خاتون اپنی ماں کو رسی کیا اور غنیہ خاتون نے بامید وصال اپنے مطلوب خسرو بلادہند وستان لندھور بن سعدان کے شاہزادہ بدیع الزمان کو اندرون محل طلب کیا اور شاہزادہ عالی مقام نے باداب تمام غنیہ خاتون کو سلام کیا غنیہ خاتون نے بطریق بزرگوں کے سراقدس شاہزادہ عالم کا لیکے اپنی چھاتی سے لگا لیا اور باختر و کرام تمام برابر اپنے سند پر بھلا کے بہت سی دجولی اور خاطر داری کی باتیں کرنا شروع کیں اسوقت ملکہ گوہر ملک نے ملکہ غنیہ خاتون سے عرض کی کہ امان جان آپ چشم بدور مقلد اور دانشمند بن چشم انصاف اور بظہر عدلت ملاحظہ فرمائیں اور جو کہ حق ہو وہ مجھے جواب دین کہ وحدانیت اور الوہیت لقاخذ اسے باختر پر کیونکر فرین اور ثابت ہوتی ہے جو شکل اور مخلوق کی وہی شکل لقا کی ہے اور کھا پینا ہولی وبرا ز عارضہ بیماری جو اور تمام آدمیوں کو ہوتا ہے وہ لقا کے واسطے بھی ہے پھر فرمائیے کہ خدا سے باختر خالق لون و مکان کس طرح سے ہوا مجھے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا سے خود مل اور خالق جزد کل اور ہی کوئی ہے شعر میرا دانش از جونی و چند ی بد منزہ تر ز پستی و بلندی بد میری عقل ناقص میں تو یہ صلاح مست حسب ہے کہ حضور اس کفر دکا ز می کو ترک کر کے چاہ فضالت سے نکلیں اور کلہ طیبہ پر جو کے بسر خیمہ ہدایت فائز ہوں دنیا اور دینی دونوں خیر ہوں اور خسرو بلادہند وستان لندھور بن سعدان کا موجب خوشنودی اور فیاضندی کا بھی ہو گا آگے جو رہے میں آپ کی مناسب اور بہتر ہو ویکھیے ملکہ غنیہ خاتون از بسکہ نہایت عقل اور فہیم اور ذہین اور دانشمند تھی چند و فصل عیشی کی یعنی گفتگو ملکہ گوہر ملک کی نہایت پسند کر کے اپنے جی میں سوچی کہ فی الحقیقت استادوں نے غلام نہیں کہا ہے شعر کو د کے کو بقل پیر بودہ نزد دل خرد کبیر بودہ اسی وقت کلمہ شہادت پر جو کے از سر صدق سلمان ہو گئی لیکن یہ بھی شرط کر کی کہ شاہزادہ بدیع الزمان کے ذریعہ سے ملاقات لندھور بھی ملکہ غنیہ خاتون سے ہو اور شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ یہ میرا مدہج کہ میں مختاری بخوبی لندھور سے ملاقات کر دے کہ حضور و ملاقات ملکہ غنیہ خاتون نے

شاہزادہ عالم سے لشکر خور کی ملاقات کا اقرار کر دیا اس وقت فضلان محمودی اور داراب خوک پیشانی اپنے
غلاموں کو مع اسی ہزار سوار اور غلامان نمک خوار موروثی اپنے کے کلہ شہادت یقین کر کے دائرہ اسلام میں لائی
اور بعد اسکے تمام شہر سنجان کو مسلمان کیا اور جتنا خزانہ گنجاب کا سنجان میں تھا اس خزانے کے کوٹھے کھلوا دیے
اور سوارے فوج قدیم کے لاکھ سوار نو ملازم اور رکے اور شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان اپنے اُن سرداروں کو پہلے
جو کہ شکست میں گرفتار ہو گئے تھے نہایت متفکر اور پریشان تھا کہ خدا خواستہ گنجاب اُن سب میرے سرداروں کے
قتل کرنے کا حکم دے آخر کار امیر بن عمرو اور جان تیر ز قنار کو اُن سب سرداروں کی خبر کے واسطے بھیجا وہاں
حال گنجاب کا کہنے کہ گنجاب چار باغ میں اپنا محل داخل بخوبی کو کچن میں نشاۃ میں مشغول تھا کہ یکایک
پرچہ اخبار سے معلوم ہوا کہ بدیع الزمان نے قلعہ شہر سنجان سے خوک کے تیری بی بی فحیحہ خاتون اور فضلان محمودی
اور داراب خوک پیشانی کو مع اسی ہزار غلاموں کے اور تمام سوار و پیادے قلعہ توپخانہ وغیرہ فوج اور عیال سے
شہر کو کلہ بڑھوا کے مسلمان کر لیا اور کوٹھے جو اہر خانے اور خزانوں کے سب اپنے قبضہ تصرف میں لایا جس میں یہ
اخبار کے گنجاب کے کمرے کمرے کے کمرے کے عالم میں رہا اور وہ وہ غنیمت کے دل کو اس بات کا ہوا کہ خودیوں
اور کامیوں اور مالوں نے بالاتفاق یہ کہا تھا کہ جس وقت قلعہ دوبارہ دشمن کے قبضہ تحت تصرف میں جائیگا اور
خوجہ خاتون مسلمان ہو جائے گی اس وقت زوال دولت گنجاب کا ہوگا اور قلعہ شہر سنجان پھر گنجاب کے ہاتھ آئیگا
الغرض گنجاب کو اسی غیظ و غضب اور شورش اور فکر میں شاہزادہ بدیع الزمان کے رفیق اور جانثار سرداروں
قید یوں کا جو خیال آگیا تو اس نے حکم دیا کہ جتنے سردار نمک حرام بدیع الزمان کے رفیق اور شریک ہوئے تھے اور گرفتار
ہو کر آئے ہیں اُن سب کو میرے سامنے لاؤ میں انکو قتل کرنے کا حکم دینگا سب اکٹھے گنجاب کے دور و غنہ زندہ رہا
نے سردار ان شاہزادہ عالی شان کو بارگاہ گنجاب میں لے کے حاضر کیا اُن سب سرداروں نے بارگاہ گنجاب میں
سلام بطور اسلام کیا گنجاب نے نہایت سچ و تاب کہا کہ اُن سب کو ترفیب کیا کہ تم اگر خداوند پیچیدہ ہزار ملک
باختر کو پر سجدہ کر کے اپنے دین آبادی اور اجدادی پر ثابت رہو تو میں تمہارے سب کے جرم و گناہ معاف کر دوں
سردار ان بدیع الزمان نے جواب دیا کہ لعنت ہو اس نقاسے مشرک خدا پر اور اُسکے پرستاروں کا ذوق پر یہ کلام
سرداروں کا اس کے گنجاب اور بھی درجہ پریم ہوا اور حکم دیا کہ ان اسی وقت سب دشمنان خداوند پیچیدہ ہزار
ملک باختر کو بھلے قتل کرو اور بموجب حکم اُس کبر مغرور کے جلا وطن نے آ کے چاہا کہ تمام ہزاروں کو واسطے
قتل کے یہاں میں علقمہ مضطر لابی ذیر عظم نے گنجاب سے اٹھ کر عرض کیا کہ پیغمبر مسل انکو یوں قتل نہ کیجیے ان سب کو
پہلے تمام رات سو لیوں پر لٹکا رہنے دیجیے صبح فجر پڑھ کر پیر دن چڑھے جب تمام شہر کی خلائی کا، جوم ہو جائے اور
تمام شاہین جمع ہو لیں تب انکو سو لیوں پر چڑھوا دیجیے اور قتل کیجیے تاکہ میر کسی کو جو صلہ نمک حرامی کا نہوا اور سب
کو خوف و ہریت ہو جائے اور پھر کوئی دین خداوند نقاسے سخت نہ بخنیا رک لے یہ قتل علقمہ مضطر لابی ذیر عظم نے
کہا اور ذیر عظم تم نے پیغمبر مسل کو تو کیا خوب مشورہ دے کے خدا پرستوں کو قتل سے اس وقت بچا لیا بعد کھڑی
بھر کے پھر جو کچھ ہو وہ ہو علقمہ مضطر لابی نے کہا اور بخنیا رک جس طرح سے تو نے فائمان نوشیروان ملک احماد
کسری کو برباد کیا اب یہاں جس قدم اپنے لے اسی طرح جا ہتا ہوں تجھے کارخانہ خداوند نقاسے اور پیغمبر مسل میں کیا
مدخلت جو تو ہر مرتبہ دخل در حقوق کو بیٹھا ہر بخنیا رک نے ہزار راہ و لد الزمانی کہا کہ تجھے یقین ہو شب میں سب
سردار قید سے چھوٹ جائیں گے گنجاب نے کہا کہ تجھے کیا ہماری رائے سے تیری قتل بہت سی ہر ہم اسکی تہیز کر لینے

کیا ہمارے چوکی پر سے دے ہوئے جو کوئی قیدیوں کو در پر سے چڑھایا گئے گا یہ کہے ہو جب شور و غلغلہ مصلحت لابی
 تمام سرداروں کو بدیع الزمان کے سولیوں پر لٹکوانے کے حکم دیا کہ میں کل ان سب کو سولیوں پر کھینچ دوں گا اور
 آہنگ بلند آواز کو مع لاکھ سوار کے واسطے باسانی و طاقت کے سولیوں پر تعین کیا اور آپ بدیہی تمام
 مع اپنے سب بارگاہ نشینوں اور سرداروں کے تحفہ رخصت و سرود میں مشغول ہوا ناگاہ ایک خیار گردین آلودہ
 پسینے میں فرق عرق فرق تر تہا افتان و خیزان بارگاہ گنجاب میں آیا اور بھرا کر کے کہا کہ قارن بلند کمان کہ بے غلبہ خاص
 خداوند لقا کا ہوا اور وہ جو اہل خاص و خاص خداوند لقا کے ہیں کہ مثل بان ملکوں کے اور کوئی سردار ہیچہ ہزار ملک میں
 خداوند کے نہیں ہے انہیں سے اول درجہ قارن بلند کمان کا ہے کہ بائیس گناہ کی کمان میں بارہ من کا تیر لکے
 معرکہ آرا ہوتا تھا سو وہ خداوند لقا کے پاس سے آپ کی ملاقات کو آتا ہے گنجاب سے نکلے اپنے سرداروں کو
 حکم دیا کہ آپ سب کو سولیوں پر لٹکوائے جا کے قارن بلند کمان کا استقبال کرو اور باغزار و انعام تمام میری بارگاہ میں لاؤ سب حکم
 سردار ان گنجاب نے عورتی دور جا کے قارن بلند کمان کا استقبال کیا اور بڑی عزت اور توفیر سے اسے ہمراہ
 لیے سمت بارگاہ گنجاب آئے تھے اتنا سے راہ میں ناگاہ قارن بلند کمان کی آن سرداروں پر تھیں سب حکم
 گنجاب کے سولیوں پر لٹکوا کر کھڑا تھا بڑی قارن بلند کمان نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں سردار گنجاب نے کہا کہ یہ
 سب خداوند ہیچہ ہزار ملک باحتر سے خوف ہوئے اور پیغمبر مرسل سے بگڑنے کے بدیع الزمان کی رفاقت میں
 نادمہ خدا کے پرستار بن گئے اور ان سب سرداروں نے بدیع الزمان کی طرف سے ہزاروں لقا پرستوں اور
 پیغمبر مرسل کے سوار یا دون کو متبع کیا اور ایسی ہی شہسازئی ان سبوں نے کی ہے کہ جنوں نے دس دس
 لاکھ سوار کی فوج میں غلام ڈال دیا ہے آپسے جرم سنگین پر بھی پیغمبر مرسل نے انکسبت ساسجھایا اور فرمایا کہ اب بھی
 اگر تم لقا پرستی اختیار کر کے بدیع الزمان کی رفاقت اور طاقت چھوڑ دو تو تصور تمہارا معاف کر دوں انھوں
 نے در جواب اس کے گنجاب کو کھالیان دین اور خداوند لقا کی جناب میں یکے دونوں کلمات ناسر اطلالت اور سب
 کہے اس جرم پر پیغمبر مرسل انھیں کل صبح کو دار کھینچ کر مار ڈالے گا اور اخیر تہیاریاں کر لیا قارن بلند کمان نے
 یہ مالی آن سرداروں کا نکلے اپنے دل میں کہا کہ خوشارتہ اور تہ شاہزادہ بدیع الزمان کا کہ جسے ایسے ایسے
 سردار دلیر اور غیر اشجع میدان کارزار ہم پہونچائے اور زہرے مردانگی اور جوانمردی ان سب سرداروں کی کہ یہاں
 حالت میں ہی ثابت قدم ہیں فرض ہے بائیں دل ہی دل میں کرنا بارگاہ گنجاب میں پہونچا اور گنجاب کے
 قدموں کو طاقے بوسہ دیا گنجاب نے اشارہ کیا کہ دنگل قارن بلند کمان کا بعد دنگل قارن قہرمان عجی کے
 بچھا دین قارن بلند کمان نے جو دیکھا کہ میہو دنگل زبردست قہرمان عجی کے بچھتا ہے اور بھار برہم
 ہوئے کہا کہ اے قہر دنگل پر سے اتر کر آہو کہ یہ میرے بیٹے کی جگہ ہے قہرمان عجی نے تکرار کی تو بے جھڑپ
 رسید کہ دونوں دست بگربان ہوئے گنجاب گھبرا کے استغثت پرست کو پڑا اور ہزار سہی و جہد دونوں کو جہد
 کر کے کہا کہ اے قارن بلند کمان ہمیں قہرمان عجی کا تصور نہیں ہو سکتا ہے قہرمان عجی نے قہرمان
 عجی کو اپنا سپہ سالار کیا ہے قارن بلند کمان نے جواب دیا کہ بیان الہی آپ نے اسے اپنا سپہ سالار کیا ہے تو
 میرے بہت اور مجھے میں فرق نہیں ہو سکتا اس لیے کہ بارگاہ خداوند لقا میں میرے دنگل میں سے اسی دنگل
 کے بعد قہرمان عجی کو دنگل ملا ہے اور زبردست میرے ہمیشہ بیٹھا کیا ہے اب چاہے کہ یہ مجھ سے
 سپہ سالار بنے آگے بڑھ کے باا دست بیٹھے یہ کبھی نہ ہوگا اختیار کرنے جو یہ نسا دیر پا دیکھا تو بول اٹھا

کہ یا پیغمبر مسل میر کیا قباحت ہے فرمادیجئے دونوں صاحب برابر ہیں گنجاہ نے قارن بلند کمان اور قاهر بن قمران عجمی دونوں کے دنگل برابر چھوڑ کے دونوں کو بٹھلا یا بعد اسکے دو خستیاں خلعت کی طلب کر کے پہلے تو بہت بجاری خلعت قاهر بن قمران عجمی کو پہنا یا بعد ازاں خلعت لٹیری اور سحری قارن بلند کمان کو دیا قارن بلند کمان گنجاہ کی اس حرکت سے اور زیادہ تر اپنے دل میں بخیدہ ہو کے کہنے لگا کہ ایسے ناقدر بے تیز گدے کی کوئی بہادر فیت حرمیت اور رفاقت کرے جو ایسی ذلت اور خفت کھینچے اس سے بہتر ہے کہ میں یہاں سے اٹھ کے شاہزادہ بدیع الزمان والا تربت کی خدمت میں کہوں نہ چلا جاؤں جہاں میری حرمت اور آبرو اور قدر و منزلت ہو صریح قدر گوہر شاہ داند یا بداند جو ہری شاہزادہ بدیع الزمان قدر دان اور جوہر شناس شہزاد پرست ہے دلیل ظاہری پہلی رتبہ شناسی اور قدر دانی کی یہی ہے کہ سرداروں کو اُس کے دیکھ لو کہ باوصف اسکے کہ حرکت جان سے ہاتھ دھوئے دار پہنچے ہوئے مثل چراغ سحری کوئی دم کے مہمان ہیں اور اس حالت میں بھی نام پر شاہزادہ عالی جناب کے خدا اور شہزادہ ہو رہے ہیں غرض قارن بلند کمان اپنے جی میں یہ باتیں کر کے جبکہ گنجاہ نے دربار پر حاضرت کیا اُسکی بارگاہ سے نکل کے اپنے خیمہ میں آیا اور اپنے ساقی کے سرداروں اور بہادروں کے کہا کہ ایسا رو گنجاہ سخت بے تیز اور ناقدر پاجی پرست ہے کچھ عزت اور رتبہ اور قریب کسی کا نہیں جانتا ہے مگر شاہزادہ بدیع الزمان مرد مراد اور شیر فرزانہ قدر دان اور رتبہ شناس مردوں کا ہے اور مجھے ثابت ہوتا ہے کہ دین بھی اُسی کا حق ہے ورنہ تمہیں سب اپنے اپنے دلوں میں سمجھو کہ ایک ذات واحد بدیع الزمان کی اور بخارہ لاکھ سواریاں دے گنجاہ کے اور ہزاروں ترے ترے سردار اور پہلوان اور شیرازن اور دلیر اور شیر خاص ان خاص مقرب درگاہ لقا کے بدیع الزمان کا کچھ نہ کر سکے تمام سرداران اور فہر ان فوج نے قارن بلند کمان کو جواب دیا ہم سب طبع اور زمانہ دار تیرے ہیں جو تجھے منظور اور جو تیری خوشنودی خاطر ہو وہ ہم کو بھی منظور ہے دو چار جو کہ تار یک دل اور تیرے درون سے انھوں نے لکھا کہ یہ بات تو ہم سے کہی ہو سکے گی کہ جو دین اور طریق لقا پرستی ہمارے باپ دادا سے چلا آیا ہے اُسکو چھوڑ کے نادیدہ خدا سے آسمان کو جسے کہی کسی نے دیکھا ہی نہیں اپنا خداوند سمجھیں اور مسلمان ہو جائیں قارن بلند کمان نے اُن سب کو ایک قلم قتل کیا اور جنھوں نے رفاقت اور اطاعت قارن کی قبول کی اُن سب کی بہت سی عزت اور حرمت کر کے سب سے کہا کہ جو کوئی کسی شاہزادہ پر شہس کی ملاقات کو جاتا ہے کچھ نہ کچھ نذر کے طریق پر تحفہ تحائف لے جاتا ہے میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی نذر نہ کہ سب سے بہتر نہیں ہے کہ اُسکے اُن سب سرداروں کو جو دار پہنچے ہوئے ہیں پھر اُسکے لیجاؤں کہلے آدمی رات کے مل میں کہ باب خزائن خیمہ ڈیرہ اقبالہ وکے مع اپنے سرداروں اور بیج و سپاہ کے سوار ہوا اور ان سواروں کے قریب پہونچا آہنگ پہلوان جو کہ محافظان سولیوں کا تھا اُس سے قارن بلند کمان نے کہا کہ پیغمبر مسل نے فرمایا ہے کہ ان سب خدا پرستوں کو میرے حوالے کر دو میں انکو لے کر حضور خداوند نقا جاؤں گا آہنگ پہلوان نے کہا کہ میں تابعدار ہوں جو حکم پیغمبر مسل کا ہو بہتر بھی انکو لیجاؤ یہ کہ شہنشاہ قارن بلند کمان نے اُن سب سرداروں کو سولیوں پر سے اتار دے قریب کی دور کی اور اُسی وقت سب کو مسلح اور کھل گھوڑوں پر سوار کر دیا اور ایک شیخون گنجاہ کے لشکر پر مار کے مع اُن سب سرداروں اور اپنی فوج و سپاہ کے بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان والا تربت روانہ ہوا یہاں جو آدمی رات کو یہ شور مل شیخون کا گنجاہ نے سنے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہنگامہ ہے لوگوں نے کہا کہ قارن بلند کمان نے بدیع الزمان کے جن سرداروں کو آپ نے سولیوں پر چڑھایا تھا اُن سب کو جل کے چھڑا لیا اور آپ کے لشکر میں شیخون مار کے ہزاروں سوار اور میا دروں کو قتل کر کے شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس چلا گیا گنجاہ نے یہ خبر وحشت نرسنے نہایت پیچ و تاب کھائے اُسی وقت جو بدو کو حکم دیا کہ ملید با کے قاهر بن قمران عجمی کو بلالائے چنانچہ سب اکمل گنجاہ کے

جو بدر نے باکے قاہر بن قہرمان عجمی کو بارگاہ گنجاب میں لاکے حاضر کیا گنجاب نے بہت ساخت و سست قاہر کو لکے کہا کہ قہری بد ذاتی سے قارن بلند کمان مجھے منحرف ہو کے سرداروں کو بدیع الزمان کے پٹرائے کیا اب جلد نوجا کے قارن بلند کمان کو آگے جانے نہ دے جس طرح منت خود شاد سے وہ آئے میرے پاس میرا غرض قساہر بن قہرمان عجمی نے قارن بلند کمان کو میرے لائے کا اذکار کیا اور قہاقب میں آگے مع اپنی فوج و سپاہ کے روانہ ہوا جتنا کہ دو گئے داستان شوکت بیان سلطان والا نشان امیر حمزہ صاحب قہرمان سے بیان کیے جاتے ہیں کہ شوکت امیر با تو قہر شتیان اور جہاز تمام اپنے سرداروں اور شاہ دشمن پاروں کی سواری اور بار برداری کو اپنے ہم ہو چکے سب سردار اور شے اور پوتے سلطان صاحب قہرمان نامہ کے اپنی اپنی کشتیوں میں مان اسباب بار برداری کے مع اپنے لشکر اور عہدہ شاگرد و پیشکے سوار ہوئے شوکت صاحب قہرمان دوران نے میرے بحر نے دھن کی کہ سب شاہزادے اور شاہزادے اور واپس گان و امن دولت سرکار کے کشتیوں پر سوار ہو چکے غلطاب حضور کے سوار ہونے کاشتیان کے کھونٹے میں انتظار رہی اور خواجہ عمر دین امیر ضحری کشتیان اپنی بار برداری کو اپنے طلب کرتے ہیں غنی کشتیان آگے دھن حکم ہو وہ انھیں دو کی جانیں امیر با تو قہر نے عمر کو بلا کر دیا کہ خواجہ کشتیان نے لکھا کر کے عمر و نے لکھا کہ جو سو کشتیان آپ دین نو بہر اپنا ہو سکتا ہے ورنہ بہت مشکل ہے امیر با تو قہر نے ناچار ہو کے سو کشتیان عمر کو بھی دے دت کہین تب عمر و نے اپنے عیاروں کو حکم دیا کہ کشتیاں سرگین رنگا واد رنگا وادش وغیرہ لشکر کے جانوروں کا چاروٹ پر اس سب کو اٹھو کے کشتیوں میں بھر دو دویاروں نے بموجب اشارے عمر و کے لکھو کا نور سے سرگین رنگا واد اور کشتیوں کا اٹھو کے کشتیان پر بھر دو دیا اس و مد میں سلطان صاحب قہرمان جگہ کشتی پر سوار ہوئے عمر و تالیب دریا بھرہ امیر با تو قہر کے جگہ کھڑا ہوا صاحب قہرمان نے فرمایا کہ خواجہ دمان کیون کرے ہو کسا اب انتظار کرتے ہو آؤ کشتی میں سوار ہو عمر و نے کہا حمزہ عیان راہ بیان میری تو جانتا ہے کہ جس طرح سے نو نے شرمین کی مین کہ بجائے کا نقاب نہ کرو لگا حریف پریشد سنی نہ کرو لگا کسی بزرگ کے فرار و دیدہ و دانستہ قدم نہ رکھو لگا عاشق و معشوق کا افتخارے راز نہ کرو لگا اسی طرح میرے بھی دل سے حمد ہے کہ سفر دریا کہیں نہ کرو لگا نقابدار کے لشکر میں نہ جاؤ لگا سرزمین سہی میں قدم نہ رکھو لگا ساحر و دق سے ہمیشہ نیر کو کس پر جہاد رہو لگا کشتی کجخت کی اصل کیا ہے امواج دریا کی پساز کو اڑھاؤتی ہیں غم محفوظ رکھے تلاطم اس دریا سے زفار و ساحل ناسد کسار کا دیکھ کے کہ ملک الموت کا سامنا ہے میری روح تحلیل ہوئی جاتی ہے پس ای حمزہ میں نے تجھے بھی خواہے خدا سے کہ تم کے کیا شعر بسفر رفت مبارکباد و بسلامت روی دہائی اور میں تو آپ بھی تہیہ بدل رکھتا ہوں کہ کعبہ امد میں جا کے بیٹھ رہو لگا اور دمان جو ریوڑ بیان کوڑیاں نذر و نیاز کی ہنسی اس میں میری ہسرافات ہوگی دمان کی جار و بکشی میں افتخار کو میں اور سعادت دارین حاصل کرو لگا اور تیرے لیے دے ماس از دیا و شمت و جاہ میں مشغول رہو لگا تجھے اگر کوئی خط لکھتا ہو یا کچھ سوغات تحفہ تحائف اپنے والد زور گوار خواجہ عبد المطلب کے پاس بھیجا ہو تو مجھے عنایت کر مین بخوبی پہونچا دو لگا سلطان عالی مقداد حمزہ صاحب قہرمان نامہ نے یہ تقریر شاہ عیاران عباسی کے لکھے فرمایا کہ ای عمر و تو چالیس روز گھر سے جدا ہو کے بیابان ہفت فیصل جبل القہر کی راہ سے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر کے واسطے گیا تھا تو مین تیرے مدد و مفارقت سے امد یم بیتاب اور بخور و خواب تھا کہ قائل بیان نہیں اب و امد اعلم بالصواب کہ کشتی مدت میں سرزمین باختر سے میرا پھرنا ہو پس اتنی مدت دماز تو شری مفارقت کا مدد نہ مجھے کسی طرح سے گوارا نہو لگا غرض ہر چند امیر با تو قہر نے کہا عمر و نے ہر گز اسادہ کشتی پر سوار ہونے کا اور سفر دریا کا نہ کیا سلطان صاحب قہرمان نے ناچار ہو کے ارشاد کیا کہ خبر جو تیری مرضی ہو

بستر مگر خدا گواہی کہ مجھے تجھ سے یہ توقع نہ تھی کہ مجھ سے ایسی بوفانی کر کے جدا ہو جائیگا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا یہ کیلے
امیر با تو قیر نے ایک کاغذ بر عرضی جناب خواجہ عبدالمطلب کو تحریر کی اور عمرو کے سامنے اسکا لغزہ کر کے کہا کہ تو خواجہ
سلامت خدا حافظ تمہارا یہ یہ عرضی میرے والد بزرگوار خواجہ عبدالمطلب کو دے کے زبانی عرض کرنا کہ مجھے
وہا سے فراموش نہ فرما میں عمرو نے ہاتھ اپنا بڑھا کے جو نہیں چاہا کہ عرضی صاحبقران کے ہاتھ سے لے سلطان عالی مقام
نے ہاتھ پکڑ کے کھینچ لیا اور حیثیت عمرو کو قبل میں دبا کے کشتی میں نہالیا اور ملاحوں سے اشارہ کیا کہ ہاں ہاں ہاں
کھول دو اور روانہ ہو حسب حکم سلطان عالی مقام کے ملاحوں نے کشتیوں کو کھول دیا اور کشتیاں روانہ ہو میں
عمرو نے دایلا کر کے کہا اے عرب یہ کیا ترے جی میں خیال آگیا ہاں ہاں اسے اور ملاحوں کشتیوں کو روک دیا امیر با تو قیر نے
فرمایا کہ اے کتہ وز دلس زیادہ کچھ دم نہ مار میں تجھے ج دریا میں لیجا کے گرا دوں گا عرض ہزار ہر در عمرو کو سوہرا
اشرفیون پر عرضی کر کے ہمراہ لیا اور تمام کشتیاں مثل تیرا نکماں تبتہ دریا میں چلین اور عمرو کا یہ طالع تھا کہ اس کشتی پر سے
اس کشتی میں دو تیرا پیر تیرا اور تیرا تھا اسوقت اور چلتے سردار اور شاہ و شہر ہر کشتیوں میں سواری تھے سمجھتے اپنے اپنے
پاس سے خواجہ کو دیا کسی نے کس ہزار اور کسی نے بیس ہزار کسی نے چالیس ہزار کسی نے پچاس ہزار شہر فیان
عمرو کے تواضع کین بارے اسوقت عمرو کو سکین ہوئی اور سلطان صاحبقران کی کشتی میں پشت پر آ کے بستر مل کر کے
بیتھو رہا قصہ مختصر بارہ شبانہ روز کشتیاں بخوبی تمام چلی گئیں تیر حوین دن یکایک باد مخالف سی ملنے لگی اور چپ طرح کا
دریا میں ایک طوفان اٹھا اور شام ہوتے ہوئے ایک ابر کا کڑا تیرہ دنار آسمان پر نمودار ہوا اور برسات شروع ہوا اور کشتیوں
میں پانی بھر چلا اور ہوا کے زور سے کشتیاں آپس میں ٹکراتے لگیں اور عجیب طرح کا غلام اور شور اور بوم اٹھو کشتیوں میں تھا
ہر ایک کی زبان پر دعا تھی اور ہر ایک قلب کو اپنے جناب باری رجوع کیے تھی اور تہمتی تھا کوئی سوراہے کے کتہ
پرہ کے جناب سولا شکل کشاے اسند عا اور تیرا کڑا کتہ شاہ تخت موبے پار کر و تیرا حمار کے سجھنے سوری تیا +
گن ٹوٹ کے ہاتھ سے چھوٹ گئے نہیں جھوٹ ہو نوع کے پار لیا + تو اندے نہ مانجھیں تیر یون تانا کو و نہیں اب
جان تچیا + بحر محیط سے پار تھا دو امام کے باب رسول کے تیا + اور کوئی رو رو کے کتا قطعہ مگر داب بلا آفتادہ ام
یا مصطفیٰ دستے + یہ بحر غم کر قنار علی مرتضیٰ دستے + زحالات شب معراج دستم بد المی + چرا دستم گیری اے علی
بر خدا دستے + آخر بیان تک نوبت پہنچی کہ بسبب شدت ابرو و نار کے اسدرجہ تاریکی ہو گئی کہ ایک دوسرے کو
نہیں دیکھتا تھا اور زور شور ہوا کا اور دریا میں غلام امواج اسقدر تھا کہ کسی کی بات برابر چلے ہوئے مطلق شنائی نہیں
دیتی تھی اور بحر مریطک رساں تھا کشتیاں آپس میں ٹکراتے غریب تھا کہ سب خشکست ہو جائیں اسوقت امیر
با تو قیر نے فرمایا کہ اب صلاح یہی ہے کہ نظریا فضال زیدی کے بغیر ہندی کشتی کی کھول دیکھ لے آگے جو شیت پر در دھا
ہو دیکھتے بغیر ہندی کھولیں کھولیں دو کشتیاں با ہم ٹکراتے ہرے ہرے ہو کے فرق ہو گئیں اور یہ کسی کو
نہ معلوم ہوا کہ ان کشتیوں میں کونسا سردار سوار تھا بعد اسکے جو نہیں کشتیوں کو کھولا وہ مثل تیر کے ہلکے آن واحدین
نظرون سے غائب ہو گئیں جو کشتی چل گئی پھر اسکا پتا اور سراغ نہ معلوم ہوا کہ ہوا کے زور اور دریا کے غلام سے کس
طرف کو نکل گئی فرض تمام کشتیاں بطرفہ العین طوفانی ہو کے اسی دریا میں نکل جاتی ہیں اب دیکھئے کہ ان کشتیوں
کا کسان اور کب سراغ ملے +

جب تک دو کتے داستان شوکت بیان شاہراہ و سیاہ ملک قاسم لعل تختان خو زیر
خاوری کے بیان کئے جاتے ہیں

کہ جس وقت شاہزادہ خا ورساہ ملک قاسم ارجل اور سرجل خشت اندازن اور مردانہ دون کے سرکہ رزم و پیکار میں
 شکست کھانے خمیر زنی کرنا ایک سمت کو نکل گیا تو اپنے ہمین کھانا تھا کہ دین مدحیت میں نے ملک باختر میں آ کے
 کوئی کارنامہ بیان نہ کیا اور جو کچھ ہم پہونچا یا تھا وہ سب گنجاب کے قبضہ اختیار میں گیا۔ ایسے ہی میں کٹا ہوا بھی خودی
 سی راہ ٹوکی تھی کہ ایک مقام پر ایک قافلہ سودا گردوں کا آ رہا تھا قاسم کو جو ان لوگوں نے دیکھا تو ڈرا کہ ان سب کے
 وہ سب کے سب ایک بار بلوہ کر کے قاسم کی جانب دوڑ پڑے قاسم نے یہ بلوہ آن لوگوں کا اپنی جوت آتے دیکھ کر کہا
 کہ اسی بار وہیں بھی تمہاری طرح سے سودا گر تھا زنتاے راہ میں ہر مال و سبب تجارت کا قطعاً اٹھایا آئے لوٹ
 لے گئے میں بجان واحد صحرا میں رہ گیا یہ حال شاہزادہ خا ورساہ با اقبال کا سننے خواجہ فرید سودا گر قافلہ سالار نے
 بہت سا افسوس کر کے قاسم کو اپنے ہمراہ لیا اور ایک بہار کے درے میں جگہ سے اپنے تمام قافلے کے اتر پڑا جب خاصہ
 مطلب کو کے دسترخوان بچھوایا اور کھانے کو سب رفیقوں اور شاہزادہ خا ورساہ کو لے کر بیٹھا اس وقت شاہزادہ
 قاسم نے بسم اللہ کیے لوالہ اٹھا یا سب اتفاق خواجہ فرید ادب اسکا قافلہ لقا پرست تھا قاسم کی زبان سے
 نام اللہ کا جو سنا تو مائیں کر کے کہنے لگا اے جو ان مجھے قسم ہے کہ اپنے دین و ایمان کی توہم سے کبھی کبھی تیرا کیا دین اور
 مذہب ہو اور تو کس کا بیٹا پوتا ہو تیرا کیا نام ہو شعر چر کے وچ نام خواندہ شدہ در کلائی تمام داندہ شاہزادہ
 خا ورساہ نے بیان کیا کہ میرا نام شاہزادہ خا ورساہ ملک قاسم لعل خٹان خور زخاوری مشہور اور معروف ہے
 اور میں پوتا زلزہ قاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحب قرآن کا ہوں طریق اولیت میرا خدا پرستی ہے خواجہ فرید نام
 قاسم اور سلطان صاحب قرآن کا سننے ازراہ کردہ یہ بے تلقین و چالوسی سے پیش آیا اور شاہزادہ قاسم کو دوسرے
 روز نکلنے میں بیٹھی دیکھے بیٹھیں کیا اور پہلے تو چاہا کہ قتل کرے قاسم کو لکر پھر اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ اے فرید
 تو تجارت پیشہ ہے بہادر حمزہ صاحب قرآن کو خبر ہو جائے تو پھر کس صورت سے تیری جان اور بدنہ بچے گی اس سے
 مسئلہ یہ ہے کہ قاسم کو ایک صندوق میں بند کر کے یہ جو زیر کوہ دریا سے روانہ ہو اس میں ڈال دوں پس میں خود یہ جو ز
 کر کے صندوق میں بند کر کے شاہزادہ قاسم کو دریا میں ڈال دیا اور وہ صندوق ایک مرتبہ دریا میں قوط کھلے گا
 اب دو گئے داستان لشکر فیروزی اتر سلطان صاحب قرآن کے بیان کے جاتے ہیں
 کہ جب سب کشتیان لشکر اسلام کی طوفانی ہو کے تباہ ہو گئیں آخر کار ساتویں دن جبکہ وہ طوفان اور زور شور رہا
 پانی کا کم ہوا اور کشتی نمایاں ہوئی تو پہلے چند کشتیان خیر قیماں خان خاوری اور الماس خان خاوری اور
 شہنشاہ خان خاوری اور دراز خان خاوری اور مالک ترک نعید جام و غیرہ سب سردار ترکستان کے مع ساتھ
 لاکھ سوار و لاواران عرصہ کارزار کے سوار تھے بہتے ہوئے قریب درندہ سمانیہ کے پہونچے سب سرداران ترکستان نے
 اپنی کشتیوں کو صحیح و سلامت دیکھ کر اب جو چاروں خیال کیا تو سلطان صاحب قرآن اور تمام شاہ و شہر بارز ادوں
 اور سردار لشکر اسلام کی کشتیوں کو نہ دیکھا اس وقت سب کے سب سلطان صاحب قرآن کے واسطے نہایت فکین اور
 اندوگین ہو کے تنگ زبان ہوئے اور آخر تا چار ہو کے حوالہ کریم کا ساز کے کہے آگے روانہ ہوئے جاتے جاتے دور سے کنارہ اور
 کانمایاں ہوا اور سبوں نے دیکھا کہ ایک صندوق چلی آس دریا میں بہتا چلا آتا ہے قیماں خان خاوری نے اپنے جی
 میں یہ سوچ کے کہ یہ صندوق سلطان صاحب قرآن کے لشکر کا تباہ ہو کے بہتا جاتا ہے ملاحوں سے کہا کہ اس صندوق کو جلد
 لاؤ اور بموجب حکم قیماں خان خاوری کے جھٹ پٹ چند لاکھ کشتی پر سے کو ڈپڑے اور شناوری کر کے
 اس صندوق کو ہاتھوں ہاتھ دریا سے بہا کے اپنی کشتی پر لائے اور تختہ اسکا کھول کر جو دیکھا تو شاہزادہ

خاور سیاہ کی بیوٹی تر گئی تھی خاموش بیجا تھا قیاس خان خاوری و قیو قاسم کو دیکھ کر شاہان و فرخان و دربار شاہراہ
عالم کے قدح میں ستیلت گئے اور پوچھا کہ آپ کو نصیب دشمنان ابن صندوق میں کسے بند کیا تھا قاسم نے مساری
سرگشت فرید سوداگر کی بیان کی بعد اسکے قیاس خان خاوری وغیرہ سے احوال سلطان بادشاہ بادشاہ اسلام کا
پوچھا ان سبھوں نے امیر باقو قیر کلمع لشکر اسلام سوار ہونا اور نہ ملے۔ یہ کئی شہنشاہ کا بناء اور طوفانی ہونا سارا حال
مفصلاً بیان کیا قاسم حال تباہی اپنے جد بزرگوار سلطان شہر خٹنام امیر عالی مقام اور تمام سرداروں کا مع بادشاہ
لشکر اسلام کے شنگے نہایت غم و اہم سے دوختری کا دل نقش بد بواریٹھا رہا بعد اسکے نظر بشتیت پروردگار کے حکم دیا کہ
کشتیوں کو آگے بڑھاؤ مختصر یہ کہ کشتیان کنارے کے نزدیک پہنچ گئیں چین اور اس درخت سہمانیہ کا حاکم سہمان باختری
تین لاکھ سوار کا مالک بڑا زبردست اور بہادر ہوا اسے جو یہ خبر سنی کہ کچھ کشتیان خدا پرستوں کی طوفانی اور تباہ ہو کر کنارے و رہا
درخت سہمانیہ کے دار درہولی پہن آئے اسی وقت اپنے بیٹے کو مع جالیس ہزار سوار کے یہ حکم دے کے کہ خبردار اور زہار خدا
پرستوں کو کشتیوں پر سے اُتر کے ہماری سرحد میں آئے نہ دینا اور کہنا کہ اگر کہیں تم جلتے ہو تو اور راہ سے جاؤ ہمارے ملک
میں ہر کوئی نہ جاؤ تری قید اور شد وے روانہ کیا حسب اتفاق گاؤ لنگی گاؤ سوار جو سلطان صاحبقران نامدار کے
پاس سے جا لگتا تھا تو وہ اسی ملک میں آ کے لب دریا اپنا خیمہ استوار کر کے اُتر آیا اور لشکر کر کے کتاہر کے خداوند لقا نے
مجھے اپنے فضل و کرم سے ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں نام خدا پرستوں کا کوئی نہیں جاتا چنانچہ گاؤ لنگی گاؤ سوار
بھی سہمان باختری کے بیٹے کے ہمراہ وہاں لب دریا آیا اور لشکر اسلام کے لوہے شوکت اور اکثر سرداروں کو
پہچان کے دور ہی سے تیر دن کو کمانوں میں بیکستہ کر کے باواز بلند کمال اور فدا پرستوں سب اپنی کشتیوں کو وہاں سے
پھیروا اور جہاں جاتے ہو اور کسی راہ سے جاؤ نہان گاؤ لنگی گاؤ سوار اسرافیل درگاہ لقا موجود ہوا اگر ذرا
آگے آئے گا ارادہ کرو گے تو مارے جاؤ گے قیاس خان خاوری وغیرہ سرداران ترکستان نے جو پیشور و غل فوج
کفار کا ستا تو جواب دیا کہ صاحبو ہم لوگ تجارت پیشہ ساز ہیں ہمارے پاس غلہ اور کھانے کی قسم سے کچھ نہیں ہے
کچھ اپنے ملک سے ہم کو غلہ وغیرہ اور اسباب دلاؤ ہم اور راہ سے چلے جائیے کفار نے کہا کہ یہاں گاؤ لنگی
گاؤ سوار اسرافیل درگاہ قدرت خداوند لقا کا کتاہر کہ مجھے ان کشتیوں کی فوج میں سمجھ گزرا ہے کہ شاید خدا پرست
ہوں اس باعث سے تلو کھانے اور غلہ کی قسم سے کچھ دے نہیں سکتے بہتر یہی ہے کہ تم سب اُسی طرف کچھ جاؤ قیاس
خان خاوری وغیرہ سب ناچار درگاہ علاج ہو کے نہایت تھرا و زخوش ہوئے کہ اب کیا تدبیر چھپے ہمیں شاہزادہ
خاور سیاہ نے فرمایا کہ میں نے ایک تدبیر خوب نکالی ہے تم سب ان کا ذہن سے کہو کہ ایک صندوق اعلیٰ و گہرہ وغیرہ
جو اہر کا ہم سے لو اور ایک خستر بھر کے غلہ ہم کو دلاؤ ان کا ذہن نے یہ شنگے پیش خود ہجوزی کی کہ ان خدا پرستوں سے
صندوق جو اہر کا مانگ لو اور غلہ بھری انکو نہ دو غرض منصوبہ کر کے کفار نے کہا کہ آج اپنے تم وہ صندوق ہمارے
پاس مسجد و بعد اسکے ہم تم کو غلہ وغیرہ کھانے کی قسم سے جو شکر کو گے مسجد نیلے قیاس خان خاوری نے شاہزادہ
خاور سیاہ کو ایک صندوق میں بند کر کے ایک غراب پر رکھ دیا اور ایک ملا نے اسے اس غراب کو کنارے پر لجا کے
پہنچا دیا ملک سہمان باختری کے بیٹے نے جو صندوق کا تختہ اُتھا یا ایک مرتبہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم
مثل بزنی چمک کر صندوق سے باہر نکل آیا کتاہر بن ملک سہمان باختری نے جو قاسم کو دیکھا تباہ شدہ و درگاہ
شاہزادہ عالم کے قدح میں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ اے شہر باد عالی مقام میں نے رات کو جہاں بالکال حضرت ابوبکر
علیہ السلام کا خواب میں دیکھا اور حضرت باسلام ہوا ہوں اور ان حضرت نے مجھے نشان دیا تھا کہ کل صبح کو ہماری

اولاد میں سے ایک شاہزادہ کہ نام اسکا شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم ہو گا ایک صندوق میں بند ہو کر تیرے پاس آگے گا چنانچہ میں نے جو خراب میں دیکھا وہ سب سچ دیکھا اب اسے صدق بخلاص نیت میں مسلمان ہوں اگر حکم ہو تو اپنے باپ ملک سہمان باختری کو بھیجے آپ کی خدمت میں لاکے حاضر کروں شاہزادہ قاسم نے کتا رہن سہمان باختری کو اپنے گلے سے لٹکایا اور فرمایا کیا مضائقہ تھا تو اور سہمان باختری کو نے او تحسب حکم شاہزادہ قاسم نے کتا رہن سہمان اپنے باپ کے پاس گیا اور کہا ای پدیر کو اور میں نے تو طبت میفا دین اسلام قبول کیا اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ دین شاہزادہ قاسم کا برحق ہے لہذا امیدوار ہوں کہ آپ بھی مسلمان ہو جائیں سہمان نے یہ گفتگو اپنے بیٹے کی شنکے حالت غیظ و غضب میں کہا کہ اسکا جواب میں مجھے حشوت کہ قاسم کو زیر کر لوں گا اسوقت دو ٹنگا اونٹ مجھے سوارے معقول پہونچا دوں گا یہ کہنے سہمان باختری نے کتا رہن اپنے بیٹے کو نذر نہ کیا اور آپ مع من لاکھ سوار کے سوار ہو کے لب دریا بقابلہ قاسم آیا اور پتا کشتن خوف حال : قال ملک سہمان باختری بر حیا پڑ کے میدان میں نکلا اور گیارہویں میں میں شاہزادہ خاور سیاہ نے تیرہ اسکے ہاتھ سے ہوا کی کر دیا ملک سہمان باختری کے دل میں یہ خیال گذرا کہ قاسم بہت خوبصورت جوان تھا اور بہادر معلوم ہوتا ہے اور ملواری کا کام کاتا ہے شاید میری ضرب تیغ سے یہ بہادر مارا جائے تو مجھے نا لب گور اس پر اور کے مارے جانے کا صدمہ رہے گا اس سے بہتر ہے کہ زور کشتی اسے زیر کروں اور اپنا رفیق گردانوں یہ سوچ کے کرب کو ملک کے کمر بند میں شاہزادہ خاور سیاہ کے ہاتھ ڈال دیا شاہزادہ قاسم نے بھی کمر بند سہمان باختری کی ٹکڑی اور دونوں گھوڑوں پر سے کود پڑے تین شہانہ روز در کشتی آئیں رہا روز چارم دوپہر کے وقت قاسم نے غلٹہ اسدا کبر پڑے کھینچ کر اور نکلر اسکا توڑ کے زمین سے اٹھالیا اور سر پر چرخ سے کر مارا اور جیت کر کے پھر اسکی بچائی پر بیٹھ گیا اور ملک سہمان باختری کی مشکین باندھ کے اپنے پھر ایوں کے حوالے کیا اور تماخیر سہمانیہ میں کل شاہزادہ خاور سیاہ کا ہو گیا کتا رہن سہمان باختری کو قید سے نجات دے کے قلعہ قلعت کیا اور کتا رہن سہمان باختری نے اپنی سب فوج و سپاہ اور عیال سے شہر کو کلمہ تلقین کر کے مسلمان کر لیا اور شاہزادہ خاور سیاہ مع سردارین کرستان اور سات لاکھ سوار اور پیادے کے لب دریا وہیں بارگاہ استاد کروا کے زد کشتی ہو ا

اب دو گلے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان سے گزارش کیے جا گئے ، میں کہ شاہزادہ بدیع الزمان ابھی ایک دن گذرا تھا کہ طعہ شہر سہمان میں متادان اور خان جنس عیش و نشاط میں مصروف بیٹھا تھا کہ ناگاہ امیہ بن عمرو اور مر جان تیر قتلار نے آکے بعد دعاؤں کے عرض کی کہ شہر یار مبارک ہو قارن بلند کمان نامے ایک پہلوان بڑا بہادر اور صفت شکن رستم صولت ہنشدیدار تو ان مقرب خاص نقاسے شرک خدا آپ کے جتنے سردار گنجا ب کے یہاں قید ہو گئے تھے ان سب کو سولیوں پر سے اتار کے اور قید سے پھر کے مع اپنے تمام سردار اور سات لاکھ سوار کے حضور کی ملازمت کو تہا ہے شاہزادہ عالم نے جو یہ حال سنا تو اسی نیت حکم دیا کہ ہمارے سب سردار استقبال قارن بلند کمان کا کریں اور ہر کو بہت اعزاز و احترام سے ہمارے پاس لائیں حسب حکم شاہزادہ عظام شاہزادہ بدیع الزمان عالی مقام کے تمام سرداروں نے قارن بلند کمان کا استقبال کیا اور بڑی عزت و توقیر سے اسکو ہمراہ لے کے بارگاہ میں شاہزادہ عالی جاہ کے پاس لائے قارن بلند کمان نے بارگاہ میں آکے مجرا گاہ پر سے مجرا کیا اور دوڑ کر شاہزادہ نامور کے اقدام عالی کو بوسہ دیا شاہزادہ عالی شان نے بہت سی خاطر داری اور تابد قارن کی کو کے تیاری جشن کی فرمائی اور صحبت

رقص و سرود آراستہ کی ناگاہ داروغہ دیوان عام نے آگے عرض کی کہ شہر بار ایک پیادہ دروازہ بارگاہ پر کہیں سے
آیا ہے استدعا ہے باریابی رکھنا اور شاہزادہ داروغہ نے فرمایا کہ اسے اندر رکھ دو اور وہ دیوانہ خانہ یا ہرے اس
پیادے کو اپنے ہمراہ اندرون بارگاہ لے گیا اور اسے مجرا گاہ پر سے بطریق لغا پرستوں کا لقا کا نام لے کے سلام کیا
شاہزادہ عالی مقام نے چاہا کہ اسے کچھ سیاست کیجائے یا دے نے عرض کی کہ شہر بار میں قاصد ہوں اور میرا دین
آپا کی واجدادی ہے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ اس کو اپنا خلاصہ مطلب بیان کر اس پیادے نے ایک نامہ سر بہر لغا
کیا ہوا انہی کربے نکال کے نظر انداز سے شاہزادہ نامور کی گزرتا تھا کہ عرضداشت کمترین بندہ ملک
صفوان مطلع نشین بخیر دست شاہزادہ بدیع الزمان غالباً اس قرب و جوار میں ایک صحرا سے شمشاد شہر ہے
اس محل میں ایک دیوانہ قیطاس نامے قیام پذیر ہے حسب اتفاق وہاں میر و بیٹا گیا تھا اس دیوانے نے بے جرم و بے ضرر
میر جیسے کو بکڑے قید کر رکھا ہے اور وہ دیوانہ ایسا زیر دست ہے کہ کوئی اس سے مقابلہ و مجاہدہ کی تاب نہیں لے سکتا
میں نے ایک عرضی اس عالی کی گنجاب کو لکھ کر بھیجی تھی گنجاب نے تو یہ جواب لکھا تھا کہ میں اندکوں اپنی بلا میں مبتلا ہوں
یہ کچھ تیر اس دیوانے کی سر دست نہیں ہو سکتی تب میں نے آپ کی خدمت میں انہماں لی ہر میں میں چار لاکھ سوار
و پیادے کا مالک ہوں اگر آپ تکلیف فرمائے یہاں تعریف لائیں اور اس دیوانے کو سیرات اعمال پہونچا کے
میرے فرزند کو اسکے نیچے ظلم سے خیرا دین تو میں اسلام قبول کر کے باقید حیات اطاعت و فرمانبرداری میں آپ کی
بسر کروں گا جبکہ شاہزادہ بدیع الزمان نے عرضی صفوان مطلع نشین کی پرچی اپنے سرداروں سے فرمایا کہ اے یارو
میں یہ تیر مائی صفوان مطلع نشین کے بیٹے کے اور چشم نمائی اور تیر رہی اس دیوانہ قیطاس اثر و پوش کے
جاتا ہوں تم سب یہاں ہوشیار رہی اور خبر داری ہر وقت مستعد رہنا فریب سے کفار عین ادا امد اسے بندین کے
کسی وقت غافل نہ ہو جانا سمجھوں نے عرض کی کہ خدا حافظ ہم سب خانہ زاد سر فرشتی اور جان نثار کے واسطے
حاضر ہیں انقصہ شاہزادہ بدیع الزمان اپنے سرداروں سے رخصت ہو کے سوار ہوا اور سہل سہل کیے اس پیادے کے ساتھ
صفوان مطلع نشین کے پاس ملا بعد طر محل اور قطع منازل جبکہ سرزمین مطلع میں پہونچا تو وہ پیادہ پیشتر گیا
اور اسے صفوان مطلع نشین سے خبر شاہزادہ نامور کے تشریف لانے کی دی صفوان مطلع نشین مع چند اپنے
سرداروں کے واسطے استقبال اس شاہزادہ با اقبال کے آیا اور بخیر و معانہ محال شاہزادہ عالم کے ایک محبت دلی کسکو
شاہزادہ عالم سے پیدا ہوئی اور قریب اغرزدار کم سے شاہزادہ عالی مقام کو اپنی بارگاہ میں ملا کے جلسہ رقص و سرود کا فرما
دیا اور تیری دھوم سے محبت ملیش و نشاط کی تدریستہ کی جبکہ دو چار پیادے شراب کے اس شاہزادہ عالی جناب نے نوش فرمائے
اور اندکے سرور و مانع میں ہوا اسوقت شاہزادہ با توفیق صفوان مطلع نشین سے پوچھا کہ اے یارو مجھے اس پیشہ شمشاد تک
پہونچا دے تاکہ بفضل یزدی اور نائید ربانی میں تیرے فرزند کو اس دیوانے کے نیچے ظلم سے خیرا لاؤں ملک صفوان نے
یہ ارشاد و شاہزادہ عالی نژاد کاٹنے اپنے دل میں کہا کہ جیٹ صد جیٹ ایسے نو جوان غیرت صدر تابان کو ایک دیوانے
کے ماتھے سے قتل کروئے کو لجاؤں یہ مجھ سے کبھی نہوگا بس اتنا کہ ملک صفوان مطلع نشین نے شاہزادہ عالی شان
سے عرض کی کہ شہر بار میں نے اپنے بیٹے سے ماتھا لیا یا میں آپ کو بجائے اپنے فرزند کے سمجھو لگا کر میرا جی نہیں چاہتا کہ
اس دیوانے کے پاس آپ کو بھیجوں اور وہ دیوانہ تیرا بر دست ہے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ اے صفوان مطلع نشین میں نے
اپنے دل سے عہد کر لیا ہے تو تیرے فرزند کو اس دیوانے کے پاس نہ لاؤں گا دم بھر کہیں آرام نہ کروں گا پھر چند
صفوان مطلع نشین نے شاہزادہ عرض کی کہ میں سے ہزارشت سماجت کہا کہ میں مسلمان بھی ہوتا ہوں اور اپنے

فرزند بھی ماتموا تھا تاہوں گرا ب حضور اُس دیوانے سے مقابلہ اور مجاہدہ کرنے کو نہ جائیں شاہزادہ عالم نے ہرگز نہ
 مانا اور فرمایا کہ جب تک اُس دیوانے سے تیرے بیٹے کو وہ کے اہرامِ حجت نہ کر لوں گا تجھے مسلمان ہونے کو بھی میں نہیں
 کہوں گا انصاف ملک صفوان مطلع نشین عاجز اور مجبور ہو کے شاہزادہ بدیع الزمان کو ہمراہ لیا اور سوار ہو کے بیٹھ
 شمشاد میں لے گیا اور کہا شہر یار وہ دیوانہ اسی جنگل میں رہتا ہے شاہزادہ عالم نے ملک صفوان مطلع نشین کو بیٹھ
 شمشاد کے کنارے پر چھوڑا اور آپ یکہ دہنا اپنا گھوڑا تیر گام کر کے اُس جنگل میں اُس دیوانے کے مقام پر پہونچا
 دیکھا کہ نہایت دلچسپ مقام ہے چار طرف سبزہ زار ہے صحرا میں گلشنِ حیات کی بہار ہے طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں
 جا بجا پانی کے چتر بہتے ہوئے ہیں ایک درخت کے سائے کے نیچے ایک شخص شیرازی کھال بچھا کر بیٹھا ہے یکا یک
 اُس دیوانے قیطاس اثر در پوش نے جو شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھا عالم وحشت اور خون میں بکمال جوش و
 خروش و ذکر شاہزادہ نامور سے پست کیا اور شاہزادہ رستم صولت نے دیوانے سے دست و گریبان ہو کے زو
 کشاکش کا کرنا شروع کیا اور تا شام باہرین نماز عصر اور مغرب کے زور کر کے لشکر توڑ کر گزر بخیر میں ماتموا دل کئے میں سے
 اٹھا لیا اور سر پر چرخ دے کے زمین پر مارا جس وقت کہ شاہزادہ عالم نے غرہ اسد ابر طرس کھینچا قیطاس
 اثر در پوش دیوانے نے کہا کہ اے شہر یار بس مجھے چھوڑ دے اور توجہ کہ کہ تیرا کیا نام ہے شعر اگر شاہی ترا آخر خدام
 است و گراما ہی ترا منزل کہم است + شاہزادہ عالمی وفاتے کیا میرزا نام بدیع الزمان ہے فرزندِ بکر بند
 امیرِ حمزہ صاحبِ قرآن کا ہوں اُس دیوانے نے پھر کہا کہ اے شہر یار گستاخی معاف دے تو اپنے تاج کو ہٹا لے
 شاہزادہ بدیع الزمان نے نگاہ اپنے سر سے ہٹائی اُس دیوانے نے خان اور گی ہاشمی اور کلاہ ابراہیمی جو کبھی
 سراقہ بس پر صدق و ثناء ہونے لگا شاہزادہ عالم نے دیوانے سے پوچھا کہ تو اپنا حال بیان کر کہ تیرا نام کیا ہے
 اور کہاں کا باشندہ ہے دیوانے نے کہا کہ اے شہر یار میں پوتا ملک حرمان دیو کش کا ہوں اور میرے ساتھ اور
 بہت سے دیوانے آتے ہیں بعض تو میرے غلامِ زراوت ہیں اکثر فریادیں لگاتے ہیں میں جانتا تھا کہ عوض اپنے
 دادا کے خون کے خراج کروں ایک شب کو میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور انھوں نے
 صدقِ دل سے مجھے مسلمان کر کے آپ کا نشان دیا تھا سو وہ نشان میں نے حضور کے سراقہ میں دیکھے اب مجھے
 اعتقاد ہوا یہ حال اپنا کہ کے دیوانے نے ایک نفیر بجائی اور ساتھ ہی نفیر بجانے کے اُسکی آواز کے بہت سے دیوانے
 چوب و جہاق ماتموا میں لے آہوئے قیطاس اثر در پوش نے اُن سب دیوانوں سے کہا کہ آج تک میں تمھارا انسوار
 مالک تھا آج سے شاہزادہ بدیع الزمان میرا بھی آقا اور مالک و مختار تھا ابھی ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے
 اُس دیوانے سے پوچھا کہ ملک صفوان مطلع نشین کا بیٹا کہاں ہے دیوانے نے صفوان مطلع نشین
 کے بیٹے کو بلا کے حاضر کیا بس شاہزادہ عالمی مقدار مع قیطاس اثر در پوش و غیرہ دیوانوں کے صفوان
 مطلع نشین کے بیٹے کو لے کے کنارے جنگل کے آیا اور صفوان مطلع نشین کے بیٹے کو سپرد اس کے کیا
 ملک صفوان بصدقِ دل سے اپنی تمام فوج و سپاہ اور رعایا شہر کے کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان
 ہو گیا اور عرض کی کہ غلام مع قیطاس اثر در پوش و غیرہ اور اپنے لشکر کے حضور کے ہمراہ حاضر ہے
 شاہزادہ عالم نے کہا کہ جس وقت ہم لشکر کشی لکھنؤ پر کریں تم بھی آ کے شریک ہو تاہو فرما کہ ان سب کو
 رخصت کیا اور آپ سمتِ گنجان روانہ ہوا بعد از مدتی اور قطعِ منازل ایک دریا کے کنارے پر پہونچا
 وہاں دیکھا کہ ہزاروں آدمی زن و مرد سپاہ پوش اپنا اپنا مال و اسباب گنجران باغ و باغ کے

یہی جہاں کے جلتے ہیں شاہزادہ عالم نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ لوگ سیاہ پوش کون ہیں اور اس درجہ بدحواس کیوں
 بھاگے جاتے ہیں اس سے جواب دیا کہ مالک اس ملک کا الوس النور بن بلوچ کج گردن سردار چالیس ہزار سپاہ کا ہے
 اور سین لب دریا ہر تہا ہے چند روز سے اس دریا سے ایک دریائی ٹھوڑا نکلتا ہے کہ نام اس ٹھوڑے کا گلگون باغی تری ہے
 لوگ بیان کرتے ہیں اور اکثر لوگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ ابلق دریائی بھی نام اس ٹھوڑے کا ہے ہر روز وہ ٹھوڑا اس دریا کے
 محل کے پیلوٹوں چارپائے جانور کو مضاعف کر جاتا ہے اور ہم لوگوں کو بھی آزار پہنچاتا ہے چند مرتبہ ہم لوگ گنجاب کے پاس
 فریاد دی گئے اور حال اس ٹھوڑے کا بیان کر کے درخواست ہوئے گنجاب نے بھی ہم کو کچھ جواب نہ دیا لا علاج ہو کر
 ہم سمعون نے جلاوطن ہو کر یہاں سکونت اختیار کی ہے شاہزادہ بریغ الزمان نے یہ حال اس ٹھوڑے کا سننے پر
 نام و نسب ظاہر کیا اور الوس سے کہا کہ اگر میں اس ٹھوڑے کو لے کر کے راجہ کو اپنے دل کی بات سمجھ سکوں کہ تو مسلمان
 ہو جائے گا الوس نے کہا لا شک و لا ریب میں از سر صدق مسلمان ہو جاؤنگا اور جہاں تو حکم کرے باتیں ہزار ہا دران
 شمشیر زن کو اپنے ہمراہ مشرف باسلام کر کے سر فرشتی اور جان بخشی میں موجود رہوں شاہزادہ بریغ الزمان نے یہ اقرار
 الوس کا شکے فرمایا کہ اچھا میرے ساتھ محل کے لب دریا وہ جہاں سے تیرا درجہ مل سکے ٹھوڑا نکلتا ہے حسب اکلم شاہزادہ
 عالم کے الوس ہمراہ رکاب غفر انساب ہوا اور جس جگہ وہ ٹھوڑا دریا سے نکلتا تھا وہاں لاکھ عرض کی کہ اس شہر بار صبح کے
 وقت وہ ٹھوڑا اسی مقام سے نکلتا ہے شاہزادہ والا قدر عالی منزلت نے وہ تمام بیگ و ہتھیار وین لب دریا بصر کی جب وقت
 صبح کا ہوا بعد وضو کے دو رکعت نماز پڑھ کے سوار ہوا اور مع الوس اور بہت سے سوار اور پیادوں کے لب دریا کو تھپکا
 اس ٹھوڑے کے نکلنے کا کر رہا تھا کہ یکایک دریا میں غلام پیدا ہوا اور وہ ٹھوڑا نکلا ایک جگہ ٹھوڑے سے شاہزادہ عالی
 مقام نے دیکھا کہ ایک مرکب پر سی بیکر گلگون عذار شمع عودان تھی گرد و خصل غرق و بدریا موج و برروسہ ہوا تھی
 تمام جسم پر اس ٹھوڑے کے ہزاروں گل ہیں اور ایک ایک گل ہزار ہا خیر کی بہار دکھلا رہا ہے ہم گرد و سپر کلا بیان ہرن کی
 سی گردن ہنس کی سی نیچے ماتمی کے سے کر چٹائی سی شاہزادہ عالی اس ٹھوڑے کو دیکھ کر ہرجان سے عاشق و سکا
 ہو گیا اور ٹھوڑے نے جو شاہزادہ نامدار کو دیکھ کر نہایت خشناک اور غضبناک ہو کر دم کو علم اور شہد کو کھول کر قریب شاہزادہ
 والا طرف کے تے حملہ آور ہوا شاہزادہ بریغ الزمان نے اگلے دن وہاں سے اس کے پکڑ کے جھٹکا مارا کہ وہ تو غنی کے محل زمین پر
 مگر او شاہزادہ عالم نے رال اسکی کڑی اور حست کر کے اسکی شہر پر جا بیٹھا ٹھوڑے نے جو دیکھا کہ میری شہر پر کوئی سوار نہ آتا
 دریا پیرا ہر چند شاہزادہ جیت بلند نے زور کے جاناکہ روکے مگر وہ ٹھوڑا کسی صورت سے نہیں رکتا تھا تب اس شہر بار نے
 ماچار ہو کے دو تین چٹانچے اس ندو سے اس کے تلے پر بارے کہ ٹھوڑا کھینٹے لگا اور ٹھوڑا یہاں چار طرقت سے شور مچا ہوا
 کہ شاہزادہ بریغ الزمان نے اس ٹھوڑے کو گیز لیا غرض اب شاہزادہ باتمکین نے زمین و کھام طلب کر کے اسکو اسکا اور
 سنبھل کے بیٹھا ٹھوڑے نے پھر سرکشی کر کے کھام کو توڑ ڈالا اور دریا کی جانب شاہزادہ والا مناقب کو لے چلا پھر چند
 شاہزادہ عالم نے روکا مگر ٹھوڑا نہ رکا اور دریا میں جا کے فوہ لگایا او شاہزادہ نامور سب کی نظروں سے پنهان ہو گیا
 و الوس بن النور بن کج گردن اور تمام طوائف اور حاضرین نے اپنے اپنے گریبان چاک کر ڈالے اور ہر زمان و سینہ کو بیان
 نوہ و فریا و کٹان غزادری میں اس شہر بار عالی مقدار کی مشغول ہوئے

جب تک شہر دستان لشکر فیروزی اتر کے کشنیوں کی طوفانی اور تباہ ہوئے کی بیان کی جاتی ہے
 کہ جس وقت بسبب طوفان آنے کے اور غلام دریا کے سب کشنیان لشکر اسلام کی متفرق ہوئے تباہ ہو گئیں اور جب وہ
 طوفان بظرف ہوا اور کشنی نمایان ہوئی تو قہرین سنوں اسلام شاہزادہ کرب غازی نے دیکھا کہ سو سے میرے

ہمراہ کی کشتیوں کے اور کوئی کشتی کسی سردار اور سلطان صاحبقران کی نظر نہیں آتی اور نہایت غموم اور ماند و ہنسا ہو کے
گریبان بنایا جاگ کر ڈالا اور تاج سر پر سے دے کر اس سردار کو کرب غازی صدمہ و غم شاہزادہ کرب غازی کا
دیکھ کر خاک اپنے سروں پر ڈال کے سرزنی اور سینہ کوئی کر کے لگے بقیہ بعد خیر ذر کے ساحل نمایاں ہوا اور کشتیاں
ہمراہی کرب غازی کنارے در بند اشراقیہ کے پہنچیں شاہزادہ کرب غازی نے چہ دریا کی بندھوا کے اپنے
تمام لشکر کو اتار دیا اور اب بھی کشتی پر سے اتر کے تیرہ ہستاد کو دیا اور اپنی بارگاہ میں جا کے صدر نشین ہوا وہاں اس
سرمز میں اشراقیہ کا جو بادشاہ تھا نام اسکا سارخ سفید پوش ہے اسے جو شنا کہ ہماری سرحد میں لشکر خد ایترون
کا آتا ہے وہ اسی وقت مع اپنی فوج و سپاہ کے تہیہ جنگ سوار ہو کے بمقابلہ کرب غازی آیا اور خلاصہ یہ کہ فوت
تیرہ بازی کی پہنچی اور چند غنوں میں کرب غازی نے تیرہ سارخ سفید پوش کے ہاتھ سے نکال دیا تب
سارخ سفید پوش اپنے جی میں یہ سوچ کے کہ حریف زبردست ہے میں اسکا مقابلہ اور مجاہدہ ہرگز نہیں کر سکتا
اور روئے زریب جھٹ پٹ ٹھوڑے پر سے کود پڑا اور اپنے دونوں ہاتھوں والے ہاتھ کے پکارا کہ اے شہر بار
میں نے جاننا کہ دین تیرا برحق ہے جو اس دین کو اختیار کرے وہ کیا کرے کرب نے کلمہ شہادت ارشاد کیا
سارخ سفید پوش اندادہ مکر و فریب کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور اپنے گھر میں بھیلہ و عورت
کرب غازی کو طلب کر کے کھانا بیوشی ہشتہ کھلایا اور بیوش کر کے قید کیا یہ حال لشکر کرب غازی نے
جو شنا نو چاروں سے بلوہ کر کے قلم کو گھیر لیا سارخ سفید پوش نے قلم بند ہو کے ایک نامہ ملک سہمان
کو اس وقت ہون کا لکھ کے بطلب مدد روانہ کیا

جیتک دو کلمے داستان شوکت یحییٰ شاہزادہ خا ورساہ ملک قاسم کے بیان کیے جاتے ہیں
کہ جو وقت شاہزادہ خا ورساہ ملک قاسم سہمان باختری کو ہم سید ان شکیں باندہ کے اپنی بارگاہ میں بلایا اور
دوسرے روز جشن عیش کی نیازی کر کے سہمان باختری کو اپنے طلب کیا سہمان باختری نے نام لقا کا
لیکے سلام کیا شاہزادہ خا ورساہ نے کہا اے بہادر تیری عقل و فراست سے مجھے بہت تعجب معلوم ہوا کہ اس خالق اکبر
خدا سے غرور مل خالق جو کل کو فراموش کر کے لقا ایسے کلمہ فر دھوک پیکر فرس بادۂ ضلالت کو کہ جس سے پتا تک نہیں چل سکتا
تو اسکو اپنا خالق جانتا ہے مختصر یہ کہ شاہزادہ ظلم نے ایسے ضد فقرت و حدیث خدا کے سہمان باختری کے آگے
بیان کیے کہ تجلی اسلام کی اسکے دل میں ہویدا ہوئی اور نہنگ کفر و غیبتہ فہیر سے دور ہو گیا کہنے لگا کہ اے شہر بار
کوئی اس دین کو اختیار کرے وہ کیا کرے شاہزادہ قاسم نے کلمہ شہادت ارشاد کیا سہمان باختری کلمہ زہر کے
از سر صدق مسلمان ہو گیا اسوقت پھر شاہزادہ قاسم نے اس سے پوچھا کہ اے سہمان باختری تمہاری سپاہ پوشی کا کیا
باعت ہے اسنے کہا کہ اے شہر بار یہ قانون زمانہ فصحا کے ہے تاہم ہمارے طاندان میں چلا تاہا سوئے اسکے
دوسری وجہ سپاہ پوشی کی یہ ہے کہ ایک بیٹا میرا اس اتار رہے جو تاہا اور نہایت شہل و اور دلیر اور عقیل اور لہم تھا
میں اسکی صورت کا عاشق تھا ایک روز کی نفل ہو گیا ایک شخص نے چڑھا طلسم بہیات کا میری بارگاہ میں کر کے کہا
کہ اس طلسم کے سواے صاحبقران کے یا انبی اولاد کے اور کوئی فتح نہیں کر سکتا بس اتنی بات اسکے میرے چھوٹے بیٹے نے
کہا کہ اس طلسم کو جا کے میں بھی دیکھوں کہ وہ طلسم کیا ہے میں نے ہر چند منع کیا مگر وہ جو کہتے ہیں مصراع گر و دسبہ
بزگر دوسرے وقت یہ خوشدلی ہوئی ہے یہی جوتی ہے اسنے میرا کہنا مانا اور مجھ سے چھپ کے اس طلسم میں جا کے مفقود ہو کر
ہو گیا ہوا اسکے واسطے میری زندگی بے لطف ہے اسی غم میں سپاہ پوش رہتا ہوں شاہزادہ قاسم نے کہا میرے

ساتھ چلے آئے اس عظیم کو دیکھا اور اب جینک اس عظیم کو توڑ کے پتے بیٹے کو لائے تھے نہ ملا دون جو کچھ دران
 عالم پر ظالم ہو وہ محیر حرام ہو یہ کیلے پسر لوار کیلے اُٹھ کھڑا ہوا اور ہر چند سہمان باختری نے قاسم کو بہت سہاجت
 سے سمجھایا اور منع کیا قاسم نے نہ مانا اور سہمان باختری کو ہمراہ لیکے سوار ہوا سہمان باختری ناچار ہو کے شاہزادہ
 قاسم کو عظیم ہیرات کے قریب لایا تو شاہزادہ خاور سیاہ نے دور سے دیکھا کہ ایک حصار بنا ہوا ہے اور اس حصار
 پر ایک مینار ہے اور اس مینار پر ایک شخص ایک نفیر پاتھریں لیے کھڑے ہے کھڑا ہے اور ایک اور شخص ایک
 اصغر لالہ پاتھریں لیے برابر اُسکے بیٹھا ہے شاہزادہ خاور سیاہ نے سہمان باختری سے کہا کہ ایک بڑے مجرم
 خونی گنہگار قیدی کو جو وجہ قتل ہو زندان خانے سے میرے سامنے لاؤ حسب حکم سہمان باختری نے ایک
 چور خونی کو مجلس سے طلب کر کے حاضر کیا شاہزادہ قاسم نے اس قیدی سے فرمایا کہ تو بھلت دزدی اور خون ناحق
 گرفتار ہے اگر تو اس حصار کے دروازے تک جا کے دستک دے اور وہاں سے میرا پاس چلا تو ہم تجھے بھی
 قید سے چھڑا دیں گے وہ قیدی خوشی خوشی حسب ارشاد شاہزادہ دالانبار کے اس حصار کی طرف دوڑ کر پہنچا
 وہاں وہ جو ایک شخص اصغر لالہ لیے بیٹھا تھا اُسے پکار کر کہا کہ خبردار اور زہار اتر آئے ورنہ اسے اور حشر آ اور جو
 ایک قدم آگے بڑھائے گا تو ہار جائے گا اس قیدی نے ہکا کتنا مطلق یسنا اور جونہی دو قدم آگے بڑھا
 اور دروازے کے برابر پہنچا وہ شخص جلیقہ لے کھڑا تھا اُسے وہ نفیر بجائی اور نفیر کی آواز کے ساتھ اس قلعہ کا
 دروازہ کھل گیا اور اس دروازے میں سے ایک دیوئی نکل کے اس قیدی کو نواہ بنا کے اپنے منہ میں رکھ لیا اور
 پھر اُسی دروازے کے راہ سے قلعے کے اندر چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا شاہزادہ قاسم نے کہا بس یہی علامت
 اس عظیم کی ہے یہ کیلے شاہزادہ عالم نے اُسی وقت میں اس جلیقہ باندھنا دیکر دیا اور غسل کر کے باندھنا
 میں آ کے بیٹھا اور میں شہانہ روز بخیر قلب اور غلو صفت عبادت الہی میں مشغول رہا روز چام ایک غزوہ کی
 سی جو آگئی تو عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام ایک تخت پر سوار آسمان سے چلے پھر
 تشریف لائے اور فرمایا اسی فرزند اس درجہ گرے و بکا کیوں کرتا ہے قاسم نے کہا کہ یا حضرت میں یہ چاہتا ہوں کہ اس
 عظیم کو فتح کروں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی قاسم جانب شمال کے نو جا وہاں ایک
 درخت چنار کا ہے اور اس درخت کے نیچے ایک سنگ پر قلابہ آہنی لگا ہے اس نیچے کو ہٹا کے تو دیکھنا ایک
 نقب کا مہر نظر پڑے گا تو اس نقب میں قدم رکھ کے آگے جانا وہاں ایک مقام پر ایک صندوق رکھا ہے اس
 صندوق کو کھول کے لوح عظیم نکال لینا جو کچھ اس لوح میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا اور جو خلاف نوشتہ لوح کے
 کوئی کام تو کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا انا کلمہ ارشاد کر کے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام غائب ہو گئے
 اور قاسم کی آنکھ کھل گئی تمام آئنا مبادیخانہ سطر اور معبر یا یا بس شاہزادہ خاور سیاہ نماز صبح سے فارغ ہو کے
 شاہان و خاندان عبادت خانے سے باہر نکلا اور احوال شہارت کا سہمان باختری سے بیان کر کے رخصت ہوا
 اور جس طرح سے حضرت نے ارشاد کیا تھا اُسی طرح صحت شمال چلے آئے اس چنار کے درخت کو نبل میں سے کے
 زور کیا اور جب وہ درخت بڑے اُکڑ کے گر پڑا تو دیکھا کہ اُسکی جستہ میں ایک بڑی چٹان پھری ہے وہیں ایک
 قلابہ آہنی لگا ہوا ہے قاسم نے اس قلابہ کو پکڑ کے زور تمام اُس جگہ سے ہٹایا تو مہرہ نقب کا معلوم ہوا قاسم
 بسم اللہ کہنے اس نقب میں کود پڑا اور جب نقب سے باہر نکلا تو اس مکان میں جہان وہ صندوق رکھا تھا پہنچا
 اور اس صندوق کو جو کھولا تو دیکھا کہ لوح مدور پر چہ یا قوت اچھر کی ہے اور وہیں چار زبان موتیوں کی ہیں اور

پھر حروف لوح پر کندہ معلوم ہوتے ہیں قاسم نے لوح کو اٹھا کے محلے میں ڈال لیا اور ان حروف کو پھر مٹا شروع کیا تو لکھا تھا کہ اے شکندہ ظلم اگر لوح طلسمی تیرے ہاتھ آئے تو سامنے ایک حجرہ ہو اسکے دروازے میں قفل لگا ہو اس قفل کو توڑ کے دروازہ کھول جب اندر تو جائے گا تو برابر ایک ایوان عالی شان کے پہنچے گا وہاں پھر جو لوح میں مرقوم ہو اسے ملاحظہ کرنا اور اسکے موافق عمل کرنا شاہزادہ خاور سیاہ حسب حکم اس لوح طلسم کے اس حجرے کو کھول کے برابر اس ایوان عالی شان کے پہنچا اور پھر لوح کو گلے سے اتار کے جو ملاحظہ کیا تو سمجھا تھا کہ اب تجھے سامنے سے دو شیر نظر آئیں گے ایک شیر سیاہ ہو گا اور ایک سفید ہو گا تو جیستی تمام اس سیاہ شیر پر سوار ہو بیٹھنا اُس وقت وہ سیاہ شیر سفید شیر کو مار ڈالے گا بعد اسکے تو اس سیاہ شیر کا شکار کرنا جب تو سیاہ شیر کو مارے گا تو جتنے قطرے خون کے سیاہ شیر کے بدن سے زمین پر گر جائیں گے اتنے ہی دیو پیدا ہوں گے سب تجھ پر حملہ آور ہوں گے تو اُس وقت جلدی سے لوح کو ان دیوؤں کے درمیان میں ڈال دینا وہ دیو سب آئینہ رُک کے مرجھائیں گے پھر آگے جو کوئی ایسی منشی تجھے درپیش ہو لوح کو دیکھ کے کام کرنا بس شاہزادہ قاسم بوجہ حکم لوح کے جست کر کے اس سیاہ شیر پر سوار ہوا اور سیاہ شیر نے سفید شیر کو مار ڈالا اُس وقت قاسم نے اس سیاہ شیر کی پشت پر سے اُتر کے ایک ضرب تیغہ بھارک اڑا سیاہی سے سیاہ شیر کو قتل کیا اور سیاہ شیر کے خون سے سیکڑوں ہزاروں دیو پیدا ہوئے اور سب شاہزادہ خاور سیاہ متوجہ ہوئے شاہزادہ عالم نے جیستی تمام لوح کو ان دیوؤں کے درمیان میں پھینک دیا سب دیو آپس میں جنگ کر کے سب مر گئے اور بعد مرنے دیوؤں کے ایک آواز سب پیدا ہوئی کہ کشتی مرا نام من لیت جاؤ و در غم جاؤ و ضعیف جاؤ و بودا ہر سحران رشتی یہ آواز کی اور چاروں تار کی چھاگئی اور شور غل اور ترلہ زمین پر ہوا بعد دو گھڑی کے وہ تار کی دور ہوئی اور غل موقوف ہوا شاہزادہ قاسم نے انکھ کھول کر دیکھا کہ ایک میدان وسیع نظر آتا ہے شاہزادہ عالم بسیم اسے لیکے اس میدان کی جانب مخاطب ہوا جبکہ تھوڑی دور گیا تو وہاں ایک سبزہزار طیف اور پاکیزہ اور چاروں چتر پانی کے بحر ہے ہوسے اور اقسام اقسام رنگ کے گلہبے خود رو ہوتے ہوسے اور ہزاروں طائران خوش اچان جا بجا پر دار کمان پتھر پتھر ہیں شعر ہوئے شعر انصاف گلشن ضیافت غم ہے بقا ہے ہر سبازہ دیکھو تو شاہزادہ قاسم نے غالی محب سرا ہے اور ایک سمت اُسی سبزہزار میں پہلے شعر پل تن و شیر دل و مار دم کا درمیان سمٹے ہو مارین جو سم جھناخ سے شاخ باہے باہم لڑ رہے ہیں قاسم نے جو ان سیلون کو دیکھا وہاں لڑتے دیکھا تو لوح کو اٹھا لیا لوح پر لکھا تھا کہ اے شکندہ ظلم اگر قفل لایزال از دی سے تو دونوں سفید و سیاہ شیروں کو اور دیوؤں کو مار کے یا ان سبزہزار میں دار دہو اور وہاں دونوں کو باہم لڑتے دیکھو تو تجھے لازم ہے کہ نظر گیرم کریم ساز کے دونوں سیلون کے سینگوں کو کڑے اور ور کے اُنکے سینگوں کو توڑ ڈال بجا سے خون اُنکے سینگوں میں سے پسہ اہوگی اور وہ دونوں جل خود بخود جل کے خاک ہو جائیں گے شاہزادہ قاسم نے حسب حکم لوح کے ان دونوں سیلون کے سینگ پکڑ کے اُٹھا لیے اور اُنکے سینگوں سے خون کی بار بار آگ نکلی اور اسی آگ میں وہ بیل جل کے خاک ہو گئے اور پھر گیر و دار کی آواز بلند ہوئی اور تمام زمانہ تیرہ و تار ہو گیا بعد دو گھڑی کے جب وہ تار کی رفع ہوئی تو قاسم نے دیکھا کہ وہاں کہیں نشانی اس سبزہزار کا نہیں ہے اور چاروں جگہ ہر دربانہ کو سونک نظر آتا ہے ایک پگڑنی کا رستہ ایک طرف دیکھا اُسکا ہر شاہزادہ خاور سیاہ روانہ ہوا اور جانے جانے جب دیر کا وقت ہوا تو کمانت آفتاب سے ذرات ربک مثل ذرات آفرین گئے آفرین گئے اور شدت حرارت سے منشی اس درجہ ہوئی کہ زبان میں کانٹے پڑ گئے

ہوئے خشک تھے کوسون تک کہیں کوئی دریا کوئی جھیل کوئی تالاب کوئی چقربانی کا نہیں نظر آتا تھا شاہزادہ قاسم اپنی رست سے مایوس ہو کے قدم اٹھائے جاتا تھا کہ ناگاہ دور سے ایک باغ نمودار ہوا آفتاب و خیران دروازہ باغ پر پہنچا اور مردوں باغ قدرن ہوا تو دیکھا کہ باغ بہت دلچسپ اور رغبتاں بنا ہوا اگر حل اور ہندی کی بیٹیاں گڑبن سرد و شاد و بامیں ہر دوس دروازہ ہر مقام پر ہتھکڑی بچے قسیم کر رہے ہیں بچوں ہنس رہے ہیں قسیم طرب خیز زمان مرغاب خوش آسمان جہان تہان تالاب بار بار دروازہ درختان پودہ دار پر غزل خوان شاہزادہ قاسم سیر کستان بار جو خوش پہنچا تو دیوان دیکھا کہ ایک جوان رشتہ با میر و زبیر شاہ بر سر خیمیں کاسن و سال و نہایت حسین و صاحب جمال بہ خوش پریشاں قاسم نے اس جوان سے پوچھا کہ اے شخص ترا کیا نام ہے اور اس مقام پر قیام کیا کر رہا ہے اس نے کہا کہ میر نام طومان بن سہمان باختری ہے شاہزادہ خاور سیاہ نے فرمایا اے طومان بن سہمان باختری میں فقط تیری رہائی کے واسطے اس قسیم میں آیا گیا ہے کیا یہ سہمان باختری تیرے غم میں جان بیسہ رہا ہے طومان از سر حدی کلہ شہادت دیکھتے سلمان ہو گیا اور عرض کیا کہ اے شہر یار آپ نے فضل اتنی سے اس قسیم کو توڑا اور میر قسیم تمام ہو گئی اب کوئی خدمتہ اور خدمتہ باقی نہیں رہی وہی کہ رہا تھا کہ ایک مرتبہ تمام در حصار اور اسکی عمارت پنج دنیا سے منہم ہو گئی سلسلے سے سہمان باختری نے جو دیکھا کہ وہ حصار سب کا خیرا اور کچھ نشان قسیم کا باقی نظر نہیں آتا اور شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم میر سے بیٹے کو اپنے ہمراہ لے کر تھکے تھکے مارے خوشی کے شہریب تھا کہ شادی مگ ہو جائے اسی وقت روانہ ہوا اور قریب شاہزادہ قاسم کے پہنچے تو قریب گر پڑا اور طومان بن سہمان نے اپنے فرزند کو گلے سے لگا لیا اس موقع میں شاہزادہ قاسم کی نگاہ جو سمت اس گنبد کے پڑی تو دیکھا وہ ظہور و عیار اور گنبد بے منہم ہو گئے ہیں مگر ایک دیوان بکرا ہوا اور وہ دیوان قاسم کو دیکھ کر نہایت غصہ میں آیا اور دڑ کر دائر شاہزادہ خاور سیاہ پر ماری قاسم نے اسکی ضرب کو خالی دے کر بوقت بازگشت بغرب تیغہ پلارک افراسیابی اس دیوان کا قتل کیا تب وہ دیوان جوان بچے اسی گنبد شکستہ میں غائب ہو گیا شاہزادہ قاسم تیغہ کھینچ کے اندر دن گنبد پہنچا دیوان دیکھا کہ ایک گنواں ہے قاسم اس گنواں میں آ کر گیا تو دیوان چار مکان مال اور حساب روپیہ اور شہری جو اہر سے ملوئے نہایت خوش ہوا اور دیوان سے باہر آ کے اپنے ساتھ دیوان اور سہمان باختری سے فرمایا کہ چھوٹے طلب کردار یہ مال حساب خانہ جو اہر و غیرہ جو کچھ ہے اسے بار کر داکے چلو ابھی قاسم یہی کہ رہا تھا کہ ایک نعرہ آہ کی آواز کا گوش زد ہوا قاسم نے اس آواز کی طرف جو نگاہ پھیر کے دیکھا تو وہی دیوان تھا کہ ایک صندوق بھل میں دیا ہے روٹا ہوا شاہزادہ قاسم کو دیکھ کر پکارا کہ باقی اے افراسیابی کشتی کر کے اور یہ مال و حساب ایکے میرے ہاتھ سے کہاں جاتا ہے اور یہ کیلے بائیں ہاتھ سے میرا شہزادہ قاسم پر ماری شاہزادہ عالم نے اسکی ضرب کو خالی دے کے دیکی مرتبہ تیغہ پلارک افراسیابی سے اس ہذا دستہ دیکھ کر دھڑکے کیا لاشہ اسکا خاک و خون میں گر کے پڑ گئے لگا قاسم نے دڑ کے وہ صندوق اسکی بھل سے نکال کے جو کھولا تو سہین دیکھا کہ ایک نازنین مہربین ہر نگین برس بارہ ایک کاسن و سال سراپاسن و جمال بھی ہے قاسم اسے بنگاہ اولین دیکھ کر عاشق و خشیہ اسکا ہو گیا اور اسی طرح سے اس نازنین کو اسی صندوق میں بند کر کے اپنے ہمراہ دیوان سے بنا کبہ تمام کہا کہ اس صندوق سے بہت سا خیر دار رہنا اور دیوان سے بد جمعی تمام کے بارگاہ میں سہمان باختری کی داخل ہوا اور دم مردان مٹی کے اپنی طوط گاہ میں جا کے اس صندوق کو طلب کیا اور بڑی احتیاط اور حفاظت سے رکھا کتارہ بن سہمان نے جو دیکھا کہ یہ صندوق جو شاہزادہ قاسم قسیم سے لایا ہے اسکو ہم سچوں سے چھپا کے اپنے خلو خانہ میں کاس احتیاط سے رکھا یا ہے اور ہکو اسکا کچھ حال نہ بتلایا تھا بد اس صندوق میں کچھ ایسا جو اہر

سید حاسمت سببا کل روانہ ہوا قضاے کلاہ اس طرح سے کہیں علقمہ حضرت لابی وزیر گنجاب کا شکار مینے کو
 نکلا تھا اپنے آنتاے راہ میں گرد و کو پستارہ بدوش دیکھ کے پہچانا اور اپنے ساتھ کے سواروں اور یادوں سے اشارہ
 کیا کہ اس خیر زادے عیار کو پکڑ کے پستارہ و اسکا جین دیکھو ہمیں کیا ہے اور جزو زندہ مانگا آئے تو اسے تلوار دین سے مار کے
 گرد و او پستارہ چھین کے میرے پاس بلاؤ چند سوار علقمہ و قلعہ لابی وزیر کے ہمراہی جاہتھے تھے کہ گرد و کے
 تعاقب میں ٹھوڑے در راہ میں ناگاہ سامنے سے کامل خان بن گنجاب اور عاقل خان بن گنجاب دونوں بیٹے
 گنجاب کے اپنا لشکر ہمراہ لے آتے تھے علقمہ وزیر نے ان دونوں گنجاب کے بیٹوں کو چڑھایا تو اپنے
 سواروں کو ممانعت کر کے کہا کہ ذرا ٹھہرو میرے ذہن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ گرد و عیار اپنے اس پستارے
 میں شاید ملکہ گوہر ملک کو بیوش کر کے لے جاتا ہے اسکی تدبیر اور ہی کرنا ہوں یہ کہنے آپ کامل خان اور
 عاقل خان دونوں گنجاب کے بیٹوں کے پاس چلا گیا اور اسے کہا کہ کامل خان گرد و عیار شاہدہ
 عیار ہی کے پیغمبر اوی یعنی ملکہ گوہر ملک کو پستارے میں باندھے پیغمبر مسل کے پاس لے جاتا ہے اور مجھے یقین
 کلی ہے کہ گنجاب جسوقت ملکہ کو دیکھے گا اسی وقت بار ڈالے گا زندہ نہ چھوڑے گا چونکہ ملکہ گوہر ملک نامزدہ جرن
 در گاہ خداوند لقا یا قوت شاہ کی بی بی جسوقت کہ جبریل خدیو خداوند لقا کا بیٹا ہے گا کہ گنجاب نے میری
 نامزدہ عشوق کو مار ڈالا اور کچھ میری شکر گوہر ملک کو گنجاب کے ہاتھ سے بچا نہ لیا تو اسوقت یا قوت شاہ
 تم دونوں بھائیوں کا شکوہ خداوند باختر سے ضرور کرے گا کہ آنتاے راہ میں گرد و ملکہ پکڑے کامل خان اور
 عاقل خان دونوں گنجاب کے بیٹوں کے سامنے لے جاتا تھا اور ان دونوں بھائیوں نے میری شکر گوہر ملک
 کو دیدہ و دستہ قتل فرما ڈالا اور گرد و سے چھڑا نہ لیا اسوقت خداوند لقا مجب نہیں کہ تم دونوں بھائیوں کو
 سنگسار کر دے گا اور عذاب الیم مبتلا کر دے گا لہذا صلاح نیک ہے کہ تم دونوں بھائی مشترک گرد و سے اپنی
 بین ملکہ گوہر ملک کو لیکے ہنگامی ملازم متبر کے ہمراہ خود جبریل خدیو یا قوت شاہ ہو سچا دو آگے وہ
 مالک ہے جو چاہے وہ ملکہ کے حق میں کرے گرد و بھی علقمہ وزیر کو اور عاقل خان اور کامل خان دونوں گنجاب
 کے بیٹوں کو دیکھ کے برابر آگیا تھا اور یہ تقریر علقمہ وزیر کی مشترک گرد و نے جو سنی تو کہنے لگا کہ اسی کامل خان اور
 عاقل خان وزیر اعظم پیغمبر مسل بیشک یہ صلاح خوب دیتا ہے اور کہیں سر جو حوث نہیں کتنا کامل خان اور
 عاقل خان نے یہ اسے علقمہ وزیر کی بہت پسند کر کے ملکہ گوہر ملک کو گرد و سے لے لیا اور اپنے جیسے
 لاکے پستارے میں سے نکولا اور ہوش میں لاکے بہت سی نعمت اور ملامت کی بعد اسکے ملکہ کو سوار کر کے اپنے ہمراہ
 باپ کے پاس بنی گنجاب کے پاس آئے اور دونوں نے عرض کی کہ اے پیر بزرگوار مشترک گرد و اس شوخ دیدہ و
 پر دیدہ گوہر ملک کو تیار ہی لایا ہے گنجاب نے کہا کہ اسی وقت اس نیک خاندان کو قتل کر کا مل خان اور
 عاقل خان بن گنجاب دونوں ملے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے پیر گوہر ملک کو قتل کرنا صلاح دولت نہیں
 کس واسطے کہ وہ شکر اور امانت جبریل خدیو یا قوت شاہ خداوند ندا سے کی ہے ہماری عقل ناقص میں
 تو یہ صلاح بہتر ہے کہ ملکہ کو کچھ لو کہ ہمراہ کر کے خدمت خداوند لقا مجبور دیجیے وہ مالک ہے اسکی حق میں جو چاہے
 سو کرے علقمہ وزیر نے بھی سہا تھا کہ کہا کہ پیغمبر اوی سے دونوں بہت خوب صلاح دیجیے میں ملکہ عالم کا دین
 مسجد نیامنا سب ہے گرد و نے بھی عرض کی کہ یا پیغمبر مسل میرے نزدیک بھی ملکہ کو خداوند کے پاس بھیجتے
 تو خداوند لقا گنجاب نے اپنے بیٹوں اور اپنے وزیر اعظم کی اور مشترک گرد و ملکاؤس حرمین لقا کی جو رہے

سنی تو کہنے لگا اچھا اس بے حیا فہمان خراب گوہر ملک کو قارن بن قدرت کے ہمراہ خداوند لقا ہے
 پاس بداندہ کرد قارن بن قدرت میرا قوری اور تیرا کمان بردار مرد متدین اور سبب اور تیرا جان نثار ہر یلین
 حکم دیا کہ قارن بن قدرت بخوت و خطر اس بد گوہر کو قلم کوہ کی ہاد سے بسا ل میں یا قوت شاہ کے سپرد
 کرتا ہے موجب ایک گنجاب قارن بن قدرت بارہ ہزار اور ایک ملک گوہر ملک کو پالکی میں سوار کر دے صفت
 بسا ل رو نہ ہوا اور بعد قطع منازل اور طرہاں خرب قلم کوہ کے پہونچا دیا قلم کوہ میں یا قوت بھائی طمران
 ایک کا نام شعلہ ایک کا نام جوالہ ایک کا نام شمشعہ ایک کا نام اشعہ ایک کا نام شمشعہ یہ اتفاق با ہم طمرانی
 اور سلطنت کو نہیں اور جو بات ایک کی زبان سے نکلتی ہے وہ چاروں قبول اور غور کرتے ہیں اور پانچوں بھائیوں
 میں عجب طرح کی محبت اور رفاقتی تھا چنانچہ ملک شمشعہ کی ایک بیٹی تھی کہ نام اسکا سمن بانو نہایت حسینہ اور
 جمیلہ اور جماعت اور بہادری میں شہرہ آفاق شہوت سوار ہوتی تھی بارہ ہزار خوش رو میں خوش رو پر ہی طلعتی ہوئی
 پر سوار ہمراہ رہتی تھیں اور سب کی سب علم سپہ گری اور شہسوری میں بخوبی مداخلت اور مہارت رکھتی ہیں اتفاقاً
 ملک سمن بانو بارہ ہزار سوار لڑائیوں سے بطریق سیر و شکارت بوجوار میں قلم کوہ کے اپنے ملک کو چکائے چلی
 جاتی تھی ناگاہ سامنے سے ایک گرد آغی اور جہوت دھن گرد شکافتہ ہوا تو اُس نے دیکھا کہ ایک لشکر چلا آتا ہے اور اس
 لشکر کے سر میں دو زحائی سو کھار ایک پالکی کسی کی سواری کی دھن بدھن بے قدم اُٹھائے آئے ہیں
 ملک سمن بانو نے کسی سے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے اور کہاں سے آتا ہے اور اس پالکی میں کسکو سوار کیے کہاں سے
 جاتے ہیں تو کو نے کہا کہ گرد و غبار خداوند لقا کا ملک گوہر ملک کو قلم ملک شہان سے بیاری بیوش کر کے
 چرا لایا تھا سو گنجاب نے گوہر ملک کو پالکی میں سوار کر دے قارن بن قدرت کے ہمراہ مع بارہ ہزار سوار کے
 خدمت جبریل قدرت یا قوت شاہ صیقل سمن بانو ایک مدت سے تصویر شاہزادہ کرب غازی کی کھچر
 عاشق تھی جو نہیں اسے نام ملک گوہر ملک کا سنا نہایت محموم اور مکر ہو کے اپنے دل میں کہنے لگی کہ ہاں
 ملک گوہر ملک کا کیا حال ہو گا جسکا ایسا شاہزادہ بدیع الزمان سایا رجا ہو گیا ہو گا بعد اسکے جب ملک
 گوہر ملک کے گرفتار ہو جائے گا حال شاہزادہ بدیع الزمان سے گواہی کیا گزرسے گی اور وہ درد خاق میں ملک
 کے کہو کر مینا بچے گا بس یہ اپنے دل میں کہے ملک سمن بانو نے پیش خود یہ تجویز کی کہ اب بہتر یہی ہے کہ کسی صورت
 سے شاہزادہ بدیع الزمان اور گوہر ملک سے ملاقات کروا دوں بھی اسی تجویز میں تھی کہ اس طرف سے قارن
 بن قدرت نے لشکر سمن بانو کا دیکھ کر پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے تو کو نے کہا کہ ملک سمن بانو بیٹی ملک شمشعہ قلم کوہ
 کی سیر و شکار کو سوار ہوئی ہے اسکے ہمراہ کی خواہشیں لڑیاں باندیاں اور نوکرین جا کر ہیں قارن بن قدرت
 اسی سے بھی باتیں کر رہا تھا کہ ملک سمن بانو کو کب چکائے برابر سے نکلی اور قارن بن قدرت ملک سمن بانو کو دیکھ کر
 ہنگامہ اولین شہید اے جمال اور غیبتہ نشاں ملک سمن بانو کا ہو گیا اور ملک سمن بانو نے باور بلند کہا کہ قارن بن
 قدرت ہمارا ہی سلام لیتا جا قارن بن قدرت کا پیر نوہ حال ہوا کہ خود رفتہ اور خود غلط دشت زدہ سوا کی سا
 ہو کے غریب تھا کہ گریبان چاک کر کے ٹھوٹے پر سے کود پڑے مگر خوب سات کو کشتیاں کے جہان کھڑا تھا وہیں ایک
 مرکب کی رو کے کھڑا تھا قریب رہا تھا ملک سمن بانو نے اسکی آنکھ سے پچان کے کہ یہ شاہزادہ بکھر عاشق ہو رہی کہا کہ آخر
 قارن بن قدرت آج ہمارے یہاں جو کچھ زمانہ تک موجود رہے نوش کرنا قارن بن قدرت تو یہی رہتا تھا
 اسنے کہا کہ ملک عالم زہد سعادت میری بہت خوب محض خوشنودی خاطر آپ کی بدولت جان منظور رہی ملک

سمن بانو نے اپنے ملازمین سے حکم دیا کہ آج ہماری بارگاہ اور خیمہ ذریہ وغیرہ سب ہی دریاں کوہ میں بنادہ کرکے سمن بانو کے وہیں دونوں لشکر اترے اور بارگاہ اور خیمہ استاد و گئے قارن بن قدرت خوب سا آب کو تارہ نہ کر کے اور پوشاک بہت دھوم دھامی میں کے ملکہ سمن بانو کی بارگاہ میں بنیاد و گشتلوے عاتقہ و عاتقہ فائزہ کرنے لگا اور ملکہ نے گلابیان شراب کی اور پائے غلب کے قارن بن قدرت نے دو چار پائے شراب کے جو پے نوشہ کے عالم میں انداہ ہوا ہوسا اور دراز نفسی ضبط تو کر کے سکامی ساختہ پشتر عاتقہ ترحنے لگا شعر عاشق تازہ ہوا اور وصل کی شب پہلی ہوئی شرم سے کہ نہیں سکتا ہوں جو غیر مطلب ہو بس پشتر ترح کے چاہا کہ ملکہ کے گلے میں اپنے دونوں ہاتھوں کے لپٹے اور بوس و کنار سے تو اس وقت ملکہ سمن بانو نے جنگ کہ قارن بن قدرت ہوشیار ہو تلوار کھینچ کر جو دوں کمر پر قارن بن قدرت کے ماری نو دیر کالے ہو کر پڑ گئے لگا اور اسی وقت ملکہ سمن بانو نے سے باہر نکلی اور اپنے مرکب پر سوار ہو کے مع اپنی بارہ ہزار فوجیوں کے تلواریں ماری قارن بن قدرت کے لشکر پر جا پڑی اور ہا در خیمہ شیرازی کی کہ کشتوں کے پٹے لگا دیے اور دہلے خون کے چاروں طرف بہا دیے لشکر قارن شکست کھا کے سمت شہر سنجان فراری ہوا ملکہ سمن بانو نے مع اپنی بارہ ہزار فوجیوں کے ملکہ گوہر ملک کی بالائی کو اپنی سرکار کے کناروں کے دوش پر اٹھو الیا اور تمام مال و سبب خزانہ خیمہ ذریہ قارن بن قدرت کا اٹھو کے شہر وں اور مار دیا اور بار کر دیا اور ملکہ گوہر ملک سے ملاقات کر کے ملکہ گوہر ملک کو پوشاک ہر دانہ بہنا کے سلم اور کھل کے دیکھ کر سوار کر دیا اور سب شہر سنجان روانہ ہوئی پہر رات گزری تھی کہ قریب لشکر گنجاب کے پہنچ کے ملکہ سمن بانو نے نعرہ تمام شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کیا اور ملکہ گوہر ملک نے غلطیہ انداہ کر کے کھینچ کر نعرہ کیا کہ منہ ہم گزردہ رستم شکوہ سر نقشہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان نہیں شاہزادہ بدیع الزمان گزشتہ فوجیوں اور دونوں شاہزادوں نے مع بارہ ہزار اپنی فوجیوں کے لشکر گنجاب پر چڑھ کر مارا اور اس کے نام مرد جاہل مرد شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کے نام سے تو تمام باختر میں رزلہ سا تیرا تھا لوگ سنجان کے رئیس اور باشندے بڑے بڑے سردار اور بہادران کو بدیع الزمان کا نام خواب میں سنے چونکہ پڑنے سے جو نہیں آواز دونوں شاہزادوں کے نعرے کی سنسی ایک لاطم لشکر میں گنجاب کے پڑ گیا اور شاہزادوں شہر سے اٹھ کے تمام نقد و جنس اسباب اپنا چھوڑ دیا اور جدھر منتہ پڑا جگہ کھڑے ہوئے یہاں ملکہ سمن بانو اور ملکہ گوہر ملک نے ہمدرد شیرازی کی کہ لاش پر لاش دھڑ پڑ دھڑ دے پر مردہ گرا دیا اور کسی کو حوصلہ مقابلے اور مجاہدے کا نہ تھا کہ ناگاہ اکوان کہندہ انداز سے اس ہلڑ میں برابر پہنچ کر ملکہ سمن بانو پر کندہ ماری جو نہیں اکوان نے چاہا کہ جھٹکا مار کے سمن بانو کو کھینچ لے ملکہ گوہر ملک نے دہشی حوت سے تلوار اکوان کہندہ انداز پر ماری کہ برابر دو کھڑے ہو کر خاک و خون میں توڑے اور پھرنے لگا سمن بانو نے یہ جلد دہشی ملکہ گوہر ملک کی دیکھ کر حیا و حدم حیا اور حسنت حسنت کیا کہتی تھی کہ اگر ملکہ گوہر ملک تو میری جان کش ہے اور تیرا تیرا قیامت میں نہیں ہو تو کی ورنہ یہ مودی حرافزہ اکوان کیا معلوم ہے کیا سلوک کرنا بقصد ہت محوڑی رہ گئی تھی ہوت وقت دونوں شاہزادوں مع بارہ ہزار فوجیوں کے تلواریں ماری حوت غلہ شہر سنجان کل کہیں اور فضال زردی سے کسی فوجی کے کھٹے کو تھم نہ سکتا تھا یہاں گنجاب کے لشکر میں جو شور و غم ہوتا تھا گنجاب بھی سوار ہو کے اپنی بارگاہ کے دروازے پر آئے کھڑا ہو رہا ایکبار لوگ شکست خوردہ قارن بن قدرت کے لشکر کے باحال پریشان گنجاب کے پاس آئے اور بارہا حال سمن بانو کا اور مارا جانا قارن بن قدرت کا سمن بانو کے ہاتھ سے بیان کیا اس عرصہ میں ایک ہر کار سے آئے گئے گنجاب سے

عرض کی کہ یا پیغمبر مسل یہ شیخون قاسم اور بدیع الزمان نہیں ہے کرتے تھے نہ وہ کہیں بیان تھے یہ شیخون تو ملکہ
 اسمٰن بانو ملکہ شمشعہ قلم کوہ کی شہی اور ملکہ گوہر ملکہ سے مع بارہ ہزار ہندوؤں کے اگر مارا اور ارا کو ان
 کند انداز نے ملکہ اسمٰن بانو کو کند مار کے پڑیا تباہ میں اگر ملکہ گوہر ملکہ نے اکوان کند انداز کو تلوار ماری اکوان
 مارا گیا اسمٰن بانو کو چھڑا لیا کنجاہ نے یہ خبر سننے نہایت چ وقاب کھایا اور چاہا کہ میں ہی وقت سوار ہو کر گوہر ملکہ
 جاؤں غلیمہ ذریعے بہت سانسیمہ کے شمع کیا اور کہا کہ یہ تمام خوبی اور بڑی بھری کی گوہر ملکہ کی ذات سے مجھے ہے، اور
 کس لیے کہ وہ خاص ہو خداوند لقا کی اور منگیت جبریل قدرت یا قوت شاہ کی ہے مجھے تو لازم ہے کہ ملکہ گوہر ملکہ
 کو بلطف و جہرانی اپنا کرے اور نہ کہ میرا در ظلم سے جلایا طاعت کسی کی ہے کہ ناموس پر جبریل قدرت کے اور
 خداوند لقا کی ہو پر زیادتی اور زبردستی کر کے گا بارے کنجاہ بھی کچھ سمجھ کے خاموش ہو رہا مگر دمان جو
 ملکہ گوہر ملکہ اور اسمٰن بانو دونوں کوڑے سر پہ ڈالے چلی ماتی ہیں ناگادائے راہ میں ایک بچہ پیدا ہوا اور
 ملکہ گوہر ملکہ کو کوڑے کے قاش زین سے اٹھا کے سمت آسمان بے گیا اسمٰن بانو نے گوہر ملکہ کو لے لیا تھا
 تو نہایت غم و اویلا ہوئی آخر مجبور ہو کے ظلم شہر سحران میں جا کے بارہم تمام بھیر رہی

اب دو گئے دہستان شاہزادہ قاسم کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ خاور سیاہ جو ظلم مہمات کو فتح کر کے مع سہمان باختری کے سہمانیہ میں جا کے تخت نشین میں معرود تھا
 ناگاہ ایک پیادہ نے اندرون بارگاہ آ کے ایک ناہ سہمان باختری کے باختر میں دیا سہمان باختری نے اس نامے کو
 پوچھا تو دیکھا کہ ملک سارنج نے لکھا ہے کہ ای ملک سہمان باختری میرے ملک میں کرب غازی خدا پرست مع اپنے لشکر
 کے آ کے وارد ہوا تھا از بسکہ میں اسکے مقابلے اور مجاہدے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس باعث سے میں از سر ترس سلمان
 ہو گیا اور میرے کرب غازی کو بیوشی خشنہ کھانا کھلا کے قید کر لیا ہے اب اسکا لشکر میرے تمام شہر اور قلعہ کو
 محاصرہ کیے آمادہ زرم و پیکار ہے لہذا میں مجھ سے مدد چاہتا ہوں کہ تو بہت پرست آ کے کرب غازی کی فوج دسپاہ کو
 مار کے بھگا دے اور کرب غازی کو میرے پاس سے لے جا ملک سہمان باختری نے نامہ تحریر کے شاہزادہ خاور سیاہ
 ملک قاسم کے حوالے کر دیا قاسم نے نامے کا مضمون دریافت کر کے کہا کہ آج سے بیڑ نام طرید سہمانی تم سب لیا کرو
 اور یہ کیکے اپنے مرکب پر بٹھیر اسی دم سمت سارنجیہ روانہ ہوا جبکہ یہ خبر ملک سارنج نے سنی کہ سہمان باختری کے پاس
 سے کوئی پہلوان طرید سہمانی نامے میری مدد کو آنا ہے سارنج نے استقبال قاسم کا کر کے توبہ اخراذ و ارام سے قاسم
 کو اپنی بارگاہ میں لا کے تخت پر بٹھلایا شاہزادہ خاور سیاہ نے فرمایا کہ ای ملک سارنج کرب غازی کو تو نے
 جو بفریب بیوش کر کے اپنے بیان قید رکھا ہے اسے میرے سامنے لا جب کہ شاہزادہ عالم کے سارنج نے
 کرب غازی کو زندہ اٹھانے سے طلب کر کے سامنے قاسم کے کھڑا کیا کرب غازی قاسم کو تخت پر بٹھلایا دیکھا کہ اپنے
 جی میں نہایت بخیدہ ہوا اور جی میں کہتا تھا مصروع مد خندہ دل بر چنین رست یہ کہ صد ہوسر حسن قاسم کا
 بھیجہ ہوا اور شاہزادہ قاسم نے کرب غازی کو مقید دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ اسکی قید سب توڑ دو ملک سارنج نے
 یہ کلمہ قاسم کا سننے کہا کہ انچھ شخص تو کون ہے جو کرب غازی کو چھوڑ دینے کا حکم دیتا ہے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ
 سارنج نہم شاہ خاور سیاہ ملک قاسم لعل خشتان خوزیز خاوری ملک سارنج کو جو یہ معلوم ہوا کہ یہ ملک
 قاسم ہے پیکار کہ پاشا خدا پرست کر گذارم ترا کہ از دست من زندہ و سلامت ردی اور تو جو اس فریب سے
 طرید سہمانی کے آیا اور چاہتا ہو کہ میں کرب غازی کو چھڑا دیاؤں یہ خبر مکن ہے یہ کیکے لکھا کہ شاہزادہ خاور سیاہ

پر حملہ آور ہوا شاہزادہ خاورد سیاہ ملک قاسم نے تلوار کی چمک دیکھی تو مثل شیر غراں جست کر کے بند و ست سارنج
کا پکڑ لیا اور وہی تلوار ملک سارنج کی جھین کے ایک ہی ضرب میں اُس کا ذر کو جنم واصل کیا شاہزادہ کرب
غازی نے سارنج کو مارے جانے دیکھ کر اپنے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں پاتوں کی پیریاں توڑ ڈالیں اور نرہ کر کے
اٹھا چاروٹ سے کفار متوسلین اور صاحبین ملک سارنج کے تلوار میں کھینچ کھینچ کے شاہزادہ خاورد سیاہ اور
کرب غازی کی جانب مخاطب ہوئے تھے اور سے قاسم کفار کشی کرتا ہوا بڑھا اور اس طرف سے شاہزادہ
کرب غازی نے ایک کافر کی تلوار جھین کے خمیشہ زنی اور قتل عام کرنا شروع کیا طرفہ اربعین میں تمام کفار بھال کھڑے
ہوئے اور شاہزادہ قاسم نے تمام ملک سارنجیہ کو ستر کر کے اسلام آباد کیا اور اپنی طرف سے موت بن سارنج کو
سارنجیہ کا حاکم کر کے مع کرب غازی سمیت سہمانیہ روانہ ہوا اب حال سہمانیہ کا سنئے کہ کتارہ بن سہمان نے
جب دیکھا کہ قاسم بیان نہیں کر سکے پاس زراغیہ نامے ایک عیارہ ہر مسکو بیک کے کتارہ نے کہا کہ وہ صندوق جو
دیو کو مار کے چاہے قاسم نکال لایا جو توجہ کے کئی عیارہ سے اُس صندوق کو چرالا زراغیہ نے کہا بہت خوب
اور زراغیہ نے نصف شب کو شاہزادہ قاسم کے خیمے میں جا کے کلب و کلاب نامے دغیرہ چوکیدار دن کو جو
کہ محافظ اس صندوق کے تھے بیہوش کیا اور وہ صندوق اٹھا کے کتارہ بن سہمان باختری کے پاس لایا کتارہ نے
جو اس صندوق کو کھولا تو اس میں بری زاد کو دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور وہ بری زاد کو پستی تمام صندوق سے نکل کے
پر واز کتان چلی گئی کتارہ کو جو بیہوش آیا اور دیکھا کہ وہ بری زاد بھی پر واز کر کے چلی گئی زراغیہ سے کہنے لگا کہ بھائی اس صندوق
کو جہاں سے تو لایا تھا وہیں پر جا کے رکھو آج کل کتارہ بن سہمان باختری کے زراغیہ اُس صندوق کو جہاں سے
لا یا تھا وہیں پر جا کے رکھ کر جب چلا تب اتفاق کلاب اور کلب دونوں محافظوں کی بیہوشی اتر گئی انھوں نے
زراغیہ کو اندر صندوق کے پاس سے نکلنے دیکھ کر جو دیا تو جا کے صندوق کے قفل کو دیکھا تو ٹوٹا ہوا تھا ان دونوں
نے جا کے کتارہ بن سہمان باختری کے پاس زیادہ کی کہ زراغیہ آپ کا عیارہ شاہزادہ عالم کے صندوق کا قفل
توڑ آیا ہر کتارہ بن سہمان باختری بخیاں نال اندیشی اور خوشی سے قاسم کے کلب اور کلاب دغیرہ سپاہیوں
اور پاسباںوں اور محافظوں کو اس صندوق کے پکڑو کے قفل کو ڈالا اور ایک مقام زمین میں انکی لاشیں گڑا دیں
جس وقت کہ شاہزادہ قاسم اور کرب غازی دونوں سارنجیہ سے راجت فرما کے سہمانیہ کے قریب پہنچے ملک
سہمان باختری استقبال قاسم کا کر کے بارگاہ میں لایا شاہزادہ قاسم نے پہلے جا کے اُس صندوق کو جو دیکھا تو
مہر توئی ہوئی لکلا ٹٹا تھا اور محافظ اور نگہبان کا اسکے کہیں نام نشان نہیں ہر شاہزادہ قاسم نے سہارہ بن
عمر و اپنے عیارہ سے کہا کہ بھائی اسکو دریافت کر دیتے صندوق میرے چچے کھولا اور کلب اور کلاب دغیرہ
محافظ کہاں چلے گئے کیا ہوئے سہارہ بن عمرو نے دہان صوب آدمیوں کو دیکھ کر زراغیہ کی طرف اشارہ کیا اور
شاہزادہ قاسم سے کہا کہ اسکو خوب سے کوڑے مارے قاسم نے کہا کہ اچھا زراغیہ کو پکڑ لاؤ سہارہ بن عمرو نے
وڈ کر زراغیہ کو پکڑ لیا اور کوڑا لے کر چلا کہ مارے زراغیہ نے مارے ڈر کے جلدی سے کہہ دیا کہ میرا کیا قصور ہے کتارہ
بن سہمان باختری نے مجھ سے صندوق چمک کے کھولا تھا اور اس صندوق کے محافظوں کو قتل کر ڈالا قاسم نے
یہ حال سننے کے کتارہ بن سہمان باختری کو پکڑو ڈالا اور خوب زد و کوب کر کے چھوڑ دیا کتارہ بن سہمان باختری
نے شب کو پھر زراغیہ سے رو رو کے کہا کہ بھائی جس طرح سب نے توجہ کے قاسم کو چرالا زراغیہ گیا اور قاسم کو
بیچارہ کر فٹا کر لایا کتارہ بن سہمان باختری نے چاہا کہ قاسم کو کچھ تکلیف دے کہ یہ خبر سہمان باختری کو

پہنچی سہمان باختری نے اس وقت آ کے کتارہ کو بہت سخت ہرست کیلے سمجھا یا اور شمع کیا جب کتارہ نے
 نہ مانا تو سہمان نے بفریب خیر کتارہ کو قتل کر کے قاسم کو چھرا لیا اور نہایت معذرت کی بہان تو شاہزادہ
 خا ورسپاہ اپنی بارگاہ میں مع کرب غاری اور سہمان باختری کے جشن عیش میں مصروف ہو کر دمان جو خا ورسپاہ
 سارنجیہ میں موت بن سارنج کو اپنی طرف سے حاکم کرنا تھا تو اس موت بن سارنج نے پھر نقا پرستی اختیار کر کے
 حاکم غنچہ کی سیلا کو پھر نقا پرست کیا اور اپنا لشکر لے کر واسطے اپنے باپ کے خون کے قصاص کے شاہزادہ
 خا ورسپاہ کے لشکر پرانے کے گرا اور آتش سردارون کو قاسم کے زخمی کیا شاہزادہ خا ورسپاہ
 سے جو پشور قتل سنا تو توفیقہ پلارک افراسیابی کیلے اپنے خیمے سے باہر نکلا اور مقابلہ موت بن سارنج کا کر کے دو خیمہ
 روز کے نزدیک شتی میں موت بن سارنج کو زیر کیا شاہزادہ کرب غازی کی زبان سے بیباختہ اتنا کلمہ نکل گیا کہ اگر
 شاہزادہ بدیع الزمان سے موت بن سارنج سے زور ہونا تو بہت جلد زیر کرنا یہ کلمہ کرب غازی کا شاہزادہ
 خا ورسپاہ کو نہایت ناگوار ہوا اور اسی دم موت بن سارنج کو جمعیت کثیر شاہزادہ بدیع الزمان
 سے نزدیک شتی کا کرنے کو روانہ کیا

اب دو کلمے داستان لشکر فیروزی از فوج دریا موج سلطان والا شان امیر حسنہ
 صاحبقران سے گزارش کیے جاتے ہیں

کہ تین کشتیان طوفانی اور تباہی زدہ قندس سیان اور مردم ہر دمی دہرست بن ابراہیم بن ہر دم اور سیان
 دریائی اور دیوانہ سر بہنہ تیشی مع تین لاکھ دیوانوں کے سرزمین طومانیہ میں کہ اپنے تخت طومان بندر نشین کا تھا جا کے
 شکلیں اور سب دیوانے کشتیوں میں سے ان کے کنارے دریائے سرگرد کے حسب اتفاق ملک طومان بندر نشین کی
 ایک بیٹی کے نام کا ناز چہرہ در شکیر عراق بن عربہ جنگجو سے تہذیب کی ہر وہ ملک ناز چہرہ دریا اپنے باغ میں
 گلشت کر رہی تھی دیوانوں نے جو باغ میں جا کے اس ملک ناز چہرہ کو دیکھا تو سب کے سب پھر عاشق ہو گئے اور
 ہر ایک دیوانہ کتا تھا کہ یہ میری خوش فہرہ آخر نوبت بہان تک پہنچی کہ سب دیوانے باہم آبادہ جنگ و جدال ہوئے ملک ناز
 نے قتل سے جاناکہ یہ دیوانے میرے پشور مل کر رہے ہیں ملک نے اپنے باپ طومان بندر نشین سے کہلا بھیجا طومان
 نے ارادہ کیا کہ میں جا کے دیوانوں کا مقابلہ کروں مگر طومانی جو طومان بندر نشین کا عیار تھا اسے منع کیا اور کہا
 کہ اگر شہر باریک ایک ایک دیوانہ سارے لشکر کو بہت ہی کوئی ان دیوانوں سے مقابلہ دریا در نہیں کر سکے گا اس سے
 صلاح و دولت یہ ہے کہ ان سب کو بدر و بے بیخوشی کر کے پکڑ لیں ملک طومان بندر نشین نے کہا کہ تو پہلے
 شولوان گوش کن کو فوج دے سپاہ ساتھ کر کے بھیج اگر شولوان دیوانوں کو مار کے بھگا دے تو پھر کس سے
 عیاری اور شکاری سے انکو گرفتار کروں یہ لیکے شولو کو مع چار ہزار سوار اور پیادوں کے روانہ کیا اور دیوانوں
 نے جو شنا کہ ہمارے واسطے فوج آئی ہے جو بدست پکڑ کرے جو دڑے تو ان واحد میں سب کو مع چار
 ہزار سوار اور پیادوں کے مار کے تہ و بالا کر دیا چار ہزار نے طومان بندر نشین سے کہا کہ میں کیا تحوت کتا تھا
 آخر ساری فوج بھاگ آئی طومان بندر نشین نے لا علاج اور ناچار ہو کے دیوانوں کو بہت سی خاطر داری
 اور گرم جوشی سے بھلایا اور کھانے میں دروے بیخوشی ملا کے کہلا دیا جب سب بیخوش ہو گئے تب طومان
 بندر نشین نے سب دیوانوں کو کپڑے کے مٹوں اور مسلسل بغل ذریعہ کر کے ایوان پر بٹھا کے اس امید پر
 کہ میں انکو خداوند لقا کے پاس بھجائے گا کہ وہ پھر میری نونگا مع اپنی فوج دے سپاہ کے سمت سبائل

روانہ ہوا آتے راہ میں نقابدار عسکینہ پوش نے آکے طومان بند نشین کا مقابلہ کیا اور بید حرکت رزم و پیکار کے طومان کو شکست دے کے دیوانوں کو قید سے چھڑایا

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان سے بیان کیے جاتے ہیں کہ جسوقت شاہزادہ بدیع الزمان کو وہ دریائی گھوڑا لے کر پامین غائب ہو گیا تو ایک سمت کو جاتے جاتے ایک خیرے میں نکلا شاہزادہ عالی مقام نے اہلی نشت پر سے اتر کے اُسکو ایک کندہ سے دقت میں پاندر دیا اور خوب سے کوڑے مار کے کچھ گھانس چار دھڑ سے لاکے اُسکے آگے ڈال دی اور تپ خیرے کی سیر کے واسطے چلا گیا اور تمام رات اُس گھوڑے پاس نہ آیا اور فردوم صبح کے وقت پھر آکے چارہ دیا اور پانی پلا کے پھر چلا گیا اسی طرح سے خیرے دن چارہ پانی دے کے بطریق سیر نشین لے گیا روز چہام جسوقت شاہزادہ عالی مقام اُس گھوڑے کے پاس آیا تو گھوڑا شاہزادہ عالم کو دیکھ کر زمین کو اپنے سمون سے کودنے لگا اور غوغائی اپنی شاہزادہ بدیع الزمان کی جھانی سے ملنے لگا شاہزادہ عالم نے کمال خوش ہو کے جانا کہ اب یہ گھوڑا میرا طبع اور فرمانبردار ہو گیا اسی وقت پھر زمین اہلی نشت پر کھلے کھینچا اور سو رہو کے دوڑا نا اور کوڑا شروع کیا افسوس شاہزادہ عالی مقام سیر کرتا ہوا ایک مقام پر پہونچا تو دیوان ایک گنبد سنگ سمانی اور سنگ نشیب کا بنا ہوا دیکھا حیران ہو کے اُس گنبد کو دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ اس گنبد پر سے ایک آواز در دناک تشق آئیں گوش زد ہوئی شاہزادہ دلا کو ہر نے پھر چو نگاہ کی تو ملکہ کو ہر ملک کو دیکھا کہ کس نے قید کر کے دیوان بٹھلایا ہے یہ حال ملکہ کو ہر ملک کا دیکھ کر شاہزادہ نامور کو نہایت صدمہ اور کمال رنج و غلام عالم حال ہوا بعد ازاں پوچھا کہ اے رحمت روح دروان کو بیان کہان ملکہ کو ہر ملک نے کہا اے عاشق درار مجھے قلمہ شیر سنجان سے گرد و در و قیاس بیاری چرا کے گنجاب کے پاس لے گیا اور گنجاب نے مجھے پہلے تو قتل کا حکم دیا مگر حلقہ دہر نے میری بہت سی سی کر کے قتل سے محفوظ رکھا تب گنجاب نے قارن بن قدرت کے ہمراہ یا قوت شاہ کے پاس روانہ کیا دامن قلم کوہ میں سمن بانو ملک ششہ کی بیٹی نے قارن بن قدرت کو مار کے جھکو چھڑا لیا اور ہم دونوں نے آکے مع بارہ ہزار لونڈیوں کے گنجاب کے لشکر میں بخون مارا اور صبح کو شہر سنجان کے قلعہ کی جانب آئے تھے آتے راہ میں ایک چیمپہ پیدا ہوا اور مجھے گھوڑے پر سے اٹھا کے یہاں لایا جب میں نے اُنکو کھوں کے دیکھا تو وہ چیمہ دیو کا تھا چنانچہ وہ دیو میرے عشق کا دم بھرتا ہے اور مجھے یہاں قید میں بھلا کے آپ شکار کرنے کو چلا جاتا ہے اب اپنا حال بیان کرو کہ تم یہاں کیونکر پہونچے شاہزادہ عالم نے سارا حال اپنا بیان کیا اور کہا کہ یہ گھوڑا مجھے یہاں لایا ہے مگر اے ملکہ تم مجھے یہ بھلاؤ کہ وہ دیو کہان ہے ملکہ نے کہا کہ وہ خکار کو گیا ہے اب آیا چاہتا ہے ابھی ملکہ ہی باتیں کر رہی تھی کہ وہ دیو ہوا سے آسمان سے اُس گنبد کی طرف اُترتا ہوا نمودار ہوا اور شاہزادہ بدیع الزمان کو ملکہ کو ہر ملک سے بائیں کرتے دیکھ کر پکارا کہ باش اے آدم زاد خیرہ سہر تیرو سدر گار تو یہاں کیونکر آیا کہ میری معشوقہ سے باتیں کرتا ہے یہ کیلے شاہزادہ عالی مقام کی جانب مخاطب ہوا اور پھر بڑھا کے چاہتا تھا کہ شاہزادہ عالم کو کچھ لے شاہزادہ دلا قدر نے ہسکا یا غور کچھ کے یہاں نہ کیا کہ وہ منہ کے محل زمین پر بیٹھ گیا اور پھر سہل سے باہم زور کشتی کا کرنے لگا کوئی دد گھڑی کے قوسہ میں شاہزادہ رستم صولت نے اُس دیو کو زہر کیا اور اُسکی جھانی پر میٹھ کے فرمایا کہ اے دیو حاکم در شتا فتن پرورد کار عالم چہ می گوئی دیو از ترس مسلمان ہو گیا شاہزادہ عالم نے اُسے چھوڑ کے فرمایا کہ میں پیاسا ہوں کہیں سے تھوڑا سا پانی لائے مجھے پلا دیں گے کہا میں ابھی لاتا ہوں یہ کیلے دیو جو گیا تو چار دن تک نہ آیا شاہزادہ بدیع الزمان شدت تشنگی سے قریب بہ ہلاکت

پہونچا وقت ملکہ گوہر ملک نے کہا کہ اس شہر بارہین امیدوار ہوں کہ مجھے بیچ کر کے تو میرا خون نوش فرما میں نے
 اپنا خون تجھے ملا کر دیا ہے یہی باتیں ملکہ گوہر ملک کر رہی تھی کہ میری دیو نو دار ہوا اور جب اس دیو نے دیکھا
 کہ شاہزادہ بدیع الزمان شدت تشنگی سے حالت ضعف میں طاقت حس و حرکت نہیں رکھتا ہے شاہزادہ سے
 کو آٹھ کے دو مہات کے قلعے میں لے گیا اور ملکہ گوہر ملک گریبان دہان سر و سینہ زنانہ عاجز و ناچار ہو کر رہ گئی
 تاکہ حضرت خضر علیہ السلام دہان شریف لائے اور ملکہ کو اس قید سے بچے اُتار کر کھانا کھلوا دیا اور پانی پلویا اور
 فرمایا کہ اب تو گریہ و زاری نہ کر شاہزادہ بدیع الزمان اور تجھے قلعہ شہر سنجان میں پھر ملاقات ہوگی دست بہت
 کو جا ایک باغ میں ایک پرندہ شبنم پر بیٹھا ہے قرآن دیو کی قیدی ہوئی اور قرآن دیو بھی برابر اس کے بیٹھا ہوگا
 تو یہ اسم اعظم پڑھے اس دیو کو قتل کرنا اور شبنم کو قید سے چھڑا دینا شبنم پر ہی بھروسہ اس حسان عظیم کے مجھے
 ملک سنجان میں پہونچا دے گی یہ زمانہ کے حضرت خضر علیہ السلام نے زین مہرب سکندری کا نکال کے گلگون باختری
 پر پہنچ دیا اور گلگون باختری سے یہ کہلے کہ یہ عورت تیرے ملک کی مائوس ہے اسکی سواری کو بیجا چاہیے حسب اشارہ
 حضرت خضر علیہ السلام کے گلگون باختری ملک کو اپنی پشت پر سوار دیکھ کر ست سنجان روانہ ہوا اُتارے
 راہ میں وہی باغ نہایت پر فضا نمودار ہوا ملکہ گوہر ملک بطریق گلکش سیر باغ کرتی اندر اس کے جلوہ فرما ہوئی
 قریب بارہ درہی کے جو وقت پہونچی تو اس نے دیکھا کہ فی حقیقت ایک پرہیزگار حسن خداداد مقید بھی ہے اور
 برابر اس کے وہ دیو قرآن بھی ہسم کہان بیٹھا ہے پھر پڑھتا ہے شعر کہی یوں ہے گر دشمن روزگار نہ کہ معشوق
 عاشق کے ہوا اختیار یہ یکا یک دیو کی نگاہ جو ملکہ گوہر ملک کی جانب پڑی تو چاہا کہ دوڑ کر ملکہ کو پکڑے ملکہ
 گوہر ملک نے تلوار کھینچ کر وہی اسم اعظم جو حضرت خضر علیہ السلام نے سکھایا تھا پڑھ کر اس دیو کو
 قتل کیا اور شبنم پر ہی کو قید سے چھڑا دیا شبنم پر ہی بہت سی ممنون و مشکور ہوئے اور ملکہ گوہر ملک کی
 تحسین و آفرین کر کے پر دہر کر گئی بعد دم بھر کے ایک تخت اور چار ہزار دیو اور ہزار ہا دھڑا لے کر آئی اور ملکہ
 گوہر ملک کو تخت پر سوار کر کے سمت قلعہ شہر سنجان کے چلی حسب اتفاق شاہزادہ خا ورسیاہ ملک
 قاسم کہین شکار کھیلنے کو نکلتا تھا اس نے ملکہ گوہر ملک کو تخت پر سوار اور گرد پیش اس تخت کے کئی ہزار
 دیو وں اور ہری زادوں کو چھوڑ دیکھا تو اپنا تلوار دہرا کے ملکہ گوہر ملک کو سلام کیا اور احوال پوچھا ملکہ
 گوہر ملک نے ساری سرگشت اپنی قاسم کے رد و بیان کر کے کہا کہ اب میں قلعہ سنجان میں جا سکے
 رہو گی قاسم نے بہت سی دھوکا دی اور کہیں ملکہ گوہر ملک کی کر کے شبنم پر ہی کو مع اس کے دیو اور ہزاروں
 کے رخصت کیا اور ملکہ گوہر ملک کو محافے میں سوار کر کے سمت سنجان روانہ کیا مگر گلگون باختری کو
 دیکھ کے نہایت پسند کیا

اب شبنم و اسنان قہر زادہ بدیع الزمان سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جب افشاہ دیو نے شاہزادہ عالم کو دم پردہ خان کے قلعہ میں لپکا کے قید کیا تو دہان پردہ دم کا حکم افغان
 نامے ایک دیو ہے کہ بڑا زبردست اور کوشش کسی کی اطاعت نہیں کرتا تھا بلکہ شہنشاہ پردہ فات ملک آسمان پر ہی کو
 بھی موجود نہیں جانتا اس افشاہ دیو نے افغان دیو سے سارا حال پتہ خلق کا ملکہ گوہر ملک پر اور شاہزادہ
 بدیع الزمان کے پکڑ لانے کا کہا افغان دیو نے پوچھا کہ وہی بدیع الزمان جسے کرات دیو کو مارا تھا افشاہ دیو نے
 کہا کہ مان وہی بدیع الزمان ہے افغان دیو نے افشاہ دیو سے پوچھا کہ تو نے بدیع الزمان کو کیوں مکر

پکڑا دیا اور دیکھا کہ ایک طمانچہ مار کے میں نے بدیع الزمان کو پکڑ لیا افغان دیو نے کہا نو ذرا بدیع الزمان کو
 میرے روپر دلا چنانچہ افشاٹ شاہزادہ عالم کو قلعہ دوم قات سے افغان دیو کے پاس لایا اور شاہزادہ عالم
 نے باور بند فرمایا کہ سلام سن درین محل بران کے باد کہ داند خداست غر دل کے ست و درن نیمبراد برحق افغان
 دیو نے سنے کہا اے بدیع الزمان مجھے افشاٹ دیو نے ایک طمانچہ مار کے پکڑ لیا اور تو میرا نام نادیدہ خدا کا
 میرے سامنے زبان سے نکالتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے افغان دیو میں نے افشاٹ دیو کو
 ایک طمانچے میں زیر کیا تھا وہ مجھ سے فریب کر کے پانی کے بہانے چلا گیا چوتھے روز صیہ میں شدت تشکی سے حالت
 غش میں پڑا تھا اس نے مجھے یہاں لاکے قید کیا ہے اور وہ بد ذات محض جھوٹ بکتا ہے افغان دیو یہ حال سنے
 افشاٹ دیو سے نہایت بخیدہ ہوا اور بہت سا اُسے سخت دہست کیلے شاہزادہ بدیع الزمان سے کہا کہ اب تو
 میری اطاعت قبول کر شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ جو مجھے مردانگی زیر کرے البتہ میں اُسکی اطاعت کروں گا افغان
 دیو نے کہا کیا مضائقہ اور یہ کیلے اشارہ کیا کہ بدیع الزمان کی قید در کرد شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ کچھ صبر اور دن
 اور کسی کی سعی کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کیلے ایک زور میں ہاتھوں کی ہتھکڑیاں پائون کی تیریاں مانند تار غلبت کے
 توڑ کر پھینک دیں افغان دیو نے شاہزادہ عالم کا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس میں دونوں زور کشی کا کرنے لگے
 ٹوڑی پرین شاہزادہ بدیع الزمان نے کمر بند افغان دیو کا پکڑ کے زمین سے اُٹھایا اور چاہا کہ سر پر چرخ دسٹا کر
 زمین پر مارے افغان دیو بیکار کہ اے شہر باز مجھے نوئے خاک سے اُٹھانے کے لیے سر سے بلند کر دیا اب پھر مجھے
 خاک میں کیوں ملاتا ہے میں تیرا غلام ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے فغان دیو کو زمین پر رکھ دیا اور افغان
 از سر صدق کلمہ شہادت پر جو کے سلمان ہو گیا افشاٹ دیو نے جو افغان دیو کو سلمان ہو جلتے دیکھا
 تو بخون جان سرکسیدہ اور مضطرب ہو کے بھاگتا شاہزادہ بدیع الزمان دلائل حق بھی تعاقب میں
 افشاٹ دیو کے روز ہوا

اب دو کلمے داستان شہنشاہ یردہ قات ملکہ آسمان پر ہی سے گزارش کیے جاسکتے ہیں
 کہ سماق بن حجر دیو سے معرکہ نرم دیکار دیش کا اور ملکہ فرشیہ سلطان سماق بن حجر کے ہاتھ سے زخمی
 ہو گئی تھی اور ملکہ آسمان پر ہی اسوقت دست بدعا بنی ناگاہ دیکھا کہ سامنے سے ایک دیو بدحوہں بھاگتا ہوا
 چلا آتا ہے مجھے سے شاہزادہ بدیع الزمان گردن شکر شکن با شمشیر عریان دھڑکتا آتا ہے یہاں تک کہ برابر ہوا
 دیو کے پہنچ کے دو ال کمر پر ایک بیخہ مارا کہ مثل خار و در کا ہے ہو کر لاشہ اسکا گرا اور خاک و خون میں پھرنے لگا
 ملکہ آسمان پر ہی شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئی اور شاہزادہ نامور کو تخت پر سے کور کر
 اپنے محلے سے لکایا شاہزادہ بدیع الزمان نے مجھ کیا ملکہ آسمان پر ہی نے دما دی اور اپنے لشکر میں بلا لیا
 اور احوال سماق دیو کے معرکہ جنگ و جہال کا اور حال فرشیہ سلطان کے زخمی ہونے کا بیان کیا شاہزادہ
 بدیع الزمان ملکہ آسمان پر ہی سے اجازت لے کر میدان میں بھاگتا سماق بن حجر دیو نکلا اور ٹھوڑی
 ویر میں سماق کا لشکر ٹوڑ کے زمین سے اُٹھایا اور سر پر چرخ دسٹ کر زمین پر مارا اور جیتی تمام اُسکی چھاتی پر
 بیٹھ کے اُس دیو سے فرمایا کہ سلمان ہو اُس سماق بن حجر دیو علیہ اللعین نے شاہزادہ دلائل حق کو گالی
 دی اسوقت شاہزادہ دلائل حق نے سر اسکا پکڑ کے دھڑ سے کھینچ لیا یہ حال سماق دیو کا دیکھ کے تمام فوج
 اُسکی بھاگ کھڑی ہوئی ملکہ آسمان پر ہی نے شادیاں فتح کے بجائے میدان سے مع شاہزادہ بدیع الزمان

کے مراجعت فرمائی موقت شاہزادہ مالیشان بدیع الزمان نے افغان دیو کی ملکہ آسمان پر سی سے ملازمت حاصل
 کرائی اور ملکہ آسمان پر سی نے گاستان ارم میں مین روزبری دھوم سے شاہزادہ عالم کی دعوت کر کے روز چارم
 بحسب استدعاے شاہزادہ نامور ایک تخت پر شاہزادہ ملا تبار کو سوار کر دے چار دیو دن کو حکم دیا کہ شاہزادہ
 بدیع الزمان کو ملک باختر میں بغاوت تمام لیا و حسب حکم ملکہ آسمان پر سی کے چار دیو تخت شاہزادہ
 بدیع الزمان کا ایک سمت باختر روانہ ہوئے اتنے روز میں قریب شکار گاہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے
 شاہزادہ عالی مقام نے ایک پر نیراد لال پوش کو دیکھا کہ شکار کھیل رہا ہے اس نے بھی شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر
 پہچانا اور اعلان فرمایا ہی قاسم کا کر کے اسے لکھا کہ ای بدیع الزمان میں تجھے اس صحرا میں اتنے عرصہ تک جبران اور
 سرگردان کرونگا کہ جتنے عرصہ میں شاہزادہ خا ورسپاہ ملک قاسم لعل خشتان خوزر خاوری کل باختر کو سفر
 کرے اتنا کہ اسے پر نیراد لال پوش نے اپنے ساتھ دے دیو دن سے اشارہ کیا کہ مان ان چاروں دیو دن سے تخت
 بدیع الزمان کا چھین لو اور بموجب حکم اس لال پوش کے سیکڑوں دیو وڑے ان چاروں دیو دن نے جو
 بدیع الزمان کو تخت پر سوار کیے بیٹے جاتے تھے ان دیو دن کو اپنی جانب آمادہ جنگ آتے ہوئے جو دیکھا تو جلہ
 سے تخت کو وہیں زمین پر رکھ کے بھاگ کھڑے ہوئے اس پر نیراد لال پوش نے جب دیکھا کہ دیو
 بدیع الزمان کا تخت چھوڑ کر بھاگ گئے تھوڑے مار کے آپ بھی تمام اپنے باختر کے دیو دن کو لے کے ایک سمت
 کو پر وازگن تنگل کیا شاہزادہ بدیع الزمان اس حرکت سے لال پوش کی نہایت درہم اور برہم ہوا اور جبکہ
 کوئی تبریز سوچی تبنا چار تخت پر سے اتر پڑا اور وہیں بہت کو گردان کے پیادہ پانچ برکیم کار ساز کر کے اس صحرا میں
 ایک سمت کو روانہ ہوا اور سات شعبانہ روز عرصہ راہ کو جو کر کے روز خشتی ایک دریا کے کنارے پہنچا اور اپنے دل میں
 کہتا تھا کہ کیونکر اس دریا سے اس جوت پہنچوں آخر کار تھکے ابدار کو نیام سے کھینچ کر درختوں کو کاٹا اور ایک بڑا بانڈ
 دریا میں ڈال دیا اور اس بڑے پر سوار ہو کے روانہ ہوا بعد دو روز کے برابر ایک جزیرے کے پہنچا اور اس جزیرے پر
 سے اتر کے دریا سے نکلا اور کنارے کنارے دریا کی فضا کو کیفیت دمان کی دیکھنا چلا جاتا تھا ناگاہ دیکھا کہ ایک گنبد
 جو رکاوٹ شاہزادہ عالم بیافقہ اس گنبد کے اندر قدم زن ہوا دمان جو خیال کیا تو چار طرف بہت سی مستند لیان
 بھی ہوئی ہیں اور ایک مشعل ہفت سرزمین میں گرزی ہوئی ہے مگر کوئی انسان اور حیوان دمان نظر نہیں آتا شاہزادہ
 عالم گنبد سے باہر نکلا اور کچھ سواروں کے تالے تالے فرمایا اور دمان سے چند قدم آگے بڑھا تو ایک مرد پر
 نہایت غورانی صورت کو دیکھ کر شاہزادہ عالم مقدارتے سلام کیا اور اسے جواب سلام کا شاہزادہ عالم مقام کو
 دے کے احوال پوچھا کہ صا جہزادے تو کون ہے اور یہاں تیرا گذر کیونکر ہوا شاہزادہ عالم لا قدر نے اپنا نام اور اپنا
 حسب نسب بیان کیا جب اس پر مرد نے حسب نسب اور نام شاہزادہ بدیع الزمان کا سنا تو سر دقہ
 اٹھ کر تعظیم دی اور کہا کہ ای شہر پانچے ترجمان میرے کہتے ہیں اور میں پوتا اصف بن برخیا کا ہوں اور اس
 جزیرے کا نام جزیرہ خرم مشہور ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ جزیرہ عرفان خوش اسکان اور
 طائران شیریں بیان کو عطا فرمایا ہے دن بھر تو یہاں لکھو کھا خور چند پرند رہتے ہیں اور رات کو ہومان نامے ایک
 دیو مشعل دار مشعل ہفت سرسلیمان کا آگے رہتا ہے آج شب کو میں اس کے پاس جا کے تیرے باب میں بھی کرونگا
 شاید ہومان دیو مجھے باختر تک پہنچا دے چنانچہ شب کو شاہزادہ بدیع الزمان اسی ترجمان پر کے ہمراہ
 اس ہومان دیو کے پاس آیا اور اس پر نے حال شاہزادہ با اقبال کا بیان کر کے بہت سی سفارشیں کی

ہومان دیوتے شاہزادہ عالم کی بہت سی تعلیم کر کے بڑے اعزاز و مکرم سے بھلا یا ترجمان میر نے کہا کہ اسی ہومان میں نے کبھی اپنے
مطلب کے واسطے مجھے تکلیف نہیں دی مگر آج ایک عرض میری یہ ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان کو اس دریاں بھل سے
نکال کے آیا دی میں پہونچا دے ہومان دیوتے کا میں ایک شرط سے شاہزادہ عالم کو جہان بہ فرمانین ابھی پہونچا کے دیکھا
کہ یہ بھی میرا ایک کام کر دین شاہزادہ والا قدر نے پوچھا کہ تیرا کیا مطلب ہے ہومان دیوتے کہا یہاں چار شاہ نامے
ایک دیو میرا چچا رہتا ہے تین لاکھ تیرہ سو دیوان قاف کے مطیع اور فرمانبردار ہیں اسکی بیٹی پر میں عاشق ہوں جب
میں اس سے اسکو طلب کرتا ہوں وہ مجھ سے ایسے مشکل کام کو کہتا ہے کہ جو مجھ سے ہو نہیں سکتا شاہزادہ بدیع الزمان
نے کہا کہ اسی ہومان تو مجھے اپنے چچا چار شاہ کے پاس بے بل چرچہ دوئے گامین اس کام کو حکم خدا سے غور حل کر دوں گا
ہومان نے خوش ہو کے کہا کیا سفارۃ عرض رز دوم ہومان دیو شاہزادہ بدیع الزمان کو لے کے چار شاہ کے
پاس آیا اور کہا کہ یہ جو ان آدمیوں میں سے ہے آیا ہے کہ جو شرط اور جو کام نوکے یہ کر دے گا چار شاہ نے کہا اسی آدمی کو میری
شرط بجالائے گا شاہزادہ عالم نے کہا افشار اللہ تعالیٰ چار شاہ بیانہ شنگے دوسرے رز صبح کے وقت شاہزادہ
بدیع الزمان کو اپنے ساتھ ایک پیارے بچے لایا اور کہا کہ اس پہاڑ پر چار سو چوڑی نقاروں کی دو چار ہزار قرنا
رکھی ہیں اور چار جہشی بچے ایک ایک انار اور ایک ایک تلوار مائعون میں ہے مگرے میں اور ایک تاج مرصع ایک تخت
پر رکھا ہے اور ایک گھوڑا زرباد سلیمان فی دمان چرنا پہونچا ہے جو کوئی اس جہن کو حوصلہ ملے گا کہ اسی دن وہ نقارے
اور وہ قرنا خود بخود جیسے لگتے ہیں اور وہ جہشی انار چوڑے لگتے ہیں ان اندوں کی آگ سے جو کوئی دمان جاتا ہے جل کے
خاک ہو جاتا ہے بس میں چاہتا ہوں کہ گھوڑا زرباد سلیمان فی اور وہ تاج تو دمان سے میرے واسطے لادے تا میں وہ
تاج اور وہ گھوڑا اپنی بیٹی کے تہن میں دوں اور جو شخص اس شہر کو میری ادھر دے میں اسکا دین قبول و شاہزادہ
بدیع الزمان نے چار ہزار کی قیمت مانگی اور اپنے مقام پر آ کے عبادت آبی میں مشغول ہوا اور رز دوم صبح کے
وقت خواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انشتری دے کے فرمایا کہ اسی فرزند میری اس انشتری کو تو متھن
بن بر خیا کے پوتے ترجمان میر کو جانے دے کہ وہ لوح اس طلسم کی تجھے دے گا جو اس لوح میں لکھا ہو تو اس پر عمل
کرنا شاہزادہ بدیع الزمان نے بموجب ارشاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے وہ انگوٹھی لے جا کر ترجمان میرا
بن بر خیا کے پوتے کو دی اور اسنے لوح طلسمی کو ایک صندوق میں سے نکال کے شاہزادہ عالم کے حوائے کیا
شاہزادہ بدیع الزمان نے جو اس لوح کو ملاحظہ کیا تو اس میں لکھا تھا کہ اسی طلسم کشا اس پہاڑ پر جا اور دمان زیر کوہ ایک دریا
نا پیدا کرنا تجھے نظر پے گا تو اس دریا میں بخوت و فطرب دعا پڑھ کے کوہ پر نہا آگے پھر جو کچھ کہ مجاہبات دیکھنا مطابق
لوح کے عمل کرنا شاہزادہ عالم نے اپنی دل کو کرم کریم کا رملہ سنگ کے جھٹ پٹ اپنے تئیں اس دریا میں گر دیا جبکہ دریا سے باہر
نکلا تو تمام اپنی پوشاک کو خشک کر کے ایک شہر کے دروازے پر آیا تو دمان قریب چار ہزار آدمیوں کے ہنسنے
اور ایک کمان نکی تھی ان آدمیوں نے شاہزادہ بدیع الزمان کو آتے دیکھ کر کہا کہ اس شہر کا یہ قانون ہے کہ جو شخص
اس کمان کو کھینچتا ہے اسکو تو اندر شہر کے جانے دیتے ہیں اور جو وہ اس کمان کو نہیں کھینچ سکتا اسکو قتل کرنے ہیں
اگر تو اس کمان کو نہ کھینچ سکے گا تو بلا شک و شبہ مارا جائے گا شاہزادہ والا قربت نے لوح کو ملاحظہ کیا تو اس میں
معلوم ہوا کہ اسی شکستہ طلسم جب تو دریا سے نکل کے ایک شہر کے دروازے پہونچے اور دمان کمان کو نکلتا دیکھے
تو اس کمان کو جلدی سے کھینچ لینا اور وہ جو تیر کے دروازے کے برابر ہے میں انکو خاک کے پستی اور سرعت تمام

شیر و کمان کو لیے اندرون شہر چلے جانا پڑا گئے جو کام درمیش ہو بغیر لوٹ کے دیکھے نہ کرتا شاہزادہ عالم نے بموجب حکم
 لوح اُس کمان کو کھینچ کر بلدی سے اُن تیروں کو جو دروازے کے پہلو میں رکھے تھے لیکے مع تیر و کمان اندرون شہر داخل ہوا
 اور وہاں سرسبز باغ ایک درخت چنار نظر آیا اور شاخ پائس درخت کے ایک زمار لٹکا ہوا دیکھا شہر کے آدمیوں نے
 شاہزادہ عالم سے کہا کہ اُس انار کو تیر سے اڑا دے شاہزادہ بدیع الزمان نے لوح کو جو دیکھا تو اسہیں لکھا تھا کہ شکستہ
 طلسم اگر تو اس انار پر تیر مارے گا تو اچھی مل جائیگا اور جو بموجب ان لوگوں کے کہنے کے تیر نہ مارے گا تو سب آدمی جمع ہو کر
 تجھے مار ڈالیں گے لہذا لازم ہے کہ تو اس درخت کو زور کو کے گرا دے وہاں اس درخت کی جڑ میں ایک اژدہا منہ کھولے
 بیٹھا ہے اُسکے منہ میں تو کو دیر شاہزادہ عالم نے حسب حکم لوح کے اُس درخت کو ایک ہی زور میں گرا دیا اور اندر اُسکے
 ہوا قحی ایک اژدہا منہ کھولے بیٹھا تھا شاہزادہ دلا قدر بموجب حکم اُس لوح کے بخون و خراشکے منہ میں کو دیر واجب
 ہو گیا کھلی تو دیکھا کہ ایک بڑا مکان بچہ ہی نہیں ایک دیو بڑا سوتا ہے اور اُس دیو کی چھاتی پر ایک انار رکھا ہے اور دست
 سے انار اُس مکان کی دیواروں کے طاقون پر رکھے ہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے لوح کو دیکھا اُسہیں ترقیم تھا کہ
 دیو کو جگادے وہ دیو اپنی چھاتی پر سے وہ انار اٹھا کے تجھے دے گا تو اُس انار کو اُس دیو کی چھاتی پر مارنا کہ آگ
 پیدا ہوگی اور دیو مل کر مر جائے گا بعد اسکے اُسکے ایک حوض پانی کا نظر آئے گا تو اُس حوض میں کو دیر پنا وہاں قبلہ بود
 ایک دروازہ ہوگا تو اُس دروازے کا فضل توڑ کے اندر جانا شاہزادہ بدیع الزمان نے مطابق نوشتہ لوح کے
 عمل کیا جب اندر اُس دروازے کے گیا تو وہاں ایک باغ بہت و چپ دیکھا اور ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور
 تاج رفعت رکھا تھا اور ایک مجلسی بیٹھا تھا اُس مجلسی نے شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر سلام کیا اور کہا لےجے
 دے اور یہ گھوڑا اور تاج رفعت اور کچ اور گو ہر سب یہاں سے لیجا شاہزادہ عالم نے لوح کو ملاحظہ کیا اُسہیں مرقوم
 تھا کہ کیا مضائقہ تو لوح کو غفقا پوش بن قیصر پوش بن فراموش رنگی کے حوالے کر دے شاہزادہ بدیع الزمان
 نے بموجب حکم لوح کے لوح اُسکو دے دی اور اُسکو اس طلسم کا بادشاہ کے وہ تاج رفعت اور وہ سپہ زیاد
 سلیمانی اور تمام مال و سباب طلسم کا اُسی غفقا پوش رنگی کو سپرد کیا اور فرمایا کہ بوقت سورگ جنگ اور
 لشکر کشی بر سر گنجا بٹھے طلب کرونگا اُسوقت یہ تمام خزانہ اور ہوا و مال و سباب طلسمی اور یہ تاج رفعت
 سلیمانی اور یہ گھوڑا زیر باد سلیمانی اپنے ہمراہ لے کر حاضر ہونا اُس مجلسی نے عرض کی کہ شہر یار اس تاج کو اپنے پاس
 سے جدا نہ کر کہ یہ متبرک ہے اور بانی مال و سباب طلسمی غلام ایکے حاضر ہوگا شاہزادہ عالم وہ تاج اُس سے لیکر طلسم سے
 ہر نکل آیا اور خسار شاہ نے سلمان ہو کر اپنی بیٹی کی شادی ہومان دیو سے کر دی اور یہ گدیہا کہ بوقت لشکر کشی بر سر
 گنجا بٹھے تھیں شہر سلیمانی کو فرور لا یو بعد اسکے ہومان دیو شاہزادہ بدیع الزمان کو لیکے سمت باختر روانہ ہوا
 اب دو کھنے و استکان لشکر فیروز سی از سلطان صا جہرا ان سے گزارش کیے جاسے ہیں
 کہ وہ کشتیان طوفانی ہو کر تباہ ہو گئیں انہیں سے غمزدہ بیکرب پہلوان عادی مع بارگاہ سلیمانی اور اپنے
 ساتھ دلوں کے در بند غلامیہ میں آکر نکلا اور پہلوان عادی نے اب جو غور کیا تو سوائے اپنے ساتھ دلوں کے
 اور کسی سردار و خواہ و شہر یار کی کوئی کشتی نہیں نظر آئی ناچار پہلوان عادی نے اسباب کشتیوں پر سے اژدہا کے
 کنارے پر رکھا اور اب مع اپنے ساتھ دسے سب پہلوانوں کے کشتیوں پر سے اتر کے اُس شہر کی سیر کے واسطے گیا
 وہاں دیکھا کہ ایک اکھاڑ کشتی کا بنا ہے اور ہزاروں شاہینوں کا مجمع ہے اور ایک جوان ارکان کشتی گیر
 نامے پہلوان اکھاڑے میں جا لگیہ اور دنگوٹا باندھے اپنے شاگردوں کو زور کشتی دلا رہا ہے اور اندر اہل خور و لاف و گداز

کر کے رہا کہ آج کمان پر کسٹم و سہراب اور چرن برزوار کمان پر حمزہ صاحب قرآن عرب کہ میرے سامنے آئے
اور مجھ سے مقابلہ کرے پہلوان عادی نام سلطان صاحب قرآن کا اور یہ لات گذات ارکان کشتی گیر کا نئے نہایت
خشکیں ہوا اور اس اکھاڑے میں گھسنے کہا کہ دیکھ ہدایہ کیا تو محکم باز آیا اور جہان میں ہون تو کیا دھوئے
پہلوانی کا کرے گا یہ کہلے ارکان کشتی گیر ز کشتی ہمارے کے آن واحد میں ارکان کشتی گیر کو پھیلا دیا چار طرف سے
دواہ دواہ دواہ کا شور مچا اور پہلوان عادی نے ارکان کو زیر کر کے کہا دیکھ ہدایہ میں بہت دور سے
چلا آتا ہوں اور جو کا ہوں کچھ میرے کھانے کے واسطے جلد لاؤ تمام لوگ تو پہلوان عادی کے لیے کچھ مان اور
کیا اب وغیرہ کھانا لینے کو گئے اس عرصہ میں اور پہلوان ساغر دے پہلوان عادی کے سیر کرتے ہوئے دمان
آکھلے وہ بھی پہلوان عادی کو دیکھ کر دہن پتھر گئے ناگاہ وہ لوگ کھانا بہت سامنے کر آئے پہلوان عادی مع اپنے
سب یاروں کے کھانا کھانے میں مصروف ہوا تھا کہ ایک غل ہو پہلوان عادی نے پوچھا کہ یہ شور و ہنگامہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ
کچھ خدا پرست اس در بند غرابیہ کی سرزمین پر دریا کی راہ سے آکر آئے تھے اور بارگاہ بہت بڑی شان مان کہ نام اُسکا شاید
بارگاہ سلیمان نامی مشہور ہو لب دریا ہستاد کی غشی بیان کا جو بادشاہ غراب صحرائین ہی اس کے آئے ان خدا پرستوں سے
وہ بارگاہ اور سارا مال اسباب جمیں لیا ہے عمر و معدیکرب یعنی پہلوان عادی یہ حال سنے نہایت غصہ و عیش میں
آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے بادشاہ نے بہت سا جھگ مارا وہ ابھی اپنی مزارے اعمال کو پہنچے گا یہ کہلے دمان سے
آکر کھڑا ہوا اور مع اپنے ساغر دے پہلوانوں کے سر راہ آئے غراب صحرائین سے مقابلہ کیا غراب صحرائین
نے نہایت سچ و تاب کھاکے تاوار ماری پہلوان عادی نے بہت شدادی کی پشت سے اسکی ضرب کو روک کر
ملواری اسکی توڑ ڈالی اور ایک ضرب اسکے سر پر ماری کہ غراب صحرائین مع کرب پیوند زمین ہو گیا اور اسکی فوج و
سپاہ نے پہلوان عادی کو محاصرہ کر کے چار طرف سے شمشیر و نیزہ مارنا شروع کیا ہر چند پہلوان عادی نے بہت سے
کفار کو جہنم داسل کیا مگر جب دیکھا کہ فوج کفار کا بڑا غلبہ ہے تو بجاب باری بختی اور سندھی ہوا ناگاہ کشنیان مرزبان
خراسانی کی بھی اسی در بند غرابیہ کے لب دریا آکر لگی تین جہت جو وقت کہ مرزبان خراسانی نے کشتی سے اتر کے پہلوان
عادی کو معرکہ آرا سے رزم و پیکار دیکھا تو وہ بھی مع اپنے سرداروں کے غراب جہنمی کی فوج پر آگرا اور قتل عام
کرنا شروع کیا وہ لشکر بے سردار اور بے مالک کا تاب و مفاد مت کی نہ لاسکا الا مان الا مان پکارا مختصر یہ کہ سب
مسلمان ہو گئے اور پہلوان عادی نے در بند غرابیہ کو اسلام آباد کر کے مع مرزبان خراسانی چند سے دین
مقام کیا اور لوگوں سے حال شاہزادہ قاسم کا پوچھا سمجھوں نے کہا کہ ملک قاسم سرزمین سہمانیہ میں بطور فرما
ہیں مرزبان خراسانی نے کہا کہ اب بہتر یہ ہے کہ میں بخند مت شاہزادہ خاور سپاہ دلاہرت جا کے حاضر ہوں
پہلوان عادی نے کہا کہ میں بھی ہوا خواہ شاہزادہ خاور سپاہ کا ہوں میں بھی تیرے ہمراہ چلتا ہوں بقصد
پہلوان عادی اور مرزبان خراسانی یہاں سے روانہ ہوتے دمان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم
مع اپنے سب ہمشیروں اور مصاحبوں کے بارگاہ میں بیٹھا ہوا تھا اور شاہزادہ کرب غازی بھی حرکات
سے شاہزادہ قاسم کی نہایت برنجیدہ اور پریشان حال ایک طرف بیٹھا تھا کہ سامنے سے ایک ہرکار سے
نے آکے عرض کی کہ اے شہر بار پہلوان عادی نے در بند غرابیہ سے اتر کے غراب صحرائین کو مارا فوج
غراب کی چاروں طرف سے بلوہ کر کے پہلوان عادی سے در رہی غشی اس عرصہ میں مرزبان خراسانی بھی اسی
در بند میں جا کے دار و ہوا اور آئے پہلوان عادی کی مدد کر کے بارگاہ سلیمان مع اسباب کے جمیں لی

اب بائیس ہزار آدمیوں کے لشکر سے آپ کے پاس آتے ہیں قاسم بن جبرئیل کے بہت خوش ہوا اور جانب
 کرب غازی مخاطب ہوئے کہنے لگا کہ بارگاہ سلیمانی کو کاغذ لکھ کر اب انصاف مالکی سے پھر مقرر آئی ہو
 اور نہ کہ اپنے سرداروں سے کہا کہ پہلوان عادی اور عربان خراسانی کا جگہ کے استقبال کرو اور ترے اغوار
 و اکرام سے میرے پاس لاؤ حسب حکم ملک قاسم کے تمام سردار استقبال کر کے پہلوان عادی اور عربان خراسانی
 کو بارگاہ میں شاہزادہ خا ورسپاہ کی لائے شاہزادہ خا ورسپاہ نے بارگاہ سلیمانی کو ہتھیار دیا کرب غازی
 نے کہا ای خیرار سلطان صاحبقران شریف فرما ہو گئے مناسب یہ ہے کہ آپ اس بارگاہ کو ہتھیار دہ نہ کرو اور ان
 شاہزادہ قاسم نے کہا کہ ای کرب غازی تو ہو اور شاہزادہ بدیع الزمان نہیں جوڑ لے اگر بارگاہ بدیع الزمان
 کے پاس پہنچے تو تو آپ اپنے باغ سے بارگاہ سلیمانی کو ہتھیار دہ نہ کرو اور ان کے پاس کون کلمہ دیری اور
 فردا کی کا کیا ہو شاہزادہ کرب غازی نے کہا کہ دست چھینوں نے کیا مردانگی اور بہادری کی ہے خا ورسپاہ نے کہا
 میرے ہمدیکر پہلوان عادی نے غراب صحرانشین کو مارا اور عربان خراسانی نے اختر بن کو سحر کیا قاسم
 نے کہا تم دست راستہ استیون میں ہو ملک سارنج نے تھیں پکڑے کس بلا میں گرفتار کیا تھا اگر میں تماری مدد کو نہ پہنچتا
 تو خدا جلتے وہ تلوکس عذاب زم سے قتل کرتا شاہزادہ کرب غازی نے کہا کہ ای قاسم یہ احسان اپنا تو مجھ پر
 رکھتا ہو یہ کیلے تہدید ہو کر رہ گیا اس عرصہ میں چند سوداگر تھنہ تھا کٹ لیکے آئے شاہزادہ قاسم نے پوچھا کہ تمہارا
 آگاہان سے ہوا انھوں نے بیان کیا کہ ای خیرار دار سے سواد چند دستان رکن سلطنت دور ان جانشین سند
 حمزہ صاحبقران رستم زمان لندہو رہا بن سعد ان در بند زیمانیہ میں آئے در رہا اور زیمانیہ کیدست کو
 کہ اتھج روزگار اور بہادران نامور سے ملک باختر میں مالک سات لاکھ سوار دیران عرصہ کا زار کا مشہور
 و معروف تھا اسے زیر کر کے مطیع اور فرمانبردار اپنا کیا شاہزادہ قاسم نے کہا بس شجاعت اور بہادری اسکی
 ظاہر ہو چکیے ایک باغ کے آدمی سے کیا ہو سکتا جو سوداگروں نے کہا کہ ای شہر یا اگرچہ وہ ایک باغ کا آدمی ہے
 لیکن تو یہ کا مقام ہو لکھو کھا بہادر و دل میں اسے سیکڑوں کار نمایان کیے اور اسبابا درہج کہ ملک باختر میں
 کسی سے اسکی آگاہ سوارے ایک خیر شاہزادہ بدیع الزمان سے زیر ہونے کے کبھی کہیں نیچے نہیں ہو کی
 اور شہر بار عالم خسرو بلا دہند دستان نے سوارے زیمانیہ کیدست کے زیر کرنے کے اور بھی توڑے پڑے
 کار نمایان اس سز میں پر اسے کہے ہیں عمادین عمود کر از دندان در بند عمود ہے سے باغ لاکھ سوار کا لشکر
 کے بمقابلہ لندہو رہا تھا لندہو رہا نے ان واحد میں اسکو پکڑ لیا اور سمون نے گلہ بڑھ کے لندہو رہا کی اعانت
 قبول کی اب نہ ہی لشکر تیار کر کے ارادہ رکھتا ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان کی مدد کے واسطے روانہ ہو جب
 لندہو رہا کا حال زبانی سوداگروں کی شاہزادہ کرب غازی نے سنا تو سراپا اٹھا کے کہا نے اکتھقف
 دست راستہ استیون میں کہ سات سات لاکھ پانچ پانچ لاکھ سوار و پیادے کے سرداروں اور
 بہادر و دل کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کرتے ہیں شاہزادہ قاسم یہ کلام کرب غازی کا سننے نہایت
 درہم اور برہم ہوا اور کہا ای کرب جب ملک بچھے کوئی بات نہ پوچھے تو ہر بات میں کیوں دخل دے
 جیستہا ہی اسیات سخن تانہ پر سند لب لبہ دارہ کبر لشکی تیشہ آہستہ دارہ نہ پر سیدہ ہر کو سخن یا ف
 کروہ ہمتہ خلیش برباد کروہ کرب غازی اس لشکر سے شاہزادہ خا ورسپاہ کی اور زیادہ تر بخیدہ ہوا اس
 عرصہ میں ایک ہر کارے نے آئے عرصہ اشع مالک ازور کی نظر شاہزادہ قاسم گذرائی اُس میں

لکھا تھا کہ میں نے در بند مملوکیہ میں آئے مملوک نیرہ دار کو سلمان کیا اور تمام مملوکیہ کو اسلام آباد کر کے حوشت
 سے کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے بعد مدیج الزمان کے شکست کھائی ہے یہ جی چاہتا ہے کہ میں ملانی اُس شکست کی گردن
 اور امیر حمزہ صاحب قرآن کے آنے تک سرزمین باختر میں کاربائے نمایاں کردن شاہزادہ قاسم نے مضمون فرستاد
 کا دریافت کر کے اُس پیادے سے کہا کہ توجا کے مالک از در سے کہنا کہ گنجاب سے توئی حقیقت میں نے شکست
 کھائی ہے مگر ایسا کمزور بھی نہیں ہوں جو کسی سے شکست کھا جاؤ گا گر مان اُسے دغا ہے مجھے شکست دی ہے یہ
 دیکھنا کہ ابلی مرتبہ میں اُسکے ساتھ کیا کرتا ہوں اور مالک سے کہدینا کہ تو میرے پاس جلد آفرض یہ کیلئے اُس
 ہر کارے کو خدمت کیا اور پھر کرب کی طرح متوجہ ہو کے کہا کہ کیوں کرب غازی بہادران دست چلب کا حال سنا
 کرب غازی نے کہا کہ اے شہر یار میں اب کچھ ٹھہرے ہیں کہیں کوں گا کسو سیکھتے تھو درخ بہت ہو جو بات میں کہو گا وہ
 تمکو ناگوار ہوگی مجھے بولنا کیا ضرورت ہے اسی بات میں آزدہ اور بد فرج ہو جائے ہو اور میں ہی دیوانہ اور جاہل
 اور بد فرج مشہور و معروف ہوں پس اس سے بہتر یہی ہے کہ جو کچھ تم کہو وہ میں سنوں گا تمکو جو اب نہ دوں گا شاہزادہ
 قاسم یہ تقریر کرب غازی کی سنے بہت ہنس اوروں کہا کہ بہت بہتر مقصد و پیادہ گیا اور بلاغ پیام شاہزادہ قاسم
 کا روبرو مالک کے کیا مالک از در شاہان اور دھان اسی وقت سوار ہو کے مع اپنی سات لاکھ ہون کے
 مملوک نیرہ دار کو ہمراہ لیے بخد مت شاہزادہ خا ورسپاہ روانہ ہوا قصات کار سبک بن کوں اور کوں بن
 سبک ہندی قریب دس ہزار بھیر نیل خسرو بلا دہند کے دامن کو دین واسطے چرا کی کے لئے تھے مالک از در
 جو اُس طرف سے نکلا تو مالک کے دل میں یہ خیال آیا کہ کچھ اپنی چالاکی اور سپگری لندھور کو دکھا دوں اور یہ
 خیال کر کے مع اپنے لشکر کے سبک بن کوں اور کوں بن سبک کی جانب مخاطب ہوا اور سبک کو زخمی کر کے
 سب با تھی چین لیے اور اپنے بیٹے ابراہیم بن مالک کے سپرد کر کے کہا کہ سب با تھی قریب میرے چچے چلا آ یہ کیلئے
 مالک از در بخد مت خا ورسپاہ ملک قاسم روانہ ہوا دامن سبک بن کوں نے لندھور سے جاتے سارا ماجرا
 بیان کیا لندھور نہایت غصہ و غضب میں آئے چاہتا تھا کہ اُسے نریمان یکدست نے کہا کہ آپ کیوں تکلیف
 کرتے ہیں میں جا کے ہاتھیوں کو دیکھتی ہے اتنا ہوں یہ کہ کراؤ کراؤ اور ملاش میں مالک از در کی جاتے جاتے
 جہان ابراہیم بن مالک خوشی خوشی تمام ہاتھیوں کو لیے جاتا تھا دامن ہونجا اور نریمان نے نیرہ کوہنگان
 کر کے کہا کہ باتش از خیرہ سر نہر روزگار اب تو کہاں جاتا ہے ابراہیم بن مالک نے جو پلٹ کر دیکھا کہ ایک
 جوان گھوڑا سر پٹ ڈسٹ مجھے لٹکاتا ہوا چلا آتا ہے ابراہیم بن مالک دہن اپنی فوج کا پر اجماع کے کھڑا ہوا
 اور نریمان نریمان یکدست اور ابراہیم بن مالک کے مقابلہ اور مجاہدہ ہوا نریمان یکدست نے بعد جنگ
 نیرہ اور محمود و شہزادہ درگشتی میں ابراہیم بن مالک کو زیر کیا اور دونوں ہاتھ ابراہیم کے باندھ کے موزن میں
 اُسکے رینگ بر کے گلے میں ڈال دیے اور پارہنہ کر کے کہا کہ آپ تشریف لیجائیے اور اپنے بابا جہان
 مالک از در سے جا کے سارا حال کہے گا بعد ازاں اُن سب ہاتھیوں کو لے کے بخد مت خسرو بلا دہند روان
 آیا اور سارا حال دامن نمایاں کیا لندھور نے بہت سی تعریف نریمان کی کر کے خلعت دیا اور باتفاق باہم نریمان
 عیش و طرب میں بیٹھے ادب باتیں کرنے لگے دامن مالک از در نے بخد مت شاہزادہ قاسم سب حال لندھور
 کے ہاتھیوں کے چھین لانے کا بیان کیا اور کہا کہ نہیں معلوم کہ ابراہیم کو اتنی دیر کیوں لگی تھی نہایت اذیت
 ہو کہ بہادر تھا کہ راہ میں کسی اور شخص سے تازہ و مفید نہ ہو گیا ہو اسی مالک از در بھی باتیں کہہ رہا تھا

کہ اتنے میں اور ہیم بن مالک پہونچا اور اسے بعد سلام کے جو کچھ سرگذشت دہان کی تھی مفصلاً اور مشروحاً بیان کی اور سارا اہل زریمان کے آئے اور اپنے زیر ہونے اور مایہون کے چھین لیجانے کا بیان کیا۔ مالک اتر دریا کے پاس کے تیرہ اور تیر کے اٹھ گھڑا ہوا شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم اور عزبان خراسانی سپرین بھی ملو دین پکڑ پکڑ کے اٹھے کرب غازی نے ہنسنا شروع کیا اور کہا کہ تم صاحب جو اتنا جانتے ہو کہ دست راستوں سے ہم لوگ تنہا جہد برائین ہو سکتے تو درچار ہزار یا ارور دو گار پیدا کر دو تب جانا مالک اتر دریا بہت اپنے جی میں منتقل اور اندر ہوا اور شاہزادہ خاور سیاہ اور عزبان خراسانی وغیرہ سب گوانچے ہمراہ آئے کے واسطے ممانعت کر کے مادیان عربی پر بھیجے کے زریمان یکدست سے آمادہ رزم و پیکار روانہ ہوا مگر قاسم نے کرب غازی کی طرف سے زیادہ تر کینہ اپنے دل میں پیدا کیا۔ دہان لندھور بن سعد ان اور زریمان یکدست جو صحبت پیش میں تھے تھے ناگاہ ایک پیادے نے آکر عرض کی کہ یا خسر و بلا دہند مالک اتر در غم سے تہیہ جنگ آتا ہے لندھور نے جو یہ سنا خود ہی جھپٹ اپنے ہاتھی پر سوار ہو گئے خیمہ سے باہر نکلا اس طرف سے مالک اتر در آیا اور دونوں سے سو کہ رزم و پیکار در پیش ہوا اس عرصہ میں نقابدار سرخ پوش نمودار ہوا اور پکارا کہ قسم ہوا خواہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم لعل خفتان خوزر خاوری اور مالک کو قسم دے کر کہا کہ لندھور سے تو جنگ نہ کرتیں اسکو سمجھا کے دیتا ہوں یہ کلمہ بمقابلہ خسر و بلا دہند آیا اور مالک علیحدہ کھڑا تھا دیکھ رہا تھا کہ ایک طرف سے نقابدار سرخ پوش لاف و گداز ہو خوار ہی شاہزادہ بدیع الزمان کا کرتا ہوا نمودار ہوا اور مالک کو زبردستی آن واحد میں زیر کر لیا اور نقابدار سرخ پوش نے لندھور کو زیر کیا اور دونوں نقابدار لندھور اور مالک کو گرفتار کر کے لے گئے۔

اب دو کلمے درستان شوکت بیان شہنشاہ لشکر اسلام سے بیان کیے جاتے ہیں کہ شہنشاہ سعد بن قباوی کشنیان طوفانی ہوئے جو بہین تو بعد چند روز کے در بند سحر یہ میں جا کے نکلیں اور حضرت ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قباوی نے سح چار سو شاہان آقا ایما و فرمان روایان صاحب تل جو ہیم اور تمام فوج و سپاہ اور حملہ شاگرد و پیشہ اور پیر و بنگاہ کے کشنیوں پر سے اتر کے لب دریا نی بارگاہ اور جسے استاد کر دئے اور منع تمام اہل بیان دولت اور ارکان سلطنت سر سلطنت پر اجلاس فرماتے مقرر سیکست کو حکم دیا کہ دریافت کرو اس مہر میں کا کیا نام ہے اور بیان کا حاکم کون ہے اور دین و مذہب اسکا کیا ہے بعد دو گھنٹہ کے مقرر سیکست چلنے آئے عرض کی کہ اس در بند کا نام سحر یہ ہے اور دو بجائی بیان کے بادشاہ ہیں ایک کا نام سحر اور دوسرے کا نام اسحاق ہے اور آج ان دونوں بادشاہوں کے بیان نور و نور ادنی و علی شاہ و کدو کوئی کہ شہر مبالغہ اور باختر میں ہے وہ اگر آج کے دن اس شہر میں ہو گا تو بلا شک و شبہ اس نور و نور کی دھوم میں شریک ہو گا اور رسم بیان کی یہ ہے کہ آج یہ دونوں بادشاہ دسے زیارت کرشمہ لقا کے باغ کرشمہ میں گئے ہیں اور تمام ضعیف و شریف و سیر و فقیر زن و مرد اس شہر کے اسی باغ کرشمہ میں ملے جاتے ہیں اور دہان ایک بر بیان کے کپڑے پر صورت لقا کی بنی ہوئی ہے اس تصویر کی زیارت کرتے ہیں اور اسی کے آگے سب سجدہ کر کے ملے آتے ہیں بادشاہ لشکر اسلام نے جو یہ خبر سنی نہایت کس کے مع اپنے تمام بادشاہوں اور سرداروں اور سودا گردن کی صورت بن کے اس باغ کرشمہ میں تشریف فرما ہوئے اور سب خیمہ مطلق اور کشت باغ کی کر رہے تھے ناگاہ مقرر گرد و عیار کا

خاک گرد طوفان عیار کا خبر لایا کہ خدا پرستوں کی کشتیاں طوفانی دریا بہرے پر جا پڑیں گی کہیں ہیں یقین ہے کہ اس دربار میں بھی
 نکلیں لہذا غم نہ ہو کہ فوج یہاں سے کنارہ دریا کا روک لے یا کوئی خدا پرست اس سرزمین میں آنے نہ لے سکے سچا اور
 اسحاق نے یہ خبر سنی کہ آج کے دن تو ہم اسکا تدارک نہیں کر سکتے بلکہ جیسا مناسب ہو گا حکم دیجئے اس غصہ
 میں ایک پیادہ اور آیا اور اسے کہا کہ بادشاہ لشکر حمزہ صاحب قرآن کا جو شہنشاہ سعد بن قبا و نامور ہے وہ مع
 چار سو بادشاہ اور پچاس ہزار سواروں کے اس سرزمین پر لب دریا آکر آتا ہے اور تمام اپنی فوج و سپاہ کو چھوڑ کے
 آپ مع اپنے ساتھی سب بادشاہوں اور سرداروں کے بطریق سیر پائی آیا ہے طوفان نے کہا سعد خیر یار
 اکیلا تمھاری فوج و سپاہ کے واسطے کافی تھا اور نہ کہ چار سو بادشاہ اسکے ہمراہ ہیں اس سے صلاح یہ ہے کہ سعد
 کو کسی عیاری اور زب سے پکڑ لیں سچے کہ میں اس سعد بن قبا و کو پہچانتا نہیں کہ اس لاکھوں آدمیوں کے
 ہزار اور ہجرت ہزار میں وہ کہاں ہے اور کونسا ہے طوفان نے کہا میں پہچان تو لگا بلکہ طوفان نے ادھر ادھر
 تلاش کر کے سعد کو دیکھا اور نگاہ اولیں پہچان کے سچے جا کے بتا دیا کہ سعد شہر یار فلان مقام پر سوار ہو گیا
 سچے چند کشتیاں شراب کی گلابیوں کی اور کچھ خوان کھانے کے بطور دعوت کے شہنشاہ سعد کے پاس
 بھیجے اور بادشاہ لشکر اسلام نے دعوت کو قبول کر کے تالیاں دے کر شراب اور وہ سب کھانا بیوی بچہ
 تمام کھانے کے سب کے سب میوش ہو کر گھر سے سچے سچے کو مع شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قبا و چار سو
 بادشاہوں کے سواروں اور سواروں کے ایک غصہ خست بدین غمخوار کہ میں نے بادشاہ لشکر اسلام کو مع چار
 سو بادشاہ خدا پرستوں کے پکڑا ہے انکے باب میں جیسا حکم صادر ہو مطابق اسکے بجا لاؤں لکھ کے اپنے عیار
 زبور نامے کو دی اور بہت لشکر گنجاب روانہ کیا حسب اتفاق فضل بن گیا ہو خون آشام بطریق سیر و
 قمار اپنے لشکر سے سوار ہو کے نکلا تھا اتنا سہراہ میں زبور عیار کو دیکھ کے قرجان تیز رفتار کو اشارہ کیا
 کہ اسے میرے پاس لا کر جان تیز رفتار سے جا کے پکڑ لایا فضل نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جا رہا ہے زبور نے
 اپنا نام چھپا کے کہا کہ میں سیاہی پیشہ ہوں پیغمبر رسول کے لشکر میں اپنی نوکری کے واسطے جا رہا ہوں فضل نے
 جانتا کہ سچ کتا ہے اسے چھوڑ دیا لیکن قرجان تیز رفتار دیکھا کہ اسے زبور کو پکڑ کے پہلے تو دم دلاستہ میں پوچھا جب اسے
 نہ بتلایا تب قرجان نے اسے کوڑے مار کے قبال کر دیا اسے ناچار ہو کے وہ نامہ خوشی نے گنجاب کو لکھا تھا اپنی کمر سے
 نکال کے حوالہ کر دیا وہ بعد قریب دس سال ہو گیا فضل بن گیا ہو خون آشام نے زبور سے پوچھا کہ اب تو سمجھتا کہ
 شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قبا و کو کیونکر جا کے چھڑا لاؤں زبور نے کہا اے شہر یار شاہ پور بنیاد اور جو خوش
 گنجاب کا جو تم اسکی صورت بنے دس ہزار سواروں کے ساتھ چلو میں پہلے جا کے سچے کو لگا دوں گا تو باغز تمام اپنی بارگاہ
 میں بلا کے قیدیوں کو تمھارے سامنے لگے حاضر کرے گا اسوقت سب کو چھڑا دیجئے گا فضل بن گیا ہو خون آشام
 کو یہ خبر پہنچ آئی اور زبور کو ظمت فاخرہ فرمایا کیا اور پچیس ہزار روپیہ انعام دے کے بڑی زیب و زینت
 اور غرت و توقیر سے اپنا عیار کر کے آپ بھی مع بارہ ہزار آدمیوں کے سچے کے پاس روانہ ہوا زبور نے آگے
 جا کے سچے اور اسحاق کو خبر کی وہ دونوں بجائی استقبال کے فضل کو اپنے شہر میں لے گئے اور بڑی دھوم دھام
 سے محل رکھ دیا وہ کی تیاری کر کے فضل کی دعوت کی اور شاہ سعد کو مع چار سو بادشاہوں کے زندہ سچے
 سے بلا کے فضل بن گیا ہو کو دیکھا یا فضل بن گیا ہو خون آشام شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قبا و کو دیکھ
 بھویر جھکتے کی صورت رہ گیا ملے ہزار فیاس شاہ سعد بھی فضل کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اسوقت

فضل بن گیاہور خون آشام نے سنجہ اور اسحاق کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ میں غلام جان تشارشا ہزارادہ بدیع الزمان نامہ کار کا ہوں اور مجھے فضل بن گیاہور خون آشام کہتے ہیں میں نے سنجہ جان میں زینور عیار کو دیکھ کر نامہ جویم نے شاہ سعد چراغ لشکر اسلام کی گرفتاری کا کتاب کو لکھا تھا اس سے چین لیا اور خیال اسکے کہ اور عطاکن کی خوشی منونے پائے شاہد کی صورت بنے بیہ رانی شہنشاہ لشکر اسلام آیا ہوں اور حرام زادو تمہارا یہ رتبہ اور یہ مخدوم شہر پار لشکر اسلام کو تہد کر جب بادشاہ سعد نے جانا کہ یہ فضل بن گیاہور خون آشام تشارشا ہزارادہ بدیع الزمان کا نوکر جو باخون کی تھکڑیاں اور یانوں کی بیڑیاں مثل مار شکوت کے توڑ کر فضل بن گیاہور خون آشام کو اپنی چھائی سے لگا لیا اور فرمایا اے فضل تلالی اور عوض اس خدمت کا بارگاہ سلیمانی میں تجھے سب سرداروں سے مقدم بخلا دے گا اور وہ بات میرے ساتھ کر دگا کہ تمام بارگاہ سلیمانی میں سب مسند نشینوں میں تیرا غرور و ذار زیادہ رہے سنجہ اور اسحاق نے جو یہ حال دیکھا انھیں ایزدی سے رنگ کفر آئینہ ضمیر سے ان دونوں کے دور ہو گیا تھا اور از سر صدق کلمہ شہادت بردہ کے مسلمان ہو گئے اور فضل شہنشاہ سعد بن قباد سے رخصت ہو کے سمکے سنجہ جان آیا

اب دو کلمے داستان اُن طوفانی اور تباہی زدہ کشیتوں سے بیان کیے جا سکتے ہیں کہ جس وقت وہ طوفان کم ہوا اور تاریکی رفع ہوئی اور روشنی نمایاں ہو چلی تو عیار اے لشکر اسلام نے دیکھا کہ ساحل دریا کا نظر آتا ہے اور کچھ لوگ فوج کتار سے لب دریا آ کر اٹھ کھڑے ہیں بعضے نہالے ہیں ایک سمت کو کچھ دھولی پاٹوں پر کپڑے دھو رہے ہیں کوئی رہم دار دام دریا میں چلے کھڑا ہے ساتھی کچھ کھیت تبا کو کھانچے کے معلوم ہوتے ہیں غرض عیاروں نے کشیتوں کو دیکھا کتار پر پہلے کے مقام کیا اور یہ بندھوا کی سب اتوں تو معلوم ہو کہ اس درخت کا نام داغلیہ ہے اور بیان کا بادشاہ ایک پہلوان آتر داخل کشین نامے بن لاکو سا تھوڑا سوار کا طہران ہے ابھی عیار ان لشکر اسلام کشیتوں میں سے اتر کے اپنا اپنا مال و سیلاب آ کر دار ہے ہیں کہ یہ خبر اس آتر داخل کشین کو پہنچی کہ اس درخت میں چند کشیتان خدایستوں کی آئی ہیں اور وہ سب خدا پرست کتار سے دریا کے اتر کے شہر میں داخل ہوا چاہتے ہیں آتر داخل کشین نے یہ خبر سنتے ہی جھٹ پٹ مع اپنی تمام فوج و سپاہ کے سوار ہو کر جبل خیل بھجوا دیا اور یہ خبر جبل خیل بگنے کی جو عیاروں نے سنی تو ان کے ساتھ جبل سکندری اور بون جمشیدی ایچ کورنی مع علم آ کر دیا یکے بعد دیگرے میدان بیدان نرم و یکار صا جقران نامہ کار کا تانظر کردہ علی عمران منظور نظر صا جقران صاحب بغداد گراں ہتر صا جقران نے تم دیا کہ یا ان ہمارے لشکر میں بھی افضل ایزدی اور تائید بانی جبل خیل ہے اور جب اکم ہتر قران کے عیاروں نے جبل سکندری پر چوب ماری ساتھ چوب مارنے کے جبل سکندری سے آواز پیدا ہوئی یا صا جقران یا صا جقران جب عیاروں نے یہ صدا جبل سکندری سے نکلنے سنی سب کے سب خوش ہوئے اور جانا کہ انشا اللہ تعالیٰ امیر با توقیر صبح و سالم دریا سے برآمد ہونگے روز دوم صبح کو اس طرف سے آتر داخل کشین اپنا لشکر لے کر میدان میں نکلا اور صفت آرا ہوا اور اس طرف سے تمام عیار ان لشکر اسلام منظور رہے رفتی پاتا بے تغیر لاتی جلد ہائے ناحق اپنی ذات پر کراہت کیے طے کنند ان کے اور گو چنین باین ہاتھوں میں اور کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں میں جو زبان خردن کی کمران میں بڑے بڑے تاج سروں پر رکھے ڈھڈھیاں بجاتے جو تارے چھیرے نکلن بمرنے میدان میں ان کے صفت باندھ کے کھڑے ہوئے آتر انبار کعب چمک کے میدان میں نکلا اور صر سے نظر کردہ جید رکڑ ہتر قران نامہ کار کے مقابلے میں آ کر بجاگا اور اتر نے

تغائب اُسکا کر کے جب کہ نزدیک پہونچا اسوقت قرآن نے اُسکے گھوڑے کی پاکی پڑ کے ایک جھٹکارا کہ اتر پشت
 مرکب پر سے ستر کے بیل زمین پر گرا برابر سے قرآن نے جھٹکارا کہ جگر کے پار نکل گیا اور لاشہ اُس جہنمی کا خاک و خون میں
 غلطان و کھنکھار تمام لشکر اُسکا بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے شہر میں جس کے دروازہ بند کر لیا عیار و دن کے باہر سے نقب کھودنا
 شروع کی حسب اتفاق اندرون شہر سے اتر کی بیٹی نے بھی مع چند اپنی خواہمون کے نقب لگائی تھی اُنکے راہ میں
 دونوں نقیبین برابر پہونچ گئیں اتر کی بیٹی نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو عیار و دن نے کہا ہم خدا پرست عیار رہیں
 اور چلبے ہیں کہ اس ملک کو سخر کون اب ہم بتلاؤ کہ تم کون ہو ان کے بھونے جواب دیا کہ یہ شاہزادی
 اتر داخل نشین کی بیٹی ملکہ دل آسا سے عنبر ہوا آج رات کو خواب میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا محل
 مشرف باسلام ہوئی ہر صبح کو اپنے تمام لشکر سے کہا کہ تم بھی اسلام قبول کرو فوج و سپاہ نے ملکہ کا حکم مانا سپر ملکہ
 نے ہم کو حکم دیا کہ تم نقب دے کر عیار ان لشکر اسلام کو اندر شہر کے آؤ سو اچھ مدد کہ ہمارے تمہارے راہ میں
 علاتا تین ہو گئیں مختصر یہ کہ سب عیار یہ خبر ستر نقب کی راہ سے اُسکے مکان میں پہونچے جسوقت کہ عیار و دن نے اُس
 نازنین غارت گردل و دین اتر داخل نشین کی بیٹی ملکہ دل آرا کو دیکھا سب کے سب محو نظارہ جہاں و غریب اس
 تھار لکھ صبر و خشک سب کے ہو کر عاشق ہو گئے نگر کردہ علی عمران متہر قرآن نے کہا کہ یہ بات مناسب نہیں کہ ہم سب
 ایک پر عاشق ہوں اُس نازنین نے کہا کہ تم سب تو مجھے سار کرتے ہو اور چاہتے ہو مگر وہ بھی تم نے سنا ہے صبر نہ نایار
 کرا خواہر و بملش بہ کہ باخدا اور یہ کیلے گلابیان شراب کی اور کچھ نعل اور کباب و غیرہ بطور دعوت کے عیار و دن کے
 سامنے لائے رکھ دیے سب عیار و دن نے بخون و خطر کھایا اور بخوبی تمام شراب پی لیا قرآن طیش سے نہ تو کوئی پیالہ
 شراب کا پیاد کوئی نوالہ کسی کھانے کا کھایا تب ملکہ دل آرا نے کہا کہ صاحب تم شراب کیوں نہیں پیئے ہو اسپر
 متہر قرآن نے کہا کہ میں دن بھر روزہ رکھتا ہوں اُس نازنین نے جبین نے پھر بہت سا اصرار کیا اور مجبور کر کے کہا کہ
 پھر تو نوش فرمائے مگر قرآن نے کچھ نہ کھا یا اسپر کوئی ایک ساعت بھر کے بعد عیار و دن نے چاہا کہ اُنکے ملین ساتھ
 اُنکے کے چکر مار مار کے سب گریزے اور بیوش ہو گئے قرآن نے یہ حال اپنے ساتھ کے عیار و دن کا دیکھ کر کہا کہ اسی بار
 جو فرخس گندم نہا تو نے یہ کیسا کھانا ان سب کو کھلا دیا کہ سب کے سب بیوش ہو گئے گریزے ہیں آنا جان سے کہ
 میں نگر کردہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ہوں اونٹ مجھے میرے مولائے فرما دیا ہے کہ جو تو کہیں خدا بخوہستہ پکڑا جائے گا
 تو اسی دن تو جانو کہ میری مرگ آپہونگی و نہ بھی کہیں تو کسی کی عیاری اور مکاری سے پکڑا نہ جائیگا اب تو اپنی سب
 فوج کو حکم دے کہ وہ مجھ سے آمادہ رزم و پیکار ہو اگر میں اکیلا تیری ساری فوج میں سے ایک کو بھی زندہ و سالم
 چھوڑ دوں تو تو مجھے پیر مرد نہ کہنا ملکہ دل آرا نے کہا کہ اسی متہر قرآن مجھے اب یقین کلی ہو گیا کہ دین تیرا برحق
 ہے پس یہ کیلے اور دڑ کر قرآن کے پانوں پکڑی اور از سر صدق کلمہ طیبہ پڑھ کے مشرف باسلام ہوئی اس
 عرصہ میں اور بھی سب عیار ہوشیار ہو گئے اُننے گلابا دعرائی نے کہا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں آنا غافل ہو کے
 گریزا شترنگ نے کہا کہ میری عقل کچھ نہیں کام کرتی کہ میں اس درجہ از خود رفتہ اور خود غلط کیوں کر ہو گیا ملکہ
 دل آرا نے کہا کہ میں نے تم سب کو بیوشی دے کے پکڑ دیا تھا متہر قرآن نے تمہاری سب کی جان بخشی کی ہر سب
 عیار و دن نے متہر قرآن کی تعریف کی الفصہ اُس نازنین نے پھر کہا کہ اب ہم سب یہاں سے شریف لے جا کر
 کل میں مع تمام اپنے لشکر کے آؤ گی اور میں نوٹدی متہر قرآن کی ہوں اور یہ در بند تمام ملکیت اور حقیقت متہر قرآن
 کی ہر عیار و دن نے کہا کیا مضائقہ یہ کیلے عیار کو پھر اسی نقب کی راہ سے اپنے لشکر میں آئے اور صبح کو ملکہ دل آرا

نقاب مخمور ڈال کے باہر نکلی اور تمام اپنے سرداروں کو بلا کے کہا کہ میں سلیمان ہو گئی ہوں جسکو میری اطاعت کرنا منظور ہو وہ کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کرے ورنہ جسے کچھ انکار ہو وہ جہان جی چاہے جلا جائے تمام فوج و سپاہ اور رعایا سے شہر نے عرض کی کہ تو ہماری بادشاہ اور مالک ہر جو تیری مرضی اور جو تیری خوشنودی خاطر ہوگی وہی ہم کو بھی بدل و جان قبول اور منظور ہے ملکہ دل آرا نے ان سب کو کلمہ شہادت پڑھوائے تمام شہر کو اسلام آباد کیا اور غصہ اور سکے بنام بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد کے جاری کیا اور سید اسکے دروازہ شہر کا کھول دیا اور تمام عیلام لشکر اسلام کو اندرون شہر بلوایا اور یہ اقرار کیا میں ہنر قرآن اور ملکہ دل آرا کے ہو گیا کہ جسوقت شادی شاہزادہ بدیع الزمان نامہ امی ملکہ گوہر ملک کے ساتھ ہوگی تو اسی وقت عقد ہمارا بھی ہوگا فرض قرآن نے ملکہ دل آرا کو نصت کیا اور پیل سکندری اور فیض جہتیدی اور علم اثر دیا مگر وہ غیہ جو ہمراہ تھا قرآن نے کہا کہ اسکو خدمت شہر و بلاد ہند وستان لندھور بن سعد ان نے چلوں گا عیار ان دست چپ نے کہا کہ لندھور کے پاس بیجا نا کیا ضرور ہے پس اس کیاب کو ہم سب بخدمت شاہزادہ غا ورسپاہ ملک قاسم لیجا لیتے ہنر قرآن نے کہا یہ بات میرے سامنے غیر ممکن ہے عیار ان دست چپ بیجاں اسکے کہ ہنر قرآن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا سب کے سب بخدمت شاہزادہ قاسم روانہ ہوئے کہ جا کے شاہزادہ قاسم کو شہر کریں

اب شہرہ حالی شہر و بلاد ہند وستان لندھور بن سعد ان اور مالک اثر در سے گزراش کیا جاتا کہ جسوقت وہ نقابدار بنہر پوش اور سرخ پوش لندھور اور مالک کو گھر کے لئے گئے تو جاتے جاتے ایک ٹھکان میں پہنچے وہاں ایک باغ میں ایک عمارت عالی شان تھی اس مکان میں لندھور اور مالک کو چھوڑ کے دونوں نقابدار چلے گئے بعد ایک ساعت کے ایک شخص نے آئے کہا کہ تم دونوں اٹھو پہلے ساتھ اندر چلو لندھور اور مالک جو اس مکان کے اندر گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں دو خواتین بہت خوبصورت بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کی پوشاک میں دھوم دھامی پہنے ہزار کرشمہ و ناز ایک مسند پر بیٹھی ہیں لندھور اور مالک کو بلا کے اپنے برابر بٹھلایا لندھور نے کہا میری معشوقہ خوبصورت ہے مالک نے کہا تو حسن کو کب پہچانتا ہے غرض یہ باتیں کر کے دو ایک پیالے سے عالم نشہ میں مالک نے چاہا کہ اپنی معشوقہ کے منہ سے شہرہ کے بوسہ لے یکا یک ایک بدبو اور فحش اس کے منہ سے دماغ میں مالک کے جوہر بھی تو مالک نہایت متعجب ہو کر کشت لگا تو کیا گوہ کھاتی ہوئے رہا کہ مجھے میری بدبو خوشبو سے کیا سرکار ہے تو اپنے مطلب سے مطلب رکھ کر علی ہذا القیاس اسی طرح سے لندھور نے چاہا کہ میں اپنی معشوقہ کا منہ چوم لوں لندھور کے بھی دماغ میں جو بدبو آئی تو لندھور نے دینا منہ پھر کر لیا تو کیا گوہ کھاتی ہے وہ دونوں کہنے لگیں کہ تم دونوں ہم کو پہچانتے ہو ہم کو لندھور اور مالک نے کہا کہ ہمیں ہم تمہیں نہیں پہچانتے کہ تم کون ہو ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نام لسترن جا دوہر اور یہ چھوٹی بہن میری ہے اسکا نام آخرین جا دوہر اور میں ابھی جوان ہوں میرا سن پچیس کل چھ سو برس کا ہے اور میری اس چھوٹی بہن کا نام بھی کوئی پانچ سو برس کا سن و سال ہو گا لندھور نے کہا تو سچ کہتی ہے ابھی تو میرے منہ سے دودھ کی بوتلی آئی اور ہم دونوں کی توڑی توڑی ٹہریں ہیں ہم سے کچھ لطافت بھی تم کو نہ آئے گا یہ گفتار لندھور کی سننے سے وہ دونوں جا دوگر زبان ناما سید ہو گئیں اور کچھ سحر کر کے لندھور اور مالک کو جیس و حرکت کر دیا لندھور اور مالک مسخوڑ ہوئے آہستہ آہستہ باہم باتیں

کر رہے تھے کہ ناگاہ لنگہ ابر آسمان پر نمودار ہوا اور اس بدلی میں سے ایک بری زاد ایک لڑکا ترہیں لیے برابر ان دونوں کے پہنچا اور بکارا کہ دو غفلتوں کا دو گروہ ہوا جو جاؤ کہ میں کشتہ جاؤ گراں ہوں ان دونوں ماحول نے کچھ اپنا سحر اس بری زاد پر کیا کہ حقائق تاثیر نہ دئی آخر کار اس بری زاد نے ان دونوں ماحول پر یوں کو مارا کہ وہ صل متہ کیا اور بعد اسکے لنگہ حور اور مالک سے جو حجاب کہ تم دونوں صاحب اپنا اپنا بیان کر دو کہ تم کوں جو اور ہمارا آواز ہو کر ہو گیا لنگہ حور اور مالک نے اپنی سرگزشت بیان کی اس بری زاد نے کہا کہ میں جو آزاد ہوں بدیع الزمان گردانے میں کا ہوں رویتے ہوئے ہیں ایک تو سفر فوٹس برایتا ہوا خود شاہزادہ بدیع الزمان کا ہے دوسرا میں ایک شاعر ہوا خود قاسم کا ہے لیکر قاسم تو میری پس ہے کہ ایک مہر آبا جہاں سے ہے اس کا بیان کیا تو اذکار کیا کہ قاسم لی بیجان کات کات کر گیا بدعا کہ کھائے میں نے اسلو ساحت کی قید سے بجات میں قاسم نے اسلے فوٹس میں مجھ سے نرم و سیکار کر گئے زخمی کیا اب میں مالک کی شکین باندھ کے قاسم کے پاس بھیجتا ہوں مالک نے درجہ برہم ہو کر کہا کہ تو اور لنگہ حور دونوں ہی کہتے ہو کہ جو جوتہ ہے میں آگے وہ سلوک مجھ سے کر لنگہ حور نے تعریف اور توصیف اس پر زیاد کی بہت سی کر کے مالک کو بہت سا بھایا اور کہا کہ اس میں بخش اور خصوصیت مناسب نہیں ہے آخر کو تم دس بری زادوں نے لنگہ حور سے کہا کہ میری طرف سے بدیع الزمان کو دعا کیلے کہدینا کہ جب کوئی ایسی خدمت اور ایسا کام درپیش ہو تو میں حاضر ہوں بعد اسکے لنگہ حور اور مالک کو قطع خلعت کر کے دونوں کے لشکروں میں بھجوا دیا

اب دو کھلے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان سے بیان کیے جاسکتے ہیں کہ جو وقت ہومان دیو نے شاہزادہ بدیع الزمان کو تھامے درپاکے ہونچا دیا ملک مصلوٹان اور الموندا اور قیطاس ازور پوش دوڑ کر شاہزادہ عالم کے قدموں پہنچ گئے شاہزادہ بدیع الزمان نے جو کچھ کہہ درودات گذری تھی وہ سب بیان کی اسوقت ہومان دیو نے عرض کی کہ مجھے اگر ارشاد ہو تو میں خدمت ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے ہومان ایک میرا دریا کی ٹھوڑا گھٹلون باختری اسکا نام ہے وہ اسی بہار کے نیچے جگہ میں رہ گیا ہے تم اسے ڈھونڈ کر لے آؤ ہومان نے عرض کی کہ میں بھی جا کے جہاں وہ ٹھوڑا ہے ڈھونڈ کر لے آتا ہوں بقصد ہومان دیو تلاش گھٹلون باختری روانہ ہوا وہاں کا حال سنے کہ شاہزادہ خاورد سیاہ نے جو وقت کہ ملکہ گوہر ملک کو شہنم بری سے لیکے کا فہ میں سوار کیا اور مع فوج سمت سنجان روانہ کیا تھا مرکب گھٹلون باختری کو نہایت پسند کر کے چاراکہ اسے پکڑے بھی اسی فکر میں تھا کہ ہوا سے آسمان سے ہومان دیو نمودار ہوا اور غیث پٹ گھٹلون باختری کو پکڑ لیا اور روانہ ہوا قاسم نے اپنے مرکب کو چمکا کے نیب دی کہ باش اے دیو اس ٹھوڑے کو کہاں لے جاتا ہے ہومان دیو نے جواب دیا کہ جو اس ٹھوڑے کا مالک شاہزادہ بدیع الزمان ہے اس کے پاس لجاؤنگا قاسم نے سمجھا اس کے ایک تیر کرش سے نکال کے کہاں میں ہو سکتا کیا اور وہ سے زہ کو ملا کے نشانہ ناک کر چکر تباہ کیا اور وہ تیر بازو پر ہومان دیو کے لگا ہومان دیو نے کچھ زخم تیر کا بھی خیالی نہ کیا اور مرکب گھٹلون باختری کو اپنے ہتھ میں لے کر شاہزادہ بدیع الزمان پہنچا شاہزادہ عالم نے ہومان دیو کے بازو پر تیر لگا دیا دیکھ کر نہ چکا کہ اے ہومان یہ تیر ہے لے مارا ہومان نے کہا کہ شہنم میں نام اسکا نہیں جانتا مگر ایک جوان لال پوش نے مجھ سے پوچھا کہ تو یہ ٹھوڑا کہاں لے جاتا ہے میں نے آپ کا نام بیا آئے تھے تیر مارا شاہزادہ بدیع الزمان نے تیر کو جو دیکھا تو اس پر نام شاہزادہ خاورد سیاہ کا کندہ تھا اسوقت شاہزادہ

بدیع الزمان نے ہومان دیو سے کہا کہ وہ شخص قاسم تھا اور میرزا نام سنگے جلا اور مجھے تیرا اقصہ ہومان دیو کو قسمت
 کر کے شاہزادہ بدیع الزمان سمیت سنجان روانہ ہوا اور بعد طرح محل اور قلع سازلی قریب ایک کوہستان کے پہونچا
 تو اس نے دیکھا کہ سانسے سے کچھ لوگ پیش خیمہ لگے آگے اور وہاں خیمہ استادہ کیا اور بارگاہ اور خیمہ و زگاہ کا رخ سمت
 سنجان کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے باناکہ مالک اس بارگاہ کا شاہزادہ بنہ جنگ آیا ہی ہی اپنے دل میں کہہ اٹھا
 کہ سانسے سے ایک ترق گر دکا تھا اور اس گردین سے آگے آگے ایک جوان خیر صولت اہر من نوان نہایت خوش رو و خیمہ
 اور شکیل مسلح اور مکمل زر گدن پر سوار ایک زنجیر فولادی کو دانتوں سے چباتا ہوا اور دوسا نی بچہ اور مر جیان اور
 جام شراب باغون میں بے چپ و رہت سے پیائے شراب کے مملوک کے بلانے جاتے ہیں اور وہ جوان شراب کا پیالہ
 نوش کر کے بجائے زکی زنجیر فولادی کو چیتا اور فولاد خشک سر مر سا بطور ٹپکنے کے اپنے منہ سے اڑاتا ہوا گیند سے کو
 اپنے زانو سے مسلتا چلاتا ہی اور عین لاکھ ساٹھ ہزار سوار دریائے آہن میں غرق سپرین لواریں سمجھائے گرد و پیش آئے
 اپنے گھوڑے چمکاتے ملتے آئے ہیں ناگاہ نگاہ جو اس جوان کی سمت شاہزادہ بدیع الزمان پڑی تو اس نے چند
 سواروں سے اشارہ کیا کہ یہ نو جوان جو زیر کوہستان بہ کمال عظمت و جودت اور شوکت و شان مرکب پر سوار کھڑا ہی
 اس کو نیزے پاس بلالو و چنانچہ حسب حکم آگے وہ سوار زرب شاہزادہ عالی مقدار کے آگے اور عرض کی اے بہادر
 مجھے ہمارا مالک بلاتا ہی شاہزادہ بدیع الزمان اپنے گھوڑے کو خیمہ کے قریب اس جوان کے آیا اور اپنے بوجھا
 کہ اے بہادر تو کون شخص ہی اور بیان کس تقریب سے تو آیا ہی شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ پہلے تو بیان کر کہ تو کون شخص ہے
 آئے کہا کہ مجھے در قاسے زنجیر خاسے کہتے ہیں اور میں بوجہ تقدیر قاعدہ از مدیدہ ہزار ملک باختر کے
 بدیع الزمان کے پکڑنے کو جاتا ہوں اب تو اپنا نام بتلا کہ تو کون شخص ہے شاہزادہ رستم صولت بدیع الزمان
 در لا مرتبت نے فرمایا کہ اے در قباد ان ڈاگاہ باش کہ میں وہی بدیع الزمان گرد کشکر لشکر ہوں کہ تو حیکے پکڑنے
 کو آیا ہی اور میں نے ملک کو ہر ملک کو اپنے قبضہ میں کر کے کل باختر کو زیر کر رکھا ہی اور فضل بن گیا ہوز خون آشام
 اور رباب باختری وغیرہ سرداران گنجاب کو میں نے زیر کر کے سلمان کیا اور اپنا رفیق گردانا ہی در قاسے
 زنجیر خاسے نے بظاہر تو نگاہ غضب شاہزادہ عالم کی طرف دیکھا مگر دل میں مجب طرح کی ایک محبت پیدا ہوئی
 اور کہا کہ اے بہادر تیری برأت اور تیرا دل گردہ اور جو صلہ تیرا ہی کہ مجھ ایسے شخص کو دیکھ کر نوئے کچھ خوف اور
 اندیشہ نہ کیا اور اپنا نام بیافتم مجھے جلا دیا مصرعہ آفرین بادین بہت مردانہ تھا مگر اب میری شرط یہ ہے
 کہ میں شہر سنجان میں آتا ہوں وہاں مل جلک جو اس کے سر سید ان نکلونگاکر تو مجھے ہر دلی زیر کرے گا تو میں
 تا قہ جیات خیر طبع اور فرمانبردار رہونگا اور تیرا دین قبول کر دنگا اور جو میں مجھے زیر کر دین تو لازم ہے کہ تو میرا دین
 قبول کرنا شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ مجھے بجان و دل منظور ہو غرض یہ ہمد و بجان باہم کر کے پہلے تو شاہزادہ
 بدیع الزمان جانب سنجان مخاطب ہوا اور تھوڑی دور چلے دیکھا کہ ایک درہ پہاڑ کا ہی اور ہمیں ایک
 شور و غل ہو رہا ہی شاہزادہ عالم نے اور چند قدم آگے چلے دیکھا کہ ایک بڑا میدان ہے اس میں تیس
 چالیس ہزار حبشی بچے جمع ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک حبشی کو بادشاہ کر کے تخت پر بٹھلا دین چاک ایک شاہزادہ
 بدیع الزمان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اے بہادر ہم چار بھائی ہیں ابرش زنگی اور کسیت زنگی اور بلیق زنگی اور ادہم زنگی
 اور چارے باپ کا نام قیطاس تھا بعد وفات اس کے ہم چاروں بھائیوں میں اس شرط پر جنگ واقع ہو کر
 کہ جو کوئی ہت پر تیر لگائے وہی بادشاہ ہو اے بہادر دنگے ہم گواہ کرتے ہیں کہ ہم چاروں بھائی

ہر تیر ہفت لگاتے ہیں جسکا تیر ہفت پر جا کر پور اٹھ گھنٹے کا اُسے سلطنت ہوئی یہ کئے چاروں نے تیر لگائے اور چاروں
 کے تیر ہفت پر نہ لگے اسوقت شاہزادہ عالم نے کہا کہ اب تم چاروں باتفاق یا جم گئے ایسا وکیل کرد اگر میں تیر ہفت
 پر ماروں تو جسے میرا جی چاہے اسکو میں بادشاہ کر دوں ان چاروں نے قبول کیا پس شاہزادہ بدیع الزمان
 نے تین تیر متواتر ہفت پر مارے اور سب بیٹھا ہفت پر جا کے گئے جیسیوں نے کہا اب تو ہمارا بادشاہ ہے شاہزادہ
 عالی مقام نے ان سب جیسیوں کو کلمہ شہادت تلقین کیا اور وہ سب جیسی کہنے لگے کہ اے شہر بار ہمارے باپ اور
 ہمارے دادا نے عہد کیا تھا کہ اس گرد فواح میں ایک درہ ہے کہ وہاں لاکھ افغانی ہیں جو کوئی وہاں جا کے ان
 افغانیوں کو اپنا مطیع کرے ہم اُسکا دین قبول کریں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ صاحبو اگر انسان
 یا کوئی دیوی یا پری زاد ہو اسپر زور قابو چلتا ہے ساچون پر کیا اختیار ہو وہاں جو کوئی باز گیر سانب والا ہو وہ
 یکے اپنے اسون شتر شتر سے ان ساچون کو تار کرے یہ کلام چلے و خود ہی انہیں ایک جیسی بہت بوڑھا سر اٹکا ہوا تھا
 اسنے اُتر کے عرض کی کہ اے شہر بار اس درہ میں ایک گنبد بنرمانند گنبد عیناے ظاہر کے ہے اور اس گنبد کے نیچے ایک
 دیو زنجیر اور غل سے جکڑا ہوا بندھا بیٹھا ہے شاہزادہ عالم نے جو یہ حال سنا تو بہت تمام وہاں سے اُٹھ کر اس گنبد
 کے نیچے پہونچا اور فی الواقع وہاں دیکھا کہ درہ نہایت وسیع در پر فضا درہ شدادی اور حلقہ سلیمانی اُسپر لگا ہوا
 اور منقل ہے اور اس گنبد پر ایک سیل ہے اُس سیل پر ایک جانور قسم پرندہ نما اور خوبصورت اور ایک دیو بیٹھا ہے
 شاہزادہ عالم نے اُس دیو سے پوچھا کہ اگر کوئی چاہے کہ ان افغانیوں کو اپنا تار کرے تو کیونکر کرے اور یہ سب
 افغانی اُسکے مطیع ہو جائیں اُس دیو نے جواب دیا کہ اے جوان شاہ ماراں ایک صندوق میں بند اُسی گنبد میں ہے
 اگر تو جا کے اس مرغ کو شائد نادک بیٹھا کا کرے تو تو بادشاہ اور علم زمان سب افغانیوں کا ہو جائے اور وہ سب
 سانب اور افغانی تیرے تابع زمان ہوں اور جو تیرے تیرے غلامی اور اُس جانور پرند کے تیرے لگا تو شاہ ماراں
 صندوق میں خود دفنان کرے گا اور یہ سب افغانی ہجوم کر کے تجھے ہلاک کر دیں گے شاہزادہ بدیع الزمان نے
 کہا مصرع الان ہر تو کلت من اند قہاے بد اور یہ کہنے لگے ایک نادک نے خطا اُس مرغ کو مارا کہ آواز دار دیگر کی
 بلند ہوئی اور وہ مرغ بہ کہنے کہ کشتی مرا نام من ہما سے جاو و بود جہنم وصل ہوا دیو اُتر کھڑا ہوا اور شاہزادہ
 بدیع الزمان کے قدموں پر گر پڑا شاہزادہ عالم نے اُس دیو کی قید کو توڑ کر چھوڑ دیا بعد اسکے شاہزادہ
 بدیع الزمان اندرون گنبد کے تشریف لے گیا ناگاہ اُس صندوق سے ایک آواز پیدا ہوئی کہ اے شہر بار ابھی میری
 مخلصی کا وقت نہیں پہونچا شاہزادہ نامور نے پوچھا کہ کیا وجہ دیو نے پکار کے کہا کہ اے شاہ ماراں وہ مرغ گنبد میں
 مارا گیا دیو کی آواز کے ساتھ اس صندوق سے پیر آواز پیدا ہوئی اے نبیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سلام علیک
 شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا علیک السلام پھر اس صندوق سے آواز آئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے
 مجھے مسلمان ہونے کی وجہ سے قید کیا تھا سو اب میں تیرے ہاتھ سے مسلمان ہوا شاہزادہ عالم نے یہ
 کلام شاہ ماراں کا سنے اسے صندوق سے نکال کے دیکھا تو ایک سانب مثل کانور سفید کے بہت چھوٹا
 اور ایک تاج سرخ بالون کا سر پہی اسوقت اُس سانب نے سلام کیا شاہزادہ عالم نے فرمایا اے شاہ
 امین بیان چند زور سلطنت کر جسوقت میں کنجاہ پر لشکر کشی کروں گا تو بھی اپنی فوج لے کے وہاں آنا بقصد
 شاہزادہ عالی مقام شاہ ماراں کو رخصت کر کے تمام ان جیسی بچوں کو درہ اسلام میں لایا اور ایرش زنگی
 کو وہاں کا حاکم کر کے لیست زنگی کو وکیل اور ابلق زنگی کو رکن سلطنت اور داد ہم زنگی کو سپہ سالار کیا اور

اُسے بھی فرمایا کہ جو وقت ہم فوج کشی برسر کُنجاب کرینگے تم چار دن بجائی بھی اپنا لشکر تیار کر کے ہمارے پاس
آنا وہ زمانے آپ کُنجاب کی طرف روانہ ہوا

اب دو گئے داستان سیلا سے اژدہا چشم ز بخیر خاے در قافے ز بخیر خاے کے باپ کے بیان کیے جاتے ہیں
کہ جب زمر دشاہ مردود آئے در قافے ز بخیر خاے کو در اسے مقابلے اور مجاہدے شاہزادہ بدیع الزمان کے روانہ
کیا بعد چند روز کے سیلا سے اژدہا چشم ز بخیر خاے کو بلا کے کہا کہ اے سیلا سے ز بخیر خاے در قافے سے بیٹے
کو میں نے بدیع الزمان کے گرفتار کر لئے اور کُنجاب کی مدد کرنے کو سمت کُنجاب روانہ کیا ہے اور میں نے
شراب پی کے عالم سستی میں اس فرقہ کو بڑا زبردست پیدا کیا ہے ایسا ہو کہ میرا بیٹا اس قدر پرستہ کے باقو
سے جدا جائے کہ نہ بہتر یہ کہ تو بھی اپنے بیٹے کی مدد کو اسے مع اپنے لشکر کے جاسیلا سے اژدہا چشم ز بخیر خاے کی قوت
مع وہ کہ جو زمانہ ز بخیر خاے کے سائل سے توجہ کر کے چلا اور قیل و قیل ہونے در قافے ز بخیر خاے کے سیلا سے اژدہا چشم
ز بخیر خاے کے قریب شہر کُنجاب کے پہونچا جب اس نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ در قافے ز بخیر خاے بھی
بیان نہیں آیا اور شاہزادہ بدیع الزمان بھی ایک دست سے معلوم نہیں کہ کہاں چلا گیا ہے یہ خبر کے سیلا سے اژدہا چشم
ز بخیر خاے کے ایک شخص کو فضل بن کیا ہو خون آشام سے پاس بھیجا دیکھا کہ اے فضل تو بے خوف
در خطر میرے پاس چلا آ میں تجھے خدمت خداوند تعالیٰ کے کیری جرم و خطا معاف کر دوں گا جب فضل
نے یہ پیغام سیلا سے اژدہا چشم کا سنا تو زمر دشاہ مردود پرین اور فرین کر کے کہا کہ میری طرف
سے سیلا سے اژدہا چشم سے کہہ دینا کہ آقا سے ولی نعمت میرا با فضل بیان نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ
عنقریب وہ تشریف لایا جائے گا جب وہ تشریف لائے تو جویرے فراخ بین آئے وہ کرنا پاویں اس کے
تھکے جواب جنگ کا دیکھا غرض اس دیکھی لے جا کے سیلا سے اژدہا چشم سے کہا کہ فضل بن
کیا ہو خون آشام نے یہ جواب دیا ہے سیلا سے اژدہا چشم نے یہ جواب سنتے ہی نہایت
بیچ و تاب کما کے حکم دیا کہ جبل جنگ بخواد و اور لشکر میں سیلا کے جبل جنگ کی خبر کے فضل نے بھی حکم دیا کہ
ہمارے لشکر میں بھی جبل جنگ بھی مختصر یہ کہ دونوں لشکروں میں صدائے جبل جنگ بلند ہوئی اور صبح کو
سیلا سے اژدہا چشم اپنی فوج میں سے نکل کر میدان میں آیا اور تیار ہوا بلند کہا اے خدا پرستان و اے زبردستان
از شما کی آرزو ہے کہ نہایت بیا بد میدان جنگ کہ ارادہ دست دیا آوری دارم ابھی پورا کلمہ اسکی زبان سے
نہیں نکلا تھا کہ ترک خوشن پوش اس کے مقابلے میں آیا بعد در دو بدلے کے ترک خوشن پوش زخمی ہو گیا
قافل زنگی و متغالی زنگی دغیرہ سات ہزار شاہزادہ بدیع الزمان مامور کے سرداروں میں سے نکلے اور
سب ز بخیر خاے کے باقو سے زخمی ہو گئے آنحوال دن تھا کہ دونوں لشکروں میں صفت آرائی ہو چکی تھی اور
سیلا سے اژدہا چشم ز بخیر خاے سر میدان نکل کے جا ہٹا تھا کہ مبارز طلب ہوا گاہ ایک سمت سے
دیکھا کہ حقائق ز بخیر خاے میں وہ کو سامنے ہزار سوار سے پہونچا وہ اسے دیکھا کہ میرا پ عجب طرح کی
بدعت اور عادت لشکر پر شاہزادہ بدیع الزمان ناموس کے کر رہا ہے در قافے سے باب سے بہت دور
جا کے آت سیلا سے ز بخیر خاے کے کھلا دیکھا کہ تو مجھ سے مل کھدہ اتنی دور جا کے کیوں آتا ہے در قافے
ز بخیر خاے نے جواب دیا کہ میں پہونچا ہوں کہ میں تمہارا میدان نکل کے مجھ پر اپنی مردانگی اور دلیری
ظاہر کروں قصہ مختصر روز دم جو وقت کہ دونوں لشکر میدان میں نکلے اور سیلا سے اژدہا چشم ز بخیر خاے

اپنے کرگدن کو لگ مار کے میدان میں آیا اور مبارک طلب ہوا درقا سے زنجیر خاسے اپنے باپ کو آمادہ
 رزم دیکھ کر گھوڑا چمک کے قریب سیلا کے آیا اور دست ادب باغد کے فرض کی کہ اسی پیر بزرگوار
 شاہزادہ بدیع الزمان مالک اس لشکر کا توہیان نہیں ہے تو میں نامردی ہو کہ بغیر مالک کے لشکر
 بے سردار سے جنگ و جدال کوئی شخص کرے اند کے صبر کیجئے کہ شاہزادہ بدیع الزمان بھی آجائے کہ وقت
 پھر جو آپ کے فرائض میں آئے دیکھیجئے سیلا سے اثر دیا چشم زنجیر خاسے نے کہا از نامرد تو وفاداری و خدمت خود
 لقا اور سرکار بغیر رسل بدیع الزمان کی کرنا ہوا بھی درقا سے زنجیر خاسے سے بھی لکار سیلا سے
 ہو رہی تھی کہ دیکھا از پردہ بیابان گردے بر خاست تیرہ تیرہ و خیرہ خیرہ سرگرد باسماں رسیدہ و پاسے گرد
 زمین دوزیدہ غلطان و بجان چون سر زلف مودسان ہوائے مارا گرد کو گردنے مارا ہوا کو دامن گرد شکافتہ
 ہوا اور سمون نے دیکھا کہ آنچہ گروہ رستم لشکر سرفقہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان
 تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان کو لشکر شکن تیغہ ظہور و دلونیکے نصیے پر ماتہ ڈالے مگر کسب
 گلگون باختری پر سوار بہ کمانی ملت و صولت اور شان و شوکت نمودار ہوا درقا سے زنجیر خاسے
 آمد شاہزادہ رستم صولت کی دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور باپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ باو جان از دعوی مردانگی
 ہو تو آپ توقف نہ کیجئے وہ دیکھے شاہزادہ بدیع الزمان آہو بخا سیلا سے اثر دیا چشم زنجیر خاسے
 نے یہ گفتگو کناغہ و رقا اپنے بیٹے کی سسٹکے کما میں پہلے اس گفتگو سے نامعقول کی تجکو تعزیر کتبے لون پھر
 بدیع الزمان سے بھول گیا یہ لکھے سیلا سے اثر دیا چشم زنجیر خاسے نے اپنے کرگدن کو براہ ملا کے
 ایک تیغہ درقا سے زنجیر خاسے پر مارا کہ اگر فیل ست پر اسکی ضرب پڑ جائی تو دو پرکالے ہوتا مگر درقا سے
 زنجیر خاسے نے ضرب کو خالی دے کر وقت پرشتن تلوار مارا کہ سپر کو کاٹ کر مگر ملک سیلا سے
 اثر دیا چشم زنجیر خاسے کے آڑ گئی اور لاش اٹکی کرگدن پر سے زمین پر لگے خاک و خون میں پھرنے لگی
 درقا سے زنجیر خاسے نے جب دیکھا کہ باپ میرا تمام ہو چکا تب تمام مال و سیلاب اور نقد و مجلس اور
 خیمہ و خگاہ و خیمہ جو کچھ مالیت سیلا سے اثر دیا چشم کی غمی مع تمام اسکے لشکر اور غلے و لون و کرد
 اور سرداروں کو اپنے ہمراہ لے کے جانب شاہزادہ بدیع الزمان و ایشان مخالب ہوا اور باو از بلند
 کہا کہ اے شاہزادہ بدیع الزمان میں نے اپنے باپ کو غلات وضع مردانگی آپ کی فیض میں سو کر آرا
 ہونے دیکھ کر ممانعت کی کہ لشکر بے سردار کا جو ہوا اس سے مقابلہ اور مجاہدہ کرنا نہ چاہیے میرے باپ نے
 میرا کتنا نانا میں نے اسے مار ڈالا اب جو میرے ادب آپ کے حمد جنگ کا ہو گیا جواب میں مترصد ہوں
 کہ سر میدان آئیے اور دودہ و کابجیے شاہزادہ عالی مقدار بدیع الزمان نے کہا بسم اللہ مگر اے درقا سے
 زنجیر خاسے آج کے در وقت کس لیے کہ مجھے مدد و کوفت اور غم باپ کا بسبب جوش خون خیزی بہت
 ہو گا لہذا کل جاسے تیرے میدان مردی ضرور ہوگی فرض رد و دم وقت صبح و عین سے منت آرائی
 ہوئی اس وقت سے درقا سے زنجیر خاسے اور ادھر سے شاہزادہ بدیع الزمان نے میدان سے نکل کر
 فرمایا کہ اے درقا ہم تیرے تیرہ و خیمہ و نمود نہیں کرتے لیکن اب جاسے تیرے زور کشتی کا ہو درقا سے
 زنجیر خاسے نے کہا کیا مضائقہ ہے کیلے دونوں بہادر میدان میں کود پڑے اور فیما بین زور کشتی کا ہونے لگا
 اس عرض میں تہمتن خان فوری مع لشکر لال پٹون کے نمودار ہوا شاہزادہ بدیع الزمان نے

جانا کہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم آیا اقصیٰ جنگ مردانہ کر کے رزوم ٹھری بھرون فرمے درقا سے
 رنجیر خاے کا لشکر توڑ کر مارا کہ یاروں نے جت زمین پر آ رہا اور مردانہ دار و درقا کو پکڑنے میدان سے محبت
 فرمائی اسوقت معلوم ہوا کہ یہ قاسم نہیں بلکہ تہمتن خان خاوری دستادہ قاسم آیا دوبار سے درقا سے
 رنجیر خاے کو حوالہ فضل بن کیا ہو اور خون آشام کیا اور تہمتن خان خاوری کو بلا کے باغ ازاد کر ام بھلا یا
 اور پوچھا کہ کیونکر آتا ہوا تہمتن خان نے عرض کی کہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز
 تھا ورنہ نے ان روزوں طلسم مہمات کو فتح کر کے جوٹا کہ آپ نے گنجاب سے شکست کھائی ہے تو نہایت
 غم کھانے تھے اور یہ سچو کے کہ سبب شکست کے کچھ آٹا نہ اور مال اسباب اور خزانہ شاہزادہ بدیع الزمان کے
 پاس باقی نہ رہا ہوگا لہذا خزانہ بمقدار خراج یک سالہ ملک باختر کے بطریق نذر آید کے پاس بھیجا ہے شاہزادہ
 بدیع الزمان نے یہ سُنکے اُس خزانہ کو دیکھا اور پاس خاں شاہزادہ خاور سیاہ خزانہ کو لیکے تہمتن خان کے روبرو
 سازندوں اور میر شکاروں کو انعام میں دے دیا اسوقت تہمتن خان خاوری نے عرض کی کہ اے شہریار
 شاہزادہ خاور سیاہ نے اس جوان کو کہ میوت بن ساریج اسکا نام ہے چار روز میں زیر کر کے تابع زمان اپنا
 کیا ہے سو اسکو اس بے آب کے پاس بھیجا ہے کہ آپ بھی اس سے انجان زدہ نہ بنیں گا کہین شاہزادہ بدیع الزمان نے
 فرمایا کہ چھایا کیا مفاد تھے یہ کہنے سات روز میوت بن ساریج کو تھکے تھکے اور تمام تمام کے کھانے کھلائے بعد اسکے شاہزادہ
 بدیع الزمان نے اس سے زودستی کا کیا اور شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے زیر کرنے سے بہت جلد میوت بن
 ساریج کو زیر کیا اور تہمتن خان بہ تمام سرداران خاور سیاہ کو مع میوت بن ساریج خلع بخلت کر کے خدمت
 شاہزادہ قاسم روانہ کیا بعد جانے تہمتن خان خاوری کے شاہزادہ بدیع الزمان نے درقا سے
 رنجیر خاے کو مع خراج دوسالہ کل باختر کے روانہ کیا

اب دو کھمے داستان تباہی زدہ طوفانی کشتیوں کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کی کشتیاں جو طوفانی ہو گئیں تو بعد چند روز کے در بند ارضینہ میں جا کے ٹکرائیں
 شاہزادہ فرخ شہسوار نے دیکھا کہ سو سے میری کشتیوں کے اردن امیر صبا جقران کی کشتیاں نہ بادشاہ لشکر سلام
 کی اور نہ کسی سردار کی کشتیاں کہیں درنگوں تک نظر آئی ہیں اسکو یقین ہو گیا کہ باقی سب سرداروں کی کشتیاں
 دریا میں غرق ہو گئیں صد مات غم دالم میں سلطان باکر ام اور سب سرداروں کے خوب سانشیوں و تین اور باقم کر کے
 آخر کار محض عاجز و ناچار ہوئے وہیں لب دریا آ کر ٹپا اور خیمہ و خگاہ سب دستادہ دربار کی دہان کا بادشاہ سام نرم نشین
 ہو جبکہ یہ خبر شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کی مع فوج و سپاہ لب دریا آئے اور فزولش ہونے کی بے بسی
 لاکھ سوار کا لشکر اپنے ہمراہ لیکے تہمتن خان بر سر شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر روانہ ہوا یہاں شاہزادہ
 فرخ شہسوار قلندر نے بعد فزولش ہونے کے نسیم بن عمر و کو بلا کے فرمایا کہ تو ذرا کہیں جا کے کچھ خبر شاہزادہ خاور سیاہ
 ملک قاسم کی اگر دریافت ہو کہ وہ کہاں رونق افروز ہے تو جلد دو چار جا پر تحقیق کر کے مجھ سے آ کے کہ حسب حکم
 فرخ شہسوار قلندر کے نسیم بن عمر و جہتین کو ناجاتا تھا آٹا سے راہ میں اسے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم لشکر
 مسلح اور کھل پھنوں پر تلواروں کے ہاتھ ڈالے برچھے ترچھے کیے گھوڑوں کو اٹھائے چلا آتا ہے نسیم بن
 عمر و نے اکثر لوگوں سے پوچھا کہ یہ فوج کبھی ہے اور کہاں جاتی ہے لوگوں نے کہا کہ سام نرم نشین ہمارے
 بادشاہ کی یہ فوج و سپاہ ہے اور کوئی فرخ شہسوار قلندر مینا حمزہ کا ہمارے ملک میں لب دریا آئے

بار دہرہ کے قتل اور تاخت و تاراجی کے واسطے جاتے ہیں نسیم بن عمرو نے یہ حال سنے بخدست شاہزادہ فرخ
 شہسوار قلندر کے بیان کیا اور کہا کہ حضور پہلے علاج غنیم کے لشکر کا بھیجے بعد اسکے شاہزادہ قاسم کی خبر کو بھیجے گا
 قصہ مختصر یہ کہ فرخ شہسوار قلندر سے اور سام نرم لشیں سے مقابلہ ہوا اور شاہزادہ فرخ نے سام کو چار ہیر کے زور
 میں زیر کر کے فرمایا کہ اسلام قبول کر سام نے اندازہ دیکھا کہ میں اب کیوں ہٹے اور آپ کی فرج و سپاہ کے لیے
 قلعہ اور رہسدا اور کچھ کھانا پانی جو اذان اور یکے اپنے شہر میں گیا اور دروازہ شہر کا بند کر کے قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہا جب یہ خبر
 شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو پہونچی شاہزادہ عالم مع لشکر سوار ہو کے قلعہ کے دروازہ پر پہونچا اور چار دروازے سے
 محاصرہ کر کے آمادہ زرم و جنگ ہوا سام نرم لشیں نے جب دیکھا کہ اب میں کسی طرح سے نہ بچوں گا تب اٹھ کر فرید نا
 ایک چار ہیر اپنے کھاکہ اور سام نرم لشیں کو اب کچھ دسواں اور اٹھارہ اپنے جی میں نہ لانا آج شب کو میں فرخ شہسوار
 قلندر کو جاکے کوڑاؤں لگاؤں گا اور یکے رات کو فرید بیار لشکر میں شاہزادہ فرخ شہسوار کے آیا اور شاہزادہ عالم کو ہوش
 کر کے سام نرم لشیں کے پاس لایا سام نے شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو مطلق و سلسل کر کے زندہ آنکلے میں قید کیا
 صبح کو جب فرخ شہسوار قلندر کے لشکر کو معلوم ہوا کہ ہمارے مالک کو کوئی بیماری کر کے پکڑنے لگا ہے تمام لشکر آمادہ جنگ
 و جہالت نضا ہو کر قلعہ پر لوہہ کو کے چلا سام نے جب قسم کھا کے وعدہ کیا کہ کل صبح کو شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو میں
 بے شک و جہالت تھارے پاس پہونچاؤں گا بارے لشکر نے شاہزادہ عالم جاہ کے بموجب اسکے قول اور قسم کے وقت کیا
 شب کو سام نرم لشیں نے لشکر فرخ شہسوار قلندر پر خون مار کے تین ہزار و پندرہ حصہ کا رگزار کو بد رہے شہادت
 پہونچا یا باقی سب مجبور و ناچار ہو کر مال کھربے ہوتے تمام مال اسباب نقد و مٹس ضیمہ گاہ بہیر و بنگاہ لشکر کا شاہزادہ
 فرخ شہسوار قلندر کے کفار و قلعے گئے اور دوسرے ہزار سام نرم لشیں شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو مطلق
 و سلسل ایک ارہے پر بھلا کے صبح لا کچھ سو ہزار مسکس باطل لقا کے پاس لے چلا جاتے جاتے جبکہ ملک بھگم میں پہونچا
 نو قہرمان عجیب نے جانا کہ شاہزادہ فرخ شہسوار کو قتل کر کے سام نے کیا اسکا قتل کرنا مناسب نہیں ہے میں اسے
 خداوند لقا کے پاس لے جاتا ہوں وہ جو چاہے گا اسکے حق میں تفریر کرے گا یہ کہہ کر سمت کسبا تل کو چم کر کے روانہ
 ہوا بیان لشکر فرخ شہسوار قلندر کا جو ہریت کھا کے چلا تو ڈھونڈتے ڈھونڈتے بعد تلاش اور جستجو سے
 بسیار شاہزادہ قاسم کے پاس پہونچا اور تمام اسروں اور سرداروں کے احوال معرکہ جدال و قتال شاہزادہ فرخ
 شہسوار قلندر اور سام نرم لشیں کا بیان کیا قاسم یہ خبر و حجب از شے کے شل شعلہ جوالہ بزرگ اٹھا اور یہ کہنے
 کہ وہ سام کیا نطفہ رحم ہے جو یہ ہے ہوا خواہ شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو گرفتار کر کے لیجا سکے گا
 اگر فی طول خداوندی تقاریر پہونچ چکا ہو گا تو دین بھی ملے ایک ہی تیغہ یلارک از اسیالی میں اس
 کا زکوہ مل جیسم کروں گا اور شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو فی طول پرے لے آؤں گا اسی وقت بسرت تمام
 اپنے ٹھوڑے پر بیٹھ کے تیغہ یلارک کو چار انگل بیان سے کھینچے سر پر ٹھوڑا ڈالے چلا جبکہ قریب شکار گاہ بھگم
 پہونچا سب اتفاق دمان قہر بن قہر دمان اور زہر بن قہر دمان دونوں نے قہرمان عجیب کے شکار کھیلنے کو
 کھیلنے آئے آگے جو کچھ سالہ اسراں فوج کفار تھے انھوں نے قاسم کو دیکھ کر پوچھا کہ اگر شخص تو کون ہے اور
 تیرا کیا دین اور مذہب ہے قاسم نے کہا تم کو بہت دین و مذہب سے کیا سردکار ہے ان لوگوں نے جاکے قہر اور زہر
 سے کہا قہر و زہر ہے کہ شاہزادہ قاسم سے کہا کہ اگر شخص اچھا ہو تو ترے دین اور ایمان سے کچھ مطلب نہیں تو
 خدا پرستوں اور حمزہ صاحب قرآن کو بتا کہ شاہزادہ کا ورسپاہ نے چند کلمات تاخت و تیش ان دونوں

سے کر کے تھا اور لقا پرست کو گالیان دین قہر اور زہر دونوں بیون کے قہوان بھی کے گفتگو شاہزادہ قاسم
کی شکستہ طرفین سے تلوار بن کھینچیں پہلے قہر نے چمک کر تلوار برسر خاور سیاہ نامدار ماری شاہزادہ قاسم نے
اسکی ضرب کو خالی دے کر ایک ہی ضرب میں اسے دو پرکالے کیا پھر زہر نے اپنے بھائی کو جہنم واصل دیکھ کر تلوار ماری
شاہزادہ خاور سیاہ نے اسکو بھی زخمی کیا اور فوج سیاہ اسکی بجائے کڑی ہوئی پھر قاسم نے اسکا تعاقب
نہ کیا اور بہت تمام ترسست جالندریہ تلاش شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر میں روانہ ہوا جب کہ قریب
در بند جالندریہ کے پہونچا تو اسکی کسل راہ سے نہایت چین ہو گیا تھا ایک تالاب کے کنارے ٹھوڑے پر سے
اتر کے بیٹھ گیا اور جانتا تھا کہ دم بھر آرام کرے ناگاہ اس طرف سے ایک پیادہ اور چند سوار آئے تھے
سوار تین کے محل گئے وہ پیادہ اس تالاب پر آ کے پانی پئے لگا قاسم نے اسے پوچھے احوال شاہزادہ
فرخ شہسوار قلندر کا پوچھا آئے کہا کہ آج دو دن ہوئے کہ فرخ شہسوار حمزہ کے بیٹے کو سام
بزم نشین نے یہاں کے زندان خانے میں قید کر دیا ہے قاسم نے جو یہ خبر سنی یا کہ پیادے کو چھوڑ دے سیارہ
بن عمرو نے منع کیا کہ اگر شہر بار اگر اسکو چھوڑ دیجیے گا تو ابھی فساد بپا ہوگا شاہزادہ عالم نے اسکو جواب دیا کہ
سلمان ہو جائے گا دی سیارہ بن عمرو نے دذکر اسے خجور مارا اور جہنم واصل کیا شاہزادہ خاور سیاہ
نے کہا کہ کوئی تدبیر ایسی کیا جاوے کہ اس در بند جالندریہ کے اندر جا کے شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو قہر
لاوین سیارہ بن عمرو نے کہا کہ ایک سفید کاغذ کے بند کو بطور خط کے ملفوف کر کے مین لے کے چلتا ہوں آپ بھی
میرے ساتھ چلیے جب کوئی تعرض کرے گا اور پوچھے گا کہ یہ کون شخص ہے مین کہہ دے گا کہ حارث قورچی لہجہ کا
ہو ایک کارفرما ہے کچھ لیسے سمت شہر سیالکی جاتا ہے اس جیل سے اندر در بند جالندریہ کے پہونچ جائیے گے عرض جب
اسی ذریعہ سے در بند جالندریہ میں پہونچے تو شہرہ المون نے پوچھا کہ کہو کیا خبر لائے ہو سیارہ بن عمرو نے کہا کہ
حمزہ صابقران دریا سے اس در بند میں آتے ہیں اس واسطے لہجہ کا مین لے کے ہم کو بھیجا ہے کہ خداوند لقا کو جانے
خبر کریں لوگوں نے یہ حال جانے کو تو اس سے کہا کہ تو ان نے شاہزادہ خاور سیاہ اور سیارہ بن عمرو کو بلانے
خاصہ کھلوا یا اور اجازت دی کہ جانے دو اور کوئی اسے تعرض نہ کر و عرض شاہزادہ قاسم اور سیارہ کو تو ان
کے پاس سے آگے روئے ہوئے اور در بند گر شاسپ کے قریب پہونچے اس عرصہ میں سام بزم نشین شاہزادہ
فرخ شہسوار قلندر کو قید کیے گر شاسپ میں پہونچا اور گر شاسپ نے سام بزم نشین کا استقبال
کر کے پوچھا کہ وہ خیرہ سر خدا پرست کونسا ہے سام نے شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو دکھا دیا گر شاسپ
نے شاہزادہ فرخ شہسوار سے کہا کہ اگر خدا پرست تو خداوند لقا کی پرستش اختیار کرنا ہوا ہے فرخ شہسوار
قلندر نے لقا کو مین کر کے اس کے پرستار کو گالیان دین گر شاسپ نے یہ سنے سام بزم نشین سے کہا کہ
اس خدا پرست کو قتل کر دے سام نے کہا ابھی مناسب نہیں ہے خداوند باختر کے پاس لے لے چلتا ہوں وہ
جو پاس ہے گا اس کے حق میں تعزیر دے گا ابھی ہی بحث ذکر اگر شاسپ اور سام بزم نشین سے ہو رہی تھی کہ
سامنے سے گردن بایان ہوئی اور سب نے دیکھا کہ ایک سوار لعل پوش نے مثل خطہ جوابہ برابر پہونچ کر فریاد کیا
مگر سے کھینچا گر شاسپ نے نام خدا سے غر و مل کا زبان سے شاہزادہ قاسم کی شکستہ نامدار سر دم زدہ پہونچ دیا
کہا یا اور تلوار کھینچ کر پکٹا ہوا برسر شاہزادہ خاور سیاہ پلا کہ باختر ای خیرہ سر اسوقت تو کہاں سے پیدا ہوا
کہ نام مادیدہ خدا سے آسمان کا میرے سامنے لیتا ہے یہ لیکے تلوار ماری شاہزادہ قاسم نے بھنوں سپہ گری

اس کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اسی کی تلوار سے اسے جہنم واصل کیا ساری فوج اور سپاہ اس جہنمی کی بلوہ کر کے شاہزادہ قاسم کی طرف چلی شاہزادہ خاورد سپاہ نے جو دیکھا کہ فوج کفار پھم شیر عریان بلوہ کیے آتی ہیں اس شجاع رد گار شاہزادہ لا مار نے بھی بخوف و خطر فہم شیر زلی کرنا شروع کی شاہزادہ فرخ شہسوار نے جو یہ حال دیکھا غصہ ہند کر ٹپکے کھینچ کر تاحمل و رنجیر وغیرہ قید اپنی مانند تار جنگبوت کے توڑ ڈالا اور ایک کا زکو مار کے سپر تلوار اٹکی سے کے اسی کے ٹھوٹے پر سوار ہوا اور تلوار بن مانتا ہوا برابر شاہزادہ خاورد سپاہ کے پھونچ کر دونوں بہادر جہاد دہا د کفار کشی میں مشغول ہوئے لیکن یہ دو شخص اور لشکر کفار مثل مور و تلخ چاروں بلوہ کیے چلے آتے تھے ناگاہ ایک نقابدار بارش سفید مع اپنے سات بیٹوں اور چار لاکھ سوار کے نمودار ہوا اور لشکر کفار پر خمش کرنا برابر قاسم کے پھونچا لشکر کفار شکست فاش کھلے کے بھاگ پکڑا ہوا اس وقت نقابدار نے اپنی بارگاہ استاد کرد کے شاہزادہ خاورد سپاہ ملک قاسم اور فوج شہسوار قلندر کو اپنی بارگاہ میں لاکے صدر جاہ پر بے زدن تکیں بٹھلایا اور سپر خوان کھجوا کے خاصہ تناول کیا جب بخوبی تمام خاصہ کھانے کے شاہزادہ والا قدر ملک قاسم اور شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر فارغ ہوئے اس وقت نقابدار نے کہا اسی خاورد سپاہ میں بھی تیرا ہوا خواہ ہوں اور میرا سرا و میری جان تیرے نام پر تیار ہو لیکن اب فوراً آپ کو بہت جہنم لے رہے ہیں کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے بڑے بڑے کار نمایان کو کے اپنا نام پیدا کیا ہے مجھے بھی لازم ہے کہ تو بھی کوئی کار نمایان اب اس کہ شاہزادہ بدیع الزمان سے تیرا نام دیا دہ تر ہو شاہزادہ خاورد سپاہ نے کہا کہ اگر اس نقابدار تو دھوے میری ہوا خود ہی کا کرتا ہو تو پردہ نقاب کا مجھ سے کیا ضرور یہ کیلئے نقاب جو اس نقابدار کے چہرے سے اٹھائی تو دیکھا ایک مرد پیر علم آموز رستم باریش سفید بھال فرد شوکت ہو اس وقت اسے قاسم سے کہا کہ اسی قاسم میں نے آج تک کبھی اپنا منہ کسی کو نہیں دکھلایا تھا مجھے اب یہی دوست جانتا ہوں جو آج میں نے نقاب اپنے منہ سے اٹھائی ہے اب تو مردانہ و درآئادہ حرب و پیکار رہے انھیں شاہزادہ خاورد سپاہ نقابدار کو خدمت کر کے فرخ شہسوار قلندر کے ایک سمت کو روانہ ہوا رفتہ رفتہ پسر ملک مجھ میں پہونچا نقابدار قہرمان مجھی بطریق سیر و خمار اسے تمام سرداروں کے سوار ہونے نکلا تھا اٹھارہ سالہ میں شاہزادہ قاسم کا سامنا ہو گیا اور جہاد دے سوار اور پیادوں نے قہرمان مجھی سے کہا کہ کشندہ تیرے فرزند و بلند قہر کا یہی شخص ہے قہرمان مجھی نے جو بیٹنا حالت فیض و غضب میں جو شخص خون فریزی اور بہت پر ہی سے یا دین اپنے فرزند کی اسکی آنکھوں کے سامنے ایک تاریکی سی چھا گئی اور یہ کیلئے کہ باخس اسی خدا پرست نصاب خون فرزند میں اب مجھے کہاں زندہ اور سالم جانے دیتا ہوں یہ کیلئے تلوار پرست شاہزادہ خاورد سپاہ نامدار بارہی شاہزادہ قاسم نے اسکی ضرب کو روک کر بوقت پرشتن تیغ مارا کہ سر کو کاٹ کے تادہ احمد و آفر گیا اور قہرمان مجھی نے اپنے لشکر اور سرداروں سے کہا کہ ہاں اس خدا پرست کو نہ جانے دینا ساتھ دشوار سے تمام فوج و سپاہ اور سردار اس قہرمان نابکار کے چاروں سے شاہزادہ خاورد سپاہ کو کامرہ کر کے آمادہ زرم و پیکار ہوئے ناگاہ نقابدار ہند پوشن بجاس ہزار سوار سے پہونچا اور ان دھڑ میں فوج کفار میں قتل عام کر کے تمام لشکر کو قہرمان مجھی کے ہریت دئی اور شاہزادہ خاورد سپاہ کو جہاد سے کے زنی بارگاہ میں آ یا اور کہا شاہزادہ بدیع الزمان نے ملک باختر میں آ کے بڑے بڑے کار نمایان کیے اور تو نے آج تک کوئی اب اس کام دلیری اور مردانگی کا نہیں کیا جو تیرا بھی نام ہوتا شاہزادہ خاورد سپاہ یہ گفتگو نقابدار ہند پوشن کی ہنسنے حمایت درجہ اور برہم ہوئے نقابدار ہند پوشن نے کہا کہ اسی قاسم تو مجھے پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں اور

یہ کیلئے نقاب منہ سے اٹھا دی تو قاسم نے اپنے پرزور گوار علم شاہ رومی کو دیکھ کر ہچکچایا اور دستِ ادب باندھ کر کے عرض کی کہ اے قبلہ و کعبہ یہ آپ نے وضع نمود پوشی کی کس واسطے اختیار کی ہر کل بدیع الزمان مجتہدین کو گناہ ہزارہ علم شاہ رومی نے کیا اے ذرغہ تری جدائی میں میں نمود پوشی جو اہوں اب بھی لازم ہے کہ مودائی کر کے اپنے باپ کی منہدی کو اس سے لے قاسم یہ کلام اپنے باپ شاہزادہ علم شاہ رومی عالی مقام کا شتکے روتا ہوا بابر نکلا اور فرخ شہسوار قلندر سے یہ سارا حال کیا اور باپ کو خست کر کے آپ سے فرخ شہسوار قلندر گھوڑے پر سوار ہو کر سیارہ بن محمد کو ہمراہ لیا اور دست و رہند آرمینہ کے پھر روانہ ہوا اور بعد از مراحل اور قطع منازل قریب آرمینہ کے پہونچ کے اس ملک کو سفر کر کے منوچہر نامے چاراد بھائی کو سام نزم شیع کے دہان کا بادشاہ کر کے اپنے لشکر بن تشریف فرما ہوا اور اپنے سرور دن سے ملاقات کر کے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ لشکر کشی بر سر گنجاب گردن یہ کیلئے نگاہ خست تو ملازم فوج کی شروع کر دی اور لشکر کی تیاری اور کار سازی میں مشغول ہوا ایک مرتبہ شاہزادہ کرب غازی نے دیکھ لیا کہ شاہزادہ خاور سیاہ اب تو تو نے لشکر اپنا تیار کر لیا اور تیرہ لشکر کشی کا بر سر گنجاب ہر لہذا میں استعدا کرتا ہوں کہ اب مجھے خست دے شاہزادہ خاور سیاہ نے منظور کیا شاہزادہ کرب غازی نے چاہا کہ اٹھ کھڑا ہو مالک اڑوڑنے منع کیا اور کہا چند روز اور صبر کر دے کسی تقریب سے بخوشی شاہزادہ خاور سیاہ سے تمہیں خست دلوار دنگا ہی مالک ہی کہ رہا تھا کہ ایک شخص نے آ کے عرض کی کہ اے شہر بار خیار ان لشکر اسلام در بندر و اعلیہ سے اتر کے آئے اور قرآن مجلس نے اتر و اعلیٰ کو مارا اور اسکی بیٹی کو اپنے مقدسین لایا اور طیل سکندری اور علم از دلیا بیکر اور بونی جمیدی وغیرہ بانی صاحب قرآنی جو خیار روچ کے ہمراہ ہیں وہ قرآن چاہتا ہے کہ لہذا ہووے واسطے لیجا کے اور وہ بدیع الزمان کے پانچ بھین کرب غازی نے کہا کہ میری حاجت کیا ہے بارگاہ سلیمانی یہاں شاہزادہ خاور سیاہ کے پاس ہے وہ اسباب دست کہ بہتوں کے حصہ میں جائے اور میں رہے شاہزادہ قاسم یہ بات سننے نہایت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ اے کرب غازی تو خود خوار دوست کہ بہتوں کی بھی نہیں چھوڑتا ہے میں دیکھ رہی جا کے سب اسباب خیار روچ سے لیے آتا ہوں یہ کیلئے سوار ہوا اور بر سر خیار ان اسلام روانہ ہوا شاہزادہ کرب غازی اس گنگو اور اس حرکت سے شاہزادہ قاسم کی نہایت کشیدہ خاطر ہوئے اپنے جیسے میں آیا اور رونے لگا سرور دن نے پوچھا کہ خیر یا خدا باعث کد ز خاطر اقدس کا کیا ہے کرب نے سارا حال بیان کیا سرور دن نے کہا تو اپنی بارگاہ سلیمانی کا مالک ہے اب تو بیان کوئی نہیں ہے پس صلاح بہتر یہی ہے کہ تو بارگاہ سلیمانی کو یہاں سے جہان فرج میں آ کے اٹھو اسکیجا کرب غازی کو یہ بات بہت پسند آئی اور اسی وقت بارگاہ سلیمانی کو چیکر دن پر لدو کے سمت محمودیہ روانہ ہوا دہان شاہزادہ خاور سیاہ عرصہ راہ کو چکر کر کے بر سر قرآن مجلس پہونچا اور پوچھا کہ یہ اسباب تو کہاں سے جاتا ہے قرآن نے قاسم کو جواب نہ دیا قاسم نے کہا کہ قسم ہے شی کا در ذوالکمال والا کرام کی کہ اگر کوئی تم سے جہان منجلیہ ذرغہ مجلس کر لگا تو ایک کو زندہ نہ چھوڑ دنگا خست قرآن یہ سچ کہے کہ قاسم اول تو خیرہ سلطان حال تمام اور مجتہد شاہزادہ بدیع الزمان کا ہر دوم جاہل مطلق شوریدہ شیخ آشفتمہ فرج ہے اس سے مقابلہ کرنا کسی صورت سے نہ چاہیے لا علاج ہوا اور سب اسباب چھوڑ کے الگ جا کر ہوا قاسم اس تمام اسباب کو چیکر دن پر بار کرد کے اپنے لشکر کی سمت روانہ ہوا اتنے راہ میں کچھ لوگ نالہ فریاد کرتے نمودار ہوئے شاہزادہ عالم نے جو پوچھا تو ان سے پوچھا کہ کرب غازی بارگاہ سلیمانی کو کیلئے کس طرح بلایا قاسم نے یہ حال سننے کے کہا کہ دیوانہ آخر یہ بات حق سے مارا جائے گا اتنا کہ علم از دلیا بیکر اور طیل سکندری اور نفیر جمیدی

دوسرے اسباب قیاس خان خاوری کے سپرد کیا اور گھوڑے کو تازیانہ کر کے کرب غازی کی تلاش میں روانہ ہوا
 یہاں شاہزادہ کرب غازی نے ابو الفتح صفحہ غازی کو خبر کے واسطے بھیجا تھا ابو الفتح نے قاسم کی گفتگو سنے جا کے
 کرب غازی سے کہا کہ اس طرح سے قاسم غیاظ پیش میں سو رہا ہے شاہزادہ کرب غازی کو خوش خون
 پیدا ہوا اور بارگاہ سلیمانی کو فتاح پلنگینہ پوش کے حوالے کر کے سکھایا کہ اگر قاسم آج سے قاسم سے لڑنے اور
 مقابلہ کرنے کا ارادہ نہ کرنا بارگاہ کو چھوڑ کے نکل جانا اور جو قاسم آئے تو بارگاہ کو بھیجے غم و غم میں پہونچا دینا اور
 یہ کہلے آپ مع نہیں ہزار سواری کے قیاس خان خاوری کے برابر پہونچا اور کہا کہ یہ اسباب مجھے حوالے کر دے
 قیاس خان خاوری نے کہا کہ مجھے میں کیوں دون کرب سے زخمی کر کے اور کل امانت کے ایک سمف کو
 نکلا چلا گیا اور قاسم ہر ایک مقام پر کرب غازی کی تلاش کرتا ہوا چلا جاتا تھا کہ راہ میں ایک شخص نے بیان
 کیا کہ ای شہر یار کرب غازی نے آئے قیاس خان خاوری کو زخمی کر کے علم از دل میکرا و طبل سکندری وغیرہ
 یہ سب اسباب چھین لیا اور نہیں معلوم کس طرح کو چلا گیا قاسم اور زیادہ از وقت ہو کر تلاش کرب غازی
 سرت گھوڑا آواز سے روانہ ہوا

ابن شہ و شان میں طوفانی کشیوں کی بیان کی جاتی ہے

کہ کشیان اسفندیار گیلانی اور جمہور جہان سوز شہنشاہ بزرگ اور شہنشاہ عراقی مع لشکر گیلان اور طوس
 اور عراق کے در بند خورانیہ میں جا کر ٹکلیں خوران شاہ جو اس در بند کا بادشاہ تھا اس سے میدان داری ہوئی اور
 وہ مع اپنے بیٹے کا مدد ان کے مسلمان ہو گیا حسب اتفاق ایک روز شاہزادہ اسفندیار گیلانی اور جمہور اور شہنشاہ
 عراقی وغیرہ سب شکار کو نکلے تھے انا سے راہ میں ایک ہرن کو شکار کر کے چاہتے تھے کہ وہاں سے ہرن ناگاہ مالک
 اس شکار گاہ کا ہمایون شاہ جو اسے شاہزادہ اسفندیار گیلانی کے حسن و جمال کو دیکھ کر ایک آدمی کو بھیجا کہ
 اسکی زبانی نام اور نسب و نسب شاہزادہ اسفندیار گیلانی کا دریافت کر کے رونے لگا شاہزادہ اسفندیار
 گیلانی نے سبب اس کے رونے کا پوچھا اسے بیان کیا کہ ای شہر یار اس قرب و جوار میں ایک در بند جو اس در بند
 میں ایک نقابدار پلنگینہ پوش تیار بر دست اور خجاع و دلیر قیام پذیر ہے ایک روز میری بیٹی گلشت باغ کو کہ اسی
 در سے کے قوی ہو گئی تھی وہ نقابدار میری بیٹی کو دیکھ کے اپنے ہمراہ لے اس درہ میں چلا گیا ملک زلف بن ہمایون
 میرا ایک اکیلا بیٹا نہایت شجاع اور دلیر کہ سوا اسکے اور اس بیٹی کے اور اولاد نہ تھا بیٹی نہیں ہے اسے یہ حال اپنی
 بہن کے پکڑنے جانے کا شکے نقابدار سے جا کے مقابلہ کیا نقابدار اسے بھی زیر کر کے پکڑ لے گیا چومہنے ہو چکے ہیں کہ وہ
 بیٹی اور بیٹا میرا دونوں اس نقابدار پلنگینہ پوش کے پاس قید ہیں اس باعث سے میں رونا کرنا ہوں کہلے ایک پارہ
 پر بیان پر تصویر اپنی بیٹی کی شاہزادہ اسفندیار گیلانی کو دھلائی شاہزادہ اسفندیار گیلانی اس تصویر کو دیکھ کر بصد
 دل و جان شفیقت اور زلفیت ہو گیا اور اسی وقت اپنے مرکب پر سواری ہو کے اس در سے کے قریب پہونچا ہوتا تھا کہ
 اندرون درہ قدم رکھے ناگاہ اندر سے اور رسم مرکب کی گوش زد ہوئی اور دیکھا کہ نقابدار پلنگینہ پوش کمال
 شوکت و شان مرکب کو گرم ناز کیے ہاتھ میں برجھا پکڑے ہو رہا تھا اور آواز بلند کیا کہ باش ای بہادر کہاں آتا ہے اور
 اسفندیار گیلانی کو بعد جنگ تیرہ اور شیر و غم و اس نقابدار نے بزرگ و زشتی لشکر توڑ کر زمین سے اٹھالیا اور پکڑ کے
 در سے میں لے چلا گیا درہ دوم بہ خالی تھے جمہور وغیرہ سردار گریان اور مالان اس در سے پر گئے اور اسی نقابدار
 پلنگینہ پوش نے در سے میں سے نکل کے نام شام سب کو پکڑ لیا اور اندرون درہ ایک باغ ہو اس میں لچا کے قید کیا اور

دوسرے دن شاہزادہ اسفندیار گیلانی اور جمہور مدغیرہ کو بلا کے کہا کہ تم سب صاحبِ بحر سے لڑنے کو چلے گئے تھے مجھے آزمایا تو اب میں تم سب کو کتا ہوں کہ تشریف لیجاؤ مگر اب تمہیں لازم ہے کہ اپنا لشکر بیان سے کر ایک سمت کو چلے جاؤ خبردار یہاں نہ ٹھہرنا یہ کہ کسب کو خصمت کیا اور آپ پھر اسی درے میں چلا گیا اسفندیار گیلانی نے اپنے دل میں یہ سوچ کے کہ تو حمزہ کا بیٹا ہو کے اور اسی ذلت اٹھائے مصرعہ صد خندہ مرگ بر چنین رست بہ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے اُس درے میں گیا اور اُس نقابدار نے پھر آ کے شاہزادہ اسفندیار گیلانی کو پکڑ کے کہا کہ مجھے میں نے چھوڑ دیا تھا پھر تو یہاں آیا اب مجھے نہ چھوڑو نگاہ کیلئے شاہزادہ اسفندیار گیلانی کو تاجا کے تہ کیا یہ خبر شاہزادہ جمہور مدغیرہ سرداروں نے سنے کہ یہ نقابدار انت رفت روزگار اور بلا سے بیدار مان ہو گیا اب مجھے نے کہا کہ میں جا کے ابھی شاہزادہ اسفندیار گیلانی کو لیتے آتا ہوں یہ کیلئے اندرون در پہونچا اور وہاں دیکھا کہ ایک مکان میں فرش بہت پاکیزہ اور نفیس بچا ہوا اور وہ بیٹی ہمالیوں شاہ کی اور شاہزادہ اسفندیار گیلانی قید میں تھے وہاں اور ایک طرف نقابدار ملنگینہ پوش غافل بڑا سوتا ہوا گیا اب مجھے نے اُس نازنین سے اشارہ کیا کہ میں آؤں اور اس نقابدار کو پکڑ لوں اُس نازنین نے اشارہ کیا بہتر گیا اب مجھے نے فخر کو دیو اور میں گاڑ دیا اور سر اکنڈ کا خنجر سے باندھ کے پیچے آڑا اور کھچھو عیاری میں داروے بیوشی رکھ کر نقابدار کی ناک کے پاس لایا حسب اتفاق نقابدار کی آنکھ کھل گئی اور اس نے یہ دیکھ کر کہ ایک شخص میرے سر حانے کھڑا ہے چاہا کہ پلنگ پر سے اُٹھے گیا اب مجھے بہت کر کے زیر کند جا کھڑا ہوا نقابدار نے کہا کہ کیوں بھاگ گیا آگے آ گیا اب مجھے نے کہا میں نہیں آتا تو مجھے پکڑے گا نقابدار نے کہا میں مجھے اب نہیں پکڑ سکتا گیا اب مجھے نے کہا ضرور تو مجھے پکڑے گا یہ کیلئے ہاتھ کند پر ڈال کے آدھی دورے زیادہ چڑھ گیا تھا ناگہا نقابدار نے تیرکمان میں بیوستہ کر کے مارا کہ کند و ڈکڑے ہو گئی اور گیا اب مجھے سعلق زمین پر گرا نقابدار نے دوڑ کر گیا اب مجھے کو پکڑ لیا گیا اب مجھے رونے لگا نقابدار نے کہا میں مجھے ایک غم پر چھوڑے دینا ہوں کہ تو جا کے حمزہ صاحبِ قرآن کو میرے مقابلے کو لائے گیا اب مجھے نے اُس درے سے قسم کیا کہ حاشا میں ہرگز نہ آؤنگا اور حمزہ صاحبِ قرآن کو ضرور تیرے مقابلے اور تعزیر دہی کے واسطے لے آؤنگا بارے نقابدار ملنگینہ پوش کے مکان سے گیا اب مجھے نکل کے پھر اپنے لشکر میں آیا اور سارا حال سرداروں سے بیان کیا اب تمام سردار اور فوج و سپاہ اسفندیار کے ہمراہ کی اسی درے کے سامنے قیام پذیر ہو گئی

اب دو کھمبے دوستان کرب غازی کے بیان کے حاتمے ہیں

کہ جب وقت شاہزادہ کرب غازی قیاس خان خاوری کوزجی کر کے جبل سکندری اور فقیر جمشیدی اور علم ازاد خان وغیرہ اسباب وغیرہ کے روانہ ہوا اور یہ خبر سنے شاہزادہ خاوری سپاہ تائب میں کرب غازی کی تلاش کرتا چلا جاتا تھا پہلے کرب غازی خسرو بلا دہند وستان لندھور بن سعدان کے پاس وہ سب اسباب لیے پہونچا اور سب حال اپنا اور قاسم کا انا بتدانا متنا منفصلاً اور شر و حال لندھور کے روبرو بیان کیا لندھور نے کہا کہ اگر کرب غازی تو نے بڑی غلطی کی سو سٹے کہ قاسم آتش ہرج ہی سودا کے تیرہ حمزہ صاحبِ قرآن کا ہی یقین ہو آتا ہوگا اور میں اس کے مقدمے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ابھی کرب غازی کچھ جواب نہیں دیتے پایا تھا کہ دروازہ بارگاہ لندھور پر غل ہوا اور دیکھا کہ شاہزادہ خاوری سپاہ بیٹہ بلا ملک افراسیابی کی بیٹی اندرون بارگاہ داخل ہوا اور بہت بُرے تہورے چاروں دیکھنے لگا دار اسے سودا ہند لندھور نے اٹھ کر قاسم کو سلام کیا قاسم نے کہا کہ اگر

لندھور یہ سارے مفسدہ برپا کیا ہوا تیرا ہر اب تھلا کہ وہ دیوانہ کہاں ہو میں نے اسے در بند سے رہائی دے کے قتل سے بچایا اور اسے عوض اسکا مجھ سے یہ کیا لندھور نے کہا اے شہر بار تو بغیر رخت تمام یہاں تشریف فرما ہو جہاں کرب ہو گا آجائے گا قاسم نے کہا اے لندھور میں کہتا ہوں کہ کرب کو تھلا دے کہ وہ کہاں ہو اور فوج سے سامنے معقولیت کی اور مشرک گفتگو کرتا ہر اب جلد کرب کو تھلا دے ورنہ پرین بہت بڑی طرح سے مجھ سے پیش آؤنگا کرب غازی یہ گفتگو قاسم کی ششکے ضبط نہ کر سکا اور ظاہر ہو کر کہا کہ اے قاسم مصرعہ برین نگر برین نگر شاید کہ شناسی مرا بہ بن کرب غازی نظر کردہ شہر بار عرب تیرے سامنے موجود ہوں ویکھو ان تو میرا کیا کرتا ہے شاہزادہ خاورد سپاہ نے کرب غازی کو دیکھ کر کہا باش اے دیوانے کشتہ بخت جیسا تو داغ مجھے دے کے بھاگا ہے ویکھو میں اسے عوض میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں پس یہ کیلئے تیغہ پلارک افراسیابی : دُر کر شاہزادہ کرب پر مارا شاہزادہ کرب غازی نے خالی دیا اور تیغہ قاسم کا جا کے مسند لی پر پڑا مسند لی دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گری کرب غازی نے جو یہ رنگ دیکھا جوش جنون ہوا اور تلوار کرب پوش عاد کو دو الی کمر پر قاسم کے مارا قاسم نے بھی چوٹ کو خالی دے کر آپ کو بچایا اور تلوار کرب غازی لی بارگاہ کے کستون پر پڑی لندھور کی بارگاہ کاستون قلم ہو گیا زما دغان یک ضرر لی نے دُر کر کستون کو بارگاہ کے خام لیا اور بہت سا مجروحوں کو مار کے کہا کہ اے شاہزادہ خاورد سپاہ اند کے صبر کر میں یہ سب سبب ہے کہ مجھے حوالے کرتا ہوں قاسم نے اور زیادہ ترندی اور سخت گوئی کرنا شروع کی اور فرما دیا کہ کتنا مانا لندھور قاسم کو روکے ہوئے تھا کہ اس عرصہ میں مالک اثر در پونجا اور اسے جو یہ حال دیکھا تو مالک بھی کچھ شدت کرنے لگا لندھور نے کہا اے عرب نادان یہ وقت تیری تندی کرنے کا نہیں ہے اسوقت تو مقتضائے فراست یہ ہے کہ اس آتش کو بجھا دے اور رفع شر کرنا لازم ہے جسے تندی کرنا مالک نے جانا کہ لندھور سچ کہتا ہے بارے مالک نے قاسم کو آ کے بوجھ بھجایا اور منع کیا اور بہت سی منت اور خوشامد کر کے مسند لی پر بٹھلایا اسوقت لندھور نے کہا کہ اے شاہزادہ خاورد سپاہ میں تیرا تو کمترین بندہ ہوں ارزا و عبودیت و غلامی عرض کرتا ہوں کہ اپنے نوکروں سے اس طرح پیش آنا رہا مست اور خاندنی سے بعید ہے قاسم نے کہا کہ میں نے کرب کو قتل سے بچایا اور وہ مجھ سے یہ سلوک کرتا ہے شاہزادہ کرب غازی نے جواب دیا کہ اے کسبک سر میں نے مجھے کب طلب کیا تھا اور کب کہا تھا کہ تو آ کے مجھے رہائی دلوادے جو تو جہاں بیٹھتا ہے وہی نکیہ کلام تیرا ہو گیا ہے اور تو انہی نمود سب کے سامنے کرتا ہے اس تیرے آسان سے تو اس قید میں اگر میں مارا جاتا تو بہتر تھا اور تو کون ہے جو بارگاہ سلیمانی کو اپنے قبضہ تصرف میں لاتا حق تعالیٰ ہمارے سلطان غفر ہفتشام امیر حمزہ عالی مقام کو تادیر گاہ میرے سر پر سلامت باکر بہت رکھے انھوں نے یہ بارگاہ میرے سپرد کی ہے میں دروغہ انہی بارگاہ کا ہوں میں کسی کو نہیں دیتا قاسم نے کہا میں نے تو لنگا کرب غازی نے کہا اگر تو مجھے تو میں جانوں ویکھو تو کیونکہ مجھ سے سلطنت ہے قاسم نے یہ فریاد و پیش میں آ کے تیغہ پلارک افراسیابی پر ہاتھ رکھا کرب غازی نے بھی قبضہ شمشیر کو پکڑ کے کہا بس مسد مالک اور لندھور دونوں درمیان میں آگئے اور رفع شر اس شرط پر کیا دی کہ دونوں صاحب زور کشتی کا کریں اگر قاسم غالب ہو تو کرب غازی بے تاملی بارگاہ کو حوالے قاسم کے کر دے اور جو کرب غازی قاسم کو مغلوب کرے تو پھر قاسم نام بدل سکندری اور غیر شہیدی اور علم ازاد پیکر و حیرہ سبب کا زبان پر نہ لائے بقصد یہ شرط اس میں ہو کہ دونوں صاحب زور کشتی میں مصروف ہوں اس عرصہ میں ایک دیونو جوان نقابدار نمکد پوش کو اپنی گردن پر بٹھلا لے دیا ان آ کے اُتر پڑا

نقابدار نمد پوش نے اس دیو کو کڑکے دے مارا اور سر اسکا دھڑ سے کھینچ کر جہنم واصل کیا تمام سرداروں اور بہادروں نے زور و طاقت نمد پوش کی دیکھ کر بہت سانسجیب کیا اسین نقابدار نمد پوش نے پوچھا کہ کشتی کیوں ہو رہی اگر مالک اتر دے سب احوال بیان کیا اور شاہزادہ قاسم نے اپنے باپ کو غور دیکھ کر کرب غازی کے دوش پر ہاتھ مار کے ایک ٹکڑا زرہ کا اسکے کھینچ لیا اور لندھور کے آگے بھینک دیا کرب غازی کی بھی رگ خون خوش اور حرکت میں آئی اسنے بھی ٹکڑا قاسم کی زرہ کا توڑ کر لندھور کے آگے ڈالی دیا قاسم نے زیادہ تر شملین ہو کر خنجر ہاتھ رکھا کرب غازی نے بھی خنجر اپنا کھینچا نقابدار نمد پوش نے قاسم کو تباہ و زبلاں کہا کہ تو آقا زادہ کرب کا ہو تو اپنے نوکر سے مقابلہ کر کے اپنی سبکی کیوں کرتا ہر کرب غازی نے کہا کہ جب آقا اپنے نوکر کی رعایت اور مروت نہ کرے اور درویشی و ہلاکت نوکر کی ہو تو نوکر کو بھی لازم ہے کہ غصہ مرثب اپنا کرے نقابدار نمد پوش نے کہا کہ دونوں نے بڑا کیا لیکن یہ بیان کر دو کہ تمہارے مناشہ اور مجاہدے کا کیا سبب ہے کرب غازی نے کہا غمزدہ صاحب جفران بھی زندہ اور سلامت ہیں اور شاہزادہ خاور سیاہ مجھ سے دعویٰ بارگاہ سلیمانی کا کرتے ہیں اور میں داروغہ اس بارگاہ کا ہوں حق حق کتا ہوں سر موہین کوئی صاحب جھوٹ نہ سمجھیں تا وقتیکہ جان میرے جسم میں اور سر میرے دھڑ پر ہے اس بارگاہ کو میں کسی کو نہ دوں گا نقابدار نمد پوش نے کہا حق بجانب ہے تو بارگاہ کو اپنے جھٹھے اختیار میں رکھو باقی اسباب حوائی قاسم کے کر اور بہت سا کرب کو سمجھا کے بارگاہ سلیمانی کرب کے پاس پہنچے دی اور طبل سکندری اور علم اتر دیا پیکر و خیرہ اسباب قاسم کو دلوں کے قاسم اور کرب سے صلح کر دینی لندھور بارگاہ کو لے کے مع کرب غازی جنس عیش میں مصروف نہ ہوا اس عرصہ میں بہمن خان خاور سی نے آگے قاسم کو بھجوا کیا قاسم نے احوال شاہزادہ بدیع الزمان کا پوچھا اسنے کہا کہ پانچ لاکھ سوار سے زیادہ زیادہ جمعیت شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس ہے شاہزادہ قاسم شنگے بہت ناخوش ہوا بعد اسکے میوت بن سارنج کا مال پوچھا بہمن خان خاور سی نے کہا وہ جو خزانہ آپ نے بھیجا تھا وہ سارا خزانہ شاہزادہ بدیع الزمان نے سازندوں اور بیڑکاروں کو انعام میں دیدیا یہ شنگے قاسم نہایت آزدہ ہوا پھر بہمن خان نے کہا کہ میوت بن سارنج کو بدیع الزمان نے آپ کے زیر کرنے سے پہلے ہی قتل کر دیا اور پھر آپ کے پاس بھیجا ہے اور ایک جوان درقائے رنجیز خاں کو بھی قارن بلند کمان کے ہمراہ شاہزادہ بدیع الزمان نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تو اس سے بزدل کشتی اتھان زور کرنا قاسم نے کہا یہ خوب ہوا میں درقائے رنجیز خاں سے ضرور زور کشتی کا کر دوں گا انھیں نقابدار نمد پوش سردار ان دست چپ کو بلکان اخلاق و جہت اپنے ہمراہ لے کے سمت سہما نیہ روانہ ہوا

اب دو کلمے داستان انہیں طوفانی تباہی زدہ کشتیوں سے گزارش کیے جانے ہیں کہ بعد رفع ہونے طوفان کے سلطان دالاشان امیر تکرہ صاحب جفران مع شاہ عیاران عیار مگرو بن امیہ نامہ کشتیوں پر سوار ایک کنارے پر پہنچے امیر باوقیر نے پوچھا کہ ہماری کشتیاں طوفان سے تباہ ہو کر اب کہاں آکر ٹھہریں ملا حون نے عرض کی کہ یا سلطان صاحب جفران یہاں در بندہ غصہ ہے اور یہاں سے ملک سنجان بہت قریب ہے امیر باوقیر طے شنگے بہت خوش ہوئے اور چہ بند ہو کے مال و اسباب اتر دیا اور آپ بھی مع شاہ عیاران عیار کشتی پر سے اتر کے بارگاہ میں رونق افروز ہوئے بعد اسکے عمرو سے کہا کہ خواجہ سلامت توہم تکلیف کر کے ملک سنجان میں جاؤ اور شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر مجھے لا دو عمر و نے پہلے تو بہت

عذر و معذرت کی آخر ناپا رہی کہ سمت سنجان روانہ ہوا تا سہ راہ میں ایک پیادہ کو دیکھا کہ بہت جلد جلد قدم اٹھا
چلا جاتا ہے کہ عمر و نے اُس سے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور کہاں جاتا ہے اُس نے کہا میں مصاحب خاص ملک
عینق در بند کی کا ہوں بائیں ہزار توڑے میرے ایک جاہلے دہان سے سو توڑے میں نے تحصیل کیے ہیں اب
اپنے آقا کے ولی نعمت عینق در بند کی کے پاس جاتا ہوں عمر و نے کہا کہ وہ روپیہ مجھے حوالے کر دے اور میرے
بہمراہ چل کہ میرا آقا تجھ سے کچھ بیان کی خبر پوچھے گا اُس نے کہا کہ میں اپنا روپیہ تجھے دوں گا نہ تیرے بہمراہ تیرے مالک کے
پاس جاؤں گا عمر و نے بخیر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو مجھے نہیں سچا تا میرا نام عمر و بن امیہ ضمیری ہے یہ کہنے اُس پیادے
کو پکڑ لیا اور بندہ مت امیر با تو قیر لایا اُس نے صاحبقران کو خبر کیا صاحبقران نے اُس سے پوچھا کہ اگر تجھے میرے
فرزند شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر معلوم ہو تو کہہ دے اُس نے کہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے تمام ملک
باختر کو زور و شمشیر سے فتح کیا اگرچہ ایک مرتبہ گنجاہ سے شکست کھائی تھی مگر عترت کے قطعہ سنجان کو چھین لیا اور فضل
بن گیا جو خون آشام وغیرہ شجاعوں کو زیر کر کے اپنا رفیق گردانا ہے اور ایک لشکر عظیم انشان جمع کر کے شان و
شوکت بہم پہنچا کی ہر باقی شاہزادہ قاسم جسدن سے شکست کھا کے نکلا ہے مجھے کچھ تحقیق اُسکا حال نہیں معلوم ہے
امیر با تو قیر یہ حال سُنکے نہایت خوش ہوئے اور زور و جواہر وغیرہ اُسے دھمت فرما کے نصرت کیا عمر و نے جب
دیکھا کہ وہ پیادہ بارگاہ سے باہر نکل گیا تو اُسکے تعاقب میں جا کے پھر اُسے پکڑ لیا اور جو کچھ زور و جواہر اُسے پایا تھا
وہ سب اُس سے چھین لیا اور جلدی سے پھر بندہ مت امیر با تو قیر کے مندر پا اور کچھ گالنے کے قتل میں مصروف ہو گیا
عمر و بن اُس پیادے نے پھر اندرون بارگاہ کے سارا حال عمر و کے ظلم اور برکشتی کا بیان کیا امیر نے دوبارہ
المصاحف اُس پیادے کو زور و جواہر دھمت فرما کے نصرت کیا اور عمر و سے فرمایا کہ اب اس سے روپیہ و طیرہ جو کہے
پاس ہونے لینا بارے وہ پیادہ بندہ مت عینق در بند کی گیا اور اُسے عرض کی کہ امیر حمزہ صاحبقران زور و جواہر
تجانی سلیمان دریا سے نکل کے در بندہ عقیقہ میں تشریف فرما ہوئے ہیں ملک عینق در بند کی نے یہ حال سُنکے اپنے
جہا کی عینق سے کہا کہ میں ناب مقابلے اور مجاہدے کی حمزہ صاحبقران سے نہیں رکھتا صلاح یہی ہے کہ میں اپنے
لشکر کو لے کے بندہ مت حمزہ صاحبقران جا کے بظاہر مسلمان ہوں اور قریب گرفتار کروں غرض بیش خود بخود
بخویر کر کے دونوں بھائی مع تمام فوج و سپاہ کے بندہ مت امیر با تو قیر کے اور عرض کی یا امیر ہمہتے ارادہ کیا تھا
کہ شاہزادہ بدیع الزمان سے لڑنے کو جا میں مگر اسی شب کو خواب میں زیارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہو
نصیب ہوئی اور اُن حضرت نے ہم دونوں کو مسلمان کیا امیر نے اُن دونوں کی سب سے خاطر داری کی وہ امیر
با تو قیر کو اندرون شہر لائے اور اُس در بندہ عقیقہ میں دو قلعے تھے ایک کا نام بہار و دوسرے کا نام خزان تھا سلطان
صاحبقران نے اُن دونوں قلعوں کو خالی کر دے انہیں خواتین معطہ اور عریان حرم محرم کو آتر و در کے مقبل
آفا دار کو مع سات ہزار کمانداروں کے قلعہ دہر دہان کا قلعہ کے یہ حکم دیا کہ تا قلعہ مجھے نہ دیکھنا طلوع کا
دروازہ ہرگز نہ کھولنا بعد اسکے امیر با تو قیر مع عینق و عینق سمت باختر روانہ ہوئے عینق و عینق دونوں
بادشاہ در بندہ عقیقہ کے ارادہ بدو کی سلطان صاحبقران کو راہ سے ہٹا کے سمت طلسم خاکتر عیناک
کے لائے امیر با تو قیر نے جو خیال کیا تو دیکھا کہ ایک دریا سے خاکتر بطور حدیاسے اب بظاہر روان معلوم ہوتا ہے
امیر با کر م نے دریا سے آب کے شہتے کنارے پر اُسکے پہنچ کے پلٹ کر جو دیکھا کہ عینق و عینق دونوں الگ
بمکت سے دور کھڑے ہو رہے ہیں فرمایا کہ تم دونوں کیوں ٹھہر گئے اور اس دریا میں اپنے ٹھوڑے ڈال کے کیوں

نہیں اس بار چلے آتے ہو عشق اور عشق نے جواب دیا کہ خیر بار ہم دونوں پاس دیکھا ادب کہ مبادا ہم گھوڑے
 دیا میں ڈالینگے اور ہم رکب سے چھینٹیں پانی کی حضور پرانی انگلی اب پہلے آپ اپنا گھوڑا آگے بڑھائیں اور شریف
 نے چلین تو ہم دونوں غلام بھی عقب میں حاضر ہیں سلطان والا شان ان نکاروں کے ذریعہ سے غافل تھے بخیر و خطر
 اس واسطے خاکستر میں اشقر دیو زاد کو ڈالا اور ایک مرتبہ دیکھا کہ وہ گرد و بطور طوفان کے چاروں طرف سے اٹھی اور ایک آواز
 پیدا ہوئی کہ ماندی ماندی قیامت ماندی امیر باتوقیر نے جو پلٹ کر کسی کو نہ دیکھا اور اشقر دیو زاد کا وہ دم قدم
 اس خاکستر میں اٹھ جاتا ہے یہ حال دیکھ کر سلطان والا قدر نہایت تعجب ہوئے اور کہیں رہستہ ٹکٹے کا نہ تھا اسوقت کمال
 مغموم اور کدھر ہو گئے کہ عشق اور عشق نے مجھ سے فریب کیا عمر و تو بہراہ رکاب نظر انتساب سلطان عالی جناب تھا
 رونے لگا صا جعفران نے پوچھا کہ ای عمر و تو کیوں روتا ہے عمر و نے کہا کہ ای عمر و میں زیادہ تر اس باعث سے
 روتا ہوں کہ ایک مرتبہ میرا مال و اسباب تو گنجاب کے بیٹے لے گئے اب جو میں نے تبت ریاض اور محنت مشقت
 سے کچھ پیدا کیا تھا وہ نہیں معلوم اب کون لے جائے اور کسے پاترے میں بیان تیرے ساتھ اس بلا میں گرفتار ہوا ابھی
 یہی گفتگو تھی کہ ایک بار ایک صدائے سیوح و قدوس کی آئی امیر باتوقیر اور عمر و نے جو اس طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ
 حضرت خضر تشریف لائے اور فرمایا کہ ای امیر عمر و صا جعفران تم نے کیوں آپ کو اس بلا میں ڈالا عمر و نے کہا
 ای زبرگوار خیر وہ جو کچھ ہوا سو ہوا اب میں بت محتاج ہوں کچھ زبردت کا مجھے بتانا دیجئے حضرت خضر نے کہا کہ بیان روپیہ
 اور گنج زر کیا کام کر سکے تھا عمر و نے کہا ای زبرگوار کوئی طلسم ہے زر کے نہیں جو امیر باتوقیر نے کہا یا حضرت میرا اس طلسم سے
 ہر کوئی نکالے حضرت خضر نے فرمایا کہ میں تم کو بیان سے نکال نہیں سکتا کیا سبب کہ طلسم سوا سے بدیع الملک تیرے
 پوتے کے اور کوئی حق نہیں کر سکے کا جب بدیع الملک تیرا پوتا پیدا ہو گا تو طلسم ٹوٹے گا صا جعفران نے فرمایا
 کہ حضرت جب تک کہ میرا پوتا پیدا نہ ہو گا میں اسی طلسم میں پڑا رہوں گا جب وہ ہر کے طلسم کشائی کرے گا تب میں بیان
 سے رہائی پاؤں گا حضرت خضر نے فرمایا کہ نہیں انصاف از دی سے تیرا بیٹا شاہزادہ بدیع الزمان چند روز میں
 طلسم جالینوس کو توڑے گا اسوقت تم بھی اس طلسم سے نجات پاؤ گے بس اتنا کہ امیر باتوقیر کو نصرت کیا
 اور فائدہ ہو گئے امیر باکر دمان سے بدخواری تمام ایک باغ میں جا کے بیوی بچے دمان آرام فرمایا

اب دو کلمے داستان شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم سے گذار شمس کے جاتے ہیں
 کہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک سہمانیہ میں ورقاسے زنجیر خاسے کے انتظار میں تھا ناگاہ خبر ہوئی کہ قارن بلند کمان
 مع ورقاسے زنجیر خاسے پہونچا حسب حکم شاہزادہ قاسم کے لوگ استقبال کر کے دونوں کو شاہزادہ خاور سیاہ
 کی بارگاہ میں لائے دونوں نے بارگاہ میں آکے قاسم کو سلام کیا کرسیاں دونوں کو بیٹھنے کو دیں اور جام شہر آب
 قارن بلند کمان کو عنایت کیا قارن بلند کمان نے ادب بجالا کے اس سے پیالے کو پی لیا بعد اسکے خاور سیاہ نے
 پوچھا کہ اب بدیع الزمان کا کیا حال ہے قارن بلند کمان نے حکم کتاب کی از دیا عمر و جاہ میں مشغول رہتے ہیں آپ نے
 جو بیوت بن سارنج کو بھیجا تھا انہوں نے بھی ورقاسے زنجیر خاسے کو چار ہر دن زور کر کے زبر کیا تھا اسکو آپ نے
 پاس بھیجا ہے کہ آپ بھی ورقاسے زنجیر خاسے کو بھیج دیجئے قاسم نے خاور سیاہ سے ورقاسے زنجیر خاسے سے
 پوچھا کہ تو مسلمان ہے ورقاسے جواب دیا کہ احمد شاہزادہ بدیع الزمان نے مجھے زبردستی زیر کر کے مسلمان کیا
 شاہزادہ خاور سیاہ نے پوچھا کہ پھر مجھے باندھ کے کیوں یہ پاس بھیجا ہے ورقاسے زنجیر خاسے نے جواب دیا کہ
 تم نے بیوت بن سارنج کو باندھ کے انکے پاس بھیجا تھا شاہزادہ عالم نے مجھے باندھ کے تمہارے پاس بھیج دیا

شاہزادہ خا ورسپاہ نے چاہا کہ چند روز در قاسے زنجیر خاسے کو ملت ددن تا بفرقت تمام آرام کرے اور خوب
کھابی کے جب خوب سی اسین طاقت اور قوت ہو تب میں اس سے امتحان زور کردن ورقاسے زنجیر خاسے نے کہا کہ
قسم ہونگے اپنے دین و آئین کی کہ میں بڑے عیش و آرام سے بیان آیا ہوں کچھ ملت کی حاجت نہیں ہے شاہزادہ
خا ورسپاہ نے کہا کہ کیا مساکتہ ورقاسے زنجیر خاسے کے ہاتھ کھول دو قارن بلند کمان نے حسب الارشاد
شاہزادہ خا ورسپاہ کے ورقا کو کھول دیا بعد اسکے شاہزادہ خا ورسپاہ نے ورقاسے زنجیر خاسے سے زور کشتی
کا کیا اور ورقاسے زنجیر خاسے بھی مردانہ وار کسی مقام پر قاسم سے کم نہیں رہا حسب اتفاق ورقا کا ہاتھ منہ شاہزادہ
قاسم کے آہر تو خراش ناخن ورقاسے تمام منہ شاہزادہ خا ورسپاہ کا پر خون ہو گیا قاسم نے اپنے چہرے سے خون جاری
دیکھ کر نہایت غیظ و غضب میں بقوت تمام ایک گھونسا ورقاسے زنجیر خاسے کی گردن پر مارا نقصانے کا وہ ضرب
دست ورقاسے زنجیر خاسے کی رگ پر پڑی اور در قلعہ خارج مار کے گر پڑا قاسم نے ورقا کو باندھ لیا خسرو بلا دہندستان
لندھور بن سعد ان کے کہا شہر بارہ سرح سے گرفتار کرنا اور زور کرنا دست نہیں مر زبان خراسانی کہ سردار دست چپ
ہو آئے کہ اے خسرو بلا دہندستان یوں ہی کر لینا دیت کو دست ہے اسین شاہزادہ خا ورسپاہ نے ورقاسے
زنجیر خاسے سے کہا کہ میری نوکری قبول کرو ورقاسے سوچ کر جواب دیا کہ میں ملازم شاہزادہ بدیع الزمان کا ہوں
تا قید حیات اسکی اطاعت و فرمانبرداری سے نہ نکلونگا پھر ہر چند قاسم نے مبالغہ کیا ورقاسے قبول نہ کیا شاہزادہ
قاسم نے درجہ درجہ ہو کر حکم دیا کہ ورقا کی گردن مارو ورقاسے زنجیر خاسے نے کہا کہ شہر بارہ اصل پہلے شاہزادہ
بدیع الزمان آقا میرا ہر لاکھ جانیں میری ایک بال پر اسکے نہ اور تار میں اور توبی عین شاہزادہ بدیع الزمان کا ہی
جو غلام اور نوکر شاہزادہ بدیع الزمان کا ہو گا وہ تیرا ہی غلام اور نوکر ہو چکا سو تو یہ ہی لیکن اے شہر بارہ قول مردان جان
اور جو میں نے شاہزادہ بدیع الزمان سے قول کیا ہے اس میں مجھ سے فرق کبھی نہوگا بارے قاسم کو یہ تقریر ورقاسے
زنجیر خاسے کی بہت پسند آئی اور نہایت خوش ہو کر ورقاسے زنجیر خاسے کو خلع بخلعت کیا اور پھر فرمایا کہ بدیع الزمان
کا حال بہت بہت بیان کرو ورقاسے عرض کی کہ قارن بلند کمان کو حال شاہزادہ بدیع الزمان کا خوب معلوم
ہے میں تو جدید الاسلام اور نو ملازم اسکا ہوں شاہزادہ قاسم جانب قارن بلند کمان کے مخاطب ہوا قارن
بلند کمان نے بیان کرنا شروع کیا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے غلامی ظلم کو توڑا اور غلام ملک سخر کیا اور غلام ظان
پہلو لون اور بہادر و نوکری کیا اور غلام ظان خزانہ و مال ہم پہنچایا اور یہ دو برس کا خرچ ملک باختر کا تھا جسے دوسرے بھیجا ہے
اور فرمایا ہے کہ یہ خزانہ اور مال اپنے نوکرین کو بخش دینا شاہزادہ خا ورسپاہ نے یہ حالی سننے اس خزانے کو اپنے سامنے
طلب کیا اور اپنے نوکرین کو بخش دیا اور شاہزادہ بدیع الزمان کے سب نوکرین کو دھوم دھامی طعنت دے کر غصہ کیا
بعد اسکے اپنے نوکرین کو جنھوں نے بدیع الزمان کے پاس جا بخلعت پہنچے تھے ان سب کو قید کیا تقابداً رہند پوش نے بہت سی
سہی کی اور یہ کیلے کہ ان بچاروں کا کیا جرم و قصور ثابت ہو ابا سے ان سب کو قید سے نجات دلوائی انھیں شاہزادہ
خا ورسپاہ اسی گفتگو میں تھا کہ ناگاہ سامنے سے گیلک بچہ عیار شاہزادہ اسفندیار گیلانی کا آیا اور اپنے سلام کر کے
ساری سرگندشت اور کھایت در بند خورانیہ کی اور زبردستی تقابداً رہند پوش کی اور گرفتاری شاہزادہ
اسفندیار گیلانی اور جمہور جہان سوز وغیرہ سرداران دست بہت کی بیان کی شاہزادہ خا ورسپاہ مثل شعلہ جوالہ
بترک آٹھا اور اسی وقت میا خنہ تیغہ پلارک افراسیابی پر ماتو رکے آٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا کہ میں جاکے ہوا وہاں
شاہزادہ بدیع الزمان کو پھرنے لانا ہوں اور اس تقابداً رہند پوش کو کلام ج معقول اور تعزیر دار دھمی دے کے

سفرائے شمال کو پہونچا تاہوں بنیمہ اپنے مرکب پر روانہ ہوا ساتھ قاسم کے دربار سے سواد ہند وستان لندھور بن
سعدان ازرقا ہمار غمزدوش اور قبہ دین ستون اسلام شاہزادہ کرب غازی وغیرہ سب سردار اپنے مرکبوں پر بیٹھ بیٹھ کے
درست کے قریب پہونچے شاہزادہ خاورد سیاہ نے اور سجون کو روک کے آب پیاختہ اُس درے کے اندر قدم زن ہونا لگا ہ
سوار سے سم مرکب بلند ہوئی اور دیکھا وہی نقابدار علیکینہ پوش شل شیر صحرائی درے میں سے نکل کے قریب خاورد سیاہ
ملک قاسم کے پہونچا اور چار پہر کے زور میں شاہزادہ قاسم کے لشکر کو توڑ دیا اور کچلے باندھا بعد اسکے یہ کہنے کہ خیر اب
تیرا قتل کرنا مجھے منظور نہیں چوڑا شاہزادہ خاورد سیاہ دہان سے اپنے لشکر میں آئے سوچا کہ اب ملط زندگی کیا ہے
مصرعہ اجل زندگی زندگی ہر اجل تمام اسباب کو قتل کے فقیر آزاد بنے ایک مقام پر پتھر ہا سیارہ بن عمر و بھی قلم
کے ساتھ فقیر ہو سکے تھا ہر اس عمر میں نقابدار غمزدوش نے جل جنگ جو با قاسم نے سیارہ بن عمر و سے کہا کہ جا
دیکھو کہ یہ دوسرا کون دھن ہوڑ آیا ہر جسے جل جنگ جو آیا

اب دو کھلے وستان خاورد عا و مغزلی سے بیان کیے جاتے ہیں

در سوخت گشتیان لشکر اسلام کی سب تباہ ہو گئیں اور ہر ایک خیرے اور درندہ بن نگلیں توشتی خاورد عا و مغزلی اور حید
گشتیان بعد طوفان کے جب اند کے روشنی نمایاں ہوئی تو درندہ قہاریہ میں جا کے نگلیں اور اُس کشتی میں شاہزادہ
خاورد عا و مغزلی کے سوارے ایک سائبان کے اور کچھ قبیہ زندہ اسباب نہ تھا شاہزادہ خاورد عا و مغزلی نے کشتی پر سے اتر کے
وہیں لب دریا و ختوان کے نیچے اُس سائبان کو ہٹا کر دیا اور یہیں پہنچا اور فوج و سپاہ وغیرہ ملازمین ہر اسی شاہزادہ خاورد
کے سب کشتی پر سے اتر کے اسی سائبان کی نیچے بیٹھے خندہ خندہ یہ خبر قہار شاہ کو کہ مالک اُس درندہ کا تھا پہونچی کہ کسی قدر است
کی کشتی ہماری سرحد میں آ کے اتری ہر قہار شاہ یہ خبر سننے اسی وقت مع بائیس ہزار سوار و پیادے کے لشکر سے سوار ہونے
بقابلہ شاہزادہ خاورد عا و مغزلی آیا اور خود سے فاصلے پر اپنا خیمہ ہٹا کر اس کے داخل خیمہ ہوا اور طبل خانگہ بجا دیا اور دوسرے
روز صبح کو سر میدان کلنگہ باز طلب ہوا خاورد عا و مغزلی بخون و خطر اپنے مرکب پر سوار ہو کر باہر قہار شاہ کے پہونچا اور کہا اے قہار
شاہ یہ تو اپنے جی میں خیال کرنا کہ تو نے میرا لشکر ساتھ لیکر آیا ہے اور میرے پاس فوج کم ہے ہر خدمت مانتر گشت اے قہار شاہ بخون و
قوت پروردگار عالم میں تیرے اس تمام لشکر کو بے دھلا کر دنگا اور مجھے زندہ و سالم اس میدان سے جاتے نہ دنگا اس
بہتر ترے حق میں ہی ہے کہ تو کلمہ شہادت پڑھ کے ملت بیضا دین اسلام قبول کر قہار شاہ پر ایسا رعب اور دبدبہ
شاہزادہ خاورد عا و مغزلی کا چڑا کہ نہایت خائف و ترسان ہو کر گئے لگا کہ میں مسلمان ہونا ہوں شاہزادہ خاورد
عا و مغزلی نے کلمہ حبیبہ اذناد کیا قہار شاہ ازراہ مکر و زب طوطے کی طرح کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور اپنے لشکر میں
آ کے کہا کہ میں از ترس جان مسلمان ہو گیا ہوں اور اپنے عقیل عظیم سپہ سالار سے مشورہ کر کے فوج و سپاہ کو بھی سکھا دیا کہ
تم سب بھی بظاہر مسلمان ہو جاؤ بعد اسکے شاہزادہ خاورد عا و مغزلی کو کلمہ دعوت اپنے مکان میں لاکے مع تمام سردار و جنگ
کھانا بیٹھ بیٹھ کھلو اسکے گرفتار کر لیا اور سب کو سون اور سلسل کر کے ہوشیار کیا اور جب سب ہوشیار ہوئے تو قہار شاہ
نے جلا دون کو بلو اسکے حکم دیا کہ اب سب خدایوں کو یہی بچانے قتل کر دو خاورد عا و مغزلی نے کہا کہ اے قہار شاہ تو مجھے نہاد کیا
زیر کو کے پکڑا ہے کیا مضائقہ مگر حق تعالیٰ میرے آقا کے ولی نعمت سلطان صاحبقران کو ہزار سال سلامت رکھے کہ وہ صبح و شام
سفر دہانے نکل کے غریب اس باختر میں داخل ہوتے ہیں ایک نقابدار گزندہ و مسلم نہ چوڑیئے قہار شاہ سوچا کہ دقعی یہ سکتا ہے یہ
سوچ کے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یار دین خاورد عا و مغزلی کو سون اور سلسل اسی طرح سے حضور گنجاب تھا رہم ہوا روانہ کرنا ہوا
آئندہ جو مزاج میں پیغمبر مرسل کے آئے وہ ان خدا پرستوں کے حق میں کرے میں تو اس اور خدا سے بری ہو جاؤ لگا یہ کہنے

نزار زعا و مغربی کو اعراب پر ہلکے مع چند اپنے سواروں کے کھجاب کے پاس روانہ کیا

اب شہد داستان شاہزادہ عمرو بن رستم سے لڑا کر لیا جاتا ہے

کہ جس وقت سب کشتیان لشکر اسلام کی طوفانی ہوئیں کشتی شاہزادہ عمرو بن رستم کی ایک مقام پر ٹکڑی کے پارہ پارہ ہوئی
شاہزادہ عمرو بن رستم ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا تمام صبح دریا سے وہ تختہ اٹھ گیا اور شاہزادہ دریا میں گرا تو شاہزادی کے
چاہتا تھا کہ کسی بڑے لڑکے پر جا پہنچے مگر وہ جو کہتے ہیں کہ شعر دریا کے پیدہ ابنا شد کنارہ غر و شتا دینہ آید بکار۔ شاہزادہ
عمرو بن رستم نے ہر چند کہ ہاتھ پائیوں مارے مگر جب شناوری کرنے کے نکل ہو گیا تو مغرب تھا کہ دریا میں غرق ہو کر ہلاک
ہو جاتے تھے چنانچہ دو کشتیاں نمایاں ہوئیں اور ایک کشتی پر دیکھا کہ ایک نقابدار پٹلیکینہ پوش ہوا جس سے عمرو بن رستم
کو دیکھ کر کہا کہ جلد اس فوجیان کو دریا میں سے نکالو چاروں طرف سے طبع کو دریا اور شاہزادہ عمرو بن رستم کو دریا سے نکال کے
نقابدار پٹلیکینہ پوش کے پاس لائے شاہزادہ عمرو بن رستم نے نقابدار کو سلام کیا نقابدار نے پوچھا کہ تو مسلمان ہو عمرو
بن رستم نے کہا کہ احمد سد اور تراجانی میرا شاہزادہ کا ورسیا و ملک قاسم لعل عثمان میرا زلفا فانی سلیمان حمزہ
صاحبقران کا بھائی نقابدار نے کہا حمزہ صاحبقران ایسا بہادر ہے ملک باختر میں ہے آیا ہے اور بدیع الزمان اور
قاسم باختر میں کیوں آئے ہیں ہر زمین کل باختر تو میری مابست اور ملک میں ہے میں اپنے ہاتھ سے جسے چاہوں گا لڑاؤں گا
انہما کے دو ٹکڑے کھائیں اور خوش رہیں اور حمزہ صاحبقران اگر نوکری میری قبول کرے گا تو نوکر کو لونگا اور نقابدار نے شرک خدا
نعم و شاہ تو میرا ایک مہذب لاغری ہے کیلئے نقل اور کباب اور شراب طلب کر کے مع عمرو بن رستم کے شراب پیئے لگا جب
نقابدار وچا جام شراب پی کر سرد ہوا تو میر نے کہا کہ حمزہ نے بہت بڑی غلطی کی جو ملک باختر میں آیا اور بدیع الزمان اور
قاسم تو یہ بیکارہ ہیں وہ مجھ سے امتیاع اوقات کرنے کو بیان آئے انکی اہل اور حقیقت کیا ہے شاہزادہ عمرو بن رستم یہ گفتگو
نقابدار کی سننے نہایت درجہ اور ہجم ہوا اور نقابدار سے کہنے لگا اے نقابدار غلطو کہ مجھے لازم نہیں کہ چھوٹا شہر بڑی بات
زبان سے نکالے اور ایسے جو انان دیر اور بیاہر کا کہ انکی ملواری پیش کے خون سے ہمنون کے انگھون میں خواب نہیں آتا
اور تو یوں بے تکان آن شجاعان دہر کا نام ہے اوبانہ اس حقارت سے لینا ہے یہ کیلئے نقابدار پر ملواری کے حملہ در ہوا
نقابدار نے بسولت تمام بند دست عمرو بن رستم کا پیر لیا اور ایک طاقہ مار کے دے مارا اور قید کر کے کہا کہ
اب جب تک میرا حمزہ دونوں کا فیصلہ نہ ہو طے لگانے قید سے کسی نہ چھوڑو لگا یہ کیلئے دامن سے آگے کو روانہ
ہوا اسے نوادہ جانے دیجئے

اب شہد داستان شاہزادہ بدیع الزمان کو دلتک شکن سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جس وقت شاہزادہ بدیع الزمان فاران بلند کمان کو مع ورقاے زخمیر خاے اور خراج دو سالہ باختر کا شاہزادہ
خا ورسپاہ کے پاس پہنچا سب مع فضل بن گیا جو ر خون آشام قلعہ میں خشن پیش دیکھنے لگا ناگاہا مائے نسیم بن عمرو
نے بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان والا محبت کے سلام کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے نسیم بن عمرو کو دیکھ کر خوشی
خوشی حال شاہزادہ اسفندیار گیلانی کا پوچھا نسیم بن عمرو نے تمام حال گرفتاری شاہزادہ اسفندیار گیلانی کا
بدست نقابدار پٹلیکینہ پوش بیان کر کے کہا کہ شاہزادہ قاسم اور خسرو بلاد بوند لندھو بن سعد ان اور کرب
خا زری وغیرہ سرداروں کے رہائی شاہزادہ اسفندیار گیلانی کے گئے تھے اس سب کو بھی نقابدار پٹلیکینہ پوش نے پکڑ کے
قید کیا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ حال سننے بہ کمال غصہ و جلال فرمایا کہ مجھے بھی فرض اور وجہ ہے کہ جس کے اس
نقابدار کو دیکھوں کہ کیا بزدل دست اویہا درہر کیلئے شاہزادہ بدیع الزمان نے آدھا لشکر اور چند سرداروں کو

سنجان میں چوڑا اور بانی سب سرداروں اور نصف لشکر کو اپنے ہمراہ لیکے سمت درند خانہ روانہ ہوا جب اُس درندے کے
 متصل پہونچا تو دمان لشکر کندھو را در قاسم اور سفند یار کیلانی کا بڑا ہوا تھا شاہزادہ بدیع الزمان اپنے لشکر کو دین
 آتھنے کا حکم دے کر تقریب شکا کھیلنے کے ایک طرف نکل گیا تاہم ایک ہرن بہت خوبصورت سنگریان دونوں سونے روپے
 سے منڈھی ہوئیں جل زرغبت پشت پر پڑی ہوئی ظحال مرغ پاؤں میں جوڑیاں ہرنا سانے سے نمایاں ہوا شاہزادہ
 بدیع الزمان نے اُس ہرن کے پیچھے اپنے مرکب کو گرم تاز کیا اور وہ ہرن کچن کرنا اُس جگل سے نکل کر سانے ایک باغ عفا
 آسمین چلا گیا شاہزادہ بدیع الزمان بھی گھوڑے پر سے اتر کے اندرون باغ داخل ہوا اور دمان جا کے دیکھا کہ باغ نہایت
 پر فرادیت معقول ہوا اور سانے ایک بارہ دری سنگ مرمر کی نہایت پر تکلف بنی ہوئی اور اندر سے اُس بارہ دری کے
 ایک نازنین مہمیں نہایت حسین سراپا حسن و جمال بہ کمال فیض و دلال دریاے جواہر میں خود مارتے رہ رہ شاہزادہ
 بدیع الزمان کے آلی اور سلام کر کے کھڑی ہو رہی شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ تم کو قی صاحب ہوئے کہا کہ اسی جوان میرا نام
 شرارہ جاوید ہے اُس نقابدار یلگینہ پوش کو میں نے صاحبقران زمانہ بنادیا ہے اور میں نے ایک طلسم اُپر باندھ دیا ہے اس
 باعث سے کوئی نقابدار یلگینہ پوش پر غالب نہیں ہو سکتا اور میرے سحر اور اس طلسم کے باعث سے وہ سب پر غالب
 رہتا ہے اب میں نے جو مجھے دیکھا ہے تو میں تجھے عاشق ہو گئی ہوں اسی سرت دلی برلاؤ مجھے اپنی بغل میں لیکے سلاتا کہ میں
 تجھے نقابدار یلگینہ پوش پر خجیب کرادوں شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ سنے اپنے جی میں کہا کہ یہ ساحرہ ہے اسکو
 بعباری جنم دہنل کیا جائے فرض شاہزادہ عالم نے اُس ساحرہ سے پوچھا کہ تو پہلے مجھے اُس نقابدار کے مارتے کی تدبیر
 بتا دے بعد اسکے جنم کے اپنی گود میں سے کریر مطلب برلاؤ نگا شرارہ جاوید نے ایک کند شاہزادہ بدیع الزمان کو
 دے کر کہا کہ پہلے تو اس کند کو مار کے نقابدار کو پکڑ لینا بعد اسکے یہ ڈبا پتار غبرے اس مجب کوں نقابدار کے ساتھ
 ہوا کے رخ پر کھواں دینا پھر نقابدار سے پکڑو اسکے گانہ سے پکڑ کر مار ڈالنا یہ لیکے پھر شرارہ نے کہا کہ اب میرے دل کی
 مراد نکال دے شاہزادہ بدیع الزمان نے شراب میں بیوشی ملا کے دو جام اُس ساحرہ کو پلا دیے جب وہ بیوش ہو چلی
 تب شاہزادہ عالم نے اسکا گلا تھوٹ کے مار ڈالا پس ایک شور و غل اُٹھا کہ کشتی مرزا میں شرارہ جاوید شاہزادہ
 بدیع الزمان اُس ساحرہ کو جنم دہنل کر کے اپنے مرکب پر سوار ہو کر تلاش نقابدار یلگینہ پوش روانہ ہوا تب اتفاق
 نقابدار اسی باغ سے ایک بگلے میں بیٹھا تھا اور ہم مرکب کی آواز سننے لگے میں سے باہر نکل کے بنقاب شاہزادہ بدیع الزمان
 آیا شاہزادہ بدیع الزمان نے وہ ڈبا غبر کا نقابدار کے سانسے ہوا کے رخ پر کھول دیا اور حلقہ اس کند کا نقابدار کی گردن میں
 پھینک کر پکڑ لیا اور اپنے لشکر کی جانب مخاطب ہوا اتناے راہ میں نقابدار یلگینہ پوش نے پوچھا کہ اسی جوان تو کون ہے
 اور مجھے کہاں لے جاتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں کہ تمام فوج و سپاہ اور دولت گنجاب
 کی خاک میں ملا کے تمام ملک باختر کو میں نے سخر کیا ہے اور اپنے قبضہ و تصرف میں لایا ہوں نقابدار نے کہا کہ مجھے بیٹا کے
 پکڑ کرے گا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ میں مجھے اپنے لشکر میں لیجا کے اگر تو مسلمان ہو جا کے گا تو تیرا دینی بھائی ہے
 اور میں تو مجھے میں قتل کر دنگا نقابدار نے کہا کہ تو مجھے اس جا پر مسلمان کر کے نصرت کر دے مگر میں جا کے تیرے اور سب
 سرداروں کو قید سے رٹائی اور نجات دے کر تیرے پاس لاؤں شاہزادہ بدیع الزمان نے قبول کیا اور نقابدار ارازدت
 ترس کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا شاہزادہ بدیع الزمان نے نقابدار یلگینہ پوش کو نصرت کر دیا نقابدار شاہزادہ
 بدیع الزمان نامہ کے پاس سے جو پلا تو اُنکے راہ میں شاہزادہ قاسم سے دو چار ہوا قاسم نے اُس سے پوچھا
 کہ تو کون ہو نقابدار نے کہا میرا نام نقابدار یلگینہ پوش ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے مجھے مردانہ و در پکڑا تھا میں نے

سرداروں سلمان ہو گیا اب میں جا کے حمزہ کے بیٹے اور سردار جو میرے بیان قید میں ان سب کو مار کے کسی طرف چلا جاؤ گا قاسم
 نے کہا تو وہی شخص ہے جسے مجھے خبر کیا تھا نقابدار نے کہا کہ ان میں وہی ہوں اب تو مجھ سے اسکا بدلہ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے قاسم
 نے کہا اب تیرے لیے نقابدار پلنگینہ پوش سے مقابلہ کیا اور بعد جنگ نیزہ و شمشیر نے ہر قسم کی شام کے وقت بڑی سی وجہ سے
 اس نقابدار کو زبرد کیا اب کی مرتبہ نقابدار اور سردار صدق سلمان ہو گیا اور اطلاع شاہزادہ قاسم کی اختیار کی قاسم نے
 کہا اس شخص نے جسے مجھے پکڑا تھا بچشم میرا اب تیرا کہہ دیا کہ وہ کہہ گیا تھا بدار نے کہا اس نے قاسم نے کہا تو میرے
 لشکر میں جا کے میرے سرداروں سے کہہ دینا کہ شاہزادہ خاور سیاہ بتلاش بدیع الزمان گیا ہوا اور مجھے بھیجا ہے نقابدار
 نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری روٹی کا تماشہ دیکھوں قاسم نے یہ کلمہ نقابدار کا سننے بنگاہ قہر کی طرف دیکھا وہ
 نقابدار خائف و ترسان ہو کے سمت لشکر خاور سیاہ روانہ ہوا اور حال سے کہ شاہزادہ بدیع الزمان جو نقابدار
 پلنگینہ پوش کو غصت کر کے ایک سمت کو روانہ ہوا تو جاتے جاتے ایک شہر میں پہونچا دیکھا کہ دو لشکر آپس میں برسر جنگ
 ہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے پوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے اور یہاں یہ میدان جنگ کس واسطے قرار دیا ہے ایک شخص نے
 جواب دیا کہ یہ شہر آرمینہ ہے اور یہاں کا بادشاہ ارم شاہ ہے مرغ تیغزن سپہ سالار جو ارم شاہ بادشاہ کا خاوند
 باغی ہو کے بادشاہ سے معرکہ لڑا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ حال سننے اپنے مرکب کو گرم مار کیا اور بمقابلہ مرغ
 تیغزن جاسکے کہا کہ اے بہادر بادشاہ ارم شاہ تیرا دلی نعمت ہے اور تو نے تمام عمر اسکا ناک کھایا ہے اپنے آقا سے
 دلی نعمت سے مقابلہ اور مجاہدہ کرنا خوب نہیں آئیں گے اپنے ہمراہ لیجا کے تیرے بادشاہ سے تیرے جرم و گناہ معاف
 کرادوں اور پھر مجھے سپہ سالاری کی خدمت دلا دو گا مرغ تیغزن نے نہایت چڑچڑاہٹ سے کہا کہ تو کون ہے کہ مجھے نصیحت
 کرنے کو آیا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ میرا نام بدیع الزمان ہے مرغ تیغزن نے کہا کہ میں مدت سے تیری تلاش
 میں تھا یہ کیلئے تلوار بہر شاہزادہ بدیع الزمان ماری بدیع الزمان نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین کے وہی تلوار اس گہر
 مغرور مرغ تیغزن پر ماری کہ دیر کاٹے ہو کر لاش اسکی خاک و خون میں پڑ گئے نکی فوج و سپاہ نے مرغ تیغزن کی جاتا
 کہ بلوہ کو کے برسر شاہزادہ بدیع الزمان مقابلہ اور مجاہدہ کرے سرداروں نے ممانعت کی ارم شاہ نے جب مرغ تیغزن
 کی لاش کو خاک و خون میں پڑ گئے دیکھا بے ساختہ اپنے دھب کو مہینہ کے شاہزادہ بدیع الزمان کے قد و سوج کے پست کیا اور
 بہت سی تعریف و توصیف کر کے کہنے لگا کہ اے شہر باز شعر جزو دیگر رہا باشد دسترس پہنچے تو کردی ہی آئد کس پہ اور یہ کیلئے مرغ
 تمام سرداران فوج اور عزیز گمانوں کے اور سردار صدق کلمہ شہادت پڑھ کے سلمان ہو گیا اور ہمراہ رکاب بھر اسباب شاہزادہ
 عالی جناب کے آگے شہر آرمینہ میں داخل ہوا چنانچہ ارم شاہ کی ایک بیٹی بھی نہایت حسینہ اور جمیلہ ارم شاہ نے خود شاہزادہ
 والا مرتبت عرض کی کہ غلام امیدوار ہے کہ غلام زادی حضور کی کنیزی میں رہے شاہزادہ بدیع الزمان نے اقبال اس امر کا
 کیا تب اسنے کہا کہ اے حضور کسی اپنے رفیق کے حوالے کر دین شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں ارم شاہ نے
 ایک تصویر اپنی بیٹی کی سب سرداران بدیع الزمان کو دکھلائی فضل بن گیا ہو زخون شام اور درقاسے برخیز قاسے اور قارن
 بلند کمان اور طرید خان اور ترک خوش پوش اور روحان ملک بن صفوان بچہ کے سب اس تصویر کو دیکھ کر عاشق
 ہو گئے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ صاحبو یہ تو مناسب نہیں کہ تم جو صاحب ایک عشق پر عاشق ہو میں اسکی خاطر کروں کہ
 اسکو دو ان گرا ایک صلاح میرے نزدیک یہ خوب ہے کہ تمہیں صاحب اپنی اپنی تصویریں بگوانے اس عشق کے پاس بھیج دے
 تصویر دیکھو اور قبول کرے اس کے ساتھ عقد و جمانے جتنا کہ سب صاحبوں کی تصویریں ارم شاہ کی بیٹی نے دیکھ کر
 فضل بن گیا ہو زخون شام کی تصویر کو پسند کیا وہ اپنے اپنے صاحب اس بات سے اپنے اپنے دلوں میں بہت

بجائے جو کے حالت تھن بن فقیر ہو گئے جب بہ خیر شاہزادہ بدیع الزمان کو بیوی شاہزادہ عالم نے ارباب باختری کو
 بیچ کے بہت سا سمجھایا مگر انھوں نے مطلقاً ارباب باختری کا کسانہ مانا تب شاہزادہ بدیع الزمان آپ شرف لے گیا
 اور انکو بہت سا سمجھا کے اور حتی بقدر درجہ کوئی اور خاطر داری ان سبھوں کی کرشمہ کیا مگر جب بہت سا کما تو انھوں نے
 مصلحت چاہی اور کہا کہ ہر سبھ کو بارگاہ دالامین آ کے حاضر ہونے شاہزادہ بدیع الزمان ناچار ہو کے اپنی بارگاہ میں
 پھر آیا وہ پانچویں شخص شب کو لشکر سے بھی نکل کے کسی طرف کو چلے گئے اتنے راہ میں دیکھا کہ ایک لشکر عظیم نشان چلا آتا ہے
 جب انھوں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ قیطوس مع اپنے بیٹے انھاس خون آشام کے سرزمین ساغرہ سے گنجاب
 کی مدد کے واسطے جاتا ہے ناگاہ انھاس خون آشام وغیرہ کفار نے جو ان پانچوں کو بصورت قلندر ہی دیکھا تو لوگوں سے
 دریافت کر کے کہ یہ ورقاے زنجیر خاے اور قارن بلند کمان وغیرہ خداوند نقاسے خوف ہو کر بدیع الزمان کے ہمراہ
 مسلمان ہو گئے اور اسکے رفیق بنے یہ وہی لوگ فقیر ہو گئے ہیں انھاس جھٹ پٹ پانچوں کو کسند میں گرفتار کر کے بھون کو
 گنجاب کے پاس لایا گنجاب نے ان پانچوں بہادر دن سے کہا کہ تم پرستش نقا کی اختیار کر دین تم سب کا آگے سے زیادہ
 مرتبہ کر دینگا ان پانچوں نے تھا پرست کی گنجاب نے حکم دیا کہ ان پانچوں معضوبان بارگاہ نقا کو بھی لیجا کے سولی دو
 تاکہ میں دیکھوں کہ انکا نادریدہ خدا کی نگرانی سولی سے بجائے لیتا ہے حسب حکم گنجاب کے کفار نے ورقاے زنجیر خاے
 اور قارن بلند کمان وغیرہ بہادر دن کو لیجا کے سولی سے باندھ لیا قضاے کارم جان حیار بیان موجود تھا اُسے یہ
 حکم گنجاب کا سننے سارا حال پانچوں کی گرفتاری کا شاہزادہ بدیع الزمان سے آگے بیان کیا شاہزادہ عالم اُسی وقت
 بہ خیرہ رانی ورقاے زنجیر خاے اور قارن بلند کمان وغیرہ پانچوں رفیقوں کے سوا ہر کو کے روانہ ہوا یہاں
 خا ورسپاہ ملک قاسم کو بھی خبر پہنچی کہ پانچ رفیقوں کو شاہزادہ بدیع الزمان کے گنجاب نے دار پر
 بند ہوا دیا ہے قاسم نے یہ حال سننے اپنے سردار دن سے کہا کہ ناد قتیقہ میں نہ آ لوں تم خبردار بیان سے کہیں جانے کا
 ارادہ نہ کرنا اور کوئی سیرے نقاب میں بھی نہ آنا یہ کہنے قاسم ہی واسطے رانی ترک جوشن پوش اور ورقاے
 زنجیر خاے اور قارن بلند کمان وغیرہ کے روانہ ہوا

اب ششم داستان بہرام گردن خاقان میں سے گزارش کیا جاتا ہے

کہ جب گشتیان لشکر اسلام کی طوفانی ہو کر تباہ ہو گئیں گشتی بہرام گردن خاقان میں کی ایک مقام پر لڑکھلکے بارہ پاد
 تختہ تختہ جدا ہو گئی اور توجہ ادنیٰ و علیٰ اس گشتی میں بھیجے تھے سب سے سب دریا میں غرق ہو گئے فقط شاہزادہ بہرام ایک
 بار تختہ پر بیٹھا بتابا بعد چند روز کے کنارے پر ایک خبر سے کے نکلا اور اس تختہ پر سے اتر کے سیر کرتا ہوا چلا جاتا تھا
 ناگاہ ایک جا پر ایک غول سنواروان کا دیکھا کہ سوکھی سوکھی لکڑیاں درختوں سے توڑ توڑ کے گئے باز مر رہے ہیں بہرام
 نے اُسے پوچھا کہ یہ کون سرزمین ہے اور اس خبر سے کا کیا نام ہے ان سبھوں نے کہا کہ اس خبر سے کا نام فارمانیہ ہے اور
 یہاں کا حکم فیروز شاہ ہے بہرام یہ حال سننے پر سیر میں غول ہوا ناگاہ ایک آواز رونے کی بہرام گور کے گوشن گھبرا
 ہوئی اور اُسی آواز پر تھوڑی دور جا کے بہرام نے دیکھا کہ ایک دیو بیٹھا دریا پر بہرام چاہتا تھا کہ آگے بڑھے کچھ
 پوچھے کہ وہ دیو بہرام کو دیکھ کر یہ کہتا ہوا کہ اگر آواز دہ جو کہتے ہیں کہ مصرع زنی را زور کسی دسان پر میدہد ہم طیس
 نرطیس علیہ الامین و العذاب نے اس وقت تجھے میری پاشت کے واسطے بھیجا یا یہ کہ شاہزادہ بہرام پر حملہ آور ہوا
 شاہزادہ بہرام نے اسے لپٹ کے تھوڑی دیر میں اُتار کے دے مارا اور جانا کہ قتل کرے وہ دیو نہت نکال کے کہنے لگا
 کہ مجھے نہ مار میں نے جیسا کیا ویسا پایا بہرام نے کہا اگر تو مسلمان ہو تو کیا مضائقہ دیونے کہا اے شہر بار میرا حال پہلے سننے

کہ میں ایک دن صحت کوستان پر وہ ذات چلا جاتا تھا وہاں میں نے ایک پری زیادہ کو دیکھا کہ پیچھے بندھی ہوئی مگر سر سے
 پاؤں تک ہر ایک عضو جسم اس پری کا عجیب سے ری تھا شعر گردن میں وصف منہم طاقبت بیان نہیں + زبان کے جسم نہیں
 جسم کے زبان نہیں + اسکو زنجیر سے باندھا تھا میں نے جا کے اسے چھوڑا دیا اور چاہا کہ بیان سے نکل جاؤں کہ اتنی دیر میں ایک
 سیاہ دیو پیدا ہوا اور مجھے اسے کشتی دے کے چاہا کہ مار ڈالے میں نے بہت سی سنت سماجوت کو کہے تب تک کتابت نہ ہو سکا
 اسے مجھے چھوڑنے کے کہا کہ اگر میرا بیان اسے کانٹے کا تو مجھے جان سے مار دے تو نگاہ میں اس دن سے آج تک اس خبر سے میں نے
 اہل دیں رو دیا کرتا ہوں بہرام گردن خاقان میں نے کہا مجھے اس دیو کے پاس پہل کر میں اس سیاہ دیو کو پکڑ کے نہ تجھے
 حوالے کر دوں وہ دیو بہت خوش ہوا اور بہرام گردن خاقان میں کو اٹھائے در بند قارمان میں لایا فیروز شاہ بادشاہ
 نے جوہ خبر سنی کہ تو مان دیو ایک آدمی کو لیکر اس خیال سے کہ وہ آدمی طوفان دیو کو مار ڈالے آیا ہیروز شاہ شتاق
 شاہزادہ بہرام گردن خاقان میں کا ہو کر دیا کہ دیکھے کو آیا اور فرخ شکست و جاہ اور چہرہ اور سن و شباب بہرام گردن
 بن خاقان میں کا دیکھ کر پوچھا کہ ایسا درو کو کون شخص ہے اور وہ دیکھے کہا کہ اسے اٹھا لایا ہی بہرام نے کہا میں تو چہی باہمی
 اس پر شور گیر جہان ستان حمزہ صاحب قرآن کا ہوں اور بیان اس واسطے آیا ہوں کہ بہار پر جا کے اس پر زیادہ کو تو مان دیو کے
 واسطے آؤں فیروز شاہ نے کہا ایسا درو گر گزرتو اس بہار پر نہ جانا وہ دیو آدم خوار ہے سیاد دیکھے وہ ہلاک کر ڈالے
 بہرام نے جواب دیا کہ ایسا شہر باز میں اس قوم میں نہیں ہوں کہ دیو در پری سے ڈر جاؤں بیکے شاہزادہ بہرام گردن
 خاقان میں تو مان دیو اور فیروز شاہ کو اپنے ہمراہ لے اس بہار کے نیچے پہونچا کہ سب اتفاق وہ پر زیادہ سوتی مٹی پڑا
 کے پاؤں کی اہٹ سے چونکی اور سر اٹھا کے چار طوط دیکھے مٹی اکر بہرام گردن خاقان میں نے جو اس پر زیادہ کو
 دیکھا تو ایک ہر دیکھنے کے رہ گیا بعد اسکے تو مان دیو سے کہا کہ تو جا کے اس پر زیادہ کو اٹھا کے میرے پاس لے آ تو مان نے کہا کہ
 میں ڈرتا ہوں ایسا منہ کو طوفان دیو مجھے اسے مار ڈالے وہاں کے لوگوں نے کہا وہ دیو بہت سخت بیان نہیں رہتا کہ
 آخر در وقت شام تا ہی تو مان دیو بے خوف ہو کے اس پر زیادہ کو جا کے قید سے چھڑا لایا اور بہار پر سے اتار کے بہرام گردن
 بن خاقان میں کے پاس لایا اس میں وقت شام کا ہو گیا کہ وہ دیو طوفان خکا سے پھر کے آیا اور پر زیادہ کو قید سے
 چھوڑا پر کوہ دیکھے نعرہ زن ہوا اور بیکے کہ ای تو مان کو پھر آیا تو کہے تو مان سے کہتے گیا اور دم بہر میں تو مان کو
 مار کے گرا دیا شاہزادہ بہرام گردن خاقان میں نے تو مان کو مارا جانے دیکھ کر عام فضا و غضب میں کہا بائیں ای
 دیو اگر گندم تراغہ و سالم بیکے ایک ہی ضرب تیغ میں اس دیو کو جہنم و مسل کیا فیروز شاہ نے یہ جرات اور قوت بہرام
 گردن خاقان میں کی دیکھ کر بہت سی حسین توفیق کے کہا کہ ایسا درو جیسا سر مبارک تو تھا چوت ہونا تو میں جبری
 طاقت اور اطاعت اختیار کرتا بہرام گردن خاقان میں نے کہا ای فیروز شاہ میں بھی پہلے ذات چوت تھا
 فیضان محبت اور کفش ہمدی بن سلطان و ملا شان امیر سزہ صاحب قرآن کی میں چاہ کفر و ضلالت سے نکلا اور
 بے حشریتہ ہر ایت پہونچا اور میں نے اس خالق اکبر کو سچا نافرمانی اس طرح سے چند کلمات و مدہنیت میں خدا سے
 عز و جل کی بیان کی کہ فیروز شاہ کو بہت پسند آئے اور اس پر صدق سلمان ہو گیا اور تمام انبی فوج و سپاہ اور رعایا سے
 شہر کو مسلمان کیا مگر بہرام گردن خاقان میں خیر جان سے شیفہ جمال اور زلفیتہ نشال اس پری زیادہ کا کام نہکا
 دل آرام ہی تھا جو کے اسکو اس کوہ سے خیر میں آیا اور اس سے کہا کہ ای جان جہان و دے روح روان میری میں
 تیرے عشق میں مبتلا ہوں اس پری زیادہ نے کہا کہ ای شہر باز میں ہی قبول حق سے کہ شعر دل را بدل رہے سست دین
 گنبد سپہر از سوے کینہ کینہ و از سوے ہر ہر تیری توندی شے رہو مٹی گریہا سے رنگوں کا قول ہو مصروع کہ

میں آدمی زاد کل بے وفا پس آتا ہی مجھے ڈر ہے کہ تو بھی مجھ سے کسی یونانی نہ کرے بہرام نے کہا میں اُن لوگوں میں نہیں
 ہوں میں عاشق یا وفا ہوں آخر میرا حال خوب ظاہر ہی ہو جائے گا اُس پر ہر دے کہا کہ اچھا میں دیکھوں کہ تو اپنے وعدے
 پر ثابت قدم رہتا ہے یا نہیں قصہ وہ پیرا بہرام گردین خاقان حین کی خدمت میں رہی ایک روز کی نقل ہے کہ
 دل آرام پری کو اپنے ماں باپ کی جو یاد آئی تو اُسے بہرام سے کہا کہ اے شہر یار میں بیٹی ملک کا فوری ہوں اور میرا
 باپ تیرے قلعہ قاف میں حکمرانی کرتا ہے اگر تھے میری خاطر سفور ہو تو میرے ہمراہ پردہ قاف سوم میں تشریف
 لے چل کے چند دنہ سیر کر پھر جب تو کے گاہرے ہمراہ چلی آؤ گی بہرام گردین خاقان حین نے یہ بات سُنکے کہا کہ اے سہا
 زنگانی میں تو چچی باشی امیر حمزہ صاحبقران کا ہوں اور جو خواہ شاہزادہ بدیع الزمان کا اندون شاہزادہ
 بدیع الزمان اور سلطان صاحبقران آما دہ لشکر کشی سرکشاب میں ہیں تیرے ہمراہ گونگر جاؤں اگر چند روز توقف
 کر تو بہتر ہو دل آرام پری یہ جواب بہرام کا سُکر نہایت بخیدہ ہوئی او کہنے لگی کہ میں تو جانتی تھی کہ آدمی زاد یونانی
 یہ کہے پر دُشمنان لب بام پر جلے نہیں میرا بہرام نے نہایت متاب ہو کے ہزار مجر و انکسار کہا کہ اے بار دلوں میں چھو عاشق ہوں
 بات نہ کرنا کہ تیرے اردو اُن میں ہلاک ہو جاؤں اُسے کہا اگر تو صادق اُمول ہو تو میرے ساتھ پردہ قاف کو چل میرے
 دل آرام پری نے کہا میں تجھے اُٹھا کے قاف تک نہیں بجا سکتی مگر میں جلے آج کے میرے رزق تیری سواری کے
 واسطے بھیجی تو آپر سواری ہو کے چلا آتا بہرام نے کہا شعر یونانی کیا کہوں ساتھ اپنے تجھ محبوب کی بہتری نسبت میری
 جان بیل سے گلے خوب کی ہیں تیرے ذاق میں مر جاؤنگا دل آرام پری نے کہا میرا بھی صد نہ ذاق سے ہی مالی تر گرا
 میں لا علاج ہوں یہ کہے دل آرام پری پر دُشمنان سمیت قاف روانہ ہوئی بہرام گردین خاقان حین روتا اور
 پوچھا رہ گیا روز چہام دیو ایک تخت لے کے آئے اور بہرام کو تخت پر سوار کر کے سمیت قاف سوم جاتے ہیں وہاں
 دل آرام پری شل طاؤس ملنا آتا ہے کونیلے سفوار نے انتظار میں بہرام گردین خاقان حین کے بیٹھی تھی ناگاہ وہ چاروں کو
 بہرام کو تخت پر سوار کئے کے پہنچے دل آرام نے استقبال کر کے بہرام کو اپنے باغ میں آمارا اور بڑی توفیق نکریم اور پیار محبت
 سے ایک سند پر بیٹھ کر محبت قرار دی اور پیش و نشاط میں رہنے لگی بعد چند روز کسی غماز نے ملک کا فور سے دے
 کہا کہ آگے تو طوفان دیوار در ملک دل آرام پری سے دوستی تھی اب پردہ دنیا سے اُس آدمی کو تیرے طوفان دیو کو مارا
 ہمراہ اپنے لائی ہو ملک کا فور یہ حال سُنکے نہایت درہم برہم ہوا اور اپنے وزیر کو دے قتل کرنے بہرام کے میجا ڈرنے
 آگے پوچھا کہ یہ آدمی زاد کون ہے تو معلوم ہوا کہ بہرام نام ہے اور تو چچی باشی امیر حمزہ صاحبقران کا ہر وزیر نے جانے
 ملک کا فور سے کہا کہ اے شہر یار یہ آدمی حمزہ صاحبقران زرد قاف ثانی سلیمان کا نوکر ہے اور حمزہ شوہر شہنشاہ
 پردہ قاف ملک آسمان پری کا ہے اور میں نوکر ملک آسمان پری کا ہوں میں اسکو بھڑکار سکتا ہوں ملک کا فور نے
 کہا کیا مضائقہ اُس آدمی کو نیچے کے قید کر دو اگر حمزہ کو خبر ہوگی اور وہ مجھ سے طلب کر لیا میں مجھ ونگا ورنہ قتل کر دینگا
 انقصہ ملک کا فور نے دل آرام پری اپنی بیٹی کو مع شاہزادہ بہرام گردین پیش تو کے ایک مقام پر قید کیا وہاں فولاد
 دیو طوفان دیو کے باپ نے جو سنا کہ کسی آدمی نے میرے بیٹے طوفان کو مار ڈالا سو اُس آدمی کو دل آرام پری ملک
 کا فور کی بیٹی پردہ قاف میں لائی ہے اور اس جرم پر ملک کا فور نے اُس آدمی کو اپنے بیان قید کیا ہے فولاد دیو
 فوج کشی کر کے بر سر ملک کا فور آیا اور پھر کہ اُسے جنگ و جدال ہو کر چند سرداروں کو ملک کا فور کے مار ڈالا اور بیل
 ہار گشت بجوا کے جسوقت کہ دولوں لشکر اپنے اپنے مقام پر آگئے اُسوقت ملک کا فور نے کہا کہ شہنشاہ پردہ قاف
 ملک آسمان پری حمزہ صاحبقران کے ناموں اور ملک فخر چرخ بی بی حمزہ کی ہے اور بدیع الزمان بی بی شاہزادہ

بدیع الزمان کی ہر اگر سیری مٹی کا بھی بہرام گرد بن خاقان چین کے ساتھ وصل و پیوند ہو تو مقام حبیب کا نہیں ہے۔
 ایک بہرام گرد بن خاقان چین کو حمام میں صبح کر طلعت و امادی پستایا اور بارگاہ بین بڑے اغراض و خرم سے بلا کے
 ملک کا فورے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تیری خدمت میں دی مگر اس شرط سے کہ تو اس فولاد کو ہار دے بہرام نے قبول کیا
 روز دوم وقت صبح جبکہ ٹھونس و فومین بونکی پھینا و صفت آرایان ہر یک میں تب فولاد و دیوار شمشاد کو کے بندہ ان میں آیا
 اور سے بہرام گرد بن خاقان چین کے مقابلے میں نکلا فولاد نے دار شمشاد بہرام پر ماری شانہ بہرام کا فوت کیا
 ملک کا فوراً در سب سردار اور تمام لشکر اسکا بہت بخیر و ہر بہرام سے کہتے تھے کہ ہم تو تیرے عروس پر تھے اب کہہ کہ کیا کرتے
 بہرام نے کہا کہ اگر میرے کئے پر عمل کر دو تو میں ایک تیرے بچہ میں بنلا دوں ملک کا فورے کہا جو چہ تو کہے ہو قبول ہے بہرام نے کہا کہ
 اچھا مٹھ جا اور ایک عرضی بدن خیموں کہ شہر باز مٹھے دل آرام پری مٹی ملک کا فوراً حاکم قطعہ سوم قات کی بیان لائی جی جی جی
 بیان ملک کا فوراً فولاد دزد و نامے ایک دیو فوج کشی کے آیا اور میرا اسکا مقابلہ ہوا اسے دار شمشاد مٹھے ماری میرا شانہ
 ناقص ہو گیا ہر اگر سوقت میں تو کہ میری تائید کرے اور شریف لائے تو فوراً ملاد و نہ حسرت دیدار اقدام عالی کی دل میں
 باقی رہ جیسے گی لکھ کر چار دیو دن کو ایک تخت دے کر بغیر یہ اس اپنی عرضداشت کے بخیر دست شاز ہر دہ

بدیع الزمان سے سخاوت روا نہ کیا

اب دو کلمے دوستانہ شکست بیان شاز ہر دہ بدیع الزمان گردا لشکر تلک سے بیان کیے جاتے ہیں
 کہ جو وقت شاز ہر دہ بدیع الزمان نے مال گرفتاری قاری بلند کمان اور درقاے رنجیر خاے اور ترک جوشن پوش و غیرہ
 اپنے سرداروں کاٹنا کہ گنجاب نے ان سب کو کجالت قلندر سی سولیوں پر لٹا دیا ہر اور شاز ہر دہ خا و سیاہ ملک قاسم ان
 سب کی رمالی کو اسلے پلا ہر شاز ہر دہ بدیع الزمان بھی اپنے ملک پر ہوا جو کے سمت اردوے گنجاب روا نہ ہوا اور جبکہ قریب
 بارگاہ گنجاب کے پہونچا تو دیکھا کہ شاز ہر دہ خا و سیاہ ملک قاسم بھی وہاں کراہی قاسم نے بدیع الزمان کو دیکھا دونوں
 میں چشمک ہوئی اور دیکھا کہ بارگاہ گنجاب کے دروازے پہنچے سے کفار نہرے تیرے تیج سروں پر تھے اور بندہ کھوٹے
 ہوئے تھے ہیں شاز ہر دہ بدیع الزمان اور قاسم وہاں پہنچ کر ان دلیوں کے قریب آئے وہاں آگے سمجھے کہ کوئی تدبیر کوئی
 گھات بن نہ پڑی جو یہاں سرداروں کو چھرا لینا چاہیو کے وہاں پہنچے آئین وقت شب کا ہوا تو ایک طرف سے ایہ
 بن عمر و ایک طرف سے سیارہ بن عمرو دونوں حیار ہیں فکر میں تھے کہ کسی گھات سے سرداروں کو بچاؤں جب ان سولیوں کے قریب
 پہونچے تو عجیب طر حکا دلیں شوئے کل شاز ہر دہ دونوں حیار دھنے لوگوں سے بوجھا کہ کیسا غلڑی ہلو لگوں کہا کہ آج شب کو کوئی
 شخص سولیوں کے نیچے نقب دے کے قیدی سرداروں کو سولیوں پر کٹا کر لے گیا اور ایک کاغذ لکھ کے ڈال گیا ہر دہ گنجاب تیری
 کیا اصل حقیقت تھی جو تو ملا زمان شاز ہر دہ بدیع الزمان کی تنگ حمت کا ارادہ ملا زمان سب کو سولیوں پر چھینا سیارہ بن عمرو نے
 یہ حال جاکے ملک قاسم سے کہا قاسم اپنے دل میں پسو حکم کہ یہ کام بدیع الزمان کا تیرے قریب طبع سیر کرنا ہوا ایک سمت نکلا
 ایک جوان کو دیکھا کہ نہا کھڑا رہا قاسم نے اس سے روئے کا بافت پوچھا اسکا اس غیب میں ایک پہاڑی کہ انکو صنوبر کوہ
 کہتے ہیں دزیر کو خسر و غیرہ وہاں کا بادشاہ ارم شاہ ہے میں انکی بیٹی لارم شیرین عذار معاشق ہوں اور ارم شاہ
 بدیع الزمان سے زیر ہوئے مسلمان ہو گیا اور بدیع الزمان نے اس دل آرام شیرین قدر یعنی ارم شاہ کی بیٹی کو آپ تو قبول کیا
 مگر تصویر انکی اپنے سرداروں کو دکھائی جو سردار شہر عاشق ہوئے شاز ہر دہ بدیع الزمان نے کہا کہ ایک عورت پر چہ شخص حقیقت
 ہوں نہیں نہا سہہ اس لیے مجھوں سرداروں کی تصویریں مجھو کے ملک دل آرام شیرین عذار کو دکھلائیں دل آرام
 نے فضل کی تصویر کو پسند کیا بدیع الزمان نے دل آرام کو فضل کے حوالے کیا اس بات پر وہ پانچ سردار غیبت سے

ہو گئے ہیں بلا اس مقدمے میں اس شہر بار تو کیا کر سکے گا قاسم نے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تیرا مطلب کرادوں خاقان نے
 حکم طیبہ پڑھ کر اسلام قبول کیا اور شاہزادہ قاسم کو اپنے خیمہ میں لے کر جشن کی تیاری کی اور لوگوں سے کہا کہ حضور برشاہ میرا
 باپ مجھے یاد کرے تو کوئی بہانہ کر کے مال دنیا فضلے کر دے گا حضور برشاہ نے خاقان کو بلا کر لکھنے خاقان کے کوئی جیلہ کر کے
 مال دیا تب حضور برشاہ آپ آیا اور اندرون خیمہ خاقان کے آواز ساز اور سازنگی اور ٹیلے کی ٹنگے خاقان کو اندر سے بلایا اور
 بذریعہ خاقان حضور برشاہ بھی بدست قاسم مسلمان ہو گیا درود صبح کو ملک قاسم و حضور برشاہ اور خاقان بطریق
 سیر و شکار سوار ہو کر نکلے تھے کہ ایک دامان کوہ میں بدیع الزمان کو دیکھ کر قاسم نے حضور برشاہ اور خاقان سے کہا کہ
 یہ جوان جو وہ کوہ میں کھڑا ہے یہی بدیع الزمان ہے کہ تمام ملک ماختر میں اس کے نام سے زمین کا تپ اٹھتی ہے اس وقت میرا جی
 چاہتا ہے کہ اس جوان سے خوش طبعی کروں دیکھوں کہ دل اور جگر اور جرات اور قوت اس کی کتنی ہے میرے اپنے اپنے گھروں
 کو چمکا کے سمت شاہزادہ بدیع الزمان روانہ ہوئے شاہزادہ بدیع الزمان نے دو سے جو سواروں کو مسلح اور مکمل اپنی
 جانب مخاطب دیکھا قبضہ ظہور و دیو بند پر مقرر تھے مرکب پر سوار ہوا اور گھوڑے کو چھتر کے سامنے آیا تو شاہزادہ
 خاور سپاہ ملک قاسم کو پہچان کے کھڑا ہو گیا ملک قاسم نے کہا تو مجھے پہچان کے جو دامن سے جلد آیا تو آتا تیرا دل گر وہ
 بھی ہو غرض اس میں باتیں ہونے لگیں اور قاسم شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنے ہمراہ حضور برشاہ کے خیمے میں لایا
 اور یہ سب صحبت عیش میں تھے حضور برشاہ کا ایک ادیر کذاب آخر شمار نہایت سیاہ دل اور تیرہ رزگار یہ وہ خیمہ
 میں آیا اور شاہزادہ خاور سپاہ اور شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر گون سے دریافت کیا کہ یہ دونوں تازہ در در کوئی
 ہیں اور زبانی حواص غر حاکم زدن کی حال شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک قاسم کا تحقیق کر کے گنجاب کے پاس چلا گیا
 اور کہا اسے میرا رسل خاقان صید افغن تیارم شاہ قاسم کے ساتھ مسلمان ہو گیا اور اپنے باپ حضور برشاہ کو آگے
 مسلمان کیا اور اب بدیع الزمان اور قاسم کو لا کے اپنے خیمہ میں بیٹھا چاک دیکھ رہا ہے اگر آج سہوا سے فوج بلے ان و دونوں
 نامیدہ خد کے پرستاروں کو مع خاقان صید افغن و قیرہ کے گرفتار کر لے تو کچھ ایسی شکل نہیں دہے پھر کوئی تدبیر نہیں
 بن کرے گی گنجاب نے جو خبر سنی تو نہایت بیچ و تاب کھانے اسی وقت مع تمام اپنے سرداروں اور فوج و سپاہ کے
 سوار ہوا کچھ لوگ حضور برشاہ کے گنجاب کے لشکر میں تھے انہوں نے جو یہ حال سنا تو وہ سب کے سب حضور برشاہ کے
 پاس آئے اور عرض کی کہ گنجاب انہا لشکر کے کراہے سے برسر جنگ آتا ہے ابھی وہ لوگ بھی باتیں کر رہے تھے کہ گنجاب
 مع اپنی فوج و سپاہ کے دمان پہنچا اور ضحاک عا دگر از دندان سمت شاہزادہ بدیع الزمان نامہ دارا کو ان کے
 جانب شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم مخاطب ہوئے اور ضحاک عا دگر از دندان نے تلوار سے پر
 شاہزادہ بدیع الزمان نامہ دار کے ماری شاہزادہ بدیع الزمان نے بدست ضحاک کا پکڑنے تلوار اس کے ہاتھ
 سے چھین لی اور کمر بخیر میں ہاتھ ڈال کے ضحاک گرا ز دندان کو فاش زین سے اٹھا کے بسوے ہوا پھینکا اور گرتے
 گرتے چچ میں تلوار ماری کہ شل خیار تر دہکا ہے ہو کے لاش اسکی زمین پر گری اور پڑنے لگی شاہزادہ خاور سپاہ
 نے ان کو ان قبل زدن کی تلوار کو خالی دے کر بوقت پرشتن تینہ مارا کہ مع مرکب چار ٹکڑے کر کے خاک و خون بنیں
 لٹا دیا بعد اسکے اس طرف سے تمام لشکر گنجاب کا اور اودھر سے دیوان ہوا ہی شاہزادگان نامہ دار اور فوج و سپاہ
 حضور برشاہ اور خاقان صید افغن کی آوازہ جنگ دوزم ہو گئے اور طرفین سے شش پر لاش و عطر پر دم شہر
 مردے پر مردہ گرنے لگا گنجاب نے یہ رنگ میدان جنگ کا دیکھ کر انفاس خون آشام سے کہا کہ تو جاسکے
 بدیع الزمان کا مقابلہ کر دو بدیرین زلازل یک چشمی سے اشارہ کیا کہ تو قاسم سے جا کے مقابلہ اور مجاہد

کے اگر زندہ ہوتا تو زندہ پکڑا دینا سر قاسم کا کاٹا چنانچہ شاہزادہ طاووسپاہ نے خیم کاری کیا کے پیر بنی اہل جنہی کو
 زخمی کیا اور شاہزادہ بدیع الزمان نے زخمی ہو کر القاس خون آشام کو مجروح کر کے آشام سرکہ آری میدان جنگ رہا جب
 خلعت شب نمایان ہوئی اسوقت دونوں بہادر یعنی شاہزادہ بدیع الزمان اور شاہزادہ طاووسپاہ ملک قاسم خلیفہ زمانہ
 کوئے اشیر شیرازی کوئے ایک سمت کو چلے آ کر کارسبب بہت سے خون کھانے کے ضعف کی شدت ہوئی تو دونوں بہادر ونگاٹھوٹوں
 کی گردنوں میں باغداد ڈال دیے اور ہر جھکا کے بیہوش ہو گئے اور ٹھوڑے آن دونوں رکبوں کو اپنے حالت غش میں دیکھ کر
 ایک سمت کو چلتے ہیں دوسرے روز گنجاب نے تلاش کی تو معلوم ہوا کہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں کسی طرف کو چل گئے
 اسوقت گنجاب نے حکم دیا کہ ہمارے لوگ جاکے چاروں طرف تلاش کریں حسب حکم گنجاب کے سیکڑوں کفار بلا شس
 شاہزادگان عالی مقام دروہ ہوئے اور دس کوئی بیچ کوئی گراؤں قعبات دیہات میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں اب
 حال آن دونوں رکبوں کا سینے کہ ٹھوڑے جو دونوں شاہزادوں کو لپکے کھلے تو سر پ جاتے جاتے ایک ایمان کوہ میں پہنچے اور
 وہاں سبرہ دوب کا دیکھا کہ ایک دونوں کو دونوں کو دروہ سے دانہ گھاس کھ رہے ہیں ملا تھا وہ گھاس کھاتے میں مصروف ہوئے ناگاہ
 دونوں شاہزادے قاش زین سے زمین پر گئے اور بعد توڑی دیے پہلے شاہزادہ بدیع الزمان نے ہوش میں آئے کہ جو کچھ کھلا
 تو دیکھا کہ میں ایک پہاڑ کے دے میں زمین پر گر پڑا ہوں سجدہ شکر گنجاب باری ادا کر کے اپنے جی میں کہا کہ نہ ہے قدرت
 اس قادر مطلق کی کتنے کفار اور ملان گنجاب کے ہاتھ سے محفوظ رکھ رہا ہوں پوچھا اور چاہتا تھا کہ اپنے زخموں کو باندھے
 ناگاہ گھاہ جانب قاسم جا پڑی دیکھا کہ قاسم بھی برابر میرے زمین پر پڑا ہوا خون زخموں سے جاری ہے شاہزادہ بدیع الزمان
 نے جوش خون غریبی اور فطرت سے پہلے قاسم کے زخموں کو باندھا پھر چاہا کہ میں اپنے جی زخموں کو باندھوں غش
 طاری ہو رہی ہوش ہو کر گر پڑا اس عرصہ میں قاسم کی آنکھ کھلی اور ہوش میں آیا تو اُس نے دیکھا کہ کسی نے میرے زخموں کو
 باندھا ہے شکر ہو کے برابر اپنے جو دیکھا اُس شاہزادہ بدیع الزمان بھی زخمی پڑا ہے قاسم نے جانا کہ بدیع الزمان نے
 میرے زخموں کو باندھا ہے قاسم نے بھی اُسکے شاہزادہ بدیع الزمان کے زخموں کو باندھا اور ہوش ہو کے گر پڑا بعد
 توڑی دیر کے پھر دونوں کو ہوش آیا اسوقت آپس میں کہنے لگے کہ اب یہاں ہمنا صحت نہیں ہے ایسے کسی مقام پر چل کے
 ٹھہریں جہاں گنجاب کے لوگوں کے شر و فساد سے محفوظ رہیں یہی ہی مشورہ کر رہے تھے کہ سانسے سے ایک پیادہ بلند و بالا تھا
 شان و شوکت لباس حریر کا پہنے قریب دونوں شاہزادوں کے پہنچا شاہزادوں نے باہم کہا کہ شاید یہ پیادہ گنجاب کا واسطے
 جاسوسی کے آیا ہے اس فکر میں ہوئے کہ اسکو ماریں قاسم نے ایک تیر کش سے نکال کے کمان میں پکڑ لیا اور نشانہ تاک
 کے اُس پیادے کی طرف پر تاب کیا وہ پیادہ جست کر کے آسمان کی طرف توڑی دور چلے گئے لگا کہ صاف جو ذرا مجھے
 مہلت دو کہ میں دریافت کر لوں کہ تم کون ہو اگر مسلمان ہو تو میری ہر ارجاں گرامی تم دونوں پر شہادت اور جو قوم کفار
 ہو تو مجھے پکڑ تم سے اندیشہ نہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے جانا کہ پیادہ مسلمان ہے فرمایا کہ اگر شخص تو نے جو سنا، ہو
 شاہزادہ بدیع الزمان گردن شکر شکن دہ شخص میں ہوں اور یہ جو برابر میرے تیر و کمان پکڑے بیٹھا ہے یہ شخص آفتاب
 اوج شجاعت شاہزادہ طاووسپاہ ملک قاسم محل خفتان خوزر خاوری ہے اب بیان کر کہ تو کون شخص ہے اس
 پیادے نے دوڑ کے شاہزادہ بدیع الزمان کے قدموں کو چوم لیا اور بہت سی تعریف اور توصیف کر کے اور دعا میں دیکے
 کہنے لگا کہ اے شہر یار میرا نام آشوب وزوہی اور بہرام بھی کہتے ہیں یہاں ایک ظلمہ ہے کہ نام اسکا فولا و حصا ر
 مشہور ہے شعر استواری میں نہیں زندہ اسکی جاستون و فکر صائب سے بجا ہے کیسے اسکی نجات میں حاکم ہیں ظلمہ کا ہوں
 اور بارہ ہزار شجاعان عرصہ کا مدد سے ہمیشہ چوری پر میری اوقات گذشتی ہے کثرت تہ لقا ہوا سے باختر اور گنجاب

نے فرج مجھ پر بھی اور جانا کہ مجھے گرفتار کرے لیکن ہر تہہ نشکر کنجاب اور فرج لقا لے مجھ سے شکست فاش کھائی اور کبھی
 میں نے ایک پیسا ایک کوڑی باج اور خراج کا کس کو نہیں دیا اور کسی سے کبھی ڈرنا ہوں مان غائبانہ مجھے ایک عشق شاہزادہ
 بدیع الزمان کے نام سے ہے اور ہزار جان و دل سے دھوی غلامی اور عبودیت کا شاہزادہ بدیع الزمان کی مجھے رہا ہے اکثر
 میں نے جانا کہ شاہزادہ عالم کی خدمت میں جا کے حاضر ہوں مگر کہیں ذریعہ اور وسیلہ کوئی میرے ہاتھ نہ آیا اس باعث سے
 زیارت اقدم مالی سے اسکی قاصر و محروم رہا ابھی چند روز کی نقل ہے کہ میں نے سنا کنجاب نے چھ سرداروں کو شاہزادہ
 بدیع الزمان کے لباس ظندری گرفتار کر کے سویون پر باندھ کے لٹکار رکھا ہے میں شب کو جا کے اُن چھوں سرداروں کو
 سویون پر سے اتار لایا شاہزادہ خاور سیاہ نے کہا کہ دیکھنا اس حرازا سے غیرہ سر کو کیا بکلتا ہے جہاں دیکھو وہاں ایک
 نہ ایک چار چار سکار اس کشتی گیر کا نوکر موجود ہے رہتا ہے اس میں اُس آشوب دزد نے جلد سے شاہزادہ بدیع الزمان
 بہ کمالی مجذوب گسار و عرض کی کہ اس شہر پار غلام امیدوار ہے کہ آپ کے سب سردار بھی میرے قلعہ میں ہیں اب بھی ارزا و بندہ نووری
 قدم خیمہ زمانہ کے تا وقتیکہ زخم جسم اہل کے اندمال پا کے اچھے ہو جائیں وہیں تشریف رکھیں اور بعد اسکے جہاں خراج مبارک
 میں آئے تشریف لے جائیں شاہزادہ بدیع الزمان کو اسکی گفتگو بہت پسند آئی اور ملک قاسم سے کہا کہ اس قاسم جل چند
 روز قلعہ میں جا کے اسکے رہیں جب زخموں کو اندمال ہو جائے اور صحت کلی ہو تو پھر وہاں سے چلیے قاسم نے نہایت تجیدہ
 اور ہدفہ ہو کے کہا کہ میں کسی کے مکان میں نہیں جاتا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ اس قاسم تو نہایت بد فرائج ہے یہ
 دستور شاہ و شہنشاہان کا نہیں ہے سو اسے اسکے تو مجھے اپنے رفیق خاقان صید افغن کے گھر میں لے گیا میں بخوف
 و خطر تیرے ساتھ چلا گیا پس اگر تو بھی یہ ہے ہمارا آشوب کے مکان میں مل کے چند روز استراحت کرے تو کیا فہم ہو جائیگا
 بارے قاسم کے لا علاج ہو کے قبول کیا اور آشوب دزد و دونوں شاہزادوں کو اپنے قلعہ میں لایا اور بڑے ہزار و کمریم
 سے مسند پر بٹھائے قارن بلند کمان اور درقاسے زنجیر طاسے اور طر بدخان و غیرہ سرداروں کو شاہزادہ بدیع الزمان
 کے لاکے حاضر کیا تمام سردار شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کے قدحوں سے پست گئے شاہزادہ بدیع الزمان نے
 بہت سی دجوائی اور خاطر داری اُن سب کی کر کے فرمایا اسے یار و شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم نے ایک جوان
 ہم پہونچایا ہے اس نے یہ اظہار کر کے کہ میں ارم شاہ کی بیٹی دل آرم شیون عذار پر عاشق ہوں اسلام قبول کیا ہے اور
 قاسم نے اُس جوان سے آفر کیا ہے کہ میں تجھے ارم شاہ کی بیٹی دل آرم شیون عذار کو دلا دوں گا پس اگر میں اس
 بات پر راضی ہوں اور قاسم کا پاس خاطر نہ کر دوں تو قاسم میرا کیا کر سکتا ہے لیکن جو اس نے ایک بات سرداروں
 اپنے منہ سے نکالی اور وعدہ کیا ہے تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے سخت جگر پارہ دل قاسم کو اُس جوان کے
 سامنے شرمندہ کروا دوں لہذا میں تم سے کٹا ہوں کہ جس طرح سے تم سب دل آرم شیون عذار کے در و فراق میں مبتلا
 ہو پاس خاطر میرے لازم ہے کہ فضل بن گیا ہو رفیق آشام بھی صدمہ دوری اور محوری کا اُس مازنین دل آرم
 شیون عذار کی اپنے دل پر اٹھائے تا میں اُس ارم شاہ کی بیٹی کو جو لے شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے گردوں
 اور قاسم دل آرم کو خاقان صید افغن کو عنایت کرے یہ گفتگو شاہزادہ بدیع الزمان کی نکلے قاسم نے
 آشکارا دیا کہ لاکے کہا کہ اس بدیع الزمان نے یہ بار منت تار و قیامت میرے سر پر رکھا اور مجھے تمام عمر کو محنون
 اور مشکور رہنا کر لیا انصاف چند روز شاہزادہ خاور سیاہ اور بدیع الزمان دونوں اُس آشوب دزد کے مکان پر رہے
 جب کہ زخم اُن دونوں صاحبوں کے اچھے ہو چکے تب شاہزادہ خاور سیاہ سمت سہانہ اور شاہزادہ بدیع الزمان
 مع اپنے چھوں سرداروں کے سمت سنجان روانہ ہوئے شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم نے اپنے لشکر میں آ کے

جو کہ شاہزادہ بدیع الزمان سے گفتگو ہوئی تھی خاقان صید افغن سے بیان کی اور کہا کہ بدیع الزمان کے دل آرام
 شیرین عذار کو میری خاطر سے مجھے دیا ہے یہ عجیب طرح کا احسان بدیع الزمان کا مجھے ہوا ہے اور شاہزادہ بدیع الزمان
 جو مست سبحان روانہ ہوا تو اتنے راہ میں ایک لشکر کو دیکھا کہ کسی قیدی کو اعرابے پھلائے تھے بڑے اہتمام اور
 ہوشیاری سے لیے جاتے ہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے جو غور کر کے دیکھا تو شاہزادہ فرامرز عا و مغزلی کو یہ غل و
 زنجیر قید دیکھ کر نعرہ کوکے اُس لشکر پر جاڑا قہر مان بھیجی تے سر راہ بدیع الزمان کے آگے نیر و مار شاہزادہ عالم نے نیر و
 آگے مامور سے ہوا کی کر دیا اور مکر بندین مامور ڈال کے اسکو خائے زین سے اٹھا لیا اور چرخ دے کر زمین پر ملے اور قہر مان
 دونوں مامور باندھ لیے شاہزادہ فرامرز عا و مغزلی نے شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر فتنہ اسد اکر جلتے ٹھینچا اور ہاتھوں
 کی ہتھکڑیاں پاؤں کی زنجیر مان مانند تار شکبوت کے توجہ کے ایک کاڑکے مامور سے تلوار جھانکے شمشیر زنی کرنے لگا لشکر
 کفار نے الامان الامان کہنا شروع کیا اور قہر مان بھیجی مع اپنی تمام فوج و سپاہ کے سلمان ہو گیا شاہزادہ بدیع الزمان
 نے شادان اور خندان فرامرز عا و مغزلی سے کہا کہ اب تم لندھوڑ کے پاس جاؤ رہو فرامرز عا و مغزلی نے کہا کہ یہ شہر بار
 اب مجھے چھوڑ کے میں کہاں جاؤں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ ای فرامرز میں یہ ڈرتا ہوں کہ کوئی ہتھم یہ نہ کہے کہ
 بدیع الزمان کے فیرون کی اعانت اور ہمداد سے باختر میں آکے کام کیے ہیں اور باختر کو سوجھیا ہے فرامرز نے جانا کہ
 بدیع الزمان سچ کہتا ہے پھر کچھ زیادہ محبت و کمراندہ کی مگر بوقت رخصت آتا پوچھا کہ شہر بار اس لشکر کے حق میں کیا ارشاد
 فرمائے ہیں جسے آپ نے سلمان کیا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ یہ حق تیرا ہے کہ تو نے پہلے قہر مان کو سلمان
 کیا تھا قصہ فرامرز عا و مغزلی رخصت ہو کے مع فوج و سپاہ سمت در بند محمودیہ بغداد سمت خسرو بلاد ہند وستان لندھوڑ
 بن سعد اہل روانہ ہوا اتنے راہ میں شاہزادہ خا و سپاہ ملک قاسم سے ملاقات ہوئی قاسم نے پوچھا کہ ای فرامرز
 عا و مغزلی تو کہاں تھا فرامرز نے کہا کہ مجھے قہر مان از راہ فریب گرفتار کر کے حق سبحان کے لیے جاتا تھا شاہزادہ
 بدیع الزمان نے قہر مان کو کینے کے سلمان کیا اور مجھے قید سے نجات دی پھر میں نے ہر چند پایا اور مجھ کو نکسا کہ کہا کہ میں
 نیر سے ہمراہ رہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے مجھے جواب دیا کہ لوگ کہیں گے کہ بدیع الزمان نے فیرون کی اعانت سے
 باختر کو سوجھیا ہے کہ مجھے رخصت کیا ہے قاسم نے اپنے دل میں شاہزادہ بدیع الزمان کی جرات اور قوت پر آفرین صد
 آفرین کرتا اپنے لشکر میں آیا اور سب سرداروں سے کہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے فرامرز عا و مغزلی کو اپنے پاس نہ رکھا
 اور کہا کہ جو میں مجھے اپنے ہمراہ رکھوں گا تو لوگ کہیں گے کہ بدیع الزمان نے یاروں کی ہمداد اور شرکت سے کار نمایاں
 کیے ہیں غرض کسی طرح سے فرامرز عا و مغزلی کا رہنا اپنے ساتھ مناسب نہ جاتا اب لازم ہے کہ تم بھی سیب سے ملو و جاتے
 رہو میرے پاس نہ رہو پھر ہر چند سہو نے منت سماجت کی قاسم نے کسی کا گناہ مانا اور قیاس خاقان خاوری کو
 ہمراہ کر کے سب سرداروں کو مالک از د کے پاس روانہ کر دیا اور بعد اسے شاہزادہ خا و سپاہ ایک روز کا کھیلنے کو
 نکلا تھا گاہ ایک بچہ پیدا ہوا اور قاسم کو یکے بسوے آسمان اڑا اور لیا کے ایک دھن کو نشان میں تار واجب قاسم
 کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک دیو مجھے یہاں اٹھا لیا ہے قاسم نے پوچھا کہ تھے یہاں کیوں لایا ہے اُس دیو نے جواب
 دیا کہ یہ شہر بار میرا الماس دیو نام ہے اور بہت سے جن اور دیو اور غول مجھ کی اور پری زاد اس در سے میں
 رہتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیان کا ایک قانون رکھا ہے کہ اس بہاڑ میں تراز و بھر سے بندھی ہوئی
 لٹکتی ہے اور ایک بے میں تراز کے ایک بہت بجاری تھر رکھا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی قانون رکھا ہے کہ
 کوئی اس تھر سے زیادہ بھلہ ہی تھر لگے تراز کو اٹھائے اسے بادشاہ کرنا چاہیے سو پہلے میں نے اس تراز کو

اٹھایا تھا میں بادشاہ قباب ایک شہاب دیو جو آئے آگے مجھے سوانی ذوق کا تجربہ نہیں رکھتے اٹھایا آگے بادشاہ کر دیا
 سو اب مجھے آرزو ہو کہ میں بادشاہ بہان کا ہون قاسم نے کہا کہ شہاب دیو کو بلا لاسب اطلب شاہزادہ طاووسیاہ
 کے شہاب دیو کے حاضر ہوا اور ہمراہ شہاب دیو کے سب دیو پری اور جن اور غول آئے قاسم نے دس میں شہاب
 دیو کے اٹھانے سے زیادہ اس ترزو میں رکھے اٹھایا سب اجنب اور پری زاد اور دیوون اور غولوں نے الماس دیو کو دیا
 کایا بادشاہ کر دیا شہاب دیو کو مغزول کر کے تخت پر سے اٹھا دیا شہاب دیو کا کے شاہزادہ بدیع الزمان کو اٹھایا
 اور سارا حال اپنی سلطنت کا بعد اٹھانے اس ترزو کے اور پھر الماس کو بادشاہ کر دیا باعانت اور انصاف
 وزن کی ترزو اٹھالینے کا اور اپنے مغزول ہونے کا بیان کر کے کہا کہ میں نے تیرا دین پکڑا ہے اب تو مجھے بہان کا بادشاہ
 کر دے شاہزادہ بدیع الزمان نے بس میں سوانی طاووسیاہ کے اٹھالینے سے اس ترزو کے بلے میں رکھے سب
 دیوون اور جن اور پری زادوں کے روبرو دگر زمین سے بلند اٹھایا اور شہاب دیو کو پھر دیوان کا بادشاہ کر دیا
 اور الماس پھر مغزول ہو کر تخت پر سے اٹھ گیا قاسم نے کہا کہ میں پھر اس ترزو کو زیادہ بوجھ رکھ کے اٹھاؤنگا اور یہ کہنے
 و دین بوجھ بڑھا کے قاسم نے اس ترزو کے اٹھانے کا ارادہ کیا کہ ایک طرف کا پلہ ترزو کا ٹوٹ گیا قاسم نہایت دہم ہوا
 ہو کر کہنے لگا کہ اس ترزو کو خیر بناؤ میں اٹھاؤنگا دیوون اور جن اور پری زادوں اور غولوں کے کہا کہ یہ قانون حضرت سلیمان
 نے نہیں رکھا کہ ترزو سے سلیمان کو دوبارہ نیک کوئی اٹھائے اس پر کہنے سمجھنے دگر شہاب کے قدم چومے
 اور کہا بس یہی نسل بعد نسل اور بیٹا بعد بیٹن ہمارا بادشاہ ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے جب دیکھا کہ قاسم بہت
 متعجب اور ادا اس ہوا تب شہاب دیو کو نو بادشاہ کیا مگر الماس دیو کو دلیل سلطنت اور شہادت شہاب دیو کا کر کے
 فرمایا کہ سوقت ہم گنجاب پر لشکر کشی کرینگے تم ہی اپنے دیو پری جن غولوں کے لشکر کو لے کے سنجان میں حاضر ہونا اور یہ کہنے

شاہزادہ بدیع الزمان بہت سنجان بادشاہزادہ قاسم سے ہمانندہ

اب دو ملے داستان گنجاب بن کچورین ملک حران پوش کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ گنجاب سے لشکر ملک خستہ چارباغ کے مہد ان میں جو دانش تھا اسے علم دیا کہ تباری فوج جلد کردین برسر بدیع الزمان
 لشکر کشی کر دنگا علقمہ ذریعے غرض کی کہ اسے پیچھے مرسل تھے لازم نہیں کہ نو اب فوج کشی کے بدیع الزمان سے مقابلہ کرے
 مان سر درون کو مع لشکر روانہ کر کے جاتے ہیں تری ہنگ ہوئی جوتے گا کہ پیدہ ہو ملک باختر کا پیغمبر ایک ادنیٰ
 بدیع الزمان سے جنگ کرنے لیا تھے لوکی حیرت انگیز علقمہ نے جو یہ کہانہ بختیارک نے کہا کہ اسے گنجاب مجھے ثابت ہوا کہ
 کہ تیرا وزیر سلیمان ہے کہ ہمیشہ یہ دربر دگامی بدیع الزمان کی کر کے اسے بجا دینا ہی بختیارک کی فساد اور اغوا سے
 گنجاب نے علقمہ کو گالی دی اور کہا کہ واقعی تیری تقریر سے ایک جیبہ بدیع الزمان کا پایا جاتا ہے علقمہ ذریعہ اپنے
 دل میں سوچا کہ گنجاب نہایت تیرہ دل اور سیاہ درون ہے شعر اب زفرم و کوثر سفید خوان کردہ گلیم خیمت کے را کہ
 بافتہ سیاہ یہ کا ذرا کفر ہے کسی طرح نہ مانے گا اور شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن برا صاحب اقبال مقبول خدا سے
 ذرا بجلال نہایت صاحب اقتدار اور ملک لشکر و شہار کا ہو گیا ہوا اس کے امیر حمزہ صاحبقران بھی مع تمام سردار
 لشکر اسلام اس ملک باختر میں تشریف فرما ہو چکے اب یہ گنجاب پھر کچھ نہیں کر سکے گا بستر میں ہے کہ میں بھی خدمت
 شاہزادہ بدیع الزمان دلا قدر عالی منزلت حاضر ہوں اور کار سرزدی اور طان تباری میں سعادت دارین اور افتخار
 کو نہیں اتنا سمجھوں غرض یہ سوچ کے علقمہ ذریعے گنجاب سے کہا یا پیغمبر مرسل تو بر سر جنگ ہے اور یہ بات
 تو مشہور ہے کہ جنگ دوسرا در دلدہ مصلح دولت ہے کہ خزانہ اور جہانہ وغیرہ کا حکم سے تو میں اسے لے جا کے

قلعہ فولادین رکھوں تاکہ اگر شکست بھی ٹھنڈی نہ ہو جائے تب بھی ایک طاقت خزانہ سیم و زر اور جو اہر کی توریہ گنجاب کو
یہ سلاح علقمہ وزیر کی بہت پسند آئی اور تمام خزانہ اور بختیہ اپنا علقمہ وزیر کو سپرد کر کے سمت قلعہ فولاد و حصہ کیا اور
علقمہ وزیر گنجاب کا خزانہ چھکڑوں اور تیروں پرلہ و گے سمت لشکر بدیع الزمان روانہ ہوا

اب چند کلمے داستان شوکت بیان سلطان والا نشان امیر حمزہ صاحبقران سے بیان کیے جاتے ہیں
کہ جو وقت سلطان صاحبقران سے شاہ عیاران عیار عمر و بن امیہ نامہ در حسب الافیاد حضرت خضر علیہ السلام کے اُس باغ
طلسم میں آئے تھے وہیں تھے تو اُنظار میں تھے کہ دیکھتے شاہزادہ بدیع الزمان طلسم کشائی طلسم جالبینوس کی کب کرے تاکہ
ہماری بھی رہائی بیان سے ہو ایک روز کی نقل ہو کہ ایک آواز پیدا ہوئی کہ کوئی شخص یہ کتا ہوا در بند بیان طلسم خردار ہو جاؤ کتا شاہزادہ
بدیع الزمان نے طلسم جالبینوس کو توڑا جسکو سوقت بیان سے نکل جاتا ہوا نکل جسے دم بھر میں ایک ہرن پیدا ہو گیا تھے
پچھلے نکل جاتا یہ شکر امیر یا تو قیر بہت خوش ہوا اور دیکھا کہ ایک ہرن مانند شیر زبان کے تمام اُسکے جسم پر خال شیر و سفید
ہیں ایک جانب سے نمودار ہوا امیر یا تو قیر اور عمر و اُس ہرن کے تعاقب میں چلے جاتے جاتے جو وقت کہ اُس خاکستر سے باہر
نکلے صاحبقران دوران نے دیکھا کہ وہ ہرن غائب ہو گیا تب سلطان صاحبقران نے جانا کہ ہم اب طلسم سے باہر نکل آئے
بس سلطان صاحبقران اور شاہ عیاران عیار دونوں وہاں سے آگے روانہ ہوئے اتنے راہ میں امیر یا تو قیر نے عمر و سے
فرمایا کہ تو مجھے سرخیل و فادادان مقبل و فادادار کو مع حیلان حرم محرم کے بیان سے آ اور احوال کا فزون کا بھی دریافت
کرنا تاکہ اب وہ سب کس فکر و تدبیر میں ہیں حسب انکم سلطان باکر کے عمر و وہاں سے روانہ ہوا اگر بیان کا حال کہنے کہ
عشق اور عشق در بند ہی سلطان صاحبقران کو مع شاہ عیاران عیار طلسم خاکستر میں ڈال کے آپ کتا سے کتا سے
طلسم کتے کہتے ہوئے قلعہ عیار میں آئے مقبل و فادادار سے کتا بھیجا کہ امیر حمزہ یا تو قیر تو سمت باختر روانہ ہوئے اور ہکو
بھیجا کہ ہم اور تو دونوں مل کے نگہبانی ناموس صاحبقران کی کریں مقبل نے یہ پیام عشق اور عشق در بند ہی کا فتنے
جواب دیا کہ میرے اور صاحبقران دوران کے ایک نشان کا قرار ہو چکا ہے اگر وہ نشان ہم دونوں ملان تو ہاؤن کہ تم دونوں مع
کہتے ہو جب عشق اور عشق نے جانا کہ مقبل نے ایک محنت نکالی زیر قلعہ فیمہ استاد و کردا کس سے اپنی فوج و سپاہ کے اُتر پڑے
اور فوج و سپاہ کو بھی وہاں اُترنے کا حکم دیا روز دم آشوب آخر شمارنے زیر قلعہ ہاتھ آ کے تباہ و زبند کیا آخر مقبل ہوشیار
ہو جا کہ ہم نے امیر حمزہ صاحبقران کو بھیجا کہ طلسم خاکستر سلیمانی میں چسپا دیا اب اگر امیر کی عمر و فوج ہو گی تب بھی ناقید جاتا
اُس طلسم سے امیر کی نجات اور غلصہ ہوتا غیر ممکن ہے اب تیرے کشتی کچر میں نہ جائے گی تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ تو حفاظت
ہماری قبول کرے قلعہ سے باہر نکل آ جب سرخیل و فادادان مقبل و فادادار نے گفتگو عشق اور عشق اور آشوب آخر شمار کی
شنی تو تیر کو ترکش سے نکال کے گوشہ گمان میں پست کیا اور زہ کو دہ کو ملا دیا اور شاہ سینہ آخر شمار کا تاناک کے تیر کو
پر تاب کیا تو وہ تیر نکل خرقہ کے سینہ سے آشوب آخر شمار کے باہر نکل گیا اور دم بھر میں چرک کر دھل جہنم ہوا اور عشق
اور عشق نے آشوب آخر شمار کا مارا جانا دیکھ کے حلقہ کیا اور قلعہ پر جا کے لڑائی کرنا شروع کی اور چاہا کہ اُسکو زیر کر کے
قلعہ اس سے چھین لین مختصر کہ تین مہینے کامل ہر روز و حملہ فوج کفار کا قلعہ پہاڑ پر ہوتا رہا اور ہنگامہ زرم و پیکار گرم
رہا مگر غلامان ناک پروردہ ہوروی صاحبقران دوران کے ہر دم سر فرشی اور جان نثاری کرتے تھے اور مقبل نے
شبانہ روز بوجہ تیروں کی لشکر کفار پر کر بھی تھی کہ ہزاروں کفار دھل جہنم ہو چکے تھے قضاے کار بعد میں جیسے کے
آج ہر روز اُس اور حملہ فوج کفار کا قلعہ پہاڑ پر تھا کہ شاہ عیاران عیار عمر و بن امیہ نامہ در حسب انکم
امیر حمزہ صاحبقران کے واسطے بلائے مقبل اور طلب ناموس کے روانہ ہوا تھا وہاں آگے پہونچا اور یہ رنگ

سید ان جنگ کا اور پوش فوج کفار کی قطعہ تیار پر پکڑ کے دین سے بلٹا اور بندت امیر باوقیر کے سارا حال کیا سلطان
صاحبقران یہ حال سننے نہایت درہم برہم ہوئے اور اشقر دیو زاد پٹیلے نے بہت تمام روبرو قطعہ کے پہونچے اور غصہ
اور دیکر جگہ کھینچ کے جانب لشکر عشق و عینق مخاطب ہوئے عشق اور عینق در بند سی نے جو دیکھا کہ امیر حمزہ صاحبقران
آپہونچے و دونوں اپنے اپنے ہاتھ و مالوں سے باندھ کر اور تلواروں کو در تنوں سے پکڑ کے حضور سلطان صاحبقران آئے
اور اپنے اپنے سر قدم عالی امیر عالی مقام پر رکھ کے عذر خواہی کرنے لگے اور کہنے لگے دلائلین اغیظہ و العافین
عن الناس و امیر حبیب اسنین قطعہ ناکرہ گناہ در جهان کیست بگوہ آن کس کہ گنہ نکر دیون رست بگوہ من بدکنم و تو
بد مکافات دہی پس فرق میان من و تو چیست بگوہ سلطان و لا قدر عالی منزلت نے پھر حقوق قائم فرمایا اور وہ دھوکہ
پھر از سر سرس اور مکاری کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے عمر و نے ہر چند امیر باوقیر سے کہا کہ یہ دونوں شرعاً باسلام ہرگز
غیبین ہوئے امیر نے فرمایا کہ خواجہ اپنا سر کھائے میرا کیا کر سکتے ہیں انقصہ بعد ایک مہینے کے عشق اور عینق در بندی
نے پھر کھانے میں بیہوشی دی اور سلطان صاحبقران اور عمر و اور مقبل کو بیہوش کر کے مطلق اور سلسل کیا اور
بعد اسکے قتلہ رفع بیہوشی دلوایا جب امیر کو ہوش آیا تو بہت ساقطاب کر کے ایک اعرابے پر بٹھلا دیا اور
مع لشکر امیر کو لے کر سمت سببا کل روانہ ہوئے ابھی پہلی ہی منزل تھی کہ سامنے سے ایک گروہ نمایاں ہوئی اور جو وقت
وہ گروہ بھی تو دیکھا چار لاکھ سوار کا لشکر چلا آتا ہی غرض بعد امداد حال معلوم ہوا کہ طور سرکن نامے پہلوان
حسب حکم لقا سے شرک خدا داسے گرفتاری بدیع الزمان کے سمت کسبجان جاتا ہی عشق اور عینق
در بندی از روئے استغنا دور دور ایک قتل قید امیر حمزہ صاحبقران نامہ کے لیے ایک صف کو روانہ ہوئے
طور سرکن نے جو یہ خبر سنی کہ عشق اور عینق در بندی امیر حمزہ صاحبقران نامہ کو مطلق اور سلسل کیے
بخدمت خداوندیے جانے ہیں طور سرکن نے ایک سوار کو بھیج کے عشق اور عینق در بندی کو اپنی بارگاہ
میں لایا اور پوچھا کہ تم نے امیر حمزہ صاحبقران دومان کو کیوں پکڑا؟ عشق در بندی نے کہا کہ ایک نیزے
میں حمزہ کو بین نے گھوڑے پر سے گر کے شکنجے باندھ لیں یہ حال سننے کے طور سرکن نے کہا کہ حمزہ صاحبقران
کو میرے سامنے لاؤ عشق در بندی حمزہ صاحبقران عالی مقام کو روہر طور سرکن کے لے گیا امیر باوقیر نے
جو وقت اندرون بارگاہ طور سرکن کے قدم رکھا بھریں اہل اسلام کے سلام کیا طور سرکن نے بڑی عزت اور
توقیر سے سلطان و لا قدر عالی منزلت کو مندی پر بٹھلایا اور ایک بہت سلطان و لا مرتبت امیر حمزہ صاحبقران
دوران کی دل میں پیدا ہوئی اسوقت اسے امیر باوقیر سے پوچھا کہ ای حمزہ صاحبقران شہرہ تیری شجاعت
اور بہادری کا اجڑا و کثافت عالم میں قاتلے قاتلات ہو بخار و میدان مصاف زلزلات تو مشہور اور
معدود ہوا پھر یہ بات کچھ میرے ذہن میں نہیں آئی کہ عشق در بندی نے مجھے ایک نیزے میں گھوڑے پر سے
گر کے باندھ لیا سلطان و لا قاتل نے فرمایا کہ وہ کونسا مسخو اکتاہی کہ مجھے ایک نیزے میں اسے دھکب پر سے
گر کے باندھ لیا ہی محض جھوٹ اور سرسفلہ ہو اور یہ کیلے از ابتدا تا انتها ساری حقیقت بیان کی طور سرکن
نے کہا کہ ای حمزہ صاحبقران بھلا برگزشتہ ملوایا اگر اب میں پھر تجھ سے قید سے نجات دے کے پکڑ لوں تو ہوسکتا
تو خداوند لقا کو سجدہ کرے گا امیر باوقیر نے کہا مجھے قبول ہی طور سرکن نے کہا کہ اچھا تمہاروں کو طلب کر کے
حمزہ کی قید کو اور عشق در بندی نے کہا کہ ای طور سرکن یہ حمزہ عربی اگر تو اسکی قید کھلوادے گا تو پھر اسکو کوئی
انہیں پکڑ سکتا طور سرکن نے عشق در بندی کو گالی دے کر کہا بس اب تو کسی مقدمہ میں دخل نہ دینا اس جرم میں

اٹھارہ سو قید کائنات کے آئے، امیر حمزہ صاحب قرآن نے آٹھ سو دن کو تادمہ قید کائنات کا دیکھ کر غور و اندیشہ کر کے
 کھینچا اور ماقون کی تہذیب و تمدن کی تیریاں گلیے کا طوق بیلون کی خاردار لٹو مانند تار عنکبوت کے کوڑکھینک دیا
 اور طور سر کن سے دست و گریبان ہو کر دو پہر کے بعد کمزور طور کا پتھر کے زمین سے اٹھا لیا اور چرخ سے کرچا ہوا زمین پر رہنے
 طور نے عرض کی کہ امیر سلطان صاحب قرآن میں شرط و مدت یہ ہے کہ مجھے سو سو ہفتہ کو کے یا مال نہ کیجیے امیر با توقیر نے باہشتی
 طور کو زمین پر رکھ دیا طور سر کن نے از سر صدق دل کلمہ شہادت پرورد کے سلام قبول کیا عشق اور عینق بھی از سر صدق سلطان سے
 حسب اتفاق طور سر کن کی ایک بیٹی جمیلہ صفت نشین نہایت حسین خسی اسکو نذر امیر کی کر کے عرض کی کہ امید و ہون یہ آپ کی
 کنیزی میں سر فراز ہوا امیر با توقیر نے اس سے عقد کیا اور بعد سے اس کے دو لڑکے پیدا ہوئے ہیں کہ ایرج نامہ میں اکثر
 کار نامے نمایاں کر نیے اب مال نیے کہ جہوت سلطان صاحب قرآن نے طور سر کن کو سلطان کر کے عمرو کو واسطے
 خبر گیری شاہزادہ بدیع الزمان کے روانہ کیا اور آپ محبت پیش میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ نظر کردہ علی عمران مشہور لغز
 صاحب قرآن صاحب بغداد گران ہتر قرآن آیا اور بعد دعا اور تہ کے عرض کیا کہ یا سلطان وراثت شاہزادہ
 بدیع الزمان نے شہر سنجان کو سر کر کے جو امیر غریب دمان کا مسلمان ہو گیا اسے تو سر فراز کیا جسے کفر و کاذبی کو ترک
 کر کے ملت بغضا اور دین اسلام قبول نہیں کیا اسکو قتل کیا امیر با توقیر بہ خبر نیے بہت خوش ہوئے بعد اسکے سلطان
 صاحب قرآن نے احوال قاسم کا پوچھا متر قرآن نے جو کچھ کہ قاسم نے دمان کیا تھا وہ بیان کیا امیر قاسم کا مال نیے
 قاسم سے نہایت ناراض ہوئے روز دوم سلطان باکر نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے شاہزادہ
 بدیع الزمان کی خبر دے مجھے وہ متر قرآن نے عرض کی غلام بھی خبر شاہزادہ عالی مقام بدیع الزمان نامہ الی بیک حضور
 حاضر ہوتا ہے سلطان عالی منزلت سے نصرت ہو کے سمت سنجان جاتا ہے

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان سے گذارش کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ بدیع الزمان اپنی بارگاہ میں پہنچا ہوا تھا یکایک خبر پہنچی کہ گنجاب کا پیش خم بہت سنجان روانہ ہوا
 شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ شعر سرنی جم زخمی شہید ہر چہ آید بر سر من یا نصیب پیش خم کیا وہ گنجاب اور تمام
 لشکر آئیگا تو کیا اندیشہ ہے خدا سے مانرگت ابھی ہی کہ رہا تھا کہ ناگاہ ایک تخت شاہی دو دروش پر لیے ہوئے آسمان
 سے زمین پر بارگاہ میں شاہزادہ بدیع الزمان عرض جاہ کی آرزو اور حال گردن خاقان عین ہنگام مقام و
 مجاہدہ ضرب و شمشاد و قولا و دیو کی ماتہ تو تا بہرام کا جو کچھ کہ گذر خاص بیان کیا اور عرضی بہرام کی نظر انور
 شاہزادہ نامہ سے گذرانی شاہزادہ بدیع الزمان نے معنون عرضی کا مطابق ان چار دن دیووں کے بیان کے پایا
 اور بعد اسکے اپنے سرداروں کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ یارو گنجاب ایسے دشمن صعب اندر و دست سے تو
 لشکر کشی مجھ کر کے پیش خم اپنا اس طرف کو روانہ کیا ہے اب میں تھیر ہوں کہ کیونکر پردہ قاف میں جا کے بہرام گرد
 بن خاقان عین کا شریک حال ہوں اور جو نہیں جاتا ہوں تو خلافت میری وضع کے اور بعد از مدت ہر چہ
 دیووں سے پوچھا کہ پردہ قاف کے جانے آنے میں کتنے دنوں کا عرصہ ہو گا چاروں دیووں نے کہا کہ آٹھ روز آنے
 میں اور جانے میں گذر نیے اور دو ایک دن میں دمان تصفیہ لڑائی کا ہو گا سب دس بارہ روز کا عرصہ گذر جائے گا
 شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ میر دس بارہ روز تو کچھ مشکل نہیں اگر گنجاب بہت جلد آئے گا تب بھی دس
 بارہ دن میں نہیں چلے گا یہ کیلے اس تخت پر سوار ہوا اور وہ چاروں دیو تخت کو لے کے قلعہ قاف سوم میں آئے
 کا فور پر پی زاد سر بہرام گرد بن خاقان عین استقبال کر کے اپنی بارگاہ میں لایا اور شاہزادہ بدیع الزمان

کو دیکھ کر بہرام گردین خاقان جن رونے لگا شاہزادہ بدیع الزمان نے سبب رونے کا پوچھا بہرام نے کہا مجھے
اور مرزبان خراسانی سے بچپنی کا قریب ہے اب میرا تما غصہ ہو گیا اور ایک ماہ سے میں مرزبان خراسانی کے روڈ
کیا کر سکو نگا شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ حال سنے بہت سا غصہ کیا اور بہرام کی نہایت بھولی اور تسلی
کر کے کہا کہ اے بہرام نظر کرم کر یہ کاہنہ کو تمہیں سب طرح کی قدرتیں شعر مرده راوی روح ساز دہ زندہ ریحان
کنڈ بہر گد سے را کہ خواہد در دے سلطان اندر یہ بیان خوشا ہر ادا بدیع الزمان سے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ وہاں
فولاد دیو کو خبر ہوئی کہ کا فور شاہ پر ہی زاونے پر وہ دنیا سے ایک آدمی کو میرے مقابلے اور مجاہدے کے واسطے بلایا کہ
فولاد دیو نے اسی وقت جبل جنگ بخود لایا اور زور دم میدان میں کل کے بازار طلب ہوا شاہزادہ بدیع الزمان
والاشاق بیخہ ظہورث دیوبند کیڑے کے مقابلے میں گیا فولاد دیو نے شاہزادہ عالم کو دیکھ کر پوچھا کہ اے خیرہ سر
کو کون ہو جو مجھ سے بر سر جنگ آیا ہے اور جو فضا گریبان گیر ہو کر مجھے یہاں لائی ہے تو خیرے ہو شیاد ہو جا اور ایک
غرب میرے ہاتھ کی لے یہ کہے ہی وار شمشاد بر سر شاہزادہ بدیع الزمان ماری شاہزادہ عالم نے سپر کو
پناہ کیا اور بافضل از دی شاہزادہ بدیع الزمان اسکی ضرب کو روک کے اس دیو کے پست گیا اور زور کشش
لگا ہونے لگا غوزی دیر میں شاہزادہ عالم نے لشکر فولاد کا توڑ کے اٹھایا اور زمین پر مار کے چاہا کہ سر اس دیو
کا کاٹ ڈالے فولاد دیو نے عجز اور انکسار و روکے کہا کہ اے خیرہ میرے قتل نہ کر میں اسلام قبول کرتا ہوں شاہزادہ
بدیع الزمان نے فولاد دیو کو کلمہ پڑھو کے سلمان کیا اور سپہ سالار ملک کا فور شاہ کا گیا اور دلا رام شہرین
مزار ملک کا فور شاہ کی بیٹی کو بہرام گردین خاقان جن کے ساتھ منعقد کیا چنانچہ بسن سے دلا رام کے ایک
لڑکی پیدا ہوئی ہے کہ فورج نامہ میں اس لڑکی سے بہت سے کار نمایاں غور میں آئیں گے بعد ازاں شاہزادہ
بدیع الزمان نے بہرام سے کہا کہ اب تم بھی پیش کر دو وقت لشکر کشی بر سر گنجاب آنا یہ کہے بہرام گردین خاقان جن
اور ملک کا فور شاہ پر ہی زاونے نصرت ہو کے اسی وقت پر سوا ہوا اور وہی چارون دیو بدیع الزمان کو
تخت پر بٹھلا کے شہر سخنان کی طرف روانہ ہوئے ہیں

اب دو کلمے داستان شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ خاور سیاہ نے چاہا کہ تباری لشکر کی کر کے بر سر گنجاب روانہ ہوں عرصہ میں بارہ ہفتہ سواروں کی آلی
بطون کفار قاسم کو سلام کیا شاہزادہ خاور سیاہ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو انھوں نے کہا کہ ہم گلستان کوہ
سے ایک عرضداشت لے کے آئے ہیں اور یہ کہیے وہ عرضی ملک قاسم کو جو اسے کی نہیں ملے تعریف لقاے مشرک
خدا کی بعد ازاں تعریف گنجاب کی بعد اس کے جبریل اور میکائیل اور ہیرافیل اور غزرائیل کی لکھ کے مرقوم تھا کہ
میں مشور شاہ گلستان کوہ کا بادشاہ ہوں خدمت شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم سے اتنا اس رکھتا ہوں
کہ گنجاب نے مجھے اپنی مدد کے واسطے طلب کیا ہے اور مجھے ایک مشکل درپیش ہے بارہ ماہ میں نے جھنور خداوند لقا
اور خدمت گنجاب عرضیاں بھیجیں مگر کسی نے کچھ جواب مجھے نہ دیا اور کسی نے وہ مشکل میری حل نہ کی شہرہ اور
تعریف تیری جو انفرادی کی شے ہیں نے یہ عرضداشت مجھے لکھی ہے اگر تو میری مشکل کو حل کر دے میں تیری شہرہ اور
اور غلامی بدلی و جان اختیار کر کے سلمان ہوتا ہوں اور تیرے ہمراہ رکاب گنجاب سے مع چار لاکھ سوار
کی فوج و سیاہ کے لڑنے کو حاضر ہوں اور جو تو میری مشکل حل نہیں کر سکے اور تو نہ آئے گا تو میں گنجاب کی
مدد کے واسطے جاتا ہوں جو زمین شاہزادہ خاور سیاہ نے عرضداشت چرچہ کے ارادہ چلنے کا کیا

سرداروں نے عرض کی کہ شہر بارشکو بھی ہمراہ لیجائیے قاسم نے کہا کہ بدیع الزمان جہان پرورد و جنگ تنہا بجان واحد جاتا ہے اور کار نمایان کر کے مرجعت کرنا ہی کچھ لشکر کے لیجانے کی احتیاج نہیں ہے بلکہ میں کچھ آدی ہمراہ لے کے سمست گلستان کوہ رودانہ ہوا جبکہ خبر از شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کی منصور شاہ نے سنی وسطی ہفتالی کے سوار ہوا اور شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کو تربے اغرا اور ایک مہ سے لے کر کشت پر پہلایا شاہزادہ خاور سپاہ نے پوچھا کہ مجھے کیا شکل در پیش ہو بیان کر منصور شاہ نے کہا کہ اسی شہر پر اس بیاض زمین ایک درہ ہو کہ جائزے اور گرمی اور برسات میں کیسان ہنر و خرم رہتا ہے اور اس درے کو درہ گلستان یا ختر کہتے ہیں اور اس درے میں ایک طاق ہے مگر عیشہ بند رہتا ہے اور یہ اس طاق کے دو سو راخ ہیں اور اس درے پر ایک تصویر بخت جوشن کی بنائی ہے جو بیرون اور کاہنوں نے حکم لگایا ہے کہ جو شخص اس پر تیر لگائے اگر نشانے پر لگے تو مراد اسکی حاصل ہے اور جو تیر کا ٹوٹ جائے تو ایک اور پیدا ہوتی ہے اور اس سو راخ میں سے ایک ہاتھ نکلتا ہے اور اس شخص کو کپڑے ایک باغ میں لیجائے ڈال دیتا ہے اور یہ اس شخص کا کہیں پتہ اور نشان کسی کو نہیں ملتا یہی شکل مجھے در پیش ہے میں جانتا ہوں کہ یہ رزق مجھے شکست ہو جائے شاہزادہ خاور سپاہ نے کہا اسم اللہ ابھی یہ کیلے اسی وقت سوار ہوا اور اس درے پر لے گیا ایک سنگ سفید بڑا ہے اور جو کچھ منصور شاہ نے بیان کیا تھا وہی سب کیفیت وہاں دیکھی شاہزادہ خاور سپاہ نے ہزار مرتبہ نام جناب حق تعالیٰ کلمے کرتے تیر اس تصویر پر بار اور تیر اسکی حمایتی پر آ کے لوٹ گیا اسوقت واقعی ایک آواز وہاں سے پیدا ہوئی اور ایک ہاتھ اس سو راخ میں سے نکل کے قاسم کو آٹھائے جلالت دم پھر کی نہ ملی اور وہ دروازہ بند ہو گیا قاسم کو اندر لیجائے ڈال دیا منصور شاہ نے جو حال دیکھا شاہزادہ خاور سپاہ کے ہمراہ کے لوگوں سے کہا کہ وہ اب تم سب یہاں سے جہان جی چاہے جا کے خوار ہو ملک قاسم کی کرد کہ اب یہاں سے زندہ و سالم قاسم کا نکلتا اشکال اور بہت دشواری کستار رہے ہیں اخی سلیمان بن چند سردار و ق کے گریبان چاک کر کے خاک سر پر ڈالتا وہاں سے بمشورہ سب سرداروں کے خدمت شاہزادہ بدیع الزمان رودانہ ہوتا ہے

اب شہد و استان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان سے بیان کیا جاتا ہے

جبکہ شاہزادہ بدیع الزمان پردہ قاتلین بہرام کردین خاقان عین سے رخصت ہو کے قلعہ سنجان میں داخل ہوا اور چاروں دیوون کو فتح رفت رخصت کر کے آپ بارگاہ میں جلوہ فرما کر اسوقت حکم دیا کہ نامے ہر ایک دلاور اور ہمدار کو لے کر رودانہ کرو کہ سب اپنی اپنی فوج و سپاہ لے کے میدان نرم گاہ میں آ کے حاضر ہوں اور جو ہمدار کا مستحب حکم شاہزادہ عالم کے زمانے کے چار طرف رودانہ ہوے بعد ازاں شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان وسطی تجوز میدان جنگ کے سوار ہوئے نکلا خاک ناگاہ ایک طرف سے ایک فوج آدمیوں کا سر پر ہند و خاک یزان اور نادر و فرید گلستان گریبان چاک نمایاں ہوا اور شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر خوب سی سزئی اور سینہ کو بی کر کے داد دیدار کرنے لگے شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ صاحب کیا سبب تمہارے شیون و شین اور چاک گریبان اور خاک افشانی کا ہے ان سہوں نے سارا حال شاہزادہ خاور سپاہ کے طلسم میں جا کے مفقود و بخر ہو جانے کا بیان کیا شاہزادہ بدیع الزمان یہ خبر سنے نہایت غمگین اور بے چین ہوا اور اندر دیکھیں ہو کے اپنے دل میں سوچا کہ اب مجھے اس طلسم میں جانا د جب ہر شاید کوئی کام مجھ سے بن لے فضل بن گیا جو ر خون آشام نے توجہ فلا شاہزادہ دلاشان کی سمت طلسم میں جانے کی دیکھ کر منع کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے نہ مانا اور فضل بن گیا جو ر خون آشام کو ہمراہ لے کے اس درہ طلسم کی جانب چلا اور وہاں جا کے اسی طاق سے تیر اس تصویر پر بار اور شاہزادہ بدیع الزمان کا کسی ہنر نشانے پر پہنچ کر لوٹ گیا اور

اسی طرح سے اُس تصویر سے ایک آواز مہیب پیدا ہوئی اور ایک ہاتھ اُس سورج میں سے نکل کے شاہزادہ عالم کو اٹھا
 لے گیا اور اسی باغ میں لیجا کے چھوڑ دیا بیان منصور شاہ نے فضل بن گیا ہو خون آشام سے کہا کہ اب تو بھی
 جگہ کے غرادر بدیع الزمان نامہ کا تاقید حیات رہ فضل بن گیا ہو خون آشام نے اہل گریبان چاک کر ڈالا اور
 سر زمان و سینہ کو بان گریبان و مالان فقیر ہو کے اسی درے میں بیٹھ گیا وہاں جس وقت انکو شاہزادہ بدیع الزمان کی
 گلی تو دیکھا کہ برابر قاسم کے منی ہی بیٹھا ہوں شاہزادہ خا ورسپاہ نے شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھا کہا جان میں ہوں وہاں تو کیوں آیا
 شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا قاسم تو بھی عجیب طرح کا جاہل مطلق ہے میں اپنے اختیار سے آیا ہوں جو مجھے یہاں لاسے
 بیٹھلا گیا وہی مجھے بھی یہاں لایا قاسم نے کہا اب تو مقدمہ میں قلم سنجان کے کیا کتاب گنجاب تو میرا ایک مہید
 لاغری اور ملک باختر میرا حق ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ گنجاب میرا شکار ہے کل باختر کو میں نے سحر
 کیا ہے رفتہ رفتہ یہاں تک گفتگو برسی کہ نوبت کشتی اور کوسم لکھاسا کی پہنچی زنجیروں کے شور و غل سے پاساؤں نے
 جو آپس میں دونوں کوڑتے دیکھا انھوں نے جا کے اپنے بادشاہ سے اطلاع کی بادشاہ نے دونوں شاہزادوں کو
 اپنے روبرو طلب کر کے پوچھا کہ پہلے دیا دئی اور پیشہ کشتی کسے کی ہے شاہزادہ خا ورسپاہ نے اشارہ سمت شاہزادہ
 بدیع الزمان کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ پہلے تو نے زیادتی کی اب منکر ہوا جاتا ہے مگر معلوم ہوا کہ قتل
 ہونے سے ڈرتا ہے غیر اگر یہی تیرا خیال ہے تو اول پیشہ کشتی میں سے کی ہے شاہزادہ خا ورسپاہ نے کہا واقعی سچ تو یہ ہے
 کہ پیشہ کشتی اور زیادتی پہلے میں سے ہی کی ہے بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکا پہلے ہاتھ کا تو بید اسکے قتل کرنا جب شاہزادہ
 بدیع الزمان نے یہ رنگ دیکھا تو انھوں کو کوسم دے کے کہا کہ پہلے مجھے قتل کر دے کہ میں شاہزادہ خا ورسپاہ کے دشمنوں کو قتل
 ہونے نہ دیکھوں قاسم نے کہا کہ اے بادشاہ تو پہلے مجھے قتل کر کہ میں شاہزادہ بدیع الزمان کے دشمنوں کی مرگ نہیں دیکھ سکوں گا یہی
 بحث و کراہیں دیکھا کہ کبشاہ بیٹا جادو کا کہ ملک قاسم کے ہاتھ سے بھائی کے اس علم میں آئے تھے ہر ایک
 اور جادو کا قاسم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور اس علم میں بھی کبشاہ کا بادشاہ کبشاہ نے جو قاسم کو دیکھا
 تو پہچان کے اپنے چچا سے کہا کہ اے عم بزرگوار اس جوان بعل پوش قاسم نے میرے باپ جادو کو مار ڈالا
 اور میں نے اس جوان سے وہ نیکی کی تھی کہ تین مرتبہ زرنج جلا دے بیٹھا ہوا دیکھ کے اٹھا لایا اور اُسے اسکے عوض
 میں میرے ناموس کے خراب کرنے کا قصد کیا اور مجھے بڑے بڑے آزار دیے ہیں میرے بھائی اور جادو میرے
 باپ کو مار ڈالا ہے لہذا امیدوار ہوں کہ اس جوان بعل پوش کو مجھے حواس کر دے کہ اسکو لیجا کے میں بعد اب اہم
 قتل کر دن بادشاہ علم یعنی کبشاہ کے چچا نے کہا اے کبشاہ تو ان دونوں کو جہان جی چاہے لیجا کے قتل کر خواہ
 کذا کر کبشاہ نے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کو اپنے چچا سے لے کے اپنے ساغر کے ساحروں سے حکم دیا
 کہ ان دونوں کو درمیان دریا سے محبط کے قلعہ کوہ پر چھوڑ دو چنانچہ شب اکمل کبشاہ کے چند ساحر شاہزادہ
 بدیع الزمان اور قاسم کو لیجا کے دریا سے محبط میں قلعہ کوہ پر بھلا کے چلے آئے شاہزادہ بدیع الزمان نے
 جو غور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ پہاڑ کاں خفا قتل کا ہے دونوں شاہزادے جڑ شقا قتل کی کھوکھو کر کھاتے تھے اور ایک
 مہینا میرا اُس پہاڑ پر ہے آخر الامرجب کہ بہت تنگ ہوئے تو یہ تدبیر خیر الی کہ ایک درخت کو اٹھاڑ کے وہاں میں
 ڈال دیجیے اور اُس پر سوار ہو کے کسی طرف نکل چلیے اور یہی تدبیر کر کے دونوں نے دو درخت اکھاڑ کے دریا میں
 ڈال دیے اور پھر دونوں صاحب سوار ہو کے چلے قضاے کار باد مخالفت چلی کہ شاہزادہ بدیع الزمان ایک طرف
 اور شاہزادہ قاسم ایک طرف کے نکل گئے پہلے قاسم نے درے سے ایک خیرہ دیکھا جب وہاں پہنچا تو ایک دیو کو

دیکھا کہ مثل سلی کے گلزار رنگ تھا اور نام اُس دیو کا گلگون دیو تھا قاسم کو وہ دیو دیکھ کر دڑا اور قاسم سے پشت کر
 زور کشتی کا کرنے لگا قاسم نے اُسے تھوڑی دیر میں اُٹھ کے دے مار دیونے کہا اور آواز دہستے اپنے دین کے مجھے جوڑو
 قاسم نے کہا تو مجھے ملک باختر میں پہونچا دے دیونے کہا کہ اس م نام ایک جادوگر مجھے لاکے یہاں بٹھالایا ہے اس کے خون
 سے میں کہیں یہاں سے جانیں سکتا اگر تو اُس ساحر کو مار ڈال تو میں تجھے باختر میں لیجا کے پہونچا دوں قاسم نے کہا مجھے
 ایسی گھات بر تو بھلا دے کہ وہ آئے میں اُسے پکڑ لوں اور مار ڈالوں گلگون دیونے قاسم کو ایک کہیں گا وہ میں جاکے
 بٹھا دیا جس وقت وہ ساحر آیا ملک قاسم نے کہیں گاہ پر سے ایک تیر اُس جادوگر کو مار کر جہنم واصل کیا گلگون دیونے
 جب دیکھا کہ وہ ساحر مار گیا بخوف و خیر شاہزادہ طاووسپاہ کو اپنے دوش پر سوار کر کے سمت باختر روانہ ہوا آتش
 راہ میں نقابدار سیر پوش ہوا خواہ شاہزادہ بدیع الزمان نے قاسم کو دیو پر سوار جاتے دیکھ کر کہا کہ تیر سیر ہوا
 نقابدار سرخ پوش نے شاہزادہ بدیع الزمان کو شکار گاہ سلیمان میں بہت سا سرگردان و خراب کیا تھا میں
 تجھے تا وقتیکہ شاہزادہ بدیع الزمان کو نہ ڈھونڈ لادوں گا قید کروں گا اور شاہزادہ بدیع الزمان کو ملک باختر میں لیجا
 پہونچا دوں گا یہ کہیے آپ ہمراہ کے دیووں کو اشارہ کیا اور قہر آدھ جبر ملک قاسم کو پکڑ کے قید کر لیا بعد ازاں نقابدار
 سیر پوش نے قاسم کو دیووں کے حوالت میں کر کے کہا جہاں میں ہے کہ رکھا ہے وہاں تم سب قاسم کو لیجا کے قید رکھو یہ
 کہیے نقابدار سیر پوش شاہزادہ بدیع الزمان کی تلاش میں چلا بیان نقابدار سیر پوش کے دیو جو قاسم کو لیکے پلے
 آئے راہ میں نقابدار سرخ پوش ہوا خواہ ملک قاسم نے دیکھا اُسے قاسم کو یہاں کے دیووں سے تعین کیا اور
 قاسم کو اپنے ہمراہ لیکے بر سر نقابدار سیر پوش روانہ ہوا راہ میں نقابدار سیر پوش سے ملاقات ہوئی نقابدار
 سرخ پوش نے پشت پر سے آ کے نقابدار سیر پوش کو زخمی کیا اور بار بار سے شاہزادہ طاووسپاہ پہونچا نقابدار سیر پوش
 نے جو دیکھا کہ اب میں مارا جاؤں گا بھاگ کر طلسم مار خیز میں جا کے چھپا نقابدار سرخ پوش نے ارادہ کیا کہ میں بھی طلسم
 میں جاؤں قاسم نے منع کیا اور نہ جانے دیا تب نقابدار سیر پوش نے قاسم کو ملک باختر میں پہونچا دیا آپ بہت
 دریا چلا بس شاہزادہ بدیع الزمان جو اُس تیری پر سوار دو شبانہ روز سے دریا میں چلا جاتا تھا یکایک غلبہ خواب کا ہوا
 اور کئی مرتبہ آپ کو نہ بک سکا بٹھالا آخر کار دریا میں گر پڑا اور فوٹے ٹھکے جو نکلا تو مارونا چار شناوری کرتا ایک حرف کو چلا اتفاقاً
 ایک جادوگر نے کہ سوئے آسمان سے آئی تھی اُسے شاہزادہ عالم کو ڈوبے دیکھ کر دریا میں سے باہر نکالا اور کہا کہ یہ صحرا سے
 مار خیز ہے اگر تو ارادہ اس حرف جانے کا کر لیا تو سانپ تجھے کاٹ کھا لینگے تو ہلاک ہو جائیگا اور یہ راہ طلسم مار خیز کی ہے اور
 میرا نام شمس عذار جادو ہے یہ کہیے وہ ساحر چلی گئی شاہزادہ بدیع الزمان نے چاہا کہ سمت صحرا سے مار خیز جاتے
 کہ ایک مجلسی اُس صحرا میں نظر پڑا اُسے منع کیا اور کہا کہ تو ادھر نہ جا اُس حرف جا رہی کچھ شاہزادہ بدیع الزمان اُس
 مجلسی کو جواب نہیں دینے پایا تھا کہ سامنے سے نقابدار سیر پوش ہوا خواہ شاہزادہ بدیع الزمان کا نمودار ہوا اور
 شاہزادہ نے جو اُسے زخمی دیکھا تو پوچھا کہ تو یہاں کہاں اور تجھے کسے زخمی کیا نقابدار سیر پوش نے سارا حال قاسم کا
 اور اپنے زخمی ہونے کا بیان کیا بعد اُس کے نقابدار شاہزادہ بدیع الزمان کو بادشاہ غنی کبشاہ کے پاس لا یا
 کبشاہ نے پوچھا کہ تو قاسم کو کیا دوست جانتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا قاسم میرا دشمن سے بدتر ہے ہوش
 ہلکے کہ میں نے دو مرتبہ اُسے قتل ہونے سے نجات دی ہے کبشاہ نے کہا جو تو اُس کا دشمن ہے تو میں تجھے اس طلسم سے نکلے دیتا
 ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا میں جتنا طلسم کشائی نہ کروں گا بیان سے ہرگز نہیں جاؤں گا کبشاہ یہ بات
 سننے بہت بخیدہ ہوا اور مارا ہن ہو کر کچھ کلمات سخت کہنے لگا شاہزادہ بدیع الزمان کو کبشاہ کی گفتگو سے

شدت غم و غصے اُس شب کو تین دن پڑی اور تمام ہات رو دیا کیا صبح کے وقت سو گیا جو اس بن حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا کہ فرماتے ہیں شاہزادہ بدیع الزمان چلے اس ظلم سے باہر نکال دوں شاہزادہ بدیع الزمان کہہ اے بزرگوار اگر اہل ظلم فرمایا جو تو مجھے رکھتے تھے بلا قہر کے کہ میں اس ظلم کو توڑ کے یہاں سے جاؤں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سفید مرہ اور ایک سیب اپنے پاس سے شاہزادہ بدیع الزمان کو دے کے کہا کہ اے شاہزادہ بدیع الزمان مجھے لازم ہے کہ اس صحرا سے مار خیز سے نکل جاؤ اور اس جگہ کی گھاس مار کھو کہ دس دن تو زمین میں غرق ہو گئیں اور کچے سا پنوں کے باہر نکلے مجھے منع کر گئے اور کہیں گے کہ اس راہ سے نہ جاؤ سوقت تو اس سیب کو ان سا پنوں کو دکھلا تا جانا کہ وہ سیب کو دیکھ کر بیہوش ہو جائیں گے اور پھر جہنم نہ کر سکیں گے لیکن تو جہنم میں پر قدم رکھے تو خوب سیم جو جگے پاؤں رکھنا اور جب اُس صحرا سے باہر نکل جاؤ تو مان دو گھبراؤ اور ایک طاق ہے اور اُس طاق میں ایک بقیہ قالین رکھا ہے اور یہی طاق کے ایک دیو بیٹھا ہے کہ اس کا نام شیر و ہے تو اُس دیو کو یہ سفید مرہ دکھلانا وہ دست بقیہ اور غالیہ اُس سے مانگ لینا اور اُس قالین پر بیٹھا کہ اس کا حق حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہے وہاں پہونچاؤ جہاں جانے کا میرا مدعا ہے وہ غالیہ مجھے وہاں پہونچا دیکھا اور قرا مطلب حاصل ہو جائیگا غرض یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس سے غائب ہو گئے اور شاہزادہ بدیع الزمان خوب سے بیدار ہوا اور اُس صحرا سے مار خیز میں آیا اور جب ارشاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُس جگہ سے نکل کے اُس طاق کے چمے پہونچا اور شیر و دیو کو یہ سفید مرہ دکھلا کے وہ بقیہ اور غالیہ اُس دیو سے لینا اور غالیہ پر بیٹھے اُس ظلم سے روانہ ہوا

جیلنگ و دکنے داستان بارگاہ لقاے مشرک حد سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت خبر و درو اقبال اور زول اجلال امیر حمزہ صاحب قرآن باقو قبر کی یا قوت شاہ جبریل درگاہ کو پہونچی کہ حمزہ صاحب قرآن مع فوج دریا موج اور لشکر فیر ذری اثر بظہرت تمام دشوکت مالا کلام دریا سے نکل کے ملک باختر میں داخل ہوئے اور اُن کے سرداروں نے کل باختر کو اپنے قبضے میں کر لیا نہایت درہم اور برہم ہو کر لقاے مشرک خدا زمرہ شاہ باختری مردودا تہ کے پاس گیا اور عرض کی کہ ایسے مجھے زیادہ طاقت میرا ضبط کی باقی نہیں ہے کہ گوہر ملک کو حضور و دن خصوصاً مذہنوں میں کہ لشکر حد اپستوں کا کل باختر پر محاصرہ کیے ہے اور رزبروز خدا پرست زور کر کے جلتے ہیں مجھے بھی ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو گوہر ملک میرے ماتھے سے جاتی رہے لقاے مشرک خدا نے کہا کچھ اپنے دن میں تو دیکھو اور اندیشہ نہ کر یہ کہ لقاے سہیل اور غنقا کو طلب کر کے کہا کہ تم اپنا اپنا لشکر لے کے سمت باختر جاؤ اور بدیع الزمان اور قاسم وغیرہ جس خدا پرست کو تمہو دیکھو اور پاؤں سے گرفتار کر کے میرے پاس لا کے حاضر کرو حسب حکم لقاے سہیل اور غنقا مع اپنی فوج اور سپاہ کے سمت باختر روانہ ہوئے اور جس وقت یہاں پہونچے فراخز عادلند حور کے پاس جاتا تھا آتا سے راہ میں اُن دونوں کافروں سے مقابلہ ہو گیا اور بوقت مجاہد سہیل فراخز کے ماتھے سے زخمی ہو کر کوہ سلیمانہ کی جانب نکل گیا اور وہاں بدھمی اپنے زخموں کے مجھے ہونے کی فکر میں بیٹھا تھا حسب اتفاق سہیل کا ایک عیار قہر شدید نامے بڑا ہزارہ ہے اُسے آ کے سہیل سے پوچھا کہ تو زخمی کہاں ہو گیا اور اس درجہ غمگین اور طول کیوں ہے سہیل نے کہا خداوند لقاے مجھے ایک کام کو بھیجا تھا سو مجھ سے وہ کام سرانجام نہ ہو سکا اگر اب تو جا کے وہ کام کر آئے تو فوراً قہر عیار نے کہا کہ وہ کیا کام ہے سہیل نے کہا کہ تو جا کے فراخز عادلند مغزی کو پکڑ لا عیار نے اقرار کیا کہ میں ابھی جا کے فراخز کو پکڑے لاتا ہوں یہ کہ لقاے سہیل سے نصبت ہوا اور عادلند حور کے لشکر میں جا کے شب کو اندرون بارگاہ گیا لیکن فراخز عادلند مغزی کو تو نہ پا یا جمہور جہاں سوز شہنشاہ تیرزی کو پہونچ کر کے پکڑے گیا سہیل نے جمہور کو دیکھ کے مطوق اور مسلسل کیا اور پوچھا کہ کس کے جب نام جمہور کا معلوم

ہوا تب خوش ہو گئے ایک اعرابے پر ٹھکانے سے سب اٹھ کر چلا جیکہ درندہ سرخارا کن اور پیشہ فیض رسان میں پہونچا تو
 ایک ہر کام سے کوہ سے اطلاع کے بعد مدت یا قوت شاہ روئے کیا یا قوت شاہ نے لوگوں کو بوقی استقبال کے بھیج کر اپنے پاس
 بلایا اور یا قوت شاہ نے جمہور کو جو ان دلاور و دلیر کو بوجھا کہ ای جو ان مجھے سہیل نے کیونکر کڑا ہی جمہور نے جواب دیا کہ سہیل
 کیا مسخرا ہی کہ مجھے پکڑ لانا اس نامرد نے قہر اپنے عیار کو بوجھا مجھے عالم بیوشی میں چراستگا یا ہی اور قوت پاس لایا ہی اگر میرے
 قول کا مجھے اعتبار نہیں ہی تو میرے ہاتھوں سے اوجھنے تیرے بارگاہ نشین میں سب مل گئے پکڑ لیں تو یہ جانتا کہ یا ہی سہیل
 نے ہی مجھے پکڑ لیا ہو گا یا قوت شاہ نے کیا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب جو کوئی خبر سے پوچھے تو یہ کہنا کہ سہیل نے مجھے مراد دیا
 پکڑ کے یہاں بھیجا ہی اس نے کہ میں خداوند نقاشے سرخارا کے بہت بڑا مرتبہ دے گا جو یہ نہ کہے گا تو خداوند نقاشے بعد اب ہم
 بتلا کرے گا اس اب تو نقاشے خداوندی سجدہ ہزار ملک باختر کو سجدہ کر کے تیرا مطلب ولی حاصل ہو جمہور جان سوز شہنشاہ
 تہرزن نے یہ گفتگو یا قوت شاہ کی سنے کہا لا کہ بار خضرت اس شہر کی بکریاں باد و فداالت نقاشے مشرک خدا پر اور تحیر اور
 لقا کے پرستاروں پر میں کرنا ہوں یا قوت شاہ نے سنے کہا معلوم ہوا تو سیاہ دل ہی اور مجھے خوب معلوم ہوا کہ یہ
 فرقہ خدا پرست ایسا نہیں ہی جو خداوند کی پرستش اور ستائش کرے گا یہ کہے بلکہ نیچے چھوڑ کے یا قوت شاہ آپ یا اسے
 قیلول کیا اور قدم قدم گاہ پر رکھنا تاکہ ایک آواز پیدا ہو کی کہ ای بندہ قدرت چہ تقدیر کر دیم یا قوت شاہ نے کہا یا خداوند
 تو نے تقدیر کی ہی کہ سہیل یا غنقا جاکے حمزہ کے پہلوانوں اور سرداروں کو پکڑ لائیں وہاں سے جا کے ایک جوانی سردار
 لشکر حمزہ کو پکڑ لے حاضر کیا ہی نقاشے مشرک خدا نے کہا اس خدا پرست نے مجھے سجدہ کیا یا نہیں یا قوت شاہ
 نے عرض کی کہ وہ خدا پرست نہایت سیاہ دل ہی بوجھ طرح کی باتیں کرتا ہی نقاشے کہا اب جا کے تو ہکو میرے
 مدبر وہ اور کہ میں اسے پیغمبر مسل کر دنگا یا قوت شاہ قیلول پر سے اترے جمہور کو اپنے ہمراہ قیلول پر سے چلا
 جس وقت کہ یا قوت شاہ قدم گاہ پر پہونچا ایک آواز پیدا ہو کی کہ ای بندہ قدرت چہ تقدیر کر دیم یا قوت شاہ نے
 جمہور سے کہا کہ یہاں آواز خداوند کی سنے سجدہ کر چھوڑے کہادہ کیا تھا جسے میں سجدہ کر دی اس میں دوبارہ آواز
 پیدا ہوئی کہ ای یا قوت شاہ اس سجدہ سے مجھے جیہ کیا یا قوت شاہ نے عرض کی کہ یا خداوند یہ جوان بہت
 تار یک دل ہی ہرگز سجدہ نہیں کرتا ہی نقاشے کہ یہ وہ حجاب کا خداوند عرض جب پردہ اٹھ گیا شاہزادہ جمہور نے
 ایک گنبد فیانی ایسا وسیع دیکھا کہ یہاں ہزار ہزار دست و پائی تھے میں بہت پر تکلف بنا ہوا اور تیار ہی معقول
 ہی اور ایک گہرے ہار حافی سبیل تاج مزین سر پہ کے بیٹھا ہی اس کہ نے جمہور سے کہا کہ سجدہ کر جمہور نے کہا ای
 خوک پکڑ مجھے تو تیار ہی نہیں بل کہتا نقاشے مشرک خدا نے کہا میں مجھے خاک سیاہ کر دنگا جمہور نے کہا جب تو مجھے
 خاک سیاہ کر دے گا تو اس وقت حمزہ صاحب قرآن اور تمام اسکے پہلوانوں اور سرداروں کے دل میں ایک خون
 خیرا چڑ جائے گا اور سمجھنے کہ یاں تو ایسا زبردست ہی پھر نقاشے چند بار جمہور سے کہا کہ سجدہ کر بھی تک خیر عزم کرتا ہوں
 پھر میں مجھے خاک سیاہ کر دنگا جمہور نے کہا تو مجھے ڈر اتا ہی میں نہیں ڈرتا نقاشے کہا کہ اسے بیچ کے دوزخ میں ڈال
 لو گوں نے چاہا کہ جمہور کو پکڑ کے جائیں گھر اسے آخر شناس نے کہا کہ ای خداوند تیرا بندہ بہادر ہی
 گھر امن ہی کہ تیرے خدا اور ریشہ نہیں جانتا ہی تو نے اسے پیدا کیا ہی اپنے پیدا کیے کی خیر مجھے لازم ہی بہتر ہی کہ
 اسے چند روز قید رکھنا کہ پھر مجھے معقول ہو کے سجدہ کرے نقاشے کہ یہ بات گھر اسے آخر شناس کی نہایت پسند
 آئی اور فرمایا کہ جمہور کو ضحاک کے پاس ضحاکیر میں لیجا کے کہو کہ خداوند نقاشے اس خدا پرست کو بھیجا ہی اسے
 قید کر دو گوں نے جمہور کو پھر اعرابے پر ٹھکانے کے ضحاک شاہ کے پاس بھیجا یا ضحاک شاہ نے کہا خداوند نے

اس بلا کو میرے پاس کیوں بھیجا خیر اسے شہر میں نہ لاؤ غارت قبضہ کوہ میں لیجا کر قید کر دے تب حکم ضعی کی
شاہ کے شاہزادہ جمہور کو غارت قبضہ کوہ میں لیجا کر قید کیا حسب اتفاق ضحاک شاہ کی ایک بیٹی کہ نام اسکا
مشرقی شمس عذار تھا وہ ہمیشہ سیر و شکار کو سوار ہو کر نکلا کرتی تھی ایک بے روزگار تنکا دسوار ہو کر اسے ہر طرف جاگلی
احوال متاثر ہوا جمہور کے قید ہو کر آنے کا سننے سے اشتیاق جمہور کے دیکھنے کا ہوا وہ نقاب مخمور ڈال کے اس غارت قبضہ کوہ
پر گئی اور شاہزادہ جمہور کو دیکھ کر شیفہ اور غریبہ ہو گئی اور اپنے محل میں جا کے تمام خواہشوں اور اپنی آہوں سے رات
دل کو چھپایا اور اسی کوفت اور غم میں روز بروز ضعیف اور لاغر ہوتی جاتی تھی دایہ نے بوجھا کہ اسی ملک عالم کیوں پریشان
خاطر رہتی ہو شمس عذار نے ناچار اپنا حال دایہ سے لیکے مالا سے حذر دیا دایہ کو قیامت کیا دایہ نے اور اسی غارت
فرید کی عیار کو تار کے کما اسی فرید کی یہ جوان خد اہست جو غارت قبضہ کوہ میں آئے قید داری اسکو تو کسی صورت سے
لا سکتا ہر فرید کی عیار نے کہا کچھ کھانا بیوشی انیر منگو اسکے بین دمان کے تباہان کو کھلا دوں گا اور جمہور کو کچھ لادوں گا
غرض یہ کیکے کھانے میں بیوشی ملا کے دروازہ غارت قبضہ کوہ پر گیا اور پاسبانوں کو وہ کھانا کھلا کے جب سب
بیوش ہو گئے قتل کیا اور جمہور کو غارت قبضہ کوہ سے نکال لائے اس دایہ کے پاس لایا دایہ نے جمہور کو اندر محل کے
ملکہ مشرقی شمس عذار کے پاس پہنچا دیا ملکہ مشرقی شمس عذار شاہزادہ جمہور کو دیکھ کر ہزار جان و دل تصدیق
اور شہار ہونے لگی اور محبت فیش زار دے کر جلسہ رقص و سرود کا دیکھا کرتی تھی بعد چند روز کے ضحاک شاہ کو
خبر پہنچی کہ کوئی شخص آئے اس قیدی خد اہست جمہور کو غارت قبضہ کوہ سے نکال کے لے گیا ضحاک شاہ اس فکر میں
تھا کہ ایسا کون تھا جو خداوند لقا کے قیدی کو ایسے خراب مکان غارت قبضہ کوہ سے پاسبانوں کو قتل کر کے چھڑائے گیا
حسب اتفاق ایک دراپنی بیٹی ملکہ مشرقی شمس عذار کے دیکھنے کو گیا ملکہ مشرقی شمس عذار نے جو سنا کہ میرا
باپ ضحاک شاہ آتا ہے نہایت بدحواس ہو کر جمہور سے کہنے لگی کہ اسی روح روان اسی جان میری ایک ساعت
بہر نذر آجرتے میں جا کے پوشیدہ ہو کے بیٹورہ جمہور نے نہ مانا اور کہا دروازہ کھول دو ملکہ مشرقی شمس عذار
ہرے خوف کے شل قالب بیدار کے کمری تھی کہ سانسے ضحاک شاہ نے آئے کے جمہور کو دیکھا اور پکارا بائش
اسی خیرہ سر تو بیان کیونکر آیا شاہزادہ جمہور نے کہا اے مالا لائق تجھے کیا مناسب تھا کہ تو بیٹی دما د کے گھر میں بیباختہ چلا آئے
یہ کلام جمہور کا سننے ضحاک شاہ نہایت درہم برہم ہوا اور خیر کھینچا جانا کہ جمہور کو مادے جمہور نے خواہش کی مانتے سے
پھینک کر ایک نہاد میں ضحاک شاہ کو دے مارا اسوقت ضحاک شاہ نے جانا کہ میں اس شخص سے عہدہ برائیں ہو سکتا
اور یہ سمجھ کے کہنے لگا کہ اس شہر بار میں تیرا یہ اسلام اور تیری اطاعت قبول کرتا ہوں مگر شرط بشرط کہ اس قرب میں ایک جمیل
جو جو کوئی اس جمیل میں جاتا ہے ایک گھوڑا اسے پارے پیدا ہونا ہے اور جو ہزار آدمی اس جمیل سے پار آئیں تو ہزار
گھوڑے پیدا ہوتے ہیں اگر تو جا کے اس گھوڑے کو پکڑ لے تو میں سلطان ہو کے تیری اطاعت قبول کرنا ہوں جمہور
بخیال اس کے کہ اس گھوڑے کی کیا طاقت ہے جو مجھ سے نہ پکڑا جائے گا اسی وقت ضحاک شاہ کو اپنے ہمراہ لے کے
اس جنگل کو گھر کے جمیل کے پار آگیا ناگاہ دمان سے ایک گھوڑا بہت خوبصورت بازمین بجام مرصع کار نمودار نکلا اور
جمہور بخون و خلم اس گھوڑے کی ابال پر مانتا ڈال کے سوار ہوا اور جاتا کہ دمان سے مراجعت کر کے اس پار جمیل کے
آئے وہ گھوڑا عنان کستہ سر پہ لے کر جمہور کو ایک سمت چلا گیا ضحاک شاہ خوش ہو کر دمان سے پھرا اور چاہا کہ
محل میں جا کے بیٹی کو قتل کرے بیان ملکہ مشرقی شمس عذار کو خبر پہنچی کہ میرے باپ ضحاک شاہ نے شاہزادہ
جمہور کو ظلم ہزار اسب میں پہنچا کر قید کر لیا اور اب آمادہ میرے قتل پر آتا ہے دایہ کو اپنے ہمراہ لے کے

اُس جیل کے پار آگئی اور دکان دھوڑے پیدا ہوئے اور وہ کھڑے ہو کر مشرقی منہ کر کے ارادہ کو اپنی پشت پر سوار کر کے ایک سمت کو روانہ ہوئے

اب دو کھمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان کرد و لشکر شکر سے بیان کیے جاتے ہیں کہ جب وقت شاہزادہ بدیع الزمان اُس عالیجہ پر پہنچے روزانہ ہوا کو وہ غلام شاہزادہ عالم کو کبشاہ کی بارگاہ میں لایا تا کہ شہر کے آدمی شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر تعجب سے اتفاقاً کبشاہ اُس غرض میں عرض تب جو قد میں نہایت بیمار تھا اور تمام بالکل جانی رہی تھی اور کبشاہ نے وعدہ کیا تھا کہ جو طبیب اس مرض سے مجھے صحت دے گا میں اپنی بیٹی کی شادی اُسکے ساتھ کر دوں گا شاہزادہ بدیع الزمان نے مرض تب کا کبشاہ کے کئے و سبب جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے خواب میں شاہزادہ عالم کو نہایت فرمایا تھا کبشاہ کو کھلا دیا کبشاہ کو اپنی تب کو صحت حاصل ہو گئی اور کھانا پانی بہت سے کھایا اور قوت نافہ تمام عروق میں ایسی پائی کہ صبح کو کبشاہ نے بہت شکر ادا کر کے عرض کی کہ امیدوار ہوں میری بیٹی حضور کی کنیزی میں رہے شاہزادہ عالم نے انکار کیا کبشاہ نے اپنی بیٹی بلکہ حسن دل افروز سے کہا کہ تو کسی صورت سے اپنے حسن کو دکھلا کے شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنی جانب مخاطب کرے تاکہ میں تیری شادی اُس جوان کے ساتھ کر دوں بلکہ حسن دل افروز نے جو وقت شاہزادہ بدیع الزمان آرام کرنے کو تشریف لے چلا دروازہ مکان کا کھول کے چہرہ اپنا باہر نکالا اور ایک نوجوان شاہزادہ بدیع الزمان کے سینے پر کھینچ کر بار اُٹھا شاہزادہ عالم نے جو پیش کر بلکہ حسن دل افروز کو دیکھا تو حسن و شباب خدا داد عالم فریب بلکہ حسن دل افروز کا دیکھ کر خش کر گیا اور ملی ہذا اقیاس بلکہ بھی بنگاہ اولین شاہزادہ سے کمال حال دیکھ کر جو حیرت کتنے کی صورت جان کھڑی تھی کھڑی رہ گئی مختصر یہ کہ دونوں عاشق و معشوق کی عجب حالت ہم پہنچی تھی شاہزادہ بدیع الزمان اپنے انکار کے نہایت پشیمان تھا آخر الام بلکہ حسن دل افروز نے انہیں دن محل بلکہ یہ نقل ہے باپ کبشاہ کے رو بہ بیان کی صبح کو کبشاہ نے پھر بجز و ہیکر بخدا خدمت شاہزادہ عالی خدا عرض کی کہ غلام کی اتنی استعداد ہے کہ بلکہ حسن دل افروز کنیزی کے لیے حضور کی خدمت میں رہے اور یہ قدر میری قبول ہو شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ غیر جو خوشی آپ کی بس آنا شاہزادہ عالم نے بہت کچھ کا پاتے ہی کبشاہ نے خدا اپنی بیٹی کا شاہزادہ عالم کے ساتھ پرچھا دیا اور شاہزادہ عالم نے شب کو بلکہ حسن دل افروز سے صحبت ہوا اور اُسکی بیٹی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کہ مستند نامہ اور توجہ نامہ میں بہت سے کار نمایان اُس سے ظہور میں آئی بلکہ بعد اُسکے شاہزادہ عالم نے کبشاہ سے کہا کہ لوح طلسم مار خیر کی میرے پاس ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مجھ سے یہ کیکے تیرے پاس بھیجا ہے کہ وہ لوح مجھ سے ہے کیکے طلسم مار خیر پر قابض اور شرف ہوں کبشاہ یہ بات سُننے کے اپنے جی میں ڈرا شاہزادہ عالم نے پوچھا تیرے خائف ہونے کی کیا وجہ کبشاہ نے کہا تھا کہ خوش آقا رب اور فرزند اور بگائے میرے یہاں رہتے ہیں آپ از روئے انصاف فرمائیں کہ میرا دل کیوں کر گوارا کرے گا کہ یہ سب میری ذات سے مارے جائیں اور تم تمہیل آپ کے حکم کی بھی دیجاتے جانتا ہوں یہ لوح تو حاضر ہے مگر آنا امیدوار ہوں کہ اگر اجازت ہو تو میں ذرا جا کے سب کو سمجھا دوں شاید یہ لوگ میری نصیحت اور میرے کئے سے مشرف بہ اسلام ہو جائیں اور مالی و اسباب طلسم کو حواسے کر دین و نہ اگر سرکشی کر نیکی تو اس شہر بار بھرنے کے لئے اسے سروکار نہیں ہے اختیار ہے غرض حسب اجازت شاہزادہ بدیع الزمان والا وقت کبشاہ نے بخدا خدمت جبروت شاہ آگے سارا حال بیان کیا اور کہا اگر صلاح دولت ہو تو ملت بتنا دین اسلام قبول کر جبروت شاہ نے اپنے دل میں سوچ کے اور خوب ساسیم کے قبول کیا اور خدمت شاہزادہ والا وقت آگے قدموں پر گر پڑا اور از سر صدق مسلمان ہو کر جو کچھ کہ وہ شاہزادہ عالم نے فرمایا وہ سب بیان و دل منظور اور قبول کیا کچھ دسافر ہی سے توبہ نہ کی اور عرض کی کہ میرے دشمن بہت سے ہیں

جس وقت وہ سب شہنشاہ کے حیرت و شگفتگی سے توجہ کی وجہ سے کچھ قید کر لیا گیا تھا ہزارہ بدیع الزمان نے کہا کیا
 سنا ہے بعد اس کے کہ شہنشاہ نے شہزادہ بدیع الزمان سے کہا کہ شہر یا جسد تو طلسم مار خیر میں جا کے گرفتار ہو گیا تھا ہی
 سے تیری محبت میرے دل میں پیدا ہوئی تھی بلکہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میں طلسم سے تجھے نکال دوں تو نے جواب دیا کہ تا وقتیکہ میں
 طلسم کشائی نہ کروں گا کہ میں نہ جاؤں گا اس شہر یا ہزار جان گرامی میری تیرے شہر جو تو نے زبان اقدس سے فرمایا اس بات کو
 انجام پہونچایا شہزادہ عالم نے فرمایا کہ میرے خالق نے تائید کی غرض یہ کہ تمام شہر کی خلائق از سر صدق کلمہ شہادت پڑھ کر
 مسلمان ہو گئی بارگاہ سلیمان علیہ السلام مکمل ہوا ہر اس طلسم میں بھی وہ کبشاہ نے پیشکش کی اور کہا کہ اگر مجھے حکم ہو تو میں
 زمر و شاہ نقا خد سے باختر اور گنجاب کو مع تمام کفار اور اعدائے نابکار کے مار کر چکا دوں شہزادہ بدیع الزمان
 نے فرمایا کہ یہ ہم کو منظور نہیں مان بیماری اطاعت یہی ہے کہ تم حسب حکم ہمارے جو وقت لشکر کشی بر سر گنجاب اپنی تمام فوج و سپاہ
 اور شان و شوکت سے اسباب طلسمی کے حاضر ہونا بعد اسکے اپنے ہوا خواہ نقا بد اور سربلوش کو کہ ہوا خواہ قاسم نقا بد اور
 سرخ پوش کے ہاتھ سے زخمی ہو کے طلسم میں تھا مخلصی دے کر غالی کو شیر و دیو زاد کو غنایت کیا اور فرمایا کہ توجہ ریسو
 غالیچہ نشین کو ہمراہ لے کے آنا اور میرا کئے آپ اسی درہ ہفت جو حسن سے برآمد ہوا اور فضل بن گیا ہو خون شہزادہ
 کو زکریا سبیلند رہی کرو اسکے پوشاک فاسخہ پناہی اور اپنے ہمراہ لے شہر گلستان کو وہ میں آیا منصور
 شاہ چار لاکھ آدمیوں سے از سر صدق سلیمان ہو گیا شہزادہ بدیع الزمان نے منصور شاہ کو بھی حکم دیا کہ اس
 منصور شاہ فقرب میں بیان سے جا کے لشکر کشی بر سر گنجاب کر دو گا تو ہی جلد مع تمام اپنے لشکر کے دمان آ کے
 حاضر ہونا میرے شہزادہ عالی مقدس فضل بن گیا ہو خون آشام اپنے لشکر میں آ کے داخل ہوا اور تمام اپنے
 سرداروں سے ملاقات کر کے جشن ملیش میں جلوہ فرما ہوا ہر ایک سردار اپنی اپنی مردانگی اور جوانمردی کا ذکر کر رہا تھا
 اس عرصہ میں مرجان تیر گرفتار نے آ کے بعد دعا دینا کے کہ لا خیر لہ علقمہ ذریعہ گنجاب کا تمام خستہ اندہ اور جو اہر اس
 گنجاب کا کہ بارگاہ ہزار صدق میں اپنے ہمراہ لے کے حضور میں حاضر ہوتا ہی شہزادہ عالی مقام نے باعزاز و
 اکرام تمام بارگاہ تک آپ جا کے استقبالیہ کیا اور علقمہ کو اندون بارگاہ لاکے ذریعہ غم ایتا کیا اور بارگاہ وزارت
 پر آ کے جگہ دی شدہ شدہ جب کہ یہ خبر گنجاب کو پہونچی کہ علقمہ خستہ اندہ اور جو اہر لے کے بدیع الزمان کے
 پاس چلا گیا اور بدیع الزمان نے اسے عہدہ وزارت کا عطا فرمایا گنجاب نے کہا ان غموم اور اندوگین ہو
 گرد و مرسے کہا کہ تو جا کے علقمہ کو پکڑ لا حسب حکم گنجاب کے گرد و شب کو بارگاہ شہزادہ عالی جاہ
 میں جا کے علقمہ کو بیاری پکڑ لا یا صبح کو شہزادہ بدیع الزمان نے خبر علقمہ کے پکڑ لے جانے کی سنی
 نہایت متوشش اور کھد ہونا بارگاہ ہتر قرآن سانسے سے نود اور شہزادہ عالم کو پریشان خاطر دیکھ کر
 رنج و جفا کہ شہر یا اس وقت با عفت مکر خاطر اقدس کیا ہی شہزادہ بدیع الزمان نے علقمہ کے لے جانے
 کا حال بیان کیا ہتر قرآن نے عرض کی کہ حضور بخیدہ اور پریشان ہون میں بارگاہ گنجاب میں جانے کے
 اسی وقت علقمہ کو لیے آتا ہوں یہ کہے ہتر قرآن دروازہ بارگاہ گنجاب پر پہونچا اور وہ وقت تھا
 کہ گنجاب علقمہ پر بہت ساعتاب اور خطاب کر رہا تھا کہ علقمہ میں مردانہ وار جواب دیتا تھا گنجاب نے
 سختی مارک کو دیکھا تو سختی مارک اس وقت دمان نہ تھا گنجاب نے کہا ایک چوہہ مار جا کے سختی مارک کو
 بلا لائے جس وقت سختی مارک کو چوہہ مارک نے گنا اور سختی مارک جو ہمارے ساتھ دروازہ بارگاہ گنجاب
 پر پہونچا ہتر قرآن نے قریب جا کے سختی مارک کو دینی صورت دکھلائی سختی مارک قرآن کو پہچان کے

مارے ڈر کے کانپنے لگا اور اندر بارگاہ کے آیا گنجاب نے بوجھا کہ دی بختیار کی بین علقمہ کو کس غار سے قتل کروں بختیار نے جواب دیا ابھی علقمہ کو مارنا نہ چاہیے کیلئے کہ وہ دیکھ مہتر قرآن عیار شاگرد شیدا اس دربار یک گردن لک پانکاسا نے کھڑا ہو گنجاب نے جہ قرآن کو دیکھا مارے ڈر کے بیہوش ہو کر گرنا بعد دم بھر کے جو ہوش آیا تو مہتر قرآن کے خون سے علقمہ کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا الا اپنے خراجی کو بلا کے کہا کہ ایک صندوق جلدی لاشہ اپنی نے ایک بہت بڑا صندوق خزانہ سے لاکے رکھ دیا گنجاب نے علقمہ کو اس صندوق میں بند کر کے کہا کہ جہان اور صندوق روپیہ آئیں فیون کے خزانے میں رکھے ہیں وہاں اس صندوق کو حفاظت تمام رکھ دینا خراجی نے حسب حکم گنجاب کے وہ صندوق بھی خزانے کے صندوقوں میں ملا کے رکھ دیا جب رات ہوئی مہتر قرآن دروازہ بارگاہ پر گیا دیکھا کہ سب چوکیدار اور محافظ اور پاسبان بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے جہان تہاں کھڑے اور چشمے ہیں مہتر قرآن نے وہاں سے بھر کے بختیار کی کشتی میں آکر دم بھر میر کیا جب دیکھا کہ بختیار کی سو گیا اور چوکیدار پاسبان بھی سو گئے تب مہتر قرآن نے اندر خیمہ کے جلے کے بختیار کو جھکایا اور چہرہ اور قہر بختیار کو اپنے ساتھ لے کے گنجاب کی بارگاہ میں آیا اور دیکھا کہ سب پاسبان اور محافظ یہاں بھی غافل تھے سوئے ہیں قرآن نے خیر بختیار سب چوکیداروں کو زچ کر ڈالا یہیں گنجاب کی آنکھ کھل گئی اور مہتر قرآن کو خیر بختیار دیکھ کر فقیر ہوا کہ روح اٹھتی غالب سے نکل جائے مگر بختیار کی کو دیکھ کے اند کے تسلیں ہوئی مہتر قرآن نے خیر گنجاب کی جہاتی پر رکھ دیا اور بارگاہ سے باہر آگے خزانے کے دروازے پر دیا اور کہا وہ صندوق جس میں علقمہ دیر کو نوئے قید کیا ہے جلد نکال گنجاب نے عاجزا و مجبور ہو کے خراجی کو بلا کے وہ صندوق نکالیا مہتر قرآن نے صندوق کھلوا کر علقمہ دیر کو نکالا بعد اسکے گنجاب سے کہا اب میرے ساتھ اپنے مصیل میں چل گنجاب بخوف جان مہتر قرآن کے ساتھ اپنے خاصے کے گھوڑوں کے پیٹے میں گیا اور مہتر قرآن نے تہاں دروازہ مصیل سے کہا جو گھوڑا مصیل میں سب سے اچھا ہو جلد اسے لاکے حاضر کر گنجاب نے اور بختیار کی نے بھی لڑان اور ترسان ہو کر کہا کہ ہاں دیر نہ کر تھک تیز گام ٹھوڑا با زین و کجام حرم صبح کار جلد تیار کر کے لا تہاں دروازہ پیٹے نے ایک گھوڑا پر سی طلعت مبارقشاہ گنجاب کے خاصوں میں سے ڈھونڈ کر زین کسوا کے سانے لاکے حاضر کیا مہتر قرآن علقمہ کو اس گھوڑے پر سوار کر دئے اور آپ پیادہ پاہو کے سمت بارگاہ شاہزادہ بدیع الزمان روانہ ہوا اور شاہزادہ عالم نے علقمہ دیر کو جو آئے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور مہتر قرآن پیشانی پر شاہزادے کی بوسہ دے کے بخدست صبا جہ قرآن دوران روانہ ہوا یہاں بارگاہ میں شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان گردن شکر شکن کی علقمہ دیر اعظم کے آنے کی بڑی دھوم اور شادی اور سیار کیا دی کا غل ہو رہا تھا ناگاہ دروازہ بارگاہ پر ایک شور اور ہنگامہ برپا ہوا کہ جن آتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے جو جانب دروازہ بارگاہ منقلب ہو کر دیکھا تو ملاحظہ فرمایا کہ حرا و عیار سی قطب فلک خیمہ گزاری شاہ عیار ان عیار عمروں امیہ نامہ ار اندرون بارگاہ قدم زین ہوا شاہزادہ عالم پر کچھ اپنے دنگل پر سے اٹھے اور عمروں کی تعلیم کر کے اور باختر کے اپنے پاس بڑے اعزاز و تکریم سے بٹھایا عمر و نے چاروں دیکھ کر بوجھا کہ اس شاہزادہ بدیع الزمان تو نے باختر میں آکے کیا بڑا کام کیا اور گنجاب کے ناموس پر دست اندازی کی اگر تھمسنہ یہ بات سننے کا تو میرا کیا حال کرے گا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ مجھ جان میں نے آپ کے واسطے دو صندوق جو ہر پیش بہا کے امانتا رکھ چھوڑے ہیں عمروں نے دونوں صندوق کے جو اہر کا نام سننے شاہزادہ عالم کو گلے لگایا اور کہا اس فرزند تو بڑا سعادت مند اور بخت بلند ہے حمزہ شبانہ روز تیرے در و غار قت میں میناب اور بخور و خواب رہتا ہے آج مجھے فقط تیرے بلانے کو بھیجا ہے اور کہہ دیا ہے کہ جو تیرے پاس لشکر و قوین اپنا لشکر بھیج دوں شاہزادہ

بدیع الزمان نے کناہی عمر بزرگوار عند اسد میری طرف سے عرض کرنا کہ اگر آپ کوئی تنفس فوج و سپاہ سے میرے پاس بھیجینگے تو میں قصد اپنی ہلاکت کا کر دنگا کسو اسطے کہ میرے پاس لشکر شمار ہی عنقریب میری فوج آتی ہو حضور کا حلقہ فرمائینگے یہ کہلے عمر و کواندرون نخل ملکہ گوہر ملک کے پاس بے گیا عمر و نے ملکہ گوہر ملک سے بھی بہت زر و جواہرے کے شاہزادہ عالم سے کہا کہ اب میں رخصت ہونا ہوں حمزہ انصاری میں ہو گا یہ کہلے عمر و رخصت ہونے کے بعد مدت سلطان صبا جقران روانہ ہوا

اب شہد داستان شوکت بیان سلطان والا قدر عالی منزلت حمزہ صبا جقران امیر کشور گیسو جہان سنان سے گزشتہ کی جانی ہے

کہ حیووت سلطان صبا جقران نے عمر و کو شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس بھیجا اور عمر و نے دہان کے سارے حال بیان کیا اور کہا کہ اگر حمزہ اب تو بوزخا ہو گیا اب مجھ سے کوئی کام نہیں ہو سکتا کسو اسطے کہ تمام سرداران دست چپ شاہزادہ خا ورسپاہ ملک قاسم کی خدمت میں مجتمع ہیں اور داران دست بہت لہند ہوئے پاس جاکے جمع ہوسے ہیں و شہدستان سعد بن قبا واد حنی شاہ اور شہر یار تیری باہر دہان میں داخل نشین تھے انھوں نے سب در بندہ ہو گئے اور تیرے پاس نہیں آئے ہیں اور ملک قاسم سات لاکھ سوار پیادہ کا لشکر بکناہی اور سردار دن کی کچھ عدد شمار نہیں ہے کہ کس قدر ہیں امیر باوقیر نے پوچھا کہ میرا فرزند و بلند شاہزادہ بدیع الزمان کا کیا حال ہے عمر و نے ایک آہ سرد دل سے کہنے لگی سلطان صبا جقران آنسو آنکھوں میں بر کے پھر پوچھنے لگے کہ اگر عمر و تجھے میرے سر کی قسم ہے کہ ناکہ مجھے معلوم ہو اگر اسکے پاس فوج کم ہو تو میں اپنا لشکر اسکے واسطے بیچ دوں عمر و نے کہا حمزہ یہ فوج ہے کہ بدیع الزمان کے ہمراہ لاکھ سوار پیادہ کی جمعیت ہے میں نے شاہزادہ بدیع الزمان سے بہت سہر ہوئے کہ انہ امیر باوقیر نے فرمایا ہے کہ اگر تیرے پاس فوج و سپاہ کم ہو تو میں اپنا لشکر بیچ دوں بدیع الزمان نے مجھے جواب دیا کہ میرے پاس بہت سا لشکر ہے اگر کوئی تنفس میری مدد کو آئے گا تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر دوں گا سلطان صبا جقران نے فرمایا کہ عمر و تو جا اور ملک قاسم اور لہند ہو اور مالک کو میرے پاس بلا لا اور تاکید کرنا کہ تمہیں اس نے یاد کیا ہے عمر و نے کہا میں جاتا ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ انہیں سے کوئی نہ آئیگا سلطنت صبا جقران نے فرمایا کہ تو جا کر وہ نہ آئیگے تو میں بھیج دوں گا بھانچہ پہلے عمر و مالک کے پاس گیا اور کہا کہ حمزہ صبا جقران نے مجھے بلایا ہے کہ وہ لشکر کشی بر سر گنجاب کرینگے مالک نے کہا اگر خواجہ سلاست کہ صبا جقران کی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر شاہزادہ بدیع الزمان کے واسطے صبا جقران دوران کو فوج کی ضرورت لاحق ہے تو میں حاسد ان و دشمنان شاہزادہ بدیع الزمان کو سیراے اعمال پہنچا دوں حضور خاطر جمع رکھیں عمر و یہ جواب اسکے مالک کے پاس سے رخصت ہوا اور شاہزادہ خا ورسپاہ ملک قاسم کے پاس جاکے کہا کہ حمزہ نے تجھے یاد کیا ہے قاسم نے کہا اچھی نہیں نہیں جاسکتا کسو اسطے کہ لوگ کہینگے شاہزادہ بدیع الزمان نے بہت سے کارسما بان کیے اور قاسم اس لائق تھا جو اس کے پاس جاکے ملتی ہو اور سوسے اسکے دادا جان سلطان صبا جقران قدر خجہ نہ فرمایاں جہاں رونق نثارا ہیں وہیں تشریف رکھیں میں گنجاب سے بھیج دوں گا اور اگر شاہزادہ بدیع الزمان کے واسطے دادا جان کو طلال خاطر ہے ابھی جاسکے اسکے دشمنوں کا علاج کرتا ہوں عمر و نے کہا کہ حمزہ نے فقط مجھے دیکھنے کو طلب کیا قاسم نے کہا میرا جانا نہیں ہو سکتا ناچار مجھ کے عمر و لہند ہو کر کے پاس گیا اور کہا کہ امیر باوقیر نے طلب کیا ہے لہند ہو کر کے کہا کہ خواجہ سلاست ملک قاسم کے ہوا خواہ بہت سے جمع ہو گئے اور شاہزادہ بدیع الزمان کا کوئی ہوا خواہ نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ میں بخد مت شاہزادہ بدیع الزمان دلا مت جت جا کے خربک حال آسکا ہوں اور دس ہزار اختری میں قیری

نذر کرتا ہوں تو ایسی کوئی تدبیر کرنا کہ امیر با تو قیر مجھ سے رہی ہیں اور ناراض نہ ہوں عمر فوکان سے میرے شاہ سعد بن قبا و کے پاس آیا اور کہا کہ حمزہ صاحب قرآن نے آپ کو بلایا ہے شہنشاہ لشکر اسلام نے کہا خواجہ میں یہ چاہتا ہوں کہ شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس جاؤں اگرچہ میں بادشاہ ہوں اور مجھے مناسب نہیں کہ میں اسکی ہوا خواہی کروں لیکن مجھے شاہزادہ بدیع الزمان کی قدیم سے ایک محبت دی ہے مجھ سے کہنے لگا کہ آپ اس فرماتے ہیں مگر شاہزادہ بدیع الزمان اس بات سے راضی نہ ہوگا سلطان سعد نے فرمایا کہ تو یہ جانتا ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان سب سے شکر کس ہونے سے بچیدہ ہوگا تو جل میں بخدمت سلطان صاحب قرآن فرود رہی جاتا ہے ایک بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قبا و سوار ہوئے عمر و نے پہلے آئے بخدمت سلطان صاحب قرآن خبر پوچھی کہ شہنشاہ سعد شرف لاتے ہیں اور باقی کوٹا نہیں آیا بس مہم نے انکار کیا ہے سلطان دلاقت در عالی منزلت حمزہ صاحب قرآن نے بادشاہ لشکر اسلام کا استقبال کر کے اپنی چھاتی سے لگا کے بہت سی نوازش کر کے تخت پر بٹھایا اور پوچھا کہ یہ سب کس راہ سے آئینگے عمر و نے کہا کہ وہ کوہ صفا کے سامنے سے رہتے ہیں سو یہ سب کوہ صفا کے برابر سے آئینگے اور سو سے اس ایک راہ کے اور کوئی رہتہ سنجان کی طرف آئے جانے کا نہیں ہے یہ حال سننے کے امیر با تو قیر خاموش ہو رہے بعد دو تین دن کے تمام لشکر میں غل ہوا کہ آج رات سے حمزہ صاحب قرآن اور عمر و اور مقبل خواب گئے ہیں نہیں معلوم ہوتا ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حیار آئے ان مینوں کا جو کچھ لے گیا جب بادشاہ اسلام نے یہ خبر دیکھی تو اسکی ریزان نہایت اندوہ میں اور غمگین ہوئے اور تمام لشکر میں ایک شور و غم اور تباہی مارتا رہا ہو رہی تھی

اب دو گئے داستان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ ملک قاسم نے میوت بن سارنج کو دروغ دہی بارگاہ کا قہر دے کے بارگاہ چل سٹون سلیمان علیہ السلام کی بطور پیش خیمہ اس کے ہمراہ سمت سنجان روانہ کی اور حیوت کہ میوت بن سارنج بارگاہ کو لیے دامان کوہ صفا میں پہنچا ایک نقابدار دروہ کوہ صفا میں نمودار ہوا اور باد از بلند کہا کہ باش اسے تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اسے کہا کہ مجھے میوت بن سارنج کہتے ہیں اور میں ملازم شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم محل خندان خوریز خاوری کا ہوں جسے حکم اپنے آقا سے دی نصرت کے پیش خیمہ کے سمت سنجان برسر گنجاب جاتا ہوں نقابدار نے کہا بس بیان سے پہرے اور یہ اپنا کیمرا اور کسی راہ سے یہاں رہا ہے مجھ سے تعلق رکھتا ہے میں کسی کو اس طرف سے نہیں جانے دیتا ہوں میوت بن سارنج نے کہا میں اسی راہ سے پیش خیمہ سرکار کا لجاؤنگا اور سو سے اس راہ کے اور کوئی رہتہ بھی نہیں ہے نقابدار نے نہایت خشک گین ہوئے کہا کہ تو کیونکر بدوین میرے حکم کے اس راہ سے جانے پائے گا ظالم یہ کہ نوبت بزم و جنگ ہو رہی نقابدار نے بعد از جنگ نیزہ شمشیر کمر بند میوت کا پکڑ کے قاش زین سے اٹھایا اور میوت بن سارنج کو مع تمام اسباب کے پکڑ کے دروہ کوہ میں لیے چلا گیا لشکر قاسم اشک ریزان اور دایمدا کمان و ہاون سے میرے قاسم کے پاس آیا اور سارا حال بیان کیا قاسم نہایت غصہ و خروش میں آئے اسی وقت سوار ہوا اور سر پٹ گھول لگا لے قریب اس دروہ کوہ کے پہنچا تھا کہ سامنے سے وہی نقابدار نمودار ہوا اور غیب دی کہ باخس اس طرف سے آئے گا اور وہ نہ کرنا شاہزادہ خاور سپاہ نیزہ پکڑ کے بقابلہ نقابدار آیا اور یکارا اے نقابدار یہ مخلوک تیری کیا اصل و حقیقت ہے جو تو میرے پیش خیمے اور میرے نوکر میوت بن سارنج کو پکڑ کے لے گیا ہے کہ گدازم ترا کہ از دست من زندہ و سالم روی نقابدار نے سہولت تمام فرمایا شعر زبان درکش و تیغ کش از زخات ۴ کہ وقت غم نیست جائے صفات بد شاہزادہ خاور سپاہ نے نیزہ مارا نقابدار نے سان نیزہ سے

برگانشو کے گیارہویں طعن میں نیزہ قاسم کا ہوائی کر دیا قاسم نے تیغہ یلارک افراسیابی دوزکر بر سر نقابدار مارا
نقابدار نے بندوق سے قاسم کا پکڑنے کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور باہم زور کشتی کا ہونے لگا دو پہر کے نور میں نقابدار
نے ملک قاسم کو اٹھا کر زیر کیا اور باندھ کر کے اسی درۂ کوہ میں سے گیارہویں ملک ازدر صاحب نیزہ دوسرا اسی
درۂ کوہ میں آیا اور غلاش نقابدار تھا کہ وہی نقابدار عروجید اہوا اور مالک ازدر سے مقابلہ کر کے ساتویں طعن
نیزہ مالک کے ہاتھ سے ہوائی کر دیا تو بکشتی کی پہنچی کوئی نہ پہنچے کے زور میں نقابدار نے مالک ازدر کو زیر کیا اور
پکڑنے کے درے میں جا کے غائب ہو گیا قصہ مختصر یہ کہ جسے سرداران دست چپٹ سب کے سب ایک روز میں نقابدار
ہاتھ میں گرفتار ہو گئے جبکہ یہ خبر سر و بلاد ہندوستان لندھوور بن سعدان نے سنی حالت غیظ میں یہ کہنے لگے کہ ایک
غریب میں گزری میں اس نقابدار کو بخوبی تمام راہ پرست پر لگا دو لگا مع سرداران دست راست کے اسی درے کوہ
کے قریب آیا کہ ناگاہ سامنے وہی نقابدار نمایان ہوا اور وہی گنگو لندھوور کے آگے آمادہ نرم ہوا اور دو پہر کے زور
میں نقابدار نے لندھوور کو بھی زیر کیا اور درۂ کوہ میں سے کے چلا گیا جب کہ حال گرفتاری لندھوور کرب غازی
نے سنا تو کرب غازی نے کہا کہ اب میں جا کے نقابدار کو وہ لطف دکھلائے آنا ہوں کہ خدا سے قیامت تک
اس سرکرہ نرم و جنگ کا چرچا یا دگار رہے ابی کرب غازی یہی گفتگو کر رہا تھا کہ ناگاہ شاہ عیاران عیار عروین امیہ
نامدار نے آگے کرب غازی سے پوچھا کہ تو اس قدر مضروب کمال اور پریشان خاطر کیوں ہے کرب غازی نے کہا قبلہ کجی آپ
کہاں تشریف لے گئے تھے بیان ایک نقابدار مغلوں درۂ کوہ صغایں میں ہوا کہ اسے تمام سرداران دست چپ
کو مع شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم زبیر کے دامان کوہ میں لے جاکے قید کیا ہی کل دار اسے سو او ہندوستان ستم دور
جانشین سندھ حمرۂ صاحبقران لندھوور بن سعدان کو پکڑے گیا میرا مضمر ہونا مقب ہوا اب میرا نہیں ہے کہ کل صبح کو اس
نقابدار سے مقابلہ اور مجاہدوں اور غریزہ داروں نے اسے دونوں عمر و نئے کا ناموش اور کرب تو ہر تیرہ مغلوں مغلوں
کے کتا ہی کچھ مجھے معلوم ہی ہے کہ یہ نقابدار کون ہے کرب غازی نے کہا میں نہیں جانتا عمر و نئے کا یہ نقابدار
شہر بار ملک ایران و توران تکندہ کہاں رہتم وستان زلزہ فانی سلیمان سلطان والا نشان امیر حمرۂ صاحبقران
ہے کرب غازی نے جو یہ حال سنا تو کہا کہ اسی قبلہ و کتبہ حق تعالیٰ آپ کو صدوسی و سال سلامت رکھے بڑی خبر گزری
کہ آپ نے مجھے اطلاع کر دی اقصیٰ عمر و کرب غازی کو اپنے ہمراہ لیے درۂ کوہ صغایں بند مت سلطان صاحبقران
چلا آئے راہ میں کرب غازی نے پوچھا کہ سلطان صاحبقران کی آرزو کی کا کیا سبب ہوا عمر و نئے کا کہ تمام
سردار حمرۂ نامدار کے علم سے سربازی کو لے لگے اور میرے جو طلب کیا تو آئین و تامل کرنے تھے یہ باتیں کرتے ہوئے
عمر و اور فرار عا و مغربی اور کرب غازی بند مت سلطان صاحبقران شرف ہوئے اسی وقت صاحبقران
دوران لشکر نقابدار مع عمر و زندان خانے میں آئے تمام سرداران مقید سے پوچھنے لگے کہ کیوں صاحبجو تم کو
نقابدار نے بھردی گرفتار کیا ہے اور اب چاہتا ہے کہ تمہارے سب کے واسطے در مان ہے مقرر کر دے چنانچہ
خاور سیاہ ملک قاسم کے واسطے پچاس ہزار روپے لائے مقرر کیا اور لندھوور کے لیے تیس ہزار روپے لائے
اور مالک کے واسطے پچاس ہزار کاٹا لائے کس لیے کہ وہ عرب ہر مالک نے کہا کہ میں عرب ہوں اسی وجہ سے
تو میں واجب اقتل ہوں عمر و نئے کا یہ شاہرہ غلط اوقات گزاری کے لیے معین کرتا ہر مالک ازدر اپنے
دل میں تحیر ہو کے کتا تھا کہ عمر و بانیمن خوش طبعی کی مجھ سے کتا ہے سعادہ کیا ہی ناگاہ امیر با تو فیر نے نقاب چہرہ
اقدس سے اٹھائی سب سرداروں نے صاحبقران دوران کو دیکھ کر پہچانا اور سب آگے قدموں سے

پہلے سلطان عالی مقام نے جو خیال کیا تو قاسم کو انکے ریزان و ملکہ سبب پوچھا تو قاسم نے عرض کی کہ بزرگوار دونوں کے ہونے کے بعد ریا میں مشقت سے لشکر جمع کیا تھا اور جاہل تھا کہ لشکر کشی برسرِ پنجاب کروں اپنے سر راہ آگے مجھے پکڑ لیا میرے فرمایا کہ میں نے مجھے معاف کیا جا اور لشکر کشی کر اقصیٰ سر درساں دست راست کے لشکر صاحب قرآن میں جلی ہو گئے اور شاہزادہ خاور سیاہ سے اجازت پا کر اپنے خیمہ میں تشریف فرما ہوا۔

اب دو مکملے داستان شوکت بیان جانا شاہزادہ جمہور کا طلسم ہزار پے میں اور ملکہ کوکب روشن تن کا ہمراہ شمیم عیار طرار جمہور کے بیان کیے جاسے ہیں۔

کہ شاہزادہ جمہور جوان سوز تیز زہن بہادر ہمارا شمیم عیار کے ہو کہ کوکب کا عیا تھا پارہ کے اور دونوں سپہ سالار کی کر رہے تھے کہ کیا ایک دو گھوڑے پیدا ہوئے جمہور اور شمیم بے اختیار ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے گھوڑے دوسرا ہوئے یہ ایسا تیز چلنے کے یہ خوش ہوئے انکو نہیں معلوم تھا کہ ہم کہاں جانے ہیں کہ یکا یک گھوڑے ایک مقام پر ٹھہر گئے دونوں کو ہوش آیا کہ کیا کہ درہا پہا رکلا بہت کیفیت پر ہر شمیم تو آکر پڑا اور گھوڑا چلا گیا مگر جمہور سوار رہا اور اس درہا کوہ میں دریا اندر سے آواز آئی کہ یہاں کہاں آتا ہے یہ مقام طلسم جو جمہور نے چار دن طرف دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا جمہور نے بڑا حلقہ دار قسم کی آبی غرض کہ تین بار یہی آواز آئی جمہور نے کہا میں جان کہ یہاں آیا ہوں پھر وہ آواز نہ آئی جمہور چلا جاتا تھا کہ ایک تالاب نظر پڑا جمہور گھوڑے سے اتر آیا اور باگی شمیم کے ہاتھ میں دی اور تالاب پانی میں لگا گھوڑا شمیم سے باگ چھڑا کر چلا گیا جمہور نے کہا کہ گھوڑا میں تم سے لٹکا شمیم پکڑنے کو دوڑا جمہور دیکھ رہا تھا کہ یکا یک شمیم اور گھوڑا دونوں غائب ہو گئے جمہور بھی ڈھونڈنے کو چلا کہ ایک شہر دکھائی دیا جمہور اندر آیا ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جمہور نے کہا کہ یا حضرت یہاں گھوڑا اور عیار آیا ہوا ہے اُسے کہا مجھے نہیں معلوم اور پوچھا کہ دین تمہارا کیا ہے جمہور سمجھا کہ طلسم میں سب بت پرست رہتے ہیں اسے اپنے تئیں بھی لات پرست بتایا اُسے کہا کہ تو اپنے تئیں جو لا ہوا ہے اور تو بترا درگاہ جمہور کو بڑا معلوم ہوا ایک ہلکا سا چہ مارا کہ شہر اسکا پشت کی جانب پھر گیا شہر میں غل ہوا کہ ایک نظام آیا ہے لوگ جمہور کے گرد آگئے جمہور نے کئی آدمیوں کو مارا آخر کو پکڑ لیا گیا لوگ بادشاہ پاس لائے بادشاہ نے جمہور کو بہت پسند کیا اور حوالہ پوچھا جمہور نے تمام حال بیان کیا بادشاہ نے کہا کہ تجھے جان سے کیا ماروں رحم آتا ہے اب تو ایک کام کر کہ زندہ اور تمہارا اپنے جج کو خون بہا دے جمہور نے کہا کہ وہ کیا خوب انصاف کیا ہے اگر چھوٹا ہونا تو حقیقت معلوم ہوتی بادشاہ نے جواب دیا کہ تم سے کچھ نہ ہو سکے گا یہ کہہ کر جمہور کو بھڑا دیا اور ایک زرنگی سے کہا کہ اسے پکڑے وہ زرنگی جمہور کی طرف چلا اسنے تلوار ماری زرنگی نے قبضے پر ہاتھ ڈال دیا اور تلوار چھین لی اور دم بھر میں زیر کر لیا بادشاہ نے کہا کہ بس گھنڈہ آپ کا نکل گیا اب جو میں نے کہا تھا وہی کیجیے جمہور نے مجبور ہو کر نرہ اور ہتھیار وغیرہ جج کو خون بہا دینا ان مقتول کو دیا بادشاہ نے کہا کہ اگر عسکر اس شہر کا نام شرقیہ آباد ہے جو یہاں آیا ہے نکل نہیں سکتا اور جو کچھ کہ تمہارے پاس ہو انہیں کوئی صورت بسر اوقات ہونے کی پیدا کر دو جمہور یہ شکر باہر نکلا مارو میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی کہ اسکا نام ارقم نوجوان ہے اور یہ بھی قیدی طلسم ہے غرض کہ ارقم جمہور کو اپنے گھر لے گیا اور بہت خاطر کی اور کہا کہ اوہم تم لکڑی کا بیویا کر دین غرض کہ ارقم اور جمہور دونوں قیدی رہے اس شہر میں دینا بھر کے بعد سیر ہوتا ہے بادشاہ ابر کا غرض کہ ارقم نوجوان اور جمہور دونوں سیر میں آئے اور بہت کیفیت دیکھی اور ابر لال میں آسمان پر دیکھا اور ایک بادشاہ کو دیکھا کہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور پر یون کا ناچ کر رہا ہے بادشاہ نے جمہور کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا یا اور پوچھا کہ آپ کا کیا دین ہے جمہور نے کہا کہ لات پرست ہوں بادشاہ یہ شکر برہم ہوا اور جمہور کو خود کی سے آگے پھر جو ہوش آیا تو اس عجبت

کوچا یا غرض کہ ارقم اور جمہور دونوں اپنے مکان میں آئے اور وہی لکڑیاں بیچ کر اوقات بسر کرنے لگے کہ اس میں عیسائی
 وہی دن پہلے گاتیا جمہور اس صحبت میں جانے لگا تو گونے نہ جانے دیا جمہور تو غیرت آئی اور دلی سے کہا کہ اس شہر میں
 رہنا خوب نہیں اس روز سے جمہور دن دن بحر ہر وہی کرتا تھا مگر اوقات کو اپنے تئیں اسی شہر میں پاتا تھا ایک روز جاتے
 جانے دریا دکھائی دیا جمہور اس میں کود پڑا اور پہلے لگا بھانک کہ پرتے پرتے تک گیا اور غوٹے کھانے لگا خوب
 تھا کہ خوب جانے دیکھا کہ ایک درخت بہتا چلا آتا ہے جب وہ درخت قریب آیا جمہور اس پر چڑھا اور پار اتر لیکر اس
 پار عجیب عجیب طرح کے پہاڑ دیکھے اور سبزہ دیکھا کہ اسکا دل لوٹ گیا جمہور کسیر کرتا چلا جاتا تھا کہ آواز منازکی آئی
 جمہور آگے بڑھا دیکھا کہ ایک بزم و عبادت خدا میں مصروف ہے جمہور ہاتھ پانڈ سے ٹکرا رہا تھا کہ وہ مرد حسن نما نہ
 پڑھ چکا جمہور سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیا نام ہے اس نے کہا کہ مجھے جمہور کہتے ہیں اور تمام حقیقت اپنی بیان کی
 اور سارا حال شرقیہ آباد کا کھانا اور لوگوں سے دامن کے اندر پہنچا بیان کیا اور پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے اس نے کہا
 کہ مجھے درویش زکریا کہتے ہیں اور یہ طلسم حکیم اشراق روشن ضمیر کا بیٹا ہے اور اسی طرح پار ملک میں شرفی و غریبی
 و جنوبی و شمالی اور شرقیہ میں تو سلمان رہتے ہیں جب یہ کہہ کر انکا اندر پہنچا جمہور نے کہا کہ انکو کا فر سمجھ کر میں نے
 اپنے تئیں بھی کا فر بنایا تھا درویش نے کہا کہ اب اپنا دین ظاہر کرنا تمہاری بہت عزت ہوگی جمہور نے یہ سنکر سکوت
 کیا بعد تنویری دیر کے ایک آہ کھینچی اور یہ عمر زبان پر لایا شعر فرشتہ یار نے دل نہک کیا یہ ایسا جو تئیں دور رہتے
 ہوئے گھبراتا ہے یا حضرت میرا عشق چھوٹا ہوا ہے درویش بولا کہ خدا کو یاد کر دلچاسے گا اور ای غریب جس طرح سے
 کہ آثار قیامت کے لکھے ہیں اسی طرح سے آثار طاسم کے تو منے کے بھی لکھے ہیں کہ جب عاشق و معشوق دونوں طلسم میں
 آجائیں گے تو تو لے گا کیا تجھ سے کہ قناح طلسم تمہیں ہو اور ایک دلیل اور یہ کہ ایک حاضر ہے اس میں ایک پتلی برنجی ہے
 اس کے اندر میں تیرا نام ہے جب کہ تمہارا کعبہ کی طرف اور پشت اس کی مشرق کی طرف ہوگی اس روز طلسم کشا پیدا ہوا
 غرض کہ درویش جمہور کو اسی جگہ لایا جمہور نے دیکھا کہ پہاڑ پر بہت کیفیت برآئیں حاضر ہے اس میں تلی برنجی ہے جمہور اندر آیا
 ایک عورت خوب صورت دیکھی کہ نہایت حسین و تیرکانا تھیں یہ ہے جو کہ ایک آواز پیدا ہوئی کہ اس مقام سے چلا جا
 ورنہ خراب ہوگا جمہور بھاگا درویش نے کہا تمہاری قسمت میں طلسم کشائی نہیں ہر شاہ کوئی اور پیدا ہو وہ طلسم توڑے
 لیکن اب ہم شرقیہ آباد میں جاؤ جمہور نے کہا کہ دریا ج میں ہے درویش نے کہا کہ ایک درخت کنارے پر دریا کے
 کنارے اس کے نیچے جا کر کنارہ میں شرقیہ آباد میں جاؤ تئیں سے ایک پتلا کر کے لے گا اسی کے ساتھ چلے جانا جمہور
 اسی طرح سے پار اتر اور شرقیہ آباد میں پہنچا دامن ارقم سے ملاقات ہوئی اسے بھی سلمان کیا اور بادشاہ پاس
 آیا ملک اشرف سرخ پوش کو خبر ہوئی کہ وہی شخص آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں سلمان ہوں ملک اشرف خود آئے
 جمہور کو لے گیا اور بہت عزت کی اور مکان رہنے کو دیا غرض کہ پھر دن پہلے کا آیا اور تمام خلقت گئی اور اشرف بھی گیا
 جمہور اور ارقم بھی باہم چلے جو وقت کہ پہلے میں پہنچے دیکھا کہ ایک تالاب ہے کنارے اس کے ایک چوڑا ہے اور
 کوسوں تک پھولی ہے پھول نظر آنے میں عجیب طرح کے زمین نے گل کھلائے ہیں جمہور سیر دیکھ رہا تھا کہ دو گھڑی
 دن رہے جانور ان صرغ رنگ مثل بیل کے اس تالاب پر آکے پیسے کوئی شاہانہ حکومت کرتا ہے اس طرح بول کہ خوب
 گئے بعد اسکے قناحین جو ترے کے گھڑی کی گئیں اور ایک عیار منظور نامے آئے اور جویدار اور عساکر در عجیب
 اور سوار کھڑے ہو گئے اور آواز گانے بجانے کی آنے لگی جمہور نے کہا اے ارقم میں تو جاتا ہوں ارقم نے کہا مجھے نہ
 بھولے گا جمہور نے کہا کہ اگر میرا اختیار ہو گا تو تجھ کو بھی ضرور ضرور بلاؤں گا یہ کہہ کر جمہور چلا جو وقت اندر جانے لگا لوگوں

تھے رو کا جمہور کو پکارا کہ ایسا انسان میں مسلمان ہوں عیار منظور آیا اور جمہور کو لے گیا جمہور نے اندر آکر دیکھا تو تین
 صفیں آراستہ ہیں نعل دیا قوت کی کر سیون پر پی زیادہ میں بیٹھی ہیں اور تو آئین باغ پاندر سے کھڑی ہیں اوزیج میں نایح
 ہو رہا ہے عیار نے جمہور کو بھی کسی رنگار پر بٹھایا اور باغ پاندر حکرت آسمان کے عرض کی کہ خداوند جمہور شاہزادہ
 حاطوس آیا ہے اسکے حق میں کیا حکم ہوتا ہے ایک آواز آئی کہ اسکو سی ہرج کی ناراضی ہو اور یہ واجب العظیم ہے جمہور
 نے جو دیکھا تو آسمان پر شفقی رنگ کا ابر چھایا ہوا آواز اسکے نیچے چمک آفتاب کی سی معلوم ہوئی ہر شے فانوس میں
 شمع روشن ہو اور آواز عورت کی آئی ہے جمہور نایح دیکھنے لگا کہ اسکو خیال ارقم کا آیا ایک منظور سے کہا کہ ہمارے
 ساتھ ایک شخص ہے کہ نام اسکا ارقم ہے اگر وہ ہو تو اسے بھی بلا لاؤ ایک منظور نے کہا کہ میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تماشا
 دار دان طلسم کیسے ہے جو کہ دیکھیں اور روح پر حکیم اشراق روشن فیر کی درویش حین لیکن موجب آپ کے ارشاد کے
 عرض کرتا ہوں ایک منظور نے باغ پاندر حکرت آسمان کے بلند کیا اور کہا کہ یہ شخص جو دار طلسم ہے کہتا ہے کہ میرے
 ساتھ ارقم نوجوان آیا ہے اسے بھی بلا لاؤ آواز آئی کہ اسکی جو خوشی ہو سو منظور گیا اور ارقم کو بلا لایا ارقم اس صحبت
 جشن و عیش کو دیکھ کر بہت خوش ہوا بعد اسکے ایک منظور نے چور سے کہا کہ آپ کا جسکو جی چاہے اسے لے لیجیے
 جمہور کا جی تو کو کئی روشن تن میں لگا ہوا تھا ایک پر ہی زاد کو کہ آئین اور ہنسی اسکی کو کئی روشن تن میں ملتی تھی
 اسے پاس نبھالیا ایک منظور نے ارقم سے کہا کہ ان جو ہوں ہیں ایک آپ بھی لیجیے ارقم نے بھی ایک کو پسند کر کے
 لے لیا رات بھر یہ جشن و عیش میں رہا صبح نو خود گئی سی آگئی میر جو ہوش آیا تو اس صحبت کو نہ پایا جمہور اس پر ہی زاد کو
 سوار کر کے اور ارقم اس خواں کو ہمراہ لے گیا ملک اشراق کے شرفیہ آباد میں آئے اور رہنے لگے ارقم تو اس عورت سے
 بہت خوش رہتا تھا اور جمہور پر ہی زاد سے بات بھی نہ کرتا تھا غرض کہ پہلے کا دن جب آیا ایک آواز آئی کہ جمہور اپنی عورت کو نہ
 لانے اور ارقم کو اختیار ہے غرض کہ پہلے پہن گئے اور رات بھر یہ دیکھی اور صبح کو پہلے آئے جمہور نے کہا اے ملک اشراق
 جانور کیا ہیں کہ تالاب میں ڈوب جاتے ہیں اور پھر پیدا ہو جاتے ہیں بادشاہ غضب ناک ہوا اور کہا مجھے نہیں معلوم جمہور
 نے کہا کہ گھوڑا اور عیار میرا کہیں لے گا بادشاہ نے کہا جشن بزرگ میں مراۃ القلاع پر لے گا جمہور نے کہا کہ جشن بزرگ
 کیسا ہوتا ہے ملک اشراق نے کہا برسویں دن وہ جو چاروں شہر دن کا بادشاہ ہے مراۃ القلاع پر جشن کرتا ہے اور
 چاروں شہر دن کی خلعت جمع ہوتی ہے چاہے تو گھوڑا اور عیار بھی دیان سے غرض کہ بعد چند روز کے وہ دن پہلے کا آیا
 اور ملک اشراق نے بارہ ہزار سوار ساتھ لے اور جمہور اور ارقم کو بھی ہمراہ لے کر کوٹھ گیا بعد کئی روز کے درہ یافت
 پر پہونچے جمہور نے دیکھا کہ درہ عجیب کیفیت پر ہے جانور سرخ آڑے پڑے ہیں گھلاستے سرخ کٹے ہوئے ہیں یہ
 معلوم ہوتا ہے کہ آگ لگی ہوئی ہے ملک اشراق نے تین ہزار فوکرے فلیتوں کے تیار کر کے جمہور نے پوچھا کہ
 فلیتے اتنے کیا ہونگے بادشاہ نے کہا کہ وہ درہ تاریک میں روزنک لے گا کہ غیر روشنی کے راستہ چلتا دشتوار
 ہے غرض کہ درے میں درتے جمہور نے دیکھا کہ راستہ بہت کشادہ ہے مگر دیوار لگے ہیں اس سے تاریکی ہے اور
 اسی تاریکی میں روشنی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہزار سال چلے ہوئے ہیں غرض کہ فیرے روز درے سے باہر نکلے
 جمہور نے دیکھا صبح کا وقت ہے اور ہوا سرد پل رہی ہے اور کھمبہ شیشہ کا ہے اور ایک برج سرخ اور دوسرا سبز
 اور تیسرا زرد چوٹا سیاہ اور پانچر قلعہ کے ایک محل پر تھانی ہے اور تیسرے مکان بنایا ہے اور پردے پر ہے میں جمہور
 نے کہا اے ملک اشراق میں ذرا سیر اور طرقت کی کوئے آتا ہوں ملک اشراق نے کہا کہ ہمارے یہاں چاروں
 شہروں میں یہ عجیب طرح کی پانندی ہے کہ ایک بستی کا آدمی دوسری بستی میں نہیں جاتا مگر اب دار طلسم میں

جہاں جاہے مگر میں نے کچھ بڑا کی نہیں کی ہر جگہ نہ بھولے گا اور شام کو یہیں چلے آئے گا جمہور نے کہا کہ آج رات
اور دن بیان کا نہیں معلوم ہوتا ہمیشہ صبح رہتی ہر ملک اشرق نے کہا کہ یہ گھڑی تھیں دینا ہوں دیکھ لینا اور دوسری
پہچان ہے کہ نیند آئے لگتی ہر غرض کہ جمہور نے ارقم کو ساتھ لیا اور دوسری طرف چلا دیکھا کہ تمام خلقت زرد پوش
ہو اور دیوار قلعہ کی آئینہ کی ہو پیرج میں وہی عمارت ہے اور خیمہ بھی زرد ہے اور ایک طرف کو دیکھا کہ ہزار بارہ سو گھوڑے
بندھے ہوئے ہیں اور اپنے گھوڑے کو دیکھا کہ ٹکیر کے نیچے بہت کھٹ سے بندھا ہوا ہے جمہور نے داروغہ مصیل سے
کہا کہ یہ گھوڑا میرا ہے اسے بادشاہ شمالیہ ملک آسن زرد پوش سے بیان کیا ملک ایسر نے جمہور کو اپنے پاس بلایا
اور بہت خاطر سے پیش آیا اور کہا کہ آپ میرے پاس جے گھوڑا بھیجے جمہور نے کہا کہ ملک اشرق کا ساتھ نہ چھوڑے گا
ملک ایسر نے کہا کہ اپنی خیر سب کو عزیز ہوتی ہے یہ گھوڑا ہمارے بیان آیا ہے ہم نے اسکو تھکے سمجھ کر رکھا ہے اور جو
چیز جسے گمراہی وہ اسکی ہو گئی اب بیان ہے تو گھوڑا بھیجے اور ملک اشرق پاس جاے گا تو نہ دنگا جمہور بہت
خفا ہوا ملک ایسر نے کہا کہ آپ خفا نہ ہوئے اور طعام و شراب و کباب منگو کر حاضر کیا جمہور اور ارقم نے کھایا
بعد فراغ طعام ارقم نے گھڑی کو دیکھا اور کہا کہ اب رات ہونے میں گھڑی بھری دیر ہے ملک ایسر نے دو گھوڑے
منگوادے جمہور اور ارقم سوار ہو کر چلے جب برج شرقی پاس پہنچے سائیسوں نے کہا کہ اب گھوڑے آئے نہ
جائینگے جمہور جھنجھلاتا ہوا آتا اور اپنے لشکر میں آیا اور ملک اشرق سے تمام احوال بیان کیا اسے کہا کہ جشن میں
میں آپ کا گھوڑا دلا دنگا غرض کہ رات زیادہ آئی جمہور نے کھانا کھا کر آرام کیا اور صبح کو دوسری طرف گیا وہاں
دیکھا کہ تمام لوگ سبز پوش ہیں اور خیمہ بھی سبز ہے اور دیوار قلعہ کی وہی خیمہ کی ہے اور پیرج میں وہی عمارت اور دروازہ
آمد و رفت کا زردین ہے جمہور دیکھتا چلا جاتا تھا کہ ایک سواری بڑی دھوم سے پیدا ہوئی جمہور نے دیکھا کہ شمیم
گھوڑے پر چلا آتا ہے شمیم جمہور کو دیکھنے ہی گھوڑے سے اتر پڑا اور جمہور کو اپنے بادشاہ ابن سیر پوش پاس لایا
اور نہایت خاطر کی اور تمام حال پوچھا جمہور نے تمام سرگزشت اپنی بیان کی اور کہا کہ تم پر کیا گزری شمیم نے کہا کہ جب
میں آپ سے جدا ہو کر گھوڑے کے پیچھے چلا جاتے جاتے گھوڑا تو غائب ہو گیا میں ایکس میں پہنچا اور ایک عیار سے ملاقات
ہوئی اسے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے میں نے کہا کہ لات پرست ہوں عیار بہت خفا ہوا اور بادشاہ پاس سے گیا
ملک نے پوچھا کہ تمہارا کیا دین ہے میں نے کہا کہ لات پرست ہوں بادشاہ نے ٹھکرا دیا غرض جہاں جاتا تھا کوئی مجھے
رہنے نہ دیتا تھا وہی مشاطہ پیر ملا اور کہا کہ خیر مصیل میں سو رہا کریں تین دن وہاں رہا پھر وہ نے ایسا کانا کہ شام
برہن سوچ گیا وہی عیار ایک دن میرے ملا میں نے کہا کہ میان خدا کے واسطے کوئی اور جگہ رہنے کو بنا دو کہ میں اس
عذاب سے چھوٹوں اس عیار نے کہا کہ تو خدا کو کیا جانے میں نے کہا کہ میں تو ہمیشہ سے خدا پرست ہوں تم کو کافر
سمجھ کر کافر بن گیا تھا وہ عیار پھر بادشاہ کے پاس گیا ملک ایسن نے بہت خاطر کی اور مکان رہنے کو دیا اور وہاں ہی
سیلہ ہوتا تھا ویسا ہی جیسا کہ آپ کہتے ہیں مگر بیان اب سبز تھا اور جانور اور درخت اور پھول سبز تھے ایک مشاطہ
سبز پوش آیا اور مجھے اندر صحبت کے لیے گیا اور اس وجہ سے احوال بیان کیا آواز آئی کہ یہ جو پر بیان ماضی میں
آن میں سے ایک کو لے لے حضرت جسکو میراجی چاہتا تھا وہی ملی اب وہ میرے پاس ہے اس کے عشق
میں گرفتار ہوں اب آپ بھی یہیں رہے جمہور نے کہا کہ تو میرے ساتھ چل شمیم نے کہا کہ معشوق
مجھ سے چھوٹ جائے گی اس آتا میں ارقم نے گھڑی دیکھ کر کہا کہ اب شام قریب ہے چلے شمیم نے
گھوڑے منگوائے اور کہا کہ اپنا سوار ہو کر جاے جمہور نے کہا کہ مجھ کو ملک ایسر نے بھی گھوڑے سے

لنگوادی تھے جب ان پر سوار ہو کر قریب برج شرقی کے پہنچا تو سائیسوں نے گھوڑے مانگ لیے تھے اب میں نہ لنگا سیم
 نے کہا کہ آپ سائیسوں کو راضی نہ کیجیے غرض کہ جمہور اور ارقم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے جب کہ برج شرقی کے پاس
 پہنچے گھوڑے تڑپنے لگے جمہور اور ارقم کو دہشت گھوڑے چلنے لگے جمہور اپنے لشکر میں آیا اور ملک اشترقی
 سے تمام کیفیت بیان کی ملک اشترقی نے کہا آپ کا عیسا برین بادشاہ سے کہہ دو لوادنگا اور بادشاہ بھی آپ کی
 خاطر کرے گا اس گفتگو میں آواز نقارے کی گونش زد ہوئی جمہور نے کہا کہ ای ملک اشترقی یہ نقارہ کیسا بجز رہا کر
 اشترقی نے کہا کہ کل جشن بزرگ ہے غرض کہ رات گزری اور صبح نمودار ہوئی جمہور نے دیکھا کہ دروازہ شرقی پر
 سائبان سرخ رنگ لگا ہوا ہے ملک اشترقی اور جمہور اور ارقم بچے اُس سائبان کے نیچے جمہور نے دیکھا کہ
 اندہ قلعہ کے آدھ آدھ کوس چاروں طرف دیوار قلعہ کی چوڑ کر دریا بہتا ہے اور بیچ میں دریا کے باغ بنرا اور
 عمارت وسیع اور اسپر منابی معلوم ہوئی ہے اور دریا میں کشتیوں پر ناپاچ ہو رہا ہے اور ایک کشتی پر ایک منظور
 بیٹھا ہوا ہے یکا یک ایک منظور بکار کہ ای ملک اشترقی جو لوگ دریا میں طلسم سے ہیں انکو لاؤ اور تماشا
 دکھاؤ ملک اشترقی جمہور اور ارقم کو لے کر اندر آیا جمہور نے دیکھا کہ ستون اور محرابیں سب شیشہ کی ہیں
 اور شرقی غریبی جنوبی شمالی چار طرف کی کسیر دکھائی دیتی ہے اور اس باغ میں درخت سوسری کے لاہ تھا
 ہیں اور ہر درخت کے نیچے ناپاچ ہو رہا ہے اور ایک درخت نہایت بلند ہے اور اسکی چار شاخیں چاروں طرف
 پھیلی ہوئی ہیں اور تمام باغ پر اُسکا سایہ ہے اور زمین پر طرح طرح کے پھول تھے ہر ایک کو باغ میں گلاب کا
 پھل ہوا ہے اور جانور ہر رنگ کے آڑے پڑے ہیں جب وہ جانور دریا میں گر پڑتے ہیں تو اُسی وقت بھرے
 اور کشتیاں پیدا ہو جاتے ہیں اور ناپاچ ہونے لگتا ہے اور آسمان پر بزرگ بڑا اسکے چاروں کونوں پر چار
 ابر چار رنگ کے مثل قندیل کے لگتے ہیں اور ان چاروں ابروں کے نیچے چار پری زادین منہ پر نقاب ڈالے
 تخت پر سوار ہاتھ باندھے ہوئے ابر بزرگ کی طرف دیکھ رہی ہیں اور اس ابر میں جیسے کہ آفتاب بدلی میں
 آجاتا ہے اسی طرح کی روشنی معلوم ہو رہی ہے اور چار شاخ کشتیوں پر سوار ہاتھ باندھے اُن پری زادین کی طرف
 دیکھ رہے ہیں جمہور دیکھتا تھا کہ مناب کائنات حکیم رکشن فیہر سے نکلا اور تمام مکان نورانی ہو گیا اس
 مکان میں بھی آیا اور جمہور سے ملاقات کی جب کہ وہ رات تمام ہوئی اور خورشید سو نمودار ہوا تو روشنی
 تو بہت تھی لیکن گرمی کا نام بھی نہ تھا جمہور اور ارقم اور شمیم سیر کرنے پڑے تھے جب تک جاتے تھے
 کسی درخت کے نیچے بیٹھ رہتے تھے پری زادین کشتیوں پر سے آڑتی تھیں اور فرشتے بچا کر جمہور کو نکالتی تھیں
 اور ناجتن تھیں اسی طرح جمہور سیر کرتا پھر تھا کہ یکا یک ایک بجلی چمکی سب کی آنکھیں جھپک گئیں پھر جو
 شاہزادہ طوطا کس تیزان جمہور جہاں سوزنے دیکھا تو آفتاب منابی کے کلس پر چمکتا تھا اور چاروں طرف
 پری زادین مورچیل ہاتھ میں لیے ہوئے مکمل پر شرقی بجا ہر نہایت پر تکلف اور بجاری پوٹا لکین پہنے ہوئے چاروں
 دروازوں پر منابی کے چل رہی ہیں اور اندر سے منابی کے بجلی سی چمک رہی ہے اور عیار پکارنے لگے
 کہ بادشاہ تخت عدالت پر بیٹھا ہے جسے جو کتا ہو گئے اور اسے ملک آسمان کا کلاہ گھوڑا ہے ہوئے
 آیا جمہور نے کہا ای ملک اشترقی میرا گھوڑا یہی ہے ملک اشترقی نے ایک منظور کو بلا کر تمام احوال جمہور کا
 بیان کیا ایک منظور نے اپنے بیٹوں سے کہا اُسے بادشاہ سے عرض کی کہ وہ شخص جو دریا میں طلسم ہوا ہے اُسکا گھوڑا
 ملک اشترقی اس پر حکم ہوا کہ ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے ہیں اسبیل بادشاہی میں اُس سے بہتر گھوڑے ہیں وہ لے کر

کیا کرے گا اور اسکا مطلب بہت بڑا ہے وہ بیان سے نکلتے گا ملک ایسر نے عرض کی کہ یہ گھوڑا میرے شہر میں آیا ہے اگر حکم ہو تو میں سوار ہوں ایشادہ ہوا کہ یہ مال برآیا ہے رہتے دو گھر سو رہنا ملک امین شہر پوش نے عرض کی کہ نسیم خیا میرے شہر میں آیا ہے اور اسکو ایک بری زار عنایت ہوئی ہے وہ اس کے ساتھ بہت خوش ہے حکم ہوا کہ بس ہم یہی چاہتے ہیں کہ جو بیان آئے خوش رہے لیکن جمہور کو کیا سوچھی کہ مہینہ علوم بادشاہ کی صورت کیسی ہے اور عورت ہے یا مرد معاہدہ خیال آئی ہے یہ ایک منظور بکار کہ اسی ملک اشرق تم بیان سے ملے جاؤ کہ بادشاہ اپنی صورت دکھانا چاہتا ہے اور وارداں طلسم کو چھوڑنے جاؤ ملک اشرق تو یہ تجھیل دیاں سے لشکر دروازہ میں بیٹھا جمہور کیا دیکھتا ہے کہ پردہ اٹھا اور ایک چمک پیدا ہوئی کہ آنکھیں چمک گئیں ہر جو پوش آیا تو جمہور نے اپنے تئیں خیمہ میں پایا اور ملک اشرق کو پاس بیٹھے دیکھا جمہور نے پوچھا کہ اسی ملک اشرق اب یہ سیر کب دکھائی دے گی ملک اشرق نے کہا کہ زندگی ہے تو پھر برسوں روز دیکھنے کے غرض کہ دہان سے کوچ کیا اور درہ ظلمات طلسم کو چھوڑ کر کے شہر قبیہ آیا وہیں پہنچے ملک اشرق نے جمہور کو بادشاہ کیا اور اپنے برا بھلا یا اور جمہور کا سکہ سلج ہوا ایک دن جمہور نے کہا کہ اسی ملک اشرق وہ دن کو نسا ہوگا کہ معشوق میرا بھی بیان آئے گا ملک اشرق نے کہا کہ بادشاہ بھی فرما چکا ہے کہ معشوق تمہارا آئے گا مگر وہ دعا کرو کہ اسی شہر میں آئے جمہور نے پوچھا کیا اور کہیں جائے گا تو نے ملے گا اشرق نے جواب دیا کہ بیشک نہ ملے گا جمہور نو بیان یا د معشوق میں بیٹھے

اب دو مکملے داستان کو کہہ کے بیان کیے جاسے ہیں

کہ دہان کو کہہ روشن تن حوت سے ضحیٰ ک شاہ کے اپنی چالیس خواہوں کو مع جمیلہ بھاگ کر جنگل میں چھپی اور عیار جمہور کا نسیم بن عمر و تلاش میں شاہزادہ جمہور کی نکلا ہوا تھا پہلے تو سب اگل میں گیا دہان سنا کہ جمہور کو لقا نے ضحیٰ ک شاہ پاس پہنچا ہے نسیم ضحیٰ کہہ میں آیا دہان سنا کہ جمہور کو ضحیٰ ک شاہ نے طلسم میں چھپا دیا ہے نسیم طلسم کی حوت جاتا تھا کہ راہ پکڑے اور جنگل میں کچھ عورتوں کو دیکھا آئے پوچھا کہ تم کون ہو ملکہ نے کہا کہ تم کون ہو نسیم نے کہا کہ جمہور کا عیار ہوں اور طلسم میں جمہور پاس جاتا ہوں ملکہ نے بیشک تمام حقیقت اپنی نسیم سے بیان کی اور کہا کہ مجھے بھی سے جل غرض کہ ملکہ نے جمیلہ کو ساتھ لیا اور تمام خواہوں کو حوت لشکر امیر کے روانہ کیا اور ہمراہ نسیم کے طلسم کو چلی جو نشت دریا سے اتر کر تختہ گلزار دیکھا جمہور باد آگیا اور انھوں میں انسو عتر آئے کہ بکا یک تین گھوڑے پیدا ہوئے اور اپنی نشت پر ملکہ اور جمیلہ اور نسیم کو لے کر آئی ہوئے حوت کہ مقبرے پر شتر قہ قانون کے آئے اپنے اپنے سواروں کو اتار کر گھوڑے چلے گئے ملکہ نے دیکھا کہ مقبرہ نہایت خوشنما بنا ہوا ہے اور تختہ بھولوں کا کھلا ہوا ہے اور جانور ان خوش آواز چمک رہے ہیں کہ جنگلی ریلین خیل تبرکچون کے بار ہوتی ہیں ملکہ کا دل باد جمہور میں خون ہو گیا اور شک جاری ہوئے اور وہ تختہ گلزار نگاہوں میں خار معلوم ہونے لگا ضابطہ جنی مقبرے سے باہر آئی اور پوچھا کہ کیوں روتی ہو ملکہ نے حال دینا ساتھ ایک حجاب کے بیان کیا ضابطہ حسی نے تسلی دی اور اپنے ساتھ لیے ہوئے پاس درویش مذکر کے آئی اور احوال ملکہ کا بیان کیا درویش مذکر نے ملکہ کو اپنی بیٹی کیا اور زہرہ لقا کہ جو شہر میں سلطان مٹی اسکے سیر دیکھا اور نسیم کو ملک اغرب بادشاہ غریہ کو دیا ملک اغرب نے نسیم کو بت غرت و حوت کے ساتھ رکھا زہرہ لقا ملکہ کو کہہ روشن تن کو لے گئی اور بہت خاطر کی اور کہا جس بزرگ میں تم کو معشوق ہے ملاؤنگی غرض کہ بعد چند روز کے دین شہر بزرگ لگا آیا زہرہ لقا ملکہ کو لے کر عرات القلاع میں آئی ملکہ نے دیکھا کہ تمام قلعہ شیشے کا ہے اور ایک باغ بنا ہوا ہے اور ایک تالاب ہے اس میں کشتیاں بہتی پھرتی ہیں اسی تالاب پر چار طن چاروں شہر کی سلطان خورشید لقا زہرہ لقا ماہ لقا

بین پایاب ماہ لقا اور سبیل سے تکرار ہونے لگی اسے کہا کہ تم ملک کو لاؤ تو جمہور کو بے جا
 ملک کو بے جا چلینے سے مانع میں غریب اور حراہ لقا جمہور کو بے جا رہے جاتی ہو اور سبیل کو کہہ روشن تن کو اسی طرح دونوں کو
 زیرِ قہر بلند بادشاہ لا کر کھڑا کیا جمہور کو کہہ روشن تن کے گرد بیٹھے لگا اور بادشاہ کو دعا میں دینے لگا اس عرصہ
 میں درویش ذکر اور درویش مذکور بھی آئے بادشاہ نے کرسیاں بیٹھے کو دین اور سلام کیا اور تعظیم بھی لایا اور کہا کہ ان
 دونوں کا فیصلہ آپ کیجیے درویش مذکور نے کہا کہ زہرہ لقا تو سچ کہتی ہے کہ جمہور آئے اور بیاہ کر لیجئے درویش
 مذکور نے کہا کہ یہ تو حق ہے مگر زہرہ لقا کو لازم ہے کہ بڑی بین کی خاطر کوے اور ملک کو بے جا کر برج شرقی میں شادی
 کرے اور بیاہوت یہ ہے کہ اگر یہ ہوگا تو خورشید لقا اپنے تئیں ہلاک کر ڈالے گی درویش مذکور نے کہا کہ جو بات
 حق ہوگی وہی کہی جائے گی اسے کوئی کیا کرے کہ وہ درویش بھی اپنے تئیں ہلاک کرے گی اس پر بہت کراہی رہی یہاں تک
 کہ نو بخت شتم کشا کی پوچھی بادشاہ نے کہا کہ وہ آپ نے بھی خوب فیصلہ کیا معاف رکھیے اور تشریف لے جائیے دونوں
 آخر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی ایک علامت بر باد دی طلسم کی ہے کہ ہم دونوں طب طلسم ہیں اسے ایک حد است
 سے نفرت ہو جائے قریب ہے کہ طلسم بر باد ہو لیکن بادشاہ کو نہایت تشویش تھی کہ اگر رضیہ سلطان کو بادشاہ ہر
 اور تہج سے بکرا نہایت نہ ہو سکا یہ باتیں دل سے کر رہی تھی کہ اسی وقت خیال میں آیا کہ دروازہ جب توختے بیٹھی تھی
 درمیان میں حکیم اشراق کے گئی تھی اور منجملہ بشارت ہوئی تھی کہ اب قبر ہمارا نہ ظاہر ہوگا مگر جب کہ شکل تجھ پر
 ہے گی اس وقت ظاہر ہوگا تو ہم سے آگے بیان گزرا یہ سوچ کر رضیہ سلطان نے حکم کیا کہ ان دونوں عاشق و معشوق
 کو نشیمن محل میں داخل کر دو اور تم سب یہاں رہو میں آتی ہوں لیکن اس وقت درویش مذکور کو فراموش کر جانے
 لگے تھے اس وقت ایک ایک پیالہ پانی کا بحرِ خورشید لقا زہرہ لقا کو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جمہور کو کہہ
 روشن تن کو بلا دینا یہ ہماری اطاعت سے باہر ہوئے انھوں نے اپنی اپنی جگہ وہی کیا جمہور اور کو کہہ روشن تن
 یوں تو آپس میں اختلاف کرنے لگے لیکن جب گفتگو آتی تھی ملک کہتی تھی کہ برج غربی میں آؤ تو بیاہ کر لیجاؤ اور جمہور
 کہتا تھا کہ برج شرقی میں آؤ تو شادی ہو مگر جب رضیہ سلطان حکیم اشراق کے مقبرے پر پہنچی اور
 ضابطہ جتنی سے دروازہ کو لا رضیہ سلطان اندر آئی اور قبر پر فاتحہ پڑھ رہی تھی کہ فتوہ دی آئی خواب میں حکیم اشراق
 کو بیست آدھکا جھک کے مجھ عرض کیا حکیم اشراق نے کہا کہ اگر زہرہ لقا نہ کر اور اس مقدمہ کو چاروں ہر ہر داروں
 پر چھوڑ دے اور تو ترک سلطنت کر کے پردہ قاف میں جا کر بیٹھ رہو جب کہ طلسم کشا آئے گا تو بھی مرآت القلاع
 پر آنا اور حشیں کرنا اور طلسم کشا تیرا شوہر ہوگا تو بادشاہ آخر طلسم جو بھول جو چمن میں لگے ہوئے ہیں انکا گلہ ستہ
 بنا کر لیتی جا جس روز بھول مر جائیے اس دن طلسم کشا آئے گا رضیہ سلطان کو بخش آیا مکان کو معطر
 پایا اور گلہ ستہ بنا کر ماتھ میں لیا اور ابر پر سوار ہوئی اور مرآت القلاع پر آئی خورشید لقا زہرہ لقا
 وغیرہ سے کہا کہ میں اس مقدمہ میں دخل نہ دوں گی تم جانو اور تمہارا کام جانے میں پردہ قاف میں جاتی ہوں
 جب تک طلسم کشا آئے گا اس وقت تک نہ آؤ گی یہ سن کر ایک تھلک پہ گیا لوگ بیکار رہے کہ جسے بادشاہ کو
 دیکھنا ہو دیکھو کہ اب بادشاہ بغیر طلسم کشا کے آئے تشریف لائیں گے تمام علاقہ دیکھنے لگی جسکی نگاہ تھم
 اور بینی اور حلقی اور چہرہ کلی پر بڑی وہ بیوش ہو گیا جمہور کی جوتانکھ کھلی تو اپنے تئیں ملک اشراق
 کے خیمہ میں پایا اور ملک کو نہ دیکھا تڑپنے لگا ملک اشراق جمہور کو بے جا شریف آباد میں آیا لیکن
 جمہور کا یہ حال تھا کہ ایک دم قرار دارم نہ تھا اور کہتا تھا کہ اگر ملک اشراق جس طرح بن چکے ہیں

مستوف کو ملا دود و نہ سیری زندگی محال اور بادشاہ ملک جمہور آئین زبان برہنہ تھا اور یہ شعر چنانچہ شعر حقیقت در چشم زدین صحبت
 یار آفرشد و روستے گل سپر نہ بدیم بہار آفرشد و ملک اشترق جمہور کا یہ حال دیکھ کر درویش ڈاکر کے پاس لایا اور
 حال بفراری جمہور کا ظاہر کیا درویش ڈاکر نے کہا کہ آپ خاطر جمع رکھیے اور نامہ لکھیے کہ ناموس میرا تم نے چھین رکھا ہے
 جس طرح روئے لوٹا اور تم جانتے ہو کہ شرق کا غرب پر غلبہ رہا ہے جمہور نے کہا کہ غریبہ آیا دین ناموں بجائے گا درویش
 ڈاکر نے کہا کہ شمیم بجائے گا غرض کہ نامہ لکھ کر شمیم کو دیا اور درویش ڈاکر نے کہا کہ اگر شمیم ات کو جانا اور غصہ جو آسمان پر علوم
 ہوتا ہے اس کے نیچے سیدھا چلا جانا اور اگر درویش ڈاکر نے تو بہت خراب ہوئے اور جس مقام پر صبح ہو جائے وہاں
 سے آگے نہ جانا اور میر جب شام ہو جائے تو رات بھر اسے چلنا غریبہ آیا دین ہوئے گا تو شمیم نامہ لے کر اسی طرح
 چلا یہاں کو کہ روشن تن کی جزا کھ کھلی اپنے تئیں رنج تلم بین پایا اور ایک عورت کو پاس لیے دیکھا کہ تو کون ہو آئے
 گناہین غریبہ خاتون ملک اغرب سیاہ پوش کی زود ہوئی اور اب یہاں کی بادشاہت کیجیے ملک نے کہا مجھے بادشاہی
 سے کچھ کام نہیں ہے میرا عاشق مجھے مل جائے غریبہ خاتون نے بہت تسلی دی اور تخت پر بٹھا دیا اس آستان خبر ہوئی کہ
 شمیم نامہ ملک اشترق کا لایا ہے ملک اغرب نامہ لے ہوئے درویش ڈاکر پاس آیا انھوں نے مضمون نامہ پڑھ کر
 جواب دیا کہ ہم کو غرض نہیں تم دوہرے لاکر لایا ہے اچھا دیتے ہیں جو لکھا ہے کہ شرق کا غرب پر غلبہ رہا کیا ہے تو یہ اس طرح ہے
 جیسے قوم ہاری کا انسان پر جواب نامے کا لے کر شمیم روانہ ہوا اور بعد حرم علی وضع منازل شرقیہ آیا دین آیا
 اور نامہ درویش ڈاکر کو دیا درویش ڈاکر نے مضمون نامہ پڑھ کر کہا کہ جمہور اپنا ناموس لے کر
 یسین لاؤ غرض کہ تیار سی لشکر کشی کی ہونے لگی مگر جب ایسا اتفاق ہوتا ہے تو دوسرے دربار ایک
 طرف ہو جاتے ہیں اور دوا یک طرف ملک اشترق اور امین ایک طرف ہوتے اور ملک اغرب اور اسیر ایک
 طرف ہوتے اور دونوں طرف سے سامان جنگ ہوا اور لشکر دن نے کوچ کیا اور میدان میں آئے اور جل جنگ
 بھارت بھٹل جنگ بھا کیا صبح کو دونوں لشکر دن نے صف بندی کی ملک اشترق جمہور کو تخت پر بٹھا کر میدان میں نکلا
 ملک اغرب کو کہہ رکھشن تن کو منہ پر نقاب ڈال کر تخت پر بٹھا کر میدان میں آیا جب کہ صف بندی ہو چکی اور نقیب
 بھا کر چلے گئے بلوط شرقی میدان میں آیا اور نہرہ کیا اس طرف سے بلوط غریبی نکلا بعد نیزہ بازی و فہم تیرگی کے تو بہت
 کشمکش کی پہونچی کہ ایک آواز صیغ پیدا ہوئی کہ اے ظاہر ان طلسم دہ بواب تھا کہ یہ شبوہ ہو گیا کہ آپس میں خون ریزی
 کرنے لگے بہتر اسی میں ہے کہ لپٹ جاؤ اور جہاں رات کو رہ جاؤ وہ مارا جائے گا اور دین بچے پیدا ہوئے اور دونوں
 کی کمزیریں بین ہا تھا لے گئے ملک اشترق نے کہا باطن طلسم دالون کا حکم نہیں ہے کہ کوئی نہ لے اور چاروں سو دا
 کوچ کر کے اپنے اپنے ملک کی طرف چلے گئے جمہور پھر اسی طرح تہہ لگا اور آہن جگر خراش کھینچنے لگا ملک اشترق
 پھر درویش ڈاکر کے پاس لایا درویش ڈاکر نے بھی کو دیکھ رہا تھا کہ منہ مغرب کی طرف ہونے ہیں تو درویش ڈاکر
 ہو کہ ملک اشترق جمہور کو لیے ہوئے ہونچا درویش ڈاکر نے کہا کہ کوئی کپڑا ملک کے بدن کا منگواؤ میں ایسا
 اسم پڑھ دوں گا کہ وہ تمہارے پاس چلے آئے گی جمہور نے شمیم کو بھیجا اور ملک کا بھی یہی رنگ تھا کہ لوگ درویش
 مذکر کے پاس سے گئے تھے درویش مذکر نے بھی کہا کہ کپڑا جمہور کا پٹنا ہوا منگواؤ تو میں ایسا اسم پڑھ دوں کہ وہ
 خود چلا آئے ملک نے شمیم کو بھیجا غرض کہ شمیم ملک کا کپڑا اور شمیم جمہور کا کپڑا حکمت جہاری لائے درویش ڈاکر
 اور مذکر نے کپڑوں پر اسم پڑھوایا کہ اس کو اپنے پاس لے کر آئے ملک نے کپڑا منگوا لیا کہ کپڑا کہتی تو عشق
 جمہور کا اور زیادہ ہوا یہاں تک کہ اب دوا نہ ترک ہونے لگا شمیم نے کہا کہ دوا ایک روز کا معاملہ دے کر نکل چلے

ملکہ غریبہ آباد و دالوں سے چھپ کر زن شرقیہ آباد کے چلی اور جمہور نے جو جامہ پہنا اسکو بھی عشق دونا ہوا اور
دیوانگی ترختے ملی ایک روز ملک اشرف سے چھپ کر راہ غریبہ آباد کی لی آتا ہے راہ میں ملکہ سے ملاقات ہوئی اور یہ
مصلح ہوئی کہ آپ اور طرک بھاگ بیٹے غرض کہ دونوں گھوڑوں پر بٹھکر راہی صحرایہ سے دامن ملک اشرف سے
جمہور کو اور ملک اشرف نے ملکہ کو ڈھونڈھا مگر کہیں پتا نہ لگا پتا جمہور اور ملکہ دونوں بھاگتے ایک
بیابان پر فضا میں پہنچے ایک درخت حلائی دیکھا اسکے نیچے آکر بیٹھ گئے لیکن آسمان کو جو دیکھا تو ابر چھایا ہوا ہے جمہور
نے شمیم سے کہا کہ اگر کہیں سے شراب ملے تو لاشمیم نے جو خیال کیا تو بتا بل اسی درخت کے ایک اور درخت نقشہ کی
معاوم ہیں اور اسکے نیچے ایک پیر مرد کو دیکھا کہ کانا سسین رہا ہے اور شراب پی رہا ہے جمہور نے کہا کہ اگر شمیم اسی سے لا
شمیم مرد پیر پاس گیا اور شراب طلب کی پیر مرد بہت خفا ہوا جب شمیم چلنے لگا تو کہا کہ تو چاہتے پی شمیم ایک
جام مٹکا ہی سانی پر عاشق ہو گیا اور وہیں کھڑا ہوا جمہور نے بعد توڑی دیکھے لیسیم کو عیسا وہ بھی اسی طرح جام پی کر
وہیں کھڑا ہوا جمہور آپ آیا مرد پیر نے بہت خاطر کی اور بھایا سانی نے شراب دی جمہور نے شراب پی اور سانی سے کہا
کہ اب کسی کو شراب نہ دینا سانی نے دو تین جام جمہور کو دیے اور ایک پیر مرد کو دیا جمہور نے ایک خما خچہ مرد پیر کے
مارا اور شراب چھین کر لے گیا مرد پیر اٹھا اور اس پرین ایک زنجیر لٹکتی تھی اسے پکڑ کر چڑھ گیا اور چاروں گویے اور
سانی اور لیسیم اور شمیم بھی زنجیر کو پکڑ کر چڑھ گئے مرد پیر نے جمہور سے کہا کہ یہاں آؤ کو معلوم ہو جمہور بھی زنجیر کو پکڑھٹا تھا
کہ لٹاک کر رہ گیا اور ابراڑا نے بے چارہ کیا ملکہ نے جو یہ حال دیکھا اپنی تنہائی پر روتی ہوئی تھی اسی ابراڑے جسی
جساتی تھی کہ ایک محراب سے صیب ملا کہ جہاں پانی نہ تھا اور گرمی بہت تھی منکلی اسے کھڑ کیا اور ٹھنڈے دریا سے
پہونچی دامن بٹھکر رونے لگی کہ ایک کشتی پیدا ہوئی آئیں ایک بیزن اور چھ عورتیں بھی تھیں آغوش نے ملکہ پر
رحم کھا کر بٹھا لیا جب وہ کشتی ج میں آئی چرخ مار کر تھیم لگتی ملکہ کو جو ہوش آیا اپنے تئیں ایک مکان میں پایا اور
پاس اسی بیزن کو دیکھا اُسے ملکہ سے حال پوچھا ملکہ نے تمام سرگذشت اپنی بیان کی بیزن نے کہا کہ میں نے کچھ
حاکم پاس سے جھگڑائی دامن جمہور کو ایک خودگی سی لٹکتی تھی اب جو کچھ کہی اپنے تئیں ایک شہر میں پایا اور سامنے کو تو ہلا
چوتھے پر اسی پیر مرد کو بیٹھے دیکھا پیر مرد نے کہا کہ مجھے اپنے سلوک یاد ہیں اب میں کیا کہوں کہ تو سلیمان کی
مملداری میں آتا ہے اگر کا فزون کی سرحد میں ہوتا تو دیکھے مار ڈالتے اور پوچھا کہ مجھے کچھ کام بھی آتا ہے جمہور نے
کہا کہ میں تاج بنانا جانتا ہوں شمیم سے کہا کہ تو کیا جانتا ہے اسے کہا کہ میں زرگری جانتا ہوں شمیم سے پوچھا کہ اسے کہا
کہ میں طلا سازی جانتا ہوں جمہور سے پیر مرد نے کہا کہ تم طلسم کشا کے لیے تاج بنایا کرو اسی آتا میں بیزن ملکہ کو
لیے ہوئے آئی پیر مرد نے کہا کہ انہیں بھی بے جاؤ یہ بھی بہت کو کھڑ دینا کرنگی لوگ سمجھوں کو لے کر زندان خانے
میں آئے جمہور نے دیکھا کہ مکان بہت وسیع ہے اور ج میں ایک تالاب ہے اسکے ایک طرف مرد کام کرتے ہیں اور
دوسری طرف عورتیں دن بھر کام کیا کرتی ہیں رات کو ایک ایک خانہ کھائے کاتا ہے سب کھانا کھا کر علیحدہ
مکانوں میں سو رہتے ہیں اور ملکہ سے اور جمہور سے افسانوں میں باتیں ہوا کرتی ہیں یہ تو بیان اس طرح سے
رہی لیکن چالیس خواہ میں ملکہ کو کبہ روشن تن کی جوتلکرا میر کی طرف چلی تھیں بعد چند روز کے پوچھیں امیر کو
خبر ہوئی کہ چالیس نقابہ ہر آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حال اپنا امیر کوشور گیس عرض کر چکے امیر نے کہا کہ غلط میں
لاؤ عمر و نے کہا کیوں حمزہ یہ رانوں کو کمان جایا کرتا ہے یہ کیا پیغام لاتے ہیں امیر نے کہا تو بھی مل کر سن عرض
امیر اور عمر و غلط غلط میں آئے دیکھا کہ نقابہ میں کھنڈر سے اتری ہوئی ہیں اور سب جو امین ہیں اور نقشے بھی

درست ہیں امیر نے احوال پر چھایسہوں نے حقیقت جمہور اور کوہک نے روشن تن کی بیان کی امیر نے انکو تو خواتین میں
 سپرد کیا اور آپ رونے ہوئے باہر نکلے بادشاہ نے حال پر چھا امیر نے کہا کہ جمہور طلسم میں گرفتار ہو گیا ہے میں اسے چھڑانے
 کو جاؤنگا بادشاہ نے بزرگ امید وغیرہ کو بلوائے احکام نکلوائے انھوں نے حکم نکالا اور سب رونے اور کہا کہ امیر بائیں
 اور دہیشے اور دوسرے در اور عمر ویسب ساتھ جائیں تو طلسم ٹوٹے گا بادشاہ نے پوچھا کہ آپ رونے کیوں انھوں نے
 کہا کہ امیر اس سفر سے پھر کر آئیں گے تو کئی شخصوں سے ملاقات ہوئی سب سردار رونے اور کہا کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلے
 امیر نے کہا کہ تم ہمیں رہو میں جاتا ہوں اور عمرو بن حمزہ اور چوگان اور ہرام اور فرخزاد اور عمرو کو ساتھ لے کر
 کوچ کیا اور قاسم اور بلع الزمان دو منزل تک ساتھ آئے کہ ہمیں بھی لیتے چلے امیر نے رخصت کر دیا اور سجھا یا
 کہ آپس میں نسا نہ کرنا لیکن امیر جو وقت چلنے لگے اٹھا جائیں غیل ماہر و کو کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ میرا چھوٹا
 بھائی ہے اسے مثل میرے سمجھنا اور جو یہ کہے امیر عمل کرنا سمجھوں نے قبول کیا غرض کہ امیر کوچ بہ کوچ ضحاک کیہ میں
 پہنچے بیان ضحاک شاہ کو خبر ہوئی کہ امیر آئے ہیں دشمنند درجے کہا کہ اب میں کیا کروں اسنے کہا کہ وہ آپ
 طلسم میں پھنسے جاتے ہیں آپ کا دشمنیہ ضحاک شاہ امیر کی پیشوائی کو آیا اور اپنے ہمراہ لایا اور در تک امیر
 بیان سے دشمنند نے پھر حالی طلسم کا بیان کیا غرض کہ تیسرے دن امیر کوچ کر کے درے پہنچے اور اس دریا کو دیکھا
 کہ جس میں پیدل چلا جاتا تھا اور سواری نہیں جانے پاتا تھا امیر نے ایک سوار کو بھیج کر تماشا دیکھا اور تعجب کیا بعد اُسکے
 امیر نے خود دریا دیکھا ضحاک شاہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں آپ نہ جانیے امیر نے کہا کہ میں جمہور کو چھڑانے
 جاتا ہوں غرض کہ امیر پانچ آدمیوں سے دریا تر کھنڈ گھڑا میں آئے امیر نے چھپے پھر کر جو دیکھا تو بار کا آدمی کوئی
 نہ دکھائی دیا اور اُدھر کے لوگ امیر کو دیکھتے تھے اور دریا بہت قاہرہ معلوم ہوتا تھا امیر تماشا دیکھ رہے تھے
 کہ پانچ گھوڑے پید اہوئے پانچوں آدمی گھوڑوں پر سوار ہوئے گھوڑے لے کر ابھی ہوئے آتے رہے ۱۰۰ میں
 ایک آندھی آئی اور تاریکی ہو گئی پھر جو روشنی ہوئی امیر نے دیکھا کہ بجائے در و دیوار کے دونوں طرف درخت ہیں
 اور زمین سنار سے چمکتے ہیں اور سر پر ہما کو دیکھا کہ مانند نقیب کے بوجھا جاتا ہے کہ اس کا نشان طلسم خبردار
 ہو جاؤ کہ طلسم کشا پہونچا اور جو کوئی اسکی اطاعت کرے گا وہ آفت سے محفوظ رہے گا اور جو اس سے
 پھر جائے گا وہ تباہ و برباد ہوگا غرض کہ گھوڑے امیر کو لیے ہوئے ایک مکان میں آئے امیر نے ملاحظہ کیا کہ اسطبل
 دوڑ تک بنا ہوا ہے اور اپنے گھوڑے کی جگہ پر دیکھا کہ ایک نگیر لکھا ہوا ہے امیر اور سب سردار گھوڑے گھوڑے
 اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے اور ہا پکارا کہ ایضا بطلہ جنی طلسم کشا آیا ہے امیر نے دیکھا کہ ایک عمارت میں سے
 ضابطہ جنی اور پانچ چار آدمی نکلے امیر کو اندر مکان کے لیے گئے اور دعوت کی اور کشتیان جواہر کی آگے رکھیں
 امیر نے تونہ لین مگر عمرو نے انکو داخل نہ لیا ضابطہ جنی نے کہا یہ بھی دلیل طلسم کشائی کی ہے کہ ایک شخص لاٹھی
 بھی ساتھ ہوا اور ہمارے گھوڑے کو جواب کو لایا ہے اسکو بھی حکمانے لکھا ہے کہ یہ طلسم کشا کو لائے گا بیشک
 آپ ہی طلسم کشا ہیں امیر نے پوچھا کہ تم کو یہاں کیا خدمت ہے ضابطہ نے کہا کہ میں کلید بردار حکیم اشراق
 روشن ضمیر کے مقرے کا ہوں امیر باتیں کرتے تھے کہ آواز فقارے کی آئی امیر نے کہا ایضا بطلہ یہ فقارہ کیسا
 بجا ضابطہ نے کہا آپ خوب دفون میں آئے ہیں کہ کل عرس حکیم اشراق کا ہے امیر رات بھر رہے اور صبح کو پھلے
 دور سے چمک معلوم ہوئی پوچھا کہ یہ چمک کیسی ہے ضابطہ نے کہا کہ یہ اقبال آپ کا ہے کہ یہاں سے کئی منزل پر یہ
 مکان ہے آپ کو نزدیک معلوم ہوتا ہے عمرو نے پیچھے پر کے دیکھا تو بس مکان سے نکلتے تھے وہ نہیں معلوم ہوتا

ضابطہ سے پوچھا آئے کہ کیا کارخانہ طلسمی ہو غرض کہ امیر اس مکان پاس پہنچے ہمارے حکم کشا آنا ہی ایک شخص
گندم رنگ لہرائی شکل پاہر آیا امیر نے کہا اس ضابطہ یہ کون ہے ضابطہ نے کہا حکیم اشراق کے پوتے حکیم قسطاس
رہنشاہ خیمہ میں جو ان کے نائب ہیں امیر ان کے ساتھ اندر آئے دیکھا کہ ایک باغ بہت بڑا تکلف ہے اور اس کے چار دروازے
ہیں چار رنگ کے اور مکان بہت بڑے ہوئے ہیں اور چاروں میں ایک فخر تکلف ہے اور اس کے آگے ایک چوترا بلور کا ہے اس پر
ایک نمبر اکیس زینے کا رکھا ہے اور گرد کرسیاں رکھی ہیں امیر نے ضابطہ سے پوچھا یہ نمبر کبسا ہے ضابطہ نے کہا حکیم
قسطاس اس پر غطیان کرتے ہیں اور جو اس سال کا احوال ہوتا ہو ظاہر کرتے ہیں اور لوگ حکیم ظاہر و باطن کے ساحر
اور غیر ساحر سب سنتے ہیں اور کسی کو کسی سے دشمنی بیان نہیں ہوتی ہو غرض کہ امیر ایک برج میں بیٹھے تماشا دیکھتے تھے
کہ چاروں طرف سے چار بادشاہ پیدا ہوئے ملک اشراق بارہ ہزار سوار سرخ پوش سے آیا ملک اہمین بارہ ہزار سوار
سبز پوش سے آیا ملک اغب بارہ ہزار سوار سیاہ پوش سے آیا ملک السیر بارہ ہزار سوار زرد پوش سے آیا اور شہنا
کہ حکیم کشا آیا ہے چاروں نے سلام کیا ہمارے حکیم کشا سلامت غرض کہ چاروں
بادشاہوں نے امیر سے احوال جمہور اور ملکہ اور دونوں عیاروں کا بیان کیا اور رقم نے اپنا حال کہا امیر نے رقم کو
اپنے پاس رکھا ملک اغب نے کہا کہ خواص ملکہ کی حیلہ اب تک میرے پاس ہے فرمایا رہتے دو چاروں بادشاہ
اپنے اپنے مقام پر باقی ماند کر کھڑے ہوئے اس میں برج شرقی کی طرف سے ابر سرخ آیا اور ہوا سے سرد پٹنے لگی
ابر چوترا سے لی گیا امیر نے دیکھا کہ برج اہمین سے ابر توجا کر برج پر قائم ہو رہا خورشید لقا چار سو ہزار سال
سے آئی اور پوچھا کہ کون ہے ضابطہ نے کہا کہ حکیم کشا ہے خورشید لقا تری آتش فراخ ہے مگر امیر کا یہ رعب
ہمارا کہ جھک کر سلام بجالائی ہمارا پکارا خورشید لقا نگاہ رو بر و طلسم کشا سلامت مگر خورشید لقا نے عمرو
بن حمزہ کو جو دیکھا عاشق ہوئی ادنا کر انہیں کے پاس بیٹھ گئی اور باتیں کرنا چاہا لیکن عمرو بن حمزہ باپ کے
کانات سے بات نہ کر کے خورشید لقا نے امیر سے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں انہیں سیر کر لاؤں امیر نے کہا کیا مضائقہ
ہے خورشید لقا عمرو بن حمزہ کو ملحدہ جگہ پر لائی اور خنجر شراب شروع ہوا اسی آئینہ میں ایک اور ابر سبز پیدا
ہوا اس میں سے ماہ لقا علی آئے بھی شہنا کہ حکیم کشا آیا ہے ماہ لقا آئی اور سلام بجالائی ہمارا پکارا کہ نگاہ
رو بر و طلسم کشا سلامت ماہ لقا چوگان بن حمزہ پر عاشق ہوئی اور چوگان ماہ لقا پر عاشق ہوا غرض کہ
ماہ لقا اگر پاس بھیجی اور پوچھا کہ میان تم حکیم کشا کے کون ہو چوگان نے کہا میں بیٹا ہوں اور ابھی میرے
بھائی کو خورشید لقا نے لٹی ہے آخر یہ دونوں بھی اسی طرح چلے گئے اور صرف شراب خوری ہوئے کہ ایک
اور ابر زرد پیدا اس میں سے سہیلہ لقا آئی اور شہنا کہ حکیم کشا آیا ہے یہ بھی آئی اور سلام کیا ہمارے آواز دی نگاہ رو بر
و طلسم کشا سلامت سہیلہ فرامرز پر عاشق ہوئی اور پوچھا کہ میان تم حکیم کشا کے کون ہو فرامرز
خفا ہوا اور کہا کہ مجھے کیا میں کوئی ہوں فرض یہ جو بات کہنی تھی وہ ترش ہو کر جواب دیتا تھا سہیلہ گلابی
شراب کی ٹھک کر آٹھانے لگی کہ ہاتھ سہیلہ کا سینہ میں فرامرز کے لگا فرامرز نے ایک دھکا دیا کہ سہیلہ دور
چلا پڑی اور کہا کہ بڑوں کے سامنے اس طرح کی بے ادبی کر لی ہے سہیلہ نے کہا کہ میں تو شراب آٹھانی تھی یہ کھل
روئے لگی امیر کو سہیلہ پر رحم آیا اور عمرو کی طرف دیکھ کر کہا کہ محبت کیا بڑی چیز ہوتی ہے کہ سہیلہ تو پیار کرتی ہے
اور فرامرز کو کچھ خیال نہیں فرامرز شباب کو چلا سہیلہ اٹھ کر ساتھ ہوئی اور فرامرز پہلنے لگی فرامرز نے
ایک طمانچہ مارا کہ سہیلہ گر پڑی اور ہونٹ پھٹ گیا غرض کہ فرامرز دمان آکر بیٹھا جان کہ خورشید لقا

اور ماہ لقا اور عمرو بن حمزہ اور جوگان بیٹے تھے کہ سہیلہ بھانسنے لگی خورشید لقا کو حتم آیا اور کہا کہ بیان تم کیوں اس پر اتنا غصہ
ہوئے ہو زہر زچپ ہو رہا خورشید لقا نے سہیلہ کو بلا کر پاس نہجا یا اور دو خراب کا پٹنے لگا فرما کر کوئی حبشہ ہو سہیلہ
سے نہنے لگا اور باتیں کر کے لگا پیر تو یہ بھی افسوس میں مشغول ہوا کہ جو تھا برسپاہ آتا نہیں سے زہرہ لقا آئی اور سنا کہ
طلسم کشا آیا زہرہ لقا آئی اور امیر کو سلام کیا اور بیچہ لکھی امیر سے تمام سرگذشت ملکہ کی بیان کی اور کہا کہ جو کچھ کیسا
درویش ذکر کرنے کیا اسی کے صدے سے وہ اندھے ہو گئے ہیں امیر نے بہت افسوس کیا مگر بہرام زہرہ لقا پر عاشق ہوا
اور پوچھا کہ ملکہ پاس آپ تین زہرہ نے رکھا کی سے جواب دیا کہ میں تجھ سے بات نہیں کرتی بہرام بایوس ہوا بعد توڑی دی
کے گلابی شراب کی بہرام نے زہرہ کو دی زہرہ لقا خفا ہو کٹلی لکھی اور بہرام بھی پیچھے چلے جلا زہرہ لقا خورشید لقا
پاس آکر بیٹھی بہرام چپ کر دیکھنے لگا زہرہ لقا نے کہا دیکھو صاحبو یہ بلا بیان ہی آئی اور زرخ بہرام پر مارا کہ گوڑا تر گیا
بہرام نے وہ زرخ چھاتی سے لگا یا خورشید لقا نے کہا کہ اگر زہرہ لقا وہ تجھے پیار کرنا ہے تجھے اس پر رحم نہیں آتا زہرہ لقا نے
کہا کہ ہوا مجھے یہ باتیں نہیں اچھی لگتیں اور اپنی کرسی اٹھا کر اوپر جا بیٹھی بہرام دہان بھی جا کر لگا دیکھنے آخسر کو
زہرہ لقا کو تھے برچلی لکھی بہرام دہان بھی آیا اور پیردن پر گر پڑا اور کہا کہ مجھے تو زرخ کو دل زہرہ لقا نے کہا کہ میری بلا دیکھ کر
میں کیوں زنج کر دن بہرام نے خیر نکالی کے ملحق پر رکھ لیا اسوقت زہرہ لقا کو کچھ نہیں بنی اور باقہ بہرام کا بچہ لیا اور سمجھی کہ
یہ سچا عاشق ہو میرے دونوں ہی جان اور بیٹھے تھے وہیں آکر بیٹھے اور مشغول افسوس ہوئے کہ اس میں لقا شعلے اور دھوم
ہوئی کہ حکیم فسطاس روشن ضمیرانے ہیں اسوقت امیر پاس دونوں بیٹھے اور دونوں سرد آتے بیٹھے اور سرد و دھماں
ہلانے لگا امیر نے دیکھا کہ ایک شخص بارش سفید تخت پر سوار اور کیرول مقدس وضع ساتھ اور ایک کتاب آگے رکھی ہوئی
اس طرح سے آتے ہیں ہما پکارا کہ از نا تب حکیم اشراق طلسم کشا آیا ہو نہیں لازم ہو کہ مماننداری کرو حکیم فسطاس
امیر پاس آئے اور سلام علیک ہوئی اور کہا کہ لاش حکیم اشراق کی ششے ہیں کہ آج تک دفن نہیں ہوئی اور تاب کا انتظار تھا
کہ طلسم کشا آئے گا تو دفن کرے گا اور نا تب آپ ہیں امیر نے پوچھا کہ تم نے لاش حکیم کی دیکھی ہے آگے کہا کہ مجھے نہیں معلوم
اور ضابطہ سے کہا وہ تخت جو طلسم کشا کے واسطے رکھا ہے لاؤ آج تک کوئی اس پر نہیں بیٹھا اور جو کوئی بیٹھا ہے وہ گر پڑا ہے
اور جو اٹھانے گیا اسے دکھائی نہیں دیا فرض کہ ضابطہ لیا اور تخت کو ہا دیکھا کہ تخت الماس کا جڑا و نہایت
پر تکلف ہے اور چاروں کونوں کی طرف چار کرسیاں بھی ہیں جن میں ایک کرسی یا قوت نگار ہے امیر تخت پر جلوہ فرما
ہوئے اور عمرو بن حمزہ اور جوگان اور زہرا اور بہرام آکر بیٹھے عمرو یا قوت نگار کرسی پر کھنہ اٹھ کر امیر
رومانی چلنے لگا اور تخت کو جنبش بھی نہ ہوئی اور ایک پکارے کہ مشک بہ طلسم کشا ہے اسی آتیا میں ایک ابر
آسمان پر چھا گیا اور بجلی چمکی جبین سے پرکائے آتش کے آگے لگے اور عمرو و ڈر حکیم فسطاس نے
کہا کہ باطن طلسم کے لوگ ہیں آپ خوف نہ کیجئے اور لقا بدر و طرف سے آئے اور دو کرسیاں منبر کے دہنے
بائیں بچیں آئیں بیٹھے حکیم فسطاس نے زہرہ لقا وغیرہ سے کہا کہ تم بادشاہ کو لاؤ یہ چاروں مرات القلاع کی
طرف روانہ ہوئیں بیان رضیہ سلطان پردہ چہارم میں ملک اکلیل سرخ پوش جینی کہ اسکا باپ جو دہان بھی تھی کہ
ملکہ سہیلہ چاروں کامر چھا گیا یہ پتھیل سوار ہو کر مرات القلاع کی جانب روانہ ہوئی کہ خورشید لقا وغیرہ بھی تین
اور خبر دی کہ طلسم کشا آیا ہے اور سب جمع ہیں اب چلے تو حکیم فسطاس وعظ کہیں رضیہ سلطان نے کہا
کہ طلسم کشا کون ہے اور سب توجہ رہیں مگر خورشید لقا نے کہا کہ آدمی ہے یہ ششے ہی رضیہ سلطان
خفا ہوئی اور ہزاروں گالیوں حکیم اشراق کو دیں اور کہا کہ میں نہ آؤں گی یہ چاروں مجرمان اور حکیم اشراق سے

کہا کہ وہ نہیں آتی ہیں بعد اسکے درویش ذاکر اور مذکر گئے مگر رضیہ سلطانہ کی حکیم قسطاس نے نقابدار
 شجرنی پوش سے کہا کہ آپ جائیں تو وہ دیکھنی نقابدار شجرنی پوش جب جانے لگا اسوقت درویش ذاکر اور مذکر گئے
 ایک اسم ایسا چر دیا کہ رضیہ سلطانہ کی صورت دیکھتے ہی ملی تھی رضیہ سلطانہ نے سنا کہ باطن حکیم کے نقابدار
 آئے ہیں بہت خفا ہوئی کہ بیان کر کیا کرے جبکہ وہ سانسے گئے تو بہت خفا کی اور کسی پر ٹھکانا نقابدار شجرنی پوش
 نے کہا کہ آپ یاوشاہ ظلم ہیں اور یہ جواہر ہیں اور مرآت الفلح کی کیفیت ہے اور آفتاب اور قناب جو نکلتا ہے یہ
 باطن حکیم والوں کا سحر ہے اور پھر اگر آپ چاہیں گی کہ ابر پر سوار ہو کر کہیں پھر گئے کو جائیں تو ہرگز نہ جا سکیں گی اور آپ کے
 عمل میں فرق ہے چکا ہے اور ساحر آپ کے آدمیوں کو ذلیل کرتے ہیں آپ کو لازم ہے کہ رخصت پر درسی بھیجے اور آج احکام
 آخری ہے یہ بھی سن لیجیے رضیہ سلطانہ نے کہا اس شرط سے ملتی ہوں کہ وہ آدھرا دھبہ من سے نکال دیا جائے
 نقابدار نے کہا ایک کمال ہے کہ حکیم کشا کو نکال دے مگر ان پر یہ زادیں آپ کو گھیرے رہیں گی کہ حکیم کشا آپ کو دیکھنے
 نہ پائے گا رضیہ سلطانہ چلتے پر رہی ہوئی اور اپنے ابر پر سوار ہو کر عرش گاہ میں آئی اور ابر میں سے مل گیا رضیہ
 سلطانہ اتر سی حکیم جی اور دونوں نقابدار اور امیر کو تعظیم کو نہ آئے باقی سب تعظیم بجالائے رضیہ سلطانہ آکر اپنے
 مقام میں داخل ہوئی اور سب پر یہ زادیں گھیر کر کھڑی ہوئیں امیر جب سے کہ حکیم میں آئے ہیں نگاہ میں حکیم والوں
 کی اسے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں معلوم ہوتا جبکہ رضیہ سلطانہ کی نگاہ امیر پر پڑی اور اس نے اسکو دیکھا عاشق
 ہوئے اور وہ اپنا عاشق ہوئی اور دونوں کو قریب تھا کہ غش آجائے مگر سنبھلے امیر نے عمر دے کہا کہ خواجہ خدایہ کرے
 عمر و نہ کہا حمزہ وہ آدمی سے نفرت کرتی ہے اس پر عاشق ہونا وہ تیرے ہاتھ نہ لے لی رضیہ سلطانہ بیچ کے درمیان
 اپنے تخت پر بیٹھی ماہ نقاد وغیرہ مورچہ چلنے لگیں اور پر زادیں آکر گرد کھڑی ہوئیں کہ صورت امیر کی نہ دکھائی
 دے رضیہ سلطانہ نے گھبرا کر کہا کہ صاحب مجھے گرمی لگتی ہے سرک جاؤ پر یہ زادیں صحت گئیں رضیہ سلطانہ نے
 امیر کو دیکھا امیر نے اسکو دیکھا دونوں سکرادیے اور اشارے میں باہر ہوئے لکھن اتنے میں فل ہوا مظلم اور
 تیرہ بخت از در آتش فشاں پر سوار بہت سے جاوگر ساتھ لیے ہوئے آکر کیوں پر بیٹھے عمر و نو دیکھتے ہی ڈر گیا اب
 حکیم قسطاس منبر پر آئے درویش ذاکر اور مذکر اپنے بائیں کمرے ہوئے حکیم قسطاس نے احکام پڑھنا شروع کیا کہ
 ایہا اناس یہ شخص بیشک ظالم کشا ہے اور جو اسکی اطاعت کرے گا نہ بچے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ مارا جائے گا اور
 دین سارے ظلم میں جاری ہوگا مظلم اور میرہ بخت نے کہا کہ آپ نے ہمارے قتل کرنے کو اس شخص کو بلایا ہے قیسہ ہم
 جبرائیل اللہ سلیمان کو ظلم میں رہنا معلوم ہوگا اور ہمارا بیان آنا بھی ناحق تھا یہ کہتے ہوئے اور ہیبت اپنی
 دکھاتے ہوئے چلے گئے کہ جس سے تمام سلطان غمخوار ہوئے اور اپنے لیے حکیم قسطاس نے کہا کہ اب کی سال
 ظلم برباد ہو گیا ہے مگر سب سے بچے آئے اور درویش ذاکر اور مذکر سے کہا کہ آپ رضیہ سلطانہ سے کہیے کہ کتاب
 میں یہ احکام نکلا ہے کہ آج بادشاہ اپنا محل ظلم کشا کے ساتھ پر جو زمین کہ اسی کی خوشی پر وہ ظلم کشا کی کرے گا
 محل آپ کا تمام ظلم میں ہوگا اور آپ کا بھی ظلم کشا کی ہے درویش ذاکر اور مذکر نے اسی طرح بادشاہ سے
 بیان کیا پہلے تو بہت خفا ہوئی پھر بعد سکوت کے کہا کہ جو مرضی آپ سب صاحبوں کی مجھے منظور ہے رضیہ سلطانہ
 کی تائید میں ہے کہ اسے کہا کہ ہم زمین اپنے ملک کی کہنے درویش ذاکر اور مذکر نے امیر سے بیان کیا امیر رضی
 ہوئے مگر عمر و نے کہا کہ ہم بھی رسم اپنے ملک کی کرے غرض کہ سلطان مجھلائی کہ یہ ہوا کون دخل دینے والا ہے
 رضیہ سلطانہ نے کہا ہوا یہ زنی رسم کر بن تم اپنی رسم کرو اس سے کیا مطلب غرض کہ امیر کو اور رضیہ کو

یکجا کیا و کیہ نے امیر کو ڈنسن بنایا اور رضیہ کو دو لٹا بنایا اور سب سرین پر دہ قات کی کین بعد اسکے عمر و نے امیر
 کو دو لٹا بنایا اور رضیہ کو ڈنسن بنایا اور درویش ذاکر اور ند کرنے نکاح پر حاکم عمر و نے دونوں کو اسی مصحف
 دکھایا اور صحبت عیش ہوئی لیکن عمر و نے جسے وکیہ کو دیکھا تھا خود رفتہ ہو رہا تھا مگر وکیہ کا خیال عمر و کی طرف
 نہ تھا رات بھر عجب صحبت رہی کہ عمر و بن حمزہ اور خورشید نقا ایک طرف اور چوگان بن حمزہ اور ماہ نقا ایک طرف
 اور فراخ ز اور سیلہ ایک طرف اور بہرام اور زہرہ نقا ایک طرف اپنے اپنے معشوق کو لیے ہوئے بیٹھے اور صحبت
 کھانے بجانے کی رہی صبح کو ایک دوسرے سے رخصت ہوا امیر نے رضیہ سلطان سے پوچھا کہ میری ملاقات ہوئی اسنے
 کہا کہ مراۃ القلاع چشمن بزرگ بین آؤ گے تو ملاقات ہوئی غرض کہ اُدھر رضیہ سلطان اور خورشید نقا وغیرہ
 روتی ہوئی رخصت ہوئیں اُدھر امیر اور عمر و بن حمزہ کے چہرے پر ایک مایوسی ظاہر ہوئی اور پھر تمام خلعت ملی گئی
 عقد حکیم قسطاس پاس امیر کے رہ گئے غرض کہ عرس گاہ سے باہر نکلے کہ ایک آواز میب آئی کہ بھلا حکیم صاحب آپ
 نے ہمارے قتل کئے اس شخص کو بلایا تو ہر مگر خیر ہم بھی سچے لینگے حکیم قسطاس کا نپ گئے اور امیر سے کہا کہ میں نے
 آپ کا دین دولت پکڑا ہے آپ میرے مکان پر بیٹھے امیر کے ساتھ چلے آئے میں ایک جنگل ملا اور اندھی آئی کہ تمام
 زمانہ تاریک ہو گیا بعد اسکے روشنی ہوئی امیر نے دیکھا کہ وہ جنگل ہے نہ مکان عرس گاہ ہے ایک اور مقبرہ دکھائی
 دیا امیر نے حکیم قسطاس سے پوچھا اسنے کہا کہ یہ آپ کے قدم کی برکت ہے کہ آج مقبرہ حکیم اشراق کا دکھائی دیا آتے
 ہیں ضابطہ آیا اور امیر کو اندھے کیا امیر نے قبر پر حکیم اشراق کی فاتحہ پڑھا اور بیٹھے کہ خود کی آئی خواب میں
 حکیم اشراق کو صحبت آرا دیکھا امیر نے سلام کیا حکیم اشراق نے کہا کہ تو بیشک طلسم کشا ہے اور پشت میری ابھی
 تک زمین سے نہیں لگی ہے کہ تو آئے گا تو دفن کرے گا اب ایک کام کرنا کہ مقبرے کی بجائے مت غولی کو ایک درخت
 بہت بلند ہے اسپر چڑھ کر دیکھنا ایک دروازہ زمین میں معلوم ہو گا درخت سے اتر کر اسی جگہ ٹھہرنا دروازہ بند
 ہو گا نہ خانے کے اندر جانا ہمارا صندوق صندوق کا لٹکتا ہے اور لوح طلسمی بھی لٹکتی ہے جب تم سات مرتبہ دروازہ
 پر چو گے تو لوح نیچے آجائے گی تمہیں لازم ہے کہ جو وقت لوح نیچے آجائے فوراً ماترین اٹھا لینا اور نہیں تو ساحر فکر میں لگے
 ہوے ہیں لوح ایجا مینگے پھر لوح تمہارے ماتم نہ آئے گی غرض کہ آنکہ امیر کی کھلی مکان کو مودا پایا امیر باہر نکلے اور سبحان
 سے احوال بیان کیا تو انہوں نے حکیم قسطاس سے پوچھا کہ آپ دروازہ نہ خانہ کا جلتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے
 کبھی سنا بھی نہیں غرض کہ امیر اسی مقام پر آئے دیکھا کہ درخت بہت بلند ہے اور بیوہ اشہین مثل کدو کے لٹکا ہوا ہے
 اور کھانے میں بیٹھا ہے امیر اسپر چڑھے دیکھا کہ وہ جو مقبرے کے گرد بیوہ ہے اس کے ایک کونے میں دروازہ ہے
 امیر نیچے اترے اور اسی مقام پر ٹھہر دیا دروازہ پیدا ہوا لیکن قفل بند تھا امیر نے ضابطہ سے کہا کہ اسکی
 کنجی بھی تمہارے پاس ہے اسنے کہا کہ نہیں ہے یکا یک وہ دروازہ آپ سے آپ لٹک گیا قاعدہ ہے کہ مکان بند
 جب کھلتا ہے تو ہوا گرم نکلتی ہے لیکن امیر نے جو خیال کیا نہایت سرد ہوا آئی غرض کہ امیر اور سب کو باہر چھوڑ کر
 اور اپنے سرداروں کو ساتھ لے کر اندر چلے پہلے بہت تاریکی ملی عمر و نے قبیلہ عیاری روشن کر لیا بعد اسکے دروازہ
 ملا اسکے اندر آئے دیکھا کہ درخت بیوہ دار اور گھاس رنگارنگ لگے ہوئے ہیں اور جو شبود و خود اور عنبر کی
 آئی ہے امیر حیران تھے کہ زمین کے نیچے یہ تیاری کرنے والا کون ہے حکیم اشراق کو دیکھا کہ ہلنگ پر بیٹھے ہیں اور
 ایک کافذ لٹکا ہوا ماترین ہے امیر نے اس کا غذ کو پڑھا تو یہ لکھا تھا کہ یاروین ایسا زبردست شخص تھا
 کہ بھوت اور پریٹ اور جن اور پری اور دیوی سب میرے تابع تھے تخت ہوا پر سوار سلطان وقت بنا پڑا تھا

اور آتا ہر غلیم میں تین بنا بلکہ قضا تھے مجھے بھی نہ چھوڑا امیر اور سردار امیر کے بہت روئے کہ دنیا کچھ نہیں ہے امیر نے
دیکھا کہ صندوق اور لوح تھلنے ہیں امیر نے ہاتھ دوڑا یا کہ لوح کوئے لین لوح اور اونچی ہو گئی اسوقت امیر کو یاد آیا
کہ حکیم نے کہا دیا تھا کہ درود پڑھنا امیر نے سات مرتبہ درود پڑھا صندوق اور لوح دونوں نیچے ہوئے اور اسے تو امیر نے
لوح پر ہاتھ ڈالا اور دوسرے ایک سیاہ ہاتھ اور لوح پر ہاتھ امیر نے منکا دے کر لوح چھین لی اور ایک آواز آئی کہ
اس حکیم کا شہ سیاہ کہ جسے یہ مرا تھا ہم نے کارخانہ اُسکے جاری رکھے تھے اور ذر خدمت کیا کرتے تھے مظلم اور
تیرہ بخت کی طرف سے میں تھے کہ لوح کوئی نہ لیجائے اسوقت میں ذرا غافل ہو گیا تھا کہ لوح میرے ہاتھ لک گئی مگر
اب میرے ہاتھ سے کہاں پکڑ جا سکتا ہے امیر نے دیکھا کہ ایک دیو ہزار کا زلیکا سیاہ ہوا ساٹھے سے آیا اور دروازہ
شیشا و امیر پر ماری امیر نے غالی دی جب وہ جھوٹا بن گیا امیر نے تلو اور ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے ایک فور پیدا
ہوا کہ کشتی مر نام میں اشعار جادوید امیر نے لاش اسکی چٹکوا دی اور حکیم اشراق کی لاش کو صندوق میں رکھ کر
چار دن سردار کا نہ خون پڑا تھا کہ باہر نکلتے ضابطہ نے چار جانب خبر پوچھائی تمام خلقت خبر تھی غری جنوبی شمالی مغرب
پر حکیم اشراق کے آئی دہان رضیہ مرآت القلار پر بھی تھی اور افسوس کر رہی تھی کہ اب امیر سے کاسب کو
ملافات ہوگی کہ وہیں ضابطہ جنی پوچھا اور خبر امیر کے لاش نکالتے حکیم اشراق کی بیان کی رضیہ نے پوچھا کہ لاش
کیونکر ملی مظلم نے تمام حقیقت بیان کی غرض کہ رضیہ سلطان ابر پر سوار ہو کر مقبرے پر آئی لیکن وہاں سوئے غم کے
محبت کسی کو کسی سے نہ تھی غرض کہ امیر نے حکیم اشراق کو بلا کر اور کفن پناہ مقبرے میں دفن کیا اور کئی لوگ جو حکیم
اشراق کے ساتھ تھے انہیں بھی اسی تہ خانے میں دفن کیا اور باہر نکلتے انہوں میں اپنی معشوقین حبلی معلوم
ہوئے لیکن امیر حاضری رضیہ کے واسطے کرتے یہاں رضیہ کے ساتھ والوں نے سیاہ لباس پہنا اور غم میں حکیم
اشراق کے بیٹھی امیر نے اگر سمجھا یا کہ اب میرے کردار کھانا کھاؤ غرض کہ رضیہ نے امیر کے کہنے سے کھانا کھا یا سو مٹا
تو وہی غم رہا رضیہ نے سو م کے دن بہت سا کھانا کھا کر تھکا ہوا بعد اُسکے امیر نے پوشاک بنا کر ہر ایک کے واسطے
پیشی اور رضیہ کا تبدیل لباس کیا اور شب کو محبت گاہے بجائے کی ہوئی اور ہر ایک اپنے اپنے معشوق سے اس
راہت امیر رضیہ سے باتیں کرتے تھے لیکن عمر و واسطے ذکیہ کی صحبت میں تھا اور وہ صحبت سے باہر بیٹھی تھی
عمر و کو اسوقت یہ تدبیر سوچی کہ کچھ گھائے شاید گانا سن کر وہ بھی آئے عمر و نے کہا صاحبو تم میں کوئی اچھا
بھی گانا ہے خورشید افغانے کہا کہ ذکیہ سلطان خوب گاتیں ہیں مگر وہ کسی کے اختیار میں نہیں ہیں
امیر نے کہا اے خواجہ آج گھاؤ بس عمر و نے ہفت پوندی کی جوڑی نکال کر بھانا اور گانا شروع کیا اور سب
کو محظوظ کیا اور ذکیہ بھی چھی ہوئی سن رہی تھی اور تعریف کرتی تھی غرض کہ دوپہر اسٹگئے تک
یہ صحبت رہی بعد اُسکے سب اپنے اپنے مقام پر سونے کو گئے اور جب سب غافل ہو گئے عمر و بن حسنہ
آٹھ خورشید لقا پاس گیا اور مشغول اختلاط ہوا اور چوگان بن حسنہ ماہ لقا پاس گیا اور
سہیلہ فرامرز کوئے گئی اور بہرام تڑنا ہوا زہرہ لقا پاس گیا جب یہ چاروں جاچکے اور امیر رضیہ
پاس آئے دیکھا کہ جاگتی ہو انکے خیال میں آیا کہ جب سورہے تو پیچھے اور رضیہ یہاں کہ رہی تھی کہ وہ
کھائے کو آئے گا آؤ چل کر دیکھو تو کہ امیر ہوتے ہیں یا جاگتے ہیں کہ امیر دکھائی دیے تو پیچھے آٹھ چلی تھی دیکھے
ہی پست گئی امیر بھی برابر لیٹ گئے اسوقت رضیہ بھاہونے لگی کہ تم یہاں کیوں آئے امیر نے کہا آج کی رات
ہم تم کیجا میں کل خدا جانے کس مصیبت میں ہم گرفتار ہوئے پھر پاس میں غم و غم خوری ہوئے لگی

اور عمرو بنہ مقام سے جو اٹھا تو جان ذکیہ سوتی تھی وہاں جا کر اسکے پاس لیٹ گیا اور ذکیہ جو چوٹی تو دو دھانچے عمرو کے پاس
 اور پتی ہوئی رضیہ پاس آئی بیان میرا دربار وں سو اور افسوس کرتے ہوئے آکر بیٹھے ہیں درکہا کہ عمرو نے ذکیہ کو سنا رہا ہے قہر میں
 بھی خلی کیا اور عمرو آکر سو رہا ہے کہ رضیہ اور ذکیہ عمرو کو گالیوں دیتی ہوئی آئین اور امیر سے کہا کہ تمہارا بیٹا سنا رہا ہے امیر نے
 کہا کہ وہ تو سنا رہا ہے اور اتنے میں عمرو بولا کہ میں نے کیا سنا یا ہے یہ نفلگو ہوئی تھی کہ ایک اور برب آئی کہ ظاہر ان طلسم دراب
 عرس طیسر اشراق کا جو چکا بیان سے جاؤ اور جو کوئی بیان رہا مارا جائیگا اور آدھ تو رضیہ اور خورشید نقار وئی ہوئی ملی
 سین اور ادھر امیر اور سردار امیر کے روتے رہ گئے جبکہ سب جاپے امیر نے سوچ کر بھی نہیں لکھا تھا کہ اگر شرق کی طرف جاؤ گے
 تو مقام مقصود پر پہنچو گے اور جو عجائبات دیکھو گے لوح کو چھانی پر غما علی معلوم ہو جائیگا اور جو اسم لوح پر لکھا ہے اُسے
 پڑھتے رہنا کوئی آفت تم پر نہ آئے گی امیر نے عمرو اور حارون سردار وں کو حکیم اشراق کے مقبرے پر چھوڑا اور آپ جانب
 شرقی کے چلے ایک دو کوس آگے ہو گئے کہ ایک گنبد دکھائی دیا اور ایک شخص اسپر تھا اور صوت اسکی یہ ہے کہ دھر آدمی کا
 اور سوطاؤس کا ہے اور دسہم اندا دیتا ہے اور وہ انداز میں پر کر کر تو سنا ہے اور دسای آدمی بید ہوتا ہے امیر نے دیکھتے تھے
 کہ ایک گھڑی بحرین تمام میدان ان لوگوں سے بھر گیا اور وہ سب نل مچا کر دوڑے کہ طلسم کشا ہے نہ جانے بلکہ امیر نے
 لوح چھانی سے لگاتی اور اسم پڑھ کر جو نکاح دم کرتے ہی سب لوگ غائب ہو گئے اور ایک جادوگر کو کھڑے دیکھا امیر
 نے ایک تلوار ماری کہ اسکے دھڑکے ہوئے اور تار کی ہو گئی اور بعد اسکے آدھ پیدا ہوئی کہ گشتی مر نام من طاؤس جادو
 و دربان طلسم شرقی بود جب روشنی ہوئی امیر نے اپنے تین ایک جنگل ہوتا کہ تین پایا اور شکل اسکو طو کیا ایک اور گنبد
 دکھائی دیا اور سات آدمی رٹے ہوئے امیر پاس آئے اور کہا آپ ہمارا جملہ چکا دین امیر نے لوح کو چھانی سے ملا با
 اور اسم پڑھ کر تلوار سے ساتوں کو مارا غرض اُس گنبد میں سے ایک مرد مقدس نکلے اور کہا کہ امی طلسم کشا تو نے میرے
 سات بیٹوں کو مارا ہے اب کہاں جا لے گا اور بکار اے کوئی ہے امیر دیکھتے تھے کہ سات آدمیوں کے چودہ ہو کر دوڑے
 امیر نے اسم پڑھ کر گنبد پر چوٹ کا اُسین سے شعلہ آگ کا نکلا کہ سب کو جلا دیا اور تار کی ہو گئی جب روشنی ہوئی امیر
 نے دیکھا کہ نہ وہ گنبد ہے اور نہ وہ لوگ ہیں اور ایک باغ ہے کہ چار دیواری اسکی یا قوت کی ہے امیر انداز لے دیکھا کہ آرت
 پھولوں کے لئے ہیں کہ شاخیں انکی اور پتے انکے سرخ اور پھول سبز ہیں اور ایک بارہ درمی ہے اُسین سات خورین
 بیشی ہیں اور ایک حوت تخت پر قید بھی ہے مگر رنگ اسکا سیاہ ہے اور وہ ساتوں شراب پیتی ہیں اور کسب اب
 کھاتی ہیں اور تہ بیان مان مان کر اُسی تخت نشین کوہ رتی ہیں اتنے میں امیر کو دیکھا اور کہا کہ لوح علی آرزو دہی
 شخص آتا ہے اور یہ دیکھ کر ہر ایک دوزی کہ تو مجھے قبول کر امیر نے کہا کہ حوض میں تم نہا کر اور بناؤ کر کے آؤ جسے میرا
 جی چاہے گا پسند کرونگا غرض کہ وہ ساتوں حوض میں غوطہ لگا کر جو نکلیں سو بیان بن گئیں امیر نے ساتوں کو
 را اور غل و شور میدا ہوا اور باغ کی دیوار سے دھواں نکلا کہ تار کی ہو گئی جب روشنی ہوئی امیر نے دیکھا کہ
 باغ اور زیادہ رونق پر ہے اور اُس تخت نشین کو دیکھا کہ سیاہ رنگت تو جاتی رہی اب اور صورت نازنین علی امیر
 نے دیکھ کر عاشق ہوئے اور پوچھا تو کون ہے اسے کہا کہ باغن طلسم میں بھی چارست ہیں چنانچہ زہرہ نقار کی طرف سے
 جانب شرقی کی میں مختار ہوں اور سوزش افکن عظم اور خیر بہت کی طرف سے بیان رہتا تھا اور ہماری اہمیت
 کرنا تھا جب سے درویش اندھے ہوئے اُس دن سے ان لوگوں نے زیادتی کرنا شروع کی ہے اور میرے تین گھرنگ
 پر ہی کہتے ہیں اور آپ میری طرف نہ مخاطب ہوئے اگر رضیہ سلطانہ فیہرشن پائینگا مجھ سے بری طرح سے
 پیش آئیگی امیر نے کہا انکی کیا خیال ہے بس امیر اس سے کامیاب ہوئے اُسے کہا آپ جلدی سے نہائیے ایسا نہ کوئی

آفت آئے امیر حوض میں نہا کر نکلے ایک آنندھی آئی اور سیلان شور افگن آیا اور کہا کہ اے طلسم کشا تو نے میرے
سات بیٹوں کو اور بھانجن کو مارا ہے دیکھ اب تو کہاں چلے گا اور ہاتھ کو ہلایا کہ ہزاروں رقیں چمک کر امیر کی طرف
چلیں امیر نے اسم پڑھ کر چونکا کہ برقیں بچت کر اسی پر گرین مگر اسکے بدن پر جو برقی گری امیر نے دیکھا کہ سر اسکا آسمان
سے جا لگا امیر حیران تھے کہ کیوں کر اس تک پہنچا کہ یکا یک حوض میں سے سانپ کا سر بت بڑا اور ہولناک
پیدا ہوا اور امیر کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ پر سوار ہوئیے کہ میں آپ کو اسکے ستر تک پہنچا دوں اور جب اسکے سر پر تلوار
ثبے گی تو یہ مرے گا امیر نے کہا تو کون ہر اسنے کہا مجھے ظفر جان جینی کہتے ہیں عرض امیر سوار ہوئے اور سیلان شور افگن
کے پاس پہنچے اور اسنے کہا کہ اے ظفر جان جینی تو نے بڑے وقت میں طلسم کشا کا ساتھ دیا ہے چل گیا تو خیر سمجھ لوں گا
اسنے کہا تو بچے گا کاہے کو چشتکر امیر نے تلوار ماری کہ از سر تا طر آتری اور سیلان چکارا کہ میرا کام تو تمام ہوا اور
لاش اسکی گریزی اور تاریکی ہوئی اور غل دشو پیدا ہوا کہ کشتی مرانام میں سیلان شور افگن جا دو جو جب روستی
ہوئی امیر نے دیکھا کہ وہی باغ اور گلزنک پر سی اور ظفر پر سی مخری ہیں اور ظفر جان امیر کو سقوط کوہ پلایا اور وہاں
سے سیلان شور افگن کا بہت اسباب ہاتھ لگا اور مہرہ ہشت پہل زمرہ کا ظفر جان نے امیر کو دیا اور کہا اس میں
شکست ہو کہ جو کوئی اسکو کھلے میں ڈالے تو وہ سب کو دیکھے اسکو کوئی نہ دیکھے امیر نے اسے لیا اور دیکھا کہ مقبرہ حکیم
اشراق سامنے ہی عمر وار جو گان وغیرہ خبر نکلے پاس امیر کے آئے اور سنا امیر نے کہ شرقیہ آباد یہاں سے بہت
تزدیک ہے اور خورشید نقا یہاں کی مالک ہے اور وہاں میلہ ہے عمرو بن حمزہ تھا ہو کے مرہ امیر سے کہ شرقیہ آباد
کو گیا لیکن یہاں درویش ڈاکر اندھے اور کرونگ بیٹھے تھے کہ فوراً انھیں گل کین اور کرونگ کو جو دیکھا تو غائب
ہو گیا معلوم ہوا کہ شور افگن مارا گیا اور مار لکھا کہ اے خورشید نقا تمھارے دشمن کو امیر نے مارا اب وہ بخاری طرف
آتا ہے ضیافت کی تیاری کر دیکھ خورشید نقا میلے میں بھی ہوئی سیرینے کی کر ہی تھی کہ اتنے میں ایک منظور
نامہ لے کر آیا اور خورشید نقا کو دیا اسنے نامہ کھول کر پڑھا اور بہت خوش ہوئی بعد اسکے عمرو بن حمزہ مرہ تھا
کھلے میں ڈال کر آیا اور خورشید نقا کو کھلے سے لگایا اور بے پے وہ چھلائی بعد اسکے اپنے تئیں ظاہر کیا خورشید نقا
عمرو بن حمزہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور ہاتھ پیر کر بار بھلا لیا اتنے میں خبر آئی کہ امیر آئے ہیں اور ملک اشراق
استقبال کر کے لایا اور امیر نے تمام کیفیت میلے کی دیکھی اور خورشید نقا نے ضیافت امیر کی کی اور امیر درویش
ڈاکر پاس آئے اور پوچھا کہ وہ بلی برنجی کہاں ہے انھوں نے کہا کہ جب سے اب طلسم میں آئے اور ستر اسکا طرف
مشرق کے ہوا اس روز سے وہ بلی نہیں ملو ہوئی ہے امیر نے کہا کہ جہاں وہ پائی ہے وہاں مجھے بے جلو درویش ڈاکر
امیر کو وہاں لائے امیر نے دیکھا کہ چار حوت دیوار فولادی جو اوزج میں ایک میل ہے امیر نے اس میل کو
آگے کر کھینک دیا وہاں ایک تالاب دکھائی دیا بعد اسکے امیر بخت ہوئے اور درویش نے کہا کہ یہ مکان
منظور اور ترہ بخت کی مان طلسماء جادو کا ہے اور وہ بڑی مبارک ہے اب اسکے کمر میں نہ آئے گا امیر نے کہا کہ میرا
عہد احفظ اور نگہبان ہے یہ کمر اس تالاب میں کو ڈرے جب پیر زمین کو لے دیکھا کہ ایک جنگل ہولناک ہے امیر نے
بہت مشکل سے اسکو چڑھایا اور جب دریا کے کنارے پہنچے وہاں مٹھاب کیا اور پانی استنجے کے واسطے لئے لے
وہ پانی ایسا گرم تھا کہ ہاتھ میں چھوئے بڑے آگے امیر حیران تھے اور کہتے تھے کہ پانی کہاں سے لگا کہ ایک کشتی
دکھائی دی امیر پر ہی زنادین بیٹھی ہوئی ہیں گریاں بری زنادین بہت خوبصورت ہے امیر نے اس سے پانی مانگا اسنے
کہا آئیے لیجئے امیر کشتی پر آئے دیکھا کہ تصویرین بہت سی تھیں رکھیں ہیں مگر ایک تصویر بہت خوبصورت ہے امیر

اسے دیکھا کہ اس پر عاشق ہوتا ہے اور پوچھا کہ تصویر کسی ہے اور تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا کہ یہ تصویر میری بی بی کی ہے اور مجھے محفوظ پری کہتے ہیں امیر نے کہا کہ اپنی بی بی پاس مجھے سے چلو محفوظ پری امیر کو ایک باغ میں لائی دیکھا کہ دیوار بن باغ کی سبز بن اور بھول گئے ہیں اور سبز بن بارہ درے سونے کی ہے امیر اس میں آکر بیٹھا اور محفوظ پری سے کہا کہ اپنی بی بی کو لاؤ اس نے کہا آپ مجھے میں نہیں لاتی ہوں امیر نے کہا میں نہ لاؤں گا یہ سنکر محفوظ پری گئی غرض بعد دو گھنٹہ کے امیر نے دیکھا کہ چار سو پری زادوں کے فول میں ایک پری زاد بہت خوبصورت چلی آتی ہے امیر اس پر عاشق ہوتا ہے اور پوچھا کہ یہ لوح یا قوت کیسی ہے اس نے کہا کہ آپ اپنی لوح آنا رکھو رکھو اور میں بھی رکھوں میری لوح آپ کی لوح کو لے آئے گی امیر نے لوح آنا رکھ لی اور اس کی لوح امیر کی لوح کو چھت کر لے گئی اور ظلمانہ دونوں لو میں ملے میں ڈال کر کو در کالک ہوئی اور کہا کہ پاس آنا اور خبر دے تو سنے بہت جا دو گردن کو مارا ہے اب کہاں جائے گا امیر چاہتے تھے کہ غور ٹھہریں اور ظلمانہ نے کہا کہ امیر کے دونوں پیر میں نے پکڑ لیے اور ظلمانہ جا کر خورشید تھا اور درویش ڈاکر اور گلرنگ پری اور عمرو بن قمرہ وغیرہ کو پکڑ کر امیر کے سامنے لائی اور کہا کہ سب کو قتل کر دو گی اور محفوظ پری سے کہا کہ طلسم کشا کے کتاب رکھ دو وہ امیر کو ایک جگہ میں لائی اور کہا کہ طلسم کشا مجھے کیونکر بچاؤں امیر نے کہا کہ یہ ہر جگہ میں ڈالے تو سب کو دیکھے گی اور بھلو کوئی نہ دیکھے گا محفوظ پری ہر جگہ میں ڈال کر ظلمانہ کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت طلسم کشا کا تم پر کرم ہے اور ظلمانہ نے دیکھا کہ ایک آواز آ رہی مگر کوئی دیکھائی نہیں دیتا اور محفوظ پری نے معلوم کیا کہ بھلو کوئی نہیں دیکھتا اس وقت جماعتی پر ظلمانہ کی چڑھ کر ایسا گلا دیا کہ دم اسکا نکل گیا اور تار کی ہو گئی اور غل پور پیدا ہوا کہ کشتی مرزا نام من ظلمانہ جا دو جو جب رخصتی ہوئی اور سب قید سے بچے اور محفوظ پری نے لوح امیر کو لے کر دی اور ایک مکان سامنے دکھائی دیا اور وہاں سے ابھوتی اور اطلاق خبی جمہور اور کو کبہ روشن تن کو بے ہوش آئے اور جمہور نے لاہوت امیر کی حاصل کی اور امیر نے کو کبہ کو جہان اور ناموس نے مانند گلرنگ پری اور محفوظ پری کے دہان اسکو بھی داخل کیا بعد اس کے امیر نے ابھوتی اور اطلاق سے پوچھا کہ تم کو یہاں کیا خدمت ہے انھوں نے بیان کیا کہ ہم خزینہ دار ہیں چلیے اور خزانہ دیکھیے امیر ان کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دونوں امیر کو بے ہوش ایک کتو میں پر آئے اس میں زینے بنے ہوئے تھے امیر اس کے اندر آئے دیکھا کہ اشرفی جو اہر اور جوڑے اور حساب لاہوتا دھرے ہیں امیر نے ابھوتی اور اطلاق سے کہا کہ اسباب میں ہی رہے دو جہیم طلسم کشا کی کر لینے تبدیلے امیر اس مکان سے باہر نکلے اور سنا کہ فریاد یہاں سے نزدیک ہے امیر اس کی طرف کو چلے آئے ہیں کہ ایک اندھی آئی کہ تمام میدان تار یک ہو گیا بعد دو گھنٹہ کے وہ اندھی برحوت ہو گئی اور امیر نے دیکھا کہ ایک کنبہ سامنے سے معلوم ہوتا ہے درویش ڈاکر اور مذکر سے پوچھا کہ یہ کنبہ کیسا ہے انھوں نے کہا کہ یہ مقبرہ حکیم اشراق کی بی بی شرفہ خاتون کا ہے امیر اس کے اندر آئے اور قبر پر فاتحہ پڑھ کر گئے تھے کہ غولنگی سی آگئی اور جواب میں ایک باغ دیکھا کہ بھول کھلے ہوئے ہیں اور چار درخت مندل کے ہیں ان پر مچان بندھا ہوا ہے اور اس کے گرد کتھرے سونے کے گئے ہیں اور آواز ملانے کی چلی آتی ہے جب بغور دیکھا تو دو پری زادین امیر دکھائی دیں امیر نے پوچھا ان پری زادوں سے کہ میں اور کیونکر آؤں انھوں نے کہا کہ جوت درخت میں زینہ ہے اس پر سے امیر اتر آئے دیکھا کہ ایک عورت میں سیدہ اور نور جہ سے پر ہستا ہوا مسند پر بیٹھی ہے اور اس کے پاس شرفہ خاتون بھی ہے اور اس نے امیر سے کہا کہ آپ کے قوت آنے کی آرزو تھی بیٹھے امیر مودب ہو کر بیٹھ گئے مگر اس کی پشت پر دیکھا کہ ایک عورت لم سن بہت خوبصورت

رواں لیے کڑی ہوئی ہر امیر امیر عاشق ہوئے اور اُسے جو امیر کو دلچسپ تھا ہونے چلی گئی امیر نے پوچھا کہ یہ کون ہے انھوں نے کہا کہ ضابطہ جی جو میرے رفیق ہے مجھ کا درباری اسکی پہلی ہر خوشید جمال امیر نے کہا کہ حکیم اشراق نے بھی میری خاطر کی اور اب بھی میرا کتنا ہے مشرقہ کہہ کر دیکھا کہ جو کوئے سوہن کر دنگی مگر خوشید جمال کے مقدمہ میں نہ کٹا امیر نے کہا کہ میں اور کچھ نہیں کٹا ایک اور فقیر بھی کٹا تھا کہ امیر نے میری غمت نہ کی مشرقہ نے کہا کہ اول تو خوشید جمال آتش فزج ہے کہ اُسکو کئی دفعہ رضیہ سلطان نے بلایا تھا اور وہاں نہ گئی کہ مجھے سلام کرنا پڑے گا اور اُسکی کئی شرطیں ہیں امیر نے کہا مجھے سب قبول ہے اُسی وقت درویش ذاکر اور مذکر آئے اور مشرقہ کو سلام کیا اور مشرقہ نے کہا کہ اب لیجئے کہ امیر نے رضیہ سلطان کو اور خوشید جمال کو تہہ بہ تہہ برا بھجا ہے اور کسی امر میں خوشید جمال رضیہ سے کم نہ رہے غرض کہ وہ کاغذ تیار ہوا اور امیر نے ہر ایک کے مشرقہ نے خوشید جمال کو بلایا اور وہ ایک نئے انداز سے آکر بیٹھ گئی اور مشرقہ نے سمجھا یا کہ چلسم کشا ہے اسے قبول کر خوشید جمال نے کہا کہ کئی دفعہ آپ نے میری شادی کرنا چاہا لیکن میں نے قبول نہ کیا اب آپ یہ فرمائی ہیں مشرقہ نے کہا کہ میں نے سب ختم کر لی ہیں اور یہ کاغذ لکھوا لیا ہے خوشید جمال نے جب وہ کاغذ پڑھا انگلیں پیچیں گیں اور مشرقہ نے ہر ایک کی انگوٹھی اُسکو پہنائی اور اسکی انگوٹھی امیر کو پہنائی اور درویش ذاکر اور مذکر نے نکاح پڑھا اب جو امیر نے دیکھا کہ صحبت میں کوئی نہیں فقط خوشید جمال ہے اور میں ہوں امیر نے چاہا کہ بیت کر بوسہ لین کہ وہیں آنکھ کھل گئی اور امیر اُسوس کہتے ہوئے باہر آئے اور درویش ذاکر سے پوچھا کہ یہاں کوئی ضابطہ جی بھی ہیں اور کوئی انکی اولاد میں بھی ہے درویش ذاکر دند کرنے کہا کہ وہ یہاں کے مجاہد ہیں اور انکی ایک بوی ہے یہ باتیں ہوتی تھیں کہ ضابطہ جی آیا امیر سے کہا کہ تمھاری دعوت ہے امیر نے کہا کہ خواب میں تمھاری بوی کا نکل مشرقہ نے میرے ساتھ کر دیا ہے اور یہ انگوٹھی پڑھا ہے کی مجھے پہنائی ہے اور وہ میری ناموس ہے اگر وہ مجھے ملے گی تو کھانا کھاؤنگا ضابطہ جی نے کہا کہ میں دریافت کر لوں اور ضابطہ جی نے لوگوں سے دریافت کیا کہ خوشید جمال پر وہ قاتل سے آئی ہے انھوں نے کہا کہ ابھی انکو باغ میں بھی ہے ضابطہ جی نے تمام حقیقت خوشید جمال سے بیان کی کہ اس طرح طلسم کشا ہوا ہے کہ سچ کشا ہے پھر تو ضابطہ امیر کو خوشید جمال پاس لائے اور امیر نے جو باغ خواب میں دیکھا تھا وہی یہاں پایا غرض امیر خوشید جمال کے کاباب ہوئے بعد اُسکے امیر تین روز تک یہاں رہے اور ضابطہ جی نے دعوت کی چوتھے روز امیر کوخ کر کے آگے روانہ ہوئے امیر چلے آئے تھے کہ رات کو خواب میں حکیم اشراق آئے اور کہا کہ امیر اب تم ہمارے عبادت خانے میں جاؤ اور یہ اسم بندہ روز تک پڑھو خدا چاہے گا تو تم طلسم کشائی کر دو گے وہاں شیطان کا علیہ ہے کہ نیک کام نہیں کرتے دینا اور عیش سو مختا ہے اسی واسطے اُسے عشرت گاہ بھی کہتے ہیں لیکن تم عیش کی طرف نہ راغب ہونا اور اس اسم کو پڑھنا امیر بداد ہوئے اور خواب سمجھ کر بیان کیا اور عبادت گاہ کی طرف روانہ ہوئے دوسرے روز انکو دو چاند دکھائی دیے امیر نے درویش ذاکر اور مذکر سے پوچھا انھوں نے کہا کہ اُسناد نے اپنی عبادت گاہ کے کلاس پر اس طرح کا چاند بنا کر لگایا ہے کہ رات کو چاند معلوم ہوتا ہے اور دن کو سوہن امیر نے کہا یہ برابر چمک کاسے کی ہے انھوں نے کہا کہ وہ کوہ فقرہ ہے امیر اکثر حکیم اشراق عبادت کیا کرتے تھے غرض امیر عبادت گاہ میں آئے دیکھا کہ کنبہ اور دیواریں اور مکانات چاندی کے ہیں اور کوسوں تک سینہ ہے اور درخت پھولوں کے بالشت بحر سے زیادہ اونچے نہیں ہیں اور ان میں پھول ہیں مہین لگے ہیں کہ امیر نے کبھی نہ دیکھے تھے اور ناموس امیر کے اور بیٹے اور سردار مکانات میں

اگر رہے امیر کو سوائے عیش کے اور کچھ نہ سوچتا تھا ہر چند عمر و کائنات کا کہ حمزہ ہم پر اور امیر کہتے تھے کہ آج نہیں کل پر جو نکلا
 یہ تو اس لیت و لعل میں رہے لیکن رضیہ سلطان جب سے خصیت ہو کر پردہ کا فانی آئی ہر ایک دم قرار نہیں اور
 تصویر امیر کی آنکھوں سے سامنے چراگنی ہر اور ذکیہ سمجھا یا کہ ایک روز بیت چین تھی کہ حکیم اشراق خواب میں
 آئے اور کہا کہ یہ اسم پڑھ کر سو جاؤ احوال امیر کا ظاہر ہو جائے گا اس روز رضیہ اسم پڑھ کر سوئی امیر کو سیلان
 شور انگ کے مکان میں کل رنگ پر ہی سے کامیاب ہوئے دیکھا امیر پر بیت خفا ہوئی اور پتلی کہ تو ہر جالی ہر ذکیہ
 نے جو نکا کے کہا یہ کیا برائی ہو رضیہ نے احوال خوب کا بیان کیا ذکیہ نے کہا بڑا خوب کی بات کا کیا یقین ہر دوسرے
 روز رضیہ پھر اسم پڑھ کر سوئی امیر کو ظلمات کے مکان میں محفوظ پر ہی کے ساتھ گرفتار دیکھا اور خفا ہوئی اور پھر سے
 روز پھر اسم پڑھ کر سوئی امیر کو مشرق کے مکان میں نور شہد جمال کے مقدس میں وہ خط کتابت کرنے دیکھا
 پتلی ہوئی تھی اور ذکیہ سے کہا کہ ستائے یہ ضابطہ حتی جو بجا رہی ہوئی اسکی میری برابری کرنی ہے لیکن وہ کیا کرے
 جو بجا اسو ظلم کشا نے کیا مگر دیکھو تو میں بھی ظلم کشا کو کیا ستاتی ہوں اور کا فور داہ کو اور ذکیہ کو کہا کہ تم حمزہ
 کو اس جاؤ اور گو کہ رضیہ کے دل میں درد تو لوگوں نے علاج بتایا ہے کہ لوح گلے میں ڈالو تو درد جائے آپ مجھ کو
 لوح دیکھتے ہیں گھڑی عمر میں لا دو نگا غرض کہ ذکیہ اور کا فور کوہ نقرہ پر زمین اور دوسری راہوں کو امیر پاس سمجھا کہ تم
 صحبت میں اور کوئی نہ تو ہم آئیں پر ہی راہوں نے امیر سے کہا امیر کو رضیہ کی ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا یہ خبر سنکر
 اپنے پاس کسی کو نہ رکھا ایک عمر دینے جاتا تھا اسکو بھی شکل نکالا اور ذکیہ امیر پاس آئی اور رضیہ سے جو کہا تھا وہ
 بیان کیا امیر نے کہا کہ لوح دینا ہوں تو شیطان میرے در پہن اور نہیں دیتا ہوں تو جی کو ہر نہیں کرتا قضاے کار
 عمر و کتب سننا تھا اور چھپا ہوا تھا اُسے کہا حمزہ خبردار لوح نہ دینا ذکیہ پشیم خفا ہوئے تھی امیر نے لوح
 اتار کر دی کہ یہیے جاؤ اور ذکیہ لوح لے کر رضیہ پاس آئی اور اُسے لوح گلے میں ڈالی اور کا فور سے کہا کہ تم
 حمزہ سے جا کر کہو کہ اگر اب سوائے میرے اور کسی کو نہ دیکھے تو لوح میں دو ٹکی اور نہیں تو لوح نہ رو ٹکی کا فور نے
 امیر سے آکر کہا امیر نے خفا ہو کر جواب دیا کہ اگر لوح سے طلب کشا کی تھی تو میں لوح سے دیکھتا اور یہ مجھ سے نہوگا کہ سوائے
 رضیہ کے اور کسی کو نہ دیکھوں کا فور نے رضیہ سے آکر کہا رضیہ نے کہا کہ میں بھی لوح نہ دوں گی ہر چند ذکیہ نے اور لوگوں
 نے سمجھا یا کہ لوح بجا دیکھے اُسے نہ مانا اور بیان عمرو نے امیر سے کہا کہ کوہ حمزہ ہم نے نہ کہا تھا کہ لوح نہ دینا امیر نے
 کہا کہ اب تو جو ہونا تھا سو ہوا اور درویش ذاکر اور مذکر سے کہا کہ تم مراات المقلع میں جاؤ وہاں تین بزرگ کو رضیہ
 آئے گی تو تم لوح آئے سمجھا کر لے آنا اب اسکو نوادہر مجھو کہ

اب دو گلے وکستان مظلم تیرہ بخت کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ یہ ظلمات کے مارے جاتے تھے غنا کہ بھی تھی کہ دہن خبر تالی کہ لوح ظلم کشا سے شاہ باور رضیہ سلطان نے شکولی
 جو اور وہ اپنے پاس رکھے ہر اور یہ دونوں جب سے حکیم اشراق کے کس گاہ سے آئے ہیں اور مظلم
 شاہ باور پر عاشق ہوا ہر اور تیرہ بخت امیر کہ اسمن جو کشا کہ لوح ظلم کشا پاس نہیں ہر مظلم نے کہا کہ میں
 ظلم کشا کو جا کر ازاد ہوں تیرہ بخت نے کہا کہ میں ظلم کشا پر عاشق ہوں تو کیوں کر اسے مارے گا اس سے بہتر ہے کہ تو
 میرے واسطے ظلم کشا کو لا اور میں میرے واسطے رضیہ کو لاؤں مگر ایک جاو دو گئی ہر کہ نام اسکا قرشہ ہر اور وہ
 مظلم پر عاشق ہوا اُسے تیرہ بخت سے کہا کہ اگر مظلم میرا مطلب پورا کر دے تو میں لوح رضیہ سے لا دوں
 تیرہ بخت نے مظلم سے کہا مظلم نے کہا کہ مجھے قبول ہے اور قرشہ لوح لینے کو گئی مگر ایک شخص ہے کہ نام اسکا

آخر جس میں پیشانی پروردہ تیرہ بخت پر عاشق ہوا اسے مظلم سے کہا کہ اگر تیرہ بخت میرا طلب پورا کر دے تو میں طلسم کشا
 کو بکڑ لاتا ہوں مظلم نے تیرہ بخت سے کہا اسے بھی قبول کیا اور اس میں ہزار جا دو گئے کہ میرا کو بکڑنے چلا لیکن
 قرقشہ پر دو قاتلین رضیہ کے مکان میں آئی اور ایک خواص ہی رضیہ کی کہ نام اسکا شکیلہ ہوا اور وہ دفع حاجت
 کو نکلی ہی کہ قرقشہ اسکو بکڑ کے اور آپ اسکی صورت بکے داخل صحبت ہوئی اور رضیہ مع خورشید نقارات القلعہ
 میں آکر بیٹھی تھی کہ درویش ذاکر اور نکر آئے اور رضیہ کو سمجھایا کہ لوح طلسم کشا کو مجھ و رضیہ نے کہا کہ دیکھو صاحبو
 یہ ہمیشہ سے میرے نمک خوار کھاتے ہیں اور کبھی میری طرف داری نہ کی دونوں درویش تھا ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا
 کہ بادشاہت آپ کی ہمارے باعث سے غنی اور اب ہماری قصدا آئی ہے کہ جسوقت حکیم اشراق نے ہکو قلعہ طلسم کا
 کیا تھا اسوقت کہہ یا تھا کہ جس روز بادشاہ کلمہ زس کہے گا اس روز ہم مروت کے بہ لکھرا میرا پاس آئے اور کہا کہ رضیہ لوح
 نہیں دینی اور امیر کو وصیت کی کہ ہم جائیں تو ہکو بین کا زمانہ بکھر درویش ذاکر کو بکلی آئی اور دم نکل گیا بعد اسکے
 درویش غمگین ہی طرح مگئے امیر نے بہت افسوس کیا اور عرض گاہ میں دونوں کو دفن کیا امیر نے تھے کہ نقارے کی
 آواز آئی اور گل رنگ پر ہی نے کہا کہ کل مرآت القلعہ میں جشن ہوا میرے جمہور کی زبانی تعریف مرآت القلعہ کی
 مسنی تھی اور اشتیاق رضیہ کے دیکھنے کا ہوتا تھا عروسے کا اسخو جہ کو کی ایسی تدبیر کہ تماشا مرآت القلعہ کا دیکھ
 آئیں اور ہم کو کوئی نہ سچانے عروسے امیر کو اور پانچوں سرداروں کو فقیر بنا یا اور آپ اسکا پیر بکر درہ ظلمات کو حو
 کر کے مرآت القلعہ میں آئے لیکن ایک دیوی کہ نام اسکا لملاج کر گدن پیشانی پر وہ تیرہ بخت کے پاس آیا
 اور کہا کہ میرے باپ کو طلسم کشا نے مارا ہے اگر تم کو تو میں اسے جا کر ماروں تیرہ بخت نے اسے بھلا دیا اور لملاج
 مظلم پاس آیا مظلم نے کہا کہ توشوق سے طلسم کشا کو جا کر مارا اور میں تیرا شریک ہوں اور لملاج رونہ ہوا یہاں امیر
 مرآت القلعہ کی سیر کرتے پھرتے تھے اور رضیہ اُسی منبائی الماس نگار بیٹھی تھی اور خورشید نقارہ چاروں
 دروازوں پر موجود تھی کہ امیر کو رضیہ نے فقیر بنے ہوئے دیکھا اور لوگوں سے کہا کہ بوجھو تو یہ فقیر میرے
 مکان میں کیوں آئے ہیں لوگ امیر سے یہ پوچھ رہے تھے کہ اندھی تلی کہ تمام مرآت القلعہ میں گیا امیر دیکھنے لگے کہ
 ایک دیو بارہ سو گز کا اس اندھی میں سے آیا اور سلیملاج پکارا کہ امیر طلسم کشا تو نے میرے باپ لملاج
 کر گدن پیشانی کو مارا ہے اب کہاں جائے گا یہ لکھرا و اشتیاق امیر پر ماری امیر غالی دے کر الگ ہو گئے لیکن رضیہ
 وغیرہ کو یقین ہوا کہ امیر کا کام تمام ہوا رضیہ اور سب پر ہی زادین رونے لگیں لیکن امیر نے جو غل رونے کا سنا خاک
 سے نکل کر ایک نعرہ کیا کہ تمام مرآت القلعہ کا نپ گیا اور نامدار سلیملاج پر ماری کہ اسکے دھڑکے ہوئے رضیہ نے
 آن پر ہی زادین سے کہا کہ طلسم کشا کو بلغ میں لے آؤ اور میں لوح اسکی دیدوں امیر بیان کرتے ہوئے تھے کہ
 گیتی آرا اور گلشن افروز کشتی پر سوار لیکن اور امیر سے کہا کہ اب کو ملک سے بلایا ہے غرض پتھر امیر اور سردار امیر کے
 کشتیوں پر سوار ہوئے ایک عموں سوار ہوتا تھا اسکو بہرام نے زبردستی پکڑ کے سوار کیا اور کشتیان چل نکلیں جب
 سچ دریا میں پہنچیں چرخ کھا کر تیرہ کشتیوں عموں پکارا کہ حمزہ میں اسواسے سوار نہ ہوتا تھا غرض امیر نے اپنے تئیں ایک
 باغ میں پایا اور گیتی آرا نے امیر کو لا کر محل میں بٹھایا اور رضیہ حمام کرنے کو کپڑے اتارنے لگی تو لوح طلسم میں نہ پائی
 اور قرقشہ اسوقت لوح لے گئی تھی کہ جسوقت امیر سے اور لملاج سے سامنا ہوا تھا اور رضیہ بھی چھپ کر دیکھنے لگی
 غرض رضیہ نے تمام مرآت القلعہ میں ڈھونڈھا اور وہ لوح کہیں نہ پائی آخر کو معلوم ہوا کہ شکیلہ لوح لے گئی ہے اور
 رضیہ نے کہا اب میں امیر کو سمجھونہ دکھاؤنگی اور اپنے اہل پر سوار ہو کر پر دو قاتل کو روانہ ہوئی اور یہ خبر امیر کو ہوئی

ایک سنہا ماسا گذر گیا اور مرآت القلعہ میں کسی کو نہ پایا تخت پر سواری کر امیر باہر آئے تھے کہ ایک آواز آئی کہ اس
 طلسم کشا کو نہ بہت جادو گردن کو مارا تھا اب تمام کیفیت معلوم ہوئی لیکن امیر کوچ کر کے ریاضت گاہ میں آئے اور
 قریشہ نے لوح لاکر تیرہ بخت کو دی اور تیرہ بخت سے منظم سے کھلا بھیجا کہ لوح میرے ماتحت لگی اور میں رضیہ کو تیرے
 واسطے لینے جاتی ہوں جب تک تو میرے واسطے طلسم کشا کو لاکر یہاں منظم لملاح کے ماتے جاسے یہاں کھڑا تھا کہ
 پیغام تیرہ بخت کا پہونچا اور منظم سات لاکھ جادو گردن سے امیر کے پکڑنے کو چلا اور تیرہ بخت جادو گردن کو ساتھ لیکر
 پردہ قات میں آئی اور دہان کو ہستان میں خیمہ کیا اور قریشہ نے کہا کہ میں رضیہ کو لاتی ہوں بعد اسکے قریشہ
 نے کیا کام کیا کہ گلنار پر سی کہ ذکیہ کی طرف سے خیرہ گلنار میں نائب ہر ایک عرضی اسکی طرف سے نکل کر دو رو
 ایک سر شکیلہ کے سر کی صورت بنا کر اور دہان میں باندھ اور پر سی زاد نکھر رضیہ کے پاس آئی اور وہ عرضی رضیہ کو
 دی رضیہ نے عرضی کو پڑھا اس میں لکھا تھا کہ شکیلہ ادھر سے فوراً جے جاتی تھی میں نے اسکو مار کر سر آپ کے پاس
 بھیجا ہے اور لوح میرے پاس ہے اور میں نے یہاں سے جو وہ کوس پر خیمہ کیا ہے آپ اپنے تو لوح میں دون رضیہ با تو
 صدے میں بھی تھی عرضی پر حکر خوش ہوئی اور اسی وقت سوار ہو کر گلنار پر سی کی طرف چلی اور قریشہ نے ہوس
 تیرہ بخت کے خیمہ میں آئی اور رضیہ نے تیرہ بخت کو شے سے دیکھا جاتے تھی کہ بھاگ جا کے تیرہ بخت نے
 رضیہ کو مع چار سو پر سی زادوں اور خورشید لقا اور ذکیہ کے سحر کر کے پکڑ لیا اور کہا کہ تیرے تو ہمارے قتل کرنے کو ایک
 دھکڑا بلایا تھا لیکن میں نے ابھی ہمارے ساتھ کوئی بڑا الی نہیں کی ہے کہ میرا بھائی تم کو چاہتا ہے میں تمہیں اس سے
 واسطے لے جاتی ہوں بیان ظاہر طلسم کی بادشاہ خیمہ دہان پردہ تاریکی کی بادشاہت کر دی رضیہ نے کچھ جواب
 نہ دیا اور تیرہ بخت سب کو پکڑ کر روانہ ہوئی یہاں امیر ریاضت گاہ میں بیٹھے تھے کہ آخر میں تین لاکھ جادو گردن
 سے آیا اور امیر کے برابر آکر اسکا لشکر اترا اور ایک سردار سی کہ نام اسکا اسلم ہے اور وہ سحر نہیں جانتا اس نے کہا
 آپ میرے نام کا بطن جو ایسے کل میں حمزہ سے دو نگا غرض لشکر میں آخر میں کے جمل جنگ بجا اور ادھر اسے
 با تو قیر کے لشکر میں چل بجا صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے اور ادھر سے اسلم نکلا اور ادھر سے عمرو بن
 حمزہ نکلا اسلم نے پہلے تو سبھا یا جب عمرو بن حمزہ نے نہ مانا بعد اسکے تیرہ بازی ہونے لگی اسلم نے ایک نیزہ عمرو
 بن حمزہ کے مارا انھوں نے رد کر کے ایک تلوار جو ماری اسلم کے دھکڑے سے غرض شام تک عمرو بن حمزہ نے
 سترہ جوانوں کو مارا اور دونوں لشکر بچ گئے اور عمرو بن حمزہ کا صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے اور ادھر سے آخر میں
 نکلا اور ادھر سے عمرو بن حمزہ نکلا آخر میں نے نیزہ مارا عمرو بن حمزہ نے چھین لیا آخر میں نے دیکھا کہ یہ زبردست
 ہے اسی وقت سحر کر کے عمرو بن حمزہ کو کھڑے پر سے اٹھا لیا اور جا ہا کہ زمین پر بیٹھ دے کہ اتنے میں امیر پہونچے
 اور ماتہ آخر میں کا قروڑ کر عمرو بن حمزہ کو چھین لیا آخر میں نے سہا کیا کہ امیر بھی سست ہوے کہ عمرو پکارا اور
 حمزہ اسم غلم پڑھا امیر نے اسم غلم پر حکر آخر میں کو پکڑا غرض میرے ہر تک نہیں جادو گردن کو امیر نے قتل کیا
 کہ اس میں گریدہ ہوئی اور منظم سات لاکھ جادو گردن سے آیا اور سنہا کہ آخر میں کو حمزہ پکڑے گیا منظم نے کہا
 کچھ پروا نہیں ہے ایک نامہ حمزہ کو لکھا مضمون اسکا یہ تھا کہ ای حمزہ رضیہ سے تو ماتہ اٹھا کہ میں امیر عاتق ہوں
 اور میری اطاعت کر جہاں تو ہے گا وہاں میں بھی پہونچا دوں گا اور نامہ لکھو نہ جادو کو دیا کہ تو لیجا یہاں امیر نے
 آخر میں سے کہا کہ مسلمان ہو غرض آخر میں ہوا کہ اس میں خیرائی کہ منظم نے نامہ بھیجا ہے امیر نے طلب
 کیا اور لکھو نہ آیا اور نامہ امیر کو دیا امیر نے نامہ پڑھ کر بھارت ڈالا اور لکھو نہ تلوار کھینچ کر دوڑا آخر میں نے روک کر جو

ملواری مہکونہ کے دو کڑے ہوئے اور ایک آندھی آئی لاش مہکونہ کی کڑی لگی اور آرائی کہ ایہ اخرس
 تو نے ملازم بادشاہ کو مارا بہت بڑا کیا جب مظلم کو خبر پہنچی کہ مہکونہ مارا گیا اسنے خفا ہو کر طبل جنگ بجا یا اور صبح
 کو دونوں لشکر میدان میں آئے صفین آہستہ ہوئیں آخر سے ازلال جا دو ٹکڑا اور آخر سے اخرس نکلا ازلال
 نے سحر کیا کہ لشکر امیر کا اور شرفی غزلی جنوبی شمالی کے لوگ زمین میں غرق ہوئے لگے اور اخرس نے جو سحر کیا تو دو
 پھیلیاں کاغذ کی بنا کر چوڑی کہ غرق ہوا لوگوں کا سوت فوٹ ہو غرض اخرس نے ازلال کو مار ڈالا بعد اسکے اخرس ر
 آیا اور شاہنشاہ کو جو وہ جادوگر اخرس نے مارے دونوں لشکر اپنے اپنے خیمہ میں گئے غرض اخرس نے پوشیدہ مظلم سے
 کہلا بھیجا کہ آج رات کو کسی ساحر کو بیچ کہ حمزہ کا سر کاٹ لیجائے غرض ایک مظلم کا کوکاہی شرفان جادو اسکو
 بھیجا اور شرفان پہلے پتھر ملواری کھینچ کر امیر پر آیا اخرس نے دیکھا کہ جب تیری چوکی ہوتی ہے تو عمرو جمعا نکا کرتا ہے
 آج بھی عمرو ہوگا اور تو بدنام ہوگا اور کچھ کام نہ بنے گا یہ سمجھ کر اخرس نے شرفان کو مار دیا اسوقت عمرو سمجھا کہ
 اخرس حمزہ کا بڑا دوست ہے اور امیر بھی اخرس سے خوش ہے اور اخرس نے مظلم سے کہلا بھیجا کہ بیچنے پتھر بھول
 شرفان کو مار ڈالا ہے اور میں فکر میں ہوں کہ حمزہ کیل حمزہ کی لہجہ کے تو نے کر آؤں مظلم لشکر خوش ہوا کہ اسہیں
 رضیہ کو قید کیے ہوئے تیرہ بخت میں لاکھ جادو گروں کے آئی مظلم نے تیرہ بخت سے کہا کہ رضیہ کو مجھے دو
 تیرہ بخت سے کہا کہ جناب تم حمزہ کو میرے واسطے نہ لاؤ گے میں رضیہ کو نہ دوں گی اور مقابلہ ریاضت گاہ سے
 سیاہ قصر ہی نووان کی مالک گلگونہ جادو تیرہ بخت نے رضیہ کو سیاہ قصر میں بھجوا دیا اور ذکیہ اور رشید نقا
 وغیرہ کو بیچ چار سو پری زادوں کے پردہ تار کی میں اپنے باپ پاس کہ نام اسکا قہر یار جادو ہی بھجوا دیا اور آخر
 نسیم اور شمیم یہ خبر لے کر امیر پاس آئے امیر نے جوتسا کہ رضیہ قید ہوئی امیر کو بہت رنج ہوا اسہیں باپ رضیہ
 کا سلطان ہر خوش چنی احوال رضیہ کے قید ہونے کا سننے لاکھ دیو دیری سے زیادہ ہی امیر پاس آیا امیر نے
 سلطان سر جویش کی بہت غاڑی لیکن اخرس اخرس پیشانی نے امیر سے کہا کہ ایک مکان ہر دمان چل کر آپ
 دعائے مانگیے تو جلد قبول ہو امیر نے عمرو اور جمہور کو ساتھ لیا اور اخرس کیلے ہوئے سیاہ قصر کی بہت ایک
 ٹیلے پر آیا اور کہا کہ یہاں دعائے مانگیے امیر نے نماز پڑھ کر دعائے مانگی اور دمان سے چلے کہ ساتھ سیاہ قصر پر رضیہ
 دکھائی دی اخرس نے کہا کہ دعا آپ کی قبول ہوئی وہ رضیہ بھیجی ہوئی ہے امیر نے کہا کہ اسکا دروازہ کدھر ہے
 اخرس نے کہا کہ اسہیں دروازہ نہیں ہے آپ حزر بیکل اتار دے تو میں لچلون امیر نے حزر بیکل جمہور کو دی اور
 اخرس نے بڑے قہر امیر کو سیاہ قصر پر پہنچا یا بعد جانے امیر کے جمہور نے اخرس سے کہا کہ مجھے بھی ملے اور جمہور
 نے حزر بیکل عمرو کو دی اخرس نے جمہور کو بھی پہنچا دیا امیر یہاں رضیہ سے باتیں کرنے لگے اور یہاں اخرس نے
 عمرو سے کہا کہ حزر بیکل مجھے دے عمرو نے کہا کہ میں نہ دوں گا اخرس نے کہا کہ ایسا رہاں زاوے حمزہ کو تو میں قید
 کر آتا تو کہاں جائے گا اور اخرس عمرو پر دوڑا عمرو نے کندہ مار کر اسکو پکڑا اور چاہا کہ ذبح کرے کہ وہ
 جو دیا امیر کے ساتھ رہنا تھا وہ تیرہ بخت کی دایہ ہر اسنے جو دیکھا عمرو اخرس کو مارے ڈالنا ہی بھڑ
 اصلی بن کر عمرو کو پکڑا اور عمرو بیکار کہ حمزہ اخرس نے دعا کی اور امیر مایوس ہوئے اخرس
 اخرس پیشانی ان سب کو قید کر کے تیرہ بخت پاس لایا تیرہ بخت اخرس سے خوش ہوئی اور
 امیر سے کہا کہ مجھے قبول کر امیر نے کہا کہ یہ مجھ سے کبھی تو قہر نہ رکھنا اور مظلم نے رضیہ سے سوال
 کیا رضیہ نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے مار ڈالے گا تو بھی میں مجھے قبول نہ کر دوں گی تیرہ بخت اور مظلم

نے امیر اور رضیہ کو بخود من ڈال کر میل میں لٹکا دیا اور عمرو کو چاہا کہ قتل کریں اسی وقت ایک جانور خط گلے میں لپٹا ہوا
تیرہ بخت پاس آیا تیرہ بخت نے خط پڑھا اٹھیں شہر یار جا دوں لکھا تھا کہ عمرو کو مار دے تو ہمارے پاس بھیج دیا تیرہ بخت
نے سب جادو گروں سے کہا کہ کوئی تم میں ایسا ہو کہ عمرو کو بردہ تاریکی میں لیجائے سمجھو نہ کہہ کہ ہم سے نہوگا اس وقت
تیرہ بخت نے ایک گنبد شیشہ کا سحر سے تیار کر دیا اور عمرو کو اٹھیں لٹکا کر تاریکی کی طرف روانہ کیا شہر یار بیٹھا تھا کہ وہ
گنبد آیا اور ایک آواز آئی کہ تیرہ بخت نے عمرو کو بھیجا ہے اور شہر یار جا دوںے رخصت تیرہ بخت کا کہ عمرو کو
لٹکا لا اور ساحروں سے کہا کہ کوئی رات بھر عمرو کو کے صبح کو لے آئے ساحروں نے کہا کہ ہم سے نہوگا اس وقت
شہر یار نے اپنی دیہ زرارہ کو بلایا اور کہا کہ تم عمرو کو لیجا کر کوغرض زرارہ عمرو کو لے کر اپنے مکان میں آئی اور
پنجرے میں بند کیا اور گانے لگی اور عمرو بھی گانے لگا کہیں شہر یار کی بیٹی کہ نام اسکا زہرہ ہے اپنے باغ کو
جاتی تھی کہ گانے کی آواز سن کر زرارہ کے مکان میں آئی اور کہا کہ عمرو کو گئے یہیے میں صبح کو دے جاؤ گی زرارہ نے
کہا میں نہ دوں گی زہرہ روتی ہوئی شہر یار پاس آئی اور احوال بیان کیا اور شہر یار زرارہ کے مکان میں آیا اور
پنجرہ عمرو کا زہرہ کا سمجھا کر دیا اور زہرہ عمرو کو اپنے بلخ میں لائی اور عمرو زہرہ پر عاشق ہوا اور لڑائی لڑی
کی اور زہرہ نے خوش ہو کر عمرو کو چھوڑ دیا عمرو بیٹھا تھا کہ فضل اور فضیل دونوں سردار شہر یار کے عمرو کے
لیے گئے زہرہ نے کہا کہ کل میں عمرو کو لے کر باوا جان پاس آؤ گی غرض دونوں چلے گئے اور رات کو عمرو نے
زہرہ کو نذر نہ خیل کیا اور اب زہرہ کی صورت بن کر سورا اور صبح کو خیل چائے کہ عمرو چلا گیا میں اپنی جان دوں گی
یہ خبر سنکے سلطانہ زہرہ کی مان اور شہر یار دونوں آئے اور زہرہ کو دلا سا دیا اور رات کو عمرو نے شہر یار کو بھی
نذر نہ خیل کیا اور اب اسکی صورت بن کر صبح کو سلطانہ کو مار کر باہر آیا اور زرارہ کو بلا کر سولی چڑھا لی بعد اسکے
فضل اور فضیل سے کہا کہ اگر تم عمرو کو لے آئے تو زرارہ کیون جاتی یہ کمرہ دونوں کو قتل کیا بعد اسکے تمام شہر کے
جادو گروں کو بلا کر کہا کہ زہرہ غائب ہو جاوے اور تم تلاش نہ کرو یہ کمرہ سب کو قتل کیا اور شہر یار کو فیصہ میں لا کر قتل
کیا فوراً تاریکی ہو گئی اور خیل شور ہوا کہ کشتی مرزا من شہر یار جا دوں غرض عمرو جب سب کو مار چکا بعد اسکے
ذکیہ خورشید نقا زہرہ نقا ماہ نقا سہیلہ اور ب پری دادون کو بلایا اور ذکیہ کو چھڑا کیا اور وہ نکلا بیان
دیا کہ بعد اسکے زہرہ کو نہ خیل سے نکالا اور تمام حقیقت بیان کی اور زہرہ مسلمان ہوئی اور بادشاہت
بردہ تاریکی کی زہرہ کو دی اور ذکیہ اور خورشید نقا وغیرہ سے کہا کہ تم ریاضت گاہ میں چلو اور میں حمزہ
اور رضیہ کے چتر بنے کو جاتا ہوں اور لشکر ساتھ لے کر اور شہر یار کی صورت بن کر عمرو اور تیرہ بخت اور مظلم
پاس چلا بیان تیرہ بخت اور مظلم نے امیر اور رضیہ کو بھیجا یا انھوں نے نہ مانا اس وقت تیرہ بخت رضیہ کی
شکل بنی اور مظلم امیر کی صورت بنا اور دونوں نے شہر کا لایا اور سلطان سرخوش سے کہا بھیجا کہ طاقت
ہمارہی قبول کرو تمہیں قتل کیے جاؤ گے جب انھوں نے نہ مانا تیرہ بخت نے قبل جنگ جو آیا اور صبح کو
دونوں لشکر میدان میں آئے ادھر سے اوتا دھلا ادھر سے بہرام نکلا اوتا دھلے سحر کیا کہ بہرام آٹا ہو گیا اور
عمرو بن حمزہ نے تیرہ مارا کہ اوتا دھلا اور آخر نکلا اسنے ملک اشرق و ملک اعرب و ملک اسپر و ملک
ایمن اور عمرو بن حمزہ جو گان بن حمزہ اور بہرام و ذرازان سب کو کپڑے بخود میں بند کر کے لٹکا دیا اور شام کو
دونوں لشکر سمون میں آئے اور تیرہ بخت کو خبر ہوئی کہ شہر یار جا دوںا اور غرض جو وقت شہر یار آیا تو تیرہ بخت
اور مظلم استقبال کر کے لائے اور عمرو نے رات کو سب کو بیہوش کر کے تمام محل کو لوٹ لیا اور چاہا کہ لوح تیرہ بخت

لے اسی وقت ہمارے جادو ہو چکی اور عمر کو کھڑا اور اُسکو ہوش میں لائی اور تیرہ بجت سے کہا کہ شہر یار جاؤ
 عمر و قاتیرہ بجت سے کہا تو نے میرے باپ کو کیا کیا عمرو نے کہا کہ میں سب کو مار کر اور پردہ تاریکی میں اپنا تمل کر کے
 آیا ہوں اور تیرہ بجت نے جیل خلیج بجوایا اور صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے اور ہمارا عمر و کو علم میں ہاڑھ کر
 ایک طرف کھڑی ہو اور آخر سلطان سرخپوش کو پکارا ہاڑھ کہ یا تو دین بلیس کا قبول کر یا مجھ سے آکر لڑ اور تمام
 مسلمان ہراسان تھے اور دعا مانگ رہے تھے کہ اس وقت ظفران زاہد آسمان پر سے اُگے اور چار نقابہ اشخرفی پوش
 حسد لی پوش خفشتہ پوش سیر پوش یہ چاروں تھے ظفران زاہد کہیں اور ظفران زاہد نے سلطان سرخپوش کو
 تسلی دی اور اشخرفی پوش سے کہا کہ تم آخر بر جاؤ اور حسد لی پوش سے کہا کہ تم عمرو کو چھڑاؤ اور تاب تو نیکو لکھ کر
 ہوا کی طرف اُڑنا شروع کیے اور آخر نے سوچا کہ ایک زخیر اشخرفی پوش تک آکر پھر گئی اور اُدھر سے جو زخیر
 پھری تو آخر کی تحکیم بندہ گئیں اور ہمارے حسد لی پوش پر سوچا کیا تھا کہ باغ لوارین چمک کر اشخرفی پوش
 پرتا کی غنیمت اُدھر سے پلٹ کر جو گرین قرشتہ کے باغ کڑے ہوئے اور مظلم نے حسد لی پوش پر سوچا کیا تھا کہ دوست
 آگ کے حسد لی پوش پر تانے اور اُدھر سے جو بیٹے مظلم کی شاہن بندہ گئیں اور تیرہ بجت سے جو یہ نقشہ دیکھا
 جیل آسائش جو آکر پھر گئی اور ظفران زاہد نے مظلم و آخر دہا کو بخروں میں ڈال کر لٹکا دیا اور اب
 اسم پر مٹے کو بیٹھے اور تیرہ بجت سے جا کر دم لیا اور ایک اونٹ سوم کا بنا کر اُسکے گلے میں زنگ ڈالا اور صبح کو سلا
 میں آئی اور اُدھر سے لشکر اسلام آیا پہلے تو جا دو گردن نے سوچا کیا تھا کہ کبھی تیر پر سے لگے تھے اور کبھی آگ اور بھی
 زمین میں پھیر گئی اور لوگ فرق ہونے لگے اور ظفران زاہد نقش لکھ کر آسمان کی طرف اُڑاتے تھے جب تیرہ بجت سے
 دیکھا کہ کسی کا سحر اثر نہیں کرتا اُسوقت اب میدان میں آئی اور ظفران زاہد کو سمجھا با جب انھوں نے مانا اُسوقت
 وہی اونٹ سوم کا نکالا اور وہ ہوا لگ کر بڑ گیا اور اُسکے زنگ کی آواز سے ظفران زاہد مع چاروں بیٹوں کے
 گونگے اور ہرے ہو گئے اور تیرہ بجت نے مظلم دہا کو چھڑا لیا اور ظفران زاہد کو جہان امیر تھے وہیں لٹکا دیا اور
 سلطان سرخپوش سمجھنے لگی کہ کل سب کو قتل کر دے گی اور سلطان سرخپوش پھر کر ناموس صاحب قرائی میں آئے اور چاہا کہ اپنے
 تین ہلاک کرین اُسوقت عمرو آیا اور محفوظ پر سی گلزنک پر سی جو رشید جمال اور سلطان سرخپوش ان سب کو تسلی
 دی اور کہا کہ آج میں امیر کو چھڑاؤنگا اور بیان تیرہ بجت سے ہرے ایک مکان شیشہ کا بنایا ہے اور بجت آ رہی کہ
 عمر و کلیم اور حکم آ رہا اور کہا کہ اسی تیرہ بجت خداوند بلیس تم سے خوش دے میں اور اُنکا نائب ہمارے پاس آیا
 چاہتا ہے اور باغ چار حقے آتش بازی کے آسمان پر مارے اور سب کر کے اور صورت بدل کے کہ پوشاک نکلت کی
 اور درجی پیش کی گھنٹوں تک تیرہ بجت کے سامنے آئے اور بجت پر بیٹھے سمجھوں نے سجدہ کیا پہلے آئے
 کہا کہ مردے مرد فعل کرے اور عورت سے عورت بعد اُسکے شراب میں بہوشی دے کر سب کو میوٹس کیا اور تمام
 محل کو لوٹا اور لوح تیرہ بجت سے لے کر اُسکو دھو کر پانی اُسکا امیر اور سرداروں پر چھڑکا امیر قید سے رہا ہوا اور
 لوح امیر کے گلے میں ڈالی اور عمرو نے ایک رقعہ لکھ کر تیرہ بجت کے گلے میں ڈالا اور سب کا کالا سنو کیا اور امیر کے
 ساتھ داخل لشکر ہوا یہاں تیرہ بجت جب صبح کو ہوش میں آئی اپنے تین بھائی خراب دیکھا کہ سنو تو کالا ہے اور زنگی بڑی ہے
 اور ایک رقعہ گلے میں پڑا ہے اُسکا مضمون یہ تھا کہ اسی تیرہ بجت ہم تجھ کو جانتے قتل کر ڈالتے لیکن نہ کیا اب بھی حرکت
 شیطانی سے باز رہو ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا غرض تیرہ نے سب کو ہوشیار کیا اور عیاری عمرو کا حال بیان کیا
 مظلم نے کہا میں جاتا ہوں داسے ہیکل کے کہ میں نے ارتم کے پاس رکھوا دی ہے میں تلاش کر کے آتا ہوں اور

تو فکر صاحبقران کے قید کرنے کی کراغرض یہ دونوں اپنے اپنے کام میں مصروف ہوئے مطلق اور حیرانہ جادو اپنے ہوم خانہ میں آئی اب حال امیر کشور گیر فتاح طلسم کاٹنے کے صاحبقران اور عمرو دجل لشکر ہوئے تمام لشکریوں کو بہت خوشی ہوئی لیکن عمرو فکر ارقم میں چلے کہ ملاقات ارقم سے کر کے مہکل بے لون اور عمرو نے ملتے وقت وہیں سے کہا کہ اگر رضیہ سلطان آپ کو بلائے تو ہرگز نہ جائیے گا جب تک میں نہ آؤں کیونکہ آپ کا ہم غم بندہ اور میں قیدیوں کی فکر کو جاتا ہوں یہ کہنے روانہ ہوئے اب اسکو تو بیان ضرور ہے

جب تک دو گئے داستان رضیہ سلطان کے گذارش کیے جاتے ہیں

کہ جیوقت رضیہ سلطان نے سنا کہ حمزہ صاحبقران لشکر میں آئے ہیں بیاب ہو کر ایک دفعہ لکھا اور اسکا مضمون یہ تھا میرا

کہ تین بدیہی سلطان ہو ہیں ابیار	اسم خدا کی نہیں مل کو ایک آن فرا	میں تجھ سے کرنی ہوتی بار بار
اور دل میں خیم بے نشان زدہ	بکیرم کہ جب تیرے کمان زدہ	

یہ صاحبقران حال گرفتاری کا سنا اس تنہا تو ان میں جان نہ تھی لیکن اب جان تازہ خداوند کریم نے بخشی اور اب ایک درد ایسا آٹھا کہ شاید گزری دو گزری چوں بس یقیناً ہی کہ نہیں کھد میں تار و تھیں یقیناً یہ جو مصرع کبھی تو جیت راز دنیا ز ہو جائے پس یہ لکھ لکھا کہ در دولت نہیں دتا کہ اور لکھوں لیکن حمزہ کے کوہست تصور فرمائیے گاسح ہر شعر نقوش ملک قدرت کو ہر اندیشے سے حیرانی بد پڑھا جاتا نہیں ہرگز کسی سے خودیشانی بد سوہارا حال ایسا ہوا نقول شاعر شعر لگا یا منفر سے شہر بوسہ دیا آئے نہ ہونٹوں کا بد سنگد رہ گیا یا سا پوچھا اب جوان پر بد بس نامہ تیار کر کے ایک خوش خوش لباس کے ماتھ میں دیا اور کہا یہ نامہ میرے کو کسی ترکیب سے پہنچا دے غرض وہ نامہ لے کر روانہ ہوئی اور خدمت میں امیر کی پہونچ کر علحدہ اشارے سے بلا کر نامہ امیر کے ماتھ میں دیا اور اب چل کھڑی ہوئی امیر نے نامے کو ملاحظہ کیا ایسا مضمون لکھا یا پاکہ دل امیر کا چین ہو گیا اور سب سے آکر کہا کہ میں بھی آتا ہوں ذرا اس باغ کی سیر کر آؤں کہ مجھے وحشت کمال ہے سب نے عرض کیا کہ عمر و کھنے کا حضور خیال رکھیں اور باغ سے آگے نہ بڑھیں گا امیر نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں بس یہ کہ اگر اس باغ میں آئے جو لہشت باغ پر تھا اور دروازہ دوسرا کھول کر مکان رضیہ سلطان کا رستہ لیا اور یہ نصیب میں کوئی حرم کو کوئی تنگد سے کو جائے ہی بد کوئی ملاش معیشت میں جان کہیائے ہی بد میں مجھ سے پوچھوں ہوں ای دل کہ مر کو جائے ہی بد تو میرے آنکھ میں آنسو یہ کہ سنا ہے ہی بد علی اصباح جو مردم بکار و بار و زندہ بلا کشان محبت بہ کوے بار و زندہ یہ میر پڑھتے ہوئے صاحبقران جاتے تھے کہ ادھر تیرہ جادوئے جو طالع امیر کا دیکھا تو ساعت آنکی گرفتاری کی باقی گئی اپنے ساتھ فریب جادو کو لے کر علی تیرہ جادو چیل کی فصل نیلے آئی اور باغ کی صورت نیلے فریب جادو حسب الاتفاق امیر پہلے جاتے تھے کہ فریب جادو کی نگاہ پڑی کہا کہ ای ملک میں فتاح طلسم کو فریب دیتی ہوں یہ کہہ آگے بڑھی اور عمرو کی فصل جو کے حمزہ صاحبقران کے سامنے آئی امیر نے جو دیکھا تو زنگ اٹھا کر لیا فرمایا کہ خواجہ حطائو ہوئی مجھ سے کہ تم نے منع کیا تھا اور میں چلا آیا لیکن ملک نہایت بیمار ہو گئی ہے عمرو نے کہا میں دین سے آتا ہوں اور یہ بھول ملک نے دیا ہے کہ اسکی خوشبو سوگم کر بلاؤ کہ یہ کونسا بھول ہے امیر نے عمرو کے ماتھ سے لیا اور سوگم کا تو بیہوش ہو گئے اور تیرہ جادو نے کہ وہ چیل بھی زمین پر گر گئے ہیبت انسانی پیدا کی اور فریب جادو کی تعریف کی اُسے امیر کو لپیٹ کر اور پشتارہ بانہ کر تیرہ جادو کو دیا اور اب امیر بکر صحبت رضیہ سلطان میں پہونچی کہ رضیہ سلطان نے خوش ہو کے تخت پر بٹھا لیا اور مال تیرہ جادو کا پوچھنے لگی کہ اتنے میں تیرہ جادو مع پشتارہ صاحبقران کے پہونچی اور جا کے ملک رضیہ سلطان پر پہونچا اور بکڑ لیا اور سب خواص میں شہر و شکر

روگن جو لڑا اُسے جلا دیا اور مار ڈالا غرض خوش ہو کے کہا کہ ایڑیہ جا دو تم تو انکو گرفتار کر کے لے چلو اور میں
ہیکل کی فکر میں جاتی ہوں یہ کہہ کر رونے ہوئی اب حال بیان کاشیہ کہ اگر تم ہیکل بے رضیہ کے پاس آنا تھا کہ آخر اس
نے آواز دی کہ ایڑیہ اور مجھے بھیجا ہے کہ تو ہیکل اس سے لے آؤ میں اسی بے آیا ہوں اگر تم نے کہا کہ تو جوڑا اور سکار
ہر میں جھگو کسی نہ دوں گا غرض یہ بھیجا کہ اگر تم نہ دے گا اور سپر جو بھی برکت ہیکل سے تاثیر کرے گا پس اسوقت
آخر اس نے کو تیار ہوا اور اگر تم سے لپٹ گیا اور ان دونوں میں کشتی ہونے لگی برکت سے اس ہیکل کی اگر تم سپر
نائب آیا پس اسوقت اگر تم اسکو بھیجا ذکر اسکی جاتی پر خیر بیٹھا کہ ایک بار آخر اس نے کیا کیا کہ سچے سے اپنا ہاتھ لڑا ان کے
آئینوں پکڑ لیسہ اور دروازہ ملتا ہے اگر تم ایک بار خلیقاں مار کر اگر آپس ساتھ اگر تم کے گرنے کے آخر اس نے کہا ایڑیہ اگر تم
ارے میں طلسم کشا کو قید کر کے آیا ہوں اور تجھکو بھی مارے ڈالتا ہوں ارے میں ابیر کے پاس شاہ
جلا و دان کے پاس سے مرہ ہیکل کے لیے قریب کرنے آیا تھا سو اب یہ ہیکل بھی میرے ہاتھ آئی اور طلسم کشا
کو بھی میں نے پکڑا یہ کہہ کر آخر اس جا ہوتا تھا کہ اگر تم کو قید کرے کہ ایک بار اگر تم نے بھی وہی دان کیا اسکی حرکت سے اذیت
جو ہوئی تو آخر اس ہاے ہاے کر کے بچے گر پڑا اور اگر تم بھی میرے سینے پر ڈیرہ بیٹھا اور کہا اور بدعاش اوے وافر اے نو نے
امیر کے ساتھ دعا کی میں تجھے کب جیتا چھوڑتا ہوں بلکہ اگر تم نے گھینٹ نہ خیر ہاتھ لڑا تھا کہ آخر اس کو ذبح کرے اور ماہے اور وہ
ہما جو سبب میرے سر پر سایہ گلن رہتا تھا وہ اب میری تیرہ نخت کی کہ ایک بار اس نے ایک کس کی جانچ اگر تم کے
گلے میں ڈال کے ایک جھکا لگا دے اگر تم آخر اس کی چٹائی سے بچے گر اور آخر اس سپر پر بیٹھا ایک بار جھانے کہا
کہ اس طلسم کشا کی میں اس دن سے فکرمین لگی تھی کہ جس دن سے یہ طلسم میں داخل ہوا تھا مگر میرا ف۔ نو نے
چلتا تھا آج میرے قابو میں آیا ہے اب میں اسوقت کب چھوڑتا ہوں اور آخر اس نے اگر تم کو باندھا اور
باندھ کے آخر اس اور ہما سے جا دو دونوں آئے اور امیر کو دیکھا کہ ملکہ رضیہ کے پاس بیٹھے ہیں ایک بار
آخر اس نے ابیر کے کہا ایڑیہ ملکہ سے الگ ہو بیٹھو اور میں تو اس ہیکل کے واسطے آیا تھا سو اب وہ ہیکل بھی
میرے پاس آئی ایڑیہ اور میرے ہاتھ لگی ہے ارے میں کب تجھے چھوڑتا ہوں پس آخر اس نے یہ کہہ کر علم سحر گرفتار
کیا اور آخر اس اور ہما سے جا دو یہ دونوں رضیہ اور امیر اور اگر تم کو مظلم اور تیرہ نخت
کے پاس لے کر بیٹھے

دو کلمے داستان حال مظلم اور تیرہ نخت کے سنیے

کہ یہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے ہیں مظلم کہتا ہے تیرہ نخت سے کہ ایڑیہ میں فرما ہوں تم رضیہ کو میرے حوالے
کر دو میں اس سے وصل حاصل کروں اور آخر اس گیا ہر طلسم کشا کو لینے کو وہ بھی حمزہ کو لے کر آتا ہے یہ سکر تیرہ نخت
نے کہا واہ واہ یہ تم کیا کہتے ہو یہ ہرگز نہیں ہونے کا تم اپنے عشوق کے ساتھ میں کرو اور میں طلسم کشا کے
واسطے تڑپا کروں پس دونوں سے آپس میں باتیں ہوتی ہیں کہ ایک بار ایک عیار گر دین الودہ اور سینیے میں
غرق آیا اور اُسے تیرہ نخت اور مظلم کو مجرا کیا اور غرض کی کہ آخر اس اور ہما سے جا دو یہ دونوں ملکہ رضیہ
سلطان اور طلسم کشا کو لیے آتے ہیں پس بیٹھتے ہیں دونوں ناچنے لگے اور آخر اس نے کہا ایڑیہ تیرہ نخت
جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ وعدہ بھی پورا ہوا اب تم میرے ساتھ مجھ سے ہو یہ سکر تیرہ نخت نے کہا تو کچھ اچھا
ہو رہی ہیں تیرہ نخت تو یہ کہتی رہی مگر آخر اس نے کچھ خیال نہ کیا غرض جب یہ خوب سامنا کر چکا اسوقت آخر اس
نے چھوڑ دیا کہ ایک بار قریشہ بولی کہ بلاؤں میرا بھی وعدہ پورا ہوا یہ سکر تیرہ نخت نے کہا تو میں جا کھٹ جا کھٹ

سے قریشہ دوڑ کر مظلم سے پلٹ گئی اور بتیرا مظلم نے اسے بھر کا اور غر کا ایک مانتی تھی بس خوب اُسے بھی اپنا کام کیا اور فرار لوٹ کے
قریشہ ملعونہ نے چھوڑ دیا اور اب یہ دونوں ایک تخت پر بیٹھے اور سب کے لنگ یادے اور نہامی کے بندھے ہوئے ہیں اور ایک کے پاس
تمام ننگی ہیں اور موتی ہلاکے بھجوتے ملا رہے اور مائے موتوں کہنے ہوئے ہیں اور تمام باد و گرغن دریا سے جواہر ہیں اور کئی نیرار
جا دو گریان کر سیون اور چوکیوں پر بیٹھی ہوئی ہیں کہ کیا سوری امیر کی آئی اور رضیہ سلطان ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہیں مگر غر
اپنا بالوں سے چھپائے ہوئے ہیں اور امیر کی حالت غیر ہو اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اس بات کا ذکر تھا وہی بات آئی اور میں
تو مرنے پر مستعد ہوں اور اگر ملکہ رضیہ سلطان کی کوئی بے غری کی بات ہوگی تو میں اپنے تین مار کر م جاؤنگا اور ان ساروں
کو اُنکے خیمہ میں جس کر مار دوں گا غرض چارے مقدمے یہ دن دکھایا کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہا پس امیر اور رضیہ
دونوں آئے اور تخت پر بیٹھے ہیں کہ کیا مظلم نے تیرہ بخت سے کہا کہ تم باتیں امیر سے کرو اور تیرہ بخت نے کہا مظلم سے
کہ تم باتیں ملکہ رضیہ سے کرو تیرہ بخت نے امیر کو دیکھ کر کہا اے مظلم کشاف واقعی قتل ہونے کے لائق تہ کہ تم نے میری
مان ظلماناہ کو مارا ہے اور بہت سے جا دوڑوں کو مارا اور ان سب کا خون تمہاری گردن پر ہے اور یہ بھی ہمارا سلوک ہے کہ ہم
تم کو چھوڑ دیتے ہیں یہ کہتی تھی اور امیر سے آنکھ ملائی جاتی تھی لیکن اب تم کو لازم ہے کہ جو میں کہوں وہ تم مانو اور جو نہ مانو گے
تو میں تیری طرح سے پیش آؤنگی پس شکر امیر نے کہا کہ او نظامہ لکھتا رہے میں تیرے کہنے کو کبھی نہ مانوں گا اور تیری آرزو
نہ پوری ہوگی اور ادھر مظلم نے ملکہ رضیہ سے کہا کہ اے ملکہ آفاق آرزو میری یہ ہے کہ مجھ کو غلامی میں قبول کیجئے یہ کہہ کر ملکہ
کی طرف دیکھا اور اُسے کہا کہ ارے اور ہزار دے مالا قی خدا مجھے اُس دن کو نہ رکھے کہ میں کسی کی صورت سو اسے
مظلم کشاف کے دیکھوں اور کسی سے بات بھی نہ کروں اور مجھ کو اُنسی کے ساتھ فرما اور بڑا ہے جب ملکہ نے مظلم سے یہ کہا اور
امیر نے تیرہ بخت کو بڑا کہا پس یہ دونوں خفا ہوئے اور ہر دم ہوئے اور ان دونوں نے کہا کہ یہ یوں نہ جائیگے جب تک
سب رفیق اور دوست اور لوگ انکے مارے نہ جائینگے بس یہ کہہ کر ان دونوں نے آگ منگوائی اور دو دھننے رات کے
کچھ بڑھکر اُس آگ پر ڈالے جب چٹ چٹا ہٹ ہونے لگی تو ایک بار اندھیرا ہوا اور دھواں اُس خیمہ میں اُپسا ہوا کہ تمام
خیمہ میں اندھیرا ہو گیا اور بعد دو گھنٹے کے روشنی ہوئی اور دیکھا امیر نے کہ ایک چار دیواری خیمہ کی ہے لیکن اُٹھیں
ایک جوڑی بھی نہیں ہے اور وہ جو خیمہ تھا وہ ایک عمارت عالی شان تیار ہوئی ہے اور تمام اُٹھیں زمین سنگ کی ہے اور ان
سنگوں میں آواز سے الماس کے دیے ہیں اور وہ آویزے جگ جگ کرتے ہیں اور اُٹھیں تیار ہی مجلس آرائی کی ہوئی ہے
اور نایاب رنگ کا نا بجانا ہورہا ہے اور امیر درگاہ رضیہ آئے بیٹھے ہوئے ہیں کہ بھرا کیا تیرہ بخت نے امیر سے کہا کہ اے
مظلم کشاف اب بھی میرا کہنا مانو اور میں بھی تم کو ایسے ظلمات میں پہنچتی ہوں دمان مل کر ہم تم دونوں کو عیش و عشرت
بسر کریں گے یہ سن کر امیر نے اُسکو سخت و سخت کہا تیرہ بخت خفا ہوئی اور کہا حمزہ کو بیچے میں بند کرو اور مظلم نے کہا
رضیہ کو بھی بیچے میں بند کرو بلکہ اسکو مار ڈالو پس تیرہ بخت نے کہا ابھی ان دونوں کو مارنا اچھا نہیں ہے اور جب
انکی ساری فوج اور لشکر کو پکڑ لینے کے اسوقت انکو بھی مار ڈالینگے پس مظلم نے کہا اچھا غرض ساغر ہی حکم کے دو بیچے
تیار ہوئے امیر اور ملکہ کو بیچے میں بند کیا اور حکم کیا کہ دو میل بنے اور سائیں لشکر کے ان دونوں سِلون کو گڑ دیا اور دونوں
بیچہ دن کو سِلون میں لٹکا دیا اور سامنے لشکر امیر کا دکھائی دینا ہے اور امیر کبرت دیکھتے ہیں اور کچھ قابو امیر کا نہیں
چلتا ہے اور یہاں اس تیرہ بخت اور مظلم نے کہا میں تو اپنی صورت بدل کر امیر کی صورت بناتا ہوں اور اسی میں تم صورت
رضیہ سلطان کی بنواؤ اور ہم تم سا مظلم کشاف کے عیش و عشرت مشغول ہوں اور ہم دونوں فرما کالیں پس امیر
اور رضیہ دونوں اسی صورت میں رہ جائینگے اور انکو تمام عمر بھی یہ بات نصیب نہ ہوگی پس مظلم نے اپنی صورت

سحر سے طلسم کشا کی تیار کی اور تیرہ نخت نے اپنی صورت ملکہ رضمیہ کی بنائی پس امیر کی صورت میں اور مظلم کی صورت میں کچھ فرق نہ تھا اور جو پوشاک امیر کی تھی وہی پوشاک مظلم نے پہنی اور سر مو کسی بات میں نہ سہری نہیں ہوا اور اس تیرہ نخت قضا میں نے اپنی صورت ملکہ رضمیہ کی بنائی وہ بھی پوشاک میں کڑھیں اور تیرہ نخت نے یلنگ اپنا صحن میں چھوایا اور سند آسکے آگے بھی ہوئی تھی غرض یہ دونوں شراب پیتے ہیں اور اس میں خوش فطیان اور بوس و کنار میں مشغول ہوئے اور اس نشہ کی حالت میں ان دونوں نے اپنا منہ بھی کالا کیا اور تیرہ نخت نے امیر سے کہا کہ کیوں حمزہ ہم نے تو اپنا فراہ یونین کر لیا اور تم کو کہ تمہیں تمام عمر یہ بات بھی نصیب ہوئی اور ملکہ رضمیہ نے یہ بات دیکھ کر اپنا منہ پھر لیا اور سوچی نہ آتھا یا امیر نے لا حول بڑھنا شروع کیا اور گالیان دینا شروع کیں اور امیر اپنے جی میں کہتے تھے کہ سچ شیطان اور دیس ہیں انہیں کچھ دیا اور شرم نہیں ہر اس وقت تیرہ نخت نے مظلم سے کہا کہ بس یہ یونین راضی ہونگے پھر دونوں چلے ہو رہے دوسرے دن خام کوہل جنگ بجوایا اور ہر کارے اور جاسوس آئے اور سلطان سرخیوش کو خبر دی کہ لشکر مظلم میں جیل جنگ بجا بس آئے بھی کہا ہمارے لشکر میں جیل جنگ بچے غرض لشکر اسلام میں بھی جیل جنگ بجا اور دونوں لشکر وین تمام رات تیار ہی جنگ کی رہی اور صبح کو دونوں دریا سے لشکر میدان میں آئے اور سلطان سرخیوش تخت پر سوار چار سمت کے لوگ پر اباندے کھڑے ہیں اس وقت مظلم بولا کہ انکو سحر کر کے مارنا ضروری کوئی جاسے اور انکو پکڑ لائے ایک جادوگر اُدھر سے نکلا اور پکارا کہ میدان بیا ئید ہر کہ آزد سے مرگ دہشتہ باشید کہ یکبار سلطان شرقیہ آباد کہ نام اسکا اشرق سرخیوش تھا وہ مکتب اپنا کڑکا صفت میں سے نکلا اور ہم ننگا در ہوا اور جنگ کی اور ملک اشرق نے کتے آدمی جان سے مار ڈالے جب کہ دیکھا آخر میں نے اور مظلم نے کہ یہ بھی یونین ہا تو آئینگے انکو سحر کر کے پکڑ و بس آخر میں میدان میں نکلا اور اُس نے سحر سے ملک اشرق کو پکڑ لیا اور سقٹے لشکر اسلام کے غم سے سردار سب کو سحر سے گرفتار کیا پس اس وقت اُس نے امیر کے رفیقوں کو اور شرقیہ آباد اور جنوبیہ آباد اور غریب آباد اور شمالیہ آباد و اُسے سب کو پکڑ لیا اس وقت شام بھی قریب ہو گئی تھی کہ ایکبار اُس نے جیل باز رشت بجوایا اور کہا سلطان سرخیوش اب بھی میرا کتنا مان اور اگر حاضر ہو نہیں تو کل تو بھی ذلیل اور رسوا ہو گا بس یسکر سرخ پوش نے کہا اُدھر سے کیا بکتا ہے بس ہیکے طرف خیمہ گاہ کی مراجعت کی اور یہ اپنے خیمہ میں آئے اور اب ان لوگوں کے گرفتار ہونے سے ان سب پر ہراس زیادہ ہوا اور سلطان جلیان کو یاد کر کے آیا وہ بقراری کرتے ہیں اور آخر میں سردار پکڑ کر لے گیا ہے ان سب کو بھی بیچ وین میں قید کر کے نکلا دیا اور باقی جتنے لوگ تھے ان سب کو زیریل بھلا دیا ہے اور امیر سے کہا کیوں حمزہ دیکھو میرے ساتھی تھے ہیں اور رفیق گرفتار ہو چکے ہیں اور کل سلطان سرخیوش کو بھی پکڑ لائینگے اور سب کو ہم قتل کرینگے ورنہ اب بھی کتنا ہمارا مان رہے کیوں اپنے ساتھ سب کو خراب کرنا ہے یسکر امیر نے کہا اُدھر افرادے ہیں مرگ بہتر ہے اس زبیت سے اور نہ نہیں ہو سکے گا مجھ سے کہ غم مادی بظاؤن کی میں تابعداری کروں یہ ممکن نہیں ہے اور اگر ہمارے دلہانے ہماری تقدیر میں یونین مرگ ہماری لکھی ہے تو مقرر ہوگی اور اگر ہمارا مقدر اچھا ہے تو میں تم کو دیکھو تو کس طرح سے مارتا ہوں اور میں تم سے کسی طرح سے کمزور نہیں ہوں انشاء اللہ قطعے ہیں تم کو مارینگے اور مظلم اور تیرہ نخت سے کہا کہ جو تم چاہتے ہو وہ کبھی قیامت تک نہ ہو گا یسکر تیرہ نخت نے کہا علاء دیکھو میں تجھے کس طرح سے مارتی ہوں یہ کہہ کر اُس نے سلطان سرخیوش سے کہا بھلا کہ اس سلطان سرخیوش اب بھی جو اپنا بھلا چاہتے ہو

تو پہلے آؤ نہیں تو بڑی طرح سے پیش آؤنگی اور ایک نامہ لکھ کر دیجی کے ہاتھ پہنچا پس ایلیچ نامہ لے کر روانہ ہوا اور سلطان سرخیوش کے پاس آیا اور نامہ دیا اور سلطان سرخیوش نے وہ نامہ پڑھا اور اس دیجی سے کہا کہ جا کر منظم اور تیرہ تخت سے کہنا کہ او بد معاش خدا نہ کرے کہ پانچوں ہمارا راہ ہریت سے غریبہ ہو اس راہ صراط المستقیم پر ہم بخوبی عمل کرتے ہیں اور کبھی اس راہ سے پانچوں کو ہمارے بارگشت نہوا اور کہہنا اس حرا فردے اور اس حرا فردی سے کہ اگر خدا نے چاہا تو ہم بھی اسی طرح سے بادشاہت کریں گے اور باخوشی رہیں گے پس یہ دیجی جواب لے کر برگیا اور شکر میں جبل جنگ بے جبل جنگ کی آواز بلند ہوئی اور ہر کاروں نے سلطان سرخیوش کو خبر دی اور سلطان سرخیوش نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں حکم کر دو کہ جبل جنگ بے پس دونوں لشکر دن میں تمام شب تیار رہی جنگ کی شروع ہوئی مگر سلطان سرخیوش کو حد سے زیادہ بیقراری ہوئی اور شیوش ہوئی اسوقت عمرو نے کہا اے سلطان اتنی بیقراری تم کو نہیں چاہیے اور حمزہ پر ایسی واردات ہوئی تھی مگر اسد نے انکو محفوظ رکھا اور اس جگہ سے بھی کوئی صورت غلطی کی ہوگی یشتکر عمرو سے سلطان سرخیوش نے کہا اے شاہ فیضان جباری عمر و بن امیہ نامہ ار میں نے سنا ہے کہ نام تیرا سر بندہ جادوگر ان و ترخندہ ریش کا فران ہے تو ہی کچھ مدد کرے گا تو امیر اور ملکہ رضیہ اور سب سرداروں کی مجلس ہوگی یشتکر عمرو نے کہا اے بیان جی میں نے تمام عمر ایک جوان بھی نہیں ماری ہے اور تم جھگو جادوگر دن میں بزم کر کے ہو مگر بانی ہمارا نکاد رکھو دیکھو تو وہ کیا کرتا ہے پس سلطان سرخیوش اس سوچ میں چپ ہو گئے تھے کہ دیکھئے خدا کیا کرتا ہے تمام شب سلطان سرخیوش کو عبادت میں گذری اور خدا سے دعا مانگا کیا ہے کہ اے رب العالمین تو ہی عزت اور حرمت رکھنے والا ہے اور غارت گران پلیس پرستوں کو بے فتنے مسلمان نے سب کو ترپے اور دعا مانگتے گذری اور جب اربابان سحر نے جاک کیا فتنے مسلمان نے سہون نے اپنے سر پہ کفن باندھے اور کفنیان ہیں کر آمادہ مرگ ہوئے اور سب نے مرنے پر باندھی ہے کہ آج درجائیں گے مگر بے عزت نہیں ہوئیں گے ان جادوگروں کے ہاتھوں سے اور اور ایسی زلیست سے مرگ بہتر ہے اور ایک حرف دم محترم جو سلطان سرخیوش جنسی کے ہیں تو انھوں نے اپنے ہنر پر نقاب ڈالی ہے اور ترکشوں میں تیر بھر سے ہیں اور کمان کا تھم سے پر اپنے گئے ہیں اور بیچہ سلیمانی کو حائل کیسے ہوئے ہیں اور مرنے پر مستعد ہیں اور کئی لاکھ پری زادین اور جن یہ بھی آئے ساتھ ہیں مگر سب بیچہ سلیمانی حائل کیسے ہوئے ہیں اور اس طور سے مرنے پر تھے ہیں کہ جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے اور اگر پر باندر کر گئے ہوئے ہیں اور سلطان سرخیوش بھی تخت پر بیٹھا ہے اور یہ عالم ہے کہ سارے مسلمان کفن پہنے ہوئے ہیں اور جب سلطان صرح پوشش نے دیکھا اور اس کی حالت فیسر ہوئی اور بیقراری آشکارا ہوئی اور سب کو کہے کہ میدان جنگ میں بھاڑا اور اُدھر کیا آمد جادوگروں کی ہوگی پس بے کے پر سے ملے آئے ہیں لیکن عجیب عجیب طرح کی صورتیں ہیں انکی اور عجیب عجیب طرح کی سواریاں ہیں کوئی تو آتش نشان پر سوار ہے اور کوئی ہرن پر سوار کوئی طاؤس پر کوئی شیر پر سوار ہے مگر آتش ان کے ہنر سے ہر بار سا قہر دم کے نکلتی ہے اور ایسی ہیبت ناک خیل سے آئے تھے اور ایک تخت کے اوپر منظم اور تیرہ تخت سوار ہیں لیکن تاج شاہی بر سر و چار تھے بادشاہی دربار و سیل اس بد معاش کے گلے میں ہے اور اوپر دوسرے تخت پر یہ تیرہ تخت ہر ایک ایک کیس کنگرے کا تاج سر پر اپنے بچے کے ہوئے ہے اور ایک جوڑا بہت تکلف کا بنے ہوئے ہے اور غرق دریا سے جواہر کی پس یہ دونوں تخت پر آکر کھڑے ہوئے اور ڈھیر دھننے لگے اور ناخوس نوازی ہونے لگی یہ تمام ساحرون میں عجیب طرح کی ایک

خوشی غمی کہ بیان سے باہر ہو اور آخر اس اور ہمارے جاوید دونوں تیرہ نجات کے پاس کھڑے ہیں اور آخر
تیرہ نجات سے خوش فطمان کرنا ہی تیرہ نجات ہی ایک نامزد و نخر سے اس سے بات کہی ہے اور ایک
طرف کو قرقشہ ملعونہ منظم سے چل کر رہی ہے اور منشی نس کے بانیں کر رہی ہیں لیکن عجیب طرح کا ایک ہنگامہ
لشکر جاوید گران میں ہو رہا ہے آج لوح عظمیٰ تیرہ نجات کے گلے میں ہے اور ایک بار آخر اس نے منظم اور
تیرہ نجات سے کہا میں جاتا ہوں اور سلطان سرخ پوش کو کپڑے لاتا ہوں ان دونوں نے کہا کہ جاؤ تو وہ
بد معاش ہر پر سوار ہے بس ایک بار آ کر ہر کو مید ان میں آیا اور آ کر بکارا اور یہ بکارا کہ او سلطان
سرخ پوش بیچ کسلو بھجنا ہے یا تو آ کر مجھ سے مقابلہ کر پس اس وقت آخر اس نے یہ کہا اس وقت سلطان سرخ پوش
نے سب کی طرف دیکھا پس معلوم ہوا اسکو کہ کسی کا بارادہ نہیں ہے اور کوئی گھوڑے کے تنگ کو درست کر رہا ہے اور
کوئی سپر کے پھولوں سے نکیل رہا ہے غرض سلطان سرخ پوش نے کہا کہ کوئی نکلے اس کے سامنے میدان داری کر تو ان لوگوں نے
یہ جواب دیا کہ ای سلطان سرخ پوش وہ جو لوگ ہم سے بڑے بڑے زبردست تھے انکو تو یہ پکڑ لے گیا ہم بیچارے
کیا کریں یہ لشکر سرخ پوش ناچار ہوا اور خدا سے دست بردار ہوا اور یہ عرض کرنے لگا کہ ای رب الغرت داناے و باغیان
یا ارحم الراحمین تو ہی ہمارا اس وقت حامی اور مددگار ہے یہ دعا مانگ کر اسے گھوڑا مانگا اور قریب سو برس کے اسکا
سین ہی عرض اپنے تخت پر سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسی طرح سے سر پر ہنہ گھوڑا کر کا کر میدان میں آ کر
برابر آخر اس کے کھڑا ہوا اور یہ آخر بد خصلت بد طبیعت خرس باد یہ فطالت سامنے سلطان سرخ پوش حتی کے
آیا اور قلعہ مار کے ہنسائے کہ کیا کہ آج تو میدان میں میرے مقابلے کے لیے آیا معلوم ہوا کہ اب کوئی سردار دن میں
نہیں باقی رہا جو تو خود میدان دردی کو آیا ہے اور سلطان سرخ پوش کیونکہ کتنی تیری آتی ہے ارے خیال
کر کے دیکھو کہ شاہ جاوید ان مجھے بلاتا ہے اب بھی چلا آ اور دین ابلیس پرستی اختیار کر لیکہ غر ایل ہدایتیں
اور اس اشیاطین نے کیا اپنا فضل کیا ہے اور کیا اس دین کو مستحکم کیا ہے پس بھلو بھی لائق ہے کہ تو بھی
شکر کر کہ بادشاہت تیری قائم رہتی ہے اور تو ادنیٰ منی کو سمجھا کہ وہ شاہ جاوید ان کو قبول کرے یہ لشکر سلطان
سرخ پوش نے کہا او بد معاش کیا گویا کھاتا ہے ارے وہ رب العالمین کہ جسے حرف کن سے یزید و اسمان
بنایا ہے اس کے ہم بندے ہیں اور اسے ہمیں پیدا کیا ہے وہی ہماری عزت و حرمت کا رکھنے والا ہے یہ لشکر
آخر اس نے کہا تو یوں نہیں مانے گا اب تیرے ماتم باندہ کے جاؤنگا یہ کہہ کر آخر اس نے کہا خبردار ہو یہ
کہہ کر اسے جھولی میں سے ماش نکال کر بڑھکر سلطان پر مارے ہنوز ماتم بھی اسکا جھولی سے باہر نہیں
نکلا تھا کہ ایک بار سلطان سرخ پوش نے درگاہ جناب باری کی طرف رجوع کر کے بخصوع و خشوع
اس طرح بلبلانے دعا مانگی کہ تیرا نشانہ ارجابت پر پہونچا ناگاہ ایک طرف سے ابر تیرہ دہار پیدا ہوا اور سب
کی نگاہ ابر تیرہ پر پڑی اور اس ابر میں سے گڑگڑاہٹ شروع ہوئی منظم اور تیرہ نجات نے دیکھا اور آخر
کی بھی نگاہ جا پڑی اور یہ سب جاوید گران میں اور سلطان کھڑا ہوا ہے کہ اتنے میں وہ ابرا کر سارے
لشکر پر جمایا اور خق ہوا دیکھا ایک نقابہ از سفید پوش پیدا ہوا ہے اور چار نقابہ از اس کے
ساتھ ہیں ایک نقابہ از شجر فی پوش ہے اور ایک نقابہ از صندلی پوش اور ایک
نقابہ از قشہ پوش اور ایک زرد پوش ہے یہ چاروں گھوڑن پر سوار ہیں اور ساتھ ساتھ
آتے ہیں وہ نقابہ از آ کے صف میں کھڑا ہوا جتنے مسلمان تھے سب اس نقابہ از

کے پاس آئے اور کہا اے عابد ہمارے باجدار اور اسرار و رخصیہ سلطان اور خورشید نقا کو جو دن میں قید کیا ہے اور سب سرداروں کو پکڑنے گئے ہیں لیکن آج سلطان گیا ہے اور اس کے اور بھی سچے ہو رہا ہے تو یقین ہے کہ وہ بھی پکڑا جائے گا جو وقت اسکو پکڑ دینگے تو اسوقت ہم سب مسلمانوں کو قتل کرینگے یہ سنکے اس مقدس نقابدار شجر فی پوش سے کہا کہ تم جاؤ مقابلے کو میدان میں اور ان ساحروں کا سامنا کرو اور سلطان سرخپوش سے کہنا کہ تم جاؤ میدان سے پس پشنگے نقابدار شجر فی پوش مرکب کو اپنے کمر پر لٹکایا اور میدان میں آیا اور سلطان سے کہا کہ تم میرا غرض سلطان سرخپوش باطل تباہ گریبان درہ بال پریشان سر پر ہند با چشم گریان پھر کے اس مقدس پاس آیا اور پوچھنے لگا اے میرا درہم بیکسوں کی کفالت اور مدد گاری کو آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور اسم آپ کا کیا ہے یہ سنکر اس مقدس نے تبسم فرمایا اور کہا نام میرا ظفر ان زاہد ہے اور اے سلطان سرخپوش تم خاطر جمع رکھو اور نگاہ پروردگار پر رکھو دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے سلطان سرخپوش جی سے یہ کہہ کر قلمدان منگوایا لوگوں نے جلد ہی تمام لا کر حاضر کیا اور ظفر ان زاہد کے روبرو رکھ دیا اور انھوں نے قلمدان کھولا اس میں سے کاغذ نکال کر ایک نقش بھرا وہ نقش لکھ کر انھوں نے اڑایا کہ ایک بار وہ نقش اڑ کر اس نقابدار شجر فی پوش کے منہ کے سامنے آیا اس نے جو یہ دیکھا نور اپنے مرکب کو کمر پر لٹکایا اور اس خرس خرس پیشانی کو دی کہ ایک بار خرس سے اس نقابدار سے کہا کہ اے نقابدار تجھ کو اس قصہ فساد اور اس لڑائی سے کیا کام ہے کہ انکی طرف داری کرتا ہے شکے اپنی جان کا خوف نہیں ہے یہ سنکر نقابدار نے کہا کہ اے حبیب اذنا بیانا تو حق ہے ہم لوگ مسلمان ہیں کیونکر ہم مسلمانوں کے خربک بنوں کس واسطے کہ ہمارا اور انکا مذہب ایک ہے اور ہم سب بھی ملت بیٹھا رکھتے ہیں اس سے یہ سنکر اس خرس خرس بادیہ ضلالت ہنسا اور کہا کہ تم طرفدار آئے ہو اور ہم سے عہدہ برائی کر سکو گے یہ سنکر اس نقابدار نے کہا کہ فضل خدا سے غرور مل سے میں تجھ سے لڑو گا پس اس خرس نے خفا ہو کر ماتمرا پی جھولی میں ڈالا اور اسے جھولی میں سے ماتمرا ڈال کے ماش اور آئی اور ہر سون اور دھونی مروجن کی آگودھتورے کے پل نکلے اور آخر اسم سوچا اور چرکے ماش کے دہنے اس نقابدار پر بارنا مشہور ع کے پس خلع آل کا بن بن گئے آتا ہے اور پھر جاتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے یہ دیکھ کر اس خرس جبران ہوا اور گھبرا ہوا اور چلا آئے کہ نقابدار کے سامنے سے بھاگے مگر بہادر کب جلتے دیتا ہے کہ ایک بار نقابدار مرکب کو کمر پر لٹکایا اور اس نے بہتر اچھو کیا کمر نقابدار پر بارنا ہوا کہ ایک بار نقابدار نے جھک کر ماتمرا اپنا شکے کمر میں ڈال دیا اور نعرہ اسدا کہہ کر پھینکا لنگر اس کا توڑ لیا اور لنگر توڑ کر اسکو جرح دیا اور جرح دے کر زمین پر دے مار پھاڑوں شانے جت گرا اور نقابدار نے اسکی مشکین باندھیں اور لنگر میں اپنے مجھو ادا پس حیوقت اس حرافز اسے کو باندھ کے بھیج دیا اور ساحروں کے ہوش جلتے رہے اور کوئی اس نقابدار سے مقابلہ کرنے کو نہ نکلا کس واسطے کہ اس خرس کے سبب شاگرد نے پس اس واسطے کوئی سامنے نقابدار کے نہ آیا مگر بڑی دیر میں ہمارے جادو گھر اگر نکلی اور سامنے نقابدار کے آئی اور ادھر وہ مقدس نقش لکھ لکھ کر ہوا آسمان کرنا ہے اور وہ نقش صورتیں جنات کی تانبنا کرتے کہ یکایک وہ ہمارے جادو زمین پر آئی اور ایک اندر زائش نشان کی صورت بنکر نقابدار پر دوڑی اور آئی اسکی طرف جا کر کچھ گئی جس طرح سے کوئی پانی سے بچتا ہے اور وہی صورت اسکی ہو گئی غرض نقابدار نے اسکو بھی گرفتار کر کے اپنے لشکر میں مجھو ادا اور نقابدار نے نہیں کیا اور پکارا کہ اے ساحران ہمارے جادو گر ان خدا از منگو میدان میں آؤ اگر سامنا میرا کروادہ تم نے مسلمانوں پر بیت زور کیا تھا اب اپنی سزا کو پہنچے غرض کوئی نہ نکلا یہ دیکھ کر

نقا بدار گھوڑا کر کا کر سا حرون کی فوج میں گھس گیا پس جو وقت نقا بد از تلوار مارتا جی میں میں کے سر اڑ جاتے ہیں
 وہ جا دو گز جو وقت جھولی میں اپنا ہاتھ ڈال کے مارا کرتے ہیں کہ ہم سر کرین پس کوئی جھولی میں اُنکے ہاتھ پکڑ لیتا ہے
 اور وہ ہاتھ اٹکا دیتا ہے اور جاتا ہے اور کوئی کسی کی زبان پکڑتا ہے اور بند کر دیتا ہے اور کوئی کلا گھوڑا ہے کہ اُنکے میں نکلی آتی ہیں
 اور نقا بدار قتل کرتا جاتا ہے کوئی اُسکا سنا سنہیں کرتا ہے نقا بدار جو ایک تلوار مارتا ہے پاس سا حرون کے
 سر اڑ جاتے ہیں غرض تلوار میں مارتا ہوا نقا بدار تخت مظلم کے پاس پہنچا اور دیکھا مظلم نے کہ نقا بدار
 میرے تخت کے برابر آیا ہے یہ دیکھ کر مظلم نے ارادہ سحر کیا مگر سحر اُسکو یا دینہیں آتا ہے مظلم بدحواس ہوا اور
 سوچا کہ شاید اس پہل سے تیرا سحر فراموش ہوا ہے خیال کر کے میکل اپنے گلے سے اتار کر تیرہ تخت کے پاس
 سینک دی اور چاہا کہ تخت پر سے کودے کہ ایک بار نقا بدار نے گھوڑا اٹکا کر اُچھا کے ہاتھ اپنا کر بندہ میں ڈال دیا اور
 نعرہ اُسا اُکبر کا کر کے لشکر مظلم کا توڑ لیا اور جرح دے کے اُسکو زمین پر مارا اور کوہ کے اُسکی بھی خشکین باندھیں اور کند
 سے اُسکو باندھا اور عیسوی ہو کر گھوڑے پر بٹھیر زنی کرنے لگا کہ اتنے عرصہ میں شام ہو گئی تھی اور نقا بدار نے کہا
 سا حرون سے کہ آج میں تم کو چھوڑے جاتا ہوں اور کل انشا اللہ تعالیٰ اگر تم سب کو پکڑ کر باندھ دے جاؤنگا یہ لشکر
 مظلم کو باندھے ہوئے اپنے ساتھ لے کر نقا بدار شجر فی پوش ظفران زراہد کے پاس آیا پس ظفران زراہد
 سلطان سرخیوش شاد دیا نے بجوانے ہوئے اپنے قیام و آلاہت شام میں داخل ہوئے اور سلطان سرخیوش خشی
 ظفران زراہد کا بہت ممنون احسان ہوا فیکردان اور پاندان اور کشتیان انواع انواع طرح کی اس نقد سس
 کے آگے رکھیں اور سلطان سرخیوش نے کہا کہ ان تینوں حاضر دون کو میرے سامنے لاؤ غرض لوگ ان تینوں
 کو لے سلطان سرخیوش نے کہا کہ ان تینوں کی گردن مار دو کہ سارا فساد ان تینوں کا ہے جو وقت اُخس نے
 یہ دیکھا کہا کہ اس سلطان سرخیوش یہ مقدور تھا کہ انہیں ہر کہ تم ہماری گردن مار دو ورنہ ابھی سلطان جہان امیر
 گیتی ستان اور ملکہ رخصیہ اور سب اُنکے رفیقوں کو تیرہ تخت مار ڈالے گی یہ سن کر ظفران زراہد نے کہا ابھی صلا
 اُنکے مارنے کی نہیں ہے بر وقت خلاصی امیر سمجھا جائے گا یہ سن کر سلطان سرخیوش نے ان تینوں کے واسطے خیرے
 بنوائے اور تینوں مرغون کو بچرے میں بند کیا اور تین میل بوا کر انھوں نے بھی گڑوا لے اور ان تینوں مرغون کو فون
 میلون میں لٹکایا اور سامنے اٹکا لٹکے اور ظفران زراہد اور چارون نقا بدار اور سلطان سرخیوش نے
 باتیں کرتے ہیں اور اس وقت تیرہ تخت جو اپنے لشکر میں پھر گئی بہت خفا اور بخیدہ اپنے خیمہ میں آئی ہے اور اپنے
 سب سا حرون سے کہا کہ دیکھو تو کل میں ظفران زراہد کا کیا حال کرتی ہوں اور اُنکے نقش اور ظہیرتے کیسے نکالتی ہوں
 یہ کہہ کر اُسے کہا کہ میرے ہوم کی تیاری کرو پس اُسی وقت صندل سے جو کا لپو دیا اور نقل آئین کو اُسی میں
 رکھا اور شراب کی کشتیان یہ سب اپنے پاس رکھوائیں اور جتنی چیزیں ہیں کہ جن چیزوں کے زور پر سحر چلتا ہے
 وہ سب پاس اُسے رکھوائیں اور ایک انا سامنے اپنے بند حوا اور حکم دیا ڈھونڈنے لگے اور ناتو سس
 پکڑنے لگے اور تیرہ تخت شراب پینے لگی اور شراب آگ میں ڈالتی جاتی ہے بعد ایک گھڑی کے اُسے کہا ارے
 کو چھوڑ دو اور اُسکے گلے میں مار بھولون کا ڈالی دو اور ارے کے ہاتھ پاؤں پر ہندی لگائی اور ارے کو
 چھوڑ دیا اور اکیلا وہ انا دونوں کنوئیاں بدل کر اور اُسے دیکھ کر دیکھنے لگا اور یہ جب خوب ساگر د
 پھر چکا اُسوقت تیرہ تخت نے دماغش اُسپر پڑھ کر مارے گردن اُس آگے کی کٹ کر کر پڑی اور وہ کھاتہ اُسکا
 خون چلے میں لے کر اُس خون سے نہائی اور تمام جسم اُسکا اور منہ اور بال یہ سب لال ہو گئے اور اُسے نقل آئین

اپنے پاس رکھوائی جب بدن اسکا بختک ہو گیا اسوقت اسنے سر کو اٹھا کر اپنے پاس رکھا اور سحر کرنے لگی اور تیوریاں بدلتے لگی اور بلکین جھپکتے لگی اور ہونٹوں پر تیرہ بخت نے سوم جی بہت سا اپنے پاس رکھا اور اور قیام کا فوری رکشن ہیں کہ ایک بار اسنے اسکے منہ میں ایک گولی سوم کی دی اور سب کو کہا کہ تم سب مجھ سے دور ہو بیٹھو کوئی میرے پاس نہ آئے بس پشنگر سب اٹھے غرض اسوقت یہ تہاد حوچکی تو اس اسنے کے کسر کو ساتنے کے کر بھی اور ایک آہ سے اسکی گردن رنجی اسکے گردن افسوس میں ہے ہوئے سب چونک رہے ہیں اور باہر بنگالی اپنے کام پرستند ہیں اور انکا یہ عالم ہے کہ کہیں ہر ہر کی گردن مڑوڑ کے کھا جاتے ہیں اور کہیں فاختہ کی مانگ توڑ کے چبا جاتے ہیں اور کہیں چڑیا کی آنکھیں کھا جاتے ہیں اور منہ آٹکے خون سے سرخ ہیں اور ایک ہیست ناک شکلیں ان حرا وادوں کی بنی ہوئی ہیں اور اس لکاتہ نے غور سا پوری اور طوا آب کھا یا اور خوب اس ارٹنے کے سر کو کھلایا اور بولی کہ کیا کوئی جمشید اور سامری کا نام لیوا اور پانی دیوانہ میں رہا ہے جو نقش اور تہذیب ہمارے اوپر کرتے ہیں اور ہمارا آئینہ بس نہیں ہے ہم سب بے بس ہو گئے ہیں اور ابھی تو ہم پوتی پر دتی جتے بیٹھی ہیں یہ کسک مشغول سحر ہوئی اور شراب پیئے لگی اور ارٹنے کی سر کو دیکھا کہ اس سر نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا اسوقت اسنے سوم آٹھا کے اپنے منہ سے ایک اونٹ بنا یا اور ایک بال بچہ کا لے کے اسکو کتر کے تمام سر کے اوپر سجائے پشم کے لگا دیا اور سر پر اسکے ایک کفن لگائی گردن میں اسکے ہار ڈالا اور ایک کنٹھا موتیوں کا پہنا یا جب اس طرح سے یہ لکاتہ اونٹ کو تیار کر چکی تھی اسوقت وہ قطا سائب غاص سے تہاد حوچ کے اونٹ کو ایک خوان میں رکھ کے کھنے سے کس دیا اور ہر شیر کی اور سر جانے اپنے رکھا اور وہ جو منتقل آل کی رکھی میں اٹکوا سانی بھلایا پیسے کوئی پانی سے بھا دینا ہے اور زہر دوزنا فوس موقوف کیے جب ڈھر دنا فوس بچنا موقوف ہوئے تو دمان سے اٹھی بیل خٹک بچنے کا حکم کر کے آکر اپنے پٹنگ پر سو رہی تمام رات یہاں تیار رہی کہ صبح سار لشکر مسلمانوں کا غارت ہو گا اور مسلمانوں میں بھی بیل خٹک بجا گیا اور سب کو ایک خوشی تھی کہ کل تیرہ بخت کو بکڑا بیٹھے اور کام ان سب کا تمام کر نیلے دمان اس بات کی تمام رات خوشی رہی اور وہ مقدس غفران زادہ اور انکے بیٹے تمام رات بچہ و عا میں بچہ جلیے اور ناش اور تہذیب لکھا کیے اور اپنے کام میں مشغول ہیں کہ ایک بار ستارہ صبح کا آسمان پر چمکا اور وقت صبح کا ہوا آمد آمد کفار کی خسرو ہوئی اور نسیم عیار اور ایک ناظر اور ایک منظور یہ چاروں عیار خبریں لے کر آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ فوج ساحرون کی میدان میں آتی جاتی جو نہیں پشنگر سلطان سرخوش اور غفران زادہ کے پیسے ملنے کی تیاری کی اور پوشاک سب نے پہنی اور سلطان سرخوش نے تاج سر پر رکھا اور تخت اپنا منگو اکر اٹھ پر سوار ہوا اور چار ہزار برہی زادین ہر صورت پر ہی دشمن نے گرد اس تخت کے تاج کے اٹکے سرور پر رکنے ہوئے اور پیسے کمر دن میں خالی کیے اور فوج امیر کے لوگ بھی سب کمر بن باندھے ہمراہ ہیں اور شہر قبیہ آباد اور غریب آباد اور جنوبیہ آباد اور شمالیہ آباد یہ چاروں سمت کے لوگ سب سلطان سرخوش کے ساتھ ہیں اور اور غفران زادہ اور چاروں بیٹے اٹکے یہ بھی ملے کو تیار ہوئے ہیں اور وہ مقدس ہی اپنا تخت منگوا کر اٹھ پر سوار ہوا اور قلمدان اپنا رکھ لیا اور چاروں بیٹے اٹکے گھوڑوں پر سوار یہ بھی ہمراہ ہیں اور حکیم قسطاس و قیرہ اور درویش ذاکر اور دیگر یہ بھی ساتھ ہیں سلطان سرخوش اور ہر مقدس اپنے اپنے تخت پر سوار ہوئے آتے ہیں اور پیچھے سب فوج پرے باندھے آتی ہے اور سلطان سرخوش بھی آکر پرے میں کھڑا ہوا اور یہ مقدس غفران زادہ بھی اپنا تخت لے کر الگ کتر ہوئے اور تہذیب نقش لکھنے لگے کہ ایک بار اور حرا واد حرا واد کی

فوج بھی آکر کھڑی ہوئی اور دیکھا کہ تیرہ تخت بڑی دھوم دھام سے چلی آئی ہوا اور تاج کے اُسکے سر پر رکھا ہوا ہے اور چوڑا ایک
 تکلف کا پہنے ہوئے ہے اور دیا ہے جو اہر میں غرق ہے اور ساتھ اُسکے قرقشہ ملعونہ بھی ہے مگر یہ وقت اگر اپنی صفت میں
 کھڑی ہوئی اس وقت قرقشہ ملعونہ نے کچھ بڑھ کے زمین پر مارا پس ساتھ مارنے کے یہ معلوم ہوا کہ تمام زمین کا پھٹنے لگی اس
 مقدس نے جو یہ دیکھا کہ اُس حاضری نے سوجھایا پس اس وقت اُنھوں نے اُس نقابدار شجر فی پوش کو اپنے پاس
 بلایا اور ایک نقش دیا اور کہا اسکو دھو کر تم چار دن کو نوں پر اپنے لشکر کے چکر آؤ پس نقابدار نے اسکو دھو کر چکر
 دیا پس ساتھ ہی چکر کرنے کے کہیں زمین کو ذرا بھی جنبش نہ رہی جیسے کسی نے پہاڑ اٹھا کر رکھ دیا اور تیرہ تخت نے
 یہ جو دیکھا تو قرقشہ سے کہا دور ہو پس سر کر چکی قرقشہ یہ سننے چکی ہو رہی کہ متنے میں اس تیرہ تخت نے توڑے
 تپے دوئے مردے کے لئے کے اُنپر کچھ پڑھا اور زمین پر دے مارے پس ساتھ دے مارنے کے اُسی وقت ہزار مچھلیاں
 ننگے تیار ہوئیں اور غوطے مارنے لگیں اور ایک بار غوطے مار کر ایک پیاس قدم پر جا نکلیں اور وہاں اُچھلنے لگیں
 اور جس وقت یہ اُچھلتی تھیں اس وقت کسی کی نگاہ اُنپر نہیں پڑتی تھی اور جا کر لشکر میں سلما نوں کے برابر
 پہنچیں اور ایک بار اُچھلنے لگیں لیکن جسکے گھوڑے کے پیٹ کے نیچے سے اُچھلنے سوار کا پاؤں توڑ کے نکلیں اور
 سوار کو گر دیا جب سوار کے چماتی میں لگیں یا ر نکل گئیں لشکر میں قیامت برپا ہوئی اُس مقدس نے جو دیکھا
 ایک نقش لشکر اُن مچھلیوں کی طرف بھونکے اُڑایا وہ نقش اُسی وقت دم کی صورت بنے ساری مچھلیوں پر گرا
 اور سب کو پکڑ لیا اور یہ دیکھ کر تیرہ تخت نے کہا یہ یوں نہیں مانگے جتنک یہ اپنی سزا کو نہ پہنچنے اور کہا تخت ہیرا
 رکھ دیس لوگوں نے اسکا تخت زمین پر رکھ دیا اور یہ نیچے آری اور اسے کہا اور درویشوں سے مت نک ہم نے تمہارا کھانا
 مانا اور اب ہم تمہارا کھانا نہیں کرنے کے اور اب حکم اور احکام سب ہمارے ظلم میں ہے اور کیوں کہ تمہاری آئی ہے پلے جاؤ
 جہاں سے آئے ہو نہیں تو سب کو ذلیل اور سوار کی پسنکر اُس نقابدار شجر فی پوش نے کہا اولکاتہ کیا گوہ کھاتی ہے
 اور کیوں جھک مارتی ہے اور کہا پل دور ہو یہ سنکر اُس لکاتہ نے کہا بھلا اب کوئی دم میں تم کو معلوم ہوتا ہے پس یہ کہہ
 اُس میدان میں بیٹھ گئی اور اُس لکاتہ نے کہا وہ خوان تو لاؤ غرض لوگ سر جانے سے اسکے وہ خوان اُٹھالائے اور اسکے
 آگے رکھا اور اسے اُس خوان کو کھولا اور اُس میں سے وہ اوت نکلا دو ماش بڑھ کے اُس خیر پر مارے ایک بار وہ اوت
 بڑھنے لگا اور بڑھتے بڑھتے برافیل کے ہوا کہ ایک بار اُس لکاتہ نے دو ماش اور بڑھ کے اُس اوت پر مارے اور دوسری
 مرتبہ سات ماش جو مارے تو اوت نے جنبش کی ڈیر بچنے لگا اور نہ افس نہ کہنے لگے اور جہاں بچنے لگی اور ماش بڑھ کے
 جو مارے اوت اُچھل کر میدان میں آیا اور اگر شتر نے شتر غمزہ کیا وہ گھنٹا جو اسکے گلے میں تھا وہ بچنے لگا اور
 گھنٹے کی آواز اُس ظفر ان زراہ کے کان میں آئی پس ساتھ ہی آواز سننے کے اُس مقدس کو غش آیا اور بچنے
 مقدس اور بچنے اُنکو بھی غش طاری ہوا کہ ایک بار یہ سب مقدس تخت پر سے گر پڑے اس وقت
 تیرہ تخت نے آکر ان سب درویشوں کو بانہ دھ لیا اور حکم کیا اُسے پاؤں شاد دیا نے بچیں اور پا کر وہ
 اُسے تینوں نیچے اپنے اُتارے اور کہا اس سلطان سرخپوش آج تجھے چوڑے جانی ہوں کل آکر جھکو
 بھی باندھنے جاؤ گی یہ کہہ کر تینوں خوشی کی بجوئی ہوئی اپنے جہم میں داخل ہوئی اور اس سلطان
 سرخپوش روز پانچنا اپنے خیمہ میں آیا لیکن آج ان درویشوں کے پاس نہ ہونے سے اسکی اور بھی
 خیر حالت ہو گئی واسطے کہ اُسے اسکو بڑی تقویت ملی پس اس حالت بقراری اور گریہ دزاری
 میں آکر شاہ عیار ان عیار نے کہا کہ اس سلطان سرخپوش تو اپنے دل میں ہر اسان نہ ہوا اور خدا پر

پر اپنا دھیان رکھو تو خدا کیا کرتا ہے اور میں وہ ہوں کہ جسے اُم رکبیاں کو غارت کیا اور میں نے اندر کوٹ اور چاہ مارٹ کو غارت کیا اور میں وہ ہوں کہ ترکستان کے پینچ لاکھ ساحر دن کو مارا اور سرامہ اور دامہ جاؤ اور افراسیاب اور الماس جاؤ کو مارا اور میں وہ ہوں کہ میں نے شہر حسد ل کو ویران کیا تو خاطر جمع رکھو پس جس وقت عمرو نے یہ کہا عمرو کے کہنے سے سلطان کو ایک نوع کی تقویت ہوئی اس وقت سلطان نے عمرو سے کہا تم کو خدا سلامت رکھے اور اب تو تمہیں ہمارا حامی و مددگار ہوا اب سو اسے تمہارے کوئی نہیں ہے ہمارا بخیر خدا کے یہ شکر عمرو نے کہا تم ہرگز ہراسان اور بے قرار نہ ہو یہ لکھ عمرو نے کہا اب ایک کام کرو جو میں کہوں اسے سلطان تم کسی کو تیرہ بخت اور مظلّم کے پاس بھیجو کہ تم ہم کو ایک سات دن کی ملت دو اس واسطے کہ اس حصہ میں جو جو ہم لوگوں میں ہوتا ہے وہ کہیں ہم اب نہا میں اور دو سو تین نمازین پڑھیں اور کچھ اپنے خدا کو یاد کر لیں تو پھر مارے جائیں گے اور اس کے سوا ہم اپنی بیٹی ملکہ رضیہ کو بھی اور مظلّم کشا کو بھی سمجھائیں گے کہ وہ اپنے گھر میں فوتہ بیان اور غلام بہتر سے رکھتے ہیں آپ اسکو قبول کیجئے اگر وہ مانگے تو تھوڑے دن ہم سب کو مار ڈالنا اور اسے مظلّم و اسے تیرہ بخت وہ کیونکر نہ مانگے ہمارا کنا ضرور مانگے پس یہ سب احوال کہنے سے عمرو کے لکھ کر پیاک ناظر اور ایک مشغور کے ماتر بھیجا

اب دو کلمے داستان حال مظلّم کشا مظلّم سے تیرہ بخت کا بیان کرنا اور قید ہونا ظفران کا اور کیفیت ملکہ رضیہ کی بیان کے جانے ہیں

کہ تیرہ بخت مظلّم سے کہہ رہی تھی کہ عیا میں کیا کروں کہ مظلّم کشا کسی طرح نہیں مانا ہے یہ شکر مظلّم سے کہا بعد میں کیا کروں ملکہ رضیہ بھی نہیں مانتی ہے یہ دونوں شیعے ہیں میں باتیں کرتے ہیں اور بھی کہتے ہیں کل ہم انکو تو کس طرح سے مارتے ہیں کہ یہ بھی نو یاد کریں ہمارا کنا نہ مانیں اور ادھر ظفران زاہد اور امیر سے باتیں ہو رہی ہیں پھر دی میں مانگو بھی قید کیا ہے جن پھر دن میں مظلّم اور آخر میں اور ہمارے جاؤ دو یہ سب قید تھے انکو تو نکال لیا اور ان مقدسوں کو قید کیا ہے پھر امیر نے ظفران زاہد سے سلام علیک کی کہ اسلام علیک اسے زاہد اسے رشتہ کی پیش دہی عابد نیک اندیش اسے ملک سیرم نے جہاد پیکر باندھی ہے کہ ان سب کو مارے اور مسلمانوں کو خراجے مقدسین تمہارے یہ لکھا تھا کڑے جانا اور اگر اس راہ میں مارے گئے تو اچھا ہے اور جو انکو مارتے تو بھی اچھا تھا یہ شکر ظفران زاہد نے کہا اسے مظلّم کشا سے جان اگر میں یہ جانتا کہ یہ اب ایسا جاؤ کرینگے تو میں کاسے کو غافل رہتا اور ہر دست ہونہ سکا اور جو پہلے سے مجھے معلوم ہوتا تو میں بھی ایسی تدبیر کرتا کہ یہ بھی حرافراد سے توجہ تے کہ مان کسی سے سامنا پڑا تھا یہ شکر امیر نے کہا کہ اسے ملکہ مطلبہ میں معلوم ہوا یہ سب کو نے میں مارے جائیں گے کہ نام و نشان انکا باقی نہیں رہے گا پس ظفران زاہد نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں اب تو کوئی صورت ہماری رہائی کی نہیں ہے امیر نے کہا میں خلافت نہیں کتا ہوں یہ شکر رضیہ نے کہا کہ آپ یہی کرتے ہیں اور یہ سناتے ہیں کہ عورت ہر سال نہ ہو امیر نے کہا وہ اس میں شرمی قسم کھاتا ہوں غریبہ کہ یہ سب ساحر مارے جائیں گے یہ شکر ظفران زاہد نے کہا کہ آپ کو یہ نہیں چاہیے کہ آپ قسم کھا میں امیر نے کہا کہ آپ نے مجھے کاذب اور دروغلو کہا ہے سے جانا ظفران زاہد نے کہا میں نے اس سے جانا کہ اب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو ہم کو چھڑائے کسو اسے کہ اس علم میں کہیں سے مدد بھی نہیں ہے اور نہ کوئی مدد کرے گا امیر نے کہا اسے ظفران زاہد تمام عمر جاؤ گردن کو میں نے مارا اور میرے لشکر میں وہ شخص ہے کہ جسے اُم رکبیاں میں سات لاکھ جاؤ گردن کو مارا اور شاہ شمس کو اور شہباز جاؤ کو

مار اور اندر کوت اور چاہ مار ان میں پانچ لاکھ جادو گردن کو مار کر کام تمام کیا اور سر اسے اور وہاں جادو کو مارا اور کرستان میں تین لاکھ جادو گردن کو قتل کیا اور کشمیر اور کاشغر میں انہیں جادو اور ایساں جادو کو قتل کیا اور غار افراسیاب و شہر صندل کو لوٹا اور یونکا اور سب جلا دیا وہ میرا عاشق و شہید ہے میری جان ہے اور میرا قوت بازو ہے جس بوقت اسکو یقین ہوگا کہ کوئی بات نہیں رہا ہے اسوقت وہ سرفروشی کرنے اور جان دینے کو تیار ہوگا اور از حد طفولیت الی لایان وہ ہمیشہ میرے دستے سرفروشی کرتا رہا ہے یہ سنکر ظفران زراہ نے کہا کہ میں نے اُن بزرگوں کی زیارت نہیں کی امیر نے کہا کہ آج کل میں دوتا ہوں اور اُسے کل کہاں ہی بیان تو اسے اور ظفران زراہ سے یہ باتیں ہوتی تھیں وہاں وہ نامہ مظلم نے کھول کر پڑھا اور پڑھ کر حال دریافت کیا لکاتہ تیرہ بخت بولی اسے اب میں انکو ملت ایک ٹھری بھر کی نہیں دینگے اور کل ان سب کو مار دنگی اور قتل کر دنگی اور آخر میں ہی بولا اور قرقشہ ملعون نے بھی کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی وہاں بلا کا ہے کہ اسے لاکھوں جادو گردن کو مار ڈالا ہے نہیں صاحب اب انکو ایک ٹھری بھر کی ملت دینا نہیں چاہتا آخر میں نے کہا میں انکے لشکر میں اُس آدمی کو دیکھ آیا ہوں اور نام اسکا عمر و عیار ہے وہ بڑا ہی مکار ہے یہ سنکر مظلم نے کہا ہمیشہ تمہے دیکھا وہ جسٹھے لکھا ہے کہ ہم ملکہ رضیہ اور طلسم کشا کو سمجھا کر اسی کرینگے بس بشتے ہی تیرہ بخت کے منو میں بانی بھرا یا اور آخر میں نے کتنے علی جمشید و ساحری کے سوا بھنے چراغوں میں وہ سب آج میرا سنا کر لیں اور جو جمشید و ساحری میں میرا سامنا کوں تو میرا در اٹکا سحر برابر ہوگا اور کسی کا تو کیا مقدور ہے جو میرا مقابلہ کرے اور میرے سامنے آئے اور جادو کندہ کہ ہم نے سلطان سرفروش کو سات روز کی ملت دی ایک باختر و ایک منظور نے اگر سلطان سرفروش سے کہا کہ تیرہ بخت اور مظلم نے تم کو ملت دی یہ سنکر سلطان سرفروش نہایت خوش ہوا اور اسے عمر و سے کہا کہ آج کے زمانے سے میں نے آدمی مجھے تم سے سو ملت سات دن کی دی ہے یہ سنکر عمر و نے کہا ایشاد اللہ تعالیٰ دیکھو تو میں کیا کرتا ہوں اس سلطان میں باتوں سے مجھے ڈر لگتا ہے ایک تو میں گشتی پردہ یا میں سوار نہیں ہوتا ہوں ذرا اسی بات میں گشتی فریب شرب ہو کر ذوب جانی ہے میرا دل سنہی میں نہیں آتی ہے اور نہ کچھ عیاری کام آتی ہے اور نہ کچھ مکاری چلتی ہے اور ایک میں ساحروں کے لشکر میں نہیں جاتا ہوں کس واسطے کہ ایک دودھالے پر حکمران سے تو آدمی اقلتر کے رہ گیا اور ایک نقاد ار کے لشکر میں رہ گیا جاتا ہوں جان اُسے پر قح عیالی کا ڈال لیا اور لگاتار لواریں مارنے اور جوجی میں اس کے آبا کے لگا بس جن چیزوں سے میں ڈرتا ہوں وہی بات میرے سامنے آئی لیکن کیا کروں اس لیے ارادہ کرتا ہوں کہ میرا سر قلع اور اس طرح سے قید ہو اور میں یوں میں سے بٹھا رہوں اور وہ میرا آقا ہے اور میں اسکا غلام ہوں اگر اسوقت میں اسکی خدمت بجا نہ لایا تو تمام خلق عالم مجھے کہا کہ یہ کیلے کہا ہے عمر و اب تو اس کے فکر میں چل اور مائی کی تدبیر کر یہ کہ اگر سلطان سرفروش سے رخصت ہو کر روانہ ہوا اور عمر و نے اپنی صورت ایک سندھ اسی کی بنالی ایک تنگ ریشی کا تھمہ باندھے مسدود کا لون میں ڈالے بس ویسے ہی کان چھپے اور شہر پر بھوت مٹے ہوئے گھنونا مٹے پر لگا یا ایک نیکا سیندھ کا دیا ہوا اور پانچویں اپنے ایک میر گانے لکھتے لشکر ساحران کے روانہ ہوئے اور جا کر داخل لشکر ہوئے اور لشکر کی سیر کرنے لگے اور تمام لشکر کو دیکھتے بھرتے ہیں اور سات لاکھ جادو گردن کا لشکر بڑی دھوم دھام اور گھما گھی ہو رہی ہے بس اب بھرتے بھرتے آکر اس بارگاہ کے سامنے پہنچے جہاں مظلم اور تیرہ بخت نے جشن نوروزی کیا تھا اور تیاری کی تھی دیکھا کہ دروازے پر بڑے بڑے ساو غداز شہر میں اور بڑے تکلف کے لباس پہنے ہوئے ہیں

اور اسی شیشے کے مکان کے اندر اس محل کو آکر کھڑا کیا ہر تمام خزانہ کیا ہوا ہر اور سائبان زربفتی کھینچے ہوئے
ہیں اور اسٹین تخت منظم اور تیرہ تخت کا بچا ہوا ہر منظم کا تخت ایک ڈول الماس کا ہر اور تیرہ تخت کا
تخت زمرہ کا ہر اور جو تیرہ تخت کے گلے میں غافر مانی ہر اور بھول امیر زادی کے بنے ہوئے ہیں اور زمرے
مکلف کا جوڑا منظم کے گلے میں ہر اور تاج ان کے سر میں برکتے ہوئے ہیں اور یہ دونوں تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور
تمام ساحر و اطراف ان کے کرسیاں بچائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بالائی ان کے سر کے بندھے ہوئے ہیں اور دھو تیان
بندھی ہوئی ہیں اور جھولیاں ان کے آگے آویڑی ہوئے اور ان کی سرسوں کی رکھی ہوئی ہیں نایت ہو رہا ہر اور دور
شراب کا چل رہا ہر اور عجیب طرح کی محفل ہر ہوشا ہوش اور نوشا نوش کی صد بلندہ اور خواجہ صاحب نے
دیکھا کہ سب دروازوں پر بڑا ہی فرق ہر اور کیا دخل کہ کوئی جانے یا لے کہ ایک بار شاہ عیار ان عیار خواجہ عمر و
نامدار عیہ تماشا دیکھ کے دریا سے فلک میں فوطہ زن ہوئے بہتر اذھونڈھا کہیں کو ہر مقصود ان کے ہاتھ نہ آتا چار
ہو کے زانو سے فلک سے سر اٹھایا بعد ایک غری کے پھر دریا سے آشوبش میں شناسائی کرنے لگے اور بحر حیران میں
آوئے لگے بہت سیب لیکن کتا مطلب کو نہ پہنچے اور کچھ بدیر انکی نہ چلی آخر کو سوچتے سوچتے جو خیال کیا بس ساتھ ہی
خیال کے انکو اسوقت مکاری اور فیلسوفی سوچھی کہ ایک بار اپنی صورت تبدیل کی اور آپ نے ایک بڑا قد ایسا بنایا اور
شہر پر ایک بڑا ڈاڑھا مقبض کا لٹکایا اور سارے ریشمی بال اپنے سر پر جھلکے اور ایک تاج سر پر رکھا کہ گردن کے
جھاو غیش کی لگی ہوئی بڑی بڑی جھلکیں لگتی ہوئی ہیں ان پر آویڑے موتیوں کے دیے ہیں اور دیو جامہ اپنے
گلے میں پہنے ہوئے یہ دیو جامہ حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر تھمہ یہ دیو جامہ حضرت سے بولتا ہر اور دیو جامہ پر بھی
بہت سا خواہر نکا ہوا ہر اور ایک کنسی اور نیچہ شہین لٹکا ہوا ہر پس جسوقت اپنی یہ صورت بنائے تو عظیم
عیاری اور حر کے اندر بارگاہ کے چلے گئے اور کنسی نے انکو نہ دیکھا کو اسنے کہ عظیم گاہ خواہر ہر جو کوئی اسے
اڑھتا ہر اسکو کوئی نہیں دیکھتا اور اڑھنے والا سب کو دیکھتا ہر لیکن اسے اب نے یہ قسم کھائی ہر کہ حجرہ میں
اسکو اڑھ کر جان میرا جی چاہے گا جاؤنگا اگر اسے اڑھ کر کسی کو مارنے کا نہیں اڑھ کر کسی کو ایذا دینے کا عمر واد
امیر سے تو یہ قول و قرار ہو گیا ہر بس اب اندر گئے اور سب کے سچ میں جا کر کھڑے ہوئے ان دونوں کے تخت کے
ساتھ امیر کا بچہ رکھا ہر اور ان غلاموں کے بھی سپینچرے ان دونوں نے آکر اپنے سامنے رکھے ہیں اسوا
کہ امیر بھی دیکھیں اور بہت کریں اور بنا وقت با کریں ایک بار آپ پکارے کہ اے بند گان سن میں تم سے بہت
خوش ہوا اور جی ہوا مجھ کو تم سے بہت رغبتی کیا اور بیس اور اس شیطا طین کو رہی کیا کہ تم نے دین قدیم کو
جاری کیا اور شکہ داغ دیا اور اب میرا جی یہ چاہتا ہر کہ تمام عالم میں ایک دین جاری کروں پس جسوقت انکی
آواز سنی تو تیرہ تخت اور منظم اور جو گرد و دیش انکے بیٹھے تھے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور محکب جھلک کے سلام میں
کرنے لگے اور سب کے کھٹکے امیر نے بھی پہ آواز سنی اور ان ساحر و دہان کو امیر نے سجدہ سلام کرتے دیکھا دریاقت
کیا امیر نے کہ اب تشریف لائے اور امیر نے ظفر ان زاہرے کہا کہ دیکھو وہ اب تشریف فرما ہوئے چکا ذکر میں نے
تم سے کیا تھا یہ شکر ظفر ان زاہرے کہا امین تو کچھ نہیں معلوم ہوتا ہر امیر نے کہا کہ آپ دیکھیے تو آپ کو بھی معلوم
ہوتا ہر اور سب ساحر ان قدر اگلا زنا بکار بیکار سے یا غرا زیل یا شیطان جب یہ بکار رکے تو چپ ہوئے پھر آواز
انکی کہ ہم کو تم نے بہت رغبتی کیا ہر اور ہمارا جی چاہتا ہر اس مختاری صحت میں ہم آئیں اور مختاری اس صحت
کو ہم دیکھیں کہ ہم بھی کہیں کسی کے کھڑن میں آئے اے تیرہ تخت اور منظم یہ نصیب تمہارے جو ہم تمہارے

بیان آئے ہیں اس پر اور جس نے سنی ایک بار میری سید سے میں گئے اور عرض کرنے لگے آج کل شریف لائے رہے
 نصیب ہمارے بس یہ سنکر آپ کلیم اور میں ہونے ایک ساتھ ستر گز اڑ گئے اور جب اوپر سے اترے گئے اتنے میں کلیم اپنے
 سر پر سے آماری کہ ایک بار سب نے دیکھا انکو کہ آسمان سے اترے اور اتر کر کھڑے ہوئے سب نے عرض کیا کہ آپ آئیں
 اور اپنے قدم مبارک سے اس کلمہ اخوان کو منور اور روشن فرمائیں بس میری ایک ساتھ ستر گز اڑ گئے اور پھر اترے
 اور کلیم عیاری کو بالکل سیٹ کے زمیل میں آپ نے رکھ لیا اور میری نے انکو آسمان پر سے اتنے دیکھا تیرہ بجت
 اور مظلم تخت پر سے اٹھے اور تخت انھوں نے چھوڑ دیا اور سب نے غمک جھک کے سلام کیا اور سیدہ کیا اور ان دونوں
 نے آپ تخت پر بٹھلایا دونوں مورچل ہمارے ہاتھوں میں اپنے سے کر دونوں طرف سے لگس رانی کرنے لگے اور
 آپ نے سب کی طرف بنگاہ فور دیکھا اور کہا اسی تیرہ بجت اور اسی مظلم خدا نے مادہ نے جن چیزوں کو منع کیا
 انکو ہم نے جاری کیا ہے کہ شراب پیو اور جوجی چاہے وہ فعل کرو اور اپنی خوشی کے کام کیا کرو ہاں میری خوشی ہو وقت
 یہ ہے کہ اسی تیرہ بجت جس سے تیرا جی چاہے فعل بد میں مشغول ہو میں بہت خوش ہوں گا یہ سنکے تیرہ بجت فعل بد میں
 مشغول ہوئی بعد اسکے مظلم سے کہا کہ اسی مظلم جس طرح سے تیرہ بجت نے مجھے خوش کیا تو بھی مجھے خوش کر دے کہ
 آخر میں سے تو بھی فعل بد کر بس مظلم نے آخر میں سے فعل بد کیا عرض مرد نے مرد سے اور عورت نے عورت سے آپ
 بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا اہم تم سے بہت رضی ہوئے میری تیرہ بجت سے فرمایا کہ تم ایک کام کرو کہ جتنا جوڑ
 تم سے ہو کے سب منگو اور مظلم سے کہا تو بھی منگو جتنا تیرے گھر میں ہے پس ان دونوں نے تمام پونجی اپنے گھر کی منگوائی
 اور سب آپ کے سامنے رکھ دی پھر آپ نے سب سے کہا کہ ہم تم سب کو ایک علم بتائیں گے کہ وہ تمہارے گھر سے کام آئے گا
 بعد اسکے مظلم سے کہا کہ تو میرے آگے ابھرو وہ حرا فرادہ آگے آیا کہ ایک بار اپنی ایک ٹانگ اٹھائے اٹھا کر مظلم کے پیٹ
 پر ماری اور کہا جا ہم نے تیری ہزار برس کی عمر زیادہ کی یہ سنکر مظلم بہت خوش ہوا اور کہا اٹھنے کہ ایک اور ماری
 آپ نے فرمایا بس اب نہیں پھر آپ نے تیرہ بجت کو بلایا اور آپ سے ایک گھونسا مارا کہ وہ ہاتھ کر کے گزری
 آپ نے فرمایا کہ جب اسی چپ تیری مرد دوسو برس کی تھی اب تو سو برس کی کر دی یہ سنکر تیرہ بجت نے کہا کہ
 اسی خداوند ایک اور گھونسا مارے آپ نے کہا بس اب نہیں پھر تو کہیں آخر میں او کہیں قرقشہ اور کہیں
 ہمارے جاو کے لائیں اور گھونے مارنا خبر دے کیے غرض یہ کہ قرار واقعی خوب آپ نے سب کو مارا اور اسی وقت
 آپ بیٹھے اور تماشا دیکھ رہے ہیں اور زماچ ہو رہا ہے کہ ایک بار آپ نے تیرہ بجت سے کہا کہ اسی تیرہ بجت ایک
 جام شراب لاؤ وہ جام شرب لائی اور آپ نے کہا میں مجھے ایسی چیز دیتا ہوں کہ جس سے تیری دس ہزار برس کی
 عمر اور زیادہ ہو جائے بس یہ لکھ کر ایک چٹل بھر کے بیوٹی زمین ڈال دی اور کہا ہے پی لے بس اسی طرح سے
 مظلم کو بھی دی اور کہا تیری بھی دس ہزار برس کی عمر زیادہ کی بس مظلم نے بھی اسے پی لیا اسی طرح سے جتنے
 لوگ قریب کے تھے جب وہ سب پی چکے اس وقت آپ نے کہا کہ اٹھو اور قریب آؤ بس لوگ جا کر ٹھکے اور قریب
 آٹھ لاکھ برس آپ نے تمہیں بھر چکے بیوٹی سب میں ڈال دی اور آپ نے کہا ان سب کو بلاؤ بس سب کو بلایا
 اور کہا تم سب بیوٹی سب نے شراب کو کھو بی یا جب آپ اس کام سے فراغت پا چکے ہو فٹ تیرہ بجت سے
 کہا کہ یہ لوح اور پیکل تم اچھی طرح سے رکھنا تیرہ بجت اور مظلم نے کہا انکو آپ ہی اپنے پاس رکھیے آپ نے کہا کہ
 کیا کرونگا تمہیں رکھو مگر اس طرح سے رکھنا کہ پرسلماں نہ پائیں لیکن اتنے میں ان سب پر بیوٹی نے غلبہ کیا اور
 سب کے سب کھڑے ہوئے اور زماچنے لگے پاٹوں تو کہنے میں نہ تھے ایک بار سر پہ اڑنا لگے اور چھو وقت

مظلم اور قیرہ بخت و دونوں بیوش ہو کر زمین پر گرے اور سادہ دیکھا کہ قیرہ بخت نے اٹھائے کو دھڑا دو بیوش ہو کر
 گر پڑے ایک دھمکے گزرنے پر ایک سب کے سب بیوش ہو کر زمین پر گرے جب دیکھا عمر و نے کہ سب بیوش ہو چکے
 اس وقت عمر و نے قیرہ بخت کے گلے سے وہ لٹکائی اور مظلم کے گلے سے ہیکل اتار لی اور وہ لوح عمر و نے میر
 کے گلے میں ڈال دی پس ساتھ ہی گلے میں ڈالنے کے جتنا سر تھا سب بڑھتا ہوا اور میر نے وہ لٹکائی ملک رخصت
 سلطان کے گلے میں ڈال دی پس ایک رخصت کا سو ہی ساتھ ہیکل ڈالنے کے دور ہو گیا اس وقت عمر و نے کہا اے
 حمزہ تم سب کو یہ لوح اور ہیکل اٹھو کر ملاد و جنت میں دو چار کوڑی کار و زرگان دونوں اور عمر و میر کے پاس سے ان
 ساحر دن کے پاس آئے اور ان کے سب کے کپڑے آتے کر سب کو ننگ و عریض کر دیا اور تمام فرس و فرس اور وہ دونوں
 تخت مع شمعہ ازین اور فانوسین اور جام و گلابیوں کے پٹارے بڑے بیل کر لیا اور قیرہ بخت کا سر نوٹ کے مرد کی
 صورت بنائی اور مظلم کو عورت کی صورت بنایا اور ان دونوں کو ایسا لٹایا اور میر تو کسی مرد کا مرد سے جوڑا لگایا اور
 عورت کا عورت سے جوڑا لگایا اور سب کے سر کا سے کے سب کے ہاتھوں میں جو نیان پینا دین غرض جب آپ
 مجلس کو اس طرح سے ستوا چکے میر آپ میر کے پاس آئے اور کہا اے حمزہ کہ تو سب کو مار ڈالوں یہ شکر میر نے کہا
 و اسد میں تھا ہونگا جو ایک کو بھی ضرر پہونچا یہ شکر عمر و نے حمزہ سے کہا کہ یہی وقت ہے میر نے کہا ہرگز نہیں ہمارا
 یہ دستور نہیں ہر کسی کو مرنے میں مار ڈالنا چاہیے اسی وجہ سے انکو زمین چوڑ دھکا جوحی چاہے سو کو پس عمر و نے
 کہا حمزہ اب بیان سے چلو کیونکہ گرد تمام ساحر دن کا لشکر پڑا ہوا ہے پس ظفر ان زباہ نے کہا میں نکلتے چلوں گا اور
 انھوں نے ایک نوید لکھے اڑا دیا کہ اکیبا ر حقد زین کا انحر و اواز آپس دیاں سے امیر اور میر کے اور فریق اور
 خواجہ سلاست اور باقی سب مقدس پیر چمکے جلے سلطان سر خوش اپنے لشکر میں آئے

اب دو کلمے داستان حسن اور قیرہ بخت کے بیان کے حاشے میں

کہ جو وقت بیان صبح ہوئی اور قیرہ بخت کی آنکھ کھلی اور اُس نے دیکھا کہ ایک عورت لیٹی ہے اور ہاتھ اسکا مقام
 نامناسب پر ہے یہ دیکھ کر ایک سکتے کی حالت میں حیران ہوئی پس اُس نے ہاتھ اپنا اس مقام سے نکالا اور ہر اٹھا کر
 دیکھا کہ مینے آدمی ہیں سب بڑھنے ہیں پس اُس کے ذہن میں گزرا کہ خوشی غریب کی یونین ہوئی کہ سب ننگے نہیں ہیں
 غریب نے کیا اچھی بات کی کہ ننگے رہنا ہمارا عار و ننگ نہیں ہے اور دوسرے خرچ بھی ہمارا کم ہو گیا کہ بڑے میں خرچ
 فرما دے ہوتا ہے یہاں یہ حاشا دیکھتی تھی لیکن یہ تو مردنی ہوئی تھی اور قصائے کار مظلم کی آنکھ کھلی اور یہ عورت
 بنا ہوا ایک مرد کے پاس لیٹا ہے اور اُس کے ہاتھ میں عمر و نے کاغذ دیا ہے وہ مرد سامنے تھا اُس نے دیکھا کہ قیرہ بخت میں
 کسی نے کیا دیا ہے اُسے جو نگاہ کر کے دیکھا اور یہاں ایک طمانچہ اُس مرد کے مارا کہ اُس مرد کی آنکھ کھلی اُس نے دیکھا
 کہ ایک عورت میر سے برابر لیٹی ہوئی ہے اُس نے تجھے طمانچہ مارا ہے اپنے دل میں سمجھا کہ اس عورت نے مجھے نامزد بھلا کر طمانچہ
 مارا ہے پس جو وقت یہ خیال آیا اکیبا ر دوڑ کر لپٹ گیا اور بوس دکنار کرنے لگا مظلم اس سے کہتا ہے اور حرا فرما دے
 یہ تو کیا کرتا ہے اور یہ کئے اُسکے بھانجا وہ کہتا ہے جان جان بھانگی کیوں ہو اور ادھر قیرہ بخت نے بھی ایک طمانچہ
 اُس عورت کو مارا اُسکی جوانمرد کھلی دیکھا اُس عورت نے اور کہا اور حرا فرما دے تو نے مجھے کیوں مارا میں نے تیرا کیا
 قصور کیا تھا جو تو نے مجھ کو مارا یہ شکر قیرہ بخت حیران تھی کہ یہ عورت مجھے کیا کہتی ہے کیا تو مرد ہے اور ساحر دن کے
 ناکون برج رخ تباہ عمر و فرما گیا تھا وہ کہیں جلتے جلتے کسی کی ناک تک جو پہونچی ادکیں اُسکے جو ہاتھ کھلے
 اُسے خیال آیا کہ یہ کیا ہے پس اُسے جو ہاتھ سے دیکھا وہ جوانی جو عمر و اُسکے ہاتھ میں پھانگے تھے وہ اُسکے

سر پہ لگی اُسے یہ جانا کہ یہ جو مرد تیرے پاس بیٹھا ہے یہ جوئی مار کے لیٹ گیا ہے یہ سمجھ کر ایک جوئی اُسے اسکوٹاری اُسے
 جو انکو کھول کر دیکھا کہ اس کل سوچے نے تیرے جوئی ماری اُسے اُس سے کہا اور حراغہ اسے کل سوچے تو نے مجھے کیوں
 مارا غرض جو اُٹھتا ہے وہ ہوتا ہوا اُٹھتا ہے اور نقصانے کارا اُخس کی کہیں آنکر جو کھلی اور قشہ ملعونہ اور ہمارے جادو
 نے انکو کھولی دیکھتے کیا ہیں کہ تمام مجلس کا عجیب رنگ ہو اور چاروں ایک ہنگامہ ہو رہا ہے اور تیرے بخت اور
 مظلم کو دیکھا کہ یہ زور ہے ہیں اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا ماجرا ہے یہ حالت کسے کی ہے اور کون کر رہا ہے غرض یہ کہ رہا تھا
 جو وہ بیان اسکا مظلم کے گلے پر پڑا تو لوح اور ہیکل نہ پاکی جسوقت اُخس نے دیکھا بدحواس ہو کر مظلم اور تیرے بخت
 کے پاس آیا تیرے بخت نے کہا اور مظلم وہ لوح اور ہیکل نوٹے کیا کی اُسے کہا رکھی ہوگی جسوقت تیرے بخت اور
 مظلم نے دیکھا لوح اور ہیکل نہیں ہے بس یہ دیکھنے کے ساتھ ہی دونوں اپنا سر پیٹنے لگے اور کہیں اُس روئے اور پیٹنے
 میں وہ گھٹکر و اور ایک رقبہ جو آپ مظلم کی مونچھ میں باندھ گئے تھے جب وہ سجا تو مظلم نے اُسے پکڑ کر محبت لیا
 اور دیکھا اُسے کہ کچھ گولی گولی اُٹھیں بندھا ہوا معلوم ہوتا ہے غرض جانا اُسے کہ دو دو بال رہ گئے ہیں اُٹھیں حیران
 ہو کے دیکھنے لگا اُٹھیں قشہ ملعونہ نے مظلم سے کہا اے امین تو خوشتر ہے اسکو تیرے بخت تو دیکھے کہ سہیں کیا لکھا ہے
 اور اس حراغہ اسی نے اُس رقبہ کو پڑھا امین لکھا تھا امین کا کہے نردہ اسٹ ابن کار عمر و بن امیہ ضمری ست
 اور اسی حراغہ اسی دوم دوم میرے آقا کو کہ اُسے میرے ماتھے سے تم سب کو کیا لیا نہیں تو میں سب کو جان سے مار ڈالتا
 اور دیکھا وہ پھرے تو ہیں مگر قیدی نہیں ہیں بس دیکھتے ہی خاک اُڑانے اور سر پیٹنے لگی اور کہا کہ یہ سو ہے عمرو کے کسی
 دوسرے کا کام نہیں ہے اُخس نے کہا اور مظلم اور تیرے بخت ر دیکھنے سے کچھ ہو گا اب انکی کچھ بد بکود اور پہلے عمرو کو
 پکڑو پھر ان سب کی تدبیر کرو غرض یہ سب سادہ مگر میں عمرو کے لگے کوئی کھیٹے اُڑ گیا اور کوئی چڑیاٹے اُڑ گیا اور کوئی
 چل بٹکے اُڑ گیا پس اس طرح سے سب جس میں گئے

اب دو کئے داستان حال طغران زار اور خواجہ عمرو کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت سے عمرو واسطے تلاش امیر حمزہ صاحب قرآن کے نکلا ہے پس اُسی وقت سے سلطان سرچوش نے مرے کی
 تیاری کی نہایت پاک و پاکیزہ کفن اپنے واسطے منگوایا اور اُسکو سر پر باندھ کے مرے پرستہ ہوا اس صورت سے بخت پر
 بیٹھا ہے سو اور نے کے اُسکو کچھ نہیں سوچتا اور یہ جانتا ہے کہ سات رو کا وعدہ کیا ہے لیکن اُسکو بددفعہ ہے کہ کہیں پس
 بددفعہ کی کر کے نہ چڑو آئیں اور اُس بخت کو بجائے تختے تابوت سمجھے ہوئے ہے کہ اتنے میں وہ طبع کا طبقہ زمین کا مع
 اُس تختے کے چہر امیر حمزہ اور یہ سب مقدس شے تھے آسمان سے سلطان سرچوش کے خیمہ کی طرف اُڑا رفیعہ الگ ایک
 طرے کو ہے اور امیر عمرو اور یہ سب مقدس ایک طرف کو بیٹھے ہیں سلطان سرچوش نے دیکھا کہ امیر بہت خوش
 ہیں غرض امیر با تو قہر بخت سے اُتر کے سلطان سرچوش کے پاس آئے اور ملاقات کی امیر نے دیکھا سلطان سرچوش
 مرنے پر تیار بیٹھا ہے اُسے امیر سے پوچھا ہے شہر بار کسے سب نے تنہا میری پوری ہوئی امیر نے کہا وہ جو میرا باز
 و فاداروں میں و غمگسار عمرو بن امیہ ضمری تھا وہ مجھے مدد و درگاہ سے لایا ہے اور رفیعہ سلطان نو اپنے باپ
 کے خیمہ میں گئی اور امیر سب زار ہوئے تھے یہ سب سلطان سرچوش کے خیمہ میں بیٹھے ہیں اپنا سب حال امیر بیان
 کر رہے ہیں اور عمرو کی عیاری بیان کر رہے ہیں کہ اتنے میں ایک امیر حمزہ آسمان پر نمودار ہوا سب دیکھنے لگے
 کہ وہ اترتی ہوا دیکھا کہ ایک شخص ملک سیرت بخت پر بیٹھا ہے اور ساتھ ہی اُسکے آگے ہیں اور کو کبہ روشن تن
 اپنے خیمے میں ہے اور اس شخص نے آکر امیر سے کہا سلام علیک یا علیکم کشا امیر نے کہا علیکم السلام پھر حراغہ جان جانی

اور ظفران جنی سلام کو کے امیر کو کھڑے ہوئے اور جمہور جہاں سوز شہنشاہ تیرزن بہادر دروڑ کر امیر کے پائون پر گزرا
 امیر نے گلے لگایا اور تاب دیدہ ہوئے جمہور پکارا ایسا الناس سب خور کرین کہ پھر ایک ادا غلام کے دہشتے حضور
 صاحب قرآن خود شریف فرمایا ہوئے مالک میں میرے اور میں غلام ہوں انکا امیر نے فرمایا جمہور نے میرے ساتھ
 سیکڑون باہر فرشتی میں تصور نہیں کیا اگر ایک بار تمہارے واسطے میں بھی آیا تو کیا ہوا اب یہ کہو کہ تمہاری ہمدردیات
 کس طرح سے ہوتی ہے جمہور نے تمام قصہ ابتدا سے انتہا تک بیان کیا اور کہا کہ اندون یہ نقل تھا کہ میں تو حضور
 کے واسطے بیان آیا تھا اور کوکہ ملک رضیہ کے واسطے جوڑا تیار کرتی ہیں یہ سب تیار ہی حضور کے واسطے ہوئی ہے
 اور ای شہر یار اسی طرح سے زیب چار سو آدمیوں کے جو کہ وارڈ ظلم میں وہ سب اسی تیار ہی میں مصروف ہیں اور
 بہت لوگ اور جگہ بھی ہونگے اور بعضی جگہ آرائش کی تیار ہی ہو رہی ہے حضور کی شادی کے واسطے بامیں برس سے یہ
 سہرا بنام ہو رہا ہے یہ سنکر سلطان سرخوش خشی بہت خوش ہوا اور کہا اسے کہ یہ اسباب میں کہاں سے پیدا کرنا تو میں
 شادی ملک رضیہ کی کرنا جمہور نے امیر سے کہا کہ ای شہر یار کو ایک مکان ملا تھا کہ وہ قابل حضور کے رہنے کے
 تھا اور ایک باغ و لکشا تھا اٹھیں بہت بڑا مالاب تھا اور اس کے باؤ کے مکان میں تو ملک کو کہہ رہی تھی میں اس مکان
 کے مکان میں رہتا تھا اور ملاقات میرے اور کوکہ کے دورے ہوتی تھی پھر بعد چند روز کے ہم اور کوکہ ایک جا
 رہنے لگے اور ای شہر یار سات روز تک تو ہم اس مکان میں رہتے تھے اور ایک روز تمام شہر کی سیر کرتے تھے بعد چند
 روز کے ایسا ہوا کہ یہ پابندی کچھ بھی نہ رہی بس ہم شب دروز باہر آتے جلتے تھے کچھ قید نہ تھی لیکن ای شہر یار اس
 طوفان جنی کے سب لوگوں کو آرام اور چین تھا بس جو وقت جمہور امیر سے یہ سب احوال کہہ چکا اس وقت
 طوفان جنی کے امیر سے کہا کہ ای شہر یار آپ کی امانت جو ہم نے کرائے ہیں امیر نے کہا وہ
 امانت کہاں ہے طوفان جنی نے دیووں سے کہا آگے آؤ اور وہ حضور کے سامنے لاؤ کہ ایک بار یہ سب دیو بارگاہ ظلم
 جو امیر کے سامنے لائے اور امیر نے اس بارگاہ کو دیکھا اور طوفان جنی نے احوال اس بارگاہ کا بیان کیا کہ شہر یار
 یہ بارگاہ چار کوس کے گرد میں کھڑی ہوتی ہے اور چار سو بیگ اسکے اندر میں ہر بیگے میں جو ہر گے دن اور چار دروز ہر
 اسکے میں اور ہر ایک دروز پر دو درے دو درے درجے ہوتے ہیں اور ہر ایک اس بارگاہ کے ایک خیمہ ہے
 کہ بارہ کوس کے گرد میں کھڑا ہوتا ہے شمت خانہ آبدار خانہ جامہ خانہ فراخ خانہ باورچی خانہ جندی خانہ پاشخانہ
 عمارت خانہ اور صیقل وغیرہ جتنے مکان ضرورت کے ہیں سب اس میں موجود ہیں اور اسوا اسکے اور مکان بھی
 بہت ہیں یہ سب اس بارگاہ کے متعلق ہیں مگر سب الگ الگ ہیں اور تین خزانے میں حضور کو دینے آیا ہوں
 یہ سنکر امیر نہایت خوش ہوئے اور امیر نے وہ سب خزانے لیے اور بارگاہ اور اسباب سب رکھوا لیا پھر
 ظفران جنی نے امیر سے کہا ای شہر یار باقی امانت آپ کی باقی ظلم داروں کے پاس ہے ای شہر یار اللہ تعالیٰ
 جس روز تاب ظلم کشائی کرے گی اس روز وہ سب مال و اسباب خود بخود آپ کے پاس چلا آئے گا امیر سے
 اور طوفان جنی سے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ظفران زاہد نے امیر سے کہا کہ ای شہر یار وہ مقدس کوئی
 ہیں جنہوں نے یہ کام کیا ہے کہ آپ کو اس بلا سے رگالی دی اور آپ کو خیر آیا ہے یہ سنکر امیر نے کہا وہ یہ ہیں ہونگے
 مقدس نے امیر سے کہا کہ انکو بلائیے امیر نے کہا ای خواجہ سلامت ظفران زاہد تمہارے دیکھے کا رشتہ تان
 رکھتے ہیں اور عمر و عظیم عیاری اور سے کھڑے ہوئے ہیں عمر و نے سنا کہ امیر کہتے ہیں کہ ظفران زاہد تمہاری
 ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں کہ ایک بار ایک طرف سے آواز آئی کہ ای ظفران زاہد میں یہ بارہ ایک مور ضعیف

کترین زندگان خدا سے ہوں مجھے تم کیا دیکھو گے یہ ظفران زراہد نے سنا اور دیکھا کہ یہ نوکبین پاس سے آواز آتی ہے ظفران نے
 نے امیر سے کہا کہ آپ بلائے امیر سے کہا اور خواجہ ایک دم کے واسطے اپنے سین دھلا کے چلے جاؤ عمرو نے
 کہا اور حمزہ وہ سب میری تدبیر میں جرتے ہیں اور ابھی اگر وہ دیکھیں تو مجھے زندہ نہ چھوڑیں ہر چند امیر سے
 کہا عمرو نے نہ مانا آخر کو امیر نے ایک باخ ہزار توڑے زور سرخ کے منگو لے اور نگران توڑوں کے ڈھکے رکھ دیے
 اور کہا یہ دینا ہوں جو تم اپنی صورت دیکھاؤ عمرو کے ہنرمین پانی جرایا بقول شیخ سعدی شعر بدو طمع دیدہ ہوشمند
 در آرد طمع مرغ و ماہی کینک بد اور کہا حمزہ ہم نے میرے صدر سے یمن بہت کچھ لکھا یا کہا یا اور کیا تو ہم کو نہ دیتا ہم
 اپنی صورت نہ دکھائے اور پتا توڑ چاکے یا توں قیلیدان آنھالین بعد اسکے خست کر کے ظلم عیاری آتا رہے مژدہ
 ہوتے اور بیکار سے سلام علیکم ای سلطان سرخوش و ظفران زراہد جو وقت عمرو کو ظفران نے بھیجے
 آرتے دیکھا تعلیم کر کے جواب سلام کا دیا بلکہ اور انکی عجیب خلقت صورت دیکھ کے تعجب ہو کر رہ گیا اور کہا اور عمرو
 اور غنائے خماست عمرو اپنے مقام پر بیٹھے اور باتیں کر کے آدھیں افضاے کاراخرس آخرس عیشانی بھی تیار ہوا
 بارگاہ کے اسناد پر تھانجا جو ت آرتے عمرو کو دیکھا ایک بار دہان سے آڑ کر عمرو کی گردن پر بیٹھا اور ہر عقاب
 کی صورت بن گیا عمرو پتا توڑ سے اسے دیکھنے لگا کہ لوگ بیکار سے اسے یہ عقاب کیسا ہے جو عمرو کی گردن پر بیٹھا ہے
 اور کہا یہ عقاب جانے نہ پائے اور وہ عقاب ایک بار عمرو کے دونوں شانوں پر اپنے پیچے گاڑ کے دفعتہ عمرو کو لے
 آڑا اور بارگاہ میں غسل ہوا کہ عقاب عمرو کو اٹھائے لے جاتا ہے امیر پیشکر سپر اور لوہار پکڑ کے دوڑے اور
 امیر بیکار سے جاتے تھے کہ لینا اسے جانے نہ پائے امیر تو یہ کہتے رہے اور وہ آسمان پر عمرو کو لے جاتا تھا اور
 امیر پیچھے چلے جاتے تھے جب یہ نگاہ سے امیر کی پوشیدہ ہو گیا اسوقت امیر ایک آہ کا نعرہ کر کے گریں اور
 بیہوش ہو گئے اور دانت امیر کے بیٹھ گئے اور اوپر عمرو بیکار کے کتنا جانا تھا کہ ای حمزہ یہ غلام تیرا بھروسہ جدا
 ہوا اور اب ملاقات ہماری تمھاری نیاست پر رہی اور ای حمزہ اس غلام کی یہ آفودہ کہ فاختہ خیر کے فراموش
 نہ کرنا پس یہ کتنا ہوا عمرو تو ادھر ملا گیا اور ادھر جو لوگ جو پیچھے امیر کے آئے انھوں نے جو امیر کو بیہوش کر کے
 ہوئے دیکھا پس وہ سب لوگ امیر کو اٹھا کر خیمہ میں لائے اور امیر جو وقت ہوش میں آئے اسوقت یہ بیان
 کر کے روئے تھے اور عمرو کو پکارے تھے کہ خوجہم نہ آتے تھے میں نے تمھیں زبردستی بلایا اور میں نے اپنے ہاتھ سے
 دیدہ و دانت نہ تم کو کھویا اور جو میں جاتا کہ کوئی حریف تمھارا بیان پیدا ہو ای نوہن کا ہے کو ظاہر کرتا پس امیر
 یہ کہتے جاتے ہیں اور بچھاڑیں کھاتے ہیں اور لوگ سمجھاتے ہیں کہ امیر خدا سے سب نزدیک ہی چاہے تو ابھی
 ملو اور ملاقات کرو اسے اب کو اتنی سفر دی لازم نہیں ہے

اب دو گئے داستان عمرو کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ دہان اپنے خیمہ میں تیرہ نخت اور مظلم دونوں ایک نخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ابس میں ذکر رات کا کرتے ہیں
 کہ مردہ مولیٰ کا نام صورت بنا کے پاتا تھا اگر میں جانتی کہ عمرو جو تو کبھی مکرے کرتی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں
 آخرس حرافز وہ صورت عقاب کی بنا ہوا عمرو کو پاؤں میں دبا لے ہوئے سامنے سے نمایاں ہوا اور آ کر
 بارگاہ میں تیرہ نخت اور مظلم کی آڑ اور تیرہ نخت اور مظلم نے دیکھا کہ آخرس عمرو کو پکڑے لے آتا ہے
 پس دونوں دیکھتے ہی عمرو کے ناچنے لگے تیرہ نخت نے عمرو سے کہا کیوں ای بد ذات بے حیا کہ تیرا
 کیا حال کر دی یہ سن کر عمرو نے کہا واقعی میں نصیر وار ہوں تمھارا جو جی چاہے میرے حق میں سو کر و

لیکن اب بن نے جانا کہ دین لات اور منات کا برحق ہے اور سب دین جو ملے ہیں اور حضرت غزالی شیطان برحق ہیں اور
 آج میں نے بھی دین لات منات کا قبول کیا پس جو وقت تیرہ بخت نے عمرو سے یہ کلام سنا کہا اسے جہاں سے اسے چاہے
 پھر فریب دیا اور اسے سوے میں تھے مار ڈالوئی اور لوگوں سے کہا اچھا اس کوڑے کو مار ڈالو یہ موثر اسکا رہی اور پھر
 فیلسوفہ اور ہرگز اسکی باتوں پر نہ آجانا پس منکر مظلم نے بھی کہا اچھی مار ڈالو اور عمرو وغتین کر رہا ہے اور کہتا ہے
 اور تیرہ بخت اور مظلم دیکھو تو ہم تمہارے ساتھ کیا جان نشانیاں کرتے ہیں پس منکر تیرہ بخت نے اُخس سے کہا کہ اگر آدمی
 حلقہ بگوش ہو تو درگزر کرنا چاہیے پس منکر اُخس نے کہا اری دیوانی ہوئی ہے کیونکہ تیری شاست آئی ہے اس کے فریب میں
 نہ آتا پس اُس وقت عمرو نے یہ منکر اُخس سے کہا کہ ہو کر گناہ شروع کیا کہ ادنا لافو حرافہ اور تم نہیں جانتے کہ میں سر زندہ
 جا دوگران دریش تر شندہ کا فران ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تم سب کو مار کر بیان سے جا ڈنگا اور تم سب کو قتل کر ڈنگا اور
 غم نہیں جانتے کہ میں مرنے کی خوشی نہیں ہے اور بھلا دیکھیں مار دو دیکھو تو میں کس طرح سے تمہیں مار کے جاتا ہوں یہ منکر
 اُخس نے کہا ایک کام کرو اب اسکو مروا دو اور حمزہ اور ضیہ انہر سے اتر نہیں کر لے گا اور ایک شخص پر اور سر نہیں
 اتر کرے گا جس کے پاس بیکل ہوگی بانی سب کو تو سو سے گرفتار کر کے آؤ اور حمزہ اور ضیہ سے بیکل جنگ ہو کر
 تلواروں سے لڑینگے وہ سات لاکھ جادوگر دن سے کہان تک لڑینگے اور کہان تک مارینگے آخر انکو گھیر کر پکڑینگے
 پس منکر تیرہ بخت نے کہا اچھا اسکو قید کرو اور اُخس نے کہا کل اسکو ایک سیل پر باندھ کر اپنے ساتھ میدان جنگ میں
 لے چلو اور اسکو کوڑے اور جوتیاں تیریں پس جو وقت حمزہ دیکھے گا اسکو گب گونا ہوگا کہ عمرو کو اس طرح سے دیکھے پس
 وہ عمرو کے چہرے کو اپنے گاہم سب اسکو گھیر کر پکڑینگے پس یہ بات سہر گئی اور تیرہ بخت اور مظلم نے حکم دیا کہ ہمارے
 لشکر میں بیکل جنگ ہے اور عمرو کو اُخس کے چہرے کیا اور کہا تو رات کو عمرو کو اپنے پاس رکھیں اُخس عمرو کو اپنے
 گھر لایا اور بیان مظلم اور تیرہ بخت سے کہا کہ جتنے ساحر ہیں سب حضرت غزالی کی قسم کھائیں کہ کل ہم ان مسلمانوں
 سے بغیر انکا کام تمام کیے نہیں پھرینگے پس منکر مظلم اور تیرہ بخت نے کہا اچھا خوب بات ہے اور تیرہ بخت نے
 کہا لاؤ حضرت غزالی کو ایک با صوب لوگ غزالی کے لانے کو دوڑے بڑی دھوم دھام سے ایک تخت جو اہر نگار پر
 تصویر طائی شیطان کی بنی ہوئی لائے اور سچ محل میں لا کر رکھ دیا اور کہا جتنے لوگ سات لاکھ جادوگر اور دو لاکھ
 ہیں سب اگر قسم کھائیں کہ کل ہم جنگ میں ٹوٹ نہ پڑینگے اگر یہ حرکت ہم سے سرزد ہو تو حضرت شیطان ہم کو بعت ہی
 سزا دین پس جو وقت اُخس نے یہ بات سہرائی اُس وقت تمام ساحر اور فیر ساحر سب نے اُٹھ اٹھکے اُس تصویر کے
 سر پر ہاتھ رکھا اور کہا یا حضرت شیطان جو ہم تمہاری محوٹ قسم کھائیں تو ہم سب نا امید ہوں جب یہ تصویر
 شیطان پر ہاتھ رکھکے قسمیں کھا چکے اُس وقت اُخس نے نصیحت شروع کی کہ ایسا الناس تم سب دیکھو اور
 اپنے جی میں تصور کرو کہ سوت کی رسی میں بیکل سست کو باندھ رکھتے ہیں وہ ہرگز اس رسی کو توڑ نہیں سکتا کیونکہ
 ہزار ہا تار آسمان سے ہوئے ہیں اور ایک تار کو جو چاہے وہ توڑ ڈالے خواہ سلامت یہ باتیں سیل پر
 سے سن رہے تھے اور جی میں کہتے تھے کہ یہ تدبیر اتنے تیرے دھبے خوب نکالی کہ ایک تار آپ بیکار ہے کہ ایسا انکا
 میں تمہارا دوست ہوں جو تم سے کتا ہوں تم سب تصور کرو کہ جو جمع بنائے ہیں اور کتنا موثرہ فلیتہ رکھتے ہیں
 لیکن جو وقت آسمان آگ لگا دیتے ہیں ایک تار آسمان کا نہیں جتنا ہے اور سب تار جل جلتے ہیں یہ منکر
 اُخس نے کہا مارو مارو سے ادنا لاف سے کہو کہ تو کیوں بولتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ انہیں ایک ہات نہ ہو
 پس عمرو چپکا ہوا کہ رکھا تیرہ بخت نے مظلم سے کہا کہ آج ہی کی رات ہے جو جسکا جی چاہے وہ کرے اور

اگر نہیں معلوم کسی نسبت میں جینا ہی اور کسی نسبت میں مرنے کی پس ایک طرف کو مظلم اور دوسری طرف محبت صرف ہوے
اور ایک طرف جتنے مرد و زن تھے سب آپس میں مشغول ہوئے انہیں تو بیان رہے در

اب دو کھلے داستان حال ظلم کشا کے بیان کے حاسے ہیں

کہ جس وقت عمر و کو وہ عذاب لے کر اڑا اس وقت سے اسیر کی عجیب حالت تھی کہ یکساں انہماک سے انہماک سے انہماک سے
جیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے عمر و ہمارے تمہارے یہ وعدہ تو نہ تھا کہ تم پہلے سے روانہ عدم ہو گے کہ ایک بار نسیم اور نسیم
دونوں عیار گرد میں تلوہ اور پسینے میں غرق آئے سلطان سرخپوش کے پاس پہنچے اور بعد دعا کے عرض کیا کہ اُن
ساحروں نے جیل خلیج بچوایا ہے اور عمر و کو ایک میل سے باندھا ہے اور یہ بات شہزادی ہے کہ صبح کو اسیر کے سامنے
عمر و کو اسی صورت سے لیجا بیٹھے اسیر کو تاب نہ رہے گی وہ آئینے ہم گرفتار کر لینگے اسیر نے سنکر کہا خدا سے باز گشت
اور انہوں نے بھی جیل خلیج بچے کا حکم دیا اور تیری مرنے کی اور فرمایا صاحبو ہر جان میری عمر و پر سے زبان ہر
اور مجھ سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ میرے سامنے عمر و کو کوڑے پڑیں اور میں دیکھوں جس وقت عمر و کو میرے سامنے کسی نے
مارا اس میں گھس جاؤنگا اگر کوڑا آدمی ہوئے تو کیا ہوگا بعد اسکے اسیر نے فرمایا کہ اے صاحبو آج رات کو سب
عبادت خدا میں مشغول رہو کل خدا جانے کون زندہ رہے گا اور کون مارا جائے گا یہ سنکر سب نے مرنے کی تیاری
کی اور سب نے جانا کہ کل سفر آخرت ہے غرض سب نے کھلے میں کفن پہنے اور اسیر نے تمام رات عبادت میں کالی اور
اُس طرف نظر ان زیادہ بھی چاروں بیٹے کر عبادت میں مشغول ہوئے اور تمام ساحرا اپنے اپنے کام میں مشغول رہے
جس وقت سحر نے اپنا گر بیان چاک کیا اور خورشید خادری فلک نیلگون پر سوار ہو کر نکلا اور اسیر بعد نماز صبح کے وظیفہ
سے فراغت کر کے تمام تبرکات اپنے تن پر آراستہ کر کے برآمد ہوئے گو یا خورشید پر وہ سجاب میں سے نکل آیا اور ملکہ
رضیہ نے جوستنا کہ اسیر نے مرنے پر کمر باندھی ہے اور فوج ساحران سے مقابلے کو جاتے ہیں ملکہ بیتیاب ہوئی اور
اُسے ملکہ کو کبھی کو بھلایا اور کہا کہ تم میری طرف سے اسیر سے جملے کو جو ہیکل حاضر ہے آپ لیجیے اور اے شہر بار خدا آملو سنا
رکے یہ ہیکل نیلے میں کیا کر دنگی آپ کسی کو یہ ہیکل دیکھے وہ جنگ میں آپ کے ہمراہ رہے اور آپ تنہا قصد جملے کا
نہ کیجیے گا ایک سے دوسرے میں اور کو کبہ روشن تن نے پیام ملکہ کا اسیر سے اکر کہا اسیر نے سنکر کو کبہ کی زبان کہا بھیجا ہمیں
فقط حفاظت کی ہیکل چاہیے ہے اور اس ہیکل کو تم اپنے پاس رہنے دو ملکہ نے جواب دیا بھیجا کہ اے میرے بہت کس کام کی ہے
تم کسی اپنے دوست صادق کے گھلے میں ڈال دو کہ وہ تمہارے پاس حاضر رہے پس اسیر نے سنکر کچھ سوچے کہ بات ملکہ
کی بہت معقول ہے بعد اسکے بہت دست و دست دیکھ کر آواز دی کہ اے زب ذریت بارگاہ سلیمانی عمروں حمزہ
یونانی یہ ہیکل تمہیں رہو حمزہ یونانی سے آداب بجالا کے وہ ہیکل زب گلو کر لی کہ دوسرا آدمی ملکہ نے اسیر کے پاس
بھیجا اور کہا بھیجا کہ جس وقت آپ سوار ہوں تو میرے پاس بھی آئیے گا اسیر نے کہا میں آؤنگا مگر طالت تمہاری اور
غیر ہوگی پھر ملکہ نے کہا بھیجا کہ اے امیر مجھے آخری دیدار سے محروم نہ رکھنا میرے دل میں روز قیامت تک اسکی
بڑی حسرت رہے گی اسیر نے سنکر رضیہ سلطان کے خیمے میں گئے دیکھا اسیر نے کہ رضیہ کی عجیب حالت ہے سر کے
بال کھلے ہوئے اور انہیں روتے روتے سرخ ہو گئیں ہیں اور رات کے سجدوں کے نشان پیشانی سے ظاہر
ہیں ملکہ نے جو اسیر کو دیکھا اس وقت بالکل حیا اور شرم نہ رہی بے اختیار اُٹھکے اسیر کے گرد بچنے لگی اُس وقت
اسیر نے ہاتھ ملکہ کا پکڑ لیا اور کہا کہ اے ملکہ آفاق دے زب ذریت ظلم ظلم اشرفی اس قدر قلع کیوں ہے خدا
پر نظر ہو پھر اسیر رضیہ کو سمجھا کے روانہ ہوئے ملکہ روتے لگی لوگ سمجھا گئے کہ لی بی بی بدشگونی نہ نکالو کہ اسیر جو

باہر آئے تو دیکھا کہ سلطان اشرفی تخت پر سوار ہو کر اور ساری روانہ ہو چکی ہے کہ امیر اس کوڑے طلسمی پر سوار ہو کر
 ہمراہ روانہ ہوئے اور ایک طرف حمزہ یونانی اور چوگان بن حمزہ اور دست چپ بن فخر زما و مغربی اور
 بہرام گرد بن خاقان حین اور ارجم بن اور چھ سب فوج مسلمانوں اور پری زادوں اور جنوں کی ہزار اور
 ایک طرف حکیم قسطنطس اور درویش خواہ اور نہ کرہ بن اور ایک طرف کو ظفران زہد اور ان کے چاروں بیٹے بن
 بس اس طرح سب میدان میں آ گئے اور صف آرائی ہوئے لی بعد اس کے ظفران مع اپنے بیٹوں کے تخت پر سے
 اتر کے ایک سوزنی الگ بھوکے قلمدان اور چاقو اور قلم اور آفتابہ پانی کالے کے مستعد تھے اور اس طرف آنداز لشکر
 ساحرائی کی ہوئی ہر ایک ساحرائی اپنے آلات سحر آراستہ کیے ہوئے اور شیر و خرس پر سوار ہو کر ہوتے تھے وغیرہ
 کھینچے ہوئے ہیں اور ہر کالے آتش کے اڑنے سے ہوا کے سبب ساو جمع ہو چکے اس وقت تخت
 تیرہ تخت اور مظلم کا آیا یہ دونوں ایک ہی تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آگے ان کے تخت کے آخر میں ہاتھ میں
 بیل عمرو کی قید کالیے ہوئے اور ساتھ اس کے ہمارے جا دو ایک طاؤس پر سوار ہے اور ہاتھ میں اس طعنہ
 کے ایک کوڑا ہے یہ بھی طاؤس کو اپنے آڑے ہوتے آگے داخل ہوئی اور آخر میں جالیس گز کے آدھے
 پر سوار ہر سمت تمام یہ بھی آیا ہے جب سب جمع ہو چکے اس وقت قرشہ طعنہ نے ایک بار کچھ چکر کاغذ کے
 ٹکڑے اڑائے وہ سب ٹکڑے مثل تیر اور کلما زدن کے بن گئے تھے درخت سے سمون کو انھوں نے ایک
 دم میں قتل کیا بعد اسکے آخر میں کیا کام کیا کہ ایک ردی کا پہل بنائے اور منہ سے چوہا کر آسمان کی
 طرف اڑایا اس پہل نے سارے آسمان کو گھیر لیا اور آسمان سے منہ پر سے لگا جب خوب چڑھا تو ہر چکا اس وقت
 باران تو موقوف ہو گیا اور اب صورت ایک ایک کی دیکھنے لگا کہ آسمان کوئی چار گھڑی دن آیا ہو گا کہ امیر
 نے عمرو کو دیکھا کہ کمال خراب بیل پر گرفتار ہے ساتھ ہی دیکھنے کے امیر کو ایک خوش رخت شروع ہوا
 الغرض طرفین سے سینہ و بصرہ اور قلب و جناب ساکتہ دیکھا کہ آراستہ ہو چکے اس وقت ہلیل جادو کہ قرشہ دار
 مظلم کی ہوا کے ہاتھ میں ایک بنا شاہر شکی کوئی بنا کر خودم کے زمین پر ماری کہ ایک بار وہ کوئی زمین میں
 غائب ہو گئی اور دور جا کر ایک آگ پیدا ہوئی اور وہ آگ امیر کے لشکر کی طرف بڑھنے لگی اور لشکر میں ایک شور
 پیدا ہوا وہ خبر ظفران داد کو پہونچی ساتھ ہی کھینچنے کے وہ آفتابہ جو زیب تھا آفتابہ کے پانی اسکا اسی آگ
 کی طرف بہا دیا کہ فوراً وہ بہاؤں آب میں کے رہ گیا اور آگ اس پانی میں چمن چمن کے بجھ گئی دفعۃً ہلیل
 کو پسینا آنا شروع ہوا تمام ساحروں میں کل بی بڑ گئی طرفۃً امین بن ہلیل مع اپنے ساحروں کے
 ہوئے یہ کسی حال جو شکی نہیں دیکھا آندہ ہو کر ہاتھ میں اسکے ایک شمشیر تھا اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر کے
 ہوا کی طرف اڑا دیا کہ فوراً وہ سانپ بن بن کے سیاہ ابر میں مثل باران کے برسے لگے تمام لشکر خدا پرستان
 میں ایک دھوم مچ گئی جسکو سانپ نے کاٹا وہ سوچا ہوئی کے یہ کیا ہے خبر ظفران زہد کو ہوئی اور اس نے
 کاغذ کے پر چون پر کچھ لکھ کے لیسٹ ہوا اور دیے کسی وقت تمام سانپ سمٹ کے لشکر ساحرائی پر جا پڑے
 اور ہزاروں ساحر ضائع ہونے لگے وہی عالم ان ساحروں کا بھی ہوا یہ خبر تیرہ تخت کو ہوئی کمال
 پر ہم ہوئی اور دونوں پر کچھ چڑھ کر زمین پر پھینکا ایک بار وہ دونوں پتے زمین پر گرنے ہی طاؤس بن کے
 اڑے اور جتنے سانپ تھے انکو نکل گئے بعد اس کے قرشہ طعنہ نے کچھ چڑھ کر زمین پر مارا کہ ساری زمین
 میں زلزلہ مچ گیا قریب تھا کہ تختہ الٹ جائے خبر ظفران زہد کو پہونچی وہ نقش بجلد ہی تمام لکھ کے

شجر فی پوشش کو دیے کہ ایک اس کو نے پر اور ایک اس کو نے پر ذن کرد و شجر فی پوشش بجلدی تمام
حکم ظفران ز اہد کا بجا لایا کہ زلزہ موقوف ہو گیا یہ تیرہ بخت نے دیکھا آواز دی کہ اے کیون مسجد پر باد
کرتے جاتے ہو جاتے ہو کہ اس طرف ظفران ز اہد ہر وہ سر کسی کا برانہ ہونے دے گا کل جوبات تجوز کی تھی وہ
آج عمل میں لاؤ سب کے سب بیکار اچھے بست بہتر اور میل لگڑی کا جسمین عمر و بندھا ہوا تھا سانسے امیر کے
لائے اور عمر و بیکار کہ اسی حمزہ ز نہار تم میری رہائی کا قصد نہ کرنا اگر میں مر جاؤنگا تو کچھ مضائقہ نہیں ایک اذنا
اعلام ہوا کہ تم میرے واسطے آفت میں گرفتار نہو نا اور ادھر ہمارے جادو نے کوڑا عمر و کو مارا امیر نے جو
دیکھا تاب نہ رہی بیکار سے خواجہ محمد علی بھٹارے کب چلے ہو گا اور کب کو تازا بنا کیا کہ مثل برقی کے چمک کے
روانہ ہوا کسی نے دیکھا اور کسی نے نہ دیکھا ساتھ ہی عمر و بن حمزہ نے گھوڑا اٹھا یا اور دونوں مثل شیر ہر کے
شکر و دباہ پر جا پڑے بعد اُنکے چوگان بن حمزہ اور فرما ز عا و مغربی اور ہرام گرد خاقان حین اور جمہور
اور ارتم نوجوان ان سب نے ارادہ کیا اور کہا یا رسول اللہ میں اور ایک عمر و بن حمزہ ہڑا اور اُدھر کو
شکر کفار میں نولا کو آدمی بن بلا سے ہم مارے جائیں گے لیکن ساتھ نہ چھوڑیں گے یہ کہلے سب روانہ ہوئے
کہ تیرہ بخت کی نظریں فوراً اُسے اپنے دو پندہ میں سے کبڑا بھاڑ کر شکر اسلام کی طرف زمین پر پھینکا دفعۃً ایک
دیوار آہنی بن کر تیار ہو گئی جب یہ قصد کرتے ہیں لڑکین کھاتے ہیں گنبد سے بچے گرتے ہیں اور در سے
وہ دیوار نظر نہیں آتی ہر قریب سے جاتا فیر ملن ہر گرا میرا اور عمر و بن حمزہ بخولی جنگ کر رہے ہیں یہاں تک
کہ سب گروہ ساحرون کا پسپا ہوا اور خواجہ نے دیکھا کہ امیرا ہوئے کہ دفعۃً دوڑ کر امیر نے آخر سب کو
عقرب سلیمانی مارا کہ کام اُسکا تمام ہوا اور عمر و کو بچھڑا لیا اور عمر و نے چھوٹے ہی غلیم جیساری اور علی
دیکھا امیر نے مظلم اور تیرہ بخت یہ دونوں ایک تخت چڑھے ہوئے ہیں یہ دیکھتے ہی امیرا اور عمر و روانہ ہوئے عمر و
بن حمزہ طرف ہمارے جادو کے روانہ ہوا ہمارے جادو نے آواز دی کہ اے عقل تو میری طرف آیا ہے یہاں
مار پڑے گی بہن اچھی در دمان تھا کہ عمر و بن حمزہ نے ایک ایسی تلوار ماری کہ کام اس ناہنکار کا تمام کیا
قرقشہ طعون نے جو دیکھا تو بیکل عمر و بن حمزہ کے گلے سے اتار لی خواجہ نے جو دیکھا تاب نہ آئی غلیم اُتار کے
جھپٹ کر ایک خنجر مارا کہ گردن فلم ہو گئی عمر و نے بیکل سے عمر و بن حمزہ کے گلے میں ڈال دی اور جلد
غلیم اُتر رہی تیرہ بخت نے جو دیکھا سو کرنے لگی ظفران ز اہد کو خبر ہوئی ظفران نے سات لکڑے کا غڈ کے
کے اور اسم چڑھ کر ہوا پر اڑائے کہ وہ سب برقی بن کے شکر کفار پر گرنے لگے صد ہا سو مل گئے عین گری
جنگ میں ہاں امیرا اور مظلم کا ہوا مظلم کے سانسے غوڑے سے کانٹے نکلے ہوئے آئے پھر طرح کے وہ کھلے
زمین پر پھینکے ساتھ ہی پھینکے کے تیرون کا سنہ برابر پڑنے لگا مگر کچھ امیر پر اثر نہوا بلکہ وہ تیر مظلم پر پڑنے لگے
اور امیر نے ایک ہاتھ عقرب سلیمانی کا ایسا مارا کہ دو لکڑے ہو گئے تیرہ بخت نے جو دیکھا غرہ آہ کا مارا اور دیکھا
اُسے وہ خستر سج کا کالا اور وہ خستر خنجر حمزہ کرنے لگا اور زنگ جو گلے میں تھا آواز اسکی پھیلی اور ان سب مقدسوں
کے کان تک گئی یہ سب گونے اور ہرے ہو گئے اور ادھر وہ برقی موقوف ہو گئی اور شوق تیرہ بخت
کو امیر نے جا کر گھیرا اور بیکار سے اوٹکاتا میں کب جانے دیتا ہوں اور کب تمے مینا چھوڑتا ہوں اور یہ بخت
پر بھیجی ہوئی تھی کہ ایک بار برابر سے عمر و بن حمزہ تلوار بن مارتا ہوا آتا تھا اُس نے تیرہ بخت
کو دیکھا ہنس جھپٹ کر عمر و بن حمزہ نے ایک تلوار سے ماری ایک بار غیرہ بخت کو وہ کے زمین پر اور

بصورت عقاب نیلے چاما کہ اڑ جائے کہیں خواجہ سلامت بھی برابر اس کے حکیم عباسی اور میر ہوئے آتے تھے انھوں نے دیکھا کہ یہ
 عقاب نیلے بھاگتا جا رہا ہے ایک بار چال دیا سی کوڑھال کے اُس لگانے پر بار اور چال میں جھینگر اسکو زمیل میں ڈالا اور کہا
 داد صاحب اسے چھیڑتے رکھنا اور چر جلدی سے حکیم اور چھلی اور پیر سے کہا کہ میں خیرہ بخت کو گرفتار کیا ہے میر کو سننی
 ہوئی ساحر و ن کو قتل کرنے لگے بعد پیر میر کے تمام ساحر و ن ہو گئے انھوں نے کہا امان امیر نے کہا امان با ایمان غرض سب
 کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوئے امیر نے کہا اے ظفر ان زائد یہ سب ایمان لاتے ہیں کیا مرضی ہے ظفر ان زائد نے وہ بقیہ
 آلت دیا اور قتل موقوف ہو گیا تمام ساحر و ن باز رہے خواجہ نے تمام مال و جان کا خوب لوٹا ہر چار طرف شاد
 فتح کیے تھے لگے اور حکم جنس ہوا بعد اس کے امیر نے کہا خواجہ ذرا تیرہ بخت کو تو نکالو عمرو نے کہا حمزہ میں زمانہ نکالو
 امیر نے کہا خواجہ مع جانی نکالو عرض کیا اسکا غنائفہ نہیں عمرو پکارا داد صاحب یہ کچلے ساتھی نکلنے کے عمرو نے
 دیکھا کہ یہ تو کچھ سحر کیا جا رہی ہے فوراً سنسے گلہ دبا کر زبان کھینچ کے سو جا اور امیر نے فرمایا خواجہ جلد سرا کا قلم
 کر دو عمرو نے بچہ دھم کے سرا کا قلم کیا اور تمام ساحر و ن کے سر پر پرچہ دیا بعد اس کے امیر نے عمرو بن
 حمزہ سے کہا تم ظلمات کو جاؤ اور خورشید لقا اور زہرہ لقا اور حور لقا اور ماہ لقا کو لے آؤ عمرو بن حمزہ یونانی
 ہمارے کی کور و نہ ہوئے اور امیر یہاں جنس میں بیٹھے سو وقت عمرو بن حمزہ پر دہ تار کی سے سب کو اپنے ہمراہ لیکر
 امیر کی خدمت میں آیا اور امیر بعد چند روز کے کوچ کو کے گنبد ریاضت کا دین آئے عمرو نے عرض کیا اے
 حمزہ تو گنبد ریاضت گاہ میں جا کر چلے کشی کر امیر نے ملکہ رضیہ سلطان کو ایک مکان حکم میں چھوڑ کے اور آپ
 درخت کے پیل توڑ کے روانہ ہوئے اور اُن چلون میں یہ وصف ہے کہ اُنکے کھانے سے بول اور غائظ نہیں ہوتا
 گنبد ریاضت گاہ میں پہنچ کر بیٹھے بعد سات روز کے انھوں دن امیر کو غنڈہ آ کی ہر عالم خلعت میں دیکھا
 کہ سامنے سے دو آدمی چلے آتے ہیں ایک کو تو امیر نے پہچانا کہ حکیم اشراق ہے اور دوسرے کا حال یہ معلوم ہوا
 جب وہ قریب آئے پکارے سلام علیک امیر نے جواب سلام کا دیا علیکم السلام یا شاہزادہ آفاق حکیم اشراق
 آئے بیٹھے یہ دونوں مقدس آ کے بیٹھے امیر نے کہا آپ کا آنا کیونکر ہوا حکیم اشراق روشن ضمیر نے کہا اے شہر یار
 تمھارے پاس ہم ہوا سٹے آئے ہیں کہ اب یہ لوح اور یہ پیکل بیکار ہے اور اس مقدس کو تمھارے پاس لایا ہوں کہ
 اب جو کچھ یہ کہیں اُس پر عمل کر دو امیر نے کہا کہ یہ مقدس کون ہیں اسوقت حکیم اشراق نے کہا کہ یہ لوگ قوم جین
 اور اُنکے جسم لطیف ہیں اور یہ مانند ہوا کے خواص رکھتے ہیں یہ جسکے امیر نے کہا اؤ صاحب بیٹھو اسوقت حکیم اشراق
 بھی بیٹھے اور کہا یہ ظفر ان زائد ہیں زمین تن ہیں اور نام انکا ظفر جان خبی ہے اسوقت ظفر جان زائد نے
 کہا کہ اے شہر یار میں تمکو ایک خط دیتا ہوں تم اسکو دیکھ لیا جو امین لکھا ہو اُس پر عمل کرنا یہ جسکے امیر نے کہا بہت خوب
 ظفر جان خبی نے ایک مکتوب نکال کے دیا امیر نے اسے لیا اور سب پسند کیا پھر ظفر ان زائد نے کہا اے
 شہر یار تم اس اسم کو الگ چھپا کے پڑھنا اگر کوئی تم کو قریب سے تو تم جانتا کہ یہ شیطان کا کام ہے ایسا سو کوئی
 اور سچ پڑ جائے اگر کسی طرف سے کوئی ضد آئے تو تم پھر جانتا کہ یہ کائنات شیطان ہے اور جب تم اس اسم سے
 فراغت کر چکے اسوقت ایک ٹھوڑا آئے گا تم اس ٹھوڑے سے کہنا اے صبار قتار تم مجھکو اس پردہ تاریکی
 میں مرا ت انقلاص کو لے چلو سو اسے کہ طلسم مرا ت انقلاص اور طلسم آفتاب اور کتاب کا فتح کرنا
 محلہ درجیات سے یہ وہ ٹھوڑا تم کو سونپ کر کے لے جائے گا بعد اس کے امیر کی آنکھ کھل گئی اس گنبد ریاضت گاہ
 سے باہر آئے عمرو نے کہا اے شہر یار بہت جلد تمھارے مطلب حاصل ہوا اور درویشی فراموش کر کے کہا کہ اے شہر یار اب

میر وقت بھی آخری ہر تمام عمر میں ایک تقصیر مجھ سے سرزد ہوئی ہو اسی اعمالِ شنیعہ میں گرفتار ہوں اور ایک میری
 عرض ہے کہ مجھے فاتحہ خیر سے فراموش نہ کیجئے گا۔ کیلئے ملک عدم کو راہی ہو گیا پس امیر کو بڑا ناسف ہوا اور سب مقدسوں
 سے اپنا تہ سے انکی خیمہ اور کیفین کی اور اس کتاب کو کھولا اٹھیں لکھا تھا کہ اسب رضیہ سلطان کو یہاں رکھا
 مناسب نہیں ہے چاہے وہ پردہ قات میں رہے چاہے پردہ تاریک میں اسوقت امیر نے رضیہ سلطان سے
 کہا کہ تم پردہ قات میں جاؤ یہاں رہنا مناسب نہیں ہے میں طلسم کشائی کو جاؤنگا رضیہ چکی ہو رہی ساتھ دلیوں
 نے کہا کہ اس طلسم کشا رضیہ نے بیغزنی قبول کی تو اسو اسے نہیں قبول کی کہ آپ تنہا چھوڑ جاتے امیر نے کہا کہ میں
 بعد طلسم کشائی کے بلواؤنگا رضیہ نے کہا کہ میں عرات القلار میں رہوں امیر نے کہا اب تمہارا دمان گذار ا
 نہیں ہے دمان محل اور دن کا ہر اگر تم کو میرا غنا نہیں ہے تو پہلے کسی پر زاد کو بھیجے دیکھو اور رضیہ نے ایک
 پر زاد کو ابر پر سوار کر کے روانہ کیا اس پر زاد نے جانے جو دیکھا تو کہیں نشان قطعہ کا نہیں ہے اور زاد از زیب پیدا
 ہوئی کہ خبردار کہہ دیا اس مقدس سے کہ اگر کوئی پر زاد تیرا یہاں آیا تو ہم زندہ نہ چھوڑیں گے وہ پری زاد دمان سے
 بھاگی اور اس کے رضیہ سے تمام احوال بیان کیا امیر نے کہا اس ملک کیا میں جھوٹ کہتا تھا بعد اسکے امیر نے ملک کو روانہ
 کیا خورشید نقا اور حور نقا اور ماہ نقا اور زہرہ نقا اور سلطان ہر خوش کو مع سب مقدسوں کے امیر
 نے بسین رکھا اسوقت عمر و بن حمزہ اور جوگان بن حمزہ اور فرغز عا و مغولی اور بہرام و جمہور ان سب نے
 عرض کیا کہ اس شہر یار عالی تبار آج تک ہم آپ کے قدموں سے الگ نہیں ہوتے امید دار ہیں کہ ہمیں ہمراہ
 لے چلے خصوص عمر و بن حمزہ کہا امیر نے کہا کہ بے علم میں کوئی کام نہ کرونگا اور سب کو چھوڑ کر آپ تنہا روانہ ہوئے
 اور اسی قطعہ کوہ پر جا کر کسم پڑھنا شروع کیا دیکھا تمام ہاڑ سرسبز ہے اور ایک تالاب امیر تھا اور اس کے چوکٹے
 کے اندر معلوم ہوتا تھا کہ آئینہ چڑھا ہے اور امیر اٹھیں دھوکے کے اسم پڑھنے لگے ایک چار گھڑی گذری تھی کہ ایک
 جناب پالی پر معلوم ہوا اور وہ پڑھنے لگا پڑھتے پڑھتے مانند گنبد کے ہو گیا امیر نے دیکھا کہ اس جناب میں ایک
 مقدس تخت تھا اور اس کے پہلوؤں میں دو خورن شیشی ہوئی ہیں اور ایک حوت ایک تین صاحب جمال مٹی ہوئی اور
 شراب اور کباب اس کے سامنے رکھا ہوا ہے کہ ایک بار اس ضعیف نے امیر سے کہا کہ اس جوان نے تو بھی پی امیر نے
 اٹھ لی حوت سے شیشی پیر لیا اس بندے نے ان خورنوں سے کہا کہ تم اس جوان سے کہو وہ خورنیں امیر کے سامنے
 آئیں اور امیر کے بشرے کو دیکھئے مجب مجب حرکتیں کرنے لگیں کبھی تو اوپر کے بدن سے برہنہ ہو جاتی ہیں اور کبھی
 پیٹ اپنا دکھاتی ہیں امیر اپنے دل میں کہتے ہیں کہ لاجول ولاقوۃ الا بالہ اور دوسرے کوٹھے پر جا بیٹھتے ہیں
 دمان بھی یہی صورت دیکھنے میں آئی پس امیر چار حوت پھر کے نہ لوگ بھی ہمراہ ہوئے کہ اس بندے نے
 ایک ادکی کو سامنے بیجا اُسے بھی شیشی حرکتیں کیں کہ جسکا بیان نہیں امیر لاجول پڑھتے رہے کہ دفعہ اس
 بندے نے تالاب میں ہاتھ ڈال کے ایک جوان کو کھلا لا اور چاہا کہ ذبح کرے امیر جو دیکھتے ہیں تو بدیع الزمان
 ہے اور بدیع الزمان نے کہا کہ اس امیر میں آپ کی قدیموسی کو آیا تھا یہ مجھے قتل کرنا ہے امیر بیتاب ہو گئے
 اور چاہا کہ خیرائیں پھر یہ خیال آیا کہ یہ کارخانہ شیطان ہے مخاف نہ ہوئے اسوقت بندے نے اپنا منہ مٹایا
 اور کہا کہ قوتے تو ہمارے قتل پر کمر باندھی ہے ہم پھر سمجھ لیں گے کیلئے وہ مع جناب کے غائب ہو گیا امیر نے
 وہ اسم موافق تعداد معینہ کے پڑھا کہ ستارہ صبح کا چمکا پس امیر نماز صبح سے فراغت کر کے اب سیر اس
 پہاڑ کی کرنے لگے کہ بتے میں خورشید خاوری چرخ نیلگون پر نمایاں ہوا اور روشنی ہوئی کہ دفعہ اس

بیابان میں ایک گروہ سرخ رنگ اٹھی کہ جیسے کوئی گلابی اڑتا ہو کہ ایک بار اس گروہ میں سے ایک گھوڑا برابر قیل کر دو دن
 کے پیدا ہوا پیش دینے اس گھوڑے کا بہت خوش اسلوب کہ جو کوئی دیکھے جی چاہے کہ جان بچ کے اسے مول لے لیجے
 بچہ دل میں پس پیش نیکیجے اور وہ گھوڑا امیر کے سامنے آکر کھڑا ہوا امیر نے کہا اسے صبار قنار گجے میرے واسطے
 کیا قلعہ ہو تو محلو پر وہ تاریکی کی راہ سے مراۃ القلار کی طرف بھل بھلے ہوئے وہ گھوڑا امیر کے پاس آکر کھڑا ہوا
 اور امیر ایک بار رکاب میں پاؤں دے کر اس گھوڑے پر سوار ہوا اور وہ صبار قنار اس پر وہ تاریکی کی راہ سے
 مراۃ القلار کو لے چلا اور دور جا کر ایک ٹکڑے پر چڑھ گیا اور اس ٹکڑے پر جا کر کھڑا ہوا امیر کبھی سے اُترے
 اور وہ گھوڑا امیر کے اُترنے ہی ایک طرف کو چلا گیا اب جو میرے اُترنے کے دیکھا وہ ٹکڑا سنگ سبز کا ہو مانڈ زفر کے
 چمکتا ہو اور اس میں ایک خوش نہایت پانی سے ملا ہو اور جو درخت لگے ہیں وہ باطل سنیلے اور دھیلے ہیں اور اُن پر ایک
 نہایت دھبہ پہاڑی اور اس پہاڑ کے گرد ایک دریا ہے فحیم ہے اس کے سامنے مراۃ القلار معلوم ہوتا ہے اور
 تمام اُس سے چھپا ہوا ہے امیر نے دف کو کیا اور ہسم ترختے لگے ایک چار گھڑی نہ گزری تھی کہ اُس سے سے نمودار
 ہوا اور اس میں سے ایک تخت اُترا امیر نے دیکھا کہ ایک پری ڈور ڈور گوشہ تخت پر سے اُتری اور آکر امیر سے
 کہا کہ ملکہ شمشاد نے میرے پاس کہا بھیجا کہ طلسم کشا اس قلعہ میں آیا ہے اور لوہے شراب ملکہ نے تمہارے
 واسطے بھیجی ہے امیر نے کہا ہمارا مرتبہ یہ نہیں ہے کہ ہم تمہارے ہاتھ سے لے کر نہیں لے کر امیر نے نام ملکہ کا جوشتا تو
 بہت خوشی حاصل ہوئی تھی مگر نظر ان جنی کے کہ دینے سے چپ ہو رہے تھے اُسے کہا کیوں صاحب ہمارا مرتبہ
 ایسا ہے کہ آپ کو شراب لینے میں تامل ہو امیر نے کہا تم جاکے ملکہ بازغہ ہزار کو مسجد و جہنم امیر نے ملکہ بازغہ کا نام
 لیا اُسے اپنا شہریت لیا اور کہا امیر طلسم کشا تو نے غضب کیا کہ بے وقوف نام لیا جو کوئی نام ملکہ کا لیتا ہے پہلے گلاب سے
 لاکھ کلیان کر لیتا ہے بعد اُس کے جاری ہو کوئی ہے کہ اس کو خراب کہ ایک بار ایک یلود اڑمشا و ماتھ میں بے ہوش
 بغیظ و غضب سامنے سے آیا اس پر ہی زاد نے کہا مارے اسے بڑا قصور کیا ہے ایک بار اس دیو نے دار
 شمشاد و آتما کے ایک ہی دار امیر پر کیا امیر نے وہ دار شمشاد و آتما دیکھ کے رولی اور رور کے کود کے اُس
 دیو کی داہنی طرف کو جا رہے اور اس دیو نے دار شمشاد و آتما کو مار دی تھی دار اسکا خالی زمین پر گیا اور ایک بار
 امیر نے پھر برابر آ کے غریب سلیمانی ٹھیکٹ کر ایک ہاتھ اس دیو کی کمر پر مارا کہ دو گڑے ہو گیا اور تڑپ کے
 اس پالی میں جا رہا وہ پری زاد یہ دیکھتے ہی اپنے تخت پر بیٹھ کے چلی گئی بعد ایک دو گھڑی کے ایک پری زاد
 پھر اُسی طرح سے آئی جس طرح سے یہ آئی تھی مگر یہ اُس سے بھی زیادہ حسین ہے اور بچے میں بھی اُس سے زیادہ
 ہے امیر کے پاس آئی اور اُس نے بھی امیر سے کہا کہ صاحب تمہارے واسطے ملکہ آفاق نے شراب
 کتاب بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ تم ہمارے جہان ہو یہ شراب پو اب امیر اس دیو کے مارنے اور اس پری زاد
 کے جانے سے اور زیادہ حیران ہوئے امیر نے اُس پری زاد سے بھی کہا کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ جو میں تمہارے
 ماتھ سے شراب اور کتاب لگاؤں چون اس پری زاد نے پشنگر کہا کہ ہم میں ایسے کیا کرتے ہیں امیر نے
 کہا البتہ تمہارے ہیں یہ پشنگر وہ کہنے لگی اسے مرد سے تو دل ملی کیا کرتا ہے شراب پی لے پشنگر امیر نے کہا میں
 نہیں پیئے گا اور تم جا کر بازغہ ہزار کو بھیج دو اور ملکہ شمشاد جہان افرو مال میرا ہے پشنگر اُس پری زاد
 نے اپنا شہر مٹا دیا اور کہا اسے بغیر دشمن کے اسکا کوئی نام نہیں لیتا اور جب کیوڑے اور گلاب سے کلیان
 کرتا ہے تو اس وقت اسکا نام لیتا ہے اسے غضب کیا تو نے اسکا نام بے وقوف لیا پس یہ ککر اُس پری زاد

نے کہا اے کوئی ہے کہ اسکو سزا سے معقول دے کہ ایک دیو پیدا ہوا جس نے دیشمشاد امیر پر ماری اور امیر نے اسکو بھی
 رد کیا اور اُنکو ایک تلوار اسکی کمر پر ماری کہ کمر دو ٹکڑے ہوئی اور یہ دیو بھی گرا اور وہ پری زاد اسی طرح سے تخت پر بیٹھ کے
 چلی گئی پس کہاں تک بیان کیجیے کہ اسی طرح پانچ پری زادین پیدا ہوئیں اور امیر نے اسی طرح پانچ دیو مارے کہ وہ اس
 اُن پری زادوں کے آگے اور حقیقت چھٹی پری زاد کی اُس نے بھی اسی طرح کی باتیں امیر سے کہیں اور اُس نے بھی اسی
 طرح سے ایک دیو کو سزا سے امیر کے کیا اور امیر نے اسکو بھی مار ڈالا اور یہ پری زاد کشش و پنج کرتی ہوئی گئی الفیضہ
 جب امیر حجہ دیووں کو مار چکے اور اب کمرے ہوئے ہیں کہ ایک بار ایک طرف آسمان پر سے آواز نوبت اور تقاریر
 کی پیدا ہوئی اور گانے بجانے کی صدا آنے لگی اور ایک برسہا سال سے نمایاں ہوا دیکھا امیر نے کہ قریب
 ہزار بارہ سو بان اور شان پر ہرے آنکھ کھلے ہوئے قریب بارہ یا چودہ ہزار پری زادوں کے اپنے اپنے تختوں پر
 سوار اونچ میں سب تختوں کے ایک تخت ہے کہ اسپر ملکہ بازغہ ہر از سوار ہے اور یہ بڑی غرت دار اور ایک وزیرِ ادوی
 ششہ ماہ از دلی ہے ایہ باوقیر کے پاس آئی اور امیر نے جو اسکو دیکھا پس دیکھتے ہی امیر خوش کر گئے اور کہا
 سبحان اللہ کیا صورت اور حسن و جمال اسکا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صانع قدرت نے صفہ قدرت پر اپنے یہ قدرت
 سے اسکی صورت بنائی ہے اور مرد ماہ کو مل کر کے اسکا اختیار کیا ہے نور کے ساپنے میں اسکو بنا یا ہے اُس نے امیر سے
 کہا کیوں صاحب مجھے کہوں یا دیکھا ہے کہ بازغہ کو بھیج دو لو صاحب میں حاضر ہوں یہ سنکر امیر نے کہا آؤ صاحب
 پس بازغہ نے کہا اگر کیا کر دلی وہ جو ملکہ نے تمہارے واسطے بھیجا ہے وہ لے لو مگر اس واقعہ کے ساتھ کلام کے
 کہ امیر خوش ہو گئے اور بازغہ نے وہ خراب اور کباب امیر کے روبرو رکھے امیر نے بازغہ سے کہا میں تیرے ہاتھ
 سے نہیں لوں گا تیرا یہ مرتبہ نہیں کہ میں تیرے ہاتھ سے لون پسنکر بازغہ نے کہا لو اور سنو تم مجھے اپنے دل میں
 سمجھے کیا ہو اور تم یہ جانتے ہو کہ میں طلسم کشا ہوں اور امیر صاحب اگر تم طلسم کشا ہو تو اپنے واسطے ہو اور
 یہ جو مرتبہ تمہارے واسطے ہے تو کیا ہے یہ سنکر امیر نے کہا بازغہ میں تیرے ہاتھ سے شراب نہیں لینے کا
 بازغہ نے کہا ہاں صاحب کچھ مجھ میں کیرے پیرے ہیں یا اور کچھ بڑائی ہے فرض جو جو یکتی تھی امیر اسکو جھڑک
 جھڑک کر جواب دیتے تھے کہ ایک بار بازغہ نے کہا کہ اس مرد سے کی باتیں دیکھو کہ آدم زاد ہو کے ہم سے اتنی
 ددن کی لبتا ہوا اپنے نزدیک ہماری کوئی حقیقت نہیں جانتا ہے اور امیر سے کہا کہ جلومیان اپنے عقل کے
 تاخن لو آتا بھی آدمی ہے شعور نہو یہ کہہ کر کہا لو اب تو شراب پی لو اور ایک جام شراب کا بھر کے ہاتھ بڑھا کے
 امیر کے ہاتھ میں دے لگی پس حقیقت امیر نے اُسکے نیچے اور کھالی کو شل نیچے خورشید درخشان اور سا عطر
 کے دیکھا امیر کی آنکھوں کے آگے ایک برق سی چمک گئی اور حالت بے قرار سی طاری ہوئی امیر نے کہا
 سبحان اللہ کیا حسن و جمال ہے مگر امیر نے اسکا کیا اور دل میں سمجھے کہ خدا جانے اسکا انجام کیا ہو پس یہ
 سمجھ کر اُس سے جام لے کے نہ پیا اور بازغہ سے کہا کہ میرا مرتبہ یہ نہیں ہے کہ میں تیرے ہاتھ سے بیون خسرو
 بازغہ نے پسنکر وہ جام آخر ہے فردا ہو کر رکھ لیا امیر نے کہا کہ یہ بد مزہ ہوئی اور نہایت ہی سے یہ میرا کہنا
 ناگوار ہوا اسوقت امیر نے بازغہ ہر از سے کہا شعروش کے روکہ طلبگار است نہ نازبران کن کہ خیار
 است نہ پسننا تھا کہ بازغہ نے کہا سبحان اللہ تم بھی اس قابل ہوئے کہ جو تم پر کوئی ناز کرے گا اسے صاحب
 اپنا شہر تہواؤ یہ سنکر امیر نے کہا تم کو کوئی مگر میں تمہارے ہاتھ سے یہ شراب نہیں پینے کا پس بازغہ نے کہا اگر
 صاحب تم کو دیتا ہوں ہے اور جب دیکھا امیر نے کہ بہت چین بہ چین ہوئی اسوقت امیر نے کہا وہ صاحب لاؤ

تھاری خاطر ہی لٹکایا زخم سے کہا نہیں صاحب میں نہیں دیکھی امیر نے کہا نہیں بارے سر کی قسم لاؤ دو میں بی لون گا
 اسوقت ملکہ بازغہ صہرا فرانے ایک جام شراب بھر کے امیر کو دیا پس امیر نے وہ جام لے لیا اور بی کر بازغہ سے کہا تم بھی پیو
 ایک جام آنے ہی یا غرض جب دو دو جام بیٹے تو داغ امیر کا گرم ہوا اسوقت دل میں یہ کہا اسی امیر چہ بولی ہو سہ
 کسو اسے کہ ایسا کئے مکان میں ایسی نازنین خوبصورت پاس ہو اور تو بخت نہو پھر کئے ملکہ کہ شاید یہ اسی دان کرتی ہو
 اور یہ خیال کر کے اس مکتوب کو کھولا اور دیکھا اسی میں لکھا تھا کہ اسی امیر کا تم نے ہاتھ لگائے کا ارادہ کیا تو یہ کب ہوا تھی پھر
 خبردار خبردار ہرگز ہرگز یہ ارادہ نہ کرنا پس امیر یہ دیکھ کر چپ ہو رہا بازغہ نے دیکھا کہ امیر کیچے بیٹے میں یہ دیکھ بازغہ
 اگر امیر کے پاس بیٹھ گئی اور اختلاط کرنے لگی امیر نے یہ دیکھ کر کہا پس الگ ہو بیٹھو تم سے یہ تو بچے تھارے اپنے امین
 معلوم ہونے ہیں اور یہ کہتے ہی بازغہ نے امیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کبھی ران پر ہاتھ رکھتی ہو غرض ان رکتوں
 سے امیر کی یہ حالت ہو کہ غور و بلا سے اور حقیقت آدمی رات کے قریب آئی اسوقت ماہ نصف آسمان پر جلوہ گر ہوا
 چودھویں رات کا چاند اور سانسے وہ دیا اور گر کسبزو اور وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہو اسوقت بازغہ صہرا فرانے کہا اسے
 کوئی یہاں آئے کہ ایک بار ایک پر سی زادت پر سوار آئی اور ہر کشتیان خلیج دان اور پاندان سانسے بازغہ کے
 رکھ دیا اور آپ چلی گئی اور اس کیفیت اور زمانہ اور اسے بازغہ نے آنکھ اور کر کے کہا کہ امیر کو وہ گردش آنکھ کی نہایت
 معلوم ہوئی بیانتہ بیشتر چٹھا شرمست خود گردان سوسے گردن واکن چشم جادو ای بری بر عالم بالا کن +
 اور بازغہ نے وہ گناہ پتہنا شروع کیا اور وہ پتہ سرے آنا رکے رکھوا دیا اب جو نگاہ امیر کی اس کے سینہ پر پڑی پس
 امیر کو یہ معلوم ہوا کہ تخت طلائی پر بیٹھے دو سرکش حسن سرکشی کر رہے ہیں یا دو شاہ ملک حسن بادشاہی کر رہے ہیں
 غرض اسکا سراپا دیکھ کے امیر کا ادھی حال ہوا اور بازغہ نے پھر تھپاڑ شروع کی امیر نے کہا پس اپنے فریضہ
 سے تم بھی رہو اور مجھے یہ خوش فعلیان آپ کی بھلی نہیں معلوم ہوتی ہیں غرض امیر نے کہا کہ بازغہ میرے جی
 میں کیا اور ہو اور ظاہر میں بھلا کچھ اور معلوم ہوتا ہے اگر تو ایک طور پر ہوتی تو البتہ میں اسکا زہ کرنا یعنی جو ظاہر میں
 ہوئی ہی باطن میں بھی ہوتی اور بازغہ اپنے دل میں کہتی ہو کہ یہ بڑا سیانا ہے آخر کو اسی طرح سے تمام رات
 گذر گئی اور صبح کا تارا آسمان پر بلند ہوا اسوقت بازغہ نے وہ سب مار پھینک دیے اور
 کہا اسی آدم زاد تو نے مجھے سو کیا اور کچھ مجھے حاصل نہو ساری پر سی زادین میرے ساتھ کی کینٹی کہ تو مردے
 کے ساتھ ساری رات رہی اور کیا کیا اور مجھے یہاں اب تک کچھ حاصل نہ ہوا مجھے معلوم ہوا کہ تم اندر رات کے
 بیل ہو صرف دیکھنے کے ہو کھانے کے نہیں ہو امیر نے کہا میرا دل ہی ملکہ شغفہ جہاں از ذر تم ایسوں کو کب
 پہچنتا ہوں پس جو نہیں امیر نے ملکہ شغفہ جہاں از ذر کا نام دیا ساتھ ہی نام لینے کے بازغہ بولی کہ ارے چپ
 تیری یہ بھلی ہے کہ تو ملکہ کا نام ہے وضو کے لیتا ہے اور بکا رہی کہ ارے کوئی ہے جو اسکو سزا دے اتنا کہنا تھا کہ
 ایک بار رات دیو پیدا ہوئے کسی کے ہاتھ میں وارث شفا کسی کے ہاتھ میں رسول اور کھانا بس انھوں نے
 اگر امیر پر دار کیا امیر غالی دے کے پٹ پڑے امیر نے جبکہ عقب سلیمانی مارا دوڑ کرے کہا ایک طرفہ العین
 میں ساتون دیو فل کو مارا بازغہ نے دیکھا کہ ساتون دیو مارے گئے اسوقت یہ دوڑ کر امیر کے قدموں پر گر پڑی
 کہا کہ امیر میں نے جانا کہ تم غلام کشتا برحق ہو اور ہمارے یہاں یہ لکھا تھا کہ جو غلام کشتا ہو گا وہ ان دیووں کو
 مارے گا اور جنس کر کہنے لگی کہ جہاں آپ فرمائیے وہاں چلوں یہ سنکر امیر نے اس مکتوب کو دیکھا اسی میں لکھا تھا
 کہ اب بازغہ سچ کہتی ہے اسوقت امیر نے کہا اسی بازغہ پہلے تو مجھے حراۃ الفلح میں سے جلوہ بردان سے

شہر نیلی حصار کو چلوں گا یہ سنکر بازغہ لے گیا بہت اچھا پس بازغہ نے ایک آواز دی ساتھ ہی آواز دینے کے
ایک تخت پیدا ہوا اور اس تخت پر بازغہ نے امیر کو بٹھایا اور آپ بھی بیٹھی دونوں اس تخت پر سوار ہو گئے
لیکن اب جو یہ بیٹھی ہو تو امیر سے الگ بیٹھی ہو اور سچ میں ایک نگہ رکھا ہی پھر بازغہ نے تخت کو حکم دیا وہ تخت
دہان سے اڑ کر چلا اور جتنی اسکی ساتھ بری زادین تھیں سب اس بانی کے اندر غوطہ مار کے غائب ہو گئے اور یہ
تخت جب اس آبر کے برابر پہونچا اسوقت وہ ابرشوق ہوا اور وہ تخت مراۃ القلعہ کے اندر داخل ہو گیا اور تخت
دروازے پر رکھا گیا پس ملکہ بازغہ نے کہا یا امیر اب تم جا کر سیر کرو کسو اسلے کہ تم نے اس دن اچھی طرح
سے نہیں دیکھا تھا اور میں یہیں ہوں جب تم آؤ گے تو مجھے یہیں پاؤ گے یہ سنکر امیر نے اور دہان سے سیر کو لے
آئے جو جا کر دیکھا تو بطور عافیتوں کے ساتھ ہزار بری زادین ہیں کہ ہر ایک در در گوش حرم پوش ہے اور ایک درخت
کے نیچے بیٹھی ہوئی ہیں اور ناجتنی ہیں اور گانی ہیں اور سات بری زادین غرت دار ہیں اور ہر مقام پر فرش ملوکانہ
بچھا ہوا ہے اپنی اپنی سبند درن پر بیٹھی ہوئی ہیں اور یہ طائفے اُنکے ساتھ ہیں پس امیر انکے پاس جا کر بیٹھ گئے اور
انکے اختلاط کی باتیں کرنے لگے اُن ساتوں نے امیر سے کہا کہ تم ہم سے کلبے کو لو لے آؤ اور کلبے کو ہم پر نظر لطف
کر دے اسوقت امیر نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ بوقت طلسم کشائی ہم سب سے بھر لینگے یہ کہنے دہان سے اُٹھے اور
سیر کر کے بازغہ کے پاس آئے اور کہا کہ اب بازغہ اب تو بکھر رہا ہے برے چل بازغہ نے کہا آپ جانیے آپ کا
کوئی غلام نہ ہوگا پس امیر فخر رفعت پر گئے اور جو مکان ملکہ رضیہ سلطان کا ہے اور جہان ملکہ رضیہ سلطان تخت پر
جلوہ کر رہی ہے امیر نے اس تخت کو دیکھا اب دیدہ ہوئے اور ملکہ رضیہ سلطان کو بت یاد کیا تمام اُس آئینہ خانہ میں اُس
ماہ تابان کو دیکھا لیکن کہیں اُسے نہ پایا اسی طرح سے با چشم پر اب پھر بازغہ کے پاس آئے اور کہا بازغہ تو مجھے شہر
نیلی حصار میں لے چل بازغہ نے کہا بہت اچھا ہے ابھی ملے گا امیر نے کہا مان بھی چلوں گا غرض یہ سارا حال امیر کو اس مکتوب
سے معلوم ہو جاتا تھا اور امیر جو بات کرنے لگے بکلم مکتوب کرتے تھے پس بازغہ نے امیر کو ایک کشتی پر بٹھایا اور آپ بھی اس
کشتی پر بیٹھی اور وہ کشتی دریا میں روانہ ہوئی جب سچ دریا میں پہونچی چکر کھانے لگی اور پھر کھا کر دریا میں ڈوب گئی امیر کو
آنکھیں بند ہو گئیں بعد ایک لمحہ کے آنکھیں کھولیں امیر نے دیکھا تو ایک شہر عالی شان ہے مگر بازغہ نہیں ہے اسوقت امیر کو
حیرت ہوئی اور افسوس کرنے لگے امیر نے لوگوں کو دیکھا کہ شہر میں آئے جاتے ہیں اور ماضی اور گزشتہ اور کل کے سب
آئے جاتے ہیں لیکن یہ سارا شہر لاجور دکا ہے اور تمام دیواریں اور طے سب لاجور دی ہے امیر شہر کے اندر چلوے نہ پاہوے دیکھا
کہ شہر بہت آباد ہے اور دکاندار اپنے اپنے منہ سے بیٹھے ہوئے ہیں مگر کوئی کسی کے ساتھ بات نہیں کرتا ہے اور ہر ایک اپنے
کاروبار میں مشغول ہے امیر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا ماجرا ہے آخر بازغہ نے مجھ سے دی بات کی اب کس سے پوچھوں اور
کون تھلا لے گا میرے دم مکتوب دیکھا آئین لکھا تھا کہ یا امیر جس طور سے تمہارا قابو چلے اپنے سین بازغہ تک
پہونچا پس امیر نے اس مکتوب کو پڑھ کر رکھ دیا اور آپ سیر کرنے لگے اور ہر جگہ اس شہر میں پھرنے لگے پھر نے برابر
ایک سوداگر کے آئے دیکھا کہ وہ سوداگر دروازے پر اپنی کرسی پر بٹھا ہے اور ایک کرسی الگ بھی ہے اور زمین چار غلام
جتنی سامنے ماحول باندرے کھڑے ہیں امیر نے اس سوداگر کو دیکھا کہ اپنے دل میں کہا یہ جو ان فرد آدمی معلوم ہوتا ہے اب
اس سے پوچھے یہ خیال کر کے اس خالی کرسی پر جا کے بیٹھے مگر کوئی امیر سے بولتا نہیں لیکن اس سوداگر نے تیز نگاہ سے
امیر کو دیکھا اس کے فکروں نے جی تیز نگاہ سے دیکھا اور بڑی دیر کے بعد امیر نے اس سوداگر سے پوچھا کہ نام تمہارا
کیا ہے اس نے بہت دیر کے بعد کہا کہ نام میرا عبداللہ ہے امیر نے پوچھا کہ آپ کے پدر بزرگوار کا کیا نام ہے اس سوداگر نے

شہر میر کر کہا اور آدمی مغز تو نہ کھا ایک نو بھر کے اگر کسی پریشا اور دوسرے نو اور دن کا مغز کھانا ہی اور غلام ہی اس کے
 کہنے لگے عزیز کیا موقع ہے جو تو ایک بے گھر چلا آیا اور دوسرے مغز پریشان کرتا ہے جو وقت غلاموں نے اس سے گفتگو کی ہے
 کو طیش آیا اور نہایت ناگوار ہوا اس وقت اس میر نے اس غلام کو حنا چھ مارا اگر پورا حنا چھ پڑتا تو کھڑا رہتا اگر وہ گلیاں
 اس غلام کے گلے پر پڑیں کہ چار دانت حلق میں جا رہے اور گھائی بھٹ گیا اور خون جاری ہوا سوداگر بکا اور بکے
 آدمی تو بے گناہ ہے جرم و خطا اس کو کیوں مارا اسے میر کا قصور کیا تھا معلوم ہوا کہ نو سلمان نہیں تھے جو سلمان
 ہونا تو خدا سے ڈرتا اس میر ہی سوداگر کی یہ گفتگو سن رہے ہیں کہ ایک بار ایک اور سوداگر مقدس صوبہ آیا اور اس سے
 اس نے کہا کہ اسی مرد آدمی مجھ سے پوچھو جو تمہیں پوچھتا ہو اور میرے گھر میں چلے سب تم سے کہہ دینا وہ سوداگر میر کو
 لے کر اپنے گھر آیا اور میر کو بھلا یا دلیا اس میر نے کہ مکان تو جو ہمارا ہے مگر سب خوب ہے اس سوداگر نے کہا اب پوچھو کیا
 پوچھتے ہو اس میر نے کہا میں یہ پوچھتا ہوں کہ لگے بازغہ مجھے اپنے ساتھ لانی تھی اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر کہاں
 چلی گئی جو وقت اس میر نے یہ کہا سوداگر ایک فقہ مار کر منسا اس میر اپنے دل میں تھا ہوسے اور کہنے لگے کہ یہ سوداگر
 تو کچھ اس سوداگر سے زیادہ مال لائق معلوم ہوتا ہے یہ جب منس چکا اس وقت اس میر نے کہا کہ اسی صاحب آدمی کو لائق رکھ
 کہ اگر محوٹ ہوئے تو ایسا ہوئے کہ قفل میں آئے کہاں بازغہ کہاں تم پشتر اس میر دہان سے تھا ہو کر آئے اور اب
 قریب دوپہر دن کے باقی ہے اس وقت اس میر کو بھوک لگی اس میر نے دکان پر شیرینی فروش کی آگے چار اشرفیاں
 طوائی کو دیں اور کہا کچھ ٹھہرائی ہیں دے اور اس میر نے جاتا تھا کہ طوائی اشرفیاں دیکھ کر خوش ہو گا طوائی نے کہا
 یہ میرے کام کی نہیں ہے اسے عزیز سکے رائج الوقت چاہیے یہ شکر اس میر نے روپے نکالے طوائی نے دے دیے اس میر نے
 جواہر نکال کر دیا اسے وہ بھی نہ لیا اور کہا سکے رائج الوقت لایے اس وقت اس میر خفا ہو کے دہان سے آگے پلے
 ایک نان پر اپنی دکان پر بیٹھا ہے اور اٹلی دکان پر خیر مال اور کباب پلاؤ باقر خانی کا و زبان کا و دیدہ زدہ و مفر
 شبنم بریانی وغیرہ غرض کہاں کہاں بیان کروں یہ سب کھانے تیار ہیں اس میر نے نان پر سے کہا کہ باغ اشرفیاں
 ہم سے لے اور کھانا دے اس نے بھی اشرفیوں کو دیکھ کر کہا یہ رائج الوقت نہیں ہیں سکے رائج الوقت لاؤ تو اپنے
 کھانے کو لے گا اور نہیں تو بھوک کے مارے تم ہر جاؤ گے پس اس میر کو یہ کلمہ سب ناگوار ہوا اور اسے ایک دھول ماری
 کہ وہ بھی جکر کھا کر گر پڑا شہر میں ایک فل بجا کہ ایک ظلم ایسا پیدا ہوا کہ سب کو مارے ڈالتا ہے اور وہی سوداگر اول
 جو منسا تھا اور اسے اس میر نے کہا کہ اسے عزیز تھے کچھ کام بنانا آتا ہے یا نوکری کرنا آتی ہے مجھ سے نوکری دے اگر کچھ کچھ بھی کام
 آتا ہے تو بیان روٹی میر ہوگی ورنہ ایک کڑا بھی نہ ملے گا یہ شکر اس میر نے کہ ان مجھے کوئی کام آتا ہے نہ میں نے کسی کی نوکری
 کی ہے کہ مان اگر کوئی مددگار ہو تو میں کر دینا یہ شکر سوداگر نے کہا اس کا مضائقہ نہیں ہے اسے عزیز اس شہر کے باہر
 ایک درخت ہے وہ دونوں کے اکھاڑ دے تو میں مجھے تر ترانا پلاؤ کھلاؤں یہ شکر اس میر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص
 کتنا لائق ہے اور اسے میر قدرت خدا کی آج روٹی کے واسطے درخت اکھاڑنا قبول کیا یا تم ہمیشہ ظالموں میں جا با
 کرتے ہو دہان ہر ایک ظالم میں تمہاری قدر ہوا کی اور یہ ایسا ظلم ہے کہ یہاں کوئی نہیں پوچھتا ہے یہ سب
 مجبور ہے کہ نہ آتی ہے بوجب اس بیت کے بیت آنکہ خیر ان را کند رو بہ فراخ است احتیاج است احتیاج است
 احتیاج است پس اس میر نے اس درخت کے بڑے بڑے ٹکڑے ایک جھنگے میں توڑ دیے اور وہ جب ڈنڈا رہ گیا اور ڈنڈا کا
 ایسا تھا کہ ایک بیس آدمی کی کوئی میں آئے اس پر اس میر نے ایک ڈنڈا مارا وہ درخت ایک ہل گیا دوسرا ڈنڈا
 مارا اس طرف سے بھی وہ درخت ہل گیا اسی طرح سے اس میر نے چاروں طرف سے لاکے جڑے اکثر کے پھینک دیا

اور تمام غفلت خدا تماشاً دیکھ رہی تھی کہ ایک بار قل ہوا وہ وقت اُس آدمی نے اکھار ااور خبر اس شہر میں ہوئی کہ جہان
 ایک منظور وزیر دانا ملک بازغہ کا ہوا اور ایک منظور نے سنا کہ کوئی شخص یہاں وارد ہوا ہے اُسے درخت کو
 آگھاڑا پس ایک منظور سوار ہو کر بیان آیا امیر نے ایک منظور کو دیکھا تو وہی ایک منظور ہوا اور ایک منظور
 بھی دیکھنے کے ساتھ ہی کو در امیر کے قدموں پر آگرا اسیر نے ایک منظور کو گلے سے لگایا اور کہا کہ تم بیان کہان
 یہ سنکر ایک منظور نے کہا اے طلسم کشا اب میں وزیر ملک بازغہ کا ہوں اور انکے کہنے سے میں وہاں جاتا تھا اور اب
 آپ چلے غرض امیر کو سوار کر کے ایک منظور سے چلا اور تمام سوار اور جویدار اور پیادے امیر کے ہمراہ ہیں اور
 بڑے اہتمام سے سواری امیر کی چلی اور شہر میں داخل ہوئے دیکھا امیر نے کہ وہ طواری دکان پر بیٹھا ہے اور اُس طواری
 نے امیر کو دیکھا ایک تمہالی میں تمہالی بہت تحفہ لگا کے آگے آئے کھڑا ہوا امیر نے دیکھ کر فرمایا اس طواری سے
 تمہالی لے لو گون نے اُس سے تمہالی لے لی اور امیر نے ایک منظور سے ہزار طمان دلوائے آگے بڑھے دیکھا کہ
 وہ دکان پر بھی بہت تحفہ کھانا لے کر آئے امیر نے کہا اس سے بھی لے لو اور ایک منظور سے کہ ہزار طومان
 دے دو اور آگے بڑھے دیکھا کہ وہی سوداگر جسکے غلام کو چٹاچہ مارا تھا اتنا بڑا ایک کشتی جو اہر کی سی ہے ہوئے
 کھڑا ہے لوگ اسے ہٹانے لگے امیر نے منع کیا کہا اسکو بھی کچھ نہ کہو اور اگر باس اس سوداگر کے کہتے ہوئے اُس
 سوداگر نے امیر کو دیکھا سراپنا بچا کر لیا امیر نے دیکھ کر کہا اس سے بھی کشتی لے لو ایک منظور نے کشتی لے لی اور
 امیر نے پچاس ہزار دینار دلوائے وہاں سے سواری آگے چلی کہ ایک بار سارے سے نوبت اور نشان لہرائے ہوئے
 معلوم ہوئے اور شہر وسیع سامنے سے معلوم ہوا اور دیکھا امیر نے شہر بارانقرۃ خالص کا ہوا اور امیر نے شہر میں
 غمگینی سیاب کی حالت میں سواری امیر کی جلوخانہ میں جا کر پہنچی دیکھا یہاں کوئی مرد کی صورت
 نہیں معلوم ہوتی ہے سب عورتیں ہیں مگر آگے سب کے فلانیہن جنہن اور تیر کتبہن ہیں سب سواری کے آگے چوب
 اور چماق ہاتھ میں لے گئے ہیں اور یہ تیرے اہتمام کرتی ہوئی چلی آتی ہیں اور ایک تخت جو ہر نگار آگے چلا آتا ہے اور
 ایک فصیح شہر نقاب ڈالے ہوئے ہمراہ ہے لیکن اُس نقاب کے اندر سے چہرہ اسکا مثل آفتاب کے معلوم
 ہوتا ہے پس امیر نے اُس نقابدار کو دیکھا پوچھا ایک منظور سے کہ یہ نقابدار کون ہے ایک منظور نے عرض کیا
 یہ ملک صراف ہے اور وہ تخت برابر امیر کے آیا اور ملک بازغہ نے کہا کہ وہ نقاب اس تخت پر سوار ہوا امیر نے کہا
 مجھے کچھ تخت کی پردہ نہیں ہے بازغہ نے کہا بس کچھ دو نہیں اور تخت پر سوار ہو پس امیر کہنے سے ملک کے تخت
 پر سوار ہوئے اور بازغہ نے پایہ تخت کا پکڑ لیا اور امیر کے تخت پر ہمراہ چلی اور اسی طرح سے سب کے امیر کو
 قلعہ میں گئے اور سواری امیر کی اتری اور امیر دیوان عام میں بیٹھے اور ایک منظور بھی بیٹھا اور تمام بری زادین
 کھائے اور بجائے کا سا زوسا مان لے کر حاضر ہوئیں اور ساقیان ہر صورت بری بیکراہ مطلق آکر حاضر ہوئیں
 اور مایح ہونے لگا اور ساقی جام و مراحمی لے کر مسعد ہوئے اور بازغہ نے مزاحی اپنے ماتم میں سے لی اور
 نقاب کو اپنے منہ سے اُلت دیا اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسے ابر میں سے آفتاب کل آیا غرض اُس نے اپنے ہاتھ سے
 شراب پلا ناشرع کی پلا جام بھر کے امیر کو دیا امیر نے جام نہ پیا اُس وقت بازغہ نے کہا ہمارے سر کی
 قسم لی لو یہ سنکر امیر نے کہا کہ جب تک تم مجھے یہ بات نہ بتلاؤ گی اسوقت تک میں نہیں پیئے گا بازغہ نے
 کہا کیا پوچھتے ہو امیر نے کہا میرے ساتھ تو نے کیا حرکت کی کہ اپنے مکان میں مجھے لاکے چھوڑ دیا اور اب
 نقاب ہونگے پس بازغہ نے کہا تو اس بات کو نہیں سمجھا میں تو خوب جانتی تھی کہ تو طلسم کشا ہے

لیکن اور لوگ یہاں کے نہیں جانتے اس واسطے میں نے مجھے ترنا چھوڑ دیا کہ تو تھا اس شہر میں آگے اور وہ درخت
اکھاڑے اور ساری خلق عالم دیکھے کہ اس شخص نے وہ درخت اکھاڑا کہ جو دیووں سے نہ اکڑا تھا اور ہمارے یہاں لکھا تھا
کہ جو اس درخت کو اکھاڑے گا وہی جہنم کشا ہوگا اور اب سب کو معلوم ہوا کہ جہنم کشا ہے جب بازغہ یہ کہ علی اسوقت
امیر نے جام ایکے ہاتھ سے لے کر پی لیا اور کہا کہ تو مجی پی پس بازغہ نے بھی جام میرے پاس اسوقت دو دو پائین
تین جام پے اور دونوں کا دماغ نرم ہوا یکبار بازغہ امیر کے پاس آجی ہی نشہ کی حالت میں امیر سے خوش قسمی
کر کے علی اسوقت امیر نے دانا یاد چیلے تھے تیرے خوش نہیں آئے یہ حرکت نہ کر کہ تو ایک منظور ہی اور نہ کوئی
پر ہی راز پس بازغہ یہ ایک کرپٹ کنی اور اپنا منہ امیر کے سینہ سے رگڑنے لگی اسوقت ہو کو معلوم ہوا کہ میرے یہی کچھ کے یا
ہوئی جاتی ہے امیر نے کہا کہ ای بازغہ خدا کے واسطے زرا مجھ سے اور جو تیرے ہاں میں امیر کی راز پر تیرے ہستی ہے امیر
اسکی راز کو بے یقین ہوئے جاتے ہیں مگر یونہی علم کنوے کے امیر کہتے ہیں ای بازغہ تم میرے پاس سے ہٹ بیٹھو
اور یہ جی جاتی ہے پس یہی طرح سے تمام رات گزری اور صبح کا وقت ہوا بازغہ امیر نے پاس سے ہٹ بیٹھی اور کہا
آئے امیر جہنم کشا اگر تو نہ لکھا تھا کہ تیرے ہاں تو نہ آتی اور میں جانتی تھی کہ تو طلسم کشا نہیں ہے
اور اب تو جاؤ اسے طلسم کشائی کے مگر بازغہ کا اسوقت عجب عالم تھا یہاں تک کہ ایک اور بھی بے یقین ہوئے اور اسے پھری
میں آپ کو کتاب یاد آجیب کتاب کو کہ لاؤ دیکھا یہ لکھا تھا کہ اگر شکندہ طلسم پہلے تو مرحلہ ماہ کوہ ڈر کے تویر کہیں
اور جاتے کا اردہ آجیو اور اب تو پہلے بیابان سحر القلم کو جانیو امیر نے ایک منظور سے کہا کہ میں بیابان سحر القلم کو
جاؤں گا ایک منظور نے کہا کہ شہر بیابان سحر القلم کو کیا جانیں امیر نے کہا میں اب جاتا ہوں ایک منظور نے کہا
اے سوزو جب امیر نے سواری شگانی اور سوار ہوئے اسوقت بازغہ سے امیر نے کہا لاؤ اٹھا اسکا سند وہ طلسم نوڑ کر
آؤں گے اسوقت بازغہ نے کہا پس میں نے جانا کہ تم دیکھنے کے ہو اور کچھ بھی نہیں پسند کر امیر نے کہا تم یہ نہیں سمجھو غرض
اب سواری ہوئے اور ایک منظور کو ہمراہ لے کر مع تمام لشکر نوبت اور نشان کے شادی سے بجاتے ہو سحر القلم کے
اور آتے ہوئے اسوقت ایک بازغہ نے کہ امیر جاتے ہیں اسوقت بازغہ نے ایک جہرہ تھا امیر کو دیا اور کہا کہ یا امیر
اے جہرہ تھا میں ایک وقت ہوا اگر اس جہرہ کو پہلے رخ پر پھیر دے تو غم کو کوئی نہ دیکھے گا اور غم کو دیکھو گے اور
اگر اس جہرہ کو دوسرے رخ پر پھیر دے تو غم کو سب دیکھیں گے اور غم کو دیکھو گے پس امیر نے یہ تعریف نہ کی نہ لکھا پھر
تیرے نام کا ہے اور وہ جہرہ لے کر نہ ہوئے جب اس شہر سے سواری لے کے باہر آئی تو امیر نے سب لشکر اور نوبت اور
نشان پھیر دیا اور پہلے منظور کو ہمراہ اپنے سے روانہ ہوا اور جب امیر بیابان کو ڈر گئے تو اسوقت ایک
درہ کوہ معلوم ہوا امیر اس درے کے پاس آئے جب درہ بھی ڈر گیا ایک دوسرا بیابان دیکھا کہ بیابان خشک گلتا ان
ہی پھول کھلے ہوئے ہیں اور نرین جاری ہیں فوارے جھومتے ہیں اور شہر کی روشیں بنی ہوئی ہیں اور نرین صاف اور
بالا لب ہیں اور بیچ میں نروں کے روئیں ہیں امیر ایک روش پر چلے جاتے تھے اور ایک منظور سے کہتے تھے کہ یہ باغ
خدا نے اپنے دست قدرت سے تعمیر کیا ہے مگر اس بیابان کے پورے دیکھا کہ تمام پانی بھرا ہوا ہے امیر
اس پانی کے کنارے کھڑے ہوئے اور ایک منظور نے کہا یا امیر یہ درہ جاہ سحر القلم ہے یہ شکر امیر نے کتاب کو
دیکھا پس سارا حال دریافت ہوا اور امیر سورہ جن کو پڑھنے لگے جب سورہ کو ختم کیا ایکبار ایک خرچک پیدا ہوا
جسے جانور دمان تھیں سب بھاگے اور وہ خرچک امیر کے سامنے آبا اور کھڑا ہوا پس اسکا توہی کھڑے ہوئے اس کے
ایک سانپ سمٹوئے اس کے نکلا اور امیر کو دیکھنے لگا امیر نے پھر دمان نکال کے ایک تیر مارا اور دوسرا سانپ کے کھنچے پر

جا کر مٹھا اور باہر نکل گیا ساتھ ہی تیر تیرنے کے ایک نل گیر و در کا ہوا اور تاریکی ہو گئی جب تاریکی بڑھت ہوئی امیر نے
دیکھا خرنیاں کھڑی کھڑی کہنا کہ توجہ کی قید میں تھا میں نے محسوس کیا اب مجھے لائق ہے کہ تو میرا مطلب پورا کر پس اس وقت
خرنیاں زبان اسانی گویا ہوں کہ وہ خیر بار دہی میں اسکی قید تھا تو نے رہا کیا اب جو فرامیے میں بجا لاؤں امیر نے کہا کہ
تو مجھے سحر القہر کو ملے بل پس وہ خرنیاں امیر پاس آکر کھڑا ہوا اور کہا اب میری بیٹی پر سوار ہو جیے امیر سوار ہو ست
اور خرنیاں امیر کو سہ چلا اور جا کر اس کنوین کے پاس کھڑا ہوا اور کہا اسی شہر پار اب آگے میرا مقدر نہیں ہے امیر
اس کنوین کے پاس کو دے جا کر کھڑے ہوئے دیکھا امیر نے سمجھا اس کنوین کا بلور کا آواز اس سبب سے وہ کنوین چمکتا
معلوم ہوتا تھا پس بیان امیر نے اس کتب کو نکالا دیکھا اسکو نور یافت ہوا امیر نے اس چاہ تو تھک کے دیکھا معلوم
ہوا کہ ایک از دردا متھر صیلائے ہوئے وشت نامک بیٹھا ہے جسکے دیکھنے سے رستم کا بھی زہرہ آب ہو جائے امیر
کو ایک ہیبت آگئی پس ایک بار وہ از دردا دیا پایا اور طلائے اشیں سے چھوٹا سخت ایک لازیدہ نکلا اور طلسم کشائیوں کا کام
تاخر سے کھوتے ہو گئے دیر کرتے ہوئے اس وقت یہ آواز امیر نے سنی پھر کے دیکھا تو ظفران حنی کھڑا ہوا اور کہتا ہے اے
طلسم کشا دیر نہ کرو جلد اپنا کام کرو اس وقت امیر نے انگلیں بند کر لیں اور حجم سے اس از دردہ کے سمجھ میں کو دیتے
جب پانوں زمین پر امیر کا پڑا اس وقت تکمیل امیر نے کھولیں دیکھا کہ ایک میدان وسیع ہے اور ج میں اس کے ایک
غار ہے اور زمین ایک چرخ لگی ہوئی ہے اور ایک کتاب ہے کہ نثر اس پر نہیں شہر لی اور ایک طرف سیاہ دیو بصورت
میسب اور ایک طرف سفید دیو کھڑے ہوئے ہیں لیکن سیاہ دیو زور و تہ ہیں اور سفید دیو کھڑے ہیں اس وقت امیر نے
فرہ خفا کو نکال کر ٹمٹھر پھیر لیا کہ سب کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے امیر نے اپنے کالوں سے سنا کہ سیاہ دیو
کھڑے کتے ہیں اسے بیان اب دیر کیا ہے مار مار گویا پس جو دیو کھڑے ہوئے تھے ایک بار سب حربے لے لے سفید دیووں
کے مارنے کو تیار ہوئے امیر نے کتب کو دیکھا دریافت ہوا کہ فلاں اسم جو لکھا ہے اسے تر ہو امیر موجب حکم کتب
کے وہ اسم پڑھتے ہوئے دیووں کے پاس آگئے اور وہاں سے وہ اسم پڑھتے ہوئے اور قدم کھتے ہوئے چلے اور جا کر
درخت کے پاس پہنچے اور یہ درخت وہ ہے جو درخت کتب نے بتایا ہے اور یہ درخت خرمے کا ہے پس اس وقت
امیر پر اب درخت خرمے پہنچے دیکھا کہ ایک جانور زرد نہایت خوش رنگ اس درخت پر بیٹھا ہے جب امیر نے یہ
دیکھا تو ترسکا لا اور اس جانور کو نامک کے مارا اور وہ تیرا کر طائر مار کے پیت میں لگا اور بار نکل گیا طائر جا دو لوٹ
پوٹ ہو گیا اور تاریکی ہو گئی اور نل ہوا بعد دو گھڑی کے تاریکی اور نل اور شور موقوف ہوا اس وقت امیر نے
بقوت تمام حربے اس درخت خرمے کو اکھاڑ لیا اور زمین پر مارا جس سے جتنی شاخیں جھولی تری تھیں جھڑکے گر پڑیں
و تندرہ گیا امیر درخت کو مٹتے ہوئے چلے اور اس غار کے پاس لے گئے آئے اور زمین ڈال دیا اور کنوین میں
جو مناب تھا ایک بار اس چرخ میں سے نکل کر وہ مناب آسمان پر گیا اور سیاہ دیو اور بھی زیادہ رونے لگے
پس امیر نے اس وقت اس فرہ خفا کو ٹمٹھر پھیر لیا کہ سب دیووں نے امیر کو دیکھا اور سب پکارے
کہ طلسم کشا آیا ہے اور امیر نے سفید دیوؤں کو تسلی دی یہ دیو تو خوش ہوئے اور دیو سیاہ مارے ہیبت کے
سب کانپتے تھے اتنے میں اس غار سے ایک ساحر بڑے قد و قامت کا نکلا کہ سر پر اشکے دو کسینک تھے
اسنے سیاہ دیوؤں سے کہا کہ اب تم ہر سانہ میں طلسم کشا کے مارنے کو آیا ہو میں یہ کس سیاہ دیو خوش
ہوئے اور سب حربے لے کے سفید دیوؤں پر آگئے اور تمھارا چلنے لگا اب جو امیر نے دیکھا تو ایک
بارش خون کی ہو رہی ہے دیکھ لے امیر نے چاہا کہ دیو سیاہ کو مقرب سلیمانی ہیبت کر مار میں پیر اس وقت

کچھ دن میں سوچ کر امیر نے اس کتب کو دیکھا اس میں لکھا تھا کہ اسے تلوار مارنا بلکہ اس کے دونوں سینوں کے بیچ میں دھری ڈنڈ
 درخت کا مارنا پس امیر نے پست کر دی ڈنڈ درخت کا اٹھا کر اس ساحر پر مارا اور تمام شمس ساحر کا سمکال آہن شاخ
 تھا پس جو غصہ وہ ڈنڈ کے مارا وہ اس کے دونوں سینوں میں ایک گیا اور اس کے سینوں میں لگ گئی اس نے درخت خرابل اٹھا
 اور سمکال آہن شاخ جا دو پکارا اسے مجھے بجاؤ مجھے وہ دو سیاہ دوڑے گیسکال آہن شاخ جا دو پکارا پکارا پکارا
 جو کوئی اس آگ کے بجھانے کو آتا ہر وہ آگ بجھ گئی تھی اس کے بدن میں لگ جاتی تھی اس طرح سے سب جل جل کر رہ گئے
 لیکن سمکال جا دو کا سر نہیں جلا اور تمام بدن جل کر خاک ہو گیا تو تہہ بنی یک شورغل پر پڑا ہوا اور تاریکی ہو گئی اور آواز
 آئی ہر لینا پکڑنا جلنے نہ پائے چار گزری تک شورغل رہا بعد چار گزری کے روشنی ہوئی اور ان سب دیوؤں نے چاہا
 کہ امیر کو مار لیں اور جیسے پیکر دوڑے اور ایک طرف سے وہ مایہی سرح اپنی تمام فوج سے دیوؤں پر آڑا ایک
 طرف سے فوج دیوان اپری در ان دیوؤں کو مار لیا امیر نے دیکھا کہ پرے کے پرے دیوؤں کے کھٹے ہوتے گئے تھے زیادہ
 کے غول کے غول چلے آئے ہیں جیسے ایک منظور بھی ایک بری پیکر تھوڑے پر سوار تخت پر ملکہ باز غم
 شہر پر نقاب ڈالے ہوئے چلی آتی ہو اور آگے اس کے خستہ نوازی ہوئی چلی آتی ہے اب جو امیر نے ملکہ باز غم
 ہر آفر کو دیکھا تو وہی وہ ہے ہر اور بڑے ایک در سے ہر کہ جسکا بیان نہیں غرض کہ ملکہ باز غم امیر کے پاس
 آئی اور امیر سے کہا آئیے تخت پر سوار ہو جیسے امیر تخت پر ملکہ باز غم کے پاس جا کر بیٹھے اور باز غم نے کہا کہ اسے
 طلسم کشا مبارک ہو اور ایک منظور نے آگے نذر دی اور کہا اے شہر باز غم کو فتح طلسم کتاب مبارک ہو
 امیر پر شکر بہت خوش ہوتے اور ایک منظور سے کہا کہ اے ایک منظور میں یہ پوچھتا ہوں کہ کتاب آسمان پر
 کہاں گیا ایک منظور نے عرض کیا کہ اے شہر باز غم جس طرح سے قیامت کے نشان اور آثار ہیں اسی طرح سے
 یہاں کا سب حال ہے کتاب اور آفتاب یہ دونوں اب غائب ہو گئے یہ قیامت طلسم ہے اب ملکہ باز غم بھی
 ایک بڑی نکلتے سے امیر کے پاس سے آکر الگ بیٹھی ہوئی ہے اس واسطے کہ وہاں یہ لکھا ہوا تھا کہ بعد فتح طلسم کے
 تمام نیلی حصار اور ملکہ باز غم ہر آفر کا مالک طلسم کشا ہے پس اب باز غم امیر کو مالک اپنا اور مالک تمام
 شہر نیلی حصار کا سبھی جکی بیٹھی ہے تھوڑی دیر کے بعد ایک منظور نے سواری امیر اور ملکہ کی لاکر حاضر کی اب امیر
 اور ملکہ باز غم ہر آفر سوار ہوئے اور سواری امیر کی بڑی شان و شوکت سے ایک منظور نے کر چلا آگے آگے
 سواری کے قوت بختی ہوئی اور نشان کھلے ہوئے امیر و ملکہ باز غم ہر آفر شہر نیلی حصار کی طرف روانہ
 ہوئے جس وقت یقوت تمام شہر نیلی حصار میں داخل ہوئے دیکھا امیر نے کہ ایک ایک بری زاد خوشنور و
 خرم اور ہر ایک شہر محبت میں ہرست ہو پس امیر اور ان بادشاہی میں داخل ہوئے اور اگر تخت سلطنت
 پر تھکن ہوئے اور اب پھر وہی سامان موجود ہو تمام ساقیان سپہن ساق و سربان خوش آواز مع مراجان
 جواہر نگا پیاسے صبح کار حاضر ہو کر جام گردش میں لائے اور امیر نے باز غم سے کہا اے باز غم آج یہ کیا ہے
 کہ تم دور دور مجھ سے پھٹکی پھٹکی بیٹھی ہو پہلے تم کو ایسا ہزار غائب اب انکار ہے باز غم نے کہا اب کیا ہے تم
 ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں امیر نے کہا کیا میں نیلی حصار کو فتح کر کے آیا ہوں اس سبب سے تم ناراض
 ہو میں تمہارا اور نیلی حصار کا مالک ہوں اور امیر نے آگے کے ہاتھ پکڑے اپنے پاس بٹھانے کا قصد کیا
 باز غم نے نام نیلی حصار کا سننے کے بعد دفعی آپ سچ کہنے ہیں آپ مالک اور حاکم ہیں اور ہم سب کنیز ہیں آپ
 کی ہیں لیکن یہ نہیں ہونے کا کہ آپ مجھ پر دست انداز ہوں یہ بخیریت ہے خبردار مجھ کو ہاتھ لگائیے گا غرض اسی

گفتگو میں بشلم ہو گئی اور جتنے لوگ حاضر تھے یہ سب رخصت ہو کر گئے اور اب امیر اور بازغہ دونوں تنہا رہ گئے تب امیر نے چاہا کہ بازغہ سے پست کر دے اسے دلی حاصل کریں مگر بازغہ نے نہ مانا غرض اسی حیثیت و محبت اور بے قراری میں صبح ہو گئی اوقت امیر نماز پڑھ کر سو رہے رات کے جاگے ہوئے تھے سارا دن سوئے فریب مشام آئے جب پہر رات آگئی اسوقت امیر نے بازغہ سے وہی اختلاو شروع کیے بازغہ نے امیر کو روکا اور اب امیر کی عجیب حالت ہے کہ نعوذ باللہ اسے اسی طرح وہ بھی رات گزری جب تیسرا دن ہوا اسوقت بازغہ نے پیک منظور سے کہا کہ طلسم کشا ہر شب مجھے ستانا ہے یہ مجھ کو منظور نہیں ہے یہ ہر روز کا ستانا مجھ کو اچھا نہیں معلوم ہوتا اب رات کو میں نہیں آنے کی پشت کر سیک منظور نے کہا جو مرضی آپ کی اور جو حکم پس بازغہ اپنے محل خاص میں جا کر سو رہی اور آرام کیا جسوقت رات ہوئی اسوقت سب موجود ہوئے لیکن بازغہ نہیں آئی امیر نے پیک منظور سے پوچھا کہ آج بازغہ کہاں ہے پیک منظور نے عرض کیا کہ اس شہر یا رنجے نہیں معلوم کہ کہاں ہے حضور کو درگاہ حال معلوم ہو گا بس امیر یہ سن کر چپ ہو رہے جب سب چلے گئے اسوقت امیر نے اودھی میں کہا کہ امیر جہاں ملے بازغہ ہر ذرا پر دیکھنا چاہیے یہ اپنے دل میں کیلے کندہ نامہ میں اٹھالی اور اسے بام کندہ کو بھینک کر چڑھے اور جب اوپر آئے تو وہ کوٹھادیکھ اور وہ کوٹھادیکھ کہیں بازغہ کو نہ پایا امیر دھتکتے چلے جاتے تھے کہ ایک بار سنے امیر کو ایک مکان معلوم ہوا کہ اس تمام مکان میں روشنی ہے اور وہ مکان خوب بجا ہوا ہے اور ایک سائبان زربفتی کھنجا ہوا ہے اور آگے اسکے ایک ٹکیرہ کھڑا ہے کہ سنو ان اٹھیں الماس کے ٹپے ہوتے ہیں اور چھارے زربفتی کھنشا کی ٹکی ہوئی ہے اور مردار پر آویزاں ہے لیکن ٹکیرہ تمام کی کا ہے اور زربفتی کھنشا کی تمام ٹکیرہ بن بھسا ہوا ہے اور پلنگ بھی بہت تکلف کا کہ چوڑی پاؤں کی الماس کی ایسی خوبصورت اور سبک ترشی ہوئی ہے کہ اسکو دیکھ کر الماس بھی زہر کھائے اور امیر ایک ماہ تاباں یا ہر درخشان حالت خواب میں جھلواہ فرور ہے لیکن وہ سست ناز اس انداز سے محو خواب تھا کہ جسکو دیکھ کر دل امیر کا بے چین ہو گیا مگر ضبط جاتا رہا اور امیر نے جا کر اسکے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا اسنے دوسری کر دت لی امیر قیاب ہو کے اسکے پاس لیٹ گئے اور اسے اپنی طرف کو کھینچا بازغہ نے آنکھیں کھولیں دیکھا کہ ایک خیمہ میرے برابر مجھ سے پٹنا ہوا ہے یہ آنسو بھی امیر بھی آنسو بھیے اور بازغہ ہر آواز امیر سے کہنے لگی کہ اسے طلسم کشا دے اسے اپنے دین و دھرم کے نیکے اب چھوڑ دے اور اسے طلسم کشا ہانت بیان یہ رسم ہے جب بادشاہ ہرادی سے پہلے شادی کا مور ہو لیتا ہے اسوقت پھر کسی اور سے شادی کا مور ہوتا ہے امیر نے کہا کچھ ہو میں آج نہیں چھوڑ دنگا یہ سن کر بازغہ نے کہا دیکھ خبردار اگر تو نے میرے ساتھ ایک ذرا کچھ اور ارادہ کیا تو تو بھی جلائے گا اور میں بھی جلا جائیگی ہر چند بازغہ امیر کو سمجھاتی ہے مگر امیر بازغہ کو نہیں چھوڑنے اور بازغہ بیٹھی ہوئی ہے کہ ایک ذرا جو بازغہ نے امیر کو غافل پایا فوراً مانند برق کے چمک کے نکل گئی اور یہ جاوہر امیر کے پیچھے دوڑے اور بازغہ پکاری اسے نہک حرامو کہاں ہو جلدی آؤ اس آواز کے ساتھ ہی ایک طرف سے پری زادین صفت بہ صفت تخت لے کر آئیں اور بازغہ چھپٹ کے اس تخت پر سوار ہوئی اور پری زادین اس تخت کو لے آئیں امیر بکارتے اور بازغہ نے اس کے واسطے کہاں جاتی ہے امیر کہتے رہے گو وہ کب کب سنتی رہی ہوئی چلی گئی میرے تو اور یہی عالم امیر کا ہو گیا اور اب ہر ایک در و دیوار سے پری زادین اس طرح اڑی جاتی ہیں جس طرح گنج میں سے ہوا کی اشباز کی نکل کے آسمان کو جاتی ہے ایک طرف سے

میں سب پر ہی زارین چلی گئیں اور سب سے مکان خالی ہو گیا اب کہیں کسی مکان میں ہو اسے عمر زات نہیں ہر امیر کو ایک
 حالت و خست کی زیادہ ہوئی اور امیر اب دیوانہ و مخنون شانی اس قدر تہیجے آئے دیکھا بیان اب کوئی نہیں جو وہاں سے
 جب بازہ میں آئے دیکھا کہ سب دکانیں خالی پڑی ہیں اور بازار میں بھی کوئی نہیں ہر بس اسی طرح سے دیکھتے ہوئے
 امیر خسر کے باہر آئے کہ شاید کوئی شہر کے باہر ہو یا ہر شہر کے بھی کچھ نہ دیکھا اور اب جو چھپے پھلے کے دیکھتے ہیں نو در چہر
 نیلی حصار بھی نہیں ہر امیر حیران و شستہ رہے اسوقت آپ کو وہ مکتوب یاد آیا اس پر وہ مکتوب نکالا اور کھول کر
 اسکو دیکھا تو اس میں لکھا تھا اے عظیم کشا ہوں اس طرح سے جو سکے تو اپنے نہیں اس حصار میں لگے ششہ جہاں افزہ کے پاس پہنچا
 امیر نے کہا جب صبح کا کاغذ ظفر اچھی نے دیا ہے کہ نہیں کچھ بتا بھی نہیں لکھا ہوا ہے کہ کس عرت جاؤں میر دل میں کہا اب
 جد حریف پہنچا ہے توکل پر چلو یہ سوچ کے دکان سے آگے آئے تھے میں بھی کوئی نظر نہ آیا امیر اسوقت ایک سکنے کی حالت
 میں ہو کر دروازے پر سے جاتے جاتے ایک مقام پر ایک گنبد طلائی جزاؤں سے نمایاں ہوا کہ ایسا گنبد کبھی نہ دیکھا
 نے بھی آنکھ سے نہ دیکھا ہو گا اور اس مقام پر لوگ بہت نظر آتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پہلا امیر نے وہاں تہیج سے جا کر
 دیکھا کہ گنبد طلائی جزاؤں پر اور اسکی چار دیواری خشک و اترے دروازے پر ایک تہیج پڑی ہوئی ہے اور اس جگہ تمام
 شاہ و شہر باز تاجا سے شاہی برسر و چار قبہ بادشاہی دربارے مرد و ید کے گلے میں پہنے ہوئے موجود ہیں امیر
 ہر طرف کی سیر کرتے ہوئے اس دروازے پر آئے دیکھا کہ ایک پیر مرد عمامہ سر پر بطور بون کے باندھے ہوئے اور ایک
 دیبا گلے میں پہنے بیٹھا ہے اور ایک عمامہ سر پہ آگے دھرا ہوا ہے اتنے میں دیکھا امیر نے کہ ایک شخص اس مرد
 ضعیف کے پاؤں پر گرا اس مرد پیر نے کہا کیا کتا ہے اسے کہا اگر محکوم ہو تو میں اس گنبد کے اندر جاؤں اس مذہب
 نے کہا اگر تو جاسکے تو جا بھٹھن خوش خوشی وہاں سے آتا اور گنبد کے دروازے کے اندر قدم رکھا کہ کبار اس شخص کو نہیں تھی
 نے اس زور سے ایک طمانچہ مارا کہ پیش کھا کر گرا اور اس کے خوش و آفراسب دورے اور ان سب نے اسکو اٹھا یا
 اور یہ پیش پڑا ہر امیر بھی اس دروازے کے پاس آئے اور دیکھا امیر نے کہ ایک تصویر کسی عورت کی ہے جب فور سے دیکھا
 تو یہ تصویر ملک سر و سیم ناز کی ہے دیکھا امیر کو ایک نہایت عجیب ہوا اور امیر نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کے اندر کیا ہے سب نے
 سب نے کہا اس طرف کو جاؤ اور دیکھو سب معلوم ہو جائے گا بس امیر اس گنبد کے پیچھے آئے دیکھا امیر نے کہ اس کے
 دیوار کے نیچے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے ہیرے چلتے ہیں امیر نے ان شکون میں سے دیکھا کہ سامنے ایک شخص
 یا قوت نگار بچھا ہوا ہے اور امیر ایک پری زار ڈھکی ہوئی ہے اور جوڑا اس کے بدن میں سرخ ہے تو باغ و خواہش بھی ہوئی ہے
 اور ایک نان یا قوت کا اسکے سر پر کہیں کنگروں کا رکھا ہوا ہے اور اس کے حسن کا یہ عالم ہے کہ جیسے آفتاب کی صورت
 ہوتی ہے کیا مقدور کسی کا جو آنکھ بھر کے اسکو دیکھ سکے امیر نے جو اسے دیکھا ساتھ ہی دیکھنے کے امیر کی محبت حالت
 ہو گئی بے اختیار جی میں آیا کہ تصویر کو اندر سے چل کے دیکھو یہ سوچ کر دروازے کی طرف آئے دیکھا کہ ایک کرسی پر وہ
 مرد پیر بیٹھا ہوا ہے اور دوسری کرسی خالی رکھی ہے بس امیر اس مرد پیر سے سلام علیک کر کے اس خالی کرسی پر بیٹھ گئے
 مرد پیر نے جواب سلام کا دیا اب امیر نے اس ضعیف سے کہا تم مجھے پہچانتے ہو پیر نے کہا میں کیا جانوں کہ تم کون ہو امیر
 نے کہا میں عظیم کشا ہوں اسے کہا ہو گے امیر نے کہا میں نے سنا ہر عظیم میں تمام پیر کی پیر نے کہا کی ہوئی پیر نے کہا
 کہ میں نے ظلمانہ اور مظلم اور تیرہ نخت کو مارا ہے میرا مارا ہو گا یہ مجھ سے تو کیا کتا ہے اسے جو مطلب تیرا ہو وہ
 کہ امیر نے کہا میرا جی باندھا ہے کہ اس گنبد کے اندر جاؤں پیر نے کہا جان میں منع کرتا ہوں اگر جاؤ ابھی دیکھا ہے
 کہ جو جاننا ہے اسکا کیا حال ہوتا ہے امیر نے کہا میں نے دیکھا ہے مگر میں جاؤنگا پیر نے کہا اس گنبد کے دروازے پر

ایک تصویر پر جب کوئی جاتا ہے تو وہ مہانچہ مارتی ہر اسے فحش آجاتا ہے میر نے کہا ہر وہ ہوش میں بھی آتا ہے یا نہیں
 کہا مان میں دن کے بعد وہ ہوش میں آتا ہے جو کوئی اس تصویر کو مار ڈالے وہ بے خطر چلا جائے میر نے کہا میں مار ڈنگا
 میر نے کہا اگر اتنا زور دیتے ہو تو کیا مضائقہ ہے جاؤ میر بٹکے اس دروازے کے اوپر آئے اور اس تصویر کو دیکھا کہ مثل سونہ
 کے کڑی ہر اسے دیکھے میر میرے اوپر ہر مرد سے کہا کہ یہ تصویر خیالی ہے یا شانی ہر اسے کہا شانی ہے اور اسکی صورت کی
 اصل بھی ہے میر نے دل میں کہا کہ اب اسے مار بھی ڈالے جو ہر وہ ہو یہ ارادہ کر کے تصویر کی طرف گئے کہ تصویر نے میر کو
 بھست دیکھا میر کو رحم آگیا دوبارہ پھرتے اوپر ہر مرد سے کہا کہ اگر اٹھو نہ مارے اور اندر چلا جائے تو کچھ مضائقہ تو نہیں ہے
 میر مرد نے کہا اے عزیز جو اسے قتل کرے گا اندر نہ جاسکے گا اور ایک بات اور ہے کہ جسوقت یہ تصویر بیان قتل کیجائے گی
 اسوقت اسکی طرف ثانی بھی وہاں مڑ جائے گی میر ناچار ہوئے پھر بارہ کیا اور چلے کہ اب کی مار ہی ڈالو نگا جب
 قریب آئے تصویر کے آگے اور پایا کہ عجب سلیمانی مارین کہ اس تصویر نے ہر ہر نگاہ حسرت دیکھا اور بولی کہ اے عظیم کشا
 میں نے تیرا کیا گناہ کیا ہے جو تیرے قتل پر مستعد ہے اے عزیز میں نے تیرے ساتھ کچھ بُرائی نہیں کی میر سمجھے کہ یہ
 سح کہتی ہے اور اسوقت میر آب دیدہ ہوئے اور میر میرے اور دل میں کہا کہ اے میر ایسے مشوق کو چھوڑ کر جاتے ہو
 کہ ایسی رضیہ سلطان ہے اور نہ اسی ملک بارغہ ہر افراسی پس جسوقت یہ خیال میر کو آیا باگ اسب صبر کے باغ
 سے چھوٹ گئی اور دیوانہ وار دھنسی مثال بھر سے اور میر دل میں آیا کہ حمزہ دکی بار قتل کر کے پھر نا کہ میر مرد نے کہا
 کہ اے شخص یہ تو دجیان کر کہ جسکی تصویر ایسی ہے وہ خود کیسی ہوگی ہر مشق سے بعید ہے اور اب تو تمام مشق و
 حاشق کا نہ لینا میر کو یہ کتنا اسکا ناگوار ہوا دوڑ کر ایک ہاتھ عجب سلیمانی کا مارا کہ اس تصویر کے دو ٹکڑے
 ہو گئے اور آواز دیا دو فغان کی لہجہ ہوئی کہ اسے سروناز ماے سروناز عمر و بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ اور
 فرما ز عا و سفر نی اور بہرام گر و خاقان میں سب بیان کرے دہاری کرتے ہیں اور اب بیان سروناز کے
 اٹھانے کی تجویز ہو رہی ہے کہ ایک بار اس گنبد ریاضت گاہ میں سے ایک آواز آئی کہ خبر دانا اسکو آج نہ اٹھانا
 اور یہ آواز سب نے سنی اور کہا کہ آج اسے رہنے دو تمام شب سب کے سب اس موتے کو لیے ہوئے
 بیٹھے رہے اور ان سب کو عظیم اشراق نے خواب میں دکھایا کہ یکشد عظیم ہے جب تک میر حمزہ اندر نہ آئیں
 اسے دفن نہ کرنا اور اسی گنبد ریاضت گاہ میں ٹاڈنا صبح سب کے خواب متفق ہوئے اور کہا کہ سب اکٹھے
 محل میں لاؤ بعد اسکے ملک سروناز کو اٹھا کر گنبد میں لے گئے اور ہنگ کیچے آتا دے لٹا دیا اور سب قتل دے کے
 چلے آئے اور بیان میر اس گنبد عظیم میں گئے دیکھا کہ چار پری زادین ہیں دو ایک طرف اور دو ایک طرف جام
 اور مرا جیان ان چاروں کے ہاتھ میں ہیں اور تصویر ملک خورشید جہان افزو کی تخت پر بیٹھی ہوئی رکھی ہے اور وہ
 پری زادین جام اس تصویر کو دیتی ہیں اور تصویر جام لے کر انڈیل دیتی ہے میر اس تصویر کے قریب گئے اور تصویر نے
 یہ نظر حیرت میر کو دیکھا اور ساقی سے کہا کہ جام نہان کو دے اس ساقی پری زاد نے جام خواب بھر کر ہاتھ میں
 اس تصویر کے دیا تصویر نے میر کو دیا میر نے وہ جام اسکے ہاتھ سے لے کے انڈیل دیا دوبارہ پھر اسے دیا میر نے
 بی لیا ساتھ ہی بیٹھے سرور اور نشہ ہوا اسوقت میر کو نہایت تعجب ہوا کہ تصویر میں یہ حرکات کہ دیکھا رہا ہوں
 خواصوں نے میر سے کہا کہ اے خیر یار اب تم کچھ کہانی ملک کے سلسلے کو دیکھو کہ یہ کیا بائیں کرتی ہے کہ تم تعجب
 کرو گے میر نے تمام سرگزشت اپنی از اجنا نا تھا کہ سنائی مگر سروناز کا کچھ ذکر نہ کیا کہ واسطے کہ اسبیر میر
 خود مال قے یہ لمان ہوا اٹھا بد اسے شک ہوا اسوقت تصویر ایک فقہ مار کر ہنسی اور ساتھ ہی اسکے

منہ کے امیر کو غفلت آگئی اور خود کی طاری ہوئی دیر کے بعد امیر کو ہوش آیا اور شکستیں کھولیں دیکھا نہ واقف ہوئے نہ وہ
 گنبد ہی بلکہ دیکھا امیر نے کہ میں ایک عورت ہی ووق میں بیٹھا ہوا ہوں اسوقت ایسی بفراری امیر کو ہوئی کہ حیلہ بیان
 سے باہر ہی اسی بفراری میں امیر کو وہ مکتوب یاد آیا اور اس کا غز کو نکال کر دیکھا کہ میں لکھا ہے کہ اس شہر یا جس طرح
 سے ہو سکے بیٹے تین ملکہ شمشہ جہان افروز تک پہنچا اسکو دیکھ کر امیر بے اور صراخ اور دی اور خست بیانی کر سکتے
 ہوئے جیسے جلتے ہیں کہ یکبار ایک باغ نمایاں ہوا تمام چار دیواری اسکی سر دروازے کے نفرتی ہوا اور اس دروازے
 کے قریب ایک عورت بیٹھی ہوئی جو امیر اس دروازے پر جا کر کھڑے ہوئے اور معلوم کیا کہ یہاں بھی ہی تصویر ہی ہوئی ہے
 نے آگے بڑھ کر اس عورت سے کہا کہ اگر تم کو تو ہم اندر اسکے باغ میں اس عورت نے کہا کہ تم جا سکو تو جاؤ امیر سے
 کہا میں جاؤنگا وہ عورت امیر کو لے کر ملی جو نہیں امیر اس باغ کے دروازے پر آئے دیکھا کہ کسی پر تصویر خوشید لقا
 کی رکھی ہوئی ہے اسوقت امیر نے دیکھا ایک رحم دل میں آیا اس عورت نے امیر سے کہا اس شخص اسکو تیار مارا امیر نے کہا یہ
 تو خوشید لقا ہی میں اسکو نہیں مارے گا اس عورت نے کہا جسوقت تم سب کی محبت اپنے دل سے نکال ڈالو گے
 اسوقت تینوں دراصل ملکہ شمشہ جہان افروز کا نصیب ہو گا اور اس عظیم کا یہی دستور درج ہوا کہ اگر کبھی محبت تو کم
 ہو جاتی ہے اور حال کی محبت زیادہ ہوتی ہے پس جسوقت امیر نے یہ شستا دل میں کہا ہے مارا وہاں ہر جگہ ایک ہاتھ
 عفرت سلیمان فی کا دیا کہ سر اسکا تن سے جدا ہو گیا اور بیٹوں اور رفیقوں کے غل اور شور کی آواز امیر کے کان میں آئی
 خصوصاً عمر و بن حمزہ کی کہ فقیر بے خاکہ وہ اپنے تین ہلاک کر ڈالیں کہ ایک بار اس گنبد ریاضت گاہ میں سے آواز
 آئی کہ پشتہ عظیم ہی اسکو بھی گنبد ریاضت گاہ میں لٹا دوسب حکم عمل میں لائے زیادہ طول مناسب نہیں
 ہے یہاں امیر کو اسی طرح سے مکان سے اور اسی طرح امیر نے ہر ایک مقام پر ہر ایک پری زاد کی تصویر دیکھی ایک
 مقام پر خوشید لقا کی تصویر کو ہاتھ مارا دوسری جگہ زہرہ لقا کی تصویر کو ہاتھ مارا کہیں عورت لقا کو ہاتھ مارا کسی جا پر
 ماہ لقا کو ہاتھ مارا جیسے سب کو ہاتھ مارے اور یہاں گنبد ریاضت گاہ میں سے ہر ایک کے دہستے خواب میں بشارت ہوئی
 اور سب گنبد ریاضت گاہ سے باہر نکلے اور اپنے اپنے مقام پر پہنچے اور اب امیر نے ان سب کو حکم مکتوب مارا خوشید ریاضت گاہ
 سے باہر نکل کے روانہ ہوئے جاتے جاتے ایک باغ کے برابر پہنچے اس باغ میں جا کر دیکھا کہ ملکہ شمشہ بیٹھی ہے اور ایک
 جوہر ازہرہ لگا ہوا ہے اور اس کے نالچ کیا ہوا رکھا ہے اور اس کے اس کے خوبین بیٹھی ہوئی ہیں اور ملکہ شمشہ نے
 امیر کو دیکھ کر ایک خوشی سے کہا اے ایک جام خراب میرے ہاتھ میں دیا امیر نے وہ جام سے لے لیا اور ساتھ لے
 پیئے کے ایک نشہ امیر کی آنکھوں میں آیا اور امیر نشہ کی حالت میں بوس دکنار کے لئے ہر چند خواہشیں کتنی ہیں کہ
 اس شہر بار یہ تصویر ہی اصلی صورت تو نہیں ہے جو ہم اس سے بوس دکنار کرتے ہو بعد اسکے امیر اسی طرح سے اپنی
 سرگزشت کی کہانی کہنے لگے اور جب ملکہ رضیہ سلطان کا ذکر آیا پس امیر نے بیچ میں سے اڑا دیا پس اسوقت
 اس تصویر نے بہ نظر غیرت امیر کو دیکھا اور ایک نقشہ مار کے وہ تصویر بھی پس جسوقت وہ تصویر بھی اسی طرح
 سے امیر کو ایک غفلت سی آگئی اب امیر غراب کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بیابان ہے اور اس بیابان میں ایک
 قصر عالی شان ہے اور اس قصر کے اندر ملکہ شمشہ جہان افروز بیٹھی ہوئی ہے اور زناج رنگ ہو رہا ہے اور
 خواہشیں سب کو روپوش کمری ہیں ہیں بہ خوب دیکھتے ہی جو ایک بار امیر کی آنکھ کھلی گئی تو دیکھا نہ وہ باغ وہاں
 نہ وہ لوگ ہیں اور اب بوسے اثاث نہیں آئی ہے فوراً امیر کو ایک وحشت جنوں کی سی ہوئی پس امیر دیوانہ وار
 بخون نشان اشک ریزان چاک لڑیاں دکان سے روانہ ہوئے اور جاتے جاتے امیر دیکھتے دیکھتے کہ ہی بیابان ہے

جو خواب میں دیکھا تھا اور وہی قصر عالی شان سامنے ہوا میرا بچہ جی میں کہتے ہیں کہ اسی امیر جل کے دیکھ نو اسکو
 عرض امیر دروازہ قصر پر آئے اور دیکھا کہ ایک پیرزن دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی اور ایک جریب اسکے آگے رکھی
 ہوئی تھی امیر اسکے پاس گئے اور اس پیرزن سے کہا کہ اسی پیرزن تو مجھے جانتی ہے میں کون ہوں اس پیرزن نے
 کہا میں جانتی ہوں کہ تو آزاد ہوا اور اس وقت امیر نے کہا میں طلسم کشا ہوں یہ سن کر اس نے کہا جو تو طلسم کشا ہو تو مجھکو
 کیا تم انیا مطلب کیونکہ تم کیا کہتے ہو امیر نے کہا میں اس مکان میں جاؤنگا اور ملکہ شمشاد کو دیکھونگا اس نے
 سن کر کہا ہر ایک بوا اس کا ارادہ اسے دیکھنے کا ہوتا ہے اور جو وہ یہی کتاب کی کوئی اسکو دیکھنے پاتا ہے
 اور اب تم آئے ہو اور کہتے ہو کہ میں طلسم کشا ہوں ایک تو خاک جھلکتے ہوئے تو آپ آتے ہیں کہ سواری بھی
 آپ کو میسر نہیں ہے اور سنو بیان آدی کو لائق ہے کہ وہ بات کہے کہ جو انسان کے خیال میں آئے اور وہ بات
 کہ کہے کہ جو وہم و خیال میں نہ آئے اور سنو بیان اسکے دروازے پر ایک تصویر تیلی کی ہے اگر تمہارے پاس تعجب عقرب
 سلیمانی ہے تو تم جاؤ اس تصویر کو مار کے اندر چلے جاؤ گے اور نہیں تو کوئی حونا ند جانے کا نہیں ہے یہ سن کر امیر نے
 کہا مان میرے پاس عقرب سلیمانی بھی ہے اس بیوی نے کہا تو تم میرے ساتھ چلو اور اپنے ساتھ امیر کو لے کے اس
 مکان کے اندر گئی امیر نے دیکھا کہ ایک باغ نہایت آراستہ ویراستہ ہر طرف طرح طرح کے درخت لگے ہوئے ہیں
 عجب عجیب طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں روشیں آراستہ ہیں چمن پرکستہ ہیں ہر ایک طرف نہریں جاری ہیں جانور ان
 خوش اہکان زمرہ ہیرائی کر رہے ہیں اگر اس باغ کی تعریف و توصیف قلمی جائے تو خط و دمان کی کیفیت کے بیان میں
 دفتر کے دفتر لکھ جائیں اور ایک چمن کے حالات بھی تمام پر نہ آئیں خلاصہ یہ کہ ہر چمن سے اسکے گلشن شداد شرماتا تھا
 پر وہ دنیا پر باغ بہشت نظر آتا تھا اندر سے اس باغ کے گلخانے بچانے کی آواز امیر کے کان میں آئی امیر اسکے
 دروازے پر پہنچے اور اس پیرزن نے امیر سے کہا کہ چلو صاحب پس امیر روانہ ہوئے جو نہیں امیر نے دروازے
 کے اندر قدم رکھا دیکھا امیر نے کہ ملکہ رضیہ سلطانہ کرسی پر بیٹھی ہے دیکھتے ہی امیر کے تمام بدن میں لرزہ پڑ گیا
 تر تر ہونے لگے اور ملکہ شمشاد کی ایک خواص ہے کہ تمام اسکا طلعت افزا کردہ سامنے آئی اور اس خواص نے
 امیر کو دیکھ کر کہا مار سے دیکھا کیا ہے امیر نے یہ سن کر اس سے کہا کہ یہ ملکہ رضیہ سلطانہ ہے میں کیونکر اسے
 ماروں اور مجھ سے ہرگز یہ نہیں ہونے کا اس خواص نے کہا کہ جو مجھ سے یہ ہوگا تو دمان ملکہ شمشاد تک کیونکر پہنچ سکیگا
 اور یہاں کا یہ خواص ہے کہ پہلے کی محبت بھول جاتی ہے اور مادام بحیات اسکی یاد نہیں آتی ہے اسی واسطے یہ تصویریں
 بنائی ہیں یہاں امیر سے اور اس خواص سے یہ باتیں ہو رہی ہیں اور امیر کا یہ عالم ہے کہ بیان سے باہر ہے اور یہاں
 ظفران زائدہ دھیرہ نے جو سنا کہ امیر اب نہایت بیدار کرتے پھرتے ہیں اور اب باری رضیہ سلطانہ کی ہے
 پس سب مقدس یہ خیالی اپنے دل میں کہے گئے اٹھے اور چلے اور ہر نوش ممتاز کے پاس آئے اس ہر نوش ممتاز
 سے اور قوم خبات سے بہت اخلاص اور پیار اور دوستی ہے کہ سو اسے کہ حکیم اشراق روشن ضمیر نے ایسے ہی
 چار شخصوں کو علم انیا بتایا ہے اور بجائے سنوں طلسم کے انکو تر کیا تھا اس واسطے انکو سب مانتے ہیں اور ایک
 جن ہے کہ نام اسکا خم زین نام ہے جس وقت اسکے گھر میں اسکی بیٹی پیدا ہوئی تھی تو اس وقت اسکے
 گھر میں ہر نوش ممتاز جو د تھا اسنے اس بچی کو اس جن سے اپنی فرزندگی میں بے دیا تھا اور ہر نوش ممتاز
 نے نام اسکا شمشاد جہان ازور رکھا تھا اور اسکو ہر درخش کیا تھا اب ملکہ شمشاد جہان ازور
 بیٹی خم زین نام کی نہیں کہلاتی ہے بلکہ ہر نوش ممتاز کی کہلاتی ہے اور جب اسے ہر نوش نے پالا

اور یہ سن تین کو پہنچی اس وقت ہر نوش ممتاز نے اسکو بلیٹ طلسم کشا کا بارشاد کیا اور اس سے کہا کہ قیام طلسم کشا کی قسمت کی ہو اور ہر نوش ممتاز نے ایک آئینہ اسکو بنادیا تھا کہ اس آئینہ میں کل طلسم کشا کی شکل معلوم ہو کر کسی بوقت اتھاڑا جی چاہے اسوقت تم اس آئینہ میں طلسم کشا کو دیکھ لیا کرنا چاہیہ گا ہے غائب ہے اس آئینہ میں دیکھا کرتی تھی غرض جب سے طلسم کشا آیا ہے اور ملکہ شمشعہ جہان افروز نے عشق امیر اور ملکہ رضیہ سلطان کا اس آئینہ میں دیکھا ہے جب سے اسے ایک رشک پیدا ہوا ہے اور یہ چاہتی ہے کہ طلسم کشا سو میرے کسی کو نہ چاہیں اسے ہر نوش ممتاز سے کہا طلسم کشا کو رضیہ سلطان کا عشق بہت معلوم ہوتا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ طلسم کشا سو میرے کسی کو نہ چاہے بس ہر نوش ممتاز نے ایک طلسم بنا کر تیار کیا ہے اسکی خاطر سے جاسی تصویریں بنائی ہیں کہ جو وقت امیر ان تصویروں کو مارڈالے گا اسوقت سب کی محبت میرے دل سے جاتی رہے گی مگر ابقیاس اسی واسطے ملکہ رضیہ سلطان کی تصویر نہایت تکلف کی بنائی ہے کہ پرشاک بھی بہت اعلیٰ بنائی ہے کہ کسی جواہر نگار پر بھی ہوئی ہے خواہ میں دست بستہ رو برو اسکی ٹھری ہو لی ہوں

اب دو کلے داستان دریافت کرنا ظفران اہر اور ظفران جہی کا ہر نوش ممتاز سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جب یہ ہر نوش ممتاز کے پاس آئے ان سب نے ہم پر ہو کے کہا کہ اے صاحب اپنے اپنے عزیز کی خاطر اور ہر فردی سب کو دھپ دھکے نہ دے یہ کیا کیا کہ جاسی تصویریں بنائی ہیں میرے ملائکہ میں تو تیریں انکی بھی بنائیں اور جو نہیں علاقہ رکھتی ہیں انکی بھی اور بجلا خورشید لقا اور زہرہ لقا ہر لقا ان سب نے تمہارے کیا کیا جو تم نے انکی تصویریں بنائیں اور ملکہ رضیہ سلطان شغلہ زد کی بھی تصویر بنائی ہے جو بادشاہ ظاہر طلسم ہے اور اس کے علاوہ وہ اولاد میں حکیم اشراق و دشمن منیر کے ہے اسکا آپ نے یہ مرتبہ کیا ہے آپ کو ملکہ شمشعہ کی خاطر منظور ہوئی اور اولاد حکیم صاحب کی خاطر نہ ہوئی اور اسی حرکت کوئی کرتا ہے جو آپ نے یہ حرکت کی پس یہ سب ہر نوش ممتاز نے سنا اور بہت شرمندہ ہوا اور ہر نوش ممتاز نے ان سب کے آگے ہاتھ باندھے اور کہا واقعی مجھ سے یہ تصور ہوا ہے مگر مجھ سے یہ بات ہوئے ہو گئی تھی کہ حمد اب آپ سب صاحب میرے تصور کو معاف کیجیے یہاں تو ان سب مقدسوں میں گفتگو ہو رہی ہے اور وہاں جو خواہ ملکہ شمشعہ جہان افروز کی ہے کہ نام اسکا طلعت افزا ہے میرے کہتی ہے کہ اے صاحب ہمارے ہی نقش نقود کے ملکہ رضیہ سلطان کی ہے جلدی ایک تلوار مارو کہ پائون کے کٹ جائیں بوقت اسے میرے یہ کہا کہ ایک بار ایک طمانچہ خیم کے آگے ایسا لگا کہ جسے قضا کا طمانچہ لگتا ہے اور ایک آواز زیب آئی کہ وہ تمام مکان کا بپ اٹھا اور ایک اور آواز اس طرح آئی کہ جیسے حکیم اشراق کی آواز ہے دیکھتے ہیں کہ اے طلسم کشا تم کو یہ نہیں چاہیے کہ تم رضیہ کو اس طرح فراموش کرو اور امیر کو کھٹکتے تھے اور وہاں ہر نوش ممتاز نے جا کر ملکہ شمشعہ جہان افروز سے کہا کہ تصویر ملکہ رضیہ سلطان کی رکھنا مناسب نہیں ہے کہ وہ اولاد میں حکیم اشراق کی ہے اسکا ادب و جب ہے اسکو بندلی ضرور کرنا چاہیے پس جو وقت ملکہ شمشعہ نے یہ سنا اسوقت اسے کہا کہ بہتہ باز غم نے میرا کتنا کیا اسکی بھی تصویر نہ رکھی جائے غرض ملکہ رضیہ سلطان اور باز غم اور خورشید لقا اور زہرہ لقا اور حور لقا اور ماہ لقا کی تصویریں موقوف کی گئیں ایک مرتبہ ایسی تاریکی ہو گئی کہ بنا خدا کی بات کو مانہ نہیں معلوم ہوتا تھا جو وقت وہ اندھیرا موقوف ہوا تو امیر نے دیکھا کہ اب نہ رضیہ سلطان ہے نہ وہ طلعت افزا خواہ وہ نہ وہ گانے بجانے کی صدا ہے تمام مکان خالی ہے اور کوئی نہیں ہے امیر نے انہیں درختوں میں سے بیوہ توڑ کر کھایا اور پانی پیا اور شب کو وہیں آرام کیا جو وقت ستارہ صبح کا چمکا اسوقت امیر اٹھے اور نماز صبح اور ادا دو وظا کھتے سے فراغت

پانی اور آب آشکارا اس قلعہ عالی شان کے نیچے اترے اور باغ میں آگے اور آب نے اس کاغذ کو دیکھا اسیں لکھا تھا کہ اسی
 خلیفہ کشا اس باغ کے سامنے کوہ سواد کی راہ ملی ہوئی ہے پس اس کوہ کی طرف واسطے علم کشا کی کے جا پس اس
 اس وقت بجگم کاغذ کے اس کوہ سواد کی طرف ملے بھی چند قدم گئے تھے کہ امیر کو دور سے ایک بیابان خوش گوار پڑا
 دکھائی دیا اور اس میں ایک کوہ ہی اور یہ کوہ سر فلک کشیدہ ہی اور چوٹوں سے تمام دامن کوہ بھرا ہوا ہی یہ معلوم ہوتا کہ
 کہ جیسے ایک پہاڑ چوٹوں کا ہی اور گرد و اطراف میں اس پہاڑ کے ستر سترہ دین پانی کی جاری ہیں جسے دیکھنے سے دل کو
 ایک تازگی اور سرور ہوتا ہی اور تمام بیابان چوٹوں سے بھرا ہوا ہی امیر اس کی سیر دیکھتے ہوئے ملے جاتے تھے کہ ایک بار
 جو امیر نے دیکھا تو ایک طرف کو قطار ہر لون کی ملی آتی ہی اور ایک ہرن سیاہ سب کے آگے ہی اور ایک طرف
 کو غول کے غول چکاروں کے معلوم ہوتے ہیں اور ایک طرف ان ہرنوں میں قاز اور زرق کلنگ و ساری ہر پرستہ
 اب امیر نے بجگم مکتوب کے پیمان میں سے کمان اور زرش میں سے تیرے کر ایک تیرنا کہ اس ہرن کے مارا قدرت
 خدا وہ تیرا کر اس ہرن کے پشت پر لگا اور پشت سے جلزبک توڑ کے نکل گیا پس تیرے بڑے کے ساتھ ہی وہ
 بسا کاہنے اسے جیسے ٹھوڑا ڈالا چند قدم وہ ہرن گیا ہو گا کہ گر پڑا فوراً امیر نے گھوڑے پر سے کود کر اس ہرن کو فوج
 کیا اور اس کو اٹھا کر ایک درخت کے نیچے لائے اور چاہا کہ اس کے کباب بخوین اس آٹا میں نگاہ امیر کی سامنے جو گئی
 تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شاعر بچہ نہایت قبول صورت قنطورہ زلفی پاتا بہ سقر لاتی تن پر آراستہ اور پیراستہ کے
 ٹھوڑا اڑانا ہوا چلا آتا ہی اور جیسے اس کے اور لوگ کوتل گھوڑے اڑاتے ہوئے آتے ہیں عرض اس شاعر نے اس کے
 امیر کو بھرا کہ یہ امیر نے اس کو پہچانا کہ ایک منظور ہی امیر نے کہا ہی ایک منظور وزیر دانا م کیوں کرتے ہو
 ایک منظور دیکھو یہ کیا حرکت باز غم نے میرے ساتھ کی ایک منظور نے کہا ہی شہر یار یہ آب جانین یا وہ جانے اسے
 غلام کیا جانے میرے ایک منظور نے کہا اب آپ ملے امیر نے کہا ہی ایک منظور کمان طون ایک منظور نے کہا ہی
 شہر یار ملک باز غم کے پاس ہے امیر نے کہا ملک باز غم مرزا کمان ہی ایک منظور نے کہا دیکھو وہ سامنے خیمہ معلوم
 ہوتا ہی امیر نے جو دیکھا تو درختی تمام خیمے یاد کے کے سامنے کھڑے ہیں امیر کو نہایت اشتیاق ہوا اس آٹا میں
 دوسرے ایک منظور نے عرض کیا کہ ملک شمشعہ نے کچھ کھلا بھیجا ہی اس کا بھی اشتیاق امیر کو ہوا عرض دوسرا ایک منظور
 اور امیر گھوڑے پر سوار ہو کے روانہ ہوئے چند قدم آگے بڑھے تھے کہ سامنے سے نوبت اور شان نمایاں ہوتے اور
 ہمارا ان کے قریب بارہ یا چودہ سو پری زادوں کے غرق دریا سے جو اہر نمودار ہوئے اور ایک پری بیکر گھوڑے پر
 ملک باز غم مرزا شہر نقاب ڈالے ہوئے چلی آتی ہی اس کے قدم و کاست سے امیر نے پہچانا کہ یہ باز غم ہی اور
 وہ قریب آئے بولی کہ ملک شمشعہ جہان افزہ نے آپ کے پاس کچھ کھلا بھیجا ہی پس امیر یہ سن کر حکے ہو رہے اور باز غم
 امیر کو لے کر ملی اور اس خیمہ تک پہنچا ہوا اور دروازے سے آپ الٹ ہو گئی اب جو امیر نے جیسے پھر کر دیکھا تو باز غم
 نہیں معلوم ہوتی ہی اس وقت امیر نے ایک منظور دانا سے کہا کہ باز غم کمان گئی ایک منظور نے عرض کیا آتی ہی
 آپ چلیے امیر اس خیمہ کے اندر گئے دیکھا کہ خیمہ یا قوت نگار ہی اور سند بعد خوبی بھی ہوئی ہی امیر اس پر جا کر
 بیٹھے اور ایک منظور سے پوچھا کہ ملک شمشعہ نے کیا کھلا بھیجا ہی عرض کیا مجھے نہیں معلوم آپ وہاں طین جہان باز غم
 ہی امیر نے کہا چلو عرض پر وہ اس خیمہ کا اٹھا کر امیر کو دوسرے خیمہ میں لائے دیکھا امیر نے کہ سند کے پاس
 باز غم بھی ہی نقاب پہنے ہوئے ہیں امیر اس سند پر آکر بیٹھ گئے اور شکوہ کرنے لگے باز غم نے کہا اس کہنے سے
 فائدہ کیا ہی جب ہم باتوں پر تے تھے اور ناک رگڑتے تھے تم نے قبول نہ کیا اب ہم کو دکھائی یہ سب بیفا کہہ ہی

امیر خورشید بعد اُسکے پوچھا ملک شمشیر نے کیا کہا بجا ہوا اُس نے کہا مجھے بخوبی معلوم نہیں اگر معلوم ہوتا تو بھی نہ کہتی
 امیر نے کہا سچ کہتی ہے یہ لشکر باز غم امیر کے پاس سے اُٹھی اور ایک کشتی اٹھا لائی اُنہیں نامہ بہر خاص ملک شمشیر
 کا لکھا ہوا ایک تیلی میں رکھا تھا لاکے وہ کشتی رکھ دی نامہ دیکھتے ہی امیر کو عشق ملک شمشیر جہان ازور کا یاد آ رہا
 اور اُس نامہ کو مثل نامہ اعمال کے کھول کر پڑھنا شروع کیا اُنہیں لکھا تھا کہ اسی سلطان ثانی سلیمان اول تو تم
 طلسم کشا ہو اور ہم نے سنا ہے کہ صا جقران ہو اور تاج تک تم پر کس نے غلبہ نہیں کیا ہے لیکن دو باتیں سن مجھے
 آرنانی ہیں اول طلسم کشائی باطن کی وہ تو کچھ ظہور میں آئی دوسری یہ بات اور ہے کہ ایک نقابدار یا قوت پوش
 اس کوہ سواد کے دامن میں رہتا ہے وہ بھی کتا ہے کہ میں صا جقران ہوں پس اگر تم صا جقران ہو تو تم اسکو
 پشت زمین پر ہونچاؤ تو البتہ ہمیں یقین آئے کہ تم صا جقران زمان ہو اور ہم اُسکے ہاتھ سے بہت سی تباہ
 ہیں جس دن تم اسکو زبرد کرو گے اُس دن ہمارے اور تمہارے ملاقات ہوگی اور جو کچھ تمہاری خدمت ہم سے
 ہو سکے گی وہ ہم بجا لائینگے پس جو وقت امیر یہ نامہ پڑھ چکے اُسوقت امیر نے باز غم سے پوچھا کہ وہ نقابدار
 دامن کوہ میں کس مقام پر رہتا ہے باز غم نے کہا اسی بیابان میں ایک درہ کوہ ہے وہاں رہتا ہے اور اسی شہر بار
 کیا مقدور کسی کا کہ کوئی اُس پیشہ میں شکار کیلے یا کوئی شکار کرے اور ہر درہ وہ اس بیابان کی خبر لیتا ہے اور جو
 کوئی اس کوہ بیابان میں آتا ہے تو وہ نقابدار بھی اُس سے رٹنے کو آتا ہے اور مع لشکر کے جسے ڈپرے کرتا ہے
 شب کو بل جنگ بجاتا ہے اور صبح کو میدان میں نکل کر لڑتا ہے اور کدما پیش کرتا ہے پس جو وقت باز غم امیر سے
 یہ باتیں ہو چکی اُسوقت اُس نے ناپچ کو حکم کیا اور ناپچ شروع ہوا اور ساتی ماہ طلعت اور ہر صورت جام و صراحی باغ
 میں لے کر آیا اور جام بھر کر امیر کو دیا امیر نے دو تین جام شراب کیے اور باز غم سے کہا کہ لو تم بھی پو باز غم نے کہا امیر
 موقع یہاں شراب پیئے گا نہیں ہے عرض امیر خب ہوئی اور جو وقت سب لوگ اُٹھ گئے اُسوقت امیر نے باز غم سے
 کہا کہ اے باز غم تم اکیلی سوؤ گی اور ہم اکیلے سوئیں پس لشکر باز غم نے امیر سے کہا کہ ابی تک وہ تمہاری باتیں نہیں
 باتیں امیر سے اور باز غم سے یہ باتیں یہی تھیں کہ ایک بار دیکھا کہ ہزار ہا چٹانیں روشن سانے سے چلے آتے ہیں
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بیابان میں آگ لگی ہو لی ہے اور جیسے شعلے فانوسین انواع انواع اور طرح طرح کی
 روشن ہیں اور ان فانوس کیے جیسے برقیں اور نشان بہر ہے اُنکے کھلے ہوئے اور نوبت اور تقاریر بگتے ہوئے
 چلے آتے ہیں اور اُسکے جیسے ایک نقابدار یا قوت پوش ایک مرکب پر پیکر پڑا ہوا شایہ سرور
 چار قبہ شہنشاہی دربر و ماہات فردارید در گلو آیا اور امیر نے سانے سے دیکھا نہایت وہ فوج اور نقابدار
 پسند آیا اور اُس نقابدار نے جا کر برابر سواد کوہ کے اپنے خیمہ اور گاہ کو ایستادہ کیا اور خیمہ میں داخل ہوا اور
 یہاں امیر نے باز غم سے کہا کہ مجھ کو یہ منظور ہے کہ میرے اور نقابدار کے جلد فیصلہ ہو جائے پس لشکر میں حکم
 کر دو کہ جبل جنگ سے یاد جو دیکہ یہ زمین امیر کا نہ تھا کہ پہلے اپنے لشکر میں جبل جنگ بجو اُنہیں مگر سبب اشتیاق
 ملک شمشیر جہان ازور کے یہ نوبت پہنچی کہ امیر نے جبل جنگ بجوایا کہ جس میں نقابدار سے جلد فیصلہ
 ہو جائے اور ملک شمشیر سے جلد ملاقات ہو جب جبل جنگ کی آواز امیر کے لشکر میں بلند ہوئی اور ہر کارے
 خبر سے کے بجائے اور آئے بعد دعا اور نما کے نقابدار سے اُنہوں نے عرض کیا کہ لشکر صا جقران میں جبل
 جنگ بجا ہے اور نقابدار نے کہا کہ ہمارے لشکر میں بھی جبل جنگ ہے اور امیر نے جا کر ارم کیا اور باز غم
 نے اپنے خیمہ میں ارم کر لی ہے دونوں لشکر دن میں تمام رات تیار ہیں جنگ میں گزری جو وقت ستارہ صبح کا

چمکا اور آفتاب عالیشان تاج زرین کو سر پر رکھے اور نیزہ خط و شعاعی ہاتھ میں لے کر فلک نیلگون پر سوار ہو کر
 جلوہ فرما ہوا اور امیر نماز صبح اور اوراد و وظائف سے فراغت کر کے اور زورہ اور خوش سبب پیغمبروں کے بدن پر
 آہستہ کر کے مرکب صبار قتار پر سوار ہو کر سبک منظر کو ہمراہ لے کے چلے اور باز قہر نے تمام فوج پر ہی زبردستی
 اور جنوں کی امیر کے ساتھ کی امیر نے جو دیکھا تو باز قہر سے کہا کہ کچھ اس فوج کی اقلیت نہیں ہے یہ لشکر باز قہر نے
 کہا کہ آپ کے سب مسلح اور زماں بردار ہیں امیر یہ سن کر حیلے ہو رہے اور مع لشکر اور نوبت و نشان کے لشکر نقاد
 کے ساتھ چلے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور اس طرف سے نقاد بھی مع اپنے لشکر اور سواروں کے واسطے
 جدال و قتال کے چلا اور تمام سوارندین پوش ہمراہیے بان اور نشان ہر تے ہوئے پر جم نشانوں کے چلتے ہوئے
 اور بیرقین باد کے کی کھلی ہوئی اور نوبت اور نقادہ بختا ہوا سامنے امیر کے پر باندھ کے کھڑا ہوا امیر نے
 بغور اس نقاد ار کو دیکھا کہ ایک چمک بھلی نقاب کے اندر سے نکلتی ہے کہ نگاہ نہیں کام کرتی ہے اور دست و
 پا اس نقاد کے نازک مارک ہیں امیر کو دیکھ کے شہادت حیرت چوٹی ادا اپنے دل میں کہا کہ خدا جانے کہ یہ کون ہے کہ
 ایک بار امیر مرکب کو کڑکا کر سیدان میں آئے اور جب دی کہ اس نقاد ار پر بیا سیدان اگر آرزو سے مرگ باشد پس
 جس وقت نقاد ار نے امیر کو سیدان میں دیکھا نقاد ار بھی مرکب کو چمکا کے صف میں سے نکلا اور امیر کے
 برابر آیا با ہم نگا در ہوئی کوئی تین قدم نقاد ار کا مرکب خیر کھا کر اڑ گیا اور دو قدم دیکھ امیر کا پس پایا ہوا
 اور امیر نے نقاد ار کو جو دیکھا وہ کیا اور پوچھا کہ اس نقاد ار کا نام کیا ہے نقاد ار نے یہ جو سنا تو کہا یہ میں
 تو مجھے صلح کی معلوم ہوئی ہیں تم لڑنے کو آئے ہو یا صلح کرنے کو یہ کھنیزہ ہاتھ میں پکڑا اور اپنے امیر کے آگے کہا
 نیزہ بازی نمود بازی اور خبردار خبردار کہلے اور مال کے نیزہ سینہ بے گینہ امیر پر مارا امیر نے نیزے کی سنان اپنے
 نیزے کی سنان پر روکی چمکا ریان آگ کی جھڑپیں بنو بانی ہونے لگی سو یا سو سو معن نیزے کی آپس میں
 دو دو بدلی ہوئی ایک بار امیر نے ایک بار نیزہ نقاد ار کا مرکب کو چمکا کر صاف نکال کر آسمان پر چڑا دی کیا میسے
 ہوا کی آتش بازی کی گنج میں سے نکل جاتی ہے فوراً خط شعاعی کے مانند اور چمکا نقاد ار پر ہم ہوا مرکب
 اپنا امیر کے گھوڑے سے ملا کر اپنا ہاتھ امیر کے گریبان میں ڈال دیا امیر نے بھی اسکی گردن پر ہاتھ رکھ دیا
 دونوں میں کشاکش کے زور ہونے لگے کہ دونوں گھوڑے بیٹھ بیٹھ گئے اس وقت دونوں طرف کے چار بھارے
 کہ اسی بہادر دو بے زبانوں نے کیا کیا ہے اگر زور آزمائی منظور ہو تو بیچے اگر زور کو یہ لشکر امیر اور نقاد ار مرکب
 پر سے کودے زور ہونے لگے تین ہزیم آپس میں زور ہوا کہ بعد میں پہرے امیر نقاد ار کو قہوت تمام
 سے دوڑے اور ایک جھٹکا مارا اور ساتھ ہی جھٹکے کے نقاد ار نے لشکر مارا کہ پشت باتک زمین میں خرق ہو گیا
 امیر نصبت چاہا کہ لشکر نقاد ار کا توڑین مگر نہ اٹھا آخر امیر نے نقاد ار کو چھوڑا اور نقاد ار امیر کو لے کر چلا
 آئے بھی امیر کو چار قدم جٹا کے جھٹکا مارا امیر نے بھی لشکر مارا نقاد ار بھی لشکر امیر کا نہ توڑ سکا اس عرصہ
 میں شام ہو گئی خورشید غا در ہی رعب و ہشت سے ان دلا و رو کی گوشہ مغرب میں جا کر پوش ہوا اور
 عتاب سجادہ نشین تسبیح انجم کا نور میں لیے ہوئے توسن ظلم پر سوار ہو کر نکلا اس وقت نقاد ار
 امیر سے الگ ہو گیا اور امیر سے کہارات واسطے آرام کے ہی کل صبح کو چمک بھلی لنگا یہ لشکر
 امیر نے کہا چارے یہاں یہ دستور اور معمول ہے کہ تا وقتیکہ جنگ کا فیصلہ ہو جب تک حریف سے
 ہاتھ نہیں اٹھاتے ہیں اور حریف کو نہیں چھوڑتے ہیں یہ لشکر نقاد ار نے کہا شفع بی با ہم نہیں

کرتے نقابدار میرے یہ کھڑکھوٹے پر سوار ہو کر فوراً اپنے لشکر کو روانہ ہوا۔ شیر شہزادہ جیران کھڑے ہوئے تھے کہ اس وقت منظور دانا نے کہا اے شیریار آپ جیسے پس اسیرائے آزدہ اور خاتمے کہ منظور دانا کو کچھ جواب نہ دیا اور ہر بار اس کے جی میں یہ آتا ہے کہ اپنے تئیں مار ڈالے اور کبھی دل میں کہتے تھے کہ اے میرے قہر چہرہ دن اور سات سات دن ٹہرے ہو کیا مفائدہ ہے تاج زیرین ہوا کل استریر کے کنارے غرض یہ باتیں اپنے دل میں کر کے امیر بھی مع فوج اور لشکر اپنی بارگاہ میں آگئے اور داخل خیام والا اختتام ہوئے نایح ہوئے لگا اور شراب پلنے لگی کہ ایک بار باز غم نے نقابدار کا ذکر کیا امیر نے باز غم سے کہا کہ نقابدار اگر آج بھی گیا تو کیا ہوا انشاء اللہ تعالیٰ کل میرے ہاتھ سے کہاں چکے جائے گا یہ سنکر باز غم نے کہا اے شیریار وہ نقابدار بھی ایک ہی آفت پر درگاہ ہے امیر اور باز غم سے یہ باتیں ہو رہی تھیں اور غریب پہر یا ڈیڑھ پہرات کے گئی ہوئی اس وقت امیر نے پانگ پر جا کر آرام کیا اور باز غم اپنے خیمہ میں گئی فوجوں کے لشکر دن میں رات بھر بل جنگ بختیار طرین میں تیاری جنگ ہوئی یہی جو وقت صبح کا ستارہ نمودار ہوا اس وقت امیر اٹھے اور نماز صبح ادا کی اور موافق معمول کے منظور دانا بھی حاضر ہوا امیر کب پر ہی بکریہ سوار ہو کر روانہ ہوئے اور تمام فوج امیر کے ساتھ ہوئی طرفین کے لشکر کے نشان کھلے اور آواز نعرہ ہاتھ رومی اور کوس جلی دونوں لشکر دن میں بلند ہوئی امیر کا لشکر مقام عین پر آگئے کھڑا ہوا اور امیر بھی چند قدم ساری کے آگئے بڑھ کر کھڑے ہوئے تھے کہ ایک بار سوری نقابدار عظیم الشان کی آئی اور نقابدار بھی آکر کھڑا ہوا فوراً امیر کب اپنا صف میں سے نکال کر میدان جنگ میں آگئے نصف میدان تو امیر نے اپنی پشت پر چوڑا اور نصف میدان حریف کے لیے چوڑا وسط میدان میں آکر کھڑے ہوئے اور پکارے کہ اے نقابدار اب یہ میدان ناگاہ یہ سنکر نقابدار اپنا مہم کب کو کاڑا یا اور برابر امیر کے آکر کہا کہ رات کو آپ کو نیند بھی آئی یا نہیں یہ سنکر امیر نے اپنے دل میں کہا کہ نقابدار نے یہ کیا کہا اے امیر کیا آج بہت سویرے آگئے ہو جواب دیا کہ آج سویرے میں سویرے آیا ہوں کہ ہمارے اور تمہارے آج سویرے گفتی ہو کہ حسین جلد فرقت ہو جائے یہ سنکر نقابدار نے کہا ہمارے تمہارے نیزہ بازی شیر بازی نمود بازی فوج موقوف لیکن ہاں فقط زور کی آزمائش ہو امیر نے کہا کیا مفائدہ ہے جو تمہاری مرضی ہو یہ کھلے امیر گھوڑے پر سے کودے اور ساتھ ہی امیر کے نقابدار اس جگہ دیکھ سے اپنے گھوڑے پر سے کودا کہ پیسے برق لایع کو نہ جاتی آکر امیر کی نگاہ جو نقابدار کے سوار پر پڑی دیکھا نیمہ و سب مثل نیمہ خورشید کے درخشان ہیں کلاہوں سے نزاکت جہان پر سیٹھ بے کینہ کو آئے جو غور سے دیکھا تو کچھ بلند پایا معلوم ہوتا ہے کہ دو سکشن ایک جگہ پر کھڑے ہوئے ہیں اس وقت امیر کو خیال ہوا کہ یہ نقابدار خورت ہے ایک بار امیر با تو قیر نے نقابدار سے کہنے پر ہاتھ رکھا اور جانا کہ اسے لے دوڑیں نقابدار نے بکستی تمام ہاتھ امیر عالی مقام کا اپنے سینے پر ہٹا دیا پھر امیر نے نقابدار کا سراپے سینے سے نکالیا سر میں سے ایک ایسی خوشبو امیر کو معلوم ہوئی کہ دماغ امیر کا سطر ہو گیا پس اس وقت امیر کا عجیب عالم ہو گیا اور نقابدار نے برہم ہوئے امیر سے کہا اے مرد آدمی یہ بھی کوئی لڑائی کا طور ہے دوسری بار بھر دیدہ و دلستہ امیر نے نقابدار کی چھاتی پر ہاتھ رکھا یا اور اسکو گلے سے لٹالیا جو نہیں امیر نے سینہ بسینہ ہوئے نقابدار کو اپنی چھاتی اور چھاتی نقابدار کی امیر کے سینے سے لگی معلوم ہوا کہ دو تیر کچھ کے پاز کل گئے امیر کا عجیب حال ہوا فوراً نقابدار کو دیکھ کے علیحدہ جا کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم اپنی بد ذاتی سے نہیں باز آتے ہو کشتی رٹنے ہو یا مردی اپنی دکھاتے ہو نقابدار امیر سے علیحدہ کھڑا یہ کہہ رہا تھا کہ ایک بار امیر نقابدار سے دوڑ کر پھٹ گئے اور نقابدار بھی امیر سے پٹ پڑا اب امیر اور نقابدار

میں باہم برار کے زور کشتی کے ہو رہے ہیں کہ ایک بار امیر نے ٹپنے میں کہا کہ اسی نقابدار کیا خوب تیری زور دے کر
تپانے دینے لے کیا صنعت کی ہے کہ باقوت کو ترش کے اس کے حلقے نکالے میں یہ سنکر نقابدار سخن ترش ہوا
اسی غریز آج جھگو کیا ہو گیا ہے کہ کہیں زور کا ذکر نہ ہو کہیں کچھ بد ذاتی نہ ہو کہیں کہہ کہ اسی نقابدار زور تو تیری
عورت کی کسی معلوم ہوئی ہے اور زور خج میں یہ خدائے دیا ہے کہ عقل میری حیران ہے سنکر نقابدار نے جواب دیا کہ اگر تم
مجھے یہ جانتے ہو کہ یہ عورت ہے تو وہ صاف حقانی کہ تم میرا کچھ نہیں کر سکتے ہو اور میں زندگی سے تو تم چلو بھر پانی میں دوب
مرد پس جو وقت نقابدار نے امیر سے یہ سلام طنز آمیز کہے اس وقت امیر کھٹیش آیا اور چہرہ سرس ہو گیا اور دونوں
آنکھیں امیر کی مانند کاسہ خون کے لال ہو گئیں دل میں کہا کہ میں دیمون تو یہ نقابدار کون ہے اور ایدہ دوہستہ امیر نے
نقابدار کے منہ پر ناقہ مارا فوراً سب بند نقاب کے ٹوٹ گئے اب جو امیر نے دیکھا تو وہ نقابدار ملکہ شمشعہ جان زور
ہو پس یہ دیکھنے کے ساتھ ہی امیر کو تاب نہ باقی رہی حالت غشی کی طاری ہوئی غنودگی سی آئی اور اب یہ نہیں
معلوم کہ کتنی دیر کے بعد امیر نے آنکھیں کھولیں پس جب وقت امیر کی آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ وہ نقابدار جو اور نہ
وہ لشکر ہے اور نہ امیر کا خیمہ ہے نہ وہ لشکر امیر کا ہے نہ منظور دانا ہے پس اس وقت امیر کو بہت ندامت اور
شرمندگی ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ افسوس ہے امیر ایک عورت کا تم کچھ کرنے کے پس اب یہی رست سے تو
مرگ بہتر ہو پس یہ خیال امیر اپنے دل میں کر کے اور کھینچ کر خج چاہیں کہ ماریں کہ ایک بار ایک طرف سے آواز آئی کہ خبردار کیا
کرتا ہے اس ظلم کشانے آئیے دے پس ساتھ اس آواز کے امیر نے پھر کر دیکھا تو اساتے ظفران جی کھڑی اور اسے
کہا اسی شہر بار اس نقابدار کے گئے ہیں جو زور ہے وہ پھر کی ہے سنکر امیر نے کہا کہ اسی ظفران جی کیا بلکہ شمشعہ
جان اور ساحر ظفر جان جی نے کہا ہستغفر اللہ بلکہ شمشعہ تو ساحرہ کا ہے کوئی یہ سب باتیں ہر نوش کی ہیں
اور زندہ انکو ہر نوش ممتاز نے سوئے بنا کر دی ہے کہ اس زورہ میں یہ بکلف ہے کہ جو کوئی اسکو پہن لے اور رسم و
مہند یا رہی اگر اس سے اگر نقابدار کریں تو وہ انکو انما کے زمین پر پھینک دے وہ کس سے زیر ہو اور وہ عورت ہے اسکا بھی
مقدور ہے کہ وہ تم سے ہم سر کی کرے اور رٹے یہ فقط اس زورہ کی کارستانی ہے سنکر امیر کا قصہ کم ہوا اور ظفر جان جی
نے کہا کہ اب ارادہ ظلم کشا کی کاہیچے سنکر امیر نے کہا اس کا انداز میں تو کچھ طریقہ ظلم کشا کی کاہی لکھا نہیں ہے ظفران
جی نے کہا کہ خیر اب میرے ہمراہ ہر نوش ممتاز کے پاس چلے جو کچھ وہ کہے سو کیجیے یہ سنکر امیر نے کہا بہت
خوب پھر ظفر جان جی نے کہا کہ میرے پاؤں پر پائون رکھیے اور آنکھیں اپنی بند کر لیجیے جس وقت میں کہوں گا
اس وقت آنکھیں کھولے گا امیر نے آنکھیں اپنی بند کیں اور اپنا پاؤں ظفر جان کے پاؤں پر رکھا اور ظفر جان جی
نے پھر اسم پڑھنا شروع کیا اور جب پڑھ چکے اس وقت امیر سے کہا کہ آنکھیں کھول دو امیر نے جو آنکھیں کھولیں
تو ایک عالی شان قلعہ سامنے دکھائی دیا کہ مانند ماہ تابان یا ہر درخشاں کے روشن ہے تمام میدان زورہ و زورانی
ہر اور برج اس کے مانند برج قمر کے روشن ہیں امیر کو دیکھ کر تعجب ہوا دل میں نے لگا کہ اس ظلم من محاسب
محاسب ظلم ہیں اب اس وقت دو مین گھڑی رات گئی ہوئی کہ اس وقت امیر دروازہ قلعہ پر پہنچے ظفر جان جی
نے دروازے پر جا کر کچھ اسم پڑھ کے اس دروازے پر دم لیا اسم دم کرنے ہی وہ دروازہ رات سے کھل گیا دیکھا
امیر نے کہ ایک مقدس کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں عزلی عمامہ اس کے سر پر ہے اور گلے میں اس کے ایک عبا پڑی ہوئی ہے
اور ایک عمامہ دھرا ہوا ہے اور ایک بار امیر نے جو دیکھا اس مقدس کو پکارے سلام علیک اس مقدس نے امیر کو
دیکھا اور کہا علیک السلام اسی حمزہ نامدار و صاحب قرآن عالی مقام و اسے امیر شہسوار خوش آمدی اور وہ کھڑے

وہ مقدس کرسی پر سے اٹھ کر اہوا اور امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے کر اندر گیا دیکھا امیر نے کہ وہ مکان مثل
ماہ تابان باہر درخشان کے طور پر نورانی ہے اس مقدس امیر کو اندر لے جا کر تخت پر بٹھایا اور ظفر جان جی اور بڑے
امیر نے دیکھ کر کہا کہ ان جاتے ہو ظفر جان جی نے جواب دیا میں آہوں جھنجھکے رہیں امیر خاموش ہوئے اور بعد ایک
لمحہ کے دیکھا امیر نے کہ ایک دو شخص اور چلے آئے ہیں امین سے ایک ظفر جان جی کو بٹھانا اور دوسرے شخص کو جو دیکھا
امیر نے تو وہ عابد وضع ہے امیر اٹھ کر بے ہوشہ اور اس تخت سے نیچے آئے اور ظفر جان جی پر تعظیم امیر کی کرنے لگے پس
ظفر جان سے امیر کی تعظیم سن کر ہر نوش ممتاز نے کہا کہ اے ظفر جان جی جو رتبہ امیر کا ہے میں خوب جانتا ہوں آپ بیٹے
رہیں اب امیر کو یہ دریافت ہو کہ یہ مقدس ہر نوش ممتاز اور اسوقت امیر نے ہر نوش سے کہا کہ آپ بڑے متقی اور
پرہیزگار اور عبادت شعار ہیں آپ کا کیا کتا ہے ہر نوش ممتاز نے امیر سے عرض کیا کہ آپ ہمارے مالک و ماحد اور
افسر ہیں اور ہم آپ کی رعیت ہیں امیر نے جواب دیا کہ یہ سب آپ کی سرکاری ہے جو آپ اس طور سے فرماتے ہیں پس
ہر نوش نے امیر کو تخت پر بٹھایا اور سب مقدس امیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رکبار امیر نے ملکہ شمشاد جہان از دہلا
دیکھ کر ہر نوش نے امیر کو جواب دیا کہ اے شہر یار وہ بھی ایک کتہہ ہے اور میں بھی آپ کا تاجدار ہوں یہ کلمہ ہر نوش
آئے اور جا کر ایک کشتی لائے اس کشتی پر ایک تورے پوش بڑا ہے اسے لا کر امیر کے آگے رکھا اور امیر نے اس
تورے پوش کو اٹھایا دیکھا کہ انہیں ایک جام مانند خورشید تابان اور ہر درخشان کے رکھا ہوا ہے کہ امیر نگاہ نہیں
ٹھہرتی ہے امیر نے اس جام کو نہایت پسند کیا اور ہر نوش سے پوچھا کہ یہ جام کیا ہے ہر نوش نے کہا کہ اے شہر یار اس
جام کو جام خورشید کہتے ہیں اور اس میں یہ تکلف ہے کہ جسوقت اشکو زین پر رکھا اور انہیں دیکھا کہ ایک اہم لکھا ہے
جہان اس اہم کو پڑ جائے شہر کے دیکھنے کو جس پامال اس شہر کا مال اس جام سے معلوم ہو جائے گا مثلاً آپ اسوقت جہان
بیٹھے ہوئے ہیں آفتاب کا جی جا ہے کہ میں بالاباخر کا احوال دیکھیں یا جس شہر کو جی جا ہے سب کا احوال اس میں
دیکھنے ہی آپ کو معلوم ہو جائے گا امیر نے کیفیت اس جام جہان نما کی سن کر ہر نوش سے کہا کہ یہ جام تو خوب ہے
یہ سن کر ہر نوش نے کہا اب آپ درہنہ مجھے گسو اسے کہ اب مرطہ آفتاب باقی رہا ہے اور اے شہر یار اب اشکو بھی
فتح کرو تو ہر میں سے میٹھو بعد اس گفتگو کے کہ ات بھر تو میرے دہن آرام کیا اور جسوقت ستارہ صبح کا نمودار ہوا امیر
آئے اور نماز سے فراغت کر کے وظیفہ پڑھ رہے ہیں اور ہر نوش ممتاز اور ظفر جان اور سب مقدس بیٹھے ہوئے
ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں کہ دیکھا ہر نوش نے امیر سے کہا کہ اب آپ روانہ ہوئیے اور ظفر جان کو بھی
اپنے ہمراہ لیجیے اور ظفر جان سے کہا کہ تم امیر کے ساتھ جاؤ یہ سن کر ظفر جان نے کہا کہ حضور کے ہوتے میرا تقدیر نہیں ہے
کہ میں جائز ہر نوش نے جواب دیا کہ میں اور آپ ایک ہیں جیسے میں ویسے ہی آپ کوئی آپ میں فرق نہیں
ظفر جان جی نے کہا معاذ اللہ آپ کا مرتبہ اور میرا رتبہ اور ہر بھلا مجھ کو یہ یاقوت کہاں جو آپ کو حاصل ہے
اسوقت ہر نوش ممتاز نے کہا سب آپ کی توجہ ہے جو آپ فرماتے ہیں پس اخیر کو ہر نوش اور ظفر جان جی
دونوں امیر کے ہمراہ ہوئے اور امیر مرطہ آفتاب کے فتح کرنے کو چلے پس اسوقت ہر نوش ممتاز نے لوح
طالعہ آفتاب امیر کو دی اور کہا امیر سے کہ حضور اس لوح پر عمل کریں یہ لوح میں نکلے گا ویسا ہی کیجیے گا اور جو
اس لوح کے حکم کے بموجب نہ کیجیے گا تو خطا پائیے گا یہ کلمہ ہر نوش نے امیر سے کہا کہ اب آپ بیان سے
چاہ شعلہ کی راہ کو جائیے امیر نے کہا میں کیا جانوں چاہ شعلہ کی راہ کو کہ کہاں ہے یہ سن کر ہر نوش ممتاز نے
کہا کہ اے شہر یار میں بھی اور ظفر جان بھی آپ کے ہمراہ رکاب ہوں پس امیر نے جواب دیا کہ آپ صاحبون کو

شکست دینا چاہئے مقررین اس کے آپ صاحب سیری وجہ سے اتنی دور دراز کی رحمت گوارا کرین مہر نوش نے جواب
 دیا اس شہر یار جو کچھ حضور کی ہم سے خدمت ہو سکے وہ ہماری میں سعادت ہے الغرض مہر نوش اور ظفر جان جینی
 یہ دونوں امیر کو لے کر چاہ شعلہ کی طرف کو روانہ ہوئے چند قدم گئے ہوئے کہ دیکھا ایک صحرا سے وسیع افضل معلوم
 ہوا امیر نے اس صحرا کو دیکھ کر مہر نوش سے کہا کہ دیکھو یہ صحرا کیا وسیع ہے اور محکوبیت پسند ہے اور اس صحرائین ایک
 مقام پر دیکھا کہ ایک کنواں ہے اور اس کنوئین میں سے شعلے آگ کے نکلتے ہیں امیر اور مہر نوش اور ظفر جان یہ تینوں
 برابر اس کنوئین کے آئے مہر نوش نے امیر سے کہا کہ آپ اس کنوئین میں کوئی اور یہی راہ طلسم آفتاب کی ہے پس جس
 وقت امیر نے سنا اسوقت امیر اپنی آنکھیں بند کر کے اس کنوئین میں کودے جب پاؤں امیر کا زمین پر آٹنا ہوا
 آنکھیں کھولیں دیکھا کہ بہت بڑا میدان ہے اور اس میں ایک حوض ہے چار سو قدم سے چار سو قدم تک لیکن بجائے
 پانی کے اس میں آگ بھری ہے یہ دیکھ کر امیر کو ایک تعجب ہوا اور اب جو فور کے دیکھا تو انہیں بالشتیے چھوئے
 چھوئے چھوئے ان کے ہاتھوں میں ہیں اور حوض میں تیرے پھرتے ہیں ان بالشتیوں کی نگاہ جو امیر پر پڑی اس حوض میں
 وہ سب نکل کے باہر آئے اور اگر وہ سو گز کے ہو گئے امیر انکو دیکھ کر وہاں سے پھرے جب انھوں نے دیکھا یہ جاتے
 ہیں فوراً وہ سب آکر امیر سے چٹ گئے جب امیر نے دیکھا تو وہ مہر جو بازغہ نے دیا تھا انکو یاد آیا فوراً اسے
 نکال کر امیر نے اپنے منہ پر پھیر لیا پس ساتھ ہی اس کے امیر سب کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے اور وہ اس کو
 ڈھونڈتے پھرتے تھے اور سب آپس میں کہتے تھے کہ ابھی وہ آدمی کھڑا تھا کیا ہوا یہاں امیر نے لوح حکم کو دیکھا ان
 لکھا تھا کہ اس طلسم کشا اسوقت تم پر بالشتیے دوڑیں تم فوراً اپنے تین پوشیدہ کرنا اور پھر اپنے تین اسی حوض پر
 پہونچنا اسوقت اس حوض میں ایک درخت پیدا ہوگا اور اس درخت پر ایک جانور ملے گا اور وہ قدرتی
 میں برابر شکر خوردے کے ہوگا اور اسکو نہایت بھاری ہوگی اور اس کے پردن سے چکارا بآگ کی جھڑتی ہوگی
 اور وہ چکارا بآگ جھڑتی ہوگی اس حوض میں گرنے والی صورت یہ تیرے ڈھونڈنے کو دڑنگی اس وقت
 تو تیرے کمان میں پوستہ کو کے مارنا کہ دونوں بازو اس جانور کے چھد جائیں گے اور وہ جانور اس حوض میں گرنے لگا
 اسوقت جتنی آگ ہے سب نکل کے بالشتیوں کی طرف دوڑے گی اور جا کر انکو گھیرے گی اور سب کو ملا دے گی
 پھر تم اسوقت اپنے تین اس حوض میں گرا دینا بموجب حکم لوح کے امیر اس حوض پر آئے دیکھا ایک درخت
 پیدا ہوا ہے اور اس پر وہ جانور بے نشانی کرنا ہے اور جو چکاری آگ کی اس کے پردن میں سے نکلتی ہے وہ چکاری
 اس حوض میں گرنے لگی ہے وہی صورت بلکہ امیر کی طرف دڑتی ہے پس بموجب حکم لوح کے امیر نے
 ایک تیر کمان میں پوستہ کو کے اس جانور کے مارا اور وہ تیر اس جانور کے بازو پر لگا کہ دونوں بازو اس جانور کے چھد گئے
 اور وہ جانور چٹ لگا کر اسی حوض میں گرا پس ساتھ گرنے کے وہ جتنے شعلے آگ کے تھے وہ سب حوض میں
 سے نکلنے لگے پھر سب شعلے جمع ہو کر بالشتیوں کی طرف دوڑے اور جا کر انکو گھیر لیا اور وہ سب جلنے لگے
 اور آگ نے سب کو جلا دیا اور خاک کر دیا اسوقت امیر اس حوض میں کود پڑے اور اسوقت پاؤں زمین پر
 آٹنا ہوا امیر نے آنکھیں کھولیں تو اپنے تین ایک صحرائین دیکھا اور اس صحرائین عجیب عجیب جینی خوشبو
 آ رہی ہے ہر طرف گیندا پھولا ہوا ہے اور بیچ میں اس کے چار دیواری عطا کی معلوم ہوگی ہے اور امیر معیقلہ کیا ہوا
 اور وہ چار دیواری جگ جگ کر رہی ہے امیر دروازے پر اس کے آئے اور دیکھا کہ عجیب کیفیت اس
 دروازے کی ہے دروازہ طلا سے چمکا ہے اور کل کیلین انہیں پاؤں کی جڑی ہوئی ہیں امیر اندر گئے

دیکھا کہ ایک شیر ہو اور اس شیر کے اوپر ایک زنگی سوار ہو یہ دیکھ کر امیر نے لوح کو دیکھا اسی دن لکھا تھا کہ جس وقت یہ زنگی
تعبین دیکھے گا یہ حیو جو اس کے ہاتھ میں ہو وہ تم پر بارے گا اس کے حوے کو رد کرنا اور اس زنگی کی گردن پر ایک سفید خط
پس ایک تلوار اس خط پر مارنا اس وقت اس زنگی کا سر کٹے کر ٹپے گا تو وہ شیر اس سر کو منہ میں لے کر جائے گا خبردار
بچھا اسکا نہ کرنا پس جس طرح لوح میں لکھا تھا اسی طرح سے امیر نے اس زنگی کو مارا اور وہ شیر سوس زنگی کا لے کر
جائے گا امیر اور اندر گئے دیکھا کہ عجیب کیفیت اس باغ کی ہے کہ ایک طرف کو منہ دی اور گول کی ٹیٹان ہیں ایک
سمت کو درخت انگور کی ہر ایک طرف کو کیلون کی بازو لگی ہوئی ہے فرض اس کے اندر تمام دفعہ انواع
انواع طرح کے ہیں اور سارے چمن پانی سے بھرے ہوئے ہیں اور ایک حوض ہے اسی میں پانی پاک اور پاکیزہ ہے اور
اور ایک عمارت عالی شان یا قوت کی بنی ہوئی ہے اور آگے اسکے ایک سائبان سرخ مثل کاٹھیا ہوا ہے اور
استادے اسکے یا قوت کے ہیں اسکے اندر ملکہ بازغہ ہر طرف اٹھتی ہوئی ہے جو نہیں بازغہ سے انیر کو دیکھا دیکھے گا
آٹھ کھڑی ہوئی اور امیر سے کہا کہ ایہ علم کشا ہم عجیب صیبت میں گرفتار ہیں کہ ہمارے ہم کو پکڑ لائے ہیں اور
ہم کو بیان لا کر رکھا ہے ہر ملکہ شفعہ کو ایک سو اپنے اوپر ہے ہوسے کسی صحرا میں پھرتا ہے اور ایہ شہر پارا ب
نک تو میں نے اپنے نہیں بچا یا اور یہی میرے اسکے اقرار تھا کہ اگر آج ہی میرا کوئی مددگار نہ آئے گا تو میرا جو
حی چاہے وہ کرنا اور امیر کو لوح کا یہ حکم ہے کہ جب تک فلان کسم تمام نہ کر لیتا جب تک کچھ اور ارادہ نہ کرنا پس
امیر نے لوح کو دیکھ کے یہ احوال دریافت کیا اور اس حوض پر بیٹھوہ کسم پڑھنا شروع کیا پس امیر اس اسم
کو پڑھتے تھے کہ ایک بار ایک ہوا سے تند و تیز طے لگی اور اس ہوا میں سے ایک ساحر پیدا ہوا نہایت بول موہت
وجہ اور دونوں بازووں پر چربان بدھ ہوئے اور ماتھے پر سینہ و رکاب ٹیکہ دیا ہوا ہے اور یکساں ہر ملکہ بازغہ
کے پاس بیٹھا اور کہنے لگا کہ ہمارا اور تمہارا آج وعدہ ہو چکا ہے شکر بازغہ نے کہا میرا حامی اور مددگار
آپو نچا پست نکر اس ساحر نے کہا کہ اگر کسم ہو یا سفید یا رہو تو وہ بھی میرا کچھ نہیں کر سکتا ہے اور اسے
امیر کو نہایت خیر بھی کہ بازغہ سے کہا ایہ بازغہ تو اسی سے مجھے ڈراتی ہے شکر بازغہ نے کہا یہ علم کشا ہے
جس وقت اسے سنا کہ یہ علم کشا ہے ایک بار پھر حلقہ مار کر ہنسا اور کہا واہ واہ یہ علم کشا ہے اور اسے
یہ لکھ بازغہ کے گلے میں ہاتھ ڈال دیا اور بوس دکنار کرنے لگا اور بازغہ نے بھی دوپٹے سے اپنے اتار کر رکھ دیا
اور یہ بھی اس سے بوس دکنار کرنے لگی جب امیر نے دیکھا اس وقت امیر کو ایک فیلڈ آیا اور دل میں اپنے کہا
عنت خدا کی عورت کی اوقات پر دیکھو تو کیا چلدر مٹی ہو گئی ہے اور طرہ برین یہ کہ یہ بھی کتنی جانی ہے کہ ایہ علم کشا
جلد آؤ کہ یہ مجھ سے حرکت نامعلوم کرنا ہے اور عینت ہے حکیم اشراق اور ہر نوش ممتاز ہے کہ جنھوں نے یہ قید
رکھی ہے کہ جب تک یہ کسم نہ تمام ہوئے ہرگز ہرگز تم کچھ ارادہ نہ کرنا اور امیر اس قید اور کسم کے باعث سے
مجبور تھے کہ ایک بار اس ساحر نے بازغہ کو چھاتی سے لگا لیا اور فعل بد میں مشغول ہوا یہ دیکھ کر امیر کو بازغہ سے
نفرت ہو گئی اور دل میں کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہ ہر طرف اسی کے لائق ہے فرض امیر نے وہ اسم پڑھتے
پڑھتے تمام کیا بعد اسکے لوح علم کو دیکھا اسی دن لکھا تھا کہ امیر جس وقت تم اسم کو پڑھ چکے تو اس وقت ایک
ایسا تیر مارنا کہ ایک ہی تیر میں یہ دونوں نشانہ ہو جائیں اور ہرگز اسی حوض میں کو دیکھا امیر نے بموجب علم لوح
کے تیر کمان میں پوستہ کر کے ایک ہی تیر مارا وہ دونوں چپے ہوئے تھے ہی وہ تیر بازغہ کی کشت پر بیٹھا اور
اس ساحر کے سینہ کو توڑ کے نکل گیا اور ایک آواز میں پیدا ہوئی کہ میسے بادل گر رہا ہے یا بجلی لگتی ہے اور بٹنے

درخت باغ میں تھے ان سب درختوں کے پتوں میں سے اور شاخوں میں سے آگ جھڑنے لگی اور امیر اسس سرور اور
 جادو دان کو مار کر اس حوض میں کودے جب امیر کے پاؤں زمین پر اترنا ہوئے اسوقت امیر نے دیکھا کہ ایک
 صحراوی میں آئین کوڑا ہون اور اس صحراوی میں ایک تیکڑا ہے اور وہ تیکڑا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے محل سب سے کسی نے
 منہ ہوا ہے اور امیر ملکہ شمشعہ جہان افروز بھی ہوئی ہے اور ایک شیر ہے انھارہ ہاتھ کا وہ ملکہ شمشعہ جہان افروز
 کے پاس ہوتا ہے کہ ایک بار ملکہ شمشعہ کی جو نگاہ امیر پر پڑی اور امیر نے ملکہ شمشعہ کو دیکھا چاروں نگاہ میں
 ایک ہوئیں تو ملکہ شمشعہ جہان افروز نے امیر کو اشارے سے منع کیا اور کہا اسے شہر بارہر کرتا ہے گا اور وہ نہ کرنا ہے
 میر جاؤ گے اسلئے کہ اگر یہ جانے گا تو آپ کو مار ڈالے گا مگر امیر نے ملکہ کے کہنے پر عمل نہ کیا اور ملکہ شمشعہ کے پاس چلے
 جب دیکھا ملکہ نے کہ امیر نہیں مانتے ہیں اور چلے آتے ہیں ملکہ نے اپنا ہاتھ اس کے اوپر رکھا اور ہاتھ رکھنے کے ساتھ
 ہی وہ شیر چوٹکا اور ہکا کر اپنی ذم زمین پر ماری اور امیر کی ہات پلا امیر نے وہ سر ہٹھا جو ان کے پاس موجود تھا
 اپنے منہ پر پھیرا اور اس شیر کی نگاہوں سے غائب ہو گئے بعد اسکے امیر نے لوح کو دیکھا آئین لکھا تھا اسے علم کشتا
 خبردار اسوقت یہ شیر تمھارے پاس آئے تو تم ایک حصا کھینچنا اور اس کے اندر بیٹھنا اور اپنے تئیں ملکہ شمشعہ جہان افروز
 ایک پہونچا اور اسوقت ملکہ کے پاس جاؤ گے تو ایک ایسی لہو مارنا کہ اسکا سرٹ جائے وہ شیر ملکہ کا سر سر زمین
 لے کے بجائے گا اسوقت ایک بہت کر کے اس شیر کی پیٹھ پر سوار ہو بیٹھنا پس وہ تم کو تمھارے مکان کو پہونچا دے گا
 امیر نے اسی طرح سے موجب حکم لوح کے اپنے تئیں شمشعہ کے پاس پہونچا اور ایک لہو ماری کہ سر اسکا
 تن سے ظلم ہو گیا اور نام اسکا بشیران جادو تھا اور اس شیر کا نام ششیتون جادو تھا پس شیر نے منہ میں سر ملکہ کا
 اٹھایا اور پا کا کہ سر اٹھا کر بجائے کہ ایک بار امیر بہت کر کے اسکی پشت پر سوار ہو بیٹھے پس اسے جو دیکھا کہ کوئی
 سوار ہے یہ دیکھ کر وہ بہت تمام بھاگا اور ایسا تیز چلا جاتا تھا کہ امیر کو اس کے اوپر بیٹھنا مشکل ہو گیا مگر امیر ایک
 شمشورہ تھے کہ جو اس کے اوپر سوار اور قائم رہے اور دوسرے کا کیا مقدور جو وہ قائم رہتا پس جس وقت
 وہ شیر امیر کو لے کر ایک میدان وسیع انھما میں پہونچا امیر نے دیکھا کہ ایک میدان بہت بچسپ ہے اور فر کا
 مقام ہے ہر ایک طرف کتبہ زار ہو رہا ہے فرض جانتے جانتے ایک حوض کے برابر پہونچا اور امیر موجب حکم لوح
 اس کے اس شیر کی پیٹھ پر سے کودے اور سر ہٹھا کو پھیرا اور پوشیدہ ہو گئے اور اسی طرح سے اس شیر کو چھوڑا
 اور امیر کو کہے جانے دیتے ہیں کہ حوض کی لب گردان سب یا قوت نگاہ اور وہ حوض ہزار قدم سے
 ہزار قدم تک ہے اور ایک طرف کو حوض کے فرش مثل پہ در کرسیاں بھی ہوئی ہیں اور امیر دو ساحر قوم جنات
 سے بیٹھے ہوئے ہیں نہایت بلایت اور کریم نظر اور اس فرش کے اوپر درجی سے سلطان بیٹھے ہوئے ہیں اور
 گلے میں آنکے طوق ہے اور اس حوض کے درمیان میں ایک کرسی بھی ہوئی ہے اس کے اوپر ایک دیوئی نہایت
 قوی ہیکل بیٹھی ہوئی ہے رنگ ہو رہا ہے اور عجیب طرح کے باتون کی صدا امیر کے کانوں میں آتی ہے
 کہ کہی ہے آواز میں امیر کے گوش زد ہوئی تھیں اور اس دیوئی کا نام دیا دیا دیوئی ہے اور وہ دونوں ساحر
 جو کہ سپون پڑیئے ہوئے ہیں ایک کا نام قرقشہ اور دوسرے کا نام خرشہ ہے اور یہ دونوں عقیدہ جیشیم ہیں
 انہیں ایک کا نام تو گلغام ہے اور دوسرے کا نام گلر وہ ہے اور یہ دونوں مسلمان ہیں امیر یہ دیکھ رہے تھے کہ
 ایک باسب ساحر یہ کہتے ہوئے اٹھ کے درے کے نشیتون آیا اور اگر پوچھا کہ نشیتون طلسم کشتا کو لایا اسے کہا لایا
 ان ساحر وں نے کہا کہ ان میں سے ایک امیری پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے کہ ایک باسب ڈھونڈھنے لگے کہیں امیر کو

ہوا یا آخر کو سب نے نشتیوں سے کہا کہ شاید تو کہیں گر آیا یہ سنکر نشتیوں نے کہا کہ میں یہیں گر تو نہیں جا ہوں مگر آیا ہوں ہ
 میری پیٹھ پر ہی غرض آپس میں سب نے صلاح کی کہ نشتیوں کو مار کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیے اور جب یہ مارا جائے گا
 اسوقت اگر طلسم کشا بھی اسکی پیٹھ پر ہوگا تو وہ بھی مارا جائے گا بس سب دیو اور ساحر اور جن اپنے اپنے حربے
 ہاتھوں میں لے کے مارنے کو مستعد ہوئے کوئی تو زخموں ہاتھ میں لے کر آیا اور کوئی اپنے ہاتھ میں کلھاڑا اور کوئی ترسول
 اور کوئی داغی شاخ غرض سب نے اگر نشتیوں کو مارنا شروع کیا نشتیوں نے کہا کہ میں نے کیا تمہاری تفصیل کی ہے
 جو تم مجھے مارے ڈالتے ہو اور اسکا کتنا کسی نے نہ سنا اور اسکو مار کے ڈال دیا اور خوشی کرتے ہوئے جا کے اپنی
 انہی جگہ پر بیٹھے اور سب پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ طلسم کشا کو مارو وہ طلسم کشا کو مارو میرے سب باتیں مجھ سے
 سننے ہیں میرا میر نے اس لوح کو دیکھا اسیہ لکھا تھا کہ اس حوض کے نیچے ایک کوہ ہے اور اس کوہ کے اوپر ایک
 درخت حقیق کا ہے اس کوہ پر جاؤ اور اس درخت حقیق کے نیچے جا کر یہ جو اسم لکھا ہوا ہے اسکو پڑھنا پس حقیقت
 اس اسم کو پڑھو گے اسوقت ہر نوش ممتاز نما ہے پاس آئے گا اور جو کچھ حال ہوگا وہ ہر نوش سے معلوم ہو جائیگا
 پس بموجب علم لوح کے امیر اس پہاڑ پر گئے اور دیکھا تو وہی اسم کوہ پر درخت حقیق کا ہے اور امیر نے اسکی نیچے جا کر اسم
 پڑھنا شروع کیا اور حقیقت وہ اسم تمام ہو چکا دیکھا امیر نے کہ ہر نوش سانسے آتے ہیں اور اگر امیر سے کہا کہ
 مجھے آپ نے کیوں یاد کیا ہے یہ سنکر امیر نے کہا یا حضرت مجھے آپ نے بیان کا تو کچھ حال بتا ہی نہ تھا اور اب
 آپ فرمائیں میں بیان کیا کروں یہ سنکر ہر نوش نے کہا کہ اب آپ ایک کام کریں کہ اس پہاڑ کے نیچے اترائیں اور
 وہاں ایک دریا معلوم ہوگا اس دریا کے کنارے جا کر بیٹھ کر وضو کیجیے گا اور وہیں بیٹھ کر اسم پڑھیے گا پس حقیقت
 یہ اسم پڑھ چکے گا تو وہ دریا شق ہو جائے گا اور دونوں طرف کو اس دریا میں دو دیواریں اٹھ جائیں گی اور بیچ میں
 اس کے ایک راہ پیدا ہوگی پس اسی راہ کے اندر چلے جانا اور جب تم نصف دریا میں جا کر پہنچو گے اسوقت
 تم کو ایک آواز ڈرائے گی آئے گی اور اس دریا کے پاس ایک گنبد ہے اسکا دروازہ کھل جائے گا اور تم
 دیکھنا کہ اس کے اندر ایک دیو بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ دو بچے ہیں وہ دو وہ اس دیو بیٹھی ہوئی ہے
 ہیں اور وہ دیو بیٹھی ہیں وقت تم کو دیکھے گی اسوقت وہ ایک بچے کو اپنے پیچھے لے گی اور کہے گی کہ جا مار طلسم کشا
 کو جس وقت وہ آکر تم پر حیرت کرے گا اسوقت تم اسکا حربہ خالی دے کر اسکو ایک ہی ماخوہ میں تلوار کے
 مار ڈالنا اس وقت وہ دوسرے بچے کو بھی لے کر اسکو بھی اسی طرح سے مارنا اور جس وقت وہ آپ
 آئے اور آکر وہ تم پر حیرت کرے گی جب کوئی سحر اسکا تم پر نہ چلے گا تو وہ بھاگے گی اس وقت ایک سیاہ
 اڑدہ منہ کھولے ہوئے سامنے سے پیدا ہوگا یہ اس کے منہ کے اندر چلے جائے گی پس تم بھی اڑدہ
 کے منہ میں کود جانا اور پکڑ کر اسکو کھینچ لانا اور اسکو مار ڈالنا اور اگر کوئی صورت بن کر وہ کہے تو تم
 ہرگز خیال نہ کرنا اور اسکو مار ہی ڈالنا اور اسکو مار کر اس گنبد کے اندر جانا اس گنبد میں ایک
 صندوق لٹکتا ہے اور اس صندوق کے اندر ایک حربہ رکھا ہے پس اس حربہ کو تو نکال کے لے آنا
 اور وہ جو دیو بیٹھی ہیں اس میں کرسی پر بیٹھی ہے اسکا نام دا بجا ہے اور یہ مالک باطن طلسم آفتاب کی ہے
 اسکو اس حربے سے مارنا اور جب وہ ماری جائے گی اس وقت اسکی کرسی اٹھا کر الگ رکھ دینا اور
 اس کرسی کے نیچے ایک کنواں ہے تم اس کنوین کے اندر جانا اور وہی راہ طلسم آفتاب کی ہے غرض جب
 سب حال امیر سے ہر نوش ممتاز کہ چکے تو کہا امیر سے بسم اللہ آپ تشریف لے جائے میں یہیں بیٹھا ہوں

اور تم میں میرے پاس آنا عرض امیر پر شکر رخصت ہوئے اور اسی طرح سے چلے پس امیر نے اسی طرح سے
وہ دریا دیکھا اور اُس کے کنارے بیٹھ کر وہی اسم پڑھا اور جس طرح سے مہر نوش نے کہا تھا اسی طرح سے
وہ دریا شوق ہوا اور دو دیواریں بیچ میں دریا کے پیدا ہوئیں امیر دمان گئے اور وہ دونوں دیو نے
باری باری امیر کے ماتھے سے مارے گئے پھر انھیں دیو نے امیر پر رحم کیا جب سحر لے گئے
اثر نہ کیا تو بھاگی اور ایک اثر دیا پیدا ہوا اسکے منہ میں کود پڑی امیر بھی اسکے منہ میں پہونچے
اور پہونچ کر اتر دے کے منہ سے اُسکو باہر نکال دے اُس وقت وہ دیو نے اپنی صورت سحر سے
ایسی بنائے ہوئے تھے کہ امیر دیکھتے ہی مائل اور زلیفہ ہو گئے مگر دین امیر کے جی میں آیا کہ محمد سے
مہر نوش ممتاز نہ کھاتا تھا کہ خبردار جو وہ صورت ہے اُسکا خیال نہ کرنا یہ جس وقت امیر کو یاد آیا اسوقت
امیر نے ایک قلعہ لگایا اور کہا میں کب بھی چھوڑتا ہوں اور جب اُس نے جانا کہ یہ مار ہی ڈالے گا
اُس وقت بدن میں تمام کرم بھنے گئے پس امیر کا جی پاتا تھا کہ اُسکو چھوڑ دیجئے پھر امیر کے
دل میں آیا کہ اُسکو مار ہی ڈال اور امیر نے محبت کے قریب سلیمان کی کا ایک ہی ماحول امیر
جو مارا کہ اسکے دو کڑے ہوئے اور اُس اتر دے کو امیر نے جو دیکھا تو وہ ایک درخت بن کے
تیار ہوا ہوا اور اندر سے وہ درخت خالی رہا پس امیر اُسکو مار کے گنبد کے اندر گئے اور دمان جا کر امیر
نے اُس صندوق کو اتار دیا اُسکے اندر سے وہ حربہ نکالا اور اُسے لے کر چلے اور مہر نوش ممتاز
کے پاس آئے اور حربہ مہر نوش کو دکھایا مہر نوش نے اُس حربہ کو دیکھ کر کہا یہ جو بخت ہے اسی
کے واسطے یہ تمہارا اُس نے بنایا تھا اور اُن دونوں میں اسی میں لڑائی ہوئی اور یہ حرا فرادی
امیر غالب آئی اس نے اُسکو مار ڈالا اور اُس نے جو تمہارا اُس کے لیے بنایا تھا وہ بھی ہر
اور اُسکی قضا اسی سے ہے اور امیر سے کہا اب تم جاؤ اور ایک نقش لکھ دیا اور کہا یہ نقش
دونوں مسلمانوں کو دینا اور جب وہ اپنے بدن سے لگاؤ گئے اُس وقت سب سے اُنکا دور
سہج جائے گا اور تم ہرہ خفا کو دوسرے رخ سے پھیرنا اور جب وہ تم کو دیکھیں گے اسوقت ایک مچلی
اُس حوض میں سے پیدا ہوگی اُسکے اوپر تم سوار ہو جانا اور وہ مچلی اُسکے گرد رہے گی اور جب
وہ خوب پھر چلے گی اُس وقت تم اُسکو مار ڈالنا پس یہ شکر امیر مہر نوش ممتاز کے پاس سے
رخصت ہو کر چلے اور جا کر اُس حوض کے کنارے پر کھڑے ہوئے اسوقت یہ ساحر مسلمانوں پر ظلم
و تعدی کر رہی تھی اور شام کا وقت ہوا اب امیر نے ہرہ خفا کو پھیرا اور ساتھ میرے کے امیر
سب کو دکھلائی دیے اور ان مسلمانوں نے دیکھا کہ ظلم کشا آیا ہے اور امیر نے وہ نقش اُنکو دیا اور
اُن سے کہا کہ اس نقش کو اپنے بدن سے ملو غرض وہ نقش لے کر اُن دونوں نے اپنے بدن سے
ظاہر ساتھ ملنے کے سب سحر اُنکا دور ہوا اور امیر نے تمام رات بیٹھ رہا اور صبح کے وقت
مچلی پیدا ہوئی اور اُنکا کنارے پہونچی کہ دیکھا امیر ایک جہت کر کے اُس مچلی کے اوپر پہونچے اور جا کر بیٹھے کہ
ایک بار وہ مچلی امیر کو نے کراسی دیا بھائی ظن قیل اور دیا ساحر نے جو دیکھا وہ چلانے لگی اور پکارتی تھی
کہ اے درڑ ظلم کشا پہونچا اور وہ جو ساحر ہر شے ہوئے تھے اُن سب نے کہا
کہ پہلے تو یہ جو دونوں مسلمان قید میں ہیں اُنکو مار ڈالو اور یہ اُنکو نہ معلوم تھا کہ وہ

و دون قید حیرت چٹ گئے اور جو وقت یہ سب ساغر ان دونوں کے دربر رہے یہ دونوں اسیر تلوارین باخون میں
 پکڑ کر آئے اس کے اُنہیں تو جنگ ہونے لگی اور ادھر دایا امیر پر چڑھنے لگی امیر پر اسکا سحر نہ چلا اور کچھ اُسکے
 سحر نے امیر پر اثر نہ کیا جب دیکھا دایا نے کہ امیر پر سحر اثر نہیں کرتا تو اُسوقت دایا نے کیا کام کیا کہ بد جو اس
 ہو کے اسم سحر پڑھ کے اپنے اوپر دم کیا اور دونوں شانوں پر اُسکے پر پیدا ہوئے اور ایک بار وہ اوپر کھڑکڑا لیا
 جیسے ہی یہ اوپر کو چلی ہو کہ دفعۃً ایک پیٹر اُسکے ایسی لگی کہ بیچے زمین پر لڑی بس امیر نے دڑ کر دی حیرت ایا
 مارا کہ تڑپ کر اُسی حوض میں گر پڑی اور وہ پانی حوض کا غرغر کے سب اُس حوض میں غائب ہو گیا امیر نے وہ
 کر سی اٹھائی اور دیکھا تو واقعی اُسکے نیچے ایک ویسا ہی کنواں سا ہے جیسا ہر نوش ممتاز نے امیر سے بیان
 کیا تھا اُسوقت امیر انگلیں بند کر کے اُس کنوئین میں کودے اور جب پاؤں زمین پر پہنچے اُسوقت انگلیں
 کھول کے امیر نے دیکھا تو ایک میدان نہایت سبزہ زار اور خوشگوار دیکھ رہا اور ہر طرف اُسکے سبزہ زار پر بہار و آفتاب
 اور مناب دونوں سامنے دکھائی دیتے ہیں امیر نے اس لوح حلیم کو دیکھا اس میں لکھا تھا کہ اے حلیم کشا یہ جو
 کنواں معلوم ہوتا ہے اس کنوئین میں سانمگز کا ایک میل ہے اور اُس میل کے اوپر آفتاب اور مناب ہیں پس
 تم کو چاہیے کہ جس حربے تم نے دایا کو مارا ہے وہی حربہ ان دونوں کے بیچ میں میل پر مارنا اور جب میل جھک
 جائیگا اُسوقت تم آفتاب اور مناب دونوں کو پکڑ لینا اور خبردار چلے نہ پائین اور بدقت تم کو پکڑ لو گے اُسوقت
 اُس کنوئین کے اندر سے ایک دیو نکلتے گا وہ دیو تم پر حربے کا تم اس حربہ کو خالی دینا اور دیکھا کہ اُسکے ماتھے پر ہا
 نشان ہے پس تم کو چاہیے کہ اگر اُس نشان پر ایک ہی تلوار ہی مارنا کہ اُسکا سر تن سے اڑ جائے پس امیر نے
 اسی طرح سے بموجب حکم لوح کے وہ حربہ اُس میل کے بیچ میں مارا کہ وہ میل جھک گیا اور یہ جو آفتاب اور مناب
 تھے ان دونوں نے چاہا کہ اس میں سے نکل جائیں مٹے ہی تھے امیر نے دیکھا دل میں کہا کہ بڑا غضب ہوا کہ یہ تو
 بڑے ایک بار امیر نے آسمان کی طرف جھک کی اور جاتے ہی دونوں آفتاب اور مناب کو امیر نے پکڑا اور پیٹ کے
 اکں دونوں کو زمین پر لے آئے اور اب امیر کے اور دونوں آفتاب اور مناب کے زور ہونے لگے جو وقت
 یہ دونوں زور کرنے ہیں امیر کے پاؤں زمین سے اُکڑ جائے ہیں امیر فوراً ننگ مارنے ہیں اور ہر دونوں کو پیٹ
 لاتے ہیں اور قائم ہو کے کھڑے ہوتے ہیں اور اُس لوح اور کاغذ میں بھی یہی لکھا ہوا تھا کہ اگر تم صبا جعفر ان
 ہو گے تو تم سے یہ آفتاب اور مناب نہ جانے پائیں گے کہ ایک بار وہ دیوانہ سے نکلا اور پکارا کہ اے آدم زاد
 ادھر آ بہت مدت ہوئی تھی کہ میں نے گوشت آدمی کا نہیں کھایا تھا سو اب میرا گوشت میں کھاؤ گا پھر
 امیر نے کہا تو اپنی خبر لے میں تجھ کو مارنے کو آیا ہوں جو وقت دیو نے یہ سنا فقہ مار کر ہنسا اور در شمشاد
 کو باغ میں لے کر آئے انگلیں بند کر کے ایک دور امیر پر کیا امیر نے جو وقت دیکھا کہ در شمشاد کو بھجوا رہی
 ایک ذرا پیرا بدلا وہ در اُسکا خالی گیا اور در شمشاد کی شکل کر کے زمین میں غرق ہو گئی اور یہ پکارا کہ اے
 آدم زاد میرا شور بھی مجھے نصیب ہوا دیو تو کتنا تھا کہ ایک بار امیر نے غریب سلیمان کو کھینچ کے اور وہی
 نشان دیکھ کے ایک ہی باغ اُس نشان پر مارا کہ سر اسکا تن سے اڑ گیا اور جو وقت وہ دیو مار گیا اُسوقت
 ہر نوش ممتاز نے امیر سے کہا کہ اے شہر یار تم کو طاسم کشا کی مبارک جواب ایک حراۃ القلعہ پائی ہے
 اور اب کلا ہی چاہے پہلے خدا دی کر لیجئے اور یہی چاہے حراۃ القلعہ کو بھی فتح کر لیجئے پھر خدا دی کیجئے یہ سنکر امیر
 کہا پہلے خدا دی کرنا چھوٹا منظور ہے امیر نے تاہن کر سنے تھے کہ سواری ملکہ بازغہ کی مع فوج اور نوبت اور

نشان کے نمودار ہوئی اور ملک باز غمہ شاد اپنے بجاتی ہوئی حاضر ہوئی اور اس جو میرے خیالی کر کے دیکھا
تو مرآۃ القلعہ بھی سامنے ہی

اب دو کلمے داستان جانا امیر کا گنبد ریاضت گاہ میں سیان کیے جاتے ہیں

کہ جب امیر نے دیکھا گنبد ریاضت گاہ بھی سامنے ہی اور مرآۃ القلعہ بھی پیش نظر ہی مہر نوش ممتاز سے پوچھا کہ ای
مہر نوش مرآۃ القلعہ تو کئی مہینے کی راہ تھا۔ اب سامنے معلوم ہوتا ہے۔ سنکر مہر نوش نے امیر سے کہا کہ ای شہر پار
وہ وہ چیزیں جو طلسم کے درمیان بالکل خپیں وہ تو اب سب موقوف ہو گئیں اسوجہ سے مرآۃ القلعہ سامنے معلوم ہوتا ہے
امیر کو نہایت تعجب ہوا کہ ایک بار باز غمہ نے امیر سے کہا کہ اب بھی میرے ساتھ گنبد ریاضت گاہ میں چلیے امیر نے باز غمہ
سے کہا اچھا چلو پس باز غمہ امیر کو لے کر گنبد ریاضت گاہ میں آئی اور امیر نے اپنے بیٹوں اور رفیقوں کو دیکھا کہ
سب کے گلے میں کفتیان پڑی ہوئی ہیں اور سب نے حالت اپنی تباہ کی ہے سب کے بالوں پر خاک پڑی ہوئی ہے
اور حالت سب کی فیسہ ہے اور عمرو نے جو امیر کو دیکھا فوراً پاس آ کر رونے لگا امیر نے عمرو سے پوچھا کہ عمرو
یہ سب نے حالت اپنی کیا بنائی ہے۔ سنکر عمرو نے کہا کہ ای حمزہ کیا بیان کر دین میں جو ان سب پر زنت ٹوٹ پڑی
امیر نے کہا کہ خواجہ جلد کہو کہ انکو دیکر کے حالت میری تباہ ہوئی ہے اسوقت عمرو نے ناچار ہو کر امیر سے کہا کہ ای حمزہ
ایک روز ملک خورشید لقا اور ایک روز زہرہ لقا مری اور اسی طرح سے ایک دن خور لقا اور ایک دن سرد مار بھی
مر گئیں یہ چار دن گنبد ریاضت گاہ میں دفن ہیں ہم نے انکو دفن بھی نہیں کیا اس واسطے کہ حکم اشراق کا ہوا کہ
ان تینوں کو گنبد ریاضت گاہ میں پونہ تین رکھ دو اور انکو گاؤں میں جو وقت امیر نے یہ سنا ساتھ ہی سننے کے
امیر سن ہو گئے اور ہاتھ پاؤں بیان میں ڈال کے ایک محکمہ کا کہ گرجاں کو تباہ نکال دالا اور رونے پینے لگے
اور حالت اپنی تباہ کر کے مہر نوش ممتاز آئے اور دیکھا انھوں نے کہ حالت امیر کی غیر ہے امیر سے کہا کہ ای
شہر پار اب کچھ رنج و الم نہ فرمائیے یہ سب زندہ اور صبح و سلامت ہیں کسو واسطے کہ یہ سب کشتہ طلسم ہیں اب آپ
یہ کام کوں کدہ جو آفتاب اور جناب دونوں آپ لائے ہیں انکو پانی میں دھو کے اس پانی کو ان سب کے
اوپر چھڑکیے فوراً یہ سب زندہ ہو جائینگے پس چٹکر امیر خوش ہوئے اور جلدی سے آفتاب اور جناب کو دھو کے
پانی سے کر گنبد ریاضت گاہ میں لگے اور گنبد کے اندر جانے اس پانی کو سب پر چھڑکا یہ سب بھی اُنھیں پس امیر ان
سب کو ساتھ لے کر باہر آئے اور عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ اور فرزند مغولی اور بہرام گرد خاقان چین
ان سب نے سب کو زندہ دیکھا سب کو عجیب طرح کی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اور یہ سب ہنسی خوشی
اکڑتے تھے کہ ایک بار سلطان سرخوش جی اور حکیم سبطاس وغیرہ نے آکر امیر سے ملاقات کی اور مہر نوش ممتاز
اور ظفر جان جی یہ سب بھی بیٹھے ہوئے ہیں کہ مہر نوش ممتاز نے کہا کہ پہلے شادی ملکہ شمشعہ جان از دوزکی
ہوئے تو پھر ملکہ رضیہ سلطان خورشید شعلہ زدی شادی ہو جائے گی یہ بات ظفر جان جی نے سنی نہایت براہم
ہوا اور کہا اُسے کہ یہ امر سب گزرتا ہے اور پہلے شادی ملکہ رضیہ سلطان کی ہوگی بعد اسکے اور کسی کی شادی
ہوگی کسو واسطے کہ اول تو وہ اولاد میں حکیم اشراق روشن ضمیر کی ہے اور دوسرے وہ بادشاہ ظاہر طلسم
کی ہے پس اسکی تو پہلے شادی ہو اور دوسری شادی پہلے ہو یہ تقاری فیما فی سے بعد ہی یہ سنکر مہر نوش ممتاز
کچھ سوچا کر چلے ہوئے اور کہا چہر غمی تم سب سنا جو ان کی پس پہلے شادی ملکہ رضیہ سلطان کی شادی
بعد اسکے ملکہ شمشعہ جان از دوزکی شادی ہو جائے گی سلطان جی نے ملکہ خورشید لقا اور زہرہ لقا اور خور لقا

اور ماہ تقابن چار دن سے کہا کہ تم چار دن پر دہ قات میں جا کر ملکہ رضیہ سلطان کو ملے کہ جلدی آؤ جو وقت
یہ چار دن ملکہ رضیہ سلطان کو لینے پر دہ قات میں گئیں اور ملکہ رضیہ پاس پہنچیں اور سارا احوال امیر کا
مفسلاً ان چار دن نے بیان کیا کہ بعد طلسم کشا کی اب امیر گنبد ریاضت گاہ میں تھکے ہیں اور تمہیں تمہارے
باپ نے بلایا ہے ہم تم کو لینے کو آئے ہیں ملکہ رضیہ تخت نکلا کر سوار ہوئی اور ان چار دن کو اپنے ساتھ تخت
پر بٹھا کر روانہ ہوئی اور اگر اس گنبد ریاضت گاہ میں پہنچی جو وقت امیر کو یہ خبر ہوئی کہ ملکہ رضیہ آئی امیر کو
بھی نہایت خوشی ہوئی اور ملکہ رضیہ سلطان سرخوش کے خمیر میں گئی اور وہاں جا کر اپنے باپ کو مگر کیا باپ
نے اسکو دیکھا کہ گئے سے لگایا اور بہت پیار کیا اور اس میں باتیں کرنے لگے اتنے میں سلطان سرخوش رضی
نے مہر نوش ممتاز سے کہا کہ تم سب کو رقعہ لکھو کہ شادی میں سب اگر حاضر ہوں مہر نوش ممتاز نے رقعہ لکھ کر
چارست بھیجے کہ شادی ملکہ رضیہ سلطان کی مقرر ہوئی ہے فلاں روز جلد اگر حاضر ہو پس بموجب لکھنے کے
پھر چارست کے لوگ حاضر ہوئے مہر نوش ممتاز نے شہر صندل کو ملکہ صندل پر ہی پاس ہی رقعہ لکھو بھیجا
اور اس میں صندل پر ہی کو لکھا تھا کہ آپ بھی اور خورشید جہان بھی تشریف لائیں کہ سو پہلے کہ آپ کے رونق افزا
ہونے سے ایک رونق ہو جائے گی اور ملکہ رضیہ سلطان کا باپ یعنی سلطان سرخوش صندل پر ہی کا زیر
گمین ہے اور یہ صندل پر ہی کو خراج دیتا ہے اور ملکہ صندل پر ہی ختم قات کی ہے اور بادشاہ ہرادی ہے اور
یہ ملکہ آسمان پر ہی کو خراج دیتی ہے اور ملکہ رضیہ آسمان پر ہی کی بڑی طبع اور فرمانبرداری ہے اور ملکہ رضیہ
سلطان سے اور ملکہ خورشید جہان سے بڑی محبت اور اتحاد ہے باوجودیکہ رضیہ خورشید جہان کی حکومت ہے اور
ملکہ خورشید جہان حاکم ہے مگر بسبب محبت اور اتحاد کے رتبہ برابر ہی کا ہے اور اسی طرح سے ملکہ خورشید جہان
اور ملکہ قریشیہ سلطان سے بڑی محبت ہے باوجودیکہ ملکہ خورشید جہان بھی ملکہ قریشیہ سلطان کو اپنا حاکم اور
مالک جانتی ہے خضار اکین یہ خورشید جہان ہمراہ ملکہ قریشیہ سلطان کے سیر و شکار کو گئی تھی اس وقت یہ رقعہ
شادی کے ملکہ رضیہ اور ملکہ صندل پر ہی کے پاس پہنچے صندل پر ہی نے رقعہ پڑھا اور رقعہ کو پڑھ کے
آئے ایک خط اپنی بیٹی ملکہ خورشید جہان کو لکھا کہ اے خورشید جہان تم جلد آؤ کہ تمہاری دوست جوہر ملکہ
رضیہ سلطان اسکی شادی میں تمہیں ملنا ہو گا اور اس کے باپ نے بہت منت اور حاجت سے رقعہ لکھا ہے
تم جلد آؤ تو طہین پس یہ خط لکھ کے صندل پر ہی نے ایک دیو کو دیا اور کہا جہان ملکہ خورشید جہان ہر وہاں
جائے تو یہ خط اسکو دینا پس دیو خط لے کر روانہ ہوا جو وقت یہ دیو صندل پر ہی کالے کر ملکہ خورشید جہان
کے پاس آیا اور وہ خط اسکو دیا اور خورشید جہان نے خط اپنی ماں صندل پر ہی کا پڑھ کے قریشیہ سلطان
سے کہا کہ اے ملکہ ہمارے ہمیشہ وعدہ ہوا کرتا ہے کہ مرآۃ القلعہ ایسا خوب مکان ہے کہ ایسا کہیں
کوئی مکان روئے زمین پر نہیں ہے اور آپ فرمایا کرتی ہیں کہ کبھی ہم طہین کے تو ہماری ایک دوست جگری ہے
رضیہ سلطان اسکا نام ہے اسکی شادی اسی مرآۃ القلعہ میں ہوئی ہے میں امیدوار ہوں کہ آپ بھی تشریف
لے طہین اور چل کر اس مکان کی سیر کریں اور وہ مکان لائق سیر اور دید کے ہے یہ سن کر ملکہ قریشیہ سلطان نے
خورشید جہان سے کہا کہ میرے ملنے سے سب کام تمہارا خراب ہو جائے گا اور تمہیں شادی کی کوئی
کیفیت حاصل نہ ہوگی کہ واسطے کہ تم تو میرے پاس رہو گی تم سے کوئی کام نہ ہو سکے گا یہ سن کر خورشید جہان
نے ملکہ قریشیہ سلطان سے کہا کہ آپ مرآۃ القلعہ میں تشریف فرما رہیں اور میں جا کر گنبد ریاضت گاہ میں

شادی کردی پسر قریشی سلطان نے کہا کہ مان اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے پس یہ کلمہ ملکہ قریشی سلطان کو اپنے ہمراہ لے کے شہر صندل میں اپنی ماں کے پاس آئی ملکہ صندل پر ہی تو شہر صندل ہی میں رہی لیکن ملکہ خورشید جہان کے ساتھ اس کے بھائی سلطان سلیمان کو کر دیا بس ملکہ قریشی سلطان اور ملکہ خورشید جہان اور سلطان سلیمان یہ تینوں تری غرت و شان سے سوہر ہو کر تختوں پر رونہ ہوئے اور ہمراہ آئے لشکر دیودن اور پرہی زادون کا ہی ملتے ملتے اُس گنبد ریاضت گاہ میں آکر اُن سے ملکہ قریشی سلطان نے بارگاہ سلیمانی کمری کر دانی اور ایک طرف کو خورشید جہان نے خیمہ برپا کیا اور جوقیت بارگاہ سلیمانی ابستادہ ہوئی اور تخت بارگاہ سلیمانی کے مانند آفتاب اور مناب کے چمکنے لگے اور بارگاہ سلیمانی کئی فرسخ سے معلوم ہوئی ہر قصا و کار کہیں امیر گنبد ریاضت گاہ میں اپنے خیمہ میں آکر بیٹھے کہ ایک بار نسیم عیار جمہور جہان سوز گردین آلودہ اور پسینے میں غرق آیا اور آکر امیر کو اسے بھوکا اور بعد دعا اور نماز دینا ہی کے دونوں نے باخبرانہ ہر کے عرض کیا کہ اے شہر بار دلاتبار مبارک ہو کہ بادشاہ اسلام بارگاہ سلیمانی میں تشریف فرما ہوئے ہیں اور سائے یہ بارگاہ سلیمانی ابستادہ ہو کہ جس کے گلے گلے سونے کے چمکتے ہیں امیر نے پوچھا اے نسیم تو نے کس سے سنا ہے عرض کیا کہ خانہ زاد خود بارگاہ سلیمانی کو دیکھ کر آیا ہے مگر بادشاہ اسلام کو چین دیکھا مگر خوب بارگاہ کو سما جو در خوب تر استہ کیا ہے اور بارگاہ سلیمانی سوائے بادشاہ اسلام کے کسی کے پاس نہیں ہے اس سے غلام نے عرض کیا کہ بادشاہ اسلام تشریف لائے ہیں یہ سنکر امیر خوش ہوئے اور دل میں اپنے کہا کہ شاہ یور اور نقانے اسلام اختیار کیا ہے اور یہ سب اور عزائے ہیں یہ خیال کر کے عمرو سے کہا کہ بھائی خواجه جلد خبر لو لاؤ کہ اس بارگاہ سلیمانی میں کون ہے عمرو باندہ باد مہر کے روانہ ہوا اور آکر دیکھا عمرو نے کہ کہیں آدمی کی تو تک نہیں ہے سو اسے دیو اور پری اور جن کے پس عمرو دیکھ کر بھڑا اور امیر سے آکر کہا کہ اے حمزہ بارگاہ سلیمانی تو ہی مگر اس بارگاہ میں سوائے دیو اور پری کے کسی انسان کا نام نہیں ہے سو وقت امیر نے یہ سنا امیر کا ماتھا ٹھکا اور کہا فد اخیر کرے کہ کہیں آسمان پر ہی نہ آئی ہو اور سوائے اُس کے اور بارگاہ سلیمانی کسی کے پاس نہیں ہے درختے میں ایک تو پیش خیمہ لاویا ایک پس خیمہ توڑتین کی آدمی بارگاہ تو میرے پاس ہے اور آدمی بارگاہ ملکہ آسمان پر ہی کے پاس ہے اور اس وقت امیر کو وہ وقت اور وہ دن یاد آیا کہ امیر پر وہ دن کان میں تھے اور ذکر ملکہ مہر نگار کا آسمان پر ہی سے سنا تھا اور اُنھارہ برس پر وہ دن کان میں سے امیر کو آنے نہ دیا تھا اور خوب خاک چھنوائی تھی اور جب ذکر ملکہ گروید بانو کا سنا تھا کہ گروید بانو بھی آئی ہیں اور بیع الزمان راہ میں پیدا ہوا تھا اور گروید بانو کو اس وقت دیو نے ایک کوہ پر اتار دیا غرض امیر نے بدحواس ہو کر عمرو سے کہا کہ اے خواجه جلد تحقیق کر کے خبر لو لاؤ یہ سنکر عمرو نے کہا کہ اے حمزہ پھر ایسا کام کا ہے کو کرتا ہے جو تو نہ سنا دیتا ہے اور اب بھی کچھ نہیں گیا شاید سو قوت کر دے یہ سنکر امیر نے عمرو سے کہا بس جبک نامہ ملو جاؤ عمرو روانہ ہوا اور جا کر تحقیق خبر لایا اور امیر سے کہا اے حمزہ تیری بیٹی ملکہ قریشی سلطان پر ہی عمرو نے یہ جو کہا سب نے اس بات کو سنا اور سب کو معلوم ہوا کہ امیر جہان پر ہی کے شوہر ہیں سب نے امیر سے کہا کہ اے شہر بار آسمان پر ہی آپ کی زوجہ ہے اور ملکہ قریشی سلطان آپ کی دختر ہیں یہ سنکر امیر نے سب سے کہا کہ مان یہ تو سہی پس جوقیت سب نے سنا نہایت خوشی ہوئی تھی اور دی میں اپنے کہا کہ شخص ایسا ہے کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہم السلام کی پوتی جس کے ساتھ منسوب ہوا اور امیر سے

وہ بارگاہ سلیمانی جو امیر کے ساتھ آئی تھی اسکو استاد کر واکر ہمیں چہن کیا اور اس چہن میں مجھے ہین اور بیان ملکہ قریشیہ
اور خورشید جہان جو بارگاہ سلیمانی میں بھی ہین تو کہیں ملکہ رضیہ کی شادی کا ذکر آیا کہ ایک بار ملکہ قریشیہ سلطان
نے خورشید جہان سے بوجھا کہ رضیہ کی شادی کسے ساتھ ہو کوئی بڑی زاد ہو جسکے ساتھ رضیہ کی شادی ہو پندر
خورشید جہان نے ملکہ قریشیہ سے کہا بڑی زادوں سے نہیں قوم انسان سے جو جس سے شادی ہوتی ہو پندر قریشیہ
نے کہا اٹکا کا نام ہو خورشید جہان نے کہا کہ کوئی حمزہ صاحب قرآن نامے ہو اسکے ساتھ شادی ہوتی ہو ملکہ قریشیہ
نے کہا کوئی اسکے ساتھ بھی ہو اس وقت خورشید جہان نے کہا کہ ایک بیٹے کا نام عمرو بن حمزہ اور دوسرے کا نام
جوگان بن حمزہ اور ایک رفیق کا نام فرخزاد مغربی ہو اور دوسرے رفیق کا نام بہرام بن کرد خاقان میں ہو
یہ سنکر ملکہ قریشیہ نے کہا کہ خورشید جہان وہ تو میرا باب ہو پندر خورشید جہان نے کہنے کی صورت ہو گئی اور
ملکہ قریشیہ سے کہا کہ یہ سچ کہتی ہو ملکہ قریشیہ نے کہا میں سچ کہتی ہوں اس وقت خورشید جہان نے اتنا تو کہا کہ جسکی
ایسی بھی صاحب شوکت اور لیاقت ہو اسکا باب شادی کرے یہ سنکے ملکہ قریشیہ نے جواب دیا کہ مرد متنی جا ہین
شادیاں کریں خدا انکو مبارک کرے جسکے ساتھ وہ شادی کونگے وہ ہماری ماں ہو پندر خورشید جہان نے کہا کہ بی بی شادیاں
تمہیں سے یہ ہونگے گا ہم سے تو کہیں نہ ہونگے یہ سنکر ملکہ قریشیہ نے کہا کہ اگر خورشید جہان تم نے مجھے لا کر
اس غصہ میں ڈالا اگر میں میری سنے کی کہ یہ باب کے یاہ میں بھی تھی تو وہ مجھ سے خفا ہو جائیگی اور جو بیان سے
جلی جاتی ہوں تو باب سنکر خفا ہونگے اور کہیں گے کہ بی بی میری شادی نہ دیکھ سکی اور اب مجھ کو دونوں طرح سے مشکل ہو اور
اب کچھ بن نہیں آتا ہر گز میں آتا ہوں کہ میں اپنے باب کی شادی آپ کروں اور اگر امان خفا ہوگی تو خلی مت بھی جاگی
اور جو بابا جان خفا ہونگے تو انکی خفا نہیں مٹ سکتی یہ کہہ کر سب سے کہا خبردار کوئی امان جان سے نہ کہنا اور جو کہے گا میں
اُس سے بڑی طرح سے پیش آؤنگی اور یہ کہہ کر جسے اور بارگاہ سلیمانی کے اکٹھے کاظم کیا اور مٹنے کی تیاری کی پس
ملکہ قریشیہ اور خورشید جہان دونوں مدانہ ہوئیں اور امیر کو خبر ہوئی کہ ملکہ قریشیہ آتی ہو امیر نے سب کو حکم کیا
کہ تم سب باہر جاؤ مٹنے لوگ تھے سب باہر گئے اور دونوں بیٹے امیر کے اور دونوں مرد اور ایک خواہر باقی رہے
پس امیر کے بیٹے میں امیر بیت چھ آدمی باقی ہین کہ سواری ملکہ قریشیہ کی آئی اور ملکہ قریشیہ سواری سے اتر کر ڈری
ڈری بارگاہ میں آئی اور اندر اکرامیر کو بجا کیا امیر نے اپنی گردن بھی کر لی کہ ایک بار ملکہ قریشیہ امیر کے گلے سے پٹ لگی
اور کہا کہ اے بابا جان آپ کیون آدہیں ہین اور آپ کو اسلے سوخ میں ہین خوب ہوا یونہی ہوتی آئی ہو اور
میان کوئی آپ کا نہیں تھا اور اب میں آپ کی شادی کر دنگی یہ سنکر امیر نے کچھ جواب نہ دیا ملکہ قریشیہ نے
سلاسل پر پی اور غلاضل پر پی سے کہا کہ تم دونوں پردہ فاق میں جاؤ اور جا کر وہ گلہ سے لاؤ جو گلہ سے کہ
حضرت سلیمان علی ہینا علیہ السلام کہہ عہد کوچ میں ملتے تھے اور جان خیمہ ہوتا تھا تو وہ گلہ سے انکے سامنے
لگا کے جاتے تھے اور وہ تمام میدان گلہ سے معلوم ہوتا تھا اور تمام گلہ ستون سے میدان باغ و بہار ہوتا تھا
اور حضرت اسکی کیفیت دیکھتے تھے اور جو بعد ان اور لائینین نئی نئی وضع کی ہین وہ بھی یعنی آتا کر آتا کر نا کہ
خبردار ان جان کو خبر ہو پس بیان سے یہ سب سنیں اور جا کر جلے سے سب اسباب نکالا اور سے کہ بیان میں
اور ملکہ قریشیہ نے امیر کی طرف سے شادی کی تیاری کی اور ملکہ رضیہ کی طرف ملکہ خورشید جہان نے شادی
کی تیاری کی اور ملکہ قریشیہ نے بعد مانگے کی رسم کے نیک دن دیکھ کے صاحب امیر کی سے کہ با نوبت و نشان
سوار ہوئی اور تمام آرایش اور وہ گلہ سے نیا حصار سے روشن حصار اور مراۃ اقلعہ تک میں اور کہیں انکے

لیجائے گا ٹھکانا نہیں آتش باقی جہان نہان رہی ہو اور ایک تخت جو اب نگار امیر سوارمین اور دونوں بیٹے
 راست و چپ ہیں اور دونوں رفیق دست چپ کوہن اور آگے آگے خواجہ عمر و پری دھیم دھام سے اٹھام
 کرتے جاتے ہیں اور ملکہ قریشہ ایک طرف اپنے تخت کو اڑاتے ہوئے چلی جاتی تھی غرض جاگڑ میں کے گھر پر ساجن
 پہنچی امیر دہان خیمہ میں آئے اور سند پڑھے اور دست رہت کو دونوں بیٹے ہیں اور دست چپ کو دونوں
 رفیق بیٹھے ہیں اور ایک طرف کو خواجہ عمر و اور ایک طرف ملکہ قریشہ اور سلاسل پری اور ضلاضل پری اور
 زمر و پری اور باقی سب پری زادین بیٹھی ہوئی ہیں اور طائفے آکر اپنے دو گھانے لگے اور ساتی جام و صراحی
 لے کر حاضر ہوئے اور مہکشی ہونے لگی کہ اتنے میں ملکہ خورشید جہان نے جام ہاتھ میں اٹھا لیا اور ملکہ خورشید بقا
 نے سیلا بھی اور آفتاب لیا اور ملکہ زہرہ لقا نے چنگیز اٹھا لیا اور خور لقا نے باندان اٹھا لیا اور ماہ لقا نے
 عطر دان اٹھا لیا بہان یک کسی پری زاد نے ہار اٹھا لیا اور کسی نے بیڑ غرض جتنی پری زادین تھیں کسی نے کچھ
 اور کسی نے کچھ اٹھا لیا اور خورشید جہان لٹی شربت پلانے کو اور دھرا جہان سالو اور درانی سے سندھی ہو گئیں اور
 ان پر کامناری اور تھامی کا کیا ہوا اور امیر خواجہ پزیش نسبت لگا ہوا اور جام و صراحی ہاتھ میں لے کر امیر کے سامنے
 آئی بس سوقت امیر کی نگاہ خورشید جہان پر پری میا ختم امیر چڑکے اور حالت امیر کی خبر ہو گئی اور خورشید جہان
 نے امیر کو شربت پلا کر اس فرسے سے شہر امیر کا پوچھا کہ امیر سن ہو گئے اور خورشید جہان نے سیلا بھی آفتاب آگے
 امیر کے لاکے رکھا اور شہر ہاتھ دھلایا اور امیر کے داہنے بازو کے برابر عمرو بن حمزہ بیٹھا نما عمرو کی نگاہ خورشید جہان
 پر پری اور خورشید جہان کی نگاہ عمرو بن حمزہ پر پری بس ساتھ ہی نگاہ پڑنے کے تیر نگاہ خورشید جہان کے
 کچھ کے پار ہو گیا اور تیج ارونے دو گڑے اُسکے کر دے کہ ایک بار اُسے زمانا سے اپنے تین سنبھالا اور اپنے
 تین قائم کیا اور دل میں اُسے کہا کہ دیکھو کیا خوب سوقت قائم رکھا مجھ کو اور قضا کا جو عمرو بن حمزہ کی
 نگاہ امیر پری بس ایسی حالت عمرو بن حمزہ کی ہو گئی کہ خال بیان کے نہیں اور ایک آہ کی ساتھ ہی آہ کے
 غش آگیا اور ہوش جاتا رہا پس سوقت یہ طریق کی حالت ہوئی اور کہیں خورشید بقا پر کڑی تھی اُسے جو
 دیکھا خورشید جہان اور عمرو بن حمزہ کو ایک تو یہ آہی جڑیا بھانتی ہیں بس یہ صاف بھان گئی اور اسے دل میں
 اپنے کہا کہ آئے یہ کیا غضب ہوا اور خورشید جہان نے اپنے تین روکا عمرو بن حمزہ کو شربت پلا یا پس سوقت
 خورشید جہان نے عمرو کا منہ دیکھا اور پچھا سوقت ادھی فرا نکلا اور خورشید بقا اپنے جی میں ملتی تھی پس
 خورشید جہان نے چوگان بن حمزہ کو شربت پلایا آخر کو تاب نہ رہی خورشید جہان نے پھر اس سے جام شربت
 لے کر زہرہ لقا کے ہاتھ میں دیا اور چلی گئی کہ اتنے میں خواجہ عمرو نے کہا کہ ملکہ قریشہ سے یہ کون ہے ایسی
 بے سلیقہ اور بے لیاقت ہے کہ اسکو شربت پلانے میں کچھ دقت نہیں ایک بار ملکہ قریشہ نے خورشید جہان کو
 بلایا اور کہا بھینا پہلے تمہیں شربت خواجہ عمرو کو پلانا تھا خورشید جہان نے کہا کچھ ہے سوقت گرمی معلوم
 ہوئی ہے اور حالت میری خیر ہوئی ہے اور سوقت میں آپ میں نہیں ہوں یہ نہ کہ قریشہ نے کہا کہ پہلے تمہیں
 انہیں کو شربت پلانا واجب تھا پس پھر خورشید جہان نے جام و صراحی ہاتھ میں لے کر خواجہ سلامت کو شربت
 پلایا اور جام شربت عمرو کو دیا عمرو نے کہا نہیں میں نہیں پیتے گا خورشید جہان نے کہا کہ خواجہ سلامت شربت
 نہیں پیتے ہیں کہ ایک بار امیر نے شکر کہا کہ بھائی خواجہ عمرو تمہیں ایسی صورت کیوں نکالی ہے جو تمہیں کوئی خیال
 میں نہیں لانا پشکر عمرو نے کہا کہ ای حمزہ یہ وقت نہیں کا نہیں ہے آخر کو سب نے بنت و سماجت خواجہ

سلامت کو شربت پلایا پھر خورشید جہان نے براتوں کو شربت پلایا اور چوگان اور عمروں نے پہلے ملکہ قریشہ کو
 شربت پلایا بعد فراغت شربت پینے کے کشتی ہمارا دریائے کی آبی پس یہ بھی بٹ چکی اور وقت رخصت کا آیا وقت
 بھی عمروں حمزہ اور خورشید جہان میں نظارہ کی باتیں اشاروں میں ہو گئیں اور امیر کو وہ خلعت پہنا یا کہ بھی
 شتم فلک نے بھی ایسا خلعت نہ دیا مگر عمروں حمزہ اور چوگان بن حمزہ کو موافق لیاقت کے انکو بھی ملے اور
 ان کے آرتھ ہوئے خلعت فرامرز عابد اور بہرام کو ملا اور ایک بجاری خلعت ملکہ قریشہ سلطان کو ملا اور جب
 سب کو خلعت مل چکے اور اندر ملکہ قریشہ کو وہ جوڑے غلیم میں تیار ہوئے تھے اور سلطان ازرق کو اور
 سلاسل پری اور زمرہ پری کو اور بانی پری زادین خنجر میں سب کو وہی جوڑے ملے بعد اسکے رخصت
 ہوئے اور سواری امیر کی بڑے عظیم نشان سے نوبت در نشان اور شاہ اپنے بچے ہوئے اگر فیا م دلا ہوا
 میں داخل ہوئی اور جب دوسرے دن آدھ سے شہد کی تیاری ہوئی اور خورشید جہان ایک تخت
 حکایت پر سوار ہوئی اور ایک تخت پر صندلی پری اور چاروں سلطان اپنے اپنے تختوں پر سوار ہوئے
 اور ہر کسب کے تخت آرائش کے اور چھ فائوسین اور لائینین انوار الوارح طرح کی اور چھ انکے
 روشن جوئی اور پرستان کے باجے کہ جس میں نئی نئی آوزین گلشن ہیں اور بعد اسکے اس شہد کی کے ساتھ
 کشیان پوشاکوں کی اور برابر اسکے ہزاروں پری زادین چلی آتی ہیں بہت تکلف کسب کے گلون میں
 جوڑے پڑے ہوئے ہیں اور وہ تمام عمر کی روشنی دونوں طرف کو جو اسیر ہوئی تھی تو عجیب کیفیت چراغوں
 کی ہو کہیں نور و شہنشاہی کی سی ہو رہی ہو اور کہیں چراغان ہو اور کہیں ابر کے کنول روشن ہیں اور
 سچے سواری کے ملکہ خورشید جہان ایک تخت زندگیاں پر سوار ہیں پس اس طرح سے سواری دہلکے مکان پر
 پہنچی اور ملکہ قریشہ کے ہاتھ میں بولوں کی ہڈیاں جس میں تمام جوہر نصب کیا ہوا تھا اور وہ چھڑی ہاتھ میں
 لے کر ملکہ آفاق آکر لب فرش چڑھی ہوئی اور سواری خورشید جہان کی اتوی کہہ رہے ہیں ایک بار دوڑ کر
 قریشہ نے ایک چھڑی ماری اور خورشید جہان نے بھی دوڑ کر ایک چھڑی ماری پھر تو آپس میں ہر ایک سے
 خوب باتیں ہونے لگیں اور بعد اسکے یہ سب جا کر مسند پر بیٹھیں اور سب پری زادین برابر قریشہ کے پیچھے پس
 اس وقت نایاب کاظم کیا اور نایاب شروع ہوا اور امیر بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور عمروں حمزہ اور چوگان بن حمزہ
 اور فرامرز عابد مغربی بہرام اور خواجہ عمرو و سب کا روبرو کرتے پڑے تھے اور عمروں حمزہ شہد کی اور
 طبق میں سے لے کر خورشید جہان شہد کی کو اور نعل شب چراغ امیر کے ہاتھ میں رکھ کر شہد کی امیر کے
 ہاتھ میں لگائی اور خلعت بڑے تکلف کا امیر کو پہنا اور کئی لاکھ تومان امیر پر سے بچا دیے پس اس وقت
 خورشید لقائت شربت پلانے کو اٹھی خورشید لقائے خورشید جہان کو شربت پلایا اور قریشہ نے ہنسی سے
 نیلک شہد کی کا امیر سے طلب کیا جو وقت سب شربت پی چکے اور اب نایاب ہو رہا ہے اور ایک طرف کو
 عمروں حمزہ پڑے تھے اور جمک جمک کے خورشید جہان کو جھانک رہے تھے اور بھی تو ادھر سے اور
 کبھی ادھر سے آکر جھانکتے ہیں اور کہیں نگاہ خورشید جہان کی عمروں پری پس یہ بھی بغیر ہوئی کہ ایک بار
 خورشید جہان نے کہا کہ کوئی آگے اور آفتاب رہے اب یہ کھرا کھڑی ہوئی اور عمروں کے آگے ہلکے کھڑی
 ہوئی جان دہ خیمہ آگے بھی کھڑے ہوئے تھے اسی دنوں کیچھے یہ کھڑی ہوئی اور پس خورشید جہان بھی
 وہاں گئی اور عمروں نے جو دیکھا دوڑ کر لپٹ لیا اور خورشید جہان کہنے لگی تو مجھے رسوا کرنا ہے یہ بات تیرے

جی میں اچھی نہیں ہوا اور اسے ایک خواص کو راہ پر کھڑا کیا اور اس سے کہا کہ تو کبھی رہ کوئی اور نہ آنے پاسے
 آپس یہ خواص آکر راہ میں کھڑی ہوئی کہ کوئی آئے تو اشارے سے کہہ دیا اور بیان عمرو بن حمزہ بوس و کنار
 کرنے لگا اور یہ جون جون چپٹی ہر کہیں سے اٹھیا مسکتی ہوا بال بھی سر کے ڈھیلے ہو گئے اور دونوں عاشق و
 معشوق آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ خورشید جہان نے عمرو سے کہا کہ اب تو مجھے جانے دے اور اب کل
 ہمارے تمہارے حسب و خواہ باتیں ہونگی کس واسطے کل ہم سعدی کا خط خواہ میرے طبیعت کے منظر ہر کل باتیں
 ہونگی یسکر عمرو نے کہا وہاں تو سیکر دن سے کڑے ہوئے پس خورشید جہان نے کہا وہ جو دہنے سمت کو ظنان
 خیمہ کھڑا ہے اس میں کھڑی ہوئی حسین گلشن ضیا ہر بس دین تم اس خیمہ میں آنا عمرو نے یسکر کہا کہ خورشید
 اچھا میں آؤں گا مگر وہاں تم ضرور ہونا خورشید جہان نے کہا میں تو ہونگی مگر وہاں تم ضرور آنا پس سوقت انہیں
 یہ وعدے ٹھہر گئے اور خورشید جہان نے کہا کہ خورشید لقا میرے پیچھے پڑی ہوئی ہر ایسا نہو کہ کہیں وہ مجھے وہاں نہ دیکھے
 پس اب تم مجھے جانے دو اور خورشید جہان نے کہا کہ ای عمرو سن تجھ کو ایسی سیری کیا بات پسند آئی ہر کہ
 تو اسیر فرما ہر یا مجھے تیری یہ بات اچھی لگتی ہر یسکر عمرو نے کہا شعر کروں جو دست نرطاق سے بیان نہیں
 زبان کے جسم نہیں جسم کے زبان نہیں خورشید جہان تو عمرو سے باتیں کر رہی تھی کہ کہیں قصبات کا رومان
 خورشید لقا نے دیکھا کہ خورشید جہان بیان نہیں ہر کہ ایک بار یہ بھی لگتی اور ہر طرف دیکھتی پھر جی اتنے میں یہ دونوں
 آپس میں خوش فطیان کہتے تھے اور اس خواص نے جو خورشید لقا کو دیکھا کہ ایک بار اس خواص نے اشارہ کیا
 کہ خورشید لقا آئی ہر پس یسکر عمرو تو جلدی سے اس طرف کو چلا گیا اور خورشید جہان اسی طرف سے نکل گئی
 اور سوقت یہ خورشید لقا نے دیکھا آتش غضب اسکو بھڑکی اور کہنے لگی کہ واہ واہ یہ تو وہاں کیا کرتی تھی سوقت
 خورشید جہان نے خورشید لقا کے گریبان میں باغ وصال دیا اور اسے کہا کہ اس حوریت جب تو دیکھتی ہر آواز سے تو اسے
 مجھ پر کرتی ہر خورشید لقا نے کہا واہ واہ چوری اور سر زوری اور کہا لو صاحبو خواہ خواہ یہ آگے مجھ سے اچھتی ہر
 سکر سب لو کہ جمع ہوئے اور خورشید جہان نے کہا کہ اسے کیا سمجھا ہر اور اب میں اسکو بہت ذلیل اور ہوا کر دیتی
 کہ بیٹھے اپنے دل میں کیا سمجھتی ہر جو ہر کھڑی مجھ سے اچھتی ہر یہ تو ان دونوں میں باتیں ہو رہی تھیں اور
 لوگ ان دونوں کو سمجھاتے تھے اور کہتے تھے کیا مقدور جو خورشید لقا سے بول سکے اور تم اپنی طرف کو دیکھو
 ملکہ قریشیہ نے بہت سمجھا یا کہ یہ سنا بیٹا خورشید تمہارے سامنے ہر اور خورشید لقا کا مرتبہ اس کے ساتھ ہر کہ ایک بار
 ایک طرف سے خورشید جہان کے ملکہ صندل پر سی آئی اور اسے خورشید جہان کو سمجھایا اور کہا بیٹی کیا
 مقدور کسی کا جو کوئی آنکھ میرے دیکھے بس سمجھا کر سب نے اسکو سند پر سمجھایا اور ملکہ قریشیہ سلطان نے اس
 حور کی باتیں کرنی شروع کیں خورشید جہان کو بھی اسی آئی اور وہ خورشید لقا نے باکھنت مجا یا کہ تم سنو
 کہ حوریت اپنے دل میں کیا سمجھتی ہر اور صبح تو جانتی ہر کہ میرا نکاح اس کے سامنے عرس گاہ میں ہوا ہر پس
 جانتی ہر اور جان بوجھ کے حوریت کھڑی پڑی ہر اور جانے کہ میں بھی ہو ملکہ آسمان پر سی کی ہوں اور میر
 حمزہ صبا جقران کی میں ہو ہوں اور مل پوچھو کوسب طور سے ہماری عزت ہر یہ اور اسکی رعیت
 ہوگی رضیہ سلطان کی ہوگی کچھ میں اسکی رعیت نہیں ہوں پس مجب طرح کا آپس میں جھگڑا
 ہو رہا ہر کچھ اور خورشید جہان کو سمجھاتے ہیں اور کچھ لوگ خورشید لقا کو سمجھاتے ہیں کہ ایک بار
 غل سوار یون کا اٹھا اور سوار بان طلب کین اور چلنے کی تیاری ہوئی اور خورشید جہان سے

اپنے ہمراہ لے کر آئی خورشید نے دیکھا اپنے عاشق کو اور کہا مجھے یقین نہ تھا کہ آپ اپنے گامروں حمزہ نے کہا کہ اگر
 خورشید جہان و اسد اگر مردن کا رنجر رہتا تو میں اتنا یہ تو پانی تھا ہم لوگ جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں
 خلاف وعدہ ہم کبھی نہیں کرتے یہ سنکر اسے کہا اچھا صاحب کپڑے تو اتار دیکھئے ہوئے ہیں پس عمرو بن حمزہ
 نے پوشاک اتار ڈالی اور دوپٹہ خورشید نے اپنا دیا عمرو نے اٹھو لیا اسوقت خورشید نے کہا کہ باجگاہ تمہارا
 گھبرا ہو گیا ہے تم اسکو بھی اتار ڈالو اور میرا باجگاہ پہن لو اسوقت عمرو بن حمزہ نے کہا جو باجگاہ تم پہنے ہوئے
 وہ دو تو میں پہنوں یہ سنکر خورشید خاموش ہو رہی اسوقت گلرخ نے اپنا دوپٹہ دیا عمرو بن حمزہ نے وہ باندھ لیا
 اور سندربا جیتا خورشید بھی بیٹھی اور کشتیاں بادم شیریں کی اور ٹیکیں کی سانسے رکھ دیں جام شراب بھی رکھ دیا
 دونوں پیشے لگے کہ اتنے میں بارش ہو قوت ہو گئی اور مناب نکل آیا ان دونوں کے دل میں آیا کہ باہر نکل کر چاندنی
 کی سیر کیجئے اسوقت گلرخ نے جلدی جلدی باہر نکل نکلوئے فرش کہا دیا یہ دونوں ہاتھ لگے سیر کرنے باہر نکلے
 نگران تھے کہ سفید صبح کا چمکا چرخ بنے لگا کہ ایک بار خورشید کا رنگ زرد ہو گیا اور یہ شعر پڑھا شعر آہا اور کچھ اس
 چرخ کو آیا تو یہ آیا چمکنا وصل کی شب کا بڑھانا زردی کا اور خصوصاً عمرو بن حمزہ کا جو کچھ حال ہوا کہ
 رنگ تو نکلتا رہا ہو گیا اور ہوا بیاں منہ پر چھینے لگیں ایک بار خورشید جہان سے گلرخ نے کہا کہ بلا لون آؤ جیسا کہ
 ہو گیا ہے اسے کہو کہ یہ سدھارین پس ناچار ہوئے خورشید جہان نے کہا لو صاحب سدھارو مگر صاحب تم کل سو
 نہ رہنا اور دینا لگاتا آگے تمہیں افتنا رہی یہ سنکر عمرو بن حمزہ نے کہا کسی طرح تم اپنی مان سے کہو کہ وہ شادی
 کا پیام ہماری تمہاری اسیر سے دین خورشید جہان نے کہا لو اسنو میں عورت ہو کر تو کون اور یہ مرد ہو کر نہ کہیں
 اور پھر کہا اس صاحب تم اپنی بن ملکہ قریشیہ سلطان سے کہو وہ تمہاری خادی کا پیام دین اور نہیں تو ایک
 کام اور کرو تم خواہ سلامت کو کچھ دینا وہ تمہارا سب مطلب کر دینگے یہ سنکر عمرو بن حمزہ نے کہا یہ بات بہتر ہے جو
 تم نے کہا پس جسوقت یہ بات خبر ملی عمرو بن حمزہ نو سو رہ کر اپنے خیمہ کو گیا لیکن بیان خورشید لقمانے اپنی ایک
 خواص کو بھیجا اور اس سے کہا دیکھو تو عمرو بن حمزہ اگر گیا ہو تو کہاں گیا ہے اور کیا کرتا ہے یہ خواص آئی مگر عمرو بن
 حمزہ کو خیمہ میں نہ پایا پس اس خواص نے اگر خورشید لقمانے کہا کہ عمرو بن حمزہ اپنے خیمہ میں نہیں ہے پس جسوقت
 خورشید لقمانے یہ سنا سنا تو ہی سننے کے بنا ٹٹکی اور دل میں کہا یہ مگر خورشید جہان کے پاس گیا ہو گا پس
 ملکہ خورشید لقمانے کسی بہانے سے اسکی ماں کے پاس آئی اور ملکہ صندل پر ہی سے خورشید لقمانے کہا ذرا
 خورشید جہان کے خیمہ میں نہ لے چلیں صندل پر ہی یہ سنکر اسٹی اور آئی جسوقت کہ عمرو بن حمزہ جلیے تھے
 اور صرا جہان کی پڑی ہوئی تھیں جام ٹوٹے پڑے ہوئے تھے اور جو مار توڑ کر صندل دیئے تھے وہ بھی پڑے تھے
 خورشید لقمانے دیکھا بچان گئی دل میں کہنے لگی کہ عمرو بن حمزہ مگر باغیا صرا جہان کی طرف دیکھ کر اشارے سے
 کہا کہ دیکھو صندل پر ہی نے سر جھکا لیا لیکن خورشید جہان نے جو دیکھا کہ خورشید لقمانے کہا کہ خورشید لقمانے
 کو کسو سے آئی ہو خورشید لقمانے کہا آپ جو کل سے نہیں آئیں سب کام اب میرے سب کام درست کیجئے یہ
 سنکر خورشید جہان آئی لیکن خورشید لقمانے شکر و مان سے مرآۃ القلعہ لکھی اور جا کر خربک شادی دونوں ہوئیں
 اور تیاری میں مصروف ہوئیں اور ادھر جب دن گزرا اور وقت شام کا آیا امیر کے پٹنے کی تیاری ہوئی اس امیر کو بلا لیا
 اور غلام دھلا کر طاعت شادی کا پہنا یا سہا امیر کے سر پر باندھا حنف پر سوار کیا ہمراہ امیر کے شرقیہ آباد دے
 اور غریب آباد دے اور شہر لیکر آباد دے اور جو یہ آباد دے ہوئے اور دونوں بیٹے امیر کے دست راست

کو اور دونوں رفیق دست چپ کو چلے جاتے تھے اور تمام قلعہ روشن حصار اور بیلی حصار کے اور گنبد رہانت گاہ
 سے ماہرہ قلعہ سب روشنی ہو گیا ایک آگ لگی ہوئی ہے اور آسمان پر دیوان قانات یا عتہین خشاخ
 اور ہفت فساتین کے ہوئے سب چلے جاتے ہیں اور تخت آتش کے جس طور سے زمین پر ہیں اس طور سے
 آسمان پر ہیں پس اس دھوم سے جب رات مراۃ القلعہ کے دروازے پر پہنچی اور خواجہ عمر و نے صورت
 اپنی تبدیل کر کے آکر دروازہ بند کیا اور خاطر خواہ نیک لیا اور بے کراپ غائب ہو گئے اور پھر ظاہر ہو کر آپ
 امیر کے شریک ہوئے اور سواری امیر کی اتری اور جا کر مراۃ القلعہ میں مل کر خلوت میں بیٹھے اور عمرو کو امیر
 نے منع کیا اور کہا کہ تم اس صحبت میں نہ آنا کسو اسلے کہ وہاں ترکیہ بھی ہے ایسا نہ ہو وہ صحبت درجہ برہم کرے
 پس فقط ایک عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ اور دونوں رفیق امیر کے یہ پانچوں آدمی اور باقی انکے سوا
 اور کوئی نہیں بس تمام رات نایاب رنگ رہا جو وقت ستارہ صبح کا چمکا امیر کو بلا کر جس مکان میں رضیہ سلطان
 متقی دونوں بیٹے امیر کے ساتھ تھے امیر انکے سند عالی شان پر بیٹھے ہیں اور شاہزادہ عمرو بن حمزہ سے اور
 خورشید جہاں نظر بازی ہو رہی ہے بیان تو یہ ہوا ہے

اب دو مکملے داستان بیان کیے جاتے ہیں

دیوون اور جنون کے یہ ملکہ قریشیہ کے ساتھ دیو اور جن نے انھوں نے جو دیکھا کہ بیان شادی امیر کی ملکہ
 رضیہ سلطان کے ساتھ ہوئی اور آخر یہ خبر ملکہ آسمان پر ہی کو ہوگی تو ہم پر خفا ہوئی اور خدا جانے وہ حتیٰ
 ہمارے کیا کرے اور یہ کہے کہ تم تو بیان سے اسباب لے کر گئے تھے تم نے شادی امیر کی ہوتے دیکھی اور تم نے مجھ سے
 نہ کہا اسوقت ہم کیا جواب دیتے اس سے بہتر یہ ہے کہ تم اب چل کے یہ احوال کہہ دو آخر وہ خفا تو ہوگی پس یہ دیو
 مشورہ کر کے سب پردہ قانات کو روانہ ہوئے اور سارا احوال امیر کی شادی کا ملکہ آسمان پر ہی سے کہا کہ ای ملکہ آفاق
 زلزلہ قانات نے اپنی شادی کی جو رضیہ سلطان کے ساتھ بس ساتھ سننے کے آتش رشک بھڑکی یہ آگ کا پر کالہ
 بن گئی اور کہا کہ یہ خوب باتیں میرے ساتھ شروع کیں آدمی زادوں پر نگاہ کرنے کوئے اب لگے بری زادوں پر زکو
 ڈانے دہی شل ہے ہری جوتی سر پر چرخے لگی اور جو لوگ ہمارے ہی نہایت تھے وہ اب ہم سے ہمسری کرنے لگے
 اور اب وہ برابر ہی کا دعویٰ کر رہے تھے اس سے تو کچھ کام نہیں ہے مگر میں رضیہ سے سمجھتی کہ وہ جانتی تھی اور
 جس نے جان بوجھ کے یہ حرکت کی یہ کہہ کر کہا جلد لاؤ میری سواری پس اسی وقت تخت اکر حاضر ہوا پس یہ اسپر سوار
 ہوئی اور گنتی کے نولاکو جن اور بری زاد ہوا ہے اور بیچہ سلیمانی میں سے کھنچ لیا فیض غضب میں چلی اور بیان
 قریشیہ کو پہنچ ہوئی پس مشعل پر ہی اور خورشید جہاں یہ تو کہیں چپ رہیں اور سلطان سر جیوش اور
 ستر پوش جنی اور شیمہ اور ترکیہ اور رضیہ سلطان یہ بھی کس طرف کو چپ رہیں اور اب امیر کے ہوش دھو ہاں
 ہم ہو گئے عمرو نے ترکیہ کی طرف دیکھ کے کہا کہ اب معلوم ہو گا تم کو جیسے تم نے کتنا ہے کہ میں اور جو کیا ہے تم نے
 چسکر زکیہ نے کہا کہ سنو اس سے سو کہے سے کی باتیں اسکی کیا خیالی ہو کہ میرا نام لیتا ہے اسے میں نے کیا کیا ہے جو تو
 میرا نام لیتا ہے اور مجھے ڈھاتا ہے یہ چسکر عمرو نے کہا خبر اب تم کو معلوم ہو گا بس یہ باتیں ہوتی ہیں کہ انہیں سارا
 آسمان سیاہ ہو گیا اور نولاکو دیوون نے ایک بار سانسے مراۃ القلعہ کو گھیر لیا اور تخت ملکہ آسمان پر ہی کا مراۃ القلعہ
 میں ڈرا اور ملکہ آسمان پر ہی آئی اس جگہ جہاں امیر سہرا باندھے ہوئے بیٹھے تھے بس ایک بار ملکہ آسمان پر ہی
 سانسے آکر ٹھہری ہوئی اور کہا کہ رضیہ کہاں ہے وہ تو ہے کہ شکوہ نہ دے اور زلزلہ قانات سے تو مجھے کچھ کام نہیں ہے

لیکن رضیہ سے بھونگی پس اسوقت امیر کو بھی ایک غلط اور پیش آیا اور کہا کیا مقدور تھا اس جو تم آنکھ اٹھا کے
 اسکی طرف دیکھو یا کچھ کو یہ گفتگو ملک آسمان پر ہی نے کہا کیا خوب چوری اور سرزوری اور کہا مجھے قسم ہے حضرت
 سلمان بن داؤد علیہ السلام کی اگر اسوقت تم بڑے کچھ تو میں اپنے تئیں ہلاک کر دیتی اور اب قریش نے جو یہ عالم
 دیکھا اپنی ماں سے کہا کہ امان جان اسوقت تمہیں آنا کیا مناسب تھا جو تم آئیں آسمان پر ہی نے کہا لو کی تو نہ
 ہوں اس دریا میں اور کہا اسے یہ سب کیا کہنے لگے کہ ایک بار رضیہ سلطان نے سترگون کر لیا اور اب پردے سے
 نکل کر تھوڑے پر گریزی اور کہا تفسیر دار ہون اور میں حاضر ہوں مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کے اور انکے اس حکم کا
 تھا اور پھر اسے یہاں تو حکیم اشراق روشن ضمیر نے بائیس برس آگے سے کہا تھا اور لکھا تھا کہ جو ظلم کشائی کرے گا
 رضیہ اسکی قسمت کی ہے سو اب امیر نے ظلم کشائی کی ہے سو اسے لوگوں نے میری شادی نہ کیے ساتھ کر دی اور قسم ہے
 مجھے حضرت سلمان بن داؤد کی کہ جو مجھ کو یہ معلوم ہوتا کہ انکی شادی آپ کے ساتھ ہو کی ہے تو میں دیدہ و نستہ یہ کام
 کیوں کر لی پس اسوقت ملک آسمان پر ہی نے سنا اسوقت اسکو بھی رضیہ سلطان پر ترس اور رحم آیا اور رضیہ کو
 ساتھ اپنے لئے کر سند پڑھی پس اسوقت ملک آسمان پر ہی اور رضیہ سند ناز پر خسل طافس ملنا زکے شیعین میر تو اور
 سے صندل پر ہی نکل آئی اور ایک طرف سے خورشید جہان آئی اور ازخیر کیہ سلطان آئی پس آکر بیٹھ گئی کہ
 اتنے میں سلطان سرخوش اور سرخوش جنی اور ملک ششہ بھی دونوں آئیں اور اگر انھوں نے بھی مجھ کو کیا اور پھر
 گئیں اور ایک طرف عمروں حمزہ اور جو گان بن حمزہ نے اگر سلام کیا ملک آسمان پر ہی نے دونوں کو بھائی سے
 لکھا یا اور یہ بھی دونوں بیٹھ گئے اور اب ملک آسمان پر ہی ملک رضیہ کو پلو میں بیٹھ بیٹھی تھی اور دھن سوار ہوا
 چاہتی ہو پس اپنے ہاتھ سے کہیں تو نشان پیش کی ملک رضیہ کی نیسانی پر بھائی ہے اور کہیں گنا ملک آسمان پر ہی
 نے اپنے ہاتھ سے اسکو پینا یا ہے اب ملک آسمان پر ہی سب کچھ کام اپنے ہاتھ سے کر رہی ہے کہ اتنے میں سلطان
 ازرق پر ہی اور زلازل پر ہی اور سلاسل پر ہی اور امید پر ہی یہ سب سازنے کو سامنے آئے تئیں اور
 لگین گانے اور ملک آسمان پر ہی اور امیر اور رضیہ اور عمروں حمزہ اور جو گان بن حمزہ سب بیٹھے ہیں
 اور ایک طرف کو زکیہ اور ساری پر ہی زادین بھی ہیں سب گھنٹی ہیں اور انکے سوا اور سب پر ہی زادین
 بھی گاتی بجاتی ہیں کہ اتنے میں ملک آسمان پر ہی نے زکیہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ بی بی ہم تمہارے بہت
 مشتاق ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ تمہاری خوب آواز ہے پس زکیہ نے اٹھ کر مجھ کو کیا اور عرض کیا کہ مجھے کیا شعور ہے
 اور یہ آپ کا اشتقاق ہے جو مجھے آپ سرزور کرنی ہیں یہ کہہ کر بھی اور ساز اپنے منگو لے اور وہ سب ساز بہت
 تکلف کے ہیں کہ جن میں تمام جو اہر خرواہ وہ لاکر سامنے رکھے گئے اور زکیہ نے انکے سر ملائے اور سر ملا کر
 پر ہی زادین سے کہا کہ تم بجاؤ اور میں گاؤں پس پر ہی زادین لگین بجانے اور زکیہ گانے لگی اب پر ہی زادین
 تو ساز بجا رہی ہیں اور زکیہ گارہی ہے ملک آسمان پر ہی کا اور صندل پر ہی کا یہ عالم ہے کہ دونوں کو ایک
 حالت وجد کی ہے اور یہ ہر زمان پر اپنے اپنے سر دھنتی ہیں اور سارے پر ہی زاد اور جن جو ہیں انکی حالت
 ایک خوش کی ہے اور سب سر دھنتے ہیں اور ملک آسمان پر ہی ہر گزری کہتی ہے کہ ای زکیہ مجھے شہر صندل
 بخشا اور کبھی کہتی ہیں مجھے فلاں شہر دیا اور کبھی کہتی ہے ہم نے مجھے وہ دیا اور یہ دیا کہ ایک بار ایک پر ہی زاد
 کہ سن اسکا چودہ چدرہ برس کا ہے نہایت حسین صاحب جمال تاج کا رکھا ہوا سامنے ملک آسمان پر ہی
 کے آئی اور سلام کیا یہ دیکھ کر ملک آسمان پر ہی نے اس سے بڑھ چھاتم کہاں سے آئی ہو اس نے

عرض کیا کہ میں پردہ قات سے آئی ہوں اور میرا حسن پر سی نام اور ننگا رستان کی رہنے والی ہوں اور آب کی
 حلقہ بگوش ہوں اسوقت سب نے کہا اچھا حسن پر سی تم جو حسن پر سی نے کہا صاحب جو میں تو ایک صاحب کے گھانے کی
 مشتاق ہو کے آئی ہوں سو میں اسکو سنو کی یہ سنکر سب نے کہا کنگا گانا سنو گی اسنے کاشاہ عیاران عیار یک طار
 خیر گزار خواجہ عمر دین امیہ نامدار کا پس جوت زکیہ نے سنایا توری خراج کے اہلی حوت و کیا اور کہا صاحب انجلی گانا
 سن لینا میٹھو تو اسنے کہا گاتی میں بھی ہوں لیکن اپنے اسنے کسی کو موجود نہیں جانتی ہوں مگر اشتیاق ہے تو خواجہ عمر دین کا
 ہے یہ سنکر ملکہ آسمان پر سی نے کہا سنو تو کیا فرے یہ جو کوی گاتی ہے پس یہ ملکہ کو سلام کر کے بیٹھ گئی اور زکیہ لگی گانے
 اور حسن پر سی لگی سننے پس اسوقت زکیہ نے اس فرے گایا کہ ایک بار ملکہ سب سر ملانے اور لگے سر دھنے اور
 حسن پر سی ایک بید لی سے سن رہی ہے اور زکیہ کا گانا اسکے خیال میں نہیں آتا ہے اور زکیہ کو خیال میں نہیں آتا ہے
 اور زکیہ اپنے دل میں ہی کہتی ہے آخر زکیہ کو تاب نہ آئی اور اسنے کہا کہ اچھا حسن پر سی کچھ تم بھی گاؤ یہ سنکر اسنے کہا کہ یہاں
 وہ میرے ساز میں اور نہ میرے لوگ کیونکر گانے پیکر ملکہ آسمان پر سی نے کہا کہ یہ سب تمہارے لوگ ہیں جانے کو حاضر ہیں
 پس یہ سنکر حسن پر سی زکیہ کے پاس آئی اٹھی اور اسنے ساز اٹھایا اور لگی یہ سر ملانے پس جوت اسنے سر ملانے ساتھ
 سر ملانے کے سب کے حواس درست نہ رہے اور سب کے ہوش جاتے رہے اور وہ ساز نہ لاکر حسن پر سی نے لوگوں کو
 دیے کہ تم انکو بجاؤ اور پر سی زادین وہ ساز نہ لگیں سب نے اور یہ لگی گانے پس یہ اسی گاتی کہ ایک بار سب کے
 انگوٹھ کے اشک جاری ہوئے اور ہر ایک تان سے سب کی جان نکالی جیسی ہے اور خصوصاً جو کچھ حال زکیہ کا ہے کہ یہ
 ہر تان میں ہر گڑی کیجے کو پکڑ لیتی ہے اور اچھا حسن پر سی کا یہ عالم ہے کہ کبھی تو زکیہ کی ران پر ہاتھ رکھ دیتی ہے اور کبھی
 اسکے کانہ سے پر ہاتھ رکھ دیتی ہے اور زکیہ اپنا فرج جانتی ہے اسکا ہاتھ رکھنا اب درود و بار و عید میں میں اور یہ گاہ میں
 حسن پر سی اس ناز و انداز سے کہ جبکہ بیان نہیں ہے شعر گانی ہے شعر باغ حلیم چہرہ رنگین ہے بار کا ہوتا ہے بار کا
 میں موسم بہار کا پس جوت یہ گانے اسوقت ملکہ آسمان پر سی نے اسنے کہا کہ تم ہماری تان دھان دھان
 زکیہ نے کہا کہ آج شب کو میرے غریب خانہ میں شریف رکھو اور ہاتھ پکڑ کر زکیہ حسن پر سی کا اٹھی اور اسکو اپنے
 مکان میں سے آئی پس جوت زکیہ ہاتھ میں ہاتھ حسن پر سی کا پکڑے ہوئے قصر میں رفیعہ پر سی کے آئی وہاں
 ایک سند نہایت نکت کی بھی ہوئی تھی اسیں حمار موتوں کی ہے اور ایک نگہ تہا ہوا ہے اور چہ اس نگہ کے
 ایک پلنگ بچھا ہوا ہے کہ اسنے اپنے بھی الماس کے ہیں عرض کہ بہت خوب وہ بچا ہوا ہے اسنے سند پر زکیہ
 بیٹھی اور حسن پر سی کو بھی پاس بٹھالیا اور اس میں یہ دونوں لکین شراب پیئے پس اور بھی کچھ صحبت کا رنگ
 ہو گیا وہ تہاں پر چاند نکلا ہوا اور وہ مراۃ القلعہ کا لطف وہ تہاں شیشہ کا شکان بہت بڑا وہ ہر طرف سے گانے
 کی آواز بلند عرض عجب طرح کی کیفیت ہے اور زکیہ ہر گڑی کہتی ہے کہ اچھا حسن پر سی اب سو رہو اور اب سے
 یہاں نیند کب آتی ہے اور اسکو ایک نیا اخلاصو مجا حسن پر سی لگی پوچھنے کہ اے زکیہ تمہارے سر کی قسم ہے
 سچ کہنا ایک بات میں تجھ سے پوچھتی ہوں یہ سنکر زکیہ نے کہا کہ کیا کہتی ہو اور کیا پوچھتی ہو یہ سنکر حسن پر سی
 نے کہا بھلا سچ کہنا کبھی تم بھی کسی پر عاشق ہو میں یہ سنکر زکیہ نے کہا میری بلا جانے میں کیا جانوں لوگ سب
 محبوبوں کا ذکر کرتے ہیں اور شیریں اور فرماؤ کا قصہ بیان کرتے ہیں لیکن ہم نے انکو فتنے سے نہیں دیکھا ہاں مگر
 ایک رضیہ سلطان کو دیکھا کہ اس عورت کو باتوں کا انکار تھا آری زاد سے اور یا ایک بار اس سے زلیخہ ہوئی
 کہ جبکہ بیان نہیں ہے مگر چہ حسن پر سی نے کہا سچ کہو تمہارے دل کو کس سے لاگ ہے نہیں میرے سر کی قسم

یہ سنکر زکیہ نے کہا اے حسن پر ہی تمہاری جان کی قسم یہ سچ ہے جو میری تو میں حمزہ کا ایک دو دہن شریک بھائی ہے کہ نہایت
 شریک اور بد ذات اور فلیسوف ہے کیا بیان کروں جیسا وہ ہر پس جس روز میں اپنے کپڑے پہنتی ہوں جی چاہتا ہے کہ
 اسے اپنے کو دکھاؤں اے حسن پر ہی ایک صحبت میں وہ ہوا اور ہم ہوں اور اس کے سامنے ناز و انداز سے باتیں
 کریں یہ بھی دل میں آتا ہے کہ یہ سب حکمتیں وہ دیکھے پس اتنا تو جی چاہتا ہے اور کچھ نہیں اور جو اس کے سوا اور کچھ
 جی میں ہوتے تو اس کا ستیاناس ہو جاتا یہ سنکر حسن پر ہی نے کہا سنو تو زکیہ تم اپنی شادی کیوں نہیں کرتی ہو
 یہ سنکر زکیہ نے کہا کہ اے حسن پر ہی بیٹھے بھلائے بھلا اپنے تئیں بیچ میں ڈالتا کیا فائدہ ہے اور بیگانا تا بعد از ہونا
 کیا غرض ہے پس باتیں کرتی کتنی اے حسن پر ہی اے زکیہ تم گاؤ اور ہم بجاوین اور حسن پر ہی نے دائرہ ہاتھ میں
 اٹھا لیا اور لگی بجاتے اس وقت زکیہ نے کہا میری لیاقت نہیں جو میں تمہارے سامنے گاؤں حسن پر ہی آپ
 کھانے لگی اور زکیہ نے فنی زکیہ کا یہ عالم ہے کہ حسن پر ہی کے گرد بھرتی ہے اور حسن پر ہی جی بلا میں لیتی ہے اور ہر گھڑی
 محلے سے لگا لیتی ہے پس جب کھانے کی اس وقت زکیہ نے کہا کہ ایک گھڑی آرام کرو کسو سے کہ میری چار گھڑی رات
 رہے تمہیں ملنا ہو گا ملکہ آسمان پر ہی کے پاس یہ کھراٹے پٹنگ اپنے پٹنگ کے برابر بچھوایا اور کہا چلو بیٹو میں
 زکیہ اپنے پٹنگ پر چالیسی دوسرے پٹنگ پر حسن پر ہی چالیسی زکیہ نے دو بیٹے پٹنگ کے پاس رکھ لیا اور حسن پر ہی
 سے کہا کہ تم بھی دو بیٹے پٹنگ کا اور ہی عالم ہے کہ سامنے وہ دونوں پٹنگ کے چھاتیان اُٹھی ہوئی گویا
 درجے حسن پر ہی کے کھڑے ہوئے تھے اور پٹ سان ماند آئینہ کے اور وہ کمر پٹی سی اور پیس جو حسن پر ہی نے
 دیکھا نہایت اسکو بکلی ہوئی اس وقت اس نے اپنا حال ظاہر کرنا چاہا اور دل میں اپنے کہا جو کچھ ہو سو ہو اب اس سے
 اپنا حال کہو پس ایک بار روز لون باغ اپنے باندے اور قدیوں پر گر پڑا اور کہا کہ اے زکیہ میں تیرا غلام ہوں جو چاہو
 میرے حق میں کر پٹے تو زکیہ چمکی بکا بکا ہوئی اور کہنے لگی اے حسن پر ہی خیر تو ہے یہ سنکر اس نے کہا کبھی حسن پر ہی میں
 تیرا غلام ہوں شاہ عیار ان عیار یک طار خواجہ عمر و بن امیہ نامہ ارس جو وقت یہ زکیہ نے سنا ایک بار شہر پر اپنے
 دو ہتر بار اور اس نے کہا اسے غضب یہ کیا ہوا اسے اگر یہ میں جانتی تو کہتا ہے کو میں اپنے ساتھ لاتی اور یہ کہتے ہیں
 زکیہ میں تیرا غلام ہوں جو تیرا جی چاہے سو کر میرے حق میں زکیہ نے کہا کہ ابھی اس کا عوض یہ ہے کہ تھکوں خوب سی
 جوتیان لگواؤں لیکن دل میں کہہ رہی ہے کہ غضب ہوا میں نے دل کا حال اس سے کہہ دیا یہ سنکر عمرو نے کہا کیا استفادہ
 کسی کا جو ایک بات مجھے کہے مگر مان جو تیرا جی چاہے سو تو کہ یہ مجھے صبر گوارا ہے پس یہ سنے بھکاری اسے کوئی
 ہے کچھ لو اس نا بکار کو اس وقت آپ جگے اس کے سامنے سے اور اب زکیہ سر پٹ کر بیٹھ گئی اور دل میں کہتی ہے اے
 زکیہ تو کس کس طرح سے اسے ہر گھڑی پٹ پٹ لگتی ہے اور وہ مجھ سے پٹ پٹ لگتا ہے اور اسے شہرے برہنہ
 دیکھا اور تیرے جی کی باتیں اسے پوچھ لیں اور نوٹے آپ کہیں یہ تو اس سوچ اور فکر میں سرکھٹے بیٹھے تھے ایک بار
 سبیدہ صبح کا نمودار ہوا اور سارا سحر چمکا اور جاوڑا ان خوش اچان لگے چپے کرنے اور دہان آسمان پر ہی
 قریشیہ سلطان اور خورشید اور صندل پر ہی اور روضہ سلطان اور ازرق پر ہی اور لائل پر ہی اور زری
 اور شمسہ پر ہی اور سلطان سرخ پوش جنی اور سبز پوش جنی اور امیر حمزہ صاحب قرآن اور عمر و بن حمزہ
 اور چوگان بن حمزہ اگر محفل میں بیٹھے ہیں کہ ملکہ آسمان پر ہی نے کہا اسے کوئی ہے جاؤ اور جاؤ زکیہ کو لے آؤ اور
 اس سے کہنا کہ حسن پر ہی کو اپنے ساتھ لیتی آئے اور ایک بار لوگ دڑے اور لگے زکیہ کے پاس اور ان
 لوگوں نے زکیہ سے کہا کہ تمہیں ملکہ آسمان پر ہی نے بلایا ہے اور کہا ہے کہ حسن پر ہی کو بھی اپنے ساتھ

لیتی آنا جو وقت زکریہ نے پہلے تو یہ تھا ہوا کی حد اسکے اُس نے کہا میں نہیں آتی اور حسن پری کو میں کیا جانوں
 وہ کہاں گئی اور جہاں میری جوتی پس یہ لوگوں نے جا کر آسمان پری سے کہا صاحب وہ تو نہیں آتی ہر اُس وقت
 یہ سن کر خورشید جہاں سے آسمان پری نے کہا لا کی تو جا کر زکریہ کو ملے آ اور کتنا حسن پری کہوں نہیں آتی اسے
 بھی لیتی آنا خورشید جہاں گئی زکریہ نے سنا کہ خورشید جہاں آتی ہیں پس ساتھ سننے کے وہاں سے اُٹھی اور جھک
 بھرا کیا اور تعظیم بجالائی خورشید جہاں نے کہا اے زکریہ تعین ملکہ آسمان پری بلالی ہیں اور فرمایا ہے کہ حسن پری
 اپنے ساتھ لیتی آنا یہ سن کر زکریہ نے کہا میں کیا جانوں حسن پری کہاں گئی غرض خورشید جہاں شکل زکریہ کو بھرا
 ہے چلی پس اب یہ تو اُدھر سے دونوں حلیں اور بیان خواجہ سلامت چکے سے اس فضل میں آئے اور سر پر امیر کے
 کمرے ہوئے ہیں امیر نے دیکھا عمرو کو کہ سر پر کھڑا ہے پوچھا کہ خواجہ تم دو دن سے کہاں تھے اسے یہاں تمہاری شتاق
 ایک پری زاد پر دقتات سے ہو گئے آتی ہے اور نام اُس پری زاد کا حسن پری ہے سن کر عمرو نے کہا کہ حمزہ میرا
 کہاں ہے امیر نے کہا زکریہ اپنے ساتھ لے گئی ہے اور دیکھا اب وہ آتی ہے پس بیان امیر سے یہ باتیں ہوتی ہیں کہ ایک بار
 خورشید جہاں زکریہ کو لے کر آئی ملکہ آسمان پری نے جو دیکھا کہ حسن پری نہیں ہے کہا اے زکریہ حسن پری کونہ لالی
 یہ سن کر زکریہ نے کہا کہ میں کیا جانوں شب کو وہ کہاں چلی گئی یہ سن کر عمرو و جلا صاحب وہ ہماری شتاق بھی اب اسے پیدا کرو
 یہ سن کر زکریہ نے کہا منوٹھی کاٹنے سبنا ناس گئے تو نہ بول اور اُس نے یہ لکڑا پ دو ہر اپنے ہاتھ پر اسے اور کہا اسے یہ
 کیا غضب ہے جتنا میں اس سے بھاگتی ہوں اتنا یہ میرے پیچھے پڑتا ہے ہاتھ میں غارت گئی بیان کیوں آتی تھی بلکہ
 لگی سحر ڈھانپ کے رونے امیر نے عمرو کی طرف دیکھ کر کہا خواجہ یہ کچھ تمہاری بد ذاتی معلوم ہوتی ہے یہ سن کر عمرو نے
 کہا حمزہ میں کیا جانوں یہ سن کر امیر نے زکریہ سے کہا کہ تم بلاؤ یہ کیا معاملہ ہے زکریہ نے امیر سے کہا کیا خاک بلبلاؤں یا
 امیر اگر میں یہ جانتی حسن پری کی صورت میں کہ بد ذات آیا ہے تو میں ہرگز اُسکو اپنے ساتھ نہ لے جاتی یہ سن کر عمرو نے کہا کہ
 زکریہ میں تیرے ساتھ آپ سے تو نہیں گیا تو مجھے جان بوجہ کے آپ سے لٹی تھی اور اب یہ باتیں بنائی ہے اور تو یہ باتیں ہوتی ہیں
 اور ساری فصل مع آسمان پری سب گنتی ہیں اور زکریہ خفا ہو رہی ہے اور سب اُسکو سمجھاتے ہیں آخر کو جون توں کر کے
 زکریہ کو سمجھا یا جب دو دن گزر گئے اور میرا دن چوٹی کا آیا اب رضیہ سلطان سے اور امیر سے چوٹی ہو رہی ہے اور تو ملکہ
 آسمان پری اور خورشید اور اس طرف کو خورشید جہاں اور مسند ل پری ہاتھوں میں آنکے بھولوں کی چڑیاں اور
 باد سے کی چڑیاں اور یہ آپس میں جلی رہی ہیں اور عمرو بن حمزہ یہ عینی ناک ناک کر خورشید جہاں کو مارتا ہے اور یہ بھی
 اپنے تئیں بکاتی جاتی ہے اور یہ بھی شاہزادہ عالی قدر کو آنکھ بجا کر مارتی ہیں غرض جب چوٹی ہو چکی تو دیکھا کہ باد سے
 کی چڑیاں غائب ہیں امیر عمرو کی طرف دیکھ کر ہنسے اب سب سوار ہو کر اپنے گھر گئے اور زکریہ نے بھی اُسی دریا
 کے کنارے ایک مکان میں جا کر سوئے کی تیاری کی مگر خواجہ سلامت نے کیا کام کیا کہ کہا یا دادا آدم درویش
 از کل عالم پیش بود رنگ روغن نکال کے شکل کو تبدیل کیا اور سحر طلب کیا کہ دادا میری صورت ایک
 پری زاد کی بنے پس وہی صورت ہو گئی اب عمرو کچھ شراب اور کچھ گڑک اور کچھ کھانا یہ سب لے کر ملکہ
 زکریہ کے پاس گئے اور زکریہ سے کہا کہ یہ تم کو ملکہ آسمان پری نے بھیجا ہے پس زکریہ اُٹھی اور تعظیم کی اور
 کہاتے ملکہ آفاق نے سر فرار کیا میری طرف سے آداب تسلیمات عرض کرنا پس یہ دے کر خواجہ سلامت
 چلے آئے زکریہ نے وہ کھانا عمرو کو یاد کر کے کھایا اور شراب پی بیوٹھی نے خر کیا اور بیوٹشس ہر گئی
 خواجہ سلامت جو صورت پری زاد کی بنے ہوئے تھے یہ پوشیدہ ہو گئے دیکھنے تھے جب سب بیوٹش ہو گئے

اسوقت آپ عی جاکر زکیہ کے ساتھ سو رہے اور خوب پست پست کر یا کیا تعفانت کا رانگو انکی بھی ملک گئی اور
 سچ ہو گئی ایک بری خدا اور آسمانی اور اپنے دیکھا کہ عمر زکیہ کے ساتھ سو رہا ہے اسنے جاکر آسمان پر ہی سے کہا کہ
 زکیہ اسطر سے ساتھ خواجہ سلاست کے سوتی ہے یہ سنکر ملکہ آسمان پر ہی سے کہا تو سچ کہتی ہے اور ملکہ خورشید جہان
 اور صندل پر ہی اور قریشیہ نے بھی سنا یہب انگلیں جاکر جو دیکھا تو دہشتی دونوں پٹے ہوئے پٹے ہیں ملکہ
 آسمان پر ہی سے کہا کہ یہ عورت ظاہر میں انکار کرتی ہے اور باطن میں یون محبت کرتی ہے اور خواجہ سلاست کا یہ
 عالم ہے کہ نیند میں اور زیادہ پٹے جاتے ہیں اور اب بخوبی سچ ہو گئی اور ملی ٹھنڈی ٹھنڈی ہو چلی ہے کہ دماغ میں
 زکیہ کے ٹھنڈی ہو گئی اور بیوشی دور ہوئی اور کان میں آواز ان سحون کی گئی زکیہ کی آنکھ کھل گئی اب جو
 دیکھا تو عمرو باس لیتا ہے بلکہ پٹا ہوا ہے جس جاہتی ہے کہ ایک ٹانچہ مارے کہ حضرت عمرو و ثبیت کر خالی
 دسے گئے اور بھاگے اور بھاگ کر دور جا کر کھڑے ہوئے اور آپ پکارے کہ زکیہ یہ تیری جنگ زرگری تھی نہیں
 سلوم ہوتی ہے یہ کیا کہ تو سب کے رو بہ غصہ کرتی ہے اور مجھے یون بلاتی ہے اسے کیا کہتے ہیں یہ سنکر زکیہ کہنے لگی
 جھوٹے کے ٹھو میں سارے جہان کا گوہ اور جھوٹے کا ٹھو کا لا اور آپ کھڑے ہوئے کہ میں کہ بیش باد زکیہ یہ سنکر خفا
 ہوئی ہے اور اپنی بوٹیاں کات کھاتی ہے ایک بار گیسٹ کے نیچہ عمر و پردی عمر و نے جو یہ دیکھا تو بھاگتا جب
 عمر و کو نہ پایا تو کھسیانی ہو کر خوجہ پٹے پر گئے جاہتی ہے کہ رگڑا دے کہ ایک بار آسمان پر ہی سے دور کر ماحر
 پکڑ لیا عمر و نے جو یہ حال دیکھا تو بے کر کے دور اور آپ بھی گیسٹ کے خوجہ پٹے کو ہلاک کرنے لگا پس امیر نے
 دیکھا کہ عمر و اپنے نہیں ہلاک کیے ڈالتا ہے پس امیر دڑے اور عمر و کا ماتھ پکڑا اور کہا بھائی خواجہ اگر تم اسے کو
 ہلاک کرو گے تو میں بھی نہیں رہے گا اور وہ میں اپنے نہیں مار ڈالو گا اور ملکہ آسمان پر ہی سے دیکھا کہ زر و زلف
 تھانی سلیمان اپنے تین مارے ڈالتا ہے پس آسمان پر ہی زکیہ کی سنت کرنے لگی اور ایک طرف سے رضیہ سلطان
 اور قریشیہ سلطان یہ بھی ہاتھ جوڑے سلیمان زکیہ سے ملکہ آسمان پر ہی سے کہا کہ ای زکیہ حمزہ سب کے سر کا
 تاج ہے اسنے اپنی جان دی تو غضب ہو جائے گا رضیہ نے بھی کہا کہ ای عینا زکیہ تعین منظور ہے کہ میں دودن کی
 سیاہی راند ہو جاؤں اور ای زکیہ لوگ نامادینگے کہ رضیہ کیا ستر قدم تھی کہ دوسرے دن راند ہو گئی اور درشت
 اور افسر اور تاجدار کو اپنے کھوکے میٹھی ہے اب دسٹے خدا کے اس بات کو مان لے اور ادر عمر و بن حمزہ اور
 جو گان بن حمزہ یہ دونوں آئے زکیہ کے سامنے مانعہ باندھتے ہیں غرض سب سنت سماعت کر رہے ہیں پس یہ زکیہ نے
 جو دیکھا مجبور ہوئی آخر کو زکیہ ناچار ہو گئی اور کہا صا جو تم جیتے اور میں ماری جو تم کو دمجھے قبول ہے اسوقت زکیہ
 راضی ہوئی اسوقت سب کو ایک ایسی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اور سب عمر و کو مبارکباد دینے لگے
 اور اسی وقت سے شادی کی تیاری ہوئی پس وہی سارے اسباب جو ملکہ رضیہ کی شادی میں لگا تھا وہی
 اسباب اور وہی آرائش اور وہی جو کچھ اور پہاڑ وہی رضیہ سب موجود رہا تھی آرائش اور اسباب
 جو درکار تھا ملکہ آسمان پر ہی نے پردہ قات سے منگوایا اور عمرو کی طرف تو ملکہ آسمان پر ہی ہوئی اور
 ملکہ قریشیہ سلطان ہوئی اور زکیہ کی طرف ملکہ رضیہ سلطان اور خورشید جہان اور صندل پر ہی یہ
 سب ہو میں پس ملکہ آسمان پر ہی نے کہا عمرو ہرگز ایک کوڑی نہیں ہوت کرنے کا یہ جڑا شوم ہے ملکہ آسمان پر ہی
 نے عمرو کی شادی آپ کی اور کسی بات میں امیر سے کم نہیں ہوئی جو کچھ امیر کی شادی میں تھا وہی زکیہ
 اور عمرو کی شادی میں تھا اور کوئی ایسا جلوس نہ جھونکا کہ جو امیر کی شادی میں ہو جب

شادی ہو چکی اور دن چوتھی کا آیا اب خواجہ سلامت چوتھی کیل رسہ میں اب عمرو بن حمزہ نے دل میں کہا سو ہے
خواجہ عمرو کے تیرا کام کسی سے نہ ہوگا پس عمرو بن حمزہ کے پاس آیا اپنا حال کہا کہ یہاں ملکہ رضیہ سلطان کے
ساتر امیر کامیاب ہوئے پس امیر سے رضیہ کے لڑکا پیدا ہوگا کہ نام اسکا سکندر فرخ لقا ہوگا اور خواجہ عمرو اور
زکیہ سے کامیاب ہوئے انکے نطفہ سے حمل فرمایا یا نام اسکا طوفان عمرو رکھا جائیگا یہ سکندر فرخ لقا کے ہمراہ ہوتا ہے
پس دوسرے روز عمرو بن حمزہ عمرو کے پانچوں پر گزرا اور کہا کہ اے عم زکوار گویا بات آپ سے کہنے کی نہیں ہے لیکن بے کہے
وہ بات سنتی نہیں وہ یہ ہے کہ آپ جلتے ہیں کہ میرا بی بی خورشید جہان پر آیا ہے اور خورشید لقا نامی جملہ اکر کی ہے آپ
خورشید لقا کو سجادین نو بڑا کام کریں یہ سنکر عمرو نے کہا خورشید لقا ایک غلطہ خواتین فرج ہے اس کے کون سر پر ہے مجھ سے
یہ کام کبھی نہیں ہونے کا پس یہ سنکر عمرو بن حمزہ نے کہا کہ اے عم جہان وہ خزانہ جو میں طلسم نارنج میں سے لایا ہوں
اس میں سے دو بچ آپ کو دوں گا اگر میرا یہ کام ہو جائے گا یہ سنکر خواجہ سلامت نے کہا خیر جاتا ہوں جو وہ مانے یہ لکھ
عمرو روانہ ہوئے اور خورشید لقا کے پاس آئے اور کہا کہ بی بی میں تمہارے پاس اس بے آیا ہوں تم جانتی ہو کہ لکھ میں
انکے جو روڑے سب ہیں یہاں تک کہ جو ان بیٹا سلطان سعد موجود ہے اور یہ بچہ آجھوتے تمہارے پاس بھی نہیں
آئے تھے اب تمہیں یہ نہیں لازم ہے کہ تم خورشید جہان کے مقدمہ میں دخل دے دو کہ جو کہ ملکہ آسمان پر ہی نے کیا ضبط
کیا ہے کہ اس کے سامنے رضیہ کی شادی ہوئی بلکہ ملکہ آسمان پر ہی نے اپنے انتظام سے کی پس اب تمہیں بھی یہی چاہیے
کہ اس مقدمہ میں نہ بولو اور اس کی شادی ہونے دو یہ سنکر خورشید لقا نے کہا جو آپ نے فرمایا
وہ مجھے نہیں ہے یہ سنکر عمرو نے کہا پہلی شادی تمہاری ہم کرینگے خورشید لقا نے یہ سنکر عمرو سے کہا کہ پہلے
شادی خورشید جہان کی ہو کیونکہ وہ بادشاہ ہرادی ہے اور غرت و ہرادی پس جب خورشید لقا رضی ہو گئی
خواجہ سلامت اُٹھے یہاں سے صندل پر ہی کے پاس گئے اور جا کر صندل پر ہی سے کہا کہ تم جانتی ہو اپنی بیٹی
کا احوال اب لازم ہے کہ خورشید جہان کی شادی عمرو بن حمزہ کے ساتھ کرو یہ سنکر صندل پر ہی نے کہا کہ خواجہ
تم جانتے ہو کہ خورشید لقا کا مقدمہ درمیان میں ہے اور وہ ایک عورت ہے اس سے ہمیں ڈر معلوم ہوتا ہے یہ سنکر
عمرو نے کہا کیا مقدمہ خورشید لقا کا جو تم سے بول سکے پس اس طرح عمرو نے صندل پر ہی کو بھی رضی کیا اور
وہاں سے آئے امیر کو بھی رضی کیا اور شادی کی تیاری ہونے لگی پس اسی دھوم سے اور اسی جلوس سے اور اسی
تیاری سے اور اسی آرائش سے خورشید جہان کی اور خورشید لقا کی شادی عمرو بن حمزہ سے ہوئی اور
زہرہ لقا کی شادی جو گان بن حمزہ سے ہوئی اور حور لقا کی شادی فراتر عا د مغربی کے ساتھ ہوئی اور
ماہ لقا کی شادی بہرام بن گردخا قان حین کے ساتھ اور جمہور کی شادی ملکہ کو کبہ روشن تن کے
ساتھ ہوئی پس جب یہ شادیاں ہو چکیں تو ہر نوش ممتاز نے حمزہ صاحب قرآن سے کہا کہ یا حضرت اب
بندہ شادی کرے گا ملکہ شمشعہ جہان افرز کے ساتھ اور شادی کی تیاری شروع ہوئی پس جتنا اسباب
طلسم باطن کا تھا وہ سب آکے موجود ہوا پس بڑی دھوم سے اور بڑی شان و شوکت سے ہر نوش ممتاز نے
شادی کی اور وہ اسباب جو باطن طلسم کا تھا وہ سب امیر کو جہیز میں دیا اور بعد دو دن کے باز غمہ ہر افرات کی
شادی امیر کے ساتھ اسی دھوم سے اور اسی شان و شوکت سے ہوئی پس جو وقت یہ بھی شادیاں ہو چکیں بعد
چوتھی کے سب کے سب پر ہی زاد رخصت ہونے لگا وہ رخصت ہو کر کے چلے پس جو جاتا ہے اسے راہ نہیں ملتی ہے
لڑا ایک دیوار طاقل ہو جاتی ہے اور ایک آواز شب اس میں سے پیدا ہوتی ہے جس کو جاننے والا سنا ہے اس سے

غش آجاتا ہے اور اگر دوسری بار وہ پھر جاتا ہے اور وہ آواز سنتا ہے تو دونیں گڑی قش میں پڑا ہوتا ہے اور اگر تیسری بار وہ جاتا ہے اور وہ آواز سنتا ہے تو تاویلات طلسم وہ یونین پڑا ہوتا ہے پس جب سب پر ہی زار جا جا کر میر نے اور امیر سے یہ تمام احوال اگر کہا اسوقت امیر نے ہر نوش سے کہا کہ میر صاحب یہ کیا سبب ہے جو کوئی یہاں سے جانے نہیں پاتا ہے ہر نوش نے امیر سے کہا کہ یا امیر امیر طلسم مراۃ القلعہ باقی ہے پس اسوقت یہ فتح ہو گا اسوقت راہ ملے گی یہ ستر گاہ آسمان پر ہی ہے کہا امیر اس اشیا طین ایسا ساحر باقی ہے اگر کسی کو اس سے نسبت نہیں ہے نہ منظم کو اور نہ تیرہ نخت کو اور نہ ظلمانہ کو اور نہ آخرس کو نہ قرشانیہ کو نہ قرشہ کو نہ ہما سے جا دو کو اور ہر نوش نے کہا کہ یا امیر اس مراۃ القلعہ کی دو حدیں تو لی ہیں پس اسی سبب سے شہر بلی حصار اور روشن حصار میں بند و بست آپ کا ہو رہی ہے آپ نے اس کاغذ کے باعث سے وہ دوم ملے تو نوچے تھے اب پھر وہی لوح کلام آجلی بس اب آپ ہی کو نکال کے لکھنے کیسے پس یہ سب احوال امیر نے ہر نوش سے ستر و ضو کیا اور سات بار صلوات پڑھ کے سینہ پر دم کر اپنا ماتم لوح پر پھیرا معافی میں آیا کہ یہ جو دریا ہے اسی میں اسکی راہ ہے ہر نوشوں سے اپنی نگینیں بند کر کے انہیں کو ڈیرا و ر جسوقت پانوں زمین سے آشنا ہوا اسوقت پھر بموجب حکم اس لوح کے عمل کرنا پس امیر اسی وقت نگینیں بند کر کے دریا میں کودے اور امیر کے پانوں زمین پر لگے نگینیں بھول کر جو امیر نے دیکھا تو ایک صحرا ہے تمام انہیں لاد کھلا ہے اور ہر طرف ایک آل سی لگی ہے اور ایک تالاب بچ میں ہے ایک جا دو گر اسکے کنارے بیٹھا ہے اور ایک بنگلہ نہایت شگفت کا اس تالاب کے پاس کتا ہے پر ہی اور ایک پلنگ آسمین لگا ہوا ہے اور ایک مسند اسکے آگے بھی ہوئی ہے اس ساحر کے ماتم میں ایک قرنا ہے پس جسوقت وہ اسکو دم کرنا ہے تو اس تالاب میں ایک شیشہ پڑا ہوا ہے وہ شیشہ جوش مارتا ہے اور اس شیشہ کا ایک چھوٹا سا مراۃ القلعہ تیار ہوتا ہے اور وہ ساحر اس مراۃ القلعہ کو دیکھتا ہے اور پھر بعد ایک گڑی کے وہ دم کھینچتا ہے کہ وہ سب قلعہ اسی حوض میں غائب ہو جاتا ہے جب امیر نے یہ شامنا دیکھا تو امیر کے جی میں آیا کہ اگر یہ مراۃ القلعہ ہو تو کیا خوب مکان ہے اور اگر یہ ساحر مسلمان ہو تو اسکو نہ مارے پس امیر یہ بات ٹھہرا کر سامنے اس ساحر کے آئے اور اس ساحر نے امیر کو دیکھا پکارا کہ امیر طلسم کشا تو یہاں بھی آیا اب کہاں جائے گا بغیر مارے تجھے کب چھوڑتا ہوں اور کہاں جائے دیتا ہوں بس یہ یہ کہہ کر قرائت سے لگا کر پھونکی جتنا وہ تختہ لالہ کا تھا وہ سب مثل چراغان کے روشن ہو گیا وہ سب آگ آسمان پر چڑھ گئی اور وہاں سے گری اور امیر کو گیر لیا صاحب قرآن نے اسم اعظم پڑھا کہ وہ سب آگ بھجھ گئی اب امیر نے اس ساحر سے کہا دیکھ اب بھی خدا کو پہچان دینا ماتم سے میرے مارا جائے گا اور جو تیرا مجھ پر اثر کرے گا بس اسے دوسری بار قرنا اس تالاب کی طرف منہ کر کے پھونکی دیکھا وہ سب شیشہ نکل کے امیر کی طرف دوڑ آئے اور اگر وہ امیر کے ایک گنبد بن کے تیار ہوا امیر نے پھر اسم اعظم پڑھ کے رو دیکھا کہ ایک آواز پیدا ہوئی اور وہ گنبد پھٹا وہ سب شیشہ اسی ساحر کی طرف دوڑا اسوقت امیر نے پھر پڑھ کے دم کیا کہ وہ شیشہ ٹھم گیا پھر امیر نے اس ساحر سے کہا کہ یہ میں نے دوسرا حسان کیا پھر پس جسوقت یہ بائیں اس ساحر نے دیکھیں دوڑ کر امیر کے قدموں پر گرا اور کہا اے شہر یار جانا میں نے کہ دین آپ کا برحق ہے اور بصدق دل مسلمان ہوا اب امیر نے کہا کہ امیر دوست جدید معلوم ہوا کہ یہ مراۃ القلعہ میں بون بنا ہے تمہارے محل سے قائم ہے یہ جسکرا آئینہ بلا ساز نے کہا کہ اے شہر یار میں اکیلا نہیں ہوں اسکے نگہبان چار شخص ہیں اور ان چاروں کے قابو میں ہے ایک تو میں کہ میرا نام آئینہ جلا ساز جا دو ہے اور دوسرے کا نام نہال عشرت جا دو ہے اسکے

تابع سب دخت مرآة القلعة کے ہیں اور میرے کا نام ابریسماں جا دوہی جسکے تابع میں ابرہین اور چوٹے
کا نام نیزنگ جا دوہی جسکے تابع سب جا لورہین یہ لکھ جلائے آئینہ ساز نے قرناٹھ سے لگائی اور پھر دم دیا
پھر اسی طرح وہ شیشہ جوش مارنے لگا اور پھر اسی طور سے وہ قلعہ بن کے تیار ہوا اسوقت جلائے آئینہ ساز
نے امیر سے عرض کی کہ یا امیر اسی طور سے یہ قلعہ رہے یا زنگت تبدیل ہو جاوے یہ سنکر امیر نے کہا ج کاسکان تو
یونہی رہے جس طرح سے یہ ہر گز اور قصر ظلمت پر مکان رنگارنگ ہو جائیں یہ سنکر اُس نے سوچا کہ کوئی جنگ تو فرود
کا اور کوئی جنگ یا قوت کا کوئی مکان پھر راج کا کوئی مکان خلیفہ کا بن گیا جب سب مکان بن کے تیار ہو چکے جلائے
آئینہ ساز نے قرنا کو گاڑ دیا اور امیر سے عرض کی کہ بیچے اب اسکو میں بند کیے دیتا ہوں کہ جب تک یہ قلعہ رہیگا
اسوقت تک مرآة القلعة رہے گا پھر امیر نے کہا بہتر ہے اب جلائے آئینہ ساز نے اُس حوض کو بند کر دیا
اور امیر سے کہنا کہ اے شہر بار اب ابریسماں جا دو کے پاس چلے بیان اُنکی سنیے اسوقت یہ عالم تھا کہ ہر خوش نماز
نے دیکھا کہ کہ مقرر وہ شہر بار عالی مقام کا سیاب ہوا اور اُنکی کے میں قدم کی بدولت یہ نقشہ مرآة القلعة کا ہی اور وہ ان
جلائے آئینہ ساز جا دو امیر کو جوئے کر پاس ابریسماں جا دو کے چلائے کہ جو اردن کا مالک ہے چارون ابر کو چک
اور نیزنگ بہت اسکے سحر سے ہیں بکا یک دور سے ایک قلعہ کوہ پر نظر آیا اسوقت نزدیک اُس کوہ کے آئے اور امیر
نے اُس بیابان کو دیکھا بہت خوش ہوئے لیکن جلائے آئینہ ساز جا دو اُس قلعہ کوہ پر چڑھا امیر نے دیکھا کہ اس
سمت کو ایک ابرہہ زنگت اُسکی ادوی ہے اور ہوا سے سر دھل رہی ہے کہ اُس ہوا کی خلی سے آنکو بند ہوئی جاتی ہے
کہیں بارش ہو رہی ہے اور اُس قلعہ کوہ پر ایک جنگل ہے جسکا ٹکس مانند ہر کے چمکتا ہے اور آگے اسکے ایک ٹکیرہ
استادہ ہے ستون اسکے لباس سے ہیں بچے اُس ٹکیرہ کے ایک مسند بہت تکلف سے لگی ہوئی ہے جہاں اُسکی مجلس
کی ہے جا بجا جو اہریش بہا جڑے ہوئے ہیں اور امیر ابریسماں جا دو بیٹھا ہوا کچھ اپنے کام میں مشغول ہے لیکن دیکھا
اُسے جلائے آئینہ ساز جا دو کو کہ ایک شخص کو اپنے ساتھ لیے ہوئے چلا آتا ہے کہا کہ ابرہہ کون ہے اُس نے
کہا تو اُنکو نہیں جانتا ہے جو یہ کہتا ہے اُس نے جواب دیا کہ میں کیا جانوں کہ یہ کون ہے اسوقت جلائے آئینہ ساز جا دو
نے کہا کہ یہ شخص ظلم کشا ہے اس نے سارے ظلم طبع اشراف کو دہم دہم کر دیا اور اب یہاں واسطے
بر باد ہے ظلم مرآة القلعة کے آیا ہے میں نے اسے بہت کچھ سوچا مگر میرے سحر نے کچھ اس پر تاثیر نہ کی اسوقت
مجھے یقین ہوا کہ امیر کوئی غالب نہیں آسکتا بس میں نے دین اسلام اختیار کیا ہے اسوقت ابریسماں جا دو
نے یہ سنا کہ اُنکے کچھ خون شہنشاہ جا دو کا نہیں ہے اُس نے جواب دیا کہ یہ وہ شخص ہے کہ اسے مظلم کو اور
ظلمانہ کو اور تیرہ تخت اور شیران جا دو کو مارا اور دونوں طے آفتاب و کتاب کے توڑ چکا ہے اور امیر نے
کہا کہ او ابریسماں اگر تجھے کچھ ٹھنڈا اپنے سحر کا ہے تو بھی اپنا حوصلہ نکال بے جب میں تجھ پر احسان کر دنگا اور تجھ کو
چھوڑ دنگا اسوقت اسلام اختیار کرنا پھر ابریسماں جا دو نے جانا کہ وہ اسی یہ حمزہ صا جقران
ہیں اور یہ وہ شجاعت دہا در ہے کہ اس سے کوئی عمدہ ہر آنو کا غرض ہے اپنے دل میں خیال کر کے دوڑ کر امیر کے
قدون پہلے چڑھا اور بصدق دل سلمان ہوا اور عرض کی کہ اے شہر بار اسوقت سلمان ہونے کا کیا فائدہ ہے مگر
ظلمانہ نے تو طعہ غلامی اپنے کان میں ڈالا پس تب وقت ابریسماں جا دو سلمان ہو چکا امیر کو نہایت خوشی
ہوئی اور کہا کہ اب تم مجھے نہاں عشرت جا دو کے پاس پوچھا تو ان دونوں نے عرض کیا ہم حاضر ہیں اور یہ
دونوں امیر کو لے کر پہلے پس تجھری دور تائے تھے کہ ایک بار دیکھتے کیا ہیں کہ حیاں تک نہ کام کرتی ہیں وہاں

ایک ایک چمن بھولا ہوا نظر آتا ہے اور اس چمن میں انورق اقسام کے درخت سونے اور چاندی کے ہیں یہ دیکھ کر
 امیر بہت خوش ہوئے اور وہ شہر بہت پسند آئے یو چھا کہ نہال عشرت خیز جا دو کہاں رہتا ہے انھوں نے مقرر
 باندھ کر عرض کیا کہ اس شہر پر اسکا کہیں ٹھکانا نہیں ہے اور اسکا یہ نقشہ ہو رہا ہے کہ مثل بخونوں کے ہو رہا ہے یہی
 باتیں ہو رہی ہیں کہ ایک بار دیکھا امیر نے کہ سامنے چار ستون کھڑے ہیں اور اس پر ایک ٹھاٹھ بندھا ہوا ہے اور بطور
 گمبازوں کے کہ جس طرح سے کوئی گشت کی چوکی دیتا ہے اور وہ تمام ستون اور ٹھاٹھ تھامی سے بندھے ہوئے ہیں اور ایک
 ٹکڑہ کھینچا ہوا ہے اس کے نیچے ایک شخص بیٹھا ہے اور اسے کچھ خبر نہیں ہے کہ کون آتا ہے اور کون جاتا ہے یہ دیکھ کر امیر سے
 کہا کہ اس شہر پر نہال عشرت خیز جا دو وہی ہے یہ سنکر امیر نے قدم بڑھایا اور اس کے پاس جا کر آپ پکارے کہ اے
 نہال عشرت خیز جا دو کیا کرتا ہے امیر یہ کہہ رہے ہیں مگر اسکو کچھ خبر نہیں ہے کہ کون بکا کرتا ہے کہ ایک بار جلائے آئینہ سا
 جا دوئے اور آدھرا برسیاں نے پکارا کہ اے ظلم کشا تشریف فرما ہوئے ہیں جسوقت اُس نے یہ سنا سارا نشہ
 اتر گیا آنکھیں کھول کر کہا کہ مجب کیا ہے جو آیا ہو ایک مدت مدید سے میں بھی ظلم کے امور سے واقف ہوں اور میں نے
 ان سب درختوں کو اس طور سے برباد کر رکھا ہے کہ بھی کوئی نہیں رکھ سکتا اور یہ دیکھ کر چپ ہو رہا امیر نے کہا کہ اے تو
 اپنا حال تو کہ نہال عشرت خیز جا دوئے کہا میں کیا اپنا حال کہوں کسی سے شعر کسی سے کیا بیان ہے اس اپنے
 حال ابتر کو + دل اس کے ہاتھ دے بیٹھے جسے جانا نہ پہچانا + اور کہا کہ اے ظلم کشا مجھ میں طاقت نہیں کہ کہوں شعر کیا
 کہیں کچھ کہنا نہیں جاتا + اور چپ بھی رہا نہیں جاتا + امیر نے فرمایا کہ اے نہال عشرت جا دو رب کعبہ جو کام میرا ہوگا
 آنکھوں سے کرونگا تو بیان کر جسوقت اُس نے یہ غایت دیکھی کہا کہ اے ظلم کشا کیا کہوں ایک روز نیرنگ جا دو وہی
 کار ہی میں کجعت آواز سنکر دوڑ کر پست گیا بس اسی روز سے دل نیرزا سپر فریفتہ ہے اور اگر اس کے آگے بھی میرا نام
 کوئی لیتا ہے تو وہ خوش ہوتی ہے یہ سنکر امیر نے اسکو دلا سا دیا کہا کہ تم ہمارے ساتھ چلو تمہیں ہم بے چاروں کے
 جسوقت نہال عشرت جا دوئے امیر سے سنا نہایت خندان ہوا اور کہا کہ بس یہی جی چاہتا ہے کہ اُسے دیکھا کر دن
 اور جو جو کچھ حسرتیں غلام کے جی میں ہیں انھیں کیا بیان کرے اور امیر کے ساتھ ہو لیا امیر چلے اس وقت
 جلائے آئینہ ساز جا دوئے اور ابرسیاں جا دوئے امیر سے کہا کہ اس شہر پر ہمارا مقدر نہیں ہے جو ہم دانا
 جائیں کو واسطے وہ ایک حرامزادی ہے جسکا نام نیرنگ جا دو ہے یہ سنکر امیر نے کہا ہم تو کہتے ہیں کہ شاہ جا دوں
 سے ڈینگے تمہارے عوض تم ہمیں دو دے اُسے دکھلا دو اور بتلا دو اور کچھ تمہارا کام نہیں ہے یہ سنکر دونوں نے
 عرض کیا کہ اس شہر پر ہمیں کسی سے کام نہیں ہے اور اس سے ہم نے آپ کی غلامی اختیار کی ہے اور امیر کو لے کر
 دونوں چلے غرض راہ کو چل کر کے اُس بیابان میں پہنچے جہاں نیرنگ جا دو کا مکان ہے اور اب کوئی چار
 گھڑی دن باقی ہے کہ ایک بار دور سے ایک باغ دکھنا دکھائی دیا اُس باغ کی دیوار میں یا قوت نگار ہیں اور
 میں طرف کو اُس باغ کے دریا ہے اور اُنہیں سے چند چار پھلتا ہے ایک طرف کو راہ ہے دوسری طرف سبزہ کا
 تختہ چلا گیا ہے امیر کو وہ باغ نہایت پسند آیا اور اندر گئے دیکھا کہ مجب رنگ ہے کسی گل نے کسی کے واسطے
 گر جان چاک کیا انھوں نے غموشی اختیار کی جو زکس ایک طرف کو دیدہ حیرت سے دیکھ رہی ہے سر کو سٹکا کر
 بلبلیں نوحہ خوان ہیں اور کہیں رستہ نہیں ہے لیکن عجیب عجیب طرح کے درخت ہیں کہ دنیا میں ایسے
 درخت نہیں ہیں نہ ایسے جانور ہیں مکانوں کو دیکھنے چلے جاتے ہیں کوئی آدمی نہیں ہے بارہ درہی سامنے
 دریا کے کنارے ہے کہ اُنہیں پر دست پڑے ہیں اور ایک پردہ آدھا بندھا ہوا ہے چمن میں چھوٹی چھوٹی

بن امیر کی طرف چلے اب تینوں امیر کے ساتھ بن نہال عشرت خیز جادو کی عجب حالت میں کہڑتا ہوا جاتا رہا
 جسوقت امیر اس مکان کے برابر پہنچے اور دیکھا کہ ایک چبوترہ ہر بلور کا نہایت خوشنما ہی امیر نے ان تینوں کو چبوترے کے
 نیچے چھوڑا اور آپ اور گئے پس جسوقت کھٹکا ہوا اندر سے آواز نیک زخمی کی آئی کہ پردہ اٹھا دے کہ ایک بار ایک خواہ
 آئی اور اسے پردہ باندھ دیا امیر اندر گئے کہ ایک بار نیرنگ جادو کی نگاہ امیر پر پڑی کہنا کہ اے عظیم کشاکش کہ آئے تھے امیر
 نے کہا تمہارے پاس آئے ہیں کیا ایک ان تینوں آدمیوں پر نگاہ نیرنگ جادو کی پڑی کہنا کہ اے تم کیوں آئے ہو
 اور یہ تیسرا فردہ کیوں آیا ہے امیر نے کہا میں انہیں لایا ہوں یہ سنکر نیرنگ جادو نے غصہ ہو کر کہا کہ ایک تو آپ
 کہتے ہیں اور دوسرے آپ اس جرم سے کوہلے ہیں اور کہا کہ کوئی بڑا سکوبا ہر نکال دو یہ سنکر امیر نے کہا اس کے
 عوض مجھ کو نکال دے اب نیرنگ جادو نے سر جھکا کر کہا کہ مجھے آپ کی خاطر منظور ہے اس لیے کہ آپ ہمارے بھائی ہیں
 نہیں تو معلوم کرتی اور ان تینوں سے کہا کہ اے تمہیں بھی کچھ خوف شاہ جادو ان کا نہ آیا جو تم طلسم کشاکش کے شریک ہوتے
 امیر سے کہا کہ ہم آپ کے تابع ہیں لیکن قابو میں اور شخص کے ہیں جسوقت وہ آپ سے عہد و پیمان ہو گا اسوقت
 اطاعت تمہاری اختیار کرینگے اور اب آپ ہمارے بھائی ہیں آج کی دعوت قبول ہونا خشک نہیں ہونا دل
 فرمائیے امیر نے منظور کیا جسوقت نیرنگ جادو نے اپنی خواہشوں کو بلوایا جب وہ ایلن تو امیر نے دیکھا کہ جوانی
 کا عالم ہے جو وہ چہرہ پندرہ پندرہ برس کا سن و سال اور نہایت حسین صاحب جمال در در گوش مرصع پوش سلام
 کر کے کھڑی ہو رہی ایک برسی جام اور صراحی لے کر آئی اور ساتی گری کرنے لگی جسوقت جام امیر کے آگے آیا
 امیر نے جام اُسکے ہاتھ سے لے کر عشرت خیز جادو کو دیا اُسے آداب بجا لے کے اپنے ہاتھ میں وہ جام لے لیا دوسرا
 جام امیر نے پیا جسوقت دورہ جام کا ختم ہو چکا امیر نے نیرنگ جادو کو سمجھا نا شروع کیا کہ اے نیرنگ جادو
 نہال عشرت خیز جادو ڈھماحق ہے اور اگر احمق نہ نہانا تو جانے دے سے سزا ہی نہ کرنا یہ سنکر اُسے کہا کہ اے عظیم کشاکش
 آئے مجھے خوب مستنابا ہے اور بہت رسوا کیا بیان ملک کہ جہان میں مگر سے باہر نکلی اور شاہ جادو پاس گئی لوگ
 کہتے ہیں کہ نہال عشرت خیز جادو سے تم سے علاوہ ہی امیر نے کہا کہ اے نیرنگ جادو وہ کیا بڑا نام کرے گا وہ تو خود
 آپ میں نہیں ہے اور اسکا تو یہ عالم ہے کہ جس میں نہیں ہے یہ تیرا خیال کہ مرے اور وہ کتنا ہے کہ ملک نیرنگ جادو
 میرے واسطے جو فرمائیں راضی ہوتی نیرنگ جادو نے کہا یہ تو مجھے قبول نہیں ہے یہ سنکر امیر ہم سے اور کہا کہ او
 نیرنگ جادو جو مجھ سے ہو سکے وہ تو میرے اسکے میں بھی سمجھتا تھا اور مجھ کو نہال عشرت خیز جادو کی خاطر ہے جو
 میں مجھے کچھ نہیں کہتا ہوں نہیں یہی میں سمجھتا ہوں کہ جادو نے کہا آپ نہال عشرت جادو کے
 سبب سے مجھے نہ چھوڑے اور جو آپ سے ہو سکے وہ مجھے یکساں ہے مجھے یہ سزا شروع کیا اس وقت
 جلا سے آئینہ ساز جادو نے کہا کہ اے شہر باطلہ باہر نکلیے امیر یہ سنتے ہی باہر گئے کہ ایک بار
 وہ مکان باندھ جانے کے لگا ٹھونسنے اب جاؤ کہ لوح کو دیکھیں نظر نہ قائم رہ سکی اب امیر نے ان تینوں کی طرف
 دیکھا انہوں نے عرض کیا کہ اے شہر باہر ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا ہمارا تقدیر نہیں ہے جو اسکا کچھ کر سکیں ایک بار
 نیرنگ جادو نے اپنا ہاتھ روکا جسکی حرکت سے مکان محوم رہا تھا اب تمام مکان ٹھہرا لیکن زمین متزلزل رہی
 کہ پائون اکرے جاتے ہیں کہ ایک بار امیر کو رسم عظیم لایا جلدی سے پڑھ کر دم کیا کہ وہ نذرانہ بر طرف ہوا اور
 سحر باطل ہو گیا نیرنگ جادو کو خوش آگیا جو حال نیرنگ جادو کا دیکھا نہال عشرت جادو نے دوڑ کر
 پانی کے چھینے اسکے منہ پر دے کہ پانی سے تمام دوشیہ بیگ کر بدن سے لپٹ گیا ایک اُسکو ہوش آگیا

اپنی محبوب حالت دیکھی اور نہال عشرت خیز جادو کو خدمت کرتے پایا سمٹ کر اٹھی اور نہال عشرت جادو کے ایک طمانچہ مارا اُسے کہا کہ میں نے کیا تصور کیا ہے جو مجھ پر غصہ اُتارتی ہو اسے بیدار دیکھیں تو جھمکھا یا کر نیرنگ نے پھر سوچا کہ زمین شوق ہو گئی اور سب سما گئے امیر بھی جیاتی تک دھنس گئے اسوقت امیر نے کہا کہ تو اپنی بد ذاتی سے نہیں جو کتنی اسم غلم پر حر کر دھو کہ زمین نے جھوڑ دیا اور یہ تینوں بھی اوپر آئے اور امیر نے جلائے آئینہ سا جادو اور ابرسیمان جادو سے کہا کہ پکڑ لاؤ اسے غرض کم سے امیر کے دونوں چلے آئے دیکھا کہ تینوں مجھے پکڑنے آتے ہیں پکارا ہی کہ تم حمایتی بن گئے آئے ہو اب میں تم سے بھی سمجھ لوں گی یہ پکار اس طرح سے اڑی کہ جیسے شبنم اڑ جاتی ہے اور نظر نہیں آتی امیر نے ان تینوں جادوگروں کو کہا کہ جانے نہ پائے دیکھیں کسی نے ہلکا بھجائے کیا فیض کا اس طرف سے ہر نوش ممتاز چلے آئے تھے کہ ایک بار اسی نگاہ اس جادوگر کی پر پڑی دیکھا کہ یہ بد خو اس جاتی ہے دل میں اپنے کہا سبادا ایسا سو کہ یہ امیر کے ماتحت سے بھاگی ہوئی ہو پس یہ خیال کر کے ایک اسم پڑھکر بھونکا کہ دہو آہنی اسکے سامنے مائل ہو گئی اب یہ بد خو جاتی ہے راہ نہیں ملتی ہے پس ناچار ہو کر امیر پاس چلی آئی اور کہا کہ اے طلسم کشا میں نے جانا کہ دین تیرا رخص ہے اور اب میں بھی گنیز ہوں جو چاہیے میرے حق میں تجھے لیکن میں اس سے راضی نہیں ہوں امیر سے یہ کہہ رہی ہے کہ ایک بار نگاہ امیر کی آسمان پر پڑی دیکھا کہ ایک تخت چلا آیا ہے اور ایک شخص تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اُدھر ہر نوش ممتاز کی نگاہ امیر پر پڑی اُدھر امیر نے پہچانا اُدھر کھڑے ہوئے نعیم بجالائے اور کہا کہ آپ کہاں تشریف لائے ہر نوش ممتاز نے کہا یہاں جو آپ کو آئے ہوئے دیر ہوئی ہے مرآۃ القلعہ میں ایک کھرام ہے ملکہ شعلہ کی عجیب حالت ہے میں اس کی خاطر سے آپ کے پاس خبر کو آیا ہوں میں نے راہ میں دیکھا کہ یہ نیرنگ جادو بھاگی جاتی تھی میں نے ایک اسم پڑھکر بھونکا اور اس اسم کی برکت سے اُسے راہ جانے کی نہ پائی پس نیرنگ نے کہا کہ یہ کسے آپ اسکو پکڑ کر لائے ہیں اور نیرنگ جادو سے کہا کہ اے نیرنگ جادو بہتر ہے کہ تو نہال عشرت کو قبول کر اور ہر نوش بھی سمجھا یا نیرنگ جادو نے مانا اور کہا تم مقدسوں نے یہ خوب اختیار کیا ہے کہ ہر ایک کی خاطر سے زندیان ملاتے ہو یہ سنکر امیر کا رنگ زرد ہو گیا مگر ہر نوش نے نیرنگ جادو سے کہا کہ عورت کی شادی مرد سے ہوتی ہے اور مرد کی عورت کے ساتھ ہم نے کام نیک پکڑا ہندی ہے ہم کچھ جیٹا نہیں کرتے ہیں یہ سنکر نیرنگ جادو نے امیر سے اور ہر نوش سے کہا کہ اگر یہ امر نیک ہے تو میں کہتی ہوں اب تم مجھے چاہو اے کر دو یہ سنکر امیر نے کہا ہمارا خیال ہی ہے کہ تم اپنی شادی نہال عشرت خیز جادو سے کر دے اُسے کہا مجھے قبول ہے امیر نے کہا ان طائرین کو اسی طرح رکھنا کہ جس طرح سے یہ ہمیشہ سے ہیں یہ سنکر اُسے وہ جو درخت بنا گئے تھے اور اُس پر جاور موم کے بٹلائے تھے سب کشتیاں اُٹھالائی اور امیر سے کہا کہ اے شہ پار میں ان سب کو زمین پر لگاتی ہوں اور یہ سب ناقیاست پر نہیں کام دینگے امیر نے کہا میں یہی چاہتا ہوں پس اُسے کچھ اسم پھر پڑھ کر کے زمین پر دم کیا کہ ایک بار زمین شوق ہو گئی اُسے ان جادوگروں کو جو درختوں پر موم کے بنا کر بٹلائے تھے زمین میں گاڑ دیا اور امیر سے کہا کہ اے شہ پار اب یہ مرآۃ القلعہ بدستور پر نہیں رہے گا امیر نے فرمایا اب کس طرح مرآۃ القلعہ میں پہنچیں نیرنگ جادو نے کہا کہ آپ سب صاحب ایک جاکھڑے ہوں امیر اور سب ایک مقام پر کھڑے ہوئے اُسے کچھ سوچ پڑھکر زمین پر پاؤں مارا کہ زمین کا طبقہ سارا اُکھڑا پس امیر اور ہر جیان امیر طبقہ پر زمین کے اُڑ کر مرآۃ القلعہ میں پہنچے دم بھرنے گذر اٹھا کہ وہ روز روشن سما رہا ہو گیا اور آدرا زمین صیب آئے لیکن امیر نے یہ حال دیکھ کر بوجھ جلائے آئینہ ساز جادو وغیرہ سے

کہ جا کر خیر لاؤ تو کہ یہ کون آتا ہے کہ ایک بار یہ چاروں دورے اور جا کر دیکھا کہ چاروں طرف ایک دیوار مٹری ہو اور اس دیوار
 میں کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں انہیں ایک ایک پر سی زادی بھی ہے اور ہر ایک کے ہاتھ پر پتلیا سینگ درگاہا ہوا ہے چہ چہ
 سر پر بندھی ہوئی ہیں ایک بار یہ چاروں برابر کھڑکیوں کے گئے اور پوچھا کہ تم کیوں آئی ہو اور تم کون ہو مگر یہ سب
 ان چاروں کے جان پہچان نکلے پس پشنگراں سب نے کہا کہ ہمیں شاہ جاہ دو ان نے صبا ہو اور کہا ہے کہ تم جا کر
 مراۃ القلعہ کو گھیرو کہ یہ طلسم کشا جانے نہ پائے تو ہم اس ارادے سے آئے ہیں اور یہ ہے ہمارے شاہ جاہ دو ان
 بھی آتا ہے پس یہ چاروں خبر لے کر امیر کے پاس آئے اور خبر دی کہ اسی طلسم کشا یہ شاہ جاہ دو ان کی فوج سے
 آئے ہیں اور بعد کو شاہ جاہ دو ان بھی آتا ہے جو وقت امیر نے یہ سنا نظر میں گئے غرض کہ تمام رات گزری اور
 دن ہوا امیر نے دیکھا کہ ایک دروازہ شبہ کی رُدر مراۃ القلعہ کے ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے اس وقت امیر بارادہ خج
 باہر نکلے پس عمروں حمزہ کے گلے میں فقط بیکل ہے اور امیر کے گلے میں لوح طلسم ہے اور سارا لشکر امیر کا امیر کے
 ساتھ ہے اور ملک آسمان پر سی اور قریشیہ سلطان اور ضیہ سلطان اور شمشعہ جہان افروز اور ملک با زرقہ
 مرافزا اور حسدلی پر سی اور خورشید جہان اور خورشید لقا اور حور لقا زہرہ لقا سلطان ازرقی اور
 ضلیا ضل پر سی سلطان سرخوش سبر پوش حنی اور تمسید پر سی افغانی سلیمان بجائی حور جہان کا اور
 حکیم قسطاس روشن ضمیر اور حرنوش ممتاز اور ظفران زہا اور چاروں جیسے اسکے اور درویش فکر اور
 خواجہ عمروں ایہ ضمیری یہ سب ساتھ ہیں امیر کے اپنے لشکر کی صف آرائی کی کہ ایک بار آواز گوش حولی کی
 بلند ہوئی لیکن کوئی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ایک بار امیر میدان میں نکلے اور آواز دی کہ اسی شاہ جاہ دو نکل میدان
 میں یا بھیج کسی کو اس وقت آواز دی کہ ہم کو واسطے لڑیں اور ہمیں کیا غرض ہے کیونکہ ہم نے وہ تدبیر کی ہے کہ تمام عمر
 رہا کی ہوگی اور قید میں مر جاؤ گے یہ سنکر امیر اس عظمیٰ باندہ کے بیٹھ گئے اور ہم غم پڑھنے لگے اور ان دیواروں
 پر دم کرنے لگے پس جو وقت موافق تعداد پڑا پچھلے سب دیواریں فرق دریا ہو گئیں کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا
 اب جو امیر نے دیکھا تو ہانسنے خیمے کھڑے ہوئے ہیں اور لشکر میں ساحر دن کے بل چل چکی ہوئی ہے اور ہر ایک
 سا حوائی اپنے مرکب پر سوار اور چلا آتا ہے لیکن آج وہ گھوڑے طلسمی جو امیر کے واسطے آیا کرتے تھے نہیں آئے
 اور دیکھا امیر نے کہ ایک جادوگر ہے اسی سب طلسمی پر سوار ہے فوج اور یہ ہے اسکے شاہ جاہ دو ان تخت پر سوار
 اور چار اترہ ہفت اٹھائے ہوئے آتا ہے غرض میدان میں پہنچ کر صف باندہ حکم فرما ہوا اور اس سارے کا نام
 آشوب جاہ دو ہے پس یہ بھی میدان میں آیا اور شاہ جاہ دو سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں اکیلا جا کے ان سب کا
 کام تمام کروں شاہ جاہ دو نے جام شراب عنایت کیا اسے جام شراب لیا اور مرکب اپنا لڑکا کر سامنے امیر کے
 آیا اور کہا کہ اسی طلسم کشا نے فغیب کیا کہ شاہ جاہ دو ان کا سا حایا اب کیا بیان سے توجہ دیا جائے گا لا جو رہ
 بناوری کار کھتا ہو امیر نے کہا پہلے تو اپنی بہادری دکھا جب بکھو تیرے ہاتھ سے خدا بچائے گا تو میں بھی ایسا
 دار کروں گا یہ سنکر آشوب ہنسا اور کہنے لگا کہ تم کب وارز رو گے اور تم کو خدا کیوں چاہئے تاکہ اسے ہوشیار ہو کہ
 اب میں نہ کرنا ہوں یہ کلمہ آشوب جاہ دو نے سحر کرنا شروع کیا کہ ایک بار ساری زمین ہلنے لگی زلزلہ پڑ گیا اور
 تمام لشکر امیر کا جھوٹے لگا اور ایک ایک از دبا بطوری کے ہر ایک کو اپنے اوپر سوار کر کے لے آئے اور ہر ایک کو روئے
 ہوا پس ہزاروں دیووں اور پری زادوں کو آڑ اسے لے ایک تودہ دیو کہ شکستہ ہزار ہزار گز کے اور دوسرے
 وہ آڑ وہ ہے ہزار ہزار گز کے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سامنے سے پہاڑ اُٹھ جاتے ہیں کہ ایک بار اب شور غل

ہوا اور ملکہ آسمان پر ہی کے تخت کے چھپے چار اژدر آتش فشان آگے آسوفت ہر نوش ممتاز نے جو
 دیکھا ایک نقش نگہ کے آسمان کی طرف اڑا یا پھر داس نقش آگے منظر نہ کر سکا وہ سب اژدر ملکہ کے تخت
 کے قریب تھے دفعہ سوم کے ہو گئے اور وہ سب دیو اور پری زاد اور جن امیر کے لشکر کے خود بخود چھوٹ گئے دوسری
 بار ہر نوش ممتاز نے صوفے سے ہال اپنے توڑ کر پھر پڑھ کے اشعث کی طرف پھینک دیا وہ سن جانب اشعث
 گئی اور لشکرین باندھ کر سامنے ہر نوش ممتاز کے حاضر کیا جب یہ سحر شاہ جاووان نے دیکھا کہ اشعث
 کو ہر نوش نے گرفتار کر کے پکڑوا سکا یا پس شاہ جاووان برہم ہوا اور یہ کہا کہ اے ہر نوش معلوم ہوا کہ
 تو بھی آنگا شریک ہی اور تو نے سب فساد کیا ہے اب پہلے تیرا علاج کر دو نگاہ بعد اسکے طلسم کشا سے سمجھ لو نگاہ یہ کہل
 ایک سحر کی پہلی آسین ناگوری پہنچے تھے اور امیر چند دانہ ماش کے کچھ اسم سحر کا پڑھ کے مارے کہ وہ پہلی
 امیر کی طرف چلی شاہ جاووان پکارا کہ اے حمزہ خبردار ہو یا تو یہ پہلی ساری کے دقت بین تکلی غمی یا آج
 تکلی ہی اور امیر کے لشکر میں آکر ہر نوش ممتاز کو اور ظفران زہر کو اور بٹکے چارون بیٹوں کو اور درویش
 نگر کو اپنے اوپر لاو گئے چلی اور آئے جسکو اپنی پیٹ پر لا دیا پھر وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکا پہلے یہ پہلی
 شاہ جاووان کے پاس آئی اور سب کو اپنے اوپر سے اتار کر شاہ جاووان کے سامنے حاضر کیا شاہ
 جاووان نے انکو دیکھ کر کہا کہ اس طرح سے تم سب کو مار دو نگاہ بیان دریا اور مرفان مہرا نھارے حال پر
 گر یہ دیکھا کریں اور تمہارے در و نہوہ کلام نافر جام شکر امیر کو تاب نہ رہی کیونکہ یہ تو بڑے بہادر ہیں یہ کب ایسی
 بات سن سکتے ہیں چہرہ تمام سرخ ہو گیا تمام بدن میں رشتہ پڑ گیا قصہ سے کہا کہ اے شاہ جاووان تو مجھ کو کیا
 دھمکاتا ہے میں وہ طلسم کشا ہوں کہ تمام ساحروں کو قتل کر چکا ہوں اور بیٹوں کو گرفتار کر کے ہر نوش کے
 حوالے کیا کہ اسے انکو مقید بقید شدید کیا تو مجھ کو کیا مارے گا یہ کہل روٹے اور امیر کے ہمراہ عمرو بن حمزہ چلا
 دونوں شل شیر خضباک لشکر میں ان ساحروں کے دروازے یہ تمام ساحر چکر گئے اور جو ساحر کہ امیر پر چڑھا تھا
 وہ سچ پلٹ کر ان سب کو مارتا ہی اور اگر کوئی ناریل سحر کر کے امیر پر مارتا ہی تو وہ پھر کربور گولے کے اٹھو مارتا تھا
 اور ایک آواز انہیں سے پیدا ہوتی ہی اور پیاس پیاس آدمی آج ملے ہیں امیر کے گلے میں ایک طلسمی ہی
 کہ اسکا مکس عمرو بن حمزہ پر پڑتا ہی اس باعث سے سحر اثر نہیں کرتا ہی اس حرمہ میں صد با ساحر غارت
 اور برباد ہو گئے جب دیکھا شاہ جاووان نے کہ جاوود پیر اثر نہیں کرتا ہی اسوقت پکارا کہ اے ساحران
 اب کوئی اپنی سحر نہ کرو کیونکہ اپنی کوئی سحر نہیں اثر کرے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ تم سب مل کر ان دونوں کو پکڑ لو
 یہ دو آدمی ہیں تم اس قدر ہونہار کچھ نہیں کر سکتے یہ شکر سب ساحر چاروں طرف سے امیر پر اور عمرو بن حمزہ
 پر ٹوٹ پڑے یہ دونوں شمشیر کرنے لگے اب کوئی ان دونوں کے برابر نہیں آتا ہی اور جو آتا ہی وہ تہ تیغ ہوتا ہی
 مگر سب ساحر پر اب اندھے ہو چکے تھے انہیں اور دوسرے امیر پر دار کرتے ہیں امیر نے جو دیکھا کہ یہ ساحر
 اب قریب نہیں آتے ہیں اور دوسرے ڈرتے ہیں ان ساحروں پر چبھے اور ساتھ ہی امیر کے عمرو بن حمزہ بھی
 دوڑے اور قریب ان ساحروں کے شمشیر زنی کرنے لگے دیکھ کر ان ساحروں نے کہا کہ امیر بیشک تم بہادر
 ہو اور عمرو بن حمزہ بہادر ہی اسوقت امیر نے کہا کہ تم اس بات کو انکار کھو کہ اسکے گیسے سے میں نہ
 شہر ونگا اور تم سب کو تہ تیغ نہ کرو نگاہ بٹکے چاروں طرف سے پھر امیر پر چکر گئے امیر نے جو دیکھا کہ سحر
 ہر طرف سے ہو رہا ہی امیر نے اسم اعظم پڑھ کر دم کیا وہ انہیں پر پلٹ پڑے جب شاہ جاووان نے

یہ دیکھا کہ اس ساحر نے تلوک لیا تھا کہ سوزہ کر دگر تم نے خانا اسے یوقون امیر سرحد کی اثر کرے گا تم سب اپنی فوت پر
یہ سنکر امیر پر لوٹ پڑے اس نے اسی طرح سے پرتقل کرنا شروع کیا غرض اب کہاں تک بیان کروں کہ اسی طرح تین شبانہ
روز دونوں کو قتلے گزر گیا اور لاکھوں جا دوڑ ماراے اب یہ عالم ہے کہ ان دونوں کے مانعین قبضے چم گئے ہیں اور کشتوں
کے پتے بند ہو گئے ہیں اس وقت عمرو بن حمزہ نے امیر سے کہا کہ اس پر زور کو آپ کہاں تک ان ساحروں سے رہے گا
سے بہتر ہے کہ مل کر شاہ جاووان کو ماریے سب کام درست ہو جائے گا اور یہ لڑائی فتح ہو جائے گی پس یہ اسے
پسند خاطر ہوئی اور دونوں تلواریں مارنے ہوئے ملے ہیں کہ عمر و کلیم آثار کے سامنے امیر کے آیا اور کہا یا امیر میں پہنچا
یہ کلمہ عمر و کلیم اور حلی اور شاہ جاووان کی طرف چلا کسی نے انکو دیکھا کسی نے دیکھا ہی نہیں اور جاتے ہی ساتوں
حلقے کتب کے شاہ جاووان کی گردن میں مارے اور مہینے اس وقت امیر اور عمرو بن حمزہ نے اپنے کو عمر و کلیم پہنچا
اور کہا خواجه تم خاطر جمع رکھو ہم بھی آئے اور عمرو نے کہا کہ اگر کسی جادوگر نے مجھ سے کہا یا حریہ کیا میں شاہ جاووان کو
مار دوں گا یا سنکر سب ماریے کسی کی یہ طاقت نہ تھی جو عمرو اور امیر اور عمرو بن حمزہ کا سامنا کرے اور شاہ جاووان کا
نام پتھر مشا و جادوئے عمر و کو سلام کیا اور اشارے سے کہا میں سلمان ہوں مہینے سنکر عمرو نے کہا حمزہ کہیں ایسا
نہو کہ یہ بد ذاتی کو اور نظا ہر سلمان ہو جائے امیر نے کہا خواجه یہ کیا بد ذاتی کرے گا عمرو نے شمشاد جادو کے ہونٹوں
سے سوزن پھینچ لی سوزن کے نکلنے ہی شمشاد جادو و دوڑ کر امیر کے قدموں پر گر پڑا اور طبع اسلام ہوا اور امیر کے
بہراہ داخل قلعہ ہوا اس وقت کہ امورات طاسی سے فراغت کر کے سلطان شامان اور سرکوب گردن کشتان تیر
غربستان امیر حمزہ صاحبقران زمان قراۃ القلعہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف کو صد اسے مبارکباد بلند ہوئی دو
روز تو اس خوشی میں گزرے تیسرے دن ملکہ آسمان پر سی اور ملکہ رضیہ سلطان امیر سے رخصت ہو کر بردہ قان
کو روانہ ہوئیں بعد اسکے صندل پر سی جو رشید جہان اور بجائی خورشید جہان کا بعد اسکے حکیم فسطاس اور
سلطان سرخپوش اور شیر پوش جنی اور شمسہ ملکہ رضیہ کی ماں یہ بھی امیر سے رخصت ہو کر گئیں پھر جب پاسب
جاچکے اس وقت قمر نوش ممتاز سے امیر نے فرمایا کہ آپ قراۃ القلعہ میں تشریف رکھیں کہ اس واسطے کہ یہ جاسے عبادت
ہو اور رضیہ سلطان اور ملکہ شمسہ جہان اخروز کو اور بازغہ مرزا کو اور زکیہ کو اور حور لقا اور زہرا لقا اور
ماہ لقا کو قمر نوش کے پاس جوڑا اور ظفر جان جنی کو روشن حصار دیا اور کہا کہ آپ دمان رہیں جب امیر ان امور
سے فراغت پاچکے اس وقت امیر نے سب سے رخصت چاہی اور کہا کہ عرصہ بعید ہوا ہے مجھے لشکر کی کچھ خبر نہیں ہے
جب امیر نے اپنی زبان سے فرمایا اس وقت عجیب حالت پری زادوں کی ہوئی کہ قابل بیان کے نہیں اور اگر
بیان کی جاوے دفتر و گزنیار ہو جائے فرض کہ امیر سب کو اسی حالت میں چھوڑ کر تشریف منازلی اور قطع مرا حل کر کے
ہوئے آئے اور یہ خبر ظفر شاہ کو ہوئی کہ صاحبقران تمام لشکر کلیم اشراق کے درہم برہم کر کے آیا ہے اور لشکر
اسکا زیر کوہ زد کش ہے اور شام کا وقت ہے کہ امیر کچھ بائیں بدیع الزمان کی اور قاسم کی کرتے کرتے سو گئے
امیر نے ایک خواب دیکھا اور عمرو سے بیان کیا عمرو و شکر بدو اس ہوا مگر کہا کچھ مقام تردد نہیں ہے یہ سنکر امیر
نے خواجہ سے کہا کہ میں بعد ایک دور زور کے بیان سے روانہ ہو گا تم جلدی مجھے لشکر کی خبر لا دو کہ کیا حالت
ہو رہی ہے خواجه عمرو بن امیہ ضمری قنطور سے زبانی پاتا ہے سفر لائی گوچن جیاری حیلہ ماسے ناخن اسپے

بدن پر آراستہ کر کے روانہ ہوا

اب دو کچھ درستان لقا سے بے بقا بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت لقا کو عرضی کتاب کی پہونچی تھی کہ لشکر امیر کا کوہ منغایین آگیا ہی اس وقت اس نے ازرق شیر تسم زہر الودین
 ازرق چشم اور ملک حیات جادو کو روئے کیا اور کہا کہ جا کے سردار دن کو زندہ پکڑو اور اگر آئین تو انکا سر کاٹ کر ہمارے
 سامنے لاؤ غرض یہ ایک ساحرہ اور دونوں سردار مع فولا کو فرج کے روضہ سے بعد قطع منازل اور حرم رمل قریب کوہ صفا
 کے پہونچے یہ ساحرہ الگ دامن کوہ میں آتری اور شغول اپنے سر میں ہولی اور دونوں سردار سامنے لشکر اسلام کے
 فوج کوئے کر آئے یہ خبر ہر کاروں سے سعد بن قبا و مالی وقار کو پہونچائی شعر بادشاہ بارگاہ است از خاک پر نور
 باد و داد عدلت در سر سے آخرت ممور باد و ای فریدون بہت و کستم دل و رشید فر + تیغ نور برق دشمن ناصر و منصور
 باد و لقا کی جانب سے دوسرا نہایت سرکش اور تیز دست فولا کو فوج سے آئے ہیں اور یقین ہے کہ نامہ خدمت
 حضور میں صبحین بادشاہ نے اس خبر کو شکر فرمایا شعر سرخی سیم چشم شیر صیب + ہرچہ امید بر سر من یا نصیب + اور
 قبا میں خمرہ صابقران کے نہایت مضمر ہے اور فرمایا کہ اس وقت تک کوئی خبر امیر کشور گری نہ معلوم ہولی کیسے
 ملاقات ہوتی تھی ہر یا نہیں سردار دن نے عرض کیا کہ انشا اللہ تعالیٰ بہت قریب ہے کہ ملاقات ہوئے اور امیر
 حاکم کی فتح کر کے آئے ہوں بادشاہ نے فرمایا ہاں شعر بجا جو ہر سے وہ وصل یار دیکھے گا + جو اس خزان سے
 نیچے گا بہار دیکھے گا + غرض کہ بیان لشکر کفار سے ایک نامہ اور موسم تحویل رمل پیشانی نامہ لے کر روانہ ہوا جب
 قریب لشکر ہند کے آیا تو ظلم اور بدعت کرنے لگا یہ خبر لندھو کو پہونچی انھوں نے بادشاہ سے آکر عرض کیا بادشاہ
 نے لندھو کو وہ سادیا اور کھادنگل پر بھیجے اور بیان سے مندویل ضلعہائی کو روانہ کیا کہ سمجھا کے آؤ غرض
 مندویل چالیس ہزار فوج سے قریب تحویل رمل پیشانی کے پہونچا اور کہا کہ ای براہد یہ ان دکانداروں نے تمہارا
 کیا کیا ہے جو تم اس طور سے پیش آتے ہو تم کو بادشاہ نے یاد کیا ہے اس وقت یہ مندویل کے ساتھ آکر ملاقات و
 گزارش کرنا ہوا قریب بارگاہ پر پہونچا مندویل گھوڑے پر سے اترا اور تحویل سے کہا کہ تم بھی گھوڑے سے اترو غرض کہ
 بمشکل تحویل گھوڑے سے اترا صیاریہ خد حکمار بن کر اس کے دہلغہ سے نامہ نکال لے گیا اور یہ عین بدحواسی ہلنے بادشاہ
 کے آکر کہنے لگا منم نامہ دارم منم نامہ دار بادشاہ نے ایک دگل اس کے دہلغہ سے پھوڑا تھا فرمایا کہ پہلوان جہان شیروا نے
 دیکھ کر کہا کہ یہ نامہ خداوند کی جانب سے ہے اسکا استقبال تم سب سے بادشاہ اس قدم کر دادر صیاریہ نے پہلے ہی
 نامہ بادشاہ کو دے دیا تھا بادشاہ نے پشمن کر کہا کہ نامہ نکالو کہ اسکا استقبال کریں اب اسے چاہا کہ نامہ نکالوں مگر
 جو یا تو لے گیا تو نامہ نہ پایا نہایت پریشان ہوا بادشاہ نے تحویل سے کہا کہ نامہ نہ دیا اسے کہا خداوند زمرہ بادشاہ باختری
 نے شکوایا ہوا کھانڈھوڑنے میں کس کر پوچھا کہ کچھ تمہارا سر بجاری ہوا تھا کہا خداوند خود اپنے کو نہیں آئے کسی حور کو
 حکم ہوا کہ وہ میرے سر سے لے گئی اس کلام پر لندھو اور مالک زیادہ ہنسے تحویل نے کہا کہ تم لوگ نہایت بے ہمت
 ہو کہ خداوند گویا ہے اپنے بندوں سے باتیں کرتا ہے لیکن تم لوگ اسکو سجدہ نہیں کرتے ہوا در خداوند آسمانی کو
 سجدہ کرتے ہو تم تمہاری عقل پر بڑا تعجب کرتے ہیں اس وقت لندھو نے کہا کہ ایک کام کرو اپنے خداوند لقا کا
 نام لے کر کہ گویا ہے نامہ مالک اگر وہ دیدے تو ہم اسی کو سجدہ کریں اور خداوند آسمانی سے بھی مالک اگر وہ دیدے
 تو تو خداوند آسمانی کو سجدہ کر اسے کلامت اچھا اور انھوں کو بند کر کے دگل سے اتر کر کہنے لگا کہ ای غریبوں کے
 زرداروں کے خداوند جبریل قدرت یعنی یا قوت خواہ کے باب دہلغہ نور عبیدہ یعنی ملک لیتی افرور کا نامہ
 میرے ہاتھ میں دیدیکھے یہ خدا پرست آپ کا مذہب اختیار کرتے ہیں انھیں تو اسکی بندہ عین مہتر برق فرمائی ہے
 خود بھی اس کے سرے اتار لیا لندھو نے آواز دی کہ فرشتے خود بھی نے جلتے ہیں اس نے گھبرا کر انھیں گھولیں اور

کہنے لگا کہ دادہ خداوند نامہ بھی لے لیا اور خود بھی لے لیا کہ تنگے سر ہو گئے دادہ سی آپ کی عدالت کہ اتنے لوگوں میں
 ازلیاں کر دیا لندہ حور اور مالک اور بادشاہ اسکے اس کہنے پر بہت ہنسے اور یہ کہا کہ اب دعا تو ہمارے خدا سے مالک
 کو کیجئے نامہ از خود لیتا ہی پائین اب کہنے سے اسے آزمائش پھر زمین بند کر لیں لکھا کہ اس کا نام خدا اگر تو زیر دست
 ہی تو میرا خون و زمانہ ضایت کر سکی تو انکسین بند تھیں و زمانہ اور خود برقی نے اسکے آگے رکھ دیا اور آپ عجب ہا
 اسے جو انکو کھول کر دیکھا تو خود اور نامہ اپنے ہاتھ پر پایا خود کو سر پر رکھا اور نامہ نہ رہے لکھا مضمون نامہ یہ تھا کہ اے
 خدا پرستان و اسے زبردستان خداوند کے غضب سے ڈر اور ہمارے پاس ملے آؤ ہم تمہارے تصور معاف کر آئیں اور
 نہیں تو وہ سر خٹک معقول تھیں حکم خداوند ہم دینگے کہ اگر زندہ رہو گے تو بہت یاد کرو گے اور آپ ہی اسکو
 چڑھا اور کہا کہ میں آن سب سے اس سچے کا حال بیان کروں گا بادشاہ نے اسے خلعت دیا و اپنی فوج جلیں
 ہزاروں کے آنتار روانہ ہوا اور پہونچ کر بارگاہ میں حاضر حال بیان کیا اور کہا کہ لقمانا بیت کزدہر خداوند تنہائی
 نے نامہ اور خود زمین کھجے دیا میں ایسے خداوند لقمانا بیت کرتا ہوں بہمن از دما چشم نے ایک تلوار اسکے
 اوپر ماری اسے تلوار خالی دے کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تم دیکھتے ہو مارو اسکو اور کئی تلوار چلنے کہ اسی پر ہر
 کی جنگ میں پلخ سوادی مارے گئے اور ہزار ہا کفار مارے گئے غرض بہمن از دما چشم کے ہاتھ سے تحویل مار گیا
 یہ خبر لشکر اسلام کو پہونچی بادشاہ ان بے وقوفوں کی بیوقوفی پر بہت ہنسے اور دوسری روایت یہ ہے کہ حیاتا
 اس جنگ سے تحویل کو اٹھائے گئی اور سارا حال نامہ کا اور خود کا بیان کیا کہ میاں نے اس طرح سے لے لیا تھا
 اب یہاں تحویل لشکر میں آیا اور غدر کیا اور بل جنگ بجا آیا خبر بادشاہ اسلام کو ہوئی حکم ہوا کہ ہمارے یہاں
 بھی بل جنگ بھیجے حکم بادشاہ اسلام بیان بھی بل جنگ نواز شش میں آیا خضر بجا اس وقت فوج میں بل
 جنگ و از جسر گردون کے چہرے کا رنگ و آواز بل سے گوش گردون دون کو ہوئے تھے اور بیان سردار
 سامان جنگ میں مصروف تھے دوست و دست سے کٹتا تھا کہ دیکھیے صبح کس سے جد الی ہوئی ہے اور کون
 جادہ شہادت زبیا سے تن کرنا ہے اور کون تخت پر ہوتا ہے اور کون تابوت میں ہوتا ہے غرض یہاں تو تیار ہی
 جنگ میں دونوں لشکر مصروف ہے کہ زمانہ شب کا بڑھتا ہوا اور فائن شب سے صبح برآمد ہوئی اب

دو وقت ہوا کہ اشعار	لگے ہونے نظر دے تارے غداں	چھپا تو میں جلوہ لکشتان	موزن اذاج ہوئے بہر ہند
ہوئی بانگ اندکبر بلند	رخ صبح مائل زردی ہوا	لباس ظلم و جور دی ہوا	میں نفس غمی نسیم روان

اٹھے لوگ لے لے کے انڈیا
 ہر خلع و حلت بر طائران خوش میان ختمہ سیج میں زبان سے صفت پر در دگار
 یون کر رہے ہیں شعر برگ درختان کسیر در نظر ہوشیار ہر درق و ضریب معرفت کردگار و دیگر ہر گیار
 کہ بزمین روید و حد و لا شریک نہ گوید غرض کہ خدا پرست نماز صبح سے فراغت حاصل کر کے حق میدان
 کارزار کے روز نہ ہوے لندہ حور مالک از دور علم شاہ در دولت بادشاہ کی طرف روانہ ہوے دیکھا کہ پردہ چلی
 کے اوپر کھینچا بادشاہ اسلام تخت سلیمانی پر بشکل نورانی جلوہ گر تھے کہ چار قبہ شمشاد ہی در بر دلج شادی
 بر سر اس کردار سے تخت باہر آیا علم شاہ لندہ حور وغیرہ نے مجرا کیا بادشاہ نے سب کا سلام اشار سے
 کیا میدان میں پہونچے میمنہ میسرہ طلب جناح کی صفین آراستہ ہوئیں انوقت فوج حریف بھی سامنے
 کھڑی تھی بلید اربق زنا رستی اور لندہ سی کے دستی کرنے لگے سفوف نے مانند ابرکرم کے گرد و غبار کو بھایا
 صلیب نقابت کرنے لگے شعر روی معری کھادی کرمانی سب جوان و امج رنگ سچ ٹوٹ کر خوب کرین

گھسان بہ جو تلوار ان کے گھر جتنے توسید کھلاے + جو ملک میں جیتا ہے گا جی کھلاے + شعر بیاہ لیا و عروس موت
کو + دو مطلق میں ننگی کی موت کو + ایسا دور و داسے جو انو جنساں کر دے کیسے ہے جو ان اور بادشاہ تر خاک ہوتے شعر

نہ تو رستم نہ سام باقی ہر	اک فقط نام ہی نام باقی ہر	اوپے اوپے مکان ہے جنگ	آج وہ تنگ گور میں نہ ہے
عطر متی کا جو نہ تھے	نہ کسی دھوپ میں نکلنے تھے	گردش چرخ سے ہلاک ہوئے	استخوان نہ بھی انکے خاک ہوئے

غرض نقیب ایسے شعر عبرت آئینہ پر چکر پڑے کہ سب کے سب آمادہ مرگ ہوئے لشکر کفار سے نحویل زحل پیشانی نکلا
اور اجازت سے کر میدان میں گیا اور اسے آواز دی کہ ہر تم میں کوئی ایسا جو مجھ سے مقابلہ کرے اس وقت
پہلوان عادی نکلے اور نگا و ماری کہ مرکب زحل کا پانچ قدم بہت لیا عادی کا مرکب انکے لشکر میں بہت تھا
وہ کیا ہمتا زحل نے شرمندہ ہو کر نیزہ مارا عادی نے سنان کو سنان پر گنا ٹھکر نیزہ اس کے ماتر سے چالیس
قدم میں نکال دیا کہ زحل نیزہ پھر خجالت سے کر گیا اور دوزخ تلوار ماری عادی نے تلوار روک کر ایک ہاتھ کھنٹ
شدادی کا مارا کہ ناظر گاہ تخت آتر لگی جھٹکا مارا دھڑکتے ہوئے ادھر لشکر اسلام سے آواز درجبا کی بلند ہوئی تھی کہ
عادی نے بادشاہ کو سلام کیا اور کہا کہ ایک اونٹ واسطے نہا رہی ہے بڑا حادثہ ہے جتنے کفار مار دیے اتنے اونٹ
پاؤں بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا اتنے میں بہمن اثر دیا حشیم لٹکا رہا ہوا نکلا اور عادی پر نیزہ مارا عادی نے
ساتھ ملعون میں اسکا بھی نیزہ نکال دیا اور نیزہ اسکا زمین پر گر گرتے ہی اثر درج ہو گیا اور اب ہوسا نس
کیسچی تو عادی اس کے ستر میں جا رہے اور وہ اثر در آسمان کی طرف اڑا چلا گیا ادھر زحل لشکر نہایت جبر میں
تھے کہ بہمن نے آواز دی کہ ای خدا پرستو یہ مقام غیب نہیں ہے یہ سب کارخانے خداوند کے ہیں اور دوسرا
نیزہ سے کہ پھر مبارز طلب ہوا اب کی مند ویل اصفہالی نکلا اور نیزہ بہمن کے ماتر سے نکال دیا اسی
طرح سے اثر در بن کر اسکو بھی نکل گیا غرض آج کے مقابلے میں مند ویل اصفہالی اور ہامیل خلیگ سوانی
اسد اسد ان اسد خیر گیر اسد بچہ گیر غرض ساتھ سردار لشکر اسلام کے نقشہ اثر در ہوئے اور اسی طرح سے
تین دن کی میدان داری میں سارے تین سو سردار یونہی اثر در کھا گیا جو تھا دن تھا کہ بہمن اثر دیا حشیم
نے میدان میں آکر لٹکا مارا کہ رستم زماں علم شاہ نوجوان نے ہتھ مرکب کو بھیرا اور ہم نگا و ہوا کہ مرکب
بہمن کا سات قدم بہت لیا کہ آئے حجت کر نیزہ مارا علم شاہ نے نیزہ کو خالی دے کر ایک ہاتھ تلوار کا
جو مارا دھڑکتے ہوئے بس تمام فوج کفار علم شاہ پر ٹوٹ پڑی اور سے ہی نعرہ مالک ہوا کہ ملہ مالک
اثر در غلام نبی چاکر حیدر چالیس ہزار نیزہ بازو ان کے باجوہ اسلحہ ہی دوسرا نعرہ ہوا کہ خبر وہاں سے دربار اگر فتم تا
بہ ہندستان + اگر نام نہیدانی نہم لند ہو رہا سدا ان + عیسرا نعرہ ہوا شعر کرب خسرو ام بل نامہ اوہد نظر
کر وہ شیر پروردگار + غرض اسی طرح سے سردار لشکر کے نعرے برپا ہوئے اور تلوار چلنے لگی شعر
چقا چاق خنجر بگردون رسید + در بارہ شد خون بہ چون رسید + دیکر چٹے غول کے غول اور دھت کے
غٹ + گئے موسن اور گبر باہم لپٹ + پیادوں کے اک سمت ملے ہوئے + سواروں کے گلے گلے ہوئے +
گلے گلے سب سردار سے اور دھول + دیے سر کے بال اپنے علموں کے غول مجب طرح کا اسوقت عالم تھا کہ چھٹکار
تلواروں کی چلی آتی تھی اور کھٹا کالی کالی سپردن کی چپائی ہوئی تھی غرض دو ہزار تلوار چلی دریا سے خون موجزن
استدر ہو گیا تھا کہ سرشل جاب کے تیرے تیرے تھے ایک کی ایک کو خبر نہ تھی کہ ناگاہ ایک آندھی سیاہ
آٹھی اور اسنے آکے لشکر کو گھیر لیا اسوقت علم شاہ وغیرہ کا دم ایسا گھبراہٹ کہ یہ تو آندھی ہے صبح کر سب

مالک لندھور نکل گئے اور باقی سب خدا پرست مع بادشاہ اسلام میر ہو گئے اور بہت سب تیر ہو گئے آدمی بعد چار گھڑی کے رفع ہوئی تو وہ جو کہ ستم حیات جادو و ازرق شیر چشم نے کہا کہ ملکہ خوب وقت پر آپ تشریف لائیں نہیں تو ہمارا کام ان خدا پرستوں کے ہاتھ سے تمام ہو ا تھا

اب دو کھلے دھنسان مہر سپر عیار جی کے بیان ہوتے ہیں

کہ آئے انکر بربادی لشکر اسیر کی دیکھی ہو سارا حال دریافت کر کے ایک نامہ لکھ کر سر ہنگ ملی کو دیا کہ تو پاس امیر کے حضرا کیہ کو جا یہ تو نامہ لے کر چلا اور عمرو دہلے اس ساحرہ کے قتل کرنے کے عیار و ن کو تیج کرنے لگا مہتر برق فرنگی اور چالاک اور ابولفتح اصفہانی ان سب عیار و ن کو باہم کر کے کہا کہ اس ساحرہ کو مار دو اور آپ ایک دامن کوہ میں جا کر بیٹھا لیکن یہاں ستم فیل گردن دو لاکھ سویتہ مرد کو گنجاب کی جانا تھا کہ اسے یہ ماجرا دیکھا تو اگر ازرق شیر چشم سے ملاقات کی اور آپ بھی مخالفت میں ان قیدیوں کے معروف ہو ا حیات جادو نے بادشاہ اسلام اور شیر و بیہ بن حمزہ اور فرخ شمسوار قلندر اور سلطان سعد وغیرہ ایسے ایسے امیر کے بیٹے اور پوتوں کو اپنی قید میں قفس آہنی میں رکھا اور باقی قیدی مت بارگاہ سلیمانی اور امانتہ مساجد قرآنی ان دونوں کے سپرد کیے اور یہ کہا کہ جو وقت خداوند کا نام آئے تو جو کچھ تمہیں لکھا ہو ا سپر عمل کرنا میں خداوند کے پاس جاتی ہوں اور آپ اپنے ہمراہ ہزار آدمی لے کر ملی عرض چار پانچ کوس مع قیدیوں کے آئی تھی دیکھا کہ اسے کہ ایک کسان جو جان سائے آیا اور جھٹک کر سلام کیا پوچھا کہ اسے کہ تو کون ہو عرض کیا کہ میں یابان دروغ کار بنے والا ہوں اور ہماری زمین پر چھوٹی جوار کی بالی میں موتی پیدا ہوئے ہیں اور یہ لکھ ایک بالی نکالی اور کہا کہ ملکہ یہ آپ کی نظر ہے اور خداوند سے عرض کیجئے گا کہ اب کی اس میں موتی چھوٹے ہوئے حیات جادو نے بالی اسکے ہاتھ سے لے لی اور نہایت صفت نقالی کی کسان نے کہا کہ اسکو سوکھیے تو اسکی خوشبو نخل غنبر کے پتے سے برابردماغ کے لائی جس طرح سے آتش بازی چھوٹی ہے اور اسکے پتے پتے ہیں اسی طرح سے وہ موتی چھٹک گئے چھٹک مار کر حیات جادو زمین پر گری اسوقت کسان نے آواز دی ستم مہر سپر عیاری و قطب فلک خجہ گنداری شاہ عیاران عیار یک ہزار خجہ گنداریش زہندہ کا ذراں سر بر غدا جادو گر ان بس نعرہ کر کے جا ہناتا تھا کہ تلوار کمر پر مارتے کہ تراق سے زمین شق ہوئی اور ایک عورت نے نکل کر ماتہ عمر و کا پکڑ لیا لاکھ تھیلے عمر و نے مارتے لیکن ماتہ نہ چوٹا اُس عورت نے ایک پچکاری کر کے نکالی اور حیات جادو کے ستم پر ماری کہ حیات جادو کو ہوش آ گیا حیات جادو نے یہ انتظام پہلے سے عمر و کے خوف سے کیا تھا اپنے ہر کو قائم رکھا تھا کہ جب میں بیہوش ہوں تو تو مجھے ہوشیار کر دینا اور اسکا ہاتھ پکڑ لینا دیا ہی اسنے کہا حیات جادو نے عمر و پر پھر کر کے کہا کہ ایو دزدو بار یک گردن قصب کیا تھا تو نے کہ میرا کام ہی تمام کیا تھا عمر و نے عرض کیا کہ آپ تدر دانی ہیں کہ میں نے اتنی بڑی عیاری آپ کے سامنے کی آپ کو لازم ہے کہ پھر انعام مجھے عنایت فرمائیں اور ماکرین اسنے منگو کر قفس انکو بھی بند کیا اور بادشاہ کے قفس کے پاس رکھوا دیا اور کہا یہ انعام آپ کے قابل ہے اور آپ سے لازم ہوں کہ کہا کہ ذرا اس سے خبردار رہنا اب مجھے کسی کا خوف نہیں رہا اور یہ لکھ شب دہین میری صبح کو کوپ کیا ایک محراب سے بندہ زار خوشگوار میں پہنچی دیکھا کہ ایک عورت بارہ تیرہ برس کا سن نہایت حسین ایک دھت کے نیچے بیٹھی ہوئی مالا بیٹی ہے اور ملقا کا نام لیتی ہے حیات جادو اُس عورت کے قریب گئی اور پوچھا کہ صاحبزادی تم کون ہو اس حال نے مثال کو اپنے اس محراب میں کیوں شادی ہو اور کیوں یہاں چری ہو آٹام میں اسو بزرگ اس میں نے کہا کہ میرا حال

قابل بیان کرنے کے اور سننے کے نہیں ہر حیات جادو نے سمیٹ دین اور کہا کہ ضرور ہی بنام سے دیکھا کہ خداوند کے
 عشق نے مجھ پر یاد کیا ہے میں خداوند کو خواب میں دیکھ کر عاشق ہوئی اور میں بادشاہ ہزار دی ہوں اپنے شہر کو چھوڑ کر
 اس صحرا میں آئی ہوں اور خداوند نے خواب میں کہا تھا کہ تو فلان فلان صحرا میں جائے گی تو کسی سلسلہ سے ہمارے
 پاس آئے گی لیکن اس وقت تک کوئی سلسلہ میرے پہنچنے کا خداوند تک نہیں نکلا اب تو حیات جادو نے کہا کہ
 خداوند کہاں کہاں ہو چکے ہیں اپنے بندوں کو سرفراز کر رہے ہیں اور کہا کہ ایسا ملک میں خداوند کے پاس ان قیدیوں کو لیکر
 چلتے ہوں اور میرے ساتھ چلو یہ کہہ کر اپنے لشکر میں لائی اور وہیں آئے مقام کیا اس نام پہنچ چکا کہ یہ لوگ کون ہیں
 آئے کہا اب کبھی اور پوتے اور عموں وغیرہ شخص پر غرض یہ موت کی قید سے بہت خوش ہوئی اور کہا خداوند
 کے دشمنوں کو آپ نے کفر خداوند آپ سے بہت خوش ہو گئے اب میری ذریعہ اچھا نکل آیا اس وقت حیات جادو
 نے پوچھا کہ تمہیں جو چیزیں بجا وعدہ بیان رہے ہوں انہیں اور اپنی تم کو کبڑ کر پوچھتا تھا اس نام میں نے کہا کہ ایک آدمی
 آتا ہے ایک جام سرد آب بنا اور ایک روٹی دیتا ہے اور کتا ہے کہ آکھوں کو بند کرے اور اس سے جو فائدہ چاہو وہ حاصل
 ہو جس چیز کو میری چاہتا تھا اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا تھا حیات جادو کو وحی اشتیاقی ہوا اور اس نے کہا
 کہ آج وہیں چلو اپنے کھانے کے وقت کہ وہ جام ضرور خانہ بشت سے آتا ہے اس عورت نے دل میں کہا کہ اگر
 پروردگار انہی بڑی بات میں نے کسی پر یہ کیوں کر سچ ہو گی غرض مجھ پر حیات جادو کو اپنے ساتھ لیکر اس وقت کے
 نیچے آئی اور پکا دئے لگی کہ یا خداوند ہمارے کھانے کو آج کیوں غصہ ہو گیا آج اپنی قدرت کا حال حیات جادو
 پر بھی ظاہر کر دے خدا کی قدرت دیکھو اور میری خیال پوشیدہ تھے وہ کچھ کچھ ابھی ایک ساعت نہیں گزرے
 پائی بھی دیکھا کہ ایک شخص ماتم میں ایک جام اور ایک روٹی لے ہوئے آیا اور اس نام میں نے آگے لایا حیات جادو
 نہایت حیران تھی اور کتنی تھی کہ وہ خداوند وہ کیا کیا ہر جگہ پر کھیل تیری قدرت کے نظراتے ہیں اور اس
 شخص سے پوچھا کہ تم خداوند کے پاس رہتے ہو اس نے کہا بہشت میں یہاں کیوں کر آئے کہا خداوند کا حکم ہوا کہ
 ایک نام میں فلان صحرا میں ہمارے نام پر بھی جو اسے رزق پہنچاؤ تو میں رشتہ رزق رسان ہوں حیات جادو
 نے کہا کہ تو کی اشانی بہشت کی بھی تمہارے پاس جو اسے کہاں ان اور ایک گل ٹیب و خوش رنگ اپنی لکڑ سے نکال کر
 دیا اور کہا کہ اسکو سونگھو اور اس گل سے پوچھو یہ سارا حال بہشت کا بلکہ خداوند بیان کرے گا اس نے اس گل کو لیا
 اور سونگھا جب خوشبو بھی کہ سونگھتے ہی بیخوش ہو گئی اس وقت نور ہوا نعرہ سریع اسیر چون ابرہاری بہ
 جہان سرنگ درخیز گزاری بہ بیدار ان از در آتش شامیم ہم متر قرآن شیر زبانم بہ اور یہ کہہ کر بنو کر سے
 نکالا اس وقت یہ نام میں یعنی متر برق فرنگی نے کہا میں تمہاری گفتگو سے بچاں گیا تمہارے برق سے کھلتا ہوا
 نہ مارے گا کہ استاد ہی میں گرفتار ہو چکے ہیں قرآن نے بارود کی بوتلیاں اسکے اوپر پھینک کر اور بہت کر
 حقہ آتش بازی مارا کہ بارود میں آگ لگی حیات جادو بالکل حل کر خاک سیاہ ہو گئی آواز آئی کشتی مر نام من
 ملک حیات جادو بود وہ ملازم جو نفس کے محافظ تھے اس آواز سے گھبراتے لیکن مرنے سے اسکے تاریکی جو چھائی
 ہو کی غمی زمانہ تیرہ دنار ہو گیا اور قرآن اور برق ان ہزار آدمیوں پر غدہ اور تلوار کھینچ کر آئے یہاں بادشاہ
 اور سرداروں نے دیکھا ماتم یا توں میں طاقت معلوم ہوئی ہے جس نفس کی تیلیاں توڑ کر منم منم کے نعرے
 کر کے لگے رٹنے عمر و بھی جھوٹے اور وہ لوگ جو کوہ صفا کے اوپر قید تھے حیات جادو کے مرنے ہی ان سب
 نے قیدین توڑ دیں یہاں سے تلوار خیلنے لگی

اب دو کلمے داستان امیر کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ بعد آنے عمر کے امیر بھی اُس بستی کی خواب میں چل کھڑے ہوئے تھے کہ سر نہاگ نے نامہ عمر و کا دیا اور پھر بانی کا
کہا امیر بھی گھوڑے کو اٹھا کر مع اپنے سرداروں کے روانہ ہوئے اب مال بیان کا عرض کیا جاتا ہے کہ عمرو اور بادشاہ اُن
ہزار آدمی کو مار کر لشکر کی جانب چلے تھے اور ادھر کوہ صفا پر تلوار چل رہی تھی کہ جالوت آہن قبا میں لاکھ سو
کی فوج سے گنجاب کی مدد کو چلا تھا انکو دیکھ کر کفار کا شریک ہوا اور پھر گرد و سی پانچ لاکھ فوج سے ساسل آہن قبا
آ کر لشکر اسلام پر گرا پڑا پھر ترقی کر دکا اٹھا کہ طوفان اثر و سوارین لاکھ سوار سے شریک ہوا اب خدا پرستوں کا یہ حال ہوا
کہ ایک تو بھوکے پیاسے دوسرے یہ کہ لشکر بے امیر کیسے فقیر تر کُش بے تیر کے کام نہیں دیتا ہر قریب تھا کہ قدم
اُٹھ جائیں اُسوقت سردار منابات درگاہ قاضی کجا جات ہیں معروف تھے کہ اشعار راوی کہ ملک خوش ہائیدہ
تولی + فردین شب صبح نمایندہ تولی بد کام سے من بیارہ قوی بستہ شدہ بد گشتاے خدا کا کشائیدہ تولی بد کام
پروردگار ہوقت مصیبت میں رحم فرما کہ دیکھا یہ سیماں سے ایک گرد آئی جب وہیں گرد کا اشکاف ہوا تو صد
نعرہ کی پیدا ہوئی اشعار امیر عرب خیمہ رزگار بد منہ صفت شکن حمزہ نامدار و ذریعہ بیدار جنگ آریان + بہر سو
خود الامان الامان + دوسرا نعرہ اور ہوا کہ شیر کشور کشا زینبہ ماج تہان بانی ہزار دیو کش نامم عمرو بن حمزہ یونانی
عرض اسی طرح سے جمہور جان سوز تیر زن بہادر اور فراخ زاد مغربی اور بہرام گردن خاقان عین
کے نعرے ہوئے اور اگر کفار لشکر گداز کرے کہ اتنے میں بادشاہ اسلام اور شیر وین حمزہ وغیرہ کا بھی نعرہ ہوا
اور سب آ کر پہنچے اب ہزار گھاسان کی چلنے لگی اُسوقت سلسل آہن قبا نے دیکھا کہ حمزہ آگے ہیں لڑائی کا سہو تھا
تو مشکل ہوا اب تو یہ کام کہ بارگاہ سلیمانی کو لے کر پاس گنجاب کے پہنچے یہ سوچکر بارگاہ پر آ کر گرا اور
مخافطوں کو مار کر بارگاہ قبضہ میں لی اور ایک سمت گھوڑا اڑا کر چل کھڑا ہوا ادھر امیر زادی میں مشغول تھے لشکر
سے دو کوس کے نکل گیا تھا کہ اُسوقت خدا کی قدرت علمشاہ رومی جو اندھی کی بدحواسی میں جنگ سے نکل گیا تھا
اب جو ادھر سے دیکھا کہ ایک گھبراہٹ نجات میں لاکھ فوج سے بارگاہ کو لے جاتا ہے گو کہ علمشاہ اکیلے تھے لیکن تلوار
کشیج کر نعرہ کیا کہ منہم رستم چل تن و بیل کن کشندہ قول ہندی ددیل ہندی کشندہ بیتان فرنگی شر علمشاہ
رومی نہ بیل زور + کہ بخت مرزوق آفکندہ شور + یاشکر برگز اوہر ساسل آہن قبا نے بھی آواز دی کہ یہ تھا کہ
اسے مار لو اُسوقت علمشاہ مثل شیر گر سنہ کے حملہ آور ہوا اور کفار کو دھل سب کر کے لگا لیکن اکیلے لڑتے لڑتے مر چھا
کھڑی کا ہوا تھا کہ دیکھا لندھور بن عدنان گرد و صحرا سے نمایاں ہوا اور یہ بھی شریک جنگ ہوا تھا کہ نعرہ مالک ازور
کا ہوا اب تو ساسل آہن قبا نہایت مضطرب ہوا کہ ایک ہی کیا کم تھا نہ یہ کہ دوشیر اور آگے یہ اپنے قلب کو جو
کے کئے تھے تھا کہ اسے خدا دیکھا تیری ہی صحت ہے کہ حمزہ + عروج پائے اور ہم جہان مصیبت میں گھڑیں ہماری مدد کو
کوئی نہ مجھے حسب اتفاق القان جالندری میرا ہے پلنگ کوہ سے آتا تھا کہ راہ میں ہر کاروں نے اسی خبر پہنچائی
کہ لشکر میرے تلوار خوب چل رہی ہے اور ساسل آہن قبا ترسان ہے کہ طوفان جالندری نے اپنے گھوڑے کو
اڑ دیا اور آ کر لشکر سلسل آہن قبا میں ملحق ہوا اور کہا کہ اب بارگاہ لے کر پاس گنجاب کے چلے تین سردار سردار
ہوئے ہیں بس اسی وقت اسے کہا کہ خالو صاحب آپ تو نہیں دیکھے اور میں بارگاہ سلیمانی لے کر پاس
گنجاب بن گنجور کے پہنچا ہوں یہ تو خوش ہوا اور اسے کہا کہ ایڑ زہمت مناسب ہے بس یہ بارگاہ لے کر
چلا تھا کہ لندھور نے اپنے کو قریب طوفان جالندری کے پہنچ کر آواز دی کہ باغ او گھبراہٹ نجات کمان چلا اسے

تلوار باری لنگر چور نے خالی دے کر جو تیغہ دودھ ہندی کا یا تلوار اور دیر کا لے کے اور حاکم کے مسلسل آہن چٹا
کے پاس پہنچ کر تلوار اٹکی رد کر کے نیزہ مارا کہ پشت کو توڑ کر نکل گیا اسوقت لشکر نے اس کے میدان ہو کر امان نامی غول
نے امان دی ہزار دن کفار تو بھاگ گئے اور بہت سے خدا پرست ہوئے آپ بارگاہ سے کر لشکر کی طرف چلے یہاں
جوا کر دیکھا تو صاحبقران دڑ رہے ہیں سب اتفاق ازرق شیر خیم زہرا دوسے سامنا امیر کا ہوا امیر نے در
مروک کر ماتہ عقب سلیمان فی کا مارا اس نے سپر کو چرب کی تباہ کیا تھا لیکن تیغ سپر کو نسل قرص میر کے کات کر
خود پر گر اب جو جھٹکا مارا تو مع مرکب دو ٹکڑے ہوئے اسی طرح سے ایک ایک سردار نے ایک ایک سردار کو
مار لیا اور حقائق فتح کے کفار بھاگے کچھ مسلمان ہوئے بارگاہ سلیمانی برپا ہوئی امیر کشور گیر اور سردار
داخل بارگاہ ہوئے بعد اسکے لاشیں خندہ ایستون کی آشورین تین لاکھ خدا پرست بدرجہ شہادت ہوئے
اور چھ لاکھ کفار مارے گئے امیر نے برابر کوہ صفا کے گنج شہیدان بنایا اور سب کو دفن کیا اور بجائے شمع و گل کے
اخک حسرت چڑھا کے اور نہایت آنکے واسطے افسوس کیا کہ ایسے جو امان قدیم میں سے یہ لوگ تھے بعد اسکے امیر
و نکل ناما و خیر پر شکن ہوئے لیکن علم شاہ کی ایک روایت یہی ہے کہ جب سرداروں کو امیر زیر کرتے ہیں تو علم تانا
بھی زیر ہوتے ہیں اور ایک یہ ہے کہ سنجان میں طاقات ہوتی ہیں امان دونوں روایت میں مندرج کی گئی ہیں
غرض یہاں حمزہ صاحبقران نے بعد درستی لشکر کے حال ظلم کا بیان کیا بادشاہ کو نہایت خوشی حاصل
ہوئی اور سب سرداروں کو مع کر کے فرمایا کہ کچھ مال شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کا نہیں معلوم ہوا
بادشاہ نے فرمایا کہ سنا جہانگیر میں لشکر درست کر کے قاسم شہر سنجان کو جاتے ہیں اور شاہزادہ بدیع الزمان
بھی اپنے لشکر کی آراستگی میں مصروف ہیں اور لشکر کو آراستہ کر رہے ہیں لیکن لشکر قلیل ان کے ساتھ ہے اب
مناسب یہ ہے کہ آپ بھی جلد یہاں سے کوچ کر کے سنجان کو چلیے تاکہ اس شہر بار کو تقویت حاصل ہوئے امیر نے
یہ لشکر خواجہ سلامت کو بلا کر کہا کہ از خواجہ سببا طلسمی جو ہر سب پیش کش بادشاہ کو اور عادی کو بلا کے حکم
کہ اٹالا مارگاہ سلیمانی کا بار کرادو کہ ہمارا ارادہ مصمم جانے کا ہے مگر دیر نہ کرنا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ بدیع الزمان
اپنے لشکر کی آراستگی میں مصروف ہے اور لشکر اسکا قلیل ہے غرض خواجہ نے عرض کی بہت خوب اور اسی وقت
اشیا طلسمی خدمت بادشاہ میں گئے زمین اور عادی اٹالا مارگاہ سلیمانی کا بار کر کے مع فوج روانہ ہوئے
اب یہاں سے مال لشکر رقت ہوئے کے بیان ہوگا

اب دو مکے و امان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جبکہ شاہزادہ نجم کردہ ہم فلوہ سرفقہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران بیلوان بیلوان شاہزادہ بدیع الزمان
گرد لشکر شکن نے شاہ عیاران عیار عمر و بن امیہ نامدار کو جھٹ کیا اور بھل عیش کی آراستہ کر کے مع اپنے
تمام سرداروں اور رفیقوں کے مصروف عیش ہوا ناگاہ حرجان تیز رفتار نے مجر کیا اور بعد دعا و ناکہ عرض
کی کہ اے شہر بار گنجاب بن گخور بن ملک حرمان دیو کش نے لشکر کشی کر کے دامن کوہ سنجان کے میدان میں
کہ یہاں سے بارہ کوس کا فاصلہ ہے اپنی بارگاہ استاد کر اکی ہے اور بارہ تیرہ کوس کے فاصلے میں جیے دیر سے
سراپروے جو بے تھکنہ زبان مار کیاں جو بے کرد و بیان نکیر سے یاں شاسلے جولاہا زبان وغیرہ استادہ ہیں
میدان سے سنجان کی تا دامن کوہ سنجان بارہ تیرہ کوس تک لشکر گنجاب کا اور فوج کفار کی بھیلی ہے
شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن یہ خبر بہت اثر لشکر گنجاب کی شکست مع اپنے زمرہ رفیقوں کے کہ کل لاکھ سوار

سے کچھ زیادہ نہ تھے سوار ہو کر عازم میدان ہوا اور لشکر گنجاب کے سامنے اپنے لشکر کا پرچہ لے کر افسران فوج و سرداران لشکر
 سے کچھ باتیں کر رہا تھا کہ سامنے سے ایک گروہ نمایاں ہوئی مگر تیرہ تیرہ فیروزہ سرگرد باستان پریدہ و پست گرد زمین دو زبیرہ
 سلطان و بیجان چون سبز زلف عروسان ہوائے مارا گرد کو اور گردنے مارا ہوا کو دہن گرد گلافتہ ہوا دیکھا کہ بدرین
 زلازل ایک چشمی پیش خیمہ گنجاب کا لیے پہونچا شاہزادہ بدیع الزمان کو یہ افواج قلیل پاکے بنظر حضارت دیکھ کر اپنے
 دل میں کہنے لگا کہ میں یہاں ناخق توقف کر رہا ہوں جب تک گنجاب آئے پیش کر کے بدیع الزمان کے لشکر کو تہ دلا کر دو چ
 سو جا کہ مناسب اور صلاح وقت نہیں ہو کس لیے گنجاب اب چاہتا ہے کہ میں بدیع الزمان کو سہرا سے اعمال پہونچاؤں
 پس اندکے صبر کر دین دیکھوں کیا ہوتا ہے یہ سوچ کے اسی مقام پر اپنے لشکر کی صفیں جھانکے مگر اہل ہوا بعد اسکے پہر ایک گرد
 اٹھی جب وہ گرد بھی تو دیکھا کہ الیاس خون آشام مع لشکر بہ انجام پہونچا آئے بھی شاہزادہ رستم منزلت کو با فوج قلیل
 دیکھ کر کہا کہ گنجاب سخت محق ہے پیغمبر مرسل خداوند لقا کا ہو کے انہیں باخ سات مملوکوں کے مقابلے اور مجاہد کے کو آپ
 سید ان میں نکلا ہے یہی ہے کہ رہا تھا شعر کہ از دہن پشت طبع اورنگ نہ گروے برخواست تو تیارنگ ۱۰ اور بعد اسے جل
 سکندری اور غیر جمشیدی اور بوق اور ایلی اور سیج گیومرئی سے گوش گردوں کو اباجاتا تھا اور زمین میں زلازل لہا لہا
 سرداران لشکر کے خورہ دو طے اور زمین سے جلیان ہی کو مدلی نظر آتی تھیں کہ بدرین زلازل یک چشمی اور الیاس
 خون آشام نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر بدیع الزمان کی امانت کے واسطے آتا ہے یہاں شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان
 نے جو وہ سامان اور رنگ و جنک آمد فوج کا دیکھا فرمایا کہ اس لشکر فیروزی از فوج دیا موح سے آمد میری والد بزرگوار
 سلطان شایان حلقہ فلک گوش گردن کشان مردم ربایے زین خلک شیر نشہ جنگ شکستہ کمان رستم دستان صاحب گرز
 سام بن زریبان زلازلہ قاف ثانی سلطان محمد بزرگوار پیغمبر از الزمان حمزہ صاحب قمران ایک شہر گیر جان ستان کی معلوم
 ہوئی ہے بقصد دامن سلطان والا شان امیر حمزہ صاحب قمران نے پر بغور تمام ملاحظہ فرمایا کہ دولشکر برابر بمقابلہ ہند لڑائے
 ہوئے ہیں بعد اسکے صاحب قمران دوران ایک بلند ٹیلے پر مع تمام اپنے سواروں کے تشریف لے گئے اور عمرو سے
 پوچھنے لگے کہ خواجه میرے فرزند و بلند خف بلکہ شاہزادہ بدیع الزمان کا لشکر کونسا ہے اور وہ اب کہاں ہے عمرو نے
 انشا سے بتلایا کہ دولشکر شاہزادہ نامور کا ہے صاحب قمران نے پوچھا کہ خواجه یہ تو بتلاؤ کہ وہ آپ اس لشکر میں
 کہاں ہے عمرو نے کہا حمزہ دیکھ اشعار دوران فوج آن سواری کو بلند است و رخس گلگون و کنتش از جند است و بدیع
 آن آفتاب خسرو است کہ شیر جرج از ترخش بجا است سلطان عالی مقام نے فرمایا کہ میرے فرزند کا یہ لشکر بہت مختصر ہے
 اور گنجاب کی فوج کی کچھ آتھنا نہیں معلوم ہوتی ہے طور سر کرنے آگے بڑھ کر عرض کی کہ شہر یار عالم یہ نویش خیمہ گنجاب کا
 دوسر در اسکے سے آگے ہیں یہ لشکر آسمانیں ہے یہی پور اکملہ طور سر کرنے کی زبان سے نہیں نکلتے پایا تھا کہ حیوق
 تیرہ دارین ہا کہ سوار سے نمودار ہوا اور لشکر گنجاب میں آگے شامل ہوا بعد اسکے میں اور یسار خون آشام میں لاکھ سوار
 سے آکر قائم ہوا کہ پھر گرد نمایاں ہوئی اور انہیں سے معذور چار لاکھ سوار سے آگے فوج کفار میں ملتی ہوا بعد اسکے قار
 بن قہرمان عجم چار لاکھ سوار سے پہونچا اور شرکشا لشکر گنجاب ہو کے صف آرا ہوا غرض اسی طرح سے جل غسل و جل
 ذیل دستہ دستہ گردہ گردہ انبوه انبوه افواج کفار نابکار کی جاتی تھی اور قائم ہوتی جاتی تھی بعد ان کچھوں کے
 گنجاب جو وہ لاکھ سوار کفار ہمراہ لے کر اپنی بارگاہ میں داخل ہوا سلطان غفر افشام امیر مہمقام نے یہ کثرت
 لشکر گنجاب کی دیکھ کر عمرو کو پھر شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ کہہ دینا کہ فرزند نادانی نہ کر اگر
 تیرے پاس لشکر نہیں ہے تو میں آگے تیرے شریک ہوتا ہوں عمرو نے حسب حکم سلطان والا قدر شاہزادہ بدیع الزمان

نامور کے پاس جاکے ابلاغ حکم کیا شاہزادہ عالم نے کہا کہ میری طرف سے بعد آداب درجہ عرض کرنا کہ غلام کے پاس
 افضال انہی درجہ قابل صاحبقرانی سے لشکر بہت بڑا اور فوج لاتعداد فدی کو حجاب مدد کی نہیں، حضور میرے
 لشکر کا نشانہ دیکھیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ فدی نے اس مدت دراز میں اقامت عالی سے جدا ہو کر کیسے کیسے کار نمایان
 کیے ہیں اور کیسے کیسے شجاعان روزگار اور دیوان مرصہ کارزار ہم پہنچائے ہیں عمرو نے یہ حال سنکے مجبور سلطان
 صاحبقران کے ہاتھ عرض کیا امیر باتو قیر نے فرمایا کہ ایک مرتبہ تو میرے ایک آدمی کو جو ہر سردار کو شاہزادہ بدیع الزمان
 عالی وقار کے جانتا اور پہچانتا جو لشکر کے بلالاسب حکم سلطان باکرم عمر پیر خدمت شاہزادہ بدیع الزمان
 آیا اور کہا کہ کسی شخص شغول کو امیر کے پاس بھیج دو کہ وہ تمہارے لشکر کے ہر ایک سردار اور افسران فوج کو بتلا تا جب
 شاہزادہ عالی شان نے مرجان تیز رفتار کو ہمراہ کر کے خدمت سلطان نامداریج دیا مرجان تیز رفتار نے
 حضور سلطان صاحبقران کے بادرب تمام مجرا کیا صاحبقران نے دیکھا کہ ایک لڑکا سو درتوہیں کا سن بہت
 چست و چالاک خاطر دین کی وضع ہو امیر باتو قیر نے فرمایا کہ خواجہ کون ہی عمرو نے کہا کہ حمزہ یہ مرجان تیز رفتار لڑکا
 گوہر ملک تیری ہوگا ہی صاحبقران نے جانب مرجان مخاصم ہو کے پوچھا کہ ای مرجان شاہزادہ بدیع الزمان کا لشکر
 کس قدر ہوگا مرجان نے عرض کی کہ اس شہر پار عالم شاہزادہ بدیع الزمان کا لشکر اتنا ہے کہ ہفت اقلیم میں ہوگا صاحبقران
 نہایت خوش دودے اور بہت میدان دیکھنے لے کہ ایک مرتبہ ہاشم سے گرد آئی اور زمین سے ایک نقابدار خند پوش سات
 شصتوں کو ہمراہیے سلع اور کھل دریا سے ولاد اور زمین میں خود ماسے آ کر ایک ست قائم ہوئی یہ نقابدار شاہزادہ ملک
 قاسم کا خیر خواہ ہی امیر باتو قیر نے مرجان سے پوچھا کہ یہ نقابدار خند پوش کون ہی مرجان نے عرض کی کہ خانہ زاد اتنا فائز
 کہ یہ نقابدار خیر خواہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کا ہی اور غلام نام اسکا نہیں جانتا اب کوئی دو زمین گھڑی
 دن چڑھا ہوگا کہ پھر ایک گردنمایان ہوئی اور جب وہ گردن دھن ہوئی تو دیکھا کہ ایک نقابدار سرخ پوش سات
 لاکھ سوار سے اور آگے اس کے سات سو علم ہائے زرنگار پیر تربیت جناب باری اور نعمت حضرت رسول قبول کی
 لگھی ہوئی ہی جو انان پری زار فیضان ملک شکوہ پر علم ہائے زرنگار باخون میں یہ میرے کھوے ہوئے نقابدار
 علم شیر کیلے نیچے کب کو چمکنے بہ کمال شوکت و شان نمودار ہوا اور باخیر خدایان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم
 کے آگے پرافتخار کا باندھ کے قائم ہوا امیر باتو قیر نقابدار دن کو دیکھ کر نادیر محویت کی حالت میں رہے اور نسام
 افضلے جسم بن جوش محبت پیدا ہوا مرجان سے پوچھا کہ تو اس نقابدار سرخ پوش کو بھی جانتا ہی مرجان نے عرض کی کہ یہ
 ہی ہو خواہ شاہزادہ خاور سپاہ ہر نام اسکا بھی میں نہیں جانتا قصہ اپنی ہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک مرتبہ جو
 دیکھا تو سنجان کی طرف سے ایک گردنمایان ہوئی اور اس گردن سے ایک جوان گھوڑے پر سوار چالیس ہزار
 جوانان شیر نیکار گرد پیش رعنائی چہرے سے ظاہر نمودار ہوا امیر باتو قیر نے اس جوان دلیر کو دیکھ کر مرجان تیز رفتار
 سے پوچھا کہ اسکا کیا نام ہی مرجان نے عرض کی یا سلطان صاحبقران اس ملک باختر میں پہلے اسلام
 اسی ببادرنے قبول کیا تھا اسکا نام ترک جوشن پوش جان شازادہ بدیع الزمان کا ہے کہ وہ آگے
 ایک جانب اپنی فوج کا پر ا باندھ کے غمراہ کے تعاقب میں اسکے پھر گرد آئی اور دو جوان حبشی بچے مع چالیس
 ہزار سوار کے سلع اور کھل خو خوار مورین مردانہ جوتہیں گھوڑوں پر سوار برابر ترک جوشن پوش کے آگے آرا
 ہوئے سلطان صاحبقران نے مرجان تیز رفتار سے پوچھا کہ دونوں کون ہیں مرجان نے عرض کی یہ دونوں
 خانہ زاد گنجاب کے ہیں ایک کا نام قاتل زنگی دوسرے کا نام مقاتل زنگی بعد دم بھر کے پھرتی گرد بلند ہوا

جب وہیں گرد گھمٹا ہوا تو چالیس علم اور نشان چالیس ہزار سوار اور زریسا یہ علم ایک جوان شیرزمی نہایت
 وحیہ و شکیل گھوڑے پر سوار پتھر لٹا کر چلا آیا، سلطان صاحبقران نے پوچھا کہ یہ کون
 بہادر ہے؟ مر جان تیر زنتار نے عرض کیا کہ یہ شخص نظر کردہ حضرت محمد علیہ السلام فضل بن گیا ہو، خون آشام و بہادر
 مرد مردانہ ہے، عرض فضل بھی اسی طور پر آئے صفت باندہ کے قائم ہوا، شاہ شکر اسلام سعد بن قبا و نے جو فضل کو
 دیکھا تو سلطان عالی مقام سے فضل بن گیا ہو، خون آشام کی بہت سی تعریف کے مناسب حال بیان کیا، بعد
 اسکے چالیس بن گیا ہو، اور چالیس بن گیا ہو، اور نوح بن گیا ہو، وغیرہ نو بیٹے گیا ہو، کے بھائی فضل کے
 چالیس ہزار سوار کے آئے قائم ہوئے بعد اسکے طریقہ اور شرط دہیئے علقمہ دہری کے میں ہزار سوار ان موضع پر
 سے شریک لشکر شہزادہ بدیع الزمان نامہ ہوئے بعد ازاں ہر ایک گردنمایان ہوئی اور فضل بن آشوب بھی
 مع چالیس ہزار سوار کے اگر وہیں قائم ہوا، مر جان نے فضل بن گیا ہو، خون آشام کے بھائیوں کا اور فضل بن
 آشوب کا حال بخدمت سلطان دلا، محبت بیان کیا، انھیں جو کوئی آتا تھا، مر جان تیر زنتار اسکا نام اور
 حسب و نسب اور مال مشرف باسلام ہونے کا مفصلاً اور مشروحاً صاحبقران در ان سے عرض کر دیتا تھا، بعد اسکے
 سعد جگہ نشین و سعید جگہ نشین چالیس ہزار سوار کے آئے قائم ہوئے بعد ازاں چالیس ہزار سوار فوج و سپاہ سے ایک
 نوجوان نہایت خوش رو مردانہ وضع نور اسلام اسکے ہاتھ سے ہویدا ایک مرکب پر سی سیکر گلگون عذار صبار فتنار پر سوار
 نمودار ہوا، سلطان ہم آئندہ نے مر جان سے پوچھا کہ کون شخص ہے؟ مر جان نے عرض کی کہ طریقہ خان بن گنجاب
 چھوٹا بیٹا گنجاب کا ہے، بعد اسکے عارب خوزیر اور عارب خوزیر خزانہ اور جواہرات اور مال و اسباب گنجاب کا لشکر
 پر چکر وں پرار ابون پر بار کیے چالیس ہزار سوار ہراہ سے کے پہونچے بعد اسکے اہرمن ساریج اور ساریج بن اہرمن قین لاکھ
 سوار کی جمیعت سے اور تیس ہزار شتر محمولہ اسباب لیے سر میدان آئے قائم ہوئے بعد ازاں ہر ایک گردنمایان ہوئی
 اور اس گردین سے ایک جوان بلند بالا خوش وضع چور لاکھ سوار کا لشکر پشت پر گھوڑے کو جولان کے نمودار ہوا
 سلطان عالی مقام نے مر جان سے پوچھا کہ کون بہادر ہے؟ اسنے گذارش کی کہ یہ طاہر بن قہرمان عجیب جوش و
 شہزادہ بدیع الزمان کو طاہر بن قہرمان عجیب نامہ دی سے بیکڑ کے سمت ملک محمد نے گیا تھا اور ملک باقوت ملک
 کے ذریعہ سے غلام شہزادہ عالی مقام کو زندہ اسخانہ محمد سے نکال لایا، اسکو وہاں شہزادہ عالم نے مسلمان
 کیا تھا، بعد ازاں مملوک محمد بارہ ہزار سوار کے میں ہزار شتر اسباب لیے آیا، اسکے بعد ملک صفوان مطلع نشین
 اور ملک نو وزیر دریا کی تخت پر سوار چار لاکھ سوار سے میدان میں آئے قائم ہوئے بعد ازاں چالیس ہزار سوار نے
 قبائین شیر اور ہرادر چینی کی کھلون کی پہنچے ہوئے آگے آگے آئے ایک نوجوان بلند بالا وحیہ خوش ترکیب
 تہا اثر در کھان کی سپہی جو بدست بارہ سون کی کا ندھے پر خود اور دو بلند سر پر زرہ فولادی اس
 قبا پر پہنے تھوہ ہفت صد منی کسدر میں لگا کے زریسا یہ علم نمودار ہوا، میر نے مر جان سے پوچھا کہ یہ شخص
 دیوانہ وضع کیوں ہے؟ اور اسکا کیا نام ہے؟ مر جان نے عرض کی کہ اسکا نام طاہر بن قہرمان دیو کش کا
 قیطاس اثر در پوش حیا گنجاب کا ہے، بعد ازاں ساغر ہزار سوار سے ارباب باختری مرکب پر سوار
 آئے میدان میں اپنی فوج کا پر باندھ کے قائم ہوا، بعد اسکے بلوچ مع چالیس ہزار سوار آیا، میر نے پوچھا
 مر جان نے کہا کہ اس جوان کا نام بلوچ ہے، اور اسکے گھوڑے کا نام گلگون دریا کی ہے، بعد چھوڑی دیر کے اور
 ایک گردنمایان ہوئی جسوقت وہ گردین بھی تو دیکھا ایک جوان سکندر صولت شیر خصلت کمال شوکت و نشان

سے سلج اور کھیل دریلے آہن میں غوطہ مارے نمودار ہو اشیاء پر آشوبی ایک لاکھ سوار ہزار غول پرچے ترچے کے
ملواریوں کے قبضوں پر ہاتھ رکھے ٹھوڑے اٹھائے بڑے کر دھڑے پلے آئے میں صاحبقران نے پوچھا یہ کون بہادر ہے
مرجان نے عرض کی اسکا نام قارن بلند کمان مقرب خاص بارگاہ نقاکا ہے گنجاب کی بارگاہ میں قاہرین قہرمان بھی
سے اور اس جوان سے پھر تکرار ہو گئی تھی گنجاب نے اس میں ان دونوں کے کشتی کر دے قاہرین قہرمان بھی کو بہت
بھاری غلٹ دیا تھا اور ہسکوسر ہر غلٹ دیا تھا اس بات سے یہ گنجاب سے کشیدہ خاطر اور مارا جس ہو کے چند سوار
شاہزادہ بدیع الزمان نامہ کے جو کہ گنجاب کے لشکر میں قید تھے انکو روانہ دار چھوڑ کر خدمت میں شاہزادہ والا
کی آگے از سر صدق و خلوص نیت کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا بعد اسکے اور گرد بلند ہوئی اور اس گرد سے
آواز تقارون اور غیر دن اور زماؤں کی بلند ہوئی جب دہن گرد شکافتہ ہوا تو دیکھا تین سو علم جوان خوش رو
ماختون میں لیے ماتھون بیٹھے ہیں اور تین لاکھ سواران نیزہ دار کا لشکر گردش اور آگے ایک تخت پر ایک
بادشاہ تاج شاہی بر سر و چار قبۃ شہنشاہی دربر بہ کمال شوکت و شان میں بیٹھے آگے ہمراہ تخت کے نظر آیا سلطان
باکرام نے مرجان سے پوچھا کہ یہ کون ہے اس نے عرض کیا اسکا نام جوم پر وہ ہے اور اس کے بیٹوں میں ایک کا نام محو
ورڈر گوش دوسرے کا نام عقاب ورڈر گوش تیسرے کا نام جمہور ورڈر گوش تھوڑے امیر با تو قیر نے پوچھا کہ ای
مرجان ابھی شاہزادہ بدیع الزمان کا اور یہی کون لشکر باقی ہے مرجان نے عرض کیا کہ شہزادہ ابھی بہت لشکر ہے اور جب
لشکر کے آنے میں انہ کے توقف ہو جاتا تھا تو سلطان باکرام پر پوچھتے تھے کہ ای مرجان کیا لشکر بدیع الزمان کا آچکا
اب تو کوئی باقی نہیں ہے اسوقت مرجان عرض کرنا تھا کہ ای شہزادہ بہت لشکر آئے کوہی بھی تو چند سوار آئے ہیں
سلطان صاحبقران تھیر ہو کے کہتے تھے بنام برصوت اور شہادت شاہزادہ بدیع الزمان کہ کیسے کیسے دلیر اور
بہادر جوان اور کیا لشکر ہم پہنچا یا ہے اس عرض میں تیر ترقی کر دکا اٹھا اور سات سو فیضان کوہ شکوہ کہ ہو دے آگے
رنگے ہوئے جوئے مکمل مجواہر دانتوں پر چڑھے ہوئے نگاہیں پڑی ہوئیں چاند سورج الماس کے سنگوں پر لگے ہوئے
وود جوان بادہ پوغ نشان بردار ملہائے زر نگار ماتھون میں لیے انہریشے فیلیان در دیان تکلف کی بنے ہوئے
گجک مارنے ماتھون کو روانوں سے سلتے ہوئے پلے آئے ہیں اور چھپے آگے بارہ ہزار ارے زر و جواہر مال و
اسباب سے مملوئے عداوت لاکھ سوار نیزہ دار کا لشکر ادب میں ایک بادشاہ مرکب باد رفتار پر سوار نمودار ہوا
امیر نے پوچھا کہ مرجان دیکھ تو یہ کون شخص ہے اس نے عرض کیا کہ اسکا نام ملک ممالک بنفشہ پوش ہے ابھی
مرجان یہی عرض کرنا تھا کہ اطلاق و تلاق تراطاتی بائیس ہزار سواروں سے پہنچے اور بارہ ہزار چکر سے
مال و اسباب کے آگے ہمراہ تھے بعد اُنکے اب جو دیکھا تو گرجے بزم است تیرہ تیرہ ذخیرہ سرگردا سنان
سیاہ و پاسے گرد زمین دوزیدہ غلطان و چان شل زلف ہر دسان یکا یک دہن گرد شکافتہ ہوا اور ایک
سو علم پھر ہرے آگے تھے ہوئے صدائے کوش حلی و نعرۃ جلاجل زر می سے زمین متحرک آسمان متزلزل شدہ
آتا تھا بعد ازاں ایک نو جوان فیل تن شیر سیرت رستم کو ان سہراب دل شہزادہ بدیع الزمان سے شیران ہم نیچہ
بازوئے دلیران بہ کمال شوکت و شان ایک زنجیر فولادی لگے میں پڑی ہوئی ایک فول سا زدن کا آگے
آگے سرد و چھترے اور سازون کو بجاتے سابقان مہر طعت ماہ صورت جام اور مراچی زمر دین ماتھون میں لیے
چپ در است سے پیالہ شراب اچھرتے شل خون کبوتر کے بزرگ بھر بھر کے دیتے جاتے ہیں اور وہ نو جوان
جام نوش کر کے بجائے کزل کے دانہ پلے زنجیر فولادی جو کہ اس کے گلے میں پڑی ہے دانتوں

سے جہاں کے سرسار کے سمیت زمین پر چھوکتا جاتا ہے پھر لوہا کے ٹکڑے پر کب و طاعت پر سوار اور گردن پوش اسکے لاکھ سوار
 شجاعان عرصہ کار از مسلح اور کھل زمین فولادی گھٹے میں دھنسنے پر جوہر باختر میں خود فولادی سرور پر سپرین لوہا بن کر سے
 کس عجب و دراب سے آتا ہے کہ زہرہ شیر و ن کا آب ہو جسے سلطان عالی مقام نے اسے دیکھا نہایت پسند کیا اور مرجان سے
 پوچھا کہ اور مرجان ہی بہادر کا کیا نام ہے مرجان تیر خوار سے گذشتہ کی کہ با سلطان صاحبقران اسے درقائے رخیر خاسے کہتے ہیں
 ابھی لشکر درقائے رخیر خاسے کا تمام نہیں ہو چکا تھا کہ پھر گردن کا تنق بند ہو جب دہن گردن کا فتنہ ہوا اور شاہ مع بین
 لاکھ فتن کے محافہ اپنی مٹی ملکہ گلخوار سپرین تن کو ہمراہ لیے اور شہت پر پہلی الماس دیو ساقر لاکھ دیو پر زیادہ و جنہ کے
 خول ہوا اور پھر تن گردن کا آٹھا اٹھایا سپرین سے جود پشاہ کبشاہ مع سات ہزار سادان غدار شیر و پتک پر سوار اور پچیسے اسے
 گھر شاہ تین لاکھ جنہ کی فوج سے آگے میدان میں قائم ہوا پھر گردن بایان ہوئی اور شیر دیو دیو مع چار لاکھ غائبہ نشین
 پوچھا امیر یا تو فیر اور فوج کی اور شہت زنگ کے سرور اور ہزاروں کو دیکھ کے تعجب اور تیر محو حیرت خاموش ہو گئے دیکھتے تھے
 اور مرجان عیار ہر ایک کا نام اور حال بیان کرتا جاتا تھا ناگاہ پھر گردن اٹھی اور ملک منصور شاہ چار لاکھ سوار اور چالیس
 ہزار تیرال و حساب کے خاص گنجاب کلیے میدان میں آگے تھرا بعد اس کے اب جو دیکھا تو برو سے اسے آسمان
 ایک عجب طرح کا جنگامہ اور خور و غل گوش زد ہوا اور آفتاب چھپ گیا سلطان عالی مقام نہایت شہد ہونے لگا
 اور فوراً زمین سے لاکھ دیکھا کہ بہرام بن گردن خاقان حسین لاکھ پری زاد اور ملک کا فوراً فولاد زہرہ پوش سپہ سالار آہی
 ہزار دیو زہرہ شاہین قات آگے میدان مصافحہ میں قائم ہوئے دم بھر کے بعد پھر گردن دیند ہوئی اور اس میں سے
 علقمہ صمد لالی وزیر عظم گنجاب کا بارہ ہزار سوار اور چالیس ہزار شتر و غول اسباب اور مال گنجاب اور خزانہ سمندر
 اور جواہر گنجاب کا ہر ادبے میدان کارزار میں خود ہوا برابر اس کے چار دیو اور دقیا فوس بن قیطانوس زرکی
 بادشاہ ملکہ رفعت سلیمانی کا چالیس ہزار مٹی نیچے خوشوار صورتیں اور چار سوار اسے پیراز مال مع مرکب دو ہر
 سلیمانی بایں و بچام وضع کار اور تاج رفعت سلیمانی ہمراہ لیے پوچھا اور صفت آرا ہوا بعد اس کے پھر آسمان پر ایک
 تار کی سی چھالکی اور دیکھا کہ دیو ہومان مع شعلہ فہت تلاب بہت سر سلیمانی اور بارہ ہزار دیو زاد ہوا اسے آسمان سے
 اتر کے برو سے زمین میدان میں قائم ہوا صاحبقران فرط سرور سے ہر بن میں پھیرے نہیں سماتے تھے اور شاہزادہ
 بربیع الزمان کو دعوایے دیکھے عبادت نکو گنجاب باری ادا کرتے تھے ہی حمزہ عالی مقام اسی خوشی میں تھے کہ ایک جانب
 سے آواز چھا جان کی پیدا ہوئی اور دیکھا کہ دریا سے باختر سے فوج فوج اور غول کے غول اور فوج کے فوج سایون اور
 آذر ہون اور غیون کے آواز آگے آگے ایک چوٹا سا ساپ دینس نامے نہایت خوبصورت پر نقش و نگار تاج سر پر رکھے ایک
 سات پر سوار آگے اسی میدان کے کنارے پر صفت بانہ جو کے کڑا ہوا سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران نے
 مرجان تیر خوار سے پوچھا کہ یہ لشکر کسا ہے اور یہ آذر ہے اور یہاں کیوں کر بیان آگے جمع ہوئے ہیں مرجان تیر خوار نے عرض
 کی ان ساپون کے بادشاہ کو شاہزادہ بربیع الزمان نے فیہ ظلم سے نجات دلادی تھی اسوقت سے یہ سب رفاقت
 اور اطاعت میں شاہزادہ والا تربیت کے حاضر ہیں لقمہ یہ طوں نا چند ہی طریق سے سات روز لشکر خزانہ اور فوج
 بے پایاں جان شان اور ہوا و خاں بربیع الزمان کی برائیا کی سلطان صاحبقران امیر حمزہ کشور گیر جہاں کسان کا
 یہ حال تھا کہ ویشگان دہن دولت اور ملانان شاہزادہ والا تربیت کو ایسی ایسی فوج و سپاہ اور جو زمان دیر شہر سے
 آئے دیکھ کر وجد کر رہے تھے اور ہر ایک شاہزادہ عالی مقام کی تعریف جرات اور فصاحت اور جوانمردی کی کر کے دیا میں
 دیتے تھے لقمہ جبکہ لشکر غفر میکر شاہزادہ بربیع الزمان نامور کا تمام دکان آگے میدان میں قائم ہوا اسوقت گنجاب

بن گجور بن ملک حرمان دیو کش نے از سبب ناشرق و از جنوب ناشمال سر درون کعبے ڈیرے بارگاہین چو بر سے
 مار کیا بن چو بے اسپک را و بیان قلندر یان بکبرے وغیرہ استادہ دیکھے گنجاب کے تمام جسم میں ریشہ پڑ گیا اور خون
 سے شل بید کا نب رہا تھا رنگت چہرے کی زردی با توں سرور ہو گئے تھے بات منہ سے نہیں نکلتی تھی خواجہ گراما لدین
 ملک بختیارک شوم کا فرید بنے یہ حال پیغمبر مسل گنجاب کا دیکھ کر کہا ای گنجاب کیوں اس درجہ پریشان حال ہو گیا
 مگر زحاک کا اپنے بیان کر گنجاب نے کہا ای بختیارک بھلا توہں کہہ کہ اس بدیع الزمان کے لشکر کے کسی تاب و طاقت
 ہی جو حوصلہ جنگ کا تو درکنار اس کے لشکر کی جانب رخ کر سکے بختیارک نے بہت سی تسکین اور تسلی گنجاب کو دے کے کہا
 کہ یا پیغمبر مسل تو ظاہر جمع رکھو کسی سے کہ شاہزادہ بدیع الزمان زیند حمزہ صاحبقران کا ہر جماع ابن اشباع مرد مردانہ
 اور اشباع زمانہ بہت با وضع ہی وہ کبھی دیو اور جن اور پری زاد اور غولوں اور ساحروں سے تیری فوج و سپاہ سے مقابلہ و جاک
 کرنے کا حکم نہ فرمائے گا دیو جن پری غول ساحر یہ سب کوئی تجھ سے کبھی نہ کر سکے اندکے جبرکند دیکھ کہ غوری دیرین یہ سب دیو پری
 جن وغیرہ کو رخصت کر دینا فقط سوار و پیادہ قوم انسان جو اس کے ہمراہ لشکر اور فوج حاضر ہیں انہیں سے اور تیری فوج سے
 معرکہ نرم و جنگ درمیش ہو گا غرض بختیارک نے خوب سانس بٹھا کے جب تسکین اور تسلی کی اس وقت گنجاب کو اندکے
 اطمینان حاصل ہوا لیکن کسی طرح سے دل کو چین اور اطمینان ملی حاصل نہ تھا جیران شمشاد بیٹھا تھا اب حال شاہزادہ
 کا در سپاہ ملک قاسم کاٹھنے کے ملک قاسم نے جو جماع اور ہجوم دیوان نہ شاہین قات اور قوم اجنبہ اور
 پری زاد اور غولان مہوئی اور ساحران غدار کا اور آمد لشکر سے پایاں اور فوج بکیران شاہزادہ بدیع الزمان
 کی دیکھ کے اپنے دل میں از روئے عدالت اور نظر انصاف کتنا تھا کہ حق اور برحق بدیع الزمان نے بڑی جمعیت
 اور خوب لشکر اور کیا اچھے اچھے شجاعان و بہادر و دیوان خیر کار ہم پہنچائے ہیں مگر ماشارہ معلوم ہوا کہ
 بدیع الزمان مرد مردانہ اور شیر زمانہ لیکن حیران ہوں یہ دیو اور پری اور جن اور غول اور ساحروں کا مجمع کیوں کیا اور
 انکو کس لیے طلب کیا ہے اگر یہی تو ہیں ہی جاکے اپنا لشکر لے آتا ہوں نقابدار سرخوش نے بگفتگو قاسم کی سننے کے کہا کہ
 ای قاسم اندکے توقف کر دیکھ اچھی کیا ہوتا ہے

اب دیکھئے داستان قنوکت بیان سلطان شایان حلقہ فلن گوش گردن کشان مردم رباعے مرین جنگ
 سریشہ جنگ شکندہ کمان رستم داستان صاحب گز سام بن ہریان ملاقات مانی سلیمان والا نشان
 اسیر حمزہ صاحبقران گذارش کیے جاتے ہیں

کہ جب وقت سلطان غفر اعظم امیر حمزہ کمالی مقام نے ماشارہ لشکر شاہزادہ بدیع الزمان گردن لشکر شکن کا دیکھنے نہایت
 خفا و ان و خندان اپنی بارگاہ عرض شہنشاہ سلیمانی کو استادہ کر کے مع ماخ ہزار باغ سپہ چین سرداران مای اور ہلو مان گرا
 جو مان مع شکن خیر فلن بہادران تھن شجاعت شعا خواست کردار محفل ناد بر قنودہ زمانہ ہو سے اور سرداران دست راست
 جانب راست اور سرداران دست چپ چپ اپنے اپنے دنگلوں پر بقاعدہ مستقرہ متکین ہوئے ہم ہوا کہ جشن نشاط اور
 محفل انبساط کی تیاری جو حسب حکم غلام امیر عالی مقام ہزار بارہ سو ملائے را با نشاط کے حاضر تھے تجاہیلوں پر پری آواز
 ہوشا ہوش نوشتا نوش کی بلند ہوئی لہر ہارنگی کا بائین کی ملک آہاں کو جانے لگی قانون میں باب شک مر جنگ و تہرہ حجاب
 کیلنگر کسی جلتہ رنگ سرد و ستارہ لگو با سرنی سر شدلہ الگ خراج رنگے الگو با وغیرہ انواع انواع کے باجے بجنے لگے مینیان سلیمان
 لویان کرشمہ ساز حالت قوس میں پائے کو بی نہیں کرتے تھے یہ ثابت ہوتا تھا کہ کھول بد داغی تعلقات و زوی پر غور کر
 مارتے ہیں اور واسطے از دیا و عمر و جاہ سلطان صاحبقران عرض بارگاہ کے اپنے اپنے ہاتھ دھاکے لے کر ہاتھان بلند کرتے ہیں

زنگوے دہلے عشاق پرشور انگیزے اور شکبان بجانا زنگیوں کا یہ ثابت ہوتا تھا کہ طائرانِ دل ستاقانِ کشتیاں زلفِ بیاں سے
 آڑائے دیتی ہیں شکارِ طرب از جن ہے دلاوری دل ہی برد جان ہی کشیدہ گشتِ قیاسِ خیمیان کہ درپردہ پر درہ نقیر
 عاشقانِ بدریدہ حضارِ محفلِ مثل عاشقانِ سہل اور شتاقانِ بیدل دستِ بدلِ فلغیہ بردارِ شمعِ فغانِ گین لولیانِ شوخ و
 شیرین کا خیرِ آشوب و خیال بر زہرِ صبرِ زول کہ ترکانِ خزانِ بھارہ ساقیانِ مہرِ طلعتِ جام و مروجی زردینِ باغِ مین لیے
 دورہ جامِ شرابِ یاقوتِ زنگ کا چل رہا تھا اربابِ محفلِ مین و حوم ہر قطعہ ساقیِ نور بادہ بزا و زجام ہا طرب بگو کہ کا جوان
 بحامِ باغِ مین دریاہِ عکسِ رخ یار دیدہ ام ۴۰ این بے خبر لذتِ شربتِ مہم مانہ ناگاہ سلطانِ دلا جانے جانبِ شاہِ عیاران
 عیارِ عمرو بن امیہ نامدارِ محالِ ہو کے فرمایا کہ خواجہ سلامت تم ذرا میرے قریب نہیں فوراً صبر پورا جان بختِ مگر فرزندِ بلند شاہزاد
 بدیع الزماں کے پاس چلے کوکازِ رحمت روحِ مردانِ شجرِ حبی کو اگر بلوہ فرمانہ دیکھا بد برابر ہر دنیا کو دیکھا بد اور اپنے ساتھ
 اسے لے آؤ اور اتنا کہ دنیا کہ ای فرزندِ میری خیمیان شہدِ دیدارِ مین ذرا دم بھر کیے آگے مجھے اپنی صورت دکھا جاؤ حسبِ حکمِ امیرِ باتو تیرے
 شاہِ عیارانِ عمرو بن امیہ نامدار اسی وقت بارگاہ سے نکلے متوجہ طرفِ بارگاہِ شاہزادہ بدیع الزماں عالیجاہ کے ہو ادا مان
 شاہزادہ بدیع الزماں کے بعد ملاحظہ تمام اپنے لشکرِ دیو اور بیزباد اور تہہ اور غولوں اور سواروں اور ساجدوں کے فرمایا کہ تم اب سب پیچھے
 ملک کو جا کے تہم کر داورب کو نصرت کیا اور آپ سے فعلِ مین گیا ہو زخونِ شام و دارِ بابِ باختری اور قارنِ بلند کمان اور
 ورقائے بخیرِ خلے اور ترکِ جوشنِ پوش اور زبردخانِ بنِ گنجاب اور ستمِ خابینِ گنجاب اور طاہرینِ قہرمانِ محبی اور مسجد
 جگر نشین اور حاربِ خوزیر اور ضاربِ خوزیر اور ملوکِ محم اور ملکِ صفوانِ مصلحِ شین اور ملکِ گوذر دیلی اور سلطانِ سس
 از در پوش اور ملکِ ممالکِ شہنشاہِ پوش اور املاقی قراطانی اور املاقی قراطانی اور ملکِ صوفیہ اور علقمہ صوفیہ اور
 قیس بن گیا ہو اور ابرس بن گیا ہو اور نوح بن گیا ہو و خیرہ نو بیٹے گیا ہو کہ اور قاتلِ زنگی متقاتلِ زنگی و فیروا اپنے
 سرداروں اور جانِ ملوک کے اپنی بارگاہ میں بیٹے کے محفلِ قیاس و سرور میں مصروف ہوئے کہ عمرو بن امیہ نامدارِ مین بارگاہ
 کے مدبرِ شاہزادہ عالی جاہ کے آیا اور دعاؤں سے شاہی سجایا شاہزادہ بدیع الزماں جو عمرو کو دیکھا تو اپنے دگل پر سے
 سرودہ نکلے تعظیم دی اور باغِ از و ذکرِ مین تمام اپنے پاس بھلا کے پوچھا کہ جو جان آپ ہوتی کیوں شریف کے عمرو نے کہا مین
 حسبِ حکمِ حمزہ تیرے بلائے کو آیا ہوں لیکن ای بدیع الزماں تو سچ کہ کہہ دے مال اور خیرہ قسم نہا و گنجینہ عمل و کوہِ و خیرہ جو نو نے یہ کہا کہ
 آجین مجھے سقدِ رفاہیت فرمایا شاہزادہ عالم نے کہا کہ ای تم بزرگوار قبلا کہ مل سب اب تقدیرس میرے پاس ہے نہیں وہ کی آپ کا
 اور دوسری وہ کی مین مالک ہوں اور باقی جو کچھ وہ وہ واسطے شاہِ بزرگوار میر حمزہ صاحبِ قرآن نامدار کی عزت کا ہے عمرو نے کہا ای
 بدیع الزماں تو خوب جانتا ہے کہ حمزہ صاحبِ قرآن کو کب مال و دولت و کھیر و جو کچھ جان بڑائیں ہر وہ خویش و قار و ملک سونہ و چرم
 اور مال و حساب و بیکھڑہ اختیار مین کتنا ہے تو ایک کام کہ ہم اور تو با اتفاق با ہم برابر جو کچھ ہمیشہ شاہزادہ بدیع الزماں نامور نے
 یہ تقریر شاہِ عیاران عیار کی جو خسی تو بہت عیسا او کہنے لگا کہ خواجہ سلامت بہت طبعِ خوب مین عمرو نے کے خاموش ہو یا بعد اسکے کہا
 کہ حمزہ نے مجھے طلب کیا ہے شاہزادہ بدیع الزماں عالی مقام نے کہا کہ ای عمومی صاحب مین ہی نہایت بہتد فازیات اور قد سبھی
 اقدام عالی سلطان عالی مقام کی دل مین کتنا ہوں مگر مجھ پر مطلق ہوں کیا کروں اشارہ نہائی اگر فضل الہی شامل حال ہوا اور حیات
 مستعار باقی ہر تو بعد فراغِ سرکہ جدال و قتال اور تصفیہ گنجاب ضرور حاضر ہو گا عمرو نے کہا کہ ای بدیع الزماں عدول کی
 حمزہ کی کرنا یہ بات غفصائے زہت نہیں ہے شاہزادہ بدیع الزماں بقول ہو کے ہمراہ شاہِ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار
 و خدمتِ سلطان عالی مقام روانہ ہوا عمرو نے آگے جا کے خدمتِ فیض و بیتِ امیرِ باتو حمزہ صاحبِ قرآن و دستانِ عرض کی کہ شاہزادہ
 بدیع الزماں نامدار صاحبِ قرآن دورانِ سرور مین کوہ سے ہستقبال کے روانہ کیا اورب سردارِ استقبال کے ہمراہ رکاب

رشتہ جان جانتے تھے خیر بے قبضہ نہ غیر مباح نیزہ بالا ز کو من لٹا نہ تھا ایک ایک زرہ پر سو سو جوان چم پر دستہ
چار آئینوں کے واسطے آشنا آئینوں سے چار چم ہوئے بات نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے یا روجو شو جا ہو حاضر ہو اسکے
وسنے میں ہکو کبھی انکا راور کچھ کرار تھے نہیں آلات قسم ہتھیار سے آج کوئی ہم سے طلب نہ کروا شعاعیں کہ گشتہ گرم ترانہ
تبع و خلق میکر و نہ جان ایثار تیغ قیمت خود بسکہ مردم می فروزہ کیسہ زر قیمت یک خود بود ہزاروں لاکھوں بہادران اور
دلیران صاحب عز و تکیں نے جس وقت سے کہ آواز طبل جنگ کی سنی جو غسل کر کے پوشاکیں نفیس اور پاکیزہ پہن کر
عطر لے سیکڑوں پہنے تھے ڈیروں میں کنج عزت میں سیکڑوں خاقا ہوں اور مسجدوں میں ہزاروں لب دریا ہزاروں
جانب میدان سر پر ہتھ جانب قبلہ منہ کیے رعائین مانگتے تھے اور بھنور قلب اور خلوص نیت سبوا شک تار نظر میں پوشتہ
کیے جناب باری ہے مستغنی اور ملتی تھے کہ اسو رب جلیل دل ایک قطرہ خون ہوا اسکا کچھ بھروسہ اور اعتبار نہیں ہو
کل صبح کو میدان مصافحہ میں آسمان قوم ہتراف اور فرقہ اجلاف کا بزبان خنجر اور دم شمشیر اور گواہی کلمہ عمود
بر رویے کار آئے اور جو ہر عالی نفسی اور والد و دمانی کا ہر ایک دلیر عرصہ کا رزاس کے بعد عرصہ ظہور آئیگا اپنی رشتہ
کا صدقہ ہکو اپنے آقا سے ولی نعمت کے رو بہ و سرخ و کرنا آرزو سے ولی یہی ہو کہ سہرے خون کے اور بدھیان زخون
کی تن پر ڈالے آئینہ شمشیر میں چہرہ عروس فتح و ظفر کا جلوہ کر کے دولٹا بنے میدان رزم و پیکار میں نمودار ہوں
اور ایک قدم ہمارا آگے سے پیچھے کو نہ تھے غرض یہ کہ کے تمام رات دونوں لشکروں میں بڑی جاگ و چل پل
رہی طلاے سواروں کے پھرتے تھے آواز ہوشیار باطن ہیار باطن کی بلند تھی آخر الامراب کوئی تین چار گھری
پچھلی رات باقی رہ گئی کہ بیان سرخیل و فاداران **مقبیل** و فادار نے جاسکے باے سعادت صاحبقرانی کو پوسہ یا
سلطان والا شان خواب راحت سے بیدار ہوئے اور پوچھا کہ **مقبیل** رات کتنی باقی ہوگی **مقبیل** نے عرض کیا کہ اے
شہر نماز کا وقت ہو سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ پانی وضو کے لیے طلب کرو و فراسن آفا بہ اور سلفی
لیے حاضر تھا امیر با توقیر نے اللہ کے وضو کیا اور بعد وضو درگت نماز پڑھ کے پوشاک پہنی اور صندوق سلاح
کھلا کر کیا تمام سلاح ذات اقدس پر آراستہ و پیراستہ کیے اشعار ز خودی سرافراخت آن سر داز کہ آفتخا پیش خود
طرار ہزارہ کش فہاے ز راز و بود + ز صنعت گر ہیاے واؤد بود + مسلح اور مکمل ہو کے باہر بیاہر ہوئے قند ز دیوانہ ہنر
دیو زاد کو لیے حاضر تھا امیر نے اشق کی پیشانی پر پوسہ دیا اور ایال پر ہاتھ ڈال کے رکاب میں قدم رکھا اشعار بزرگین جلو
کر و بہت چوسند سکندر بزمین بخت + نو کوئی کہ سہا بل زندہ شد + فلک زیر شمشیر اور زندہ شد + چار سو ساڑھے چار سو
رقفا اور زندہ مثل شاہ سلیمان فارسی اور ابو المعجن گروا و **مقبیل** و فادار وغیرہ ہمراہ رکاب ظفر انساب
سلطان عالیجناب کے ہوئے سواری مثل بان باری آہستہ آہستہ روانہ ہوئی جبکہ قریب نقار خانہ بلورین کے پہنچے تو دیکھا سائے
عیش محل کی ڈیوڑھی پر پردہ چھوٹا ہوا گلباری ایک قائم ہوا یکطرف سترہ سو کنول بلورین الماس نگار
اور سوج کھلیان اور ہزار لکھ سو چار پونہوں اور دو ڈھائی ہزار پنجپانے گنگا جمنی رو پہلی شہری شہر میں کف دست
اسکے ناز نہاد ہر ہر گشت پر یہ بیضا شمعین موی اور کا فوری کنولوں اور سو ربیکھوں وغیرہ پر چڑھیں روشن ہیں
اور بسکہ صبح کی روشنی نمایاں ہوتی جاتی ہو تو روشنی پر زردی سی جھاگسی ہو اور فیتلے بے نور نظر آتے تھے ایک طرف ٹکورا
نوبت کی لگ رہی تھی نقارے سونے روپے کے دقرا اور شہناج میں طلائی اور تقری نقارچی سب بادل پوسن دوالین
طلائی نوبت خانہ بہت تکلف کا بجا ہوا ٹیکرہ نامی کا آگے آگے کلا بتونی ڈور پوسے کھنچا ہوا شہنا نواز شہت آون میں
لک بھروین مہاس المہیا کو چوسکتے ہوئے ستائے سروں کے بھیے معلوم ہوتے تھے شعروہ شہنا نوازوں کی پیاری و نین

جنہیں کان رکھ کر ملائیک سین ہایک سمت دو ڈھائی ہزار سے بائیس کی گز تان تھی کے لگوٹ کھینچے کر بجوئی کا کریمی
 سوہی۔ یعنی ہاتھ جوتے پیشوری سے ستارے کے بانو نہیں چڑھائے مشکیزے سے ہوا چھڑے کے کاٹھے پر رکھے گلاب
 کیوڑا عرق بہا رہید مشک انہیں بھرے ہزار سے مرصع دیانوں پر چڑھائے عطر نیری اور گوہر افشانی کر رہے ہیں ایک
 جانب سات سو آٹھ سو منقل بر بار عود سوزاگر سوز غبر سوز ہاتھوں میں لیے لٹے تھلنے کے روشن کیے عود برکی چھڑکتے
 ہوئے بخورات طرح طرح کا جلتا ہوا نسیم عطر نسیم وزان ہو دماغ جان مسطر ہوئے جاتے ہیں سترہ اٹھارہ سو حاجب
 دربان کیسی قورباخی یسا ول مرد ہے چو بدارش میں تیس تی کی چھچھے دار گزبان سرین پر ہاتھ مرزا میان
 بیکار سی کی انبر قبائین برق چاک محمودی کی اور قلم کار بیون کی سحاب شکی ہوئی گئے ہیں پہنے مشرور کے پاخانے
 بانوں میں جیل چشم کے چٹکے کرین سے ہاتھ ابلیق کیت سرنگ سند سیاہ کھوڑے رانوں کے تے دہائے چمکا رستے
 کہ گدے متظر سواری کھڑے ہیں ایک سمت ہزار بارہ سو فیلان کوہ شکوہ بھسوندے رنگے ہوئے گوجا ہیں ہری ہری حلقہ
 زرنگ ریشہ پراشتعار چمک کے خورشید سے ہوج زرین چہین۔ فیل جب شہ کی سواری کے کھڑے ہوں در پر حمل
 زربفت کو جو ہانڈی راتوں سے گھ ۴ شب و بھر پہ کیون نور کی ڈالی چادر۔ چوڑے منقل بجا ہر دانتوں پر چڑھے ہوئے
 عود جوان بادلوں میں علمائے زرنگار ہاتھوں میں اسکی پشت پر بیٹھے فیلبان گچک کرے خاموش انتظار سواری میں
 ہیں جوہر سو پندرہ سو ساڈھیاں بطور مجرایان کے آراستہ مقرانی تھلی جھولیں اپنے پڑی ہوئیں ڈوریاں کلاتی جھاری
 مقیش کی کرین مزین باسکھائے مرقد بد آویزان زنگ گنگا جمنی گردنوں میں ساڈھیاں سوار دروایان بھوم و حامی پہنے
 ہمارین کپڑے ساڈھیاں کور کے کھڑے ہیں ایک طرف بارہ ہزار خاص برادر ہڈیاں انہو اگلے میں گزبان اور شیکے سرخ
 سرخ سرون پڑو رکروں میں ہمارے پرے لگائے مسلح اور مکمل تقرنی طلائی تھامی کے غلافوں کی خاصیاں گردنوں میں شریان
 ہوا ہر گکارومی ولایتی فرانسیسی نامہ چھاقین دونالیاں یک تالیاں رغل خاردار رغل وغیرہ کاٹھو نہر کے ہا ہاتھ
 لب لبکوت حاضر اور مستعد ہیں غرض سامان اور جلوس سوار کیا دیکھتے ہوئے سلطان صاحبقران قریب عقبہ ملک
 مکرم ملائیک عظیم کے ہونٹے اشقر و یوزا و پرے اتر پڑے اور زین پوش بچھا کے تنہیے جاتے تھے تاگاہ اندر سے آواز شنوائی
 کی گوش زد ہوئی اور آمد سریر سلطان حضرت ظل الشہ کی دیکھ کر لیا دیان پور شدادیان کیتان کر بن کوہ کریم و
 معدیکر پ پہلوان عاوی نے پردہ زنبوری کو ہاتھ سے تھام لیا اور تخت حضرت ظل الشہ عین بارگاہ سلیمان
 سریر گردن سیر وارث اوٹنگ جہان بانی مالک سریر سلطانی شہر یار عالی مقدار سعد بن قبا و کا چار سو ساڑھے چار
 کماریان نو جوانین پر ہی طلعتین ماہ دشین دوش بدوش لیے نمودار ہوئیں اور گرد و پیش کنول پروانہاں سورج بھی
 والیاں تالیشین والیاں دستی والیاں روشنی موی کا فوری شمعوں کی لیے ہوئے اور روشنی کی والیاں روکشوں کی کابی
 سنائے سرون کے ٹکٹے ہوئے پہلوان عاوی کمارانصر من الشہ فتح قریب کماروں نے بڑھ کے تخت اس سلیمان
 مرتبت کا کمار یوں سے لیکے اپنے دوش پر رکھا حضرت کے جبرہ اقدس پر جو خیال کیا تو معلوم ہوا کہ شاید ابھی نماز صبح
 انقرا حاصل کر کے سوار ہوئے ہیں سجدہ گاہ کی ملی جبین اقدس پر گئی ہوئی وظیفہ میں مشغول ہیں صاحبقران
 دوران اٹھکے بھرے کو چمکے ہر دہے نے نبیب دی بادشاہ سلامت شہنشاہ عالم نیاہ سلامت زلزلہ قاف ثانی
 سلیمان حمزہ صاحبقران امیر کشور جہانستان کا محراب کھلا دوبرو حضرت ظل الشہ نے ہاتھ اپنی چھاتی پر رکھ کر اشارہ

سوار ہونے کا کیا امیر باوقیر مجرا کر کے لشکر و یوز اور پر سوار ہوئے بعد ازاں جتنے شاہ و شہزادہ دست راست اور دست چپ تھے ایک ایک کا مجرا لیتے ہوئے شہنشاہ گیتی جاہ قوانین سجدہ گاہ غل الشہادشاہ سعد بن قبا و جانب میدان رزم گاہ مخاطب ہوئے آگے آگے کڑکٹ کر کاہولتے ہوئے میدان میں آئے اشعار

یہ کہتے تھے آمین ہر دم بکار	یا نو جو انور شہے جایو	رو جانبے باکین لیے آئیو	نقیبا ورجو دار اور جو دار
ادب سونفاوت سوار دور	بڑھے جانے آگے سے چلتا قدم	بڑھے عمر و دولت قدم با قدم	بہی اپنے معمول و دستور سے

کرنے کے لیے ہر تکت بادشاہی اور گھوڑوں کے پیٹ کے تے دے ہوئے کچھ جانب باشت کچھ جانب چپ کچھ آگے چھپے گرد کو بٹھاتے چلے جاتے تھے سلطان باکرم امیر حمزہ نامور زیر سایہ علم از دہا پیکر جالیں قدم نہروری اور صاحبقرانی آگے تخت سے بادشاہ کے بڑھے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہوئے شعر من آن ستارہ مجسم کد از کمال ادب ہمیشہ پیش رو آفتاب

باشم باقی تمام سرداران والا گوہر اور افسران لشکر اور فوج و سپاہ چپ و راست اور پشت پر بائیں شاہتہ قدم با قدم ہمراہ رکاب ظفر آفتاب شہنشاہ عالیجناب کے وعدہ گاہ مصافحہ میں اگر پہنچے اور تخت حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی بادشاہ لشکر اسلام کا قلب شکر میں قائم ہوا اس عرصہ میں وقفہ صبح کا ہوا اور شاہ نرین کلاہ خاوار آفتاب تخت نیلگون سپر

پر سوار و تاج نرین سر پر رکھے دریچہ مشرق سے واسطے تماشے رزم و پیکار شاہزادہ بدریع الزمان نامدار کے نمودار ہوا اور دیکھا کہ ایک سمت سے انجم گروہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوا تہمتن شاہزادہ بدریع الزمان گرد لشکر گلجہ فضل بن گیا ہو ر خون آشام اور ترک جو شن پوش

اور قاتل زنگی اور مقاتل زنگی اور عادل خان بن گنجاب اور نوقل خان بن گنجاب و در طرید خان بن گنجاب اور رستم خان بن گنجاب اور سعید جگر نشین اور سعید جگر نشین اور ارباب باختری اور قارن بلند کمان اور ذوقاسے زنجیر طاسے اور فضل بن آشوب اور ملک صفوان مطلع نشین اور حارب خوزیر اور صاریب خوزیر اور منصور شاہ وغیرہ شجاعان

روزگار اور دلیران عرصہ کا گزار اپنے سرداروں اور رفقاء جان نثار اور لشکر غازیان دیندار مجاہدان تو دشوار مرگ گلگون باختری پر سوار خیمہ ظہموت دلیو بند کے قبضہ پر ہاتھ رکھے ہوئے اور ایک طرف سے نور حدیقہ و ساطت و شہامت صاحب غم مبارک رزم شاہزادہ خاوار سپاہ ملک قاسم محل خفتان خوزیر خاوری شہر آفتاب مشرق دین پروری ہشت سوار

لعل پوش خاوری ہفتابار سرخ پوش بنا ہوا اور نقادار ندرت پوش مع تمام فوج و سپاہ کے وعدہ گاہ مصافحہ میں آکر قائم ہوئے اشعار

ز چارایمہ مدح و ستودہ	بمیدان رسیدن مرغان کار	فرار ہم شدند آن یل بردار	جو سد کنند رصف آریستند
ہوا شد خوش آئینہ بل تدر	از ارباب ایوان فضا حیا	نمایان چو طاوس باغ جنان	علما سے سر پر کشیدہ چہ سرو
سپہ بر سپہ فوج پر فوج بدو	برآمد شدہ لشکر بے قیاس	زمین در زلزل فلک در لرزاس	حقیقت میں چون فلک کج چو
رہ رفتن خویش بگم کردہ نہر	زمین آمد از نعل نازی تنگ	نہان شد بگرد آسمان وز رنگ	ز گرد و غبار سے کہ شد بر سپر
درنگا و رنگ و درنگا و رنگ	در سم ستوران دران بین وشت	زمین شیش شد و آسمان گشت شست	صد ابرو و آرد ابریل جنگ

سلطان ظفر آفتاب امیر عالی مقام وہان آگے ایک بہت بلند ٹیکرا تھا مع شہنشاہ سعد بن قبا و اور تمام شاہ و شہزادہ اور سرداران لشکر اسلام اس ٹیکرے پر جا کے بارگاہ سلیمانی کو مسنارہ کرا دیا حضرت ظل الشہ نے سر پر سلطنت پر اجلاس فرمایا اور سلطان صاحبقران و گل ناما و عنبر پر جلوہ فرما ہوئے اور

دستی راستی دست چپ اپنے اپنے ونگل اور کرسیوں پر بیٹھ گئے اور تمام لشکر اسلام ایک سمت از مشرق تا مغرب

دولاکھ سوار نیزہ دار سے آگاہ ہو چکا اور صف ہفتم میں قہور کر گدن سوار ایک لاکھ سوار کا اندازہ سے تہیہ کا راز رکھتا تھا ایک مرتبہ ارجل خشت انداز نے ایک کر گدن اسر من خلعت پر اشعار

ترص صر نیزہ در ہنگام رفتن | میان ابرو دانش بودیش | بجنگ نیل بودی سخت گشتش | اشارت گر بسنگ خار آوے

پہا ندیم کوہ واحد بارہ کرے | جو کہ نہ یرزن رکھتا تھا اسے | باب کے نصف شکر کفار سے باہر نکلا اور سامنے سخت گنجاب کے آگے اجازت طلب ہوا گنجاب نے کہا جاتے ہو خداوند لقا سے خدائے باختر کیا ہیں یہ سنکے وہ انگریز معزورہ مقہور خدا اور مرد و خلائق ارجل خشت انداز گنجاب علیہ اللعن والعذاب سے رخصت ہوا اور اپنے کر گدن کو تیز گام کر کے ناف میدان مصاف میں آگے قہم ہوا اور پکارا اے لشکر بدیع الزمان دے فرقہ خدا پرستان از شاہر کہے کہ آئندہ سے مرگ داشتہ باشد یا بدیدان جنگ کہ ارادہ دست دیا آؤ زہی دارم تا سخن دروہانش بود اور پورا کلمہ اُکی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ تقابلا سرخ پوش نے جاہا کہ میں اپنا مرکب جلال کر کے اُسکے مقابلہ کو نکلون ناگاہ ادھر سے شاہزادہ عالمقدار بدیع الزمان نامہ دار نے اپنے مرکب کو نصف لشکر سے باہر نکالا اور جب د راست علموں کو جلوہ دیا شاہزادہ رستم صولت سہراب بدیع الزمان گرد لشکر شکن سمت ثانی سلیمان الا نشان حمزہ صاحبقران رخ کر کے مرکب پر سے کود پڑا اور امیر عالمقدار کو مجرا کر کے پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور مرکب کو جھکا تا فریب ارجل خشت انداز کے پہنچ کر ہمتگا درجوا تو دیکھا کہ گینڈا ارجل خشت انداز کا دس بابہ قدم چھپے گیا ارجل کر گدن پر سے گرتے گرتے بجا اور پھر خرب سا سبغہ لکڑیا زیادہ کر گدن کو مارا اور نہایت غیظ و طیش میں پھرا ہوا سامنے شاہزادہ بدیع الزمان کے آگے کھنے لگا کہ اے جہان یہ کونسی رستم درسی ہو کہ تو نے اتنے ہی ہنگام کے میرے کر گدن کو سپاہ گرد یا شاہزادہ عالم نے جواب دیا کہ ہمارے طریق سلام میں ہی رستم ہو کہ پہلے ہمتگا درجوا کے ہتھان زور بازو سے حریف کا کرتے ہیں مگر تیری قوت اور مردانگی ہمیں نظر ہو گئی کہ نہایت کم طاقت ہو ایک ہنگام و زمین گینڈے پر سے گرتے گرتے بجا ارجل خشت انداز یہ کلام شاہزادہ عالمقدار کا سننے بہت درجہم ہوا اور کہنے لگا کہ اے عزیزہ سرخدا یہ دست تو مجھے کمزور جانتا ہو تو شعر بیا تا کہ داری زمرہ دی نشان + کمان کیانی و گرز گران + شاہزادہ والا مرتبت نے فرمایا اسو ارجل خشت انداز ہمارے طریق میں چار باتیں ممنوع ہیں اول حریف پر پیشہ سستی نہیں کہتے دوم بھاگنے کا تقاب نہیں مناسب جانتے تیسرے کسی بزرگوار کے مزار پر دیدہ و دانستہ قدم نہیں رکھتے چوتھے کسی عاشق کا راز نہیں فاش کرتے انداز شعر تو اول پڑا درنما سے خویش + کہ من خضم را میدہم جاسے پیش + یعنی تو پہلے اپنی ضرب کر کے اپنے دل کا ارمان اور جی کی حسرت نکال دے اگر جناب احدیت تیری ضرب سے مجھے محفوظ اور سالم رکھیں تو بعد اسکے میں اپنا حرم بچھیر کر دنگا ارجل خشت انداز نے کہا دو یا مری وہ جو پہلے مارے + سوچ کر شیعہ کو کیا لایا + جب تو میری ضرب سے جانبر ہو گیا تب پھر میرے وار کو دیکھ لوں گا یہ کہنے پکا راجہ دار یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا اور فلاخن کے گلے میں ایک خشت فولادی اور اس کے چاروں کونوں میں چار خنجر فولادی بڑاں اور بہت آبدار نصب کیے ہوئے رکھو کہ اپنے سر پر چرخ دیا اور سمت شاہزادہ عالمقدار بقوت تمام مالا جہا پھر وہ اینٹے مثل یہ دشور کرتی چلی شاہزادہ عالمقدار نے اسکو چہ آتے دیکھا اپنا ایک پائون رکاب سے نکال کر فاش زمین سے چستی تمام نعل مرکب پر آراہ اور زمین کو خالی کر دیا اینٹ برابر ادا ل مرکب کے اگر لگی اور کھڑک مرکب کا توڑ کے زمین میں غرق ہو گئی وہ گھوڑا شاہزادہ بدیع الزمان کا تصدق ہو گیا اور شاہزادہ عالم جہت کر کے زمین پر آیا اور امتیہ بن عمر سے فرمایا کہ گلگون باختری کو لا حسب بحکم شاہزادہ عالم کے امتیہ بن عمر و نے اسیدم مرکب گلگون باختری کو لا کے حاضر کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے پہلے توڑ کر کر کے

یکے ایک پیکان جگر کا سستہ	یکے مرگ را از حد خواستہ	یکے راز جان خون زخم مشا	بمیدان یکے تشنہ لب آوہ جان
یکی بود چون مرغ سہل بجاک	شد از زخم خنجر یکے سینه چاک	یکے بود بے پا و بے سر یکے	یکے کشتہ تیغ و خنجر یکے
یکے بود بر نوک نیزہ طیان	بجاک و فدا دہ یکے نیجان	یکے چشم بر خیم چو تپالہ داشت	یکے بر لب از سوز دل نالہ داشت
یکے بود گریان بحال پیر	یکے بر برادر سیکے بر سپہر	بہ شمشیر و خنجر بہ تیر و بنان	بہم یکد گرمی ر بود د جان
فکشد صد پایہ گوہال سر	برون مفر صد ہا شد ہار تر	صدے تراق و تراق و تراق	زمیدان رسیدہ یہ نیلی بدواق
کہا نہ از ہرت بہ بہتہ میان	کہ آرد تیرے دہ خوش جان	چنان گرم کردند یازار جنگ	کہ میسخت پر ہاے تیر خدنگ
بہ فوج عدد بود اعلیٰ خندہ زن	ہمگی کرد پر داز جانہ از تن	ز بس کشتہ افتادہ پہلو ی ہم	شدہ خویش و بیگانہ پہلو ی ہم
یلہ اسپ ہر سو ہزاران ہزار	ہمگی گشت و دشت کین بقراب	سر مردہ در زیر نعل مستور	شدہ سرمہ دیدہ مور کور
بلے دیدہ مجروح و خونبار بود	صدے پراز تالہ زار بود	اور حال شاہزادہ باقبال پہلوان	تھمن شاہزادہ طالع لڑکان

گر لشکر شکن کا یہ تھا کہ مثل شیر صحرانی صید افگنی کرنا ہو جسکے دور کر سر پر تیغہ ظہور شد دیوبند کو مارا زیر تنگ آہش کمری کہنہ لنگ کے ٹکلیا اور لاش اُس جہنی بد معاش کی مع مرکب چار پر کالے ہو کر خاک و خون میں لوٹنے لگی جسکے دیال کمر پہ لہند مار میٹھا مثل چیار تر قلم کر کے گرا دیا جسکے جینو کا ہاتھ مارا ایک شانہ ایک ہاتھ اور سر دھڑ پر سے غائب ہو گیا اور افواج کفار مانند گاہ بزمیش سانسے پریشان اور بھاگتی بھرتی تھی خلاصہ یہ کہ وہ اشبح و ہر ضعیف و ہجاسے و فاشمیر زنی کرتا برابر صف اول کے پہونچا وہاں سردار اُس صف کا ایک گیر خور کہ نام اُس کا عنظر فیل و ندان اور چھوٹا بھائی اُس کا قنظر فیل و ندان تھا وہ خوک صحرانی عنظر فیل و ندان بمقابلہ شاہزادہ بدیع الزمان رستم صولت آکے کاراکہ باسن اسی بدیع الزمان کمان جانا ہو کہ ارم کہ از دست من زندہ و سلا رومی اور یہ نہیب دے کے برابر ہے ایک ضربت تیغ بر سر قدس اُس شاہزادہ نامور کے کی شاہزادہ اشبح دھونے پر کوہ قنوت پشت پر ڈال دیا اور یہ مشورہ کہکے کہ شہر سپر پر رو گرفتن ننگ می آہ سپاہی را غیر د مرد میدان روز جنگ بن و سپاہی را اور تیغہ ظہور شد و نو بند کی پشت سے اُسکی تلوار کو دو ٹکڑے کر کے ایک وار تیغہ آبدار کا اُس عنظر فیل و ندان تیرہ روز گار پر کیا اُس علیا لسن نے سپر کو پناہ کیا تھا مگر وہ برق شمشیر جہ کرک کر اور چمک کر گری نو لکھ ابر سپر کو مانند قرص پیڑ کے دو ٹکڑے کر کے خود اور دھونے اور کھو بری کو کاٹکے کھے اور چہرے کو لیتی ہوئی صاچی گردن میں مثل قطرہ سیما نہ شہری صند و تپہ اشکم کے دو ٹکڑے کر کے ہفل کی طرف سے نکلی اور قاش ترین اور ندر ترین کو کاٹ کے زیر تنگ اُس کمری کہنہ لنگ کے ٹکلی گئی زمین کو بوسہ دیا لاش اُسکی مع مرکب چار ٹکڑے ہو کے بھڑکنے لگی اور شاہزادہ سہراب توان اُس عنظر فیل و ندان کو جہنم دھل کر کے جانب صف دوم مخاطب ہوا اور ہاشمیر خوجکان قریب صف دوم کے پہونچا اُس طرف سے نقابدار سرخوش تلوار میں مارا اور لاش بر لاش گرانا اسی پہلی صف پر پہونچا قنظر فیل و ندان چھوٹے بھائی نے عنظر کے قاسم کے رو برو آکے تلوار پر سپر خا در سپاہ نامدار کے ماری قاسم نے اُسکی ضرب کو خالی دیکر بوقت برکشتن تیغہ پالارک چمک کر مارا جگر گاہ اتر گیا اور وہ کا فر چیخ مار کر گھوڑے پر سے زمین پر گر کے جہنم واصل ہوا سمت صف دوم نقاب میں بدیع الزمان کے روانہ ہوا تنے عرسے میں شاہزادہ بدیع الزمان ہاشمیر خوجکان کفار کشی کرتا ہوا صف دوم میں جا کے غٹ پٹ ہو گیا یکا یک اکوان گرا ز و ندان مالک اُس صف کا نہیب دے کے برابر شاہزادہ بدیع الزمان کے آیا اور تلوار کھینچ کر بر سر شاہزادہ نامور حملہ آور ہوا شاہزادہ عالم نے اُسکی ضرب کو خالی دیکر بوقت برکشتن طہانچے کا ہاتھ

کے پر مارا گویا طمانچہ اجل اُس کا قہرے حیل کے لگا اور وہ جہنم داخل ہوا اور فریج کفار ان صف دوم کو پریشان اور پرالگ کر کے جانب صف سوم مخاطب ہوا اور نقابدار سرخ پوش صف دوم میں پہونچا کیوں ان گرازدندان مقابلہ نقابدار سرخ پوش آیا اور تلوار کھینچ کر بغوت تمام برسر نقابدار ماری نقابدار سرخ پوش نے اپنی تلوار کی پشت سے اسکی تلوار کو مانند آئینہ چلبی کے دو ٹکڑے کیا اور فاش زمین پر قائم ہو کے تیغ مارا کہ سر اسکا تن سے جدا ہو کے علیحدہ جا پڑا اور لاشہ ایک طرف کر کے پھونکنے لگا بعد ازاں نقابدار سرخ پوش بھی متوجہ صف سوم ہوا اتنی دیر میں شاہزادہ رستم صولت بمریج الزمان ال مرتبت صف سوم پر پہونچا اور غراب زرنگی مالک صف سوم نے جو شاہزادہ عالم کو آمادہ رزم و پیکار آئے دیکھا بر شاہزادہ نامور کے ہونچکر پکارا احو خدا پرست باش یہ نہ کہنا کہ خبر نہ کر دیا تھا یہ کیلکے ایک تلوار دوستی بر سر شاہزادہ والا قدر ماری شاہزادہ عالم بعد اس نے ہندوستان اسکا پکڑ کے درجوا سکی گدائی کو فشار دیا تو تلوار اس کے ہاتھ سے دور جا پڑی اور پھر طغٹنہ اللہ اکبر جگر سے کھینچ کر اس کے گھرند میں ہاتھ ڈال کر فاش زمین سے اٹھایا سب اتفاق شاہ عتیاران عمرو بن امیہ نامدار ہی مقام بہشت عتیار ہی تبدیل لباس کیے کھڑے ہوئے یہ نہا شے جنگ دیکھ رہے تھے جیسا کہ صاحب جفران کی طرف متوجہ ہو کے پکارے کہ احو حمزہ ذرا ہمیشہ انصاف و بظعدالت دیکھ کہ شاہزادہ بمریج الزمان نے اس زرنگی مردم خوار اہرمن توان کو کس جوان مردی سے بہولیت و آسانی خانہ زمین سے اٹھالیا اور برو سے ہوا پھینک کر یقین ہو کہ جہ رنگ ہوائی کا ٹا جا رہا ہو صاحب جفران نے جو خیال کیا تو واقعی شاہزادہ علی بن ابی طالب نے غراب زرنگی کو پہونے تو کر بند پکڑ کے آسمان کی طرف پھینکا اور گرتے گرتے دوال کر میں تیغ مارا کہ دو پر کالے ہو کر گرا اور لاشہ اسکا خونیں لوشے لگا شاہزادہ بمریج الزمان گرد لشکر شکن غراب زرنگی جہنمی علیہ اللعین والعباب کو قتل کر کے صف چہارم کی طرف روانہ ہوا اس طرف سے نقابدار سرخ پوش صف دوم کو تہ و بالا کر کے شمشیر زنی کرتا صف سوم میں پہونچا محراب زرنگی جھوٹے بھائی غراب زرنگی جہنمی کا اپنے مرکب کو تازیانہ کر کے مقابلہ نقابدار سرخ پوش آیا اور ایک وار تلوار کا برسر نقابدار کیا نقابدار شمشیر پوش نے مجبوری تمام پہونچا اسکی تلوار کی ملاحظہ کی کہ بیچ میں تیغ مارا کہ ایک شانہ مع گردن اسکا قلم ہو کر لاشہ بنے سر اسکا گھوڑے پر سے تر پتا ہو ایسے گرا اور رسم مرکب کے پیچھے یا شمال ہو کے فی النار و التفر ہوا اور نقابدار سرخ پوش محراب زرنگی کو قتل کر کے متوجہ سمت صف چہارم ہوا وہاں شاہزادہ عالمیشان بمریج الزمان سیکڑوں کفار را عدائے بے دین کو تیغ بیدار کر رہا ہوا صف چہارم کے قریب پہونچا اور قیل گرگ پیشانی سرور صف چہارم کا آمد شاہزادہ رستم دل اسفتد یار توان بمریج الزمان گرد لشکر شکن کی تیغ و طمورٹ و یونہد کھینچے لاش پر لاش دھڑ پر دھڑ سر پر سر مرو سے بر مردہ گرا تا مثل شیر سحرانی صید افگنی کرتا سر بہر جا کہ شمشیر او کا کر وہ سیکے رادو کر دو در جا کر وہ دیکھا ایک گرد ایک گرز ہفتاد منی لیے سامنے آیا اور پکارا احو خدا پرست میت گران ہر گرا بار سر بر تن ست + حکیم علما جیش بدست من ست + اور وہی گرز بزرگوت تمام یا خداوند ہیچہ ہزار ملک لقائے خدائے باختر کیلکے بر سر افدس شاہزادہ عالمیشان مارا شاہزادہ سہراب توان بمریج الزمان نے بطن سپہ گری بھیتی و جالاکا اپنا ہاتھ بڑھ کے قبضہ گرز کو پکڑ لیا اور اپنے قبضہ اختیار میں کر کے اسی گرز کی ایک ضرب اسیر کی کہ مع مرکب پنجش زمین و بیو مذ زمین ہو کر استخوان جسم تنگ اس کے سر پر سا ہو گئے اور جنم حاصل ہوا اللعینہ شاہزادہ والا شان قیل گرگ پیشانی کو پوند خاک کر کے جانب صف پنجم مخاطب ہوا اس طرف سے وہ نہنگ بھر شجاعت نقابدار سرخ پوش دریائے لشکر کفار میں شناوری کرتا تلوار میں مارتا صف چہارم پر پہونچا گر گین فیلیٹن سرور صف چہارم پر چھاپکے بھٹا نقابدار سرخ پوش آیا اور نیزہ سینہ بے کینہ نقابدار پر مارا نقابدار سرخ پوش نے نیزہ اسکا

گھوگاد سے پکڑے چھین لیا اور وہی نیزہ اُسکی چھاتی پر مارا کہ پشت کے پار نکل گیا اور بعد ازاں اُسے جہنم داخل کر کے جہنمستانہ کرتا پانچویں صف کی سمت متوجہ ہوا یہاں شاہزادہ بلع الزمان گردشگر شکن جو کفار کشی کرتا اور شعلہ برق شمشیر جانشان سے جہنم میں ہستی ادا ہے بے دین کی جلانا اور جہنم داخل کرنا پانچویں صف میں پہنچا تو کلال خرس پیشانی ہزاروں کا شاہزادہ عالم کی شمشیر زنی اور خونریزی دیکھ کے یہ کہتا ہوا کہ امروز بدست خدا پرست خنثی کیا تو نے کہ چار صفوں میں چار سردار اور چاروں گھوڑوں کے یہاں تک آہو بچا مڑا تو چاہے کہ یہاں میرے ساتھ سے اپنا بانگین کر کے زندہ و سالم بچ کر جاسے تو یہ غیر ممکن بس یہ کیلے بڑی کبر و غوت سے ضرب تیغ بر سر قدس شاہزادہ بلع الزمان نامدار کے کی شاہزادہ عالمی قدرے بائیں ہاتھ سے بچتی تمام بازو تلوار کی بجائے بند دست اسکا پکڑ لیا اور دامنہا ہاتھ کمر بھر میں اُسکی ڈال کے ایک ہی زور میں خانہ زین سے اُسکو اٹھا کر اوپر پرچھ دیا کہ مارا کہ نقش زین پوز زمین ہو کر ایک ایک استخوان بسم کی ریزہ ریزہ ہو گئی فوج صف پنجم نے اپنے سردار کلال خرس پیشانی کو بایں زلت و خواری جہنم داخل ہوئے دیکھ کر وہاں میں اور ہر جگہ پکڑ پکڑ کے چار طرف سے محاصرہ کر لیا اور آگاہ مرگ و حیات سے قضا ہو کر ایک ہی مرتبہ اُس شیخ روزگار شاہزادہ نامدار پر اپنے اپنے وار کرنے لگے شاہزادہ رستم صولت تیغ طمورث دیو بند کو پوٹے عنان اپنے مرکب گنگوون باختری کی معطف کو کے جدھر حملہ در ہوتا تھا لشکر کفار مثل نبات النفس پر دین پر آئندہ و پریشان ہو جاتا تھا اور وہ شیخ و ہر نیم ہیچا سے کاہنار صف شکنی اور کفار کشی کرتا صف ششم کی طرف متوجہ ہوا اور تقابدار سرخ پوش پونش صف پنجم پر پہنچا کلال خرس پیشانی بھائی کلال کا بمقابلہ تقابدار سرخ پوش آیا اور بہت سالاف و گراف کیے چاہتا تھا کہ ضرب تیغ بر سر تقابدار کرے تقابدار سرخ پوش نے اُسکے ہتھی کی ضرب کو اپنے جسم تک آنے نہ دیا اور اس چالاکی سے تیغ بلا رک افراسیابی اُس گرو مغرور کے سر پر مارا کہ ایک ہی ضرب میں ہاتھ گر گاہ کا ٹکے کام اُس کا فریہ انجام کا تمام کر دیا اور وہی تیغ خون چکان ہاتھ میں لیے لشکر کفار میں ملاحظہ ڈالے صف ششم کی جانب روانہ ہوا اس عرصے میں اجم کردہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر حیا جقران بن صالح جقران پہلوان آئندہ شاہزادہ بلع الزمان گردشگر شکن صف ششم کے قریب پہنچا اور ارجم قیل زور سے جو سردار صف ششم کا تھا اُسے شاہزادہ عالم کو باختر عریان قتل عام کرتے آتے دیکھ کر دوری سے نہیں دسی کہ باسن اسو خذ پرست کہاں آتا ہوا اور تلوار کھینچ کر مانند خاک صحرائی کے نہایت غیظ و غضب میں برابر شاہزادہ والا گوسہر کے پہنچا اور زور و قوت تمام ایک ضرب تیغ کی بر سر شاہزادہ عالمی تمام مار بیٹھا شاہزادہ باقبال نے اُسکی ضرب کو خالی دے کے بوقت برگشتن تیغ مارا کہ سر پر اُس گرو سیاہ کے چمکا اور زیر بغل نکل گیا اعدائے دین اور اشرافیہ لعین افسران فوج اور سوار و پیادے اُس جہنمی کے ہمراہ واسے سپرین تلوار میں پکڑ پکڑ کے بر سر شاہزادہ نامدار آجھکے تھے لیکن وہ ہمتن توان سہل دل شاہزادہ بلع الزمان گردشگر شکن کس جرات و مردانگی سے ہزاروں سوار و پیادوں کو تہ تیغ کرنا لاش پر لاش گرا تا کشتوں کے لیے لگا تا بسولت اور آسانی تمام اُس فوج کفار کے بواسطے عام کوٹے کر کے سمت صف ہفتم روانہ ہوا یکا یک تقابدار شیخ پونش صف ششم میں پہنچا تھا کہ چھوٹا بھائی ارجم قیل زور کا عفریت اثر و چشم برابر کے سدر راہ ہوا اور یہ کہ کہ اسو خذ پرستوں انتہائے مرتبہ تمھاری سرکشی اور بانگینے کا ہو چکا اب وہ جو کہنے سنا ہو ہر گز نہ دے قضا پر قضا اور اجل بر حسین تمھاری دونوں کی کھڑی کھڑی ہر نمونہ قہر خدوند سجدہ ہزار ملک باختر تھا کا میں بن شعاع میں شیخ دہر بر بلا ہوں انسان خور زندہ آرد ہوں اگر دیکھ لے میری تیغ عریان ہنگام دعا ہو یو لہر زان یہ لاف لاف کرتے با شمشیر عریان تقابدار پر حملہ در ہوا تقابدار سرخ پوش نے اُسکی تلوار کو سپر پر کاٹنے سے بوقت

برگشتن یہ کہنے کہ اس گہر مغرور شہر تو ضرب زد می ضرب من نوش کن ۔ ہمہ شادی از دل فراموش کن ۔ تیغہ کمر بپار کہ تیرہ لگا
نیز باور مثل خیار تر و دو پر کالے ہو کر لاش اسکی خاک و خون میں لوٹے لگی اور نقادار مردانہ وار لشکر کفار سے رزم و پیکار کرتا
ہو اجانب صف ہفتہ مختار ہو اس عرصے میں وہ رستم مولت سہراب نوان صاحبقران بن صاحبقران پہلوان
تتمتن شاہزادہ بدیع الزمان گر و لشکر شکن ہزاروں کفار کو علف تیغ آبدار کرتا قریب ہفتہ آگے نعرہ زن ہوا نعرہ

مہربان خوبی مشہد	تتمتن نوان گر و لشکر شکن	بدیع الزمان کہ در زمین	نوا نعرہ زن آسمان پر زمین
ز تیغ بے ملک اسلام شد	کہ سرفتنہ باختر تہ شد	صدائے نعرہ کوہ شکاف	آس فرزند زلزہ قاف کی مثل سنان نیزہ

جہانستان یا ناوک بختی کے ہزاروں عدائے ہیدین کے سینوں کے پار ٹھک لگی اور فوج کفار میں بھل چلی تھی ناگاہ ایک پہلوان دیو
طلعت اہر من نوان قہمور کر گردن سوار نامے مسلح اور مکمل سردار صف ہفتہ با شمشیر علم اور نیزہ بردوش کمال جوش
دخوش گھوڑے کو دبا کے یہ نویب دنیا ہوا کہ با سن با سن اسی بدیع الزمان کے گذارم کہ از دست من زندہ و سلامت
روسی بقاء شاہزادہ عالیقدر آیا شاہزادہ عالم نے گفتگو سے نامعقول اور تقریر محبول لاف و گزاف کی اس گہر مغرور کی سن

کے فرمایا سچان نہ شعار	زہے گردش حجب نیزہ ساز	کہ کج شک ارد سر صید باز	در لہذا نیزہ تھی دہر سیر
کند رو بیے مثل پنچیر شیر	اور جدا کے اسکی جانب مخاطب ہو کے ارشاد کیا کہ	اس زبان دراز اس ہووہ کوئی سے کیا حاصل	

بیان زبان نیزہ اور دم شمشیر سے گفتگو کرنا لازم ہو شمس زبان دکنش تیغ کیش از غلاف یہ کہ تجھے سخن نیست وقت مصفا
یہ کلام شاہزادہ عالیقام کا شکر قہمور کر گردن سوار نامے بربر سے تلوار بازی اس استیج روزگار شاہزادہ نامدار سے بظن
سیرگری بند دست اسکا کپکپکے ایک جھپکا مارا کہ منہ کے بھل قاش زین پر گر پڑا اسوقت حالت غیظ و طیش میں شاہزادہ
نامور نے ایک طمانچہ اس کے منہ پر مارا کہ دھڑ پے سر اس کے طنز و جا بڑا اور لاشہ بے سر اسکا جیخ مار کے نیچے گر کے خاک
دخون میں بھڑکنے لگا شاہزادہ عالیقام نے قہمور کر گردن سوار کو جہنم واصل کر کے اور بافضال ایزدی و
پائید سرمدی ساتون صفوں سے منظر و منظر ہو کے اب رخ طرف گنجاب کے کیا اور ہٹ طرف گنجاب نے دیکھا کہ
قہمور وغیرہ سردار ساتون صفوں کے مارے گئے اور بدیع الزمان اب میری طرف آتا ہو یا وار بلند کہا کہ اسی بار و
اب انتظار کسکا کرتے ہو اور دیکھتے کیا ہو بدیع الزمان میری طرف آتا ہو اسے چار طرف سے محاصرہ کر کے مار لو مجھ تک
آنے نہ دو یہ کلام گنجاب تیرہ انعام کا سننے بدر بن زلال ایک چست پی جو بار بخت گنجاب کے اپنے مرکب پر سوار آنا
رزم و پیکار کھڑا تھا یہ کہنے کہ با پیغمبر مرسل بگو خداوند لقا اور تیرے اقبال سے میں جا کے اسکا کام تمام کرتا ہوں میں اتنا
کہنے اور گھوڑا چمکا کے شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان کی طرف چلا وہاں اس ٹیکر سے پر سے سلطان عالی مقام
احقر حمزہ صاحبقران مع تمام سرداران بارگاہ نشین تماشا شجاعت اور شمشیر زنی شاہزادہ بدیع الزمان گرد
لشکر شکن کا ملاحظہ فرما ہے تھے اور نہاد عیاری قطب فلک خنجر گذاری شاہ عیاران عیار عمر و بن اسمنہ نامدار
برابر کھڑا اسرا قدس پر ساغان با اقبال کے کس رانی کر رہا تھا یکایک عمر و نے بحضور سلطان صاحبقران عرض کی کہ حمزہ
علم زنجاری فوج کفار کا مہم سے جدا ہو کے جانب شاہزادہ بدیع الزمان والا مناقب ہوا سے لہراتا ہوا رخ کیے ہو سے
معلوم ہوتا ہو شاہزادہ کوئی بڑا سردار لشکر گنجاب کا بمقابلہ شاہزادہ عالیجناب بدیع الزمان آتا ہو امیر با توقیر
نے بھی اس جانب کو بخوبی مخاطب ہو کے دیکھا کہ ہجوم کفار پر شاہزادہ عالی مقدار ہوا اور ایک گہر مغرور ورثے
آہن میں غوطہ مارے با شمشیر عریان سامنے شاہزادہ بدیع الزمان کے آمادہ رزم و جنگ آہو پنا سلطان
صاحبقران امیر کشور گیر جانستان نے سمت قبلہ منہ کر کے با چشم اشکبار جناب باری سے دعا کی کہ اس قدر زور و بھلال صدر

کو روک کر تلوار کو اٹکی توڑ دیا اور برابر سے در جواب اُسکے تیغ مارا کہ ایک زخم کاری سر پر کھانکے القاش نسبت
 مہربان سے زمین پر کوہ پڑا اور اگر ذرا توقف کیسے تو اسی وقت جہنم وصل ہوتا اور ہزاروں کھانکے چار طرف سے القاش خون
 آشام کے ٹھوڑے کے گرد پیش ہجوم کر کے اپنا قتل بونا اور مارا جانا گوارا کیا مگر القاش خون آشام کو اسی صورت
 میں زخمی اٹھ کے لے بھاگے اور اُس شور و غل اور جلدی میں قریب ساٹھ سو کافر کے شاہزادہ بدیع الزمان نامور
 کے ہاتھ سے مارے گئے اور جس وقت القاش خون آشام کو کفار سامنے سے شاہزادہ عالی مقدار کے بلوہ کر کے لے
 بھاگے تو وہاں شیخ دہر صغیر جیسے بڑا شاہزادہ بدیع الزمان نامور مثل شیر غران با شمشیر خود پھکان کفار کشتی
 کر تا وہ قریب تخت گنجاب کے پہنچا گنجاب علیہ اللعن والعیاذ باللہ جو شاہزادہ کو برسر قتل آگے دیکھا حالت خطر
 میں نہایت متیاب اور مجبور ہو کے بتول سعدی شیرازی کے مشعر وقت ضرورت چو نہانہ گریزہ دست بگڑو شمشیر تیز
 تلوار تخت پر سے اٹھا کے خلا سے کھینچی اور بہر ہندس شاہزادہ نامور لگائی شاہزادہ عالم نے جیستی تمام ہاتھ بڑھا کے
 ہندوستان گنجاب کا پڑ لیا اور قبضہ اُسکی تلوار کا اپنے قبضہ میں کر کے ذرا جو کھائی کو فشار دیا تو تلوار اُسکے ہاتھ سے
 بے قوت کر غلطی ہو جا پڑی اور پھر دہسے ہاتھ سے کمر بند اُسکا پکڑ کے تخت پر سے اٹھا لیا اور غلطی ہو کر کمر بند
 کھینچ کر سر سے بلند کر کے چاہا کہ نقش زین اور پویند زین کرے دوست دشمن اپنے بیگانے وضع و شریف
 سبھی دیکھتے تھے کہ گنجاب کو شاہزادہ بدیع الزمان عالی جناب ہر سے اونچا کیے غم قریب جو کہ زمین پر
 مارے آیا طرف تو نقادار سرخ پوش کہ حقیقت نور حلیقہ و سلطنت احمد شہامت صاحب غم مبارز رزم شاہزادہ
 خاور سپاہ ملک قاسم محل خندان خونریز خاوری بھی جیستی صیف میں ہزار ہا کفار تیرہ روز کار کو تہ تیغ بیدریغ کرنا شروع
 صف کے قریب پہنچا تھا قبطوس کر گدن سوار جو با بھائی مہور کر گدن سوار جیستی کا برابر شاہزادہ خاور سپاہ کے
 آگے بھاگا رہا اُس کا قاتل کمان جاتا جو اور یہ نصیب اُسکے بقوت تمام تیغ نیام سے کھینچ کر برسر شاہزادہ خاور سپاہ نامور
 مارا ملک قاسم نے بے ہولت تمام بازہ کو بھائی کے قبضہ تلوار کا پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ سے خانہ زین سے لنگر اُسکا توڑ کے سر سے
 بلند کیا اور چاہتا تھا کہ چیخ دیکر زمین پر مارے ناگاہ ایک اور گریزہ غفور و غفور نامے کہ نسبتی بھائی قبطوس کا تھا
 ہاتھ قبطوس کہنا تیغ کھینچ کر شاہزادہ خاور سپاہ پر حملہ در ہوا شاہزادہ خاور سپاہ نے قبطوس کر گدن
 کو چیخ دیکر اُس غفور و غفور خدا پر مارا تو اُس گریزہ کے ساتھ وہ غفور بھی لپٹا ہوا ٹھوڑے پر سے زمین پر گر آیا
 سے شاہزادہ خاور سپاہ نے تیغ مارا کہ دونوں کی لاشیں چار پر کالے ہو کر خاک و خون میں بھٹکنے اور پوسنے لگیں اور
 ملک قاسم اُن دونوں کا خون کو ہرجہ غسل السافلین ہوئی کے جانب گنجاب علیہ اللعن والعیاذ باللہ
 ہوا سلطان با تو قیرامیر کشمیر کیسے جنگ رستہ نقادار سرخ پوش کی دیکھ کر فرمایا با نیازم بڑے بازو سے نقادار
 ما شاہد کس جرأت اور شجاعت سے اپنے دونوں کفار سرداران گنجاب کو مارا جو اور کس شوکت و نشان سے دلیرانہ
 میسے فرزند جگر بیوز شاہزادہ بدیع الزمان کے تعاقب میں شمشیر زنی اور کفار کشتی کرتا چلا جاتا ہوا بھی سلطان
 والاصفات ہی کلمات زبان فیض رحمان سے فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جانب میدان و غاسے آواز غلطی
 اندا کبر کی گونش زد ہوئی اور دیکھا کہ اُس لشکر کفر و ظلام میں چار طرف سے کفار تیرہ روز گارا انگلیان اٹھائے بھات
 پاس و ہراس باہم بچار رہے ہیں کہ یار و دیکھو وہ آفتاب سپر صاحبقران بدیع الزمان اس برتر و تار فوج
 گنجاب سے نمودار ہوا سلطان ظفر احشام امیر عالی مقام نے جو ہر طرف کو ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ شاہزادہ عالیجناب
 گنجاب کو بجائے سپر بائیں ہاتھ میں کھوکھلا کفار اور فوج اعدائے تیرہ روز گارا زمین شعلہ اپنے قتل کفار اعدائے دین

بمیدان جنگ و افواج کین	مہرچ خوبی شہ انجمن	تہمت تو ان گرد شکر شکن	شہ مرا جلال انجمن گروہ
خدیو فلک خوش رستم شکوہ	برایع الزمان صفرا جہند	بکف تیغ طہور شہ دیو بند	بجوش غضب صورت شیر نر
بہر سمت کو میشدی حملہ دور	نمایان شدہ شہر دہکا زار	زمن شد جدا سر ہزاران ہزار	بسے گہر خون گدا گو سفند
گر نیندہ از بیم جان میشد	تزلزل تھا دست در زم گاہ	بدگندہ بیگشت فوج و سپاہ	یکے داشت در پیر موئے گرز
یکے چارہ جواز دم تیغ تیسر	یکے راہ وان خون زخم سنان	بمیدان یکے تشنگ آب و جان	جو ہر توار کا مانند لطف بیان

کے شانے سے عویشتون کے ملا ہوا اور حلقہ گندہ مانند گریبان کے گلوگیر سرکشوں کا شاہزادہ زبردست فوجی باز دیکھ
کیسکو اسکے تیغ جانستان پر جا اٹھلی رکھنے کی نہ تھی خدا کی پشت پناہ سے دس دس بیس بیس کفار لعین و رافضیہ
بے دین کو کہ بجلی ٹھونسے کی طرح سے چار طرف نظر آتے تھے مانند خون کے سرکات کاش کے خاک میں ملا تا جاتا تھا
شہار داران ہزاروں شاہزادہ

ہزاروں زبانیں شدت غش سے مانند پیمان کے خشک در سیر خون کے ٹھنڈے مانند سو فیکے تھے رہے تھے جانیں دور
زخم تیغ سے ہونٹوں پر اور رخ ضرب گرز سے خون ہو کر ناک کی رو سے بہے ہوئے شاہزادہ حق نیوسن عبودیت
کوسن برایع الزمان گرد شکر شکن اور ایک طرف نور حدیفہ و سادست و شہادت عمامہ ہر مہارزم خا و در سپاہ ملک
قاسم نقادار صرخ پوسن بنا ہوا واسطے از دیاد اہر و کے جوش و خروش بین در جہتہ تھے کہ اپنے خون سے سرخزوی
جا وید حاصل کریں سینے پر کیئے اصولے عیدین کا مانند حالانکہ ختم کوئی ہندو سے چاک اور سوزن علیا و سیکڑوں سنگ
اور پیٹ کفار کے کشوں کے مانند خباہتوں کے ہوا سے نکیت طبع ہرے خاک پر پست ہوئے بحالت عجیب تھے
ناگاہ گنجاب علیہ اللعن والعداب یہ حمل تباہ و خراب اپنا پیکر سپہ زمین سوچا کہ اگر برایع الزمان نے مجھے
زمین پر مارا تو میں نقش زمین و پوند زمین ہو کر خاک میں جاؤنگا اور زندہ و سادہ نہ ہوؤنگا اور جبرایع الزمان
یونہی نہیں سمجھے ہر بناست اما و حارب و ضرب رہا تو میں اپنی فوج و سپاہ کی تیغ و سنان اور تیر و تبر کا نشاۃ اور چورنگ
ہوؤنگا اور کسی صورت سے زندہ نہیں رہوؤنگا حالت یہ اس دنا وید ہی میں نہایت بیاب ہوئے اس زور سے تڑپا کہ
کہ خدائے کونٹ گیا اور گنجاب یہ تھے شاہزادہ عالی جناب کے چھٹکڑ زمین پر گرا سا تھا اسکے گرنے کے ہزاروں سوار
اور سیرازوں مسبار و ہر گھوڑا کفار و کفر خواہان غار اسکے چار طرف سے سرکھت ہوئے دور پستے اور ہوا سے عام
کرنے گنجاب کے آگے سینہ سپر ہوئے اس میں سیکڑوں نہ تیغ بید سے شاہزادہ عالم کے ہونے کے گریانی
جوش و شہج سے ہوؤنگا گنجاب علیہ اللعن والعداب کو وعدہ گاہ مصاف سے ہدایت تھا مترصاف اٹھا کے
سے بھاگے اور قریب کوس بھوکے فاصلے کے جہل کے ہاتھوں سے زمین پر رکھ دیا گنجاب نہایت سرا سیمہ اور
یہ اضطراب بات مند سے نکلتی نہ تھی مردنی منہ پر چھائی ہونے خون تہم جسم کا خشک زخم زرد مثل بید الزمان
تھا سر داروں کے افسروں نے کہا کہ باوجود مجہر مرسل آپ نہ گھبرائے خداوند اظہار کے کہیم سے یہاں سے کوس بھوکے
فاصلے پر وہ خدا پرست ہوا اور لکھو کھا خا نہ زوان جان نثار اور ٹکھو اور ہم کار کے سر فرشتی اور جان نثاری کو کے
معاصرہ کیے اور سدرہ بین گنجاب علیہ اللعن والعداب کے نیا جسم میں رعشہ اور پیٹ میں ڈہل پڑی ہوئی تھی
اسے اپنے جی میں خیال کیا کہ اب تو میں اس بلا سے ناگمان تھا سے جسم برایع الزمان کے ہاتھ سے بچ گیا ہوں
مبادا بھر وہ غرابیل میری کان کا یہاں بھی آ پونچے تو کسی صورت سے جان نہ ہونوؤنگا سوچ کے ہر چیز سب ہزاروں
اور افسروں نے سمجھا یا کسی کا کہنا خدا تعالیٰ مجھ پر مرکب ہوا ہے سمیت قطعہ غم فراری ہوا شکر نکیت اثر

گنجیاب کا جھڑٹ کھا کے جس طرف جس کا رخ ہوا بھاگ کھڑا ہوا میدان رزم گاہ میں کوسوں تک شہر ایک کج باز سیلا
خون پاک نبود کشتہ بر کشتہ بنان پود و گر خاک نبود چار طرف وجہ خون کے بھرے ہوئے لاش پر لاش مردے پر مردہ دھڑ
پڑ دھڑ سر پر سر کشتوں کے لپٹے لگے ہوئے لکھو کجا چید بن اور گد بطن گوشت آسمان پر چھلے ہوئے سپرین تلوار میں تر
تو گسٹ خنجر و گرز وغیرہ ہتھیاروں کے انبار پڑے ہوئے فوج و سپاہ اور علم ہیر و نگاہ گنجیاب کا نہایت خوردہ اُفتان و خیرات
تن بدن کا ہوش کیسی بانی نہیں جان توڑے پڑی جوئے چھوڑے بد و گوسن و یک بینی بھاگے جاتے تھے آدمی پر
آدمی گرتا بدحواس حالت یاس و حراس میں جس کا جھڑٹ پڑا جلا جاتا ہو تھا بار سرخ پوش اپنے شاہزادہ خا و سپاہ
لک قاسم محل تھان خنزیر خاوری بھی مع تہمینے لشکر کے گنجیاب کے قاقب میں بلوہ کیے نکل گیا یہاں میدان
مصاب میں مطلع صاف دیکھ کر زمین رزم گاہ سے آواز مبارک کی ان کی میمنہ و ان دو شعر و ان کے گوسن زد ہوئی تھی
بیمتی ست تار سم فتح و شکست | جنین فتح کس را خدا دست | چشم زہرہ این چنین فتح دیل | اند کو بن سپہ در مصافے شنید

شاہزادہ رستم صولت بربیع الزمان والا مرتب نے ایک بہت بلند ٹیکر سے پر جا کے اپنے لشکر کے بہادران جان سار
اور ولیران عرصہ کارزار کو آواز بلند فرمایا کہ شادمانے فتح کے بھاگے غم نہ دیکھا و سپاہ و سپاہ گنجیاب
کا اور اسکی فوج و سپاہ کو ماتحت و تابع کر لو چنانچہ حسب الاحکام عظام شاہزادہ عالمیقام کے جوانان لشکر اسلام لوسٹ پر
جا گئے اور گرد و بار و سپہ کامل و اسباب اور ہتھیار فوج کفار قبضہ و تصرف میں شجاعان عالی مقام کے جوانان لشکر
کے آیا بعد اسکے شاہزادہ عالم واسطے تدریجاً شاہزادہ اسلام اور امیر عالمیقام کے روانہ ہوا اور بخدمت سلطان الافاق
عالی منزلت آئے اقدام عالی سے امیر اتوقیر کے لب گہا شہر چون دیہ پر رخ نکلیں : اسود بھان ز جہت جیش
اور سلطان والا شان نے اپنے فرہ العین نور بصیرت جان بارہ جگر شاہزادہ بربیع الزمان نامور کو اپنی چھاتی
سے لگایا اور اشک ساری آنکھوں میں بھر کے بہت سا پیار کیا اور اپنے برابر بٹھالایا شاہزادہ عالم نے تدریجاً امیر اتوقیر کو
اور حضرت ظل شاہزادہ سعد بن قباد کو دیکر شاہزادہ عیاران عیار عمر و بن اُمیہ نامدار کو کچھ پیشکش اور تدارک دینے کا
اقرار کیا اور ہندو عاکی کہ عمو جان آپ بر سہل مذکور سی کر کے گوہر ملک کی ملازمت کی تقریب با و احسان سے لیجیے
عمر و نے امیر اتوقیر سے کہا کہ حمزہ ملک گوہر ملک تیری ہوا میر و ارقد مہوسی کی ہر صاحب حق ان دوران نے یہ
فرمایا کہ چشم مار و شش اُسی وقت عمر و کو چہراہ کے حرم سرا میں شاہزادہ عالم کے نشریف لیکے اور ملک گوہر ملک نے با و ادب تمام
امیر عالمیقام کو بجا کر کے دو دانے محل شجران کے سلطان والا قدر عالی منزلت کو تدریجاً عمر و نے وہ دونوں محل شجران ملک کے
ہاتھ سے اٹھا کے نذر زنبیل کیے صاحب حق ان دوران نے ملک کا سراپا چھاتی سے لگا کے بزرگ آئین مرمت کی چھاتی
پر رکھی اور ایک باز و بندہ مرصع جو ملک آسمان پر سی نے ملک عمر نگار کی عروسی میں دیا تھا ہو کو مرمت فرمایا اس
عرصے میں ملک غنیہ خاتون سلطان صاحب حق ان کو دیکھ کر مارے شرم و حجاب کے عرق عرق اور زہرستہ جو کئی
صاحب حق ان دوران بعد ازاں محل ملک غنیہ خاتون کی بہت سی طمانیت اور دجائی کیسے محل سے برآمد ہوئے اور
بارگاہ سلیمانی میں آئے اپنے نگل مادہ ہر پریشان ہوئے اور جتنے شاہزادہ رزم گاہ سے اور سرداران لشکر اسلام تھے
کے سب تدریجاً تنہیت کی دیدیکے دست راست و دست چپی دست چپ اپنے اپنے دنگوں پر شاہان و خاندان
بیٹھے آپس میں ذکر و مذکور شجاعت اور دلیری شاہزادہ بربیع الزمان والا مرتب کا کر رہے تھے الا سلطان والا شان
امیر کشور گیر جان سان واسطے شاہزادہ خا و سپاہ ملک قاسم کے نہایت سنوین اور متبر و ہوشیار
اب دو کلمے داستان گنجیاب علیہ اللعن والعذاب سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت گنجا بے عدہ گاہ صاف سے شکست کھانے کا حال تباہ و حال پریشان بہالت یاس و ہراس نہایت پریشان ہو کر
 برحسب سمت قلعہ مذکور فراری ہوا ناگاہ سر راہ لے کر دیکھا کہ دو سے ایک گرو تیرہ و تار نمایان ہوئی اور جس وقت آہن
 گرد شگافہ ہوا تو آہن سے ایک جوان قوی ہیکل نو مند بازو درپائے آہن میں غرق مسلح و مکمل مرکب پر سوار مع چار
 لاکھ سواران نیزہ دار کے فوج و سپاہ سے سبائل کی طرف سے جانب سنجان جاتا ہو گنجا بے نے کچھ عیاروں کو خبر
 کے واسطے بھیجا بعد دم بھر کے اُن عیاروں نے خوب تحقیق کر کے آگے عرض کی کہ غراک بن عربدہ جو سے
 تند خوئے جنگجو خداوند مسجد ہزار ملک لقا کے پاس سے حساب لکھ خداوند واسطے گرفتاری بدیع الزمان اور
 حمزہ صاحبقران و خیزہ سرداران نادیدہ خدا کے پرستاروں کے آتا ہو بھی وہ عیار ہی حال جان کر بے تحہ کر دیا
 غراک بن عربدہ جو سے تند خوئے جنگ جو نے بھی گنجا بے کی فوج شکست خوردہ کو دیکھ کر بوجھا کہ
 یہ کون آتا ہو لوگوں نے کہا کہ لشکر گنجا بے بنیر مرسل کا بدیع الزمان سے ہزیمت کھانے کے سمت سبائل بخیر خداوند جاتا
 ہو غراک بن عربدہ جو سے تند خوئے جنگجو بے شک گھوڑے پر سے اتر پڑا اور پیادہ بال گنجا بے کے پاس آکر رکاب کو چوم
 دیا اور اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اسی جا پر ہماری بارگاہ استاد کو مدح و تحسین اس کے حکم کے فرشتوں نے اسی مقام پر بارگاہ استاد
 کر دی اور چار طرف چنے ڈیڑھے لشکر کے پڑ گئے غراک بن عربدہ جو سے تند خوئے جنگجو نے جو گنجا بے کو اپنی
 بارگاہ میں لائے بڑی عزت و توفیر سے تخت پر بٹھلایا اور بائیں تخت آب بھی ایک سرسی پر بیٹھ کے کہنے لگا کہ با بنیر مرسل خداوند
 لقا نے تقدیر کی ہو کہ میں حاکم حمزہ کو اور بدیع الزمان کو فتح اس کے سب سرداروں کے پڑ لالوں بختیار رک
 تقریر غراک بن عربدہ جو کی سنے کہ کما خبر دار او نہ ہمارا غراک نوابیہ اراکھی کرنا اور کبھی خواب بدیع الزمان
 سے اور حمزہ صاحبقران سے مقابلہ کرنے کا نام لینا تو بڑی بات ہو ہرگز ہرگز اس طرف ٹیج کر کے نہ سونا کسو واسطے کہ
 آہن تیری جان کا نقصان ہو اور رسولے اسکے کچھ فائدہ نہ ہوگا تو نے اس طرف جانکا اور بدیع الزمان سے مقابلہ اور
 محاولہ کرنے کا حوصلہ کیا اور کتنے کی موت ساوا جائیگا غراک بن عربدہ جو سے تند خوئے جنگجو نے جو گنجا بے کو بختیار
 کی سنے منہ بختیار رک کا دیکھا کہ ایک شخص سوز کی صورت زرد و زرد مو کو نہ گردن تنگ چیشانی بد ذاتی اور بد بختی
 کی نشانی بشتے پر عیان اور نمایان ہو غراک بن عربدہ جو نے بوجھا کہ با بنیر مرسل یہ کون شخص ہو بختیار رک نے جواب دیا کہ اس
 گنگا رک کو ملک بختیار رک بن بنک بن سنگ سفید کہتے ہیں اور میں وزیر اعظم دستور معظم ہر مین نوشیروان
 کا ہوں اور میں فقط اسی لیے تجھے حمزہ اور بدیع الزمان سے مقابلہ اور محاولہ کرنے کو منع کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ
 تجھے تیری جوانی پر بہت سانا سفاد و ترس آتا ہو بدیع الزمان اور حمزہ کو نوابیہ جان کا ملک الموت اور عزرائیل
 سمجھ رکھ اور تو نے اُن سے سامنا کیا اور مارا کیا غراک بن عربدہ جو سے تند خوئے تقریر بختیار رک کی سنے
 اور بھی زیادہ ترافروختہ ہوا اور حالت غیظ و طیش میں ہزاروں گالیوں فحش دیکے جا ہا کہ خوبسا بختیار رک کو
 زرد و کوب کئے گنجا بے نے بہت سا بھانکے منع کیا اور کہا اس غراک بن عربدہ جو سے تند خوئے یہ سوزہ
 مصحف زیر ہر مین تاجدار کا ہو پاس خاطر ہر مین اس سے کچھ نہ کہ پاس غراک بن عربدہ جو سے نے یہ کہے
 کہ بھلا او ماور بھلا ذکیہ تو میں ابھی جب کے بدیع الزمان کو مع حمزہ بھذاب الیم مبتلا کر کے پھر کر آتا ہوں اس وقت
 تجھے کیا سلوک کرتا ہوں بختیار رک نے کہا کہ میں راضی میر خدا راضی اگر تو وہاں سے جب کے زندہ و سالم بھر آے
 تو مجھے بے نال قتل کرنا میں نے برضا و رغبت اور طیب خاطر اپنا خون تجھے معاف کیا اور بختیا القصد طول تا چند مختصر
 یہ کہ غراک بن عربدہ جو سے تند خوئے جنگجو گنجا بے کو باطمینان تمام مع سب سرداران لشکر کفر و ظلم

اپنی بارگاہ میں بھٹاکے اپنی فوج ہمراہ لے کے سمت شہر سنجان پہنچے۔ مقابلہ و محاذ لڑے شاہزادہ بدر علی الزمان روانہ ہوا
بختیارک نے بوقت رخصت بختیارک بن عہدہ جو سے کہا کہ افسوس صد افسوس دیکھیے کارخانہ اقصا و قدر اسکو
کہتے ہیں کہ حضرت عزرائیل کس طرح سے گریبان غراک کا پیرے کشتان کشتان لیے جاتے ہیں غراک نے یہ بات سنا کر نہایت
غضبناک ہوئے بختیارک کو دیکھا الا بیاس ہر مژنا حیدر اور گنجاب، بکا ریزہ روزگار کے طرح دیکھے بارگاہ سے
باہر نکل گیا اور اپنے مرتب پر بیٹھ کر مع تمام اپنے لشکر کے پناہ کوئے برابر قلعہ شہر سنجان کے ہو چکا اور تھوڑے سے فاصلے
پر لشکر فیروزی اثر سے سلطان صاحب قرآن نامور کے خیمہ ستاد کو لے کر آئے اور بارگاہ گردون آستیاہ سلیمانی
اور خیام سرداران عالی شان کی دیکھ کر ہوش و ہواس اُسکے بجا نہ رہے مگر اُس نے نہ ہمت باطلہ اور تخیلات مہملہ کی
توقع یہ کہ خداوند لقا سے تقدیر کی ہو کہ اسی غراک تو سب مسلمانوں کا دیدہ خدا کے پرستاروں پر فحیاب ہوگا اُس
مستحقے داعی کو یقین ملی ہو کہ میں کل عالم پر فحیاب ہوں گا اور غالب رہوں گا اور حمزہ اور بدر علی الزمان کو
پکڑ لوں گا اپنے دل کو تسلی اور تسکین دے کے لشکر کے پناہ اور فوج بیکران سے شاہزادہ بدر علی الزمان کی خیال نہ کیا
مع اپنے تمام سرداروں کے بارگاہ میں بیٹھ کر اُس کی کو کیا اور جام شراب کا گردش میں آیا جب دو دو تین تین
پیالے شراب ناب کے پی چکے اور دماغ اُسکا بادۂ ناب سے گرم ہوا اکیبا نشہ کی رنگ میں حکم دیا کہ بان میرے لشکر
میں طبل جنگ بچے اور ساتھ ساتھ کہنے کے اُسکے لشکر میں طبل جنگ بجا اور یہ خبر لے کے ہکا رہا ہے لشکر اسلام
سمت لشکر فیروزی اثر روانہ ہوئے اور بارگاہ سلیمانی میں بحضور شہنشاہ والا جاہ گیتی پناہ خاقان سید گاہ
ظل اللہ سلیمان سرگردون سیر وارث اورنگ بھاجاتی مالک سرپرست سلطانی شہر یار عالی زاد سعد بن قبا و آ کے
زمین ادب کو بوسہ دیا اور بعد دعا و ثنا کے شاہنشاہی کے عرض کی اشعار و عروج شاہی را فروغ از تارک
والا سے توڑ دے خلعت شاہنشاہی زیباست بر بالے تو + پورا لہر جاے مکرمت ہر سہا سے اہمیت ہر شہر
فخر تخت سلطنت کا دبیر پائے تو + سرور عالم کی عمر دراز ہو لشکر غراک بن عہدہ جو سے تند خوئے
جنگجو میں طبل جنگ بجا اور وہ کا فر صبح کو معرکہ آراء میدان کارزار ہو گا سلطان ظفر احمد شام امیر حمزہ
عالی مقام نے بھر دے اسٹمک اس کلام کے فرما یا شعر سرخی بیچم ز شمشیر حبیب + ہر چہ آید بر سر من یا شمشیر
جو کچھ منشی تقدیر اور کاتب ازل نے صفحہ ناصیہ پر میرے بروز دیوان قضا کلام قدرت سے لینے ترقیم کر دیا ہو
وہ بحر صہ ظہور آلیگا اس میں فکر و تدوکر نامحض بجا اور بیکار ہو کہ وہاں سے لشکر میں بھی بفضل از ہی و تائید
ربانی بیچے طبل جنگ چنانچہ حسب احکم قدر توام سلطان باکر مہ کے لشکر اسلام میں بھی طبل جنگ کی صدا بلند
ہوئی فازان دیندار اور مجاہدان تہو و شہار آمادہ رزم اور ہمسایے قضا ہو کر غزوات باہگاہے بیگاہے خویش و غریب
باہم ملے لگے اور کہتے تھے کہ صبح کو دیکھے کسکو تخت تابوت اور کسکو تخت سلطنت نصیب ہوا اشعار در اندیشہ گردن
کشتان یک یک + کہ فردا بکام کہ گرد و خاک + نہانہ کو ساز گاری کند + سارہ بجان کہ بازی کنند کرا تاج قلیل
بر سر نہد + کرا تخت تابوت بر در نہد + کہ داند کہ فردا چہ خواہد رسید ز دیدہ کہ خواہد شدن تا پدید
شجاعان عرصہ کارزار اور دلیران نامدار اپنے اپنے آلات حرب کو دیکھنے بھلے لگے ہا دران مومنین در خواہان
صاحب عزم و تمکین کے جبوقت سے کہ صبح طبل جنگ گوش زد ہوئی غسل کر کر کے لباس پاکیزہ پہن پہن
کے سیکڑوں مسجدوں خانقاہوں میں ہزاروں اپنے خیمے ڈیروں میں ہزاروں لب دریا ہزاروں میدان خا
کی طرف جا کے سجاد سے زمین پر بچھا بچھا کے سمت قبلہ منہ کر کے رو رو کے بحضور قلب اور خلوص نیت مستعدی

اور کتنی تھکے کہ امیر ب جیل صبح کو وعدہ گاہ مصافحہ میں امتحان فرما دیا اور وہ غم ہشام کا گواہی کھڑے ہوئے اور زبان
 اور نیزہ بر روی کار آئیگا صدقہ اپنی وحدانیت کا پاسے ثبات میں چارے لغزش تھانے پاسے اور کوئی قدم ہمارا آگے
 سے پیچھے کو ہٹ نہ جائے سہرے خون کے برہمنان زخمون کی گلے میں خلعت شہادت پہنے اور اپنے آقا سے
 دلی نعت کے سامنے سرخروئے جاوید ہون رات بھر دونوں لشکروں میں بڑی جاگ اور جیل پیل رہی تھانے
 طرفین سے بھر رہے تھے آواز ہوشیار باسٹ بیدار باسٹ کی بلند تھی جبکہ گریبان سحر جاگ ہوا اور کوئی دو تین گھری
 مات پھیلی اپنی رگھئی اوقت سخیل و فاداران مقبل و فادار نے پاسے سعادت صاحبقرانی کو بوسہ دیا امیر با تو قیر نے
 خواب راحت سے بیدار ہوئے پوچھا کہ رات کتنی اپنی ہوگی مقبل نے عرض کی کہ نماز کا وقت ہو سلطان با کرم نے
 اپنی وضو کے واسطے طلب کیا فراش آفتاب سیلابی لیے حاضر تھا صاحبقران دوران نے اٹھ کے وضو کیا اور بعد
 وضو دو رکعت نماز صبح سے فارغ ہوئے وظیفہ پڑھا بعد اسکے پوشاک پہن کے صند و قی سلاح کا کھولا سلاح ذات
 اقدس پر آراستہ و پیراستہ کر کے بارگاہ عرس شہناہ سے بڑھ ہوئے قند ز دیوانہ اشقر دیوزاد کو لیے حاضر تھا امیر
 ایال پر ہاتھ ڈال کے رکاب میں قدم رکھ کے فاش زمین پر جلوہ فرما ہوئے شاہ سلیمان فارسی مظفر فارابی
 آجین گرو وغیرہ سوسا سورا فقا اور مذاہر اکبر کے ہمراہ رکاب مظفر آفتاب ہوئے سواری ماتھرا و بہاری روانہ
 ہوئی قریب دیوزاد ہی جلو خانے کے سلطان با کرم گھوڑے پر سے اتر پڑے اور زمین پوش بھجاکے پیچھے بعد از ان احمد
 سب شاہ و شہزادے آتے جاتے تھے اور امیر با تو قیر کو مہر اکبر کے دھن زمین پوش بھجاکے پیچھے جاتے تھے کہ
 ناگاہ آمد سواری شہنشاہ سعد بن قبا و معلوم ہوئی فراشون نے دوڑ کر ڈوڑیاں پر وہ جلو خانہ کی چرخیں پھینچیں اور
 ایک مرتبہ اندر سے دھنیں شہنا نوازوں کی گوش زد ہوئیں اور کچھ کنول بروار بیان سوچ کھی والیان لالین والیان
 دستی والیان فانوس بردار بیان پنجشائے والیان گرد و پیش اور تخت پر شہنشاہ لشکر اسلام اجلاس فرمائے کہار بیان پر
 طلعتین تخت اس سلیمان مرتب کا دوش پر لیے نمودار ہن کہارون نے بڑھ کے تخت کو بٹے کے دوش بدوش روانہ
 ہوئے امیر کشور گیر حمزہ با تو قیر واسطے مجھے کے جھکے مرد ہا پکارا مابلی بادشاہ سلامت شہنشاہ عالمشاہ مست سلطان
 صاحبقران امیر کشور گیر جانتان کا مہر نگاہ رو برو بادشاہ نے ہاتھ سجائی پر رکھا اور اشارہ سواری کا کیا سلطان
 صاحبقران اشقر پر سوار ہوئے چالیس قدم مہر وری اور صاحبقرانی زیر سایہ علم اژدہا بیکر آگے تخت سے بڑھے ہوئے
 اور ایک مہرئی کا مہر لیتے ہوئے سواری حضرت ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام سمت میدان رزم روانہ ہوئی اور آگے
 بڑھ کے تروارون نے جھارسی مہندی چیل کے کاٹ کے میدان کو مہوار کر دیا بلیج کار بلیج کاری کر کے کھلنے سے
 آہستگی پر چلے گئے کو ٹھارے تھے اس عرصے میں تخت بادشاہ لشکر اسلام کا ناف لشکر میں ہما کے قائم ہوا اور امیر
 با تو قیر سات قدم آگے تخت سے بڑھے ہوئے زیر سایہ علم اژدہا بیکر دست راست دستی دست چپی دست چپ
 صف آرا ہوئے اٹھارے عراک بن عربہ جوئے تند خو بھی مع لشکر کیت انڈی کے میدان میں قائم ہوا
 اوقت نفیب اور کڑکیتوں نے میمنہ میرہ قلب دہجہ آگے کا ہراول پیچھے کا چند اول چودہ صفین بائیں ہمیں
 آراستہ و پیراستہ کر کے کڑکیتوں نے باواز بلند کر کے کمان شروع کیا کہ انھوں نے ان کو شید تا جاہل زنان پوشیدہ شہر روز
 جنگ است جنگ باہر کر دے کوشش نام ونگ باہر کر دے کمان میں رستم و سہراب اور کمان ہمن و ہرز و اور کون ایسا
 بہادر اور دلیر ہو کہ آج نکل کے اس میدان کا رزار میں ان بہادروں کا نام مثل حرف خط مٹا کے اپنے باپ دادا سے کا
 نام روشن کر جائے وہ پان دیکھے جو مہر چلے اور کھیت دیکھ کر کتر سے دلے پوت کپوت کا کا گاس نہ کھاسے

سنان کر کے کی آواز کے گوش زد ہونے کے جو ان شمشیر زن اور بہادران صف شکن کی آنکھوں میں نشہ شجاعت کے
 ڈوبے سے بڑے تھے سمت رزمگاہ دیکھ دیکھ کے سیفون تلواروں پر ہاتھ رکھے برجھے برجھے کیے گھوڑوں پر سوار ہو کر
 جھوم رہے تھے ناگہ غراک بن عریہ جو سے تند خواجی فوج کی صف میں سے گھوڑا چمک کے نکلا اور زلف
 میدان میں آ کے پشت کی لشکر اسلام کی طرف اور رخ کیا سمت قیطول لٹکا گھوڑے پر سے کود پڑا اور زمین پر لٹا کر
 سجدہ کر کے اٹھا اور پھر اپنے مرکب پر سوار ہو کے بمقابلہ لشکر فروری اثر آ کے بھارامو خدا پرستان واسے زبردستان از شتا
 ہر گز آرزو سے مرگ با شد بایہ میدان جنگ را دہ دست و پا آدسی و ایم ابھی پورا کلمہ آشی زابنے نکلنے نہیں پایا تھا کہ
 دیکھا لشکر اسلام میں علمداروں نے علم کو جلوہ دیا اور دست راست سے انجم گروہ رستم شکوہ سرفند ملک باختر صاحبقران بن
 صاحبقران سپہان تمنن شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن نے اپنے مرکب گلگون باختری کو صف میں نکالا اور
 منصور شاہ لشکر اسلام کے اجازت طلب ہوا بادشاہ لشکر اسلام نے جام کدہ عفریت اپنے دست حاصل بھر کر حمت
 فرمایا اور شاہزادہ رستم صولت نے آداب بجالائے اس جام شراب کو پی لیا اور اکیدم میں اسے نوش فرما کر جانب میدان
 رزم مخاطب ہو کر مرکب گلگون باختری کو نیز گام کہے بزرگ غراک بن عریہ جو سے تند خو کے پوچھا اور اس روز سے
 ہنگام در ہوا کہ گھوڑا غراک کا بارہ قدم پہا ہو گیا اور غراک گھوڑے پر سے گرتے گرتے خوب سا ہنسل کر گھوڑے کو تازیانہ
 مار کر پھر برابر شاہزادہ عالم کے آیا اور کہنے لگا اچھا جان کیا نام ہو تیرا اور تو کون شخص ہو شاہزادہ عالی مقام نے جواب دیا کہ اچھا غراک

وہ جو تو نے شتا جو کترین ہندگان خدے عزوجل منتظر	ایل نامو رشاہ اجسم کرد	فلک رخس مجاہد رستم شکوہ
بدیع الزمان کہ در در زمین	انواعم زدن آسمان بر زمین	داماد گھاسب وہ میں ہون غراک بن عریہ جو سے
تند خو سے یہ گفتگو شاہزادہ عالیجناب کی سسکے نہایت پیچ و تاب کھایا اور حالت غیظ و غضب میں نیزہ پکڑ کے سینہ پر		
پر شاہزادہ بدیع الزمان کے مارا اسلحہ رزمگاہ رشاہزادہ نامدار نے سنان نیزہ کو اپنے نیزے کی سنان پر روک لیا اور با ہم		
نیزہ بازی شروع ہوئی شکار	دو تھل اجل سرور ربرک دبار	سنان چون زبان نے نیزہ دا
تجلیبش حد آمد از آشیان میں	مچان نیزہ بانیزہ آ میفتند	سنان یک دیگر در آ و میفتند
سنان را چین کو بود کا نزار	نہ این را خضر بد نہ آنرا خضر	نہ اورا خضر بد نہ این را ظفر
میدان کشیدہ سنان کہیں	کہ با ہم نہ چھید زانگو خمار	بیرھوین طعن میں شاہزادہ

والا سنان نے نیزہ اُسکے ایک مقام پر گنا ٹھکرا اس خوبصورتی سے نکال دیا کہ نیزہ غراک کا جھٹھ ہوائی آتش بازی کی گنج
 سے نکلتی ہو سمت آسمان نکل گیا اور سنان اُسکے نیزہ کی آسمان پر جا کے مانند ستارے کے چمکی اور وہ نیزہ مثل تیز شمشیر
 تھوڑا سا اور بلند ہو کے زمین پر گرا پھر تو غراک سزگون ہو گیا غراک عریہ جو سے تند خو نے جبکہ دیکھا کہ میر نیزہ شاہزادہ
 بدیع الزمان نے ہوائی کر دیا بباختہ یہ کہے کہ اچھا پرست نیزہ بازی خلال بازی عمود بازی حال بازی شمشیر بازی
 راست بازی میں خبردار ہو جا یہ نہ کہنا کہ خیر و ارنہ کیا تھا طوار کے کھینچ کر بر سر شاہزادہ نامور آیا اور ایک ضرب تیغ بر سر شاہزادہ عالی
 مقام بغوت تمام کی شاہزادہ عالم نے اپنی سپر کو پشت پر ڈال دیا اور بطن سپر گری بھستی تمام بارہ کو بچا کر ہند دست اُسکا پکڑ کے
 ذرا جو فشار دیا تو تلوار اُسکے ہاتھ سے جھوٹ کر طلوعہ جا پڑی اسوقت شاہزادہ رستم صولت نے جواب دیا ہاتھ اُسکے
 کمر بند میں ڈال کے نعرہ اشد اکبر جگر سے کھینچا اور زور اولین میں غراک بن عریہ جو کو خانہ زمین سے اٹھا
 کے سر سے بلند کیا اور چرخ دے کے زمین پر مارا جا ر طرف سے عیاران لشکر اسلام نے دوسرے غراک بن
 عریہ جو سے کی مشکین باندھ لین لشکر کفارنا بکار نے جو یہ حال غراک کا دیکھا ہاے دانے کو سے جار
 طرف سے تلوار بن برجھے پکڑ پکڑ کے بر سر شاہزادہ نامور آ پڑے ہر طرف بھی فصل بن گیا ہو ر خون آشام

اور قاریان بلند کمان اور ورقاسے زنجیر طے اور ترک جوشن بوش اور قافل زنگی اور مقابل زنگی
اور ارباب باختری اور فضل بن آشوب و طاسر بن قهرمان بنجی و خیزہ سرداران شاہزادہ والا مرتبت کی
فوج و سپاہ کے غازیان و دینار اور شجاعان عرصہ کارزار بقابلہ لشکر کا جنگی آمادہ رزم و پیکار ہوئے اور ان واسطوں میں ہندو
شمشیر زنی اور کفار کشی کی کہ لکھو کھالاش پلاش اور دھڑ دھڑ اور مردے پر مردہ گرا دیا اور کشتوں کے بیٹے لگا دیے
تھے چارہ چار کفار شکست کاش کھائے بھاگ گھڑے ہوئے اور گنجاب کی فوج شکست خوردہ بین جا کے منجھوئے رہے
لشکر نصرت اثر میں شاہانے فتح کے بچنے لگے بہادران صف شکن اور دلیان شمشیر زن و عدو گاہ مصاف سے بے فتح و نصرت تمام ہندو
شہزادہ بدیع الزمان عالمقام مراجعت کر کے گرد و پیش تخت شہنشاہ لشکر اسلام کے قیام پذیر ہوئے مگر وہاں کا حال سنیے
جس وقت کہ گنجاب نے سنا کہ غراک گرفتار ہو گیا اور اسکی تمام فوج ہزیمت کھائے وہاں آئی ہو بختیارک کا اصلو
بر محمد شہر ہر کس کے زحد برون ہند گام + اینست سزائے آن سرا انجام + اسو گنجاب تو نے دیکھا کہ میں سچ کت تھا یا
جھوٹا گنجاب بہتر ہو کہ یہاں سے جلد قلعہ عجم میں ہو چکرے تا مسالہ اثنا سے راہ میں خدا پرست آئین تو بھر سوائے مر جانے
اور مارے جائیے اور کوئی بات بن نہ پڑے گی گنجاب عاجز ہوئے بہت ملک بھر روانہ ہوا اور جبکہ بعد طومرا حال قطع منازل
بحال شکستہ و تباہی زدہ قریب ملک عجم کے ہو چکا تو یہ خبر گنجاب کی شکست کاش کھائے اور ہزیمت کھائے آئینکی قهرمان عجمی
جوسی تو قهرمان عجمی نے مع اپنے تمام سرداروں کے استقبال گنجاب کا کیا اور بڑی عزت و تکریم سے گنجاب کو اپنے
شہر میں لاکے تخت پر بٹھلایا اور نیازی دعوت کی بڑی دھوم سے کر کے باہمی مشورہ کیا اور قهرمان عجمی نے کہا
کہ یا بھیمہرسل جسے جو کام کیا جو ان خدا پرستوں سے بدون مکر و فریب کیسے کام نہیں بن بڑا ہو لہذا میری رائے میں تو
یہ صلاح بہتر ہو کہ ازراہ فریب و مزدوری امیر حمزہ صاحبقران کے پاس چلے مسلمان ہو جائیے اور پھر حمزہ کو مع اپنے
سرداروں و ریاد شاہ اسلام کے بھیلہ دعوت شہر میں لاکے سامان رقص و سرود کا کیجیے اور کھانے میں بھی پیشی ملا کے
سب کو کھلائیے جبکہ یہ سب بیہوش اور بے خبر ہو جائیں تب ان سب کو مطلق اور سلسل کر کے سولیوں پر چڑھا دیجیے اور قہر باران
کر کے ان سب کو قتل کیجیے بختیارک نے جو یہ مشورہ سنا تو بہت پسند کر کے خوشی خوشی کھنے لگا کلاس سے زیادہ اور کوئی تدبیر
نہیں جو غرض قهرمان عجمی اور گنجاب علیہ اللعن والعذاب و بختیارک نو اس فکر و تدبیر میں ہیں ہاں حال سلطان
ما اقبال امیر کشور گیر امیر حمزہ با توفیر کا سنیے کہ سلطان والا قدر عالی منزلت نے یہ کلمہ زبان فیض ترجمان سے فرما کے کہ
مجھے منظور ہے کہ شادی شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک گوہر ملک کی بہمن ملک عجم بن کروں مصروف جشن عیش و نشاط
ہوئے روز دوم وقت صبح جبکہ بارگاہ سلیمانی میں شہنشاہ کینی پناہ سعد بن قباو نے سر پر سلطنت ہر آ کے اجلاس فرمایا
اور سلطان صاحبقران والا شان و گل ناما و عنبر پر جلوہ فرما ہوئے اور جتنے دست رشتی اور دست پشی بادشاہ و
شہر یار زادے اور سرداران لشکر اسلام تھے سب کے سب بقاعدہ مستقرہ مجرا کا سے بھاگ کر کے اپنے اپنے دستکون پر آباد
تمام متمکن ہوئے مراجع عیاری قطب فلک خجہ گزاری شاہ عیاران عیار عمر و بن اُمیہ صہمی ناما در بھی کر می بر
آ کے بیٹھے ایک مرتبہ سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ ہاں غراک بن عہدہ جو سے تند خو کولا و حسب الحکم
عظام امیر عالی مقام کے دار و خاندان نے غراک بن عہدہ جو سے تند خو سے جنگی کوزنداختانے سے
طلب کر کے بحضور سلطان والا قدر عالی منزلت حاضر کیا امیر با توفیر نے ہمال عطیات اسکی طرف متوجہ ہو کے فرمایا
کہ اسو غراک لقا پرستی کو ترک کر اور نکل اس جاہ کفر و ضلالت سے کلمہ پڑھ کے پوچھ لہر حشر تہ ہدایت ملت بیضا
وین اسلام قبول کر کہ دنیا و عقبی دونوں بجز ہوا میں غراک بن عہدہ جو کو یہ ارشاد ہدایت بنیاد سلطان صاحبقران

کا سبب تیرہ دلی و تاریک درونی کے نہایت ناگوار خاطر ہوا اور حالت غیظ و غضب و طیش میں ہاتھوں کی تھکریاں ہونے لگیں۔ بڑیاں زور کے توڑ دالیں اور سمت سلطان صاحبقران حملہ درجہ حرکت آگئی شرارت کی دیکھ کر شاہزادہ رستم صولت بدیع الزمان والا مرتبت نے اپنے ونگل پر سے اٹھکے برابر سے اٹھو پڑا اور اسی چوڑی و خرویش میں ڈال کر کمر بند میں ہاتھ غراک بن عریدہ جو کو ایک ہی زور میں زمین سے اٹھا لیا اور سر پہچوچ دے کر زمین پر مارا اور حسب کو کے اٹھکی چھاتی پر جا بیٹھا اور پھر بسولت فرمایا کہ اس غراک بہتر تیرے حق میں نہیں ہو کہ تو کفر و کافری کو بھوٹے مسلمان ہو جا اور لعنت کر اس خاک پیکر خرس بادیا ضلالت لقاے مشرک خدا زمر و شاہ مردود آ کہ باختری کے نام پر گروہ جو کہتے ہیں شہر آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد + گھیر بخت کے ملاکہ بافتند سیاہ + اس علیہ اللعن والعذاب غراک سیاہ دل نے + فقر پر شاہزادہ با توفیق کی سیکے ازراہ شہیخت بیساختہ حیرہ اقدس پر شاہزادہ عالم کے لعاب اپنے منہ کا ڈال دیا تب اس آسمان مرتبت شاہزادہ بدیع الزمان والا شان نے برہم ہو کر ایک ہاتھ اپنا غراک کے سر پر اور دوسرا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھ کے ذرا جوڑوڑا تو جسطرح سے قھاب کا ڈکا سر دھڑپ سے جدا کر دیا اور اٹھ کر سے شاہزادہ عالم نے غراک جنہی کا سر دھڑپ سے کھینچ کر علیحدہ پھینک دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسکی لاش بجا کر لشکر کے کنارے ڈال دیا وچنانچہ حسب احکم شاہزادہ والا شان امیر حمزہ صاحبقران نے اپنے فرزند جگر پیو ند شاہزادہ عالی شان بدیع الزمان گرد لشکر شکن کی بہت سی تعریف شجاعت اور شہمتی کی فرمائے تیار کی جشن شاہزادہ اور محل شہر وادہ کی فرمائی شاہزادہ بارہ سو طاقتے ارباب نشاط کے آکے حاضر ہوئے قھاب طبلوں پر بڑھنے لگی آواز چو شاہوش نو شاوش کی بلند ہوئی لہر سارنگی کا بائین کی گنگ آسمان کو جانے لگی قانون میں رباب بنگ سرچنگ و ف دازہ سر و دستا رچلترنگ الگو جائی سرنڈل جھا بھ کینڈی راگ وغیرہ اور باجے بھنگے سا قیاق ہر طلعت ماہ صورت جام و صراحی زمر وین ہاتھوں میں لیے دورہ جام شراب یا قوت رنگ کا بندھا ہوا تھا ارباب محفل میں دھوم تھی اشعار گلشن میں قدم رکھتی جو صبا گل بزم آرائی کرتے ہیں چپ خاک تو سے منہ میں بلبل یثیون کا ہنگام نہیں + مہن بندہ پیر معان ساتی کچھ جلسے تکلف تجھے نہیں + لاورد ہی گری صاف نہیں سے ظلو ہی میں گر جام نہیں + مخفیان شوخ و طعنا زامد لولیان سرا پا کر سٹہ ونا ز حالت رزم میں بلے کوئی نہیں کوستے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حصول بددینی پشت پابہ تعلقات دنیوی مار کے واسطے از واد عمر و جاہ شہنشاہ عرفی بارگاہ کے ہاتھ دے کے بسوسے آسمان بلند کیے ہیں زکوئے رنگے عشاق پر شور انگیز تھے اور چپکیان بجانا رنڈیو بکا یہ ثابت ہوا تھا کہ طائران کلفت کو آئینوں سے دلہنے اڑنے دیتی ہیں حصار محفل مانند عاشقان بیدل اور مشتاقان لہل کے دست بیدل غلغلہ بردار تھے یہاں ابھی لولیان شوخ و شنگ شہر آشوب عریدہ جو غیر میں موبصدا غراز و لہل لہل تھے میں مشغول تعین کہ شاہزادہ بدیع الزمان عالی جاہ نے بحضور سلطان والا شان دست ادب باندھ کر عرض کی کہ ہر چند ترک ادب ہو مگر مجبور ہوں کہ ملکہ غنیہ اخافون کو نہایت استہا ہوا اور مجھے نہایت درجہ مجبور اور عاجز ہے کہی ہیں کہ تم میری طرف سے عرض کرو کہ حضور میں قدم سمیخت لزوم سے شہر سخاں کو بھی منور فرمائیں ملکہ غنیہ خاتون نے اس خوشی میں بڑی دھوم دھام سے تیار کی شہر سخاں کی کہ کے ہزار دن طاقتے ارباب نشاط کے طلب شہ کے ہیں اور ہمہ تن چشم براہ انتظار بیٹھی ہیں سلطان والا شان امیر کشور گیر جانشان حمزہ صاحبقران سے پیاس خاطر اپنے فرزند جگر پیو ند شاہزادہ بدیع الزمان کے مع شہنشاہ سعد بن قہا و اور تمام شاہ و شہر بار زادوں

اور سرداران لشکر اسلام کے اسی وقت سوار ہو کر سمت شہر سنجان روانہ ہوئے بعد طومر اصل و قطع منازل جبکہ داخل
شہر سنجان ہوئے تو دیکھا شہر بہت آباد تھا اور نہایت پُر نفعا بستی لانا تھا خلق انہو در انہوہ سکن شہر گروہ گروہ جو چڑ
کا بازار چاندنی جوک اردو بازار جوہری بازار کشیشہ سی بازار مچھلی بازار صرافہ بازار سب کھلا ہوا و کانوینر تمام نقش و نگار
صفت پردے تمامی زریفت کے بندھے ہوئے سامان زریفتی و زریعی کھینچے ہوئے و کاندار مرفہ احوال و کانین اللال کوہک
و ہرن میں گورنوسیت کی ملک رہی ہوا طرف جنبی چھتین اور چھتے پر آئے کمرے نظر آتے ہیں انہو ہزاروں بھائی و نقل
ہر و چوڑھاری ڈوم کلا نوٹ تو بال کھٹک کشمیری بچے زنانے ہمیشہ چنے والیان ساز گلیان کچا و جین ٹیلے مردانگ
جو زبان کرتال کی لیے مبارکباد گارہے تھاب طبلوں پر پڑ رہی تھی ہمچیم کی آواز بلند گانے بجانے کی و عوم سر بازار
لکھو کھاتا شاہیوں کا ہجوم ہوا و چنے دخت ہن سب تاش اوسے مستہ ہوئے تھے گیند لگتے ہیں بھولے ہندو
برج بارہ دربان قلمے آتشازی کے جوار سمت گرے ہوئے سرد جہا خان کا سامان ایک جانب ہو سر راہ کھواب زر زلفیت
مشجر آساری اطلس وغیرہ کافر شہر ہونا نام شہر میں آئینہ بندی پر جو وقت سوار سی سلطان ظفر احتشام مہر علی قیام
آگے بڑھتی ہو تو لکھو کھاتا غیر محتاجین مساکین ٹکر گرسے در یوزہ گر شدہ اکثر غریب فرس لوٹتے جاتے ہیں جو کہ مکان کی
چھتین بے پردہ ہن انہو ہزاروں بڑی بوڑھیاں کہ سفید سفید بال انکے چاندی کے سے پتر چمکتے ہوئے سفید سفید پائیاں
پہنے اور سفید سفید چادر ہن سر و پیر کورسے کورسے جوارے چوکانی تھے آگے رکھے بی رہی ہن شطرنجیون جائز نیون کے
پردے کر لیے ہیں اور جو کہ پردے کورسے کورسے چنے و خام ہن انہن پردے سقرانی اور ٹپائی کھاروے کے اور
چھتین گنگا جمنی بڑی ہن ہزار ہا نازنیان مدھبیں اور صرٹکین بھیجی جھا مک رہی ہن آنکھیں بطور رگستان
نظر آتی ہن جعفر سے کہ سوار سی سلطان والا شان امیر حمزہ صاحب قرآن کی جانی ہوا طرف سے گھاسے تقری
اور طلالی لوک تھار کیے پھینکتے ہن لکھو کھاتا آدمی کر و رہا خلق کا مجمع کثیر اور انہو غیر جو غرض سلطان باکر مہر غضا
شہر سنجان کی دیکھتے ہوئے داخل دیوان عام ہوئے اور شہنشاہ والا جاہ لینی پناہ خواہین سجدہ گاہ ظلی الشہر سلیمان پر
گردون مسیروہر شہ اورنگ جہان بانی مالک مہر پر سلطانی شہر بارہ عالی نزا و سعد بن قبا و نے سر سلطنت پر احلاس فرمایا
اور تمام سردار دست چپی اور دست واسی اپنے اپنے ذمگلوں پر ٹنگن ہوئے امیر با تو قیر سلطان الا شان حمزہ صاحب قرآن
خواجہ حمزہ بن امتیہ شہری کو ہمراہ لے کے ملکہ غنی خاتون کے محل میں تشریف لگے اور ملکہ غنی خاتون نے بڑے
احرار و احترامت سلطان عالی مقام کو بارہ درسی میں لپکا کے صدر جاہ و شمت پر بٹھلایا جو کہ ملکہ غنی خاتون نے مارا
زبان شہزادہ برلیع الزمان کی اور اکثر و قانع معتبرے حال عمر و کی طامی کا شہا ہو تو اولان اول ایک صندوق جو اہر
جینی ہا کا عمر و کی تواضع کیا عمر و نے اس صندوق کے جہازت کو کہ کسی سلطنتوں کا خراج تھا دیکھ کر سلطان الا شان
عالی منزلت سے کہا کہ اس حمزہ مین نے اس اتنے سن میں کوئی بی بی بادشاہزادی اور امیر وزیر زادی ثانی ملکہ غنی خاتون
کی عالی ہمت اور سعی اور کرم اور سیرت اور گنج بخش اور فیاض حاتم دل نہیں دیکھی جو حمزہ ہوقت کی بات میری گوش دل
سن رکھا کہ واسے سوا و ہندوستان کندھور بن سعدان تمام عمر ملکہ غنی خاتون کی جوتیان اٹھا لگا اور تلوے
لکھو نہیں لکھے رہیگا انصہ بعد عمر و سے ساز کر لینے کے ملکہ غنی خاتون نے خالیس ہزار کشیان جواہرات کی اور بیس ہزار
کشتیان خلعتاے زر و وزی اور پوشاک شامانہ کی اور دس ہزار گھوڑے بھیجی تازی ترکی عربی وغیرہ خطہ
گلگون خدا ہمارے قاریزین و بجام مرصع کا اور دو ہزار مادہ شتر موی لہذا وی سرخ موچل زرنگار مرصع کا ریشہ
پہ اور رنگ گنگا جمنی گردن و کھنڈی غنایں مرصع پائون مین اور دو ہزار غلام خوشنود و جوان ترکی جمنی و جمنی وغیرہ نذر

اور بیشک سلطان والا شان امیر حمزہ صاحب قرآن کے کیے بعد ازاں دو ہزار طائفے میل تینوں ڈومنیوں کا دست
توال بھون سرورہ نیون مطرب بھون نقار بھون اور چھوڑ بھون وغیرہ کے اور سولہ سو ستہ سو اپنی خواہوں گاؤں کو
طلب کر کے اٹایا کیا اور حسب حکم ملک غنی خاتون کے تعاد بپڑھی طبون پر زونٹا سارنگی کا کھنی بائین کی گنگ آسان
پر جا لنگی قانون رہا بیچنگ جوتنگ اشار سرورہ و دارہ بھانچہ سرتی سرمنڈل الگو جا جلتنگ وغیرہ باجے بھنگے کاٹین
ہر وہاں در سوانگ بھر بھر کھنڈ گرنے پائونین باڑے ہنگامہ پر دار جشن نشاط اور مصل ایساٹ ہوئیں حضار محفل جو حیرت
سکتے کی صورت اسوقت کا سامان دیکھ کر دھورے در سے تصور میں اس صحبت عشرت زاد و طرب تیز کے کبھی تو آنکھیں بند
کر لیتے تھے اور کبھی اسی عین غفلت میں چونک چوٹک پڑتے تھے تو چاروں طرف دیکھتے تھے اشعار ہر ہار کی خوشبو
میں آگئی پلٹ۔ کہ صاف چاند سے کھنڈون کے کھل پڑے کھنڈ گھٹ۔ ہوا داغ میں باد ہمارے کے بھری بنا کہ
گھنڈ بیان عربی جابین جسطح سرپٹ۔ صبا کے جھونک سے کچھ ڈالیاں جو لہرائیں پ تو خوب بھولوئی جھپٹیاں
وہاں چلین سٹ سٹ پیکھایک ایسا ہی عالم ہوا کہ قتل گئی پ اکھاڑے پر یون کے آکر اڑ پڑے جھٹ پٹ پ چمن میں
ایسی کچھ اک چاندنی سی مرانی پ کہ ویسی تارون بھری رات بھی نہ لے کر وٹ پ فر سے میں آکے جو اٹان باغ جھٹے تھے پ
صراحی سے عشرت چڑھا گئے غٹ غٹ پ نصیب سوتے ہوئے جھٹے تھے وہ چونک اٹھے نہ لئی کھد میں
ہراک عاشقون کی نیند اُٹھ پ نظر پڑا وہاں بلور کا احاطہ ایک پ مکان سب ہن مرصع عجیب اک جھٹ پستون
ہیرے کے ہرمت مشک بیز شیم ڈالو کھی ڈول کے دیکھے چھپر کھٹ اور سرکھٹ پ ہزاروں رنگ کے فوارے گونہ
افشان تھے پ ہراک جا پری موشون کے غٹ کے غٹ پ پھنٹون میں موتیوں کی جھالرن تاجی کے فرکشل پ
سب ایک ڈال زمرہ کے وان کو اڑون کے پٹ پ کسی بارہ الماس کے کھنگے کھٹے۔ جڑی ہوئی کہیں یا قوت
شیر کی چو کھٹ پ لگے ہوئے گرتھواغ اکثر جا پ تھلی جھٹ سے اک لور کی تھی پھیلا وٹ پ کہیں تو شیشون کے فانوس
کی چمن بندی پ اور اٹکے پیچ وہ پھٹا پٹا خون کا جھٹ پٹ پ کہیں شنائی کی آواز اور کہیں کامودو کہیں ہزاری
اور بھیر وین کہیں تھانٹ پ کہیں بھاس کہیں پوری کہیں گوری پ کہیں ترانہ کہیں و مطرب اور کہیں تروٹ پ کہیں
ملار کہیں دس بالکوس کہیں پ کہیں بھاگ کہیں کا ٹھرا کہیں تھاکھٹ پ بے ہوئے کہیں مادھاجی اور کندھیا ہی پ
پتھر اور سے ہوئے سر پہ رکھے مور کھٹ پ وہی غنی کچھ گلی اندر وہی تھا بند لہن + سہانی دھن ہی ملی کی اور وہی پٹ
نہ گوالیوں کی رہس ٹھیک ٹھاک سب بائین پ وہی وہ نند جھودا کی کشن سے کھٹ پٹ نہ نہاتے دھوئے وہی اور وہی
کرم کی جھانوں + وہ گول اودہ متھرا گرہ جھانٹ پ وہی کھلاڑین آپس میں گوبیوں کا دہان + کہ گھنڈایک کاسے
بھاگے ایک چھین جھپٹ پ کہیں جو دیکھا تو تھا مار ڈال کا ظلم پ وہی کنار وہی کریاں وہی کھٹ کھٹ + انارسی وہی
بوستان وہ کاشی جی + وہ مار ڈالون کے ہر طرف کو غٹ کے غٹ + وہ آدمی رات کے سڑاگے دس گانے میں + ہزاری
سنا ترو متوالہ کے کیوانوٹ پ کہیں تھا بھرتی کا سانگ اور کہیں نقال + کہیں تھے باغی باڑگر کہیں ستے نٹ پ
رگا وٹین کہیں کرتی تھیں پیٹھی ڈومنیان پ کہیں طوائفون کے طائفون کے تھے جھکھٹ پ کہیں سدھنالی ہونی
کھانوں کی طراری پ کہیں وہ لاکھون محل دالیوں کی گراہٹ + نظر پڑین کہیں جالاکین شوخ پردہ نشین پ اوچٹ
بوڑھیاں کسن گر بھی پا کھٹ + وہ چھپر جھاڑ ہم طرح کی گراگرم + کہ جٹی شوخیوں سے دلو ہو سرور نہٹ پ کبھی جو
انگلیوں کی فندق آگئی دیکھے تو + ہمار ہر ہونی کی طرح جاسے سمٹ + سادین ٹھوکر دن سے سڑمین ایران کی پ
دوانا زبہ دوروم و شام ڈالین اٹ + ہزار دن کوس دندروہن کھسک جاسے پ کبھی جھٹکے وہ پٹان کی

میں آہٹ ہی تو تین تین میں جوائیں مشہور کہ ایکسراج ہٹ اور بال ہٹ کی تریاہٹ : قصہ مختصر طول تلخہ وین ملکہ غنچہ
 خاتون اُس روز بڑی دھوم دھام سے دعوت اور ہمانڈاری میں سلطان ظفر احتشام امیر عالمی مقام کی ہمہ تن مصروف
 رہی اور ایسی تیاری اور فرمانبرداری کی کہ سلطان باکرم اور عمر و اور تمام سرداران بارگاہ نشین نے اسی صحبت و دعوت
 کسی کے یہاں نہیں دیکھی تھی آخر کار سلطان صاحبقران ناراض رہے بھی بہت سے غنچہ مخالف اور وفات جو کہ لائق پشیمان
 کے تھے ملکہ غنچہ خاتون کو محنت فرماتے اور روز بروز ہم ملکہ غنچہ خاتون سے رخصت ہو کے مجلس سے برآمد ہوئے بعد
 تشریف لیجانے امیر باوقیر کے ملکہ غنچہ خاتون نے کسی ہزار علت ناخوہ اور تحفہ گھوڑے با ساز و براق مکمل بزرگ
 بجا اور تمام بارگاہ نشینوں اور سرداران لشکر اسلام کیواسطے نواب ناظران اور خواجہ سراؤں کے ہاتھ بھیجے اور حسب لایا
 اور حسب الاسترخاء صاحبقران دوران سبھون نے شادان و خندان ہو کر سلیکے اور ہر ایک تعریف اور تحفہ
 و ریاضی اور عالی ہستی اور حیرتیں ملکہ غنچہ خاتون کی آپس میں کرتے تھے غرض کہ سلطان والا شان مع شاہ عیاران عیار
 داخل بارگاہ سلیمانی ہو کر مصروف حین عیش و طرب ہوئے روز دوم شاہزادہ بیلیع الزمان نے عرض کی کہ یا سلطان
 صاحبقران ایک روز قدم رنجہ فرما کے سیر اور گلشت چار باغ ملک حرمان و یوگیش کی بھی کیجیے سلطان
 والا شان امیر حمزہ صاحبقران حسب استہ عادہ راجا اپنے فرزند دیندار بارہ جان تخت جگر شاہزادہ بیلیع الزمان
 مہر کے مع اپنے تمام سرداران بارگاہ نشین شاہزادہ عالم کو ہمراہ لیکے سواری ہوئے اور عرصہ راہ کو طوطوں کے جگہ دروازہ باغ کے
 قریب پہنچے اشعار و فتنہ وہ ساتھ سے چار باغ آیا نظر دیکھ نصف شادابی میں جسکے ہو مری مر زبان : نغمہ شمس
 دکھائے لگا پاسے خیال : بسکہ اسکی چار دیواری غنی صاف آئینہ سان : پیشہ دیوار پر اسکے وہ سینہ دو بکا : چار سحر
 سے جسکی ہر خط لکھ خان : ہر دیکھے بہگمان تھا صاف چشم حور کا : قدرت حق کا نمایان تھا ہر اک جانب سماں : صورت
 تھوڑے سبکو نکلی سی لگ گئی : فرط حیرت نے بھلا دی دے فکر و جہان : جون قدم آگے رکھا جا کر بے گلشت باغ :
 صنعتیں دیکھیں : اُس گہمیں قدرت کی صمان : یہ کھڑائی بھرتی ہو باد بہاری ہر قدم : نگہت گل نے ہر اک جانب
 میں کھولے حطردان : و جد کی حالت میں صف باندھے کھڑے ہیں مجھ سے : ہر طرف کیلے شکل خلہ : ہر شان جان
 دار بستون سے عیان ہو چرخ اختر کی ہار : تاک کے خوشے : ہو عقد ثریا کا گمان : ہر طرف سرسبزی نے کی ہو ہر طرف
 سرکشی : ہر زمین فیروزہ گون اور لا جوردی آسمان : سجدہ خالق میں ہو ہر شاخ نخل میوہ دار : ہر حدت کے
 ہر اک غنچہ کھولے ہو زبان : ہر عشرت میں ہو سنبل کھلے بالون پڑی : کہنی ہو تعریف سوسن باغ کی با صد زبان :
 آبشار دن سے نکل میں چمناسے سلسیل : حوض آب ایسے کہ جیر حوض کوثر کا گمان : ہو تماشا گاہ بے روح الامین ہر کج
 باغ : جو سن گل سے نہر میں ہو رشک گلزار چمنان : نغمہ بیابان گلشن میں ہم مرغولہ سنج دیتے ہیں گلابک عشرت
 طمان خوش بیان : چہرے کوئے میں گل پر چند لیسیان میں : زمزمہ بردار کو کو سرو پہ میں قمریان میں : قصہ زن کبک میں
 غمشا کے سائے سے : کرتے پھرتے ہیں تیروان چمن : گلکھیلیان : ہو گلکھاسی : آب حیات میں لہر ساز کا : سخن آؤدی
 سے بانی بھر رہے ہیں باغبان : چار طرف گڑھل اور منھدی کی ٹیان گڑی ہوئی ہیں مد و شون پر ہلچہ کاری کی ہوئی
 ہر اریل سنی ہوئی اور سر و غمشا مانند عروس و داماد ہر مقام پر ستادہ میں زکس کو انتظار مقدم شریف سلطان
 صاحبقران : ہر ہر سنبل سبکے بال کھولے زمین باغ پر سجرات شکر کر رہی ہو سوسن ہزار زبان حمد و ثنائیں مشغول
 ہزار اکھلا ہوا غنچہ شبنم بھول تھمے مار رہے ہیں شہر ہار دیکھی ہو کم امیری چشم زکس نے : صبا یہ کہتی ہو کھا کر شکوے
 کی سو گند : غرض کہ وہ جو کہانی دے بیان کہتیں کہ باغ بوستان لائق دوستان گھاسے بو قلموں میرہ گو تا گون

عجب طرح کا مکان چار باغ نظر آتا ہے بارہ دریاں صحیحان جنگے برج برآمد سے تمام پر تکلف سے جوئے چار طرف ہنگامہ
شادی اور شرمہار کبادی بلند ہو سوچے کہ بدیع الزمان کی شادی دختر گنجاب یعنی ملک گوہر ملک سے ہوتی
ہو اور نور الدہر اس سے پیدا ہوتا ہو اور گوہر ملک یعنی ملک غنی خاتون کی شادی لندھور بن سعدان سے
ہوگی اور لندھوہا واس سے پیدا ہوگا اور مہتر قران کی شادی دختر ارشاد لقب زن یعنی ملک قتاتہ سے ہوتی
اور حانسون اس سے پیدا ہوگا اور بعض داستان گو بیان کرتے ہیں کہ دختر گروہر سے حانسون پیدا ہوتا ہے الفصہ طول
و بیچے تا چند تین شبانہ روز سلطان باکرم نے سیر چار باغ ملک حرمان دیوکوش کی کر کے خیر وفاداران مقبل و نادا
سے فرمایا کہ تم بیان رہا وہ شہر عجم نہایت دین اور مبارک ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ مع اپنے تمام سرداروں کے وہاں جا کے
شاہزادہ بدیع الزمان کی شادی کا جلسہ کروں اتنا فرما کے بھر طائبیل عادیان پور شدادیان کپتان کرب بن کوہ
کرب آفتاب ہفت گروہ عرب عمر و معدیکرب یعنی بیوان عادی کی طرف منی طلب ہو کے ارشاد کیا تم ہمارے پیش خیمہ مبارک
سیلہمانی سمت ملک عجم لے کر روانہ ہو حسب حکم عظام سلطان عالمیقام کے بیوان عادی میں خیر اور بارگاہ سلیمانی
شتر دن پر چھکڑوں پر مار کر واکے طرف ملک عجم کے روانہ ہوا روز دوم صبح کو سلطان والا شان حمزہ صاحبقران
مع سپاہ لشکر اسلام اور تمام شاہ و شہزادہ عالی مقام کے سوار ہوئے اور بعد طومر اصل در قطع منازل قریب ملک عجم
پہونچے یہ خیر سلطان امیر عالی مقام کی تشریف آوری کیلئے گنجاب نہایت پریشان اور ششدر رہا قہرمان عجمی نے
کہا کہ باغیخیر صل میرے نزدیک تو اب ہی مصلح خوب ہو کہ حمزہ کے پاس بیخوف و خطر چلے مسلمان ہو جائے اور
بظاہر وہ لفظ اُس کے طریق کے جیسے وہ کہے کہتے ہیں طوطے کی طرح بڑھ کے بعد از ان ہزیم دعوت حمزہ کو مع سرداران
اپنی بارگاہ میں لایے اور کھانے میں بیہوشی ملا کے کھانے اور حالت بیہوشی میں سبکو پڑے جا بیے یہیں قید کیے
چاہے سلاطین اور سلسلہ کے حضور خداوند اقدس پہلے بختیارک بول اٹھا کہ واہ واہ قہرمان عجمی کیا رائے سلیم تیری
ہو ملک اسی تدبیر سے جبر اور کوئی تدبیر ان خدا پرستوں کے شرعاً میں ہونے اور نجات دہنکی نہیں ہے الفصہ گنجاب
طیہ العین و اذہاب اور قہرمان عجمی اور خواجہ گزالدین ملک بختیارک شوم کا فریدین وغیرہ کفار پیش خود
و مشورہ اور صلاح کر کے ازراہ مذوری اور نگاری اپنی بارگاہ سے فاسطہ اقبال کرنے کے بیرون شہر پہنچے اور کشتی
کمانین گلون میں اور تلوار بن دانتون میں و باد با کے سمون نے ہاتھ لینے اپنے رومال سے ہاتھ کے اور کھوڑوں پر سے
اترا تڑکے پیادہ پا چلے جب قریب لشکر فیروزی اثر کے پہونچے اس وقت حیاران لشکر اسلام نے یہ حال جس کے بارگاہ
سیلہمانی میں بحضور سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران بیان کیا کہ گنجاب مع قہرمان عجمی وغیرہ اس وقت
تمام سرداروں کے باہر ہیت دست بستہ قریب عقبہ فلک نکریم ملک منیم کے آہونچا ہو میرا تو فیروزی نے پاہر
نسا تو یہ فرمایا کہ گنجاب بہت جلیل المرتبہ بادشاہ دیشان جو سواسے کفر اور کافر کے اور کسی بات کا رتجہ اور
موتہ میں فرق نہیں ہو میں لازم ہو کہ جتنے سردار بارگاہ نشین ہیں سب چلے گنجاب کا استقبال کیونکہ یہ تعظیم
و توفیر بیان لائیں حسب احکام عظام امیر عالی مقام خسرو ملا و ہندوستان گرشاسب و وہاں جانشین مسند حمزہ
صاحبقران لندھور بن سعدان اور مالک اثر و صاحب نیزہ دوسرے اور بہرام گرد بن خاقان
چین اور فرامرزا و مغربی اور جمہور جہانسون طروس بہادر شہنشاہ شہزاد و غیرہ شہزادان ہستی اور
سبی استقبال کے واسطے آئے اور باعزاز و نکریم تمام گنجاب کو دروازہ بارگاہ سلیمانی تک لائے سلطان والا شان
عالی مرتبت امیر حمزہ صاحبقران آپ بنفس نفیس دروازہ بارگاہ ملک گنجاب کے لینے کو تشریف لے گئے اور اپنے

دست مبارک سے ہاتھ گنجا ب کا اور قہ مان عجیبی کا کھولا اور ترکش گھون میں سے اور تلوار و انتون سے دونوں کے
 چاکوں کے اندرون بارگاہ اچھ کے بار بخت شہنشاہ لشکر اسلام کے اور بخت بچھ کے گنجا ب کو پھر بھلا یا گنجا ب سے اور
 قہرمان عجیبی نے بہت ساعذر اور انکسار کیے کہا کہ یا حمزہ صاحب قہرمان واقعی تو صاحب قہرمان زمان جرم بخش
 خد زنیوش جواب ہم دونوں امیدوار ہیں کہ چکو وہ کھدا رشا کیجے جسکو بڑھ کے ہم ملت بیضا دین اسلام قبول کریں
 سلطان والا قدر عالی مرتبت نے گفتگو اور تقریر گنجا ب علیہ السلام العذاب اور قہرمان عجیبی بڑی دیر کی جو سنی تو نہایت
 خوش ہو کر کلمہ شہادت ارشاد کیا وہ دونوں بہ مکاری اور کذب یعنی قہرمان عجیبی اور گنجا ب کلمہ پڑھ کے بظاہر مسلمان
 ہو گئے عمر و نے ہاتھ چٹم دیا و سلطان صاحب قہرمان سے کہا کہ یا حمزہ مجھے ان دونوں کے ایمان لانے اور مسلمان ہونے
 کا یقین نہیں ہوا اور فکر گذرنا ہو کیسے کہ شعر آب زرم و کوثر سفید نتوان کروا گیم بخت کسے لاکہ ہاتھ سیاہ + امیر باوقیر
 نے فرمایا کہ او عمر و کوئی اپنی جست مسلمان ہوتا ہو تو ہمیشہ اسکو یونہی کہہ کر تا ہو عمر و نے پھر کہا کہ حمزہ مجھے کسی سے تعرض
 اور عداوت نہیں فقط بھال اسکے کہ گنجا ب اور قہرمان عجیبی کے بشرے پر نور اسلام نہیں ہو میں کتابوں آگے مجھے
 اختیار ہو چکے ہیں کیا دخل ہو صاحب قہرمان دوران نے کہا کہ سبحان اللہ تو ایسا ہی صاحب کشف ہو کہ ہر ایک بشر پہچان
 لیتا جو غرض یہ گفتگو علی کہ شام کو جب دربار پر خاست ہوا تو گنجا ب اور قہرمان عجیبی بھی رخصت ہو کر اپنی بارگاہ میں
 گئے اور مشہور بختیارک تمام رات ہی فکر و تدبیر میں رہے کہ کسی صورت سے سلطان صاحب قہرمان اور عمر و کوثر ک
 فاسق سے کہ فرج اسلام کو نہایت دین اور آپ پھر بدستور حبیل اور حکمرانی کریں شعر صبح و بیکارین سراسر انقلاب و
 گشت روشن از فروغ آفتاب + شہنشاہ لشکر اسلام نے سر پر سلطنت پر اجلاس فرمایا اور سلطان عالی مقام اپنے دگل
 نا و عنبر پر اور سب شاہ و شہر یار باد ب بھر کر کہ دست چپی دست چپ اور دست راست اپنے اپنے دنگھوں
 پر بارگاہ سلیمانی میں بیٹھ گئے کہ اس عرصہ میں گنجا ب اور قہرمان عجیبی بھی دربار میں آئے اور حضرت کو بھر کر کہ
 اپنے اپنے دنگھوں پر بیٹھے ہمدوم بھر کے گنجا ب بکمال ادب دست بستہ آنکھوں میں آنسو بھر کے بھجا ب سلطان
 یا تو قیر عرض کرنے لگا کہ یا حمزہ صاحب قہرمان میں نے سنا ہے کہ طریق اسلام میں اجابت و محبت از جملہ واجبات
 اور ثواب دلوازی مومن طواف بیت اللہ سے سوا ہوتا چھوٹا میں امید و اہون کہ از را عطیات خاقانی اور مراحم خسروانی
 اگر اس خاکسار ذرہ ہمقدار کو حقیقت خاکسار کے اوج افلاک پہ پہونچا یا ہو اعلیٰ دائرہ اسلام میں لائے ہیں تو ایک نور
 بجائے خوان نعمت گزین بنان جوین قاعد فرنگے میوے کلبہ احزان میں ہر قرب و محبت تشریف پہنچے اور چہ کچھ کہان
 تک موجود ہوا اسکو نوش فرمائیے شعر چائے اوج سعادت بام ما افتد + اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد + سلطان والا شان
 امیر حمزہ صاحب قہرمان نے فرمایا کہ او گنجا ب چارے طریق میں واقعی دعوت کار و کوثر بہت ممنوع ہو اگر مقتدر
 دعوت کوئی کا فر ہے اسکے استدعا کرے تو اسکے یہاں بھی ہم جا میں اور دعوت کھائیں انکار نہ کریں کھاتے تو کلمہ
 طیبہ اپنی زبان پر جاری کیا اور شرف دین اسلام مجھے تو متوجہ ہمارے بھائی ہو چکے ہیں دعوت میں کیا عذر دینی
 رہا ہم اللہ اسی جلو ہم چلنے کو مستعد ہیں گنجا ب نے از را مکر و زور کمال بشاشت و سرور و عجب طرح کی لسانی اور
 جرب زبانی سے کہا کہ نوبہ طلوع اور خوشا افتخار میرا کیسے روز و نیم صبح کے وقت سلطان والا قدر عالی منزلت نے
 بارگاہ سلیمانی اور تمام اثاثہ صاحب قہرمانی اور حفاظت اور خدمت عذرات عالیہ اہل تین خاندان محل کی شاہ سلیمان
 فارسی کے توفیق کے کہ حضرت علی اللہ شہنشاہ لشکر اسلام اور شاہ حیاتان حیات عمر و بن اُمیت ستردار
 اور سردار و ن کے سوار ہونے کے حکم میں تشریف لے گئے اور وہاں ایک بیغ میں قہرمان عجیبی نے پہلے سے دعوت

کی تیاری کر رکھی تھی فروکش ہوئے تو دیکھا کہ فی الحقیقت بلخ بہت دلچسپ اور پُر نشاط تھا اور تیاری بہت شاندار اور محفل
خسروانہ کی بہت دھوم دھام سے کیے بارہ دریاں اور کوسے بنگے جو جو کہ اُس بلخ میں ہیں بہت پُر تکلف تھے ہوئے فرشتے
پاکیزہ گسترہ جو شیشہ آلات وغیرہ کثرت فرنیہ قرینہ سے لگا ہو حضرت ظل شدہ سر پر جہان بانی پروردگار میرزا توفیر دنگل پر اور باقی دست
راستی دست چپی سب سردار ایک ایک دنگل پر جہان تہاں بیٹھے طائفے ارباب نشاط کے حاضر ہوئے ناچنے گانے بجانے کے ہمیں
شام کو ہو گیا شہر ہوا نیم آسمان سنگ سرخ + شفق سے ہوا شام کا رنگ سرخ + آفتاب چھپا اور چاند نکلا قہرمان عجمی
نے حکم روشنی کا دیا ہزاروں جھاڑ اور سرد چراغان اور مرد گویان اور کنول فالو سین چاروں طرف روشن ہو گئیں اشعار
ہوئی گانے قانون کی اک دھوم دھام تماشائیوں کا ہوا زرد دھام تھے اہل رقص و طرب آکے جمع ہو گئے کرنے پر دے
پاؤں سے طبع ساقیان ماہ طلعت جام و مراحمی کیف آئے دورہ شراب کا چاروں طرف شروع ہو گیا قہرمان عجمی اور
گنجاب کا روضہ مت بین دعوت کے آپ دامن گردانے مستغرق اور کثرت : طلوع و شمس سے سر سے پاؤں تک
غرق عرق نہ تر ہو رہے تھے اور ہر جہد صاحبقران نے ممانعت کی اور فرمایا کہ تم دونوں صاحب ہمارے پاس آئے
بیٹھو ناچ دیکھو تمہارے نوکر جا کر تو حاضر ہیں مگر اُن دونوں نے عذر دیا نکسار کر کے قبول نہ کیا تین شامہ روز اس تکلف
سے دعوت کی کہ صاحبقران نہایت خوش ہوئے اور عمر و کے دل میں جو شکوکات تھے وہ سب نکل گئے عمر و کو
بھی یقین تھی ہو گیا کہ گنجاب اور قہرمان عجمی کفر اور کافری ترک کر کے بصدق دل مسلمان ہو گئے ہیں قصہ
مختصر روز چارم اب جو ستر کہ قسم ماکولات اور مشروبات سے شراب یا پان و کباب شیرینی وغیرہ تھی اُس سب میں
بیہوشی ملا کے محفل میں لائے اور جیسے ایک نان و کباب یا دو پیائے شراب کے پیے اور کھائے بیاضہ سب کو چھینکین
آئین اور جاتے تھے کہ گہرا گہرا اکٹھیں تڑاق بڑاق چاروں شانے جہت سب زمین پر گرے اور بیہوش ہو گئے گنجاب
اور قہرمان عجمی دونوں علیہ اللعین واللعاب نے اپنے ملازموں سے کہا کہ چھٹ پٹ ان سبکی مشکین ہاندھ کر
آہنگروں کو طلب کرو چاروں طرف سے کفار نے مجبوتی اور سرعت میرزا توفیر اور عمر و کو مع سب سرداروں کے اُسی
حالت بیہوشی میں باندھ کر وہیں بٹھا دیا اور جتنے کھار تھے انہیں کچھ ملازمین قہرمان عجمی کے تھے اور کچھ بطور
ہیکاریوں کے شہر سے پکڑ لائے تھے اُنہیں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں پیریاں کھے میں طوق بغل میں خار دار
لٹوکروں میں سیٹھے ڈلوادیے گنجاب نے پھر حکم دیا کباب ان سب کو ہوشیار کر دو چنانچہ بموجب حکم گنجاب کے نوکروں
نے فیتلہ رنج بیہوشی سنگھ کے سب کو ہوشیار کر دیا میرزا توفیر اور شہنشاہ لشکر اسلام اور عمر و اور تمام سرداروں نے جو اکٹھیں کھولیں
تو دیکھا کہ گنجاب تو سانسے سخت پر اور قہرمان عجمی اپنے دنگل پر بیٹھا جو تہ سب قید شدہ میں مبتلا فرش پر بیٹھے ہیں ایک
مہر تہ عمر و نے سلطان صاحبقران کی طرف دیکھ کر کہا کہ کیوں حمزہ تو نے گنجاب کی مومنیت اور رہنداری کو دیکھا
اور میری نفسانیت اور حق و باطل عرض کر نیکاتھے یقین آگیا ابھی نہیں امیر حمزہ صاحبقران تو ابھی کچھ عمر و کو
جواب نہیں دینے پائے تھے کہ ناگاہ گنجاب نے جانب سلطان والا جناب کر کے بولا کہ کیوں امیر حمزہ صاحبقران
تو نے دیکھا کہ یہ تجھ پر خداوند لقا کیونکر نازل ہوا مگر خیر ابھی تک کچھ نہیں گیا اب بھی تو ناویدہ خلد آسمانی کی عبادت
باتھدا اٹھا کے خداوند لقا کو کہ ہیچہ ہزار ملک باختر کا مالک ہو سجدہ کر میرزا توفیر نے یہ کلام زبان نا پاک سے اُس
شریر تیرہ انجام کی شک لقا پر اور اُس کے پرستاروں پر لعنت کی اور گنجاب سے بہت سے کلمے سجت اور درشت کیے
فرمایا کہ اے ملعون میں زیادہ گوہ نہ کھا سجدہ اُسی خالق اکبر خدائے عزوجل طالع جزو کل کو واجب ہو کہ مجھے ایک کلمہ کہ
طبقہ خاک علم کو آپ پر طہ کر گیا اور آسمان کو باین بلندی بیستون عناب ککشان و فہ ہستائے سقاہ و مرتین فرمایا اشعار

شہر لاشبہ و شریکبہ	الہ الصمد جسدہ وحده	سمیع و بصیر و علیم و خبیر	محیط علی کل شئی قدیر
کریم و وحید و غفور و رحیم	حمید و مجید و عزیز و حکیم	طرازندہ نقش چشم و دہن	حلی بند ترکیب بے پیر
صفا بخش افلاک و شمس و قمر	ضیا بخش نور جبین و سحر	خداوند علام و کائنات عیب	مہر از نقص و مہر ز عیب

اور لقا ایک گیسو و خوک پیکر جس باد یہ ضلالت ہوا اس کو بہ اگوہیت و وحدانیت قرار دینا سخت بجاالت اور صین کفر ہی گنجائش جو یہ کلام مہیر با تو قیر کا تھا تو خصل مثلہ خوالہ بچرک اٹھا اور بنایت و رسم و رسم ہو کر اور مثل مردم تہیدہ پیچ و تاب کھاکر ہولاکہ بان حمزہ کو مع سحر و اور تمام سرداروں کے بیرون شہر بچلا اور وہاں اس کے لشکر کے سامنے سبکو سولیوں پر چڑھا دو پیکر گنجائش مع قہرمان عجمی اور خواجہ گراز الدین ملک بختیارک شوم کا فریدین مع چند اپنے احباب در سردار و کئے بیرون شہر عجم کی طرف کئی لاکھ کفار تیرہ روز گار و پیادہ سوار ملازم و کھوار گنجاب اور قہرمان عجمی نابکار کے سلطان والا شان مہیر حمزہ عالمیقام کو مع بادشاہ اسلام اور خواجہ عیاران عیار عمر و بن امیہ نامدار اور تمام سرداروں اور شاہ اور شہر بار زاد و کھوہی صورت سے مطلق اور مسلسل راہوں پر بھلا کے گرد و پیش تلواریں کھینچے نیز سے اٹھائے بڑی ہوشیاری اور خبر داری سے لیکے اور ایک میدان وسیع دیکھ کر سولیان گز فائین گنجاب نے جلادوں کو اشارہ کیا کہ ان سب مسلمان کو دار پر کھینچو اور اب توقف نہ کر حسب حکم گنجاب علیہ اللعن و الخذاب کے جلاد سب کو راہوں پر سے اٹار کے سولیوں کے نیچے لینگے اور آواز بلند کیا کہ خلق خداوند لقا کی اور ملک و حکم قہرمان عجمی و گنجاب کا ہم لوگ قدیم الایام سے پیشہ جلادی کا کہتے ہیں اور حاکم کے حکم سے اپنے جو رو بچوں کے پالنے اور اپنے اس دوزخ پیٹ کے بھرنے کے لیے جو کوئی اسیر بچہ قضا اور گرفتار دامن اجل ہماری زیر تیغ آ بیٹھا مجرم اسی جرم ہماری نظروں میں سب یکساں ہیں بخوف و خطر اسکو قتل کرتے ہیں استغفار ظاروں کو حصہ داندے بھنسا یا دام میں با حق اگر سمجھے تو ہو شکوہ عبت صبا دکا + جسکی آہو بھی قضا ہر طرح مارا گیا + حکم حاکم سے بھرا سین جرم کیا جلاد کا + اسوسا نو قید پو اور اسو منظور بان بارگاہ خداوندی نادیدہ خدا کے پرستار جو تمھارا جی چاہے کھالوی و جسکو چاہو دکھو جو تمھیں حاجت بول و بزد کی جو اس فایغ ہو جو کہنا ہو کھلو سولو بعد دم بھوکے یہ دنیا کی قضا اور دھندھی ہوا اور پھنڈھا پانی چرتھیں دیکھنا نصیب ہوگا تم سب سولیوں پر چڑھ کے ہلاک اور پیوند خاک ہو جاؤ گے بعد دو چار ہر کے شہر سر سابل کی طرف جائینگے نیز وہاں پر چڑھے خاک و خون میں غم سبھوں کے لاشے بان ہونے پڑے + یہ پکار کر جلاد تو منتظر تیسرے حکم کے سولیوں کے نیچے جا بجا خاموش کھڑے تھے اور سلطان صاحبقران اور بادشاہ لشکر اسلام اور سب سرداروں کو عین کئی ہو گیا تھا کہ آج کسی صورت گنجاب کے ہاتھ سے مفر نہیں اور جانبر نہیں ہوتے اور عمر و کا حال یہ تھا کہ کہیں تو آنکھیں بند کر کے کہتا تھا کہ تو ہم میں کیسا خواب پریشان دیکھتا ہوں اور کہیں جو آنکھ کھلو لکر جلاد کو با شمشیر و بان سر پہ کھڑا دیکھتا تو اپنے جی میں کہتا تھا کہ بلکہ اللہ تو صادق الودھ و صادق الاقرار ہو اسنے میرا نام تو امر کیا یعنی نہ مروں پھر شخص نصیب خستہ عذاب میرے سر پہ کون کھڑا ہو کھائے آ یا کیا اجرا ہو اور بھلا نکھیں اپنی بند کر کے محو جرت سکے کی صورت رہا تا قضا ناگاہ پیغیر وحشت اثر لشکر اسلام میں ہو یعنی اور تمام افسران لشکر اور دیوان نامورا و رکھو کھاپا سے اور سوار اور تین لاکھ جو راسی ہزار عیاران خنجر گزار اپنے اپنے آلات حرب ضربے لے کر آ یا نامرگ و ہمتا سے قضا چار طرف سے دوڑ پڑے جسوقت کہ تھوڑے فاصلے پر پہنچے تو اسطرف کفار بھیجا بگا سے کہ خبردار موفج اسلام آگے قدم نہ بڑھانا اور اچھا تم ہمارا کسانا ناؤ آؤ مگر جب تک ہم تک پہنچو گے تب تک ہم حمزہ کا اور تمھارے بادشاہ اور تمام سرداروں کا سولیوں پر چڑھانے کے کام نام کر دینگے یہ گفتو اعد سے دین کی شکے جسے بہادر اور مومنین تھے جسکا سب عاجز و مجبور بجان خستہ ڈال

رنجور بھیاں اسی مال اندیشی کے کہ فی الواقع جب تک ہم جو بچپن ہو بچپن یہ کہ سلطان عالمقدار میر محمد عالمگیر شاہ
 حیدران عیاں شہزادہ بن اُمیہ تاجدار اور سب سرداروں کو سولیوں پر چڑھا دینے اور کٹے دشمنوں کو ہاک کر ڈالینے کے محض
 ہمدست و ہمارے کف افسوس تھے اور شدت غم و غصہ سے اپنے ہوش و دانوں سے چاہتے اور پوٹیاں بدن کی
 کاٹتے تھے اور سامنے خادمان محل اور خاتین محترمہ ساتھ ہوش رہا اور واقع حیرت زائے باسرعربان اور موسے
 پریشان سرزمان اور سینہ کو بان شیون و تھین کمان مالہ و فریاد بھلاک سان چار طرف بھپاڑین کھانی پھرتی تھیں تمام
 محل میں کرام پڑا تھا خیمے سے باہر سراجوں کے نکلی پڑتی تھیں اور دکان میدان میں باب وہ وقت ہو کہ فیصلہ حکم بھی گنجاب
 کا جلادوں کو پہنچ چکا ہو اور جلاد ہر ایک شاہزادے اور سردار کو نیچے ایک ایک دھڑکے کھڑکے چلتے ہیں کہ اوپر
 سولیوں کے چڑھائیں مگر وہ جو سنا ہو وہاں جا کر اس کے ساتھ ساتھ ان کے نہیں کہے + مال نہ بیکار کے جو دو جنگ
 میری ہوئے + اور فارسی میں وہ شعر مشہور ہو شعر اگر تیغ عالم بھید ز جاسے + ہر دم کے تا خواہ خولے + ناگاہ ہر ایک
 کی نگاہ جو سلسلے جا پڑی تو دیکھا کہ شہزادان دشت طرح اور رنگ ہر گروے برخاست ہو تیار رنگ + یعنی گروست
 تیرہ تیرہ و غیرہ سرگرد آسمان رسیدہ و پسے گردن زمین دوزیمہ سلطان و پچان چون زلف سرور سان ہونے والا
 گرد کو گروے مارا ہوا کو دامن گردن گاہہ ہوا تو ایک نقابدار سرخ پوش کمال جو سن و خرد سن مع لشکر بیکران اور فوج
 سرخ پوشان سامنے سے نمودار ہوا اور غلطہ اللہ اکبر جگر سے کھینچ کر فوج گنجاب اور سوار و سپاہ گان ملا زمان
 قہرمان عجمی پر مثل شیر زبان و بیل دمان آ پڑا اور آمادہ کفار کشی ہوا ایک طرف تو نعرہ نقابدار کے جتنے کفار
 ہاکار اور جلاد ہر ایک سولیوں کے گرد و پیش سرداروں کے کھڑے تھے اُن کے ہاتھوں میں بیم جان سے رختے
 پڑے تلواریں نیزے گر گر پڑے اور جی طرف اُنکا منہ پڑا بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک طرف امیر حمزہ
 صاحبقران عالی مقام اور شہنشاہ محمد بن قبا و حیران لشکر اسلام اور سب سرداران ذوی الاحترام تھے
 جو نقابدار سرخ پوش کو اپنی ہوا خواہی میں فوج کفار پر گومتے اور لڑتے دیکھا تو ہر ایک نے حمیت اور غیرت سے
 اپنی اپنی قید کو مثل تار و کبوت کے توڑ ڈالا اور وہی سولہاں پیر و کبوت کے مستعد بھاگ ہوئے الا عمر و سبب
 ضعیف اور نا طاقتی کے اپنی بیڑیاں ہتھکڑیاں نہ توڑ سکا تھا تو وہیں بیٹھے بیٹھے شور و غل کر کے کہتا تھا کہ حمزہ یہ کیا تم
 کہ کوئی میری خبر نہیں لینا مجھے کوئی کافر کے ایذا پہنچا گیا اور یہ مال مفت یعنی لکھو کھا روئے کی ہتھکڑیاں بیڑیاں ہاتھ
 وغیرہ میرے ہاتھ سے جاتے رہیں گے سلطان صاحبقران نے داد و ہمداد عمر و کی جو سنی تو بھستی تمام پلٹ کر قید
 عمر و کی توڑ دی اور پھر اُسی شکل سے آمادہ کفار کشی ہوئے اسوقت آمد نقابدار سرخ پوش کی دیکھ کے اور نعرہ
 اللہ اکبر صاحبقران دوران کاٹنے وہ جو لکھو کھا دلیر لشکر اسلام لہو در و آلام ہمدست و ہاکھڑے تھے وہ
 سبے سب لینا رکھ کے بر سر فوج قہرمان عجمی چلے تھے کہ گنجاب نے جو پنج شیرازی نقابدار سرخ پوش کی اور اپنی اپنی
 قید توڑ کر معرکہ آملے میدان جنگ ہونا ہر ایک سردار کا دیکھا تاب لٹنے اور بھڑکنے کی نہ لاسکا لا علاج ہو کر
 بھاگ کھا ہوا اور شکست کھانے مع بختیارک اور ہر مزنا جدار اور فرامرز تابکار وغیرہ مع اپنے تمام
 سرداروں کے سمت سبائل لغاسے مشرک خلیفے پاس جاتا ہوا اسکو تو جانے دیے جب تک حال نقابدار سرخ پوش
 کہتے تھے کہ نقابدار سرخ پوش فوج کفار پر تلواریں مارتا لاش بھلا سن گرا تا قریب امیر والا تو قریب امیر حمزہ صاحبقران
 کشور گیر کے ہو چکے اپنے مرکب پرے کو ڈرا اور بیاہ پا دست بستہ ہو کر امیر سے عرض کرنے لگا کہ حضور اس کھوڑے
 پر سوار ہوں ابھی سلطان صاحبقران کچھ کہنے نہیں پائے تھے کہ ناگاہ ہند نقاب کا اس سرخ پوش کے چہرے

سے ملک پڑا اور سلطان والا شان کی نگاہ جو امیر جا پڑی تو بڑی ناکہ یہ تھا بار والا تبار شاہزادہ خاوردیہاہ ملک قاسم
 محل خفتان خوزیر خاوردی جو امیر باوقیف نے روڑ کر قاسم کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیکر کہہ دیا کہ قاسم
 تو مرد مردانہ اور شیر فرزانه جو تمام سرداروں کو معلوم ہوا کہ ملک قاسم نقابدار سرخ پوش ہوا یا تھا خصوصاً مالک
 اثر و رنجہ دیکھا تو فرط شادی سے مثل گل پرین میں بھولانہ سنا تھا اور گاتا تھا کہ امیر شاہزادہ خاوردیہاہ ہم سب کی جان بخشی
 تو نے کی اور ہم سب تیرے آزاد کیے ہیں اب صاحبقران دوران شاد رہے فتح کے ہوا کے بارگاہ سلیمانی میں دن و نین فرما
 ہوئے حضرت ظل شد سعد بن قباد بادشاہ لشکر اسلام نے سر پرست پر حواس فرمایا امیر باوقیف دیکھو نا دیکھو چلو فرما
 ہوئے اور ثقی سب سردار شاہ و شہر را جب دراست باقاعدہ مقررہ اپنے اپنے محل پر بیٹھے شاہ عیاران غیاہ عمر و بن اُمیہ نایدار
 کسی ہر ہر برابر پخت کے بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ قاسم نے عمر و سے جبکہ کہہ دیا کہ وہاں جان شاید بھی وہ وقت
 نہیں آیا کہ سلطان صاحبقران حصار کا حق دلوادین عمر و نے آپس سے جواب دیا کہ قاسم میں یہ بات مخبرہ ہے ہرگز نہیں
 کہہ سکتا مجھے مخدور کہاتے ہیں صاحبقران دوران نے سب سرداروں کی جانب مخاطب ہوا کہ فرمایا کہ سب جو میں
 چالیس دن تک اپنے فرزند جگر پوختہ دل راحت رنج دوران شاہزادہ برقع الزمان گر و لشکر شکن کو تخت
 سلیمانی پر بٹھلا کے بادشاہ کرتا ہوں اور جتنے شاہ و شہر پر زاد سے سرداران دست راستی دوست چھی ہیں انکو لازم
 ہو کہ وہ سب اسکی خدمت میں حاضر ہوں اور میلارادہ یہ ہو کہ اس دشمن سے جو یہ شادی اور جلسہ عروسی و دامادی کا
 اپنے فرزند کی کروں کہ کسی نے شاہان دیرینہ میں سے زائد پیشین میں کہیں ایسی شادی اپنے فرزند کی نہ کی ہو یہ فرما کے عمر و کی
 جانب مخاطب ہوا کہ فرمایا کہ خواجه سلامت تم تیار رہو شاہزادہ اور محل خردا کی کرو اور ہتمام و انتظام میں مستعد و آمادہ رہو
 اور جو کچھ کہ سامان چاہیے وہ سب مہیا کر لو یہ حکام اور احکام امیر باوقیف کے شاہزادہ خاوردیہاہ ملک قاسم اپنے جی
 میں نہایت رغبت اور کوشش سے بھر پور ہوئے کہ اپنے ہمراہ کے سرداروں سے یہ کہے کہ تم ہمیں شریک محل رہو میں نہایت
 شکار سوار ہو کر جاتا ہوں بعد چالیس روز کے آؤنگا غرض یہ کہ ملک قاسم امیر باوقیف سے چشم پوشی کر کے چاہا
 شکار گاہ سوار ہوا

اب دو کلمہ داستان گنجاب بن گنجور بن ملک حرمان دیو کش سے گزارش کیے جاتے ہیں
 کہ جب وقت گنجاب در بند طاؤس یہ کہ وہ مشہور پیر خاں کن سے ہو جو کہ ہمیشہ فیض رسان میں بہو چکا اور گنجاب
 کے نہایت کھلے آئینی خبر یا قوت شاہ جیوئل قدرت آقا نے سنی کہ گوہر ملک انکے ساتھ نامزد اور منسوب ہو چکی
 تھی یا قوت شاہ نے نہایت حیران و شہر ہو کے متر گرد و مرد کو بلایا اور اس سے کہنے کہ تو ذرا جا کے ہمیشہ
 فیض رسان میں ملکہ گوہر ملک کی خبر تو لائیں نے سنا کہ گنجاب بہیمبر مرسل خداوند کا وہاں آیا ہے
 حسب حکم یا قوت شاہ کے متر گرد و مرد وہاں گیا اور جو سرگزشت گنجاب کی تھی وہ وہاں خوب تحقیق
 کر کے یا قوت شاہ کے پاس آ کے بیان کی یا قوت شاہ نے اسوقت حکم دیا کہ وہاں ہمارے یہاں سے بہت
 سے سردار بہیمبر مرسل کے استقبال کے واسطے جائیں اور بڑے اعزاز و تکریم سے اسکو آئیں چنانچہ ہزار ہوں
 و ملازمین یا قوت شاہ کے ہمیشہ فیض رسان تک واسطے استقبال کے گئے اور بڑی عزت اور توقیر سے
 گنجاب کو لا کے شہر ساہل میں داخل کیا اور ایک باغ میں اتر دیا اور دوم یا قوت شاہ نے مع اپنے
 سب سرداروں اور مقربین اور معاصین کے اس باغ میں جا کے گنجاب سے ملاقات کی اور بعد مزاج پر ہی
 احوال پوچھا کہ کیا سانچہ ٹکڑ در پیش ہوا اور کیونکر اس حال سے تم یہاں تک آئے ہو گنجاب نے سارا حال از ابتدا

۱۲۱ انتہا شاہزادہ پیرایع الزمان کے آنے اور معرکہ جنگ و جدال از روز شیخون تا حال در بعد کے شکست فاش کیا گیا
 اپنے فرار ہونے اور ملک بچھ میں آئے کے بیاری سلطان صاحبقران وغیرہ کو قید کر لینے کا اور سولیوں کے لئے کھڑے
 کرنے کا اور شاہزادہ خاور سپاہ کا تقابلاً سرخ پوش بن کے آنے اور جنگ کرنے اور پھر ب قیدیوں کا لہجہ اپنی قید توڑ
 توڑ کر سولیوں سے لڑا کر شکست دینے کا اور جو کچھ ساخدا اور حادثہ راہ کا گذر مقام من و من سب یا قوت شاہ کے سامنے
 بیان کیا یا قوت شاہ کے نہایت مناسف ہوا اور گنجاب کی بہت سی دلجوئی اور تقویت کر کے صبح کو گنجاب کو مع
 ہر مرز بن نوشیروان اور فرامرز بن نوشیروان اور ملک بختیارک شوم کا فرید بن اپنے ہزارہ لے قیلو لہن بر لیا
 کے جس وقت کہ قدم کا دریا قوت شاہ نے قدم رکھا تو ایک آواز وادان سے آئی کہ اسی ہندہ قدرت میں جو تقدیر کردہ یا قوت شاہ
 نے کہا کہ یا خداوند جبریل قدرت یہ حاضر ہو یا قوت شاہ کے لطف کھنے کے ساتھ ایک آواز مقدمہ بار کے جھنسنے کی اندر سے
 آئی اور پھر آواز آئی کہ اسی یا قوت شاہ میں نے تجھے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے خوف خطر عرض کر کہ میں نے کیا تقدیر
 کی یا قوت شاہ نے کہا کہ یا خداوند تو نے مجھ تقدیر کی ہو کہ حمزہ صاحبقران دریا سے رخا رہے عبور کر کے مع تمام اپنی
 فوج و سپاہ کے سنجان میں پہنچا اور اسکے سینے پیرایع الزمان نے گنجاب تیرے پیغمبر مرسل سے انواع
 انواع طرح کی عداوتیں کیں اور مقابلہ کر کے بعد کتنی لڑائیوں کے ہزار ہا بڑے بڑے جلیل القدر تیرے بندو کو قتل
 کر کے گنجاب کو شکست دی اور گنجاب عاجز و ناچار ہو کر تباہ اور ہربا و واپا کرنا بھال کر تیرے ظل عاطفت میں آیا
 لٹانے پہ حال کے نہایت درجہ اور ہرجم ہو کر کہا اچھا اسکو میرے سامنے لاؤ جس وقت کہ حسب الطلب گنجاب رو بہ رولقا
 کے گیا تو لٹانے گنجاب پر بہت ساعتاب اور عتاب کر کے کہا کہ اس بندہ مضروب کو لیا کے دوزخ باویہ میں ڈال دو وہ جو
 بدشتگان عذاب و بان حاضر تھے وہ سب دوڑ کر گنجاب کو لے گئے اور کشتان کشتان دوزخ کی طرف لے چلے یا قوت شاہ
 نے پوچھا کہ یا خداوند کیا جرم گنجاب کا ثابت ہوا کہ اس بچا سے خانان برباد و شکست دل خستہ جان ضعیف اور ناتوان کو
 مالکان عذاب تمت دوزخ لے جاتے ہیں گنجاب نے اپنے حق المقدور لڑنے مرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں
 کی مگر تیری مشیت سے مجبور و ناچار ہو کر شکست فاش کھا گیا اور حسب حال و اسباب گھرا ہوا ملک کچھ اسکے قبضہ اختیار میں
 رہا تب تباہ ویرا ہوا کو فراری ہوا حمزہ نے جہیز اسے پیام دیا اور کیا کیا اغوا کیا اور کہا کہ تولقا کی پرستش مجبور کر مسلمان
 ہو جاؤ میں کل پاختر کی سلطنت تجھے دوں مگر گنجاب نے تیری بندگی اور پرستش نہ مجبوری سوا کا کیا خوب صلہ ہو
 طاہر مضروب اور مقہور بارگاہ خداوندی ہو کر اب دوزخ باویہ میں ڈالا جاتا ہے ہر مرز تا حیدر اور فرامرز تا بکار و دوزخ
 پیٹے نوشیروان ملک العامل سری کے بھی جو حاضر تھے انھوں نے بھی تائید کام یا قوت شاہ کی کر کے مقدمہ سے
 گنجاب بہت سا کچھ لٹا لٹا کر کہا کہ فی الواقع یا خداوند تیرے پیغمبر مرسل کا کچھ تصور نہیں محض بقصور و وجہ اہم
 جو بارے یا قوت شاہ کے سامنے ہوئے اور اس کے سے اور ہر مرز بن نوشیروان و فرامرز بن نوشیروان
 کی گواہی سے گنجاب کی بھری کا حال کے لٹانے کہا کہ میں نے گنجاب کا قصوصات کیا اسے دوزخ میں نہ لیا
 یہ ہمارا بندہ خاص الخاص وہاں ہو یہ بھی ہمارے پاس حاضر رہے اسی لٹا ہی کہ رہا تھا کہ ناگاہ بختیارک نے حمزہ
 برا کر کھڑا تھا بیاختہ واد فریاد کرنا شروع کی لٹانے یہ شور و غل کے بختیارک کو جو دیکھا کہ ایک شیطان مشرب بولم
 کو تہ گردن تنگ بشتان لہر لہی سی آنکھیں زرد و زرد و حر مزدگی کی نشانیاں منہ پر پیدا اور ہو رہا ہیں پوچھا کہ یہ کون ہے
 یا قوت شاہ نے عرض کیا کہ وزیر اعظم ہیں بادشاہ کا ہو کہ جسکی بارگاہ میں خجہ سو حکیم خجہ سو حکیم بارہ سو تاجدار کسی نشین تھا
 سو ہویار سلطنت جو میں سو پہلوان پانچ تخت سوا کہ ایک کو در سوار کا حکم فرما دے فرما دے فرما دے فرما دے فرما دے فرما دے

ساسانیان بادشاہ اقلیم ایران و توران نوشیروان بن قباد بن کیکاووس بن منوچہر بن فریدون بن جمشید جم
 سواج پر اس حال تباہ سے بعد فریاد و آہ بیان کرا کر اسی لقاے پوچھا کہ سپہر کسی نے اٹھ کر کیا ہو جو ہر جہت پر ادب و
 کرتا ہو بختیار رک بول اٹھا کہ یہ وہی شخص ہو جو خداوند کی وارثی اپنا پیشاب چھڑک چھڑک کر دے لیکن اسی لقاے کہا
 میں یہ تو نے کیا کہا وہ کون کسکا ذکر ہو بختیار رک نے پھر کہا کہ وہی دزد ہار یک گردن ساریان اودہ عیار حمزہ کا لقا
 کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ میں نے ہی تو اُسے پیدا کیا ہو میں اُسے خوب جانتا ہوں بختیار رک بکا کہ خداوند نے جو کچھ کہا اسی
 سبب سے وہ ڈار بھی خداوند کی پیشاب کو کے مونڈ لیکن واہ واہ خداوند خوب اُسے دہرا رکھا و لقاے پوچھو کہ پھر
 بختیار رک کی جو کمر رس کر رہی تو بھجھلا کے کہنے لگا کہ معلوم ہوا تو شیطان مجسم ہو میں نے تجھے کارخانے آفرینش کے
 میں سبکو بخوبی انتظام دیا تھا فقط ایک شیطان نہ تھا سواج سے میں نے تجھے شیطان بنا یا اور خداوند نادر آسمانی کا جو
 جو شیطان ہو اُسکے گلے میں طوق لعنت پڑا ہو سو میں بھی تیرے گلے میں ایک طوق لعنتی کا ڈال دیتا ہوں بعد
 اسکے جانب یا قوت شاد نہی طب ہو کے حکم دیا کہ اسی قوت شاہ ایک طوق طلائی چالیں میں کا بنو اسکے اسکے گلے
 میں ڈلو اوسے بختیار رک نے یہ جو سنا تو نہایت بیقرار ہو کر رونے لگا اور ہلے ولے کر کے بولا کہ یا خداوند میں تو اتنے
 بوجہ سے مر جاؤں گا کتنی صورت سے جیتا نہ چھوٹا سوائے اسکے وہ دزد ہار یک گردن جو تیری ریش نفس پر شاکر گیا اور
 یہ طبع فعل و با قوت مونڈ لیکن اُسکو تو نے اس قدر طامع اور جریں پیدا کیا ہو کہ ایک کوڑی اگر کہیں پڑی دیکھے تو اٹھا
 لے اپنی زنجیل میں رکھ لے قطعہ اُردیت کہ زہرازدہ میں مار ہزدہ خال از رخ زنگی پشش مار ہزدہ پاپوش
 برد از پے یک دو ہزدہ فعل از قدم شتر ہو از ہزدہ وہ چالیں میں طلا سے احمد کا طوق اگر میرے گلے میں
 سن پائیگا تو اُس وقت وہ مثل یک اجل جہان ہو گا اسکے مجھے زندہ نہ چھوڑے گا بخوف و خطر محکوم صورت پریش
 ذبح کر کے انا ریحائیگا غم من جب بختیار رک نے بہت سی واویلا کی تب لقاے جا میں کا طوق طلائی بنو اسکے
 بختیار رک کی گردن میں ڈھا دیا بعد اسکے دوسرے دن ہر مرزا حیدر اور فرامرز نابکار دونوں بیٹے نوشیروان
 کے جو سامنے لقاے آئے تو بھال اپنی سلطنت کی برادری اور تاج و تخت کے چھوٹ جانے اور انواع انواع مصائب
 اور تباہی کے کچھ کھرا اور معلوم تھے لقاے اُن دونوں کا پریشان حال دیکھ کر کہا کہ اسی ہر مرزین نے تقدیر کی کہ حمزہ
 کو مع تمام اسکے سرکاروں اور فوج و سپاہ کے غارت کر دوں گا اندر اپنی قدرت خداوندی سے بھرے کچھ بادشاہ سرزمین
 ایران اور توران کا کہ کب صاحب تاج و تہیم فرما زولے فوج و اقلیم کر ونگا لیکن تم مجھے سجدہ کر کے خداوند اپنا جاناؤ
 پرستش کرو ہر مرزا حیدر اور فرامرز نابکار اور بختیار رک نے لا علاج ہو کر لقا کو سجدہ کیا تب لقاے گنجاب
 کی طرف خطاب کیا کہ اسی گنجاب تو میرا پرستور سابق پیغمبر مرسل ہو تو خاطر جمع رکھ کہ سیطرح سے کھرا نہیں پھر میں تیرا
 وہی رہنبر کروں گا میں نے تو القاسم خون آشام کو ایسا سٹے روانہ کیا کہ سنبھال لشکر حمزہ کرے کھرا نہیں
 معلوم کہ اُسے کیا ہو گیا بختیار رک نے کہا کہ یا خداوند مجھ تیری خداوندی ہو کہ تجھے اپنی تقدیر کا آپ کچھ حال نہیں
 معلوم ہوتا پکھا و اہیات اور مخرقات تیری خدائی ہو لقا نے نہایت درہم برہم ہو کر کہا کہ اسی مردگ بد ذات یہ تو کسی
 گستاخانہ اور بیباکار گفتگو کرتا ہو بختیار رک نے کہا شیطان کی گفتگو ہی ہوتی ہو جو القاسم خون آشام
 کا حال پوچھتا ہو مجھے سن کہ القاسم اول مرتبہ جو گیا تھا تو بلیع الزمان پسر حمزہ سے جنگ و جدال
 میں بلیع الزمان کو اُسے زخمی کیا دوسری مرتبہ میدان رزم میں القاسم بلیع الزمان کی ضرب
 تیغ سے زخم کھا کھا کے جانب سرزمین مسافرہ آباد و اسٹے اپنے زخم اچھا کرنے کے ٹھکلیاں بنا اور صحت پانے کے ختمین

خداوند کی حاضر ہوگا لہاے کما اے شیطان درگاہ اگر حمزہ ہوت میرے سامنے آتا تو کیا جانوں میں کیا بلا اُسکے سر پر پارل
 کرنا گراپ مجھے اپنی خدائی کی قسم کہ قیلولوں سے نیچے اتر کے مع تمام اپنے لشکر کے جہان وہ عرب ہوگا وہاں جا کے اُس سرزمین
 کو ایک نگاہ قریب سے نیست اور نابود کرونگا اور حمزہ کا مع تمام مسلمانوں اور اُسکے ساتھ کے سرداروں کے کام تمام کرونگا
 بختیارک نے کہا کہ با خدا و خدا اس قدر تکلیف اور تصدیق وہ کیجئے کبھی نہیں دینگا کہ تو آپ جائے حمزہ خود مع اپنے بیٹے
 پوتوں اور تمام شاہ و شہر بندہ اودوں کے حضور پہنچاؤں تیرا ماسخی آتا جو اے خداوند میں کبھی آئیں سر مظلوم اور
 جبرم نہ نہیں کیا چندے اور جبر کر دیکھ مجھے اپنے کہ حمزہ آتا جو یہ نہیں آتا لہاے جس وقت کہ زبان بختیارک کے یہ حال
 سلطان با اقبال کا شہر سبائل کی طرف آنے کا سنا اسی وقت دیر حرج کو اپنے طلب کر کے حکم دیا کہ پیغمبران مرسل
 اور تمام مرسل پہلوان قدرت اور ستوان بارگاہ اور سب شاہان و بیجاہ و خانہ و امان اور مردان کل باختر کو نامے
 اور پوچھنے لکھنے طلب کرو اور ہر ایک بھی اور وکیل اور توسل جو جو جہان جان جس جس ملک کے یہاں قیلولوں پر لقا
 کے پاس حاضر رہتے تھے اُن سے بھی اشارہ کیا کہ تم بھی سب جا کے اپنے اپنے مالکوں سے اطلاع کرو کہ وہ زیر قیلولوں خداوندی
 جھٹ پٹ آئے حاضر ہوں پھر بعد دم بھر کے گناہ بادشاہان ہفت در بند کو نسل اکوان شاہ اور کیوان شاہ
 جالندھری اور گر شاہ سپ شاہ بادشاہ در بند گر شاہ سپیدہ اور عنقا شاہ در بند قران کوہ انور و شبت
 ہیکل بادشاہ در بند مسکیمہ اور بیو مان در بندی بادشاہ در بند آہمن کوہ اور ملک زردمان حاکم زردمان
 و پیر خاراکن حاکم دیند خاراگین کو جو حاصل مل طاووسہ جو غرض ان سب کو بھی بتا کیدا کیدا نامے بدین مضمون
 لکھو کہ اگر حمزہ اور فوج اسلام اس طرف آنے کا ارادہ کرے خبردار خبردار بڑی ہوشیاری سے اپنے در بند و کھو خوب
 مستحکم کر رکھنا اور کسی صورت سے حمزہ کو ادھر آنے نہ دینا آگے جیسا میری مشیت میں ہوگا تم سب کو معلوم ہو جائیگا
 غرض اُس منشی نے حسب احکم لقا کے نامے لکھ لکھ اطراف و بلاد میں روانہ کیے اور ایچی اور وکیل در تورچی بھی ہر ایک
 ملک کے اپنے اپنے مالکوں کے پاس خبر کرنے کو لقا سے نصحت ہو کر روانہ ہوئے۔

اب ششم داستان عشرت بیان لشکر فیر دزی اثر فوج دریا موج سلطان والا شان اسیر
 صاحبقران و شادی بدیع الزمان سے گذارش کیا جاتا ہے

کہ جو وقت آجیر جم قدر دارا نشان سلطان صاحبقران نے شاہزادہ بدیع الزمان کو بادشاہ کیا اور نور حد لقا
 و موامات و شہامت صاحب غم مبارک شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم محل خفقان خوزریخا درسی رنجیدہ خاطر اور
 نہایت شکستہ دل ہو کر بھیلہ سیر و فکا ر بارگاہ سلیمانی سے نکل گیا تھا اور بیان بارگاہ گردون آستہاہ سلیمانی میں
 حسب الاحکام عظام سلطان عالی مقام کے جا لیس دن کے جشن نشاط اور محفل جناس کی تیاری ہو رہی تھی تمام
 ملک بے غم و غم شادی کی اور غلو مبارکبادی کا بلند ہر کوچہ و بازار میں دھول و شمع بج رہے ہیں جہاں طرف
 جاننی چوگ آورد و بلند اسلو بازار و شہریری بازار جو ہری بازار و صرافے بازار سے کی دکانوں میں رنگا میری جو رہی جو بہت
 پردے ہر ایک دکان میں بہت پر شکلف لگے ہوئے فرش بالیزہ بچے ہیں دکاندار پوشاکین نفیس پہنے لڑکوں بالوں کو اپنے
 تاشا دکھلانے کو لاکے بیٹھے ہیں تبتے درخت میں مباحش بادے تمامی مشہر اسادری طلسم سے منڈھے ہوئے
 قمقمے تہنیوں میں لگے ہیں کوسوں تک کھا ٹھرنیدی بانسو کی جو سرور چرخان کی تیاری بہت معقول ہزاروں مزدور
 بیلدار تہوار نے نشیب و فراز کو چھوڑ کر کے راستے پاک و صاف کر رکھے ہیں ہزار ہا سے آباہی پر چھکے ہوئے ہزار ہا بختیار
 نقرائی اور طوائی اور دستیان مستعلی اور شامی لیے ہوئے منتظر شام کے ہیں فرسکون ملک فلو پرچ بارہ دریاں جھولے

بند و سہ چرخیان آتش بازی کی گڑھی ہوئیں ہزاروں ہاتھی ارنے میں ڈھلے ہرین کا دوس ہر ہڈی بول پھیل چرخیان متنا
 جا ہی جو میان انار وغیرہ آتش بازی کچھ تو ٹوٹ کر دن میں جہان تہاں رکھی جو کچھ جا ہی گڑھی جو آتش بازی جہان تہاں ان
 گردنے سرگرم کارہن ہر ایک رسالے میں ہر ایک پٹن میں طائفون کا ہجوم بھانڈ بھگتے نقالوں وغیرہ اپنے گھنٹے
 والوں کی دھولم دھام ہر ایک پہ سالار سالار وغیرہ افسروں کے شیخے ڈیرے مجھو بے جو بے گنڈے شنگے مار کیوں کے
 دروازے پر دستخوی کج رہی جو چار طرف نقار خانے بہت پر تکلف بنے ہوئے انپر ٹکڑوں کی لگتی ہی ہوتا شایون کا ارجام
 مجمع خاص و عام نظر آتا ہر بارگاہ سلیمانی میں سریر سلطنت پر شاہزادہ والا قدر عالی منزلت فرزند جگر پوزخت دل اہل
 شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان اجلاس فرمائے ہوئے سلطان جم قدر شاہان شان و گل ناما و عین پر جلوہ فرما شاہ عیاران عیار
 عمر و بن امتیہ امار کمال بشارت باتین کر رہے ہیں باپ چھڑا رہا سوچیں شہزادہ دے اور سرداران دست راسی اور
 دست چپی اپنے دنگوں کر سیون پر شادمان بیٹھے اور چھپے کر کے قہقہے مارتے تھے کئی ہزار طائفے پنجزاری و زہفت ہزاری
 اور بارہ ہزاری ارباب نشاط کے اور ہزاروں دیہات کے دھوم دھامی جوڑے اور پیشوا زین زرق و برق کی پہنے حاضر تھے
 سارے سردار سارنگی کچھا و جی جلیے مال کی جوڑی دے کوئی سارنگی مارا ہر کوئی طبلوں کچھا و جون مروگون ڈھولکوں
 کے تھپے کھینچتا تھا بے دے دیکر انکی صداؤں کی آس لے رہا ہوا اکثر طنز و ساروں کی سندیوں کو کھینچ کھینچ کر دھم دھم
 لکھا دے تاروں کا اُتار چڑھاؤ دیکھ رہے ہیں کوئی قانون میں رہا بچنگ مرچنگ کو ٹھہر کر انکے سروں کو دیکھ بھال رہا ہوا
 کشیان شراب تاب کی رکھی ہوئی ہیں انہیں گلابیان شراب عقیق احمر خون کبوتر کے رنگ کی بھری ہوئی مقیش اور تابی
 کی ٹوپیاں گلابیوں پر چڑھی ہوئی ہیں عجب ایک تکلف سے چنی ہوئیں توڑے پوسن کشیوں پر پڑے ہوئے ہزار اچکیریں
 بھولوں کی ڈالیاں میوؤں کی حطردان باذان جلیکریں جو گھڑے قریب قریب سے رکھے ہوئے بارگاہ میں کئی ہزار چارہ پیشوا
 کے امامس تراش ہزاروں کنڈل مروگیاں قانون میں انہیں خمعیں مومی اور کافوری چڑھی ہوئیں آئینے صلی قد آدم
 صابیان چار طرف لے ہوئے انجام کار چار طرف اہتمام میں سرگرم کار تھے ساقیان ماہ طعت ہر صورت جام و صراحی کیف
 صف بصف کچھ بیٹھے ہیں کچھ کھڑے ہیں ناگاہ نگاہ سلطان صاحبقران روشن جاہ کی قاسم کے دگل کی طرف جو جا رہی
 تو دیکھا کہ دگل خالی پڑا ہوا شاہزادہ خاور سیاہ نہیں ہوا میرا تو قیر نے پوچھا کہ قاسم کہاں ہے سرداران دست چپی ہوا
 شاہزادہ قاسم نے عرض کی کہ شاہزادہ عالم ابھی ہتھیہ نکال چکا ہے دن کا اقرار کہے سوار ہو گئے ہیں صاحبقران دوران
 فرمایا کہ بدون قاسم کے لطف محفل کا نہیں کوئی بہادر ایسا ہو کہ وہ جا کے قاسم کو لائے اور جو قاسم کو وہ نہ لائے تو پھر وہ
 اس بارگاہ میں نہ آئے اور عمر بھر جھگڑا پناستہ نہ کھائے یہ کلام سلطان عالی مقام کھٹکے چنے سردار اور شاہ و شہزاد
 حاضرین محفل ہفت مشکل کے تھے بھال اس آل اندیشی کے کہ قاسم نہایت تند خو آتش مزاج ہوا اگر ہمارے جاتے
 اور کہنے سے نہ آئے تو ہم اُسکا کیا کر سکتے سرنگون ہو کر لب سکوت بیٹھے رہ گئے کچھ کہنے جواب نہ دیا میرا تو قیر نے جام کھڑا
 عفریت شربت سے ملو اور لبریز کر کے اور ایک خلعت سلیمانی کشتی میں منگائے حضرت ظل اللہ کے تخت کے ایک کونے پر کھڑا
 اور آواز بلند فرمایا کہ ہاں کوئی مرد مردانہ اور شیر قزاقانہ لا اور ایسا ہو کہ یہ جام شربت کا پیوے اور خلعت سلیمانی سے ملے
 ہو کر قاسم کو جا کر لائے پھر کہیں جواب نہ دیا سب خاموش تھے اسوقت میر صاحبقران دوران نے
 پیش خود یہ تجویز کر کے کہ ابھی تیسری مرتبہ پھر میں سب صاحبوں سے آواز بلند کر کے مافی الضمیر سبکا در یافت کروں اگر
 کہیں جو صلہ کیا تو خیر ورنہ میں آپ سوار ہو کر تماش شاہزادہ خاور سیاہ جاؤنگا اور جہان وہ لینگا لاؤنگا سب
 سرداروں اور بارگاہ نشینوں کی جانب مخاطب ہو کے فرمایا کہ ہوا در و کیا تم میں ایسا عا در و لاؤ کوئی نہیں بڑا

اپنی جا پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور شہر خدمت بجا لائے ساتھ فرماے سلطان صاحبقران کو شانزادہ فرامرز عادمغربی
 سپہ خواندہ امیر والا تو قیر کا بیٹے دھن سے اٹھ کھڑا ہوا اور سلطان علیجناب کو آداب بجا لاکے وہ جام گھڑا نصرت شہریت
 کا نوش کرایا بعد ازاں خلعت سلیمان کشتی میں سے اٹھا کے پہن لیا اور یہ عرض کر کے کہ افضال تھی اور اقبال شہنشاہ
 سے فدوی جاگ شانزادہ خادور سپاہ ملک قاسم سل نختان خنزیر خاوری کو لیے آتا ہوں میرے فرمایا کہ اس فرامرز جاتے
 تو ہو لیکن بدون قاسم کے لائے اب بھڑاکے مجھے اپنا منہ نہ دکھلائیو فرامرز عادمغربی نے عرض کی کہ ہمیں جو شہیت
 ہو ورنہ عالم ہونے میں یہ کئے شانزادہ فرامرز عادمغربی بارگاہ سلیمانی سے باہر نکلا اور بیٹھ اپنے مرکب پر اس فکر
 اور درد میں کہ کس تہ پر سے ملک قاسم کو دین جا کے لاؤں غرض سوچے سوچتے شانزادہ فرامرز عادمغربی بھی
 بطریق صید انگلی جلا اور ساتھ اپنے ایک سامان شکار کا لے لیا قراول سبز و سرخ صندلی انہوں نے کپڑے پہنے توڑے
 بند و تین ہاتھوں میں تھیلے تھار و دون کے کئے میں ڈالے باز دار بہری بچہ کو ہی کوئل مرغ و پیل لکھڑا جھوٹی تری
 دروی وغیرہ جانوران سپاہ شہر نگن اور شاہین جنگ باز شکار تری باز شہار عقاب تیز پر واز اور جتہ وغیرہ
 جانوران قسم کمن کو چھپتے کے واسطے ہاتھوں میں پہنے ہاتھوں پر بٹھلائے اکثر اپنے سدھائے ہوئے بیلوں
 کو ساتھ لیے چلتے بان گھوڑوں پر سوار ہر ایک چیتے بان کی پشت پر ایک ایک چیتہ کلاہ سروں پر اندھیری آنکھوں
 پر چڑھی ہوئی ڈوڑھی چیتے بان کی کمر سے بندھی ہوئی ایک ایک ڈوڑھی شکاری کتے تر یا گھڈا اک پیٹھیر سیرتار کی
 ولایتی رام پوری سے لے کر پنجاب کے گوشہ گوشہ تک پہنچے تھے تھیلی تھیلی زخمی لگی ڈوڑھی پہنے ہاتھوں میں لیے ہمارے تھے لقص
 طویل تاجہ مخضرہ کہ شانزادہ فرامرز عادمغربی سمیت شکار گاہ روانہ ہوا حسب اتفاق شانزادہ فرامرز کے پاس
 ایک باز ایسا تھا کہ عدلی و نصیر کا روئے زمین پر کسی نے نہیں دیکھا اور کسی کا رخانہ سلاطین میں نہ کسی سردار
 اور شاہ اور شہریدار و دن کو و نیا لڑکھی ہم ہو بچا بچا نچا اکثر امیر حمزہ صاحبقران نے اور بادشاہ اسلام نے
 اس باز کی تعریف کی مگر فرامرز عادمغربی نے خاموش ہوا اور یہ کہی نہ کہا کہ یہ باز نہ ہو حاضر ہی سب سے
 صاحبقران عالی مقام نے اور شہنشاہ لشکر اسلام نے طلب بھی اس باز کی فرامرز سے زمین کی عرض یہ کہ شانزادہ
 فرامرز عادمغربی شکار کھیلنا ہوا وہاں تک جا پہنچا جس صحرائین شانزادہ خادور سپاہ ملک قاسم شکار کھیل
 رہا تھا اور اکیلا شانزادہ قاسم سے جو دو چار ہوا تو فرامرز عادمغربی نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا کے نہایت باہر
 بھٹک کر قاسم کو بجا کیا اور وہاں تا میں لب اللسان ہوا قاسم نے فرامرز کو دیکھ کر پوچھا کہ اس فرامرز عادمغربی تو تو ہوا خواہ
 بدیع الزمان ہو اور تکلف یکہ اندون دادا جان نے بدیع الزمان کو بادشاہ کیا پھر تو کیوں بدیع الزمان کی شادی
 اور جشن منا رکھا دی سلطنت سے یہاں آیا فرامرز عادمغربی نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ اس شہر بار میں ان
 دنوں کچھ شکستہ خاطر اور افسردہ دل تھا شانزادہ بدیع الزمان کو مبارکبادی دیکر واسطے تفریح طبع کے شکار
 کھیلنے کو چلا آیا اور میری نگاہ میں اس شہر شانزادہ خادور سپاہ جو رتبہ اور مرتبہ شانزادہ بدیع الزمان کا ہو چکا
 آپ کا میں دونوں صاحبوں کو اپنا آقا اور خدائے امت جانتا ہوں وہ کون اور آپ کون دونوں صاحب برابر
 ہیں جیسا انکا مطیع و فرمانبردار و لبیا آپ کا نا بعد از ملک قاسم کو گفتگو فرامرز عادمغربی کی بہت پسند آئی اور غلظ
 انگسار اسکا دیکھ کر نہایت خوش ہو کر باتفاق باہم متوجہ شکار ہوئے چنانچہ قاسم کے پاس بھی ایک باز تھا اور قاسم
 اس باز کو جان سے سوا نہ تر رکھتا اور تیار کرتا تھا قصاصے کا سامنے ایک تیر واز گناں جاتا تھا قاسم نے اپنے باز
 کو اس تیر واز پر چھوڑا اور وہ تیر واز قاسم کے ہاتھ سے صاف بچ کر نکلیا ایک طرف سے شانزادہ فرامرز نے بھی اپنے باز کو جو

اس تہو پر چھوڑا تو اس بار نے بلال تیز پر داری جھٹ پٹ جھٹکے اس تہو کو سنبھلے بین بکڑ لیا قاسم نے حالت غیظ و
 غضب میں اپنے باز کے بال و پر نوح کر زمین پر ٹپک کر مار ڈالا شاہزادہ فرامرز عا و مغربی نے قاسم کو رنجیدہ اور
 خشمگین دیکھ کر عرض کیا کہ اس شہر یار باعث نیکد ر خاظر اقدس کیا ہو ملک قاسم نے کہا کہ اس فرامرز میں اس اپنے باز
 کو بہت پیار کرتا تھا اس کجخت نے تہو کو نہ بکڑا میں نے جھنجھلا کر اسے مار ڈالا اس باعث سے میرے دل کو ایک بلال
 اور صدمہ ہو شاہزادہ فرامرز عا و مغربی نے اس وقت اپنے دل میں خیال کیا کہ بس اس سے بہتر موقع دو گھات کا
 وقت پھر نہیں ملے گا اگر قاسم کو ملانا اور شکار گاہ سے پھیر کر اپنے ہمراہ لے جانا منظور ہو تو اب مجھے لازم ہو کہ بتا دیا قاسم
 تواضع کروں یہ پیش خود تجویز کر کے فرامرز عا و مغربی نے عرض کی کہ اس شہر یار اگر آپ نے اس باز کو ہلاک کیا صدمہ
 پاؤں سے میرا باز حاضر ہو اسکو رکھے اسکے شکایا تھا شاہزادہ فرامرز نے یہ سنا جو یہ بھی حضور ہی کا ہو قاسم نے گفتگو
 فرامرز کی سنے اور باز کو دیکھنے نہایت خوش ہوا اور باز کو فرامرز سے لیکر فرامرز کا ہاتھ پکڑے اپنے خیمے میں لایا
 اور دونوں صاحب گھوڑوں سے اتر کر کے بیٹھے اس جگہ دو چار پیلے شراب کے پیے دونوں صاحبوں کے دماغ کو
 ایک سرور حاصل ہوا تو ایک مرتبہ شاہزادہ فرامرز عا و مغربی نے جام شراب کھلنے ہاتھ سے بھر کے سر شاہزادہ
 خا و سپاہ کو دیا اور قاسم نے وہ پیالہ فرامرز کے ہاتھ سے لیا اور نوش کر کے پوچھا کہ اس شاہزادہ فرامرز عا و مغربی
 سچ کہ غیر اخلاصہ مطلب اور مرعے دلی کیا ہو شاہزادہ فرامرز نے اپنے دونوں ہاتھ باز کے عرض کی کہ اس شہر یار
 جناب احدیت مجھے ہزار سال بجاہ و جہت رکھے ہل حقیقت یہ ہو کہ اگر ابقت میری عزت اور آبر و تو رکھو تو
 تمام عمر کا میں تیرا ممنون اور مشکور ہوتا ہوں امیر عالی مقام نے ایک جام کلہ بھریت شربت سے ٹھوکر کے اور ایک
 خلعت سلیمانی کشی میں لٹکے بارگاہ سلیمانی میں رکھ دیا اور تین مرتبہ بارگاہ سلیمانی کوئی ایسا ہمارا ہو جو اس جام
 کو پی کے اور خلعت کو پہن کے جائے اور شاہزادہ خا و سپاہ کو اپنے ہمراہ لائے اور جو نہ لائے تو تمام عمر ایسا منہو بھر
 سنبھلے نہ کھلائے پانچھڑا نہ انسو بچیں سردار و ہمیں سے کسی کا حوصلہ حضور کے لائبے کا نہ چڑا اور نہ اقرار کیا مگر میں نے
 وہ جام شراب کا اٹھا کر پی لیا اور خلعت پہن کر حضور کے لائیکا سلطان صاحبقران سے اقرار کیا ہو لہذا سب
 امید فار ہوں کہ از راہ عطیات خاقانی اور مراحم خسروانی آپ اس وقت میرے ہمراہ بارگاہ سلیمانی میں بحضور
 امیر حمزہ صاحبقران تشریف لے جائیں قاسم نے جو یہ تقریر فرامرز عا و مغربی نے سنی تو کچھ اپنے دل میں محجوب ہو کر
 پھر وجواب فرامرز کا نہ کر سکا اور اس وقت سوار ہونے کے لیے تمام نوکرین جا کر دن کے ہمراہ فرامرز عا و
 مغربی جانب لشکر فیروزی اتر روانہ ہوا اور عرصہ راہ کو ٹھوکر کے جبوقت کہ بارگاہ سلیمانی میں قدم زن ہوا تو ایک
 فرد گنج وافر کی کہ طلسم افرا سیانی سے لایا تھا وہ برابر تخت کے جلے بدیع الزمان کو بطریق پیشکش کے دی
 شاہزادہ بدیع الزمان وہ فرد قاسم سے لیکر خزانہ جو طلسم رفعت سلیمانی سے اپنے ہمراہ لایا تھا اسکی فرد
 شاہزادہ خا و سپاہ ملک قاسم کے تواضع کی اور کہا کہ قاسم اگر صندلی آصف پٹیل قاسم نے کہا کہ میری
 مجال نہیں کہ صندلی آصف پٹیلوں سے کے دگل رسم اپنے باپ کا اٹھاسکے جہاں صندلی آصف
 بھی تھی وہاں بچھا کر بیٹھ گیا شاہزادہ بدیع الزمان قاسم کی یہ حرکت دیکھ کر نہایت آزرہ ہوا اور خوب سا
 آپ کو ضبط کر کے اور اپنے دل کو سنبھال کے خاموش ہو رہا لیکن اپنے عیاں امتیہ بن عمر و اپنے باپ کی کرسی
 اشارہ کیا کہ تو کرسی پر پر جا کے اپنے باپ کا جانشین ہو حسب الایا امتیہ بن عمر و اپنے باپ کی کرسی
 پر پر جا بیٹھا قاسم نے اپنے دل میں یہ کہا کہ بدیع الزمان کا مطلب یہ ہو کہ لوگ کہیں امتیہ بقید حیات

عمر و جوانی میں اُسکا ہوا یہ کچھ ضیاع کے بیٹھا رہا جب وقت شام کا ہوا قاسم بارگاہ سے اُٹھ کے اپنے خیمے میں آیا اور سیارہ بن عمر و اپنے عیار کو بلا کے قہار کا نام لگا کر نئے آج جلے کوئی عیاری اُمیہ بن عمر و کے ساتھ نہ کی تو پھر ضرور اور زینا بیگم سے پاس نہ آتا سیارہ بن عمر و نے کہا بہت خوب باقبال عالی میں وہ عیاری دھوم دھامی کر کے آتا ہوں کہ اُمیہ بن عمر و برسوں کف افسوس ملا کوئے سیارہ بن عمر و اپنی ہیئت تبدیل کیے ایک مشعلی کی صوت بنا اُمیہ بن عمر و کے خیمے میں گیا اور فتنے اور شمعوں کے دیکھنے اور گلگیر کوئے میں تھوڑی تھوڑی بیہوشی ہر ایک کی لور پر رکھنے علیحدہ کہیں بکھر گیا جو وقت ہو بیوشی کی اُمیہ کے دماغ میں ہو پختی ہو کر سو گیا سیارہ بن عمر و نے تمام سبب سے خیمے کا اُٹھا لیا اور اسکی جا پر بوسیدہ اور دریاہ کپڑے اور گیسے جھڑے محض بے آب خنجر زنگ آغشته رکھنے سبب جو تھا وہ گھڑی باز دھکے لے آیا جب وہ شب بسر ہوں صبح کے وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو اُمیہ بن عمر و کے دماغ کو لگی تو اُسکو ہوش آیا اور آنکھیں کھول کر چار طرف غور سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی رات کو آئے تھے بیوشی کر کے سب سبب بچر الیگیا بیساختہ گھبرا کر جوا اُٹھا تو ایک جابر نشان قدم سیارہ بن عمر و اپنے بھائی کا دیکھ کر ہچا اُسوقت بخیرت شاہزادہ بلع الزمان آئے اُسے ساری سیر گذشت شب کی بیان کی شاہزادہ بلع الزمان نے فرمایا کہ اگر تو اسکا عرصہ جا کے سیارہ سے نہ لے گا تو میں تجھے پھر اپنے پاس نہ رکھوں گا اور تمام عمر تیرا مشغول نہ دیکھوں گا اُمیہ بن عمر و شاہزادہ بلع الزمان نامور کو درہم اور برہم اپنے اوپر یہ خطاب و رعب اسکا دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور شب کے وقت بتلا من سیارہ جاتا تھا کہ اُسے راہ میں دور سے دیکھا زراغچہ عیار طرف دار سیارہ کا نظر آیا اُمیہ بن عمر و نے سر راہ چار حلقے کند کے بچھا اُنیر خاک ڈال دی تا معلوم نہون اور سیرا کند کا پرف کے ایک چار چھیکر میٹھو زراغچہ جستین کرنا جو اُس مقام پر جہان حلقے کند کے کچھ تھے قدم زن ہوا اُمیہ بن عمر و نے زور سے جھٹکا مارا کہ سب حلقے کند کے زراغچہ کی گردن اور پاؤں میں پڑ گئے اور زراغچہ چاروں شانے چیت گر پڑا اور اُمیہ نے جیستی تمام دہان برابر زراغچہ کے بیونچ کے زراغچہ عیار کو تو اُسی ہیئت سے مبتلا سے حلقہ سے کند دہن پڑا رہنے دیا اور اپنی صورت زراغچہ کی بنا کے سیارہ بن عمر و کے خیمے میں گیا اور منظر وقت کا تھا جب سیارہ بن عمر و سو گیا تو اُمیہ نے تمام سبب سیارہ کا اُٹھ کے ایک گھڑی میں باز دھک کر کہیں علیحدہ جا کے رکھ دیا اور پھر اُسی جا پر آئے سیارہ کے شاگردوں میں باہم بیٹھ کر باتیں کرنے لگا اس عرصہ میں سیارہ نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ زراغچہ سانسے میرے بیٹھا جو بچا رکے کہا کہ بھائی زراغچہ تھوڑی سی شراب بلا کے مجھے پلا وہ زراغچہ کہ دراصل اُمیہ بن عمر و نامی تھا اُسے کہا بہت خوب میں لایا اور یہ کتنے ایک صراحی میں شراب کی بیہوشی ملائے سیارہ اور اُسکے سب شاگردوں کو جو جو کہ اُسوقت دہان موجود تھے پلا کے جبکہ خوب بیوشی کر چکا تب اُمیہ بن عمر و نے سکبر برہنہ کیا اور انتہا پہاچہ باجلے تک سکے اُتار لیے تھے پڑا رہنے دیا اور آپ پر بھی تمام سارا سبب سیارہ کا لیکر خیمے سے نکلیا اور شاہزادہ بلع الزمان کے پاس آئے سارا حال اپنی عیاری کرنے کا بیان کیا شاہزادہ بلع الزمان نہایت خوش ہوا اپنا دست شفقت اُسکی پشت پر رکھنے کہا مہربان صبر صبر مصرع این کا راز تو آید و مردان چنین کنند غرض یہ کہ کچھ سات شاہ روز ہنگامہ شادی اور غلطہ مبارکبادی چار طرف بلند رہا اور تمام ملک عجم کے ہر کوئی ویران میں جلسہ گانے بجانے کا تھا اور عجب طرح کا لطف و رحل بخواروں اور مستوں کی صحبت میں نظر آتا تھا کہ ایک ایک پیرمغان بجاسے خود دعویٰ سلطنت اور فرمانروائی کا اور ایک ایک چار اپنے اپنے زعم میں بادشاہ بنا ہوا حکمران تھا ہر ایک میخانے کے روپر دیکھا کہ مجمع کثیر اور انہو غیر ہوں

شہر میں لوگ کتے جاتے ہیں اشعار منادیت در کوچہ میفروش + کہ امر و زور پر کہ یابند ہوش + گر یابانش گیرند دامن
کشد + کشاکش بدیان مستان بر نہ ہزار و آج کا سادہ خوشی کا بھر کہاں میسر ہوگا قاضی کہنا اور مقرب کہاں
رہتا ہو و اما علم بالصواب کل کیا ہو جو قصور اور بہشت و دوزخ کے جھگڑے میں نہ پڑو چلو دو بیابانے شراب کے
بیو عیش کرو اور بارگاہ گردون اشتباہ سلیمانی میں وہ مجمع ہزار باطوائفون کا عوادہ جسم سے کہ شاہزادہ خاورد سیاہ
نے آگے اندرون بارگاہ قدم رکھا تھا تھاپ طبلوں پر بڑی تھی بائیں کی ملک آسمان کو جاتی تھی زوٹا سارنگی کا کھینچ
را تھا ہر ایک طرف قانون بین رباب جنگ مچک + ف + دارہ جہانجو کنگری جیترنگ سونی سر منڈل راگ جھاگ
سر سنا کر پونگی آگوا جا وغیرہ بج رہے تھے مغنیان شوخ و طائر اور لولیان کرشمہ سنج سحر انداز حالت رقص و سماع میں
پاسے کو بی نہیں کرتے تھے یہ ثابت ہوتا تھا کہ بوفی عطیات صاحبقرانی از بسکہ کرور ہار و پیہ اور اشرفیان انعام اکرام
میں باقی ہیں تو مال و دولت سے مستغنی ہو کر تعلقات دنیوی پر پشت و پا کر رہے ہیں اور واسطے بقائے سلطنت اور
حکمرانی و کشورستانی بادشاہ لشکر اسلام اور صاحبقران عالی مقام کے ہاتھ و تلے کے سوسے آسمان بلند کرنے ہیں رنگولے
رنگولے عشاق پر شور انگیز تھے اور جنگلیان بجانارند یون کا یہ معلوم ہوتا تھا کہ طائران کلفت کو آشیانوں سے دھماکے
حاضرین صحبت کے اڑا رہی ہیں بارگاہ نشین اور حاضرین اُس محفل بہشت مشاکی کے مانند عاشقان بیدل و رشتا قان
بہل غلغلا پرواز تھے شہر فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شہر آشوب و جہان بردند صبر ز دل کہ درکان خوان یغارا
ہر ایک ساقی صریحا کا سارہ بخت چمکا ہوا ہوشون کا دماغ آسمان پر چڑھا ہوا ہر ایک شاہ و شہزادہ محفل قیص
و سرود میں مصروف اور ہوش تھا اور تمام سردار اور دلاوران نامدار نشے صہبائے طرب سے مدہوش اور خود
خرا ہوش مجوم رہے تھے کوئی کہتا تھا اشعار میں کب سے تھا عراشتیاتی ساقی + مدت میں ہوا ہو تو طانی ساقی +
جائے نہ یہ دور جلد بھر دے پال + شیشہ میں جو کچھ رہی ہو بانی ساقی + ہا و کوئی کہتا تھا شہر ہون بہندہ
بیرفغان ساقی کچھ واسے تکلف تجھے نہیں + لا درہی ہو گر صاف نہیں دے چلو ہی میں گر جام نہیں ہا نقص
روز ہشتہ کہ یہ دھوم دھام شامی اور ایک شاہ و شہزادہ کی عروسی اور دامادی کی ہو چکی تو حضرت ظل اللہ
سجد بن قبا و بادشاہ لشکر اسلام نے تو بارگاہ سلیمانی میں اگر تخت سلطنت پر اجلاس فرمایا اور اسپر باعث
شب بیدار یون اور کثرت شمار کے کہ سات دن رات برابر جاسکے تھے اُس روز حرم محترم سے برآمد نہیں ہوئے
تھے باقی سب سردار دست راستی اور دست چپی اپنے دنگلون کریموں پر بقاعدہ مسترہ آکھ بیٹھے کہ ایک مرتبہ شاہزادہ
خاورد سیاہ ملک قاسم نے اپنے باپ علمشاہ رومی کے دنگل کو اٹھانے کے دست چپ رکھا اور سپر متمکن ہوا
شاہزادہ بدیع الزمان یہ حرکت قاسم کی دیکھ کر نہایت درہم اور برہم ہوا اور یہ کہنے لگا کہ اسو قاسم تو اپنے دل
میں نخل اور بی بین منغل نہیں ہوتا اور کچھ تھے کسی نیک و بد بات کا خیال نہیں آتا یہ دنگل میں ہی سپر تو کچھ نہیں
قاسم نے جواب دیا کہ یہ دنگل میرے باپ کا ہوا اسکا مالک و ورثہ دار میں ہوں تجھے اس دنگل سے کیا تعلق ہے کہ کیا
واسطہ ہو شاہزادہ بدیع الزمان نے در جواب اس کے مکرر یہ کہہ کر رکھا کہ اول تو تجھے قوت منغل نہیں پہچانی تو سنے
اختیار کر لی ہو جو ہمیشہ تو اسی پر کھٹا اور ٹکرا کر کیا کرتا ہو دوم یہ کہ اس دنگل کو تیرے باپ نے کچھ رو بہ خراج کر کے خریدین
کیا اگر مالک اسکا ہو اور دھمے کرے تو شاہ سجد بن قبا و کو زریب ہو کہ قبا و شہزادہ نے اس دنگل کو نکالا تھا اور
امیر اتو قیر حمزہ کشور گرنے یہ دنگل بٹھے بھائی صاحب شاہزادہ عمرو بن حمزہ یونانی کو عطا فرمایا اور شاہزادہ
عمرو بن حمزہ یونانی نے تیرے باپ سے شاہزادہ علمشاہ رومی کو عنایت کیا جب شاہزادہ علمشاہ

رومی طلسم میں تشریف لے گئے اور نذر نگار جادو نے شاہزادہ علم شاہ کو بزدل و سحر و یونانی بنا دیا اور توسن جادو
 حرام زادہ بر سر حرم شاہزادہ علم شاہ رومی گیا تھا میں نے دیکھا کہ توسن جادو کو شکست دی
 علاوہ اسکے جنگل میں شاہزادہ علم شاہ کو قتل ہوئے تھے پچاس اٹھ سو سال کے عرصہ میں ان حقوق کے کہ میں نے
 اسکے ساتھ کیے تھے یہ جنگل مجھے بخش دیا اور یہ کیا میں صورت سال ہکا بھر علم شاہ لکھا ہوں قاسم نے
 کہا میں یہ کچھ نہیں سمجھتا اور نہ مہر کو جانتا ہوں کیسی شہر شاہزادہ بی بی الزمان نے کہا اگر تو کسی بات کو نہیں مانتا تو اپنا
 سر کھائے پھر تیرے ہڈیاں کہنے سے ہوتا کیا جو غرض گفتگو کو طول ہو گیا اور فوت یہاں تک پہنچی کہ قاسم کے ہاتھ میں ایک
 انار دلاستی تھا حالت غیظ و غضب میں اس انار کو بزرگ بھیج کر شاہزادہ بی بی الزمان پر مارا کہ وہ انار بھون پر شاہزادہ
 بی بی الزمان کی نگ کر ٹوٹ گیا اور دانے اسکے مانند دائروں اور شاہزادہ بی بی الزمان کے سر پر تار ہو کے
 چار سمت گرے اس وقت شاہزادہ بی بی الزمان نے بھی نہایت نہہم برہم ہو کر ایک گھونسا قاسم کو مارا اور
 دونوں باہم آمادہ جنگ ہوئے خسرو و ہاماد ہندوستان رستم زمان لندھو رہن سعدان نے کہا کہ ملک قاسم
 کو یہ بات سنا کر نہیں کہ اپنے عمر بزرگوار شاہزادہ بی بی الزمان نامہ اس سے ہلہری کرین مالک اگر در بگڑ کر
 بولا کہ سچھے دخل در محمولات کرنا کیا ضرور تو دونوں جو جو شاہزادوں کے مقدمے میں بولتا ہو یہ کسکے مالک نے ایک
 گھونسا لندھو رکے مارا لندھو راور مالک ابسین لپٹ پڑے اور باہم لڑنے لگے اتفاق یہ طول دیکھتے تھے
 سب صورت سے جتنے سردار دست راستی اور دست چپی تھے سب کے سب اکٹرا ٹھکر دست راستی ہوا خواہی بی بی الزمان
 میں اور دست چپی طرف داری قاسم سے باہم جنگ و جدال کرنے لگے کسیکے شانہ امر گیا کسیکے ہاتھ اکٹرا گیا کسیکے گھٹنا
 کسیکے ہونٹ بھونٹ گئے کسیکے گھٹے پر جوت ملی کسیکے سر پر لگیا کسیکے ہاتھ سے خون جاری تھا جوب طرح کا ہنگامہ ہوا اور
 شور و غل اٹھا تھا کہ کوئی کیسی نہ سنا تھا نہ کوئی کسیکے گھٹنا گھٹنا تھا حضرت ظل مٹھ سعد بن قبا و ہر چند انان کر کے
 ممانعت فرماتے تھے مگر تو یہ لونی بادشاہ کی بات کا بھی خیال نہیں کرتا تھا جسطرح سے لڑ رہے تھے اسطرح سے چار طرف
 سینہ بسینہ اور کھجور کھجور کر رہے تھے ہونٹے نہ در کشمکش کا کر رہے تھے کہ یکایک یہ ظل اندرون خادمان محل
 تک پہنچا تو سلطان صا حقران کے بہت متعجب ہو کے کہ یہ کیا ماجرا ہو محل سے باہر محل آئے سب
 سرداروں نے جو امیر با تو قیر کو برآمد ہونے دیکھا تو سراپا ہوا و مضطر ہو کر ایک بار سب متفرق ہو گئے اور جان نہان
 و نکلون اور دیگر سیون پر جانے خاموش بیٹھ رہے صا حقران دوران نے جو محل سے نکلے بغور دیکھا تو لندھو ر
 کے سر پر تاج مالک اتر دیا اور مالک کے سر پر لندھو ر کا تاج رکھا ہوا تو عجب لطف و کیفیت ہو کہ لندھو ر
 کا سر بہت بڑا اور مالک کا تاج چھوٹا آدھے سر پر لندھو ر کے رکھا باقی تمام آدھا سر کھلا ہوا اور مالک کے
 سر چھوٹا لندھو ر کے سر کا تاج بہت بڑا سو مالک نے جو گھبراہٹ اور جلدی میں اٹھا کے اپنے سر پر رکھ لیا ہو
 تو دونوں بھون تک مالک کی تاج کے اندر چھپ گئی ہیں اسطرح سے اکثر دست راستی دست چپیوں کے دخل کر سیون
 بہت سے دست چپی دست راستیوں کے جنگوں کر سیون پہنچے جسم سے جا بجا خون بہتا ہوا اور تمام فرش بارگاہ
 کا شام ہوا چار طرف چر سین پڑی ہوئی زمین امیر با تو قیر نے نہایت خشکیں ہو کر شاہ سعد بن قبا سے پوچھا کہ کیا
 ماجرا تھا شاہ سعد نے از ابتدا تا انتہا مفصلہ اور مشروفا بیان کیا سلطان صا حقران نے فرمایا کہ میں کیا کر دین
 میں نے تو بار بار ہر چند جاہا کہ حقہ کا حق دلا دون اور جو مستحق ہو وہ لے لے مگر ہر مرتبہ جو شرط مشروط قرار پاتی ہو
 دونوں برابر ہوتے ہیں شاہزادہ بی بی الزمان نے اسے عرض کیا کہ اس سلطان عالمی عام گذشتہ میں کلام نہیں

ابن الحمال میں ایک قرار اور شرط کرتا ہوں کہ جو ہم دونوں میں سے زمرہ شاہد لقا خلیفہ باختر کو تباہ کے جہنم و اسل کرے
وہی شخص دنگل رستم کا مالک ہو یہ کیلے دنگل رستم کو اٹھائے بارگاہ سلیمانی کے آگے لٹکا دیا بھی امیر والا تو قیر نے کچھ نہیں سنا
کیا تھا کہ بیرون بارگاہ جو عیار دست راست چپی ہو خواہ ان شاہزادہ بریلج الزمان اور شاہزادہ خاور سیاہ تھے بھون
نے جو یہ جھٹ اور تکرار و رفسا دنیا میں شاہزادگان دارین بریلج الزمان اور قاسم کے سنا تو اُمیہ بن عمر و نے کہا کہ
شاہزادہ خاور سیاہ تو فقط جہالت کو کام فرماتے ہیں دنگل رستم پر ہر نوع ملکیت اور حقیقت شاہزادہ بریلج الزمان کی ہو
ستارہ بن عمر و نے تیوری جڑھا کے کہا کہ محض غلط ہو یہ دنگل شاہزادہ عالم ملک قاسم کا ہو دیکھو لینا کہ کل شاہزادہ خاور سیاہ
اس دنگل پہ جلوہ گر ہوگا اُمیہ بن عمر و نے کہا کہ یہ بات تو خلاف عقل اور عیدانہ قیاس ہو کہ ملک قاسم امیر قابض ہو سکے
القصہ یہاں تک طرفین سے تکرار ہوئی اور گفتگو بڑھی کہ نوبت گالی کی پہونچی اور دونوں خیر کھینچ کھینچ کر دوڑے اور باہم
لڑنے لگے دست راستی اور دست چپی جو اور سب عبارت تھے انھوں نے اُمیہ بن عمر و اور ستارہ کو جو بحث و تکرار کو کے
آپس میں آمانہ جنگ دیکھا دست راستیوں نے تو یہ کہا کہ اس ستارہ اُمیہ بن عمر و تیرا بڑا بھائی ہو تھے اُسکی بزرگی کا رتبہ
اور اپنی خردی کا آداب کرنا چاہیے نہ کہ بالعکس اُسکے نو دو بد و گفتگو سے سخت اور درشت کر کے لڑنے کو کھڑا ہو گیا دست
چپیوں نے اٹھ اٹھ کر خیر کر لیا اور بولے کہ تم سب کیا جھک رہے ہو ایسے بزرگ ذلت اٹھاتے ہیں کیا معنی اُمیہ بن عمر و
اتنا ہل نہ آیا کہ فرض کر دیم ستارہ چھوٹا ہو اور جوان بیٹے بدکا پاس کرنا چاہیے نہ کہ برابر کا بھائی ہیں اُمیہ
کیون اُس کے منہ چڑھتا ہو جو جیسی کیسا جو جیسا کر گیا دوسرا جواب سینکا دیا عوض اپنی اُمیہ نے آواز
بند کیا کہ اس ستارہ جہان میں ہوں تیری کیا اصل و حقیقت کہ منہ سے نام عیاری کا حال کے ستارہ نے بھی ہی جو
دیا اور دنیا میں دست راستیوں اور دست چپیوں سب ہماروں میں نوبت خیر زنی اور عیاری کی پہونچی ہر جو زیادہ ہوا تو
صاحبقران نے شکر تحقیقات کی کہ یہ بیرون بارگاہ ہنگامہ کیسا ہو لوگوں نے عرض کیا کہ سرور مرشد اول کچھ بحث و تکرار
بخدمت ملکیت دنگل امیر اور ستارہ سے ہوئی علی امیر جو گفتگو کو طویل کھنچا اور دونوں نے خیر و برہنہ والا تو جتنے عیار
دست راستی دست چپی تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور باہم آمادہ زہم و پیکر میں امیر حمزہ صاحبقران یہ کیفیت سنکے نہایت درہم
اور برہم ہوئے اور حالت غیظ میں حکم دیا کہ ان مترقران اور سمک بطائی تم دونوں جائے امیر اور ستارہ
کو کید لاؤ حسب حکم سلطان باکر مہ کے مترقران اور سمک نے اُمیہ بن عمر و اور ستارہ اور عمر و کو لاکے
بعض صاحبقران حاضر کیا ابھی امیر والا تو قیر نے کچھ دونوں کے حق میں ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ میانشہ عمر و
سلطان صاحبقران سے عرض کیا کہ یا امیر یہ سارا فساد و فتنہ برپا کیا ہوا ستارہ کا ہو جانا کو حکم دیجیے کہ اُسے
لیجا کے گردن مارے اور یہ کیلے قاسم کی طرف دیکھنے لگا قاسم نے اپنی اٹھکی اٹھکے اٹھارے سے کہا کہ اگر آپ
ستارہ کو اس مواخذہ سے بری کر دیجیے تو ہزارا شرفیاء میں آپ کی تذکرہ روزگار عمر و کو ہزارا شرفیاء کا لایع جو
ہوا تو جلا دی کی جانب مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جو جلا و تو ستارہ کو نہ لیجا مجھے خوب تحقیق اور تصدیق ہو چکا کہ ستارہ
کا جرم اُس میں کچھ نہ تھا یہ سب قصیر اُمیہ کی ہو تو اُمیہ کو لیجا کے قتل کر یہ کیلے سمیت شاہزادہ بریلج الزمان منوج ہوا
شاہزادہ بریلج الزمان نے اپنے دل میں یہ سمجھ کر کہ قاسم نے کچھ رشوت عمر و کو دیکر ستارہ کو بجا لیا جو عمر و کو لاشہ
کیا کہ اگر آپ اُمیہ بن عمر و کو وقت آبر و بخشی کہ بن اول اس آفت سے بچالیں تو میں دو ہزارا شرفیاء آپ کی
تواضع کرتا ہوں عمر و نے اپنے جی میں نہایت خوش ہو کے سلطان صاحبقران سے کہا کہ اسو حمزہ بن تیری
خدمت میں ایک بات گت خانہ عرض کرنا ہوں لیکن بنظر عدالت اور بحیثیت انصاف تو اُسکا جواب دے تو کیا خوب

ورنہ تو حاکم ہو جو چاہے سو کوئے لیئے حق تو یہ ہو کہ میرے بیٹوں کا کچھ تصور نہیں ہے دونوں محض بیگناہ ہیں اگر مجرم اور
تقصیر وار ہیں تو بیع الزمان اور قاسم تیرے بیٹے اور پوتے ہیں انھیں دونوں کو کیوں نہیں تفریر دیتا اور قتل کا
حکم فرماتا کہ ہمیشہ کا یہ مفسدہ اور شور و غوغا بظرف اور دور ہو جائے سلطان صاحبقران یہ گفتگو عمر و کی شکے بمباحثہ
ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ اسی عمر و مجھے دریافت ہوا کہ تو نے دونوں طرف سے خوب رشوت لے لی ہے مجھے تو
اس مقدمے میں کوئی بات کہنے بن نہیں پڑی تو ہی اسکوئی تہذیبیسی نکال جس سے یہ فساد رفع ہو عمر و نے کہا کہ
حمزہ میری ریلے میں تو یہ بات بہت خوب ہو کہ اُمیتہ اور ستیارہ دونوں دوڑیں اور دیکھئے کہ زیادہ کون دوڑ جائے
جو بہت دوڑے اُسی کے آقا کا وہ دنگل قرار پائے امیر باوقیر نے فرمایا کہ کیا مضائقہ شاہزادہ بیع الزمان اور
قاسم نے بھی یہ بات پسند کی اور دونوں راضی ہو کر کہنے لگے کہ ہکو قبول ہو صاحبقران نے عمر و سے پوچھا کہ
پھر کون سی راہ دوڑنے کی نکالیں عمر و نے کہا کہ یا امیر دو تیر کسی مردار کو دیکر یہ کہہ دے کہ تو ان دونوں تیروں کو شہر
سے باہر ستر فرسخ پر جو تل عجم مشہور ہے بھجائے اور انہیں ایک سو چالیس فرسنگ کا فاصلہ پڑھا لیا گا وہ مردار دونوں
تیر لیکر وہاں تل عجم پر کھڑا ہو اُمیتہ اور ستیارہ دونوں یہاں سے دوڑتے جائیں اور وہ مردار اپنے دونوں ہاتھوں
میں تیر لیکے برابر ایک تیر اُمیتہ کو ایک تیر ستیارہ کو حوالہ کر دے یہ دونوں تیر روی کر کے جو پہلے وہ تیر لکے تھے دے
امیتہ آقا مالک دنگل رستم کا جو دوسرے کے مالک کا دعویٰ ہے پیرا پل ہو جائے سلطان والا شان نے کہا کہ بھلا
اگر میں کسی دست رسی مردار طرفدار بیع الزمان کو تیر دیکر بھجوں اور وہ پھمال جنبہ بیع الزمان اُمیتہ کو
پہلے تیر دیکر روانہ کر دے اور ستیارہ کو ہر دے اور کسی سردار دست چپی کو اس کام پر متعین کروں تو وہ پاس
ہو اخواہی قاسم ستیارہ کو تیر حوالہ کرے اُمیتہ کے دینے میں توقف کوئے عمر و نے کہا حمزہ یہ تو سہل بات ہے اچھو بخان
شش گز می نہ دست راستیوں سے واسطہ نہ دست چپیوں سے علاقہ رکھتا ہو اور پھر سب سے قلع اور سروکار
سب میں بلا جھلار رہتا ہو اُسے اس خدمت پر متعین نہ کیجئے امیر باوقیر نے فرمایا خوب تو نے کہا کہ قباحہ ہو اور یہ
فرشے اچھو بخان شش گز می کو اپنے پاس بلایا اور دیتیر ترکش سے بچا لکر اسے دیے اور تبا کید تمام یہ کہہ دیا
کہا ہر اچھو بخان خبردار جنبہ ادبی ڈکسید نہ کرنا ایک تیر اُمیتہ کو ایک تیر ستیارہ کو واپس دیکر برابر روانہ
کرنا حسب احکم اچھو بخان شش گز می اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے مع اپنے لشکر کے سمت تل عجم روانہ
ہوا اور وہاں جا کے اچھا خیمہ ڈیرہ استاد کروائے اُتر پڑا اور ایک کرسی میدان میں ایک بڑے اونچے ٹیکر پر کہ وہاں
سے بیچ بیچ کوس تک کا آدمی نظر آتا تھا بھوکے دونوں تیر ہاتھ میں لیے انتظار میں اُمیتہ اور ستیارہ کے بیٹھا تھا
اور اُن سے راہ میں اُس تل عجم سے تابا گاہ سلیمانی کوس کوس بھر کے فاصلے پر حوض شراب کے اور شربت کے
بھروا دیے تھے اور اکثر میوہ تر و خشک رکھوا دیا تھا روز دوم بیان بارگاہ میں تمام سردار دست رسی اور دست
چپی اپنی اپنی جا پر بیٹھے تھے کہ ناگاہ امیر عالیجاہ نے اُمیتہ بن عمر و اور ستیارہ بن عمر و کو بلا کے فرمایا کہ تم دونوں
میرے ہاتھ پر ہاتھ لپٹنے لپٹنے مار کر تل عجم تک جاؤ اور وہاں اچھو بخان شش گز می سے دو تیر ایک تیر اُمیتہ
اور ایک ستیارہ دونوں لے کے جہٹے لپٹے تیر مجھے دے اُسکا وہی نعمت دنگل رستم پر قابض و متصرف
ہو گا اور پھر کبھی آگے کو کوئی اس مقدمہ میں کسب طع کا حذر و مباحثہ نہیں کر لیا گا اُمیتہ اور ستیارہ وہاں
شاہان اور خندان امیر باوقیر کے دست مبارک پر لپٹنے لپٹے ہاتھ مار کر سمت تل عجم مثل برق و باد جستین کوئے
ہوا ہو گئے امیر باوقیر اور تمام سردار دیکھتے تھے کہ دونوں برابر ہر چند نیز گامی سے جلتا ہیں لیکن ایک قدم دو حرکت

قدم سے کسی صورت سے بڑھ کے نہیں پڑتا بار قدم بقدم اڑے ہوئے چلے جاتے ہیں ایک مرتبہ قاسم نے
تمتمن خان خاوری سے دیا کیا کہ تو بارگاہ کے سرانجام کی پشت پر سے کسی تہیرے سوار ہو کے جانا کہ
امیر حمزہ دیکھیں اور جہان اُمیہ کو ستیادہ سے آگے نکھلاتے دیکھنا تو بیخوف و خطر اُمیہ کو روک لینا جب
ستیادہ پاس قدم اُمیہ سے آگے نکھلے تب اُمیہ کو چھوڑنا بحسب تاکید شاہزادہ خاوری سپاہ اسی وقت
تمتمن خان خاوری صاحبقران سے آگے بھاگ کر باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر پیچھے پیچھے اُمیہ اور
ستیادہ کے روانہ ہوا شاہزادہ بدیع الزمان نے جو تمتمن خان کو جاتے دیکھا تو اپنے دل میں سمجھا کہ قاسم نے انکو نیک
اُمیہ کے روکنے کے واسطے بھیجا ہے اُس وقت ورقاسے زنجیر خاسے کو اشارہ کیا کہ اگر تمتمن خان خاوری
اتنا سے راہ میں کہیں اُمیہ بن عمر و کور و کے تو تو بھی یہاں نہ ستیادہ بن عمر و کو روک لینا ہرگز ہرگز ایک قدم بڑھ
کے اُمیہ بن عمر و سے آگے جانے نہ دینا قاسم نے ورقاسے زنجیر خاسے کو جانے دیکھ کر قیاس خان
خاوری کو تمتمن خان خاوری کی اعانت کے واسطے بھیجا شاہزادہ بدیع الزمان نے قیاس خان کو
دیا ہے قاسم نقاب میں ورقاسے زنجیر خاسے کے اُٹھنے اور بارگاہ سے نکلے جو دیکھا تو فضل بن گیا ہو ر خون
آشام کو ورقاسے زنجیر خاسے کے شریک حال ہونے کے لیے قیاس خان کے پیچھے روانہ کیا
قاسم نے جو فضل بن گیا ہو ر خون آشام کو جاتے دیکھا تو بہت ہو کر ضبط نہ کر سکا سلطان صاحبقران
کو غافل دیکھ کر اٹھ لی اپنی ناک پاس زور سے ماری کہ گھس پھوٹ گئی اور ناک سے خون جاری ہوا اس بہانے سے انکو
میر وں بارگاہ گیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بگٹ گھوڑے کو تیز گام کے بتلاش فضل بن گیا ہو ر خون آشام
آبادہ پر خاش چلا یہ عکاسی قاسم کی شاہزادہ بدیع الزمان نے دیکھی یہ سوچ کر کسی حیلہ سے یہ بھی بارگاہ سے
اُٹھ کھڑا جدا اور باہر نکلے بیٹھ اپنے گھوڑے پر نقاب میں ملک قاسم کے سمت تل عجم عنان گتہ رہا وہ اس
عرے میں سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران کی نگاہ جو شاہزادہ بدیع الزمان اور خاوری سپاہ کے
دنگوں پر جا پڑی تو دیکھا کہ دونوں کے دگل خالی پڑے ہیں دونوں نہیں نظر آتے امیر با تو قیر اپنے دل میں
سمجھ کر کہ یہ دونوں اپنی اپنی سخن پر درسی اور اپنے اپنے حیار وں کی نائید کیا سٹے گئے ہیں امیر نے طور سر کن کو
اپنے قریب طلب کر کے اپنا نیزہ دیا اور شاہزادہ قبادین ستون اسلام کرپ غازی کو ہوا دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں
صاحب جہ کے جہان قاسم اور بدیع الزمان سے ملاقات ہو جلد پھیر لاؤ قصہ مختصر اب تو یہ دونوں اُدھر جا
ہیں انکو تو ملنے دیکھے جب تک شہ از حال اُمیہ بن عمر و و ستیادہ بن عمر و گذر شش کیا جاتا ہو کہ یہ دونوں
بہ کمال تیز روی پہلو پہ پہلو قدم بہ قدم برابر تل عجم پر پہونچے اور دونوں ایوب خان شش گزی کے
ہاتھ سے تیرہ برابر لیکر اُسی صورت سے جیتن کرتے بھاگے چلے آتے تھے کہ بکا یک اُدھر سے تمتمن خان خاوری
دونوں کے بلبر ہو بچا اور اُسے دیکھا کہ فی الواقع اُمیہ اور ستیادہ دونوں برابر ہیں کوئی ایک قدم آگے پیچھے
نہیں تمتمن خان نے اُمیہ بن عمر و کو سد لہ ہو کر روک لیا اور جب دیکھا کہ ستیادہ جو قریب آوے فرسنگ کے
نکل گیا تب تمتمن خان نے اُمیہ بن عمر و کو چھوڑا اور اُمیہ وہاں سے اس طرف چلا تمتمن خان کے پیچھے جو
ورقاسے زنجیر خاسے روانہ ہوا تھا اسے دہے دیکھا کہ ستیادہ بن عمر و آتا ہوا اور اُمیہ بن عمر و کا کوسوں
پس کہیں نہا نہیں ورقاسے زنجیر خاسے اپنے مرکب کو روک کر ستیادہ بن عمر و کے مدد راہ ہوا اور یہاں
پس روکے رہا کہ اُمیہ بن عمر و اسے سے نمودار ہوا اور وہاں پہونچ کر کوئی ایک فرسنگ زمین آگے نکل آیا ستیادہ

کو چھوڑ دیا ناگاہ اُدھر سے قیاس خان خاوری جو تعاقب میں ور قاسے زنجیر خاں کے چلا تھا وہ جو پہونچا تو
اُسے پھر اُمیہ بن عمر کو گیکہ دتھا آتے دیکھ کر روک لیا اور ستیارہ جب پہونچا اور تھوڑی دور لگے نکل آیا تب اُمیہ کو
چھوڑا ابھی اُمیہ بن عمر و ہر چند کہ تیز گامی کرتا آتا تھا لیکن برابر ستیارہ بن عمر کے نہیں پہونچ سکا تھا ستیارہ بن عمر کو کوئی
اُدھر کوں آگے بڑھا جانب لشکر چلا آتا تھا کہ اس طرف سے فضل بن گیا پہونے جو قیاس خان کے پیچھے چلا تھا
اُسے ستیارہ کو تھما آتے دیکھا اُس نے جانا کہ کسی نے اُمیہ بن عمر کو لا شکا و لا ریب کچھ فریب دیکر روک لیا
ہر اس نے بڑھ کر ستیارہ بن عمر کو کا محاصرہ کیا اور اپنے مرکب کو اس تیرہمی اور جلدی سے کا دون پر ڈال دیا کہ کسی طرح سے
سیارہ بن عمر کو نکل جانے کی راہ نہیں ملتی تھی جب فضل نے دیکھا کہ اُمیہ اُفتان و خیزان عرق عرق تر تر دوڑتا
آپہونچا اس وقت فضل نے پیاس خاطر قاسم جب اُمیہ اور ستیارہ برابر ہو چکے تب ستیارہ کو بھی چھوڑ دیا تھا
اور ستیارہ اور اُمیہ دونوں شا و خرم برابر قدم و دھڑے چھ آتے تھے ناگاہ اس طرف سے شاہزادہ خاوری شاہ
جو پہونچا تو اُسے ستیارہ کو اور اُمیہ کو برابر آتے دیکھ کر اُمیہ سے کہا باش اُمیہ از راہ آداب شاہزادہ قاسم کو دیکھ کر
کھڑا ہو کر قاسم نے اُدھر تو اُمیہ کو روکا اُدھر ستیارہ کا کہ ہند کپڑے لپٹے گھوڑے کی پشت پر بٹھلایا اور جاہا کہ گھوڑے
کو سیکنا زک کے روانہ ہوا اُمیہ بن عمر و قاسم کے گھوڑے کے پیٹ کے نیچے ہو کر جیت کر تاج پیاس قدم آگے جا پہونچا قاسم
ہر چند اپنے مرکب کو تازیانہ مار کے جا رہا تھا کہ اُمیہ سے آگے نکلیا تب لیکن کسی طرح گھوڑا قاسم کا اُمیہ کی چال
سے آگے نہ جاسکا آخر ناچار ہو کر قاسم نے ستیارہ کو اپنے گھوڑے پر سے اتار دیا اور روانہ ہوا جب ستیارہ تھوڑی دور
نکل گیا تب قاسم نے بغور اپنے گھوڑے کے سمون کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُمیہ جو وقت کہ گھوڑے کے پیٹ کے نیچے
ہو کر نکلا تو ایک سوزن سم مرکب میں مار گیا ہوا اس باعث سے گھوڑا تیز روی میں سُستی کرنا جو قاسم نے نہایت
آزردہ ہو کر اُس سوزن کو سم مرکب سے نکالا اور آپ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلا اس طرف شاہزادہ بریغ الزمان جو
تعاقب میں خاوری سپاہ کے سوار ہو کر چلا تھا کہ سامنے سے اُمیہ بن عمر و کو آتے دیکھ کر عجبتی تمام اُمیہ کو اپنے گھوڑے
کی پیٹ پر بٹھلایا اور چلا ناگاہ قاسم نمودار ہوا اور اُمیہ کو پشت پر شاہزادہ بریغ الزمان کے گلگون باختری
کی سوار دیکھ کر کہا سبحان اللہ یہ کیا حرکت تھی کہ اس کشتی گیر نے اپنے حیار کو گھوڑے پر سوار کر کے لیچلا ہوا شاہزادہ
بریغ الزمان نے جواب دیا کہ یہ رسم تو پہلے میری طرف سے نکلی تھی ابھی قاسم کچھ نہیں کہنے پایا تھا کہ سامنے
سے طور سر کن نیز سلطان صاحبقران کا ہاتھ میں لیے اور کرب غازی دونوں قریب آ پہونچے
اور ابلاغ حکم صاحبقران دوران کا کہا اُس وقت حسبِ حکم قدر تو دم سلطان باکرم بلا حذر و حسیلہ ہمراہ
طور سر کن اور کرب غازی کے سمت بارگاہِ سلطانی روانہ ہوئے اور طور سر کن دونوں شاہزادوں کو لیے
بھنورا میر با تو قیر آیا اور دونوں صاحب یعنی شاہزادہ بریغ الزمان اور قاسم سر کنوں خاموش آ کے
لبنی اپنی صندوق پر بیٹھ گئے کہ ساتھ ہی شاہزادہ بریغ الزمان اور قاسم کے داخل ہونے کے بہت دور
ستیارہ بھی بارگاہِ سلطانی کے سرانچون میں کہ جا رہا تھا کہ اُس کے سامنے آ پہونچے تھے اور سلطان صاحبقران
اور بادشاہ اسلام اور تمام سرداروں کی دہن سے گاہ اُمیہ اور ستیارہ پر جا پڑی کہ دونوں عتبار پہلو پہ جلو قدم
بقدم مثل برق تسبیل کرتے جہاں کسی کو غلبہ فشنکی کا ہوتا ہو تو وہ حوضِ جلا شتا سے راہ میں ہیں انہیں دونوں برابر
مشریت و شراب یا بانی پیٹے ہیں اور برابر دونوں دھڑے چھ آتے ہیں آخر یہ کہ وقتِ شام کا ہو چکا تھا کہ بہت
دور ستیارہ دونوں قریب روانہ بارگاہ کے پہونچے حسبِ اتفاق دروازہ بارگاہ پر از مہکے آبپاشی ہو چکی تھی اُمیہ

نے جا کہ جلدی سے میں آگے چلے تیرا میر والا توفیر کو ورنہ جو نہیں قدم رکھتا تھا کہ باؤن جو اسکا بھیسلا تو جباروں نے
 جہت زمین پر گر پڑا تھی دیرین ستیاریہ اُمیہ سے آگے نکلے یا جب اُمیہ بن عمر و نے دیکھا کہ ستیاریہ مجھے آگے جانا چاہتی
 تمام تیر کو اپنے تاج میں لپیٹ کر سلطان صاحبقران کے پاس بھیج دیا اور عرض کی کہ یا سلطان عالی مقام غلام کا باؤن
 جیسٹ گیا تیر پر حاضر ہوا اور ستیاریہ بن عمر و نے بھی قریب امیر باتوفیر کے جا کے وہ تیر حوالہ کیا صاحبقران نے
 دیکھا کہ اُمیہ بن عمر و کا تیر تو میری گود میں پڑا ہوا اور ستیاریہ بن عمر و نے تیر میرے ہاتھ میں یا مگر دونوں تیر برابر مجھے
 لے کر موقوف نہیں ہوا فاسم نے کہا کہ ستیاریہ نے تیر امیر والا توفیر کو پہلے لاکے دیا سلطان صاحبقران نے
 فرمایا کہ بیشک اُمیہ اگر گرنے پڑتا تو وہی چلے اپنا تیر لاکے میرے ہاتھ میں دیتا بسبب گرنے کے اُسے تیر دیا
 اپنا میرے پاس بھیج دیا اب یہ نظر عدالت اور نصفت میں تو دونوں کو بھی جانتا ہوں کہ برابر میں یہ کسکے پھر
 صاحبقران و ملت تاویل پنی زبان مبارک سے اُمیہ بن عمر و اور ستیاریہ بن عمر و کی بہت سی تعریف کیا کیے
 اس عرصے میں بادشاہ لشکر اسلام نے سلطان عالی مقام سے فرمایا کہ یا امیر میں بھی کچھ التماس کیا جاتا
 ہوں امیر والا توفیر نے کہا جوار شاد ہو سعد بن قبا و نے کہا کہ امیر حمزہ صاحبقران جیوت کہ میں کشتی
 پر سوار ہوں کے دریائے باختر سے عبور کر کے اُس طرف نکلا تو درہند سہمانیہ میں جا کے وارد ہوا تھا سہمان شاہ
 جو دیاں کا فرمانروا تھا اُسے بکرمستہ بیضا وین اسلام قبول کر کے کلمہ پڑھا اور بقریب دعوت مجھے اپنے مکان
 لیجا کے شراب بیہوشی آغشتہ پلائی اور جس حالت میں کہ میں بیہوش ہو گیا تو وہ مکار مطلق اور مسلسل کر کے
 گنجاب کے پاس سمت سخجان لے جاتا تھا اُنکے راہ میں فضل بن گیا ہو ر خون آشام نے میری
 اعانت اور امداد کر کے سہمان شاہ کی قید سے مجھے نجات دلوائی تھی اُسوقت اس جان نثاری کے صلہ
 میں فضل بن گیا ہو ر خون آشام سے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں تجھ کو ہر حمزہ صاحبقران کے
 بیٹے پوتوں کے کرسی بیٹھنے کو دلوں گا سلطان ذیحثمہ امیر باتوفیر نے فرمایا کہ آپ مالک مختار ہیں یہ ذکر تھا کہ
 شاہزادہ بدیع الزمان شکار کی اجازت لیکر واپس ہوئے

اب دو کلمہ داستان سیاحت و معشق بیان روانگی قاسم و بدیع الزمان جانب صحرا
 واسطے سیر و شکار کے اور ہو پنچنا قاسم کا شمالیہ باختر میں اور عاشق ہونا ملک
 ماہ آجدار و خرمیفل ملک پر ہشمار

پلاسا قبا بادہ مشکناں	جسے دیکھ کر ہو خجل آفتاب	دیے جا مجھے جام پر بھر کے جام	بڑے تیری بڑھتی چلے تیرا کام
وہ مچھکا نشہ کبھی ہونہ کم	بڑھے جانے سکر اور بھی نہیں	پلا بادہ لیں زانی مجھے	بہت دے مرغوب ہو جو تجھے
جھکا دے مجھے ساقیا بیخیز	کروں باغ وحدت کا بھر میں	لے جو مجھے عشق صادق کی لو	میرے دل میں ہو نور وحدت کی شو

محرران احبار صداقت آثار و کتابان مضامین دل و دوز و جگر افکار را دیان روایات عشق اکبر و ناقیان احادیث جود و خیر
 اس داستان فرحت بیان کو صفحہ قرطاس پر قلم مصحح نے یوں تحریر و تفسیر کرتے ہیں کہ جب لشکر غیر ذی اثر امیر کشور گیر
 ملک عراق عجم میں خیمہ زن ہوا اور ہر ایک نوجوان بعد رستی اسباب عیش و اطمینان شاہزادہ بدیع الزمان
 کے پاس آکر مصروف سخن ہوا سیر و سیاحت کا تذکرہ ہونے لگا اُنکے سخن میں صحرائے عجم کی بہار اور کثرت شکار
 کا بھی ذکر آیا بدیع الزمان کا دم تو گھبرا ہی رہا تھا اُسوقت تیار سی اسباب شکار کا حکم دیا آن واحد میں کل
 مسلمان شکار رہا ہو گیا اور بدیع الزمان سوار ہو کر صحرائے عجم میں شکار کے لیے تشریف لے گئے اتفاقاً یہ خبر

ملک قاسم کو بھی پوچھنی وہ بھی اپنے ماموں کو ہمراہ لیکر مع چالیس ہزار شیخ پوشتوں کے جانب صحراروانہ ہوئے اور ایک تھوڑے ہی عرصے میں اُس صحرائے بے پایان میں داخل ہو کر مصروف شکار ہوئے ناگاہ ایک گرہ کوہ سے ایک آہو پیدا ہوا ملک قاسم نے تیرے تیر چلے کمان میں جوڑ کر اُس کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اُس آہو نے جو صیاد کو آنے دیکھا جو کر بیان بھرا ہوا ایک جانب کو چلا گیا ملک قاسم نے بھی کہہ دینا اُس کے تعاقب میں باویہ پانی شروع کی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ملک قاسم نظر لشکر سے غائب ہو گئے قیماں خان نے جو یہ ماجرا دیکھا متوحش ہو کر تلاش قاسم میں گھبراہٹ ڈال دی تھمتن خان وغیرہ بھی قیماں خان کے ہمراہ ہوئے تمامی دن چارہ و نظر متلاشی رہے جب شام ہوئی اور کسمیرتے لگا تو ہر سبے سب مجبور و ناجار ہو کر لشکر امیر میں آہیں ہوئے اور اُدھر کا حال سنیے کہ ملک قاسم نے ہفتہ تیر دی کی کہ اُس آہو کے برابر ہو چکے آہو نے ملک قاسم کو دیکھ کر اور تیز بھاگنا شروع کیا جاتا تک کہ جاتے جاتے وہ آہو ایک لشکر میں چلا گیا قاسم بھی بخوف و خطر گھوڑا اٹھائے ہوئے اُس لشکر میں چلے گئے اب جہر جہر دہ آہو جاتا ہوا دھڑا دھڑا قاسم بھی جاتے ہیں لیکن کسی طرح وہ آہو زبرد نہیں آتا کہ قاسم شکار کر رہا تھا کہ وہ آہو لشکر کو طوک کے بارگاہ میں چلا گیا قاسم بھی مع مرکب بارگاہ کے دروازے پر پہنچ ہی تو گئے اسی حالت میں قصد اندر جانے کا کیا دروازوں نے ہر چند منع کیا کہ بائیں بائیں نہ گیا بلکہ دینی ہو کہ مع مرکب بارگاہ کے اندر جانے کا قصد کرنا ہر نہیں جانتا کہ یہ بارگاہ و لشکر عظیم کوہ باز و پہاڑان سیف الملک صف شکن شمالی کا ہودہ اپنے بیٹے فولاد کوہ باز کی شادی کرنے کو یہاں آیا ہوا ہو لیکن قاسم کب سنیے ہیں تیرے تیرے مع مرکب داخل بارگاہ ہوئے اور اُس آہو کا حال سنیے کہ وہ بارگاہ میں جاتے ہی عظیم کوہ باز و کے گھل کے نیچے پوشیدہ ہوا ابھی عظیم اپنے رفقاء سے بیٹھا ہوا بائیں کر رہا تھا کہ آخر اس جانور سحرانی کو میری بارگاہ میں آکر زیر و گھل پوشیدہ ہونے کی وجہ کیا ہو چلا ہے جانور سحرانی آدمی کی شکل دیکھنے سے تو مغرور ہوتے ہیں نہ کہ آدمیوں کے پاس لاکر پوشیدہ ہونا کیسا معلوم ہوا کہ کسی صیاد نے آقاب اسکا کیا ہوا اور یہ آہو میری بارگاہ کو جلے امن سمجھ کر بھاگ آیا ہو کہ بھائی ملک قاسم آپ پر سوار سامنے سے نمودار ہوئے اور بے لحاظ و پاس اپنے صید کو چارہ و نظر دیکھنے لگے دیکھتے دیکھتے نظر قاسم زیر و گھل عظیم جو بڑی تو اپنے صید کو بیٹھے پایا گھسیٹ کر تینہ پلارک آتا دیکھ کر آہو ہوا عظیم کوہ باز و یہ قصد قاسم کا دیکھ کر بہت جلد اپنے دنگل سے اٹھا اور قاسم کے رعب و جلال کو دیکھ کر یوں کہنے لگا کہ اے جوان مناسب یہ ہے کہ پہلے میری بات کا جواب دیدے بعد اسکے اس آہو کو قتل کرنا یہ شکر قاسم نے کہا کہ کیا کہنا ہوئے عرض کیا کہ اے شہزادہ یو قار و قفا آپ کی صفدری اور دلاوری میں کیسے طرح کا شک نہیں ہو سکتا آپ کے اور کسی کام نہیں ہو کہ کہہ دینا لیتے بڑے لشکر کو طوک کے بخوف و خطر مع مرکب بارگاہ میں چلا آئے ماشاء اللہ لیکن اے شہزادہ آپ ہم سے بھی واقف ہیں کہ ہم کون ہیں ہم سب کے سب پیغمبر و رے کے لازم ہیں اور یہ سرحد شمالیہ یا خضر ہر ہم لوگوں سے خلاف عدل و انصاف کوئی بات ظور نہ ہو نہیں ہوتی اے شہزادہ خیال کوئے کی بات ہو کہ یہ آہو سے بے زبان بخوف جان یہاں آکر پوشیدہ ہوا ہوا آپ اسکے قتل پر آمادہ ہیں بہتر یہ ہو کہ آپ میری خاطر سے اس جانور بیزبان کو آزاد کر دیجئے یہ شکر قاسم نے کہا یہ میرا صید ہوا اور میرا دل اسکے کیا سکھانے کو جاتا ہو میں ہرگز نہ مانوں گا یہ سنیے عظیم نے کہا کہ بہت اچھا آپ تشریف رکھیے میں بعض اس آہو کے ہر قسم کا طعام لذیذ حضور کو واسطے ملاتا ہوں یہ سنیے قاسم قتل آہو سے دست بردار ہوا اور دنگل بہت اسکے بیٹھ گیا عظیم کوہ باز و تو یہ لکھ کر کھانسیں چلا گیا اور یہاں آپ بن چھریاں کچنے لگیں کہ بھی کیا خضر شہزادہ کوئی بولا کہ یا روجان اعلیٰ پوش جو تھے سنا ہو وہ یہی جوان ہوا بھی یہ بائیں ہوا ہی رہی تھیں کہ عظیم کوہ باز و کشتیوں میں مودہ لے لڈیہ اور اطعمہ لطیف نہایت تکلف سے لے ہوئے آیا اور سامنے

ملک قاسم کے لاکر رکھ دین یہ تو شدت سے بھوکے تھے ہی خوب میوہ سیر ہو کر نوجوان کیا ابھی غلطی در ملک قاسم میں بھی طرح کوئی اور بات چیت بھی نہ ہوتی تھی کہ یکایک دروازہ بارگاہ پر ایک غلام پر راجہ جو کہ ہٹ ہٹ جاؤ اور وہ اس سے استاذہ ہو جاؤ غلام نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیسا غلام ہو لوگوں نے بیان کیا کہ دختر پیغمبر نامہ سل مکہ ماہ تاجدار آتی ہو پندر عظیم کوہ بازو اٹھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دل میں سوچا کہ مکہ ماہ تاجدار آفت روزگار ہلاکی شیخ دیدہ ہوا در ملک قاسم بھی نہایت ہی حسین و خوش مشرب و ایسا ہو کہ آتش عشق کو اشتعال ہوا اور یہ اُسے دیکھ کر مفتون ہو چاہے۔ ورنہ اُسے دیکھ کر پھیل پھیل سے مفت میں بدنامی حاصل ہو بہتر یہ ہو کہ ملک قاسم کو یہاں سے جہاں دیکھے یہ سوچ کر ملک قاسم سے کہنے لگا کہ اسی شہر بارگاہ کو ایک ذرا تکلیف ہوگی ہمارے بادشاہ کی بیٹی آتی ہو آپ ہم پر کیوں ایسے بیان سے ہٹ جاتیے تو بہتر ہو ملک قاسم نے کہا پھر آتی ہو تو آنے روکتے کیا کام ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ یکایک سواری ملک کی نمودار ہوئی ادھر تو ملک قاسم نے آنکھ اٹھا کر ملک کو دیکھا ادھر ملک کی نگاہ قاسم پر پڑی یہ اُسے جمال کے شیدا ہوئے اور وہ اپنے حسن پر فریفتہ ہوئی یہ تر عشق دل کے بار ہوئے دل و دلوں کے پھیرا ہوئے ملک ملک قاسم کا ہنسنا حال کرنا بے موقع سمجھی اور ملک قاسم کا حال پوچھا نہایت سمجھے ملک بارہ درمی میں چلی گئی اور ملک قاسم بارگاہ سے اٹھ کر بارگاہ عظیم کوہ بازو نے ملک قاسم کے لیے بھی ایک خیمہ علوہ ہتادہ کر دیا ملک قاسم اُس خیمہ میں فریفتہ ہوئے لیکن مکہ ماہ تاجدار پر عشق قاسم نے اس قدر اثر کیا کہ خواب و خور حرام ہو گیا بارہ درمی میں جا کر ایک علوہ کے رے میں منہ لپیٹ کر پڑ رہی اور تصویر ملک قاسم کی آنکھوں کے نیچے پھرنے لگی اور ادھر ملک قاسم بھی ملک کے تصور میں مبتلا رہی کرنے لگا جب نہ بہر بات ملک کو یہی حالت میں گزرتی تو پھر پھر ہر روز یاد دہی سے اپنے دل میں یہ تصور کیا کہ جب سے ملک آتی ہو منہ لپیٹے ہمارے دل کی طرح پڑی ہو اُسکی حالت کیا ہو دریافت کرنا چاہیے یہ سوچ کر پھر پھر ہر روز ملک کے پاس آئی اور دوپٹا منٹو سے منہ لپیٹنے لگی کہ مکہ درآؤ کہ تو کھو لو آخر تھا یہ حال کیا ہو جب سے یہاں آئی ہو یہی حالت سے پڑی ہوئی ہوئے شکر ملک نے آنکھ کھولی آنکھ کھولتے ہی آنسو ٹپک پڑے پھر پھر نے عرض کیا کہ کیوں ملک خیر باشد تمہارا کیا حال ہوا ملک آخر سبیاں تو کرو دو بہر بات میں ہمارے دل کی شکل سے بھی بدتر حالت ہو گئی زندگی نہ منہ لپیٹ آنکھوں میں لال لال ڈورے ہو ملک تم تو شادی میں آئی ہو بارگاہ میں جلو تلخ دیکھو دراز دل بیٹے یہ شکر ملک نے کہا کہ نہیں مجھے یہیں رہنے دو میری طبیعت بہت شست ہو پھر پھر نے کہا بی بی چاہیے تم بڑا مانو چاہیے بھلا مانو مجھے تو کچھ آثار ہی اور معلوم ہوتے ہیں بھلا یہ نقشہ کبھی کا ہو گیا تھا آخر تو شادی تو آپ کی ہوم و ہراز ہو چکے اظہار حال میں کیا باک ہو یہ شکر ملک نے کہا کہ اسی پر پھر پھر ہر چند کہ یہ راز لائق براز نہیں ہو گا تمہارے اصحاب سے مجبور ہوں اگر تمہارا راز نہ کرو اور قسم کھا کر مجھے عہد کرو کہ انکشاف سے راز نہ ہوگا تو میں بیان کروں پھر پھر نے کہا کہ اسی ملک آپ ہی کے ملک کی قسم جو میں کسی سے بھی اس امر کا ذکر نہ کروں بلکہ اگر کوئی امر لائق تذہیر ہوگا تو اُسکی فکر و چارہ جوئی کرو گئی آپ فرمائیں تو یہی پندر عظیم نے کہا کہ اسی پر پھر پھر کیا کہوں بیت و اور دیت اندر دل اگر گویم زبان سوز و دگر دم در کسم ترسم کہ مغز استخوان سوز و دہا اسی پر پھر پھر حقیقت حال اس پر اختلاف کی یہ جو کہ میں نے جب سے اُس جوان لال پوشش کو جو عظیم کے دھم کے برابر بیٹھا تھا دیکھا ہو اُس وقت سے دل بیکرا کو کی طرح قرار نہیں آتا ہر دم قلق و اضطراب بڑھتا ہی جاتا ہوا لاکھ لاکھ دل کو سمجھاتی ہوں اور بھلائی ہوں مگر کی طرح تسکین نہیں ہوتی کی طرح تسکین اُس جوان لال پوشش کی آنکھوں کے سامنے سے نہیں بہتی یہ شکر پھر پھر نے کہا کہ خیر تیری بات تو چون تو ان کر کے کاٹ دیجیے سو ہو تو سمجھا جائے ملک نے کہا کہ اسی پر پھر پھر صبح تک تو اپنا کام ہی تمام ہو تم صبح کو بے ہوئے بیٹھی ہو اسی کوئی نہ ایسی کرو کہ برات بخیر و خوبی گئے ورنہ ہمیں تو اب اپنی زندگی سے اس ہی ہو پندر عظیم نے کہا کہ آپ کیون گھبرانے میں ابھی ابھی جاتی ہوں اور

کسی قصہ کو تلاش کر کے لاتی ہوں کہ وہ اگر کوئی اچھا ساقصہ بیان کرے آپکا دل بیٹھے اور خیال بے رت اچھی طرح گئے
یہ کہہ کر پھر بارہ درسی سے باہر آئی اور ہر قاسم کا یہ حال ہو کہ فراق ملک میں مثل ماہی ہے آب ترسپ رہا ہو کسی گل چین
نہیں پڑا ملک کا تصور بندھا ہوا ہو اور اپنے دل سے کہہ رہا ہو کہ ایسا دل تو کس باہین بچس گیا اور کہاں جا کر مفتون ہوا
الغرض پھر وہ نے دروازہ باز کر کے آواز دی کہ ایسے کوئی قصہ جو حاضر ہو جا رہی ملک طلب کرتی ہیں یہ شکر قاسم کی جان
میں جان آگئی اور اپنے خیمہ سے نکلتے ہوئے پھر وہ کے ساتھ ہوا پھر وہ نے بارہ درسی میں بیجا کر لکھ کر لے کرے میں جلسہ میں ڈاکر کر سی
پھر کھرا کر چلا اور کہا کہ کوئی قصہ تازہ چارے ملک کو سنائیے ملک قاسم قاسم ناک میں تھے ہی جھٹ اپنا اور ملک کا قصہ عشق و
ولد و زوی بیان کرنا شروع کیا یہ قصہ شکر ملک کے کان کھڑے ہوئے اور چلن سے جھٹک کر جو دیکھا تو کیا دیکھا کہ وہی جوان لال پوش
میٹھا ہوا ہو بس دیکھتے ہی تاب ضبط باقی نہ رہی جھٹ سے جھین اٹھ ہی نو دی اور کہنے لگی کہ اسو شہزادہ باوقار یہ کنیز تو آپ کے
تصویر میں کب سے جناب و بیقرار تھی آئیے آئیے تشریف لائیے پھر قاسم کر سی سے اٹھ کر ملک کے برابر مسند پر جا بیٹھے ملک نے کہا
کہ اسو شہزادہ باوقار اپنے نام نامی اور اسم گرامی سے اس کنیز کو مطلع کیجئے ملک قاسم نے کہا کہ اسو ملک کبھی سے جوان سبز پوش
اور لال پوش کبھی تذکرہ سنا ہو جنھوں نے سخاوت کو سخر کی تھا ملک نے کہا کہ جی ہاں اکثر سنا ہو ملک قاسم نے کہا کہ
خیر اب سنیے احوال سبز پوش تو میرے عم نامہ شہزادہ بدیع الزمان گر و لشکر شکن دانا و گنجاب ہیں اور مسلم جوان
لال پوش بہرہ حضرت حمزہ صاحب قرآن فرزند علم شاہ نوجوان ملک قاسم محل خقان خوزریخا و رسا یہ شکر ملک
نایت ہی خوش ہوئی قاسم نے کہا کہ اب اپنے نام و نسب سے بھی آگاہ کیجئے ملک نے کہا کہ اسو شہزادہ میرا نام ملک ماہ تاجدار
ہو سیف الملک صدف شکن شمالی کی دفتر ہوں اور میکائیل قدرت یعنی لقا کے چھوٹے بیٹے کی منگیتر ہوں
قاسم نے کہا کہ اسو ملک اب وہ خیال دلیں نہ لانا کیسا تھا اور کیسا میکائیل قدرت گوہر ملک باقوت شاہ
کی منگیتر کو تو میرے عم نامہ بدیع الزمان نے جھین لیا اور جوانان سخاوت کو زیر و زبر کر کے گنجاب کو بگاڑ دیا
انشاء اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے عقد میں لانا شکامیکہ لیل قدرت کیا گیدہ سی جو الغرض بعد لقا صاحب نسب ملک نے اپنے آقا
حام بھر کے ملک قاسم کے سامنے رکھا قاسم نے جام پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ اسو ملک لقا پر بھٹ کر واور دائرہ سلام میں داخل
ہو تو کیا مضائقہ ہو ملک نے مع پرچہ کے ہمہ ہر ہکر شرف اسام کو حاصل کیا دوسرے دنگلون ہونے لگا جب رات قریب پر
بھڑکے باقی رہی تو تختیہ ہو گیا دونوں نے بستر استراحت پر آرام کیا شہزادہ کو میں نے مجھے یارنے موندے نہ دیا یا رات بھر طمان
بیدارنے سوئے نہ دیا الغرض جب صبح ہوئی تو عظیم کو وہ بازو ابھی بازگاہ میں آبا سے سب اپنے اپنے دنگلون پر آسکے
بیٹھے اب جو عظیم نے بغور دیکھا تو دیکھا کہ سب تو ہیں مگر اس جوان لال پوش کا نہیں ہے نہیں ہو یہ دیکھ کر کہنے لگا کہ صاحب
یہ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب سے وہ جوان لال پوش میرے پاس سے گیا ہو بھرہ آلا ذرا کوئی دریافت کرے کہ اسکی
وجہ کیا ہو یہ شکر کچھ لوگ گئے اور بعد نفوسی دیر کے آکر بیان کیا کہ وہ جوان تو ملک صاحب کے پاس مسند پر بٹل گرم سیکے
ہوئے بیٹھے ہیں میں یہ سننا تھا کہ عظیم آگ ہو گیا اور کہنے لگا کہ افسوس اس شوخ و بدمن نے کہا قیامت کی ہوا اب یہ منہ دکھانے
کے قابل نہ رہا سخت برنامہ کیا مگر خیر بھلائیگے یہ لکھ خاموش ہو رہا دن تو اسی فکر و تردد میں بسر ہو گیا جب شب ہوئی تو قریب
بارہ بجے کے اپنے فرزند فولاد کو وہ بازو کو ساتھ لیکر بارہ درسی میں آیا دیکھا کہ ملک ایک چھپر کھٹ پر قاسم کے گلے میں ہاتھ ڈال
ہوئے آدم کر رہی ہو اور حبشی خواہمیں ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ پر سو رہے ہیں یہ دیکھ کر فولاد نے کہا کہ دونوں کا قتل کرنا
مناسب معلوم ہوتا ہو عظیم نے کہا کہ اسو فرزند و ذن کا قتل کرنا مناسب نہیں جو کہوں کہ ملک لقا کے بیٹے کی منگیتر ہو بہرہ ہو کہ
اس شوخ و بدمن کو عظیم کو کہے اس جوان کو مار ڈالو پھر فولاد نے تو ملک کی چوٹی کیوٹے کیسی اور عظیم نے قتل قاسم

ادواب کچھ حال شہزادہ ملک قاسم اور امیر شمالیہ باختر کا بیٹے کہ جب قاسم سے روز ملک قاسم کو ہوش
 آیا تو اس کسان کی عورت نے فوراً اندازے لطیف حسب خواہش قاسم لاکر حاضر کی ملک قاسم نے کھانا کھایا پانی
 پیا شکر خداداد کیا تا انیکہ چند ہی روز میں ملک قاسم کو اس قدر قوت آگئی کہ اچھی طرح چپنے پھرنے لگا اور کل زخم بھی لپھٹ
 ہو گئے بعد اکیفیت کے غسل صحت کیا اور اس کسان سے پوچھا کہ کیوں بھائی یہاں سے شمالیہ باختر کتنی دور ہوئے کہا کہ
 اسی شہر پر یہ سرحد شمالیہ باختر ہی کی ہو اور شہر شمالیہ یہاں سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہو پھر شکر قاسم نہایت شاد ہوئے
 اور اس کسان سے کہا کہ بھائی میں تم سے ساتھ وہ احسان کیا کہ شہر گڑھ ہر مونس من گزردہ بنانے کا نیا پلازمین از شکرش
 بیان ہے اب اس قدر تمھاری عنایت کے اور امیدوار ہیں کہ ہمیں ایک ملک اور ایک سپہ سالار بھی تلاش کرو وہیں کسان نے
 اسی وقت سپہ سالار اور کب نہایت عمدہ لاکر حاضر کیا اور پوچھا کہ تم سے گھوڑے بریان لگا یا قاسم اسی وقت سوار ہو کر جا
 شہر شمالیہ روانہ ہوئے اور بہت جلد قطع منازل اور طرماحل کر کے داخل شہر شمالیہ ہوئے دیکھا کہ نولاکھ سوار کی
 چھاؤنی پڑی ہو کٹوا کھٹک رہے ہو ہر کوچہ و بازاریت آباد و شاد ہو قاسم نے بیچ لشکر میں اگر باگ لھوڑے کی روک لی اور چھپا
 شروع کیا کہ ایسا الناس اس شہر میں عظیم کوہ بازو کا مکان کہاں ہو اور کد ماہ تا چند ایکس مقام پر ہو پھر شکر قاسم
 لوگ دور تھے پانچ لوگ انکے گرد اکھڑے ہوئے اور گھنٹے کے عظیم تو ایک پہلوان ہو جان ہو وہاں ہو ہر چند کہ وہ بھی ایک نام
 برآوردہ شخص ہو مگر خیر لیکن اس جوان نے بغیر نامرسل کی دختر نیک اختر کا نام اس حیثیت سے نہ لے لیا ہے ادباً نہ کلام ہو
 یہ شکر قاسم نے کہا کہ تم لوگ مجھے کیا ہو وہ پہلوان ہو کیا کیدی ذرا اس گھر کو بلاد تو سہی دیکھو تو کیا پہلوان ہو اب سنی
 گفتگو میں تو قاسم کو چار پانچ سو آدمی نے گھیر لیا اور ہر ایک اپنی اپنی بات چیت کرنے لگا کہ اس اثنا میں مسلسل آہن قیاد و سر
 پہلوان عزیز الملک کا دربار سے چلا آتا تھا اسے جو یہ جانو دیکھا تو وہ آکھڑا ہوا اور لوگوں سے پوچھنے لگا کہ بھائیو یہ کیا ماجرا ہو کچھ
 لوگوں نے کہا کہ ہو کیا معلوم نہیں یہ جوان کہاں سے آیا ہو اور اسکی غرض کیا ہو کیا کہیں عجب طرح کا شخص ہو اور تیز کلام
 شخص ہو پہلوان دوران عظیم کوہ بازو اور دختر بغیر نامرسل کی شان میں کلمات گستاخانہ کہ رہا ہو یہ شکر مسلسل جمع
 کو ہٹا کر قاسم کے پاس آتا لیکن ابطال و رعب قاسم کو دیکھ کر گواہ ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور لپک کر باگ لھوڑے کی
 یکرالی اور کہنے لگا کہ اسی شہر میں ان کلمات گستاخی آمیز سے کیا نفع ہو آپ میرے مکان پر تشریف لیجئے میں عظیم کا پتہ
 لگا دوں گا یہ کہہ کر قاسم کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے مکان پر آیا اور تمام حساب عیش اور مامان نشاط لاکر صیا کیا بارہ درمی بین
 لیجا کر مست زہار پر بٹھا یا اور استغفار حال کیا قاسم نے تمام کیفیت من و عنان ابتدا انتہا بیان کی یہ حالات سن کے
 مسلسل پیشاب کے بہانے اٹھ کر اپنے ملازمین کو مطلع کر کے جانب بارگاہ روانہ ہوا اور وہاں دربار میں ہر روز
 عظیم لاف زنی کیا کرتا تھا کہ میں نے یوں بہادری کی اور اتنے بڑے پہلوان کو یوں چورنگ کر ڈالا جتنا آج بھی جب
 مسلسل ہو چکا ہو تو اس وقت بھی یہی تذکرہ ہو رہا تھا جب عظیم سب کچھ لاف و گزاف ہانک چکا تو مسلسل
 نے جھٹلا کر کہا کہ بس بے بس میان عظیم خاموش رہو اب اور تو کیا کہوں مگر اتنا ضرور کہو گا کہ جھوٹے کی ایسی تہی یہ کلمہ
 شکر عظیم بھی آگ ہو گیا اور نہایت درجہ غیظ و غضب میں آکر کہنے لگا کہ کیوں بھائی مسلسل یہ کہتا ہے کہ یہ شکر مسلسل
 کہنے لگا کہ کہا کیا ہے کہا کہ تو جھوٹا ہو اسے تو کہتا کیا ہو وہ تو جوان نو میہ ہے ہی مکان پر موجود ہو ابھی ابھی اسے جھٹلا کر آیا
 ہوں ایک ذرا اسے منہ پر چپکے کہو تو پھر تمھاری سچائی اور دروغ گوئی معلوم ہوتی گفتگو میں مسلسل کو جو کچھ صبر
 ہوا تو قاسم کا دم گھبرانے لگا ملازمین سے پوچھا کہ مسلسل کہاں گیا ہو آخر اس قدر دیر کی وجہ کیا ہو کہا خوب مشغل
 طاقت ہمان نداشت خانہ بہ ہمان گذاشت ملازمان مسلسل نے کہا کہ آپ تشریف لیجئے وہ آتے ہی ہونگے

تھوڑی ہی دوتنگ کے ہیں ملک قاسم نے کہا کہ اب ہم ایک لمحہ نہ ٹھہریں گے کیا کوئی عین قیدی بنا یا ہو یہ کمر بارگاہ سے ہر
 نکل آیا تھوڑی دوسرے بعد جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بارگاہ سلطانی پر ہوا اور تمام ترک و احتشام سلطانی ہمایوں دروازہ
 بارگاہ پر ایک نگیرہ نہ تارنا سنا ہوا اور نیچے اُس نگیرہ کے شہرنگ زہرہ جمین سلیمانی انھیں کامرک بندھا ہوا
 ہر در یافت جو کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جب عظیم کوہ بازو نے دکا پتارہ باز حکم بھیج دیا ہوا اور ملک کو حافہ میں سوار کر
 لیا ہوا تو اُن کے کل اسلو اور گھوڑا عظیم کوہ بازو نے آیا تھا بس بیٹے ہی قاسم نے وہیں سے بیٹا شہرنگ ہٹا شہرنگ
 کمر بچا رہا شروع کیا مگر کچھ چوہنے سوار کی آواز سنی دونوں کنوئیاں ہلکے ہنسانے لگا پس قاسم عجبت تمام آگے بڑھے
 اور گاڑی بچھاڑی کھول کر عجبت ہٹ سوار ہو کر مع مرکب اُٹل بارگاہ ہوئی کہ قصد کیا ہر چند دربانوں نے روکا مگر یہک سنتے ہیں
 مع مرکب داخل باجگاہ ہوئے مسلسل کی گھا جو قاسم پر بڑی عظیم سے کہنے لگا کہ تو میان عظیم وہ نوجوان آہو بی بیٹے
 عظیم تو قنات چاک کہے بھاگ گیا اور قاسم ادھر ادھر دیکھ کر کہنے لگا کہ وہ مردک عظیم کس طرف ہوا سوقت ہوتا تو
 قدر غافلت کھشتی اٹھائے گھنگو میں اب جو بچوں پر بارگاہ میں دیکھا تو دیکھا اپنے ہتھیار رکھے ہوئے ہیں بس ایک کرکل سلیم
 اٹھا کر زیب بدن کیے اور تیغہ پلارک پر تھوڑے کے بطریق اہل سلام سلام کیا ادا واز دی کہ اسو شہر بار آگاہ ہونم نہ ہر
 امیر حمزہ صاحب ان شاہزادہ خادرمہ ملک قاسم لال پوش میں ہی وہ شخص ہوں کہ جسے سخاں کوتاہ و ہر
 کر کے گنجاب بن جمہور میں ملک حرمان دیو کش کو بھاگایا اسو شاہ جلد بچے آگاہ کر کہ وہ مردک عظیم کوہ بازو کہان
 ہوا اور میری بھو بیہ دلفریب ملک ماہ تاجدار کس مقام پر ہوا اور یہ کمر ایک دنگل پر جو سامنے قاسم کے خالی رکھا
 تھا بے تکلف بیٹھ گیا یہ دیکھ کر عزیز الملک اور سیف الملک نے کہا کہ اسو جوان یہ کیا غضب کیا تو نے کہ ایک تو ہماری
 دختر نیک اختر کا نام سرور بار اس بے ادب سے لیا اور دوسرے تو اُس شخص کے دنگل پر بیٹھ گیا کہ آج جسکا ملک
 شہا لیبہ یا خیر میں جواب دینے والا نہیں ہو قاسم نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہو اور کیا نام و نسب رکھتا ہو عزیز الملک
 نے کہا کہ وہ ہمارا فرزند تاج الملک ہو قاسم نے کہا کہ خیر کوئی ہوگا اور ہو تو کیا گیدی ہو اب اس اثنائیں تاج الملک
 بھی دربار میں آگیا دیکھا کہ ایک جوان لال پوش بے تکلف میسے دنگل پر بیٹھا ہو سامنے آکر کہنے لگا کہ اسو جوان اٹھ میسے
 دنگل سے تو کون ہو کس بے تکلفی سے میرے دنگل پر بیٹھا ہوا ہو یہ شکر قاسم نے کہا کہ جا دور جو سامنے سے تو کیا بکتا ہو
 اسے قلب زجانی جند مرد میدان کہیں جگہ لیکر چھوڑ بھی دیتے ہیں اگر ٹھکرو غوسے ہمارے کا ہو تو مجھے یہاں سے اٹھاؤ
 میں تو عظیم مردک کی تلاش میں بیٹھا ہوا ہوں وہ آج سے تو ہمارے دون غرض بعد گفتگو سے بسیار جب قاسم نہ اٹھے تو
 تاج الملک نے دوسرا دنگل منگوا لیا اور اُس دنگل پر بیٹھ کے کہنے لگا کہ ان اسو جوان ہیشک مجھے ہمارے کا دعویٰ ہو
 قاسم نے کہا کہ بہتر جو طرح ہی چاہے مجھے زور آزائی کوئے پشکر تاج الملک نے کہا کہ خیر تجھے پہلے ایک زور پنجہ کا نو ہو جا
 پشکر قاسم نے ہاتھ بڑھا دیا اور کہا بسم اللہ غرض دونوں میں پنجہ کشی ہونے لگی آن واحد میں قاسم نے ایک
 انگلی تاج الملک کی توڑ ڈالی جب انگلی ٹوٹی تو تاج الملک کچھ کھسیا سا ہوا کہنے لگا کہ اسو جوان اگر چہ
 میری انگلی ٹوٹ گئی مگر یہ کوئی بڑی بات نہیں ہوا اب میں تجھے کشتی زدہ بگا قاسم نے کہا یہ بھی سہی میں کسی بات
 میں بند نہیں ہوں تاج الملک نے کہا کہ بہتر بھر کل کا دن معین ہو تو بہتر ہو قاسم نے کہا موت اچھا کل ہی سہی
 مگر پہلے اُس مردک عظیم کوہ بازو اور میری محبوبہ ملک ماہ تاجدار کا تہہ بنا سے کہ وہ کہان ہو پھر جب کل ہوگی تو
 دیکھا جائیگا بلکہ شکر تاج الملک آگ ہو گیا کہ بس خاموش کیا بکتا ہوا اگر اب ایسا کلام گستاخانہ منہ سے نکالا تو زبان
 گدی سے کھینچ لی جائیگی اور اگر تو سنا ہوتا تو ابھی تیری گردن دنی کا حکم نافذ کیا جاتا قاسم نے کہا کہ تو بکتا ہوا سے تو کشتی زدہ

تو سہی دیکھتے تو میں تنہا کیا مزہ چھٹاتا ہوں قصہ بعد گفتگو کے بسیار دوسرا دن کشتی کا مقرر ہوا اور تمام شہر میں منادی کرانی لگئی کہ کل ایک جوان لال پوش قاسم نامی اور تاج الملک سے کشتی میں ہوئی جو جب پتھر محل میں شدہ شدہ پوچھی اور ملکہ ماہ تاجدار کو اطلاع ہوئی تو اپنی ماں سے کہنے لگی کہ کیوں اہاجان خدائے آسمان کیسا برحق خدا جو ان کافروں نے تو اپنے زعم میں قاسم کا کام تمام کو کے ہتھارہ ہاندھ کر پھینک دیا تھا مگر صدمے اُس خدائے کہ جس نے اُسے حیات تازہ مرحمت فرمائی یہ شکر مادہ ملکہ کا اعتقاد نسبت دین اسلام مضبوط ہوا اور از سر صدق اُمت وقت کلمہ توحید پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئی جب دوسرا دن ہوا تو ماہ ملکہ نے تاج الملک سے کہا کہ اسو فرزند ہم بھی کشتی کا تماشا دیکھنا چاہتے ہیں تاج الملک نے کہا کہ اچھا کیا مضائقہ ہو اور ایک بچہ ملکہ اور ماہ ملکہ کی نشست کیلئے علیحدہ خالی کرا دیا اور سیف الملک اور عزیز الملک اور تاج الملک اپنے اپنے بہنو انوں کو لیکر اکھاڑے پر آئے اور تاج الملک اور خا ورسپاہ ووزن لنگوٹ ہاندھ کر اکھاڑے میں اُتے اور کشتی جو ناشروع ہوئی تین دن تک متواز کلمہ پڑھ کر کشتی ہوئی کیسی وہ دن قاسم نے اکھاڑے کی جینڈ پر لا کر اس زور سے ایک اڑھنگا مارا کہ تاج الملک کا کولا ٹوٹ گیا جب تو تاج الملک مجبور ہوا مگر قریب شجاعت سے اُسی طرح مصروف کشتی رہا بیک ایک خا ورسپاہ کی نگاہ جو تاج الملک کے چہرے پر پڑی تو دیکھ کر کہ بسبب فرط الم کے رنگ چہرہ کا متغیر ہو گیا ہو یہ دیکھ کر قاسم نے ووزن شانے تاج الملک کے پکڑ لیے اور کہا کہ اسو تاج الملک رنگیز کیوں متغیر ہو گیا ہو تاج الملک نے کہا کہ اسو شہر یار آب کو اس سے کیا بحث ہو آپ اپنے کام میں مشغول ہو جب قاسم نے کہا کہ نہیں اسو تاج الملک قسم بخدا میں تجھے ہرگز نہ لڑو لگا بخدا میں نے آج تک کسی لنگوٹے کو لے کو نہیں یا نہ صاحب تو اچھا ہو جائیگا جب میں لڑو لگا پھر شکر تاج الملک ہزار جان سے مفتون ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ واقعی یہ شخص تو مجھے بھی زیادہ صاحب مردت و انصاف معلوم ہوتا ہو الغرض قاسم نے تاج الملک کو چھوڑ دیا اور سیف الملک اور عزیز الملک قاسم کو بیعت تمام بارگاہ میں لائے اور تمام اسباب صیقلی ہوا کر دیا تاج ہوئے لگا جامے لنگھوں کا دور شروع ہوا اور وہاں ملکہ ماہ تاجدار یہ معرکہ دیکھ کر انتہا سے زیادہ خرم و شاد ہوئی اور اپنی ماں سے کہنے لگی کہ کیوں امان جان تھے دیکھا کہ اس شہر زار عالی وقار نے کس وقت میں تاج الملک کو چھوڑ دیا کس قدر صاحب عدل و کرم ہو قصہ قاسم دخل شوکت پر بیٹھے ہوئے تاج دیکھ رہے تھے کہ یکایک ایک مار سپاہ بارگاہین پیدا ہوا اور کھنچو بلند کیے ادھر ادھر دیکھنے لگا تمام بارگاہ صاحب کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئی اور بعض بعض تو اپنی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر ملک قاسم تیغ پلارک کھینچ کر اُس کے قتل کیسے آمادہ ہوئے اُسے جو قاسم کو آتے دیکھا تو آمد زیادہ مر بلند کیے منہ سے آگ کے شے چھوڑنے لگا قاسم نے تیغ مارا صاحب نے کھنچو زمین پر مارا وار قاسم کا خالی گیا قاسم دوسرا ہاتھ مارا ہی چاہتے تھے کہ وہ صاحب بوجہ تمام بیرون میں قاسم کے آکر لیٹ گیا ایک شام بھر کے مع قاسم جو اسے آسمان ہو گیا جبکہ سب ملک قاسم کے لیے متانت اور متانم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ معلوم نہیں یہ صاحب کہاں سے پیدا ہوا اور کہہ دے آیا تھا ظاہر کار سازی سو معلوم ہوتی ہو کیونکہ اس سبب دھج کا صاحب آج تک ہماری نظریے نہیں گذرا اب ان سبکو تو یہ نہیں صاف اور منام چھوڑے اور دیکھو داستان حال قاسم کے سینے کو اُس صاحب نے ملک قاسم کو ایک ٹاپو میں لیجا کر اُتار دیا اب جو انکی آنکھ کھلتی ہو تو اپنے تئیں کہہ دے تنہا ایک ٹاپو میں با اپنے حال زار پر مباحثہ کر رہا کیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزرتے پائی تھی کہ یکایک ایک کشتی سامنے سے نمودار ہوئی اب جو قاسم نے اُس کشتی کی طرف دیکھا تو کیا دیکھا کہ ایکسازین ماہ پیکر زہرہ جبین

کنیزان ماہ طلفت ساتھ لیے ہوئے کشتی پر سوار چلی آتی جو قاسم کے برابر آکر کشتی کو روک لیا اور کشتی سے اتر کر ہاتھ ملک
 قاسم کا پکڑ لیا قاسم نے اُس ماہرین کو دیکھ کر سجدہ شکر ادا کیا اور نام اُس گل نام کا ہتھیار کیا اُس نے کہا کہ اسی شہر دار
 نام میرا بریق جیادو ہو اگر تجھ کو اس بلا سے نجات منظور ہو تو مجھ کو قبول کر ورنہ تیرے عمر اس بلا سے نجات ناممکن ہو چنانچہ
 قاسم نے ایک اٹا ہاتھ اسکے منہ پر مارا کہ وہ دانت اُسکے ٹوٹ کر حق میں جلتے رہے پس غیظ میں آکر قاسم کے کہ بند
 میں ہاتھ ڈال کر جانب آسمان اڑا لیکن اور پہنچ سو کو س کی ہندی پر لیجائے کہنے لگی کہ اسی قاسم بہتر ہو کہ اب بھی مجھ کو
 قبول کر ورنہ ابھی میں سب کو یہاں سے اٹھا کر پھینک دوں گی کہ بدیون کا بھی پتا نہ لگیگا قاسم نے کہا کہ اولکاتہ جو تیرے مزاج
 میں آئے وہ کر مگر میں ہرگز قبول نہ کروں گا یہ سننے ہی قاسم کو اٹھا کر سوسے اوجھار کے اُس لکاتہ نے پھینک دیا قاسم
 اٹھٹھ والا مان کہتے ہوئے ایک پہاڑ پر جا کے گرے مگر کی طرح لگی جوت چھٹ نہیں آئی ایک تھوڑی دیر کے بعد پھر
 ابریق جیادو کا سامنا ہوا اور اس آکر کہنے لگی کہ اسی میرا حمزہ اب بھی مجھ کو قبول کر میں مجھے سادے جہان کا حاکم کر دو
 قاسم نے کہا کہ اولکاتہ تو کبھی کیا ہو ہم ساحرہ کو حرام سمجھتے ہیں یہ شکر وہ ساحرہ یہ سمجھی کہ اب قاسم سے کام نہ نکھے گا مگر حق
 و مدار کی ضرورت ہو یہ خیال کر کے کہنے لگی کہ اچھا اسی شہر دار خفاخانو چلو میں تجھ کو گنبد عجائب کی سر دیکھا لاؤں یہ کہہ
 کر بند میں ہاتھ ڈال کر قاسم کو اڑا لیکن اور ایک مقام عجیب و غریب میں لیجا کر اتارا آپ سخت جواہر ہنر نگار پر بیٹھی اور
 قاسم کو مسند زینہ پر لیجائے بٹھایا باہر اُس گنبد کے خلاف کثیر جمع ہوئی ابریق جیادو نے اندرون گنبد سے آواز
 دی کہ اسی بندگان من سجدہ کنید چنانچہ قاسم اپنے دل میں کہنے لگا کہ واہ واہ یہ لکاتہ خداوندی کا دعویٰ کرتی ہو ابھی
 تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کچھ لوگ ایک شخص کو گرفتار کیے ہوئے سامنے لائے اور بیان کیا کہ اس شخص نے خون کیا ہر
 سننے ہی اُسے جانب آسمان اشارہ کیا ایک برقی چمکی اور اُس شخص پر گر کے اُسکے دو پر کاٹے کر دیے اسکے بعد قاسم
 لے دیکھا کہ کچھ لوگ قیاس خان کو بلے ہوئے چلے آئے ہیں قاسم نے جوتے بامون کو دیکھا کہنے لگے خدا خیر
 کرے القصد قیاس خان نے داخل گنبد ہو کر بھرتی ازل سلام سلام کیا قاسم نے جواب سلام دیا اور پوچھا کہ
 مامون آپ کہاں قیاس خان نے کہا کہ میں تمھاری تلاش میں سرگردان و پریشان پڑا ہوں تاہنا جب سے تم فائب
 ہوئے لشکر امیرین نہیں گیا ایک صولے بق ووق میں ہو چکا اس آفت میں مبتلا ہو گیا ایک پنجہ آسمان سے
 گر کے تجھے یہاں اٹھا لایا یہ بات جیت قیاس خان ہادر قاسم کی شکر وہ لکاتہ کہنے لگی کہ اسی قاسم خاموش و میری
 خداوندی میں فرق لاتا ہو قاسم اپنے دل میں یہ سوچے کہ ایسا ہو کہ یہ لکاتہ مثل شخص سابق میرے مامون کے
 ساتھ بھی یہی کرے یہ سچ کر کہنے لگے کہ خبردار انھیں کوئی تکلیف نہونے پڑے یہ میرے مامون جان ہیں اگر
 انکو تکلیف و صدمہ ہوا تو میں اپنی جان دیر ونگا مگر وہ لکاتہ کہ سنتی ہو قیاس خان کو قید کے ملک
 افریقہ میں برقی بریق کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ اسی برقی بریق میں اس خدا پرست کو بصلحت وقت
 تمھارے پاس بھیجتی ہوں رسم قدمانہ کے لحاظ سے نہایت حفاظت اور قید شدید میں رکھنا خبردار غفلت
 نہ کرنا اور ابریق نے ملک قاسم سے کہا کہ اب بھی مجھ کو قبول کر ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤ گی قاسم نے کہا کہ ایک
 شرط سے میں قبول کرتا ہوں ابریق نے کہا بیان کرو قاسم نے کہا کہ میں ملک ماہ تاجدار دختر سیف الملک
 پر عاشق ہوں اگر تو اسے لاوے تو میں تجھے قبول کروں اور اگر ملک ماہ تاجدار نہ آئی تو پامر ہرگز وقوع پذیر نہیں
 ہوگا ابریق نے کہا کہ میں ابھی لائی قاسم کو گنبد میں چھوڑ کر ایک باز بند پروان کی شکل کے شامیہ بانتر کی طرف
 روانہ ہوئی قاسم کو اب نہیں ہو گیا کہ ابریق جیادو ملک ماہ تاجدار کو ضرور بالضرور لے آئیگی اور اب مقصد

دل ضرور حاصل ہو گا اب یہاں سے ابریق جادو کو تو تلاش نہ ماہ تاجدار میں صحرا نور و جہد ہے اور دو کلمہ
 داستان قیاس خان اور ستیاریہ بن عمرو کا تلاش قاسم میں جانا اور بچہ کرنا اور قیاس خان کا
 لیجانا ملاحظہ ہو کہ جب قاسم صحرائے قلم سے تعاقب قشاکار میں غائب ہو گئے اور ان کے ہمراہی سب دتے پیتے خدمت
 امیر میں پہنچے اور سب حال امیر کشور گیر کے بیان کیا اس وقت امیر نے منجھون کو بلا کر استفسار کیا کہ جلد حال قاسم
 کا بیان کر دے کہ اسپر کیا گندی اور وہ کس طرف ہو اس وقت منجھون نے بقاعدہ نجوم خدمت امیر میں عرض کیا کہ حضور
 منکر و منہون شاہزادہ خا در سیاہ ایک آہو کی تلاش میں جانب صحرائے کھلے ہیں اور بعد چند روز کے ایک صحرا
 ہی میں انکا پنا لگیگا اور حضور کی قدیموسی سے مشرف ہونگے کچھ مردان بخرجہ کار اور آرموہارہ روزگار تلاش کے
 لیے روانہ فرمائیے یہ شکر امیر قلعہ گیر نے اس وقت ستیاریہ بن عمرو اور قیاس خان کو تلاش ملک قاسم کے
 لیے بہت سارے جواہر و دیگر روانہ کیا اور یہ دونوں کمر ہمت کو مستحکم باندھ کر تلاش قاسم کے لیے روانہ ہوئے بہت جلد
 طومر حاصل اور قطع منازل کرتے ہوئے ایک دن کی راہ پر پھر میں طو کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ یکایک ایک
 صحرائے قی و دوق میں ان دونوں کا گزر ہوا اور پیاس نے ان دونوں پر غلبہ کیا جستجوے آب میں ایک جانب کو
 منہواٹھائے ہوئے چلے جاتے تھے کہ یکایک سلسلے سے ایک گردنوار ہوئی قیاس خان متحیر ہو کر اس گرد
 کی طرف دیکھنے لگا کہ یکایک دامن گرد کا پٹھا اور ایک بچہ آسمان سے زمین پر گرا اور قیاس خان
 کو اڑا لیا اور بعد چند روز کے گنبد عجائب میں لیجا کر روبرو ابریق جادو کے اس وقت حاضر کیا کہ جب
 ملک قاسم بیٹھے ہوئے تھے جیسا کہ قبل میں گذارش ہوا اب بیچارہ ستیاریہ تن تنہا باقی رہ گیا مگر پیاس کا وہ عالم
 ہو کہ زبان چٹنی جاتی ہو درگاہ باری تعالیٰ میں دعا کرتا ہوا چلا جاتا ہو کہ سلسلے سے ایک چشمہ آب نمودار ہوا شکر خدا ادا
 کیا اور اس چشمہ پر چاکے ہاتھ منہ دھو کر باقی بیا اور کنا سے برائے چشمہ کے بیٹھ گیا کہ خدا اس دست ہون تو میں
 آگے بڑھوں تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک گردنوار سلسلے سے نمودار ہوئی جب دامن گرد کا شق ہوا تو کیا دیکھا
 کہ گردنوار اور تختیار ک پائے شاطی راستے ہوئے جلد جلد راہ طو کرتے ہوئے چلے آتے ہیں دل میں کہا کہ
 اس ستیاریہ کو اس مرد کو یہ خیال کر کے اپنی جگہ سے اٹھا اور صورت اپنی تبدیل کو کہ گردنوار کے پیچھے ہوا
 تھوڑی دور چاکے یہ سوچا کہ نہیں اس ستیاریہ کو مار کرنا اسکا مناسب نہیں ہوا اسے پیچھے پیچھے چلو دیکھو
 کہ یہ دونوں کہاں جاتے ہیں اور خدا کیا دکھاتا ہو یہ سوچ کر گردنوار کے پیچھے پیچھے چلا یہ بعد چند روز کے بارگاہ
 سیف الملک میں داخل ہوئے ستیاریہ بھی ان کے ساتھ ساتھ ہو الغرض داخل بارگاہ ہو کر بگڑی سے
 نامہ زمر و شاہ باختری کا کھا کر عزیز الملک کے حوالہ کیا عزیز الملک نے لفافہ چاک کو کے جو پڑھا
 لکھا تھا کہ اس نامہ کے دیکھتے ہی ہمراہی طاؤس الحرمین ہماری ہو کو جلد روانہ کر دو خبردار خبردار تعویق
 نہ کرنا عزیز الملک نے سیف الملک سے کہا کہ اے برادر خداوندی اپنی ہو کو طلب کیا ہو اب سبج ہی
 دینا مناسب ہو پھر سیف الملک اندر گیا اور ملک کو آراستہ و پیراستہ کر کے ایک تخت پر سوار کر کے روانہ کیا
 اور بیرون شہر تک تمام اراکین دولت اور اعیان سلطنت پہنچاتے گئے اب اتفاقات روزگار ملاحظہ ہو کہ
 اوھر سے تو ملک ماہ تاجدار جانی ہوا اور اُدھر سے ابریق جادو تلاش کرتی ہوئی آئی ہو اسنے جو یہ سامان
 دیکھا کہ ملک ماہ تاجدار چلی جاتی ہو فوراً اسنے چاہتے سمجھ کے نکال کے اسم سحر دم کر کے زمین پر پڑے پس
 ان پلوں کے گرتے ہی یکایک ایک تنق گرد کا نمودار ہوا اور ایک آواز ترٹائی کی پیدا ہوئی سب نے دیکھا کہ زیر

تخت چار حورین پیدا ہوئیں اور اس تخت کو بالائے ہوا اڑا لیں عذریہ الملک اور سیف الملک باجرا دیکھ کر
 کہنے لگے کہ دیکھو خداوند نے حوران نذرت کو بھیج کر اپنی بہو کو طلب کر لیا غالباً یہاں سے ہوئے مین دیر ہوئی یہ نذر تختیار رک
 ہنسنا کہنے لگا کہ اس عذریہ الملک تم ہو کہ مردہ خداوند آپ کا کیا گیدی ہو اور آپ کیا مسخربے مین ملکہ کو قاسم
 بویا ہوا وہ مین حاتی ہو لیکن عذریہ الملک کو کب یقین آتا ہو کہنے لگا کہ تو بھی غیب سحرہ شخص ہو تو ہمیشہ امورات
 خداوندی مین مسخر کیا کرتا ہو تختیار رک نے ہنس کر کہا کہ خیر سمجھا جائیگا جب اس امر کا ظہور ہوگا تو تم خود ہی دیکھ لو گے
 عذریہ الملک نے ہنس کر کہا کہ چلیے رہنے دیکھے آپ کو اس سے کیا غرض ہو اب چلیے چند روز ہمارے مہمان ہو جیے
 پھر چلیے جائے گا غرض عذریہ الملک اور سیف الملک اور گرد و مر و اور تختیار رک سب کے سب تو بارگاہ مین
 آئے مگر ستیاریہ قاسم ملک قاسم مین صحر کی طرف چلا اور صحرانوردی شروع کی اور یہاں سامان عیش مینا ہوا جام سے
 نکلون گردن مین آیا اور ہر اوجہ کے تذکرے ہونے لگے اٹھائے افریہ مین برہیل تذکرہ یہ بھی ذکر آیا کہ اگر حاکم ملک افریقیہ
 برق بریق بھی چارے شریک ہو جائے اور زمر و پستی اختیار کرے تو ہماری قوت دونی ہو جائیگی اور پھر سیف الملک کا
 رختہ نہ پیرا ہوگا کیونکہ وہ بڑا زبردست شخص ہوا اس کے شریک ہو جائیے جو کوئی خوف و خطر باقی نہ رہیگا سیف الملک
 کو بامہربت پسند آیا اور اسے اسیوفت اعظم صف شکن اور آفرید کوہ پیشانی کو ہکا کر اپنی جانب سے نامہ لکھ کر
 دس ہزار سوار کے شہر افریقیہ کی طرف روانہ کیا اور وہاں ابریق جاو و جو ملکہ کو لیکر جی توڑ ستہ مین مسعود کو ۵۰
 بلبریق جاو و ملکہ ماہ تاجدار کو لا کر اس کوہ پر آتا اب جو عورت ملکہ کو دیکھا تو اس کے حسن و جمال پر ہزار جان سے
 مفتون ہو گئی قریب اس کوہ کے ایک باغ تھا جسکو حضرت سلیمانؑ نے بنایا تھا کہنے لگی کہ اسو ملکہ تم مین ٹھہرو مین تمہار
 ۱۰ میوے آؤن اسو ملکہ پہلے تو مین ملک قاسم پر عاشق تھی اور ایک خاطر سے ٹکڑا لائی تھی گلاب مین سے اس
 سے لٹکا اٹھا اور ٹکڑا اپنی بیٹی کیا وہ تمہیں مبارک ہو اور تم اسے مبارک ہو اب مین تمہاری مان اور تم میری بیٹی
 یہ لکھ کر وہ کے نیچے اتر سی اور اس باغ کے اندر گئی میوہ توڑنا شروع کیا اس باغ مین ایک مدت سے دیو سحر قیام پذیر تھا
 اسنے جو ابریق کو میوہ توڑتے دیکھا وہ مین سے لٹک پڑھا کر ٹیٹا لیا اور توڑ مڑوٹ کے ایک ہی لقمہ کر گیا اس کے لقمہ کرنے ہی ایک
 ستانا سا پیدا ہوا اور ایک آواز آئی کہ مارا جوان کشتی نام مین ابریق جاو و بود اب جو دیو سحر اس پہاڑ پر آتا ہو تو دیکھ
 کہ ایک تازمین مین مہر مکیں جو لقا پر سی پیکر ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی ہو دیو نے جو ملکہ کو دیکھا ہزار جان سے
 عاشق ہو گیا اور ملکہ کے اس پاس بھونے لگا اور ناچنے لگا دیکھ کر ملکہ سم گئی اور مارے ڈر کے رنگ چہرے کا زرد ہو گیا
 دیو نے اٹھ کر ملکہ کو اپنے زانو پر بٹھا لیا اور وہاں گنبد عجائب مین جو حوطلات سحر تھی وہ سب یکایک طرف ہو گئی
 قاسم سمجھے کہ ابریق جاو و داری گئی اب جو اپنی جگہ سے اٹھتے مین تو کیا دیکھا کہ بہت سی کنیز مین جناب الیم مقید
 تھیں وہ سب بھی قید سے رہا ہوئیں قاسم نے اقل سبکو مسلمان کر کے آزاد کر دیا اور جو کچھ مال و اسباب تھا اس مین
 سے کچھ آپ لیا اور کچھ ان کنیزوں کو دیکر رخصت کیا ایک کنیز نے اس مین سے آکر عرض کیا کہ اسو شہزادہ ایک سب پر سی پیکر
 بھی ابریق جاو و کا موجود ہو قاسم نے اس گھوڑے کو طلب کیا اور سوار ہو کے یکے و تنہا تماشق ملکہ مین روانہ ہوا تھوڑی
 ہی راہ طو کرنے پائے تھے کہ سامنے سے ستیاریہ بن عمر و نمودار ہوا ملک قاسم نے جو ستیاریہ کو دیکھا نہایت ہی
 بٹاشن ہوئے اور آگے بڑھ کر نہایت خندہ پیشانی سے دونوں بغلیں مچھلے اور اسی جگہ بیٹھ گئے ستیاریہ سے مل
 حال ملکہ کا روبرو قاسم کے بیان کیا اور بوتل شراب کی نکال کر دھار جام ملک قاسم کو پلائے اور خود بھی پیے جب
 دماغ بادہ تاب سے گرم ہوا تو قاسم مرکب پر سوار ہو کے ستیاریہ کو ہمراہ لیکر ایک جانب کو روانہ ہوئے بعد چند روز کے

قریب ایک شہر کے ہوئے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام ہو لوگوں نے بیان کیا کہ اس شہر کو افریقیہ کہتے ہیں بادشاہ یہاں کا
 برق بریق ہر برق قاسم نے ستارہ سے کہا کہ اس شہر میں چلنا چاہیے یہیں ہمارے مامون قیاس خان
 حیدر میں ستارہ نے پوچھا کہ بیان وہ کیونکر مفید ہیں وہ تو میرے ساتھ آجکی قاش میں نکلے تھے ماہ میں ایک پنجگرا
 اور انکو اٹھایا گیا تھا ملک قاسم نے کل کیفیت اپنی اور قیاس خان کی بیان کی اور باتیں کرتے ہوئے داخل
 شہر ہوئے اور سبب نامہ کیفیت کے ایک صراف کی دکان پر جلیٹے ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک ہلہ ہو گیا
 کہ عظیم صف شکن اور آفرید کوہ پیشانی مع دس ہزار سواروں کے سیف الملک شمالی کا نامہ لیکر آتے
 ہیں اور افریق شمشیر پرست فریدون شمشیر پرست کی جانب سے پشت شہر آگرا تیرا جو بے خبر برق بریق
 کو ہوئی تو اسے حکم دیا کہ خبردار نامہ داران سیف الملک کو آنے دو انھیں کوئی نہ روکے کہ ملتے عرض میں
 آفرید کوہ پیشانی دو سو پہلوانوں سے نامہ لیے ہوئے داخل شہر ہوا اور بتا ہمارا گاہ سلطانی کا پوچھا ہوا داخل ہوا
 نامہ سیف الملک کا برق بریق کو دیا برق بریق جو لافہ جاک کر کے دیکھا ہو تو انھیں لکھا ہوا تھا کہ اے
 برق بریق مجھ کو لازم ہو کہ اس نامہ کے دیکھتے ہی خداوند زمرہ شاہ باختری کو مسجد کو اور لقا پرستی اختیار کر
 دینے یا درکھنا کہ میں تیرے ملک کو تباہ و برباد کر دوں گا اور مجھ کو بھی بیونہ خاک کر دوں گا برق بریق اس عبارت کو
 دیکھ کر آگ ہو گیا اور قصد کیا کہ نامہ کو جاک کر ڈالے یہ قصد دیکھ کر آفرید کوہ پیشانی نے نامہ ہاتھ سے چھین لیا
 برق بریق اور زبیر غصبناک ہوا اور حکم دیا کہ اس وقت آفرید کوہ پیشانی کو اس کے پہلوانوں سمیت گرفتار کر لو
 اس وقت برق بریق کے پہلوانوں نے ان سب کو طوق و زنجیر میں گرفتار کر لیا برق بریق اس وقت ان سب کو
 ادا بون پر ڈالے افریق شمشیر پرست کے پاس لیچلا اتفاقاً برق بریق کا اسی راستے گزر رہا تھا کہ جس راہ
 میں ملک قاسم اور ستارہ دکان صراف پر بیٹھے تھے ملک قاسم نے جو آفرید کوہ پیشانی کو مع دو سو پہلوانوں
 کے اس حالت سے پایا تو ستارہ سے کہا کہ اے ستارہ یہ تو سیف الملک صف شکن شمالی کا پہلوان
 آفرید کوہ پیشانی جو میں اب اس قید سے ضرور ٹھیکر اڑنگا ستارہ ہر چند مانع ہوا مگر قاسم کب سنے
 ہیں گھسیٹ کے تیز پلارک ان گرفتار پر جا ہی بیٹے سیکڑوں کو درجہ و برہم کر کے آفرید کوہ پیشانی کے
 پاس ہوئے پوچھے آفرید کوہ پیشانی قاسم کو آتے دیکھ کر ابر بکھڑا ہو گیا قاسم کی جرات اور اپنی اعانت پیدا
 ہونے کی خوشی میں اگر جونہ ور کرتا جو نو تمام قید کر کے ٹکڑے ہو گئی یہ حال دیکھ کر ان دو سو پہلوانوں
 نے بھی اپنی قید کو توڑ ڈالا اور سب کے سب آکر ملک قاسم کے شریک ہوئے اور خوب تلوار چلنے لگی ملک قاسم
 تلوار میں مارتے ہوئے اس صف سے اس صف پر جاتے ہیں اور اس صف سے اُس صف پر آتے ہیں اس قدر لڑائی ہوئی اور
 جوش شجاعت میں اس قدر زور زور قاسم نے نعرے مارے کہ یہ آواز محسوس تک پہنچی اور قیاس خان
 کے گوش زد ہوئی انھوں نے بھی بقیار و بیتاب ہو کر قید کو توڑ ڈالا اور زندان خانہ سے نکل کر قاسم کے
 شریک ہوئے قاسم قیاس خان کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور مامون بھلے دو لون شریک ہو کر
 لڑنے لگے تا انیکہ شام ہو گئی آفرید کوہ پیشانی نے قاسم اور قیاس خان کو بیچ میں کر لیا اور دو سو
 پہلوانوں سے تلوار میں مارتا ہوا ایک جانب کو نکل گیا برق بریق اپنے قلعہ میں چلا آیا راہ میں
 آفرید کوہ پیشانی قاسم کے قدموں پر گر پڑا اور ان دو سو پہلوانوں سمیت کھڑے ہو کر از سر صدق سلطان ہوا
 اور قاسم کو ہمراہ لیکر عظیم صف شکن کے پاس آیا اور تمام ماجرا اس سے بیان کیا عظیم صف شکن

نے قاسم سے کہا کہ اس شہر یا اگر آپ مجھ کو زیر کرین تو میں بھی آپ کا دین قبول کروں قاسم نے کہا کہ بہتر کل ہی ہمارے
 آپ کے آزمائش ہو جائے یہ سن کر اعظم صف شکن نے اکھاڑا کھدایا اور قاسم و اعظم صف شکن دونوں لنگوٹ
 باندھ کر اکھاڑتے میں کودے کشتی ہونا شروع ہوئی دو روز تک خوب زور آزمائی ہوئی تیسرے دن قاسم
 نے اعظم صف شکن کو زیر کیا اور جبارون شانے چت کر کے اعظم کے سینہ پر سوار ہوا اور کہا کہ اے اعظم
 اکنون در معرفت باری تعالی و تقبیل دین اسلام چہ میگوی آعظم نے کہا کہ تازندہ ایم بندہ ایم قاسم نے سینہ پر سے
 اتر کر تعین دین اسلام کی اعظم قدموں پر گر پڑا اور بعد عذر و معذرت کلمہ پڑھنے کے از سر صدق مسلمان ہوا قاسم کو اعظم
 کے مسلمان ہونے کی بڑی خوشی ہوئی وہ شب تو عیش و عشرت میں بسر ہوئی جب صبح ہوئی تو قاسم مع تمام فوج کے شہر
 افریقیہ میں داخل ہوا یہ خبر برق بریق کو پہونچی تو اسنے دروازہ قلعہ کا بند کر لیا اور گولندازوں کو حکم دیا کہ جو با
 قلعہ آئے اسے بے مال گولہ مار و جب ملک قاسم نزدیک قلعہ کے پہونچے دیکھا کہ دروازہ قلعہ کا بند ہو گولنداز رن
 متا میں لیے فیر کرنے پر موجود ہیں یہ دیکھ کر قاسم مع اعظم صف شکن اور آفریدی کوہ پیشانی کے گز لیکر جانب
 قلعہ چلے گولندازوں نے گولے برسانا شروع کیے مگر یہ تینوں علی علی کرتے ہوئے قریب خندق پہونچ گئے قاسم
 شاہی کوہ کے دروازہ قلعہ پر آیا اور ایک ہی گز میں دروازہ قلعہ کا توڑ کر داخل قلعہ ہوا اب آفریدی کوہ پیشانی و
 اعظم صف شکن بھی مع فوج داخل قلعہ ہوئے کافروں کو قتل کرنا شروع کیا یہ ماجرا دیکھ کر گویا برق بریق کا دم
 بکھل گیا اور دودھ کر قاسم کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ اے شہر یار الامان الامان قاسم نے کہا کہ بشرط ایمان
 برق بریق نے کہا کہ تازندہ ایم بندہ ایم قاسم نے کلمہ تعلیم کیا برق بریق کلمہ پڑھ کر بخوف جان اسلام لایا
 اور ملک قاسم کو بھل شوکت پر بٹھایا اور بڑی تعلیم و تکریم کی وہ روز و شب تو قاسم نے دہن سپر کیا صبح کو ملک قاسم
 سکو اپنے ہمراہ لیکر افریقہ شمشیر پرست کے مقابلہ کو جلا جب برابر لشکر کے پہونچے اور افریقہ شمشیر پرست کو
 اطلاع ہوئی اسنے سیوف طبل جھک بجا یا اور دو مردان لڑائی کا قرار پایا علی الصباح دونوں لشکر میدان میں
 آئے صفوف جدال و قتال آراستہ ہوئے افریقہ شمشیر پرست اپنے گینڈے کو اڑا کر میدان میں آیا اور مبارک طلب ہو
 قاسم نے ہی اپنے مرکب کو آگے بڑھایا بعد شکار و زنی کے افریقہ نے برجھامارا قاسم نے نیزہ اُسکا چھین کر پھینک
 دیا افریقہ نے جھکا کر اتارہ لپٹ نہنگ کا وار کیا قاسم نے وہ بھی چھین کر پھینک دیا اور خبردار کھڑکیہ ملا رک
 کا جو ایک ہاتھ مارا تو افریقہ کے بابکے دو حصے ہو گئے نہلم فوج ملک قاسم پر ٹوٹ پڑی قاسم ہی فوج میں ڈوب
 گیا اور ادھر سے اعظم صف شکن اور آفریدی کوہ پیشانی وغیرہ کے سب مع فوج قاسم کے شریک ہوئے اور
 سکو مار کے بھاگ دیا خیمہ و مال و اسباب افریقہ کا سب لوٹ لیا ہمارا بیان افریقہ کا شش افریقہ کی لیکر بھاگ
 کھڑے ہوئے قاسم نے دہن بارگاہ برپا کی اور دو تین روز قیام کیا بعد اُسکے قیماں خان سے کہا کہ امون جان
 آپ مع فوج قلعہ افریقیہ میں چکر قیام پذیر ہو جیے میں شکار کو جاتا ہوں قیماں خان فوج لیکر قلعہ میں پہونچے اور
 قاسم مرکب پر سوار ہو کے تن تنہا شکار کے واسطے روانہ ہوا اب نیچے کہ ادھر سے ہمارا بیان افریقہ نو لاش افریقہ
 کی لیکر فریدون شمشیر پرست کے پاس جاتے ہیں اور فریدون اپنے قیام گاہ سے شکار کو نکالنا شروع شکار
 میں جلتے جلتے گذرنا شکار میں جو الہ زنون کے ہوا اور یہ سب فریدون کے خراج گزار تھے جب فریدون کے
 آنے کی خبر نہرتاج زترین جو الہ کو ہوئی کہ جو وہاں کا بادشاہ تھا تو وہ مع فوج استقبال کر کے اپنی بارگاہ میں لایا
 تخت حواہر نگار پر بٹھائے کل اسباب عیش و ہوا کیا القصد فریدون شمشیر پرست بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا کہ

اُسکے لوگ لاسن افریق شمشیر پرست کی لیکر حاضر ہوئے زرتاج زمین جو اُنہیں بوجھا کہ اسکو کسے مارا اور سہر کیا گزری
 اُن سب نے کل کیفیت ملک قاسم کی لڑائی اور اُسکے مارے جانے کی بیان کر کے بیان کیا کہ قاسم اب شہر شہا لیم
 باختر کو تاراج کر رہا ہو اور وہ ہزار اون پہلو انون پر قیام ہوا اور فتح حاصل کر رہا ہو پندر زرتاج کو غصہ آگیا
 گجناک جو اُنہیں زمین کو مع چالیس ہزار حوالہ زنوں کے قاسم کے مقابلے کے لیے روانہ کیا بعد قطع منازل و در طومال
 گجناک جو اُنہیں زمین شہر افریقیہ میں داخل ہوا جب برق بریق کو یہ خبر پہنچی اُسوقت قیاس خان اور
 عظیم صف شکن نے کہا کہ اسی برق بریق ہم پر گزرتا ہے خائف نہوا در مع لشکر کے جاری ہمارا ہی میں اُسکے مقابلہ
 کو چلو قیاس خان کی ہدایت کے بموجب برق بریق سب فوج کو ہمراہ لیکر مقابلہ کو باہر آیا اور مستابل بارگاہ
 گجناک اپنی بارگاہ برپا کی اور کل فوج اُس بارگاہ میں جمع ہوئی دورہ جام نے گلگون چلنے لگا جب دماغ
 بادہ ناپ سے گرم ہوا تو طبل رزمی بجنے کا حکم دیا اُسوقت برق بریق کی فوج میں طبل گجناک پر چوب پرسی جب سے
 خبر گجناک کو ہوئی تو اُسے نثارہ ندی پر چوب پرسی لوائی الغرض رات بھر دونوں طرف تھاری جنگ میں بسر ہوئی
 صبح کو دونوں لشکر صف آری میدان جنگ ہوئے گجناک نے بعد رجز خوانی کے گینڈا اچھا بڑھایا اور سہارہ طلی
 کی اس طرف سے عظیم صف شکن مقابلہ گجناک کو باہر آگجناک نے مثل شعلہ حوالہ کے چار پانچ ہاتھ تھوڑے
 عظیم صف شکن کے حوالہ کے کہ عظیم صف شکن زمین پر گر پڑا فوراً گجناک نے عظیم کو گر فٹا کر کے اپنے لشکر
 میں بلجیادیا اور طبل باز گشت بھوکے اپنے لشکر میں واپس ہوا جب شب ہوئی تو گجناک قید عظیم کی لیکر اس
 زرتاج زمین حوالہ کے روانہ ہوا اور بیان جو قاسم شکا کر کے واپس آیا تو اُسے کل احوال جنگ اور قاری عظیم
 صف شکن کا منسلک اُسنا اور سننے ہی غیظ میں آکر اُسے پاٹوں شہر حوالہ زمان کی طرف دیکھتا رہا وہاں ہوا اور اُن
 گجناک نے عظیم کو رو رو زرتاج کے حاضر کیا زرتاج نے عظیم صف شکن کو دیکھ کر کہا کہ اسی عظیم اگر تو دینی
 شمشیر پرستی اختیار کر تو میں تجھکو ابھی چھوڑ دوں عظیم نے کہا کہ تو مجھے گرفتار سمجھ کر دیتا ہو ہم سب ہی جان سے جانا قبول
 کہتے ہیں مگر استقلال کو نہیں چھوڑتے ہم بہ تقیہ خدا پرست ہیں اور شمشیر پرستی اور لقا پرستی دونوں پر لعنت کہتے ہیں
 پندر زرتاج کو غیظ آگیا اور عظیم کو زہر دار دھکا کر حکم نقل دیا اور عظیم سے کہا کہ اب بھی شمشیر پرستی اختیار کر کیوں اپنی
 جان کے پیچھے پڑا ہو عظیم نے کہا اگر تو مجھکو قتل بھی کر ڈالے تب بھی میں خدا پرستی کو ترک نہیں کر سکتا ابھی عظیم صف شکن
 زبردست بیٹھا ہی ہوا تھا کہ یکا یک ملک قاسم مع مرکب وزانہ بارگاہ کے اندر داخل ہوا عظیم میں تو قاسم کو دیکھتے ہی جان
 اگلی اور تمام رو داد اپنی گزشتہ بیان کی قاسم نے کہا کہ اسی عظیم تو بخوف اٹھ کھڑا ہو عظیم نے کہا کہ اسی شہر یار میں تو زیر
 بار بیٹھا ہوں کیونکر اٹھوں بیٹھے قاسم عظیم کی قید کھٹے کو آگے بڑھایا یہ دیکھ کر زرتاج کو غصہ آگیا اور حکم دیا کہ جلد اس
 جوان کو مار لو بیٹھے ہی گجناک اٹھ کھڑا ہوا اور قاسم اور گجناک میں مقابلہ ہوا گجناک قاسم کو ہٹا کر کہنے لگا
 کہ او سرخ پوش کمان جاتا ہو میں ابھی تجھے بھی قید کرتا ہوں یہ شکر ملک قاسم نے کہا کہ اور دک تو کیا مجھے قید کر گیا
 میں ہی تجھے ایک دم میں باندھے لیتا ہوں یہ شکر گجناک کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ او سرخ پوش کمان جاتا ہو پندر ملک
 قاسم بھی آگے بڑھے اور وار چلنا شروع ہوئے ملک قاسم نے کل وار اُسے خالی دیے اور ایک ہی ہاتھ میں کام اُسکا
 تمام کیا یہ دیکھ کر جتنے پہلو ان حاضر دربار تھے وہ سب قاسم پر ٹوٹ پڑے قاسم نے بھی تیغہ پلارک گھسیٹ کر پندر
 قتل کرنا شروع کیا مگر فریدون شمشیر پرست اپنے مقام پر بیٹھا رہا عظیم صف شکن نے جو یہ ماجرا دیکھا ایک
 انگڑائی جوش شجاعت میں لیکر تمام قید کو توڑ ڈالا اور ہمراہ قاسم کے لڑنے لگا جب تو زرتاج بھی تلواریں گھسیٹ کے

قاسم کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اب جوان لال پوش تو نے میرے بہت سے پہلوانوں کو قتل کیا میں بھی اب تنجو قتل کرونگا یہ سن کر ملک قاسم کو غصہ آگیا اور نہرتاج زرین جو والدہ اور قاسم سے تلوار چلنے لگی نہرتاج زرین جو والدہ نے جو ایک ہاتھ تلوار کا قاسم کے سر پر مارا تو اتنا ابرو اٹرایا قاسم نے دستا مارا تلوار تو سر سے ٹپک گئی مگر چادر خون کی سدر سے جاری ہوئی قاسم نے چادر کو بند کر دیا اور ہونگرا تھے میں پہلوان اس کے آپٹے اور چاروں طرف سے گھیر کر قاسم کو تلوار میں مارنے لگے قاسم غل خیر مرد و زخمی کی کثرت سے چور چور ہو کر چھوٹنے لگا اور نہرتاج نے حکم دیا کہ سراسر اس جوان کا کاٹ لو یہ دیکھ کر فریدون بیتاب ہو کر تلوار ٹیک کے اٹھ کھڑا ہوا اور سب کو ہٹا کر ملک قاسم و ماہم کا ہاتھ پکڑ کے اپنی بارگاہ میں لایا اور جراحون کو بلوا کر اعظم اور قاسم کے ٹپکے دلہنے نے قدرت خدا وندی روزین صحت ہو گئی فریدون نے اسباب عیش میا کیا اور شراب چلنے لگا قاسم نے اعظم سے گیناک کے مقابلے کو استفسار کیا اعظم نے کل قصہ از ابتدا تا انتہا بیان کیا قاسم کو سن کر غیظ آیا اللہ اس وقت حکم دیا کہ اسے یہاں سے نکال دو اس نامرد کا میرے پاس کچھ کام نہیں ہے فریدون نے اصلہ کیا کہ شہر ہالیہ سے ہمارے کو آپ بھگتے ہیں کیا غضب کرتے ہیں مگر قاسم نے بالکل اعتنائے کی اور اس وقت اعظم کو نکلا دیا وہ توبہ و تابو اس امر کی طرف نکل گیا اور ملک قاسم نے بارگاہ فریدون میں قیام کیا اب انکو توہین چھوڑیے اور قلعہ افریقیہ کا حال ملاحظہ فرمائیے کہ برق بریق نے جو بالاضائی پادقت فرصت غنیمت جا کر شب کو جب سب کے سب بخیر سو گئے تو تلوار لیکر آٹھا اور ایک سرے سے سوسے قیاس خان اور آفرید کو ہ پیشانی کے کل ہمارا بیان قاسم کے سر کا ٹکڑا کنڈون میں لٹکوا دیے اور قیاس خان اور آفرید کو ہ پیشانی کو تیر کر کے سیف الملک کے پاس شہا لیمہ باختر لیچلا خبر ہماروں نے فریدون شمشیر پرست کو پہنچائی تو وہ فوراً تلج زمین جو والدہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ اور نہرتاج میں تو ضرورت جاتا ہوں اور قاسم کو میں چھوڑے جاتا ہوں خیر دار اسے کوئی تکلیف نہونے پائے اور اگر وہ تھے آکر پوچھے کہ فریدون کمان گیا ہے تو کہہ دینا کہ وہ اپنے ملک کے بند و بست کو گیا ہے اور یہ کہہ کر بیکہ تنہا مرگے پر سوسا ہو کے شہر شہا لیمہ باختر کو روانہ ہوا اب اسکو تو راہ شہا لیمہ باختر میں رہ رہ چھوڑ دیے

اور وکیلے داستان روانی بدیع الزمان کی تلاش ملک قاسم میں ملاحظہ فرمائیے

کہ جب بدیع الزمان نامور شکار سے واپس آئے اور حال قاسم کا خفا نہایت متالم ہوئے اور بعد روانی قیاس خان اور شیارہ بن عمرو جب عرصہ بعد آمدت بدیع زحقی ہو گئی اور کوئی خبر ملک قاسم کی امیر کشور گیر کو نہ ملی نہ ستار چلا اور نہ قیاس خان نے مراجعت کی قیاس کشور گیر نہایت متحیر ہوئے اور سخت تردد و لاحق حال ہوا اور بدیع الزمان کا بھی بہت ہی دم گھبراہٹ امیر کشور گیر سے اجازت حاصل کر کے شکار کھیلے ہوئے ملک قاسم کی تلاش میں روانہ ہوئے چلتے چلتے ایک محلے لاق و دو قین گذر ہوا کہ جہاں ایک قافلہ تجارت کا خیمہ زن تھا بدیع الزمان اہل قافلہ سے مستفسر ہوئے کہ سردار اس قافلے کا کون ہے معلوم ہوا کہ میر قافلہ خواجہ سعید تاجر بدیع الزمان یہ سن کر خواجہ سعید کے پاس آئے وہ صورت دیکھتے ہی بدیع الزمان نامور کو پہچان گیا اور کہنے لگا کہ او شہر لہ آپ اس صحرا میں کمان بدیع الزمان نے کہا کہ خواجہ کیا کہوں خلاصہ یہ کہ ملک قاسم کو ڈھوڑنے لگا ہوں اب تم بتاؤ کہ کمان کا قصد رکھتے ہو خواجہ سعید نے کہا میں تو شہر شہا لیمہ کا قصد رکھتا ہوں بدیع الزمان نے کہا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں خواجہ سعید نے کہا کہ بسم اللہ چشم مار دشمن دل مار شاد و شریف پہلے غرض اس شب کو سب اسی صحرا میں خیمہ زن ہوا و صبح کو خواجہ سعید نے چلنے کا قصد کیا بدیع الزمان بھی خال ابرہی اور گیسوان خلیلی کو چھپا کر تاجرون کی شکل بنکے خواجہ سعید کے ہمراہ ہوئے بعد چند روز کے باغ عشرت میں داخل ہوئے اور وہاں کے باشندوں سے حال ملک قاسم کا استفسار

کیا ان لوگوں نے کل واردات میں برع الزمان سے بیان کی برع الزمان حال قاسم کے چورنگ ہونے کا
 شکر نہایت تسامت ہوئے اور ایک کوہ عظیم دل پر برع الزمان کے گڑبڑ اور عجز و جھجکت کا قصد کیا مگر خواجہ سعید
 نے بہت اصرار کیا کہ نہیں شہر شالیہ تک تو میرے ساتھ چلے چلے کچھ خاطر ہی ہوئے اور یہ صدر عظیم دل سے بیٹھنے
 تو پھر تشریف لے جائیے گا غرض برع الزمان خواجہ سعید کے ہمراہ ہوئے اور بعد طومر اصل و تعلق منازل دار کا وغیرہ الملک
 میں داخل ہوئے اتفاقاً اس وقت بختیار کبھی مع ہر مزد و فراہز کے بارگاہ میں موجود تھا خواجہ سعید بھرا کر کے
 صفت بتا دین میں بیٹھ گیا اور برع الزمان بھی خواجہ سعید کے پاس جا کرین ہوئے بختیار کبھی نے بگاہ اول ہی
 برع الزمان کو پہچان کر ہر مزد و فراہز کے کان میں کہا کہ دیکھو وہ برع الزمان تاجر بنا بیٹھا ہے ہر ہر کہنے لگا کہ
 ادھر سے کیا بکنا ہے برع الزمان کہتا ہے یہاں آنے کی کیا غرض اور اگر آتا ہے تو اپنے کو مخفی کرنے کی کیا ضرورت
 تھی بختیار کبھی نے کہا خیر دیکھتے رہو کوئی دم میں سال کھلا عاتق ہو بھی گئے تو یہ معلوم ہوا کہ برع الزمان تخت
 غزنی الملک کو تختہ شہادت کرنے آیا ہے ابھی بختیار کبھی یہ کہی رہا تھا کہ خواجہ سعید نے کچھ جو اہر غزنی الملک کو
 دکھایا غزنی الملک نے وہ جو اہر لیکر خواجہ سعید سے پوچھا کہ یہ کیا جرتھارے ساتھ کون ہے خواجہ سعید نے کہا کہ یہ میرا
 بھائی ہے اصفہان سے آیا ہے غزنی الملک نے برع الزمان سے پوچھا کہ تمہارا اکلا نام ہے برع الزمان نے کہا
 میرا نام ہے برع الزمان تاجر ہے غزنی الملک نے کہا کہ کچھ جو اہر تم بھی اپنا ہمیں دکھاؤ برع الزمان نے دو تین گوہر
 بے ہوا غزنی الملک کے سامنے پیش کش کیے وہ موتی غزنی الملک کے بہت پسند آئے ابھی اور کچھ گھنگوٹہ ہوتے دانی
 تھی کہ بھارون نے آکر اطلاع دی کہ برق بریق آفرید کوہ پیشانی اور قیاس خان کی شب بیکر حاضر بارگاہ
 ہوا ہے اور کل ماجرا اعظم صفت شکن اور آفرید کوہ پیشانی اور قیاس خان کا بیان کیا غزنی الملک نے
 اس وقت حکم دیا کہ ان دونوں کی گردن ماری جائے کہ یہ لوگ ہرگز لائق غوثین ہیں ان فرض برق بریق کو کسی وقت
 بولی اور قیاس خان اور آفرید کوہ پیشانی اس طرح سامنے مقید و مسلسل کھڑے ہوئے تھے کہ یکا یک
 نظر قیاس خان کی برع الزمان پر پڑی اور برع الزمان نے قیاس کو دیکھا انھوں نے انکو پہچانا اور
 انھوں نے انھیں پہچانا اور برع الزمان اپنے دل میں سوچنے لگے کہ بھی اچھے وقت پر پہنچے اور خوب موقع
 اٹھ لگا قیاس خان جو تہ تیغ ہوئے سیوکت اٹھکڑے رہا کہ اگر آج قیاس خان کو رہا کر دیا تو بہت بڑا
 احسان قاسم پر ہوگا اور قیاس خان بھی تھے سرنگون ہوگا اور علاوہ اس احسان کے ایک ہر اور مومن
 کی اعانت اور اسے ایسے سخت محکمہ سے بچانا کس قدر ثواب عظیم ہے امید تو یہی تھی تو اسے سے یہی کہ دو ان کا فرزند
 فتح دیکھا اور قیاس خان جھوٹ جائیگا ثواب کا ثواب اور احسان کا احسان ہوگا اور اگر مادی بھی گئے تو اجر شہادت
 کیاں گیا ہر وہ حاصل ہوگا اور ادھر قیاس خان یہ خیال کر رہے تھے کہ اگر میں زیر تیغ بٹھایا گیا اور میرے
 قتل کا سامان ہوا تو یہ ممکن نہیں کہ برع الزمان میری مدد کے لئے نہ آئے اور میری ربائی کے لئے کوشش
 نہ کرے تلوار نہ کھینچے بھی اگر میں اس کے اٹھ سے رہا ہوں تو علاوہ میرے سرنگون ہونے کے قاسم پر بڑا احسان
 ہوگا اور وہ سرنگون ہوگا تمام عسکر شہساری میری ایسے احسان لینے سے تو جان دینا بہتر معلوم ہوتا ہے جان
 رہے یا نہ رہے مگر برع الزمان کا احسان اپنے اوپر نہو بھی یہ دونوں اپنے اپنے مقام پر یہ منصوبہ کر رہے
 تھے کہ یکا یک جلاوتیج گت سامنے کیا اور سامنے اذن تکل لیکر میدان فنی تیار کیا اور رینگ کا چہرہ باندھ کر اور
 نطع ڈالکے قیاس خان کو اسپر بٹھایا اور کولے کی لکیر گردن پر لگا کے چاہتا تھا کہ تلوار قیاس خان

کی گردن پڑے جس سے یونانی کا ایک فاضل بدیع الزمان اپنی کرسی سے تھک بٹھک اٹھ کر غور کیا کہ شبہ دارا و نامرد
قیاس بخان پر تھوڑے پڑے در زمین جنگجو اور تیرے بادشاہ کو زندہ نہ چھوڑ دیکھا کیا محال ہی تیری اور تیرے بادشاہ کی
کہ قیاس خان کے ہاتھ لگا سکے آگاہ ہو کہ میں ہی شاہزادہ بدیع الزمان نامور خلف الرشید امیر کشورگیر نہایت
حمزہ صاحبقران ہوں نہ کہار جاتے تھے کہ قید کو قیاس خان کی کاٹ میں نہ عجب قیاس خان نے بدیع الزمان کو برا
دلا تے کیا تو کو فیضان کیا اور نہ شجاعت میں تا کر اس زور سے ایک انگریز لی کہ تمام قیدی ہاتھ پاؤں کی لٹک کر رہ جا رہی
اور جلاؤ کے ہاتھ سے تیغ چھین کر جاتے تھے کہ جلاؤ کو مارین کہ یکایک وز بار گاہ سے ایک گرد آٹھی اور فریدون
ششہر پرست مع مرکب داخل بارگاہ اور پکار کر کہنے لگا کہ ای قیاس خان تم ہرگز خائف و متامل نہ ہونا میں
میں تمہاری کمک کو آپہنچا دیکھ کر بختیارک ہنس اور ہرگز و فرامرز سے کہنے لگا کہ پیچھے جو ہم کہتے تھے اُسکا سنا
ہو گیا آپ تو فرماتے تھے کہ بدیع الزمان یہاں کہا اور اُسے یہاں آنے کی کیا غرض اب تو آپ کو اُسکے آنے کا
سبب معلوم ہو گیا ارے جناب اب دیکھیے گا کہ بدیع الزمان کس کس کام تمام کیا ارے صاحب
سیف الملک کا تخت تختہ مہابوت ہی نہ ہو جائے تو میرا نام بختیارک نہ رکھیے گا الغرض یہ ماجرا دیکھ کر آفرید
کوہ پیشانی نے بھی اپنی قید کو توڑ ڈالا اور غور کیا کہ ای نامرد و اب کمان جاؤ گے یہ لشکر سیف الملک نے
علم دیا کہ کل پہلوان یکبارگی ان سب پر ٹوٹ پڑیں اور چاروں طرف سے گھیر کر انھیں پکڑ لیں اور ہر چار جانب ہرے
بیٹھ جائیں کہ انھیں سے کوئی بھاگ کر نہ جانے پاسے یہ لشکر مہابوت سب پہلوان ٹوٹ پڑے اور ہرے بیٹھ گئے ڈال چو
گی اب اور فریدون مقابلہ کر رہا ہے اور قیاس خان اور بدیع الزمان اور آفرید کوہ پیشانی جنگ کر رہے
ہیں مہابوتی پہلوان پڑے پڑے زبردست لشکر سیف الملک کے ہرے گئے تو فریدون کا حوصلہ اور زیادہ
ہوا اور مثل شیر خزان برق بریق چلے آ رہا ہے دیکھ کر بدیع بریق بریق ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ایک تلوار فریدون
پر ماری فریدون نے اس ضرب کو خالی دیکر ایک اتھ تیغ بیدین کا برق بریق پر ایسا مارا کہ برابر سے دھکے دو حصے
ہو گئے یہ دیکھ کر تاج الملک کو فیضان کیا اور تلوار گسیٹ کے فریدون پر چلا اور ایک تلوار جو سر پر فریدون کے
ماری تو تار و ابر و اترا فریدون نے خون پاک کر کے جناب میں تلوار لگائی تو تاج الملک کے بھی کوئی رد وائل کاغذ آیا
ماجرا دیکھ کر قیاس خان بھی اس طرف متوجہ ہو گئے اور تاج الملک کے ایک تلوار لگائی اُس نے خالی دیکر جو ایک تلوار
قیاس خان کے ماری تو تار و ابر و اترا فریدون کی کیفیت دیکھ کر آفرید کوہ پیشانی بھی اس طرف آ پڑا اور پہلوانوں سے
رہنے لگا اب میں سے بدیع الزمان بھی اس طرف آ گئے اور آتے ہی ایک تلوار تاج الملک کے ایسی ماری
کہ تار و ابر و اترا فریدون دیکھ کر سیف الملک کو بھی تاب باقی نہ رہی اور اپنے دھگل سے اٹھ کر ایک تلوار بدیع الزمان
کے لگائی بدیع الزمان نے خالی دیکر ایک اتھ تیغ مہابوت کا ایسا مارا کہ اس کے بھی تار و ابر و اترا آیا یہ دیکھ کر غرور الملک
نے اپنے فرزند بدیع الملک سے کہا کہ انہیں زندہ اور جلاؤ اس سپر حمزہ کو مارے یہ لشکر بدیع الملک اٹھا اور تلوار کیسے
بدیع الزمان پر آیا اور پاش پاش کیلے ایک ہاتھ بدیع الزمان پر مارا بدیع الزمان نے خالی دیکر ہندو دست بیکڑ کے
اس زور سے جھٹکا دیا کہ بدیع الملک ہتھ کے بل آ رہا اسکے کرتے ہی بدیع الزمان نے کر بند میں اُسکے ہاتھ ڈال دیں
سے اٹھ کر چکر دیکر زمین پر دھارا اور دونوں پاؤں پکڑ کے جو زور سے جھٹکا دیتے ہیں تو برابر دو حصے ہو گئے بیٹھ کی لاش
غرور الملک نے دیکھ کر غیظ میں تیرہ و تار یک ہو گئی بس فوراً تخت پر سے کود پڑا اور بدیع الزمان کے ایک ہاتھ آتے
ہی دس دس سے اری کہ اگر ہٹ نہ جائیں تو سر پاش پاش ہو جائے مگر سر تو چپکا شائے پڑی کہ زہ کو قاتل کر ڈی

پر ٹھہری خون پونچھ کر بدیع الزمان چاہتے تھے کہ اسپر بھی وار کریں کہ کیا ایک کچھ پلوان اُسکی عین آگئے اور لڑائی ہونے لگی یہ جرات و صفائی بدیع الزمان کی دیکھ دیکھ کر فریدون کہہ رہا تھا کہ خدا اس جوان کو نظر بد سے بچائے کیا ہوا شخص جو جب یہ سب کے سب لڑتے لڑتے باہر آگئے تو غرنا الملک نے حکم دیا کہ تمام ناگوں پر شہر کے فوجی پہرے بیٹھ جائیں جو جھڑپ جاتے ہیں اُن کا سر کاٹ دو اقصیٰ قیاس خان مارتے چلے آئے اسی حالت زخماری میں ایک طرف نکلے فریدون شمشیر پرست ایک طرف مارتا ہوا نکلتا آفرید کی طرف کو چلا گیا بدیع الزمان جس راہ سے چلے اُس طرف مسلسل آہن قیام پر سے پر کھڑا ہوا تھا بدیع الزمان کو آتے دیکھ کر اسے خوف سے راہ دیدی بدیع الزمان گھوڑا دبا لے ہوئے نکلے اور آفرید کو وہ پیشانی جو گھوڑا دبا کر چلا تو اس سے عظیم کوہ بازو سے سامنا ہوا آفرید نے چاہا کہ گھوڑا دبا کر نکلتے مگر ممکن نہ ہوا عظیم نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس نہایت حرام کو گرفتار کر لو یہ سنکر فوج آفرید و طرشی آفرید نے جو گھوڑا دبا یا تو راہ میں ایک خندق تھی راکب و مرکب دونوں اس خندق میں جا پڑے کچھ لوگ آفرید پر لوٹ پڑے اور اسے گرفتار کر لیا رات بھر عقید رکھا صبح کو مطلق و مسلسل کر کے دربار غرنا الملک میں حاضر کیا غرنا الملک نے آفرید سے کہا کہ او آفرید اگر تو خدا کا سچا بند ہے تو اس کا سچا سہم کی امانت کو اپنے دل سے بھلا دے تو میں تجھے ابھی رہا کر دوں اور تیرے قصور کو عفو کر دوں یہ سنکر آفرید لقا کو سخت ہوشیار بننے لگا اور کہنے لگا کہ وہ خداوند تیرا کیا سخوہ ہے میں سجدہ کروں اگر تین قتل بھی کیا جاؤں تب بھی خدا پرستی کو نہیں چھوڑ سکتا یہ سنکر غرنا الملک نے حکم دیا کہ خیر ابھی اسے قید رکھو سمجھا جائیگا اب اسکو تو یہیں قید تھوڑے

اور دو کلہ استان فریدون شمشیر پرست کے ہو چنا اسکا شہر بحر ابیہ میں اور بعد قتل دیو سحر کے محراب شاہ کو شمشیر پرست کرنا ملاحظہ فرمائیے

عند لیسان گلشن معانی ارز فرمہ سخاں گلستان خوش بیلایں داستان محبت بیان کو یوں تحریر کرتے ہیں کہ منہ فریدون شمشیر پرست جو بنگاہ سیف الملک سے لڑتا ہوا نکلا اور طومر اصل اور قطع منازل کرتا ہوا چلا جب قریب دو منزل کے پونچھا تو ایک جگہ زیر سایہ درخت بیٹھ کر زخم دہی کو نکالنے کی مرہم کی چڑھائی اور پھر مرکب پر سوار ہو کے ایک جانب کے روانہ ہوا بعد دو روز کے ایک شہر گئے اس کے پہونچا سیر کرنا ہوا داخل شہر ہوا جاتے جاتے ایک مقام پر گیا دیکھتا ہی کہ پانچ چار آدمی ایک کمرے میں باہم بیٹھے ہوئے ہیں فریدون نے گھوڑا روک کر ان لوگوں سے کہا کہ اگر آپ حضرات کی اجازت ہو تو میں بھی حاضر ہوں اب جو ان لوگوں نے فریدون کو دیکھا سوت و جلالت فریدون کی دیکھ کر خیال کیا کہ یہ کوئی شخص جلیل القدر معلوم ہوتا ہے یہ سوچ کر کہنے لگے کہ بسم اللہ تشریف لائیے فریدون گھوڑے سے اتر کر حسب دستور خود ملا ان لوگوں نے فریدون کی تعظیم کی جب شام ہوئی تو ان لوگوں نے فریدون سے کہا کہ ای معانی مسافر اب شام ہوئی جس طرف تلو جانا ہو چلے جاؤ یہاں شب باش ہونے کا حکم نہیں ہے یہ سنکر فریدون نے کہا کہ جہاں آپ حضرات لے میری اتنی خاطر کی ہواں اتنی مہربانی اور فرمائیے کہ کج شب کی شب مجھے سو رہے دیکھے علی الصبح میں اٹھ کر چلا جاؤ گا ان سب نے کہا کہ ہر چند ہمارے شاہ کا حکم نہیں ہے مگر خیر تمہاری خاطر ہے بہتر آج شب کی شب سو رہو صبح کو اٹھتے ہی چلے جانا کہ کسی کو خبر نہ ہو ورنہ ہمارے واسطے خرابی تصور ہے فریدون نے کہا کہ اس سے آپ خاطر جمع رکھیے عرض احسان کا احسان ہوا احسان کا بدلہ بھی نہیں ہو اگر عین بعض احسان آپ کے کوئی احسان آپ کے ساتھ نہ کر سکا تو کیا یہ کسی شریف آدمی کا کام ہے کہ عرض احسان کے غرض بات تو فریدون نے وہیں بسر کی علی الصبح اٹھ کر اپنے مرکب پر سوار ہو گئے چند قدم آگے بڑھا تھا کہ سامنے سے ایک برات پہونچی فریدون

گھوڑا رک کر سر راہ کھڑا ہو گیا جو لوگ کیرات کے ہمارے آئے پوچھا کہ کیوں بھائیو یہ کسی برات ہو لوگوں نے بیان کیا کہ ہمارا بادشاہ مہراب شاہ اپنے بیٹے کی برات لیے جاتا ہے فریدون بنکر خاموش ہو گیا اور سیر برات کی دیکھنے لگا جب مہرابی بادشاہ کا برابر آیا تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر ایک رقعہ بادشاہ کو دیا شاہ اس رقعہ کو دیکھتے ہی اسے کر کے زمین پر گر پڑا اور شل باہمی بے آب تر رہنے لگا فریدون یہ اجڑا دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور آگے بڑھ کر برائین سے پوچھا کہ ایہ لالہ اس یہ کیا ماجرا ہے کہ تم سب اس خوشی میں رفتہ ایسے بیتاب ہو گئے ان سب نے کہا کہ ایہ جوان عجیب سا شخصہ و طرہ و جاسے ہستہ ہم تمہیں کیا بیان کریں فریدون نے کہا کہ تم بیان تو کرو ہر چند کہ میں مرد مسافر ہوں مگر انسان ہی انسان کے کام آتا ہے اگر کوئی مریسا ہو گا کہ جو میری تہیج سے بچانے والا ہو گا تو میں ضرور کوشش کروں گا ان سب نے کہا کہ ایہ جوان جب ہمارا شاہ عاجز ہو گیا تو تم ایک تنہا کیا کر سکتے ہو فریدون نے کہا کہ بھلا خیر کچھ کو تو سہی ان لوگوں نے کہا کہ ایہ جوان اس شہر میں ہر سال ایک بلا سے عظیم آیا کرتی تھی اور ہزار ہا مردمان شہر کو کھا جاتی تھی ہر سال شہر آباد ہوتا تھا اور ہر سال مہراب سے بدتر ہو جاتا تھا آخر کار ہمارے بادشاہ نے مجبور ہو کر اس سے عہد و پیمان کر لیا کہ تو ہر سال ہمیں تباہ نہ کیا کر ہم تجھے ایک آدم نادر و پیچیدہ کرینگے پس ایہ جوان اب ہر روز کا یہ معمول ہے کہ جس کا نام وہ کجنت کھلے بھرتا ہے بادشاہ اسے بھجوا دیتا ہے خواہ امیر مرزا خواہ غریب آج جو سب معمول اس کا رعایا ہے تو اس میں کسی شاہزادے کا نام لکھا ہے جس کی یہ برات جاری ہے اور بادشاہ کا بھی ایک لکھا ہے اس لیے ہم سب مع بادشاہ مصروف گرہ و بکام ہیں یہ سن کر فریدون بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایہ بادشاہ اگر ہم اس بلا سے نگو بجات دوادین اور اس دیو کو مار ڈالیں تو ہم ہر ادین و آئین قبول کر لو گے یہ سن کر بادشاہ ہنس اٹھا اور کہا کہ ایہ جوان تو کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے ہم والی ملک اور صاحب لشکر کو کچھ نہ بنا سکے تو تو تنہا کیا کر سکتا ہے فریدون نے کہا کہ آپ کو اس سے کیا بحث ہے آپ مجھ کو جانے تو دین اگر میں قہیاب ہوا تو آپ کا کام بالتمام نگیلا اور اگر میں بھی اس کا قہہ ہو گیا تو آپ کا کوئی حرج نہیں آج آپ کا شاہزادہ ہی بیچ ہائیکہ آپ فقط یہ اقرار کر دیجیے کہ اگر میں مظفر منصور پھر تو آپ میرا دین قبول کرینگے یا نہیں بادشاہ کچھ سوچ کر کہنے لگا کہ بہتر آپ جائیے اگر آپ مظفر منصور پھرینگے تو میں آپ کا دین و مذہب قبول کرنے میں کچھ عذر نہ کروں گا آپ کا ایمان قبول کرنا کیا تمام زندگی آپ کی اطاعت سے سزا اٹھاؤں گا کیا بادشاہ نے فریدون کو اس فرستادہ دیو کے ہمراہ کر دیا جب فریدون قریب باغ دیو کے پہنچا تو اس فرستادہ نے انکو دروازے پر ٹھہرایا اور خود جا کر اطلال دی کہ وہ آدم زاد دروازہ باغ پر حاضری پتنتا تھا کہ اس دیو کی باجھین کھل گئیں اور قاتاریان مارتا ہوا دروازہ باغ پر آیا پہلے تو فریدون کچھ ڈر اچھوڑ لکھو مضبوط کر کے یا خداوند شمشیر کے گھوڑے سے اتر کے دیو کے سامنے آیا دیو نے فریدون سے کہا کہ او آدم زاد میں آنکھیں بند کر کے بیٹھتا ہوں تو اگر میرے منہ میں کوہ پڑ میں بے دانت بے ٹوڑا ہو جائے ہوئے مجھ کو گل جاؤں گا فریدون نے کہا خیر بہتر بیٹھیے تو یہ سن کر وہ پیش خاں کے منہ کھولے بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں اب جو فریدون ادھر ادھر دیکھتا ہے تو دیکھتا کہ ایک پتھر کنی سوسن کا سامنے پڑا ہوا ہے وہی پتھر اٹھا کے اس دیو کے منہ میں ڈال دیا کوئی دو تین لاکھ دیو کے پتھر کے ساتھ خلق میں جا رہے دیو نے خود غور کر کے کہا کہ ایہ کوہ زاد تو کس قدر قہر سخت تھا یہ کہہ کر انکھ جو کھولی تو فریدون کو سامنے پایا جب تو دیو کو غصہ آگیا اور وار ٹھٹھا ڈانٹا کہ فریدون کو مارنے چلا فریدون تیغ پھینچنے لگا اٹھا اور دل میں سوچتا تھا کہ کس طرف جاؤں جب دیو اس کے قریب آیا تو فریدون نے دیکھا کہ بھل اس کی مثل رومی دروازے کے کشاوم فریدون جھپٹ کر بھل کی طرف سے دیو کی پشت پر چلا گیا وہ شخص مذہب پریشی تن گرد کا بنے ہوا دیو نے کہا کہ او آدم زاد کو گفت بھی تیرا کرنا ہو گیا ہو گا فریدون نے پیچھے سے غور کیا کہ کیا کتا ہے یہ سن کر دیو نے جیسے ہی جھپٹ کر دیکھا ویسے ہی فریدون نے یا خداوند شمشیر کہہ کر ایک رقعہ تلوار کا مارا

تو وہ اسکی کمر پڑا مثل خیار تر کے اُسکے دو حصے ہو گئے اور اس ضرور سے لاش زمین پر گری کہ گویا ایک پاڑ پھٹ پڑا فریدون نے جلدی سے دیو کا سر کاٹ لیا اور فتر اک میں باندھ کر خدمت بناد میں روانہ ہوا اور جاتے ہی سردیو ناپاک کا فتر اک سے کھنکھار بادشاہ کے سامنے ڈال دیا جسکے سب دیکھ کر دنگ ہو گئے اور بادشاہ مع کل اہل شہر اور تمام فوج کے شمشیر پرست ہوا اور بڑے تیزک اور احتشام سے فریدون شمشیر پرست کو باغداد میں لا کر ٹھایا صحبت عیش مٹیا ہوئی دورہ سے گلگون چلنے لگانا بج شروع ہوا تمام حضار باگاہ اور کل افسران سپاہ اور زیسان خمر نے اگر زمین گذر انین ہر ایک طرف نوبتیں خوشی کی بجائیں دن عید اور رات شب برات ہو گئی فریدون شمشیر پرست خمر محرابیہ میں مقیم ہوا اب اسکو تو یہیں چھوڑ دیے

اب دو کلمے داستان شہر مضرابیہ کے ملاحظہ فرما سکتے

کہ یہ ایک شہر تھا منو سوا نہایت آباد تھا بادشاہ وہاں کا مضراب شاہ عدلی پناہ تھا جو لانا لاشا اور فوج بشار کا مالک تھا صاحب حوصلہ و عالی ہمت تھا اور ایک نہایت سلی نہایت حسین و جمیل و بیدیل قبی اتفاقاً وہ دختر نیک اختر ایک وزیر کا پرکھڑی تھی اور منقار تبرزن مضراب شاہ کا پہلوان حمام سے آتا تھا اتفاقات روح کا رقصا سے کا نظر اس پہلوان کی اس دختر پر پڑ گئی ہزار جان سے مفتون ہو گیا کوہ یارگ دل لڑا لگئی اور عنان صبر اٹھ سے چھوڑ گئی بیابان و بقرار دیوانہ وار کھین بند کیے ہوئے بیخوف و خطر محل شاہی کے اندر چلا آیا اور اُس ملکہ کو دلفریب کو گو دین اٹھا کر جانب صحرائے بجا کا جب یہ خبر مضراب شاہ کو پہنچی کہ منقار تبرزن بیری دختر نیک اختر کو محل شاہی کے اندر سے لے بھاگا تو بادشاہ نہایت غضبناک ہوا اور کو تو ال کو بلا کر حکم دیا کہ تو ابھی جا کر منقار تبرزن کو مع اس کے عیال لفظال کے سوسہ در و گر قمار کر لا کو تو ال بکلم شہی مکان پر منقار تبرزن کے دوڑ لیکر آیا اور چاروں طرف سے مکان کو گھیر لیا یہ ماجرا دیکھ کر منقار تبرزن کی بوی اپنے مال بچون کو لیکر مع دو چار کنیزوں کے پشت مکان کی کھڑکی کھول کر صحرائی طرف نکل گئی کو تو ال جو مکان کے اندر آتا ہوا وہاں بھڑو ناچ رہا کسی تنفس کا پانہیں کو تو ال یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوا اگر کل اسباب و جہاز ادلیکریا منہ بادشاہ کے آیا اور عرض کیا کہ حضور منقار کا پتا ملنا کیسا آسکی عورتوں اور بچوں کا بھی سراغ نہ لگا کر اسباب و جہاز ادلیکریا منہ بادشاہ کے آیا اور عرض کیا کہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہمارے رونے نے اگر اطلاع دی کہ منقار تبرزن مع ملکہ کے فلان صحرائین موجود ہے۔ شکر بادشاہ کچھ فوج لیکر اس صحرائین آیا اور منقار کو مع ملکہ گرفتار کر لیا ملکہ کو تو مچانے میں سوار کر کے روانہ کر دیا اور منقار کو مطلق اور سلسل کر کے لیجلا اسکو تو یہیں چھوڑ دیا

دو کلمے داستان قیاس خان کے پونچا اسکا صحرا سے مضرابیہ میں و عاشق ہونا خواہر منقار تبرزن پر ملاحظہ فرمائیے

کہ قیاس خان جو اس جنگ سے ہلکے چلے تو انکے مر کتبہ پہلے مضرابیہ میں لا کر کنارے ایک جھیل کے پونچا قیاس خان مرکب سے اترے اور زخم دوزی کر کے منہ ہاتھ دھو رہے تھے کہ اتفاقاً ایک کنیز اس جھیل پر پانی لینے آئی دیکھا اسنے ایک جوان دیو خصال جھیل کے کنارے مجروح و مفروح پڑا ہوا اسنے جا کر منقار کی ہن سے بیان کیا کہ ایو بی بی ایک جوان جھیل کے کنارے زخمی پڑا ہوا یہ شکر وہ نازنین مجھیں جھیل کے کنارے آئی اور قیاس خان کو دیکھ کر مفتون ہو گئی اور ایک کنیز سے بولی کہ فلا اس جوان کو ہوشیار تو کرو اس کیتھنے صوب ارشاد قیاس خان کو ہوشیار کیا ابچہ ہوشیار ہوئے تو دیکھا کہ ایک نازنین مجھیں سر حال لے کھڑی ہوئی ہو دیکھتے ہی یہ بھی ہزار جان سے عاشق ہو گئے اس نازنین مجھیں نے شراب و کباب باضر کیا اور عرض کیا کہ ایو جان یہ شراب و کباب حاضر ہو توں فرمائیے قیاس خان نے نماز یہ فقیر نہ ہے اسلام رکھتا ہے شکر اس نازنین نے کہا کہ پھر اپنے نہر کے اصول مجھ بھی تعلیم فرمائیے میں بھی شرف اسلام سے شرف ہوگی قیاس خان نے شکر طرہ طیبہ تعلیم کیا اور اس نازنین مجھیں نے طرہ طیبہ رکھ کر اسلام اختیار کیا پھر تو دور شراب و کباب چلنے لگا

اب ادھر تو قیاس خان کی خواہش ہو کہ کون سی بھیر لسی ہو کہ اس سے بھاننا ہو جیسا ورنہ ناٹنا دیکھو اور ادھر سے
 سببین کا یہ خیال ہو کہ کیونکر اس جوان کو اپنی طرف متوجہ کیجیے کہ مطلب حاصل ہو اور اپنی خواہش ظاہر ہو اب اپنی اپنی جگہ
 یہ دونوں فکریں کر رہے ہیں کہ کیا کیجیے اور کیا کیجیے سوچتے سوچتے اس نا زمین کو یہ تدبیر سوچی کہ اس جوان سے کچھ تیز و عشق
 اور قصہ سائے الفت بیان کرنا شروع کیجیے کہ بسبب حادثات میں اور جودت طبیعت کے طبیعت اسکی ان قصوں
 سے متاثر ہو اور یہ خود ہی ابتدا کرے ابھی یہ نا زمین کوئی بات نہ کرنے پائی تھی کہ قیاس خان یہ سوچے کہ اب اس سے
 کچھ بات شروع کیجئے اُنہائے سخن میں کوئی بات نئی ایسی کہ سوچ کر قیاس خان نے کہا کہ اے حسینہ روضہ قریب کچھ
 بات کرو کہ فی الجملہ غم غلط ہو یہ نا زمین تو اسکی طالب بھی ہی اسنے کہا کہ اے جوان کیا باتیں کروں میرا دل خود ہی تھنک
 ہو رہا ہے تم ہی کچھ باتیں شروع کرو قیاس خان نے کہا کہ اچھا باتیں تو ہو رہی ہیں پہلے تم اپنے آنے کا سبب تو اس
 وشت میں بیان کرو یہ سنکر اسنے کہا کہ اے جوان ہم بسبب خون شاہ کے بیان آکر تھپی ہوئے ہیں قیاس خان نے
 کہا کہ بیان کا بادشاہ کون ہو اور یہ صحر اسکی سرحد میں ہو اس نا زمین نے کہا کہ یہ سب سوا مضر ہے کہ ہو اور بادشاہ
 بیان کا مضر اب شاہ جو اصل واقعہ یہ جو کہ میرا بھائی منقار تیرن اُسکا سپہ سالار تھا ایک روز وہ حمام سے آتا تھا
 اور بیٹی بادشاہ کی ادا خانے پر کھڑی تھی منقار ملکہ کو دیکھ کر عاشق ہو گیا اور بیخود و خطر محل کے اندر گھسکر ملکہ کو نکال لایا اور
 کسی صحر اکی طرف چلا گیا بادشاہ نے یہ سنکر ڈیڑھ بجی ہم لوگ پاس حضرت بیان بھاگ آئے اور کل گھر بھر جا رہا صبحی ہو گیا
 اور منقار بھی مع ملکہ گرفتار ہو گیا اگر آپ ہم سب کی عزت بچائیے گا تو شاہ احسان ہوگا اور ہمارا قبیلہ مسلمان ہوگا یہ سنکر
 قیاس خان نے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو وہ بادشاہ تو کیا سزا ہو جو تمہارے بھائی کو نہ چھوڑے گا میں اس مردود کو مار کے تھکے
 بھائی کو چھڑا دوں گا اور اُسکی مشورہ بھی اسے دلا دوں گا لگاہ ہو کہ میں ہی قیاس خان خاوری شاہزادہ خاوری شاہ
 ملک قاسم کا سوان ہوں قاسم وہ ہو کہ جسے سنجان کو تباہ و برباد کر کے اب شمالیہ باختر میں آگ لگا رکھی ہو کیا اب بھی
 دنیا میں کوئی شخص ایسا ہو جو تمہارے بھائی کی جانب بھاگ کر دیکھے قیاس کی زندگی میں تو ناممکن ہو اس نا زمین نے
 کہا کہ اے شہر میں تھپی ہوں کہ اس جانب سے منقار کی قید جائیگی قیاس خان نے کہا کہ انشا اللہ اسی جگہ سب
 کام بن جائیگا تم ہر طرح اطمینان رکھو اب یہ قصہ تو پو نہیں چھوڑیے اور اب

روکے داستان ملک قاسم کے زرتاج سے پوچھ کر شہر شمالیہ کی جانب روانہ ہونا اور مضر شاہ
 کو جنگ قیاس خان میں مسلمان کرنا ملاحظہ فرمائیے

کہ جب فریدون شمشیر پرست کو قاسم کے پاس سے گئے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا اور کوئی حال مفصل نہ معلوم ہوا تو
 قاسم کا دم بہت گھبراہٹ ہو کہ ہمارے زرتاج کے بارگاہ نہ زرتاج میں کیا نہ تلج نے بڑی تعلیم و تواضع کی اور اپنے بزرگوں کی
 پر جگہ دی قاسم دگل بیٹھے زرتاج سے پوچھا کہ فریدون کہاں گیا ہو اسنے کہا کہ اے شہر فریدون اپنے ملک کے
 بندہ بست کو گیا ہو آپ نہ شریف فرما ہوں وہ بھی دو تین روز میں آجائے گا یہ سنکر قاسم نے زرتاج سے کہا کہ نہیں سچ بتاؤ وہ
 کہاں گیا ہو پہلے تو دہلی گئے کیا کہ شہر بارہ اپنے ملک کے بندہ بست کو گیا ہو جب قاسم بہت عرصہ گئے تو اسنے کہا کہ اے شہر
 آپ کے اس قیاس خان شہر شمالیہ میں قید میں آئی رہائی کے لیے گیا ہو یہ سنکر ملک قاسم نے اپنا مرکب طلب کیا اور کہہ
 خدا شہر شمالیہ کا راہ لی اور وہاں کا حال سنے کہ قیاس خان میں بھڑپا رہے ہوئے تھے کہ ایک ایک کنبہ رہنے آکر شہر دی کہ
 شہر بارہ مضر شاہ قید منقار کے لیے جاتا ہو یہ سننے ہی قیاس خان اٹھ اٹھ جھمپا آراستہ کر کے مرکب پر سوار ہو کر
 سربراہ آکھڑا ہو رہا جب بادشاہ مع قوت قیاس خان کے برابر آیا تو قیاس خان کو دیکھ کر حکم دیا کہ اس جوان کو مار لو

یہ سنتے ہی فوج مضر اب شاہ قیاس چھٹی قیاس خان بھی تلوار کھینچنے فوج میں در کیا اور کشتوں کے پستے اور لاشوں کے
انبار لگا دیے۔ دیکھ کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اب کل فوج یکبارگی ٹوٹ پڑے یہ سنتے ہی فوج چار جانب سے ٹوٹ پڑی اور
قیاس خان زخمی ہوئے لکھنؤ کی قیاس نے سرسوسے آسمان بلند کر کے دعا کی کہ خداوند بحق محمد و آلہ الامجاد ان
کافروں کی شر سے بچو بچا اور انہیں مجھے فتحیاب کر ابھی مناجات قیاس خان کی تمام نہ ہوئی تھی کہ یکایک جانب صحرا سے ایک
گروہ افکار ہوئی اور ملک قاسم کہ قہنہ مرکب پر سوار نمودار ہوئے ملک قاسم قیاس کو اس حالت میں دیکھ کر تلوار کھینچنے فوج
پر گرے اور ہزاروں کو درہم و درہم کر دیا قیاس خان شکر خداوند زمین و آسمان بجالائے اور قوت دوئی ہوئی منقار تیرزن
اور اب سے جنگ قاسم کی دیکھ رہا تھا اور اپنے جی میں کہہ رہا تھا کہ یہ جوان لال پوش قیامت کا نور اور دہادری اگر اس کا
ہوتا تو نہایت مناسب تھا پس یہ خیال کرتے ہی زور شجاعت میں کر ایک انگڑائی اس زور سے لی کہ تمام قید لوگوں کو چڑھی
اور ارا بے چوے کو کر ایک دو ٹوڑاے ملے اور چھینک جنگ کرنے لگا اور ملک قاسم جنگ کرتے ہوئے مضر اب شاہ
کے برابر ہو چھے مضر اب شاہ نے خبردار غبردار ہکر ایک تلوار قاسم کے ماری قاسم نے ضرب اسکی خالی دہی رقبے میں باجم
ڈال کے تلوار اسکی چھینک پھینکی اور کمر بند میں ہتھ ڈال کر اسے اٹھایا چہا ہتے تھے کہ چرخ دیکر زمین پر دست مارین کہ آتے عرض کیا کہ
شہر پڑا لہان لہان قاسم نے کہا کہ ان بشر خدا ایمان یہ سنکر مضر اب شاہ نے فوج کو منع کیا کہ جنگ موقوف کرو جب
جنگ موقوف ہوئی تو قاسم نے مضر اب شاہ کو چھوڑ دیا اور کل طیبہ تعلیم کیا مضر اب شاہ کل پڑھکر اذ سر صدق
مسلمان ہوا ملک قاسم اور قیاس خان جنگی ہوئے منقار بھی آکر قدموں پر گر پڑا اور کل پڑھکر مسلمان ہوا اب
سب طرح امن دامن ہوئی تو مضر اب شاہ مع قاسم قیاس خان اور منقار تیرزن شہر میں آلیا بارگاہ برپا
کر دانی ملک قاسم کو دگل شوکت پر بٹھایا اور تمام اہل ان فوج امارکان شہر سے ندرین دلوئیں صحت عیش ہیا ہوئی و ورہ
مے گلگون چلنے لگا قاسم نے کل حال برق بریق کی دفا اور اس صحرا میں آئے کا استفسار کیا قیاس خان نے
من و من کل حال بیان کیا اب سب حال ملک قاسم من چکے تو مضر اب شاہ سے کہا کہ ای مضر اب شاہ اب
شجاکو لازم ہے کہ تو اپنی دفتر منقار تیرزن کے ساتھ منسوب کر دے اور منقار سے کہا کہ تو اپنی قیاس خان کو دیکھ
دونوں نے اس امر کو منظور کیا قیاس کو منقار تیرزن کی بہن منسوب ہوئی اور منقار تیرزن کو مضر اب
کی دختر لی سب کے سب شاد و خرم ہوئے بعد اسکے مضر اب شاہ نے کئی دیکھ موت و ضیافت کی جب اس سخت ہوئی
ملک قاسم کل فوج و سپاہ اپنے ہمراہ لیکر مع مضر اب شاہ و قیاس خان اور منقار تیرزن کے شمالیہ باختر کو
روانہ ہوئے جب قریب شہر شمالیہ کے پہنچے اور یہ خبر غریزہ الملک کو معلوم ہوئی کہ ملک قاسم نے شہر مضر اب سے
اور اب مع مضر اب شاہ فوج و سپاہ لیکر آپ سے جنگ کرنے آتے ہیں تو یہ سنتے ہی غریزہ الملک نے اپنے قہر زند
تاج الملک سے کہا کہ افرزند تو جا کر اس نیر و حمزہ کو لے تاج الملک بحکم غریزہ الملک ایک لاکھ سوار
لیکر ملک قاسم سے لڑنے چلا ملک قاسم کوئی دہی منزل شہر مضر اب سے آگے بڑھا تھا کہ تلج الملک آہو بچا
جب ملک قاسم کو خبر ہوئی کہ تاج الملک آہو تو قاسم نے کہا کہ آئے دود و مرد و کیا چیز ابھی کل کا ذکر ہے کہین
اسکا کولاشتی میں کوڑ چکا ہوں الغرض تاج الملک نے بمقابلہ قاسم آکر بارگاہ برپا کردانی جب بارگاہ برپا ہوئی تو
تاج الملک نے دگل پر بیٹھا دور شراب چلنے لگا دو چار جام پی کر نشے میں آکر حکم دیا کہ نقارہ زنی پر چوب
بحکم تاج الملک اسی وقت نقارہ زنی پر چوب پڑی جب ملک قاسم کو یہ خبر ہوئی کہ تاج الملک نے
بلبل جنگ بجا دیا تو ملک قاسم نے بھی حکم دیا کہ تاج الملک کو ہار دینی ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بچے ہو جب حکم

بیان بھی اسوقت نقارہ زرمی پر چوب پڑی ان غرض رات بعد دونوں لشکروں میں تیاری رہی بل جنگ بجا کیے علی الصباح دونوں
 لشکر آہستہ ہوئے اور میدان جدال درست ہوا صفوں قتال بندہ گئیں جب قیام نیب دیکر جد چکے تو ایک پہلوان پلٹن لشکر
 تاج الملک سے باہر آیا اور آکر مبارز طلب ہوا ادھر سے قیاس خان خاوری ملک قاسم سے اجازت لیکر
 اور میدان ہوئے بعد گفتگو سے بسیار اس پہلوان نے ایک تلوار ماری قیاس خان نے تلوار اسکی رد کر کے جو ایک ہاتھ
 مارا تو مثل خیار تر اس خیرہ سر کے دو حصے ہو گئے بعد اسکے پھر تو برابر لشکر تاج الملک سے پہلوان آیا کیسا اور اصل جہنم ہوتے گئے
 تاکہ تمام دن لڑائی ہوا کی اور شام تک قیاس خان نے دس بارہ پہلوان نامی کو واصل جہنم کیا جب بالکل شام
 ہو گئی تو پیل باز گشت جو اگر دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ کو واپس آئے رات کو پھر پیل جنگ بجا صبح کو پھر میدان قتال
 آراستہ ہوا اور پھر شام بہت سے پہلوان لشکر تاج الملک کے رہی جہنم ہوئے تاکہ تین روز کی میدان ایرمین
 قیاس خان نے سناٹھ پہلوان لشکر تاج الملک کے متوجہ کیے اب تو تاج الملک کو بھی فضا آگیا اور کہنے لگا کہ عجیب
 بات ہے جو پہلوان میرا جاتا ہے مردک اسے مار لیتا ہوا اب کل میں اس سے جا کر مقابلہ کروں گا دیکھوں تو کیسا پہلوان ہے غرض کہ
 صبح شام پہلی اور دونوں لشکر اپنی قیام گاہ کو واپس آئے تو تاج الملک نے پھر پیل جنگ بجا لیا اور ملک قاسم کے
 لشکر میں بھی نقارہ زرمی پر چوب پڑی رات بھر ہر دو جانب تیاری رہی صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے ادھر سے
 تاج الملک اور ادھر سے قیاس خان مرکبوں کو آکر میدان میں نکلے بعد کھادرنی کے تاج الملک نے
 کہا کہ اوجوان تو نے میرے بہت سے پہلوان کشتہ کیے اب آج میں تجھے مقابلہ کروں گا دیکھوں تو کیسا پہلوان ہے یہ کہہ کر
 تاج الملک نے کہا کہ لا اپنی ضرب قیاس خان نے کہا کہ یہ اپنا دستور نہیں ہے تو ضرب لگا اگر ہمارا خدا تیری ضرب
 سے ہمیں بھی لگا تو پھر ہم بھی حملہ آور ہونگے تاج الملک تو خستہ میں بھر رہی ہوا تھا کھینچنے کی تیغ ایک ہاتھ قیاس
 خان نے ہر کو چہرے کی پناہ کیا اگر تاج الملک کی سپر کو کاٹ کر مادہ اور آئی قیاس خان کے
 زخمی دیکھ کر متحار تبرزن کو تاج الملک نے قاسم سے اجازت لیکر میدان میں آیا اور ایک تبر تاج الملک کے مارا
 تاج الملک نے وہی تبر چھین کر متحار کے مارا تو متحار چکر کھا کے زمین پر گر پڑا یہ ماجرا دیکھ کر ملک قاسم کو
 غصہ آگیا اور انکھوں میں خون اتر آیا اگر چہ کہ شام ہو چکی تھی سب سے کہنے لگے کہ خیر آج تو شام ہو گئی کل انشا اللہ اس سے
 عوض لوں گا یہ کہہ کر قاسم اپنی بارگاہ میں آیا تاج الملک بھی اپنی بارگاہ میں گیا اور دوسرے گلگون چلنے لگا جب دماغ
 بادۂ تاب سے گرم ہوا تو حکم نقارہ زرمی بجنے کا دیا اسوقت نقارہ جگلی پر چوٹ پڑی ادھر ملک قاسم کو یہ خبر معلوم ہوئی
 اسنے بھی نقارہ زرمی بجنے کا حکم دیا غرض دونوں لشکروں میں شب بھر جنگ کی تیاری رہی صبح کو دونوں لشکر
 میدان میں آئے تاج الملک نے نصف میدان میں اگر نیب دی قاسم تو متحار کے مرنے سے جلا ہی ہوا تھا
 تاج الملک کی آواز سننے ہی گھوڑا لٹا ہوا میدان میں آیا اور آتے ہی جو ایک اور جھڑپ ماری تو تاج الملک گورہ
 ہو گیا قاسم نے کہا کہ اگر دعویٰ ہمارے ہو تو لا ضرب شجاعت تاج الملک نے یہ سنتے ہی برچھے کو اٹھایا اور
 قاسم نے بھی نیزہ اٹھایا لیکن سزاوار سے چھتی ہونے لگی غرض ستر جنوں میں ملک قاسم نے نیزہ
 تاج الملک کا ہوائی کیا تاج الملک کو فضا آگیا اور اسے بے پر سے گز لیکر دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کے
 امداد یزداد شاہ باختری کہہ کر قاسم کی جانب سر کیا قاسم نے گز کو گز پر روکا اور تیغ گرد کا بلند ہوا قاسم سے
 مرکب اندر گرد کے در آیا تاج الملک پکڑا کہ زرد دم و پست کروم حریف را اب اگر چھلنی دیکر خاک تک چھان ڈالو گے
 تو پست دستخوان کا بھی پتا نہ لگے ستیارہ تو انکے ساتھ تھا ہی میں وہ بجلت تمام اس تیغ گرد میں در آیا اور

چھاگل سے پانی نکال کر قاسم کے منہ پر چھینٹا دیا اور کہا کہ اس شہر پر حریف زیادتی کرتا ہو اگر طاقت حرب و ضرب ہو تو میدان سے چلے جائے پھر سمجھ لیجئے کہ یہ کتنا بڑا قاسم کھلگئی ستیاریہ سے کہا نہ ہٹ کیا کتا ہو یا تو خداوند عالم نے یہ کمر کر مرکب کو ایڑ لگائی شہرنگ نہرو حین سلیمانی شش برقی چکر کر باہر کیا قاسم نے لٹکار کر کہا کہ اوکا فر از دی نہ کراست کردی من تو تیرا ریت نصف المہن یہ کمر ملک قاسم نے بھی تاج الملک کے ایک گرز مارا تاج الملک سے گرز کو گرز پر دھاگہ کر تاج الملک کے مرکب کی لٹ لگئی اور تاج الملک تنق گردین در آیا تو عیار نے اسکو چھینٹا دیا اسکو ہتیار کیا عیار سے پوچھا کیوں حریف کیا کتا ہو عیار نے کہا کہ حریف خاموش کھڑا ہو تاج الملک نے کہا کہ بچا یا تو خداوند تعالیٰ نے گرز مل سے تیرا زور ابکی جو قاسم پھر گرز رکھ دے تو اٹھ نہیں سکتا یہ کمر مرکب کو ایڑ لگ کر مرکب کی کمر لٹ لگائی تنق تو وہ اپنے مقام سے نہ ہٹ سکا آخر کتا جنگ اگر اسکو تو وہین چھوڑا اور تلوار کھینچنے تنق گرد سے ہاتھ لایا اور کہنے لگا کہ خیر آپ نے میرے مرکب کی کمر توڑی دی من بھی آپ کے مرکب کی کمر نہ توڑوں تو کچھ کام ہی نہ کیا قاسم ہان ہان ضرور کہے کہ کو ڈپڑا اور کو دا تو اسطرح کہ آگے آپ اور پیچھے گھوڑا تاج الملک نے یہ دیکھ کر ملک قاسم کو ایک تلوار باری قاسم نے پتھر پر لکھ کر ضرب اسکی خالی دی اور قبضے میں لے لیا ڈاکہ جھٹکا دیا تاج الملک نے تلوار جلدی سے دوسرے ہاتھ میں لے کر پھینک دی اور دوڑ کے لپٹ گیا کشتی ہونے لگی غرض تین شہانہ روز و دو دن من خوب زور آزمائی ہوئی تیسرے روز قاسم نے کمر بند میں لے لیا ڈاکہ اٹھا لیا اور سر سے بند کر کے ایک چکر جو دیا تو تاج الملک کو یقین ہو گیا کہ اسکا کہ الامان الامان قاسم نے کہا کہ امان بشرط الامان تاج الملک نے کہا کہ اس شہر پر میں ایمان لاتا ہوں یہ شک قاسم نے تاج الملک کو زمین پر رکھ دیا تاج الملک اسٹھکھون پر گر پڑا قاسم نے کمر تعلیم کیا تاج الملک کمر پڑھ کر اس پر صدق مسلمان ہوا اور اپنی فوج کو بھی مسلمان کیا قاسم سے تاج الملک اور کل فوج کے اپنی بانگاہ میں آیا تاج الملک کو ملک قاسم نے دست راست میں دنگل شوکت پر جگہ دی محبت عیش و عشرت میں بسر ہوئی جب گردش میں آیا تاج رنک شروع ہوا سب کے سب شاد و پیشامش ہونے غرض رات عیش و عشرت میں بسر ہوئی صبح ہوئی تو ملک قاسم سے تاج الملک اور کل فوج کے شہر شمالیہ کی جانب روانہ ہوئے اب ان سب کو رگڑے منازل شمالیہ باختر چھوڑے اور

دو کھلے داستان اعظم صفت شکن کے ملاحظہ فرمائیے

کہ جب اعظم صفت شکن کو ملک قاسم نے بارگاہ سے نکلوا دیا اور یہ جانب صحرا روانہ ہوا تو چلتے جاتے ایک صحرا میں جا کر اعظم کے دل میں یہ آیا کہ اس اعظم ایسی زندگی سے تو موت بہتر معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ اب مجھے کیسے دکھلانے کے لائق نہیں ہوں موت کی تدبیر کرنا چاہیے یہ سوچ کر ایک درخت سبب میں کند کی پھانسی لگائی اور اس درخت پر چڑھ کے گایا اپنا حلقہ کند میں ڈال کے لٹک گیا اور اسی بے آب کی طرح ترپنے لگا جب سارے جسم کا دم نکلا اور صرف سینے میں سانس باقی رہ گئی تو اسوقت یکایک حضرت فخر علیہ السلام اس صحرا میں ظاہر ہوئے اور بحلیت تمام حلقہ کند کو کاٹ دیا اعظم ہوش ہو کے گر پڑا حضرت فخر نے اعظم کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا تمام جسم میں جان آگئی اور آنکھ کھل گئی دیکھا کہ ایک مرد بزرگوار سر جانے کھڑے ہوئے ہیں اعظم اٹھ کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ یا حضرت جب آپ نے مجھ کو اس کندہاکت سے نجات دی تو اب آپ ہی یہ بھی فرما دیجئے کہ اب میں کس طرف جساؤں میرے آقا نے تو مجھ کو بارگاہ سے نکال دیا اور وہ مجھے سخت سزا دی ہے پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جا جان سے آیا ہو مجھے جواب تیرا تاثیر بڑی خاطر اور تکریم کر لیا یہ سن کر اعظم

نے کیا حضرت یہ علامات کو نظر کر رہے تھے کہ معلوم ہوتے ہیں یہ شکر حضرت نے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کو نظر کر رہا تھا
 مجھے کوئی پشت زمین نہ کر سکیا مگر حمزہ اور اولاد حمزہ خبردار حمزہ سے سترابی نہ کرنا کہ ان کا حق تعالیٰ ہر حال
 اور ہر حال میں شریک و رفیق ہے اور جو کوئی تجھے پوچھے کہ کسے تجھے نظر کر رہا تھا کہ ہر ایک کو حضرت نے نظر کر دیا
 یہ کہ حضرت خضر غائب ہو گئے اور برقع نور اعظم کی آنکھوں سے ناپید ہو گیا اب جو اعظم نے اپنے دور کو خیال کیا تو پہلے سے
 دو چند اور چار چند پایا استیلائی درختوں کو کوئے میں لیکر زور جو کیا تو بڑے کھڑکڑاہٹ سے کہ جب تو اعظم مثل پہل مست مرکب
 پر سوار ہو کے ایک طرف کو روانہ ہوئے اب جو قلعہ راستے میں ملتا ہے اسے فتح کر کے اہل قلعہ کو سلاطین کر کے کچھ فوج
 ہمراہ لے لیتے ہیں ۱۱ ایک دس بیخ قلعے سے نکل کر کے شہر فریدون شمشیر پرست میں پہنچے اور باراد کا جنگ باگاہ
 برپا کر دیا جب یہ خبر مستہر ہوئی تو سب مہران فوج اعظم کے پاس آئے اور کہا کہ اے شہر یار بادشاہ ہمارا ایمان موجود نہیں ہے
 یہ شکر اعظم نے وہاں سے کوچ کر کے شہر مہرانیہ کا محاصرہ کیا جب مہران شہزادہ کو خبر معلوم ہوئی تو وہ فوج و
 سپاہ لیکر باراد کا جنگ باہر آ کر رات بھر دونوں لشکروں میں نقارہ رنزی بجائیے صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے
 صفوں جدال و قتال آہستہ ہوئیں اور سے اعظم صفت شکن نکلا اور ادھر سے مہران شاہ آیا طوائی شروع ہوئی
 اعظم نے مہران شاہ کے قریب پہنچا مہران شاہ نے تلوار ماری اعظم نے پتیرا بڑے ضرب اسکی خالی دی اور
 ایک گز زمین سے اٹھایا اور چاہا کہ زمین پر دے مہران شاہ نے کہا کہ میں ایمان لانا ہوں اعظم نے زمین پر کھدیا
 مہران شاہ کلمہ پڑھ کر خوف جان سلطان ہوا اور اعظم کو اپنی بارگاہ میں لاکر نگل شوکت پر بٹھایا اب شہنشاہ نے کہ یہ تو
 ایمان قیام پذیر ہیں اور وہاں فریدون شمشیر پرست شہر مہرانیہ میں پھر کر جو ضرورت تھی اسے چند در چند اپنے ملک میں
 آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اعظم صفت شکن باراد کا جنگ دیکھا ایمان آیا تھا مجھے چونکہ نہ پایا اس لحاظ سے چلا گیا اور
 شہر مہرانیہ کو جا کر سونپ دیا کہ شہر فریدون اسٹے پائون پھر اور فوج و لشکر ہمراہ لیکر شہر مہرانیہ کو روانہ ہوا بعد طو
 مراحل اور قطع منازل جب شہر مہرانیہ میں داخل ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ اعظم صفت شکن نے مہران شاہ کو زیر کر لیا اور
 وہ شہر اسلام سے بھی مشرف ہوا یہ شکر فریدون مع فوج قلعے کے سامنے لوگوں کو کش ہوا جب یہ خبر اعظم صفت شکن
 کو معلوم ہوئی تو یہ بھی مع فوج و سپاہ قلعے سے باہر آیا اور مقابل فریدون کے بارگاہ برپا کر دیا فریدون نے چہر
 نقارہ رنزی بجائیے حکم دیا فوراً طبل جنگ پر چوٹ پڑنے لگی جب یہ حال اعظم کو معلوم ہوا تو اسے بھی اپنے لشکر میں
 طبل جنگ بجوا دیا غرض رات بھر دونوں لشکروں میں تیاری رہی صبح کو دونوں فوجیں میدان میں آئیں بعد
 آہستگی صفوں جدال و قتال فریدون اپنا مرکب بڑھا کر میدان میں آیا اور مہران طلب ہوا اور دھڑ سے
 اعظم صفت شکن برآمد ہوا پہلے ٹکا و زنی ہوئی چار چار قدم مرکب پیچھے بٹے غرض بعد گفتگو سے بسیار اور رد و بدل
 اسلحہ فریدون شمشیر پرست نے نیزہ مارا اعظم نے نیزے کو نیزے پر روکا سان پر سان اور بیل پہنا پٹنے لگی
 جب سنا میں ناکارہ ہو گئیں تو پہلے فریدون نے اپنے کو پھینک دیا اور ابا پر سے گز لیکر اعظم کے سر پر
 دو دستی وار کیا اعظم نے گز گز پر روکا آواز اٹھائی کی پیدا ہوئی تیگر کا بلند ہوا اعظم تن گرد میں عتاب ہو گیا
 فریدون نے پکارا کہ کم دست کروم دروغ را یہ آواز سنتے ہی اعظم گھوڑے کو چمکا کر سامنے آیا اور ٹپکارا اور فرود
 کیا بکتا جو کراڑی و کراپست کردی میں حریف تیرا تو زندہ و سالم موجود ہوں یہ کہہ کر اعظم نے ایک گز فریدون کے
 مرکب پر ہلکا کر مرکب اسکا مرگیا فریدون مرکب پر سے کود کر تلوار کینچ کے پھینکا اور ٹپکارا کہ تو نے میرے مرکب کو پڑا
 ہونے ہی تیرے مرکب کو پڑا کہ یہ سنتے ہی اعظم گھوڑے سے کود پڑا فریدون نے اعظم کے تلوار ماری اعظم نے

پیتراہ لکے ضرب اسکی خالی دی اور قبضے پر اٹھ ڈالکے ایک جھکا دیا فریدون نے تلوار تو دوسرے ہاتھ میں لیکر
 پھینک دی اور گریبان میں ہاتھ ڈالکر پٹ گیا دونوں میں کشتی ہونے لگی دور و نزدیک خوب کشتی ہوا کی تیسرے روز
 اعظم صفت شکن فریدون کو لیکر جلاوطن فریدون کا موٹھانے میں ایک گیا اعظم صفت شکن نے
 جلاوطن فریدون کا پاؤں موٹھانے سے نکل تو ایک جیرہ اسکا متغیر ہو گیا اعظم کی نگاہ جو فریدون پر پڑی کہنے لگا
 کہ کیوں فریدون کیا حال ہو فریدون نے کہا کہ مجھے نہیں آپ اپنا کام کیسے جائے اعظم نے کہا کہ میں معلوم
 ہوتا ہوں کہ تیرا پاؤں موٹھانے میں ایک کر لوث گیا جو اب میں تجھ سے ہرگز ہرگز نہ لٹو لگا ہرپت فریدون نے کہا کہ
 نہیں میں صبح و سالم ہوں مگر اعظم نے ہرگز نہ مانا اور زمین پر کھلے کہنے لگا کہ قسم بخدا میں آج تک کسی لشکر سے
 سے نہیں لڑا جب تم اچھے ہو لو گے تب لڑ لینا الغرض اعظم اپنی بارگاہ میں چلا آیا اور فریدون پا لگی میں سوار
 ہو کر اپنی بارگاہ میں آیا اور اسی وقت شکست بندہ دن کو ہلا کر دکھایا انھوں نے کہا کہ اگر شہر یار کو لا آپ کا
 اکھڑ گیا ہو فریدون نے کہا کہ خیر جلد بھلا دو غرض کو لا فریدون کا بٹھایا گیا دوادار ہوئے لگی اور اعظم جو اپنی
 بارگاہ میں آیا تو اسکا تے ہی صدر سے گلگون چلنے لگا آج ہونے لگا صحبت عیش میا ہوئی تا اسنکہ نصف شب قریب ہوئی
 اعظم کھانا کھا کر سو رہا جسکے سب اپنی اپنی قیامگاہ کو واپس آئے جب بالآخر صبح ہو گیا تو مہران شاہ کو وقت صبح
 غنیمت معلوم ہوا کیونکہ اس کجخت نے تو ظاہر بخوف جان ایمان قبول کیا تھا اس موقع کو غنیمت جانکر بارگاہ اعظم کی
 پشت پر آکے مردہ جیسے کا کاٹ کر خیمے کے اندر آیا اور اعظم کو سوتا پا کر بیوشی دے کے راتوں رات اٹھائے ہوئے
 منقہ مسلسل کر کے شہر شمالیہ باختر کی جانب روانہ ہوا جب صبح ہوئی تو بارگاہ اعظم میں ایک ہڈ پڑ گیا کہ کوئی شخص
 رات رات اعظم کو اٹھایا گیا جب لوگوں نے مہران شاہ کے پاس جانے کا قصد کیا تو ملازمان مہران شاہ نے کہا کہ
 مہران شاہ شب ہی کو جانب شہر شمالیہ باختر روانہ ہو گیا وہ یہاں کی بس سب لوگ پہچان گئے کہ شب مہران شاہ
 ہی اعظم کو بیوش کر کے لیا گیا ہوا بارگاہ اعظم میں جسکے سب متالم و متاسف ہوئے کہ افسوس ہم سب کیسے قائل ہو گئے
 تھے انظر جن جب یہ خبر فریدون شمشیر پرست کو ہوئی تو یہ نہایت ہی غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ قسم بخدا شمشیر
 کی کہ میں اس کجخت کو جیتا نہ چھوڑ دوں گا یہ کہکمر مع فوج و سپاہ قاتل میں مہران شاہ کے جانب شمالیہ باختر روانہ
 ہوا تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سامنے سے ایک گردنوار ہوئی اور شاہزادہ طاووسپاہ تاج الملک وغیرہ
 کو ہمراہ لیے ہوئے نمودار ہوئے فریدون نے آگے بڑھ کر استقبال کیا دونوں آپس میں بھٹکیے ہوئے قاسم نے
 فریدون سے کہا کہ فریدون کہاں جاتے ہو فریدون نے کہا کہ شہر یار عالیہ مہران شاہ اعظم صفت شکن کو
 دغا سے جانب شمالیہ باختر لڑا گیا ہے اسکے قاتل میں جاتا ہوں یہ سنکر قاسم نے کہا کہ اچھا تھوڑی دیر توقف کرو
 ہم بھی اس طرف چلتے ہیں فریدون نے کہا ہستری کو اختیار ہے میں آپ کا تابع ہوں الغرض قاسم نے وہیں بارگاہ
 برپا کرانی صحبت عیش و عشرت مینا ہوئی ملک قاسم اگر دنگل بھٹ پڑیے دست راست میں قیاس خان
 اور دست چپ میں فریدون شمشیر پرست شکن ہوئے رات بھر نگاہ عیش میا ہوا صبح کو ملک و قاسم مع
 فریدون شمشیر پرست اور تاج الملک اور قیاس خان کے راہی شہر شمالیہ باختر ہوئے جب شہر
 شمالیہ باختر کے قریب پہنچ گئے اور یہ خبر غریز الملک کو ہوئی کہ ملک قاسم مع تاج الملک و فریدون شمشیر پرست
 اور قیاس خان کے اس طرف آتا ہے اور تاج الملک ملک قاسم کا مطیع و متقاد ہو گیا اور اس سے نہر ہو کر
 دارہ اسلام میں داخل ہو گیا بس یہ خبر سننے ہی غریز الملک بہت پریشان خاطر ہوا اور سیف الملک صفت شکن جمالی

سے گویا ہوا کہ اسی بھائی تاج الملک قاسم کا مطیع و سقا ہو گیا اور اس سے زیر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اب قاسم کے ہمراہ بارادہ جنگ اس طرف آتا ہے تو اسی بھائی تم جا کر ملک قاسم کو قتل کرو اور تاج الملک کو بھی کر سیرے پاس لے آؤ سیف الملک حکم غزیر الملک سے دو لاکھ سوار ہمراہ لیکر شمالیہ باختر سے کوچ کر کے روانہ ہوا بعد طومر اصل اور قطع منازل جب قریب لشکر ملک قاسم کے پہونچا اور ملک قاسم کو ہلکاروں نے بگڑا اطلاع دی کہ سیف الملک دو لاکھ سوار ہمراہ لیے ہوئے آپ سے مقابلے کے لیے آتا ہے تو قاسم نے کہا کیا خوف و خدائے با بزرگ ست جنگ کی تیاری کروادو مقابلہ و مجاہدہ پر مستعد ہو جاؤ حکم کے ساتھ ہی تیاری جنگ شروع ہوئی اور اور سیف الملک بھی آپہونچا اور لشکر قاسم کے برابر بارگاہ برپا کرانی و نکل کشوکت پر آ کے بیٹھا اور شراب چلنے لگا جب دغ اور تاب سے گرم ہوا تو سیف الملک نے تقارہ رزمی کے بجائے حکم اس وقت بلبل جنگی پر چوٹ پڑی اور تیاری جنگ کی ہونے لگی ہلکاروں نے یہ خبر قاسم کو پہونچائی کہ سیف الملک نے بلبل جنگ بجا لیا ہے یہ سکر ملک قاسم نے بھی بلبل جنگ بجا دیا دونوں لشکر دن رات بھر جنگ کی تیاری ہی کی صبح کو لڑائی ہوئی ان فرض جب نصف شب سے رات تجاوز ہو گئی تو فریدون شمشیر پرست بہت ملک قاسم میں عرض رسا ہوا کہ اسی شہر یا عالی و قد بجو ایک عرصہ بعد اور مدت مدید سے سیف الملک کے مقابلے اشتیاق ہوامیہ دار ہوں کہ حضور مجھے سیف الملک سے لڑنے کی اجازت دین ملک قاسم نے کہا کہ خیر مع تو ہونے دو دیکھا جا بیگا یہ سکر تاج الملک بول اٹھا کہ اسی شہر یا عالی و قد سیف الملک بھی کسی سے پایہ کی کا نہیں رکھتا وہ بھی بہادر لڑا روز گلہ میں فردی ہو قاسم نے کہا کہ ان بھائی بچ ہو مع ہو لے وہ دیکھا جا بیگا ان فرض و مدت تو اسی قبل و قال میں سرسوی مع کو دونوں لشکر میدان میں آئے جب نفوت حدال و قال آراستہ ہو چکے تو سیف الملک صفت شکن نے مرکب اپنا آگے بڑھایا اور نصف میدان بن اگر نیب دی اور سر سے فریدون شمشیر پرست ملک قاسم سے اجازت لیکر میدان میں آیا دونوں میں تگاور زنی ہوئی کوئی چار چار قدم دونوں کے مرکب پیچھے ہٹے ان فرض بعد گفتگو کے بسیار سیف الملک نے برچھا اٹھا یا دونوں میں تیرہ بازی ہونے لگی سنان سے سنان اور بنان سے بنان لڑنے لگی سیکڑوں طعن کی زد و بدل ہوئی دونوں نیزے مثل زلف محبوب کے آپس میں چھٹ گئے تا ایک سنانین اور بنانین کا کارہ ہو گئیں دونوں نے برچھے اتھوں سے پھینک کر تلواریں میان سے پھینچیں اب دار پر دار و ضرب پر ضرب تلوار کی چلنے لگی سیکڑوں ہی دار کی زد و بدل ہو گئی بس ایک مرتبہ فریدون شمشیر پرست نے موقع پا کر ایک تلوار سے گھوڑے کی گردن پہاڑی مرکب سیف الملک پیچھے ہٹ گیا تو ان زمین پر پڑی اور فریدون شمشیر پرست جھک گیا بس اسکا جھکنا کہ سیف الملک نے ایک کر ایک اتھ مرکب فریدون کی کمر پر مارا کہ گھوڑا فریدون کا مارا گیا اور زمین پر گر اگھوڑے کے گرتے ہی فریدون مرکب سے کود پڑا اور سیف الملک کے گھوڑے کو مارنا چاہا یہ دیکھ کر سیف الملک گھوڑے سے کود پڑا اور فریدون کے سپٹ گیا دونوں میں کشتی ہونے لگی ایک شب و روز خوب زور آزمائی ہوا کی دوسرے روز سیف الملک فریدون کو جوت کر لیا اپچ میں ہوشخانہ تھا یا توں فریدون کا اس موش خانے میں جا رہا سیف الملک نے جھکا دیا یا توں فریدون کا نکل تو آیا مگر کو لا اسکا اکھڑ گیا لیکن فریدون کی جرات کو دیکھ کر یہ اس طرح رفتار لیا ایک نظر سیف الملک کی فریدون کے چہرے پر پڑ گئی دیکھا کہ چہرہ فریدون کا سخت متغیر ہو چکا کہ کیوں فریدون کیا حال ہے فریدون نے کہا کہ کچھ نہیں خیریت ہے تم اپنے کام میں مصروف ہو میں اچھا ہوں سیف الملک نے کہا کہ یہ کوئی بات ہی نہیں کہ تجھ سے بہادر یوں متغیر الوان ہو جائے معلوم ہوا کہ یا توں تیرا موش خانے میں ایک کر ضرب کھالیا ہے جا اب میں

تجھے نہیں لڑا تو قاسم و خداداد تھا کہ آج تک میں کسی لشکر سے لوے سے نہیں لڑا جب تو اچھا ہو جائیگا تو سمجھا جائیگا
تیرا جی چاہیگا تو لڑ لینا یہ کہہ کر فریدون کو زمین پر رکھ دیا اور اپنے مرکب پر سوار ہو کے اپنی بارگاہ کو روانہ ہوا اور فریدون
کو لوگ پانگی میں ڈال کر ملک قاسم کی بارگاہ میں لے آئے شکست بند طلب ہوئے گولا فریدون کا اسی وقت بچا گیا ملک قاسم
کو اس امر سے نہایت صدمہ ہوا کہنے لگا کہ خیر کل دیکھا جائیگا یہ کہہ کر وہ گل شکست پر آ کے شکن ہو اور وہ مسکلا گون چلنے لگا
اور ہر بارگاہ سیف الملک میں بھی سامان عیش میا ہوا جام سے گلگون گردش میں آیا جب دماغ باد و ناب سے لرم ہوا تو
سیف الملک نے نقارہ زنی بجنے کا حکم دیا ہو جب حکم اسی وقت چل چکی یہ چوب پڑی تیاری لڑائی کی ہونے لگی ہماروں
نے یہ خبر لشکر قاسم میں پہنچائی اس طرف بھی طبل جنگ بجنے لگا غرض رات بھر دو جانب نقارہ شرمی بجائے اور آلات حرب و
ضرب درست ہو گئے صدا ہوشیار باش بیدار باش کی بلند رہی جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے بعد آہستگی
صفوں جدال و قتال تو دھر سے سیف الملک نے مرکب بڑھایا اور دھر سے ملک قاسم نے شہرنگ زہرہ حسین سلیمانی
کو ہمین کیا ٹرس شد و مد سے تھکا ورتی ہوئی کوئی چار قدم مرکب سیف الملک کا پیچھے ہٹ گیا اور شہرنگ زہرہ حسین سلیمانی
اُسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا دیکھ کر سیف الملک بہت تعجب ہوا اور جھٹکا کر شاہزادہ خاور سپاہ سے کہنے لگا کہ لایے ضرب اپنی
قاسم نے کہا کہ سیف الملک یہ ہمارا دستور نہیں ہم اہل اسلام حریف پر پیشہ دستی کو جائز نہیں سمجھتے اگر تجھے جنگ منظور ہو تو
پہلے تو اپنا ارادہ کر خداداد برحق تیرے دار سے ہمیں بچائیگا تو پھر ہم بھی وار کر لینگے یہ لشکر سیف الملک نے کہا کہ بہت اچھا میں چل
کرتے ہیں رو کیے تو سہی دیکھیں تو آپ کیسے بھاڑ میں یہ کہہ کر سیف الملک نے ہرچھا اٹھا کر شہر سے ہی زور میں قاسم کے حواسے
کیا ملک قاسم نے یا علی ولی مکر شان کوستان پر دو کا دونوں میں نیزہ بازی ہونے لگی دونوں نیزے مثل زہن محبوب گنگھ گئے
ستان پر شان پڑنے لگی خلاصہ اینکه بعد ساٹھ ستر طغون کے ملک قاسم نے نیزہ سیف الملک کا ہوائی کیا جب تو
سیف الملک جھٹکا گیا اور شہر آبدار یتام سے لیکر قاسم کی طرف جھپٹا اور جاتے ہی ایک اتھ تلوار کا یا خد او نہ لہتا
کہہ کر قاسم کے ارادہ قاسم نے یا علی ولی مکر شیراہ کے ضرب اسکی خالی دی اور پلارک افراسیابی میدان سے لیکر سیف الملک
کے اسی سیف الملک نے بھی اس وار کو خالی دیا یا ہم دو بدل ہونے لگی جب سیف الملک نے دیکھی کہ اب تلوار
سے بھی کام چلتا نہیں معلوم ہوتا ہے تو تلوار کو پھینک کر گرز کا دوسرا رابے سے اٹھایا اور پوری قوت سے یا خد او نہ لہتا کہہ کر
دو دوستہ وار ملک قاسم پر کیا شاہزادہ خاور سپاہ سے گرز کو گرز پر ہو کا آواز نواتے کی پیدا ہوئی تنق گرد کا بلند ہوا ملک قاسم
مع مرکب تنق گرد میں غائب ہو گیا یہ دیکھتے ہی سیف الملک نے نعرہ کیا کہ زدم و پست کروم حریف ماب اگر چھلنی لیکر
خاک بھی چھانی چائے تو تپا د لگے گلا آواز جو ملک قاسم کے گوش زد ہوئی مرکب کو ہمین کر کے دامن گرد سے باہر آیا اور آواز
دی کہ او کا زب تو بک کیا ہو کر از دی و کلا پست کر دی میں حریف تیرا قہر زندہ و سالم موجود ہوں یہ کہہ کر ایک فار و دستی گرز کا دوسرا
سیف الملک پر کیا سیف الملک نے گرز کو گرز پر روکا آواز سے بڑا آئے کی گردون گردان لگیا اور سیف الملک تنق
گردین غائب ہو گیا لیکن ملک قاسم خاموش کھڑے رہے یہ سیف الملک کا پانی کی چھا گل بیکر تنق گردین در آیا اور
چھا گل سے پانی نکال کر سیف الملک پر چھینٹ دینا شروع کیے جب تیسرے چھینٹے میں سیف الملک کو ہوش آیا
تو کہنے لگا کہ بچا یا تو خداداد تھا نے گریل بے تیرا دور اگر ابی قاسم ایک گرز اور مار سے تیسرا پتا بھی نہ لگے کہہ کر مرکب
کو چھکا دیا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا اب جو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ گرز اسکی ٹوٹ گئی ہو آخر کار جنگ اگر مرکب سے کوڑا
اور تلوار کے قبضے پر ہا تھا ڈال کے باہر نکلا دیکھا کہ قاسم مرکب پر سوار کھڑا ہو میں تلوار کھینچ کر یہ کہتا ہوا جھٹکا کہ خیر تنق
میرے مرکب کی کمر توڑی ہو اگر میں بھی تمہارے مرکب کو پڑ کر طن تو نام اپنا بدل ڈالوں یہ لشکر قاسم ان لان کہتا ہوا

اس طرح مرکب سے کوہ اکہ آگے آپ پیچھے مرکب سیف الملک نے لپک کر جھلا کے ایک تلوار قاسم کے ماری قاسم نے
 پتیرا بدلیے ضرب اسکی خالی ہوی اور قبضہ پکڑ کے جھٹکا جو دیا تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی بس وہ جھٹکا ملک قاسم سے
 لپٹ گیا کشتی ہوئے لگی تین روز تک خوب زور آزمائی رہی چوتھے روز قاسم نے کر بندین ہاتھ ڈال کے سیف الملک کو
 اٹھا لیا اور سر سے اونچا کر کے خوب سا چکر دیکر زمین پر دسے چکا سیف الملک چل دوں شانے چٹ زمین پر آیا ملک قاسم
 سیف الملک کے گرتے ہی جھٹ اس کے سینے پر جا بیٹھا اور مٹھا سے کندھا لکر سیف الملک کی سٹکین باندھ لیں
 اور نقارہ ہاے شادی بجاتا ہوا پانچم خندان اپنی بارگاہ کو واپس آیا سلطان عیش و عشرت مہیا ہوا تمام افسران فوج اور سران
 سب پاؤں تہنیت فتح کی نذرین گذر انین جکے سب آگرا اپنے اپنے ڈھگون پر مقیم ہوئے ملک قاسم بھی دخل شوکت پر تکیں
 ہوئے دست راست میں قیاس خان دست چپ میں تاج الملک بیٹھے تاج رنگ شروع ہوا جام سے گلگون
 گردش میں آیا جب دماغ بادہ ناب سے سرگرم ہوا اور دل مطمئن ہوا تو شیارہ سیف الملک کو لیے ہوئے سامنے
 حاضر ہوا ملک قاسم نے سیف الملک سے پوچھا کہ کیوں سیف الملک میں نے تجھے کیونکر زیر کیا سیف الملک
 نے کہا کہ بس طرح بہادری اور دن کو زیر کرتے ہیں یہ شکر ملک قاسم نے فرمایا کہ پھر اب تکو ہمارا مذہب قبول کرنے میں کیا غدر
 و تامل ہو سیف الملک نے کہا اب جبکہ ہم آپ سے زیر ہو گئے اور کوئی بس ہمارا نہ چل سکا تو پھر آپ کی تعمیل ارشاد میں
 کیا تامل ہو بیشک آپ کا دین سچا ہے اور آپ حق پر ہیں آپ اپنے اصول مذہب تعلیم کیجیے میں سچے دل سے اسلام لانا ہوں
 یہ شکر ملک قاسم نے اصول دین تعلیم کیے اور کلمہ طیبہ ارشاد فرمایا سیف الملک کلمہ طیبہ پڑھ کر از سر صدق مسلمان
 ہوا اور بعد اسکے اپنی فوج کو طلب کر کے مخاطب ہوا کہ اے بھائیو میں نے مذہب ملک قاسم کا قبول کیا اور دائرہ اسلام
 میں داخل ہوا لہذا تم سب کو بھی میری متابعت کرنا چاہیے سمجھو کہ عرض کیا کہ اے شہرہا میں تعمیل ارشاد میں کیا
 غدر ہو مثل مشورہ جو کہ الناس علی دین ماؤکم یہ شکر سیف الملک نے سمجھو کہ کلمہ طیبہ تعلیم کیا جسکے سب کلمہ پڑھ
 پڑھ کر بصدق دل مسلمان ہوئے بعد اسکے قاسم نے سیف الملک کو دخل شوکت پر اپنے برابر جگہ دی ہر طرح
 سے اطمینان دلایا جام سے گلگون منگوا یا تمام افسران فوج اور سران لشکر کو سیف الملک سے بغلیہ کرایا
 تاج رنگ شروع ہوا جب دل مطمئن ہوا اور دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا تو قاسم کو ملکہ ماہ تاجدار کا خیال آیا
 بے اختیار آہ سرد دل پرورد سے کہیں پھر سیف الملک سے پوچھا کہ کیوں بھائی تمہیں ملکہ ماہ تاجدار کا بھی کچھ حال
 معلوم ہو سیف الملک نے کہا کہ جی کیوں نہیں قاسم نے کہا کہ پھر بھائی بیان کرو ذکر محبوب ہی شکر دل کو ٹھنڈا
 کر لیں یہ شکر سیف الملک نے کل حال ملکہ ماہ تاجدار کا از ابتدا تا انتہا بیان کیا بس یہ حال پر اقبال
 شکر ملک قاسم کے دل پر گویا ایک پہاڑ گر پڑا بے اختیار آنکھ سے آنسو ٹپک آئے اور رورو کر جناب باری
 میں عرض کیا کہ اے جامع المتفرقین و امی سکن التکون کہی لایہ ار کی امید ہو تجھے ہر طرح کی توقع ہو خداوند
 سوا ستیرے کس سے عرض کروں تو ہی ملکہ ماہ تاجدار کو پھر دکھایا گیا ابھی ملک قاسم دعا میں مصروف ہی تھے کہ
 یکایک جوڑی ہکا دکھ کی حاضر ہوئی اور مہر آگاہ پر سے بھاڑ کر کے بعد دعا و تاعرض رہا ہوئی کہ خداوند نعمت مہر شاہ
 اعظم صفت شکن کو قید کر کے غنیمت الملک کے پاس پہونچ گیا ہوا اطلاقا گدازش ہوا بس یہ شکر ملک قاسم پر بطلیل
 کمر تیار پلارک ٹیک کے اٹھ کھڑے ہوئے اور سمجھو کہ حکم دیا کہ ہم یہاں سے آگے بڑھتے ہیں تم سب بانی
 و رشتی کر کے اسباب و سامان لیکر بہت جلد چلے آنا یہ کہ خود یکہ و تنہا جانب شمالیہ باختر روانہ ہوئے اور بیان بھی کیے
 سب سامان و اسباب کی درستی میں مصروف ہوئے دوسرے ہی روز کل اسباب و سامان درست کر کے رہ نور و شمالیہ باختر

ہوئے اب انجمن توراہ نور دشمالیہ باختر چھوڑے اور

دو کلے داستان شاہزادہ برقع الزمان نامور کے ملاحظہ کیجیے

کہ شاہزادہ برقع الزمان نامور جو بارگاہ غریب الملک سے غمی ہو کر نکلے تو جاتے جاتے ایک صحرا سے پرفضا میں آگیا
گزر ہوا ایک مقام پر ایک چشمہ آب با صفا اور گیارہ منبر پر قضا موجود پارکے مرکب نے کچھ توقف کیا پانی پی کر گھاس چب کر
برقع الزمان کو کئی روز کی گرسنگی سے جان بلب اور بیہوش تھے ہی گھوڑے کے پھلتے ہی یہ پیادے زمین پر گر پڑے
اتفاقاً اس صحرا میں سہراب تیغ زن وہاں کا بادشاہ شکار کھیلنے آیا ہوا تھا اور مصروف شکار تھا کہ کچھ خادموں نے
جا کر عرض کیا کہ خداوند نعمت ایک جوان حسین نہایت خوش رو بظاہر قطع الطریق کھٹکے سے زخمی مثل شیر مخدوم کے
بیہوش پڑا ہوا خداوند نعمت وہ جوان قابل دیدہ اگر اچھا ہو جائے اور ملازمت حضور اختیار کرے تو لشکر شاہی
میں یہ جوان ایک ہی ٹکلی کا یہ شکر شہراب مرکب اٹھا کر قریب برقع الزمان کے آیا اور شکل و شمائل دیکھ کر ہزار جان سے
مفتون ہو گیا اور انگشت برندان ہو کر کہنے لگا کہ افسوس ایسے جوان خوش رو کو کیسے زخمی کیا اور ایسے پہلوان کو کیوں نکریر کیا
یہ کہہ کر اس وقت برقع الزمان کو اٹھا کر اپنے خیمے میں لایا اور جراحان چابک دست کو بکو اگر برقع الزمان کی زخم دیکھی
کرانی مرچکے پٹیاں چڑھوائیں ادویہ عطریہ دماغ پر لگائیں اور سنگھائیں تا اینکه برقع الزمان کو بیہوش کیا صاحب برقع الزمان
نے انکے کھولی تو سہراب نے پوچھا کہ حضور کا اسم اقدس برقع الزمان نے کہا کہ سید سوداگر سہراب نے پوچھا
یہاں آئے کا سبب برقع الزمان نے کہا حیلہ تجارت شہراب نے کہا کہ پھر یہ جراحات کہاں لگے مال اسباب
کہاں گیا برقع الزمان نے کہا کہ راہ شمالیہ باختر میں کل مال و اسباب میرا قراقون نے لوٹ کر چار طرف سے مجھے گھیر کر
زخمی کر ڈالا وہ سیکڑوں میں تنہا کچھ نہ کر سکا یہ شکر سہراب نے کہا کہ نہیں آپ کو قسم ہے اپنے دین و مذہب کی سچائی
کیجیے برقع الزمان نے کہا کہ اگر سچ ہی ہے پوچھتے ہو تو سچ کو یوں ہو کہ میں امیر حمزہ صاحب قرآن مدظلہ العالی کا بیٹا
برقع الزمان ہوں سہراب نے کہا کہ پھر ہم سب تو لقا پرست ہیں آپ بھی لقا پرستی اختیار کیجیے برقع الزمان نے
کہا کہ اگر تم مجھے زیر کر دو تو کیا مضائقہ ہو شہراب نے کہا کہ بہتر آپ اچھے ہو لیجیے تو ہمارے آپ کے زور آزمائی ہو چکا
برقع الزمان نے کہا کہ انشائے اللہ لیکن اگر میں نے تمہیں زیر کر لیا تو شہراب نے کہا کہ پھر ہم آپ کا مذہب قبول کر لیں گے
برقع الزمان نے کہا کہ بس پھر کیا ہو چکا ہوا ہونے غرض علاج و معالجہ برقع الزمان کا ہونے لگا بقدرت خدا
کوئی آٹھ ہی روز میں برقع الزمان کو صحت ہو گئی لوہین روز برقع الزمان نے فصل صحت کیا دسویں روز سہراب اور
برقع الزمان میں مقابلہ ہوا تین روز کی کشتی کے بعد شہراب کو برقع الزمان نے چاروں شانے چت کر کے اُسکے
سینے پر نظام کیا اور کہا کہ اب اسلام لائے میں کچھ غصہ ہی سہراب نے کہا اب کیا غصہ ہو جو کہا ہو وہ کرینگے زندہ ایم بندہ ایم
یہ شکر برقع الزمان نے پرستے سناڑائے اور سہراب کو کھڑے تھیں کیا سہراب مع انی فوج و سپاہ و اہل شہر کے گلہ
بہادر سلطان ہوا صدائے تکبیر کو چہ بازار سے بلند ہوئی شہر کی بنا ڈالی جگہ سے کھودے گئے بارگاہ پر پا ہوئی
جشن عیش و عشرت کی تیاری ہوئی اب برقع الزمان کو تو شہر شہرابیہ میں مقیم چھوڑے اور

دو کلے داستان ملکہ ماہ تاجہ اوس کے ملاحظہ فرمائیے

کہ جب دیو سنجر شہر محرابیہ میں اتنے سے اعظم صفت شکن کے مارا گیا اور یہ خبر ملکہ ماہ تاجہ کو معلوم ہوئی تو یہ بیماری
نہایت حیران و پریشان ہوئی اور سخت متفکر ہوئی کہ اب کیا کروں کیونکہ اتنے دن تو اس انتظار میں کٹ گئے کہ شاہزادہ
کبخت دیو سنجر ہی آجائے گا تو یہ تنہائی اور بیکسی تو جاتی رہیگی ایسے کہ دیو سنجر اسے بلے سلیمانی میں چھوڑ کر شہر محرابیہ کو

چلا گیا تھا اور کہ گیا تھا کہ خبردار ملکہ یہاں سے کہیں نہ جاوے نہ جب میں پھر کر آؤنگا تو بہت بڑی طرح پیش آؤنگا اب جب اس کے
 آنے سے بھی یاس ہوئی تو چپاری ڈاڑھیں مار مار کے رونے لگی اور کہتی تھی کہ اے اب میں کہہ جاؤں وہ کسخت دیو بھی
 مار ڈالا گیا کاش ہی کسخت جیتا پھر تو میں اس سے روٹتی بگڑتی بہت دعا بازی کستی سنتی کرتی تھی قاسم کے پاس
 پہونچا دے وہ اگر یہ بھی پہونچتا تو اتنا تو میری خاطر سے ضرور کرتا کہ کسی نہ کسی طرح مجھے ایک نظر دکھلا تو دیتا اے اب وہ بھی
 سہارا مل گیا بار خدا اب یہ مصیبت پہنچی میں کس سے کہوں اور کہوں اپنا سین پیدا کروں بیت دن کٹا فریاد میں مات آہ
 وزاری میں کٹی + عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کٹی + ضلع غلامس زندگی سے تو اب موت بہتر معلوم ہوتی ہو یا آلاکھان
 اب ملک الموت کو جلد حکم کر کہ وہ اگر اس کتیز بے قیصر کی قبض روح کر لیں کہ میں اس دنیا کے کچھڑے سے اور اس
 آٹھون پھر کی سوزش قلب سے نجات پاؤں ایسے دکھ درد میں جینا بیفائدہ اور لا حاصل ہے فقرات یاس کستی تھی اور
 اسی کوہ سلیمانی پر کھڑی ہوئی ردہ ہی تھی کہ یکایک ایک سوداگر جلیل القدر اپنا جہاز لیے ہوئے اسی دریا سے جا رہا تھا
 کہ جو اس پہاڑ کے نیچے بہا تھا ملک کی بیقراری اور نالائزاری سنکر اس سوداگر نے لنگر جہاز کا ڈال دیا اور اپنے جہاز پر سے اتر کے
 اس پہاڑ پر آئے ملک کے حسن و جمال کو دیکھ کر ہزار جان سے مفتون ہو گیا اور ملک کے حال کا مستفسر ہو ملک نے کل کیفیت
 از ابتدا تا انتہا بیان کر کے اس سوداگر سے کہا کہ او سوداگر اگر تو میرے محبوب اور میرے وارث ملک قاسم تک مجھے
 پہونچا دیکھا تو میں تیری بڑی ممنون ہوگی اور قاسم میرے ساتھ بہت کچھ سلوک نیک کرے گا اور زر و جواہر سے تجھے مالا مال
 کر دینگا یہ سنکر سوداگر نے کہا کہ اچھا کیا ضائقہ ہو آپ چکر میرے جہاز پر بیٹھ لیجئے انشاء اللہ میں آپ کو ملک قاسم
 تک پہونچا دینگا یہ کہہ کر ملک کو اس پہاڑ سے اُتار کر اپنے جہاز پر لایا اور نہایت تزک و احتشام اور عزت و احترام
 سے جٹا کر پہونچا تو ٹوڑی ہی راہ طو کرنے پہونچا ملک نے پہونچا ملک کو اٹھا لیا اس سانچے سے وہ تاجر نہایت
 متاثر ہوا اور دست تاسف منسا ہوا ان سے روانہ ہوا جب بعد چند روز کے ہر تاجر پھر تاداخل شہر سہرا بیہ ہوا اور
 حسب دستور بارگاہ شاہی میں پہونچا تو حسب اتفاق اس وقت بدیع الزمان بھی بیٹھے ہوئے تھے یہ تاجر صرف تجارت
 میں بیٹھ گیا اور بعد ازاں سے رواسم خدمت اسباب تجارت پیشکش کیا مگر حال اس سوداگر کا یہ ہو کہ اسباب تجارت
 دکھاتا تھا ہوا اور خیال ملک میں آہستہ بھرتا جاتا ہو جب بدیع الزمان نے یہ رنگ دیکھا کہ یہ تاجر جب سے آیا ہے ہوا براہ کرم
 کہیں رہا ہے تو بدیع الزمان نے پوچھا کہ اسے بھائی مال واسباب پھر دکھا پہلے یہ تو بتلا کہ تو آہ سرد بار بار کیوں پھر رہا
 ہے یہ سنکر سوداگر گویا ہوا کہ میت مرادہ دیست اندول اگر گویم زبان سوزد + و گروم در کثرت رسم کہ مغز استخوان سوزد +
 او شہر عالی وقار یہ حال اطہار کی قابلیت نہیں رکھتا بدیع الزمان نے کہا کہ اچھا کچھ تو بیان کرتے ہو تو سوداگر
 بولا کہ او شہر اگست انجی معاف آپ تو مجھے اس جگہ کے باشندے نہیں معلوم ہوتے یہ بتائیے کہ آپ ملک قاسم تو نہیں
 ہیں بدیع الزمان نے کہا کہ ملک قاسم سے کیا کام ہے یہ سنکر سوداگر نے کل قصہ ملک کا بیان کیا پس یہ سنتے ہی بدیع الزمان
 کے چہرے پر خوشی کے مارے سرخی آگئی اور کہنے لگے کہ اوتا جو خوش آمدی و صفا آوردی ہم تو موت سے اسی منکر ہیں
 تھے میں بدیع الزمان ہوں اور قاسم میرا بھتیجی ہے مگر خدا حافظ و نامہ صریح کے آٹھ کھڑے ہوئے اور مرکب پے سوار ہو گئے
 طرف باغ سلیمانی کے روانہ ہوئے جاتے جاتے ایک صحرا میں پہونچ کر یاد دیکھتے ہیں کہ ایک ہرن بہت تیز رفتاری سے
 چوڑا لان بھرتا چلا جاتا ہے بدیع الزمان نے ایک تیراکی پیشانی پر ایسا تار کساراکہ وہ ہرن گر پڑا اب جو قریب جا کر
 دیکھتے ہیں تو دیکھا کہ ایک اڈیلر سکی پشت پر لگا ہوا ہے بدیع الزمان نے مجھے کہ کسی اور نے بھی اس کے تیرا مارا ہے عرض
 لگا ہوا اس ہرن کو لے کر نے میں شلول تھا کہ ایک گرد سامنے سے نمودار ہوئی جب وہاں گردش ہوا تو دفعتاً ایک سے دار

جنگست گھوڑا دوڑاتا ہوا اور پیچھے پیچھے آئے اور چند سوار بھی اسکا بولے اس سوار نے جو ہر لع الزمان کو دیکھا کئے لگا کر
 اس شخص تو نے میرے صید کرکے کون صید کیا شاہزادے نے فرمایا معاف فرمائیے میں لاعلم تھا اور یہ صید حاصل ہو
 یہ حال دیکھ کر اس سوار نے کہا کہ تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون شخص ہوں آگاہ ہو کہ میرا نام مفتوح دیوشن ہے اگر اس
 صید کو اپنے کاغذ سے پراٹھا کے میری قیامگاہ تک لپکاؤ گے تو خیر ورنہ ایک ایسا آجہ سید کر دے گا کہ یہیں گرد برد ہو جاوے
 یہ سن کر شاہزادے کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ اگر دعوی بہادری ہو تو مقابلہ کر یہ بھی کیا ان ایسی یہ سن کر اسنے شاہزادے کے
 تلوار راری شاہزادے نے دستا نے اسے تلوار دور جا کر گری اور ہر لع الزمان نے کمر خیزین اسنے کمانہ کھینچ کر قاش رین سے
 اٹھالیا اور چاہتے تھے کہ زمین پر دسے نہیں کہ اسنے نہایت ہجرت کیا کہ او شہر مارا الامان ہر لع الزمان نے فرمایا کہ بشر
 ایمان آئے کہا کہ جو آپ کا ایمان قبول کرے وہ کیا کہے ہر لع الزمان نے اسے زمین پر رکھتے تھے کہ تعلیم کیا مفتوح ہجرت
 مع چالیس ہزار فوج کے کل پڑھ کر مسلمان ہوا اور عرض کیا کہ او شہر مارا میرے ملک کے قریب تھمتن کے جگہ آباد ہو گیا شاہ
 حب برکا ملک ہو وہ جیسے بھی ہر سال خراج لیتا ہوا اور دیگر بندگان ضایہ بھی ظلم کیا کرتا ہوا جو الہ جاد و نام ایک ساحرہ اسپر
 عاشق ہوا اور ہر چند طالب وصل ہوتی ہو مگر وہ قبول نہیں کرتا ایک روز باغ سلیمانی سے دو ساحرہ ایک حسین و نامین
 ملک ماہ تاجہ ازنا سے ایک عورت کو اٹھالائی وہ مردود اس نورت کو دیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور اسے ملوہ
 سے بے اعتنائی کر کے اس ملک سے طالب وصل ہوا یہ دیکھ کر جو الہ تو خدا ہو کر چلی گئی اور یہ مردود اسے اپنی خلوت گاہ میں لایا
 بس وہ نیکیت ہر سے کی اگلوٹی اپنے ہاتھ سے تار کر چبا گئی اور اس ذلت و ننگ کے بدلے اپنی جان ویری یہ سنتے ہی
 ہر لع الزمان نے ایک آہ کا غروار اور مفتوح اسے سیرت کو روانہ ہوئے بعد طومر اصل راہ اسوقت پہونچے
 کہ لاشیں اٹھنے کی تہریر ہو رہی تھی اور لکڑیوں کا انہار لاش جلاسنے کے لیے جمع ہو رہا تھا شاہزادے نے
 پہونچے ہی عافیت کی کہ خبردار لاش کو ملک کی کوئی جلاسنے نہ لائے تھمتن نے کہا کہ آپ کون ہیں اور آپ کو اس سے
 کیا غرض ہے شاہزادے نے کہا کہ مجھے معلوم بھی ہے کہ ملک کون ہے اسے یہ ملک ہمارے متبعے ملک قاسم کی محبوبہ تھی جو
 تیرے دست ظلم سے ہلاک ہو گئی یہ سن کر تھمتن کو غیظ آگیا اور حکم دیا کہ ابھی اس جوان کو مار دیکم پستوی تو م فوج کیا ہوگی
 ہر لع الزمان پر لوٹ پڑی اور چار طرقت سے تلواریں کھینچ لیں ہر لع الزمان بھی شمشیر آبدار کھینچ کے فوج میں
 در آئے اور ہزاروں کے وارے تیار کر دیے جب تھمتن نے دیکھی کہ اب فوج کے ہاتھ آئے جاتے ہیں تو یہ
 خود بنفس نفیس آگے بڑھ کے مقابل ہر لع الزمان ہوا اور ایک ضرب شمشیر آبدار کی ہر لع الزمان کے لگائی
 ہر لع الزمان نے ضرب اسکی خال دیکر اسکی پھین لی اور کمر خیزین ہاتھ لگا لے قاشش زمین سے اٹھالیا اور
 بالاسے سر چرخ دیکر زمین پر پھینکا چاہتے تھے کہ اسے شور الامان الامان بلند کیا ہر لع الزمان نے کہا کہ بشر ط
 ایمان تھمتن نے کہا کہ میں نے دین آپ کا قبول کیا ہر لع الزمان نے اسے زمین پر رکھ دیا اور کلمہ طیبہ
 تعلیم کیا تھمتن مع کل فوج کے مسلمان ہوا اور لاش ملک کی بطریق اہل اسلام بڑے ترک و احتشام سے اٹھوائی
 جب لاش ملک کی اٹھا کر لیچلے تو ہر لع الزمان کی یہ حالت تھی کہ بے پروا تھے جاتے تھے اور تھمتن کی تو کیفیت
 تھی کہ فحش پر فحش آتے تھے کہ اس اثنا میں ایک خواص ہر لع الزمان کے سامنے آئی اور بعد تسلیم عرض سا ہوئی
 کہ او شہر مارا عالی وقار ملک نے قبل انتقال کے یہ رقمہ لکھ کر دیدیا تھا اور کہدیا تھا کہ اگر اتفاقاً ملک قاسم
 بھی اس شہر میں ہمارے تابانی کل آئیں تو تیری رسائی بھی وہاں تک ہو جائے تو اس رقمہ کو ملک قاسم کے
 پاس لے جانا اور کہنا کہ او قاسم ملک نے تو تمہارے فراق میں اپنی جان دیدی اور رقم اب پہونچے کہ جب وہ

بھی ہو چکی خیر مثل اب پتائے کیا ہوتا ہو جب پڑیاں چمک گئیں کھیت مگر یہ رقعہ تھیں کھکڑی گئی ہیں تو اسے شہر بار معلوم نہیں کہ قاسم بیان آئیں یا نہ آئیں اور آئیں بھی تو معلوم نہیں کہ کب آئیں میں آپ کو امین و مقدمہ جا کر عرض دے سا ہوں کہ جب آپ کے قاسم سے ملاقات ہو جائے تو یہ رقعہ انھیں دیدہ بیکے گا بدیع الزمان نے اس رقعے کو لے لیا اور جب وہ چلی گئی تو اسے کھول کر پڑھا کر کیا حالت تھی اس رقعے کی کہ جا بجا آنسو ٹپکے ہوئے حرف پڑے ہوئے ہیں اور جو حرف صاف ہیں انکی بھی یہ کیفیت ہو کہ معلوم ہوتا ہو کسی نے کاشفے انھوں سے کھا ہی یہ حال نہ اس رقعے کا کھینک پہلے تو بدیع الزمان خوب ساروئے بعد اسکے مضمون پر نگاہ کی تو لکھا تھا کہ امیر جانی وہ دوست جاودانی افسوس کہ ہم تمہاری آتش فراق سے جلتے جلتے جان بحق تسلیم ہو گئے اور اسے افسوس تمہارے دیدار سے کھینک خشک نہ ہوئیں اسے امیر قاسم آرزو تو یہ تھی کہ شعر تھیں آثار الحدیث تھیں پڑھو تلمیقین کہ کبھی تو صحبت راز و نیاز ہو جائے مگر کیا کریں کہ مقدمین ہمارے یونہیں لکھا تھا کہ ہم کہن بھی تمہارے اتم سے نہ پائیں خیر شعر ہر ہم تو دنیا سے چلے تھے کہے جاتے ہیں : فاتحہ سے : فراموش رہیں کر جانا : والسلام خیر ختام پس یہ مضمون دیکھتے ہی بدیع الزمان اور پھوٹ پھوٹ اور ڈالڑھیں ارباب کر رہے تھے ان عرض بعد دفن و کفن کے قبر تیار کر کے بدیع الزمان نے جو دیکھا تو کیا دیکھا کہ قبر پر جا بجا وہ آریں پر گئیں ہیں اور بعض بعض مقام سے قبر شق بھی ہو گئی ہو اس وقت بدیع الزمان نے خود اپنے اتم سے یہ شعر لوح قبر پر تحریر فرمایا شعر شق جا بجا سے آہ جو سب یہ حرار ہی : دفن امین اسے ہاسے دل بقرار ہو : القصد ہمدوم و فاتحہ خوانی بدیع الزمان نے مع مفتوح دیو کش شہر اسیہ کا رہا سہہ لیا : چند روز وہاں رہ کر شہر شمالیہ پاختر کی طرف راہی ہوا

چند کلمے داستان ملک قاسم کے ملاحظہ فرمائیے

کہ جب قاسم قریب شہر شمالیہ کے پہنچے اور خبر عزیز الملک کو معلوم ہوئی سیف الملک بھی قاسم سے زیر ہو کر مسلمان ہو گیا اور اسکا تابع ہو گیا اب قاسم مع سیف الملک اور تاج الملک وغیرہ کے اس طرف آئے یہ خبر سنکر غزیر الملک سات لاکھ سپاہ اپنے ہمراہ لیکر قاسم کے مقابلے کو نکلا اور مقابل قاسم آکر بارگاہ برپا کر کے بلبل جنگ بجوایا ملک قاسم نے بھی یہ خبر سنکر بلبل جنگ بجوایا رات بھر نیاری جنگ رہی دونوں جانب ہمداسے بیدار باش اور ہوشیار باش بلند رہی القافا آتی شب کو شہزادہ بدیع الزمان بھی قریب پہنچ گئے اور عزیز الملک اور قاسم کے مقابلے کی خبر سنکر وہیں سے صورت اپنی تبدیل کر کے اور نقابدار گلگون پوش بن کر جلد جلد راہ طو کرتے ہوئے چلے قریب کچھ بدیع الزمان بھی پہنچ گئے اور بیان کا حال سننے کے بعد اسے فریضہ سحری ملک قاسم میدان میں آئے اور آدھ سے غزیر الملک نے فوج لیکر میدان میں مرکب کو جولان کیا ابھی جنگ آغاز نہ ہونے پائی تھی کہ یکایک ار دامن بیاں گروے برخاست جب دامن گرد کا شق ہوا تو دیکھا کہ یکایک تین ہزار علم نصرت شمیم نمودار ہوئے اور فوج کثیر ہشتکار ہوئی اور پیچھے پیچھے اس فوج کے مقابلہ گلگون پوش ایک مرکب پر پیکی پر سوار پس پشت اسکے پانچ لاکھ سوار جتا چلے آتے ہیں اور آتے آتے فوج نے ایک جانب اس صحرا میں قیام کیا کہ اس عرصہ میں عزیز الملک نے میدان میں اگر چند اتمہ نیزے کے ہلانے اور بعد اسکے ساز طلبی کی اس وقت تلج الملک نے غزیر الملک سے مقابلے کا قصد کیا غزیر الملک نے تاج الملک کا یہ ارادہ دیکھ کر آواز دی کہ اے غزیر زبرد تم مجھے کیا مقابلہ کرو گے اللہ جو تمہارا منوی ہو جسے تمکو تمہارے دین قدیم سے بھیر کر مسلمان کیا اگر وہ ٹکٹے ٹکٹے لڑے تو کیا مضائقہ ہو یا سنکر ملک قاسم کو غیظ آگیا اور مرکب کو جولان دے کے مقابلہ کیا پہلے بڑے جوش و خروش سے لگا دینا

ہوئی تین قدم ملک قاسم کا مرکب پیچھے ہٹا اور چھ قدم غزنیہ الملک کا مرکب پیچھے ہٹا دیکھ کر غزنیہ الملک نے کہا کہ
 اے قاسم اگر میرا مرکب چھ قدم آگے ہٹ گیا تو اسپر ناز نہ کر ہٹ گیا تو ہٹ جائے دے اگر دعویٰ شجاعت ہو تو لا ضرب شجاعت
 کی قاسم نے کہا کہ اے غزنیہ الملک پیشدستی ہمارا دستور نہیں جو در نہ بیخ کفر دنیا بھر سے اٹھا کر بیٹھتے ہو کہا کہ ہن کہ حکم
 صاحبقران نہیں ہو اور یہ تمہاری نیزہ بازی تو ہماری دیکھی بھالی ہو یہ سن کر غزنیہ الملک نے نیزہ اٹھایا اور قاسم کے
 سینے پر مارا قاسم نے بھی اسکا جواب دیا گئی نیزہ بازی ہونے شروع ہو نیزہ دو بازو دو مرد و لیر + تو گولی کہ ہفت دھڑ
 شیر + غرض بعد نیزہ سوطن کے جب کوئی عاجز نہ ہوا تو نقابدار نے ہنس کر اپنے ایک سردار سے کہا کہ اے قاسم
 نیزہ بازی کی تو بڑی دھوم مچی مگر آج دیکھ لیا بس یہ سن کر قاسم کو غیظ آگیا اور ایک ہی طعن جو ہماری تو نیزہ اسکا مثل آہ
 عاشقان آسمان پر جا پہنچا صدائے آفرین و تحسین لشکر سے بلند ہوئی اسوقت نقابدار قاسم نے آواز دی کہ اے نقابدار ہماری
 نیزہ بازی تھنے دیکھی کہ کیونکر نیزہ غزنیہ الملک کا ہوائی کر دیا یہ سن کر غزنیہ الملک نے آواز دی کہ اگرچہ نیزہ میرے ہاتھ
 سے نکلیا مگر میں کسی طرح تجھے دبنے والا نہیں ہوں بھلا اب تو میری ضرب کو روک دیکھو تو تو کیسا بہادری ہے کہ کھڑے
 جوش و خروش سے قاسم پر دو دستی گریزا دار کیا قاسم نے گریز کو گریز پر روکا آواز اڑاتے کی پیدا ہوئی قاسم سے مرکب
 تعلق گردین غائب ہو گیا یہ دیکھ کر غزنیہ الملک نے آواز دی کہ زدم و پست کردم مرعیت را یہ سن کر سیارۃ تعلق گردین دیکھا
 اور چھٹا گل سے پانی نکال کر قاسم کے منہ پر چھینٹے دیے جب قاسم کی آنکھ کھلی تو سیارہ لے گیا کہ اے شہر پار مرعیت نہ بدلتی
 کہ اے یہ سن کر قاسم نے گھوڑے کو ایڑ دی مرکب طبقہ زمین کا لیکر باہر آیا قاسم نے آواز دی کہ آواز دی و کراپست کے دیکھا
 میں تو زندہ و سالم موجود ہوں بھلا میری ضرب کو تو روک یہ کہہ کر قاسم نے بھی گریزا دار غزنیہ الملک تعلق گردین چپ گیا
 قاسم گریزا دار کے خاموش کھڑے رہے دیکھ کر غزنیہ الملک تعلق گردین در آیا اور غزنیہ الملک کو کہی آوازیں دین جب
 غزنیہ الملک نے آنکھ کھولی تو چارے بوجھا کیا حال غزنیہ الملک نے کہا یہ معلوم ہوتا ہو کہ ساتون آسمان مجھ پر
 ٹوٹ پڑے یہ کہہ کر غزنیہ الملک نے مرکب کو ایڑ دی لیکن وہ مرکب مطلق نہ ہلا مرکب گلی ہو گیا عیار لے گیا کہ اب وقت
 ناخیر کا نہیں مرکب راؤن تک زمین میں گر گیا کام اسکا تمام ہو چکا نکلتا اسکا دشوار ہو یہ سن کر غزنیہ الملک مرکب سے کود کر تینہ
 کہتے آئے آیا اور قاسم سے بولا کہ تم میرے مرکب کا خون کیا میں بھی تمہارے گھوڑے کو روک دیکھا یہ کہہ کر بھینسا ہی تھا کہ قاسم مرکب
 سے کود پڑے اور ان ان کرتے ہوئے دوڑے اتفاقاً زمین و ان کی پول تھی پاؤں قاسم کا گڑھے میں جا رہا
 ہوا غزنیہ الملک کی قاسم کے سر پر پڑی کہ تادو ابرو اتر آئی قاسم نے دستا نہا اموار تو سہرے نکلتی مگر گہرا زخم آیا
 غزنیہ الملک چاہتا تھا کہ دوسرا ہاتھ مارے دفعۃ قیاس خال بیچ میں آگئے اور غزنیہ الملک کی تلوار کو روک
 خود تلوار لگائی بس یہ دیکھتے ہی لشکر شجاعت بھی آ پڑا اور لشکر قاسم کے بھی لوگ آ پڑے تلوار چلنے لگی قاسم بھی
 مثل شیر مجروح کے علاوہ تھے اور نقابدار یہ تماشہ دیکھ رہے تھے کہ یکایک فریتیہ کوک عقرب چشم باغ لاکھ سوار
 جہاز سے آپہنچا اور لشکر قاسم پر حملہ آور ہوا یہ دیکھ کر نقابدار کو تائب نہ رہی اور مع کل فوج کے لشکر فریتیہ کوک سے
 جا پڑا اور آٹھ ہزار و ان کے دارے تیار کر کے فوج کے اٹھنے لگے یہ اجراعہ غزنیہ الملک دیکھ کر
 بھجوت تمام پھل مان بھا دیا بس لشکر الگ الگ ہو گئے شاہزادہ قاسم اپنی بارگاہ میں آئے نقابدار اپنے خیمے میں
 جا گزین ہوا اور غزنیہ الملک مع فریتیہ کوک کے اپنے خیمے میں بیٹھ ہوا اور ہر ایک نے اپنے اپنے لشکر کے کشتون کو
 بطریق خود ہادفن و کفن کیا غرض غزنیہ الملک لے فریتیہ کوک سے پوچھا کہ تم اس طرف کیونکر چلے آئے اور تمہیں ہمارا
 مقابلے کی اطلاع کیونکر ہوئی فریتیہ کوک نے کہا کہ لشکر امیر کا برابر قیلول خداوند کے آگیا ہو لو اسٹیان ہو رہی ہیں

ہنگامہ عظیم برپا ہوا لہذا میرے نام خط خداوند کا بمضمون طلب صادر ہوا خط کے پونچھے ہی میں لے کو چکر دیا راہ میں مجھے اس
جنگ کی خبر پہنچی میں یہ سوچا کہ جہاں تو ہیں میں لاؤ اس طرف بھی جوتا جاؤں یہ لشکر غزنیہ الملک نے فرتہ کوک کی بڑی تعظیم و
تواضع کی دعوت و ضیافت میں مصروف ہوا اور دوسرے دن فرتہ کوک کو رخصت کیا غرض فرتہ کوک تو مجبوراً
رخصت ہوا اور یہاں غزنیہ الملک نے پھر بلبل جنگ کا حکم دیا اور لشکر غزنیہ الملک میں بلبل جنگ بجا اور آدھ لشکر
قاسم اور لشکر نقابدار میں آواز تقارن غازی کی بلند ہوئی وہ دن اور رات تو تیار ہی جنگ میں بسر ہوئی صد اسے ہوشیار بلبل
اور بیدار ہوا شہر سے جانب بلبل ہی خدا خدا کر کے جب رات تمام ہوئی اور صحبت سیارات آسمان پر درہم درہم ہوئی تو چوٹ
قرطاعت سے آگے چھپا کر دامن فلک میں پوشیدہ ہوا سفید سحری آغاز ہوا ایک خدا پرست مستعد نماز ہو اسیر
عنبر تیسیم بارغ جنت النعیم سے آئے لگی دعا سے عبا جلا سے فلک جانے لگی مرغمان چمن نعمہ زن ہوئے اور سب نمازی بعد
نماز صافحہ و معانقہ کر کے باہم خندہ زن ہوئے اور ایک سے ایک کہنے لگا کہ دیکھیں آج جام شہادت پی کر عروس اجل
سے کون ہنگام ہوتا ہے اور کون مظفر و منصف میدان سے مراجعت کرنا جو ابھی یہ زمین ہو ہی رہی تھیں کہ یکایک لشکر
غزنیہ الملک سے آواز بلبل جنگ کی بلند ہوئی بخون لے تیار کر دی ایک طرف سے ملک قاسم اپنے زخم پریشی و زحمت
کی باند سے ہٹے ہوا فریدون شمشیر پرست میدان آئے اور ایک جانب سے نقابدار گلگون پوشش مع کل
فوج کے صفت آئے اور آئے کہ استغنیہ غزنیہ الملک میدان میں آیا اور لشکر نقابدار کی طرف منہ کر کے نعرہ زن ہوا کہ او
نقابدار اگر دعوی شہادت ہو تو آگے بڑھ میں کو دہیں میدان میں یہ لشکر نقابدار نے مرکب کو صیر کیا دونوں جوان
باہم لگا و زن ہوئے تین قدم نقابدار ایک قدم اور سات قدم غزنیہ الملک کا مرکب پیچھے ہٹا بس غزنیہ الملک
خیزدین لگا کھولے کو اڑ دیا کھلے بڑھا اور گزراٹھا کر نقابدار پر حملہ آور ہوا نقابدار نے بھی مرکب کو آگے بڑھایا جیسے ہی گزرا
اسکا قریب نہ آیا نقابدار نے ہاتھ بلند کر کے کھلے گز کو پکڑ لیا اور وہی گز چھین کر غزنیہ الملک پر حملہ کیا غزنیہ الملک نے
سر پیچھے ہٹا لیا گز گھوڑے کے سر پر پڑا کہ سر گھوڑے کا پاش پاش ہو گیا غزنیہ الملک مرکب پر سے کودنے لگا پانوں
جو رکاب میں اٹھتا ہوا تھلے ہوا اور گھوڑا نقابدار نے ایک کر ایک تلوار اور گھوڑے کی پیٹھ پر سید کی کو پیٹ پٹکر
سب آتش پران غزنیہ الملک کے بدن پر جا رہے لوگ غزنیہ الملک کے دوڑ پڑے اور اسے اٹھایا لیکن یہ دیکھ کر قاسم
کو ہوا کہ اس نقابدار کے ہاتھ سے غزنیہ الملک خوب ہی بچا ورنہ اسے تواری لیا تھا فریدون شمشیر پرست
بنے کما کہ اگر مجھے حکم ہو تو میں جا کر اس نقابدار کو ہاندہ لاؤں یہ کہ فریدون نے گھوڑا اٹھایا اور نقابدار کے سنانے لگا
آواز دی کہ او نقابدار سب کراہو اور آؤ میرا لشکر ہاں یہ لشکر نقابدار نے بھی مرکب کو صیر کیا اور دونوں لگا و زن ہوئے کوئی
چار قدم مرکب فریدون کا اور کوئی تین قدم مرکب نقابدار کا پیچھے ہٹا انقضیۃ بعد لگا و زنل کے نیرہ بازی شروع ہوئی
بعد دوسو طعن کے نقابدار نے نیرہ فریدون کا ہوا کیا فریدون نے قبضہ شمشیر پر کیا خداوند شمشیر کے ایک وار
نقابدار کے لگایا جب تلوار سر نقابدار کے قریب آئی نقابدار نے ایک دستاں اس زور سے مارا کہ تلوار فریدون کے آگے
چھوٹ کر دور جا پڑی فریدون نے ایک کر گر بیان میں آجھ ڈالنا نقابدار بھی دست بگر بیان ہوا اور ہونے کے قصہ
زور آزمائی ہوتے ہوتے دونوں برابر سے کودنے لگے اور کشتی ہونے لگی تین روز تک خوب ہی کشتی رہی جو کچھ وہ
فریدون خبردار خبردار لکے نقابدار کی بغاوت میں ہاتھ ڈال کر شل سیل بلا کے لیجا تین قدم پہچا کے نقابدار کا گھنگٹا
زمین سے لگ گیا بس تڑپ کر نقابدار نے اپنے ہاتھ تو کمال لیے اور فریدون کی بلوں میں ہاتھ دے کر کہیں چھ قدم
جلے فریدون کا گھنگٹا زمین سے اٹھنا ہوا فوراً نقابدار نے بلوں کو چھوڑ کر کمر باندھ کر چھوٹا لگا دیا

فریدون کو پسینا آگیا غرض سر سے اونچا کر کے چرخ دیکر چلتا تھا کہ دے ارے کہ فریدون نے خدا سے اللہ ان اللہ ان
بدھ کی نقابدار نے کہا کہ ان بشر طایمان فریدون نے کہا کہ تازہ اندھ ایم بندو ایم یہ سنکر نقابدار نے فریدون کو زمین پر
رکھ کے کمرے طیبہ تعلیم کیا فریدون نے کمرے چکر اپنی فوج کو آواز دی کہ اتو یا۔ ان سن میں نے تو غلامی نقابدار کی اختیار کی
جسکو میرا ساتھ دینا ہوا ہے یہ آواز سنکر ایک لاکھ سوار نے برابر گھوڑے اٹھا دیئے اور خدمت نقابدار میں پہنچ گئے
یہ دیکھا ملک قاسم نے آواز دی کہ او نقابدار گلگون پوش فریدون پر قبضہ کر کے نازان نہ ہونا بھی میرے تیرے
نقابہ باقی ہو کل مقابلہ ہو گا یہ کہ کھیل جنگ بجا دیا اسطرح نقابدار نے بھی اپنے لشکر میں نقابہ فروز می بجھنے کا حکم دیا جب
غزنی الملک کو یہ خبر ہوئی تو اس نے بھی اپنے لشکر میں کھیل جنگ پر مجب پر کرنے کا حکم دیا وہ رات و دن تیاری جنگ
میں بسر ہوا جب کو تینوں لشکر میدان میں آئے اب غزنی الملک نے اپنی جگہ پر یہ خیال کیا کہ او غزنی الملک
میرے نزدیک نقابدار اور قاسم دونوں مساوی ہیں اس لیے کہ یہ بھی خدا پرست اور وہ بھی خدا پرست اب نقابدار کس سے
کرنا چاہیے سوچتے سوچتے ذہن میں یہ آیا کہ نقابدار ایک آفت تازہ ہو چکا اسکا مقابلہ کرنا مناسب نہ ہے اس لیے اس کے
ملک قاسم سے تو مقابلہ ہو جائے گا یہ سوچ کر نقابدار کو آواز دی کہ او نقابدار یہ کہو کہ آج میں گدھ میں میدان پہلے
ہمارے تیرے مقابلہ ہو تو ہتھیار دیں تو تو کیا ہوا وہ نہ سنتے ہی نقابدار نے آواز دی کہ ہتھیار اپنے پہلے آپ ہی
کا شکار کریں یہ کہہ کر کھیل کر مقابل غزنی الملک کر فرودان ہوا ابھی آغاز جنگ نہ ہونے پایا تھا کہ دفعہ اند
پر دو بیابان گرد سے برخواست یکے سے تیر ہو کر اس گرد کی جانب دھنچے لگے کہ ایک ایک دامن گرد کا شق ہوا
اور نقابدار اپنی گھینہ پوش مع دس ہزار سوار کے نمودار ہوا اور وہیں سے نقابدار گلگون پوش کو آواز دی کہ خیر عاقل باش
تھکا میرا جو میں غزنی الملک کو زیر کر دے گا یہ جنگ نقابدار گلگون پوش نے سمجھ کر قہقہہ کیا اور غزنی الملک نے آواز دی کہ آ
تو ہی آج کہ نقابدار اپنی گھینہ پوش کے مقابل آکر نکلا ورنہ ہو اگر کوئی تیرم مرکب اسکا سپاہیوں میں جھلا کر غزنی الملک نے
نقابدار اپنی گھینہ پوش کو تیرا نقابدار نے دار اسکا نالی دیکر بند دست پکڑ کے تلوار غزنی الملک کی چھین لی اور کمر غیر کا
بند پکڑ کے قاش زمین سے اٹھایا اور اپنے لشکر میں لیا کر قہقہہ کیا اور پھر میدان میں آکر فرود کیا کہ کوئی میرا ہمتا
کر سکتا جو یہ سنکر اوہر سے ملک قاسم نے آواز دی کہ ان ہتھیار مقابلہ اپنے اور خدمت نقابدار گلگون پوش نے آواز دی
کہ ان ہمتے میں غرض دونوں پہلوانوں نے اپنے اپنے مرکب میں بیٹھے اور نقابدار اپنی گھینہ پوش کے برابر کے قاسم نے
کہا کہ او نقابدار پہلے مجھے آواز دی تھی تو کیوں کل آیا نقابدار گلگون پوش نے کہا کہ یہ ان بیکار و دہیات بڑے کرار
اگر اپنی جان کی خیریت چاہتا ہو تو جا پھر جا ہم اس سے مقابلہ کریں اب ان دونوں میں تو ہمارے دو بدل ہو رہی ہوا اور
نقابدار اپنی گھینہ پوش کھڑا ہوا تھا شاید کہ باجو آخر کار دو بدل ہوتے ہوتے نوبت باختر سید کہ اٹھا تھا اٹھ کر بیان
میں اور اٹھا تھا اٹھ کر بیان میں گھین جھکے بازان ہوئے یہ دیکھ کر نقابدار اپنی گھینہ پوش نے آگے بڑھ کر کہا کہ اچھا
دو ہتھیار آؤ تم دونوں مجھے مقابلہ کر دو یہ سنکر قاسم کو غصہ آیا اور ایک ہتھیار اسکا نقابدار اپنی گھینہ پوش کے مار کر کہا
کہ جادو ہو گیا بکٹا ہی بس قاسم کی اس حرکت سے نقابدار اپنے گھینہ پوش کو غصہ آگیا اور بیان اٹھ بڑھا کر کہہ رہا تھا قاسم
میں اٹھ گیا اور وہاں تھا کہ بند نقابدار گلگون پوش میں اور دونوں کو قاش زمین سے اٹھا کر اپنے لشکر کی طرف لیٹا
اور لشکر میں قاسم اور نقابدار گلگون پوش کو آواز دی کہ جاؤ اسیر حمزہ صاحب قرآن کو خبر کہہ کہ اگر آپ کو صاحب قرآن
کا دعویٰ ہو اور شجاعت کا گھمٹا ہو تو شوق سے میرے مقابلے کو تشریف لائیے ان بالکون کو بیکار چھوڑ رکھا جو
اور خواہ مخواہ ان بچوں کا ہوپانی ایک کروا تے ہیں یہ کہہ کر غائب ہو گیا اب انکو تو اس حال میں چھوڑے اور

دو کلمے داستان جانا قیاس خان خاوری کا معصوم یارہ بن عمر و وجہ لشکر کے خدمت امیر حمزہ صاحبقران عالی شان میں ملاحظہ فرمائیے

کہ جب نقادار پلنگینہ پوش قاسم کو اٹھالیکیا تو قیاس خان وغیرہ پر قیام اس مقام کا بہت شاق گذرا اور سب باحال تباہ خدمت امیر باوقیر میں روانہ ہوئے جب طومار مل او قطع مراحل کے بعد خدمت امیر میں پہنچ کر شرف قدمی سے مشرف ہوئے تو سارا حال گذشتہ بیان کیا اور عرض کیا کہ حضور اب کوئی تدبیر مقول غور فرمائیے امیر نے اس وقت جام کد غفریت بارگاہ میں رکھوا دیا اور آواز دی کہ کون ایسا بہادر ہو جو جا کر بدیع الزمان اور قاسم کو اس قید ستم سے چھڑالائے پس ابھی یہ کلام امیر عالی مقام تمام ہی تھکا مالک اثر در غلام غنی چاکر حیدر اپنے بگل سے آئے اور آگے بڑھ کر اس جام کو نوش جان کیا اور کہا اب تو ہر حال میں یہ بات ثانی ہوگا کہ باقی دن گل خالی اور امیر کو بجا کر کے ایک لاکھ اسی ہزار تیرہ روپے ہمارا لیکر روانہ ہوئے تب مالک اثر در روانہ ہو چکے تو عمر و نے امیر سے عرض کیا کہ ہر چند مالک اثر در نہایت مرد روانہ اور شیر فرزند ہو مگر حضور کا عزیمت فرمانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے یہ شکر امیر نے اس وقت پہلوان عادی کو طلب کیا اور پیش خیمہ لادنے کا حکم صادر فرمایا اس وقت پہلوان عادی نے پیش خیمہ سلطانی شتر پند و پر بار کر کے شمالیہ یا خستری راہ لی بعد اسکے امیر باوقیر نے بھی مع نوج جانب شمالیہ خستری عنان غریمت کو منتحلف فرمایا اب انکو توراہ میں چھوڑ دیئے اور

دو کلمے داستان حال قاسم اور بدیع الزمان ملاحظہ فرمائیے

کہ جب نقادار پلنگینہ پوش انکو اٹھالیکیا اور بعد چھوڑی دیر گئے انکو کھلی تو دیکھا کہ ایک باغ روح افزا میں یہ دونوں بیٹھے ہوئے ہیں سمجھے کہ کار خاں طلسمی معلوم ہوتا ہے عرض قاسم نے کہ بڑھو نقادار کے چہرے کی نقاب الٹ دی اب جو غور سے دیکھتے ہیں تو حضرت بدیع الزمان عالی شان تشریف رکھتے ہیں تعجب ہو کر کہنے لگے کہ وہ غم جو جان وادہ ہمارا تھا کس ترکیب سے آپ نے میرا مقابلہ کیا ہو گویا ٹی کی آڑ میں شکار کھیلا آپ نے فریاد و شمشیر پرست کو اس جیلہ گری سے زیر کیا ورنہ وہ بھی ایک میرا سردار ہوتا بدیع الزمان نے کہا وہ تو جو کچھ ہوا وہ ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ تمھاری ہماری دونوں کی کرکری ہو گئی ایک نقادار نے دونوں کو مانڈ لیا لیکن اس اثنا میں قاسم جو اپنی قوت کو خیال کرتے ہیں تو مثل پیشہ ہی کے پاتے ہیں سمجھے کہ اثر سمجھ سے زائل ہو گیا اور بدیع الزمان کی آہستہ کھامی سے سمجھے کہ یہ ابھی تک ہتلا سے سمجھ میں یہ خیال کر کے کہنے لگے کہ اجتماع جو ذات ہونا تھی وہ تو ہوئی مگر اب خیریت اسی میں ہو کہ اب دھکل رستم آپ مجھے لکھدین ورنہ میں بڑی طرح پیش آؤنگا بدیع الزمان یہ سن کر ہنسٹ اور کچھ تامل کیا پس قاسم نے ایک کشتا نے بدیع الزمان کے پر پیسے اور قصد کیا کہ اٹھا کر پھینک دین لیکن اتفاق سے سحر الکابھی دفع ہو چکا تھا یہ بھی پسٹے گئے کشتی ہونے لگی کہ استغنین نقادار بھی اپڑا اور کہا کہ تم دونوں خدا سے زیادہ سرکشی کرتے ہو اب میں تمھیں قید کرونگا یہ کلمہ مثل سابق دونوں کو اٹھا کر قریب آگیا اور کچھ پڑھ کر پانی پر پھونکا ایک ایک کلمہ اس دریا سے پیدا ہوا اور نقادار کے قریب آیا تھا بدیع الزمان کو اس کے واسطے کر دیا اور وہ نہاس انھیں نکال کر دیا میں چلا گیا جب ننگ دریا میں چلا گیا تو نقادار بھی وہاں سے چلا آیا اب اس قلعے کو تو ہمیں تاک چھوڑ دیئے اور

دو کلمے داستان عمر و کے ملاحظہ فرمائیے

کہ جب لشکر فیروز می اثر امیر باوقیر قریب صحرائے شمالیہ سے پہنچا تو خواجہ عمر و برائے تامل فرود گاہ کچھ آگے بڑھ گئے جاتے جاتے ایک تھوڑی دور پر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جم غفیر اور عجیب کثرت جو ان دہیر ایک جگہ ہوا ایک

نازنین بر جبین و در گنبدین و در گوش مرصع پوش دریا سے جواہرین غرق بیچ میں ان عورتوں کے جلوہ افروز ہر گز رو
 قلمار مثل ابر بہار اشک نشان ہوا اور ایک خواص اسکی نہایت گہری لگی برائے بچی ہوئی ہوا اور با زراع طریق سمجھاری ہوا وہ
 سب عورتیں بھی اسکی ہنر بان میں گمراہ نازین کو سیطرہ تسکین نہیں ہوتی کہ اسی اثنا میں یکایک ایک نازین کیلین
 کوزہ پشت نمودار ہوئی اور قریب آکر کئے لگی گہریں سا جو تم کون لوگ ہوا وہ یہ نازین کون ہوا اور کیوں رو رہی ہوا وہ
 خواص جو ملک کے برائے بچی ہوئی تھی کئے لگی کہ میرا نام ستینہ ہوا اور اس نازین کو مادہ ستین کہتے ہیں نانی کہ اسکی
 عجائب شاہ نے قید کر لیا ہوا اور اسکو آج عروسی کے لیے طلب کیا ہوا اس سبب سے یہ رو رہی ہوا یہ سنکر وہ زن
 کوزہ پشت آگے بڑھی اور بلانین لیکر کئے لگی کہ بلاؤں آپ اس قدر ہوا اس کیوں میں مصرع شکلی نیست کہ آسان نشو
 یہ کہ کوزہ بڑھیا پیچھے پٹی اسکا ہٹنا کہ ملک پرورش ہو کر گر ٹپی عمرو یہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ معلوم ہوتا ہوا ہوا ہوا ہوا اس کے آئین
 تھا غرض وہ بڑھیا تو غائب ہو گئی اور عمر و ایک وٹ مار کے اس عورت کی قطع بنکے آگے بڑھے اور سر اس
 نازین کا اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا دارو سے رفع بیوشی اسے سنگھار کر ہوشیار کیا مگر حال اسکا یہ ہو کہ چون چون
 دن اخیر ہوا ہوا وہ نازین بھی جاتی ہوا چہرے پر نرودی چھانی جاتی ہوا معلوم ہوتا ہوا کہ کوئی روح نکالے لیتا ہوا اور بار بار یہ شعر
 زبان پر آتا ہوا شعر جو ہم چوڑی ہو کہ میں لیے جاتے ہوا ان جگو ہوا خدا جانے وہ کیا پوچھے زبان سے میری کیا نکلے ہوا غرض
 وہ حالت خفقان کی ہو کہ کسی کو اسکی زندگی امید نہیں ہو یہ حال دیکھ کر عمروینی زن مستوحی بنے کہا کہ مجھے ایک اسم رفع خفقان
 اور دہشت کا یاد دہا اگر تم سب کو تو میں اللہ بچا کر اسے کان میں ڈروں ہوا سب خواص ابھی تو رفع بدھا ہونے میں ہیں
 ہوا دیتی مگر حکم سے استاؤ کے مجبور ہوں بکے سامنے نہیں پڑ سکتی یہ سب نے کہا کیا مضائقہ ہو عمرو اس نازین کو
 ایک گوشے میں لگے اور بیوش کر کے نر زبیل کیا اور آپ اس نازین کی صورت بنکر اس مجمع میں واپس آئے کہ
 اتفاقاً اس وقت ایک محاذ چارہ نقاب لیے ہوئے پیدا ہوئے اور ملک نقلی سے کہا کہ جلو سوار ہو ملک نقلی اپنی جلیسون سے
 خدا حافظ کیے اس محلے میں جا بیٹھی اسکے بیٹھے ہی وہ محاذ اڑا اور ان واحد میں اور کار کے ایک مکان پر انکشاف میں
 آکر اتر کر دیوار میں جسکی شہر ہی تھیں اور ہر درخت کے پتے بھی شہر سے تھے اور تمام عمارت گنگا جمنی نہایت آب و تاب
 تھی کہ کبھی چشم فلک نے بھی نہ دیکھی ہوگی غرض اس ملک نقلی کے پوینچے ہی پیشہ ستین اور رکھار یان ہر قسم کی
 حساد و عورتیں آج موجود ہوں اور ملک کو ایک بار دوری میں بجا کر اگر تمام عیش و نشاط کا اسباب حیا ایک عورت سر و نیاز
 ام جو عجائب شاہ کی بڑی مقرب تھی وہ اسکے آرام و سائش کے اہتمام کے لیے آج ہوا ہوا اور کہا حضور کا جو حکم ہو
 ہم بجا لائیں ملک نے کہا پہلے یہ تو بتاؤ کہ یہ شہر ہی جھاڑ کھول جو اس بار دوری میں لگے ہیں اصل میں یا نقلی سر و نیاز نے کہا کہ
 بی بی آپ کی بھی کیا باتیں ہیں مجھاراجہ کے گھر میں یوں کمال بیان نقلی چہرہ کا کیا کام ہو ملک نے کہا ذرا ایک جھاڑ اتر دو تو سہی سر و نیاز
 تو بہت اچھا کیے جھاڑ مارنے کو گئی اور ان حضرت نے ایک میز فرش طائی جھٹ داخل ٹیل کیا اب جو سر و نیاز نے
 لکھ دیکھا تو ایک میز فرش نثار دیا وہاں سے پکار کر کہا کہ اسے دیکھنا ایک میز فرش نہیں دکھائی دیتا مجھی کو نہیں معلوم
 پانچویں نمبر یہ کہ کوزہ بڑھیا اترنے میں مصروف ہو کر سر و نیاز نے دوسرا میز فرش بھی نر زبیل کیا اب جو سر و نیاز
 دوسری مرتبہ پھر کے دیکھتی ہو تو دوسرا میز فرش بھی نر زبیل ہوا اور وہ بھول گئی دو فون اتھون سے سر کر کے کھینچی
 کہ تین آنکھوں ہی آنکھوں میں دو میز فرش غائب ہو گئے کہ یکایک ایک تخت جواہر نگار نمودار ہوا اور آدرا شیار باش
 کی بلند ہوئی جیسے ہی نگاہ لوگوں کی اس تخت پر پڑی سب کے سب یا خداوند عجائب شاہ لکے سجدے کو جھک
 گئے مگر اس نازین نے سجدہ نہ کیا عجائب شاہ تخت سے اتر کر داخل بارہ دوری ہوا اور اس نازین سے کہا

تھے مجھے کیون نہ سجدہ کیا یہ تو تھوڑے گئے مگر سر دنگ لے گیا کبھی تحقیق خداوندی سے وقیفیت نہیں جو مرد کی صحبت میں
 کبھی کا بیگو بیٹھی ہو گئی اب سب کچھ آجائیکا عجائب شاہ یہ منکر ہنسنے لگا اور ایک جام شراب اپنے ہاتھ سے بھر کر
 اس نازنین کو دیا اور کہا کہ یہ جام پیام وصل ہے اس نازنین نے آنکھیں نمی کر کے کہا کہ یہ کام تو ہمارا تھا مناسب یہ تھا کہ
 میں آپ کو جام بھر کر دیتی عجائب شاہ نے کہا کہ خیر تو میری خاطر سے پی لو اس نازنین نے ایک دو گھونٹ پی کر جام
 رکھ دیا اور کہا کہ میں ایسی شراب نہیں پی دیکھوں اپنے پینے کی شراب نکالتی ہوں اپنے ساتھ تھوڑی سی بقی آئی تھی یہ کہہ کر
 ایک قلم شراب یا قوت سنگ کی نکال کر ایک چھوٹے سے جام میں اونٹیل کر خود نوشی جان کی عجائب شاہ نے
 کہا کہ کچھ تو بہن بھی اس نازنین نے منکر اگر ایک جام بھر کے کچھ گھائی سے اس شراب میں ڈال کے اور چند قطرے برین
 ٹپکا کے عجائب شاہ کو دیا عجائب شاہ نے اس جام کو بیکرستہ سے لگایا جیسے ہی وہ جام لبون سے متصل ہوا
 ویسے ہی وہ شراب ہرنگ آفتاب جانب آسمان اڑ گئی اس شراب کے اڑتے ہی اسے تو زمین نے پکڑ لیا اور دھڑ
 ایک کوند عباس چمکا کر حوت جادو نمودار ہوئی عجائب شاہ نے برحوت سے کہا کہ درادیکہ تو یہ کون بیٹھا ہو
 اسے عمر و ہاری صحبت میں آجائے اور تو اطلاع نہ کرے ہم تو تیری وجہ سے غافل رہیں اور تیری یہ حرکتیں یہ سنکر
 برحوت تو شل بید کا پنے لگی اور میان عمر و ولے کہ ای خداوند عجائب شاہ جیسا آپ کو سنا تھا دیا ہی پایا اور میں
 تو آپ کو تیرا ان سب کا انا کمال دکھانے آیا تھا مگر معلوم ہوا کہ آپ کے آگے ہی کامل کمال پیش نہیں جاسکتا اور عجائب شاہ
 کا زہد ایم بندہ ایم اصل ہو کہ امیر حمزہ کا لازم تھا وہ مجھے تین دہائیہ باہواری اور گھوڑے سے پیچھے ٹھکی بھر کر چوڑا کرتا
 ہوا سین میری بس نہ تھکتا جواب تو گوری اسکی چھوڑے بیکار بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی قدر دانی کا شکر گوشت زد
 ہوا اپنی جان پر خصل کے اس جیسے سے حاضر خدمت ہوا اب مصرع سرسیر غم جو مزاج پار میں آئے عجائب شاہ
 اس تقریر کو سن کر حیران ہوا اور برحوت جادو سے کہا کہ ای برحوت اب تو ہم طاقتور بن تو اسے اپنے پاس قید کر
 معی کو ہم اسکا دیوان کرینگے یہ کہہ کر عجائب شاہ تواسے مکان کی جانب روانہ ہوا اور برحوت نے اپنے مکان پر
 لا کر عمر و کو ایک آنٹی قفس میں قید کیا شب بھر عمر و قید رہا صبح ہوئی اور عجائب شاہ آ کر تخت پر بیٹھا تو کل
 خدا و گزشتل سنگ جادو اور پالنگ جادو اور سرست جادو سب کے سب حاضر ہوئے اور اپنے اپنے
 قہر یون کو فاکر حاضر کیا سنگ جادو نے بدیع الزمان اور قاسم کو پیش کیا اور برحوت جادو نے عمر و کو حاضر کیا
 عجائب شاہ نے قاسم سے کہا کہ او قاسم اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں تجھے مرتبہ ماجق قرانی سے زیادہ تر مرتبہ طاکرون
 قاسم نے کہا کہ میں تجھے میری امتیرے پرستاروں پر بھی منت کرتا ہوں تو کہتا کیا ہو اور ایسا ہی کہ بدیع الزمان نے بھی کہا میں
 عجائب شاہ قاسم سے کہا کہ او قاسم تیری محبوبہ مکہ ماہ تاجدار سیف الملک صفت شکن شمالی کی بیٹی ہے بدیع الزمان
 نے سہرا بیہ بن دکن کیا تھا میں نے اسے خداوندی طلب کر لیا اور شبیہ اسکی دفن ہو گئی اور پکارا کہ ای
 برحوت جادو نے تو اس مکہ ماہ تاجدار کو اس وقت برحوت جادو نے مکہ ماہ تاجدار کو حاضر کیا کہ کو دیکھتے ہی
 قاسم کے توجان میں جان آگئی اور عجائب شاہ نے قاسم سے کہا کہ جب دیو سحر اعظم صفت شکن کے
 ہاتھ سے مر گیا اور شیطانی تو یہ اٹھایا گئی تو یہ اٹھ کر بیابان دیکھا رہی تا ایک یہ قریب الموت پہنچ گئی تو میں نے
 اسے تو اپنے پاس لگایا اور اسکی شبیہ کو وہی بھریا تھا جو وہاں جا کر مر گئی اور بدیع الزمان نے اسے دفن
 کیا یہ کہہ کر مکہ سے کہا کہ ای مکہ مجھے سجدہ کر مکہ نے کہا کہ اگر قاسم سجدہ کرے تو میں بھی سجدہ کر دن یہ سنکر
 عجائب شاہ نے پھر قاسم سے کہا کہ او قاسم مجھے سجدہ کر قاسم نے پھر وہی جواب دیا عجائب شاہ نے کہا

کہ اسی برحمت پھر انہیں لیا کر تیار کر دیا تو ان دونوں کو دھری لگی اور یہاں عجائب شاہ عمرو کی جانب متوجہ ہوا اور
 کہا او عمرو تو مجھے فقرو دیتا ہوں اور بے وقوف بنانا ہمارا کرم ہے کہ انہوں نے کہا کہ خداوند کیا مجال میں اور آپ کو فقر و دون عجائب شاہ
 نے کہا کہ خیر ہرچہ بادا داس نازنین کو تو مجھے دیس سہرو نے کہا کہ میں تو گرفتار ہوں مجھے ام عمر سے را کیجیے تو میں اسے
 ریدون بعد اسکے اگر آپ مجھے تاخوش ہو گئے تو میں کسی سست کو چلا جاؤ گا یہ سنکر عجائب شاہ نے پالنگک جادو سے
 کہا کہ اسے یہاں سے لیا اور اس نازنین کو اس سے لیکر اسے بھل کی طرف بھیج دے یہ سنکر پالنگک جادو عمرو کو اپنے
 مکان پر لایا اور عمرو سے دام سحر کو دفع کر کے اس نازنین کو طلب کیا عمرو نے ایک گوشے میں جا کر ایک دن نازنین کو بیل
 سے نکال کر پالنگک جادو کے سپرد کیا اور کہا کہ تجھے یہی ملے گا ماہ سیتن ہو پالنگک نے پوچھا کہ کیوں خواجہ یہاں
 تھی عمرو نے کہا کہ میری بیل میں پالنگک جادو میری بیل میں چار دریا ہن چار بادشاہ ہیں اور اول
 و اقسام کی عجائب و غرائب سیاحت ہو پالنگک نے کہا کہ بھلا ہم بھی دیکھ سکتے ہیں عمرو نے کہا کہ جی ہاں اس
 بیل میں سر ڈال کر ملاحظہ فرمائیے یہ سنکر پالنگک نے سر ڈالا عمرو نے دونوں ناگین پالنگک کی پکڑ کر انکو تو بیل
 میں داخل کیا اور آپ اسکی قطع پر شکل ہو کے اور اس عورت کو ماہ سیتن بنا کر ایک گوشے میں بٹھا کر خود
 خدمت عجائب شاہ میں آیا عجائب شاہ اسوقت رقتہ جمشیدی میں حال حیات و مہات و دیگر مہات تھا اس
 لکھا تھا کہ عجائب شاہ عمرو کے ہاتھ سے مارا جائیگا اور عمرو زندہ رہے گا یہ حال دیکھ کر عجائب شاہ غم سے
 گلاب ہوا تھا کہ یہ پالنگک نقل سانسے حاضر ہو عجائب شاہ نے کہا کہ پالنگک کیا حال ہو پالنگک نے
 کہا کہ حضور عمرو کو تو مجھے کے ہاتھ میں لے جانے والا ہے اور ملکہ کو ایک عرصہ مکان میں فروکش کر دیا ہے
 بس یہ سنکر عجائب شاہ ہلکا ہوا کہ پالنگک کے ساتھ ہوا جب قریب اس مکان کے پہنچا تو پالنگک
 نے کہا کہ حضور آپ کے چہرے پر کچھ گرد پڑی ہے یہ کہہ اپنے رومال سے گرد چہرے کی پاک کی اس رومال میں عطر ہو
 ملا ہوا تھا اسکی خوشبو سے عجائب شاہ کو چھینک آئی اور تڑپ سے زمین پر گر پڑا عجائب شاہ کے گرتے ہی فوراً ایک
 شیر پھرا ہوا اور آتے ہی ہاتھ عمرو کا پکڑ لیا عمرو نے کہا کہ بھائی تو میرا ہاتھ چھوڑ دے اسب مجھے ایسی خطا نہ ہوگی جب شیر
 نے ہاتھ اسکا نہ چھوڑا وہ ملازمان عجائب شاہ نے یہ سہرہ دیکھا تو عجائب شاہ کو اگر ہوشیار کیا جب عجائب شاہ ہوشیار ہوا
 حواس نے دیکھا کہ شیر پالنگک کے ہاتھ کو پکڑے کھڑا ہی عجائب شاہ شیر پر کھنکھنے لگا کہ یہ شیر تو میں نے عمرو کے
 واسطے مقرر کیا تھا اسے پالنگک اس شیر نے تیرا ہاتھ کیوں پکڑ لیا عمرو نے کہا کہ شیر کو کچھ ڈھوکا ہوا ہوگا اسلیے
 میرا ہاتھ پکڑ لیا اور آپ گریٹے مجھے تو عقلاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ صبح ہوا شیر کے برف میں آئی ہے یہ سنکر عجائب شاہ
 نے اس شیر کی طرف دیکھا کہ یہ کون ہو شیر نے کہا عمرو عجائب شاہ نے کہا کہ اسے عمرو یہ کیا غضب کیا پالنگک
 کو تو نے کیا کیا عمرو نے عرض کیا کہ وہ سیر بیل میں مصروف ہے یہ سنکر عجائب شاہ نے عمرو کو بھل شکل آہو بنا کر چاہے
 سحر بھیرا اور خود جانب گنبد جمشیدی را دانیہ ہوا اس عجائب شاہ کو تو گنبد عجائب جمشیدی میں چھوڑے گئے

دو دھکے داستان امیر یا تو قیر حمزہ صاحب قرآن عالی شان کے ملاحظہ فرمائیے

کہ جب امیر یا تو قیر شہر شمالیہ بختین پہنچے اور حال ملک قاسم کا مشنا تو اب امیر کو شمالیہ بختین میں
 شاق ہوا اسوقت ملک عجائب شاہ کا راستہ لیا بعد طومر اہل اور قطع منازل قریب ملک عجائب شاہ کے آگے
 پہنچے تو سنکر عجائب شاہ گنبد عجائب جمشیدی میں نکلن ہوا اور کل سردار اس کے پاس موجود ہیں یہ سنکر
 امیر نے ایک نذر لکھ کر دست ملک اثر در روانہ کیا اور خود حکار کے لیے جانب صحرار دانہ ہوئے چلتے جاتے

دامن کوہ کے برابر پہنچا لشکر میں منتول ہو کے کہ ایک آہو سامنے سے پیدا ہوا اور امیر کی جانب آنے لگا یا تو امیر نے
 تیر چلا کمان میں جوڑا تھا یا اب جو اسکو آتے دیکھا تو ٹھہر گئے وہ آہو امیر کے قریب آکر سیدھا کھڑا ہو گیا اور سر ہل کر روئے
 امیر اس آہو کے قریب گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا یہ شفقت امیر کی دیکھا اس آہو نے اپنے اگلے پنجوں سے زمین
 تھریر کیا کہ ای امیر باتو قیر من عمر و ہون جلد اسم رفع عمر و طرہ کے ٹھہر دم کرو کہ میں جامہ انسانیت میں آؤں یہ دیکھ کر
 اسم رفع عمر امیر نے پڑھ کر دم کیا اور ایک خاک کی ٹپکی اٹھا کر عمر و پر ڈالی اس وقت عمر و بصورت اصلی ہو گئے اور
 کل حال قید تقاسم اور بیع الزمان اور اپنی عیاری کا بیان کیا اور عرض کیا کہ ہم تو اب یہاں ہرگز نہ رہیں گے جلتے ہیں
 آپ کو اپنے فعل کا اختیار ہے کہ لکھ عمر و کو امیر روکا کہے مگر عمر و نے نہ مانا اور چلا گیا اور امیر سے کتا گیا کہ انہیں اسے
 غدا امیر حال کسی سے نہ بیان کیجئے گا عمر و تو اپنی طرف راہی ہوا اور امیر اپنے لشکر میں داخل ہوئے لیکن جب
 مالک آمدور قریب گنبد حبشیدی کے پہنچے تو دیکھا کہ بعینہ ایک جوان میری ہی شکل و صورت اور ایسی ہی قد و قامت
 اور ایسی ہی گولہ پر سوار کھڑا ہے مالک اسے دیکھ کر بہت متعجب ہوئے کہ یہ شخص ہمیں میری ہی شکل کون ہو اور کمان
 سے کیا ہو غرض جب مالک اس کے قریب پہنچے تو اس شخص نے مالک سے نام امیر کا طلب کیا مالک نے
 انکار کیا اس نے کہا کہ اے مالک سنو میں تمہارا شکل اور خداوند کا آئینہ دار ہوں نہ وقت اسے سجدہ کیا کرتا ہوں اور تو ہی
 خدا پرست سجدہ کرنے میں تجھے تامل ضروری ہو گا اور یہ تامل باعث خستہ خدائے خداوند ہو گا اور تو مستحق عقوبت
 ہو گا مالک نے کہا کہ چاہے کچھ ہو میں نامہ نہیں دوں گا ان کے گفتگو زیادہ بڑھی اور نوبت یہ جگ پہنچی اور نیزہ بوی
 ہونے لگی جب نیزہ دو دن کے بیکار ہو گئے تو نقل مالک نے اس مالک کے گریبان میں ہاتھ ڈالا وہ یا اور کینچہ
 ہوا سامنے عجائب شاہ کے لے آیا عجائب شاہ نے بروح جادو کے حوالے کر کے کہا کہ اسے نیچا کر قید کرو
 جب یہ خبر امیر کو پہنچی تو فی الجملہ امیر کو سکوت ہوا اور یہاں عجائب شاہ نے پٹیل جنگ بجا یا جب اس کو خبر ہوئی تو انھوں
 نے بھی فقارہ زندی بجا دیا شب بھر تیاری جنگ میں بھر ہوئی صبح کو دونوں لشکر میدان کا نثار میں صف آرا ہوئے
 اور سے عجائب شاہ اپنے سرداروں کے میدان میں آکر اس طرف سے ایک کشتہ پیش فرماوئے لڑائی شروع ہوئی
 طہاس زور آور سردار عجائب شاہ کے اتھ سے بہت سے پہلوان لشکر امیر کے زخمی ہوئے جب آٹھ پہلوان
 زخمی ہو چکے دیکھا کہ ایک لشکر امیر سے کرب غازی کا فرہ بلند ہوا بعد فتح کرب غازی آتے ہی طہاس سے
 لگا ورن ہوا بعد لگا ورن کے دونوں نے نیزے اٹھائے لگی نیزہ بازی ہونے شروع ہوئی طعن میں کرب
 نے فیو طہاس کا ٹھیلہ طہاس نے تھوڑا ماری کرب نے ضرب اس کی دکر کے جو ایک ہاتھ مارا تو برابر سے
 دو پرکائے ہوئے غرض اس طرح پانچ سردار لشکر عجائب شاہ کے کرب کے ہاتھ سے مارے گئے کہ اس اثنا میں شام
 ہو گئی عجائب شاہ پٹیل باز گشت بجا کر اپنے لشکر کو واپس ہوا اور دو چار چار شراب پی کر پٹیل جنگ بجا کر عجائب شاہ
 سامری میں آکر داخل ہوا اور کل سردار ان امیر کے ہمنشین و ہم صورت اشخاص بنا کر دو سو نو سو جنگ میں برآمد ہوا
 اور بڑے دھوم دھام سے آکر فرہ زن ہوا کہ ای حمزہ اور لشکر بیان حمزہ دیکھو تو سہی ہمارے ہاتھ میں تم ہی ہے
 سوار میں یا نہیں اب جو امیر دیکھتے ہیں تو جو میرا لکے یہاں ہیں ویسی ہی سوار اس کے یہاں بھی موجود
 ہیں نتیجہ یہ کہ جو سردار لشکر امیر سے نکلا اسی قطع کا ایک سردار لشکر عجائب شاہ سے بھی نکلا اور سردار
 امیر حمزہ کو باندھ لیا غرض کہ شام تک کل سردار امیر لشکر عجائب شاہ میں مقید ہو گئے جب خواجہ زادوں
 نے یہ سہرہ دیکھا تو امیر سے عرض کیا کہ خداوند آپ ایک ہفتے کی مہلت عجائب شاہ سے طلب کیجئے یہ فکر

امیر نے عجائب شاہ سے ایک ہفتے کی ملت طلب کی عجائب شاہ نے ملت دیدی اور طبل شادمانی
بجواتا ہوا اپنے مقام پر واپس ہوا اب ان سب کو تو اسی حال میں چھوڑ دیا

دو کلمے داستان عمرو کے ملاحظہ فرمائیے

کہ یہ جو امیر کے پاس سے چلتا جلتا تھا ایک صحرا سے قی و دوق بے آب و گیاہ میں پہنچ کر ایک درخت
کے نیچے بیٹھا اپنے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے لگے دیکھتے دیکھتے کہ خیال جو آیا تو ملک ماہ سیتن کو زمیں سے نکال کر ہوشیا کیا
یہ بیماری جو شیخا ہو کر خیران ہوئی اور پوچھا کہ اب کون ہیں عمرو نے سارا حال گذشتہ اس کے سامنے بیان کیا پتلا
ماہ سیتن نے کہا کہ آپ کا نام عمرو میرا تو نہیں ہے عمرو نے کہا کہ ان میں ہی عمرو ہوں یہ سنکر ماہ سیتن نے کہا کہ اے عمرو
میری مائی سلطانہ جادو سے میرے بازو پر ایک پرچہ باندھ دیا تھا اور کہا تھا کہ اے ماہ سیتن اب زمانہ میری امید
کا قریب ہے بعد میرے قید ہو جانے کے اگر تجھے اور عمرو سے ملاقات ہو تو یہ پرچہ عمرو کو دینا عمرو نے کہا کہ اچھا
وہ پرچہ لاؤ تو ہی ملک ماہ سیتن نے اپنے بازو سے کھو لکر عمرو کے واسطے کیا عمرو جو کھو لکر لڑکتے ہیں تو انہیں لکھا
تھا کہ اے خواجہ جب تم میدان لالہ زار کے قریب پہنچا تو وہاں کے بچانے میں ضرور جاؤ وہیں تم عجائب شاہ کو پاؤ
اور گرفتار کرو گے اور یاد رہے کہ بادشاہ وہاں کا لالہ زار شاہ ہوا انھوں نے دوزخ داؤدی کر دیا اور اسی سرزمین پر
میرا جو بتم اس دریا کے قریب پہنچا تو کنارے پر اس کے ایک درخت کو شرمگ ہاؤ گے اور اہلی ایک شاخ پر ایک
خوش رنگ طوطی کو دیکھو گے اگرچہ یہ پرچہ اسے دکھا دو گے تو وہ سارا حال بیان کر دیگی کیونکہ یہ اسے پہلے
اسے مقرر کر دیا جو اس پرچے کو دیکھ کر عمرو نے ماہ سیتن کو تو زمیں میں ڈال لیا اور خود بیان لالہ زار کا راستہ بہت
بعد مرحل اور قطع منازل قریب اس دریا کے پہنچے جہاں کا پتا اس پرچے میں لکھا تھا تو دیکھا کہ واقعی وہی درخت
اور وہی طوطی اس پر بیٹھا عمرو نے وہ پرچہ اس طوطی کو دکھا دیا طوطی اس پرچے کے دیکھتے ہی زمین پر گری اور بیٹھ نسا
پیدا کر کے عمرو سے ملاقات کی اور کہا کہ اے خواجہ آپ بیان لالہ زار کے قریب آچکے ہیں اور ملک سلطانہ جادو
جباب جادو کی قید میں ہیں اور جباب جادو جو گیا ہوا دیکھو کہ کے امیر بیٹھا جو ایک نفس میں سلطانہ جادو
مقدم اگر آپ اسے ماریں تو سلطانہ جادو سا ہو جائیں یہ سنکر عمرو ایک جوگی کی قطع بنکر اس جوگی کے پاس
آئے اور صاحب سلامت کی اس جوگی نے کہا کہ اے بھائی یہاں سے چلا جا یہ مقام ٹھہرنے کا نہیں ہے
اس مصنوعی جوگی نے کہا کہ ہاں آگ چاہیے ہو اگر اجازت ہو تو ذرا سی آگ لیکر چلے بھر کے ایک دم گلاؤں پھر
چلا جاؤ لگاؤں میں خود نہ ٹھہرو لگاؤں جوگی نے کہا کہ اچھا آگ لیکر جلد بیان سے چلا چلا اس مصنوعی جوگی نے ٹھک کے
اس ٹھیک میں سے آگ نکالی اور خودی سی ہو خشی آنکھ بچا کر اس ٹھیک میں ڈال دی یہ تو آگ لیکر ایک کھو
میں پیٹ کی چھپ رہا اور وہاں پہنچا اور دھوئی ہوئی اور وہ دھوان اس جوگی کے دماغ میں پہنچا
نور آئندہ سے ایک چھینک آئی اور وہ جوگی بیٹھ کر آگ کے گرتے ہی عمرو جلدی سے لپک آئے اور آتے
اسی ایک ہی لمحہ میں لوہے کے کام اسکا تمام کیا اس کے گرتے ہی ایک دھوان سا بلند ہوا اور آواز آئی کہ افسوس میرا
بہو کشتی تمام من جباب جادو برد جب دھوان بڑھ کر اسکا تو وہ نفس خود بخود زمین پر گر پڑا اور سلطانہ جادو
راہو کر اپنی ہیئت اصلی پر آئی اور عمرو کی بہت کچھ مہر و شاکر اور کہا کہ اے خواجہ اب آپ کو مناسب ہے کہ آپ
گنبد حبشیدی کی ماہ لین میں بھی آتی ہوں یہ سنکر عمرو ایک مرد حقانی مجذوب کی قطع بنکر طرف گنبد حبشیدی کے
آئے وہ بڑے عجیب بعد مرحل اور قطع منازل گنبد حبشیدی کے دروازے پر پہنچے تو دربانوں نے مانع

کی اور کہا کہ یہاں سے چلا جاسا سہیل کے دن کے اور روز یہاں کوئی جانے نہیں پاتا عمر و نے کہا کہ ارے یار و
 نہ تھے جانے دو میں ایک پیارہ غریب آدمی ہوں اس شدت مرض سے رنجور و مجبور ہوں مجھے خواب میں بشارت ہوئی ہو کہ
 تجھے خداوند جمشید نے طلب کیا ہو میں تجھ کو شفا ہوگی تو بھائی بڑی مصیبت و تکلیف اٹھا کے میں یہاں تک آیا ہوں
 صدقہ خداوند جمشید کا مجھے جانے دو القصد جب عمر و نے بہت کچھ آہ و زاری کی تو در بانوں نے جانے کی اجازت
 دی تو وہ جب گنبد کے اندر آیا تو پہلے کئی مرتبہ ایک برکے بت کے گرد طواف کیا اور بعد طواف ایک گوشے
 میں جا بیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک اٹھارہ برس کے سن کا جوان بنکر ٹھٹھکا اب جو در بانوں نے اندر
 آکے دیکھا تو یہ باجرا ملاحظہ کیا متوجہ ہو کر پوچھا کہ ارے تو کون ہو اسنے کہا کہ میں وہی مریض ہوں خداوند جمشید
 کے الطاف سے ایسا صحیح و سالم ہو گیا بس یہ سنکر پھر تو سب کے سب انکے گرد اکبر جمع ہو گئے اور انکے کپڑے
 تبرک سمجھ کے نوحہ لگے اور تمام ساکنان بتکدہ اور پرستاران جمشید نے انکو بتجانے کا مالک کیا ان حضرت نے
 جہان تک مکر ہو ا خوب سامنے اسباب اور زر و جواہر بتجانے کا نذر زمیل کیا اب انکو تو اس خرد برون چھوڑ دیا

ادو کلمے داستان عجائب شاہ کے ملاحظہ فرمائیے

کہ امیر با تو قیر کو جب عجائب شاہ نے ایک ہفتے کی مہلت دیدی تو امیر با تو قیر تو اپنے ساز و سامان میں مصروف
 ہوئے اور عجائب شاہ گہرا گنبد جمشیدی کی جانب روانہ ہوا جب داخل گنبد ہوا تو میان عمر و کو دیکھ کر حال انکا دریافت
 کیا تو گون نے تمام حال انکا بیان کیا عجائب شاہ تھوڑے عرصے کے پاس گیا اور پوچھا کہ مجھے کس بت سے
 شفا پائی عمر و نے اشارے سے بتایا کہ دیکھو اس بڑے بت سے جو سب کیس میں رکھا ہے کیسے تو میں آپ کے
 واسطے ہی اجازت لاؤں یہ کہہ کر عمر و بتجانے میں داخل ہوا اور گھیر ماری اور ہلکا ایک گوشے میں چپ کے آواز
 بدل کے پکارا کہ اے عجائب شاہ تو تعجب نہ ہو ہمارے ایسے بہت سے کھیل ہو ا کرتے ہیں تو بھی چلا آ کر تھپتھا
 برکت و شفا کا ہاتھ پھیر دین بس عجائب شاہ یہ آواز سنکر خدا وند یا خداوند کہتا ہوا داخل بتخانہ ہوا یہاں تو
 عمر و نے جاتے ہی حلقہ سے کند پھار کھے تھے عجائب شاہ جیسے ہی داخل ہوا وہی جیسے ہی اپنے حلقہ کے کنڈین
 پھانس کے بیوشی شگلا کر داخل زمیل کیا اور خود عجائب شاہ کی شکل پر شکل ہو کے بتخانے سے باہر
 آیا اور تو آدمی کہ ایسا ان میں آگاہ ہو کہ وہ شخص عمر و عیار تھا میں نے اُسکے قتل کیا تم سب بھی اُسکے قتل
 سے خوش ہو اور تقارے خوشی کے بجاؤ کہ اُسکے ہر چکار سے میں آواز آگئی تم سب کے کانوں تک نہ پہنچے
 تو بترجہ وہ سب تو تقارہ بجانے میں مصروف ہوئے اور انھوں نے عجائب شاہ کے قتل کا ارادہ کیا حالانکہ
 ارادے کے زمین شق ہوئی اور ایک شیر کہانی پیدا ہوا اور اٹھ لاکھ لایا اور لگا ہوا کہ اوڑ دبا ایک گردن
 عجائب شاہ ایسا غافل نہیں ہو عمر و نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ اٹھ بچہ شیر سے چھوٹے مگر ممکن نہوا درگاہ
 خالق بے نیاز میں دست و عا بند کیے اور عرض کیا کہ خداوند اس بلا کو جلد دفع کر اس دعا کے ساتھ ایک
 برق آسمان سے گری اور اُس شیر کے دو پر کالے کر دیے جب چٹک اُس برق کی رفیع ہوئی تو عمر و نے دیکھا کہ
 سلطانہ جادو آمو جو دھوئی اور عمر و سے کہا کہ اے جادو افسوس کیا تم نے کوئی ایسی بھی غفلت کرتا ہو بس عمر و کو
 یاد آگیا فوراً نکلا نکلا کڑبان میں سوزن کر دیا اور خود عجائب شاہ بنا اور سلطانہ جادو کو اپنی شکل پر شکل
 کیا اور اب یہ عجائب شاہ نقلی اور عمر و نقلی یعنی سلطانہ جادو مال و اسباب بتجانے کا لیکر وہاں
 سے چلتے ہوئے اب جو مستفسر حال ہوتا ہے یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں اس نظر کردہ جمشید کو لیکر منکران حشر راوندی

ہدایت کو جانا ہوں تا انکہ بعد قطع منازل اور طو مراحل داخل بارگاہ عجائب شاہ صلی ہوئے اب یہ تو عجائب شاہ
بنے ہی ہوئے تھے ہی برحوت جادو کو طلب کیا اور حکم دیا کہ کل سرداران امیر کو روک کر دوا کر دے اور کل قیدیوں کو
بھی چھوڑ دو برحوت جادو نے اس وقت کل سرداران امیر کو مع کل قیدیوں کے روک دیا ان عجائب شاہ نقلی نے
ان سب سے کہا کہ جا کر امیر کو خبر کو دو تمہاری ملاقات کو آتے ہیں کل سرداران امیر بیان سے خوشی خوشی دست
امیر میں روانہ ہوئے اور جا کر امیر با تو قیر سے بیان کیا کہ اے امیر عجائب شاہ آپ کی ملاقات کو آتا ہے امیر پر سنکر
بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ بھلا عجائب شاہ بیان کیوں آتا ہے اور یہاں آکر کیا کرے گا القصد
سرداران امیر تو قیر دست امیر میں روانہ ہوئے اور یہاں برحوت جادو نے بروز سحر بڑا تزک و احتشام سواری
عجائب شاہ کا مہیا کیا اور یہ سواری ہو کر بارگاہ امیر کی جانب روانہ ہوئے یہاں امیر بھی اسی فکر ہی میں تھے
کہ دفعہ سامنے سے ایک تخت نمایاں ہوا اور اس تخت پر عجائب شاہ تاج شاہی پر سر اور چار قبہ ٹھمنشاہی پر
بڑے کر دفر سے باین ہیئت نمایاں ہوا کہ ایک پہلو میں برحوت جادو اور ایک پہلو میں وہی نظر کر دہ جمشید
سر پہا بر سایہ فلک برق اس برین سے چمکتی ہوئی بارشیں نکل دگر ہر ہوتی ہوئی القصد جب امیر نے یہ خبر سنی کہ
عجائب شاہ برابر بارگاہ کے پہونچا تو امیر بارگاہ سلیمانی سے باہر نکلے اور عجائب شاہ سے فرمایا کہ او
گبز ناہنجار تو مجھے ان برقوں اور اس ساز اور سلمان سے ڈرانے آیا ہے تو اپنے دل میں سمجھا کیا ہے عجائب شاہ
نے کہا کہ امیر تم پر سے ہی مانتھ شخص ہو میں نے تو تم پر اتنا بڑا احسان کیا کہ تمہارے کل سرداروں کو
کپڑے کے چھوڑ دیا اور اب بھی تمکو ہماری جانب اعتقاد نہیں ہوتا اے تو سہی جو تمکو اس عذاب سے نہ
ارون کہ ماہیان وریا اور مرخان ہوا تمہارے حال پر گریہ کنان ہوں امیر یہ سنکر نہایت متحیر ہوئے اور
فرمایا کہ بس خیریت اسی میں ہے کہ جادو ہو یہاں سے یہ سنکر عجائب شاہ نے کہا کہ تخت ہمارا زمین پر رکھ دو میں
جیسے ہی تخت زمین پر آیا دیسے ہی عجائب شاہ نے برحوت جادو سے کہا کہ ابھی حمزہ کو بگل لے بس
کہنا تھا کہ برحوت جادو زمین میں لوٹ مار کر ایک اثرور کی قطع پر شکل ہو کے امیر پر چھٹی امیر نے ایک
مشت خاک سم غلم ٹھکڑا اس اثرور پر ہی اس خاک کے پڑے ہی اس اثرور نے ہیئت اصلی پیدا کی امیر نے
ایک اتھار کے اس کے دو ٹکڑے کر دیے اور برکت سے اسم اعظم کی مدد کر جاو بھلی کر لکی اور تمام جہان
تیرہ و تار یک ہو گیا بعد دفع ہونے اس آواز کی کے آواز آئی کہ مارا جوان کشتی اے جوان نام من برحوت جادو
بود اب جو امیر نے غور سے دیکھا عجائب شاہ کو اس طرح تخت پر شکن پایا چاہتے تھے کہ اس پر
حملہ آور ہوں کہ عجائب شاہ نے آواز دی کہ اے حمزہ جو تمہارے مذہب میں آئے وہ کیا کہے یہ سنکر
امیر نے ہاتھ روک لیا اور نہ ہوا کر کڑا طیبہ تعلیم کیا عجائب شاہ نے کل ٹھکڑا اپنے ہر ایہون کو آواز دی کہ مجھے
اطاعت حمزہ کی قبول کی جسکو ہمارا ساتھ دینا ہوا آئے اور سر سے توبہ کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو یہ سنکر
سب کے سب حاضر ہوئے اور سر سے توبہ کر کے ہر ایک عجائب شاہ کے بارگاہ صاحبقرانی میں آئے اور
کل طہر بڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور یہ برکت سے صاحبقران ساری ساری کو فراتوں
کے آواز میں اس سارے لوح دل سے سوو موج ہو گئے جب سلطان ہو کر بیٹھ بیٹھ تو عجائب شاہ نے امیر
سے سا کہ اے امیر میرے پانچ کر در رو پیے اس جنگ میں صرف ہوئے ہیں وہ دید و توفیر و نہ میں پیر اپنے
مذہب اصلی پر آ جاؤ لگا یہ سنکر امیر با تو قیر کچھ بکھے اور کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ دلہ خواہ کیا عیاری کی ہے کیا کہنا یہ کہہ لے

کہ جس نے بس عجائب شاہ کو تو نکالے اسی وقت عمرو نے اپنی زنبیل سے عجائب شاہ کو نکال کر ماندھ دیا اور
 نے عمرو سے کہا کہ اسے ہوشیار تو کرو جب وہ ہوشیار ہوا تو امیر نے پوچھا کہ اسلام قبول کریگا یا نہیں چونکہ نکلن بان
 میں چھپا ہوا تھا نہ بیٹے نہ بولا مگر گردن ہلا کر گویا انکار کیا کہ اسلام نہ قبول کرونگا بس امیر نے اسی وقت
 عجائب شاہ کو تیر بار ان کرادیا کہ کام اُس کا تمام ہو گیا اور اس کے مرتے ہی ایک دھوان سا بلند ہوا جب
 دھوان رفع ہوا تو آواز آئی کہ مارا جو ان کشتی ایمان نام من عجائب شاہ بود اب ہو دیکھتے ہیں نہ وہ ساز ہو نہ
 سامان نہ شاہ ہی نہ شاہی بیہات خدا کی ذات نظر آتی ہے عرض امیر نے شکر خدا ادا کیا اور سلطانہ جادوگر
 وہاں کا بادشاہ مقرر کیا بعد اُس کے عزیز الملک کو بلا کر کلمہ تعلیم کے سلطان کیا اور ملکہ ماہ تاجدار کو قاسم
 کے ساتھ منسوب کیا اور سیف الملک وغیرہ کو شہر شمالیہ میں بھیج کر خود مع شاہزادہ جبریل مع الزمان شہر عجم کا
 راستہ لیا بعد چند کے امیر با تو قیر صحرا سے عجم میں پہونچکر بارگاہ برپا کر داتے ہیں اور چند کے وہاں قیام
 کرتے ہیں اب ان کو تو صحرا سے عجم میں چھوڑے اور

دو کلمے داستان خوبان مردار خوار کے ملاحظہ فرمائیے

کہ جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ امیر صحرا سے عجم میں قیام میں تو یہ اس خبر کو شکر بقصد مقابلہ امیر اپنے عیار
 شیرنگ مردار خوار اور اُس کے شاگردوں کو بیکر محل عجم کو روانہ ہوا جب قریب محل عجم کے پہونچا تو عیار
 شیرنگ مردار خوار صورت اپنی تبدیل کر کے جاسوسی لشکر امیر کے لئے چلا جب داخل لشکر امیر ہوا تو ترک
 و احتشام لشکر و بیکر دنگ ہو گیا جب شب ہوئی تو جھار ساز کی قلع بکر داخل غیرہ صاحب قیرانی ہوا اور دشمنی
 کرنے لگا جو میں روشنی ہو چکی اور دھوان اُس کا سمون کے دماغ میں پہونچا تو ایک ہی دفعہ سب کے
 سب بیہوش ہو گئے کسی میں ہوش نہ رہا بس شیرنگ مردار خوار نے کرب غازی کو باندھ کر پتھر باندھ لیا
 اور بارگاہ سے نکل کر خوبان مردار خوار کے پاس روانہ ہوا اور بیان اس دوسرے میں من اتفاق سے خواجہ
 عمرو بھی آگئے یہ سچا کر دیکھتے ہیں تو روشنی تو چور ہی ہو مگر سب کے سب بیہوش و مدہوش تھے میں اب ان پر بھی
 بیہوشی اثر کرنے لگی بس جلدی سے عمرو نے انگ پٹ کے اُس روشنی کو گل کر دیا اور سمون کو ہوشیار کیا اس وقت
 اندلس بن عمرو نے کہا کہ میرے نزدیک وہ جھار ساز جو آج روشنی کرنے آیا تھا وہ جھار ساز نہ تھا کوئی عیار
 تھا اب جو عمرو نے غور سے دیکھا تو پتہ شیرنگ کا چھانا اور اُسے ڈھونڈتے ہوئے روانہ ہوئے یہاں
 شیرنگ نے خوبان کے پاس پہونچ کر عرض کیا کہ نیچے خداوند آج کیا ہی قسم جو میں آپ کے واسطے
 لایا ہوں اگر آپ یہاں قیام کیجئے گا تو ایسا ہی آدم زاد روز لا دیا کرونگا یہ شکر خوبان بہت خوش ہوا
 اور کلمہ آج سات کما سے اپنے ہی پاس رہنے و بچھ کر لانا اب

دو کلمے داستان عمرو کے ملاحظہ فرمائیے

کہ یہ جو تلاش شیرنگ میں ہے تو ڈھونڈتے ڈھونڈتے قریب ایک لشکر کے پہونچے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے لوگوں
 نے بیان کیا کہ یہ لشکر خوبان مردار خوار کا ہے امیر سے مقابلہ کرنے کو آیا ہے یہ لشکر و خاموش ہوا اور صبح کو
 ایک کھار کی صورت بنکر داخل دربار خوبان ہوا کسی نے کچھ کہنے پایا تھا کہ شیرنگ کرب کو لیکر حاضر ہوا
 خوبان اس وقت شرب خاری میں معروض ہوا احساس رکھا تھا کہ یہ پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں کھار
 ہوں کباب خوب بنا ہوں یہ شکر خوبان نے شیرنگ سے کہا کہ اسے شیرنگ اس آدم زاد کو اس رکابہ اور

آدم زاد کو اس رکابدار کے حوالے کر کے اس کے کباب لگا دے شیر رنگ نے کرب کو اس رکابدار کے حوالے کیا
 اور یخنین اور کوئے وغیرہ بھی سب موجود کر دیے رکابدار نے پوچھا کہ اسے ہوشیار کر کے حلال کروں یا یو یخنین
 کاٹ کے کباب لگا دوں خوبان نے کہا کہ اسے جگانے سے اسکا خون خشک ہو جائیگا اور خون خشک
 ہو جانے سے گوشت کم ہو جائیگا یو یخنین کاٹ کے کباب لگا دے یہ شکر رکابدار نے کوئے سلگائے اور تھوڑی
 سیوشی اس آگ پر ڈال دی دھواں جو بلند ہوا اور جسکے دلغین پہنچا تو کیا ایک سب بیوش ہو گئے میان رکابدار
 نے عیار اور سردار دونوں کو اٹھا کر داخل خیل کیا اور کرب کو ہوشیار کر کے کل کیفیت بیان کی کرب نے
 ہوشیار ہو کر اس فوج کو درہم و برہم کیا اور عمرو و کرب ان دونوں کو لیکر داخل لشکر امیر ہوئے اور سامنے
 امیر کے ان قیدیوں کو ڈال دیا امیر نے ہوشیار کرنے کا حکم دیا عمرو نے ہوشیار کیا امیر نے اسے پوچھا کہ تمہیں سلام
 قبول کرنے میں کیا کلام ہو آنخون نے انکار کیا اور قید توڑ کر امیر پر حملہ آور ہوئے امیر نے انکو ایک ایک ٹانچ
 رسید کیا دونوں زمین پر گر پڑے فوراً دونوں کی گردنیں مارنے کا حکم دیا جب وہ دونوں قتل ہو چکے تو امیر نے
 عمرو کو ایک خلعت عنایت کیا اور حکم جسن صادر فرمایا اسیوقت تمام اصحاب جتن مہیا ہو سکے سب اپنے
 اپنے دنگلوں پر آکے بیٹھے ناچ رنگ شروع ہوا اسوقت بادشاہ اسلام نے فرمایا کہ او امیر من نے فضل
 بن گیا ہو خون آشام سے وعدہ کیا تھا کہ میں ایک جلسہ کر کے تجکو ادلاؤ حمزہ کے برابر جگہ دوں گا تو اسکے قبل
 دو جلسہ بسبب غائب ہو جانے بدیع الزمان اور قاسم کے ملتوی رہا تھا امیر نے نزدیک آن سے بہتر کوئی موقع نہیں
 ہوا امیر نے فرمایا جو آپ کی مرضی مجھے کیا ہے یہ شکر بادشاہ نے چار طرف ملاحظہ کیا دگل عمرو بن رستم کا خالی پائٹل
 بن گیا ہو خون آشام کو اس دگل پر بٹھلایا قاسم کو یہ امر بہت ناگوار ہوا کیونکہ عمرو بن رستم قاسم کا چھوٹا بھائی تھا
 غرض اسوقت تو قاسم چپ ہوئے شام کو بعد برکاسنگی دربار اپنے مقام پر آئے اما سیارہ بن عمرو کے
 ہاتھ بدیع الزمان سے کہلا بیٹھا اگر دعوی شجاعت نہ تو میں در بند جالندہ یہ پر جاتا ہوں وہاں اگر سمجھ ملکہ
 تمہارا ہوا خواہ میرے بھائی کے دگل پر بیٹھ کر سیارہ کو اوڑھ بیٹھا اور خود در بند جالندہ کی راہ لی تھا

خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

کمان ہین وہ شائقین و الٰہیکین چک باختر شوق شوق میں ہمیشہ ہوش رہا دستاویز اور کچھپ قصوں کے شوق
 رہتے ہیں اور کہہ رہے ہیں وہ ناظرین چک باختر انکھیں نہ مٹاؤں کہ وہ عمدہ و فصیح کی سیر میں مصروف رہتی ہیں ہم اقدار
 فردہ نمازہ کے سننے کو تشریف لائیں کہ دست بیدار اور عزمہ بیدار سے جس شوق شوق آفاق کا اوصاف اشتیاق تھا اور کیا
 ہجر دل کو نہایت شاق تھا فی الحال اس شلوہ مراد نے دوبارہ حجاب سے اپنا چہرہ بے نقاب نکالا ہے جسے داستان
 امیر عزمہ صاحبقران کا دست دوم موسوم کو چک باختر جسکو گل گزشتہ صاحب لیل شاخسار بلاغت شیخ صدق حسین
 صاحب داستان کو نے منجانب مطبع او وہ اخبار نہایت سلیس و خوبصورتی ترجمہ کیا ہے اور جو بار اول طبع ہو کر اطراف
 مالکین ملوہ گر ہو چکی ہے اب بار دوم مطبع او وہ اخبار نہایت سلیس و خوبصورتی ترجمہ کیا ہے اور جو بار اول طبع ہو کر اطراف
 نے بہار اکتوبر ۱۳۱۷ء مطبع منشی نو لکھنؤ لکھنؤ میں بھائی منشی منشی پر آگ نے طبع صاحب مالک مطبع منشی
 بکس سہی کارپردازان مطبع حلیہ طبع سے آراستہ ہوا۔

اعلان - حق الیف اس ترجمہ کا حق نو لکھنؤ پریس محدود محفوظ ہے۔